زیر سرپرستی سررشتہ تعلیم

سررشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا

اور بہترین خدمت گذار

رسالہ

رہنمائے تعلیم

لاہور

مینجنگ پروپرائٹر

ماسٹر جگت سنگھ

ششماہی چندہ ۳؍

قواعد وضوابط

(۱) رہنمائے تعلیم بالعموم ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوتا ہے۔

(۲) سالانہ چندہ چار روپے (للعہ/) ششماہی تین روپے (ستے/) پیشگی نمونہ کا پرچہ ۶/ کے ٹکٹ آنے پر ارسال خدمت ہوگا۔ کوئی صاحب نمونہ مفت طلب کرنے کی تکلیف نہ کریں۔

(۳) خریدار اصحاب خط لکھتے وقت چٹ نمبر ضرور لکھا کریں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

(۴) رہنمائے تعلیم میں ایسے علمی۔ ادبی۔ اخلاقی۔ طبی۔ تاریخی تحقیقی مضامین (نثر و نظم) ہوا کرتے ہیں جو شائستہ اور مفید ہوتے ہیں اور معیار ادب پر پورے اترتے ہیں۔

(۵) مذہبی اور پولیٹیکل مضامین ہرگز درج رسالہ نہیں ہونگے۔

(۶) جو مضامین درج نہ ہونگے ان کے واپس کرنے یا نہ کرنے کا ایڈیٹر صاحب کو پورا اختیار ہوگا۔

(۷) مدیران مضامین کی ترمیم و تنسیخ کے مختار ہونگے۔

(۸) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ آنا چاہیئے۔

(۹) مضامین نثر کے متعلق خط وکتابت لالہ آگیا رام صاحب سچدیو کے اور مضامین نظم کیلئے جناب پنڈت لبھو رام صاحب جوش ملسیانی کے نام ہونی چاہیئے! اور دیگر امور و ترسیل زر منیجر کے نام ہونی چاہیئے۔

(۱۰) مشتہرین اصحاب اشتہارات سے فائدہ اٹھائیں۔ اجرت نہایت معمولی جو ذیل میں درج ہے۔

نرخنامہ اشتہارات

پیمانہ صفحہ	ایک بار	تین بار	چھ بار	سال بھر
پورا صفحہ	لعہ/ ۹	معہ/ ۲۷	عہ ۵۰	عہ ۹۰
نصف صفحہ	عہ/ ۵	عہ ۱۵	معہ ۲۷	عہ ۵۰
چوتھائی صفحہ	ستے/ ۳	لعہ/ ۹	عہ ۱۵	معہ ۲۷

نرخنامہ اشتہارات سرورق (مستقل پورے سال کے لئے)

صفحہ ۲ و ۳ ایک سو آٹھ روپیہ سالانہ (اجرت ہر حال میں پیشگی آنی چاہیئے)

صفحہ ۴ ایک سو بیس روپیہ سالانہ منیجر رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور نمبر ۵۰ ۵

بابت مارچ ۱۹۳۳ء

سررشتۂ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا اور بہترین خدمت گزار

رسالہ

رہنمائے تعلیم لاہور

جلد ۲۲ نمبر ۳

علمی، ادبی، اخلاقی، طبی، تاریخی، زراعتی، اور صنعتی مضامین کا ماہوار مجموعہ

زیر سرپرستی تاج الشعرا فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین داغ مرحوم

مدیر اعزازی

مسٹر لچھمی چند ودیارتھی بی اے۔ بی ٹی۔ ایم۔ او۔ جی۔ اے (لندن)

معاونین اعزازی

لالہ آگیا رام سچدیو منشی فاضل — جناب جوش ملسیانی

طالب کاشمیری ایم اے۔ ایم او ایل منشی فاضل ادیب فاضل

ماسٹر جگت سنگھ مینجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) بلڈنگ نمبر ۵۵۰

سالانہ چندہ چار روپے (للعہ) — ششماہی تین روپے (سے) — فی پرچہ ۸/

فہرست مضامین

بسنت

بہارِ صبحِ دلکشا بسنت بن کے آگئی — نمودِ حسن کی گھٹا سُرور بن کے چھا گئی

نصیبِ صحنِ باغ کا جو سو چکا تھا سو چکا — خزاں کا جور ہو چکا خزاں کا دور ہو چکا

اب اپنے حسن پر فدا شجر بھی ہے حجر بھی ہے — کمالِ شانِ دلبری اِدھر بھی ہے اُدھر بھی ہے

نگاہِ شوق آج پھر دلِ پر آرزو ہوئی — رہینِ سیرِ گل ہوئی فدائے رنگ و بو ہوئی

پھر آج رنگِ نسترن نظر نواز ہو گیا — پھر آج برگِ یاسمن حریمِ ناز ہو گیا

غبارِ خستہ خاطری ہر ایک رخ سے دھل گیا — دعا قبول ہو گئی درِ کریم کھل گیا

چمن کی شاخ شاخ پر طیور نغمہ زن ہوئے — یہ نغمے حسن بن گئے فروغِ انجمن ہوئے

ہر ایک شے میں زندگی ادائے ناز ہو گئی — شگفتگی میں تازگی کرشمہ ساز ہو گئی

صنم کدے سے برہمن جو ہو کے بیقرار اُٹھا — بہارِ سبزہ دیکھ کر ہری ہری پکار اُٹھا

حیاتِ تازہ مل گئی تمام کائنات کو

طیور کو ہوام کو جماد کو نبات کو

شیخ سیفی

مدیر حصہ نظم پر اعتراض

رسالہ شاعر آگرہ بابت اکتوبر نومبر ۱۹۳۲ء کے صفحہ ۲۲ پر جناب صابر صاحب نے جناب قدرت بالقابہ تلمیذ حضرت جلیل مدظلہ کے شعر مندرجہ ذیل پر جو رسالہ رہنمائے تعلیم کے جوبلی نمبر ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا ہے ؎

کسی پر مر کے پائی عمر جاوید خضر دیکھیں ہماری زندگی کو

اعتراض شائع فرمایا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ لفظ خضر بہ سکونِ ثانی ہے۔ یہاں بہ تحریک ثانی کیوں ہے۔ اپنے دعوے کی تائید میں اساتذہ کے کلام سے ثبوت پیش کئے ہیں مثلاً ؎ غالب

کیا کیا خضر نے سکندر سے اب کسے رہنما کرے کوئی

اس کے بعد فاضل معترض نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ جناب جلیل ایسے نکتہ رس اور گراں پایہ اُستاد کی نظر سے یہ شعر کس طرح بچ گیا اور رسالہ رہنمائے تعلیم کے معاون اعزازی جوش ملسیانی نے اسے اندھا دھند کیوں شائع کر دیا۔ اس اعتراض کا جواب رسالہ شاعر آگرہ میں برائے اشاعت بھیج دیا گیا ہے۔ اعتراض درحقیقت معترض کی کم آگاہی پر دال ہے۔ لفظ خضر اساتذہ کے کلام میں دونو طرح آیا ہے۔ سکون ثانی سے بھی اور فتح ثانی سے بھی۔ اگرچہ میں اس لفظ کو ہمیشہ سکون ثانی سے لکھا کرتا ہوں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ تحریک ثانی سے غیر مستند اور نامعتبر ہے۔ مثالیں تحریک ثانی کی ملاحظہ ہوں ؎ داغ دہلوی

یہ مفت بر جو تلاشی ہے نقد جاں کیلئے خضر بھی رو ئینگے اب عمر جاوداں کے لئے

ذوق دہلوی ایک غزل کے مقطع میں فرماتے ہیں ؎

اے ذوق کسی ہمدم دیرینہ کا ملنا بہتر ہے ملاقات مسیحا و خضر سے

مرزا غالب آموں کی تعریف میں فرماتے ہیں ؎

یا لگا کر خضر نے شاخ نبات مدتوں تک دیا ہے آب حیات
تب ہُوا ہے ثمر فشاں یہ نخل ہم کہاں ورنہ اور کہاں یہ نخل

اُمید ہے۔ کہ جناب معترض ان مستند نظائر سے مطمئن ہو جائینگے۔ اور مدیر حصہ نظم کی خامیِ انتخاب کو موردِ الزام ٹھہرانے کے بجائے اپنی کم آگاہی تسلیم فرمائینگے۔ فقط

جوش ملسیانی مدیر حصہ نظم

پنجاب یونیورسٹی

ورنیکلر زبانیں بطور ذریعہ تعلیم۔ قارئین کرام سے مخفی نہ ہوگا۔ کہ کلکتہ یونیورسٹی نے امتحان میٹریکولیشن میں ورنیکلرز کو ذریعہ تعلیم قرار دیا ہے۔ اُس کی تقلید میں ہماری یونیورسٹی میں بھی یہ تحریک کی گئی۔ کہ اس امتحان تک ورنیکلرز کو ذریعہ تعلیم قرار دیا جائے اور انگریزی زبان کے ذریعہ تعلیم قرار دینے سے جو تکلیف زیر تربیت طلبا کو رُونما ہوتی ہے۔ اسکا ازالہ کیا جائے۔ چنانچہ حال ہی میں یونیورسٹی کے سینٹ کے اجلاس میں سنڈیکیٹ کی اس سفارش پر غور کیا گیا کہ میٹریکولیشن اینڈ سکول لیونگ سرٹیفکیٹ امتحان میں انگریزی کے سوا باقی تمام مضامین میں ورنیکلرز کو ذریعہ تعلیم قرار دیا جائے۔

بخشی رام رتن صاحب پرنسپل ڈی اے وی کالج لاہور نے اس تحریک کی پُرزور تائید کی۔ اور اس مسئلہ پر تاریخی نقطۂ نگاہ سے روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ ۱۹۱۷ء میں بمقام شملہ گورنمنٹ آف انڈیا کے مشیر تعلیم کی صدارت میں جو مشاورتی کمیٹی منعقد ہوئی اس میں گورنمنٹ پنجاب کے نمائندے کی تائید سے یہ قرار پایا تھا کہ ہائی سکول کے کورس کے خاتمہ پر انگریزی کے سوا باقی تمام مضامین میں اُمیدواران کو ورنیکلرز میں جواب لکھنے کی اجازت ہو۔ اس کے بعد دوسرے سال سیڈلر کمیشن کی سفارش تھی۔ کہ ہائی سکول کی تعلیم کے آخری چار سالوں میں انگریزی اور ریاضی کے سوا باقی تمام مضامین میں ورنیکلرز کو رواج دیا جائے۔ اور یونیورسٹی کی اس سفارش پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر ہوئی جس میں قرار پایا کہ ہائی سکول کے کورس کے خاتمہ پر انگریزی کے سوا باقی مضامین میں اُمیدواروں کو اجازت ہو کہ وہ جوابات ورنیکلرز میں یا انگریزی میں تحریر کریں۔ بخشی صاحب نے معزز ممبران کی توجہ اس امر پر مبذول کرائی کہ بعض مضامین میں ذریعہ تعلیم تبدیل ہو جانے سے جماعت ہشتم سے جماعت نہم میں ترقی کے وقت کس قدر تکلیف ہوتی ہے۔ میری رائے میں اگر سنڈیکیٹ کی تجویز کو منظور کر لیا جائے تو مدارس میں نہ صرف معیار تعلیم ہی اعلےٰ ہو جائیگا۔ بلکہ انگریزی میں بھی استعداد بڑھ جائیگی۔ موجودہ وقت میں جغرافیہ اور تاریخ میں ۹۴ فیصدی اُمیدوار ورنیکلرز میں جوابات تحریر کرتے ہیں۔ اس زندہ مثال کی موجودگی اس امر کی شاہد ہے کہ وقت آگیا ہے کہ انگریزی کے سوا باقی تمام تعلیمی مضامین میں ورنیکلرز کو رواج دیا جائے۔

مسٹر آر سینڈرسن ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم نے جواب میں فرمایا کہ وزارت تعلیم ورنیکلرز زبانوں کو ہر دلعزیز بنانے کے اسباب پر بہت غور وخوض کر رہی ہے۔ میں بذات خود اس تجویز سے متفق ہوں مگر اسے منظور کرنے سے پہلے مالی اور انتظامی مشکلات پر ضرور غور کرنا ہوگا۔ یونیورسٹی کی تحقیقاتی کمیٹی یونیورسٹی کی تعلیم سے پہلے کی تعلیم کی تقسیم پر غور کر رہی ہے۔ لہٰذا اس موقعہ پر اس سوال کا پیش کرنا خلاف دانش ہوگا۔ لہٰذا میں تجویز کرتا ہوں کہ اس تحریک پر اس وقت تک غور نہ کیا جائے جب تک تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ ہمارے سامنے نہ آجائے۔ ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب نے ڈائرکٹر صاحب کی تجویز کی تائید کی۔

پروفیسر جودھ سنگھ صاحب نے فرمایا کہ میں اس تحریک کی التوا کے برخلاف نہیں ہوں مگر میرے خیال میں اس سوال پر بحث یونیورسٹی تحقیقاتی کمیشن کی امداد کا موجب ہوگی۔

مسٹر مہر چند مہاجن نے ڈائرکٹر صاحب کی تجویز کی مخالفت کی اور فرمایا کہ جب تک سینٹ موجود ہے اسے کام کرتے رہنا چاہئے۔

رائے بہادر لالہ درگا داس نے فرمایا کہ یہ سوال کئی سال سے درپیش ہے۔ یہ ضرور نہ تھا کہ مسٹر سینڈرسن تحقیقاتی کمیٹی کے معاملہ کو بیچ میں سے رکاوٹ کا موجب بناتے موجودہ طرز تعلیم سراسر غلط ہے۔ کیونکہ اس میں غیر ملکی زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا گیا ہے۔

پروفیسر بروس نے رائے زنی کی کہ گو یہ مسئلہ کئی سالوں سے معرض التوا میں پڑا ہوا ہے۔ تاہم ضروری ہے کہ تحقیقاتی کمیٹی کی تحقیقات سے فائدہ اٹھایا جائے۔

ڈاکٹر مظفر نے فرمایا کہ عجب نہیں کہ یونیورسٹی تحقیقاتی کمیشن کی سفارشات کی بنا پر امتحان میٹریکولیشن ہی بند کرنا پڑے۔ اس لئے سردست اس مسئلہ پر اظہار خیالات بیکار ہے۔ پرنسپل ہاروے بھی التوا کی تائید کی۔

پروفیسر روچی رام صاحب ساہنی نے فرمایا کہ پچاس سال سے یہ سوال ہمارے پیش نظر ہے مگر تا حال کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ اس تجویز کو منظور کر لینا چاہئے۔ طرز تحریر کا مسئلہ پھر طے ہو سکتا ہے۔

پنڈت نانک چند صاحب نے مسٹر سینڈرسن کو مخاطب کرتے ہوئے یاد دلایا کہ جن اشخاص نے یونیورسٹی کے معاملات کی تحقیقات پر زور دیا تھا۔ انکی ایک یہ دلیل بھی تھی کہ یونیورسٹی ورنیکلر زبانوں کے متعلق اپنے فرائض بخوبی ادا نہیں کرتی۔ سر فیروز خاں نون وزیر تعلیم نے یقین دلایا کہ انہیں ورنیکلر زبانوں سے گہری دلچسپی ہے۔ مزید یقین دلایا کہ تحقیقاتی کمیٹی کی رائے خواہ کچھ ہی ہو اس پر عمل پیرا ہونے سے پہلے یونیورسٹی کو اظہار رائے کا موقعہ دیا جائیگا۔

وائس چانسلر صاحب نے فرمایا کہ آج کی تقریریں ظاہر کرتی ہیں کہ تقریباً تمام ممبر براہ راست یا بالواسطہ اس لئے کے ہیں کہ اس تبدیلی کی ضرورت ہے۔ گویا سینٹ نے اپنی رائے کا اظہار کر دیا ہے۔

آخر رائے شماری پر مسٹر سینڈرسن کی تجویز کے حق میں ۲۵ اور اس کے مخالف ۴۰ ممبر تھے اور انکی تجویز منظور ہو گئی اور یہ ضروری تحریک ملتوی ہو گئی۔ کیا ہم توقع کر سکتے ہیں کہ جب یہ معاملہ باضابطہ طور پر یونیورسٹی کے سامنے آگیا ہے تو وہ ضرور اس پر غور کریگی اور کلکتہ یونیورسٹی کی تقلید میں ورنیکلرز کو ذریعہ تعلیم بنا کر ملک کی خدمت بجا لائیگی۔ (مسیحیوا)

تخفیف کی گورنمنٹ پنجاب نے اپنے ماتحت ملازمین کی تنخواہ میں دس فیصدی تخفیف روا رکھی تھی اور ۳۱ مارچ ۱۹۳۳ء کے بعد اس پر نظر ثانی کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اب حال ہی میں اعلان ہوا ہے۔ کہ ۳۱ مارچ کے بعد اس تخفیف کو نصف کر دیا جائیگا اور اب شرح تخفیف پانچ فیصدی ہوگی۔

گورنمنٹ مدراس نے اپنے مقامی حالات سے متاثر ہو کر ۳۱ مارچ ۱۹۳۳ء کے بعد سے تخفیف کو پورے طور پر اڑا دیا ہے۔

ان اعلانات کی موجودگی میں بورڈ سروس میں اور پرائیویٹ مدارس میں جو تخفیف روا رکھی گئی ہے کہ اس میں بھی معتدبہ رعایت مبذول کیجائیگی اور ان سروسوں کے معزز کرتا دھرتا اپنے ماتحت عملہ سے اپنی دلی ہمدردی کا ثبوت دینگے اور حق بحقدار رسید کے مسئلہ کو صحیح کر دکھائیں گے۔ (رچیا)

تصویر کے دو رُخ

(مولوی امام الدین صاحب منشی فاضل ہیڈ پرشین ٹیچر سنٹرل ماڈل سکول لاہور)

ہر چیز میں جہاں خوبیاں ہوتی ہیں بُرائیاں بھی ساتھ ہی موجود ہوتی ہیں - اگر ایک شخص صرف اس کے تاریک پہلو کو دیکھے اور روشن پہلو پر نظر نہ ڈالے تو وہ چیز اُسے بُری ہی دکھائی دیگی - پس اس شخص کی رائے اس چیز کے متعلق غلط فہمی پر مبنی ہوگی - برخلاف اس کے اگر صرف اس کے روشن پہلو کو دیکھے اور تاریک پہلو کو نظر انداز کرے تو بھی نتیجہ وہی ہوگا - پس لازم ہے کہ ہر چیز کے حُسن و قبح کو گہری نظر سے دیکھا جائے -

جس شخص کے پیش نظر دونو پہلو ہوں اگر وہ اس کی مذمت کرتا ہے تو ہرگز خیال نہ کرنا چاہئے کہ وہ اس چیز کی مطلق مذمت کرتا ہے بلکہ یہ مذمت اُس کے قبح (بُرائی) سے تعلق رکھتی ہے - اُس کے حسن (خوبی) سے اس کو کوئی علاقہ نہیں - برخلاف اس کے اگر وہ شخص عارف اس چیز کی مدح میں رطب اللسان ہے - تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ اس کی خوبیوں کی تعریف کرتا ہے نہ کہ بُرائیوں کی درانحالیکہ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ اس چیز کے حسن و قبح دونوں سے کماحقہٗ واقف ہے -

اصول بالا کو مدنظر رکھ کر ہم دیکھتے ہیں کہ بزرگانِ دین نے ایک طرف تو دُنیا کی بیحد مذمت کی ہے - یہاں تک فرما دیا کہ اَلدُّنیا جیفَۃٌ وَّطُلَّابُھا کلابٌ (دُنیا مردار ہے اور اس کے طالب کُتّے ہیں) کہ ایسے ہی لوگوں کو سگِ دُنیا کہتے ہیں - کہیں ارشاد ہوتا ہے کہ ؎ بلائے زیں جہاں آشوب تر نیست　　کہ رنجِ خاطر است ار ہست ور نیست (اس دُنیا سے بڑھ کر کوئی فتنہ انگیز بلا نہیں ہے کیونکہ یہ دل کی پریشانی کا باعث ہے - خواہ ہے اور خواہ نہیں ہے) اور کہیں یوں نفرت دلائی ہے　ع　یہ دُنیا نہیں دل لگانے کے قابل

غرض کوئی عیب نہیں جو دُنیا سے منسوب نہیں کیا جاتا - بے ثبات یہ ہے تو بے وفا یہ - کہیں اسے مکر و فریب مجسم کہا جاتا ہے تو کہیں بے ایمانی کا مترادف قرار دیا جاتا ہے -

اب دوسری طرف دیکھتے ہیں کہ اِسی دُنیا کو کہا جاتا ہے اَلدُّنیا مزرعۃ الآخرۃ (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) کیونکہ نیکیوں کے بیج اِسی کھیت میں بوتے ہیں جن کا پھل عاقبت میں ملیگا - جبھی تو کہتے ہیں (ع) اے برادر! ہرچہ کاری بدروی (جو بوؤگے سو کاٹوگے) بونے کے لئے زمین کا ہونا ضروری ہے ورنہ بیج بیکار ہے - مذکورۃ الصدر دونو خیال بظاہر متضاد معلوم ہوتے ہیں - مگر یہ تضاد نہیں - اس لئے کہ دُنیا کو جب بُرا کہا جاتا ہے تو

مُراد اُس دنیا سے ہے جو انسان کے متاعِ دین و ایمان کو لُوٹ لیتی ہے یعنی انسان اِسکی محبت میں ایسا اندھا ہو جاتا ہے کہ اس کے حصول میں جا و بیجا کا امتیاز نہیں رہتا۔ یہی مال و دولت ہے کہ انسان اِس سے جہنم خرید لیتا ہے یہاں تک کہ نہ دُنیا ہی رہتی ہے نہ دین۔ بقول شخصے "نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے" ایسی دُنیا کو بُرا نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے۔ بزرگوں نے جہاں دُنیا سے نفرت دلائی ہے وہاں مراد دُنیا کے اِس پہلو سے ہے جو تاریک ہے یعنی جو ہماری دولتِ ایمان کو تاراج کرتی ہے اور خدا اور عاقبت کی طرف سے غافل۔

دوسری طرف جو دُنیا کی تعریف کی جاتی ہے اُس سے مراد اس کا وہ روشن پہلو ہے جو ہمیں دولتِ ایمان سے مالا مال کرتا ہے۔ یہی دُنیا ہے جس سے انسان سعادتِ دنیوی اور اخروی حاصل کرتا ہے۔ آزاد مرحوم نے دُنیا کے دونو پہلوؤں کی خوب تصویر کھینچی ہے

ملکِ فنا اگرچہ بہت بے ثبات ہے ۔۔۔ بے پا و بے مدار ہر اک اس کی بات ہے

لیکن بجا کہا جو کسی نے کہا ہے یہ ۔۔۔ ہمت کے معرکوں کے لئے خوب جا ہے یہ

دُنیا اور مافیہا کو فانی کہا جاتا ہے۔ یہ اُس صورت میں درست ہے جبکہ ہم اِس سے فائدہ نہ اُٹھائیں اور اِسے کھو دیں مثلاً ہمارے پاس ایک ہزار روپیہ ہے۔ ہم نے راہِ خدا میں صرف کر دیا کیا درست ہے کہ وہ روپیہ فنا ہو گیا ہرگز نہیں۔ وہ روپیہ نہ صرف باقی ہے بلکہ اُسے بقائے دوام حاصل ہے۔ وقت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ع گیا وقت پھر ہاتھ نہیں۔ اِس سے مراد وہی وقت ہے جس سے ہم نے فائدہ نہ اُٹھایا اور وہ گزر گیا۔ اگر ہم اُسے استعمال میں لائے۔ تو اگرچہ وہ بظاہر گزر گیا ہے لیکن وہ بالکل محفوظ ہے اور وہ پھر ہاتھ آئیگا۔ اِس طرح کہ اُس وقت میں جو کام ہم نے کیا۔ جب اُس کا ثمرہ آئندہ ہمیں ملیگا تو گویا ہمارے لئے وہی وقت پھر آ گیا۔

یہ اکثر سُننے میں آتا ہے کہ دولتِ دُنیا یہیں رہ جاتی ہے۔ ساتھ نہیں جاتی۔ لیکن وہی دولت یہاں رہ جاتی ہے جسے ہم راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے۔ جو راہِ خدا میں صرف کر دی وہ ہم سے پہلے ہی وہاں موجود ہو گی۔ جو ہمیں مل جائیگی۔ یعنی اس کا ثواب یا ثمرہ پھر کیونکہ اِس بات کو ماں لیں کہ دولت یہیں رہ جاتی ہے۔ یہ ہمارے اختیار میں ہے کہ دولت یہاں رہ جائے یا ساتھ جائے۔

بعض لوگ بزرگانِ دین پر اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے دُنیا کی طرف سے نفرت دلا کر لوگوں کو ترقی کرنے سے روکا ہے یہ سمجھ کا پھیر ہے۔ انہوں نے دُنیا کے نیک پہلو سے ہرگز نفرت نہیں دلائی۔ جائز طور پر اگر کروڑوں روپے حاصل کئے جائیں تو عیب نہیں بشرطیکہ اُن کا مصرف بھی جائز طور پر کیا جائے۔ مالِ حلال ہی نیکی کی راہ میں کام آ سکتا ہے۔ یعنی وہی توشۂ عقبیٰ ہو سکتا ہے۔ مالِ حرام ہرگز نافع نہیں ہو سکتا۔

اُنہی لوگوں کی دُنیا عین دین ہوتی ہے۔ جو رضائے الٰہی کے خلاف ایک قدم نہیں اُٹھاتے یعنی جو کچھ کرتے ہیں خدا کے احکام کے ماتحت کرتے ہیں۔ اگر ہم کسی کی عیادت کو محض اس لئے جاتے ہیں کہ کل وہ بھی ہماری عیادت کو آئیگا تو یہ فعل صرف دُنیا کے لئے ہی ہے اور اگر از راہِ ہمدردی جاتے ہیں اور کوئی غرض پیشِ نظر نہیں ہوتی تو یہ عیادت عین عبادت ہے +

خاقانیِ ہند کے شارحین

اور

شاگردانِ حضرت داغ کا فرض

(از جناب محمد عبد اللہ صاحب کامل ایم اے گورنمنٹ کالج لائل پور)

چند سالوں سے پنجاب یونیورسٹی نے ایف اے اور بی اے کے نصاب تعلیم میں اُردو کو بھی ایک معمولی سی جگہ دے رکھی ہے۔ لیکن پچھلے سال تک حصہ نظم کی مقررہ کتابوں میں صرف مرزا غالب کا دیوان اُردو تھا اور ان کے شاگرد رشید خواجہ حالی کا دیوان تھا۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ شائد یونیورسٹی کا یہ خیال ہو کہ باری باری ایک ایک خاندان کے شاعروں کا مطالعہ کرایا جائے۔ تاکہ اُستاد اور شاگرد کے کلام کا مقابلہ اور موازنہ ہوتا رہے۔ اس ترتیب سے حضرت ذوق ساتھ حضرت داغ کا ہونا ضروری تھا۔ لیکن اس سال دیوان حالی کی جگہ دیوان ذوق مقرر کیا گیا ہے......

.... اور دیوان غالب جوں کا توں قائم رہا ہے۔ پھر خیال ہوا کہ دیوان غالب کو تو اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی متعدد شرحیں موجود ہیں۔ اور ہمارے متعلمین شرحوں کے اس قدر عادی ہیں کہ جس کتاب کی شرح موجود نہ ہو۔ وہ اس کو قابل مطالعہ ہی نہیں سمجھتے۔ اور دیوان حالی شائد اس لئے رکھا گیا ہو کہ مقدمہ شعر و شاعری کے ساتھ اس کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔ تاکہ طلبا یہ اندازہ کر سکیں کہ خواجہ صاحب نے اُردو شاعری کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ اس میں خود کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں۔ لیکن اب کیا کہا جائے کہ مقدمۂ شعر و شاعری اور دیوان ذوق کو ایک ہی جوئے میں جکڑ دیا ہے۔

مقدمہ شعر و شاعری نہایت عمدہ کتاب ہے۔ اور ادب اُردو میں ایک ممتاز جگہ کی مستحق ہے۔ لیکن طلبائے انگریزی کے لئے اس کا مطالعہ اگر مُضر نہیں تو غیر مفید ضرور ہے۔ کیونکہ اس میں زیادہ تر اُردو شاعری کی کمزوریاں اور انگریزی شاعری کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔ اور انگریزی خواں طلباء پہلے ہی اس بات کے قائل ہیں۔ کہ دُنیا جہان کی جو خوبی ہے وہ انگریزی زبان میں موجود ہے۔ اور سار اُردو زبان میں بُرائیاں ہی بُرائیاں ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مقدمۂ شعر و شاعری شعرائے اُردو کے توسنِ خیال کے لئے تازیانۂ عبرت کا کام دیتا ہے لیکن جن

طالب علموں کا مطالعہ اسی سے شروع ہو اور اسی پر ختم ہو جائے۔ ان کے حق میں اُس کا مطالعہ زہر قاتل سے کم نہیں۔ کیونکہ اس سے ان کے دل میں زبان اُردو سے دلچسپی اور ہمدردی کی بجائے نفرت اور حقارت پیدا ہو جائیگی۔

ذوقؔ مرحوم کی حیثیت اُردو شاعری میں جو کچھ ہے۔ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس نے اپنے کمال کی بدولت مرزا غالبؔ، اور حکیم مومنؔ جیسے باکمال شاعروں کی موجودگی میں ملک الشعراء خاقانیٔ ہند کے معزز خطاب اور بادشاہِ وقت کی اُستادی کا فخر حاصل کیا۔ آج تک تمام دُنیا ذوقؔ کو میرؔ کے بعد بہترین غزل گو اور سوداؔ کے بعد بہترین قصیدہ گو مانتی ہے۔ اور اُس مرزا نوازی اور غالب پرستی کے زمانے میں بھی اسی کو اقلیم سخن کا مالک اور غزل اُردو کا بادشاہ تسلیم کرتی ہے۔ ان دعووں کی دلیل خود اس کا کلام پاکیزہ ہے۔ جو کبھی تو الفاظ کی مناسب نشست و برخاست سے سہل ممتنع کا درجہ حاصل کرلیتا ہے۔ اور کبھی مضامین کی ندرت سے محال کو ممکن کر دکھاتا ہے"۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا وہ طالب علم جن کے مطالعہ کی ساری کائنات چند انگریزی کتابوں اور مقدمہ شعر و شاعری پر مشتمل ہے۔ کلام ذوقؔ کو کماحقہٗ سمجھ سکینگے؟ اور اس استاد فن کے کمال کی داد دے سکینگے انگریزی کے مطالعہ نے اُردو سے انہیں پہلے ہی بیگانہ بنا رکھا ہے۔ مقدمہ کا مطالعہ ان کی بیگانگت کو نفرت و حقارت سے تبدیل کر چکا ہے۔ اب وہ دیوان ذوق کو انگریزی اور مقدمہ کی مرکب عینک کے ذریعے کیا خاک سمجھینگے؟ اس لئے ضروری اور نہایت ضروری ہے کہ دیوان ذوق کی ایک جامع اور مستند شرح موجود ہو۔ جو نہ صرف کلام اور زبان کی خوبیاں وضاحت سے پیش کرے بلکہ مقدمہ کے زہریلے اثرات کے لئے تریاق کا کام دے سکے۔ اس شرح سے یہ فائدہ بھی ہوگا۔ کہ ہمارے طلبا کا ذوق شرح خوانی پورا ہو جائیگا۔

اس میں شک نہیں کہ دیوان ذوقؔ دیوان غالب کی طرح محتاج شرح نہیں۔ کیونکہ غالب کے اُردو کلام کا اکثر حصہ ایسا ہے کہ اس کو ما و شما تو درکنار بڑے بڑے سخن فہم بھی شرح کے بغیر بامعنی نہیں سمجھ سکتے۔ ان کے متعلق تو ان کے ہمعصر شعراء کا فتوٰے بھی یہی تھا۔

اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے		مزا کہنے کا جب ہے اک کہے اور دوسرا سمجھے
زبانِ میرؔ سمجھے اور کلامِ میرزا سمجھے		مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

لیکن بایں ہمہ دیوان ذوق قابل شرح ضرور ہے۔ خاص طور پر اُن طالب علموں کے لئے جن کی حالت سطور بالا میں بیان کی جا چکی ہے۔ پچھلے سال جب پنجاب یونیورسٹی نے اسے نصاب میں شامل کیا۔ تو میں نے خود اس کی شرح لکھنے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن ایک تو میں اس کام کی اہمیت سے ڈر گیا۔ کیونکہ میری شرح زیادہ سے زیادہ معلمانہ ہو سکتی تھی۔ اور ممکن تھا کہ اُستاد مرحوم کی رُوح میری شرح دیکھ کر کہہ اُٹھتی کہ شعر مرا بمدرسہ کہ برد؟

دوسرے میں نے اسی وقت سُنا کہ ایک دو صاحب اس کی شرح لکھ رہے ہیں۔ اس لئے ان کی اشاعت کے انتظار میں خاموشی اختیار کرنی پڑی۔ خدا خدا کر کے ایک سال کے انتظار کے بعد دو شرحیں نکلیں۔ لیکن دونو ہی ایسی نامکمل اور کلامِ ذوق کی شان کے منافی ہیں کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔ میں ان شارح حضرات کے متعلق صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ وہ مذاق شعر اور سخن فہمی سے اِس قدر دُور ہیں جس قدر کوئی انگریزی خواں ہوسکتا ہے۔ انہوں نے صرف یہی کیاہے۔ کہ لغات فروزی یا فیروز اللغات جیسی کوئی غیر مستند کتاب اُٹھا کر مشکل الفاظ کے معانی تلاش کر کے لکھدیئے۔ اس میں بھی مناسب و نامناسب کی تمیز کی زحمت گوارا نہ کی اگر حسن ظن کی حد سے گذر جانے کا ڈر نہ ہو تو میں ضرور کہدوں کہ معانی کی تلاش بھی انہوں نے خود نہیں کی بلکہ لغات کی کتاب ہی کاتب کو دیدی ہوگی۔ کہ جو معنے چاہو لکھ لو۔

ان حضرات کا ادنےٰ کمال یہ ہے کہ اُستاد مرحوم کے بہتر سے بہتر شعر کو قلم کی ادنےٰ حرکت سے بے معنی اور لغو کر دیا ہے۔ اس وقت ہزاروں مثالیں میرے دل میں کھٹک رہی ہیں۔ لیکن سردست انکو نظر انداز کرنا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک صاحب نے تو متن اور شرح کو ایسے عجیب چکر میں ڈالا ہے کہ بڑے بڑے ماہرین کتابت و طباعت بھی اس کو سمجھنے سے قاصر ہونگے۔ کسی صفحے پر اوپر متن ہے اور نیچے شرح کسی صفحے پر نیچے شرح ہے اور اوپر متن کہیں درمیان میں شرح اور نیچے اوپر دونو طرف متن اور کہیں اس کا عکس۔ غرض ایک بھُول بھلیاں کا تماشا بنا دیا ہے۔

اب رہی یہ بات کہ ان تمام ضروریات کے مطابق شرح لکھے کون؟ یوں تو ہر ایک ہی خواہ اُردو کا فرض ہے۔ لیکن ذوق مرحوم کا اپنا خاندان ماشاء اللہ تعداد اور لیاقت میں کسی سے کم نہیں۔ میری مُراد اس وقت خاص طور پر حضرات داغ کے جانشینوں سے ہے۔ جن میں مشاہیر سخن گو اور سخن فہم موجود ہیں۔ میرے خیال میں ان سب کا فرض اور فرضِ اوّلین ہے کہ اپنے دادا اُستاد کے کلام کو آئندہ نسلوں کے سامنے اُسی حیثیت سے پیش کریں جس کا وہ مستحق ہے۔ مجھے اُمید واثق ہے کہ یہ حضرات میری اس درخواست کو ضائع نہیں جانے دینگے۔ اور اس خدمت کی بجا آوری سے مجھے کیا خاندان ذوق مرحوم کے تمام افراد کو بلکہ زبان اُردو کے سب ہی خواہوں کو زیر بار احسان فرمائینگے اور سعادت دارین حاصل کرینگے۔

اگر اس درخواست پر ان حضرات کی طرف سے کچھ غور نہ کیا گیا۔ تو میں مجبور ہونگا کہ ان شرحوں میں سے چند مثالیں پیش کر کے انکی رگِ حمیت کو جوش میں لاؤں۔ لیکن مجھے اُمید ہے کہ عیب چینی اور عیب گوئی کو ذوق مرحوم کے مشرب کے خلاف سمجھ کر اس مجبوری کی نوبت ہی نہیں آنے دینگے۔ سردست صرف یہ عرض کر دینا کافی ہے کہ غالب مرحوم کے ہوا خواہوں نے انکے مبہم اور بے معنی اشعار کو بھی معانی کا جامہ پہنا دیا۔ اور انکو ایسے ایسے شارح ملے کہ کئی شرحیں اصل سے بھی بدرجہا بڑھی چڑھی ہوئی ہیں۔ لیکن ذوق مرحوم کی ایک بھی جامع اور مستند شرح نہ ہو۔ خاص طور

نظم بہ تقریب ہولی

(جناب پنڈت شونانھ صاحب کول نشا آگرہ گوالیاری)

کہاں کا رنج - کہاں کا ملال ہولی میں
رہیگا اور ہی رنگ اب کے سال ہولی میں
چلوں گا میں بھی نئی اب یہ چال ہولی میں
ملوں گا خاکِ وطن کا گلال ہولی میں
دکھاؤں گا اُنہیں اپنا کمال ہولی میں

غضب ہے آپ کا جاہ و جلال ہولی میں
نرالا سب سے ہے حُسن و جمال ہولی میں
پیئے ہوئے ہو مئے پُرتگال ہولی میں
نشیلی آنکھیں ہیں مُنہ لال لال ہولی میں
جمال آپ کا ہے بے مثال ہولی میں

تمہارے پاؤں کو لغزش زباں کو ہے لکنت
سرور آنکھوں میں - چہرے پہ ہے مگر وحشت
جو دیکھے کوئی تمہیں - کیوں نہ ہو اُسے حیرت
اُٹھا کے آئینہ دیکھو ذرا تمہیں صورت
میں کیا کہوں کہ ہے کیسا جمال ہولی میں

جو رنگ اب ہے تمہارا کبھی نہ تھا ایسا
مثال آئینہ رہتے ہو گُنگ صبح و مسا
نہ مہر ہے نہ مروت نہ دل میں خُلق ذرا
تمہیں خدا کی قسم صاف کہدو بات ہے کیا
نہ رکھو میری طرف سے ملال ہولی میں

تجھے ہو دل سے نہ کیوں اُس کی آرزو زاہد
پھرے بھی اُس کے لئے کیوں نہ کُو بکُو زاہد
بہائے آنکھوں سے اپنی - نہ کیوں لہو زاہد
صدائے قلقلِ مینا سُنے جو تُو زاہد
تو مُنہ سے تیرے ٹپک جائے رال ہولی میں

ہمارے رنج کی۔ آلام کی خبر رکھیں   نگاہ لطف و کرم ہم پہ عمر بر رکھیں
اسی میں لطف ہے اپنا کسی کو کر رکھیں   ہمارے رنگِ محبت پہ بھی نظر رکھیں
اُڑائیں آپ نہ گردِ ملال ہولی ہیں

نہ توڑ شیشۂ دل تو نہ دے جواب ہمیں   نہ کر خراب ہمیں۔ ہاں نہ کر خراب ہمیں
دکھا دے تو شبِ ملدا میں آفتاب ہمیں   پلا دے اوک سے پیرِ مغاں شراب ہمیں
ہمارا ہاتھ ہے جامِ سفال ہولی ہیں

جو دل کی پوچھو۔ تو ہیں داستاں کی کہتا ہوں   جہاں گذر نہ ہو میرا۔ وہاں کی کہتا ہوں
کہاں ہیں بیٹھا ہوں دیکھو کہاں کی کہتا ہوں   زمین پر ہوں مگر آسماں کی کہتا ہوں
بلندیوں پہ ہے رنگِ خیال ہولی ہیں

کہے یہ دیتے ہیں ہم صاف صاف اب ظاہر   ہماری مانو گے تم دل سے بات بالآخر
ہم اس سے خوب ہیں واقف ہم اس سے ہیں ماہر   کبھی بچیگی نہ رندوں سے دُختِ رز شاکر
ہزار اس کی کرو دیکھ بھال ہولی ہیں

ہیں اور تم

تم تیز رفتار، اٹکھیلیاں کرنے والی ندی کی طرح ہو' جب چلتی ہو تو قدم قدم پہ رقص، موسیقی اور خندہ پھوٹ پھوٹ پڑتا ہے۔

مَیں ساحل کی طرح خوددار ہوں —— نہایت بنا کھڑا ہوں۔ اور تمہاری طرف تکتا رہتا ہوں ....

مَیں ایک بہت بڑے طوفانِ باد کی طرح ہوں جو احمقانہ تندی کے ساتھ دفعتاً اُٹھتا ہے اور جوش و خروش کی حالت میں دنیا کو محیط کر لیتا ہے۔ پھر اچانک خود ہی فرو ہو جاتا ہے۔ مَیں جذبات و احساسات کا ایک بگولا ہوں' کچھ دیر شور مچانے کے بعد فنا ہو جاؤنگا۔"

لیکن

تم ایک برق ہو —— تیز اور نازک —— دل کی گہری تاریکی کو پھاڑ دیتی ہو۔ اور ایک منور خندہ پیدا کرتی ہوئی غائب ہو جاتی ہو!   "نیرنگِ خیال"

جاپانی خطوط

جاپان کے ایک ہندوستانی پروفیسر کے مشاہدات

جاپانیوں کے رسم و رواج ۔ عادات و خصائل اور طرز معاشرت کا دلچسپ مُرقع

(مرسلہ شیخ محمد اسماعیل صاحب سکرٹری اورینٹل پبلک لائبریری پانی پت)

(سلسلہ کے لئے نومبر ۱۹۳۲ء کا رسالہ ملاحظہ ہو)

ٹوکیو (جاپان) مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۳۱ء

مخدومی و مکرمی شیخ صاحب ۔ السلام علیکم

نوازش نامہ مورخہ ۳ نومبر ۱۹۳۱ء میں انتظار میں موصول ہوکر باعثِ طمانیتِ قلب ہوا ۔ تقریباً ہفتہ عشرہ سے روزانہ یہ خیال رہتا تھا کہ شیخ صاحب کا خط آتا ہوگا ۔ الحمدللہ خیریت معلوم ہوئی ۔

شیخ صاحب ہندوستان کی تجارت کا ستیاناس ہوگیا ۔ بالخصوص جاپان سے تو اب موجودہ حالت میں کوئی تجارت ممکن نہیں ۔ روز بروز روپے کی قیمت گرتی جاتی ہے ۔ ۱۰۰ ین پہلے ۱۳۷ روپے کے برابر تھے ۔ ایک دم ۱۶۲ ہوئے ۔ پھر ۱۶۴ ۔ پھر ۱۷۰ ہوئے اور اب ۱۰۰ ین پورے ۲۰۰ روپے کے برابر ہوگئے ۔ اور ابھی معلوم نہیں کہ آئندہ کیا ہوگا ۔ گویا جاپانی اشیاء کی قیمت ہندوستان میں دُگنی ہوگئی ۔ انگلستان کے مال کی قیمت نہیں بڑھی ۔ اس لئے اب کون جاپانی چیزیں منگائیگا ۔ میں نے آپ کے لئے ایک تاجر سے گذشتہ ستمبر میں پختہ ویز کی تھی ۔ مگر یکایک یہ مصیبت پیش آئی ۔ اُدھر یہ قصہ ہوا کہ اُس شخص کا بہت بڑا کاروبار چین کے ساتھ تھا ۔ چین سے جنگ چھڑنے کے باعث وہ بیان کرتا ہے کہ چار لاکھ ین کی رقم بیوپار میں ماری گئی اور بیچارہ بالکل دیوالیہ ہوگیا ۔ بمشکل اُس سے ملاقات ہوئی ۔ وہ لکھ پتی تھا مگر اب یہ حالت ہے کہ قرضخواہوں سے مُنہ چھپائے پھرتا ہے ۔ یہ سب امور انسانی طاقت سے باہر ہیں ۔

ین کی قیمت روپیہ کے لحاظ سے بڑھ گئی ۔ اور موجودہ شرح تبادلہ کے لحاظ سے یوں سمجھئے کہ میری تنخواہ اب قریباً ۷۰۰ ہوگئی ۔ مگر یہ آمدنی کا اضافہ محض خیالی اور معیاری ہے ۔ کیا آپ اس ترقی پر مجھے مبارکباد دینگے؟

غالباً نہیں۔ کیونکہ اگر میں نے اپنی تنخواہ میں سے کچھ رقم بچائی ہوتی تو ضرور اس موقع پر دوگنی ہو جاتی۔ مگر بھلا ہو خرابی صحت کا جس کے باعث آمدنی کا بڑا حصہ ڈاکٹروں کی نذر ہو رہا ہے۔

یہاں چیزوں کی قیمتوں میں کوئی فرق نہیں ہوا اور ہوا ہے تو قدرے گرانی کی طرف۔ اقتصادی حالت اس ملک کی بھی نہایت ابتر ہو رہی ہے۔ ہزاروں لاکھوں آدمی بیکار ہیں۔ جو ہر جائز و ناجائز طریقے سے شکم پُری کرنے پر مجبور ہیں۔ حکومت کی کوششیں بیسود ثابت ہو رہی ہیں۔ چین کے ساتھ کشمکش چلی جاتی ہے اور روز بروز حالات پیچیدہ اور نازک ہوتے جاتے ہیں۔ اللہ رحم کرے۔ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے؟

آپ لکھتے ہیں کہ تصاویر ہمراہ لاؤں۔ مگر تصاویر تو میں بھیج چکا۔ اب خدا کرے آپ وصول کر لیں۔ پہلے جو تین لطیفے ہو چکے ہیں۔ ان میں ایک کا اور اضافہ یہ ہوا کہ یہاں کی حالت سے مرعوب ہو کر میں نے بحالت اضطراری۔ تصاویر اور مسودات جاپانی کہانیاں۔ ناول نامی کو۔ الہند اور سفرنامہ کا جو کچھ ذخیرہ میرے پاس تھا سب ایک پارسل بنا کر آپ کو بھیجا اور جب قیمت لکھوائی گئی تو مسودات کی حفاظت کا خیال۔ کچھ گھبراہٹ بجائے ۵ ین کے قیمت پانسوین لکھدی پھر جب گھر آیا تو فوراً آپ کو ایک خط لکھ کر اُسی وقت روانہ کیا۔ غالباً آج یا کل میں آپ کو یہ پارسل ملا ہوگا۔ خدا کرے کہ پارسل موصول ہو چکا ہو۔ درحقیقت اس کا بھیجنا سخت غلطی تھی۔ سفرنامہ کا مسودہ چلا جانے سے میں سخت مجبور ہو گیا ہوں۔ کہ جو کچھ اُس میں لکھ چکا ہوں اگر اُس کی تصحیح کرنی ہو تو علیحدہ نوٹ کرنا پڑیگا۔ بہرحال اب تو جو ہونا تھا ہو چکا۔ شیخ صاحب اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ زلزلوں اور دیگر مصائب و خطرات سے تا ایندم محفوظ ہوں۔ لیکن بیماری نے حال بہت پتلا کر دیا ہے۔ علاج برابر جاری ہے۔ اکثر ڈاکٹروں نے آپریشن کا مشورہ دیا ہے۔ مگر ابھی تو میں ٹلا ہی رہا ہوں۔ خداوند تعالیٰ بعافیت یہ دو تین ماہ گذار دے۔ پھر ہندوستان آکر دیکھا جائیگا۔

فنون لطیفہ کی نمائش کا ذکر میں نے اپنے پہلے خط میں کیا تھا۔ دوسری نمائش بھی ختم ہو چکی۔ اور اس میں بھی کوئی خاص بات نہیں۔ صرف پہلی سے بڑی زیادہ تھی۔ اس میں فن سنگتراشی اور دیگر صنعتوں کے نمونے بھی پیش کئے گئے تھے۔ تصاویر اکثر قابل دید تھیں۔ لیکن حیران ہوں کہ اُن کی تفصیل کیا کروں۔ کیونکہ میں خود مصور نہیں اور فن کی خوبیوں سے واقف نہیں اس لئے اُنکا بیان کرنا میرے لئے سخت دُشوار ہے۔ جو کچھ آپ کو لکھ چکا ہوں۔ یہ انتہائی تفصیل تھی۔ اس لئے میں نے اس کے متعلق کوئی مضمون بھیجنا مناسب نہیں سمجھا۔ آئندہ آپ کے مشورے سے کچھ لکھنے کی کوشش کرونگا۔ اگر سفرنامہ آپ کے پاس پہنچ چکا ہے تو اس کو پڑھ کر آپ کچھ اندازہ لگا سکیں گے۔ ابھی یہ خام مسالہ ہے۔ ترتیب و ترمیم کی سخت ضرورت ہے۔ جو آپ کے مشورے سے کی جائیگی۔ آپ کے سوا ابھی میں اس کو کسی دوسرے صاحب کو دکھانا بھی نہیں چاہتا۔ اس کے بعد بھی جو کچھ مجھے ملیگا وہ جمع کرونگا۔ روزانہ حالات مجھ کو چاہئے تھا کہ لکھتا رہتا۔ لیکن چونکہ اب تک یہ نہ کرسکا۔ اس لئے اب یہ کام فضول معلوم ہوتا ہے۔ نیز آجکل کے روزانہ واقعات زیادہ تر ڈاکٹری سے

متعلق ہیں۔ جو شائد لوگ پڑھنا پسند نہ کریں گے۔ جاپانیوں کا دعوےٰ ہے کہ جاپانی ڈاکٹر دُنیا بھر میں سب سے اچھے ہیں لیکن کچھ عرصہ ہُوا ایک اہل الرائے یورپین نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ جاپانی ڈاکٹر ۵ ۳ فیصدی ذاتی لیاقت رکھتے ہوئے ۹۵ فیصدی شہرت محض پروپیگنڈا کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں۔ کل ایک جرمن ڈاکٹر نے جو ۳۵ سال سے جاپان میں ایک بڑے ہسپتال کا افسر اعلےٰ ہے۔ ایک دلچسپ بیان اخبار میں شائع کرایا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ جاپانی ڈاکٹروں اور سرجنوں کی نا قابلیت نہایت افسوسناک ہے۔ ہسپتالوں میں کافی اوزار اور سامان جراحی موجود نہیں ہیں۔ اور اس میں بیچارے ڈاکٹروں کا قصور نہیں ہے۔ حکومت کو روپیہ خرچ کرکے عمدہ سامان فراہم کرنا چاہئیے جاپانی ڈاکٹر صرف فطری طب جانتے ہیں۔ عملی طب سے بالکل نابلد ہیں۔ آخری فیصلہ یہ ہے کہ جاپان ابھی اس لحاظ سے یورپ اور امریکہ کے مقابلہ میں کم از کم سو برس پیچھے ہے۔ ممکن ہے یہ سچ ہو مگر جو کچھ میں اپنی نظر سے دیکھ رہا ہوں اُس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جاپان اس لحاظ سے کم از کم ہندوستان سے پچاس برس آگے ہے۔ مراد ہسپتالوں کی تعداد اور انتظامات اور سامان سے ہے۔ ڈاکٹروں کی ذاتی قابلیت کے لحاظ سے نہیں۔ اس لحاظ سے تو واقعی مجھے بھی ان بیچاروں کی ذہنیت کا ماتم ہی کرنا پڑتا ہے۔ ایک لطیفہ آپ کو سُناتا ہوں۔ مجھے عرصہ سے قبض کی شکایت ہے۔ ایک مشہور ڈاکٹر صاحب جو M.D بھی ہیں اور تجربہ کار بھی۔ امریکہ اور جرمنی کے تربیت یافتہ بھی ہیں۔ میرے معالج تھے۔ جب دوا سے یہ شکایت رفع نہ ہوئی اور میں نے اس کی طرف توجہ دلائی تو مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ قبض کی شکایت کرتے ہیں۔ میں آپ کو ایسی دوا دے سکتا ہوں کہ آپ کو اسہال کی شکایت پیدا ہو جائے۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ قبض بہتر ہے یا اسہال۔ میں نے کہا کہ نہ قبض ہو نہ اسہال۔ تو نہایت متانت سے کچھ سوچ کر پوچھتے ہیں کہ پھر آپ کیا چاہتے ہیں؟ خیر میرے پاس اس کا کیا جواب تھا۔

شیخ صاحب جاپان کے متعلق اس دوران میں میں نے تین سَو کے قریب کتابیں پڑھی ہیں۔ اور ہر شخص کا خیال اس قدر جدا گانہ ہے کہ عجیب لطف آتا ہے۔ غیر ملکیوں میں بعض اس ملک کی حد سے زیادہ تعریف کرتے ہیں۔ اور بعض حد سے زیادہ کیڑے نکالتے ہیں اور عیب جوئی کرتے ہوئے یہ بالکل بھُول جاتے ہیں کہ یہ عیب خود اُن کی قوم میں بھی موجود ہیں۔ بعض جاپانیوں نے ان کے جوابات لکھے ہیں اور وہ نہایت معقول ہیں۔ بعض لوگ ایک لمبی فہرست درج کرتے ہیں۔ جس لحاظ سے کہ جاپانی باقی دُنیا کے لوگوں سے بالکل مختلف ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسی فہرستوں کا بنانا ہی یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ معدودے چند ہیں۔ میں تو دلچسپی سے اس امر کا مطالعہ کرتا ہوں کہ کن امور میں تمام مشرقی ممالک سے جاپان مشابہ ہے۔ جاپان کے متعلق بہت سی دلچسپ کتابیں میں نے دیکھیں۔ اگر ممکن ہو تو میرا دل چاہتا ہے کہ سب خرید کر ہمراہ لاؤں۔ مگر شائد یہ ممکن نہ ہو گا۔ اس لئے چند ضرور ہمراہ

لاؤں۔ مگر شائد یہ ممکن نہ ہوگا۔ اس لئے چند ضرور ہمراہ لاؤنگا۔ تاریخ کے متعلق تو میں آپ کو اس سے قبل عریضہ میں لکھ چکا ہوں کہ میرا قصد ہے کہ علیحدہ ایک مختصر تاریخ جاپان ہمراہ لاؤں اور اس کے لئے ایک یادو کتابیں ساتھ لاؤنگا مگر میری رائے ناقص میں جاپان کا مفصل جغرافیہ غیر ضروری چیز ہے۔ ایک مفصل نقشہ اور وہ حالات جو میں نے اپنے سفرنامہ میں درج کئے ہیں شائد بالکل کافی ہیں۔

شیخ صاحب میری انتہائی تمنا تھی کہ میں الہند کا ترجمہ ختم کر کے ہمراہ لاتا۔ مگر افسوس کہ یہ آرزو یہاں پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ مگر میں انگریزی کا ترجمہ اپنے ہمراہ لاؤنگا۔ اور پھر آپ کے ساتھ مل کر انشاء اللہ بشرط حیات اس کام کو پورا کرونگا۔ اس کے مترجم کے حالات اور تصویر حسب الارشاد چارس شیفر کی تصویر یہاں بہت تلاش کی دستیاب نہیں ہو سکی۔

صحت کی حالت خراب ہے۔ اس لئے آج کل دماغی کام سے معذور ہوں۔ تاہم ناول ناہی کو کا ترجمہ مکمل کر رہا ہوں سو صفحات باقی ہیں۔ دو سو صفحات ہو چکے۔ فقط والسلام

نیازمند محمد بدر الاسلام فضلی

صحت کے سُنہری اُصول

مندرجہ ذیل صحت کے سُنہری اُصول لندن کی فوڈ ایجوکیشن سوسائٹی نے شائع کئے ہیں۔ جو ناظرین کے فائدے کے لئے درج رسالہ کئے جاتے ہیں

(۱) ہمیشہ خوراک اعتدال سے کھاؤ۔ اوقات طعام کے درمیان کبھی کوئی دوسری چیز نہ کھاؤ۔

(۲) ایک ہی وقت کھانا اور پانی استعمال نہ کرو۔ اوقات طعام کے درمیان کافی مقدار میں پانی گھونٹ گھونٹ پیو۔ بالخصوص سوتے وقت اور صبح کو اُٹھتے وقت پانی پینا اچھا ہے۔ چاء مت پیو۔ اگر پیتے ہو تو تازہ اور بہت ہلکی پیو۔ تیز چاء اعصاب کو درہم برہم کر دیتی ہے اور قوتِ ہاضمہ کو برباد کر دیتی ہے۔

(۳) نشاستی غذائیں ٹھوس شکل میں کھانی چاہئیں۔ اور خوب چبا چبا کر مزا لے کر کھانی چاہئیں۔

(۴) جسم کو بنانے والی اور ریشوں کو مرمت کرنیوالی غذائیں کھانی ضروری ہیں۔ مثلاً دودھ۔ دہی۔ پنیر۔ گوشت۔ انڈے۔ دالیں اور مغزیات۔ آرد گندم۔ چاول۔ جئی کا آٹا۔ جو۔ مکئی۔ باجرہ اور سویاں وغیرہ ہیں۔ اس قسم کی غذائیت کم ہوتی ہے۔

(۵) سبزیاں پکاتے وقت بہت تھوڑا پانی ڈالو۔ اور جو ڈالو اُسے شوربے کی شکل میں محفوظ رکھو۔ نمک۔ مرچ۔ رائی۔ سرکہ اور مصالحہ تھوڑا استعمال کرو۔

(۶) کھانا ہمیشہ ایسی چیز کے ساتھ ختم کرو جس سے منہ صاف ہو جائے۔ جیسے روٹی کا چھلکہ۔ کچی سبزی یا پکا ہوا رسیلا پھل وغیرہ۔

غزل

(از نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیزؔ)

چشمِ عبرت کے لئے کیا کچھ نہیں | یہ نہ سمجھے کوئی دُنیا کچھ نہیں
منظرِ فانی ہے جسمِ عنصری | خود تماشا ہوں تماشا کچھ نہیں
آدمی خاموش رہکر دیکھ لے | مانگنے والے کو ملتا کچھ نہیں
پڑ گئی ہے چھیڑ کی عادت سی کچھ | میرے اُنکے اور جھگڑا کچھ نہیں
دِل نے دیکھا ہو تو مجھ کو کیا خبر | میری آنکھوں نے تو دیکھا کچھ نہیں
کر دیا جلوے نے اسکے بے نیاز | آرزو حسرت تمنا کچھ نہیں
انتہائے ضبط کی تصویر ہوں | مجھ کو وحشت مجھ کو سودا کچھ نہیں
نعمتِ عظمےٰ ہے کیفِ بیخودی | قلب روشن چشمِ بینا کچھ نہیں

اور ہی ہے رنگ اپنا کچھ عزیزؔ
فکرِ دُنیا خوفِ عقبےٰ کچھ نہیں

نظم و نسق مدرسہ

ایک دیرینہ سال ہیڈ ماسٹر کے خطوط ایک نو آموز کے نام

(از جناب سید اشفاق حسین صاحب بی اے۔ بی ٹی)

خط نمبر ۱۴

عزیزی و مکرمی ۔ تسلیم۔ مکتوبِ گرامی یہ شکریہ قبول فرمائیں اور ساتھ ہی دلی مبارکباد کہ جلسۂ تقسیم انعامات کی تقریب بخوبی کامیاب ثابت ہوئی۔ میں نے گذشتہ خط میں وعدہ کیا تھا کہ "انعام" پر تعلیمی زاویۂ نگاہ سے روشنی ڈالونگا۔ اس فرض کی سبکدوشی کے خیال سے یہ چند سطور سپرد قلم کر رہا ہوں

نظام عالم پر نظر ڈالئے۔ یہ حقیقت آپ پر واضح ہوجائیگی کہ انعام کی اُمید پر ہی یہ تمام کشمکش جاری ہے جو بازارِ دُنیا کی رونق کا موجب بنی ہوئی ہے۔ جاہ و عظمت۔ اقتدار و سیادت۔ اور مال و دولت کے انعامات حاصل کرنے کی تڑپ ہی کارزارِ عالم کی ہنگامہ آرائیاں کرا رہی ہے۔ مذاہبِ عالم ہی کو لیجئے۔ جزا و سزا ان تمام کی تہ میں کارفرما ہے جب صورت یہ ہے تو کیا تعلیمی دُنیا میں "انعام" کی اہمیت نظر انداز کی جاسکتی ہے ؟

آپ کہینگے کہ تعلیم بذاتِ خود ایک گرانمایہ انعام ہے۔ اس کی تحصیل میں مقابلہ اور کشمکش کے واسطے کم وقیع انعامات دینا اس کی اہمیت کو گرانا اور اسے شائبۂ خود غرضی سے ملوث کرنا ہے۔ واقعی ماہرینِ تعلیم کا ایک طبقہ اسی خیال کا حامی ہے۔ اور اس طریقہ پر دو تین اعتراضات وارد کرتا ہے۔ میں اُنکے اِس بلند ترین مطمح نظر کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی عرض کرونگا کہ ہر شخص کی جدوجہد کا معیار اتنا بلند نہیں ہوسکتا۔ یہ ایک ایسا رفیع مقصد ہے کہ یہ ہمیشہ نظر کے سامنے رہے۔ اگر آپ کو ایک نہایت لمبی منزل پر پہنچنا ہے تو کیا آپ اس پر بعافیت پہنچ سکینگے۔ جب تک کہ اسے چھوٹے چھوٹے مرحلوں میں تقسیم کرکے انہیں طے کرتے ہوئے اور سستاتے ہوئے نہ چلیں اگر ہر طالب علم مدرسہ میں اسی ہمدوشِ ثریا مقصد کو لے کر آئے تو اُستاد کو کوئی دِقت ہی پیش نہ آئے۔ سب کے سب نیوٹن اور سقراط ہی بن کر نکلیں۔ لیکن حالات یہ نہیں ہیں بلکہ اُستاد کو ایک سو ایک طریقے اختیار کرنے پڑتے ہیں کہ وہ طلباء میں محنت۔ باقاعدگی اور صفائی کی عادت پیدا کرے۔ حصولِ تعلیم کے مقصدِ رفیع کے حصول میں سہولتیں بہم پہنچانے کے لئے بے انتہا تحریکیں اور تحریصیں بروئے کار لانی پڑتی ہیں۔ انعام دُینا بھی اُن میں سے ایک ہے۔ جس سے بشرط احتیاط بے شمار فوائد مترتب ہوسکتے ہیں۔ انعام دینے کا طریقہ مثمر برکات بھی ہوسکتا ہے اور منتج نقصانات بھی۔

انعام کا بہترین اصول یہ ہے کہ اسکا اثر مستقل ہو تاکہ وہ اصلی معنی میں اعلیٰ تربیت کا موجب بن سکے۔ لمبی اور متواتر جہد و کوشش کے بعد انعام دینا چاہئیے۔ بات بات پر انعام دینا اسکی وقعت کو گھٹانا اور اسے قطعی طور پر بے اثر کرنا ہے سہل الحصول انعامات بالکل بے فائدہ ہوتے ہیں۔ میں نے کئی اساتذہ کو (اس اصول کی خلاف ورزی کرکے) دیکھا ہے کہ انہوں نے انعام کو ایک کھیل بنا کر اپنے طلبا کو بھاڑے کا ٹٹو بنا دیا ہے۔ ضبط و انتظام مدرسہ کے سلسلہ میں انعامات دینا طلبا کو رشوت دینے کا مترادف ہے۔ اگر کوئی طالب علم ضبط مدرسہ کے خلاف حرکت کرتا ہے تو اسکو اس لئے انعام دینا کہ آئین مدرسہ کی پابندی کرے۔ رشوت دینا نہیں تو اور کیا ہے۔ ایسے ہی اخلاقی انعام قابل اعتراض ہیں۔ جھوٹ بولنے سے منع کرو لیکن سچ بولنے پر انعام نہ دو کتنی مضحکہ انگیز بات ہے کسی لڑکے سے کہا جائے کہ تم چور نہیں ہو تم نے کبھی دوسرے کی کوئی چیز نہیں چرائی اس لئے لو یہ انعام!

ہمارے طریقۂ انعام میں دوسری خرابی یہ ہے کہ وہ عطیۂ قدرت یعنی ذکاوت کے لئے دیئے جاتے ہیں۔ محنت کے لئے نہیں دیئے جاتے۔ اسی واسطے سوائے چند اجارہ داروں کے کل مدرسہ انعامات سے محروم رہ جاتا ہے۔ اول اور دوئم آنے والوں کو انعام دیجئے۔ لیکن اُن غریب محنتی اور غبی طلبا نے کیا خطا کی ہے کہ وہ دن رات کوشش کرکے اپنی حالت کو بہتر بناتے ہیں لیکن اپنی محنت کا پھل نہیں پاتے اور بے پروا۔ کھلاڑی طالب علم اُڑائے جاتا ہے جو کبھی محنت کیا معنی گھر پر کام تک نہیں کرتا لیکن محض ذکی ہونے کی وجہ سے آپ سے خراج تحسین وصول کر رہا ہے۔ میرے خیال میں جماعت کا وہ آخری لڑکا جو اپنی ردی حالت سے بتدریج نکل رہا ہے اپنی محنت اور کوشش کی وجہ سے زیادہ قابل حوصلہ افزائی ہے

کھیل اور ورزش جسمانی کے انعامات کے متعلق ہمارے مدرسوں میں عموماً سخت بے اعتنائی برتی جاتی ہے۔ کتنی سخت بے انصافی ہے کہ وہ جانباز طلبا جو اپنے سکول کی شہرت کو چار چاند لگائیں۔ ٹورنامینٹس میں اپنے سکول کی خاطر خون پسینہ ایک کریں اور وہ جلسۂ تقسیم انعامات میں قطعی محروم رہیں۔

حاضری اور باقاعدگی اور وقت کی پابندی کے انعامات نہایت مفید ثابت ہوتے ہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ انعامات کس شکل میں ہوں۔ سب سے زیادہ مؤثر اور مفید انعام "کوشش کو سراہنا" یعنی تعریف کرنا ہے لیکن موقعہ اور محل شرط ہے اکثر ہوتا ہے کہ تعریف کا ایک لفظ معمولی طالب علم کو اچھا بنا دیتا ہے اور وہی لفظ ہوشیار طالب علم کو قعر پستی میں گرا دیتا ہے۔ سب سے زیادہ احتیاط اسی آسان انعام کے دینے میں کرنی ضروری ہے۔ تمغے اور مراعات بھی بہترین انعامات ثابت ہوتے ہیں۔ انفرادی انعامات کے ساتھ ساتھ اجتماعی انعامات بھی مدرسہ کی فلاح و بہبود کے ضامن ہوتے ہیں مثلاً حاضری کے انفرادی انعام کے ساتھ اگر بہترین جماعت کو بھی ایک شیلڈ یا ایک جھنڈا حاضری کا دیا جائے تو دوسری جماعتوں کی حاضری بہتر بنانے میں بیحد مفید ثابت ہوگا۔

نقد انعامات ضرور مفید طلبا کے واسطے امداد اور حوصلہ افزائی کا بہترین وسیلہ ثابت ہوتے ہیں۔ اشیائے نوشت و خواند۔ کتابیں۔ پہننے اور برتنے کی چیزیں انعام میں دی جائیں۔ مگر بہر حال پیش نظر اس طالب علم کے حالات کو رکھا جائے جسکو انعام دیا

جذباتِ مہر

عمدۃ الشعرا ناثر الملک افضل الشعرا پروفیسر نارائن پرشاد صاحب ورما مہر
جانشین فصیح الملک حضرت داغ دہلوی

یوں تو ہونے کو شبِ غم کی بھی ہو جاتی ہے صبح
ہو کے لیکن تیرے بیمار سے کو رو جاتی ہے صبح

کون کہتا ہے شبِ غم جلد ہو جاتی ہے صبح
جس قدر میں جاگتا ہوں اتنی سو جاتی ہے صبح

اور بڑھ جاتی ہے کچھ آرائشِ صحنِ چمن
گریۂ شبنم سے یوں موتی پرو جاتی ہے صبح

ہجرِ ساقی میں جو روتا ہوں صبوحی کے لئے
اشکِ حسرت سے مرے ساغر کو دھو جاتی ہے صبح

شامِ وصل آئے گی پھر بھی میں اسے کیوں مان لوں
دوسرے دن وہ نہیں آتی ہے جو جاتی ہے صبح

ہجر کی راتوں میں مجھ کو تو مدد دیتی نہیں
پردۂ ظلماتِ شب میں آپ سو جاتی ہے صبح

اور بڑھ جاتی ہے دن کو خارِ حسرت کی کھٹک
یہ ہمارے حق میں کانٹے خوب بو جاتی ہے صبح

جلد یا کرتے ہیں خوابِ ناز سے وہ جاگ کر
صبح ہوتے ہی ہمارے گھر میں ہو جاتی ہے صبح

قہر کرتی ہے کرن سورج کی میری جان پر
ہجر میں یہ اور بھی نشتر چبھو جاتی ہے صبح

وقتِ رخصت انکا بن جاتا ہے موجِ بحرِ غم
مجھ کو سیلِ اشک میں آ کر ڈبو جاتی ہے صبح

چونکنا دشوار دونوں کا ہوا فرقت کی رات
جس طرح تقدیر سو جاتی ہے سو جاتی ہے صبح

شامِ غم کی تیرگی کو دور کر دیتا ہے یہ
کیا سمجھ کر مہر سے روپوش ہو جاتی ہے صبح

حُسنِ اصلاح

(۱۵)

(پروانہ ہم - بیگانہ ہم) اس زمین میں حضرتِ انصاؔف کا مطلع تھا۔ ؎

کس لئے رسمِ محبت سے رہیں بے گانہ ہم پھول تم ہو ہم ہیں بلبل۔ شمع تم پروانہ ہم

اصلاح ؎ کیوں رہیں رسمِ وفاؤ عشق سے بیگانہ ہم پھول تم ہو ہم ہیں بلبل۔ شمع تم پروانہ ہم

(کیوں) اور (کس لئے) ہم معنی ہیں لیکن بدلنے کا سبب یہ ہے کہ جناب انصاؔف کے کلام میں (کس لئے) اور (ہیں) ایک دوسرے سے دُور جا پڑے تھے۔ اب ترتیب الفاظ درست ہوگئی۔ اسی تبدیلی کی وجہ سے لفظ (محبت) بدل گیا ورنہ کچھ ضرورت نہ تھی

شعر ؎ سچ تو یہ ہے اس جگہ حُسنِ ادب بھی شرط ہے پڑھ کے بسم اللہ ہونگے داخلِ بُت خانہ ہم

اصلاح ؎ ایسے گھر کے واسطے حُسنِ ادب بھی شرط ہے پڑھ کے بسم اللہ ہونگے داخلِ بُت خانہ ہم

حضرت انصاؔف کے مصرع اولیٰ میں تاکید (سچ تو یہ ہے) بیکار تھی۔ (جگہ) عام ہے (گھر) خاص ہے۔ اس لئے بُت خانے کی رعایت سے (گھر) زیادہ مناسب ہے۔

شعر ؎ ہے زیادہ تر قناعت سے رُکاوٹ ہی ہمیں زندگی اپنی بسر کرتے ہیں درویشانہ ہم

اصلاح ؎ ہے زیادہ تر قناعت سے طبیعت کو لگاؤ زندگی اپنی بسر کرتے ہیں درویشانہ ہم

ہمارے کرم فرمانے لفظ (ہی) بالکل فضول رکھ دیا تھا۔ حضرت فصیح العصر مدظلہٗ نے اُسے کم کردیا۔ واضح ہو کہ (مناسب) اور (تعلق) کے معنی میں لفظ (لگاؤ) استعمال ہوتا ہے نہ کہ (رکاوٹ)۔ مصرع ثانی میں لفظ (ہم) موجود تھا اس لئے مصرع اولیٰ میں (ہمیں) کی جگہ (طبیعت) بہت خوب بنالیا گیا۔

شعر ؎ امتحانِ عشق میں اب کامیابی مِل چکی تیرے قائل ہو چکے اب ہمتِ مردانہ ہم

اصلاح ؎ امتحاں گاہِ وفا میں سُرخ روئی مل گئی تیرے قائل ہوگئے اب ہمتِ مردانہ ہم

حضرت تاج الشعرا مدظلہٗ نے جو اصلاح دی ہے اُسے سمجھنے کے لئے کئی اُمور پر غور کرنا چاہئے (۱) لفظ (کامیابی) کے ساتھ (مِل چکی) نہیں کہنا چاہئے تھا (۲) جناب انصاؔف نے جو (مِل چکی) اور (قائل ہو چکے) لکھا تھا اُس سے یہ مطلب بھی سمجھا جاسکتا تھا کہ (کامیابی نہیں ہوسکتی) اور (ہم قائل نہیں ہوسکتے) اس طرح مایوس ہوجانا کیا ضرور تھا (۳) فرض کیجئے حضرت ناخدائے سخن مدظلہٗ (مِل چکی) کو (ہوگئی) بنادیتے اور (ہوچکے) کو (ہوگئے) کردیتے تو مایوسی والا شائبہ رفع ہوجاتا لیکن شعر پھر بھی تشنہ رہ جاتا (کامیاب ہوجانے) کا ثبوت ضروری ہے (۴) حضرت نوح ناروی مدظلہٗ نے (سُرخ روئی) اور (امتحان گاہِ وفا) کے استعمال سے وفائے عاشق

کی تصویر کھینچ دی ہے اور انتہائی خوبی کے ساتھ کنایہ برتا ہے۔ مقتل میں جان دینے کے بعد عاشق (ہمت مردانہ) کو سراہتا ہے۔

شعر ۔ لب پہ نام اللہ کا اور دل میں ہے تصویر یار ہر گھڑی کرتے ہیں سیر کعبہ و بت خانہ ہم

اصلاح ۔ لب پہ نام اللہ کا ہے دل میں ہے تصویر یار ہر گھڑی کرتے ہیں سیر کعبہ و بت خانہ ہم

دوران مضمون میں ہم کئی مرتبہ عرض کر چکے ہیں کہ حضرت نوح مدظلہ لفظ (اور) کو ہمیشہ بروزن (غور) استعمال فرماتے ہیں اور اپنے شاگردوں کو بھی یہی ہدایت فرماتے ہیں۔ اصلاح کے بعد مصرع اولیٰ کی جو صورت ہو گئی ہے اس میں حرف عطف مقدر ہے یعنی پہلا ٹکڑا (لب پہ نام اللہ کا ہے) معطوف علیہ ہے۔ دوسرا ٹکڑا (دل میں ہے تصویر یار) معطوف ہے۔ اور حرف عطف بیان نہیں کیا گیا لیکن سمجھا جاتا ہے۔ قواعد زبان اردو کا علم رکھنے والے جانتے ہیں کہ یہ صورت جائز ہے بلکہ یہ شکل اختیار کرنے سے کلام میں اکثر چستی پیدا ہو جاتی ہے۔

شعر ۔ ہو رہی ہے دیر کیوں اے ساقی بندہ نواز کر رہے ہیں انتظار گردش پیمانہ ہم

اصلاح ۔ ہو رہی دیر کیوں اے ساقی کشتی نواز کر رہے ہیں انتظار گردش پیمانہ ہم

(ساقی) اور (پیمانہ) کہہ کر (بندہ) نظم کرنا مفید بلاغت نہ تھا۔ جانشین داغ حضرت نوح مدظلہ نے اس کی جگہ (کشتی) بنا دیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ استاد موصوف (بندہ نواز) وغیرہ کی تراکیب کو اسی وقت پسند فرماتے ہیں جب حرف (ہ) یعنی ہائے مختفی کھینچ کر (الف) کے برابر آواز نہ دے ورنہ اس طور کی ترکیبوں کو حضرت موصوف درجۂ فصاحت سے گرا ہوا سمجھتے ہیں۔

شعر ۔ اس کی قدرت اس کی رحمت کی فقط یہ ہے دلیل روز اپنے بخت کا پاتے ہیں آب و دانہ ہم

اصلاح ۔ اسکی قدرت اسکی رحمت کی ہے یہ ادنیٰ دلیل روز اپنے بخت کا پاتے ہیں آب و دانہ ہم

حضرت انصاف نے جس طرح (یہ ہے) نظم کیا ہے وہ تنافر کی حد تک تو نہیں پہنچا لیکن ہائے ملفوظ کی آواز کی تکرار مع اتصال بری معلوم ہوتی ہے۔ خدائے قادر و رحیم کی قدرت و رحمت کی بہت سی دلیلیں ہیں لہذا کسی ایک دلیل کی طرف اشارہ کر کے کہنا کہ فقط یہ ایک دلیل ہے۔ اخلاقاً نامناسب ہے۔ ہم پہلے کسی قسط میں عرض کر چکے ہیں کہ تاج الشعرا حضرت نوح مدظلہ صرف ادبی اصلاح نہیں دیتے ہیں بلکہ شاگردوں کا کلام بناتے وقت حضرت اس امر کا بھی خاص لحاظ رکھتے ہیں کہ کوئی بات درجۂ اخلاق سے گری ہوئی نہ آنے پائے۔ اس اخلاقی بلند پائیگی کو حضرت موصوف اپنے شاعرانہ انداز میں (فصاحت مضموں) سے تعبیر فرماتے ہیں۔ آپ کا ایک مقطع آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ ۔

الفاظ ہوں فصیح مضامیں فصیح تر اے نوح خوبیاں یہی اردو زباں کی ہیں

ہارون محمد صاحب انصاف کے اصلاحی نمونے اس قسط میں ختم ہوتے ہیں۔ اپنے کرم فرما کی عنایت کا خاص اثر ہم اب تک اپنے دل میں پاتے ہیں کہ بلوجود علالت جناب موصوف نے اپنے کلام سے پچاس اشعار مع اصلاح نقل کر کے لطف فرمائے۔ اکتوبر ۱۹۳۳ء بلکہ اور پہلے سے ہم کوشاں ہیں کہ جناب بسمل الہ آبادی کے اصلاحی نمونوں سے اس مضمون میں بحث کریں۔

اقساط ۱۱ء۱۲ء۱۳ پر حوالہ کرنے سے ناظرین ہمارے اس خیال کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ ہم افسوس کرتے ہیں کہ اب تک حضرت بسمل موصوف کی رباعیوں کے اصلاحی نمونے ہم کو موصول نہیں ہوئے۔ لہٰذا اپنے وعدے کے بموجب اب ہم جناب شاکر بریلوی کا کلام مع اصلاح شریکِ مضمون کرتے ہیں۔

منشی کالکا پرشاد صاحب شاکر کھتری بریلوی پہلے حضرت عیش بریلوی مدظلہ شاگرد حضرت داغ کی اصلاح سے فیضیاب ہوتے تھے۔ اب ایک مدت سے جناب موصوف کو حضرت نوح مدظلہ کی غلامی کا شرف حاصل ہے۔ حضرت شاکر کی مشق سخن کیسی ہے۔ یہ تو ہمارے عنایت فرما کا کلام دیکھنے سے ناظرین کو خود معلوم ہو جائیگا۔ حضرت موصوف کی عقیدت کے متعلق صرف اتنا کہنا کافی ہے جب آپکو معلوم ہوا کہ رسالہ رہنمائے تعلیم حضرت نوح ناروی کی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے اور حضرت کی خاص توجہ رسالہ ہٰذا کی جانب ہے تو آپنے فوراً رسالے کی خریداری منظور فرمائی اور اُس وقت سے توسیع اشاعت میں کوشاں ہیں۔ راقم الحروف حضرت شاکر کی وسعتِ اخلاق اور محبت و مروت کا دل سے مداح ہے۔ جتنے اصلاحی نمونے جناب شاکر نے عنایت فرمائے ہیں اُتنے نمونے کسی دوسرے شاگرد حضرت نوح نے ارسال نہیں فرمائے تھے۔ اس عنایت بے غایت کا شکریہ راقم الحروف تہ دل سے ادا کرتا ہے۔

(آسمان تیرا۔ مکان تیرا) اس زمین میں حضرت شاکر کی ایک حمد ہے۔ یہ حمد قالبِ غزل میں ہے۔ حمد مذکور کے دو تین شعر ملاحظہ ہوں پہلا شعر

دَیر و حرم کلیسا سب تیرے سب میں تو ہے　　　یہ بھی مقام تیرا وہ بھی مکان تیرا

اصلاح ۔ تو دَیر میں حرم میں تو دل میں تو جگر میں　　　یہ بھی مقام تیرا وہ بھی مکان تیرا

مصرع ثانی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصرع اُولیٰ میں تقابل ہونا چاہئے تھا۔ اصلاح سے مصرع اولیٰ میں یہ بات پیدا ہو گئی۔ دُہرا تقابل رکھنے سے کنایتہً یہ ظاہر ہوا کہ (دیر حرم) میں باہم وہی نسبت ہے جو (دل و جگر) میں ہے۔ اس صورت میں مصرع اُولیٰ کا مضمون مصرع ثانی کے مضمون تک پہنچ گیا چُستی اور زور کلام کے اعتبار سے مصرع اُولیٰ میں جو کمی تھی وہ بھی ضمناً دُور ہو گئی۔

دوسرا شعر ۔ تو سب میں جلوہ گر ہے آنکھیں ہوں دیکھنے کو　　　بندوں پہ پھر نہ کیوں ہو مجھ کو گمان تیرا

اصلاح ۔ تو سب میں جلوہ گر تھا تو سب میں جلوہ گر ہے　　　ہر شے پہ پھر نہ کیوں ہو مجھ کو گمان تیرا

ہمارے عنایت فرما کے پہلے مصرع میں (آنکھیں ہوں دیکھنے کو) مناسب مقام نہ ہونے کے باعث بیکار ٹکڑا تھا۔ حضرت ناخدائے سخن مدظلہ نے حال کے ساتھ ماضی کو شامل کر کے وسعت پیدا فرما دی۔ اللہ کا جلوہ انسانوں میں محدود نہیں ہے اس لئے دوسرے مصرع میں حضرت موصوف نے (بندوں) کی جگہ (ہر شے) بنا دیا۔ اب مصرع اُولیٰ کے لفظ (سب) کی رعایت ہو گئی۔

تیسرا شعر ۔ رزّاق تو ہے سب کا ہندو ہوں یا مسلماں　　　سب کے لئے ہے حاضر ہر وقت خوان تیرا

اصلاح ۔ ہو گبر یا نصارا ہندو ہوں یا مسلماں　　　سب کے لئے بچھا ہے ہر وقت خوان تیرا

اصل شعر میں ہر دو جانب لفظ (سب) تھا۔ ایک طرف کم کر دیا گیا مصرع ثانی کے لفظ (سب) کی رعایت اس طرح ہو گئی کہ دو کی جگہ چار مختلف فریقوں کا ذکر مصرع اُولیٰ میں آ گیا۔ جناب شاکر کا (ہے حاضر) اس لئے بُرا معلوم ہوتا ہے کہ لفظ (ہے) کی (ے) دب جاتی ہے۔ اُسکی جگہ حضرت تاج الشعرا مدظلہ نے (بچھا ہے) بہت خوب بنا دیا۔ آئندہ قسطوں میں کلام حضرت شاکر کے دیگر نمونہ اصلاح پیش کئے جائیں گے۔ (عابد مسیح بی اے)

مخلوق

(جناب لالہ رادھا کشن صاحب ٹیچر ہانی شاہ سوپور)

رات کی تاریکی دُور ہوگئی۔ اُدھر سے تاجدار مشرق نے جو رات بھر دیگر ملکوں کی سیر کرتا تھا۔ کرنوں کا تاج پہن کر پردۂ صبح سے سر باہر نکالا۔ دُنیا پر نگاہ کرتے ہی ایک عجیب ہی نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ اِدھر سے دیکھیں تو لوگ گھروں سے رات بھر آرام کر کے باہر نکل کھڑے ہوئے۔ اور صبح کی ضروریات سے فارغ ہو کر معابد میں داخل ہوئے۔ دوسری طرف نظر کریں۔ تو گائے بھینس گھوڑے۔ بیل۔ گھاس وغیرہ کھاتے ہوئے اپنے دلوں میں خالق کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کسی جھیل یا سمندر کی طرف اگر طائرانہ نظر کریں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہیل۔ سُونس بہت قسم کی مچھلیاں پیٹ کی بھُوک کو دُور کرنے کا انتظام کر رہی ہیں۔ ہوا کی طرف اگر نظر جمائیں۔ تو ہر قسم کے پرندے منڈلاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ جنگلوں میں جائیں تو شیر۔ بندر۔ ریچھ اپنے اپنے جائے رہائش میں بیٹھ کر آرام کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کسی جگہ سانپ ہیں کسی جگہ مینڈک۔ گویا یہ خالق کی قدرت اور اُس کی مہربانی کا نقشہ بنا ہُوا ہے۔ اور خالق ہی ان سب کی غور و پرداخت کرتا اور اُنہیں پروان چڑھاتا ہے۔ ہر ایک کو روزانہ روزی پہنچاتا ہے۔ اُنکی تمام ضروریات پورا کرتا ہے۔ پس جس پاک ذات کی ایسی قدرت اور ایسی مہربانی ہو۔ اُس کا شکر کوئی کیونکر نہ ادا کرے اُس کی مہربانی کا کوئی کیونکر نہ اقرار کرے۔

خالق کی اس مخلوق کو عام طور پر پہلے دو قسموں میں (۱) ہڈی دار جانور (۲) بن ہڈی کے جانور۔ میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔ ان میں سے پہلی قسم کے پانچ حصّے کئے گئے ہیں۔ (۱) دُودھ پلانے والے جانور (۲) پرندے (۳) رینگنے والے جانور (۴) خشکی اور تری دونوں میں رہنے والے (۵) مچھلیاں۔

دُودھ پلانے والے جانور اِس قسم کے جانوروں میں کثرت چارپاؤں کی ہے۔ اور اسی واسطے وہ چوپائے بھی کہلاتے ہیں۔ بعض چوپائے ایسے ہیں۔ جو جنگل کی گھاس پات کھا کر گزارہ کرتے ہیں۔ اور اسی واسطے انکو چرندے یعنی چرنے چُگنے والے جانور کہتے ہیں۔ اُن میں سے جو آدمیوں کے زیادہ کام آتے ہیں۔ وہ آدمیوں میں رہتے سہتے ہیں۔ اُنہیں مویشی کہتے ہیں۔ جیسے گائے۔ بھینس۔ بھیڑ۔ بکری۔ اونٹ وغیرہ۔ بعض چوپائے ایسے بھی ہیں۔ جو اور جانوروں کو مار کر اُن کا گوشت کھاتے ہیں۔ اور اِسی پر اپنا گزارہ کرتے ہیں۔ ایسے جانوروں کو درندے یعنی چیر پھاڑ کر کھانے والے کہتے ہیں۔ جیسے شیر۔ بھیڑیا۔ ریچھ۔ لومڑی وغیرہ۔ بعض

پانی میں رہتے ہیں - جیسے ویل - سُونسی وغیرہ - بعض ہوا میں اُڑتے ہیں - جیسے چمگادڑ - بعض درختوں پر رہتے ہیں۔ جیسے لنگور - بندر - گلہری -

خدا کی قدرت دیکھیں - اور کرۂ زمین کو بھی غور سے ملاحظہ کریں - تو معلوم ہوتا ہے کہ منطقۂ حارہ سے اگر عموداً قطب شمالی یا جنوبی کی طرف طائرانہ پرواز کریں - جتنا زیادہ آگے جائیں سردی محسوس ہوتی ہے - آخر پرواز کرتے کرتے اُس جگہ پر پہنچینگے - جو ہمیشہ سردی کے دنوں میں برف سے ڈھکی رہتی ہے - اور اتنی برفباری ہوتی ہے کہ قدرت کی زمین کو بہت دیر تک برف کے سفید پردے میں رہنا پڑتا ہے - اور اس جگہ سے کسی اشیاء خوردنی کی اُمید رکھنی - بھیجڑے کے گھر سے اولاد کی اُمید رکھنے کے برابر ہے - گویا مخلوق جو اُس جگہ پر خالق نے پیدا کئے ہیں - اشیاء خوردنی کی اُمید نہیں رکھ سکتے - ایسی حالتوں کو دیکھ کر قدرت ماد رمہربان کا کام کرتی ہے - اور حیوانات کو سردیوں کے دنوں میں ایک طولانی نیند سُلا دیتی ہے - یعنی حیوانات سردیوں کے دنوں میں طولانی تنویم سرمائی سے متاثر ہوتے ہیں اور بیہوش پڑے رہتے ہیں - خون کا ایک خفیف دوران اِنکے نظام جسم میں جاری رہتا ہے - تنفیس مسدُود ہو جاتا ہے - تحقیقات سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ باوجود اشیاء خوردنی دستیاب ہونے کے بھی حیوانات اس طولانی تنویم سے متاثر ہوتے ہیں -

(۱) ریچھ - قطب شمالی کے قرب وجوار کے سمندروں کا پانی سردی کی شدت سے منجمد ہو جاتا ہے جس کو بحر منجمد شمالی بھی کہتے ہیں - پانی کو منجمد ہوتے ہوئے دیکھ کر سمندری جانور مثلاً دریائی بچھڑے وغیرہ ساحل پر آجاتے ہیں جن کا شکار اسی برفانی میدان کے ریچھ جس وقت وہ طولانی تنویم سے متاثر نہیں ہوتے ہیں - کرتے ہیں - اور اگر سرما کے تنویم سے بیدار ہو گئے ہوں - اور دریائی بچھڑا ملے بھی تو شکار کرنے کی خواہش نہیں رکھتے - البتہ اس وقت اگر کسی ریچھ کو ستایا جائے تو بہت ہی خونخوار ہو جاتے ہیں - اس طولانی تنویم سے انکا جسمانی وزن کم ہو جاتا ہے - اور یہ تحقیق کیا گیا ہے کہ کہ اِن کا وزن پہلے کی نسبت ۳۵ فیصدی گھٹ جاتا ہے - قطب شمالی چھوڑ کر اگر ہندوستان کے ریچھوں کا حال دیکھیں تو اُن پر اس قسم کا خواب طاری نہیں ہوتا - البتہ بہت ہی سُست رہتا ہے اور جسمانی وزن میں کمی ضرور ہو جاتی ہے - یہ صرف یہی وجہ ہے کہ ہندوستان گرم ملک ہے اور سردی کے دنوں میں زیادہ سردی نہیں ہوتی -

(۲) چمگادڑ - ایک سائنسدان لکھتا ہے کہ اُس نے ایک چمگادڑ پر عجیب وغریب تجربات کئے ہیں - اُس نے اِسے ایک گھنٹے تک پانی میں ڈبو دیا - پہلے اس کا تنفس جاری رہا - لیکن سرد پانی کی وجہ سے مسدود ہو گیا - جب سرد پانی سے نکالا گیا تو تھوڑی دیر کے بعد تنفس پھر جاری ہُوا - اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ چمگادڑ کو اگر سردی پہنچائی جائے تو اس کا تنفس بند ہو جاتا ہے اور خُون کا خفیف دوران موجود رہتا ہے - اگر زیادہ سردی پہنچائی جائے تو اسکی موت واقع ہو جاتی ہے - اس کے علاوہ سرد ملکوں میں موسم سرما میں حشرات الارض جو چمگادڑوں کو خوراک کا کام دیتے ہیں - نیست ونابود ہو جاتے ہیں - خوراک نہ ملنے اور سردی کی وجہ سے خدا نے اِن چمگادڑوں پر بھی تنویم سرمائی

کا اثر جاری رکھ دیا ہے۔ یورُوپ میں چونکہ سردی ہوتی ہے۔ اس لئے وہاں پر عمل تنویم سرمائی کے سرانجام کرنے کے لئے چمگادڑیں تہ خانوں۔ ویران جگہوں۔ مکانات کی تاریکیوں میں۔ درختوں کی کھولوں میں چھپ کر رہتی ہے۔ دیگر ممالک جہاں یورُوپ جیسی سردی یا اس سے زیادہ سردی ہو۔ وہاں پر بھی چمگادڑوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ البتہ اگر ہندوستان کو دیکھیں تو یہاں چمگادڑوں پر یہ عمل زیادہ طاری نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہاں سخت سردی نہیں پڑتی۔ اور اُنکی خوراک یعنی حشرات الارض اِدھر اُدھر پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔

(۳) **لومڑی**۔ لومڑی پر بھی موسم سرما میں یہ عمل طاری ہو جاتا ہے۔ خالق کائنات کی قدرت دیکھیں۔ کہ لومڑی کو جونہی اس قسم کا اثر ہونے لگتا ہے۔ وہ جھٹ پٹ کچھ کھانے کی چیزیں اِدھر اُدھر سے تلاش کر کے اپنے بھٹ میں موجود رکھتی ہے۔ دوران تنویم میں جس وقت یہ بیدار ہو جاتی ہے۔ تو کھانے کی چیزیں جو کہ اُس نے مستقبل کا وقت پیش نظر رکھ کر جمع کر کے رکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ کھا کر پھر سو جاتی ہے۔ یعنی پھر اُس پر عمل تنویم طاری ہو جاتا ہے۔

(۴) **گلہری**۔ گلہری کی بھی ایسی ہی حالت سمجھ لیں۔ انگلستان میں ایک سبزی خوار گلہری پائی جاتی ہے۔ جو عموماً بادام کشمکش اور انگور کھانے کی شائق ہوتی ہے۔ اس لئے جونہی عمل تنویم کا وقت قریب آتا ہے تو اُس وقت یہ ایسے اقسام کے پھل وغیرہ اپنی جائے رہائش پر پہنچا رکھتی ہے۔ اور دوران تنویم میں بیدار ہو کر پھل وغیرہ کھا کر پھر سو جاتی ہے۔

(۵) **انسان**۔ انسان کو بھی حیوانات کے ہڈی دار جانوروں میں سے دُودھ پلانے والے جانوروں میں شمار کیا جانا چاہیئے۔ مگر چونکہ انسانوں میں عقل اور سوچ سمجھ کی طاقت ہوتی ہے۔ اس لئے اِنکو اشرف المخلوقات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کرۂ زمین کے سرد حصوں میں جو منطقہ حارہ سے بہت دُور ہیں۔ اور برفباری کثرت سے ہوا کرتی ہے وہاں بھی خالق کائنات نے اشرف المخلوقات پیدا کئے ہیں۔ اگرچہ اُن کے لئے وہاں اس موسم میں خوردنی اشیاء کا خاطرخواہ انتظام نہیں ہوتا ہے مکانوں کے سامنے برف کے تودے جم جاتے ہیں۔ لوگ اِدھر اُدھر نکل نہیں سکتے۔ اُنکو پینے کے لئے آسانی سے پانی بھی میسّر نہیں ہوتا۔ اگرچہ اُن کے اس موسم میں خوراک کا خاطرخواہ سامان مہیا نہیں ہوتا مگر پھر بھی خدا نے اُنکے تکالیف سے پُر موسم سرما کو بدون کھائے پیئے گذارنے کے لئے عمل تنویمی کے اثر کو اُن پر بھی جاری رکھ دیا ہے۔ اسکی تصدیق سویڈن۔ ناروے۔ شمالی سائبیریا جزیرۂ لاپ لنڈ کے انسانوں سے ہو سکتی ہے۔ یہ خطے چونکہ کرۂ زمین کے بہت ہی سرد علاقے ہیں۔ یہاں پر کے باشندے عمل تنویمی سے متاثر ہوتے ہیں۔ اور گہری نیند سو جاتے ہیں۔

پرندے۔ پرندوں میں سے بھی ایسی ہی بہت سی مثالیں ہونگی جن پر اس قسم کا عمل طاری ہوتا ہے۔

رینگنے والے جانور۔ اس فرقے میں سانپ۔ گرمچھ۔ چھپکلی۔ کچھوے وغیرہ شامل ہیں۔

(۱) **سانپ**۔ سرد ملکوں میں سانپوں کو موسم سرما میں یہ عمل تنویم طاری ہو جاتی ہے۔ اور زمین سے باہر نہیں

نکلنے۔ جب آفتاب کی گرمی میں موسم بہار آتے وقت کچھ اضافہ ہو جاتا ہے۔ تو یہ نکلنے لگتے ہیں۔ مگر نکلنے کے وقت بہت ہی سُست ہوتے ہیں۔ وزن میں بھی کمی واقع ہوگئی ہوتی ہے۔ اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اُس وقت ڈسنے کی خواہش نہیں رکھتے اگر کسی کو ڈس بھی لیں۔ تو زہر اثر نہیں کرتا۔ گرم ملکوں میں جہاں موسم سرما میں بالکل کم سردی ہوتی ہے۔ وہاں کے سانپوں پر یہ عمل اثر نہیں کرتا۔ البتہ بہت ہی سُست پڑے رہتے ہیں۔ جسمانی وزن بھی بہ نسبت موسم گرما کے بہت گھٹ جاتا ہے۔ مگر مچھ۔ چھپکلی۔ کچھوے بھی کم ازکم اس عمل سے متاثر رہتے ہیں۔

خشکی اور تری دونوں میں رہنے والے

(۱) مینڈک۔ ہمارے قصبے کے قرب وجوار میں بہت سے کھیت ہیں جن کو اگر موسم گرما میں دیکھا جائے تو وہاں چھوٹی چھوٹی سیاہ رنگ کی مچھلیاں جیسی جھلک دکھا دکھا کر پانی کی طرف جاتی ہیں۔ وہ اصل میں مینڈکوں کے بچے ہوتے ہیں۔ تھوڑے دنوں بعد اُنکا دھڑ موٹا ہونے لگتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ پچھلی اور اگلی ٹانگیں نظر آنے لگتی ہیں۔ آخر کار آٹھ ہفتے میں پورے مینڈک بن جاتے ہیں۔ اور اسی طرح سردی کے تسلط جمانے کے وقت تک شور اور غُل سے کان کھاتے ہیں۔ مگر جونہی سردی کا تسلط محکم بن گیا۔ تو انکا نام ونشان بھی نہیں رہتا۔ ناظرین یہ نہ سمجھ لیں کہ خالق کائنات اِنکو بالکل معدوم کرتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ چونکہ خدا کی قدرت سے ان پر بھی عمل تنویمی طاری ہوتا ہے۔ اس واسطے وہ اُس دَور کو سرانجام دینے کے واسطے تالاب کے نیچے کی مٹی میں کبھی ندی نالوں اور نہروں کے کناروں کے سوراخوں میں اس طرح رہتے ہیں۔ جیسے کوئی پڑا سوتا ہے۔ اور اسی حالت میں مہینوں گذار دیتے ہیں۔ اور جب اس خواب غفلت سے بیدار ہوتے ہیں تو ٹرا ٹرا کر ساری دُنیا کو سر پر اُٹھا لیتے ہیں۔

(۲) مچھلیاں۔ ہمارے ملک کے دریاؤں کا کنارہ بوجہ کثرت سردی کے جم جاتا ہے۔ اور اکثر دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ اِس منجمد پانی کے نیچے کچھ مچھلیاں بھی مُردے جیسے پڑی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ عموماً ماہی گیر جن کے ذرائع معاش کا انحصار انہی پر ہوتا ہے۔ لوہے جیسے سخت اور شیشے جیسے صاف منجمد پانی کو توڑ کر مچھلیوں کو باہر نکالتے ہیں۔ کچھ گرمی پہنچ کر یہ مچھلیاں تڑپنے لگتی ہیں۔ اس سے صاف ثابت ہوجاتا ہے کہ یخ کے نیچے آکر ان پر عمل تنویم تاثیر کرتا ہے۔

بن ہڈی کے جانور

اس فرقے میں سنکھ۔ گھونگے۔ جونک۔ کیڑے۔ مکوڑے۔ پتنگے۔ گبریلے۔ مچھر۔ جھینگر۔ ٹڈیاں۔ پروانے۔ تتریاں۔ کھٹمل۔ پسو۔ مکڑی۔ مکھیاں۔ شہد کی مکھیاں۔ بھڑیں۔ چیونٹیاں شمار کئے جاتے ہیں۔

(۱) مکھیاں۔ مکھیاں عموماً گندی چیزوں پر بیٹھ کر اپنا گذارہ کرتی ہیں۔ اور وہاں ہی اپنے انڈے دیا کرتی

ہے - اگر سردی نزدیک ہی آنے والی ہو - تو یہ انڈے بوجہ سردی نہیں پھوٹتے - اور آنے والے موسم گرما کا انتظار کرتے ہیں - موسم گرما آتے ہی وہ انڈے پھوٹتے ہیں - اور بچّے باہر نکل آتے ہیں - ان کے علاوہ مکھیوں کو عمل تنویم اثر کرتی ہے - وہ بھی موسم سرما میں بیہوش پڑی رہتی ہیں - موسم گرما کے شروع ہوتے ہی وہ بیدار ہو جاتی ہے -

(۲) چیونٹیاں - چیونٹیاں بھی چونکہ موسم سرما میں بلوں سے باہر نہیں نکلتی ہیں - اس لئے اُن پر بھی یہ عمل تاثیر کرتا ہے -

(۳) بھڑیں - گرمیوں کے دنوں میں یہ بہت ہی زور و شور سے اِدھر اُدھر پھرا کرتی ہیں اور اگر کسی آدمی کو ڈنگ ماریں تو اُس کی بُری گت بن جاتی ہے - مگر جونہی سردی نے تسلط جمایا - تو یہ بہت ہی سُست ہوتی جاتی ہیں کسی کو ڈنگ مارنے کی خواہش بھی نہیں ہوتی - اگر ڈنگ ماریں بھی تو زیادہ تکلیف نہیں ہوتی - گویا آہستہ آہستہ اُن پر بھی عمل تنویم سرمائی تاثیر کرتی ہے - اور سارا سردی کا موسم بیہوشی کی حالت میں اپنی چھتوں میں یا اِدھر اُدھر جا کر گذارتی ہیں -

(۴) شہد کی مکھیاں - شہد کی مکھیاں بھی اسی طرح سردیوں کا وقت چھتوں میں بیٹھ کر گذارتی ہیں - باقی متذکرہ بالا حشرات الارض بھی اِس تنویم سرمائی سے متاثر ہوتے ہیں - اور برفباری کی وجہ سے بہتوں کی جانیں جاتی ہیں - اور باقی کو باوجود یخ میں بستہ ہو جانے کے بھی کوئی جانی نقصان نہیں ہوتا - اور گرمی پہنچ کر جب یخ پگھل جاتی ہے - تو ان کا تنویم سرمائی کا دَورہ بھی ختم ہو جاتا ہے اور اُٹھ کر پھر بطریق سابقہ اِدھر اُدھر پھرتے دکھائی دیتے ہیں -

نباتات پر تنویم سرمائی کا اثر

بہت سے عالموں نے یہ بھی غور سے دیکھا ہے کہ اگر موسم سرما میں درختوں کے پھل پھول نہیں نکلتے ہیں - تو اِس کی بھی یہی وجہ ہے - کہ مخلوق کے علاوہ نباتات پر بھی اسی تنویم سرمائی کا اثر پڑتا ہے - اور اس دَوران میں پھُول یعنی کونپلیں شاخوں کے اندر سکڑ رہتی ہیں - موسم سرما ختم ہونے پر انکا یہ تنویم سرمائی کا اثر دُور ہو جاتا ہے - اور پھُول نکلتے ہیں - اور پتے نکلتے ہیں - گویا سرسبز ہو جاتے ہیں -

---

اطلاع - خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں - (منیجر)

الہامات

(عالی جناب حضرت عابد شاہجہان پوری)

مضطر نہیں ہیں اے خلشِ سوز و گداز (۱) ہر اشکِ مسلسل میں ہے پنہاں اک راز
دیکھے تو سہی آنکھ اُٹھا کر کوئی — دامن پہ اتر آئی ہے تصویرِ نیاز

سودائی و دیوانہ ہُوا جاتا ہوں (۲) عبرت کا اک افسانہ ہوا جاتا ہوں
وارفتگیِ شوق کا عالم یہ ہے — ہر جلوہ سے بیگانہ ہُوا جاتا ہوں

مٹ کر ہے وہی وسعتِ آغوشِ نیاز (۳) چھایا ہے ابھی تک اثرِ جوشِ نیاز
ذرّوں پہ ہیں اُبھرے ہوئے سجدوں کے نشاں — سنتا کوئی افسانۂ خاموشِ نیاز

ہر گام پہ اک پیکرِ خاموش ہوں میں (۴) یہ عالمِ حیرت ہے کہ بے ہوش ہوں میں
کچھ راز تو بے تابیِ دل کا کھُلتا — شائد ترے جلووں سے ہم آغوش ہوں میں

ساقی ہے نہ وہ گردشِ پیمانہ ہے (۵) جمعیتِ دل سے کوئی بیگانہ ہے
ناکامیِ پیہم نے بدل دی دُنیا — اب جوشِ تمنا بھی اک افسانہ ہے

اے بے خبرِ عالمِ آغوشِ نیاز (۶) ہر اشک ہے اک شکوۂ خاموشِ نیاز
اُٹھے گی کبھی تو نگہِ بے پروا — مانوسِ اثر ہوگا مرا جوشِ نیاز

آئینۂ روداد تمنا کہئے (۷) یا جوش کا چڑھتا ہُوا دریا کہئے
ہر ہر نفس اک عالمِ ہنگامہ ہے — اے دِل تجھے جذبات کی دُنیا کہئے

سب کہتے ہیں انجامِ تمنا کہئے (۸) کچھ کیفیتِ وادیِ سینا کہئے
اک پردۂ حائل تھا نظر کے آگے — دیکھا ہی نہیں تجھ کو تو پھر کیا کہئے

کیا کیفیتِ جوشِ تمنا کہئے (۹) ناقابلِ اظہار ہو تو کیا کہئے
ساقی ہو اگر پیشِ نظر اے عابد — اک جام کو پھر حاصلِ دُنیا کہئے

(بقیہ مضمون ورق ۵)

خطِ سعدی و حافظ در کتیبہ ہائے تختِ جمشید

"بسلسلۂ لسان الغیب"

"رہنمائے تعلیم" کی گزشتہ اشاعت میں حضرت حافظ شیرازی کی لسان الغیبی پر ایک مختصر سا مضمون حوالۂ قلم کیا جا چکا ہے جس میں دیوانِ حافظ سے فال و تفاول کے چند ایک واقعات بھی بالایجاز و اختصار تحریر کئے گئے ہیں۔ موجودہ صحبت میں ایک ایرانی روزنامہ "عصرِ آزادی" شیراز کی ایک تازہ اور بالکل قریبی اشاعت کے حوالے سے ایک مقالہ (بسلسلۂ گذشتہ) بلفظہٖ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ چونکہ یہ مقالہ صرف تفاؤلی حیثیت ہی سے دقیع اور جاذبِ توجہ نہیں ہے بلکہ آثارِ قدیمہ اور کشوفاتِ جدیدہ کے لحاظ سے بھی بیحد دلچسپ اور درخورِ اعتنا ہے۔ اس لئے اُمید ہے کہ قارئین کرام اِس مختصر سے مقالے سے بیش از بیش حظ اندوز ہو سکیں گے۔

اِس مقالے کو بلفظہٖ سپردِ قلم کرنے سے مقصود یہ ہے کہ محترم قارئین فارسی جدید کی طرزِ انشاء سے بھی افادہ و استفادہ کر سکیں جو سنہ ۱۳۵۱ ہجری کے ایرانی انشاپردازوں کی فارسی تحریر کا ایک تازہ نمونہ ہے۔

خطِ سعدی و حافظ در کتیبہ ہائے تختِ جمشید

شرحے از طرفِ فاضلِ محترم آقائے روحی بادارۂ روزنامہ رسیدہ کہ راجع بخبرِ مندرجہ در جرائد در باب اینکہ جدیداً کتیبۂ در تختِ جمشید پیدا شدہ کہ "سعدی" و "حافظ" بخطِ خود دراں یادگارے نوشتہ و بآں تاریخ امضاء کردہ اند۔ بعضی تردید نمودہ و نمی توانند باور کنند کہ خطِ سعدی و حافظ بودہ است۔ چوں تجربہ رسیدہ کہ اغلب ایں مشکلات را تفاول دیوانِ خواجہ حل کردہ است۔ در میانِ جمعی از حافظیوں در بارگاہِ حافظ تفاولی بدیوانِ لسان الغیب زدہ و غزلِ ذیل آمدہ است کہ اشعارِ مناسب آں ذیلاً درج می شود ؎

دوش از جنابِ آصف پیکِ بشارت آمد	کز حضرتِ سلیماں عشرت اشارت آمد
خاکِ وجودِ ما را از آبِ بادہ گِل کُن	ویراں سرائے دل را گاہِ عمارت آمد
عیبم مپوش زنہار اے خرقۂ مے آلود	کاں شیخِ پاک اینجا بہرِ زیارت آمد
بر تختِ جم کہ تاجش معراجِ آفتاب است	ہمت نگر کہ مورے باایں حقارت آمد

از قرائن ہمچو معلوم می شود کہ خواجہ حافظ بہ تختِ جمشید رفتہ و ایں غزل را نیز در ہمانجا سرودہ و بنابریں تعجبی نیست اگر یادگارے ہم بخط و امضائے خود نوشتہ باشد۔ کہ امروز بلیونہا قیمت پیدا کردہ و ہماں سنگ و کتیبہ ہم مثلِ بارگاہِ خود زیارتگاہِ رندانِ جہاں کردہ۔

نیاز محمد نیاز نعمانی موگوی

تہذیب نو

(رشحات فکر حضرت ناصر لکھنوی جرنلسٹ ایڈیٹر پیغام لکھنؤ)

آجکل کے نوجوانوں کو بااستثنائے چند — پایئے گا مغربی تہذیب میں ڈوبا ہؤا

بال انگریزی کٹے ہیں اسپہ چھجے دار ٹوپ — کوٹ اور پتلون بھی زیب بدن ہے واہ وا

بن گئے صاحب بہادر منہ میں سگرٹ داب کے — بھول بیٹھے طرز بالکل سرزمین ہند کا

زیب تن کالر ہے نکٹائی بھی ہے زیب گلو — قدرتی چشموں پہ ہے اک دوسرا چشمہ چڑھا

ساتھ اک لیڈی ہے لندن کی حسین و نازنیں — کر رہے ہیں اسکی دلجوئی میں گٹ پٹ دیکھنا

مونچھیں اور داڑھی صفاچٹ بن گئے ہیں نیم زن — بندۂ بے دام فیشن نے جو اُن کو کر لیا

کچھ نہیں شرم و حیا ماں باپ کی آزاد ہیں — ہے خیال انکو بزرگوں کا نہ خُردوں کا ذرا

جبکہ مالا مال ہیں یہ مغربی تعلیم سے — اب نہیں دیر و حرم سے انکو کوئی واسطا

کِلبس میں ہر شب بسر ہوتی ہے انکی آجکل — تاہوں صاحب بہادر ان سے ناراض و خفا

ہو رہی ہیں یادگاریں انکی قائم بے دریغ — کر رہے ہیں صرف لاکھوں اس میں بے چون و چرا

لطف یہ ہے سب فرنگی اُنپہ ہنستے ہیں مگر — یہ فخر اسی کو جانتے ہیں فخر لاحول ولا

بے نقطہ کیوں آپ انکو حضرت ناصر سنائیں

جتنے صاحب ہیں سدیشی سُنکے ہونگے وہ خفا

کنارِ مادر

اے بیکسوں اور بے پیروں کی پناہ دینے والی۔ اے مجبوروں اور درماندوں کا اپنے ساتھ نباہ کرنے والی۔ اے آوارہ وطنوں کی منزل۔ اے بے زبانوں کی تکیہ گاہ۔ اے جوروں و قصور سے بے نیاز بنا دینے والی۔ اے دافع آفات۔ اے مانع بلیات۔ اے مخزنِ شفقت و محبت۔ اے منبع راحت و تمکنت۔ اے بے خبروں سے باخبر۔ اے کنارِ مادر! آخر تو ناراض کیوں ہے؟ کیا مجھ سے کوئی قصور ہوا یا کوئی بے ادبی؟ کہ تو ایسی خفا ہوئی جو آج تک خفا ہے۔ تجھ سے تو یہ اُمید ہرگز نہ تھی کہ تو یوں کبیدہ خاطر ہو جائیگی اور مجھے اُسی درماندگی و بیچارگی کی حالت میں چھوڑ دیگی جس سے ابھی ابھی قدرے نجات حاصل ہوئی ہے۔ سچ بتا؟ تیری ناراضگی کا کیا سبب ہے اور یہ بتا کہ تو مجھ سے کیوں جدا ہے؟ آہ تو کہاں ہے۔ آنکھیں ڈھونڈتی ہیں۔ مگر تو نظر نہیں آتی۔ ہائے تو کدھر ہے دل چاہتا ہے کہ تجھ سے ملے مگر تو نہیں ملتی۔ خدا کی قسم تو یاد آتی ہے اور تیری یاد مجھے رات دن تڑپاتی ہے۔ ہائے وہ دن کیا ہوئے جب تو میری آرام گاہ تھی۔ اور وہ راتیں کہاں گئیں جب تو میری تکیہ گاہ تھی۔

اے کنارِ مادر! اگر تو سو رہی ہے تو اُٹھ۔ کہ میں جاگ اُٹھا ہوں اگر تو کسی سخت سے سخت ضروری کام میں منہمک ہے تو اُسے چھوڑ۔ کہ میں رو رہا ہوں دیکھ میں تیری طرف روتا اور بسورتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ مگر تو کچھ خیال نہیں کرتی میں چیخ رہا ہوں تو نہیں سُنتی۔ مجھے مکھیاں ستاتی ہیں اور مچھر ایذا پہنچاتے ہیں لیکن تو ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ ہمسایوں سے مجھے تکلیفیں ہیں۔ یگانے مجھے ستا رہے ہیں۔ بیگانے میری تخریب کے لئے اُدھار کھائے بیٹھے ہیں۔ مگر تجھے خبر تک نہیں۔ اے میری ملجا۔ اے میری ماوا اگر مجھ سے کوئی تقصیر ہو گئی ہے تو تو معاف کر دے۔ اگر میں نے تیرا کوئی نقصان کر دیا ہے تو تو بخش دے۔ یہ صحیح ہے کہ میں نے تیرے گھر کے چینی اور شیشے کے تمام سامان توڑ پھوڑ ڈالے۔ میں نے ظروفِ مسی تک کو کچل ڈالا۔ میں نے اپنی تیمارداری کے لئے ہزارہا روپیہ تجھ سے قربان کرا دیئے لیکن یہ میری بے وقوفی تھی۔ بے خبری تھی۔ بے عقلی تھی۔ نافرمانی تھی۔ مجبوری تھی۔ میں خود نہ تھا۔ جو کچھ ہوا مجبوراً ہوا۔ میں نے دانستہ کچھ نہیں کیا۔ پھر تو خفا کیوں ہے؟

اے کنارِ مادر! سچ کہتا ہوں کہ جب سے تو نے مجھے چھوڑ دیا ہے نہ دن کو چین ہے۔ نہ رات کو آرام۔ آلام و اسقام میں روز بروز ترقی ہے۔ عزیز و اقربا۔ دوست و احباب۔ اپنے پرائے۔ سب موجود ہیں مگر تو نہیں۔ اس لئے انکا عدم وجود میرے لئے برابر ہے۔ ہائے ان میں وہ درد کہاں جو تجھ میں تھا۔ وہ جذب کہاں جو تجھ میں تھا۔ تو تو چیز ہی کچھ اور تھی۔ واللہ اگر تو مل جائے تو میں اپنی جان تجھ پر قربان کر دوں۔ آ۔ میرے سامنے آ۔ کہ اگر تو

روٹھ گئی ہے تو اپنی تتلاتی زبان سے وہ باتیں کروں۔ کہ تو خود بخود من جائے۔ آ۔ اگر تو خفا ہے تو اپنی طفلانہ حرکتوں سے تجھے خوش کر دوں۔ مگر تو نہیں آئے گی۔ کبھی آئی ہو تو آئے۔ خیر نہ آ۔ میں بھی صبر کئے لیتا ہوں۔ تاہم یاد رکھ کہ تو مجھے بلا سے بھول جائے۔ میری یہ مجال نہیں کہ ناراضگی کا نام لوں۔ اے کنارِ مادر اگر تو زندہ ہے تو تیری زندگی ہی میرے لئے غنیمت ہے۔ میں صرف تیرے زندہ ہونے کے خیال سے ہی اپنا دل بہلا لونگا اور اطاعت و فرمانبرداری کے ہدیئے پیش کرتا رہونگا۔ اور اگر تو مر چکی ہے تو تیری قبر پر آٹھ آٹھ آنسوؤں سے چھڑکاؤ کرتا ہوا عقیدت و ارادت کے پھول چڑھاؤنگا۔ اور دعائے خیر سے ہمیشہ یاد کرتا رہونگا۔ مگر بہرصورت اگر ہو سکے تو میرے لئے نزولِ رحمت کی دُعا کر لیا کر اور بس۔

خادم التعلیم رضوان حسین رضوانؔ از نارنول

طاؤس

(پنڈت آنند جیت صاحب شرما چھرہ)

اے نازنینِ فطرت گلپوش حور پیکر — چھائی ہوئی ہے تیری جادوگری جہاں پر
قدرت نے وہ دیئے ہیں نقش و نگار تجھکو — کہتے ہیں طائروں کا سب تاجدار تجھ کو
گلکاریوں سے تیرا دامن بھرا ہُوا ہے — یعنی لباسِ زرّیں تجھ کو عطا ہُوا ہے
اک نقشِ زرنگارِ کلکِ بہار ہے تو — یا شاہدِ ازل کا آئینہ دار ہے تو
آیا ہے تو جہاں میں جنّت سے گل بداماں — تیرے حسین پر ہیں سرمایۂ گلستاں
پر ناچنے کی خاطر جب اپنے کھولتا ہے — زر کو بکھیرتا ہے پھولوں کو تولتا ہے

اس پر بھی شرمساری تیری سرشت میں ہے
فطرت کا راز شائد کچھ پائے زشت میں ہے

جذباتِ دل

(اعتبار الملک لسان الہند حکیم الشعرا حضرت دل مدظلہم العالی شاہجہان پوری)

خاک میں جب مِلا چکا صورتِ نقشِ پا مجھے
جوشِ طلب سمجھ لیا حاصلِ مدعا مجھے

میں تو بیاضِ دہر پر نقشِ نمودِ عشق تھا
صورتِ نقطِ بے محل کس نے مٹا دیا مجھے

دیر و حرم کے پھیر میں دل کے حواس خود ہیں گم
دیکھئے لے چلے کدھر آج یہ رہنما مجھے

حُسنِ کرشمہ زا ہوا بزمِ ازل میں خندہ زن
ساتھ ہی دل کے جب ملی قسمتِ نارسا مجھے

منزلِ امتحاں میں تھا ہمتِ دل پر اعتماد
آج کہاں وہ ہم نفس چھوڑ کے چل دیا مجھے

حدِ خودی کا ذکر کیا اب تو میں اُس فضا میں ہوں
خاک کے ذرہ ذرہ نے درسِ فنا دیا مجھے

ناز و کرشمہ جاں ستاں شوخ ادائیں دلفریب
عشق نے اُس ہجوم میں پیشِ نظر کیا مجھے

خاک اُڑائی قیس نے جس کے اثر سے عمر بھر
جانبِ دشت لے چلی آج وہی ہوا مجھے

صبر و شکیب کھو چکا صرفِ نگاہ ہو چکا
چھیڑ رہی ہے پھر عبث نرگسِ فتنہ زا مجھے

دیکھئے کیا مآل ہو وقتِ نظر جنابِ دلؔ
اُن کو جفا پہ ناز ہے حوصلۂ جفا مجھے

راجہ بکرم اجیت یا راجہ بکرماجیت

دراصل آپکا نام راجہ بکرم اجیت تھا جس کے معنی یہ ہیں کہ راجہ بکرم کو کسی نے نہیں جیتا مشرق سے مغرب تک اُسکا راج تھا۔ دوسروں کے کام کیلئے اپنی جان تک دینے کا حاضر رہنا اور خیرات کرنے میں اپنا جواب نہ رکھتا کسی شہر میں کوئی غریب برہمن رہتا تھا اُسکی لڑکی جوان ہو گئی تھی مگر وہ شادی نہیں کر سکتا تھا۔ ایک روز برہمن کی عورت نے کہا کہ تم راجہ بکرم اجیت کے دربار میں جاؤ اور اُن سے کچھ مانگ کر لاؤ تو لڑکی کی شادی کر دیں۔ برہمن دوسرے روز صبح کو گھر سے چل دیا۔ راجہ بکرم اجیت کے شہر کے قریب کوئی دریا تھا۔ جو بڑے زور شور سے بہ رہا تھا۔ برہمن تیرنا بھی جانتا تھا۔ فوراً دریا میں کود پڑا۔ چونکہ وہ نہایت غریب تھا۔ اُس کے بدن پر سوائے ایک لنگوٹی کے اور کوئی کپڑا نہ تھا۔ جب دریا میں تیرتا ہوا جا رہا تھا تو اتفاق سے لنگوٹی کھُل کر بہہ گئی۔ برہمن ننگا رہ گیا۔ دریا سے پار اُتر کر اسی طرح ننگا ہی راجہ بکرم اجیت کے دربار میں چلا گیا۔ راجہ نے برہمن سے اُسکے آنیکا اور ننگا ہونیکا سبب دریافت کیا۔ برہمن نے اپنا تمام حال اوّل سے آخر تک کہہ سُنایا۔ راجہ نے جواب میں کہا کہ ایک وہ آئے تھے اور ایک یہ آئے۔ برہمن اس فقرے کا مطلب نہ سمجھ کر اُلٹا اپنے گھر کو چلا آیا اور اپنی بی بی سے وہاں کا حال کہہ سُنایا۔ اُسکی بی بی بڑی دانا اور عقلمند تھی۔ اُس نے دوسرے روز برہمن کو پھر راجہ کے دربار میں جانے پر مجبور کیا اور چلتے وقت ایک چھوٹا سا پتھر برہمن کو دیکر کہا کہ راجہ کے سامنے زمین پر پٹک دینا برہمن راجہ کے دربار میں پہنچا اور راجہ کے سامنے زمین پر وہ پتھر پٹک دیا۔ راجہ پتھر کو دیکھتے ہی گھبرا سا گیا اور خزانچی کو اشارہ کرکے کہا کہ برہمن کو دو ہزار روپیہ دیکر رخصت کرو۔ غرض جب برہمن روپیہ لیکر چلا گیا تو اہل دربار سب آپس میں کانا پھُوسی کرنے لگے۔ اور ایک وزیر نے راجہ سے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ کل برہمن آپکے دربار میں آیا تھا تو آپنے صرف یہ کہا ایک وہ آئے تھے اور ایک یہ آئے۔ آج برہمن پتھر لے کر آیا تو آپنے اُسکو دو ہزار روپیہ دیکر رخصت کیا۔ اس کا سبب کیا ہے؟ راجہ نے کہا کہ برہمن کی عورت نے مجھے کل کی بات کا ایسا جواب دیا کہ میں شرمندہ ہو کر دو ہزار روپیہ دیدیا۔ میرے کل کے فقرے کا مطلب یہ ہے (ایک وہ آئے تھے) یعنی اگست مُنی بھی برہمن تھے جنہوں نے سمندر کا پانی تین چلو کر کے پی لیا اور سمندر خشک ہو گیا۔ (ایک یہ آئے) یعنی ایک برہمن یہ ہیں جن سے اپنی لنگوٹی نہ سنبھل سکی۔ میرے اس فقرے کا جواب اُس کی عورت نے دیا کہ ایک وہ راجہ رامچندر جی تھے جنہوں نے اہلیا گوتم رشی کی عورت کو پتھر سے انسان بنا دیا اور ایک راجہ تو ہے۔ لے اس پتھر کو انسان بنا دے۔ راجہ رامچندر میں اتنی سامرت تھی مجھ میں نہیں نہ سب راجہ ہی راجہ رامچندر بن سکتے ہیں نہ سب برہمن ایک سے ہوتے ہیں۔

راقم کالکا پرشاد شاکر بریلوی

تندرستی کی زندگی

جنوبی ہند کی قومی صحت کی انجمن (نیشنل ہیلتھ ایسوسی ایشن) نے مندرجہ بالا مضمون پر انعامی مقابلہ تجویز کیا تھا اور مضامین موصولہ میں سے سب سے بہتر مضمون نویس مسٹر آر۔ نرائن سکنہ مائلا پور نے اول انعام حاصل کیا ہے۔ وہ مضمون انگریزی کے ماہوار رسالہ "ہیلتھ" (جولائی ۱۹۳۲ء) میں شائع ہوا ہے۔ اس میں سے جسمانی صحت کے برقرار رکھنے کی ضروری شرائط کا ترجمہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) صاف خاندان موذہین والدین کے کہ جن کو عقل ہے کہ انکے فرائض انکے بچوں کے لئے کیا ہیں۔ پاکیزگی خیالات، صفائی کلام اور طہارت افعال ضروری ہیں۔ مع گرد و نواح کی صفائی کے۔

(۲) مکان، خواہ چھوٹا اور غریب ہو صاف رکھا جانا چاہئے۔ نیز ہوادار اور روشن (جس میں روشنی جاتی ہو)۔

(۳) دریچے ہمیشہ کھلے رہنے چاہئیں تاکہ مکان کے اندر ہوا خوب جایا کرے۔

(۴) کونوں تک میں گرد و غبار رہنے نہ پائے۔ اگر روزانہ نہیں تو ہفتے میں دوبار بھیگے کپڑے سے فرش اور کونے پونچھے جائیں۔

(۵) مکان (رہائش) سے بہت فاصلے پر اصطبل، مویشی خانے اور پاخانے بنائے جائیں اور انکی غلاظت میں مکھیاں انڈے بچے نہ رکھنے پائیں

(۶) مکان کے اندر اور باہر مچھر نہ آنے دیئے جائیں۔ جن برتنوں میں پانی جمع ہوا کرتا ہو انکو خالی کرنا چاہئے۔

(۷) مریض، خاص کر متعدی امراض (انفلوئنزا، موتی جھرا، سِل، ہیضہ وغیرہ) والے علیحدہ مکان میں رہیں تاکہ وہ آزادی کے ساتھ تندرست اشخاص سے ملیں۔ مسلول کا بلغم ایک برتن میں لیا جائے اور ہر روز اس کو جلا دینا لازم ہے۔

(۸) پینے کا پانی عمدہ ہونا چاہئے۔ بہتر ہے کہ جوش دیا ہوا پانی استعمال کیا جائے۔

(۹) ہمیں عمدہ (بلحاظ صحت) سادہ کھانا کھانا چاہئے کہ جسے زیادہ گلایا یا خشک کیا گیا نہ ہو۔ کیونکہ زیادہ آنچ لگنے سے "وٹامین" ضائع ہو جاتے ہیں۔ کھانے میں ہر قسم کی غذائیت موجود ہو۔ بقولات، سبزیاں اور پھل بکثرت کھائے جائیں۔ علاوہ دودھ کے ٹماٹر، سیب اور سنگترے ہوں۔

(۱۰) ہر قسم کی کھانے کی چیز کو ڈھک کر رکھنا ضروری ہے کہ مکھیاں اُن پر نہ بیٹھ سکیں۔

(۱۱) روزانہ زندگی میں محتاط رہنا چاہئے۔ یعنی کھانے پینے، ورزش اور نیند کے وقت مقررہ ہوں۔

(۱۲) قہوہ، چائے، تمباکو اور نشئی اشیاء سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ صرف ضرورت کے موقع پر اور اعتدال کے ساتھ استعمال کر سکتے ہیں۔ افسوس کہ زمانہ حال کی تہذیب کے لوازمات یہ ہیں۔

(۱۳) بچوں کو ہر روز کا زیادہ حصہ کھلی جگہ پر گذارنا چاہئے۔ لڑکے لڑکیوں کو کھلے میدان میں کھیلنا چاہئے۔ اس سے شُش اور استخواں مضبوط اور دل تندرست رہتا ہے۔

(۱۴) ہم کو سیکھنا چاہئے کہ آہستہ کھانا کھائیں اور کھانوں کے درمیان نہ کھائیں۔ کھانے سے پہلے اور کھانا کھاتے وقت مزاج ہمیشہ درست اور خوش رکھنا چاہئے

(۱۵) ہمارا دوسرا فرض یہ ہے کہ اپنے ہمسایہ کا خیال رکھیں۔ ہمیں لازم ہے کہ گلیوں میں کوڑا نہ پھینکیں اور اگر ہمارے گھر میں بیماری ہو تو پڑوسی کو اس سے متنبہ کر دیں۔ اگر مرض ہیضہ یا موتی جھرا ہو تو ہیلتھ آفیسر صاحب کو بتلا دیں۔ اگر چیچک یا طاعون ہو تو چنگی میں فوراً اطلاع کر دیں۔

(۱۶) پیدائش کے بعد چیچک کا ٹیکہ لگوا لینا چاہئے اور ہر سات برس کے بعد شہر میں ہیضہ، طاعون، یا موتی جھرا ہو تو ہمیں فوراً انکا ٹیکہ لگوانا چاہئے۔ محکمہ حفظ صحت یہ ٹیکہ مفت لگاتا ہے۔

(۱۷) ہر روز نہانا، صاف کپڑے پہننا چاہئے اور دوسروں کے استعمال کئے ہوئے کپڑے ہرگز نہ پہننا چاہئے۔

مترجمہ شیاما چرن ورما پنشنر میڈیکل آفیسر

ریاضِ رام

(از حضرت رام کشمیری)

دو روزہ دہر یہ آرام کا مقام نہیں ہزار شکر کہ ہستی یہاں دوام نہیں

کھڑا ہوں پاس مگر طاقتِ کلام نہیں یہ کوہِ طور ہے شاید تمہارا بام نہیں

سُرورِ میکدۂ دہر میں نہیں حاصل ہمارے نام کا ساقی کے پاس جام نہیں

ملے گا لُطف تو اُلفت کی پختہ کاری سے مزہ ضرور وہ دے گا ثمر جو خام نہیں

خوشی سے عالمِ ایجاد میں رہے انساں یہ چند روزہ ہے تشویش کا مقام نہیں

زبانِ خلق سے محفوظ کب رہا کوئی کہ اس سمند کے منہ میں کوئی لگام نہیں

وفا سے پیار سے خدمت سے جذبۂ دل سے
جو تم کو رام نہ کروں تو رام نام نہیں

خیالاتِ فضا

حباب آسا فقط اک لحظہ اپنی زندگانی ہے یہیں تک سرگذشتِ ہستیِ دُنیائے فانی ہے

مِرے زخمِ جگر کو چارہ گر کیا جانے کیا سمجھا حقیقت میں یہ اک نا مہرباں کی مہربانی ہے

قدم اُٹھتے نہیں لیکن اُمنگیں بڑھتی جاتی ہیں عجب جوش آفریں ہم بیکسوں کی ناتوانی ہے

دمِ عرضِ تمنا پیکرِ تصویر بن جانا مرے مفہوم کی اے ہم نفس یہ ترجمانی ہے

ترے کوچہ میں مٹنے کو نویدِ وصل سمجھے ہیں فنا ہونا حقیقت میں ہماری زندگانی ہے

بحسرت دیکھتا ہوں اے فضاؔ گردِ پریشاں کو
ملا تھا خاک میں جو دل اُسی کی یہ نشانی ہے

آم

آم در اصل لاتینیہ ہے۔ اصل اس لفظ کی سنسکرت ہے اور آم کا لاطینی نام مینجی فرا انڈیکا" ہے۔ یہ ایک مشہور میوہ ہے۔ انسان اسے بہت پسند کرتے ہیں اور پرندے اس پر جان دیتے ہیں۔ ہندوستان کے بادشاہ راجے مہاراجے۔ نواب اور امیر اسے خاص اہتمام سے اپنے باغات میں لگواتے تھے۔ شاہان مغلیہ آم کے پیڑ بڑے اہتمام سے سڑکوں اور کارواں سراؤں میں لگواتے تھے شہنشاہ بابر نے آم کی بڑی تعریف کی ہے۔ جناب غالب اسے سر بمہر شہد کے مٹکے کہا کرتے تھے۔ اب بھی جنہیں شوق ہے۔ وہ آم کے درخت کی دُودھ۔ شربت۔ سونف اور گلاب سے پرورش کرتے ہیں۔

آم تمام ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ یہ بڑے قد کا سدا درخت ہے یہ کوہ ہمالیہ میں ایک ہزار سے تین ہزار فٹ سطح سمندر سے بلندی پر تھوڑا ہوتا ہے۔ لیکن برما۔ بنگال۔ اودھ۔ بہار۔ بمبئی صوبہ متحدہ۔ چھوٹا۔ ناگ پور۔ اور آسام وغیرہ میں بکثرت ہوتا ہے۔ نئی پیداوار کے لئے اس کا بیج بوتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جس درخت کا بیج بویا جائے اُس سے پیدا شدہ درخت میں ایسے ہی پھل لگتے ہیں۔ آم کے درخت کو زمین کی خاصیت کی چنداں پروا نہیں ہے۔ زمین اچھی ہو یا بُری۔ دریا کی مٹی ہو یا خشک کنکریلی جگہ ہو یا پتھریلی۔ ہر جگہ پیدا ہو جاتا ہے اور بہت جلد پیدا ہوتا ہے۔ زمین پر پڑی ہوئی گٹھلیاں اگران پر مٹی نرم بھی ڈالی جائے تو پھوٹ پڑتی ہیں۔ اُسکے پودوں کو اگر سورج کی شدت سے محفوظ رکھا جائے تو بہت جلد ترقی کر سکتے ہیں۔ ہمارے ملک میں اچھے آم پیدا کرنے کے لئے پیوند کی ضرورت پڑتی ہے۔ اچھی گٹھلیاں مل جائیں تو اچھی نرم کی ہوئی زمین میں بو دینا چاہیئے۔ خانصاحب چوہدری عظیم خانصاحب صحرائی کی رائے ہے کہ بہتر تو یہ ہے کہ نرسری تیار کی جائے اور جڑوں کے زیادہ لمبے ہونے سے پہلے پودوں کو نرسری سے اُٹھا کر جہاں جہاں لگانا ہو بارش کے ایام میں لگا دیا جائے۔ اور مناسب یہ ہے کہ لکڑی کے بکسوں اور ٹوکریوں میں نرسری سے اُٹھا کر پودے لگائے جائیں اور پودوں کو تین مرتبہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بدل دیا جائے اور دو تین سال تک انکو بکسوں اور ٹوکریوں ہی میں رہنے دیا جائے تاکہ زیادہ سردی اور زیادہ گرمی سے وہ محفوظ رہیں۔ اگر ہفتہ میں ایک بار پانی دیا جائے تو اچھا ہے۔ پھر گڑھے کھود کر جہاں درخت نصب کرنے ہوں۔ مثلاً باغوں میں سمتوں میں۔ بنگلوں کے احاطہ میں یا سڑکوں کے کنارے پر لگا دیا جائے۔ آم کو اگرچہ زمین کی خاصیت کی چنداں پروا نہیں پھر بھی نرم اور مرطوب زمین یہ بہت پسند کرتا ہے۔ زمین اگر ذرے ڈھلوان ہو تو اور اچھا ہے۔ درخت لگانے کے وقت گوبر یا کوڑا کرکٹ نہ ڈالنا چاہیئے۔ یہ جڑوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ آم کے لئے سب سے بہتر کھاد چولہے کی راکھ۔ ہڈیوں کا چورا اور خون ہے اور درختوں کی طرح آم کے پتوں کو بھی کیڑا لگ جاتا ہے۔ اسکا علاج یہ ہے کہ تمباکو سرسوں اور ہینگ ملا کر اور پانی میں اچھی طرح سے کھولا کر جڑیں ننگی کر کے ڈالو۔ اس طرح پر ایک ہفتہ کے اندر ہی پتوں کی زردی دُور ہو جائیگی اور وہ پھر سبز ہو جائینگے۔ کیڑے مر جائینگے۔ جو آم گٹھلی سے لگایا جائے وہ دس سال میں اور جو قلمی ہو وہ پانچ سال کے

اندر پھل دینے لگتا ہے۔ آم کے قلم لگانے کا طریقہ ہمارے ملک میں مدت سے جاری ہے۔ شہنشاہ اکبر اور جہانگیر کے زمانہ میں اسکا بہت رواج تھا۔

برسات کے موسم میں نرسری میں گٹھلیاں بو کر پودوں کو ایک دو بار تبدیل کر کے پھر گملوں میں لگا کر اعلےٰ قسم کے پھل کے درخت کی اصلی شاخ گملے کے پودے سے پیوند کر دی جاتی ہے اور دونو کو سفید کپڑے کی پختہ دھجیوں سے باندھ دیا جاتا ہے۔ تاکہ ہوا اثر نہ کرے پیوند فروری اور مارچ میں کیا جاتا ہے۔ اگر برسات میں کیا جائے تو بھی ہرج نہیں۔ جب شاخ پودے کے ساتھ مل جاتی ہے اور گملے سے خوراک حاصل کرنے لگتی ہے تو شاخ کے اوپر کے حصہ کو آری یا قینچی سے کاٹ دیا جاتا ہے۔ جب گملے کا پودا پیوند قبول کر رہا ہو تو اس وقت خون میں کیوڑا یا گلاب ملا کر اگر ڈالا جائے تو لطیف آم لگتے ہیں۔ بعض لوگ بجائے خون کی کھاد کے دودھ ڈالتے ہیں۔ اگر مارچ میں پیوند مکمل ہو جائے تو جولائی کے آغاز میں تین فٹ گہرا گڑھا کھود کر ہڈی کی کھاد ڈالو۔ اور جب بارش شروع ہو جائے تو اخیر جولائی میں پودا گملے سے نکال کر جہاں لگانا ہے لگا دو۔ اگر اچھی طرح نگرانی ہوتی رہے اور وقت پر پانی ملتا رہے تو تین چار سال میں درخت پھل دینے لگتا ہے۔

آم کا پھول جنوری سے مارچ تک لگتا ہے۔ اسے مور کہتے ہیں۔ پنجاب میں پور بولتے ہیں۔ پھول ایک فٹ تک لمبے ہوتے ہیں اور اُن میں سے تیز خوشبو آتی ہے۔ اپریل سے اگست تک درخت پھل دیتے رہتے ہیں۔ آم کا درخت اگر احتیاط سے لگایا جائے اور محنت سے پالا جائے تو تین سو سال تک زندہ رہتا ہے اور پھل دیئے جاتا ہے۔ آم کے درخت کا گنجان اور ٹھنڈا سایہ گرمی کے موسم میں خدا کی عجیب نعمت ہے اور مسافروں کے لئے گرم میدانوں میں خدا کی رحمت بشکل سائبان ہے :-

آم کی بے شمار قسمیں ہیں۔ انمیں مالدہ۔ لڈو۔ اسونفیا۔ دودھیا۔ توکیا۔ سندھوری۔ سفیدہ۔ لنگڑا۔ گلاب۔ خاص۔ زرد آلو۔ سرفا وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ پنجاب کے ضلع مظفر گڈھ کے ایک موضع چھوٹا پور میں ایک قسم کا آم ہوتا ہے جو باہر سے بسنتی اور اندر سے برف کی طرح سفید ہوتا ہے۔ اسکا گودا آیس کریم کو شرماتا ہے۔ انگریز اسکو بہت پسند کرتے ہیں۔ مالدہ جسے سہارنپوری آم کہتے ہیں۔ انہیں چنداں پسند نہیں ہیں۔ ہندوستان میں سہارنپور۔ لکھنو۔ ملیح آباد۔ پونا۔ مرشدآباد۔ بمبئی۔ مدراس۔ بھاگلپور۔ ملتان۔ مظفر گڈھ۔ جالندھر۔ ہوشیارپور اور چند دیگر مقامات میں کثرت سے آم پیدا ہوتا ہے۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ بوتے کے وقت جو خوشبو پودوں کو پہنچائی جائے۔ اسکا اثر پھل پر پڑتا ہے۔ اس لئے بعض لوگ جب آم بوتے ہیں تو گٹھلی کے سرے پر مشک لگا دیتے ہیں اور جب درخت پھل دیتا ہے تو ان میں مشک کی خوشبو موجود ہوتی ہے۔

آم کا درخت ہمیں صرف پھل ہی نہیں دیتا بلکہ کئی طرح پر مفید ہے۔ پکنے سے پہلے بھی کچے آموں کا اچار۔ مربا اور مزیدار چٹنی بنتی ہے۔ اسکی لکڑی سے دروازہ۔ کھڑکیاں۔ میز اور سامان آرائش بھی بنتا ہے۔ چائے کے بکس بھی اسی کی لکڑی سے تیار کئے جاتے ہیں۔ چھال اور پتوں سے چمڑا رنگتے ہیں اور اُسکی کھٹائی کپڑے رنگنے میں بھی کام آتی ہے۔ اگر بدہضمی ہو اور دست بند نہ ہوں تو اسکی گٹھلی دوا کا کام دیتی ہے۔ آم کی لکڑی کا وزن بیتالیس پونڈ فی مکسر فٹ ہے۔ ہندو صاحبان اس درخت کو مقدس سمجھتے ہیں اور کہیں کہیں اسکے پتوں کا ہار خوشی تقریبوں پر پہنایا جاتا ہے۔ بعض ہندو سمجھتے ہیں کہ اگر آم کی لکڑی سے مُردہ جلایا جائے تو وہ نجات حاصل کرتا ہے۔

(جنت)

ناول

ہوائی سیر

ایک نہایت دلچسپ اور مفید ناول

(نمبر ۲)

اُردو مترجم:۔ کاشی پرباگی

ولڈن کلب

میں کہتا ہوں کہ پنکھا ہمیشہ اس کے پیچھے ہوتا ہے!

پچاس آدمی ایک آواز سے چلا اُٹھے۔

ہم بھی یہی کہتے ہیں!

ہرگز نہیں! میں کہتا ہوں کہ پنکھا آگے ہوتا ہے!

دوسرے ہاتھ والے پچاس آدمیوں نے پھر چلا کر

ہم بھی یہی کہتے ہیں!

یہی رنگ ہے تو کسی بات پر کوئی رائے جم نہیں سکتی!

نہیں!...... ہرگز نہیں!......

تو پھر لڑنے جھگڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

ولڈن کلب کے یہ ممبر امریکہ کے غبارہ باز لوگ ہیں جو تیز ہواؤں میں غبارے اُڑانے اور مختلف ہوائی طبقوں کو اپنے قابو میں لانے کے لئے بحث اور تکرار کرتے رہتے ہیں۔

شہر فلیڈلفیا نے جہاں یہ کلب واقع ہے اتنی تیزی سے ترقی کی ہے کہ نیویارک چیکاگو اور سان فرانسسکو دیکھتے ہی رہ گئے۔ یہ نہ تو کسی سمندر کے کنارے ہے۔ نہ تیل کی کانیں اس کے قریب ہیں۔ پھر بھی آبادی اور رونق میں پیرسبرگ

مانچسٹر۔ برلن۔ اڈنبرگ وغیرہ یورپ کے بہت سے شہروں سے بڑھ گیا ہے۔ یہ شہر اپنی دلکش اور اونچی اونچی عمارتوں اور جگ مگ کرتی ہوئی دکانوں کی بدولت ایسا معلوم ہوتا ہے گویا مرمر کی ایک ہی چٹان یا بلور کے ایک ہی تختے سے سارا شہر تراش کر بنایا گیا ہے۔

ولڈن کلب کے بڑے ہال میں غباروں کے سوسوا سو فدائی بیٹھے ہوئے آڑی ترچھی بحثیں کر رہے ہیں صدر کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اور کاتب (سکرٹری) داہنے پہلو پر ہے۔

صدر کا نام انکل پروڈینٹ ہے۔ فلیڈلفیا میں اس کے علم و ہنر کے سکے چل رہے ہیں۔ وہ بڑا بہادر ہے کروڑپتی ہے۔ اس نے نیاگرا آبشار سے بجلی کی قوت حاصل کر کے ان گنت دولت اکٹھا کی ہے۔ نیاگرا آبشار سے ہر سکنڈ میں سات ہزار پانچ سو گیلن پانی گرتا ہے جس سے ساٹھ ملین گھوڑوں کی قوت ملتی ہے اور آس پاس کے کارخانوں میں بٹ جاتی ہے۔ مالک کو پانچسو ملین سالانہ بچ رہتے ہیں۔

اس کے پاس فریکولن نامی ایک حبشی نوکر ہے جو بڑا ڈرپوک ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے بزدل کی زندگی ایسے بہادر کے ساتھ نبھتی ہے تو کیسے؟ پروڈینٹ کے بہت سے دوست ہیں مگر کچھ لوگ رشک اور حسد کی آگ سے بھی جلتے ہیں اور کلب کے کاتب کو تو للہی بغض ہے۔

کاتب کا نام فیل ایوانس ہے۔ یہ بھی بڑا دھنی ہے۔ یہ ایک کارخانے کا مالک ہے جہاں ہر روز پانچسو گھڑیاں دن بھر میں تیار ہوتی ہیں اور ایسی نفیس اور مضبوط ہوتی ہیں جیسی سوئٹزرلینڈ کی۔ کاتب بھی صدر کی طرح علم و ہنر والا ہے۔ تندرست اور دلیر ہے۔ مگر دونوں میں پٹتی نہیں کاتب بہت جھلا ہے اور صدر نہایت متین ہے۔ دونوں میں ہمیشہ ہر بات میں چلتی رہتی ہے۔

کلب کے خزانچی کا نام جیم سیپ ہے۔ یہ سبزی خور ٹولی کا آدمی ہے۔ صرف پھل اور ترکاریاں کھاتا ہے گوشت مچھلی اور انڈے کو چھوتا تک نہیں۔ اس کے پاس بھی ایک بہت بڑا کارخانہ ہے جہاں شہر کا تمام کوڑا کوکٹ اور پھٹے پرانے چیتھڑے اکٹھا کر کے گندھک میں ملائے جاتے ہیں اور اس سے شکر بنائی جاتی ہے۔

ولڈن کلب والوں نے غباروں کے بارے میں بہت سے تجربے کئے۔ اتنا تو معلوم ہو گیا کہ غباروں کا ہوا میں اڑانا اور چلانا ممکن ہے۔ مگر تیز ہوا میں اڑانا اور جدھر چاہیں ادھر چلانا ممکن نہ تھا۔ حکیم ارشمیدس آج سے ہزاروں برس پہلے حکمت کا یہ نکتہ بتا چکا تھا کہ جو چیز پانی سے بھاری ہوگی وہ اس کے اندر ڈوب جائیگی اور جو ہلکی ہوگی وہ اوپر تیرتی رہے گی۔ اسی لئے کلب والوں نے کسی ایسی ہلکی چیز کو ڈھونڈھنا شروع کیا جو ہوا پر تیر سکے۔ کسی کی محنت اکارت نہیں ہوتی۔ آخر ہائیڈروجن گیس کا پتہ چل گیا جو ہوا سے کئی گنا ہلکی ہوتی ہے۔ اسی گیس کو اندر بھر کر غبارہ اڑایا گیا، اڑ تو گیا۔ مگر چلانے اتارنے چڑھانے، تیز کرنے اور رفتار کم کرنے کی گتھیاں اور الجھ گئیں۔

مگر بھاپ کی کلیں جیسے ہنری جیکر نے ایجاد کرکے اپنے غبارے میں لگایا تھا اور وہ ہاتھ کی کل جو دوپوے ڈوملو نے بنایا تھا۔ان کی جگہ بجلی کی کلیں بن گئی ہیں۔

ٹیسانڈنے بجلی کا ایک مخزن (ڈائنمو) بنا کر اپنے غبارے میں لگایا۔ایک سکنڈ میں چار میٹر کی رفتار ہوگئی پھر کپتان کریپ رودٹر نے بارہ گھوڑوں کی طاقت والی بجلی کی کل نکالی اور اب غبارہ ایک سکنڈ میں ۶½ میٹر چلنے لگا۔

غبارہ بازی کا شوق اب بہت زیادہ ہوگیا۔رنگ رنگ کی کلیں بننے لگیں۔مگر ابھی کلیں نہیں بن سکیں جو غبارے میں لگائی جائیں اور ہوا سے ہلکی بھی رہیں۔امریکہ والوں نے اور تمام قوموں سے زیادہ محنتیں کیں۔اور ایک مشہور انجنیر نے بجلی کی ایک ایسی مشین نکالی جو اوسط کے غبارے میں لگادی جاتی تھی تو غبارے کی رفتار ایک سکنڈ میں ایسے بیس میٹر تک ہوجاتی تھی۔

اب کیا تھا ولڈن کلب کے صدر نے موجد سے ایجاد کے حقوق مول لے لئے۔اور مشہور انجنیر ہنری ٹنڈر کی نگرانی میں ایک نہایت مکمل اور مضبوط غبارہ بنانے کا کام ہونے لگا۔

امریکہ کے دھنی لوگ ایسے کاموں کے لئے اپنی اپنی تھیلیاں بہت جلد کھول دیتے ہیں جن سے وطن کی خدمت ہو اور عام طور پر فائدہ پہنچے۔کمپنی کے کھلتے ہی چاروں طرف سے ہن برسنے لگا اور کام شروع ہوتے ہی ۳ لاکھ فرانک کی پونجی اکٹھا ہوگئی۔

ہنری ٹنڈر کو غبارہ بنانے میں بڑی مہارت تھی۔وہ پہلے تجربے میں زمین سے بارہ ہزار میٹر اونچا ہوا میں اُڑا اور اپنے غبارے کو ٹھیک ٹھکانے سے اُتار لایا۔اس نے دوسری دفعہ نیویارک سے سان فرانسکو تک کا سفر ہوا میں کیا۔تیسری بار اس کا غبارہ ڈیڑھ ہزار میٹر کی اونچان سے گرا مگر اس نے ایسی پھرتی کی کہ صاف بچ گیا۔صرف ایک پاؤں میں ذرا سا لنگ آگیا۔

ٹورنر کے نامی گرامی کارخانے میں ایک بہت بڑا غبارہ بننے لگا۔اس سے پہلے اتنا بڑا غبارہ اور کسی نے نہیں بنایا تھا۔اس کی قوت اور طاقت اس طرح جانچی جاتی تھی کہ اندر ہوا ٹھونس ٹھونس کر بھرتے تھے اور دیکھتے تھے کہ کتنا مضبوط ہے۔

ٹنڈر نے ۱۸۷۵ء میں جو غبارہ بنایا تھا وہ چھ ہزار میٹر مکعب، جیرڈن ڈنر کا غبارہ بیس ہزار میٹر مکعب اور جیکر کا غبارہ جو ۱۸۷۸ء کی نمائش میں اُڑایا گیا تھا ۳۰ ہزار میٹر مکعب کا تھا مگر ولڈن کلب کے اس غبارے کا حجم چالیس ہزار میٹر مکعب ہے تو پھر کیا بیجا ہے کہ کلب کا صدر اور اس کے دولت پھولے پھالے غبارے ہی کی طرح خوشی کے مارے اپنے کپڑوں میں پھولے نہیں سماتے۔

اس غبارہ کا نام گوا ہڈ رکھا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ آگے بڑھنے والا ہے۔اگر قسمت لڑ گئی اور

بجلی کی کل جو اس میں لگی ہوئی ہے خوفناک ہواؤں سے برابر کی لڑائی لڑ لگی تو سب کو کہنا پڑیگا کہ جیسا نام ویسا ہی کام ہے۔

اس غبارے کے سفر کرنے میں صرف سات دن کی دیر تھی۔ اسی لئے روزانہ ولڈن کلب میں اس کی اچھائیوں اور برائیوں کے متعلق زور شور سے بحثیں ہوتی رہتی تھیں۔ آج جو بحث ہم نے شروع میں سُنی ہے وہ پنکھا لگانے کے بارے میں تھی۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ پیچھے ہونا چاہیئے کچھ کہتے تھے آگے لگنا چاہیئے۔

بات ایسی بڑھی کہ تکرار سے حجت اور حجت سے گالی گلوچ پھر ہاتھا پائی اور پھر لکڑیوں کی مار پیٹ شروع ہوگئی۔ قریب تھا کہ خوب گتھم گتھا ہو جاتے۔ لات گھونسے کی ٹھہرے۔ مگر یکا یک کوئی بات ایسی ہوئی کہ مجلس کا رنگ ہی بدل گیا۔

بات یہ ہوئی کہ کلب کا ایک نوکر دکھائی دیا۔ وہ سیدھا بڑھتا ہوا صدر کے پاس آیا اور ایک ملاقاتی کارڈ پیش کیا۔

صدر۔ ایک اجنبی ہماری مجلس میں آنا چاہتا ہے۔

سب (ایک ساتھ) نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ ناممکن ہے۔

اس اجنبی نے اپنے ملاقاتی کارڈ میں لکھا ہے "میرے پاس ایسی دلیلیں ہیں جن سے میں اس خیال کو غلط ثابت کردونگا کہ غبارے اپنی مرضی کے موافق ہوا میں اُڑائے جا سکتے ہیں۔

کلب میں ایک نیا تلاطم مچ گیا۔ اور سب نے چیخ کر کہا۔

یہ کون ہے بے تمیز گستاخ۔ اندر آئے تو ہم بھی دیکھیں۔ (باقی آئندہ)

شاگردانِ حضرت داغ رح دہلوی

اُستادِ جہاں فصیح الملک نواب داغ دہلوی کے شاگردوں میں دو حضرات باغ تخلص فرماتے ہیں۔ایک تو بانس بریلی والے کاظم علی باغ اور دوسرے قصبۂ سنبھل ضلع مُرادآباد والے فضل رب صاحب باغ ہیں۔جناب باغ بریلوی کو میں نے اپنے قیام حیدرآباد میں دیکھا تھا۔اور آج کل بھی اُنکا قیام وہیں ہے۔حضرتِ داغ دہلوی کے جنت نشیں ہونے پر شاگردانِ حضرت داغ آپس میں "جانشینی" کے لئے جھگڑنے لگے اور کئی شاگردانِ حضرت داغ نے اپنے اپنے ناموں کے ساتھ جانشین حضرت داغ لکھنا شروع کیا۔اِس جھگڑے نے اسقدر طول کھینچا کہ مجبوراً نواب سراج الدین احمد خاں صاحب سائل دہلوی مدظلہٗ شاگرد و برادر زادہ حضرتِ داغ رح کو اخباروں میں حضرتِ داغ دہلوی کی جانشینی کا اعلان شائع کرنا پڑا۔اور صحیح جانشین حضرت داغ رح۔اُستادی تاج الشعرا جناب نوح ناروی روحی لہٗ الفدا قرار پائے۔حضرتِ نواب سائل مدظلہٗ دہلوی کے فرمان کو اخبار میں پڑھ کر میری زبان سے بے ساختہ تاریخی مادّہ نکل آیا۔"جانشینِ داغ رح۔نوح ناروی کا ہے لقب"۔اب بھی کئی حضرات اپنے نام کے ساتھ جانشینِ حضرتِ داغ دہلوی لکھتے ہیں مثلاً حضرتِ بے خود[۱] شاعر دہلوی[۲] مہر گوالیاری[۳] باغ بریلوی۔باغ سنبھلی وغیرہم۔اِن سے پیشتر یہ حضرات لکھتے تھے۔جناب رسا سکندرآبادی بلند شہری۔بسمل شاہجہانپوری۔نسیم بھرتپوری۔بے خود بدایونی۔نسیم ہلسوی عظیم آبادی۔یوں تو ہر شاگردانِ داغ اپنے آپ کو جانشینِ داغ رح سمجھ اور لکھ سکتا ہے۔کوئی قانونی گرفت تو ہے نہیں۔لیکن دیکھنا یہ ہے کہ صحیح جانشینیٔ داغ کا اطلاق حضرت نوح ناروی مدظلہٗ کے علاوہ کس پر ہوتا ہے؟ لوگوں کو کلام نوح سُن کر جب تک تخلص نہ آئے کلامِ داغ کا دھوکا ہوتا ہے۔یہی حضرتِ نوح ناروی مدظلہٗ کی جانشینِ حضرتِ داغ دہلوی ہونے کی زبردست دلیل ہے۔کیوں نہ ہو۔برسوں حیدرآباد میں رہ کر جناب داغ دہلوی کی جوتیاں سیدھی کی ہیں تب حضرتِ اُستاد نوح ناروی مدظلہٗ کو اللہ نے جانشین حضرتِ داغ دہلوی ہونے کا رتبہ عطا فرمایا ہے۔اب ناظرین رہنمائے تعلیم جناب باغ بریلوی کا کلام ملاحظہ فرمائیں۔ (ہارون ابن محمد انصاف سکرٹری بازار سنبلیس ایسوسی ایشن رنگون۔

کلام باغ بریلوی

(از سیّد کاظم علی صاحب بریلوی شاگرد حضرتِ داغ رح دہلوی)

کہتا ہے شوق۔کہدے اُن سے ہنسی ہنسی میں
جو آرزو ہے دل میں جو مدعا ہے جی میں

جلوہ ذرا دکھا دے محرابِ بیخودی میں
سجدے تڑپ رہے ہیں آغوشِ بندگی میں

تو یہ سمجھ رہا ہے عاشق سے دور تر ہوں
مجھ کو یقیں ہے اِس کا تو جذب ہے مجھی میں

اچھا جو تو نہیں ہے اے مُسکرانے والے
پھر کون ہنس رہا ہے کھلتی ہوئی کلی میں

صورت گرِ ازل کی نیرنگیاں تو دیکھو
ظاہر بھی ہے مجھی سے پنہاں بھی ہے مجھی میں

افسانۂ جوانی اے باغ ہے تو اتنا
دیکھا تھا خوابِ دلکش اک بار زندگی میں

(مرسلہ انصاف از رنگون)

اولمپک ٹورنامنٹ

گورنمنٹ ہائی سکول سرگودھا کے معزز ہیڈ ماسٹر جناب سید صغر علی صاحب بی اے بی ٹی نے اپنے سکول کے طلبا کی واقفیت عامہ بڑھانے کے لئے ایک نہایت ہی عمدہ اور زریں تجویز فرمائی ہے۔ وہ یہ کہ ہر ہفتے سوموار کے دن ایک عام جلسہ سکول کے اساتذۂ کرام و طلبا کا منعقد کیا جائے جس میں کوئی اُستاد صاحب یا کوئی طالب علم ایک مضمون زبانی پڑھ کر سُنائے یہ مضمون عام واقفیت کے متعلق ہوگا۔ میرے خیال میں یہ ایک نہایت مفید اور مبارک اقدام ہے جو طلبا کی بہتری کے لئے اُٹھایا جا رہا ہے۔ اس سے انکی واقفیت میں ترقی کے علاوہ ان میں بولنے کی طاقت بھی پیدا ہوگی۔ جو انہیں عملی زندگی میں کارآمد ثابت ہوگی۔ یہ مضمون اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ جسے سید ولایت شاہ ایس وی منشی فاضل سکرٹری جلسہ مذکور نے بیان کیا۔ مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۳۲ء

عزیز طالب علمو! مدت سے یہ ٹورنامنٹ ہندوستان میں ہو رہے ہیں۔ تقریباً ہر سال بڑے بڑے شہروں میں منعقد ہوتے ہیں۔ اور ملک کے نوجوان بڑے ذوق و شوق سے حصے لیتے ہیں۔ لفظ "اولمپک ٹورنامنٹ" عام ہو چکا ہے اور اخباروں۔ اشتہاروں اور دیگر ذرائع سے ہر ایک انسان کے کان تک پہنچ چکا ہے۔ لیکن اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ کے سوا بہت کم لوگ ہیں۔ جو یہ جانتے ہونگے کہ اس ٹورنامنٹ کا نام اولمپک کیوں رکھا گیا؟ اولمپک کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ میں آج اپنے مضمون میں انہی باتوں کی تشریح کرونگا غور سے سنو گے تو تمہاری واقفیت میں گرانقدر اضافہ ہوگا۔ قاعدہ ہے کہ جب کوئی کسی نئی چیز کو دُنیا کے سامنے پیش کرے اُسے عام قبولیت کے درجہ تک پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔ تو اسے کسی مشہور چیز سے منسوب یا کسی معروف نام سے موسوم کیا جاتا ہے تاکہ لوگ اس چیز یا نام کی سابقہ شہرت کے طفیل اس نئی چیز کی طرف فوراً متوجہ ہوں۔ اور اسکا بصد شوق خیر مقدم کریں۔ میرے خیال میں اس ٹورنامنٹ کا یہ نام بھی اسی واسطے رکھا گیا ہے۔ مغربی ممالک کے مدبروں نے جسمانی قوتوں کو برقرار رکھنے کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے جب یہ تحریک پیش کی کہ ہر تیسرے سال مغربی ممالک میں ایک ایسا ٹورنامنٹ ہوا کرے جس میں تمام دُنیا کے جوان مقابلہ کر سکیں۔ تو اس کا نام اولمپک رکھ دیا۔ کیونکہ اس نام کے ٹورنامنٹ بڑے مشہور اور کامیاب ہو گذرے تھے اور کسی زمانے میں بڑی شان و شوکت سے ہوتے رہے تھے جن کی تشریح یوں ہے۔

بہت پُرانے زمانے میں یونان کے ایک مشہور شہر "اولمپیا" میں "ذی اوس" بُت جو اہل یونان کے خیال کے مطابق تمام بتوں کا باپ تھا۔ کے اعزاز میں ہر پانچویں سال ایک تہوار منایا جاتا تھا۔ جس میں شاہ سے گدا تک ہر فرد بشر شامل ہونا مذہبی فریضہ خیال کرتا تھا۔ ایسے موقع کا نقشہ تصور میں لایا جائے تو ہر ایک آدمی اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس تقریب پر کسقدر خلق خدا جمع ہوتی ہوگی۔ نیز چونکہ ہر ایک آدمی کا خیال اور مذاق علیحدہ ہوتا ہے۔ لہذا کسقدر مختلف خیال اور مذاق والے لوگ جمع ہوتے ہونگے۔ ایسے موقع پر مختلف قسم کی دلچسپیوں کے سامان پیدا ہونے ضروری تھے چنانچہ وہاں گوناگوں تماشے اور نظارے دکھائی دیتے تھے۔ لیکن ان تمام میں جو چیز نمایاں حیثیت رکھتی تھی وہ ایک ٹورنامنٹ تھا جس میں تمام ملک کے نوجوان بلا قید عمر مقابلے کیا کرتے تھے۔

یونان کے مدبروں نے اس پانچ سالہ مجمع کو غنیمت سمجھا۔ اور اس بات کو محسوس کیا کہ جہاں یونانی مذہبی امور میں نہایت شوق سے حصہ لیتے ہیں۔ وہاں اگر جسمانی طاقتوں کی برقراری اور انکی نشو و نما کے لئے بھی کوشاں رہیں تو فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ وہ جانتے تھے کہ وہی ملک اور قوم دُنیا میں فائز المرام ہے جس کے افراد تندرست۔ توانا اور تنومند ہوں۔ جن لوگوں کی صحت درست نہیں ہوتی وہ ہمیشہ پست ہمت۔ کمزور دل اور ضعیف الدماغ ہوتے ہیں۔ دنیا میں ذلت کی زندگی گذارتے ہیں۔ اور علم جیسی بیش قیمت نعمت سے محروم رہکر تہذیب اور شائستگی کے زیور سے مزین نہیں ہوتے۔ اس واسطے انہوں نے اس غرض کو پورا کرنے کے لئے اس موقع پر ایک ٹورنامنٹ کرنیکا فیصلہ کیا جس میں مختلف فاصلوں کی دوڑوں۔ چھلانگوں۔ کبڈی۔ نیزہ بازی اور کشتیوں کے مقابلے ہوا کرتے تھے۔

جو آدمی مقابلوں میں بازی لے جاتے تھے۔ لوگ ان کے سروں پر زیتون کے پھولوں کے تاج اور گلے میں ہار پہنا کر جلوس نکالا کرتے تھے۔ بادشاہ و اُمراء و زراء کی طرف سے پُر تکلف دعوتیں دی جاتی تھیں۔ ملک کے اندر وہ خوش نصیب با اقبال اور شریف انسان تصور ہوتے تھے۔ گورنمنٹ کی طرف سے انکو خطابات ملتے تھے اور خاص مراعات کے مستحق سمجھے جاتے تھے۔

جب فاتح اپنے گھروں کو واپس ہوتے تھے تو اس علاقے کے لوگ انکا استقبال کرتے۔ انکی خوشنودی کے لئے جلوس نکالتے۔ دعوتیں دیتے اور مجلسیں قائم کر کے ان کی تعریف و توصیف کرتے تھے۔ ملک کے نوجوان جب ان کی اس قدر عزت و توقیر دیکھتے تو انکے اندر صدہا جوش اور ولولے پیدا ہوتے۔ اور اپنے جسم کی خوب نشو و نما کر کے مقابلوں میں شریک ہوتے اور گوہر مقصود سے دامن بھرتے۔ اس ٹورنامنٹ کا نام اولمپک ٹورنامنٹ تھا۔ اور یہ اس واسطے تھا کہ اولمپیا میں ہُوا کرتا تھا۔

آجکل جو اولمپک ٹورنامنٹ ہوتے ہیں۔ وہ دراصل اس بڑے ٹورنامنٹ کی تیاری کے لئے ہیں۔ جو ہر تیسرے سال مغربی ممالک میں کسی جگہ ہوتا ہے اور جس میں تمام دُنیا کے چیدہ چیدہ کھلاڑی حصہ لیتے ہیں۔ اب یہ اولمپیا میں نہیں ہوتا۔ اولمپک نام صرف اس نام کی شہرت کے باعث ہے یا یوں کہو۔ کہ وہی ٹورنامنٹ جو صرف اولمپیا میں ہوتا تھا۔ اس کا اثر اتنا عالمگیر ہُوا کہ رفتہ رفتہ تمام دُنیا کے لوگوں نے اسے مفید سمجھا۔ اور اسے ایک بہترین صورت دیکر تمام دُنیا کے لئے ایک متحدہ ٹورنامنٹ قائم کیا۔

تم یہ سُن کر خوش ہو گے کہ اس ٹورنامنٹ میں ہندوستان کی طرف سے بھی مقابلہ کرنے والے جاتے رہے ہیں۔ اس دفعہ بھی گئے ہیں اور اس شان سے گئے ہیں کہ دُنیا کو محو حیرت کر دیا۔ ہاکی کے میچ ہندوستانی ٹیم نے ایسی خوبی اور صفائی سے کھیلے ہیں کہ مدت تک دیکھنے والے متاثر رہینگے۔ ان کے مقابلے میں تمام دُنیا کی ٹیمیں نیچا دیکھتی رہی ہیں۔ اور ہندوستانی ٹیم پوری کامیابی کے ساتھ واپس تشریف لے آئی ہے۔ دوسری کھیلوں میں ہندوستان کو کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ اُمید ہے۔ آئندہ مادرِ ہند کی گود میں ایسے نوجوان بھی پرورش پائینگے جو دنیا کو دکھا دینگے۔ کہ ہم دوسری جسمانی قوتوں میں بھی کسی سے پیچھے نہیں۔

پیارے طالب علمو! طاقتور۔ باصحت اور خوبصورت جوانوں کی ہر زمانے میں قدر و منزلت ہوتی رہی ہے اور آئندہ بھی ہوتی رہے گی یہ امر کسی خاص زمانے سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ ہر زمانے میں ہر گورنمنٹ کو ان کی ضرورت ہے۔ آجکل بھی گورنمنٹ کے ہر محکمہ میں جب کسی نئی آسامی کو پُر کرنا ہوتا ہے تو افسرانِ مجاز اُمیدواروں سے سب سے پہلا سوال جو کرتے ہیں وہ یہی ہوتا ہے کہ تم کس کھیل میں حصہ لیتے ہو۔ کامیابی اسی کو حاصل ہوتی ہے۔ جو مضبوط۔ توانا اور باصحت ہو۔ اسی سے اس کی اہمیت کا اندازہ لگا لو۔ تم ابھی بچے ہو۔ اپنے بدن کی نشو و نما کر کے اسے بہت بڑے درجے تک پہنچا سکتے ہو۔ اور یہ کوئی مشکل بات نہیں۔ کہ ایک دن تم بھی اسی کی طفیل ملک کے نامور اشخاص میں شمار ہونے لگو۔ کیونکہ تمام ترقیوں کا مدار صحت کی درستی پر ہی ہے۔ علم تمام ترقیوں کی بُنیاد ہے۔ لیکن یہ بھی کما حقہٗ اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے۔ جبکہ انسان کی صحت اچھی ہو۔ لہذا ورزش جسمانی کو تمام ترقیوں کی جڑ سمجھ کر اس کی طرف پوری پوری توجہ دینی چاہئے۔ اور سکول میں جو کھیلیں رائج ہیں۔ ان میں پوری دلچسپی سے حصہ لے کر اپنے لئے وسیع میدان پیدا کیجئے۔

سید ولایت شاہ منشی فاضل ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول سرگودھا

ہمارے محترم دوست جناب عابد صاحب شاہجہانپوری رسالہ ہذا کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:-

"آپ کا رسالہ تعلیمی اور ادبی حیثیت سے ایک کامیاب اور ممتاز رسالہ ہے۔ ملک میں وقعت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ آپ کی مساعی جمیلہ پر آپ کو مبارک باد دیتا ہوں۔"

عابد شاہجہانپوری

خیالاتِ عزیز

(لسان الہند مرزا عزیز لکھنوی)

نہ ہوئی ہم سے شب بسر نہ ہوئی
کس سے پوچھیں کہ کیوں سحر نہ ہوئی

اے مرا حال پوچھنے والے
تجھ کو اب تک مری خبر نہ ہوئی

ہم اُسی زندگی پہ مرتے ہیں
جو یہاں چین سے بسر نہ ہوئی

روح عالم میں پھونک دی تو کیا
میری جانب تو اک نظر نہ ہوئی

اُف مرے غمکدہ کی تاریکی
آپ آئے بھی تو سحر نہ ہوئی

دل نے دُنیا نئی بدل ڈالی
اور ہمیں آج تک خبر نہ ہوئی

ہجر کی رات کاٹنے والے
کیا کرے گا اگر سحر نہ ہوئی

خوش رہیں وہ یہ مدعا تھا عزیز
نہ ہوئی زندگی بسر نہ ہوئی

جذباتِ صبا

زباں بنی ہے مری خوبیٔ بیاں کے لئے
اثر بنا ہے مرے غم کی داستاں کے لئے

کرینگے سعی کبھی عمرِ جاوداں کے لئے
ابھی تو مرتے ہیں ہم مرگِ ناگہاں کے لئے

نیازِ عشق نے در در کی خاک چھنوائی
جو شوقِ سجدہ بڑھا تیرے آستاں کے لئے

بہار آئی ہے تو باغباں گھمنڈ نہ کر
بہاریں آتی ہیں اس باغ میں خزاں کے لئے

چمن میں عیش کے لیکر چلے ہو تم جو غزل
صبا یہ پھولوں کی نذر اور گلستاں کے لئے

(صبا اورنگ آبادی)

ڈرامہ

جوڈتھ

تاریخ ارض یہود کا ایک زرّیں ورق

مترجمہ

(جناب ایم سراج الدین احمد نظامی)

اشخاص

عبرانی

جوڈتھ
ہیگتھ - جوڈتھ کی کنیز
راحیل
اوزیاس - حاکم بتھولیا -
چابرس } دو معمر شہری
چارمس }
ایک سپاہی
ایک قاصد

اسیری

ہولوفرنیس - اسیری افواج کا سپہ سالار
باگوس - ہولو فرنیس کا خواجہ سرا
اچیبر - ایک سردار
انگر - ایک سپاہی
باگوس کا ایک خادم

پہلا باب

(سرزمین یہودیہ کے شہر بتھولیا کا ایک بازار، بتھولیا ایک پہاڑی پر آباد ہے جس پر سے جنوب مغرب کی جانب وادی یزرعیل کا وسیع علاقہ نظر آتا ہے، پُشت کی جانب شہر کا دروازہ ہے جس کی وجہ سے باہر کا منظر دکھائی نہیں دیتا۔ دائیں طرف جوڈتھ کا مکان ہے جس کی چھت پر ایک شامیانہ ہے، بائیں طرف اور مکانات ہیں۔ جن کے وسط میں ایک چبوترا ہے۔ جہاں سے باہر کا میدان نظر آتا ہے۔

زمانہ - پانچویں صدی قبل از مسیح - **وقت** - شام

(اوزیاس بازار میں کھڑا ایک چرمی بوتل سے پانی پی رہا ہے، بائیں طرف پشت کی جانب سے چابرس داخل ہوتا ہے)

اوزیاس - (جلدی سے بوتل کو لباس میں چھپاکر) بوڑھے میاں تمہیں دیکھے تو کئی سال ہو گئے، تم پہرہ داروں کی آنکھ سے کس طرح بچے!

چابرس - بوڑھے میاں؟ کیا میں بوڑھا ہوں؟ میں تو ابھی سو سال کا بھی نہیں ہوا - اور تم کون ہو؟

اوزیاس - میں اوزیاس ہوں -

چابرس - اچھا تم اوزیاس ہو، ازبن کے بیٹے! اس سے پہلے کہ تمہارا باپ چلنے پھرنے کے قابل ہو میں اُسے اپنی گود میں لے کر کھلایا کرتا تھا، اُس کے اندر شرارت کوٹ کوٹ کر بھری تھی -

اوزیاس - آج تمہیں کونسی اہم بات اپنے مکان سے باہر نکال لائی؟ کیا تم پھر کوئی پیشگوئی کرنے آئے ہو؟

چابرس - میں نے پیشگوئی کرنا ترک کر دیا ہے -

اوزیاس - ہاں یہ ایک ایسا پیشہ ہے جس میں مہلک خطرات کا سامنا ہوتا ہے -

چابرس - میں اب اپنی نہ ختم ہونے والی زندگی تنہائی اور تفکرات میں گزارتا ہوں -

اوزیاس - ہاں یہ اچھی بات ہے، آہ بوڑھوں کی عقل قابل داد ہے!

چابرس - اور تم کیا کام کرتے ہو بچہ!

اوزیاس - کیا تمہیں کسی نے نہیں بتایا؟

چابرس - میں اپنی بیٹی کی پوتی کے سوا کسی سے نہیں ملا - اور اُسے میں نے گفتگو کرنے سے منع کر دیا ہے، کیونکہ وہ عورت ہے، اور عورت کی زبان تفکرات کے لئے زہر قاتل ہے، اس لئے مجھے کون بتاتا؟

اوزیاس - میں تھولیا کے عظیم الشان شہر کا حاکم ہوں -

چابرس - تم اس شہر کے ذمہ دار ہو؟ **اوزیاس** - ہاں -

چابرس - اب میں اپنی بدقسمتی کو سمجھا! میں نے تمہاری والدہ سے بالکل سچ کہا کہ شریر بچوں سے لاولد مر جانا بہتر ہے -

اوزیاس - آہ بوڑھوں کا فیصلہ بھی کیا عمدہ ہوتا ہے!

چابرس - تم نے مجھ سے پوچھا تھا کہ آخر کونسی اہم بات مجھے مکان سے باہر لے آئی -

لو میں تمہیں بتاتا ہوں، پیاس! پیاس نے مجھے اپنے مکان سے باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے، ہر روز دونو وقت میری پڑپوتی دال اور پانی سے میری تواضع کرتی ہے - پانچ روز سے وہ مجھے پانی کم دے رہی ہے - اور آج - آج تو ایک قطرہ بھی نہیں دیا! تم بتاؤ کیا کوئی شخص پانی کے بغیر دال کھا سکتا ہے؟ آدھ گھنٹہ ہوا میں اُس کے پاس وجہ

دریافت کرنے گیا۔ وہ بیچاری بستر پر تڑپ رہی تھی اور دیوانوں کی مانند کہہ رہی تھی کہ اُس نے خود تین دن سے پانی نہیں پیا۔ اور بتھولیا میں پانی کہیں نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ میں اپنے مکان سے نکل کر اُس شہر کے بازار میں آ گیا جو اپنے ٹھنڈے چشموں کے لئے مشہور ہے، جو کبھی بند نہیں ہوئے۔ اور سنو! میں اِس شہر کے حاکم سے ملا اور وہ اوزیاس ہے! اوزیاس! لوگ اُس شخص کا سات دن تک ماتم کرتے ہیں جو مر جائے، لیکن ایک بدمعاش کا اُس کی زندگی بھر کرتے رہتے ہیں! ہاں تو بتھولیا میں پانی کیوں نہیں۔ میرے بچے! کیا تم نہیں جانتے کہ

اوزیاس ۔ تفکر اور تنہائی اچھی ہے بوڑھے میاں، کیا تم نہیں جانتے کہ سورج اور ستاروں نے زمین کے گرد گھومنا بند کر دیا ہے، اور دُنیا کے بادشاہ آمادۂ پیکار ہو گئے ہیں، لیکن تمہیں ان باتوں سے کیا، تمہیں تو سارا دن پیٹ کی پڑی رہتی ہے؟

چابرس ۔ مجھے تو صرف یہ معلوم ہے کہ میں پانی کے بغیر دال نہیں کھا سکتا!

اوزیاس ۔ بتھولیا محصور ہے۔　**چابرس** ۔ کس نے محصور کیا ہے؟　**اوزیاس** ۔ ہولوفرنس نے!

چابرس ۔ میں نے یہ نام پہلے کبھی نہیں سُنا، یہ کون ہے؟

اوزیاس ۔ بخت نصر کے سپہ سالار کا نام نہیں سُنا؟ کیا تم نے کبھی بخت نصر کا نام بھی سُنا ہے یا نہیں؟

چابرس ۔ ہاں کچھ کچھ یاد سا معلوم ہوتا ہے۔

اوزیاس ۔ (چبوترے کی سیڑھیوں پر کھڑا ہو کر) اِدھر آ کر دیکھو! ایک لاکھ بیس ہزار پیادہ سپاہی، بارہ ہزار سوار، رسد کے لئے بیشمار بیل اور بھیڑیں، بیس ہزار گدھے، بار برداری کے لئے بیشمار اونٹ، اور بہت سا سونا چاندی جو پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔

چابرس (نیچے اُترتے ہوئے) بخت نصر اِس بات کے پیچھے کیوں پڑا ہے؟ بتھولیا نے اُسے کیا تکلیف دی ہے؟

اوزیاس ۔ بڑی تکلیف دی ہے! بخت نصر نے خدائی کا دعوےٰ کیا ہے، وہ چاہتا ہے کہ تمام اقوام اور قبائل اُس پر ایمان لے آئیں۔ سوائے یہودیہ کے اُس نے ساری دُنیا فتح کر لی ہے، بتھولیا یہودیہ کا دروازہ ہے، اور بتھولیا ہی نے اُس کے اِس دعوے پر کان نہیں دھرا، اس لئے اب وہ ازحد غضبناک ہو رہا ہے اور ہولوفرنیس اُس کے غیظ و غضب کا آلۂ کار ہے۔

چابرس (سیڑھیوں پر کھڑا ہو کر اور دیکھ کر) ہاں تو تم نے کتنی تعداد بتائی تھی؟

اوزیاس ۔ ایک لاکھ بیس ہزار پیادہ فوج اور بارہ ہزار سوار!

چابرس ۔ تو پھر یہ ایک فیصلہ کُن اور آخری جنگ ہوگی۔　**اوزیاس** ۔ کیوں؟

چابرس ۔ کیوں؟ ظاہر ہے کہ جنگ اِس پیمانہ پر جاری نہیں رہ سکتی، اور اگر رہے تو نسلِ انسانی تباہ ہو جائیگی۔

بخت نصر نے تو جنگ کو تمسخر سمجھ رکھا ہے۔

اوزیاس۔ (علیحدہ) اسے ایک بیوقوف بوڑھے کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

چابرس۔ (چبوترے سے نیچے اتر کر اپنے دل سے) بات اصل میں یہ ہے کہ میں پانی کے بغیر دال نہیں کھا سکتا۔ (اوزیاس سے) اور بتھولیا میں تو اتنے چشمے ہیں کہ سارے یہودیہ میں نہیں!

اوزیاس۔ وہ سب کے سب دامن کوہ میں ہیں۔ اور ہولوفرنیس نے اُن پر قبضہ کر رکھا ہے'

چابرس۔ تو پھر یہ جنگ نہیں۔ **اوزیاس**۔ یہ جنگ ہے۔

چابرس۔ نہیں نہیں! میرے زمانے میں سپاہی بڑی عمدگی سے لڑا کرتے تھے۔

اوزیاس۔ اور ایک دوسرے کو قتل کیا کرتے تھے، لیکن ہولوفرنیس ایک بلند مقام کو حاصل کرنے کے لئے ہزاروں جانیں کیوں قربان کرے، جبکہ وہ اپنے عساکر کو آرام سے بٹھا کر وہی نتیجہ حاصل کر سکتا ہے؟

چابرس۔ اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ یہ جنگ نہیں۔ ایک مرتبہ میں نینوا گیا' یہ بڑا عظیم الشان شہر ہے' اور جب میں نے وہاں کے نئے نئے احمقانہ طریقے دیکھے تو میں سمجھ گیا کہ قیامت نزدیک ہے' اب معلوم ہؤا کہ میں سچا تھا تین ہزار پانسو سال کا عرصہ ہؤا جب خدا نے آدم اور حوا کو پیدا کیا۔ ہاں ہاں بڑا عرصہ ہو گیا ہے! لیکن پانی کے بغیر دال کا کیا لطف؟ مجھے ضرور پانی ملنا چاہئے!

اوزیاس۔ ہولوفرنیس کو چشموں پر قبضہ کئے چونتیس دن ہو گئے ہیں۔ اگر تمہیں کل تک پانی ملتا رہا ہے تو تمہاری پڑپوتی ضرور پیاسی ہے' میں نے ہر شخص کو تول تول کر پانی دیا ہے' لیکن اب برتن خالی پڑے ہیں اور مرد و زن پیاس سے بیتاب ہو ہو کر بازاروں میں بیہوش ہو رہے ہیں۔ بتھولیا میں اب پانی کا ایک قطرہ نہیں! کیا غریب کیا امیر ہم سب کی حالت یکساں ہے؟

چابرس۔ تو پھر مجھے اپنی بوتل سے پلا دو۔ **اوزیاس**۔ کونسی بوتل؟

چابرس۔ میں نے آتے ہوئے تمہیں بوتل کو اپنے ہونٹوں سے جدا کرتے دیکھ لیا تھا

اوزیاس۔ بوڑھے میاں تمہیں یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ ایک حاکم اعلیٰ کی حیثیت سے یہ میرا اولین اور ضروری فرض ہے کہ میں اپنی طاقت سنبھال رکھوں' کیونکہ اگر میں ہی کمزور ہو گیا تو شہر فوراً مغلوب ہو جائیگا۔ میرے بغیر آبادی ایک لمحہ تک مقابلہ نہیں کر سکتی' آبادی کیا ہے؟ انسان! حیوان! بھیڑیں! خرگوش! کیڑے' مکوڑے! **چابرس**۔ مجھے وہ بوتل دے دو۔

اوزیاس۔ وہ بھی اور برتنوں کی طرح خالی ہے۔

چابرس۔ مجھے دیدو ورنہ میں بازاروں میں شور مچا دونگا کہ تم نے پانی چھپا کر رکھا ہے (اوزیاس اُسے بوتل

دیتا ہے، چابرس پیتا ہے اوزیاس جلدی سے بوتل چھین کر چھپا لیتا ہے) آہ!
(جوڈتھ کے مکان کی چھت پر کوئی شخص نظر آتا ہے، اوزیاس چونکتا ہے)

چابرس۔ اوپر کون ہے؟ **اوزیاس**۔ کوئی نہیں۔ **چابرس**۔ یہ مکان کس کا ہے؟

اوزیاس۔ مراری کی بیٹی جوڈتھ کا۔

چابرس۔ اچھا مراری بن آکس بن اوزعیل۔ اوزعیل اور میں دونو بڑے کھلنڈرے لڑکے تھے۔ اوزعیل بن رافائیم بن الیاب بن نتھانیل بن۔

اوزیاس۔ بوڑھے میاں تمہارا حافظہ بڑا خطرناک ہے۔ بس اب جانے دو۔

چابرس۔ پانی نے مجھے زندہ کر دیا ہے، ہاں تو مراری نے شادی کی اور یہ لڑکی پیدا ہوئی، یہ کس قسم کی عورت ہے؟

اوزیاس۔ یہ مناسس کی بیوہ ہے جو فصل ربیع میں گرمی کی شدت سے لاولد مر گیا تھا، یہ بڑی امیر عورت ہے۔ کیونکہ مناسس اپنے بعد بہت سا سونا، چاندی، غلام، کنیزیں، بھیڑیں اور اراضی چھوڑ گیا ہے، تین سال چار ماہ سے وہ اپنے مکان میں بیوہ بیٹھی ہے اور کبھی باہر نہیں نکلی، سارے شہر میں کوئی نہیں جو اُسے ناشائستہ الفاظ سے یاد کرے، کیونکہ وہ خدا سے بہت ڈرتی ہے اور ہر وقت عبادت میں مشغول رہتی ہے۔

چابرس۔ ہاں، لیکن وہ کس قسم کی عورت ہے؟ **اوزیاس**۔ وہ از حد حسین ہے اور دیکھنے کے لائق!

چابرس (اپنے آپ سے) ہاں تو وہ اس قسم کی عورت ہے!

اوزیاس۔ اور وہ بنی اسرائیل کی رسومات کے چند دنوں کے سوا باقی سارے دن روزہ رکھتی ہے۔

چابرس۔ تم اُس کی زندگی میں بڑی دلچسپی لیتے ہو، کیا وہ بہت خوبصورت ہے؟

اوزیاس۔ ہاں وہ بہت خوبصورت ہے؟

چابرس۔ تو پھر یہ وہی تھی جس نے ایک لمحہ ہوا شامیانہ میں سے جھانکا تھا۔

اوزیاس۔ بوڑھے میاں تمہاری آنکھیں بڑی تیز ہیں۔

چابرس۔ یہ سب پانی کی بدولت ہے!

اوزیاس۔ کہتے ہیں کہ وہ ہر روز اس وقت ہوا کھانے اپنے شامیانہ میں آتی ہے۔

چابرس۔ اور یہی وجہ ہے کہ تم یہاں کھڑے ہو۔

اوزیاس۔ نہیں، میں شہر کو بچانے کی تدابیر پر غور کر رہا ہوں، اور اس چبوترے پر سے اسیریا کے عساکر کی نقل و حرکت کو بخوبی دیکھ سکتا ہوں۔

چابرس۔ یہ چبوترہ بنا ہے اور تم نے یہ اسیریا کے عساکر کو نہیں بلکہ جوڈتھ کو دیکھنے کے لئے بنایا ہے اور یہی

وجہ ہے کہ تم نے بازار کو خالی رکھنے کے لئے پہرہ مقرر کر رکھا ہے۔

اوزیاس۔ اور اگر ایسا ہی ہو تو پھر کیا؟ بوڑھے میاں تم اتنے بوڑھے ہو کہ تمہارے سامنے اعتراف کر لینا اچھا معلوم ہوتا ہے، جس طرح قبر سے راز باہر نہیں نکل سکتا اسی طرح تمہارے سینہ سے بھی نہیں نکل سکتا۔ اگر میں یہاں جوڈتھ کا حیران کُن حسن دیکھنے آیا ہوں تو اس میں ہرج کیا ہے؟

چابرس۔ ہرج کیا ہے؟ کیا تمہارا یہ مطلب ہے کہ تم تو یہاں کھڑے دیدہ بازی کرتے رہو اور بتھولیا کے باشندے پیاس سے مرتے رہیں؟

اوزیاس۔ اوہ! باشندے! باشندے کیا ہیں؟ چوہیاں! چوہے! کیڑے!

چابرس۔ تو پھر شہر کی قسمت کا فیصلہ ہے اور تم مایوس ہو چکے ہو؟

اوزیاس۔ مایوس؟ کیا میں مُردہ ہوں؟ کیا میں سڑی ہوئی نعش ہوں؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ بتھولیا فتح ہو جائیگا اور اُس کی فتح کے بعد میں قتل کر دیا جاؤنگا۔ لیکن بوڑھے دوست کیا تم نے کبھی خیال بھی کیا کہ موت ضرور دلچسپ ہونی چاہئے؟ یا مجھے غلام بنا لیا جائیگا۔ لیکن میں غلام بنوں یا نہ بنوں دونو حالتوں میں ہم دونو اکٹھے ہونگے۔

چابرس۔ کون کون؟

اوزیاس۔ میں اور جوڈتھ! دُنیا کی تاریخ معجزات سے لبریز ہے۔ ابھی جب تک میں زندہ ہوں اور زندگی کی گرم گرم سانس میرے سینے سے نکل رہی ہے۔ میں مسرت سے جھومتا ہوں اور مستقبل کی کشادگی اور۔ ایک حسین عورت!

چابرس۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ اب میں دال کھا سکتا ہوں۔

اوزیاس۔ یہاں بھی ایک عورت ہی کا سوال ہے!

(ایک آواز سُنائی دیتی ہے۔ راحیل دوڑتی ہوئی داخل ہوتی ہے جس کے پیچھے دو سپاہی ہیں۔ اُن کے پیچھے بتھولیا کے باشندوں کا ایک گروہ ہے۔ جن میں ایک معمر شخص چارمس بھی شامل ہے)۔

راحیل۔ تم مجھے خوفزدہ کر کے باہر کیوں نکل آئے دادا؟ اپنی عمر کو تو دیکھو! چلو ابھی میرے ساتھ واپس چلو۔

چابرس۔ یہاں بھی ایک عورت ہی کا معاملہ ہے!

اوزیاس۔ (غصہ کے ساتھ پہلے سپاہی سے) بدمعاش کیا میں نے حکم نہیں دیا تھا کہ بازار بند کر دیا جائے؟

سپاہی۔ عالیجاہ ان میں سے چند بلند مرتبہ معمر بزرگ ہیں اور اس لڑکی ——

راحیل (چابرس سے) ابھی چلو! (بیہوش ہو کر گر پڑتی ہے)

چابرس (چارمس کو راحیل کی طرف جاتا دیکھ کر سرد مہری سے) اِسے یہیں پڑا رہنے دو۔ یہ ابھی ہوش میں آجائیگی۔

اوزیاس (غصہ کے ساتھ سپاہی سے) اپنی اپنی جگہ پر واپس چلے جاؤ۔　(سپاہی چلے جاتے ہیں)

چارمس (اوزیاس کی طرف دیکھ کر اور راحیل کی طرف اشارہ کرکے) یہ چودھویں عورت ہے جسے پیٹنے پیاس کی بیتابی سے جان دیتے دیکھا گرتے
اوزیاس (ملائمت سے) افسوس! اسکے بعد تمہاری یا میری باری ہوگی، ہم سب کی یہی حالت ہے، لیکن اب کیا کیا جائے؟
(شہریوں کے گروہ سے مدہم آوازیں آتی ہیں "ہم بھی تو معلوم کرنا چاہتے ہیں" ہم اسی لئے تو آئے ہیں صرف ایک بات ہے جو کہی جاسکتی ہے)
اوزیاس (آرام سے) تم میں سے نمائندہ کون بنے گا؟ **چارمس** - ہم سب نمائندے ہیں! **اوزیاس** - یہ سب بچے بھی؟
چارمس - ہاں یہ بچے بھی! اپنی مصیبت کے باعث ہم سب نمائندے ہیں۔
اوزیاس - لیکن سب کے سب ایک ہی دفعہ نہ بولو۔ معزز چارمس کیا تم بولوگے؟ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں شہریوں کا ایک ادنےٰ خادم ہوں۔
چارمس - آقا اوزیاس اسرائیل کا خدا ہمارا تمہارا فیصلہ کریگا، کیونکہ تم نے ہمیں بہت دُکھ دیا ہے (لوگوں کی طرف تصدیق کے لئے دیکھتا ہے، سب سر ہلا کر تصدیق کرتے ہیں)۔
اوزیاس - دُکھ دیا ہے؟ میں نے؟ کیا میں نے نہیں کہا کہ میں شہریوں کا ایک ادنےٰ خادم ہوں؟
چارمس (استقلال سے) اور میں پھر کہتا ہوں کہ تم نے ہمیں بہت دُکھ دیا ہے، اس لئے کہ تم نے اسیریوں سے صلح کی کوئی گفت و شنید نہیں کی، اس وقت ہمارا کوئی یار و مددگار نہیں، اور اسرائیل کے خدا نے ہمیں اسیریوں کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے، ہمیں اُن کے سامنے پیاسا اور تباہ حال ڈال دیا گیا ہے، ہم مطالبہ کرتے ہیں (اردگرد دیکھتا ہے) ہاں ہاں ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ تم اسیریوں کو بلاؤ اور تمام شہر کو ہولوفرنیس اور اُسکے عساکر کی لوٹ مار کے لئے اُنکے حوالہ کردو۔ ہمارے لئے یہ بہتر ہے کہ ہمیں لوٹا جائے، بے عزت کیا جائے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم پیاسے جانیں دیدیں۔ ہم ہولوفرنیس کے غلام بن جائینگے تاکہ ہم زندہ رہیں اور اپنی عورتوں اور بچوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے مرتا نہ دیکھیں (ہجوم میں سے ایک عورت اپنا بچہ اُٹھا کر دکھاتی ہے، خاموشی، اوزیاس اِدھر اُدھر ٹہلتا ہے) ہم تمہارے خلاف زمین، آسمان، خدا اور اپنے آباو اجداد کے خدا کو گواہ بناتے ہیں جو ہمیں ہمارے اور ہمارے آباو اجداد کے گناہوں کے مطابق سزا دیتا ہے، اور تم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ شہر کو ہولوفرنیس اور اُسکے عساکر کے حوالہ کردو۔ (خاموشی) (اوزیاس آہستہ سے چبوترہ پر چڑھتا ہے)
اوزیاس - (ہجوم کو مخاطب کرکے) دوستو! معلوم ہوتا ہے کہ چارمس اپنی تقریر ختم کر چکا ہے۔ اُسکے الفاظ درد سے بھرے اور رحم سے لبریز ہیں، اس کے بعد اب کون بولیگا؟ میرے کان اُسکی آواز کے منتظر ہیں، (خاموشی) کوئی نہیں بولیگا؟ اچھا تو پھر توجہ سے سنو، بیشک چارمس کی تقریر بڑی پُر درد ہے، لیکن میرا دل بھی درد سے ناآشنا نہیں، میں بھی اپنی عورتوں، اپنے نوجوانوں اور بچوں کی حمایت کرتا ہوں اور چونکہ میرے دل میں درد ہے اس لئے میں دیو سیرت ہولوفرنیس کے سامنے کبھی مغلوب نہیں ہونگا، ہاں ہاں دیو سیرت ہولوفرنیس! یہ جنگ نہیں جو اُس نے شروع کی ہے! ایک مرتبہ پہلے بھی ہمارا غنیم اسرائیل کے بہادروں سے نبرد آزما ہو چکا ہے، اب وہ ہماری عورتوں اور بچوں کو پیاسا مار رہا ہے، ہولوفرنیس نے جنگ کے قدیم قواعد کو پس پشت ڈال کر

اپنے عساکر کی کثرت کے بل بوتے پر جنگ کو تمسخر سمجھ رکھا ہے دنیا کے لوگ دیکھ لیں گے کہ آئندہ جنگ کا کوئی قانون اور قاعدہ نہ رہیگا۔ اگر میں ہولوفرنیس سے دب جاؤں تو اسکا نتیجہ کیا ہوگا؟ یقیناً یہ ہوگا کہ وہ دیو جو ہمیں پیاسا مرتے دیکھنے کے لئے جم کر بیٹھا ہے ہمارے معصوم بچوں اور بوڑھوں کو قتل کر دیگا، ہماری عورتوں کی بے عزتی کریگا اور ہماری دوشیزہ لڑکیوں کی عصمت دری کریگا؟ مفتوح لوگوں کی غلامی اُسکے غضب کو مطمئن نہیں کر سکتی! تم ہی کہو کیا یہ باتیں ہونی چاہئیں؟ میں کہتا ہوں ہرگز ہرگز نہ ہونی چاہئیں۔ لیکن میں اہل بتھولیا کے ایک ادنے خادم اور اُنکے دلی جذبات کے ترجمان کے سوا کون ہوں؟ تم بزدل نہیں ہو، بھیڑیں نہیں ہو، خرگوش نہیں ہو، تمہارے مرد بہادر ہیں اور تمہاری عورتیں شیر کا سا دل رکھتی ہیں۔ تمہارے بغیر میں کسی کام کا نہیں ہوں اور اگر میں ہولوفرنیس کا مقابلہ کروں تو میری شجاعت تمہاری شجاعت اور میرا عزم تمہارا عزم ہے۔ چارمس نے اسرائیل کے خدا کا مقدس اور پیارا نام لیا ہے، بنی اسرائیل کو اپنا خدا فراموش نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اُس بزرگ و برتر نے اسرائیل کو کبھی فراموش نہیں کیا، بھائیو طاقتور بنو اور جرأت سے کام لو ہمیں پانچ دن اور صبر کرنا چاہئے، اگر یہ دن بھی یونہی گزر گئے اور اسرائیل کے خدا نے ہم پر رحم نہ کیا تو پھر میں معزز چارمس کے کہنے کے مطابق عمل کرونگا۔

(ہیگتھ جوڈتھ کے مکان سے باہر نکل کر اوزیاس کی طرف بڑھتی ہے)

ہیگتھ۔ آقا اوزیاس! **اوزیاس**۔ کہو کیا کہتی ہو؟

ہیگتھ۔ بیگم جوڈتھ آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہیں، وہ آ رہی ہیں۔ **راحیل** (اُٹھتے ہوئے) پانی!

اوزیاس۔ بیگم جوڈتھ تین سال کی طویل مدت کے بعد اپنے مکان سے باہر آ رہی ہے۔

آوازیں۔ جوڈتھ تین سال کے بعد باہر آ رہی ہے! جوڈتھ! بیوہ!

اوزیاس (سختی سے) یہاں سے ہٹ جاؤ اور اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ سپاہیو! بازار صاف کر دو! (دو سپاہی تعمیل حکم کے لئے آگے بڑھتے ہیں) سب آدمی فصیل اور برجوں کو چلے جائیں (راحیل اُٹھ بیٹھتی ہے، چارمس کی طرف اشارہ کر کے) لڑکی اس بوڑھے بیوقوف کو گھر لے جا!

(بازار صاف ہو جاتا ہے اوزیاس اور ہیگتھ کھڑے رہ جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد جوڈتھ بیوہ کا لباس پہنے آتی ہے ہیگتھ مکان میں چلی جاتی ہے)۔

جوڈتھ۔ سلام آقا اوزیاس! **اوزیاس**۔ سلام جوڈتھ خاتون! **جوڈتھ**۔ لوگوں کے ہجوم کو کیا ہوا؟

اوزیاس۔ میں نے انہیں یہاں سے ہٹ جانے کا حکم دیا ہے۔ **جوڈتھ**۔ کیوں؟

اوزیاس۔ تمہاری کنیز نے کہا تھا کہ تم میرے ساتھ چند باتیں کرنی چاہتی ہو۔

جوڈتھ۔ لیکن مجھے جو کچھ کہنا ہے میں اُن کے سامنے بھی کہنے کو تیار ہوں۔

اوزیاس۔ تو پھر اپنے خادم کا قصور معاف کر دو۔ **جوڈتھ**۔ نہیں نہیں، معافی تو مجھے مانگنی چاہئے۔

اوزیاس۔ میں التجا کرتا ہوں کہ ۔۔۔

جوڈتھ (سادگی سے) شاید تم نے لوگوں کو اس لئے ہٹادیا ہے کہ وہ اُس شخص کی باتیں سُننے کے قابل نہیں جو اُن پر حکومت کرتا ہے!

اوزیاس۔آہ خاتون! تم نے اپنی خداداد عقل و فراست سے معلوم کرلیا ہے کہ ایک محصور شہر کا حاکم ہونا کیا معنی رکھتا ہے!

جوڈتھ۔ آج کا دن بتھولیا کی تاریخ میں یادگار رہیگا۔

اوزیاس۔ ہاں آج کا دن واقعی یادگار رہیگا۔ اِس لئے کہ آج مناسس کی بیوہ جوڈتھ اپنے مکان اور کنج عزلت سے باہر آئی ہے اور اُس نے اپنے حسین چہرے سے شہر کو منور کردیا ہے۔

جوڈتھ (مسکراکر) ہم الفاظ کی رنگینی میں پڑ گئے ہیں اور تباہی ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ ہمارے دل غم سے سیاہ ہوگئے ہیں اور ہم اُنہیں رنگین الفاظ کے پردے میں چھپا رہے ہیں، بتھولیا کے حاکم اوزیاس مجھے اپنے دل کا پوشیدہ راز بتادے! **اوزیاس**۔ مجھے جرأت نہیں پڑتی۔

جوڈتھ۔ جرأت! لیکن میں خوفزدہ نہیں ہوں۔ **اوزیاس**۔ تم آگے سے زیادہ حسین ہو۔ **جوڈتھ** (پُرتکلف لہجہ میں) پھر کیا ہوا!

اوزیاس۔ بس میرے دل کا پوشیدہ راز یہی ہے! میرے دل اور اُس کی گہرائیوں کو غور سے دیکھو تو تمہیں معلوم ہوجائیگا کہ اُس میں جوڈتھ کے حسین چہرے کے سوا اور کچھ نہیں۔

جوڈتھ۔ ایک پیاسا انسان خشک زبان سے ایسی باتیں نہیں کرسکتا۔ **اوزیاس**۔ لیکن میں اوزیاس ہوں!

جوڈتھ (آرام سے) میں اوزیاس سے نہیں بلکہ حاکم بتھولیا سے ملنے آئی ہوں، خیمہ میں بیٹھ کر میں تمہاری ساری تقریر، جو تم نے اہل بتھولیا کے سامنے کی سُنتی رہی ہوں، اور خدا نے مجھے تمہارے پاس آنے اور گفتگو کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسی لئے میں خلاف معمول اپنے مکان سے باہر نکل آئی ہوں۔

اوزیاس۔ خدا بزرگ و برتر ہے! کیا میری تقریر جوڈتھ کو اچھی معلوم نہیں ہوئی؟ **جوڈتھ**۔ نہیں!

اوزیاس۔ میں نے لوگوں کی عقل کو مدنظر رکھ کر تقریر کی ہے، کیا تم نے ابھی یہ نہیں کہا کہ لوگوں کے لئے اپنے حاکم کے خیالات معلوم کرنے کا موقعہ نہیں؟ کیا تم اب پھر سنو گی؟ اب میں ایک دانا عورت سے گفتگو کرونگا، سنو، میں نے لوگوں کو اُنکی طاقت کی بے سُود تعریف کرکے پھُسلایا، حالانکہ اُن میں کوئی طاقت نہیں، میں نے اُنہیں خوف کی ایک پیشینگوئی سے ڈرایا، حالانکہ وہاں خوف کی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ ہولوفرنس بابل کا باشندہ ہونے کی وجہ سے ایک عظیم الشان جنگجو انسان ہے اور اپنی عظمت کے باوجود دل میں درد رکھتا ہے، میں نے اُنہیں مدد کی عبث اُمید دلائی ہے۔ کیونکہ ایک لاکھ بیس ہزار پیادہ فوج اور بارہ ہزار سواروں کے ہوتے ہوئے خدا کے رحم پر بھروسہ کرنا محض وہم ہے!

جوڈتھ (ملائمت سے) تو پھر تم نے لوگوں سے جھوٹ کیوں بولا اور اُنہیں دھوکا کیوں دیا؟ میں پھر التجا کرتی ہوں کہ مجھے اپنے دل کا راز بتادو، کیونکہ میرا اُس سے واقف ہونا از حد ضروری ہے۔

اوزیاس۔ میں نے ایک خواب کی مانند اپنے سامنے مستقبل کی کشادگی دیکھی ہے۔ اگر اسرائیل کا خدا موجود ہے اور اگر اُس نے بتھولیا کو لوٹ مار سے بچا لیا تو بیت المقدس میں یہ کہا جائیگا کہ بتھولیا کے حاکم اوزیاس سے زیادہ دُنیا میں کوئی بہادر نہیں۔ جس نے اپنی ہمدردی سے شہر کو قابو میں رکھا اور اُسکی پیاسی آبادی کو تازہ دم کر دیا' اور اے جوڈتھ عظیم الشان ہوگا وہ صلہ جو مجھے ملیگا! لیکن یہ محض ایک وہم ہے! اِدھر بخت نصر نے ساری دُنیا پر حکومت کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے' اور حکم دیا ہے کہ مشرق سے مغرب تک کوئی ایسا انسان زندہ نہ رہے جو اُس کے سامنے سر تسلیم خم نہ کر دے' بتھولیا ضرور فتح ہو کر رہیگا اور میں' جو حاکم ہوں' قید ہو جاؤنگا۔ اور بخت نصر کے سامنے پیش ہونگا' اور اُس دن ہولوفرنیس بخت نصر سے کہیگا۔ یہ ہے وہ اوزیاس جس نے آپکے عساکر کا چونتیس دن مقابلہ کیا' اب اگر آپ چاہیں تو اسکی خدمات حاصل کر لیں' بس پھر میں ایک حاکم بن جاؤنگا۔ اور بخت نصر کی شان و شوکت میں شریک ہونگا اور —— (تامل کرتا ہے)۔ جوڈتھ (مکاری سے) ہاں اور؟

اوزیاس (بے اختیار) اور میں تمہارے بغیر کس کام کا ہوں جوڈتھ؟ کیا تمہاری شادی سے پہلے میں تمہاری محبت کا دعویدار نہ تھا! کیا تین سال تک میں تمہیں عزت و عظمت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا رہا' اور کیا میں نے آج کے مبارک دن تک تمہیں کوئی تکلیف دی ہے؟ اور اے عورتوں کی سرتاج کس کام کا ہوگا میرا تختِ حکومت جب تم ہی میرے پہلو میں نہ بیٹھو؟

جوڈتھ۔ میرے آقا کی زبان ایک دریا کی مانند رواں ہے۔ اوزیاس۔ اب تم نے میرے دل کا راز معلوم کر لیا ہے نا؟

جوڈتھ۔ ہاں۔ اوزیاس۔ اور تمہارا کیا خیال ہے؟

(دفعۃً کسی گڑبڑ کی آواز آتی ہے' سپاہی اچیر کو پکڑے داخل ہوئے ہیں۔ شہریوں کا ایک پرجوش ہجوم بھی داخل ہوتا ہے۔ بیگتھ مکان کے دروازے پر آکر کھڑی ہو جاتی ہے)

اوزیاس (غصہ سے) کیا میرا حکم ایک پرِ کاہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا! کیا اِس شہر میں گڑبڑ کے سوا اور کچھ نہیں رہا؟

سپاہی۔ آقا! ہم نے اس آدمی کو رسیوں سے جکڑا ہوا دامنِ کوہ میں لیٹا ہوا پایا اور ہم نیچے اُتر کر خفیہ راستہ سے لیے اندر لے آئے۔ اور اب ہم اسے اپنے حاکم کے روبرو پیش کرتے ہیں۔

اوزیاس۔ خفیہ راستہ! بیوقوفو سازاب راز نہیں رہا۔

آوازیں۔ اسے مار دو! اِسے سنگسار کر دو! کتے کو کوڑے مارو! جوڈتھ (ہجوم سے) اے بہادرو! اے طاقتور لوگو صبر کرو!

اوزیاس (اچیر سے) تم کون ہو؟ اچیر۔ میں اچیر ہوں۔ اوزیاس۔ تمہارا عہدہ کیا ہے

اچیر۔ میں ہولوفرنیس کے عساکر میں بنی عمون کا سردار ہوں۔

جوڈتھ۔ اوزیاس اس کی رسیاں کھولدو' اس کی آنکھوں میں غداری نہیں۔

اوزیاس (سپاہیوں سے) رسیاں کھولدو! (اچیر سے) اور تم یہاں کس طرح پہنچے؟ سچ سچ بتا دو۔ اور کسی قسم کے خوف کو دل میں نہ

اچیر۔ میرے مُنہ سے ہمیشہ سچ نکلیگا اور اُس میں ہرگز خوف نہ کھاؤنگا۔ اوزیاس۔ اچھا' کہو!

اچیسر۔ یہ اس طرح ہُوا کہ جب اسرائیل کے سپاہیوں نے پہاڑی علاقہ کا راستہ بند کر دیا اور پہاڑیوں کی تمام چوٹیوں کو مستحکم کر لیا تو ہولوفرنیس غیظ و غضب سے آگ بگولا ہو گیا اور اُس نے بنی عمون کے سردار کو بلا کر کہا۔ اے کنعان کے فرزندو! مجھے بتاؤ کہ یہ اسرائیلی کون ہیں، جو پہاڑی علاقہ میں رہتے ہیں اور اُنکی طاقت کسقدر ہے اور کیوں اُنہوں نے مغرب کے تمام باشندوں سے زیادہ میری مخالفت کا ارادہ کیا ہے؟ اور میں نے ہولوفرنیس کے سوال کا جواب دیا۔ **اوزیاس**۔ تم نے کیا کہا

اچیسر۔ میں نے ہولوفرنیس سے کہا کہ یہ لوگ کلدانیوں کی اولاد ہیں۔ انہوں نے اپنے آبا و اجداد کے طریقے اور رسم و رواج ترک کر دیئے، اپنے بزرگوں کے دیوتاؤں کی پرستش نہ کی اور آسمانی خدا کی عبادت کرنے لگے۔ اس لئے وہ ارض کلدانیین کے دیوتاؤں کے معتوب ہو گئے۔ فلسطین کو بھاگ آئے اور کنعان میں آباد ہو گئے۔ لیکن جب قحط نے کنعان کے سارے خطہ کو تباہ کر دیا تو وہ مصر چلے گئے، فرعون نے اُنہیں غلام بنا کر اور محنت و مشقت کا کام لیکر خوب ذلیل کیا، تب اُنہوں نے اپنے خدا سے التجا کی اور رو رو کر دُعائیں مانگیں، اُس نے ملک بھر میں وبا پھیلا کر مصر پر عذاب نازل کر دیا، اور اُنکے لئے بحیرہ قلزم کو خشک کر دیا اور وہ لوگ صحیح سالم اُس سے گذر گئے۔ **آوازیں**۔ یہ سچ ہے، یہ بالکل سچ ہے!

اچیسر۔ اور پھر وہ کنعان کو واپس آ گئے، اور وہاں کے باشندوں کو نکال دیا۔ وہاں وہ کافی عرصہ تک حکمران رہے، اور جب تک وہ گناہ کے مرتکب نہ ہوئے وہ ہمیشہ عروج پاتے رہے۔ کیونکہ اُنکا خدا جو بے انصافی سے نفرت کرتا ہے اُن کے ساتھ تھا۔ **آوازیں**۔ یہ درست ہے۔

اچیسر۔ لیکن وہ اپنے راستہ سے بھٹک گئے، اور وہ جنگوں میں تباہ ہو کر اور قید ہو کر ایک ایسے ملک میں چلے گئے جو اُنکا نہ تھا، اور اُن کے خدا کا معبد خاک کا ڈھیر بنا دیا گیا۔

آوازیں۔ بُت پرست کتے! کیوں نہ ہم تیرے ٹکڑے اُڑا دیں! **جوڈتھ**۔ بھائیو یہ سچ کہتا ہے۔

اوزیاس (اچیسر سے) جلدی ختم کرو۔

اچیسر۔ اور پھر میں نے ہولوفرنیس سے کہا کہ اب یہ لوگ پھر اپنے خدا کی طرف رجوع کرنے لگے ہیں۔ اُنہوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا ہے اور اب وہ پہاڑی علاقہ میں بڑے آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس لئے اے میرے آقا آؤ اُن پر حملہ کریں۔ اگر اُن میں غلطیاں اور گناہ ہوئے تو ہم ضرور اُن پر غالب آ جائینگے اور اگر اُنکی قوم میں نیکی اور انصاف ہُوا تو ہمیں پیچھے ہٹ جانا چاہئے۔ مبادا اُن کا خدا اُنکی حمایت کرے اور ہم دُنیا کے سامنے ہدفِ ملامت بن جائیں۔ **جوڈتھ**۔ تم نے خوب کہا!

اوزیاس۔ ہاں خاتون خوب کہا! (اچیسر سے) میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تم یہاں کس طرح پہنچے؟

اچیسر۔ جب میں نے بولنا بند کر دیا تو تمام لوگ جو ہولوفرنیس کے گرد جمع تھے غصہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ہولوفرنیس کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہو گیا اور وہ آگ بگولا ہو کر بولا۔ تم کون ہو جو بنی اسرائیل سے جنگ نہ کرنے کی پیشگوئی

کرتے ہو؟ اور بخت نصر کے سوا اور کون خدا ہے؟ بخت نصر میرے ہاتھ سے بنی اسرائیل کو تباہ کریگا اور ان کا خدا انہیں ہرگز نجات نہ دلا سکیگا۔ انکے پہاڑ انکے خون سے سیراب ہونگے اور انکے کھیت انکی نعشوں سے بھر جائینگے (شہری خوفزدہ ہو جاتے ہیں) اور اے اچیر! تمہیں بتھولیا کے اسرائیلیوں کے حوالہ کردیا جائیگا۔ اسکے بعد اس نے اپنے خادموں کو حکم دیا کہ مجھے بتھولیا کے پہاڑی کے نیچے پہنچادیں۔ یہ ہے میرے یہاں پہنچنے کی رام کہانی!

اوزیاس (توقف کے بعد) یہ ہماری بربادی کا ایک منصوبہ ہے! **جوڈتھ**۔ کیسے؟

اوزیاس۔ یہ شخص صاف جھوٹ بول رہا ہے، اور ایک پُرفریب داستان بناکر ہماری طاقت معلوم کرنے آیا ہے۔ یہ ابھی بھاگ کر اسیریوں میں پہنچنے کا موقعہ تلاش کریگا۔

آوازیں۔ جاسوس! مخبر! اسے سنگسار کردو! اسے ٹکڑے ٹکڑے کردو!

اچیر (اوزیاس سے) میں نے اپنے آقا ہولوفرنیس کے سامنے سچ بولا تھا اور آپکے سامنے بھی سچ بولا ہے۔ میری زبان آجتک جھوٹ سے ملوث نہیں ہوئی، اگر میری سزا موت ہے تو چلو یونہی سہی!

جوڈتھ۔ یہ ایک خوبرو نوجوان ہے، اور اس نے خوفزدہ ہوئے بغیر سچ بولا ہے۔

اوزیاس۔ خاتون بیشک یہ نوجوان خوبصورت اور نڈر ہے لیکن تم نے یہ کیسے معلوم کیا کہ وہ سچ بول رہا ہے؟

جوڈتھ۔ اُس کی آنکھوں سے!

اوزیاس۔ یہ کافی نہیں، کیا میں لوگوں کو یہ کہنے کا موقعہ دوں کہ اوزیاس دھوکے میں آگیا۔ اور کیا میں اپنی شہرت کو بٹہ لگاؤں، محض ایک نوجوان کی نگاہ کی وجہ سے جب وہ ایک عورت کی طرف دیکھتا ہے! اور خاص کر تمہاری طرف!۔ اور اگر وہ جھوٹ نہیں بولتا تو وہ بیوقوف ہے اور اس کی حماقت کا کوئی ٹھکانا نہیں۔

اچیر۔ میں نے ہولوفرنیس کے سامنے بھی سچ بولا تھا۔

اوزیاس۔ تم نے سچ بول کر اپنے حاکم کو مشورہ دینا چاہا، تم کون ہو جو دُنیا کے عظیم ترین سپہ سالار کو مشورہ دو؟

اچیر۔ میں نے اپنے آقا اور ولی نعمت سے وہی کہا جس کے لئے مجھے حکم دیا گیا تھا۔

اوزیاس۔ اور تمہیں حکم کس نے دیا تھا؟

جوڈتھ۔ اگر اسرائیل کا خدا موجود ہے اور اس نے ہمیں بھلا یا نہیں تو کیا یہ نوجوان ہمیں آرام پہنچانے اور ہولوفرنیس کی لاف زنی کے خطرہ سے آگاہ کرنے کے لئے اس بزرگ و برتر کا ایک پیغامبر نہیں ہو سکتا؟

اوزیاس۔ خدا کے لئے تو سب کچھ ممکن ہے، تاہم شائد اس کے دل میں کوئی پوشیدہ مقصد اور ہو (سپاہیوں سے) جب تک خدا اپنے خادم اوزیاس کو کوئی نئی تدبیر نہ سوجھائے اچیر کے پاؤں میں بیڑیاں پہنا کر قیدخانہ میں ڈالدو اور اس پر پہرہ لگادو، جاسوس بیحد خطرناک ہوتا ہے! **چارمس** (آگے بڑھ کر) بہت خوب اوزیاس!

(سپاہی اچیر کو بیڑیاں پہنانے لگتے ہیں)

جوڈتھ (آرام سے) اوزیاس بیڑیاں پہنا کر اسے شرمسار نہ کرو۔

اوزیاس (توقف کے بعد سپاہیوں سے) اسے چھوڑ دو (سپاہی چھوڑ دیتے ہیں) اسے لیجاؤ! جلدی! چلے جاؤ! سب چلے جاؤ! یہاں کوئی نہ رہے!

(اوزیاس اور جوڈتھ کے سوا باقی سب چلے جاتے ہیں، اچیر گزرتے وقت جوڈتھ کا لباس چومتا ہے)

جوڈتھ (اچیر سے) راست گو! (جوڈتھ کے اشارہ پر سیگتھ مکان کے اندر چلی جاتی ہے)

اوزیاس تمہارا چہرہ اس نوجوان کے باعث میری طرف سے ہٹ گیا ہے، تم شہر کے حاکم سے ملنے آئی تھیں اور ایک حاکم اس کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتا جو میں نے کیا۔

جوڈتھ۔ اوزیاس تم نے اپنا دلی راز مجھ سے کہدیا ہے۔ **اوزیاس**۔ ہاں۔

جوڈتھ۔ اس نوجوان کے آنے سے پہلے تم نے مجھ سے مشورہ طلب کیا تھا۔ **اوزیاس**۔ ہاں۔

جوڈتھ۔ تو اب سنو! وہ بات جو تم نے لوگوں سے کی درست نہیں۔ **اوزیاس**۔ کونسی بات؟

جوڈتھ۔ یہ کہ اگر خدا پانچ دن کے اندر مدد کرنے کو تیار نہ ہوا تو تم شہر دشمنوں کے حوالے کر دوگے؟ تم کون ہو جو انسانوں میں خدا کا قائم مقام بننے کی جرأت کرو؟ **اوزیاس**۔ خدا کا قائم مقام؟

جوڈتھ۔ تم خدا کو ترغیب دینے والے کون ہوتے ہو؟ جب تم انسانوں کے دل کی گہرائیوں کا پتہ نہیں لگا سکتے تو خدا اور اس کی منشا کو کیونکر معلوم کر سکتے ہو؟ بھائی خدا کے قہر و غضب کو اپنی فضول باتوں سے حرکت میں نہ لاؤ۔ اگر خدا پانچ دن کے اندر ہماری مدد نہ کرے تو اس میں اتنی طاقت ہے کہ جب وہ چاہے ہماری حمایت کرے۔ خدا کو کسی کام کے کرنے پر مجبور نہ کرو، وہ انسان نہیں جسے تم ڈرا دھمکا سکو، نہ وہ انسان کا بچہ ہے کہ خوفزدہ ہو جائے۔ ہمیں ہر وقت اسکی درگاہ سے مدد کی امید رکھنی چاہئے وہ ہماری آواز ضرور سنے گا، علاوہ ازیں یہ شہر یہودیہ کا دروازہ ہے۔ اگر اس نے ڈٹ کر مقابلہ کیا تو یہودیہ کی عزت برقرار رہے گی۔ لیکن اگر یہ فتح ہو گیا تو سارا ملک ویران ہو جائیگا۔

اوزیاس۔ جو کچھ تم نے کہا حرف بحرف درست ہے، کوئی شخص تمہاری باتوں کو جھٹلا نہیں سکتا۔ ہم شروع سے تمہاری عقل و دانش کے قائل ہیں (زور سے) لیکن کیا کریں ہم پیاسے ہیں۔

جوڈتھ۔ اگر ہم پیاسے ہیں تو ہمیں خدا کا شکر بجا لانا چاہئے، جو ہمیں آزمائش میں ڈال کر آزماتا ہے!

اوزیاس۔ لوگوں نے اپنی بیتابی میں مجھے قسم کھانے پر مجبور کیا ہے، جو میں ہرگز نہ توڑوں گا۔

جوڈتھ (لوگوں سے؟) تم نے تو انکی کسی قسم کی خبر گیری نہیں کی، تمہاری آنکھوں میں انکی کچھ وقعت نہیں، تم نے ان سے محض مذاق کیا ہے!

اوزیاس۔ یہ سچ ہے، لیکن جب وہ پیاس سے دیوانے اور مایوس ہو جائینگے۔ اُس وقت اُن کی خبرگیری کون کریگا؟ اُس دن وہ اُس شراب پر بھی حملہ کر دینگے جو اُن بیچاریوں کے لئے جو خدا کی عبادت کرتے ہیں کشید کی جاتی ہے۔ اس مقصد کے لئے میں نے ایک قاصد پہلے ہی اُسقف اعظم یہوقیم کی خدمت میں بیت المقدس روانہ کر دیا ہے تاکہ وہ اس شراب کو عام شہریوں کی پیاس بجھانے کے لئے جائز قرار دینے کا حکم صادر کر دے۔ **جوڈتھ** (صدمہ سے) نہیں ایسا ہرگز نہ ہونا چاہئے۔

اوزیاس۔ میں کہتا ہوں ایسا ضرور ہونا چاہئے۔ **جوڈتھ**۔ نہیں۔ ہرگز نہ ہونا چاہئے۔

اوزیاس۔ تو پھر تم خدائے بزرگ کی درگاہ میں دعا کرو کہ وہ بارش کے پانی سے ہمارے برتنوں کو بھر دے تاکہ ہم بیہوش نہ ہوں، دعا کرو کیونکہ تم ایک پاکباز عورت ہو اور اسرائیل کا خدا تمہاری دعا ضرور سُنے گا۔

جوڈتھ (متاثر ہوکر) اوزیاس سنو اور غور سے سنو، آج رات میں ایک ایسا کام کرونگی جو بنی اسرائیل کی آئندہ نسلوں تک یاد رہیگا۔ آج رات تم شہر کے دروازے پر کھڑے رہنا، میں اپنی کنیز کے ساتھ شہر سے باہر جاؤنگی اور پانچ دن کے اندر جن کے بعد تم نے شہر کو دشمنوں کے حوالے کر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ میرے ذریعہ بنی اسرائیل کو نجات دیگا۔ **اوزیاس**۔ تم کیا کرنے جاؤگی؟

جوڈتھ۔ اس کے متعلق کچھ نہ پوچھو، کیونکہ جب تک وہ کام جو میں کرنے والی ہوں، انجام تک نہ پہنچ جائے میں اپنا مقصد ظاہر نہ کرونگی، لیکن یہ میں کہے دیتی ہوں کہ خدا متوجہ ہو گیا ہے اور اُس نے اچیر کو ایک نشانی کے طور پر بھیجا ہے۔

اوزیاس۔ تم ہولوفرنیس کے پاس جاؤگی؟ **جوڈتھ**۔ ہاں ہولوفرنیس کے پاس!

اوزیاس۔ نہ جاؤ! **جوڈتھ**۔ کیوں نہ جاؤں؟

اوزیاس۔ تم بُت پرستوں میں جا کر خطرات میں مبتلا ہو جاؤگی۔ ہولوفرنیس تمہیں تکلیف دیگا، اور میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔

جوڈتھ۔ (مسکرا کر) کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہولوفرنیس ایک جنگجو بہادر ہے اور اپنی عظمت کے باوجود دل میں درد رکھتا ہے۔

اوزیاس۔ میں اسے برداشت نہیں کر سکتا کیونکہ اگر تمہیں کسی قسم کا گزند پہنچا تو میں زندہ نہ رہونگا۔

جوڈتھ۔ خدا اپنی لونڈی کو کوئی گزند نہ پہنچنے دیگا، مجھے اپنی بالکل پروا نہیں، میں صرف بنی اسرائیل کی بہبودی چاہتی ہوں۔

اوزیاس (دو زانو) جوڈتھ میں التجا کرتا ہوں کہ نہ جاؤ! تم میرے دل کی راحت ہو، تمہارے بغیر دُنیا میرے لئے کچھ معنی نہیں رکھتی

جوڈتھ (ملائمت سے) یہ میں جانتی ہوں، کیا تمہارا خیال ہے کہ میں نے ان سالوں کے دوران میں تمہارے دل کی گہرائیاں معلوم نہیں کیں؟ کیا تمہارا خیال ہے کہ میں اپنے خیمہ میں اندھی بیٹھی رہی ہوں؟ میری رائے تمہارے متعلق ہمیشہ اچھی رہی ہے۔ لیکن آج تم نے اپنا غرور ظاہر کر دیا ہے۔ تمہیں خدا سے ملنے کی خواہش نہیں، تمہیں دُنیا اور عیش و عشرت کی خواہش ہے۔ تم تمام اسرائیلیوں کو اپنی شہرت کا آلۂ کار بنانا چاہتے ہو اور مجھے اس کا از حد افسوس ہے۔

اوزیاس۔ اے حسین جوڈتھ! مجھے معاف کر دو!

جوڈتھ - میں اپنے بھائی کو معاف کرنیوالی کون ہوں؟ خدا تم پر رحم کرے! (مکان کی طرف جاتی ہے) **اوزیاس** - ٹھیرو!
جوڈتھ - میں اُس کام کی تیاری کے لئے جا رہی ہوں جو مجھے کرنا ہے - (مکان میں چلی جاتی ہے) -

(ایک سپاہی داخل ہوتا ہے)

اوزیاس - سپاہی - **سپاہی** - (قریب آکر اور سلام کرکے) حضور!
اوزیاس - پہرہ کے افسر کو میرے پاس بھیجدو - **سپاہی** - آقا وہ تو بیمار پڑا ہے -

(ہیگتھ مکان کے دروازہ پر نمودار ہوتی ہے)

اوزیاس - اُسے بھی پیاس نے نڈھال کر دیا ہے؟
سپاہی - وہ بستر پر پڑا تڑپ رہا ہے اور اُس کی زبان ایک کُتے کی زبان کی مانند کھُردری ہوگئی ہے
اوزیاس - توپھر آج رات پہرہ کی کمان کون کریگا - **سپاہی** - میں عالیجاہ! **اوزیاس** - لوگ کیا کہتے ہیں -
سپاہی - وہ پیاس کی شدت سے بیہوش ہو ہو کر گر رہے ہیں -

(ہیگتھ ایک چھوٹا سا تھیلہ اُٹھائے مکان سے باہر نکلتی ہے)

اوزیاس - کیا خفیہ راستہ بند ہے؟ **سپاہی** - بند ہے عالیجاہ!
اوزیاس - اُسے کھولدو - اچھا ٹھیرو! میں خود جاتا ہوں - **سپاہی** - جیسے حضور کی مرضی -
اوزیاس - کیا پہرہ داروں کے پاس پینے کو کچھ نہیں؟
سپاہی - میرے آقا آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ برتنوں میں پانی کا ایک قطرہ نہیں - (اوزیاس اُسے پرے دھکیل دیتا ہے)
اوزیاس (ہیگتھ سے) لونڈیا کیا بیگم جوڈتھ نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ **ہیگتھ** - میری بیگم نے کوئی خواب نہیں دیکھا -
اوزیاس - مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ---- (رک جاتا ہے) - **ہیگتھ** - خواب بیوقوفوں کو آتے ہیں -
(مکان میں چلی جاتی ہے، اوزیاس بائیں جانب جاتا ہے - سپاہی آگے بڑھتا ہے - شام ہونے لگتی ہے ہیگتھ مکان سے اور سامان لیکر نکلتی ہے)
ہیگتھ - ہاں تو تمہارے پاس پانی نہیں؟ **سپاہی** - نہیں ہمارے پاس بھی تھوڑا سا ہے - **ہیگتھ** - تو تم نے حاکم کے سامنے جھوٹ بولا تھا -
سپاہی - حاکم کے سامنے؟ وہ جانتا ہے! کیا تمہارے خیال میں اُسے یہ اُمید ہے کہ ہم پانی کے بغیر زندہ رہ سکتے ہیں؟ وہ یہ ساری باتیں اچھی طرح جانتا ہے! لیکن وہ ایک عظیم الشان حاکم ہے، وہ جان بوجھ کر جھوٹی باتیں معلوم کرنا چاہتا ہے اور جو کچھ وہ پوچھتا ہے اُسے بتادیا جاتا ہے - **ہیگتھ** - لیکن وہ افسر جو پیاس سے تڑپ رہا ہے -
سپاہی - افسر کا کام یہی ہے کہ کسی کو دھوکا نہ دے اور تکلیف اُٹھائے - **ہیگتھ** - اور باشندے؟
سپاہی - باشندے، باشندے ہیں، اور سپاہی سپاہی! ہمیں پانی ضرور ملنا چاہئے - نہیں تو ہم شہر کی حفاظت نہیں کرسکتے (جمائی لیتا ہے) آہ! میں مزے سے لیٹ کر سات گھنٹے خراٹے لے سکتا ہوں، لیکن مجھے تو تمام رات پہرہ دینے کے لئے مقرر کیا گیا ہے -

ہیگتھ۔ (معاً اُسے گلے سے لگاکر) میرے پیارے بہادر! کیا میں تمہیں کسی قسم کا آرام پہنچا سکتی ہوں؟

سپاہی۔ ہیگتھ! یہ کیا؟

ہیگتھ۔ میں اُس کام کی مشق کر رہی ہوں جو مجھے اور میری بیگم کو سرانجام دینا ہے۔ سپاہی۔ تمہارا کیا مطلب ہے؟

ہیگتھ۔ خاموش، اگر تم نے کوئی لفظ سُنا بھی ہے تو اُسے اپنے دل کے صندوقچہ میں بند کر لو، یہ باہر نہ نکلنا چاہئے۔

سپاہی۔ او خدا! میرے دل سے بیہودہ ارمان نکال دے۔

ہیگتھ۔ اور کیا تم آج رات جاگتے رہوگے؟ میں بھی جاگتی رہونگی۔ سپاہی۔ کیا کہا؟

ہیگتھ۔ میں اپنی بیگم کے ساتھ ایک سفر پر جا رہی ہوں۔

سپاہی۔ کونسا سفر؟ جب تک تم اسیریوں کے عساکر میں سے ہو کر نہ جاؤ تم کسی طرف نہیں جا سکتیں۔

ہیگتھ۔ بہرکیف ہم سفر پر جا رہے ہیں۔ سپاہی۔ یہ دیوانگی ہے۔ ہیگتھ۔ ہوگی۔

سپاہی۔ کب جاؤگی؟ سپاہی۔ میری بیگم لباس پہن رہی ہے۔ سپاہی۔ کیا تم نے اُسے لباس نہیں پہنایا؟

ہیگتھ۔ نہیں۔ سپاہی۔ یہ تمہارا سامان ہے؟

ہیگتھ۔ ہاں تیل کی بوتل، بھُنے ہوئے چاولوں کا تھیلا، روٹی، تھوڑے سے انجیر اور شراب کی ایک بوتل۔ آخری بوتل!

سپاہی۔ آہ، تمہیں یہ بوجھ اُٹھانے کے لئے ایک گدھے کی ضرورت ہے۔ ہیگتھ۔ میں موجود ہوں!

(جوڈتھ ایک شاندار لباس پہنے آتی ہے، سپاہی چلا جاتا ہے)

جوڈتھ۔ سب سامان تیار ہے؟ ہیگتھ۔ ہاں تیار ہے۔

(اوزیاس بائیں جانب سے داخل ہوتا ہے)

اوزیاس۔ (جوڈتھ کے حسن سے بیخود ہو کر) اے حسن کی دیوی! کون شخص ہے جو تمہارا مقابلہ کرے اور کون ہے جو تمہارے حکم سے انکار کرے؟ جوڈتھ (مسکرا کر) میں جانے کے لئے تیار ہوں۔

اوزیاس۔ خفیہ راستہ کھلا ہے، میں تمہیں وہاں تک لے جاؤنگا۔

جوڈتھ۔ خفیہ راستہ؟ میں کسی خفیہ راستہ سے نہیں جاؤنگی!

اوزیاس۔ لیکن میری بات تو سُن لو، اگر کسی تیر انداز ——

جوڈتھ۔ میں نے تم سے کیا کہا تھا اوزیاس؟ یہی نہ کہ آج رات تم شہر کے دروازے میں کھڑے رہنا، میں باہر جاؤنگی، اب میری خواہش ہے کہ تم دروازے کے محافظوں کو دروازہ کھولنے کا حکم دو، تاکہ میں اور میری کنیز تمام لوگوں کے سامنے باہر نکلیں (ہیگتھ کا سامان دیکھنے جھکتی ہے)

اوزیاس (سپاہیوں سے) ارے! دروازہ کھولدو تاکہ بیگم جوڈتھ گزر جائے۔

سپاہی۔ بہتر عالیجاہ! (دوسروں کو للکار کر) دروازہ والو!

(دروازے کے محافظ زنجیریں کھولتے ہیں، شہری چیختے چلاتے ہیں۔ "اب ہمارا کیا حال ہوگا، بیگم جوڈتھ رات کے وقت شہر سے باہر جارہی ہے! یہ کیا بات ہے؟")

اوزیاس (ہجوم سے) دُور ہو جاؤ کتو!

جوڈتھ۔ (آرام سے) نہیں۔ یہیں رہنے دو اوزیاس! میں اپنے کام کو چھپانا نہیں چاہتی۔

اوزیاس۔ (ہجوم سے) دروازہ تک راستہ بتا دو۔

جوڈتھ۔ اِس سے پہلے کہ میں شہر سے باہر نکلوں میں ذرا اُس وادی کو دیکھنا چاہتی ہوں جہاں میں جانے والی ہوں۔ (چبوترے پر چڑھتی ہے)۔ **آوازیں**۔ پانی! پانی! آہ ہم پانی کے بغیر مر جائینگے!

جوڈتھ۔ (چبوترے پر سے) بھائیو آہ وزاری مت کرو! یاد کرو کہ خدا نے ابراہیم کے ساتھ کیا کیا اور اُس نے اسحاق کو کس طرح آزمایا، اور یعقوب کے ساتھ فلسطین میں کیا ہوا۔ شکر کرو کہ اُس نے ہمیں ابراہیم کی طرح آگ میں ڈال کر نہیں آزمایا، اور نہ اُس نے ہم سے کوئی انتقام ہی لیا ہے، خدا اُسی شخص کو آزمائش میں ڈالتا ہے جو اُس کے زیادہ قریب ہو اور اُسکا پیارا ہو (دو زانو بیٹھ جاتی ہے) اے خدا، اے میرے باپ سیموں کے خدا، اسیری اپنے لاؤ لشکر سمیت جمع ہو کر آئے ہیں اور اُنہیں اپنی تلوار، ڈھال، برچھی اور نیزے پر بڑا گھمنڈ ہے، اور وہ اپنے اس گھمنڈ میں یہ نہیں دیکھتے کہ تم وہ خدا ہو جو جنگوں کو درہم برہم کر دیتے ہو، اے اللہ اُن کا کبر و غرور دیکھ اور اُن پر اپنا قہر نازل کر، اور میرے ہاتھوں کو طاقتور بنا دے، اے خدا اسیریوں کو میرے ہونٹوں کی مکاری سے سزا دے اور میری پُرفریب باتوں اور میرے مکر و فریب کو اُنکے لئے ایک زخم اور تازیانہ بنا دے، وہ تیرے خلاف ظالمانہ کارروائی کرنے آئے ہیں اور ہر قوم اور ہر قبیلہ کو بتا دے کہ تو ہی وہ طاقت والی ذات ہے جس کے سوا بنی اسرائیل کو کوئی نہیں بچا سکتا (وہ اُٹھتی ہے، لوگ "آمین" کہتے ہیں، جوڈتھ چبوترے سے نیچے اُترتی ہے)

اوزیاس۔ دروازہ کھول دو۔ **جوڈتھ** (ہیگتھ سے) کوئی چیز بھول تو نہیں آئی! **ہیگتھ**۔ نہیں۔

(جوڈتھ دروازہ کی طرف بڑھتی ہے)

اوزیاس۔ میری روح تمہارے ساتھ جارہی ہے جوڈتھ! **جوڈتھ** (ہیگتھ سے) اور خنجر؟

(ہیگتھ اِدھر اُدھر دیکھتی ہے، اُسی لمحہ ایک عورت مکان سے خنجر لیکر نکلتی ہے اور ہیگتھ کو دیتی ہے۔ جوڈتھ خنجر لے کر لباس میں چھپا لیتی ہے۔ دروازہ کھُل جاتا ہے، جوڈتھ آہستہ سے دروازہ میں سے نکلتی ہے اور اسیریوں کے خیمے نظر آتے ہیں۔ ہیگتھ بھی اپنا سامان لے کر باہر نکل جاتی ہے) **آوازیں**۔ پانی! پانی!

اوزیاس (اضطراب سے) دروازہ بند کر دو! فصیل پر آگ جلا دو۔

(دروازہ آہستہ آہستہ بند ہوتا ہے، آگ کی روشنی دکھائی دیتی ہے)

(باقی آئندہ)

ایمان کا پھل

(از شیخ محمد اسماعیل صاحب سیکرٹری اورینٹل پبلک لائبریری پانی پت)

(۱)

محمد اکبر اور محمد رفیق دونو سگے بھائی تھے۔ باپ کے انتقال کے بعد دونو نے فرنیچر کی ایک دوکان کھولی۔ تاکہ اُسکی آمدنی سے بسر اوقات ہو سکے۔ سرمایہ چارسو روپیہ محمد اکبر نے لگایا اور چارسو محمد رفیق نے۔ دونو نے محنت اور دیانت کے ساتھ کام شروع کیا۔ ایک بھائی دوکان پر بیٹھتا تو دوسرا کاریگروں سے مال تیار کرواتا۔ ایک تقاضہ کو جاتا تو دوسرا فرمائشیں حاصل کرنے کے لئے محکموں کے افسروں کی کوٹھیوں کا چکر لگاتا۔ غرض دونو بھائی مل جل کر کمال محبت کے ساتھ دوکان کا کاروبار کرتے۔ خوش معاملگی۔ کم نفع۔ گاہکوں سے حُسنِ اخلاق سے پیش آنا۔ کاریگروں سے نرمی اور محبت کے ساتھ سلوک۔ بہت سویرے دوکان کھولنا اور نہایت دیر کر کے بند کرنا۔ یہ سب باتیں اُنہوں نے اپنے اُصولوں میں داخل کر لی تھیں۔ اور بڑی سختی سے دونو اِن کی پابندی کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اُن کی دوکان نے دن دونی اور رات چوگنی ترقی کی۔ اور ابھی دوکان کو کُئی تین سال کا عرصہ بھی نہیں گذرا تھا کہ سارے اخراجات ادا کرنے کے بعد خالص منافع کا پانچہزار روپیہ دوکان کے نام پر بنک میں جمع ہو گیا۔

دونو بھائی برابر اُسی طرح محنت۔ جانفشانی اور دیانتداری کے ساتھ کام کرتے رہے اور دوکان کا سرمایہ بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی دنوں میں دوکان کا سرمایہ چالیس ہزار پر جا پہنچا۔ اور اب کام بڑے اعلیٰ پیمانے پر چلنے لگا۔ ولایت سے عمدہ عمدہ مشینیں آ گئیں۔ بڑے بڑے آرڈر فرم کو ملنے لگے۔ باہر سے بھی معقول فرمائشیں آنے لگیں۔ اور دوکان کا بڑا اعتبار اور وقار لوگوں میں پیدا ہو گیا۔

عین اُس وقت جبکہ دوکان سرعت کے ساتھ عروج کی منزلیں طے کر رہی تھی۔ بڑے بھائی محمد اکبر کا انتقال ہو گیا۔ اُس نے دو بچے اپنی یادگار چھوڑے۔ بڑے کی عمر آٹھ سال کی تھی اور چھوٹے کی چھ سال کی۔

(۲)

دونو بھائیوں میں بڑی محبت تھی۔ باپ کے انتقال کے بعد دونو ایک ہی مکان میں رہتے تھے جو اُنکا موروثی مکان تھا اور کبھی بھی دونو میں سے کسی نے علیحدہ مکان لے کر رہنے کا خیال نہیں کیا تھا۔ بھائی کے انتقال کا محمد رفیق کو نہایت صدمہ ہُوا۔ مگر چارۂ کار ہی کیا تھا۔ آخر صبر کر کے خاموش ہو گیا۔ لیکن دل کا رنج مٹائے نہیں مٹتا تھا۔

ہر چند کاروبار میں اپنے دل کو بہلانے کی کوشش کرتا لیکن بھائی کی شکل ہر وقت آنکھوں کے آگے پھرتی رہتی بھاوج کی شکل دیکھتا یا بھتیجوں کی یتیمی کا خیال آتا تو بے اختیار رونے لگتا۔ سوئم ہوچکا اور سارے مہمان جو تعزیت کے لئے جمع ہوئے تھے رخصت ہوچکے تو محمد رفیق بھاوج کے پاس گیا۔ جو بیٹھی ہوئی بیچاری اپنی قسمت کو رو رہی تھی۔ اور خیال کر رہی تھی کہ اب یہ پہاڑ سی زندگی کس طرح کٹے گی۔ محمد رفیق نے بھاوج کو اس حال میں دیکھا تو کہنے لگا۔ بھابی جان! اللہ تعالےٰ کی مشیت اسی طرح تھی۔ تمہیں اپنے شوہر کا جس قدر بھی صدمہ ہو تھوڑا ہے۔ مگر میں نے بھی آج جانا کہ میرے باپ کا انتقال ہوگیا۔ اور میں دراصل آج یتیم ہوا ہوں۔ بھائی جان نے ایسی محبت اور اُلفت کا برتاؤ میرے ساتھ رکھا کہ مجھے ماں باپ کا غم بھول گیا۔ اور میں اُنکو فی الحقیقت اپنے باپ کی بجائے سمجھتا تھا۔ مگر موت کے آگے کچھ زور کسی شخص کا نہیں چل سکتا۔ جو کچھ ہونا تھا وہ ہوچکا۔ اب اپنی جان کو ہلکان کرنے سے کیا فائدہ! تم میرے سر کی سرتاج اور اس گھر کی مالک ہو اور آج سے میں بھائی جان کی جگہ تمہیں سمجھونگا۔ تمہیں انشاءاللہ کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی۔ کلیم الرحمٰن اور عطاالرحمٰن تمہارے بچے نہیں میرے بچے ہیں۔ یہ میرے باپ کے برابر بھائی کی نشانی اور یادگار ہیں۔ اگر تمہاری آنکھوں کے تارے ہیں تو میرے بھی کلیجے کے ٹکڑے ہیں۔ تم جانتی ہو میرے تو کوئی لڑکا ہے ہی نہیں۔ یہی دو نو میری اولاد اور میرے بیٹے ہیں۔ جب تک زندہ ہوں اِن کی خدمت گذار رہونگا۔ خدا تمہیں صبر دے اور بھائی جان کا قلق تمہارے دل سے دُور کرے۔ سدا کون رہا ہے جو بھائی جان رہتے۔ آخر ایک نہ ایک دن موت ہر شخص کو آنی ہی ہے۔ رنج صرف آگے پیچھے جانے کا ہوتا ہے۔

(۳)

دیور کے ان ہمدردانہ جملوں سے غم نصیب بیوہ کو بڑی تسلّی ہوئی۔ اُس کا خیال تھا کہ نہ معلوم شوہر کے انتقال کے بعد محمد رفیق میرے ساتھ کیسا برتاؤ کرے۔ گھر سے بھی ہاتھ پکڑ کر نکال دیگا تو کون پوچھنے والا ہے۔ بچے کس طرح پرورش پائیں گے؟ اور میری زندگی کیسے بسر ہوگی؟ مگر اِس وقت کی گفتگو سے اُسے اپنے مستقبل کی طرف سے ایک گونہ اطمینان ہوگیا۔ اُس نے روتے ہوئے محمد رفیق کی طرف دیکھا اور ہچکیاں لیتے ہوئے صرف اتنا کہہ کر خاموش ہوگئی کہ "تم سے مجھے بھلائی ہی کی اُمید ہے۔ مگر اب تو جس طرح بھی رکھوگے رہونگی"۔

یہ جملہ بیوہ نے ایسے درد بھرے لہجہ میں کہا کہ محمد رفیق سے بھی ضبط نہ ہوسکا اور اُس کے بھی بے اختیار آنسو نکل آئے۔

(۴)

تین دن بھائی کے سوگ میں دوکان بند رہی۔ چوتھے دن محمد رفیق نے جاکر دوکان کھولی۔ اب وہ دوکان پر اکیلا تھا اور سارا کاروبار اُس کے ہاتھ میں تھا۔

دن پر دن اور سال پر سال گذرتے رہے اور محمد رفیق جو اسوقت دوکان کا واحد مالک بنا ہوا تھا۔ برابر اپنے کاروبار میں ترقی کرتا رہا۔ اب اُسکی دوکان ایک بہت بڑے کارخانہ کی صورت میں منتقل ہو چکی تھی۔ جس میں سینکڑوں کاریگر اور کلرک کام کر رہے تھے مگر باوجود اس کے کہ دوکان پر محمد رفیق کا پورا پورا قبضہ تھا اور وہ جو چاہے کر سکتا تھا۔ لیکن اُس نے کسی تغلیب یا بددیانتی کا خیال تک بھی نہیں کیا۔ بھائی کی زندگی میں تو اگرچہ دوکان کی ابتدائی حالت تھی مگر منافع سال بسال نصف نصف تقسیم ہو جاتا تھا۔ بھائی کے انتقال کے بعد اُس نے اپنا یہ معمول کر لیا کہ صرف اتنی رقم دوکان میں سے لینا جو اُس کے اور اُسکی بیوی بچوں کے کھانے پینے اور دیگر ضروری اخراجات کے لئے کافی ہوتی اور باقی تمام منافع بھاوج کے ہاتھ پر لیجا کر رکھ دیتا۔ اور ہمیشہ اُسکی دلجوئی میں لگا رہتا اور اپنی بیوی کو بھی تاکید کرتا رہتا کہ گھر میں کوئی ایسی بات نہ ہونے پائے جو جٹھانی کی آزردگی کا باعث ہو۔ بھتیجوں کا بھی خاص خیال رکھتا اور اُن سے اپنے بچوں کی برابر محبت کرتا۔ جب گھر میں آتا کچھ نہ کچھ چیز اُنکے لئے ضرور لیکر آتا۔ اسی حال میں دس سال گذر گئے۔ اب کلیم الرحمٰن کی عمر اٹھارہ برس کی ہو چکی تھی اور وہ جوان تھا۔ عطاء الرحمٰن نے ابھی اپنی زندگی کی سولہ بہاریں دیکھی تھیں۔ ایک دن ماں بیٹوں میں یہ گفتگو ہوئی۔

کلیم الرحمٰن۔ اماں! ہمارے ابا کے انتقال کو کتنے دن ہوئے؟

نصیرہ (والدہ کلیم الرحمٰن) کیوں بیٹا؟ یہ سوال تم نے کیوں کیا؟ اور یہ کہہ کر جو اُسکو شوہر کی یاد آئی تو بے اختیار اُس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ مگر اُس نے ضبط کیا اور دوپٹہ کے آنچل سے آنسوؤں کو پونچھ دیا۔

کلیم الرحمٰن۔ اماں! بات یہ ہے کہ میرے اکثر دوست اور کنبے والے مجھ سے متعدد مرتبہ یہ کہہ چکے ہیں کہ دوکان کے تم دونو بھائی مالک ہو۔ مگر تمہارے چچا نے جبراً دوکان پر قبضہ کر رکھا ہے اور مالک بنا بیٹھا ہے۔ اُس نے دوکان کے تمام کاغذات بھی غائب کر دیئے ہیں اور اب ہرگز اُمید نہیں کہ دوکان کے مال میں سے ایک حبہ بھی تمہیں دے۔ بھائی محمد افضل کل کہہ رہے تھے کہ "انہوں نے دوکان کی رجسٹری اپنے نام کروالی ہے اور تین چار دن ہوئے مجھ سے کہہ رہے تھے کہ کوئی ایسی تدبیر بتاؤ جو بغیر کسی جھگڑے قضیئے کے کلیم الرحمٰن اور اُسکی والدہ کو آسانی سے گھر میں سے نکال دوں تاکہ مکان پر قبضہ ہو جائے۔ دوکان تو میں نے اپنے قبضہ میں کر ہی لی ہے۔ میں نے کہا۔ دیکھئے۔ سوچ کر عرض کرونگا"۔ میرے ایک دوست قادر بخش ہیں وہ سُنا رہے تھے کہ میرے والد تمہارے چچا کے دوست ہیں۔ ایکروز دوکان پر بیٹھے ہوئے اُنہوں نے اُن سے کہا کہ "یہ دوکان میں نے اپنے ہی روپیہ کی تھی۔ بھائی کا اِس میں کچھ حصہ نہیں"۔ ان حالات میں چچا کے قبضے میں سے دوکان کا نکالنا بہت مشکل معلوم ہو رہا ہے اور میں بہت سوچ میں ہوں کہ کیا کرنا چاہئے۔ دو ایک وکیلوں کے پاس بھی میں مشورہ کرنے گیا تھا۔ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ جب تک کوئی تحریری ثبوت دوکان کی ملکیت کا تمہارے پاس نہ ہو اُسوقت تک تمہیں دوکان پر قبضہ نہیں مل سکتا اور کاغذات اور بہی کھاتہ سارا ہے چچا کے قبضہ میں۔ اب

کام بنے تو کس طرح بنے۔

نصیرہ۔ بیٹا! یہ تمہارا بالکل غلط خیال ہے۔ تمہارے چچا جیسا ایماندار اور دیانتدار آدمی زمانہ بھر میں نہ ہوگا۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ تمام کاروبار تمہارے والد اور تمہارے چچا کا مشترکہ ہے۔ دونو نے شروع میں چار چار سو روپیہ لگاکر کام شروع کیا تھا۔ دونو مساوی محنت کرتے تھے اور منافع نصف نصف تقسیم ہوتا تھا۔ تمہارے والد کے انتقال کو آج دس برس ہو چکے ہیں جب تک تمہارے والد زندہ رہے منافع نصف نصف تقسیم ہوتا رہا۔ مگر تمہارے والد کے انتقال کے بعد ساری دوکان کا نفع تمہارے چچا مجھے ہی دیدیا کرتے تھے۔ یہ اُنکی عنایت اور نوازش ہے۔ محنت مشقت اُٹھاتے ہیں سارا دن دوکان پر رہتے ہیں اور ساری آمدنی مجھے لاکر دے دیتے ہیں مگر دوکان تمہاری نہیں آدھی تمہاری ہے اور آدھی تمہارے چچا کی۔ میں تمہیں نصیحت کرتی ہوں کہ اس کے متعلق اُن سے کچھ کہنے سُننے کا خیال بھی نہ کرنا۔ وہ آدمی نہیں فرشتہ ہیں۔

کلیم الرحمٰن۔ نہیں اماں! تمہیں خبر نہیں۔ دوکان ساری کی ساری ہماری ہی ملکیت ہے۔ مجھے یہ بات بہت معتبر لوگوں سے معلوم ہوئی ہے اور منافع دینے کو جو کہتی ہو تو یہ بھی چچا کی ایک چال ہے۔ دوکان میں ہزار روپیہ نفع ہوتا ہے تو مشکل سے تمہیں ایک سو روپے دیتے ہونگے اور بتا یہ دیا کہ سارا نفع تمہیں ہی دیدیتا ہوں۔ بھلا یہ عقل میں آنے والی بات ہے کہ کوئی شخص سارا دن محنت و مشقت اُٹھاکر جو کچھ کمائے وہ سارے کا سارا دوسرے کو دیدے۔ یہ محض چچا کی باتیں ہیں اور وہ باتوں ہی باتوں میں تمہیں بہلانا چاہتے ہیں۔ دس برس تک وہ ہمارا مال کھاتے رہے اور مزے اُڑاتے رہے۔ لیکن اب وقت آگیا ہے کہ اُنکو ایک ایک پائی کا حساب دینا ہوگا۔

نصیرہ۔ کلیم الرحمٰن! اگر تو نے ایسا کیا تو خود بھی خراب ہوگا اور مجھے بھی اپنے ساتھ خراب کریگا۔ مثل مشہور ہے کہ کھرے سے کھوٹا اُس کو درگاہِ الٰہی سے ٹوٹا۔

کلیم الرحمٰن۔ نہیں اماں! تم کیا جانو۔ میں اب جوان ہوگیا ہوں اور اپنی دوکان کا تمام کاروبار خود سنبھال سکتا ہوں پھر کیا وجہ ہے کہ ہماری زندگیاں چچا کے رحم پر موقوف رہیں۔ دس برس سے برابر نقصان ہو رہا ہے۔ کیا ضرور ہے کہ نقصان کا سلسلہ برابر جاری رہے۔ آج شام کو چچا گھر آئیں گے تو میں اُن سے صاف کہدونگا کہ دوکان میرے حوالے کریں اور اپنے آپ گھر بیٹھیں۔ اب ہمیں اُن کی ضرورت نہیں۔

نصیرہ۔ پاگل ہو گیا ہے۔ وہ تجھے ساری دوکان پر قبضہ کیوں دینے لگے۔ جبکہ آدھی اُنکی ہے۔

کلیم الرحمٰن۔ خیر دیکھا جائیگا۔ تم گھر کی بیٹھنے والی ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتیں۔

نصیرہ۔ کلیم الرحمٰن! جو کچھ تجھے تیرے مشیروں نے پڑھا دیا ہے کریگا تو تو ہی۔ مگر یہ میں کہے دیتی ہوں کہ پچھتائیگا بہت

کلیم الرحمٰن۔ خیر! جو کچھ میں کرونگا اپنی ذمہ واری پر کرونگا۔

(۵)

جاڑا آگیا تھا۔ محمد رفیق نے بھاوج اور دونو بھتیجوں کے لئے نئی رضائیاں بنوا دی تھیں۔ آج شام کو جب وہ گھر آیا

تو رضائیاں تیار ہو کر آگئی تھیں۔ انہیں ساتھ لیتا آیا۔ اُس کا دستور تھا کہ شام کو جب گھر آتا تو کچھ پھل یا تھوڑی سی مٹھائی ضرور بھاوج کے لئے لیتا آتا۔ چنانچہ آج شام کو بھی وہ ایک درجن کیلے لایا۔ گھر میں گھسا تو ہنستا ہؤا۔ نصیرہ سامنے بیٹھی تھی۔ کہنے لگا۔ بھاوج! جاڑا آگیا ہے۔ تم تینوں ماں بیٹوں کی رضائیاں کچھ میلی سی ہو گئی تھیں۔ میں یہ نئی رضائیاں بنوا کر لایا ہوں میاں کلیم الرحمٰن اور عطاء الرحمٰن کہاں گئے۔ لو یہ اُنکے لئے کچھ کیلے ہیں اور آج تم کچھ پریشان سی معلوم ہوتی ہو۔ کیا بات ہے؟

نصیرہ۔ کچھ نہیں۔ ویسے ہی بیٹھی تھی بھائی! تمنے رضائیاں بنوانے کی کیوں تکلیف اُٹھائی؟ ایسی کیا جلدی تھی۔ بن جاتیں۔

محمدؐ رفیق۔ اس میں کیا تکلیف ہوئی۔ بنئے کے ہاں سے روئی لی۔ بزاز سے استر اور ابرہ لیا اور دُھنئے کو دیدیا۔ مجھے کونسی محنت اس میں کرنی پڑی۔

نصیرہ۔ بھائی ہمارے پاس تو پہلی رضائیاں ہیں بھی۔ لیکن تمہارے اور دلہن (محمدؐ رفیق کی بیوی) کے پاس تو رضائیاں ہیں ہی نہیں۔ پہلے اپنی بنوا لیتے۔ پھر ہماری بھی بن جاتیں۔

محمدؐ رفیق۔ ہاں ہم دونو کے لئے بھی بن جائیں گی۔ تمہیں ہماری کیا فکر پڑی۔

ایثار اور ہمدردی کے اس معصوم نظارہ کو دیکھکر آسمان کے دروازے کھل گئے اور محمدؐ رفیق پر رحمتِ خداوندی کی بارش ہونے لگی۔ مگر ابھی اس مجسمہ شرافت کو ایک اور امتحان دینا باقی تھا۔

محمدؐ رفیق کی بیوی سامنے باورچی خانہ میں بیٹھی روٹی پکا رہی تھی۔ اُس نے بھی ساری گفتگو سُنی۔ مگر صبر کی اس دیوی کے دل پر میل تک نہ آیا۔

(۶)

کھانے کے وقت تک دونو لڑکے بھی آگئے۔ کھانا نکلا اور سارے گھر والے کھانا کھانے بیٹھے۔ کھانا کھا ہی رہے تھے کہ کلیم الرحمٰن نے کہا "چچا! مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے"۔

محمدؐ رفیق (بڑی محبّت سے) ہاں میاں! کہو کیا بات ہے؟

کلیم الرحمٰن۔ چچا! آپ جانتے ہیں کہ دوکان میرے والد مرحوم کی ہے اور آپکا اس میں کچھ حصہ نہیں۔ والد کے انتقال کے وقت ہم دونو بھائی چھوٹے چھوٹے تھے۔ آپنے دوکان کو چلایا۔ ہم آپکے شکر گذار ہیں۔ مگر اب میں جوان اور بالغ ہو گیا ہوں اور دوکان کو خود سنبھال سکتا ہوں۔ لہذا دوکان کا سارا انتظام میرے سپرد کر دیجئے۔ اب آپکے مزید تکلیف کرنیکی ضرورت نہیں۔ ہم دونو بھائی ملکر خود دوکان کو چلا لینگے۔ اور اگرچہ مجھے یہ کہتے ہوئے شرمندگی ہوتی ہے مگر مجبوراً کہتا ہوں کہ اس مکان میں زیادہ گنجائش نہ ہونیکی وجہ سے اب بہت تکلیف ہونے لگی ہے۔ اگرچہ آپ اور چچی اماں کسی اور مکان کا بندوبست کر لیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔

(۷)

محمدؐ رفیق نے بڑے ہی استعجاب کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے کلیم الرحمٰن کی طرف دیکھا اور پھر اُسکی ماں کی طرف۔ جو خاموش بیٹھی تھی مگر نہایت رنجیدہ و افسردہ۔ محمدؐ رفیق بھی گہرے فکر میں ڈوب گیا۔ مگر ابھی ایک منٹ بھی نہ گذرا تھا کہ اُس نے اپنا سر اُٹھایا۔ اُسکی آنکھوں میں آنسو تھے مگر چہرہ پر طمانیت کا نور برس رہا تھا کلیم الرحمٰن منتظر تھا کہ دیکھئے چچا کیا جواب دیتے ہیں؟ محمدؐ رفیق نے کہنا شروع کیا۔

بہارِ زندگی کی شام

(از سردار کرپال سنگھ صاحب بیدار)

بیدار صاحب کا یہ دوسرا قیمتی تحفہ ہے۔ جو انہوں نے رہنمائے تعلیم کو عطا کیا ہے۔ اہلِ نظر خود ہی اس کی قدر و قیمت کا اندازہ فرمائیں۔ جوش ملسیانی

آسمانِ صبح کی آئینہ پوشی ہو چکی
انجمِ شب تاب کی گوہر فروشی ہو چکی

ہو چکی رعنائی رنگِ گلستانِ شفق
اب ہے آنکھوں میں فقط خوابِ پریشانِ شفق

شام کے خاموش نغمے کیف باری کر چکے
رات کے مدہوش جلوے سحر کاری کر چکے

جلوۂ خورشید میں وہ گرمیاں باقی نہیں
پرتوِ مہتاب میں وہ نرمیاں باقی نہیں

مرغزاروں کے تبسم میں وہ گلکاری نہیں
جوئباروں کے ترنم میں وہ سرشاری نہیں

باغِ عالم پر نہیں وہ باغِ جنّت کا سماں
بلغِ جنت کا سماں کیفِ مسرت کا سماں

وہ جمالِ عارضِ ساقی وہ میخانہ کہاں
وہ خمِ لبریز، وہ مینا، وہ پیمانہ کہاں

میکشوں کے دل سے وہ رنگیں دعا اٹھتی نہیں
جھوم کر کہسار سے کالی گھٹا اٹھتی نہیں

کنجِ صحرا میں پپیہے کی فغاں خاموش ہے
وہ صدائے جاں ربائے "پی کہاں" خاموش ہے

حسنِ رنگیں کار کی رنگیں ادائی ہو چکی
آشنائی ہو چکی، نا آشنائی ہو چکی

ہو چکی رنگینیٔ افسانۂ راز و نیاز
مٹ چکا وہ دل کہ تھا دیوانۂ راز و نیاز

لٹ چکیں فصلِ جوانی کی بہاریں لٹ چکیں
کامرانی شادمانی کی بہاریں لٹ چکیں

اب جہانِ عاشقی میں رنگِ بیتابی کہاں
رنگِ بیتابی کہاں، نیرنگِ سیمابی کہاں

وہ نیازِ عشق کی رنگیں منا جانیں گئیں
پیار کی باتیں گئیں، شیریں ملاقاتیں گئیں

دہر میں دردِ محبت کی فراوانی نہیں
شاعرِ غمِ دوست کو ذوقِ غزل خوانی نہیں

پرسکوں ہے منظرِ ہنگامہ آبادِ شباب
کھو گئی ہے نالۂ خاموش میں یادِ شباب

رونقِ بزمِ تمنا بے طرح برباد ہے
بیدلی کے ہاتھ سے فریاد ہے فریاد ہے!

حلقۂ دامِ بلا ہے حلقۂ دامِ حیات
تلخئ زہراب سے لبریز ہے جامِ حیات

ہو رہا ہے سرد سینے میں شرارِ زندگی
کیا اسی کا نام ہے شامِ بہارِ زندگی؟

نوائے راز

از ابوالفاضل راز چاندپوری (مصنف دُنیائے راز وغیرہ)

پرستارِ محبت کو جلاتی ہے وہ کس دل سے
ملا موقع تو پوچھوں گا یہ نکتہ شمعِ محفل سے

بہت بیتاب پروانے ہیں۔ ہونا چاہئے اُن کو
منور محفلِ ہستی ہے شمعِ حُسنِ کامل سے

کہاں کا قصد ہے اے ساکنانِ کوچۂ دُنیا
کوئی آگاہ بھی ہے تم میں راہ و رسمِ منزل سے؟

صفا کیش و محبت خو۔ وفادار و خلوص آگیں
بہت دیکھے ہیں دُنیا میں مگر ملتے ہیں مشکل سے

بہت کم ظرف ہوں، بدشوق ہوں، بے ذوق ہوں لیکن
مرے ساقی! کہاں جاؤں میں اُٹھ کر تیری محفل سے

یہ بادہ بادۂ سرجوشِ الفت، اے ترے قرباں
جزاک اللہ، جزاک اللہ، نکلتی ہے دُعا دل سے

یہ اہلِ علم کی مجلس، یہ بزمِ شعر، اے توبہ!
جنابِ راز بھی واقف نہیں آدابِ محفل سے

(غیر مطبوعہ)

انسانی تار گھر

(جناب شیخ عبد اللطیف صاحب تپش ایم اے لکچرار گورنمنٹ کالج پسرور)

حال ہی میں جب لیڈی شوکت نے یتیم خانے میں قدم رنجہ فرمایا تو ایک عجیب و غریب نظارہ دیکھنے میں آیا۔ انہوں نے دیکھا کہ تین چار بچے کسی پھٹی پُرانی کتاب پر لڑ جھگڑ رہے ہیں اور ایک دوسرے پر گھونسے تان تان کر ٹوٹ رہے ہیں اور انکو چوٹیں بھی آ رہی ہیں یہ دیکھ کر لیڈی صاحبہ بہت پریشان ہو گئیں اور بول اُٹھیں:۔ "ہیں ہیں.... کیا... بچو.... ارے بچو..... بچو یہ کیا ہے! کیا کر رہے ہو؟ ہیں... تم تو لڑ رہے ہو۔ افسوس ہے۔ آج تم میں سے کسی کو بھی ضیافت میں شریک نہیں کیا جائیگا بلکہ دیوار کے کونے میں گھٹنوں کے بل کھڑا رہنے کی سزا دی جائے گی"۔

ایک لڑکے نے اپنے جُرم کو گھٹانے کی نیت سے کسی قدر جرأت میں آکر کہا:۔ اس نے مجھ سے "چہار درویش" چھین لی ہے دوسرا فوراً بول اُٹھا:۔ جھوٹ کہتا ہے۔ خود ہی تو اس نے کتاب اُٹھائی ہے"۔

اس پر تیسرا لڑکا دوسرے سے مخاطب ہو کر چیخا اور کہنے لگا" کیوں بکتے ہو۔ تم ہی نے تو مجھ سے "چہار درویش" چھینی ہے"۔ لیڈی صاحبہ کی خدمت میں اُستانی جی نے عرض کیا کہ اگرچہ ہر امکانی طور پر غور و پرداخت کی جاتی ہے۔ مگر اس قسم کے جھگڑے اکثر پیدا ہو جاتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ بچے کتابوں کے شائق ہیں اور مطالعہ کے مشتاق لیکن یتیم خانے میں کتابیں ناپید ہیں!

یہ سُنکر لیڈی صاحبہ کے دل میں ہمدردی کی لہر دوڑ گئی اور گوناگوں خیالات گردش کرنے لگے اور جب ان خیالات نے کچھ اضطرار کی صورت اختیار کی تو انہوں نے انکو دبانے کی کوشش کی اور اس چشم دید واقعہ اور اس کی کیفیات کو فراموش کر دیا۔

کچھ دنوں بعد لیڈی صاحبہ کسی امیر کبیر کے ہاں دعوت میں تشریف لے گئیں۔ جہاں دوران گفتگو میں بعض مذہبی اور ہمدردی بنی نوع انسان کے مسائل آ گئے۔ لیڈی صاحبہ نے یتیم خانے کا قصہ دہرا دیا۔ اور اُستانی جی کی گفتگو کا لب لباب بھی بیان کر دیا۔ امیر کبیر نے اس کو خوب توجہ سے سُنا اور وہ غیر معمولی طور پر متاثر ہو گیا۔ چونکہ وہ فکر و خوض کا عادی تھا۔ اس نے تجویز کی کہ یتیم خانے میں کتابیں بھجوا دینی چاہئیں۔ چنانچہ اس کو یہ بھی یاد آ گیا۔ کہ اس کے ہاں الماریوں میں یا صندوقوں میں بہت سی کتابیں پڑی سڑ رہی ہیں جو اپنے ہاں کے بچوں کے لئے خریدی گئی تھیں۔

دوسرے دن شام کو امیر کبیر اپنے دوست طرزی کے ہاں پہنچا۔ طرزی صاحب کی تمام عمر اس تلاش میں گذری تھی اور وہ اس ٹوہ میں رہتے تھے۔ کہ حکومت کے اراکین یا اُمرا کے طبقہ میں سے کسی کی متفرق خدمت کرتے رہیں۔ امیر کبیر نے طرزی کے لئے سامان حسرت بہم پہنچانے کی غرض سے اس کو یتیم خانے کا قصہ سُنانا شروع کیا۔ اور لیڈی صاحبہ نے جو کچھ یتیم خانے میں دیکھا تھا۔ اور جو کچھ وہاں کی اُستانی نے بیان کیا تھا۔ سب کا سب بلا کم و کاست کہہ ڈالا اور کہا۔ کہ میں بھی چند کتابیں

یتیم خانے کے لئے پیش کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ مگر... حقیقت... اصل بات یہ ہے کہ یتیموں کے لئے بہت سی کتابیں درکار ہیں۔"

طرزی نے کہا۔ یہ تو بالکل آسان بات ہے۔ میں کل ہی صبح "آفتاب" کے دفتر میں جاکر ایڈیٹر سے ملونگا۔ اور یتیم خانے کی فوری ضروریات پر توجہ دلاکر ایک مؤثر مضمون چھپوادونگا۔

اگلی صبح طرزی نہایت سرگرمی سے آفتاب کے ایڈیٹر کے کمرے میں داخل ہُوا۔ اور تمام انبیا اولیا کا واسطہ دیکر کہنے لگا۔ کہ اپنے اخبار میں کوئی ایسی مؤثر اپیل شائع کر دیجئے جسے دیکھ کر لوگ بھڑک اُٹھیں اور بچوں کے لئے یتیم خانے میں دھڑا دھڑ کتابیں آنی شروع

طرزی بھی عین موقع پر پہنچا تھا۔ اخبار میں جگہ خالی تھی اور کسی لرزہ خیز امر کی نسبت چند سطور درکار تھیں چنانچہ ایڈیٹر فوراً ہی بیٹھ گیا۔ اور اس نے ایک چھوٹا سا مقالہ دھڑ گھسیٹا۔ مٹھی بھر بچے۔ عوام الناس کی توجہ کے محتاج ہیں۔ کتابوں کے مشتاق مگر کتابیں ندارد۔ ننھے ننھے بچے آرزوؤں اور تمناؤں سے بیتاب ہو رہے ہیں۔ بچوں کی پیاسی روحوں کا خیال کیجئے۔ اور ان کے لئے کتابیں مہیا کیجئے۔

طرزی مطلوبہ مضمون کی اشاعت کا انتظام کرانے کے بعد اطمینان سے سیٹی بجاتے ہوئے گھر چلا آیا۔

چند یوم کے بعد اتوار کے دن میں اپنے دوست کے ساتھ جو فزکس کے پروفیسر تھے آفتاب اخبار کے دفتر کے پاس سے نکلا۔ تو ایڈیٹر صاحب کے مقفل کمرے کے سامنے میری ایک شخص سے مڈبھیڑ ہوئی جس کے کپڑے پھٹے پُرانے اور میل سے چکٹ ہو رہے تھے اور جس کے ہاتھ اسقدر کالے کالے نظر آتے تھے گویا چمنی صاف کرنے پر ملازم تھا۔ اسکے ہمراہ ایک زرد رُو نازک اندام مگر سمجھ دار لڑکی تھی۔ اسکی پوشاک بھی میلی کچیلی تھی مگر ذہانت بشرے سے ٹپک رہی تھی۔ اسکی بغل میں کتابوں کی ایک گٹھڑی تھی۔

میں نے اس شخص سے پوچھا:۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟

اس تیرہ فام نے تعظیم کی اور ڈرتے ڈرتے کہا:۔ جناب عالی۔ ہم ان بچوں کے لئے جن کی روحیں پیاسی ہیں اور جنکی نسبت آپنے اخبار میں لکھا ہے۔ چند کتابیں لائے ہیں۔"

نازک اندام لڑکی نے بھی تسلیمات کہی۔ اور اس کے چہرے پر خُون کی قلت کے باوجود ہلکی سی سُرخی دوڑ گئی۔

مَیں نے کتابیں لڑکی سے لیکر اخبار کے محافظ دفتر کے حوالہ کر دیں اور شخص موصوف سے پوچھا:۔ کہئے آپ کا اسم گرامی؟

لیکن اس نے کچھ رُکتی ہوئی آواز میں جواب دیا:۔ "آپ پوچھ کر کیا کیجئے گا؟"

نہیں ہم کتابوں کے عطیہ دینے والوں کا نام اخبار میں ضرور چھاپیں گے۔

جی نہیں۔ اسکی ضرورت نہیں۔ مہربانی کر کے ایسا ہرگز نہ کیجئے گا۔ میں تو ایک نہایت معمولی حقیر آدمی ہوں۔ ٹوپیوں کے کارخانے میں کام کرتا ہوں۔ نام وام چھاپنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ کہہ کر وہ تو اپنی پتلی دُبلی لڑکی کے ساتھ چلا گیا۔ اور میں خیالات میں غرق ہو گیا شاید اس لئے کہ فزکس کے پروفیسر میرے ساتھ کھڑے تھے۔ میرے ذہن میں آیا۔ کہ یہ تو قلبی خبر رسانی کا ایک جدید کرشمہ ہے۔ یعنی یتیم خانہ تار گھر تھا۔ اور نادار کے پیغام کارخانے کا کاریگر وصول کر رہا تھا۔ جب تار گھر سے پہلی صدا نکلی کہ "ہوشیار ہو جاؤ"۔ تو کاریگر نے فوراً ہی جواب اثبات میں دیا۔ اور جب اُدھر سے کسی شے کی طلب ہوئی تو ادھر سے سب سامان مہیا کر دیا گیا۔ باقی رہے ہم۔ تو ہم سب کے سب تار کھمبا کا کام دے

اعلان

ہم نے رہنمائے تعلیم میں ابتدائی مدرسین اور دیگر شائقین کے لئے چند صفحات مخصوص کئے ہیں۔ جن سے مقصود یہ ہے کہ مندرجہ بالا اصحاب کے خیالات میں وسعت اور مضمون نویسی کا ملکہ پیدا ہو۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ کہ رسالہ ہذا کے نامہ نگار غیر معمولی قابلیت کے انشا پرداز اور ملک کے مایۂ ناز فخر زبان اُردو شعرائے کرام ہیں۔ لیکن بعض اصحاب کا ایما ہے کہ رہنمائے تعلیم کو اِس امر کی بھی راہنمائی کرنی چاہئے۔ ہم انشاء اللہ آئندہ ماہ اپنی اس تجویز کو عملی جامہ پہنائیں گے۔ مذکورہ بالا اصحاب کے مضامین کی اشاعت کے لئے مندرجہ ذیل قواعد وضوابط مقرر کئے گئے ہیں۔

(۱) مضامین موصولہ محنت و جانفشانی سے قلمبند کئے گئے ہوں۔

(۲) خوشخط اور فلسکیپ کاغذ کے ایک صفحہ پر درج ہوں۔

(۳) مضامین اُن اصحاب کے شائع ہونگے۔ جو رسالہ کے خود خریدار ہونگے۔ یا مضمون بھیجتے وقت خریدار بن جائیں۔

(۴) مضامین شائع کرانے والے اگر خود خریدار نہ ہوں۔ تو کم از کم ایک سال میں تین نئے خریدار پیدا کریں۔

(۵) موصولہ مضامین کو ایڈیٹر صاحبان نہایت غور و خوض سے دیکھ کر اصلاح کیا کریں گے اور رسالہ کے مقررہ معیار پر لایا کریں گے

(۶) مضامین تعلیمی۔ جغرافیائی۔ تاریخی۔ طبعیاتی۔ سائنٹیفک۔ دیہات سدھار۔ مدرسین کی اپنی مشکلات۔ ڈسٹرکٹ بورڈوں کے حالات۔ سالانہ معائنے۔ تنخواہوں پر تخفیف کا اثر۔ دستکاریاں۔ سکوٹنگ۔ سٹاف سلیبس۔ ٹائم ٹیبل وغیرہ وغیرہ موضوع پر لکھنا چاہئیں۔ یعنے جو کچھ لکھا جائے حالاتِ حاضرہ کے ماتحت تحریر ہو۔

جملہ تعلیمی رسائل میں جائز طریق سے آپ صاحبان کی حقیقی معنوں میں وکالت کرنے والا یہی رسالہ ہے جس کا شاندار جشن جوبلی بھی منایا جا چکا ہے۔ جس کے متعلق آنریبل وزیر تعلیم پنجاب اور اُن کے عملہ و دیگر صوبجات کے افسران اور فاضل اصحاب نے نہایت حوصلہ افزا اور تعریفی چٹھیات تحریر فرمائی ہیں۔ جس کی اشاعت رسالہ ہذا میں وقتاً فوقتاً ہو چکی ہے۔ جوبلی نمبر کا مطالعہ ہمارے ورنیکلر و اینگلو ورنیکلر اساتذہ کے لئے ازبس ضروری ہے۔ اس نمبر میں آپ کی ضیافت طبع کے لئے ہر قسم کا سامان بہم پہنچایا گیا ہے۔

اس کا مطالعہ آپ کی معلومات میں اضافہ اور رُوح کو آسودہ کریگا۔ اگر آپ نے جوبلی نمبر اب تک نہیں دیکھا تو آج ہی آرڈر دیجئے۔ کیونکہ یہ جواہرات میں تُلنے والی چیز ختم ہونے والی ہے۔ پھر آپ کو بصرفِ زر کثیر بھی ہاتھ نہ آئیگی

اُمید ہے کہ اس اعلان سے ابتدائی مدرسین اور عام شائقین جن کو تعلیم سے دلچسپی ہے۔ فائدہ اُٹھائیں گے۔

(مینیجر)

رہنمائے تعلیم کا سالنامہ ۱۹۳۳ء

رسالہ ہذا تعلیمی دُنیا میں جس سرگرمی اور اعلےٰ پیمانے پر کام کر رہا ہے۔ اس کے متعلق ملک کے نامور اصحاب اور ماہرین تعلیم کے خیالات ناظرین اکثر مطالعہ کر چکے ہیں۔ جو کہ مالک رسالہ کی قربانی اور ایثار اور رسالہ کی قبولیت عامہ کا بیّن ثبوت ہے۔ میں سخت تعجب میں ہوں کہ جوبلی نمبر کا عدیم النظیر نمبر نکالنے کے بعد رہنمائے تعلیم نہایت سرعت کے ساتھ ہر پہلو سے نمایاں طور پر ترقی کے میدان میں گامزن ہے۔ قبل ازیں جوبلی نمبر پر سردار صاحب نے پانی کی طرح روپیہ بہایا۔ ہندوستان کے طول وعرض میں طول طویل سفر کئے۔ ملک کے چیدہ برگزیدہ اور بلند پایہ انشا پردازوں اور شعرائے باکمال سے مضامین نظم ونثر حاصل کئے۔ جوبلی کے عشق نے سردار صاحب کو اس قدر دیوانہ کر دیا۔ کہ سردار صاحب اس کے عشق میں مقروض ہو گئے۔ موصوف کی داستانِ عشق زمانے کی زبانوں پر جاری ہے۔

کیا افسرانِ بالادست۔ کیا ادبائے ملک۔ کیا شعرائے باکمال سب نے سردار صاحب کے زرّیں کارناموں اور محنت ہائے بے پایاں کی داد دی ہے؟ جوبلی نمبر کی اشاعت کے بعد موصوف رسالہ میں وہی تنوع وہی جدت وہی رعنائی پیدا کرنے میں کامیاب ہوتے رہے۔ رہنمائے تعلیم کا ایک ایک نمبر اس دعوے کا شاہد ہے۔ آج ۱۹۳۳ء کا جنوری نمبر جسے سالنامہ کہنا بجا ہے ہمارے زیر نظر ہے۔ جس کو دیکھتے ہی ؎

روشن تمام کعبہ و بتخانہ ہو گیا گھر گھر جمالِ یار کا افسانہ ہو گیا

حیرانی پیدا ہو رہی ہے کہ بلحاظ حسن طباعت۔ تنوع مضامین اور تصاویر کے یہ سالنامہ جوبلی نمبر کا نقشِ ثانی ہے۔ زیر نظر سالنامہ کا سرورق اپنے اندر ایک عجیب جاذبیت رعنائی اور کشش لئے ہوئے ہے ؎

اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا کسی میں زورِ حسن آئینے کو توڑ ڈالا آپ کی تصویر نے

سرورق پر چشمِ تماشائی ٹھہر نہیں سکتی۔ خیرہ ہو رہی ہے۔ اب لیجئے معنوی محاسن۔ ہندوستان کے مایۂ ناز اساتذہ جن کا کلام بلاغت نظام قبول زمانہ ہے۔ یعنی فرمانروائے دکن بالقابہ حضرت جلیل کان اللہ استاذ السلطان اعتبار الملک دل شاہجہانپوری۔ تاج الشعرا نوح ناروی۔ ابو الفصاحت جوش ملسیانی۔ حضرت عابد شاہجہانپوری جناب کوکب صاحب وغیرہم کے کلام نے رسالہ کی عظمت و وقار کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ ان حضرات کے برجستہ اشعار طبیعت پر خاص کیفیت پیدا کر رہے ہیں۔ انکے مجموعہ اشعار کو ترکش کہنا چاہئے۔ آہ پڑھتے ہی دل میں اتر جاتے ہیں ہائے کس شعر کی داد دوں۔ ؎ طرفہ کیفیت اٹھاتے ہیں خرابات میں رند نشہ میں سیرِ گلستانِ ارم دیکھتے ہیں

ادبی مضامین میں مولانا محمد حسین صاحب قبلہ کا مضمون اُردو شاعری کے لوازم ظاہری۔ دُنیائے ادب میں نادر اور بے قیمت

شاہکارہ ہے۔ موجودہ وقت میں جبکہ انگریزی خیالات کے لوگ بلینک ورس (بے قافیہ) نظموں کی طرف تحریک دے رہے ہیں۔ مولنا کا مضامین انکے لئے شمع ہدایت ہے۔ ہمارے ملک کے نوجوان اصحاب کے لئے اسکا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔ تنوع خیال کے ساتھ ہی مولنا کی انشاپردازی بھی سحر حلال کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہے۔ دونو باتیں طبیعت میں سرور پیدا کر رہی ہیں۔ دوسرا مضمون اسمٰعیل اور اسکی شاعری۔ یہ مضمون پہلا مضمون ہے جس سے مولنا کی شاعری کے نشیب و فراز تدریجی ارتقا کا علم ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں زیادت فی الکلام۔ جاپان کی دکانیں۔ اکبری دربار کے نورتن سرائے نور محل۔ گھریلو پرندونکی زبان سیر بھر چاول۔ ہوامیں سیر وغیرہ وغیرہ مضامین کتنے دلکش اور کسقدر روح پرور ہیں۔ یہ تمام مضامین بلحاظ برجستگی زبان کی شستگی بلند خیالی ولٹریچر رہنمائے تعلیم میں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔

میں انکے مصنفین کو انکی جانکاہی اور کاوش و تحقیقات کی تہ دل سے مبارکباد دیتا ہوں۔ تصاویر میں پہلی تصویر جناب ڈائرکٹر صاحب بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب اور تمام ڈویژنل انسپکٹر اصحاب کی ہے۔ درمیان میں آسمان پنجاب کے ماہتاب تعلیم جناب ڈائرکٹر صاحب اور انکے اردگرد آسمان پنجاب کے پانچوں رخشندہ ستارے (انسپکٹر صاحبان) ہیں۔ یہ جدت طرازی سردار صاحب کو بہت اچھی سوجھی۔ سنہ ۱۹۳۳ء کے مصوری کارناموں میں یہ نادر شاہکارہ بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ دوسری تصویر دربار اکبری کے نورتنوں کی ہے۔ دنیائے تاریخ میں اسکی اہمیت سے کسے انکار ہو سکتا ہے۔ جہاں یہ تصویر عام پبلک پسندیدہ نگاہوں سے دیکھے گی وہاں اہل مدارس اسے دل میں جگہ دینگے۔ تاریخی کتابوں میں اس کی سخت ضرورت تھی۔ آج موصوف نے اس زبردست ضرورت کو پورا کرکے خراج تحسین حاصل کیا ہے۔ اسی طرح باقی تصویریں بھی قابل تعریف ہیں۔

آخر میں دست بدعا ہوں کہ موصوف کو اپنے نئے مقاصد اور نئی سکیم میں خدا تعالیٰ کامیابی دے اور آپ کا یہ تعلیمی نہال (رہنمائے تعلیم) ہمیشہ پھولتا پھلتا رہے۔ اسی طرح ملک و قوم کی خدمت میں وقف رہے۔ اور ہماری خفتہ قوم (طبقہ مدرسین) سرگرانیاں چھوڑ دے۔ اس میں جدوجہد تنظیم۔ ہمدردی کا مادہ پیدا ہو جائے۔ قوم میں اب یہ بھی احساس پیدا ہو جائے کہ رہنمائے تعلیم جو قوم کی درست اور صحیح معنوں میں رہنمائی کرتا ہے۔ اس کے مطالعہ سے بہرہ اندوز ہو۔ اس کی اشاعت میں حصہ لے تاکہ اس کے مالک کو اپنے ارادہ کی کامیابی سے حقیقی راحت و مسرت حاصل ہو۔ کیونکہ مجھے علم ہے کہ مالک رسالہ ہذا کو باوجود قربانی۔ ایثار۔ جانکاہی محنت پژوہی کے کچھ صلہ نہیں ملا۔ اب ہمارے مدرسین بھائیوں کو میدان عمل میں آنا چاہیئے سرگرمی سے اپنے فرائض کو ادا کرنا چاہئے۔ رہنمائے تعلیم جو کہ ان کی رہنمائی کے لئے وقف ہے۔ اس کے خود خریدار بنیں اور اوروں کو خریدار بنا کر عنداللہ ماجور ہوں۔

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

(سید دل محمد فضا منشی فاضل جالندھری)

علمِ ادب

علمِ ادب کے معنی ۔ "ادب" عربی کلمہ ہے ۔ اس کے لغوی معنی "زیرکی" اور ہر چیز کی حد کا نگاہ رکھنا ہے ۔

(۱) علامہ ابن خلدون کا قول ہے کہ علمِ ادب کسی واحد علم کا نام نہیں ۔ اسی لئے ہم اس کے مفہوم کو معیّن نہیں کر سکتے بلکہ یہ متعدد علوم کے مجموعے کا نام ہے ۔

(۲) مصنف منتہی الارب لکھتا ہے کہ علمِ ادب سے مراد ایسا علم ہے جس سے صحیح زبان بول اور لکھ سکیں ۔

علمِ ادب کی اقسام ۔ علمِ ادب کی بارہ قسمیں ہیں ۔ آٹھ اصولی اور چار فروعی ۔

اصولی اقسام میں لغت ۔ صرف ۔ نحو ۔ اشتقاق ۔ معانی ۔ بیان ۔ عروض اور قافیہ شامل ہیں ۔

اور فروعی اقسام میں علم رسم الخط ۔ علم قرض الشعر ۔ علمِ محاضرات (علمِ تاریخ انسان و لٹریچر) اور علمِ انشا شامل ہیں ۔

علمِ ادب کی اہمیت اور ضرورت (۱) حکمت ۔ دانش ۔ تمدن اور معاشرت کے علوم میں سے کوئی علم ایسا نہیں جو علمِ ادب کے سرچشمہ سے سیراب نہیں ہوا ۔ اور کوئی علم اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ الفاظ اور اصطلاحات کا ذخیرہ بہم نہ پہنچائے اور یہ علمِ ادب کے بغیر ناممکن ہے ۔

(۲) انسانی سوسائٹی ۔ تعلقات تمدن اور معاشرت کے سلسلے میں تحریر و تقریر ناگزیر ہے اور کوئی شخص کسی بات کو اپنی تقریر یا تحریر میں کما حقہٗ واضح نہیں کر سکتا تاوقتیکہ وہ علمِ ادب میں ماہر نہ ہو ۔ اس کے پاس الفاظ کا کافی ذخیرہ نہ ہو اور وہ الفاظ انکے معانی اور مواقع استعمال سے اچھی طرح واقف نہ ہو ۔ مصنفین میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کسی بات کو اس خوبی سے واضح کرتا ہے کہ پڑھنے والے حیران رہ جاتے ہیں اور دوسرے کو بڑی مشکل پیش آتی ہے ۔ خیالات اس کے دماغ میں ہوتے ہیں لیکن انہیں ظاہر کرنے کے لئے الفاظ نہیں ملتے ۔ اور یہی حال مقررین کا ہے ۔

(۳) قوائے عقلیہ کی ترقی اور سوسائٹی کی اصلاح وغیرہ کا تمام تر انحصار علمِ ادب ہی پر موقوف ہے ۔

(۴) کسی قوم کا علمِ ادب میں دیگر اقوام سے پیچھے رہ جانا یا دلچسپی نہ لینا اس قوم کے جمود و تعطل پر شاہد ہے ۔

(۵) تاریخ کی دُنیا میں انسانی دماغ ۔ جذبات ۔ احساسات وغیرہ کا مطالعہ صرف علمِ ادب ہی سے کیا جا سکتا ہے ۔

ترجمہ از فارسی (دبیر عجم)

الفاظ اور معانی کا تعلق

اگر وضع الفاظ کی حقیقت پر غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہو جائیگا کہ جماعات و افرادِ انسانی پہلے کسی چیز کو

دیکھتے، محسوس کرتے، اور تیار کرتے ہیں، اور پھر اس کا نام رکھتے ہیں یا اسے الفاظ کا جامہ پہناتے ہیں۔ گویا الفاظ اور معانی کا تعلق بڑا گہرا تعلق ہے۔ جیسے جسم اور روح کا تعلق۔

جو شخص مفرد کلمات کے وضع ہونے کی حقیقت سے بے خبر ہے وہ الفاظ کو انکے صحیح موقع پر استعمال نہیں کر سکتا۔ مثلاً "گسستن" اور "شکستن" ہر دو کے معنی توڑنا ہے۔ لیکن "گسستن" ان چیزوں کے لئے خاص ہے جو رسّے وغیرہ کی قسم سے خاص ہوں۔ اور "شکستن" لکڑی پتھر وغیرہ دیگر قسم کی اشیا کے لئے۔ علےٰ ہذا القیاس

ترجمہ از فارسی (دبیرِ عجم)

خفت و ثقلِ الفاظ

زبان میں اکثر الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں ادا کرنے میں زبان اور دیگر اعضائے صوت خاص طور پر تکلیف محسوس کرتے ہیں اور اکثر الفاظ بڑی آسانی سے ادا ہو سکتے ہیں۔ پہلی قسم کے الفاظ ثقیل الفاظ اور دوسری قسم کے لطیف الفاظ کہلاتے ہیں۔

یعنی الفاظ کی خفت و ثقل الفاظ کی حرکات و سکنات اور مخارج حروف پر موقوف ہے۔

ایسے الفاظ کا تلفظ خاص طور پر ثقیل ہوگا۔

(۱) جو ہماری مادری زبان کا نہ ہو۔ (۲) جو روزمرہ بول چال میں نہ آتا ہو۔ (۳) جسکے حروف پر متواتر کئی حرکات ہوں۔ (۴) جس کے متصلہ حروف کے مخرج بالکل قریب قریب ہوں۔ (۵) جس میں کئی حروف مشدّد ہوں لیکن یہ عام طور پر عربی الفاظ میں ہوتا ہے۔ فارسی زبان میں ثقالتِ الفاظ کا فقدان ہے۔

ترجمہ از فارسی (دبیرِ عجم)

ترادفِ الفاظ

زبان میں نیا لفظ وضع کرنے کی ضرورت ہمیشہ نیا خیال یا معنی ظاہر کرنے کے لئے پیش آیا کرتی ہے۔ (ضروریات ایجاد کی ماں ہے) کوئی چیز وضع نہیں ہوتی جب تک اسکی ضرورت پیش نہ آئے۔ "اسپ" گھوڑے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ واضع نے اسکی مختلف ہیئتیں ظاہر کرنے کے لئے سمند، بور، بارہ، یکراں ختل، خنگ، باد پائے، ہیون، اور انجام وغیرہ الفاظ وضع کئے ہیں۔ ماہرینِ السنہ کے نزدیک الفاظ کا مترادف کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی کسی لغت میں اس کا ذکر ہے۔ ہاں دو زبانوں کے الفاظ ایک دوسرے کے مترادف ہو سکتے ہیں۔ مثلاً شیر اور دُودھ وغیرہ۔ اگر اکثر زباندان ترادفِ الفاظ کے قائل ہیں تو وہ محض مبتدیوں کو سمجھانے کے لئے اور بس۔　　ترجمہ از فارسی (دبیرِ عجم)

محمد عبد الغنی اصغر ہیڈ ماسٹر لوئر مڈل اسکول اکرماٹھہ ڈاکخانہ خاص ضلع لاہور

آل انڈیا مشاعرہ گورکھپور (منعقدہ ۱۶ جولائی ۱۹۳۲ء) کی ایک ممتاز غزل

(حضرت کوکب شاہجہان پوری)

تپش سے ہے دِل میں یادِ گلستاں سے | قفس روشن ہے برقِ آشیاں سے
وقارِ آرزو مدِ نظر ہے | دماغِ التجا لاؤں کہاں سے
قفس پردردہ بھی کنجِ قفس میں | تڑپ اُٹھتے ہیں نامِ آشیاں سے
ترے ہوتے ہوئے اے جذبِ منزل | مدد چاہوں غبارِ کارواں سے
جوابِ التجا لایا ہے دُشمن | تسلّی - اور ادائے جاں ستاں سے
سُنا کرتے ہیں اکثر بیخودی میں | ہم اپنی داستاں اُن کی زباں سے
اسیرانِ قفس کی دل دہی کیا | بہل جاتے ہیں ذکرِ آشیاں سے
کہاں تک اعتبارِ دیدہ و دل | اُٹھاؤ واسطے اب درمیاں سے

نظر کے سامنے منزل ہے کوکبؔ
مگر پائے رسا لاؤں کہاں سے

جذباتِ شاطر

کمالِ عشق کا انجام سوچتا ہوں میں | اُٹھا کے خاک کے ذروں کو دیکھتا ہوں میں
یہ ابتدائے محبت میں ہو گیا احساس | کہ جُرم کرکے سزا کو پہنچ چکا ہوں میں
زباں سے کہئے نہ سرکار لُطف جاتا ہے | نگاہِ شوق کا مطلب سمجھ گیا ہوں میں

(غیر مطبوعہ)

(خان شاطر غزنوی ایڈیٹر جہانگیر لاہور)

سررشتہ تعلیم پنجاب کے احکام و ہدایات

نمبر ۱۴۰۰۳ جی۔ ضابطہ تعلیم پنجاب کی گیارھویں ایڈیشن (۱۹۳۲) میں مفصلہ ذیل ترمیم اطلاع عامہ کے لئے مشتہر کی جاتی ہے۔

ترمیم

(۱) باب سوم کی دفعہ ۸۰ کے پہلے پیراگراف کے آخری فقرہ کی جگہ لکھو:۔

بورڈنگ ہاؤس کی گرانٹ ان ایڈ محسوب کرتے ہوئے شرح فیس وہی متصور ہو گی جو گورنمنٹ اور بورڈ سکولوں کے لئے مقرر ہے۔ سوائے اس صورت کے کہ محکمہ کی منظوری سے کسی جگہ کم شرح فیس وصول کی جاتی ہو۔ منظور شدہ خرچ اس سکیل سے زائد نہ ہو سکیگا جو محکمہ نے منظور کر رکھا ہے۔

(۲) **نمبر ۱۴۰۵۸ جی**۔ باب سوم کی دفعہ ۸۰ میں بطور تیسرا پیراگراف بڑھایا جائے۔

بورڈنگ ہاؤس کی گرانٹ کے سلسلہ میں منتظمین بطور منظور شدہ اخراجات مجوزہ کرایہ عمارت وصول کرنے کے مجاز ہیں۔

(الف) بورڈنگ ہاؤس کی عمارات بجائے ۶۰ مربع فٹ جو پچاس مربع فٹ کی بورڈر کے حساب دی جاتی ہو۔ آٹھ روپے ماہانہ (دیکھو دفعہ ۲۲۴)

(ب) عمارات متعلقہ کچن و رہائشی مکانات سپرنٹنڈنٹ بشرح پانچ روپیہ و دس روپیہ ماہوار بالترتیب بشرطیکہ یہ عمارتیں محکمہ کے منظور شدہ خاکوں کے موافق ہوں۔

چٹھی نمبر ۱۸۴۴۲ جی مورخہ ۲۳ نومبر سنہ ۱۹۳۲ء منجانب صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب

بخدمت ڈویژنل انسپکٹر صاحب مدارس انبالہ ڈویژن

مضمون۔ سال سنہ ۱۹۳۳-۳۲ء کا زرامداد محسوب کرتے ہوئے دس فیصدی کٹوتی کا ہونا۔

آپ کی چٹھی نمبری ۱۶۲۳۷ مورخہ ۲ نومبر سنہ ۱۹۳۲ء مضمون مندرجہ عنوان کے جواب میں قلمی ہے کہ دفعہ ۴۷ باب سوم ضابطہ تعلیم پنجاب گیارھویں ایڈیشن سنہ ۱۹۳۲ء کے بموجب تنخواہوں اور منظور شدہ اخراجات کے زرامداد کو محسوب کرتے ہوئے دس فیصدی کٹوتی تجویز شدہ پنجاب گورنمنٹ (وزارت تعلیم) سی ایم نمبر ۱۲۳۵ مورخہ ۲-۳-۳۲ کے گیارھویں پیراگراف کو سمجھا جائے۔ کہ ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۳۲ء کے بعد عمل میں آچکی ہے۔ خواہ وہ کٹوتی منتظمین سکول نے وضع کی ہے یا نہ۔

نقل بغرض آگہی و رہنمائی دیگر ڈویژنل انسپکٹر اصحاب کی خدمت میں مرسل ہو۔

سی ایم نمبر ۱۲۳۶۹ منجانب رائے بہادر مسٹر من موہن ایم اے انسپکٹر مدارس لاہور ڈویژن

بخدمت جملہ ہیڈ ماسٹر اصحاب گورنمنٹ، بورڈ اور منظور شدہ ہائی سکولز لاہور ڈویژن مورخہ ۱۷-۱۲-۳۲

جناب من۔ کئی دفعہ دیکھنے میں آیا ہے کہ نہایت کمزور طالب علم جو میٹریکولیشن امتحان میں شامل ہو جاتے ہیں اور ہیڈ ماسٹر صاحبان کے سمجھانے پر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہ وہ سمجھتے ہیں نہ انکے والدین اور سرپرست بلکہ امتحان کی شمولیت پر اصرار کرتے ہیں۔ ایسے تمام مواقع پر میرے خیال میں یہ انسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ بچوں کے والدین اور سرپرستوں کو برملا طور پر کہہ دیا جائے کہ اگر آپ کا لڑکا بری طرح سے فیل ہوا تو دوبارہ سکول میں داخل نہیں کیا جائیگا۔ یہ طریق غالباً ہیڈ ماسٹر صاحبان کی منشا کے خلاف نہ ہوگا۔ جو ہر ایک امر کو

اس کے معیار کے مطابق اندازہ لگا سکتا ہے۔

اس طرح دوران سال میں بعض طالب علم باقی جماعتوں میں بھی داخل ہو جاتے ہیں۔ بدوں خلاف ورزی قواعد ضابطہ تعلیم پنجاب ہیڈ ماسٹر صاحبان مجاز ہیں کہ ایسے ہر لڑکے یا کسی لڑکے کا آزمائشی امتحان کریں۔ جو اوسط درجہ کا ہو اور خاص مشکل نہ ہو۔ ایسے طلبا کے انکار میں کوئی جھجک نہیں ہونی چاہئے۔

سی ایم نمبر ۱۸۸۳۸-ایکس- مورخہ ۳۰ نومبر سنہ ۱۹۳۲ء منجانب صاحب ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب

بخدمت جملہ ڈویژنل انسپکٹر اصحاب مدارس پنجاب

اپریل سنہ ۱۹۳۰ء کی ڈویژنل انسپکٹر اصحاب کی کانفرنس میں اتفاق رائے سے پاس ہوا تھا۔ کہ مڈل جماعتوں کے تمام لڑکوں کے لئے ڈرائنگ کو لازمی قرار دیا جائے۔ یہ امر میرے خاص زیر نظر ہے اور باوجود اس کے مفید ہونے کے مجھے خوف ہے کہ سر دست یہ امر قابل عمل نہیں ہے۔ کیونکہ سند یافتہ ڈرائنگ ماسٹر بہت کم دستیاب ہوتے ہیں۔ اس بارے میں جو تفتیش کی گئی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ سکولوں میں لیے متعینہ ڈرائنگ ماسٹروں کی تعداد بہت ناکافی ہے۔ مزید برآں بہت کم مڈل مدارس مضمون ڈرائنگ کی تعلیم دیتے ہیں۔ لہذا میں مستدعی ہوں کہ براہ مہربانی سند یافتہ ڈرائنگ ماسٹر زیادہ سے زیادہ تعداد میں ملازم کئے جائیں۔ جو میو سکول آف آرٹ سے تعلیم پاکر فارغ ہو چکے ہوں۔

چٹھی نمبر ۱۸۷۷۱ جی مورخہ ۲۹-۱۱-۳۲ منجانب صاحب ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب

بخدمت ڈویژنل انسپکٹر صاحب مدارس لاہور ڈویژن

آپ کی چٹھی نمبری ۱۱۲۸ مورخہ ۲-۹-۳۲ التماس ہے کہ ڈاکخانہ کے کیش سرٹیفکیٹس گورنمنٹ سکوریٹیز مینوئل کے باب اول پیراگراف پانچ کے مطابق گورنمنٹ کفالتیں ہیں۔ اور مدرسین کے سٹنڈرڈ پراویڈنٹ فنڈ قواعد (ضمیمہ ۳ ضابطہ تعلیم پنجاب گیارھویں ایڈیشن طبع جدید) کے قاعدہ نمبر ۷ کے مطابق حاوی ہوتا ہے۔

چٹھی نمبر ۱۸۴۴۴ جی مورخہ ۲۳ نومبر سنہ ۱۹۳۲ء منجانب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب

بخدمت صاحب ڈویژنل انسپکٹر مدارس انبالہ ڈویژن

پرائیویٹ امدادی سکولوں کے مدرسین کی تنخواہ میں کٹوتی

آپ کی چٹھی نمبر ۱۴۸۴ مورخہ ۱۱-۱۰-۳۲ کے جواب میں قلمی ہے کہ آپ کی تجویز مندرجہ پیراگراف نمبر ۲ معقول ہے اور اس کی پابندی کی جائے۔

چٹھی مندرجہ صدر نمبر ۱۴۸۴ مورخہ ۱۱-۱۰-۳۲ منجانب صاحب ڈویژنل انسپکٹر مدارس انبالہ

بحضور جناب صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب

(۱) سی ایم نمبر ۸۲۳۵۱۲ مورخہ ۲-۳-۳۲ کے پیرا ۱۲ حصہ دوم منجانب صاحب انڈر سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) کے رو سے جس میں صریحی درج ہے کہ گورنمنٹ کے موضوعہ اصول کو جو دس فیصدی کٹوتی کے بارے میں ہے۔ امدادی مدارس کے مدرسین کی تنخواہوں پر بھی عائد کرنا دانشمندی ہوگا۔ یہ امر دریافت طلب ہے۔ کہ پنجاب گورنمنٹ (محکمہ خزانہ) کی چٹھی نمبر ۱۲۳۷۵ (فائنینس جنرل) مورخہ ۱۲-۱۲-۳۱ جس کی نقل آپ کے ریمارک نمبر ۲۱۷۰۹ اسی مورخہ ۱۶-۱۲-۳۱ کے ہمراہ موصول ہوئی تھی۔

(۲) میری رائے میں جن منتظمین نے صحیح طور پر اپنے مدرسین کی تنخواہ سے دس فیصدی کٹوتی کی ہے۔ وہ تمام مفاد جو گورنمنٹ ملازمین کو حاصل ہیں۔ مثلاً ادائیگی انکم ٹیکس اپنے ماتحت مدرسین کے حق میں روا رکھیں اور ان وضعات کو منظور شدہ اخراجات بغرض تعلیم و انفصال گرانٹ۔ ان ایڈ میں شامل کریں۔

(۳) جوابی ہدایت کے جلد صادر کرنے کے لئے درخواست کی جاتی ہے۔

چٹھی نمبر ۲۹ مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۳۲ء منجانب آرگنیائزنگ سیکرٹری صاحب انڈین ریڈکراس سوسائٹی انڈیا بخدمت صاحب ڈائرکٹر پبلک ہیلتھ پنجاب مجھے ہدایت ہوئی ہے کہ آپ سے درخواست کروں کہ انڈین کراس سوسائٹی نے حال ہی میں سکول کے بچوں کے استعمال کے لئے صحت کے قواعد تجویز کئے ہیں اور اس غرض سے عام اشاعت کے لئے انہیں چھاپا گیا ہے۔ جس کی نقل شامل ہذا ہے آپ ملاحظہ کرینگے کہ ان میں قاعدہ نمبر ۶ یعنی "ایسی غذا نہ کھاؤ۔ پانی نہ پیو نہ مٹھائی کھاؤ جن پر گرد پڑی ہو یا مکھیوں کی پس خوردہ ہو" نہایت ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کی امداد اور تعاون کے بغیر اس قاعدہ کا جاری کرنا محال ہے۔ لہذا سوسائٹی ہذا کی مینجنگ باڈی بہت خورسند ہوگی۔ اگر آپ ایسے ذرائع استعمال کریں جن سے آپ کے صوبہ کی میونسپل کمیٹیوں کی توجہ اس قاعدہ کی اہمیت پر مبذول کرائی جائے تاکہ وہ اشیاء خورد و نوش اور مٹھائیوں پر جن پر گرد پڑی ہو یا مکھیوں کی پس خوردہ ہوں فروخت بند کرنے کے لئے میونسپل ایکٹ کو پورے طور پر نافذ کریں۔

مینجنگ باڈی وثوق سے جانتی ہے کہ میونسپل کمیٹیاں اس شعبہ میں اپنے فرائض سے پوری باخبر ہیں۔ مگر سکولوں کے گرد اگرد پھر کر مٹھائی بیچنے والے وغیرہ جو گرد اور مکھیوں کی مار سے محفوظ نہیں ہوتی کچھ کم نہیں ہے۔

اس معاملہ میں آپ کی امداد مینجنگ باڈی کے شکریہ کا موجب ہوگی۔

نمبر ۱۰۱۸ جی۔ نقل مع نقل قواعد بخدمت صاحب ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب بغرض اطلاع ارسال ہے۔ اس امید پر کہ وہ ضروری انتظامات عمل میں لائینگے۔　(دستخط) کے اے رحمان قائمقام ڈائرکٹر پبلک ہیلتھ پنجاب

دفتر صاحب ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب سی ایم انڈورسمنٹ نمبر ۶۷۹ ۱۷۔ آر مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۳۲ء

نقل مع کاغذات مشمولہ ڈویژنل انسپکٹر اصحاب پنجاب کی خدمت میں بغرض اطلاع و انتظام مناسب مرسل ہو۔

دستخط عبدالحمید انسپکٹر ٹریننگ انسٹی ٹیوشنز فار ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب

دفتر صاحب ڈویژنل انسپکٹر مدارس لاہور سی ایم اینڈورسمنٹ نمبر ۴۵ ۱۱۸ مورخہ ۶-۱۲-۳۲ نقل ہذا مع کاغذات منسلکہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر اور ہیڈ ماسٹر صاحبان جملہ منظور شدہ مدارس لاہور ڈویژن بغرض اطلاع و انتظام مناسب ارسال ہے۔

قواعد حفظان صحت (ترمیم)

(۱) روزانہ غسل کرو اور اپنے جسم کو صاف تولئے سے خشک کرو۔

(۲) سونے سے پہلے اپنے دانتوں کو باقاعدہ صاف کرو۔

(۳) اپنے ناخن چھوٹے اور صاف رکھو۔

(۴) کھانا کھانے اور کھا چکنے کے بعد اپنے ہاتھوں اور منہ کو پورے طور پر صاف کرو۔

(۵) تازہ پکا ہوا کھانا کھاؤ۔ تازہ پھل اور سبزی بکثرت کھاؤ۔ تازہ اور جوش دیا ہوا دودھ روزانہ پیو۔ اپنی غذا کو خوب چباؤ۔

(۶) ایسی خوراک پانی اور مٹھائی مت کھاؤ جس پر گرد ہو یا وہ مکھیوں کی پس خوردہ ہو۔

(۷) کھانا کھانے کے ساتھ پینے کی بجائے کھانا کھانے سے آدھ گھنٹہ پہلے یا کھانا کھا چکنے کے ایک گھنٹہ بعد تازہ پانی ضرورت کے موافق ضرور پیو۔

(۸) روزانہ میدانی کھیلیں کھیلو اور ناک سے سوراخ لو۔

(۹) عمدہ روشنی میں پڑھا کرو۔

(۱۰) ہر رات نو دس گھنٹے سوؤ۔ جبکہ کھڑکیاں کھلی ہوں اور مُنہ ڈھکا ہُوا نہ ہو۔ مچھروں سے بچنے کے لئے مچھردانی استعمال کرو۔

(۱۱) رفع حاجت کے لئے ہمیشہ باقاعدہ رہو۔

(۱۲) بیٹھتے وقت یا کھڑے ہوئے جسم کو تنے رکھو۔

(۱۳) ناک صاف کرتے۔ کھانستے۔ ناک صاف کرتے ہوئے اور تھوکنے کے وقت رومال و کپڑے کا ٹکڑا یا کاغذ ضرور استعمال کرو۔ زمین پر مت تھوکو۔

(۱۴) مکان کے اندر کھنگار اور اندرونی غلاظت مت پھینکو۔ خاص کر جب اس میں اور آدمی جمع ہوں۔

(۱۵) ہر ساتویں سال مرض چیچک کے انسداد کے لئے ٹیکا کراؤ۔ اور اس وقت بھی جب تمہارے شہر قصبہ یا گاؤں میں اس کی شکایت ہو۔

(۱۶) مہینے میں ایک دفعہ اپنا وزن کرو۔ سال میں دو بار اپنا قد ناپو اور باقاعدہ تحریری یادداشت رکھو۔

وزارت تعلیم پنجاب

نمبر ۲۵۴۶ اجی۔ ضابطہ تعلیم پنجاب کی گیارھویں ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۳۲ء میں مفصلہ ذیل ترمیم پبلک کی آگہی کے لئے شائع کی جاتی ہے۔

(۱) ضمیمہ ۳۔ باب سوم دفعہ ۹۷۔ یہ الفاظ زائد کرو۔ "فارم ای" نامزد اور آدمی کے درمیان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو سٹنڈرڈ پراویڈنٹ فنڈ رولز کے قاعدہ نمبر ۸ کی پہلی سطر میں مندرج ہے۔

(۲) مندرجہ ذیل فارم بنام فارم ای ضمیمہ کے نیچے زائد کی جائے۔

* یہاں کنوارا، شادی شدہ یا رنڈوا درج کرو۔

نمبر امانت   **فارم ای**

مدرسین کا پراویڈنٹ فنڈ۔ ملازم مدارس زیر انتظام پرائیویٹ اصحاب

آگہی کی فارم

(بغرض* ______ امانت دار)

میں واضح کرتا ہوں کہ میری موت ہو جانے پر پراویڈنٹ فنڈ کی رقم و ٹیچرس پراویڈنٹ فنڈ سکول میں میرے نام جمع ہے مندرجہ ذیل اشخاص میں اس طریق سے جو انکے ناموں کے محاذ میں درج ہے تقسیم کی جائے۔

میری موت پر نابالغ کا حصہ اس شخص کو دیا جائے جس کا نام خانہ نمبر ۵ میں درج ہے۔

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
نامزد شخص یا اشخاص کا پتہ	امانت دار سے اسکا یا انکا رشتہ	کیا بالغ ہے یا نابالغ بصورت نابالغ اسکی عمر دیجائے	رقم یا امانت کا حصہ	نابالغ کی رقم جس شخص کو دینی ہو اسکا نام اور پتہ	اس شخص کی قسم (تذکیر و تانیث) اسکی ولدیت جسکا ذکر خانہ نمبر ۵ میں ہے	کیفیت

دو گواہ بغرض شناخت امانت دار

گواہ نمبر ۱   گواہ نمبر ۲   دستخط امانت دار

دستخط   دستخط   پیشہ

پیشہ   پیشہ   پتہ

پتہ   پتہ   مقام   تاریخ

ضابطہ تعلیم پنجاب کی گیارھویں ایڈیشن مطبوعہ سال ۱۹۳۳ء میں ترمیم و تنسیخ

(۱) دفعہ ۱۱۶ا پہلے پیراگراف کے بعد ایزاد کیا جائے۔

"گرلز سکول کی صورت میں کالم ب اور ج کی منظوری دینے کا حق سرکل انسپکٹرس صاحبہ کو حاصل ہے"۔

(۲) ۱۱۴ا چوتھے پیراگراف کی پہلی سطر میں "پیوپلز (زیر تربیت بچوں) سے پہلے گرل (بچی) ایزاد کیا جائے۔

اور پیراگراف کے آخر میں بڑھایا جائے۔

"گرلز سکولوں میں تعلیم حاصل کرنے والے بچوں سے مردانہ مدارس کے مطابق فیس وصول کی جائے۔ ہاں اگر وہ سکول لازمی تعلیم کے حلقہ میں ہے تو کوئی فیس وصول نہ کی جائے۔ اور اگر اول جماعت سے انگریزی پڑھائی جائے تو مفصلہ ذیل شرح فیس وصول کی جائے"۔

جماعت اول و دوم ایک روپیہ ماہوار جماعت سوم و چہارم ڈیڑھ روپیہ ماہوار

(۳) دفعہ ۱۰۹۔ فصل چہارم۔ اس دفعہ کی بجائے ذیل کی عبارت پڑھی جائے۔

(ا) گورنمنٹ کالجوں میں ذیل کی شرح فیس ماہانہ وصول کی جائے۔ سال تمام کے بارہ ماہ شمار ہونگے۔

(۱) گورنمنٹ کالج لاہور۔ انٹرمیڈیٹ ۱۲ روپے بی اے۔ بی ایس سی ۱۵ روپے ایم اے۔ ایم ایس سی ۲۰ روپے آنرز سکول سال اول و دوم ۱۶ روپے آنرز سکول سال سوم ۲۰ روپے پوسٹ آنرز سکول (ایم ایس سی) ۲۵ روپے

(۲) باقی تمام گورنمنٹ کالج بشمولیت لاہور کالج (برائے گرلز) انٹرمیڈیٹ کلاسیں ۱۰ روپے۔ بی اے بی ایس سی ۱۲ روپے ایم اے۔ ایم ایس سی ۱۵ روپے

جو طالب علم بی اے کے امتحان میں آنرز امتحان کا کوئی پرچہ یا پرچے پڑھیں وہ دو روپے زائد فیس ماہانہ دیں۔

جو طالب علم کسی غیر سرکاری کالج (منظور شدہ یونیورسٹی) سے کسی گورنمنٹ کالج میں داخل ہو تو اس سے ایک ماہ کی دوبارہ فیس وصول نہ کی جائے۔

مذکورہ بالا شرح فیس کے علاوہ جو طالب علم سائنس کے مضامین پڑھیں وہ ذیل کی شرح سے زائد فیس ادا کریں۔

انٹرمیڈیٹ کلاسیں فزکس پڑھنے والے ۱۲/ کیمسٹری پڑھنے والے ۱۲/۔ بیالوجی ایک روپیہ۔

بی اے۔ بی ایس سی کلاسیں۔ تجربی سائیکالوجی پڑھنے والوں سے ایک روپیہ۔ کوئی اور سائنس کا مضمون پڑھنے والے ۱۲/

ایم اے ایم ایس سی کلاسیں۔ تجربی سائیکالوجی پڑھنے والوں سے ایک روپیہ بارہ آنہ۔ کوئی اور سائنس کا مضمون پڑھنے والے سال اول و دوم اڑھائی روپے۔

دفعہ ۱۱۴۔ پہلے پیراگراف کے آخر میں بڑھاؤ۔

"ہائی کلاسوں میں سائنس پڑھنے والے طلبا سے چار آنہ ماہوار فیس زائد وصول کی جائے"۔

نوٹ۔ سال رواں (۳۲-۳۳) میں کالجوں میں سائنس فیس کی وصولی نئے داخلہ پر عائد ہوگی۔

سرکلر نمبر ۱ مورخہ ۹/۱/۳۳

از دفتر صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لائل پور

جملہ ہیڈ ماسٹر صاحبان سکنڈری مدارس و مدرسین پرائمری سکولز ضلع ہذا

پیشتر ازیں کئی دفعہ تحریر کیا گیا ہے کہ ہیڈ ماسٹر صاحبان کو اپنے مدارس کی اوسط حاضری سو فیصدی کرنی ہوگی۔ ہر ممکن کوشش کی جائے تاکہ اوسط حاضری سو فیصدی ہو سکے۔ ۸۵ فیصدی سے کم سالانہ اوسط حاضری ناتسلی بخش متصور ہوگی۔ اوسط حاضری کے متعلق مندرجہ ذیل مدارج مقرر کئے جاتے ہیں۔

درجہ اوّل ۹۵ اور اس سے اُوپر　　درجہ دوم ۹۰ سے ۹۴　　درجہ سوم ۸۵ سے ۸۹

اس سے کم اوسط حاضری ناتسلی بخش تصور کی جائے گی۔ فرضی داخلہ کی صورت میں سخت نوٹس لیا جائیگا۔ لہذا نہایت ضروری کہ متواتر غیر حاضر رہنے والے طلبا کو مدرسہ میں نہ رکھا جائے۔ لیکن یاد رہے کہ طلبا کا سکول میں روزانہ حاضر ہونا اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے جبکہ مدرس کا برتاؤ اور اس کا سکول طلبا کے لئے خاص طور پر دلچسپ ہو۔

ورنیکلر مڈل سکولوں کا امتحان سر پر ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کس جانفشانی سے میرے لائق ہیڈ ماسٹر صاحبان سو فیصدی نتیجہ دکھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ گذشتہ سال کا شاندار نتیجہ صوبہ بھر کی تاریخ میں یاد رہیگا۔ اور میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اس عالیشان ضلع کے کارکنان اپنی روایات کو بحال بلکہ بہتر بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرینگے۔ نتائج کے متعلق مندرجہ ذیل درجے مقرر کئے جاتے ہیں۔

درجہ اوّل = ۹۵ سے ۱۰۰ - درجہ دوم ۹۰ سے ۹۴ - درجہ سوم ۸۵ سے ۸۹　　اور اس سے کم ناتسلی بخش ہوگا۔

جماعت اوّل کی تعلیم میں تاحال اکثر مدارس میں میری ہدایات کے مطابق اصلاح نہیں ہوئی جب تک اس جماعت کو گروہوں میں تقسیم کر کے تعلیم بذریعہ کھیل کہانی۔ ریت۔ مٹی نہیں ہوگی کوئی ترقی ممکن نہیں۔ زیادہ سے زیادہ طلبا کا جماعت دوم کے لئے تیار کرنا اور اُنکو جماعت دوم میں ترقی دینا ضروری ہے۔ گوجرہ ایم۔ بی سکول میں میں نے ہر چہار جماعتوں کی تعداد مساوی پائی۔ یہی میرا اور آپکا نصب العین ہونا چاہئے ہر چہار جماعتوں کی تعداد میں توازن ہونا چاہئے۔ اور یہ صرف تب ہی ہو سکتا ہے جبکہ کوئی لڑکا جماعت چہارم کا امتحان پاس کئے بغیر مدرسہ نہ چھوڑے۔

بہت سے مدارس میں جماعت اوّل کے طلبا بالخصوص اور دیگر جماعتوں کے طلبا بالعموم نہایت غلیظ کپڑوں میں ملبوس اور گرد آلود پائے جاتے ہیں۔ لہذا ہر ایک مدرسہ میں روزانہ پروگرام کا پہلا حصہ طلبا کے ہاتھ منہ صابن کے ساتھ دھلانا اور تولئے سے صاف کرانا ہے۔

یہ کام سکاوٗٹ ٹروپ کے سپرد کیا جائے ہر ایک جماعت کا اپنے کمروں۔ سرکاری سامان اور روشوں کو ہر روز صاف کرنا نصاب تعلیم کا جزو قرار دیا جائے۔ تاکہ مدرسہ صفائی۔ باغیچہ اور فارم وغیرہ کے لحاظ سے گاؤں میں نمونہ کی جگہ ہو۔ نیز سکول کے طلبا روزانہ پروگرام میں کوئی نہ کوئی دستکاری بھی کریں۔

گاؤں کے اردگرد دلدل و برانکی سڑاند۔ گاؤں کی صحت عامہ پر نہایت زبوں اثر ڈالتی ہے۔ لہذا لازمی ہے کہ نمبرداروں اور دیگر روٗسائے دیہہ کی ایک کمیٹی بنائی جائے۔ طلبا گیت گاتے ہوئے جلوس نکال کر گاؤں میں جائیں اور اپنے والدین سے التجا کریں کہ خدا کے واسطے ہم پر رحم کرو اور اگر آپ کھاد اور پاخانہ کے لئے گڑھے نہیں بنا سکتے۔ تو ہم ننھے ننھے بچے آپ کے لئے یہ کام کرتے ہیں۔ چھ فٹ گہرے۔ چھ فٹ چوڑے اور دس سے بیس فٹ تک لمبے گڑھے گاؤں کے چاروں طرف پچیس سے پچاس فٹ کے فاصلہ پر

کھود دے جائیں۔ جو مٹی گڑھے سے نکلے۔ گڑھے کے چاروں طرف لگادی جائے۔ اور بانس پانچ چھ فٹ اونچے گڑھے کے گرد کھڑے کر کے ٹاٹوں اور بوریوں سے پردہ بنایا جائے۔ گاؤں میں ڈنکے کی چوٹ سے اعلان کیا جائے کہ بچے۔ عورتیں اور مرد ان گڑھوں میں پاخانہ اور پیشاب کریں۔ اس سے باہر ایسا کرنا اخلاق اور خودداری سے بعید ہے۔ ہر ایک گڑھے کے اوپر لمبائی اور چوڑائی کی طرف لکڑیاں گاڑی جائیں اور ان کو آپس میں میخوں سے جکڑا جائے۔ جس پر لوگ بیٹھ کر رفع حاجت کریں۔ عورتوں اور مردوں کے لئے یہ جگہیں الگ الگ ہونی چاہئیں۔ تمام کھاد اور پاخانہ انہی میں ڈالا جائے۔ اور کوئی شخص اپنے گھروں کے پاس کوڑا کرکٹ نہ پھینکے ہر ایک سکول میں چھوٹا سا چھکڑا یا اینٹیں تھاپنے کے لئے مٹی اٹھانے والے تختے تیار کرائے جائیں۔ ریڈکراس کی موجودگی میں اس فنڈ سے خرچ کیا جائے جو معمولی ہوگا۔ اور دیگر حالات میں میں ڈسٹرکٹ بورڈ سے ماسٹر صاحبان کی مدد کرنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن تساہل سے کام نہ لیا جائے۔ کیونکہ جناب براؤن صاحب بہادر جن کے مبارک ہاتھ میں ہماری خوش قسمتی سے اس کمشنری کی باگ ڈور ہے۔ ماہ فروری میں ضلع ہذا کا دورہ فرمانے والے ہیں۔ اور ہمارے انسپکٹر صاحب بہادر ملتان ڈویژن ماہ حال سے ضلع ہذا کے مدارس اور دیہات کا معائنہ فرمائینگے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس رفاہ عام کی تحریک کا نہایت خوشی سے خیر مقدم کرینگے۔ اور اپنی سچی حب الوطنی کا ثبوت دیتے ہوئے آپ اپنے لئے ثواب دارین حاصل کرینگے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس مبارک کام میں میں عملی طور پر آپ کا ہاتھ بٹاؤں۔ لیکن میرے کام کی نوعیت اس کی مانع ہے۔ میری دعائیں اور برکتیں ہر دم آپ کے ساتھ ہیں۔ اور میں نہایت فراخ دلی سے اس شاندار کام کے لئے اعزازی الاؤنس ماسٹر صاحبان کو اور پبلک میں سے چیدہ چیدہ کارکنان کو خلعت و سندات وغیرہ آپ کی سفارش پر دلواؤں گا۔

یہ قوم کی فلاح و بہبود کا کام ہم اسی وقت کر سکتے ہیں۔ جبکہ ہمارا اپنا گھر اور ہمارا سکول بالکل نمونہ کا ہو جائے۔ اس لئے آپ یہ کام کرنے سے پیشتر دیکھ لیں کہ آپ کا سکول۔ باغیچہ۔ فارم اور آپ کے طلبا صفائی میں اپنی شان آپ ہیں اور لوگوں کو باواز بلند صحت و صفائی کا ہر ساعت و ہر گھڑی زبان حال سے پیغام دے رہے ہیں۔ گاؤں کے پاس پسماندہ اور غیر آباد جگہوں میں باغیچوں کا لگانا اور کھیل کی زمین کا تیار کرنا بھی ہمارا فرض ہے۔ یہ کام بہت جلدی شروع کر دیا جائے۔ تاکہ آپ جناب انسپکٹر صاحب اور کمشنر صاحب بہادر کی خوشنودی حاصل کر سکیں اور ہر خورد و کلاں سے خراج تحسین۔

دستخط (سردار) سوہن سنگھ (صاحب) پی۔ ای۔ ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لائلپور

رہنمائے تعلیم کے متعلق

مکرمی پنڈت شیو ناتھ صاحب کول شاکر گوالیاری رقمطراز ہیں کہ

"سالانہ نمبر کا سرورق فی الحقیقت نہایت دلفریب اور دلربا ہے۔ اور شعرائے بلند پایہ کی نظمیں اور مضامین وغیرہ بھی دلکش اور روح افزا ہیں۔ دست بدعا ہوں۔ کہ یہ رسالہ آپ کے سایۂ عاطفت میں عمر طبعی کو پہنچے اور آئندہ اس سے بھی بڑھ کر آب و تاب سے نکلے۔ اور اس کے سرپرست۔ مدیر اور معاونین ہمیشہ خوش و خرم رہیں (آمین) دستخط جناب شاکر صاحب

غلطی درست فرمالیں سالانہ نمبر صفحہ ۲۶ حضرت عابد صاحب شاہجہانپوری کی غزل کے دسویں شعر کا مصرع اول یوں پڑھنا چاہئے۔ وہ چشم عشوہ گر بیش نظر تھی (منیجر)

پنجاب یونیورسٹی

(الف) ۲۳ر دسمبر ۱۹۳۲ء کو یونیورسٹی کانووکیشن میں لفٹننٹ کرنیل سرجن سہروردی اوبی ای ایم ڈی۔ ایف آر۔ سی ایس آئی۔ ڈی۔ پی ایچ وائس چانسلر کلکتہ یونیورسٹی نے ایڈریس دیا۔

(ب) آنریبل مسٹر جسٹس ٹیک چند ایم اے ایل ایل بی۔ مسٹر جے ڈبلیو تھامس بی ایس سی۔ بی اور ڈاکٹر بی اے قریشی پی ایچ ڈی پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور دوبارہ یونیورسٹی کے فیلو نامزد ہوئے۔

(ج) معزز آراکین سکول بورڈ سال ۱۹۳۳ء

آرٹس فیکلٹی کی طرف سے:

(۱) لالہ مکند لال صاحب پوری ایم اے ایل ایل سی بیرسٹر ایٹ لاء لاہور
(۲) بخشی رام رتن صاحب بی اے بی ٹی پرنسپل ڈی اے وی کالج لاہور
(۳) سردار صاحب باوا اودھم سنگھ صاحب بی ایس سی بی ٹی ہیڈ ماسٹر ایس بی بی ایس خالصہ ہائی سکول لاہور

سائنس فیکلٹی:

(۴) پروفیسر دیوی دیال صاحب بی اے ڈی اے وی کالج لاہور
(۵) مسٹر ایس این داس گپتا ایم اے پروفیسر مشن کالج لاہور

اورینٹل فیکلٹی:

(۶) ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب ایم اے ایل ایل ڈی بیرسٹر ایٹ لاء لاہور
(۷) لالہ گل بہار سنگھ صاحب ایم اے ایل ایل بی پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور

گورنمنٹ پنجاب کے تین نامزد اصحاب کے نام نامی ابھی شائع نہیں ہوئے۔

جناب صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب بلحاظ عہدہ اس بورڈ کے چیرمین ہیں۔

(د) قرار پایا ہے کہ بی ٹی امتحان کے پرچہ چہارم "منتخبہ مضامین کے طرز تعلیم" کو دو حصوں میں منقسم کیا جائے۔ اور آدھ گھنٹہ وقت ہر حصہ کے لئے زائد دیا جائے یعنی ہر حصہ دو گھنٹوں کا ہؤا کرے۔ البتہ کامیابی کے لئے ہر دو حصے مل کر ایک مشترکہ پرچہ تصور ہونگے۔

(ہ) انٹرمیڈیٹ امتحان کے لئے شاہ پور سنٹر مقرر ہؤا ہے

(و) ایل ایل بی کی ڈگریاں ۲۵ر فروری ۱۹۳۳ء کو عطا ہونگی۔

استفسار

مہرشی شیوبرت لال جی ورمن کی کتابوں اور ماہواری رسالوں کی مطبوعہ یا قلمی فہرست کہ جس میں ان کی قیمت اور انکے ملنے کے پتے درج ہوں اگر کوئی صاحب براہ کرم بھیج دیں تو راقم انکا بہت ہی مشکور ہوگا۔ رسالہ سادھو انکے بعد منشی سوج نرائن صاحب مہر نکالتے رہے اور بندہ برابر خریدار رہا۔ پھر رسالہ بند ہوگیا۔ مگر دوبارہ جاری ہونے کی اُمید دلائی گئی تھی۔ لیکن چونکہ منشی صاحب ممدوح کا وہانت ہوچکا ہے اور مہرشی جی نے اب تک اس کو سنبھالا نہیں۔ اس وجہ سے اب توقع منقطع ہے۔

(ڈاکٹر) شیاما چرن جی ورما میڈیکل پنشنر معرفت دفتر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور

مختلف نوٹ و کارروائیاں

مڈل سکول چک نمبر ۴۰ تحصیل پھالیہ ضلع گجرات

۲۱ راگست سے ۲۷ راگست ۱۹۳۲ء تک ہفتہ تحصیل پھالیہ کے مدرسین کا ریفریشر کورس ہوا۔ چوہدری نیاز احمد صاحب اے ڈی آئی علاقہ نے اس کی نسبت مندرجہ ذیل ریمارک سکول لاگ بک میں مندرج کئے۔

۲۱ راگست یہاں ٹریکل ٹریننگ ریفریشر کورس کے لئے پی ٹی صاحب کے ہمراہ آیا۔ چالیس مدرسین برائے تربیت موجود تھے کورس کے دوران میں ہیڈ ماسٹر صاحب اور ممبران سٹاف نے باہر سے آئے ہوئے مدرسین کے لئے رہائش اور خورش کا انتظام عمدہ کیا۔ جس کے لئے ہیڈ ماسٹر صاحب کی اعلےٰ انتظامی قابلیت کی داد دینا ضروری ہے۔ سکول کا باغیچہ اور چارٹس سب کے لئے قابل تقلید تھے اور سکول ہذا کے لئے قابل ستائش۔ سنٹر یا شہروں کی کانفرنس ۲۴ راگست کو کی گئی اور سکول کا تمام پروگرام یعنی ڈرل۔ مارچنگ کھیلیں۔ ڈرامے۔ مکالمے۔ دستکاریاں اور باغیچے دکھائے گئے۔ طلبا کا تحریری کام قابل تعریف۔ پراپیگنڈا پارٹی باقاعدہ تربیت یافتہ ہے۔ سٹاف اور ہیڈ ماسٹر صاحب کے تعلقات نہایت خوشگوار "۔

(رحمت خاں ہیڈ ماسٹر)

مڈل سکول جلالپور پیروالہ ضلع ملتان

۱۱ رنومبر زیر صدارت جناب لالہ رام چندر صاحب بی اے۔ پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس تقسیم انعامات کا جلسہ ہوا۔ قصبہ کے معززین رؤسا افسران تعلیم اور تحصیلدار صاحب نے شرکت فرمائی۔ عوام بھی خاصی تعداد میں جمع تھے۔ ماس ڈرل۔ پیلے فار آل۔ سکاؤٹنگ اور دلچسپ کھیلیں نہایت محظوظ کُن تھیں۔ سکول ٹیم اور ڈی ایم جی سنجاری جنٹلمین ٹیم کا والی بال مقابلہ دلکش تھا۔ طلبا نے نظمیں سُنائیں۔ دس روپے کی شیرینی اور دس روپے کے انعامات تقسیم ہوئے جو صحت جسمانی۔ تعلیم۔ صفائی۔ حاضری مدرسہ اور نیک چلنی وغیرہ امورات سے متعلق تھے۔ دیوان محمد غوث صاحب رئیس اعظم اور شیخ نور شاہ صاحب ممبر کمیٹی نے اس انعام کے لئے پانچ پانچ روپے عطا کئے تھے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے رپورٹ میں سکول کی ابتدائی تاریخ بتا کر اپنی شش سالہ محنت اور سرگرمی کا اظہار کیا۔ تعداد طلبا تین سو سے ساڑھے پانچ سو تک پہنچ گئی ہے۔ عملہ سکول میں چار مدرسین کا اضافہ ہوا ہے۔ ایک انگریزی ماسٹر زائد ملا۔ سالانہ نتائج اسی اور نوے فیصدی کے درمیان۔ پرائمری کے دس طلبا نے اور مڈل سے چار طلبا نے اس عرصہ میں مڈل اور ہائی سکول سکالرشپ حاصل کئے ہیں۔ اس وقت دس مستحق وظیفہ خوار موجود ہیں۔ تھرفٹ سوسائٹی کا ڈیڑھ ہزار روپے کا سرمایہ ہے۔ اور ۶ ممبر۔ غریب طلبا کو دوران سال میں نوے روپے کی امداد دی گئی ہے۔ تعلیمی حالت اور سٹاف کی کارکردگی کو بخوبی سراہا گیا۔ یہ امر موجب فخر ہے کہ اس عرصہ میں کسی ورنیکلر استاد کی سند پر غیر تسلی بخش ریمارک درج نہیں ہوا۔ سکول کی کمپاؤنڈ وال اور پانی کا کنواں نئی چیزیں ہیں۔ لازمی تعلیم کا اجرا اور کامیابی ہیڈ ماسٹر صاحب اور دیوان محمد غوث صاحب رئیس اعظم کی خاص توجہ کا نتیجہ ہے۔ جس کے لئے صاحب صدر نے مولوی عبداللہ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر اور سٹاف کو مبارکباد دی۔ (اللہ بخش شیخ)

لوئر مڈل سکول چک منجوں ضلع گجرات (پنجاب)

سنٹر لوئر مڈل سکول چک منجوں ضلع گجرات میں اسلامیہ اینگلو ورنیکلر مڈل سکول گجرات اور مشن مڈل سکول جلالپور جٹاں کے درمیان مختلف میچ ہوئے۔ ہر دو سکولوں کے طلبا اور استادان اور مقامی معززین کی چائے بسکٹ اور انڈوں سے تواضع کی گئی۔

(عنایت شاہ سیکرٹری)

آرمسٹس ڈے ۱۱/۱۱/۳۲ (۱۱) ٹاؤن سیکنڈ سکول جلال آباد غربی ضلع فیروزپور۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے غرض و غائت بیان کی عین گیارہ بجے دو منٹ کی خاموشی عمل میں آئی۔ بعد میں شہنشاہ معظم کی درازی عمر اور اقبال کے لئے دعا کی گئی۔ کھیلیں ہوئیں۔ طلبا میں شیرینی تقسیم ہوئی۔ (پیر منظور الحسن و ماکھی رام)

(۲) **مڈل سکول سودی ضلع لودھیانہ**۔ سردار تارا سنگھ صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر نے جنگ یورپ کی صلح اور شہیدان جنگ کا ذکر کر کے یوم صلح کی اہمیت واضح کی عین گیارہ بجے خاموشی عمل میں آئی۔ خدائے کریم سے شہیدوں کے غریق رحمت ہونے کی گئی۔ ماسٹر گجن سنگھ صاحب نے خود ساختہ نظم گائی۔ گیانی گوربچن سنگھ صاحب نے لیکچر میں مقتولین جنگ کی بہادری اور شجاعت کا نقشہ دکھایا۔ (شبیر محمد)

سنٹر سمینہ و سنٹر گرائی ضلع ڈیرہ غازیخاں تعداد طلبا میں نمایاں کمی محسوس کر کے پروپیگنڈا پارٹی وجود میں آئی۔ جس کے ممبران نے مختلف آبادیات اور کنوؤں پر گشت کی غیر حاضر اور آوارہ اطفال کے سرپرستوں سے انکی واپسی کا اقرار لیا۔ انکے اعتراضات کے شافی جواب دیئے۔ اخوند عبد اللہ خاں صاحب ضیائے ڈی آئی کی یہ تحریک قابل صد مبارک باد ہے۔ کمی رفع ہو کر اضافہ کی اُمید اغلب ہے۔ اوسط حاضری رو بترقی۔ چنانچہ طلباء اور مدرسین نے اتفاق رائے سے آپ کے شکریہ کا ریزولیشن پاس کیا۔ (محمد افضل بلاک نمبر ۱۶)

مڈل سکول ملانہ ضلع انبالہ نہایت رنج و افسوس کا مقام ہے کہ لالہ منشی رام صاحب ساکن ملانہ ریٹائرڈ سیکنڈ ماسٹر مڈل سکول ملانہ اپنی تمام تعلیمی عمر یعنی تقریباً چالیس سال صرف اسی سکول میں محکمہ تعلیم کی خدمات بجا لا کر کسی ناگہانی حادثہ سے اکتوبر ۱۹۳۲ء میں رہگرائے عالم باقی ہوئے۔ سٹاف سکول نے ماتمی جلسہ کیا اور دعا کی کہ خداوند کریم متوفی کی روح کو شانتی اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (ذبیح)

رہنمائے تعلیم لالہ منشی رام جی کے پسماندگان سے اظہار افسوس و ہمدردی کرتا ہے۔ (ایڈیٹر)

فزیکل ٹریننگ کیمپ ملانہ ضلع انبالہ ۲۶ ستمبر سے ۸ اکتوبر تک جس میں چودھری رام مہر سنگھ صاحب پی ٹی کی تربیت سے پچیس مدرسین نے استفادہ کیا۔ متعدد جدید ورزشیں جو موزوں حرکات پر مشتمل اور ہر عمر کے بچوں۔ جوانوں اور بوڑھوں کے لئے قابل عمل ہیں سیکھیں۔ آخری دن لالہ چونی لال صاحب تلواڑ بی اے ایل ٹی ہیڈ ماسٹر سکول کی نگرانی میں عام جلسہ ہوا۔ خوش قسمتی سے صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس بھی تشریف فرما ہوئے اور اجلاس کی صدارت فرمائی۔ لالہ گھنی شام داس صاحب لیکچرار سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور، ممبران سٹاف سکول، سب انسپکٹر صاحب پولیس، ڈاکٹر صاحبان امراء اور رؤسا قصبہ و نواح اور جمہور انام کے بے شمار نمائندوں نے شرکت فرمائی۔ ٹرینڈ مدرسین کے کرتب۔ طلبا کی ورزشیں ماس ڈرل۔ پہلوانوں کی کشتیاں۔ سکاؤٹنگ کھیل۔ مگدر۔ رسہ کشی وغیرہ مناظر خوبی سے دکھائے۔ صاحب صدر۔ ہیڈ ماسٹر صاحب۔ اور ڈاکٹر آتما رام صاحب نے علے الترتیب پُر از معلومات اور دلچسپ تقریریں کیں۔ اور حاضرین کو حفظانِ صحت کی ضرورت اور اہمیت کا قائل کر دیا۔ ہیلتھ کلب کے لئے اُمید افزا مواد فراہم ہُوا۔ (ذبیح)

گورنمنٹ نورمل سکول گکھڑ ضلع گوجرانوالہ ۱۱ نومبر۔ گوجرانوالہ کے ہائی سکولوں کا ملاحظہ کرتا ہُوا پنجاب یونیورسٹی تحقیقاتی کمیشن کا وفد زیر صدارت سر جارج اینڈرسن صاحب بہادر سابق ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم نورمل سکول میں تشریف فرما ہُوا۔ جملہ معزز ارکان وفد نے ہر شعبہ کو بنظر استحسان ملاحظہ فرمایا۔ چنانچہ باغ کے پھل کے لدے ہوئے درخت۔ فارم کی ہری ہری کھیتیاں۔ ماس ڈرل اور پہلے فارآل کا پروگرام بینڈ باجہ کے ساتھ۔ سکول لائبریری کی نئی اور مفید تقسیم کتب دیکھ کر معزز ارکان نہایت محظوظ ہوئے۔ ڈرامہ کا کچھ حصہ جو دیہاتی کسانوں اور پنجابی زمیندار

کی اصلاح کے لئے لکھا گیا ہے۔ دلکش طریق پر دکھایا گیا۔ سکول کی زندگی میں پہلا موقعہ ہے کہ رائے بہادر مسٹر من موہن ایم اے انسپکٹر مدارس لاہور ڈویژن تشریف فرما ہوئے۔ یہاں آپ نے معزز ارکان کو پُر تکلف ٹی پارٹی دی۔ معائنہ کی خوشی میں دوسرے روز تعطیل رہی۔

(ایڈیٹران نور التعلیم)

مڈل سکول چک ۱۴ تحصیل پھالیہ ضلع گجرات

(۱) ۱۴ نومبر۔ چوہدری نیاز احمد صاحب علاقہ افسر نے سکول کا ملاحظہ فرما کر لاگ بک میں درج فرمایا کہ

"۱۴ نومبر۔ سکول سے گزرنے کا اتفاق ہوا۔ جملہ مدرسین اپنے اپنے کام میں انہماک سے مصروف تھے۔ باغیچہ نے بے انتہا خوشکن منظر پیش کرتا ہے۔ پھول بکثرت لگائے ہیں جن سے جنگل میں منگل کا سماں دکھائی پڑتا ہے۔ دیواروں کو مزید چارٹس سے آراستہ کیا گیا ہے۔ ہیڈ ماسٹر مستعد اور کارکن نوجوان ہے۔ مارچنگ دیکھا گیا۔ چند ایک اصلاحیں بھی دی گئیں۔ مڈل سکول کے لحاظ سے فزیکل ٹریننگ کا یہ شعبہ بہت عمدہ ہے۔ ڈھولک اور باجہ جب مارچنگ میں بجایا جاتا ہے تو فوجی رنگ اُترا آتا ہے۔ فینسی رچنگ خاص اچھی ہے۔ پراپیگنڈا پارٹی پبلش انڈیش جوش وخروش سے کام کرتی ہے۔ نظمیں سُنیں گئیں۔ اُمید ہے دیہاتی لوگوں پر خاص اثر کرتی ہونگی۔ دستکاریاں بھی دیکھی گئیں۔ صابن سازی۔ جلد سازی۔ رسہ بُننا۔ چارپائی بُننا۔ ٹوکری بنانا جاری ہے۔ طلبا کو کافی مشق ہے۔"

(۲) ۱۷ نومبر۔ خان بہادر نواب چوہدری فضل علی خاں صاحب او بی ای ایم ایل سی صاحب چیرمین بہادر ڈسٹرکٹ بورڈ گجرات نے معائنہ فرمایا اور سکول کو ہر حالت میں بہتر پا کر بیحد مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور یہ ریمارک درج لاگ بُک فرمائے۔

"میں نے آج مدرسہ کا معائنہ کیا۔ ہر وہ شخص جو سکول کو دیکھے گا (موجودہ صورت میں) خوش ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اندرونی اور بیرونی منظر بہت خوش کُن ہیں اگر سکول کے کمرے مختلف قسم کے چارٹس سے مزین ہیں تو سکول کا احاطہ مختلف قسم کے خوبصورت پھولوں کی کیاریوں سے آراستہ ہے۔ یہ دونو منظر اس توجہ محنت اور قابلیت کی شہادت ہیں جس کا نتیجہ یہ دلفریب نظارہ ہے۔

ہیلتھ روم۔ مختصر سی ڈسپنسری۔ طلبا کا تحریری کام۔ مارچنگ۔ انکا پراپیگنڈا کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جس کی تعریف نہ کیجائے۔

تعلیم۔ انتظام اور صفائی ہر سہ خصوصیت سے مستحق مدح ہیں۔

معلمین اصحاب محنت اور دل دہی سے کام کرتے معلوم ہوتے ہیں اور اپنے فرائض کو عمدگی سے انجام دیتے ہوئے معلوم ہوئے ہیں۔ جو ایک اعلےٰ وصف ہے۔

چوہدری رحمت خاں صاحب ہیڈ ماسٹر ان جملہ امور بالا کا باعث ہیں۔ انہوں نے سکول کی کایا پلٹ دی ہے کیا بلحاظ تعلیم اخلاق اور کیا بلحاظ ترقی تعداد طلباوہ مبارک کے مستحق ہیں۔

جب سے وہ اس سکول میں آئے ہیں اس میں ہر گونہ ترقی ہوئی ہے جس کا وہم وگمان نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر ایسے ہیڈ ماسٹر سب ہو سکیں تو وہ مفید نتائج برآمد ہو سکتے ہیں جو صحیح طور پر تعلیم سے مقصود ہیں۔ اس شخص پر ہیڈ ماسٹر صاحبان کو ناز ہونا چاہئیے اور انہیں انکی پیروی کرنا چاہئیے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اگر دوسرے ہیڈ ماسٹر صاحبان حسد کی بجائے انکے قدم بقدم چلنے کی کوشش کرینگے تو ضلع کو بہت فائدے پہنچا سکیں گے۔ میں چوہدری رحمت خاں صاحب کی محنت و فراست سے نہایت اعلےٰ کام کرنے کے لئے انکا بہت مشکور ہوں۔ اُمید ہے کہ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس خاتمہ سال پر انکی خدمات کے مناسب صلہ کا خیال فرمائینگے تاکہ دوسرے لوگ بھی ایسا بننے کی خواہش کریں۔ چوہدری نیاز احمد صاحب اے ڈی آئی جو حال ہی میں اس علاقہ سے تبدیل ہوئے ہیں مذکورہ خوش کُن حالات کے مؤید و ممد ہونے کی وجہ سے اور گراں بہا ہدایات کے لئے مبارکباد کے مستحق ہیں اور جناب ڈسٹرکٹ انسپکٹر چوہدری غلام محی الدین صاحب جو اس کل تحریک کے روح رواں ہیں میرے شکریہ سے بالاتر ہیں۔

دستخط صاحب ممدوح بحروف انگریزی

(رحمت خاں ہیڈ ماسٹر)

رہنمائے تعلیم ایسے عمدہ ریمارکس حاصل کرنے پر جو ضلع کے اعلےٰ افسر ڈسٹرکٹ بورڈ کی خوشنودی مزاج کا نتیجہ ہیں۔ چوہدری رحمت خاں صاحب ہیڈماسٹر کو مبارکباد عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ (اسپیڈیٹا)

شیرانوالہ اسلامیہ ہائی سکول لاہور سکول ہذا کی بزم ادب کا سالانہ جلسہ جس کا وجود ۳ر نومبر ۱۹۳۱ء عالم شہود میں آیا۔ ۲۰ نومبر اتوار نہایت تزک و احتشام سے زیر صدارت جناب مولانا محمد شفیع صاحب ایم اے فیلو پنجاب یونیورسٹی و ہیڈماسٹر سکول مدرسہ کے صحن میں منعقد ہوا۔ حافظ منور حسین متعلم دہم الف کی تلاوت کے بعد مسٹر محمد صدیق متعلم ہشتم نے نعت پڑھی۔ جنرل سیکرٹری ایم عزیز احمد قریشی نے بزم ادب کی سالانہ رپورٹ پڑھی جس کے بعد مسٹر ظہیر احمد نعیم بی نے حیات نباتات کے موضوع پر مفصل لیکچر دیا۔ جناب ابوالاثر حفیظ صاحب جالندھری بلبل سخن پنجاب تشریف فرما تھے۔ آپ نے شاہنامہ اسلام جلد دوم (جو ابھی شائع نہیں ہوا) کے مسودے سے چند باب گھنٹہ بھر تک اپنے خاص طرز میں پڑھے۔ جناب نشتر جالندھری سابق ایڈیٹر ادیب پشاور نے اپنے کلام عالیہ سے حاضرین کو محظوظ فرمایا۔ ایم محمد بخش صاحب مسلم بی اے ایڈیٹر رسالہ کوآپریشن لاہور نے زبردست تقریر کی جس کا مضمون بزم ہذا کے اغراض و مقاصد تھا۔ یعنی اُردو علم ادب کو ترقی دینا۔ طلبا پر ترقی کی شاہراہ کا انکشاف۔ غریب طلبا کی امداد۔ مختلف علوم میں طلبا کے معلومات کے دائرہ کی وسعت اور ان میں تقریر کرنے کا مادہ پیدا کرنے کی قابلیت وغیرہ اور ہر سرخی پر بخوبی بحث کی۔ صاحب صدر نے خطبہ صدارت پڑھا۔ اس کے بعد سکول میں باقی وقت چھٹی کی گئی۔

(عزیز احمد قریشی جنرل سیکرٹری)

ایم بی مڈل سکول چوہڑ کانہ منڈی شری گورو نانک دیو صاحب کی ولادت باسعادت کی عظیم الشان تقریب پر دی حسین ڈرامیٹک کلب نے ڈی بی مڈل سکول ننکانہ صاحب کے وسیع احاطہ میں ایک نہایت نصیحت خیز۔ عبرت انگیز اور سبق آموز ڈرامہ موسوم بہ "دی لائٹ" پبلک کے پیش کیا۔ جو بہت پسند کیا گیا۔ حاضری ایک ہزار نفوس سے کم نہ تھی۔ جناب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس۔ جناب سپرنٹنڈنٹ صاحب بہادر پولیس۔ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب اور تحصیلدار صاحب کے علاوہ معززین دیہہ و ضلع بکثرت تشریف فرما تھے۔

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع نے بحیثیت پریزیڈنٹ رورل کمیونٹی کونسل مبلغ عہ روپے اور عہ کے نقد انعامات کلب کو اور خاص گانے والے طلباء کو دست مبارک سے عطا فرمائے۔ کلب تہ دل سے انکی شکرگذار ہے۔ شیخ غلام حسین صاحب بی اے بی ٹی۔ پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز کا شکریہ بھی واجبات سے ہے جن کے زیر سایہ ہمیں ڈرامہ سٹیج کرنے کی جرات ہوئی۔

(بے دیال بھلہ انچارج کلب)

حالی بک ڈپو پانی پت ضلع کرنال دو بیش بہا اور قیمتی کتابوں کا تعارف (۱) **آفتاب وطن**۔ جو پانی پت کے رئیس جناب لالہ انوپ چند صاحب آفتاب یادگار حضرت سلیم مرحوم کی ولولہ انگیز اور معرکۃ الآرا ملکی۔ قومی۔ تاریخی اور مذہبی نظموں کا مجموعہ ہے جن کی تعداد ۷۰ سے زیادہ ہے۔ بڑی تقطیع پر ۱۱۲ صفحے کی کتاب۔ کاغذ نہایت عمدہ دبیز اور اعلےٰ قسم کا لگایا گیا ہے سرورق نظر فریب۔ خوبصورت اور بلاک سے چھپا ہوا ہے۔ شروع میں مصنف کا فوٹو ہے۔ کتاب کی نظمیں کس پایہ اور کس شان کی ہیں۔ اس کے متعلق ملک بھر کے متعدد باکمال شعرا نے نہایت حوصلہ بخش اور اعلےٰ ریویو کئے ہیں قیمت ۱ر (۲) **ڈرامہ قومی آن**۔ اپنے رنگ۔ خوبی اور رس میں انوکھی چیز ہے۔ زبان نہایت سلیس اور شستہ۔ اُردو ہندی کی آمیزش نے نہایت عمدگی سے اس کا زبان دانی میں ایک عجیب کیفیت پیدا کر دی ہے۔ یوں تو ڈرامہ کے قابل مصنف لالہ انوپ چند صاحب آفتاب کے جذبات شاعری اپنے اندر خاص اثر رکھتے ہیں۔ مگر اس ڈرامہ کا ہر ایک شعر اور ہر ایک فقرہ خود پکار کر دعوت دیتا ہے کہ پڑھو اور روز پڑھو۔ قیمت صرف ۶ر تقطیع موجودہ درسی کتب جتنی صفحات ۱۱۲۔ کاغذ نہایت عمدہ۔ چھپائی روشن۔ لکھائی صاف اور خوشخط شروع میں

مصنف کا فوٹو (مینیجر حالی بک ڈپو پانی پت)

کتب متذکرہ صدر ہماری تعریف سے مستغنی ہیں۔ ناظرین کرام کی توجہ دلانا ضروری تھا۔ وہ مینیجر صاحب حالی بک ڈپو پانی پت سے کتب طلب کر کے خود بخود داد دینگے۔ یہ ہمارا دعوےٰ ہے۔ (سپجیدیوا)

رسالہ رموز صحت جناب ڈاکٹر شیاما چرن صاحب ورما پنشنر میڈیکل آفیسر رقمطراز ہیں کہ غالباً میں نے اس کا ریویو رسالہ ہذا کے کسی پرچہ میں پڑھا تھا اور شائع کنندگان سے آرزو کی تھی جس پر اُنہوں نے براہ مہربانی ایک جلد کتاب ہذا مجھے ارسال کی۔ اور رسالہ پر اظہار رائے کی خواہش ظاہر کی مجھے افسوس ہے کہ اس میں جو کچھ درج کیا ہے وہ اس مقصد کو پورا نہیں کرتا جس کا دعوےٰ شائع کنندگان نے کیا ہے۔ مزید افسوس ہے کہ میں کسی صاحب سے اس کی خریداری کی سفارش نہیں کرسکتا۔ اس میں مشتے نمونہ از خروارے غلطیوں کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

(۱) نکوٹین صفحہ ۲۱۔ شراب کا جوہر بتلایا گیا ہے دراصل یہ تمباکو کا جوہر ہے۔

(۲) کوکین صفحہ ۲۲۔ افیون کا ست لکھا ہے جبکہ اصل میں ایک "کوکا" نام کے پودے کے پتوں کا جوہر (ست) ہے۔

(۳) کونین صفحہ ۱۵۔ "سنکونا" نام کا ایک پودا ہوتا ہے اس کی چھال سے "سنکو تا فبری فیوج" بنایا جاتا ہے۔ دراصل اس چھال کے سفوف کا جوہر (ست) کونین ہے۔

رسالہ ماہ دسمبر کے صفحہ ۱۰۲ پر بطور انعام رموز صحت دیا گیا ہے جو صاحبان انکو پڑھیں گے غلطیوں کا شکار ہونگے۔ اس کے متعلق کارکنان رسالہ ہذا جو تدبیر مناسب تصوّر فرمائیں عمل میں لائیں۔

اس کا علاج سوائے اس کے کہ مناقلین درستی کریں اور کیا ہو سکتا ہے۔ (سپجیدیوا)

طب پیشہ صاحبان سے گذارش از ڈاکٹر شیاما چرن صاحب ورما۔ علاج کا پیشہ شریف پیشوں سے ہے۔ اور جب ہم کو کسی کا دُکھ درد رفع کرنے کی تدبیر معلوم ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ جو شخص ہمارے پاس آئے ہم اس کی مدد نہ کریں۔ یہ انسانیت کے برخلاف ہے۔ کہ جو ہمیں فیس نہیں دے سکتا ہم اس کی طرف توجہ نہ کریں۔ کم از کم اتنا کام ہمارا ضرور ہے کہ ہم حاجت مند کو بتلا دیں کہ وہ فلاں ادویہ یا طریق استعمال کرے یا فلاں حکیم اور ڈاکٹر سے رجوع کریں۔ سپرما تما اور سرکار ایسے صاحبان کی قدر اور مدد کرتے ہیں جو مفت علاج کرنا چاہتے ہیں۔ پبلک میں بھی ایسے سخی اور رحم دل مالدار موجود ہیں جو غربا کے علاج کے لئے ادویہ فراہم کردیتے ہیں خیراتی شفا خانوں نے تو طب پیشہ صاحبان کے لئے بہت اچھا موقع پیدا کیا ہے کہ وہ غربا کی مدد کریں بقول شخصے (ع) درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو۔ ہر مذہب بتلاتا ہے کہ رازق حقیقی صرف خداوند تعالےٰ ہے اور ہر کہ دمہ کو روزی پہنچاتا ہے۔ اگر ہم غربا کو بلا ستائے اپنا فرض انجام دیں تب بھی وہی معاش حاصل ہو گی۔ ہمیں پیش از وقت اور بیش از قسمت کسی کو کچھ ملا نہیں کرتا ہے۔ اپنا فرض ادا کرنا اور نیک کمائی سے بسر کرنا انسانی کام ہے۔

جلسہ تہنیت و مبارک باد سررشتہ تعلیم پنجاب کی کشتی کے ناخدا آنریبل ملک فیروز خاں صاحب نون وزیر تعلیم پنجاب کو "سر" کے معزز خطاب کی عطائیگی پر مفصلہ ذیل مدارس نے خوشی منائی اور مبارک کے ریزولیوشن پاس کئے۔

(۱) **گورنمنٹ ہائی سکول جگادھری۔** ۲۰ جنوری جلسہ تہنیت خطاب و مبارک بادی سال نو کی تقریب میں لالہ موہن لال صاحب ایم اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر نے تمام طلبا اور ممبران سٹاف کے روبرو ہز ایکسیلنسی دی گورنر آف دی پنجاب اور آنریبل وزیر تعلیم کے خطابات کا اظہار ایک دل پسند لہجہ اور دلربا تقریر سے فرمایا۔ اس خبر فرحت اثر سے اساتذہ اور تلامذہ کے قلوب باغ باغ ہو گئے اور ہر ایک شخص کے چہرے سے تہنیت اور مبارک، کی جھلک نمایاں تھی۔ اور وہ یہ اشعار گا رہا تھا۔ ~

مبارک باد کی آئیں صدائیں چرخ بالا سے — مبارک باد ہم سنتے ہیں ہر اک ادنیٰ اعلیٰ سے
مبارک باد ہم پھر کیوں نہ دیں اپنے گورنر کو — مبارک باد ہم پھر کیوں نہ دیں اپنے منسٹر کو
ملا جی سی ایس آئی خطاب اپنے گورنر کو — ملا سر کا خطاب اپنے ملک فیروز انور کو
دعائے خیر پر کرتا ہوں میں ختم کلام اپنا — رہیں دلشاد سنر خاں کو سمجھیں اب غلام اپنا

مبارک باد کے ریزولیوشن اتفاق رائے سے پاس ہوئے اور قرار پایا کہ انکی نقل ہر دو اصحاب گرامی قدر صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب۔ صاحب ڈویژنل انسپکٹر مدارس انبالہ ڈویژن اور چیدہ اخبارات میں بھیجی جائے۔ (سجاد علی فرحان)

(۲) گورنمنٹ ہائی سکول ہانسی ضلع حصار ۴ جنوری پریڈ کے بعد جناب لالہ چرنجیت لال صاحب ایم اے ہیڈ ماسٹر نے انگریزی تقریر میں آنریبل وزیر تعلیم کے خطاب کا ذکر خیر کیا جس پر طلباء اور اساتذہ نے خوشی کے نعرے بلند کئے اور ریزولیوشن مبارکباد کا ممدوح الصدر کی خدمت میں بھیجا جانا اتفاق رائے سے قرار پایا۔ (بشیر احمد)

(۳) ہندو مڈل سکول کیتھل کے منتظمین اور سٹاف کا مشترکہ جلسہ لالہ مدن گوپال صاحب بی اے ایل ایل بی سیکرٹری کی صدارت میں ہوا۔ اور آنریبل ملک فیروز خاں صاحب نون وزیر تعلیم پنجاب کو "سر" کے قابل قدر خطاب کی عطائیگی پر مبارک باد کا ریزولیوشن پاس ہوا۔ سکول میں اس خوشی سے نصف یوم کی تعطیل منائی گئی۔ نقل آنریبل ملک صاحب ممدوح کی خدمت میں بھیجی جانی منظور ہوئی۔ (گیا چند ہیڈ ماسٹر)

(۴) گورنمنٹ ہائی سکول شرقپور سردار ہزارہ سنگھ صاحب بی اے بی ٹی ای ایس ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں مندرجہ ذیل تجاویز اتفاق رائے سے پاس ہوئیں۔

گورنمنٹ ہائی سکول شرقپور کے اساتذہ کی یہ میٹنگ آنریبل ملک سر فیروز خاں صاحب نون وزیر تعلیم پنجاب کی خدمت میں ان کو گورنمنٹ عالیہ کی طرف سے سر کے گرامی قدر خطاب عطا ہونے پر ہدیہ تہنیت و تبریک پیش کرتی ہے۔ مزید برآں تجویز کرتی ہے کہ ان تجاویز کی ایک نقل آنریبل وزیر تعلیم کی خدمت میں ارسال کی جائے اور اخبارات میں بغرض اشاعت۔ (سید محمد صدیق ایم اے)

(۵) ڈی بی ہائی سکول نکودر جلسہ سٹاف اور طلبا کا جلسہ عالی جناب وزیر تعلیم پنجاب بالقابہ کو نائٹ ہڈ کا معزز خطاب عطا ہونے پر اظہار مسرت اور ہدیہ تہنیت کے لئے منعقد ہوا۔ ذیل کا ریزولیوشن اتفاق رائے سے پاس ہوا۔

ڈی بی ہائی سکول نکودر کے سٹاف اور طلبا کا یہ جلسہ آنریبل ملک فیروز خاں نون بالقابہ وزیر تعلیم پنجاب کو نائٹ ہڈ کا معزز خطاب عطا ہونے اور حق بحقدار رسید کا مژدہ سننے پر دلی اظہار مسرت کرتا ہے اور جناب ممدوح والاشان کی خدمت میں ہدیہ تہنیت پیش کرتا ہے۔ نیز تجویز کرتا ہے کہ اس ریزولیوشن کی نقل رسالہ رہنمائے تعلیم اور ایجوکیشنل گزٹ جالندھر میں برائے اشاعت ارسال کیجائے۔ (سکرٹری)

انٹر تحصیل ٹورنمنٹ کبیر والہ خانیوال ضلع ملتان

زیر اہتمام جناب لالہ رام چندر صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس بمقام سرائے سدھو ۳ دسمبر سے ۷ دسمبر ۱۹۳۲ء تک منعقد ہوا۔ ہر دو تحصیل کے اے ڈی آئی صاحبان بوجہ شمولیت فزیکل ٹریننگ ریفریشر کورس ملتان حاضری سے معذور رہے۔ گو مسٹر ایچ ڈبلیو ہاگ کی مہربانی سے انہیں ٹورنمنٹ کے آخری دو دن شمولیت کی اجازت مل گئی۔ دونو تحصیلوں کے کل نو اینگلو ورنیکلر دو ورنیکلر مدارس شامل ہوئے۔ والی بال۔ فٹ بال۔ رسہ کشی۔ سکاؤٹنگ اور ایتھلیٹکس میں اپنی اپنی ٹیمیں لائے یہ ٹیمیں بہت اچھی تھیں اور سب کو دو دو تین تین دن کھیلنا پڑا۔ ورنیکلر مدارس نے تو کمال ہی کر دیا۔ محبوکا دین اور سردار پور کی ٹیمیں واقعی قابل تعریف تھیں۔ حیرت تھی کہ ورنیکلر مدارس اینگلو ورنیکلر مدارس کے دوش بدوش کس طرح رہے ہیں۔ ۷ دسمبر کو آخری مقابلے ہوئے۔ سرائے سدھو سکول نے والی بال ٹرافی حاصل کی۔ میاں چنوں مڈل سکول فٹ بال اور سکاؤٹنگ میں بازی لے گیا۔ تلمبہ مڈل سکول رسہ کشی میں اور کبیر والہ مڈل سکول ایتھلیٹکس میں اول رہا۔ دیسی کھیلوں کی ذیل میں ہر قسم کی دوڑیں ۔ کوڈنگ کھیل اور کرتب نظمیں مکالمے

اور ڈرامے شامل تھے۔ اُنکے علاوہ ٹورنمنٹ کا سب سے زیادہ مفید اور دلچسپ پہلو ہر دو تحصیل کے طلبا کے علمی مضامین پر مباحثے۔ خوشخطی اور دستکاری کے مقابلے تھے۔ چونکہ موجودہ طریق تعلیم پر عملی کام کی کمی کا نقص عائد ہوتا ہے۔ لہذا قابل صاحب مہتمم نے بچوں کی قوت گویائی اور دستکاری کو ترقی دینے کے لئے ان مقابلوں کا اجرا کیا۔ گو یہ پہلی دفعہ ہوئے مگر طلبا کو حد سے زیادہ فائدہ حاصل ہوا۔

مدرسین میں بھی مختلف کھیلوں کے مقابلے کرائے گئے۔ وہ عمدہ کھلاڑی ثابت ہوئے۔ کبیر والہ تحصیل کے مدرس والی بال جیت گئے اور خانیوال کے مدرس رسہ کشی۔ فٹ بال کا آخری فیصلہ نہ ہو سکا۔ ہر دو فریق برابر رہے۔ کل ۲۱۵ روپے بطور انعام تقسیم ہوئے جس میں سے ۱۰۰ روپے ڈسٹرکٹ بورڈ فنڈ کا عطیہ ۳۵ روپے فیس داخلہ جو غیر ڈسٹرکٹ بورڈ مدارس سے وصول ہوئی۔ اس قدر رقم کا تقسیم کرنا بطور انعام صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر کی فیاضی پر دال ہے۔ (ایم الہ بخش اے ڈی آئی کبیر والہ)

مڈل سکولز ٹورنمنٹ تحصیل شجاع آباد ۱۹ دسمبر کو تحصیل شجاع آباد اور ملتان کا کھیلوں کا مقابلہ ہوا۔ فٹ بال۔ رسہ کشی اور والی بال میں کوٹ میلارام سکول سب پر فائق رہا۔ کرکٹ کی شیلڈ ایم بی مڈل سکول کے حصہ میں آئی۔ ایتھلیٹک کا کپ اعلم پور نے حاصل کیا۔ سکاؤٹنگ میں سوڑی اول رہا۔ اور ڈرامہ میں سکندر آباد سبقت لے گیا۔ دس مڈل سکول شامل تھے۔ مدرسین کا بھی بدستور کھیلوں اور مباحثے کا مقابلہ ہوا۔ فٹ بال۔ رسہ کشی۔ والی بال اور مباحثہ میں شجاع آباد تحصیل کے مدرسین کامیاب رہے۔ یہ خان امام بخش خاں صاحب اے ڈی آئی کی توجہ اور شوق کا نتیجہ ہے۔ جلسہ تقسیم انعامات مخدوم سید رضا شاہ صاحب سینیر وائس چیرمین ڈسٹرکٹ بورڈ کی صدارت میں ہوا۔ جو انکی جسمانی ترقی میں نمایاں حصہ لینے اور زندہ دلی کی شہادت ہے۔ ضلع کی تعلیمی اخلاقی اور جسمانی ترقی اپنے تعلیمی سرپرست جناب لالہ رام چند صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی رہین منت ہے۔ (دسکھدیال)

ڈسٹرکٹ سالانہ ٹورنمنٹ ضلع بنوں صوبہ سرحد سرائے نورنگ میں ۱۷ لغایت ۲۰ دسمبر منعقد ہوا۔ تقریباً تمام مڈل اور لوئر مڈل مدارس نے حصہ لیا۔ جناب پیرزادہ نور حسین صاحب ایم ۔ اے ۔ بی ۔ ٹی ای ۔ ایس انسپکٹر مدارس و جناب محمد اسلم خاں صاحب اے ڈی آئی مدارس بہ نفس نفیس رونق افروز رہے۔ فٹ بال کپ بدستور سرائے نورنگ نے جیتا باقی کھیلوں کی جیت کا سہرا دیگر مدارس کے سر بندھا۔ ۲۰ دسمبر کو جناب صاحب ڈپٹی کمشنر مع لیڈی صاحبہ تشریف فرما ہوئے اور جلسہ تقسیم انعامات کی صدارت فرمائی۔ اس روز کا پروگرام سکاؤٹ بوائز کی سلامی میوزیکل ڈرل۔ دوڑ تین ٹانگی و رسہ کشی فائنل۔ جلسہ تقسیم انعامات اور ٹی پارٹی تھا۔ دو چھوٹے بچوں کی مناجاتی نظم کے بعد ماسٹر محمد ایاز خاں و لالہ روپ چند نے ٹورنمنٹ کے فوائد پر منظومہ مضامین پڑھے۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے صاحب بہادر لیڈی صاحبہ اور دوسرا حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور اپنے انعامات تقسیم فرمائے۔ صاحب بہادر نے پانچ روپے نقد طلبا کو عطا فرمائے اور دس روپے ہسپتال میں ایک زخمی کھلاڑی کے خرچ کے لئے عنایت کئے۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی خوش خلقی اور ملنساری و ہر دلعزیزی کا نتیجہ ہے کہ خوانین و رؤسائے علاقہ نے بخلاف سابق نہایت ذوق شوق کا اظہار فرمایا۔ اور کھلاڑیوں کے لئے خاص انعامات عطا کئے۔ نیز جناب آذری صاحب نے اپنی جیب سے دس روپے کی مٹھائی تمام کھلاڑیوں کو عطا کر کے پہلی مثال قائم کی۔ (محمد فریدعلی سیکرٹری)

گورنمنٹ ہائی سکول سرسہ ضلع حصار ۱۰ دسمبر بارہ بجے آنریبل وزیر تعلیم صاحب پنجاب بمعیت افسران ضلع و مقامی گورنمنٹ سکول ہذا میں رونق افروز ہوئے۔ آپکی شان کے مطابق استقبال کیا گیا۔ سکاؤٹس نے دعائیہ نظم پڑھی۔ طلبا کی ڈرل دیکھنے کے بعد آنریبل موصوف نے ممبران سٹاف کے ہمراہ فوٹو کھچوایا۔ کمروں کے ملاحظہ کے بعد جلسہ یوم والدین کے مفہوم پر تقریر کی۔ فوائد تعلیمی و ترقی کا ذکر کرتے ہوئے حاضرین سے التجا کی کہ اپنے بچوں کی تعلیم میں دلی شوق سے حصہ لیں اور انکی بہتری کی طرف قدم اُٹھائیں۔ مولوی محمد یاسین نے قصیدہ پڑھا۔ شیخ محمد جان صاحب نے تعلیمی رپورٹ سنائی جسے

سُنکر آنرایبل ممدوح نے اظہار طمانیت فرمایا۔ اور جواباً اُردو میں دلچسپ تقریر فرمائی۔ علاقہ کی غریبی اور تعلیمی پستی پر اظہار خیال کیا اور ان حالات میں سکول کی ترقی اور تعداد طلبا کی بیشی پر اظہار مسرت فرماکر ہیڈ ماسٹر صاحب اور اسکے عملہ کو مبارک باد دی۔ تعلیمی ترقی کے ساتھ اعلیٰ کیرکٹر بنانے کی تلقین فرمائی۔ بعد میں حضور کی رخصت عمل میں آئی۔ (رچھپو رام)

مڈل سکول کھیم کرن ضلع لاہور ۱۷ دسمبر کو صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب میاں عطاءاللہ صاحب پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس اور مسٹر ڈبلیو اے ای سالک اے ڈی آئی کے ہمراہ رونق افروز ہوئے۔ میونسپل کمشنران اور معززین شہر نے اڈا پر آپ کا خیر مقدم کیا۔ سکول گیٹ پر سکول بینڈ نے سلامی دی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے ہار پہنایا۔ آپ نے کمرے کو ملاحظہ فرمایا اور ہر مدرس کی مزاج پرسی کرکے اپنے حسن اخلاق کا ثبوت دیا۔ سکاوٹ روم کا ملاحظہ خوشنودی بخش ثابت ہوا۔ ماس ڈرل اور کئی دلچسپ کھیلوں کا ملاحظہ فرمایا۔ جلسہ گاہ میں صدارت فرمائی۔ ویلکم اور دعائیہ نظموں کے بعد طلبا نے پروپیگنڈا نظمیں پڑھیں۔ راجہ محمد عبید اللہ خاں ایگزیکٹو افسر کمیٹی نے اہالیان شہر اور میونسپل کمشنران کی طرف سے ایڈریس پڑھا جس میں کھیم کرن سکول کی خاص سرپرستی کی درخواست کی۔ صاحب بہادر نے سکول کے کام سے دوسری سرگرمیوں اور پبلک کے ہیڈ ماسٹر صاحب سے تعاون پر اظہار خوشنودی فرمایا۔ سکول کے ریکارڈ سے سکول کو ضلع بھر کا اعلیٰ سکول فرمایا۔ خاص خوشی اس امر سے ہوئی کہ ہیڈ ماسٹر صاحب کے کام میں پبلک روڑا نہیں اٹکاتی جس کے لئے ہر دو بزرگوار قابل مبارک باد ہیں۔ اور سکول کے متعلقہ ترقی کے لئے وعدہ فرمایا۔ کہ ایک دو بار پھر سکول کا ملاحظہ کرونگا۔ لالہ ہری چند صاحب ہیڈ ماسٹر اور افسران معائن ضلع خاص مبارک باد کے مستحق ہیں جن کے ماتحت سکول صحیح طور پر شاہراہ ترقی پر گامزن ہے۔ (چراغدین)

ڈی بی لوئر مڈل سکول کورالی ضلع انبالہ جناب سردار دیوا سنگھ صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس انبالہ ڈویژن عدیم الفرصتی کے باوجود سکول ہذا میں تشریف فرما ہوئے۔ امور متعلقہ تعلیم سے خاص دلچسپی کا ثبوت دیا۔ سکول کی حالت سے محظوظ ہوکر فرمایا کہ میں اس سکول کو دیکھ کر بہت خوش ہوا ہوں۔ جو وقت میرا یہاں گذرا نہایت سپھل ہوا۔ ایسے کام پر لالہ وشنو داس صاحب ڈی آئی اور لالہ رام کشن صاحب ڈھانڈا اے ڈی آئی علاقہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

سکاؤٹنگ اور کبنگ گیمز کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ تحریکیں برائے نام نہیں بلکہ اصل معنوں میں چل رہی ہیں۔ سکول رپورٹ شاہد ہے کہ باوجود خالصہ سکول کے قیام کے سکول شاہراہ ترقی پر گامزن ہے جو اس کی صحیح ضروریات پر دال۔ عمارت بہت کم۔ مگر روپیہ کی کمی سے افسوس ہے کہ ذاتی دلچسپی اس ذیل میں نہیں لی جاسکتی۔ روزانہ تیاری اسباق اور صفائی کی ڈائریاں جو نئے ڈی آئی صاحب کی ایجاد ہیں۔ نئی چیز مگر بہت مفید ہیں۔ (فقیر محمد خاں)

ورنیکلر مڈل سکول چپراڑ ضلع سیالکوٹ ۱۲ جنوری کو ممبران سٹاف اور طلبا نے پروپیگنڈا کی غرض سے رہبر کسان نامی ڈرامہ اسٹیج کیا۔ قرضہ۔ فضول خرچی شراب نوشی اور بد رسومات پر خوب روشنی ڈالی گئی۔ حاضرین میں مستورات خاصی تعداد میں تھیں۔ علاقہ سے بھی لوگ شامل ہوئے۔ ڈاکٹر گیاچند صاحب۔ بابو سردار خاں صاحب سب پوسٹ ماسٹر۔ چوہدری محمد شفیع صاحب سب انسپکٹر زمینداره بنک لالہ آیارام۔ لالہ مہرچند لالہ بشنداس اور لالہ منشی رام صاحب ساہوکاران نے طلباء کو انعام عطا کئے۔ چوہدری گوجر سنگھ صاحب نمبردار نے بینڈ پارٹی کے لئے لانگ جرابیں بقدر ایک درجن عطا کیں۔ پنڈت جگدیش چندر نے باجہ خوب بجانے سے پانچ روپیہ کا انعام حاصل کیا۔ ڈرامہ کی کامیابی پنڈت جگت رام صاحب ہیڈ ماسٹر کی ہردلعزیزی اور سلوک حسنہ پر دال ہے۔ چوہدری دیوان چند صاحب غنچہ نے نہایت محنت سے طلبا کو ٹریننگ دے کر ڈرامہ کے لئے تیار کیا۔ (برکت رام یمن)

قابل توجہ اداس صاحب جنہوں اس نام ایک صاحب نے ٹھگوں کی کہانیوں کا سلسلہ نمبرا ارسال کیا اور اپنا پتہ نہ دیا۔ وہ غور کریں کہ اس طرح گمنامی میں کوئی مضمون شائع نہیں ہو سکتا۔ باقی سلسلہ بھی جلد بھیجیں کہ اشاعت پر غور کیا جا سکے۔ (ایڈیٹر)

ہماری ڈاک (۱) جناب ابوبکر الاشیخ صاحب مقام پوسٹ تاراپور ضلع تھانہ کا مضمون "عقلمند اور وفادار شاہزادی کی کہانی" آپ کے گجراتی پڑھا ہونے کی وجہ سے نہ صرف اصلاح طلب ہے بلکہ نئے سرے سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ اس لئے رہنمائے تعلیم اس کی اشاعت سے معذور ہے۔

(۲) جناب میر رحمان صاحب بی اے انگریزی سکول ہنگو ضلع کوہاٹ۔ آپ کا مضمون جستجو ابھی آپ کی مزید جستجو کا محتاج ہے۔ اگر نظر ثانی فرما کر اسے ایسا جامہ پہنا سکیں کہ رہنمائے تعلیم کے معیار پر پورا اتر سکے تو بخوشی تمام درج کیا جائیگا۔

تعلیمی کانفرنس لاہور ڈویژن ۱۷ اور ۱۸ اکتوبر۔ جناب شیخ محمد ظہور الدین صاحب بی اے قائمقام انسپکٹر مدارس لاہور کی صدارت میں بحاضری رائے بہادر مسٹر من موہن ایم اے ڈویژنل انسپکٹر جالندھر (موجودہ ڈویژنل انسپکٹر لاہور) مسٹر پی ڈی بھنوٹ و باوا برکت سنگھ صاحب ڈپٹی انسپکٹر اصحاب ڈویژن۔ لالہ بھانا رام صاحب سوڈھی جگت سنگھ صاحب۔ خواجہ عزیز الدین احمد صاحب۔ میاں محمد عطاء اللہ صاحب و شیخ غلام حسین صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب ڈویژن۔ مسٹر کے ایل رلیا رام ہیڈ ماسٹر رنگ محل مشن ہائی سکول لاہور۔ لالہ سورج بھان صاحب ہیڈ ماسٹر ڈی اے وی ہائی سکول۔ ایم محمد شفیع صاحب ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ دروازہ۔ سید غلام مصطفےٰ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول۔ پنڈت نرسنگھ لال سنگھ ہیڈ ماسٹر سناتن دھرم ہائی سکول۔ پنڈت رام نرائن صاحب ہیڈ ماسٹر دیو سماج ہائی سکول۔ رائے صاحب لال رگھوناتھ سہائے صاحب ہیڈ ماسٹر دیال سنگھ ہائی سکول۔ سردار صاحب باوا اودھم سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر خالصہ ہائی سکول لاہور۔ ایم نیاز علی صاحب ہیڈ ماسٹر ایم بی ہائی سکول موڈ نگ۔ ایم فیض الرحمان صاحب سپرنٹنڈنٹ ایم بی ہائی سکولز لاہور۔ ایم فضل الٰہی صاحب چشتی ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول شیخوپورہ۔ قاضی اکرام حسین صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ مڈل سکول پسرور۔ مسٹر ٹی لازرس ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ۔ سردار بھاگ سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول اجنالہ۔ لالہ لال چند صاحب نیر پی ای ایس ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول امرتسر۔ سردار ہزارہ سنگھ صاحب پی ای ایس ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول شرقپور چوہدری گنگا رام صاحب ہیڈ ماسٹر بال مکند کھتری ہائی سکول امرتسر۔ مسٹر ایس نکبیڈو ہیڈ ماسٹر ایم اے او ہائی سکول امرتسر اور ملک غلام احمد صاحب پی ای ایس اسسٹنٹ زراعت لائلپور۔ مسٹر پی ڈی بھنوٹ نے سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیئے۔

یوم اوّل

صاحب صدر نے کانفرنس کی افتتاح کرتے ہوئے ڈیلیگیٹ اصحاب کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا اور توقع ظاہر کی کہ انکی موجودگی اور دلچسپی ڈویژن کے مدارس کی تعلیمی بہتری کی ضامن ہوگی۔ ڈویژن کی تعلیمی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے صاحب صدر نے فرمایا کہ ترقی خاصی خاطر خواہ ہے۔ موجودہ کساد بازاری اور مالی مشکلات کے مقابلہ میں موجودہ بہتری مزید براں دل خوش کن ہے۔ آپ نے پرائمری تعلیم کو زیادہ توجہ دینے کی طرف حاضرین سے اپیل کی اور فرمایا کہ پرائمری مدارس میں ہر کام شروع کرنے سے پہلے کھیلوں کا ہونا بچوں کی توجہ کھینچنے کا موجب ہوگا اور وہ بخوشی مدارس میں پہنچا کرینگے۔ اور سکول ان کے لئے ہوّا اور ڈر کا گھر کا نہ رہیں گے۔ بہتر اوسط حاضری آپ نے فرمایا نتائج کی عمدگی کی ضمانت ہے اور وہ مدرس کی ہردلعزیزی پر دال ہے۔ اُستاد کی سرگرمی بچوں کی بہتری اور ترقی کی ضامن ہے اور اس کی غیر جانبداری باشندگان دیہہ اور ملحقہ دیہات سے ضروری ہے۔ چونکہ آپ کا تبادلہ ڈویژن ملتان میں ہو چکا تھا۔ آپ نے

ڈیلیگیٹ اصحاب کو خدا حافظ کہتے ہوئے اپنے معزز جانشین رائے بہادر مسٹر من موہن کا نہایت موزوں الفاظ میں ذکر خیر کرتے ہوئے ان سے تعارف کرایا اور دعا کی کہ لاہور ڈویژن آپ کے عہد میں ہر گونہ تعلیمی ترقی کرے اور اس معزز اسامی پر آپ کے متمکن ہونے سے نہایت شاندار نتائج ظاہر کرے۔

کارروائی شروع کرنے سے پہلے سیکرٹری صاحب نے مفصلہ ذیل ریزولیوشنز پڑھے جنہیں تمام حاضرین نے کھڑے ہو کر پاس کیا۔

نمبرا - لاہور ڈویژن کی تعلیمی کانفرنس سردار تارا سنگھ صاحب ایم اے پی ای ایس ایڈیشنل سب انسپکٹر مدارس فیروزپور ڈویژن ولپنڈی سابق ڈپٹی انسپکٹر مدارس لاہور کی ڈویژن کی ناگہانی اور دکھدائی موت پر دلی رنج کا اظہار کرتی ہے اور سردار صاحب کے پسماندگان سے اظہار ہمدردی کرتی ہے۔

نمبر۲ - لاہور ڈویژن کی تعلیمی کانفرنس پیر محمد یعقوب شاہ صاحب ایم اے پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لاہور قائمقام ڈپٹی انسپکٹر مدارس جالندھر ڈویژن کی ناگہانی اور بے وقت موت پر اظہار افسوس کرتی ہے اور پسماندگان سے ہمدردی کا اظہار کرتی ہے۔

رائے صاحب لالہ رگھوناتھ سہائے صاحب نے ڈیلیگیٹ اصحاب کی طرف سے صاحب صدر کے ان تحسین آمیز ریمارکوں کے لئے جو استعمال فرمائے شکریہ ادا کیا اور آرزو کی کہ ملتان میں آپکا عہد خوشی اور فرحت کا عہد ہو۔ آپ نے اپنی اور تمام حاضرین کی طرف سے رائے بہادر کے اپنے دلی اتحاد اور تعاون کا یقین دلاتے ہوئے امید کی کہ رائے بہادر ممدوح انہیں اپنا رفیق اور دوست تصور کرینگے۔ رائے بہادر مسٹر من موہن نے انسپکٹر صاحب اور دیگر معززین کا ان ریمارک کے لئے جن سے انکا ذکر خیر کیا گیا ہے۔ دلی شکریہ ادا کیا اور امید ظاہر کی کہ وہ ڈویژن کی روایات کو زندہ رکھیگا مگر ڈویژن میں اس کی کارگزاری کا فیصلہ مستقبل کے مورخین کر سکیں گے۔

کارروائی یوم اول

اینگلو ورنیکلر ایجوکیشن (۱) **لاگ بک کے ریمارک** - کیا ہونے چاہئیں؟ کون سے امورات ضروری ہیں اور کون غیر ضروری۔

بعض ہیڈ ماسٹر اصحاب نے شکایت کی کہ لاگ بک تحریر کرتے وقت افسران معائن نقائص کے طشت از بام کرنے میں بہت زور لگاتے ہیں اور نکتہ چینی انکا مدعا ہے خاص ہوتا ہے۔ معمولی بات چیت میں کئی نقائص ہیڈ ماسٹروں پر ظاہر کئے جا سکتے ہیں۔ صاحب صدر نے تجویز کی کہ معائنہ ختم ہونے پر ایک مختصر کانفرنس میں بڑے بڑے نقص جو لاگ بک میں تحریر کئے جانے کے قابل ہوں۔ زبانی بیان کر دیئے جائیں۔ افسران معائن اس کے بعد ہیڈ ماسٹر سے مفصل بیان کر کے ان مشکلات کو واضح کریں جو اسے رونما ہوتی ہیں اور متضاد حالات پر بالتفصیل ذکر ہو۔ سب نے اتفاق کیا کہ اس کے علاوہ اور کوئی ممکن الحصول تدبیر نہیں ہے کہ افسران معائن محض نقائص ظاہر کرنے کی بجائے انکی انسدادی تدابیر بھی ظاہر کیا کریں۔

(۲) **ہیڈ ماسٹر اصحاب کی نگرانی** - مسٹر مکینڈو اور چوہدری گنگا رام نے ان مشکلات کا ذکر کیا جو انہیں اپنے سکولوں میں جہاں تعداد بہت ہے۔ تمام طلباء کا انفرادی امتحان لینے میں بالعموم اور کمزور طلباء کی حالت میں بالخصوص رونما ہوتی ہیں۔

صاحب صدر نے ہیڈ ماسٹر اصحاب کی اس بھاری ذمہ داری کا ذکر کیا اور فرمایا کہ انکا کام تعلیم دینے کی بجائے نگرانی پر زور دینا ہے۔۔ رائے بہادر مسٹر من موہن نے .... اپنے ڈویژن میں جو طریق رائج کیا ہوا ہے بیان کیا یعنی خود رائے اور کامل اساتذہ کے کام کی خاص نگرانی۔ ہیڈ ماسٹر وقتاً فوقتاً ایسے استادوں کے کام کی نسبت اپنی رائے اپنی ڈائری میں لکھتا رہے انہیں پوری جرات دلائی جائے۔ تمام ہیڈ ماسٹر اصحاب نے اس تجویز کو پسند کیا اور اپنے سکولوں میں اس طریق کے اختیار کرنے کا وعدہ

کیا۔ باقی ہیڈ ماسٹروں کے استفادہ کے لیئے اس امر کو بذریعہ سرکلر شائع کرنا منظور کیا گیا۔

(۳) انگریزی اور ورنیکلر تحریری کام - صحیح کرنے کا طریق اور فوری ترقی۔ اس کمزوری کے رفع کرنے کے لیئے تجاویز مثلاً سپیشل اُستادوں کی تقرری وغیرہ وغیرہ پیش کی گئیں۔ سردار اودھم سنگھ صاحب نے ان اساتذہ کی مشکلات کا خاکہ کھینچا جنہیں بمشکل ایک پیریڈ یومیہ آرام کے لیئے یا دیگر ضروریات کے لیئے خالی ملتا ہے۔ آخر متفقہ طور پر قرار پایا کہ واحد کامیاب طریق تحریری کام کا پورے غور سے درست کرنا ہے یعنی نصف یا چوتھائی لڑکوں کا ہر جماعت میں ایک دفعہ کام درست کیا جائے۔ عام غلطیوں کی فہرست دیگر ہر ممکن طریق سے انکا صحیح استعمال سکھایا جائے۔ طلبا کے روزانہ کام میں دن بدن بہتر حالت نمایاں کرنے کے لیئے خاص کوشش کی جائے۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ اغلاط کی باقاعدہ فہرست تیار کی جائے اور ان کی درستی کا باقاعدہ امتحان کیا جائے۔

(۴) طلبا میں زائد مطالعہ۔ اس کے لیئے انکے دلوں میں محبت کیونکر پیدا کی جائے۔ چند قابل عمل تجاویز۔
کئی ہیڈ ماسٹر اصحاب نے اپنے سکولوں کا دستور العمل بیان کیا۔ کلاس لائبریری کتب بطور زائد کتب مطالعہ کی جاتی ہیں۔ بعض مدارس میں ہر جماعت میں خاموش مطالعہ کا وقت ٹائم ٹیبل میں دیا ہوا ہے۔ سب حاضرین نے اتفاق کیا کہ یہ غیر معمولی ضروری ہے کہ جس قدر وقت مل سکیں اس میں طلبا مطالعہ کریں اور انکے دلوں میں مطالعہ سے انتہا محبت پیدا کی جائے۔ یہ شکایت ضرور تھی کہ قابل قدر کتب کا بہم پہنچنا اس امر کے لیئے ضروری ہے۔ مختصر کہانیوں کی کتابیں لائبریری کے لیئے کافی نہیں ہیں۔ دوسری ضروری شے اُستاد کا نمونہ ہے کہ وہ طلبا کے لیئے انفرادی رجحان اور مذاق کے موافق کلاس لائبریری سے کتب مہیا کرنے میں مشتاق ہو۔

(۵) جماعت کی ترقی میں باقاعدگی اور یکسانیت کی ضرورت۔ کیا کوئی معیار درکار ہے؟ تمام حاضرین نے اظہار کیا کہ جماعتوں کی ترقی کے امتحان میں یکسانیت نہایت ضروری ہے۔ مگر اس کا رواج تقریباً ناممکن نظر آتا ہے۔ حتی الامکان پرچوں کی تیاری میں نرمی برتی جائے۔ آخیر میں متفقہ طور پر قرار پایا کہ خان بہادر شیخ نور الٰہی صاحب کے سی ایم کی اس بارے میں پورے طور پر پابندی روا رکھی جائے۔

(۶) طلبا کا ڈاکٹری معائنہ اور علاج۔ ضلع اور ہائی سکولوں میں انتظامات۔ امرتسر کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے اس بارے میں اپنا طریق کار بتایا۔ انسپکٹر صاحب کی رائے میں معائنہ کی نسبت۔ علاج اشد ضروری ہے۔ آخر قرار پایا کہ جس قدر مدارس منفرد یا مشترکہ طور پر انتظام کر سکیں بہتر ہوگا کہ وہ کوئی ڈاکٹر مقرر کریں جو انکے طلباء کا ڈاکٹری معائنہ کرنے اور علاج کا ذمہ دار ہو۔ کیونکہ مدارس کے زیر تربیت طلباء کی صحت والدین کے نقطۂ نگاہ میں بہت بہتری کے قابل ہے اور موجودہ مدارس میں اس کی اصلاح بیحد مطلوب ہے۔

(۷) مدارس میں یوم والدین۔ کانفرنس کی رائے میں یوم والدین جیسا کہ ضروری اور مفید ہے ویسا عام حالات میں ثابت نہیں ہوا۔ کیونکہ والدین کی کثرت ناخواندہ اور محض اُمی ہے۔ لہٰذا ایسے اور بھی قسم کے دیگر مواقع یعنی سپورٹ ڈے تقسیم انعامات یا کسی ممتاز ہستی کا سکول کو معائنہ کرنا وغیرہ پر والدین کو مجتمع کرنے میں تساہل کو کام نہ فرمایا جائے۔ تاکہ والدین اپنے بچوں کے مفاد میں دلچسپی لے سکیں۔

ساڑھے بارہ بجے بعد دوپہر منیجر صاحب لنکوا فون ریکارڈس کمپنی نے اپنے ریکارڈوں کو دکھا کر تمام حاضرین کو محظوظ کیا۔

بعد دوپہر

صبح کے تمام حاضرین کے علاوہ مفتی عبد المجید صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول قصور اور لالہ دیوید تا مل صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول باغبانپورہ نے شرکت فرمائی۔

(۸) سیکنڈری اور پرائمری مدارس میں روزانہ حفظان صحت کی عادات کا نمونہ۔ قرار پایا کہ جسمانی صفائی کے عالمگیر رواج دینے کی غرض سے طلبا کے لباس اور وجود کا روزانہ معائنہ کیا جائے اور حفظان صحت کے اصولوں کی تعلیم خواہ زبانی خواہ کتابی

اس دھارنکسادو ما خلاقی تعلیم کا جزو اعظم فرض کیا جائے جو سکولوں میں دی جاتی ہے۔

(۹) مدارس کی سرگرمیاں۔ صاحب صدر نے اس اخلاقی کمی کا افسوس سے اظہار کیا جو مدارس میں دیگر سرگرمیوں کے دوران میں دیکھی گئی ہے۔ قرار پایا کہ سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب کی منشا کے بموجب ایک خاص اندازہ کو ملحوظ رکھا جائے۔ اس طرح یہ سرگرمیاں عام طور پر مفید اور سبق آموز ہو سکتی ہیں۔

(۱۰) جنرل نالج کا مضمون لازمی قرار دیا جائے یا اسے دیگر منتخبہ مضامین کی فہرست میں شامل کیا جائے؟
بعض ہیڈ ماسٹر اصحاب نے ان دقتوں کا اظہار کیا جو اس مضمون کے مدرسین کو دوران تعلیم میں رونما ہوتی ہیں۔ اس موضوع پر کہ جنرل نالج کو موجودہ حالت میں لازمی قرار دیا جائے یا اختیاری۔ پُرزور بحث ہوئی۔ آخر کانفرنس نے قرار دیا کہ سکول بورڈ سے درخواست کیجائے کہ وہ جنرل نالج کو دیگر منتخبہ مضامین کی ذیل میں شامل کرے۔ مگر اس صورت میں کہ یونیورسٹی ایسا کرنے سے معذور ہو تو کانفرنس سفارش کرتی ہے کہ اس مضمون کے سلیبس میں نمایاں کمی کی جائے۔ کیونکہ وہ موجودہ حالت میں بہت طویل ہے۔

(۱۱) میٹرک کلاس کے سخت کمزور طلبا کا امتحان یونیورسٹی میں شامل ہونے سے روکنا۔ حاضرین میں سے بہت ہیڈ ماسٹر اصحاب نے تجویز کی کہ ہائی سکولوں کے ہیڈ ماسٹروں کو اختیارات دیئے جائیں کہ وہ ایسے طالب علموں کو جو اپنی فطرتی بیکاری کی عادت بد سے جماعت دہم میں خاطر خواہ ترقی نہ کریں۔ یونیورسٹی امتحان میں شامل ہونے سے روک سکیں۔ بہت طویل اور سخت بحث کے بعد کوئی فیصلہ نہ کیا جاسکا اور یہ سوال ادھورا چھوڑ دیا گیا۔

(۱۲) سکول کے بچوں کو سینما کے دیکھنے سے روکنے کے لئے انسدادی تدابیر کا عمل میں لانا جو انکے اخلاق پر معکوس اثر کا موجب ہو رہا ہے۔ کانفرنس کی رائے میں کوئی عملی اور مفید تدابیر اختیار نہیں کی جاسکتیں جس سے سکول کے بچوں کو سینما شو کے دیکھنے سے روکا جاسکے جس کا معکوس اثر ان کے اخلاق پر پڑ رہا ہے۔

(۱۳) ٹیکسٹ بک کمیٹی کے متعلق مناسب کتب کا تیار کرنا کانفرنس کی رائے میں سکولوں میں اس مضمون کے جاری کرنے کا وقت نہیں آیا۔ پہلے پہل رائے عامہ کو بیدار کیا جائے تاکہ اس بہت ضروری اور نازک سوال پر رائے زنی کر سکے۔ ازاں بعد یہ سوال پیش ہو کہ زیر تربیت بچوں کو اس امر کا علم کہاں تک ہونا ضروری ہے۔

(۱۴) ہوسٹلوں کے بلا تنخواہ سپرنٹنڈنٹ۔ انسپکٹر صاحب نے موجودہ حالت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ محکمانہ احکام اس کی ذاتی رائے میں ہوسٹلوں میں نگرانی کی اہمیت کو کم کرنے کا موجب ہونگے۔ آخر قرار پایا کہ اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ سپرنٹنڈنٹ کو چوبیس گھنٹے کے لئے ہوسٹل میں رہنا ضروری ہوتا ہے۔ سررشتہ سے درخواست کی جائے کہ وہ ان احکام پر نظر ثانی کرے۔ کیونکہ موجودہ طریق کئی عملی مشکلات کے لئے ہے اور ہوسٹلوں کی نگرانی کی کمی کا باعث ہے۔

(۱۵) ایک ہی منتظمین کے ماتحت مدارس کے زیر تربیت بھائیوں اور بہنوں کی فیس میں رعایت
ایم فضل الٰہی صاحب چشتی نے تحریک کی کہ ضابطہ تعلیم پنجاب کے دفعہ ۱۲۱ کے دوسرے پیرے میں ترمیم کی جائے۔ کہ ایک ہی منتظمین کے ماتحت مدارس میں زیر تربیت بھائیوں اور بہنوں کی فیس کی رعایت سے مرعی کیا جاسکے۔

اپنے اس بیان کی تائید میں آپ نے فرمایا کہ سررشتہ تعلیم نے اپریل ۱۹۳۲ء سے فیس لگا دی ہے۔ اس وجہ سے حالت نظر ثانی کی محتاج ہو گئی ہے۔ کئی بھائی اور بہنیں ایسی ہیں جو ان مدارس میں زیر تربیت ہیں جو ان کے لئے مخصوص ہیں اور ایک ہی سکول میں تعلیم پانے کی حالت میں دی جاتی ہے۔ اسے اب یہاں تک توسیع دی جائے کہ جب بھائی مردانہ سکول میں پڑھتا ہو اور اس انتظام کے ماتحت زنانہ سکول میں بہن پڑھتی ہو تو وہ فیس کی رعایت سے مستفید ہو سکے۔ جبکہ اینگلو ورنیکلر ورد کی مڈل کلاسیں اور ڈگری کالج گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج ایک ہی انسٹی ٹیوشن تصور ہوتے ہیں۔ مردانہ اور زنانہ مدارس بھی جو ایک ہی منتظمین کے ماتحت

ہوں اور ایک ہی قصبہ یا شہر میں واقع ہوں ۔ متذکرہ صدر پیرا گراف کے ماتحت ایک ہی سکول متصور ہوں ۔
یہ تجویز متفقہ طور پر تسلیم کی گئی اور قرار پایا کہ سررشتہ سے حسب ضابطہ درخواست کی جائے ۔
مسٹر میکڈونے کانفرنس سے التجا کی کہ وہ گرانٹ ۔ ان ۔ ایڈ کے محسوب کرنے میں ایسے سکولوں کی حالت پر غور کرنے سے جنہوں نے دس فیصدی کٹوتی کی بجائے اپنے مدرسین کی دو یا زیادہ سالوں کے لئے ترقی روک دی ہے ۔ امدادی مدارس کے ہیڈ ماسٹر اصحاب نے کسی قدر بحث کے بعد رائے دی کہ ایسے مدارس میں مزید دس فیصدی کٹوتی گرانٹ ان ایڈ کے محسوب کرنے میں عمل میں نہ لائی جائے جنہوں نے اپنے ماتحت مدرسین کی تنخواہوں میں ترقیوں کو خاص وقت کے لئے بند کر رکھا ہے ۔ انسپکٹر صاحب نے رائے دی کہ دو کٹوتیوں میں سے بڑی کو وضع کیا جائیگا ۔

چونکہ اینگلو ورنیکلر ایجوکیشنل کا ایجنڈا ختم ہو چکا تھا ۔ ہیڈ ماسٹر اصحاب نے اجازت چاہی کہ آج کے پروگرام کے بعد انہیں اپنا سکول کا کام کرنے کی اجازت ہو ۔ انکی طرف سے مسٹر نیر نے انسپکٹر صاحب کی توجہ کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے انکی شکایات اور تجاویز کو نہایت حوصلہ اور غور سے سُنا اور تمام ہیڈ ماسٹر اصحاب کی طرف سے انہیں خدا حافظ کہا اور دعا کی کہ ملتان میں انکا عہد خوشی اور بہتری کا عہد ہو ۔

یوم ثانی

حاضرین ۔ شیخ محمد ظہور الدین صاحب ۔ رائے بہادر مسٹر من موہن ۔ چوہدری محمد حسین صاحب ۔ باوا برکت سنگھ صاحب ۔ لالہ بھانا رام صاحب شیخ غلام حسین صاحب ۔ ایم عطا اللہ صاحب ۔ خواجہ عزیز الدین احمد صاحب ۔ سوڈھی جگت سنگھ صاحب ۔ ایم غلام محمد قادر ایم فضل الرحمان صاحب ۔ ایم فضل الٰہی صاحب چشتی ۔ قاضی اکرام حسین صاحب ۔ مسٹر پی ڈی بھنوٹ ۔

ورنیکلر ایجوکیشن (۱) **ورنیکلر مدارس کے معائنہ پر** جو بڑے امورات ذیل میں غور طلب ہوتے ہیں ۔ ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب نے ان نکات کا ذکر کیا جو ایسے مدارس کے معائنہ پر انکے مدنظر ہوتے ہیں ۔ ورنیکلر ایجوکیشن کے انسپکٹر صاحب نے تجویز کی کہ ہر ضلع یا ضلع کے سب ڈویژن کے مدارس کی جماعت بندی الف ب ج یا اچھا ۔ متوسط اور خراب گروپ میں کر لی جائے ۔ خراب مدارس کو کئی بار معائنہ کیا جائے جو بلا اطلاع اور اطلاع لئے ہوں ۔ آپ نے فرمایا کہ ہر ماہ میں چار یوم اطلاع دیکر مدارس کے معائنہ پر صرف ہوں جن میں حاضری اور ہر طالب علم کی انفرادی ترقی دیکھی جائے ۔ مزید برآں آپ نے فرمایا کہ ایسے ہر معائنہ کے بعد سنٹر کے مدرسین کی انجمن بلائی جائے اور کمزور اور قابل توجہ نکات جو دوران معائنہ میں معلوم ہوئے بالتفصیل واضح کئے جائیں ۔ آپ نے مزید آرزو کی کہ افسر معائنہ دوران معائنہ میں نہایت متحمل اور مہربان ہمدرد ہو اور اس کا روئے سخن محض نکتہ چینی ہی نہ ہو ۔ ایسے کوشش کرنا چاہئے کہ وہ مدرسین کی مشکلات سے باخبر ہوسکے اور انکو اپنے تجربہ رہنمائی اور امداد سے دُور کرے ۔ اگر ضروری معلوم ہو تو افسر معائنہ کسی علاقہ کی مشکلات کو عملی طور پر عبور کرنے کے لئے ایک یا دو یوم ٹھہر جائے ۔ ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب بغور معلوم کرے کہ اس کے اسسٹنٹ اپنے دورہ کی اثنائے میں کسی جگہ اس غرض کے لئے مقیم ہوئے ہیں یا نہ ؟ تمام ڈسٹرکٹ انسپکٹروں نے ان تجاویز کو منظور کیا اور امید ظاہر کی کہ وہ باقی ماندہ دورہ کے موسم میں ان تجاویز کو عمل میں لائیں گے ۔

(۲) **مختلف اقسام کے مدارس پرائمری** ۔ برانچ ۔ لوئر مڈل اور اپر مڈل کی تعداد کا اوسط حاضری سے مقابلہ کونسی تجاویز اور ذرائع ہیں جن سے اوسط حاضری بہتر ہوسکتی ہے ۔

ایسے مدارس میں جن کی اوسط حاضری میں کمی نمایاں ہو افسران معائنہ کو اصل وجہ معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے ۔ کسی صاحب نے فرمایا کہ مدرس بعض حالات میں اصل وجہ نہیں ہوا کرتا ۔ عموماً پہلی جماعت میں بہت کمی وقوع میں آتی ہے ۔ ورنیکلر ایجوکیشن کے انسپکٹر صاحب نے فرمایا کہ پہلی جماعت کی تعلیم میں بہتری اس نقص کو رفع کرنے کا موجب ہوسکتی ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ مفصلہ ذیل طریق سے بہتری

واجب الحصول ہے کہ پہلی جماعت کا اُستاد زندہ دل ہوشیار اور سرگرم ہو اور وہ اپنی جماعت کے ہر طالب علم کی بہتری کو ملحوظ رکھے جماعت کا پہلا پیریڈ کھیل سے شروع ہو یا کہانیاں اور دیگر ذرائع جو بچوں کا دلکشی کا موجب کہلا سکتے ہیں۔ اور جنہیں بچے اسے کھیل کا نام دیتے ہیں۔ بچوں کے تعلیمی کام میں کھیل کود کو بخوشی تمام رواج دیا جائے اور پرائمری کلاس میں بدنی سزا سے بالکل اجتناب کیا جائے۔

(۳) پرائمری جماعتوں میں جماعت وار ترقی۔ صاحب صدر نے فرمایا کہ عموماً تمام پرائمری جماعتوں میں ترقی معیار سے گری ہوئی ہوتی ہے۔ مگر اول جماعت کو دوسری میں ترقی دینا تو خصوصاً معیار سے بہت گرا ہوا ہے۔ سب نے اتفاق کیا کہ یہ تمام نقائص خاص نگرانی سے دُور ہوسکتے ہیں۔ ہر ایک اے ڈی آئی کو چاہیئے کہ وہ اپنے معائنہ میں ہر جماعت کے کمزور طلبا کے نام لاگ بک میں درج کرے اور ان کمزور بچوں کی ترقی کو اگلے معائنہ میں خاص طور پر دیکھے۔ (ورنیکلر ایجوکیشن کے انسپکٹر صاحب کی تجویز تھی)

(۴) ضلع میں مدارس کا قیام۔ تبادلہ اور تقسیم۔ تمام حاضر ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب نے متفقہ طور پر بیان کیا کہ سکول کے قیام اور ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں تبادلہ وغیرہ امورات غیر تعلیمی حلقوں سے مرعوب ہو جاتے ہیں۔

آخر قرار پایا کہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب کی مشکلات کو رفع کرنے کے لئے ڈویژنل انسپکٹر صاحب ہر سال ہر ضلع سے نئے سکولوں کے قیام اور پرانے سکولوں کے تبادلہ کی تعداد اور وجوہات دریافت کریں۔ اور اپنے ریمارک اور تجاویز کے ساتھ ڈسٹرکٹ بورڈوں کو واپس کیا کریں۔

(۵) دیہاتی طلبا کی تعلیم میں دیہات کی ضروری تربیت کا ادخال۔ انسپکٹر صاحب ورنیکلر ایجوکیشن نے اس مضمون کو بہت طوالت دی۔ دیہاتی مدارس کی مروجہ تعلیم میں دیہات کے باشندگان کی غیر دلچسپی کا ذکر کرتے ہوئے صاحب موصوف نے [نہایت واضح اور روشن تقریر میں بتایا کہ دیہاتی تربیت سے آپ کا مدعا] کیا ہے۔ اور اسکا تمام دیہاتی مدارس میں رائج کرنا کیوں ضروری ہے اور اس کی وسعت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پرائمری کلاسوں میں لکھنا پڑھنا اور حساب سکھاتے وقت یہ ضروری ہے کہ ہر حالت میں عوام الناس و دیہاتی باشندگان کی ضروریات۔ خواہشات۔ خانگی حالات اور قرب و جوار کو ملحوظ رکھا جائے۔ دیہاتی باشندہ ہونے کی وجہ سے اس کی ضروریات ہرگز نظر انداز نہ کی جائیں۔ علاوہ بریں آخری منزل میں اسے دستکاری۔ کھیتی کا کام۔ ذاتی صفائی اور شہریت کے ابتدائی اصول سکھائے جائیں۔ مڈل جماعتوں میں متذکرہ صدر امورات کی پختگی کے علاوہ آزادانہ مطالعہ اور سوچ بچار کا مادہ پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ سیلف گورنمنٹ کا خیال اور انتظامی قابلیت پیدا کرنے کے لئے منتظم باڈیاں بنائی جائیں۔ اس بارے میں سنٹر کے ہیڈ ماسٹر صاحب اور علاقہ کے اے ڈی آئی صاحب عملی تدابیر اور تجاویز سے بہت کچھ رہنمائی کا موجب ہو سکتے ہیں۔

(۶) مختلف اضلاع میں مشترکہ تعلیم (بچوں اور بچیوں کا ایک ہی سکول میں تربیت پانا) ایک دو مستثنیات کے سوا ڈسٹرکٹ بورڈوں نے اس بارے میں غیر دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ تاہم قرار پایا کہ ڈویژن بھر میں اس ذیل میں خاص کوشش کی جائے اور مشترکہ تعلیم کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ خاوند اور بیوی کو ایک ہی جگہ بچوں اور بچیوں کی تعلیم کا انچارج مقرر کرنے کی تجربتاً آزمائش کی جائے۔ زنانہ سکولوں میں بھی بچوں کو بہت کثرت سے داخل کیا جائے۔

(۷) لازمی تعلیم اور اسکے اثرات کو کیونکر بہتر کیا جاسکتا ہے؟ اس شعبہ میں حسب دلخواہ ترقی نہیں ہوئی۔ انسپکٹر صاحب ورنیکلر ایجوکیشن نے حسب ذیل نکات بیان کئے۔

(ا) لاپروا اور خود رائے مدرسین اور انکی مردہ تعلیم۔
(ب) مسلسل اور پُر مغز پروپیگنڈا کی عدم موجودگی۔
(ج) عوام الناس اور والدین کی بے توجہی
(د) اٹنڈنیس کمیٹیوں کی بہت معمولی دلچسپی

آپ نے ان مشکلات پر عبور کرنے کا ذکر کیا اور فرمایا کہ جو والدین اپنے بچوں کی باقاعدہ حاضری میں سدّراہ ہوں۔ ان سے سختی کا ضرور سلوک کیا جائے۔ محض داخلہ سے حاضری میں باقاعدگی نہایت ضروری ہے۔ لازمی تعلیم کے علاقوں کے انتخاب میں خاص توجہ

مبذول کی جائے اور اسی طرح مدرسین کی تقرری کے وقت خاص غور کیا جائے۔

(۸) مڈل سکول سکالرشپ کا امتحان - کیا ڈویژنل انسپکٹر اصحاب لیا کریں یا ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب۔
اتفاق رائے سے قرار پایا کہ آئندہ یہ امتحان نئے سال سے ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب لیا کریں۔ نہ کہ ڈویژنل افسران جیسا کہ گذشتہ دو تین سال سے عمل میں آرہا ہے۔

(۹) دورہ کی سہ ماہی رپورٹیں۔ انکی ضرورت اور یکسانیت - شکایت کی گئی کہ موجودہ فارم بہت تفصیل لئے ہے۔ اور عملی تجاویز کی فہرست پر مبنی ہے۔ قرار پایا کہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب کو چاہیئے کہ وہ ڈویژنل انسپکٹر سے اس معاملہ پر غور کرنے کی سلسلہ جنبانی کریں۔ مجوزہ فارم پُر کر کے ارسال کریں یا مناسب ترمیم و تنسیخ موجودہ فارم میں جو ڈویژن میں رائج ہیں۔

(۱۰) سررشتہ تعلیم کے افسران اور دیہات سدھار - ڈویژنل انسپکٹر صاحب نے ایک ہی وقت میں بہت سرگرمیوں کو ہاتھ میں لینے کی مشکلات اور الجھاؤں کو ظاہر کیا متفقہ رائے تھی کہ ایک شخص کو محدود تعلیمی سرگرمیوں پر اکتفا کرنا چاہیئے۔ جب دیگر مفید محکمے افسران سررشتہ تعلیم کی امداد کے خواستگار ہوں تو یہ سرگرمیاں انکے حائل نہ ہوں۔

(۱۱) تعلیم بالغان کی اہمیت اور بالغان کے سکول کے علاقہ کا انتخاب۔ لٹریری سندوں کی عطائیگی کی اہمیت - اس وقت محکمانہ احکام کی تعمیل میں ہر ضلع میں اس قسم کے دس دس سکول ہیں۔ اگر زیادہ کی ضرورت ہو تو بہترین حالات کو ترجیح دی جائے۔ لٹریری سندات حاصل کرنے پر سعی موفورہ خرچ کی جائے۔

(۱۲) تعلیمی اخراجات میں ممکن تخفیف - ورنیکلر ایجوکیشن کے انسپکٹر صاحب نے اس ذیل میں تقریر کرتے ہوئے محکمانہ سرکلر کا ذکر کیا۔ اس میں جو تجاویز درج تھیں۔ ان کو حاضرین پر ظاہر کیا۔ آپ نے ڈسٹرکٹ اصحاب سے استدعا کی کہ وہ اپنے سکولوں کے سٹاف کو گھٹانے کی کوشش کریں اوسطاً ہر ۳۵ طلبا کے لئے ایک استاد کافی سمجھا جائے۔ بچت کے لئے اور کئی تجاویز بتائی گئیں۔ مثلاً ادنٰے ملازمین کے الاونسوں میں یکسانیت۔ غیر ضروری اور متصلہ نا قابل ترقی مدارس کا بند کرنا۔ کرایہ مکانات۔ مرمت مکانات۔ فرنیچر اور آلات وغیرہ میں حتی المقدور ضروری کمی اور امداد مدارس کی امداد میں جس قدر بچت ہو سکے کی جائے۔

سکولوں کی مرمت کے لئے کانفرنس نے قرار دیا کہ ہیڈ ٹیچر کو خاص شرح پر مرمت کا کام دیا جائے۔ جسے علاقہ اے ڈی آئی صاحب کی تصدیق پر روپیہ ادا کیا جائے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ امید کی جاتی ہے کہ اس طریق سے مرمت سالانہ میں کافی گنجائش ہو جائیگی۔

(۱۳) مڈل سکول ٹورنمنٹ - امرتسر۔ شیخوپورہ۔ سیالکوٹ اور گورداسپور کے اضلاع میں مڈل سکولوں کے ٹورنمنٹ جاری ہیں۔ صاحب ڈویژنل انسپکٹر نے آرزو کی کہ باقی اضلاع میں بھی زیر تربیت بچوں میں کھیلوں کا شوق پیدا کرنے اور کھلاڑیوں کی سپرٹ کو نشو و نما دینے کے لئے ٹورنمنٹ جاری کرنے چاہئیں۔

(۱۴) مالی مشکلات کے ایام میں زراعتی تعلیم کی موجودہ حالت اور اسکا مستقبل - ملک غلام محمد صاحب نے اپنے ماتحت علاقہ کے مدارس میں زراعتی تعلیم کی حالت واضح کی۔ آپ نے مختلف ذرائع بیان کئے جن سے بلیچے اور رفارمیں تعلیمی سلسلے میں زیادہ مفید ہو سکتی ہیں۔

(۱۵) فصلی تعطیلات - لالہ بھانا رام صاحب نے اپریل میں ایک ماہ اور اکتوبر میں دو ہفتہ تعطیلات تجویز کیں مگر باقی ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب نے اپنے اپنے اضلاع کی حالت کے موافق اس سے اتفاق نہ کیا۔ لہذا قرار پایا کہ یہ معاملہ متعلقہ ڈسٹرکٹ بورڈوں پر چھوڑ دیا جائے۔

(۱۶) اُن پرائمری سکولوں کے قیام کے لئے کیا تدابیر استعمال کی جائیں جہاں لوکل باڈیوں نے امداد سے انکار کر دیا جائے - بیان کیا گیا کہ بعض لوکل باڈیوں نے اپنے علاقہ کے پرائمری مدارس کو گرانٹ ان ایڈ دینے سے انکار کر دیا ہے۔

ان کمیٹیوں کی مالی حالت پر بحث کی گئی۔ ایسی حالت میں ڈیپارٹمنٹ کی منظوری سے فیس کی شرح میں اضافہ ہی ممکن ذریعہ ہے۔

(۱۷) اے ڈی آئی اصحاب ایس وی مدرسین کے سرٹیفکیٹس پر ریمارک دیں جو پرائمری یا لوئر مڈل مدارس میں کام کرتے ہیں۔ کانفرنس کی رائے میں ایس وی مدرسین کی سندات پر جو پرائمری اور لوئر مڈل مدارس میں کام کرتے ہیں ریمارک بدستور ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب ہی لکھا کریں۔ مجوزہ طریق غیر ضروری اور ناقابل عمل ہے۔

(۱۸) فیس میں رعایت کی شرح دس فیصدی سے پندرہ فیصدی کی جائے۔ کانفرنس نے قرار دیا کہ گورنمنٹ سے درخواست کی جائے کہ موجودہ کساد بازاری اور پیداوار اراضی میں نمایاں کمی خاص کر صوبہ کے دیہاتی اور زراعتی علاقوں کی بُری حالت کو محسوس کر کے اینگلو ورنیکلر سکولوں میں معافی فیس کی شرح دس فیصدی کی بجائے پندرہ فی صدی کی جائے۔

(۱۹) ڈسٹرکٹ انسپکٹروں کے تیار کردہ تعلیمی بجٹ پر ورنیکلر ایجوکیشن کے انسپکٹر صاحب سے تبادلہ خیالات۔ آئندہ مالی سال کے لئے اپنے اپنے تیار کردہ تعلیمی بجٹ پر چھ ضلعوں کے ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب نے انسپکٹر صاحب ورنیکلر ایجوکیشن سے کھلے طور پر تبادلہ خیالات کیا۔

ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب کی طرف سے لالہ بھانا رام صاحب نے ڈویژنل انسپکٹر صاحب کا فاضلانہ رہنمائی اور مفید تجاویز اور نہایت ضروری امورات پر غور وخوض جو اُنکے اضلاع کی بہتری کے ضامن ہیں کے لئے شکریہ ادا کیا اور ملتان ڈویژن میں آپکے عہد کے بابرکات ہونے کے لئے دعا کی۔

(دستخط) (مسٹر) پی ڈی بھنوٹ
ڈپٹی انسپکٹر مدارس وسیکرٹری

(شیخ) محمد ظہور الدین قائمقام انسپکٹر مدارس پریزیڈنٹ
لاہور ڈویژن تعلیمی کانفرنس

ایجوکیشنل کانفرنس ضلع حصار — ہیڈ ماسٹر اصحاب مڈل مدارس وافسران معائن ضلع حصار کی تعلیمی کانفرنس کنگ ایڈورڈ میموریل ہال میں ۲ لغایت ۸ دسمبر منعقد ہوئی جس کی افتتاحی رسم ۲ دسمبر کو جناب مسٹر جے ایچ وسن انسپکٹر مدارس انبالہ ڈویژن نے تین بجے ادا فرمائی۔ جنرل ایجنڈا کے علاوہ جس میں تعلیمی مسائل کے متعلق بحث کی گئی تھی۔ تعلیم اور دیہات سدھار پر مختلف مضامین پڑھے گئے۔ ساتھ ہی مڈل سکول ٹورنمنٹ بھی ہوا جس میں ہاکی۔ فٹ بال۔ والی بال۔ ااگر ٹیچ۔ کبڈی اور رسہ کشی کی ۴۹ ٹیموں نے حصہ لیا۔ ٹورنمنٹ اپنی مثال آپ ہی تھا۔ تمام مڈل مدارس کا اجتماع آج تک کبھی نہ ہوا تھا۔ افسران معائن کو کسی تکلیف کا سامنا نہ ہوا۔ کیونکہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب نے تمام مڈل مدارس کے ہیڈ ماسٹر صاحبان سے منتخب کر کے ایک انتظامیہ کمیٹی بنائی تھی جس کے پریزیڈنٹ سردار اراو جاگر سنگھ صاحب اے ڈی آئی سرسہ تھے اور سیکرٹری پنڈت شنبھو ناتھ صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر مڈل سکول بڈلاڈہ تھے۔ کمیٹی نے تمام فرائض کو خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ ۱۰ دسمبر کو گورنمنٹ ہائی سکول حصار کی گراؤنڈ میں تقسیم انعامات کا جلسہ لالہ جیشٹا رام صاحب پی سی ایس سینیئر سب جج بہادر کی صدارت میں ہوا۔ اس موقعہ پر مڈل سکول ساتروڈ کے طلبا نے فزیکل ڈیمانسٹریشن دیا جس سے حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔ یہ مڈل سکول دیا پرچارنی سبھا کے زیر انتظام ہے۔ ضلع کا اولمپک ٹورنمنٹ بھی انہی دنوں میں کیا گیا جس میں تقریباً اڑھائی سو اشخاص نے حصہ لیا جن میں کثیر تعداد دیہاتی لوگوں کی تھی۔ (لالہ شنبھو دیال اے ڈی آئی سکولز بھوانی)

مڈل سکول رعیہ ضلع سیالکوٹ — ۱۴ نومبر صاحب کمشنر بہادر ڈویژن لاہور کی آمد کی تقریب میں خاص انتظامات عمل میں آئے۔ سردار ایشر سنگھ صاحب اے ڈی آئی نارووال اور سردار ٹہل سنگھ صاحب سب انسپکٹر کے علاوہ رؤسا۔ معززین ملحقہ دیہات وعلاقہ بکثرت جمع تھے۔ آپ کی آمد پر ہند سدھار گیت گائے گئے۔ ماسٹر جلال الدین صاحب ہیڈ ماسٹر سکول کے زیر اہتمام طلبا کے بنے ہوئے ویلکم کا ملاحظہ فرمایا اور تمام کھیلوں کا ملاحظہ فرمایا۔ سکول

گراؤنڈ میں والی بال رسہ کشی اور کبڈی کے کھیل شروع ہوکر پانچ بجے فائنل میچ ہوا۔ ماس ڈرل دکھائی گئی۔ فائنل میچوں کا ملاحظہ فرمایا۔ اوّل اور دوم رہنے والی ٹیموں کو انعام عطا کیا۔ ماسٹر جلال الدین موصوف نے صید ہوس نامی ڈراما تیار کرایا جو اعلےٰ سین کے ساتھ دکھایا گیا جس کی کامیابی کے ثبوت میں آپ نے اپنی گرہ سے خاص رقم انعام کی طلبا کی ڈرامیٹک کلب کو عطا کی۔ ساڑھے بارہ بجے رات ختم ہوا جس کے خاتمہ پر لالہ سندر داس صاحب ہیڈ ماسٹر نے تمام افسران اور معزز پبلک کا شکریہ ادا کیا۔ باہر سے آئے آئے ہوئے اصحاب کی رہائش اور خورش کا انتظام مدرسین سکول نے اعلےٰ پیمانہ پر کیا ہوا تھا۔ (امیر چند سکرٹری)

بھورام دوآبہ ہائی سکول جالندھر شہر

۲۴ دسمبر - رائے بہادر آنریبل مسٹر جسٹس جے لعل صاحب جج ہائی کورٹ پنجاب نے سکول کے نو تعمیر شدہ بالک رام ہال کی افتتاحی رسم ادا کی اور تقسیم انعامات کی رسم بھی عمل میں آئی۔ رائے بہادر کی تشریف آوری پر بینڈ باجے سے استقبال کیا گیا صاحب موصوف کی خدمت میں ایک ایڈریس پیش کیا گیا۔ لالہ کرپا رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے مکان مدرسہ کی تعمیر کی مختصر تاریخ بیان کی اور اس کی تکمیل میں جو مشکلات پیش آئی تھیں بتائیں۔ دس سال کی متواتر کوشش سے مکان مکمل ہوا ہے۔ مولوی محمد آذر علی کا قطعہ پڑھا گیا۔ بعد میں ہال کی افتتاح عمل میں آئی۔ رائے بہادر کا فوٹو لیا گیا۔ ہال میں کارروائی کا آغاز ہیڈ ماسٹر کی سالانہ رپورٹ سے ہوا۔ اور ان خصوصیات کا تذکرہ ہوا جو سکول سے خاص وابستہ ہیں جیسے فار آل رفسٹ ایڈ میڈیکل۔ امداد کمار سبھا اور شردھانند سیوادل۔ طلبا نے انگریزی مکالمہ اور پنجابی ڈرامہ کیا۔ پنڈت بھیم سین نے مسدس پڑھی - انعامات کی تقسیم کے بعد آنریبل جج صاحب نے فرمایا کہ مجھے فخر ہے کہ آج ایسے سکول کے شاندار ہال کی رسم افتتاحی ادا کی ہے جس کا نام لالہ بھورام صاحب سرگباشی کے نام نامی سے وابستہ ہے جن کے چرنوں میں بیٹھ کر میں نے تعلیم حاصل کی تھی۔ اپنے متعلقین کا شکریہ ادا کیا اور انہیں مبارک باد دی۔ موجودہ ہال کا نام لالہ بالک رام جی بزرگ برادر لالہ دیوراج جی پردھان کنیا ودیالہ اور لالہ بھگت رام صاحب سابق بیرسٹر کی یادگار رپر رکھا گیا ہے۔ پنڈت بھگوانداس صاحب ڈرل ماسٹر و لالہ دیوی چند جی کو تعمیر ہال کے متعلقہ خدمات کی بجا آوری پر بالترتیب پچیس اور پندرہ روپے انعام دیا گیا۔ صاحب صدر کی تقریر کے بعد جلسہ ختم ہوا۔ (بھیم سین شرما)

اُردو سکول مالون ضلع رتناگری

۱۸ دسمبر - پاڈے صاحب ایجوکیشنل انسپکٹر ڈویژن بمبئی کی صدارت میں انعامات کا جلسہ منعقد ہوا۔ سب جج صاحب جناب ڈکے صاحب - جناب نشوری صاحب اور شہر کے رؤسا و امرا حاضر تھے - قرآن خوانی کے بعد جناب بھاؤ آج گاؤں کر نے سکول کی مختصر حالت بیان کی صاحب صدر ڈکے صاحب تا تیا پردیکر اندر سید صاحب کی تقریریں قابل شنید تھیں - انعامات کی تقسیم کے بعد صاحب صدر نے سکول کی ترقی اور حسن انتظام کی داد دی - ہار - تورے گلاب پانی شکریہ کے بعد ٹی پارٹی دی گئی - موجودہ صدر مدرس شیخ امین الدین صاحب کے عہد میں سکول خاص ترقی پر ہے۔ (داکبر خاں بابا خاں)

گورنمنٹ سنٹرل اُردو سکول ہور احاطہ بمبئی

۱۰ نومبر - آنریبل سر غلام حسین ہدایت اللہ صاحب نائٹ بی اے ایل ایل بی فائنس ممبر گورنمنٹ بمبئی صاحب کلکٹر و ڈپٹی کلکٹر ضلع کولابا کے ہمراہ سکول میں رونق افروز ہوئے۔ جناب محمد حسین میاں صاحب مجمندار لوکل بورڈ ممبر اور دیگر احباب نے پرتپاک استقبال کیا۔ سنٹرل اور انگلش سکول کے سکاؤٹس نے بھی خیر مقدم میں حصہ لیا۔ آپ نے سنٹرل سکول کے معائنہ کے دوران میں دستکاری اور نقاشی کو خاص پسند فرمایا۔ اجلاس خاص میں طلبا نے عبد الرزاق صاحب کی تیار کردہ استقبالیہ نظم دلکش لہجہ میں پڑھی۔ صدر مدرس جناب محمد غوث نے رپورٹ پڑھی جس میں ذکر تھا کہ دی ایف کے امتحان میں آج تک ننانوے طالب علم کامیاب ہوئے۔ صاحب ممدوح نے ہر ممکن طریق سے امداد کا وعدہ کیا۔ بعد میں فوٹو ہوئے۔ ڈاکٹر عطا حسین صاحب آئی ای ایس

ڈپٹی ایجوکیشنل انسپکٹر قسمت بمبئی بھی شامل جلسہ تھے۔ اس معائنہ سے مدرسین اور طلباکی جو حوصلہ افزائی ہوئی تحریر سے باہر ہے
رات کو جناب محمد حسین میاں صاحب نے آنریبل موصوف کو اپنے ہاں مدعو کیا۔ دعوت کا اہتمام بہت خوبی اور خوش اسلوبی سے انجام پذیر ہوا۔ پنڈال بقعۂ نور تھا۔ ضلع کے تمام سربرآوردہ اصحاب شامل تھے۔ انگلش سکول کے طلبانے مکالمے لطائف وغیرہ سے تفریح طبع کا سامان خاصہ بہم پہنچایا۔ حبیب احمد صاحب قادری بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر کی دلچسپی اور سرگرمی نے ہر ایک سے خراج تحسین حاصل کیا۔ ۱۱ نومبر کو کمن مسلم ایجوکیشنل سوسائٹی نے بہار میں عظیم الشان جلسہ کر کے ہزاروں نفوس کی موجودگی میں آنریبل ممبر صاحب کو سپاسنامہ پیش کیا۔ انگلش سکول کے طلبانے استقبالیہ نظم اور قومی ترانہ دلاویز اور دلفریب آواز میں گایا۔ سپاسنامہ جناب فتح خاں صاحب نے باواز بلند پڑھا اور طلائی و نقرئی بیش قیمت کاسکٹ میں بند کر کے آنجناب کی نذر کیا۔ جوابی تقریر میں آپ نے سوسائٹی کے حسن کارگذاری پر مبارک دی اور سنٹرل سکول کو حیات جاوید بخشنے کے لئے معتی وعدہ فرمایا۔ ضلع قلابہ کو تفسیخ و تقسیم سے بچانے کا وعدہ کیا۔ جناب فتح خاں صاحب کی طرف سے چائے نوشی کی دعوت دی گئی۔ بہار موٹر یونین اور میونسپلٹی کی طرف سے سپاسنامے دیئے گئے یونین کے صدر اور چیرمین مسٹر علی میاں قاضی کی حسن کارروائی و انتظام پر آپ نے معنی خیز الفاظ میں مبارک باد دی اور بہار مسلم ہائی سکول کا بنیادی پتھر نصب فرمایا۔ اس رات بھائی میاں صاحب رئیس محترم کاملا دممبر سکول بورڈ ضلع قلابہ نے ممدوح کو دعوت دی جس میں بیشمار سربرآوردہ اصحاب شریک تھے۔ انتظام واہتمام قابل تعریف تھا۔ سکاؤٹ ماسٹر صاحب اور سکاؤٹس کی کارگذاری تحسین و آفرین کے قابل تھی۔ بعدہٗ کاملا اُردو سکول اور سنٹرل سکول کے طلبا نے دلچسپ وسرور آمیز مذاقیہ مکالمے اور نظمیں سنائیں۔ آپ نے حسین میاں اور بھائی میاں کی مدت کی شکر رنجی کو دور کر کے دونو کو ایک دوسرے کا خیر خواہ اور دوست بنا دیا۔ کاملا سے واپسی پر حبیب احمد صاحب نے مختصر تقریر کی۔ بھائی میاں صاحب نے پندرہ روپے سکاؤٹس کو سپرستی کے لئے عطا کئے۔ (محمد محی الدین مور بہ)

ورنیکلر مڈل سکول سکھیکی گاؤں ضلع گوجرانوالہ

۱۸ نومبر۔ مولوی رحیم بخش صاحب بی اے۔ پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے مع چوہدری عبدالغنی صاحب پرسنل اسسٹنٹ سکول کا معائنہ فرمایا۔ بعد معائنہ حسب ذیل ارشادات مدرسین کی رہنمائی کیلئے درج [illegible] جو ضلع کے مدرسین کے خضر راہ ثابت ہونگے

(۱) رپورٹ ہیڈ ماسٹر صاحب مکمل اور پُر از معلومات ہے۔ رپورٹ ہمیشہ ایسی واضح اور جامع ہونی چاہئیے۔ جس میں سکول کے ان حالات کا خاص ذکر ہو جن سے سکول گذر رہا ہو۔

(۲) ۳۱ مارچ ۱۹۳۲ء کی نسبت۔ طلبا کی تعداد میں کمی جتائی گئی ہے اور جماعت ہشتم کا رزلٹ ورنیکلر فائنل ۱۴/۱۲ ہے جو ہمارے معیار سے نیچے ہے۔ کیونکہ ضلع گوردا سپور اور حصار میں [illegible] فیصدی رزلٹ اور فی مدرس ہم طلبا دیکھتے رہے ہیں۔ ایسا ہی یہاں ہو

(۳) رؤسائے علاقہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ علاقہ ہذا کی خوش قسمتی سے سکول کا ہیڈ ماسٹر قابل۔ کارکن اور مستعد ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ انکی تعداد طلبا کے اضافہ میں خاص مدد کریں۔ اگر آپ ڈویژنل انسپکٹر صاحب بہادر کی مجوزہ تعداد کو پورا کر دیں تو ہم انگریزی کی اجرا کی خاص کوشش کرینگے۔

ہمارا مشن اصلاح عام ہے۔ اس کی اشاعت میں مدد کرنا کار خیر ہے۔ میں آپ سے متوقع ہوں کہ آپ حضرات میرے مدرسین کو رفقاء سمجھتے ہوئے اس کار خیر میں انکا ہاتھ بٹا کر ثواب دارین حاصل کرینگے۔ آپ کی آئندہ نسلوں کی فلاح و بہبود کا اسی طبقہ کے افراد نے بیڑا اٹھا رکھا ہے۔

(۴) میاں مولا بخش صاحب رئیس ٹھٹہ ثابت شاہ۔ چوہدری نذیر حسین خاں صاحب رئیس سکھیکی اور چوہدری محمد خاں صاحب رئیس پارکسن نے ہماری تحریک کو کامیاب بنانے کے [illegible] سے کام لیتے ہوئے تین قیمتی کپوں کا اعلان کیا ہے جو ان مدرسین کو عطا کئے جائینگے جو علے الترتیب سکول ہذا سکھیکی منڈی اور سب ڈویژن حافظ آباد میں تعداد طلبا کے اضافہ میں نمایاں ثابت ہونگے۔

(۵) میں چوہدری عبدالغنی صاحب سابق انچارج سب ڈویژن ہذا حال پرسنل اسسٹنٹ کی خدمات کا اعتراف کرتا ہوں کہ انکی صحبت صالح سے یہاں کے رؤسا کے جذبات اس قدر اعلےٰ پایہ کے ہو چکے ہیں۔

(۶) بچوں کو نہایت مفید پند ونصائح سے مالا مال فرمایا۔ (محمد شریف فاروقی)

گورنمنٹ ہائی سکول تلہ گنگ ۲۲ر نومبر۔ بارہ بجے دن کے مسٹر بیری انسپکٹر مدارس ڈویژن راولپنڈی تشریف فرما ہوئے۔ ۲۳-۲۴ر نومبر کو سکول کا معائنہ فرمایا۔ دونو سکول اور بورڈنگ ہوس خوب سجائے ہوئے تھے۔ سکول کا سرسبز وشاداب باغیچہ دیکھ کر آپ بیحد محظوظ ہوئے۔ ڈرائنگ عجائب گھر اور سکاؤٹ روم خاص قابل دید تھے۔ ۲۴ر نومبر صبح سکاؤٹنگ گیمز، ماس ڈرل اور پلے فار آل دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ سردار کیسان سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر اور سٹاف کی مساعی جمیلہ اور پر زور کوششوں کا نتیجہ ہے کہ سکول کی تعلیمی حالت نہایت تسلی بخش ثابت ہوئی۔ اسی دن شام کے چار بجے شہر کے رؤسا نے صاحب موصوف کو شاندار ٹی پارٹی دی جس میں ہر مذہب و ملت کے شرفا موجود تھے۔ لالہ لوڑیندال صاحب سکاؤٹ ماسٹر نے سکاؤٹ کا کام دکھایا۔ صاحب ممدوح نے تعلیمی فوائد پر مبسوط تقریر فرمائی۔ کہ سررشتہ تعلیم پبلک کی خدمت کر رہا ہے۔ آپ بھی اس خدمت میں شریک ہو کر ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ اور تعلیمی ترقی کی طرف خاص توجہ مبذول کریں۔ (امرناتھ چوپڑا)

ورنیکلر مڈل سکول بڑوہ تحصیل وضلع کانگڑہ ۲۳ر نومبر کو ٹھاکر سوہن سنگھ صاحب ذیلدار کی صدارت میں یوم والدین نہایت شان وشوکت سے منایا گیا۔ فوجی افسرو اور دیگر معزز اصحاب کی شمولیت باعث فخر تھی۔ تین طلباء جماعت ہشتم نے پرارتھنا گائی۔ لالہ کیسری لال نے موثر تقریر کی۔ اور یوم والدین کے اغراض ومقاصد واضح کئے۔ جماعت ہشتم کے لڑکوں نے دیہات سدھار کا گیت گایا جو ٹرینڈ دائیوں کی اہمیت اور ضرورت کو جتلاتا تھا۔ ڈرامہ پارٹی کے ایکٹروں نے دلچسپ ڈرامہ دکھایا جو سکاؤٹنگ کی اہمیت اور ضرورت یاد دلاتا تھا۔ جماعت ہفتم کے طلبا نے ایک چوپائی گائی جو استری دھرم کے متعلق سبق آموز تھی۔ پنڈت سروتر صاحب سب انسپکٹر بینکس نے ایک پر زور اور بسیط تقریر کی جس میں یوم والدین کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور حاضرین کو بینکس کے فوائد جتاتے ہوئے نئے بنک کھولنے کی ترغیب دی۔ جماعت دوم کے لڑکوں نے بھجن گایا۔ دو اور لڑکوں نے دیہاتی اور شہری زندگی کا مقابلہ مکالمہ کی صورت میں پیش کیا۔ جماعت ششم نے راماءن کے ایک نظارہ کو نظم میں دکھایا۔ ماسٹر جیشی رام سپیشل ایس وی نے تعلیم کے فوائد واضح کر کے عوام سے اپیل کی کہ اپنے بچوں کو فوراً سکول میں داخل کریں۔ جماعت ششم کی چوپائی کے بعد ہیڈ ماسٹر صاحب نے "سکول کی حالت اور زیادہ بہتر ہونی چاہئے" موضوع پر لیکچر دیتے ہوئے پبلک سے اپیل کی کہ خاص ذوق شوق کا اظہار کریں۔ ریڈ کراس سوسائٹی کی اہمیت کو بھی لوگوں پر واضح کیا۔ چائے سپاری اور الائچی سے حاضرین کی تواضع کی گئی۔ (جیشی رام)

مڈل سکول نجف گڑھ صوبہ دہلی ۲۶ر نومبر کو مدرسین مڈل نجف گڑھ کا ایک جلسہ بصدارت ہیڈ ماسٹر صاحب ڈی بی اے وی مڈل سکول نجف گڑھ منعقد ہوا۔ جس میں پنڈت راجیندر دیو صاحب شرما اے ڈی آئی صوبہ دہلی کی والدہ صاحبہ محترمہ کے انتقال پُر ملال پر اظہار افسوس کیا گیا۔ پرماتما سے پرارتھنا کی گئی کہ متوفیہ کی روح کو شانتی اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کریں۔ (ٹیک چند شرما)

رہنمائے تعلیم اور اس کے کارکن پنڈت راجیندر ناتھ صاحب سے دلی افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ (سب ایڈیٹر)

لوئر مڈل سکول کلاسکے ضلع گوجرانوالہ ۲۰ر نومبر۔ انجمن معلمین سنٹر احمد نگر کے موقعہ پر طلبا سکول کا جلوس مدرسین کی نگرانی میں موضع کلاسکے میں نکالا گیا۔ بیماریوں سے بچنے کی تدابیر صفائی کے فوائد کے متعلق مؤثر دلچسپ نظمیں گائی گئیں۔ بعد میں اجلاس قاضی محمد یوسف صاحب اسسٹنٹ سرجن کی صدارت میں ہوا۔ چوہدری

محمد عنایت اللہ خاں صاحب رئیس ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ خانگی امورات کی مصروفیت کی وجہ سے صدر کے فرائض سرانجام نہ دے سکے۔ گو کچھ دیر بعد جلسہ میں شریک ہو گئے۔ حمد الہی کے بعد طلبا نے استقبالیہ نظم پڑھی۔ طلبا درجہ مڈل نے امانت اور قومی ہمدردی پر دلچسپ اور معنی خیز ڈرامے کئے۔ منشی محمد شریف صاحب ہیڈ ماسٹر گلو الہ نے فراہمی طلبا پر مضمون پڑھا۔ بھیشم سنگھ طالب علم نے پُرلطف لطائف سنائے۔ منشی رحمت اللہ صاحب نے فراہمی اطفال کے متعلق مدرسین کی تکالیف کو پُرلطف پیرائے میں پیش کیا۔ پنڈت سندر داس صاحب ہیڈ ماسٹر نے سالانہ رپورٹ پڑھی جو مکمل۔ دل خوش کُن اور قابل تعریف تھی۔ صاحب صدر نے ملیریا بخار پر موثر لیکچر دیا۔ جراثیم کے ذریعے متعدی امراض کے پھیلنے اور ان کی روک تھام کی تدابیر بیان کیں۔ اور تشریح کرتے ہوئے بلیک بورڈ پر خاکے کھینچے۔ منشی غلام مصطفٰے صاحب مدرسہ تھوبیاں بالا نے طلبا سے جماعت سوم کو خوشخطی پر نمونہ کا سبق دیا۔ پنڈت اننت رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ صاحب صدر نے پنڈت سندر داس صاحب کے کارہائے نمایاں و حسن انتظام اور اعلٰے تعلیم دہی کی داد دی۔ چوہدری محمد عنایت اللہ خاں صاحب نے دو روپے اور قاضی محمد یوسف صاحب نے ایک روپیہ طلبا کے لئے انعام دیا جس کی طلبا کو مٹھائی تقسیم کی گئی۔ چوہدری محمد نذیر صاحب سربراہ ذیلدار اور چوہدری میراں بخش صاحب سربراہ نمبردار کلاسکے نے جملہ مدرسین سنٹر کو پُرلطف دعوت دی۔ اور کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ کھانے کے بعد ٹیم بھوباں بالا اور مدرسین کا والی بال میچ ہوا۔ موخر الذکر کامیاب رہے۔

(۷) ۲۳-۲۴ نومبر کو چوہدری فقیر احمد صاحب اے ڈی آئی وزیرآباد نے سالانہ معائنہ فرمایا۔ سکول کی صفائی۔ باغیچہ مدرسہ کی شگفتگی۔ ہر پہلو میں سکول کی نمایاں ترقی میں اظہار خوشی فرماکر لاگ بک میں درج کیا کہ

باغیچہ مدرسہ نہایت خوشنما منظر پیش کر رہا ہے۔ خوشی کا مقام ہے کہ ہیڈ ماسٹر صاحب معہ اپنے قابل عملہ کے سبزی وغیرہ اور پھولدار پودے لگا رہے ہیں۔ سبزی کی فروخت سے غریب اور مستحق طلبا کی امداد کی جاتی ہے۔ ریڈ کراس فنڈ سے سال رواں میں ۳۳-۵ خیرات کے کاموں میں صرف ہوئے۔ نادار اور مفلس لڑکوں کو کتب اور پارچات مہیا کئے گئے۔ غریب لڑکوں کی فیس ادا کی گئی اور ادویات خریدی گئیں۔ سالانہ معائنہ کے موقعہ پر ۱۲/۱۱/۳ روپے آٹھ مستحق اور غریب طلبا کو موسم سرما کے لئے کرتے مہیا کئے گئے۔ جن پر ۱۱/۱۳ روپے صرف ہوئے۔ یہ امداد قابل ستائش ہے۔ تعلیمی حالت تسلی بخش ہے۔ مقامی ذیلدار صاحب نمبرداران اور دیگر حاضرین کو مخاطب کرکے اروڑیوں کو گاؤں سے دور گڑھوں میں بند رکھنے۔ رسومات بد کا قلع قمع کرنے۔ کفایت شعار بننے اور تعلیمی امورات میں مدرسین کی معاونت کرنے کی تلقین فرمائی۔ کوٹ قاضی میں جہاں برانچ ہے قاضی صاحبان کو مرمت کی ہدایت فرمائیں۔ اور مدرسین کو اپنی ہمدردی کا یقین دلایا۔ (رجے گوپال داس شرما)

لوئر مڈل سکول پیر سلوہی ضلع کانگڑہ

۲۸ نومبر۔ ساڑھے آٹھ بجے شام احاطہ پرائمری سکول بھردلی میں میاں بھیم سنگھ صاحب زمیندار کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ دعائیہ نظم کے بعد منشی پریم لال نے اغراض و مقاصد جلسہ ظاہر کئے۔ طلبا کے بھجن ہوئے۔ دو اُستادوں نے خاوند اور بیوی کا تکرار صغیر سنی کی شادی کا نظارہ دکھایا۔ چوہدری کرپا رام نے رسومات بد کے دفعیہ پر زور دیا۔ طلبا کے داخلہ پر زور دیا۔ صغیر سنی کی شادی کی مضرتوں کو بذریعہ راگ واضح کیا گیا۔ منشی پریم چند نے دیہات میں گھروں اور جسموں کی صفائی پر زور دیا۔ اسی طرح رسومات بد سے بھی صفائی مطلوب ہے۔ ماسٹر ہری چند جی نے دختر فروشی کی قباحتیں جتلائیں۔ (بھگت رام شرما)

مڈل سکول رعیہ ضلع امرتسر

۲۹ نومبر کو پنجاب یونیورسٹی کمیشن کے معزز ممبران بہمراہی لیڈی اینڈرسن صاحبہ۔ مسٹر سینڈرسن ایم اے ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب۔ خان بہادر شیخ نور الٰہی صاحب ایم اے اسسٹنٹ ڈائرکٹر۔ رائے بہادر مسٹر من موہن ایم اے ڈویژنل انسپکٹر لاہور ڈویژن تشریف فرما ہوئے۔ لالہ بھانا رام صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع امرتسر۔ مسٹر ثنا اللہ خاں صاحب پرسنل اسسٹنٹ اور مسٹر بی داس پی ٹی پہلے سکول

میں موجود تھے۔ اہل کمیشن نے طلبائے حصہ مڈل کی ماس ڈرل ملاحظہ فرمائی پر ائمری کلاسوں کی پلے فار آل دیکھ کر بیحد پسندیدگی کا اظہار کیا۔ منشی سراج الدین احمد نے ہارمونیم سے سکول کی راگ پارٹی کے گیتوں سے محظوظ کیا۔ پھر معزز ممبران زراعتی باغیچہ میں تشریف لے گئے۔ فصلوں کی ہریاول اور روشوں کی صفائی قابل دید تھی۔ آٹھویں جماعت کے طلبا اپنے کھیتوں میں نلائی کر رہے تھے۔ بعض آبپاشی میں مصروف تھے۔ معزز افسران باغیچہ دیکھ کر بیحد مسرور ہوئے۔ زراعتی تعلیم کے متعلق چند سوال کئے جن کے جواب مولوی محمد اسماعیل صاحب نے دیئے۔ کمروں اور کلاسوں کا ملاحظہ کر کے لنچ کے لئے ریسٹ ہاؤس میں تشریف لے گئے اور جالندھر کی راہ لی۔ ( )

ہفتہ صحت وبچگان گوڑگانوہ

ضلع بھر میں ۲۶، ۲۷، نومبر کو ریواڑی میں ۲۸، ۲۹، نومبر اور ہوڈل میں ۲۹، ۳۰، نومبر جہاں جہاں مدرسے تھے اردگرد کے دیہات کے لوگ بھی شامل ہوئے۔ ہر جگہ ایک ہی پروگرام تھا یعنی پہلے دن جلوس صحت نظمیں اور صحت کے متعلق لیکچر۔ نمائش رات کو ڈرامہ صحت۔ دوسرے دن لیکچر نظمیں گیبت۔ مشاعرہ۔ طلبا مدارس اور سکاؤٹس کے کھیل۔ فینسی ڈریس تقسیم مٹھائی و انعامات خاص گوڑگانوہ میں جلوس کی ترتیب سب سے آگے دو اعلےٰ بینڈ باجے۔ فوجی پنشنر گھوڑوں پر سوار۔ مقامی سکاؤٹ ٹروپس۔ مقامی افسران ضلع کا جلوس پیدل۔ طلبا گورنمنٹ ہائی سکول گوڑگانوہ۔ چوپٹی موضع کھنٹی مع بڑا نقارہ و دیہات کی گانے والی پارٹی کے سرہول مڈل سکول کے طلبا کی گانے والی پارٹی کا چھکڑہ۔ طلبا سرہول اسکول۔ جھاڑسہ مڈل سکول کی گانے والی پارٹی کا چھکڑا۔ طلبا جھاڑسہ سکول دولت آباد سکول کی پارٹی کا چھکڑا۔ طلبا دولت آباد سکول۔ موضع گوڑگانوہ کی پارٹی کا چھکڑا۔ طلبا گوڑگانوہ لوئر مڈل سکول۔ گوڑگانوہ چھاؤنی کے طلبا کی پارٹی کا چھکڑا۔ طلبا گوڑگانوہ چھاؤنی پرائمری سکول۔ طلبا اسلامیہ سکول موٹر لاری مع گانے والی پارٹی طلبائے دھن کوٹ کی گانے والی پارٹی کا چھکڑا۔ طلبا مڈل سکول دھن کوٹ۔

ہر گانے والی پارٹی کا چھکڑا اعلےٰ طور پر جھنڈیوں اور صحت کے ماٹوز سے سجایا ہوا تھا اور گانے کا پورا پورا ساز و سامان طبلہ ہارمونیم ڈھولک۔ سارنگی وغیرہ ہمراہ تھے۔ طلبا کے ہاتھ میں جھنڈیاں تھیں جن پر صحت کے مقولے لکھے تھے۔ جلوس گورنمنٹ ہائی سکول سے شروع ہو کر بڑی بڑی سڑکوں اور بازاروں سے گزرتا ہوا ہائی سکول میں ختم ہوا۔ جلوس کے جائے اختتام کے قریب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع تشریف فرما تھے جہاں جلوس کا فوٹو لیا گیا۔

مدرسے میں صحت کا جلسہ منعقد ہوا جس میں بہت مفید لیکچر دیئے گئے۔ حضرت بشارت دہلوی نے نظم صحت پڑھی۔ حاضرین کا خیال تھا کہ صحت ایسے خشک مضمون پر ایسی اعلےٰ نظم سننے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ ہمارے خیال میں ایسی دلچسپ نظم حفظان صحت کے علم ادب میں کبھی لکھی نہیں گئی۔ اسے عنقریب شائع کیا جائیگا۔ قابل شاعر کا طریق خوانندگی نہایت اعلےٰ اور تعریف سے مستغنی تھا۔ رات کو ڈرامہ ہوا جس میں تماشائیوں کی تعداد شہر و دیہات سے ہزاروں میں شامل ہوئی۔ عورتوں کے لئے پردے کا انتظام تھا۔ دوسرے دن کا پروگرام بھی نہایت کامیابی سے انجام پذیر ہوا۔ مشاعرے میں صحت کی نظموں نے لوگوں کو بیحد محظوظ کیا۔ سکاؤٹس کی کھیلوں کے بعد فینسی ڈرل کا مظاہرہ کیا گیا جو اسقدر عجیب تھا کہ دیکھنے اور سننے میں فرق ہے۔ خاتمہ پر طلبا کو انعامات اور شیرینی عطا ہوئی۔ دوسری طرف کمپنی باغ میں مستورات نے تندرست بچوں کا انتخاب کیا۔ گرل مڈل سکول کی لڑکیوں نے شام کو ڈرامہ صحت دکھایا۔ بعض لیڈیز نے صحت پر نہایت عمدہ لیکچر دیئے۔ نمائش اور منتخب بچوں کی فوٹو لی گئیں۔

اس ہفتہ صحت کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ جونیئر ریڈ کراس سوسائٹیاں ضلع کے لڑکوں نے پچاس روپے کا عطیہ ہیلتھ سنٹر گوڑگانوہ کے ان بچوں کی امداد کے لئے جن کی مائیں مر گئی ہیں یا جنکا دودھ کم ہے دیا ہے تاکہ انہیں دودھ مہیا کیا جاسکے۔

دربار ڈے ۱۲ دسمبر ۱۹۳۲ء کی تقریب میں مفصلہ ذیل مدارس نے اپنی اپنی سرگرمیوں کا اظہار کیا ہے جو دل خوش کن ہے۔

(۱) مڈل سکول مانگٹ ضلع گجرات۔ (۲) لوئر مڈل سکول بہادر پور تحصیل شجاع آباد۔ (۳) ورنیکلر مڈل سکول بدووال۔ (۴) ورنیکلر مڈل سکول نرمنڈ ضلع کانگڑہ۔

لالہ چرنجی لال صاحب ہیڈ ٹیچر راجس سکول چاوڑی بازار دہلی جواب دیں جناب من ۱۔ دسمبر نمبر صفحہ ۹۱ پر مدرسین کے بچوں کی فیس نئے ضابطہ تعلیم پنجاب کے عنوان سے آپ کی طرف سے جو خبر درج کی گئی تھی کہ ان مدرسین کے بچوں کی فیس معاف ہے جن کی تنخواہ مبلغ یکصد روپیہ یا پنشن پچاس روپے ہے۔

اس کی نسبت کئی اصحاب استفسار فرما رہے ہیں کہ کیا یہ ترمیم منظور ہو چکی ہے؟ بصورت اثبات کہاں سے پتہ مل سکیگا۔ گیارھویں ایڈیشن کی نو ترمیم کاپی میں تلاش کرنے کے باوجود وہ اس خبر کو کہیں پا نہیں سکے۔ براہ مہربانی جلد تر جواب دیں کہ ناظرین منتظر نہ رہیں۔　　(مسیحہ بوا)

قابل توجہ صاحب رجسٹرار امتحانات محکمہ سررشتہ تعلیم پنجاب بعض اصحاب نے آرزو کی ہے کہ ایس وی اور جے وی ٹریننگ کے امتحانات پاس کرنے کے باوجود انہیں محکمہ کی طرف سے سندات موصول ہونے میں بہت دیر لگتی ہے۔ چنانچہ سال ۳۰-۱۹۲۹ء کے پاس شدگان تا حال سندات سے محروم ہیں اور اس وجہ سے سالانہ معائنہ کے موقعہ پر انکے ریمارک اندراج نہیں ہو سکتے۔ اور اس طرح سند کے پختہ ہونے میں مزید توقف کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ براہ کرم سندات کے جاری کرنے میں متعلقین کو ہدایت فرمائی جائے۔ کہ وہ معمول سے زیادہ جلدی کو کام فرمائیں۔　　(مسیحہ بوا)

خالصہ ہائی سکول پشاور شہر ۳۰ دسمبر پونے تین بجے نواب صاحبزادہ سر عبدالقیوم صاحب کے سی آئی سی آئی ای سکول ہذا کے ملاحظہ کو تشریف لائے۔ ممبران سکول کمیٹی سکاوٹس بینڈ اور سکاؤٹ کبز استقبال کے لئے دروازہ پر کھڑے تھے۔ اور سلامی دی۔ آنریبل وزیر صاحب نے تمام ممبران سے مصافحہ کیا۔ سکول کی شاندار عمارت صفائی اور انتظام نہایت دل خوش کن تھے۔ ماس ڈرل۔ پول ڈرل اور سکاؤٹ کیمپ میں ہر ایک سکاؤٹ کا دستی کام فائر ڈرل اور فرسٹ ایڈ ورک شرکن تھے۔ آپ خنداں و فرحاں کلمات تحسین و آفرین ارزاں فرماتے رہے۔ وقت مقررہ پر چمن میں تمام طلبا کو دودھ پلایا گیا۔ اسی اثنا میں دسویں جماعت کے دو طلبا نے آپ کی مدح میں نظمیں پڑھیں۔ دودھ پلانے کے طریق کو آپ نے بہت پسند فرمایا۔ سکول کے عظیم الشان ہونے کا اقرار کرتے ہوئے بچوں کی صحت کے خیال کو سراہا۔ سکول ہال کو نامکمل دیکھ کر وعدہ فرمایا کہ بقایا بلڈنگ گرانٹ یعنی نو ہزار روپیہ عنقریب دلایا جائیگا۔ بعد ملاحظہ سکول آپ نے ممبران سکول کے ہمراہ چائے نوشی کی۔ اس وقت سکول بینڈ نہایت خوشی کے گیت گا رہا تھا۔ سکول عمارت اور دیگر تعلیمی سامان کو آپ نے بڑے غور سے دیکھا جو اس امر کا ثبوت ہے کہ آپ کو سررشتہ تعلیم سے کہاں تک اُنس ہے اور وزیر تعلیم کے عہدہ جلیلہ پر ممتاز ہوتے ہوئے اپنے صوبہ کی تعلیمی حالت کو درجہ کمال تک پہنچانے کے نیک جذبات سے آپ کا دل مملو ہے۔ بوقت رخصت آپ نے ڈیڑھ سو روپیہ نقد سکول کے بچوں کی مٹھائی کے لئے جیب خاص سے عطا فرما کر حوصلہ افزائی کی۔ سکول میں آپ کی تشریف آوری کی خوشی میں ایک یوم تعطیل رہی۔ نقل ریمارکس جو آپ نے درج لاگ بک فرمائے۔

آج بتاریخ ۳۰-۱۲-۳۲ سکول ہذا کا ملاحظہ کیا۔ سکول کی عمارت نہایت عالی شان ہے۔ اس کی صفائی۔ حفاظت اور انتظام قابل تعریف ہے

طلبا کی ماس ڈرل بینڈ کے ساتھ اور سکاؤٹ کی دستکاری کھیلیں۔ فائر ڈرل پول ڈرل برج بلڈنگ فسٹ ایڈ وغیرہ نہایت اعلےٰ۔ انہیں دیکھ کر میں بہت خوش ہُوا۔ سکول کے کمرے نہایت کشادہ۔ ہوادار اور صاف ستھرے ہیں۔ مگر ہال کمرہ فنڈز کی کمی سے تاحال نامکمل ہے جس کی تکمیل نہ صرف عمارت کی شان کو دوبالا کرنے کے لئے ضروری ہے۔ بلکہ بارش یا سخت سردی کے دنوں میں طلبا کے دُودھ پینے اور میٹنگ وغیرہ کے وقت جمع ہونے کے لئے اس کی اشد ضرورت ہے۔ اور اس کی تکمیل کے لئے سکول عمارت کی بقایا گرانٹ اس سال دلوانے کی کوشش کی جائیگی۔

نظم ونسق مدرسہ۔ صفائی وآداب طلبا سکول پسندیدہ اور قابل تعریف ہیں۔ اور ہیڈ ماسٹر صاحب اور سٹاف کی جانفشانی اور متفقہ کوشش پر دال ہیں۔ اور ان کے لئے باعث فخر ہیں۔ یہ تمام اوصاف مقامی سکھ پبلک اور سکول کمیٹی کی پیشروی، سرگرمی حسن کارکردگی کا اعلےٰ ثبوت ہیں۔ (بسنت سنگھ)

گورنمنٹ ہائی سکول تلہ گنگ ضلع اٹک

فزیکل ٹریننگ کورس ۲۰ لغایت ۸ دسمبر بسرکردگی مسٹر ٹیک چند سندھ پی ٹی اٹک عمل میں آیا۔ اس میں تحصیل تلہ گنگ کے دیہات کے مدرسین سکول ہذا کے بورڈران اور ہیڈ ماسٹر صاحب نے اپنے چند ممبران سٹاف کے ساتھ شامل ہوکر نہایت شوق سے حصہ لیا۔ پی ٹی صاحب کی سعی جمیلہ اور حسن کارکردگی سے کورس بخوبی انجام ہُوا۔ روزانہ صبح ۸ سے ۹½ بجے تک مختلف اکسرسائزیں۔ ڈگر لوٹیچ اور کھیلیں۔ گیارہ بجے سے دو بجے تک مارچنگ۔ طلباء سکول کو پریکٹس کرانا اور لیکچر تین بجے شام سے پانچ بجے شام تک اکسرسائزوں کی مشق دیسی کھیلیں اور مارچنگ۔

پی ٹی صاحب نے اس قلیل عرصہ میں فزیکل ٹریننگ کی تعلیم میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ نہایت آسان اور مفید۔ بچوں کو پسند آنے والی کھیلیں اور اکسرسائزیں کافی سے زیادہ متعلقین کو سمجھائیں۔ آپ کی ٹریننگ میں خاص خصوصیت یہ تھی کہ ہر ایک اکسرسائز سٹوری سے شروع کی جاتی ہے۔ جس میں بچے بڑی دلچسپی لیتے ہیں۔ اور کام دو بھر معلوم نہیں دیتا۔

اُمید کہ دیہاتی بچے ان کھیلوں سے بہرہ اندوز ہی نہ ہونگے بلکہ اصل معنوں میں اپنی صحت کو فائدہ پہنچائینگے۔ (غلام محمد)

مڈل سکول نگینہ تحصیل فیروزپور جھرکا

معزز اصحاب نے طلباء سکول کی شمولیت سے ہفتہ صحت کا جلسہ منایا۔ دس بجے قبل دوپہر جلوس نکالا گیا جو نہایت قابل دید تھا۔ بچے نظمیں پڑھتے تھے گا کر سناتے تھے۔ ہر موزوں موقعہ پر ہیڈ ماسٹر صاحب حاضرین کو صحت کے اصول بتاتے تھے اور لوگ بڑے شوق سے اپنی اپنی چوپال اور بیٹھکوں پر آرام کے وسائل مہیا کرتے تھے۔ رات کو ٹھیک نو بجے چوہدری عبداللہ خاں نمبردار کی کچہری پر ڈرامہ دکھانے کا اعلان کیا اور منادی کرائی گئی۔ بارہ بجے رات تک مرض ہیضہ کا ڈرامہ دکھایا گیا۔ ابتدا۔ انسداد اور علاج کو نہایت خوبی سے واضح کیا گیا۔ حاضری پانچ چھ ہزار کے قریب تھی۔ انتظام نہایت اعلےٰ رہا۔ ڈرامہ کے کارکن ایکٹروں نے سامعین کو بیحد محظوظ کیا۔ اور سامعین نے بھی انعامات سے ایکٹروں کی خاص حوصلہ افزائی کی۔ چنانچہ حمید خاں۔ عبدالعزیز اور حشمت خاں کو ایک ایک روپیہ نقد انعام ملا۔ بدھ رام ویش پوٹھین کا کوتوال کا پارٹ قابل دید تھا۔ اس نے چند خود ساختہ بھجن دیہات سدھار اور صحت پر سنائے۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب ایل ایس نے ہیلتھ اوفیسر کا پارٹ ادا کیا۔ ۲۷ نومبر کو صبح دس بجے سے چوہدری محمد سلیم صاحب اے ڈی آئی کی نگرانی میں کھیلیں شروع ہوئیں۔ جن کے ایمپائر ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب اور چودھری غلام قادر صاحب انسپکٹر بنکس تھے۔ تین گھنٹہ کھیلوں کے معرکے ہوتے رہے۔ اور سوگز کی دوڑ جس میں ایک آسان سوال بھی تھا۔ جن کے اختتام پر دو بجے سے چار بجے تک ہفتہ صحت منایا گیا۔ باشندگان دیہہ چوہدری رحمت خاں صاحب ذیلدار کریڑہ اور چوہدری چھوٹے خاں صاحب سفید پوش رولیٹہ اور چوہدریاں بازار نے ۱۲ روپے نقد طلباء کے انعامات کو عطا کئے۔ اجلاس کا پروگرام۔ دعائیہ نظم۔ جلسہ کے اغراض ومقاصد۔ تندرستی۔ صفائی۔ کھیل اور ورزش پر مضامین کے بعد شہنشاہ معظم کی

تعریفی نظم اور مفاد تعلیم پر تقریر تھی۔ صاحب صدر نے حاضرین کا اور چوہدری چھوٹے خاں صاحب ہیڈ ماسٹر نے تمام متعلقین کا شکریہ ادا کیا۔ بعد تقسیم انعامات جلسہ برخاست ہؤا۔ (پنوا سی لعل)

اے وی مڈل سکول بھگتہ ریاست فریدکوٹ

عالی حضور ہز ہائی نس مہاراجہ ہرِ اندر سنگھ صاحب بہادر والی ریاست فریدکوٹ اپنی ایڈمنسٹریٹو ٹریننگ کے سلسلہ میں ۲۴ نومبر کو صبح بھگتہ میں تشریف فرما ہوئے جس کی مد پر طلبائے سکول اور تمام اُستاد کچی سڑک کے دو رویہ خیر مقدم کو کھڑے تھے۔ اعلیٰ حضرت کی تشریف آوری پر طلبا "حضور مہاراجہ تادیر سلامت باکرامت رہیں" کے نعرے بلند کئے۔ اساتذہ نے پھول نچھاور کئے۔ حضور کا جلوس کیمپ میں پہنچا اور سکول معائنہ کا حکم دیا۔ اور کھانا نوش جان فرمانے کے بعد سکول میں قدم رنجہ فرمایا جو ہر طرح سے مصفّٰی اور قرار واقعی سجا ہؤا تھا۔ ممبران سکول سٹاف پھول مالائیں ہاتھوں میں لئے استقبال کو کھڑے تھے۔ ریاستی جھنڈا سکول کی بالائی چھت پر لہرا رہا تھا حضور کی آمد پر خیر مقدم کی رسم عمل میں آئی اور حضور نے تمام جماعتوں کا سرسری معائنہ فرمایا۔ عمدہ کارگزاری پر ہیڈ ماسٹر صاحب کو مبارکباد دیتے ہوئے ۵۰ روپے جیب خاص سے بچوں میں شیرینی کے لئے عطا فرمائے۔ مقامی گرلز سکول کا معائنہ فرما کر پانچ روپے عطا کئے۔ حضور کی تشریف بری پر طلبا نے اظہار عقیدت میں ایک گلدستہ پیش کیا جو ازراہ عنایت خسروانہ قبول کیا گیا۔ دربار عام میں جو حضور نے منعقد کیا۔ سردار بھان سنگھ صاحب بی ایس سی سیکنڈ ماسٹر نے ایڈریس پڑھا۔ رات کو چراغاں کیا گیا۔ اور سکول عجب منظر پیش کر رہا تھا۔ (دیوگن صحرائی بی اے)

انجمن معلمین سنٹر رہن تحصیل نورپور ضلع کانگڑہ

سردار گورچرن سنگھ صاحب اے ڈی آئی نورپور کی صدارت میں عمل میں آئی۔ پنڈت اندر دت کی پرارتھنا کے بعد منشی لال سنگھ انچارج برانچ سکول نے جماعت سوم کو املا لکھنے پر سبق دیا۔ منشی دیوی سنگھ نے "اول جماعت کو کس طرح اعلیٰ معیار پر لایا جا سکتا ہے" پر مؤثر لیکچر دیا۔ منشی گوردیال نے "دیہات میں مدرس کس طرح کامیاب ہو سکتا ہے" پر مضمون سُنایا۔ پنڈت شنکر داس اور لالہ شیو رام کے بھجن ہوئے۔ منشی تلوک چند نے لطائف سُنائے۔ صاحب صدر نے جماعت اول کو اُردو پڑھانے کا نمونہ کا سبق دیا اور ضروری ہدایات سے مستفید فرمایا۔ جماعت چہارم کو سود پر ضروری ہدایات دیں۔ معائنہ کے بعد تیسرے روز آپ کی سرکردگی میں تمام سٹاف اور طلبا کا جلوس نکالا گیا۔ تعلیم کے فوائد۔ منشیات کے نقصانات۔ بچپن کی شادی کے نقصانات۔ نرس دائی سکیم کے فوائد وغیرہ پر راگ گائے اور قصبہ کی مختلف جگہوں پر صاحب ممدوح نے لیکچر دیئے جن کا پبلک پر کافی اثر ہؤا۔

تحصیل نورپور ضلع کانگڑہ کے سکاؤٹس کا مقابلہ

سردار گورچرن سنگھ صاحب اے ڈی آئی کی صدارت میں مقابلہ ہؤا۔ نائب تحصیلدار صاحب اور پبلک کے متعدد نمائندے شامل تھے۔ پہلے دن سکول کی پٹرول کو سکاؤٹنگ کی عام واقفیت کی جانچ کے لئے پرچہ دیا گیا۔ بعد میں خیمہ زنی اور وزن فاصلہ بلندی وغیرہ کا اندازہ لگانے کا امتحان ہؤا۔ اس میں جوالی مڈل سکول کے سکاؤٹس فسٹ رہے۔ دوسرے دن آگ جلانا۔ روٹی پکانا اور سکاؤٹ گانٹھوں کی دوڑ کے مقابلے ہوئے۔ آگ جلانے میں جوالی سکول اور باقی ہر دو فن میں رہن سکول اول رہا۔ شام کو نورپور ہائی سکول کے طلبا نے کھیلیں دکھائیں۔ بعد ازاں سردار بھگت سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر نے چند طلبا سے سکاؤٹ سگنیلنگ کے ذریعے پیغام دیئے۔ لالہ تارا چند صاحب رئیس نے ایک روپیہ انعام سگنیلر سکاؤٹ کو دیا۔ سردار صاحب کی سرکردگی میں تمام سکاؤٹس کا جلوس نکالا گیا۔ سکاؤٹس پراپیگنڈا ورک کے راگ گا رہے تھے۔ جلوس نے شہر بھر میں چکر لگایا۔ اہالیان شہر بہت محظوظ ہوئے۔ اس مقابلے میں جوالی مڈل سکول کے سکاؤٹس فرسٹ رہے اور ان کا نام ڈسٹرکٹ سکاؤٹ مقابلہ کے لئے بھیجا گیا۔

(چندا سنگھ)

مڈل سکول رہن ضلع کانگڑہ ۴ و ۵ نومبر کو یوم ۱مداد باہمی منایا گیا۔ چوہدری جیل سنگھ صاحب انسپکٹر کو اپریٹو سوسائیٹیز نور پور اوران کا ماتحت عملہ۔ چوہدری سنت رام صاحب اے ڈی آئی نور پور ویٹرنری اسسٹنٹ اصحاب اندرہ۔ نور پور ذیلداراں۔ نمبرداران تحصیل اور گرد نواح کی پبلک کثیر تعداد میں شامل تھی۔ پہلے دن عملہ کو اپریٹو وسکول سٹاف نے جلوس نکالا۔ طلبا نے کو اپریشن اور تعلیم کے فوائد۔ بچپن کی شادی کے نقصانات اور دیگر دیہات سدھار گیت گائے۔ دوسرے دن میاں نتھو رام صاحب ذیلدار کی صدارت میں حمد کے بعد انسپکٹر صاحب کو اپریٹو سوسائیٹیز نے انجمن ہائے تحصیل نور پور کی سالانہ رپورٹ پڑھی جس سے آئے دن کو اپریشن کی ترقی نمایاں تھی۔ آپ نے اپنی تقریر میں موجودہ زمانے میں زندگی بسر کرنے پر مفید نصائح دیں اور کو اپریشن کے فائدے ظاہر کئے۔ چوہدری سنت رام صاحب اے ڈی آئی نے تعلیم کے فوائد پر مؤثر و مشرح لکچر دیا۔ اور ہر شعبہ میں ترقی کے لئے تعلیم کی اشد ضرورت واضح کی۔ طلبا سکول کے بھجنوں کے بعد ویٹرنری اسسٹنٹ صاحب نے مویشیوں کی نگہداشت اور ان کے امراض پر واقفیت دلائی۔ طلبا نے قرض کے نقصانات۔ ساہوکاروں کے ہتھکنڈے بینک کی کرامات وغیرہ پر ڈرامہ دکھایا۔ جو بیحد دلکش تھا۔ سردار بھگت سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر نے مداریوں کی کھیل کے چند کرشمے دکھائے۔ اور بتایا کہ یہ کرشمے جادو پر مبنی نہیں بلکہ سائنس پر ہیں۔ رہن اور سرہون ٹیم کا رسہ کشی کا مقابلہ اول الذکر کے حق میں ہوا جسے انسپکٹر صاحب نے ایک روپیہ انعام دیا۔ صاحب انسپکٹر کو اپریٹو سوسائیٹیز نے عنہ روپے شیرینی طلبا کے لئے دیئے اور سکول کے پرا پیگنڈا ورک اور کارگزاری کو سراہا۔　(چندا سنگھ)

ورنیکلر مڈل سکول گھنوری کلاں ریاست پٹیالہ لالہ موہن لال صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں منشی ریاض محمد صاحب تھرڈ ماسٹر کے ہاں فرزند ارجمند تولد ہونے کی مبارکباد دی گئی۔ پرارتھنا کے بعد طلبا نے اخلاقی نظمیں پڑھیں۔ سری حضور مہاراجہ صاحب بہادر سری حضور ٹیکا جی صاحب بہادر اور مولود مسعود کی درازی عمر و بلندی اقبال کی دعائیں کی گئیں۔ منشی صاحب نے طلبا میں شیرینی تقسیم کی۔ اور شاندار دعوت دی۔ کرکٹ فٹ بال۔ والی بال۔ ہائی جمپ اور لانگ جمپ کی کھیلیں ہوئیں۔　(حکم چند)

ڈی بی مڈل سکول راجہ سانسی ضلع امرتسر ۶ دسمبر سکول کے سالانہ معائنہ کے اختتام پر جلسہ تقسیم انعامات ہوا۔ صدارت کے فرائض جناب لالہ بھانا رام صاحب بی اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر نے ادا فرمائے۔ حاجی محمد عظیم صاحب ایم اے بی ٹی اے ڈی آئی اور مسٹر اے بی داس بی اے بی ٹی پی ٹی گورنمنٹ سکول امرتسر بھی موجود تھے۔ ایک مجوزہ پروگرام کے موافق چند شرفا نے تقریریں سردار موہن سنگھ صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر نے سکول رپورٹ پڑھی جس میں سکول کی ترقیوں پر روشنی ڈالی گئی۔ صاحب صاحب صدر نے مستحقین میں انعام تقسیم فرما کر سکول کی نسبت اپنی رائے دیکر کئی باتیں اس کی بہتری کی بتائیں۔ حاضرین خوش تھے کہ آپ نے سکول کو ہائی بنانے کی سفارش کا وعدہ فرمایا۔　(نذر قریشی)

ورنیکلر مڈل سکول نرمند تحصیل سراج ضلع کانگڑہ (۱) ۲۹ نومبر۔ بدھی دیوالی نامی میلہ پر ممبران جونیئر ریڈکراس اور سکاؤٹس نے پورے طور پر خدمات سرانجام دیں۔ اچھوت اقوام کے لوگوں کو باولیوں سے پانی نکال کر پلایا گیا۔ میلہ گاہ میں ایک فساد کو مشتعل ہونے سے روکا۔ سکول سے جلوس نکال کر میلہ گاہ میں لوگوں کو گیت اور لکچر سے نصیحتیں کیں۔ میاں ادھم سنگھ صاحب انچارج ہیڈ ماسٹر کا لکچر بہت پسند ہوا۔　(منگلا نند جنرل سیکرٹری)

(۲) جونیئر ریڈکراس کی سالانہ رپورٹ۔ بقایا سابقہ ۱۶/۲ پانچ آمدنی سال حال ۱۱/۱۶/۱ چندہ ۱۲/۱ عطیات ارفع پائی

متفرق میزان للعہ ۱۵ جملہ میزان للعہ ۔ خرچ امداد غریب طلبا برائے نوشت خواند و پارچات للعہ ۔ برائے ادویات عہ ۔ چندہ پنجاب ریڈ کراس سوسائٹی عہ متفرق ۱ ر ۹ پا ر میزان خرچ للعہ بقایا عہ ۔ جونیر ممبر حصہ مڈل ۴۲ حصہ پرائمری ۲۳ ۔ سینیر ممبر ۲ ۔ قابل ذکر چند امورات ۔ دوائی خانہ کے ذریعہ ۲۶۵ مریضوں کو دوائی دی گئی ۔ موسم برسات میں تمام طلبا کو حفظ ماتقدم کے طور پر کونین استعمال کرائی گئی ۔ پچاس غریب طلبا کی نوشت و خواند کے لئے امداد ہوئی اور تین غریب طلبا کو پارچات بہم پہنچائے گئے قحط زدہ علاقے کے طلبا کو آٹا فنڈ بنا کر مفت خوراک بہم پہنچائی گئی ۔ یہ فنڈ چار ماہ تک جاری رکھا ۔ میلہ ترشو زفنڈ میں بذریعہ ڈرامہ عوام کو جہالت صفائی ۔ انصاف اور بیماریوں سے بچنے کی تدابیر بتائی گئیں ۔ میلہ بڈھی دیوالی پر جلوس نکال کر سگرٹ نوشی زیور پہننے کے نقصان ۔ قرضہ چھوٹی عمر کی شادی کی خرابیاں وغیرہ پر تقریریں ہوئیں ۔ باولیوں کو دوران سال میں چند بار صاف کیا گیا ۔ گاؤں میں صفائی کا پرچار کیا اور صفائی کا عملی نمونہ پیش کیا گیا ۔ دو اجلاس سوسائٹی کے ہوئے جن میں گیارہ لکچر اور ۲۹ مضمون صفائی وغیرہ پر طلبا اور اساتذہ نے پڑھے ۔ خان بہادر خواجہ غلام حسن صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ محکمہ حیوانات نے مویشیوں کی بیماریوں کی شناخت اور علاج سے واقفیت بخشی ۔

(اودھم سنگھ ہیڈ ماسٹر)

سکول چک نمبر ۲۹ جنوبی علاقہ سرگودھا

۲۶ ر نومبر ۔ چوہدری نصیر احمد صاحب اے ڈی آئی سرگودھا کی صدارت میں جلسہ منعقد ہوا ۔ جس سے دو ہفتہ پہلے گرد نواح میں اطلاع دی گئی تھی ۔ عین آٹھ بجے تمام مدرسین کی حاضری لی گئی ۔ اوران کو تمام جسمانی ورزشوں اور سکاؤٹنگ کی نئی نئی کھیلوں سے مستفید کرایا ۔ آپ حال ہی میں راولپنڈی ایک مہینہ زیر تربیت رہکر واپس تشریف لائے ہیں ۔ دوران کھیل میں خوب لطف حاصل ہوا ۔ احاطہ مدرسہ طلبا کا جلوس نکال کر تمام گاؤں میں پھرایا ۔ جگہ بجگہ جلوس نے ٹھہر کر دیہات سدھار کی نظمیں گائی گئیں ۔ حاضری مدرسین وعوام ہزار سے کم نہ تھی ۔ دربار میں تمام حاضرین کو دریاں چار پائیوں اور کرسیوں پر بٹھایا گیا ۔ دعائیہ نظم کے بعد جو دو طالب علموں نے گائی ۔ صاحب صدر نے اپنی موثر تقریر میں دیہات میں رائج الوقت بُری رسومات کے نقصانات ۔ دیہات سدھار کی ضرورت اور ضلع گوڑ گانوہ کے حالات کا نمونہ پیش کرتے ہوئے زمیندار طبقہ کی ترقی کے وسائل بیان) ۔ کئے ۔ منشی جیو نداس ورما سیکرٹری اجلاس نے ایڈریس پڑھا ۔ چکوک نمبر ۲۰ تا ۳۱ دمانگٹی چک کے طلبا نے دیہات سدھار کی نظمیں گائیں ۔ چک نمبر ۲۵ ۔ ۲۷ ۔ ۲۸ و ۲۹ اور مانگٹی کے طلبا نے مختلف ڈرامے کئے ۔ ڈرل ماسٹر نے ریلوں کے ذریعہ ورزش اور آپ مُردہ بن کر اور جماعت ہشتم کے ایک طالبعلم نے جسمانی پنجر میں مختلف جوڑوں کو دکھا کر حاضرین کو محو حیرت کیا ۔ منشی چیرنداس نے پنجابی نظم سنائی جس میں جلسہ کی غرض وغائت بنی نوع انسان کا فرض ۔ تشریف فرما حاضرین کا شکریہ اور مبارک باد کا حق خوب ادا کیا ۔ پنڈت جیو نداس نے اردو نظم میں زمینداروں کی موجودہ حالت کا خاکہ عجیب طور پر پیش کیا ۔ تفریح کے دوران میں چک جنوبی نمبر ۲۸ کے باغیچہ کی سیر کی ۔ سب چائے اور مٹھائی کھا کر تازہ دم ہوئے ۔ خالصہ مڈل سکول چک نمبر ۲۹ اور ڈی بی مڈل سکول چک نمبر ۳۴ جنوبی کا ہاکی میچ ہوا ۔ دونو برابر رہے والی بال اور بڑ کوڈی کے میچ کے بعد جلسہ ختم ہوا ۔ چائے اور مٹھائی چک نمبر ۲۸ جنوبی کے اہالیان کی طرف سے تھی اور منشی گیانی چند اول مدرس کے حسن رسوخ کی زندہ شہادت تھی ۔

(جیو نداس ورما)

لوئر مڈل سکول کوٹ حسن خاں ضلع گوجرانوالہ

۲ ر دسمبر ۔ چوہدری عبد الغنی صاحب بی اے پرسنل اسسٹنٹ سالانہ معائنہ پر تشریف لائے ۔ قصبہ ہذا اور دیہات ملحقہ کے نمبردار ۔ پتی دار اور ساہوکار کثیر تعداد میں آپ کے خیر مقدم کو جمع تھے ۔ سکول ہر طرح سے آراستہ اور جھنڈیوں سے پیراستہ تھا ۔ پنڈت ایشرداس صاحب پٹواری ہال نے آپ کو پھولوں کا ہار پہنایا ۔ طلبا نے خوش آمدید کے گیت گائے ۔ طلبا لوئر مڈل نے حاضرین کو قرضہ کی خرابیوں ۔ متعدی امراض سے بچنے کی تجاویز ۔ اشتمال اراضی ۔ بچوں کو زیور پہنانے کی خرابیوں ۔ تعلیم کے فوائد لازمی

اور مفت تعلیم کے اغراض ۔ تعلیم بالغان کی نظمیں اور تعلیمی ڈھولے جو منشی پنڈیداس صاحب کپور نائب ہیڈ ماسٹر کی خود ساختہ تھیں سنائیں چوہدری صاحب نے حاضرین کو تعلیم اور صفائی کی ہدایات دیں ۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اور عملہ کے کام کی خاص تعریف کی ۔ بارہ بجے آپ کی صدارت میں دربار ڈے کی تقریب میں جلسہ ہؤا ۔ حمد الٰہی کے بعد طلبا اور مدرسین نے انگریزی راج کی برکات پر نظمیں اور تقریریں کیں ۔ صاحب صدر نے مستحقین کو انعامات اور شیرینی عطا کی ۔ لاگ بک میں درج فرمایا "باغیچہ سکول نہایت ہی اعلےٰ پیمانہ کا ہے ۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اور انکے عملہ کی کوششوں کا زندہ نمونہ ہے ۔ دیوار کی اشد ضرورت ہے کہ محفوظ رہ سکے ۔ کوشش کی جائے گی کہ دیوار مہیا ہو سکے ۔ بلحاظ گنجائش مکان مدرسہ ناکافی ۔ صرف ایک ہی کمرہ ہے جو بڑھتی ہوئی تعداد کے لئے کافی نہیں ۔ حاضری روزانہ $\frac{۷۵}{۸۴}$ تسلی بخش ہے ۔ پنڈت ایشر داس صاحب پٹواری مال اور سردار کاہن سنگھ صاحب رئیس سکول کے معاملات میں خاص دلچسپی لیتے ہیں ۔ اور خاص شکریہ کے مستحق ہیں ۔ میں لالہ پنڈیداس کپور ہیڈ ماسٹر کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اس نے ایک ایسے گاؤں میں جہاں لوگ جہالت کے دلدادہ تھے تعلیم کو فروغ دیا ہے ۔ اور انہیں سکول کی بہتری سے وابستہ کر لیا ہے "۔ (امر سنگھ نائب مدرس)

مڈل سکول کیلنگ تحصیل کلو علاقہ لاہل ۲۰ دسمبر بمقام شانشہ گاؤں کی طرف سے ایک میلہ تھا ۔ یہ مقام لوئر مڈل سکول لوٹ سے ۳ میل کے فاصلہ پر ہے ۔ جہاں کے ہیڈ ٹیچر کی درخواست پر سکاؤٹس کا ایک گروپ خدمت گذاری کے لئے بھیجا گیا ۔ سوشل سروس میں ان کی رہنمائی کے لئے پروگرام مرتب کر کے بھیجا گیا ۔ میلہ پر تقریباً ہزار آدمیوں کا اجتماع تھا ۔ سکاؤٹس گروپ نے سریلا بھجن گا کر پرارتھنا کی ۔ عوام کو کھیلیں دکھائیں ۔ مجلسی سدھار کے چند دلچسپ لطیفے گائے ۔ تعلیم کے فوائد اور منشی اشیا کے استعمال کی برائیوں پر لیکچر دیئے گئے جن سے حاضرین بہت متاثر ہوئے ۔ اس امداد سے جہاں سوشل سدھار کا پروپیگنڈا مقصود تھا ۔ وہاں گرد و نواح کے مدارس کو ایسے موقعہ پر دیہات سدھار کا کام کرنا بتلانے کی غرض بھی پیش نظر تھی ۔ امید ہے کہ آئندہ ایسے مواقع پر وہ خود بخود خدمتگذاری کے فرائض بجا لائینگے ۔ (دھرم چند ہیڈ ماسٹر)

لوئر مڈل سکول ارسو تحصیل سراج ضلع کانگڑہ میلہ جیل پتری کے موقع پر طلبا اور مدرسین نے ٹھاکر بہادر سنگھ ہیڈ ماسٹر کی نگرانی میں جلوس نکالا ۔ زیور پہننے کے نقصانات ۔ صغیر سنی کی شادی اور مختلف امراض سے بچنے کی نظمیں گائی گئیں ۔ عوام جوق در جوق پہنچے ۔ میلہ گاہ کے عین وسط میں سکاؤٹس نے اپنی کھیلیں دکھائیں ۔ منشی نیجے رام نے قرض کی خرابیاں عوام کی غریبی اور زمانہ کی ناواقفیت کا نقشہ واضح الفاظ میں کھینچ کر دکھایا اور انہیں آگاہ کیا کہ اندھا دھند کاغذات پر انگوٹھے لگانے سے محترز رہیں ۔ پنڈت بھاگ سین نے تعلیم نسواں پر مؤثر تقریر کی ۔ نمبرداران ۔ ذیلداران اور پٹواریاں نے سکول کی امداد کی ۔ (ایشر داس ایس وی)

پیر شو بیاموز فارسی کا مشہور مقولہ ہے ۔ مگر پنجاب ایجوکیشنل کوڈ کا دفعہ ۲۵ ہدایت کرتا ہے کہ بیس سال سے زائد عمر کے نوجوان سکولوں میں بدوں منظوری ڈویژنل انسپکٹر صاحب ڈویژن تعلیم حاصل نہ کر سکیں ۔ عموماً ایسے طلبار غریب طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور والدین کی جہالت سے سکولوں سے شروع میں الگ رہتے ہیں یا دیہاتی طلبا غریبی کی وجہ سے ورنیکلر مڈل سکولوں میں داخل ہو کر جب ہائی سکولوں میں جاتے ہیں تو عمر کی زیادتی کی ضرب کا شکار ہوتے ہیں ۔ اس میں شک نہیں کہ افسران سررشتہ اور گورنمنٹ کے خیال میں کم سن بچوں کے ساتھ بالغ نوجوانوں کا رہنا مضرت بخش ہے مگر اس شک پر بیس سال سے زائد عمر کے نوجوان طلبا کو تعلیم سے محروم رکھنا بھی گوارا نہیں ہونا چاہیئے ۔ مزید براں سرکلر آتے ہیں کہ بیس سال سے زائد عمر کا طالب علم بورڈنگ ہوس میں نہیں رہ سکتا ۔ اس کے رہنے کا علیٰحدہ انتظام ہو ۔ اگر سکولوں میں ایسے لڑکوں کا علیحٰدہ سیکشن ہو تو غالباً یہ شکایت کسی حد تک رفع ہو سکتی ہے ۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو کم از کم ضلع بھر میں ایک خاص سکول اس قسم کا ہو جو ایسے زائد عمر کے نوجوانوں کی تعلیم کا ذمہ وار ہو ۔ اور بموجب قواعد سررشتہ سے امداد حاصل کر سکے ۔ موجودہ وقت میں جبکہ

ملک بتشاہراہ ترقی پر گامزن ہے۔ تعلیمی رکاوٹ مناسب نہیں۔ کیونکہ اندیشہ ہے کہ وہ خدانخواستہ غلط راہ پر نہ پڑ جائیں۔
(حیرنجی لال رام جس سکول دہلی)

دہلی میونسپلٹی اور تعلیم میں دوعملی

چند سال سے دہلی میونسپلٹی نے اپنے یہاں تعلیم لازمی کر رکھی ہے۔ اور دو انسپکٹر سینیر و جونیر سکولوں کی تعلیمی حالت اور تعداد طلبا کی نگرانی پر مامور ہیں۔ سُنا جاتا ہے کہ ہر دو اصحاب کی زیادہ توجہ فراہمی اطفال کی طرف ہے۔ اس لئے قدرتاً اساتذہ بھی اسی شعبہ میں زیادہ متوجہ رہتے ہیں اور سکولوں میں اوسط طلبا بھی زیادہ دکھلائی جاتی ہے۔ یہ بھی خبر ہے کہ سیکرٹری نے بلا اطلاع سکولوں کا معائنہ کیا اور طلبا کی حاضری زیادہ پائی۔ ناچار انہیں کئی بار اُستادوں کو سزائے جرمانہ دینا پڑی۔ تعلیمی حالت کا معائنہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب مدارس اور ان کے اسسٹنٹ کرتے ہیں۔ کام خراب ہونے پر رپورٹ کا نتیجہ کئی اُستادوں کی ملازمت سے برطرفی ہوا ہے۔ میں ان سطور میں نہ تو کمیٹی پر الزام لگاتا ہوں نہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب اور انکے اسسٹنٹ اصحاب پر بلکہ عرض صرف یہی کرنا ہے کہ دوعملی دور کی جانی چاہئے۔ یا تو کمیٹی کے مدارس صرف کمیٹی کے انسپکٹر اصحاب کے ماتحت ہوں یا جیسا لازمی تعلیم سے پہلے رواج تھا۔ پورے طور پر ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب کے ماتحت ہوں۔ اس دوعملی کے وقت جتنے اُستاد برطرف ہوئے ہیں صاحب سپرنٹنڈنٹ آف ایجوکیشن دہلی ان کی فائلوں کا معائنہ فرما کر ان سے انصاف کریں۔
(حیرنجی لال مدرس جاوڑی بازار رامجس مڈل سکول دہلی)

قابل توجہ صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر ایجوکیشن صوبہ دہلی

یہ صوبہ گو ملک کے تمام صوبوں سے چھوٹا ہے مگر ملک کا دارالخلافہ ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اس صوبہ میں دیہات کے چند اینگلو ورنیکلر اور چند ورنیکلر مڈل سکول کچھ پرائمری سکول اور تین ہائی سکول ہیں۔ علاوہ بریں خاص شہر دہلی میں ایک درجن کے قریب ہائی سکول اور چند کالج ہیں۔ اس صوبہ میں نامعلوم کس مصلحت کی وجہ سے دو سال سے ہائی سکول سکالرشپ جو عموماً دیہاتی غریب طلباء حاصل کیا کرتے تھے بند کر دیئے گئے ہیں۔ دوسرے اضلاع کے وظیفہ خوار طالب علم دہلی ایسے بڑے شہر میں خاص وجوہات کی وجہ سے آ کر داخل ہوتے تھے۔ انہیں اپنے صوبوں سے اطلاع مل رہی ہے کہ اگر تم دہلی میں تعلیم حاصل کرو گے تو تمہارے وظیفے بند کر دیئے جائیں گے۔ اس وجہ سے صوبہ بھر میں ہونہار اور ہوشیار طلبا کی کمی واقع ہو رہی ہے۔ اس حالت میں تعلیمی معیار کا گر جانا لازمی ہے۔ جب کوئی ہوشیار طالب علم سکول میں نہ ہوگا تو مقابلہ کس سے ہوگا۔ اور فیما بین رشک کی لہر بند ہو جائے گی۔ اور صوبہ دہلی جس میں ہر صوبہ اور ہر ضلع کے آدمی ملازم ہیں اس پر اس قسم کی پابندی عائد کرنا درست معلوم نہیں دیتا۔ گورنمنٹ انڈیا دیگر ممالک میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بیش بہا وظائف عطا کرتی ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ صوبہ دہلی میں دوسرے اضلاع کے طلبا کو وظائف نہ مل سکیں اس سے خوف پیدا ہوتا ہے کہ صوبہ کے لوگ شور مچانے لگیں کہ باقی صوبوں کے آدمی ملازم ہی نہ رکھے جائیں۔
(حیرنجی لال رامجس مڈل سکول دہلی)

نوٹ رہنمائے تعلیم۔ متذکرہ صدر ہرسہ مضامین متعلقین کی خاص توجہ کے محتاج ہیں۔ رہنمائے تعلیم آرزو مند ہے کہ انہیں زیر نظر رکھ کر مناسب انتظام کیا جائیگا۔ (رسیدہوا)

نوٹ۔ بزم معلمین بلدیہ امرتسر۔ کا اجلاس مورخہ ۱۴ کو زیر صدارت شیخ حسام الدین صاحب۔ بی۔ اے میونسپل کمشنر منعقد ہوا۔ جس میں مندرجہ ذیل چناؤ ہوا۔ پریذیڈنٹ شیخ حسام الدین صاحب بی۔ اے میونسپل کمشنر۔ (۱) وائس پریذیڈنٹ۔ سردار ہری سنگھ صاحب ہیڈ ٹیچر (۲) وائس پریذیڈنٹ۔ مولوی فیروز الدین ۔۔۔ ہیڈ ٹیچر۔ سیکرٹری۔ پرمانند پال ہیڈ ٹیچر

ریویوز

جیومیٹریکل ڈرائنگ کورس حصہ اوّل جو گورنمنٹ انڈسٹریل سکولوں کی ابتدائی جماعتوں کے لئے خصوصاً اور سیکنڈری سکولوں کی چھٹی اور نویں جماعت کے لئے عموماً مفید مطلب ہونے کے علاوہ امیدواران انجینیرنگ کے لئے بھی فائدہ مند ہوگی۔ شیخ اقبال احمد صاحب قریشی بی اے وی فرسٹ ڈرائنگ ماسٹر گورنمنٹ انڈسٹریل سکول منٹگمری کی تازہ تصنیف ہے۔ اور دستکاری مدارس کے طلباء کے لئے موجودہ جیومیٹریکل ڈرائنگ کورس کا نعم البدل ہے۔ کیونکہ رائج الوقت کورس انگریزی میں ہونے کی وجہ سے انکی دسترس سے باہر ہے۔ اور وہ اُستاد کی مدد کے بغیر اس پر کسی طرح حاوی نہیں ہو سکتے۔ اس مشکل کا انسداد قریشی صاحب کی اس تکلیف سے بخوبی ہو گیا ہے۔ یہ کورس ڈائگلز جیومیٹری حصہ اول اور منظور شدہ سکیم میکینکل ڈرائنگ کے مطابق ابتدائی جماعتوں کا کورس ہو گا جس کے دوران میں ہر بیان کے ساتھ ضروری اصطلاحات کو امثال اور اشکال کے ذریعے سمجھایا گیا ہے۔ اور ان کی ترتیب و بیان میں ٹریننگ کے تعلیمی اصولوں کو ملحوظ رکھ کر طلباء میں دلچسپی پیدا کرنے اور باقاعدہ سمجھ جانے کا مواد فراہم کیا گیا ہے۔ مزید براں خط۔ زاویہ مزاج۔ مستطیل۔ مثلث اور مسدس وغیرہ کے اصول پر سادہ جیومیٹریکل ڈیزائننگ یعنی ان کا استعمال بھی بتایا گیا ہے اور سادہ سکیلیں بھی سمجھائی گئی ہیں۔ جن سے کتاب نہایت مفید اور کام کی چیز بن گئی ہے۔ کاغذ کتابت وطباعت دیدہ زیب ہونے کے علاوہ طرز بیان اور تمام شکلیں نہایت صاف اور صحیح ہیں جو کتاب کی خوبیوں اور قابل مصنف کی جدت اور محنت کو چار چاند لگاتی ہیں۔ ہم ایسے مفید کورس کی ترویج کے لئے بڑے زور سے سفارش کرتے ہیں اور آرزومند ہیں کہ تمام انڈسٹریل سکولوں میں اسے درسی کتاب کا درجہ دیا جائے۔ قیمت باوجود ان خوبیوں کے صرف ۵/ براہ راست مصنف سے مل سکتی ہے۔

دلکش تقریری حساب حصہ اوّل جماعت چہارم کے لئے چوہدری بھگوانداس سہلئے ورما چراغ دہلوی ایس وی ٹیچر سکول سپاٹو کنٹونمنٹ ضلع شملہ کی محنت کا نتیجہ ہے۔ اور اس قسم کے سوالات لئے ہیں جن کا واسطہ زندگی میں شبانہ روز پڑتا ہے۔ شروع میں ہر قسم کے گُر دیکر ان کو مثالوں سے واضح کیا گیا ہے۔ ہاں قواعد ڈاک ترمیم طلب ہو گئے ہیں۔ پہاڑوں کے بعد رقوم لکھنے کا طریق بتایا گیا ہے۔ آخیر میں بیس پرچے ہیں ہر پرچہ دس سوال لئے ہے۔ آخری ورق پر پیمانے دیئے گئے ہیں گویا تمام کتاب از سرتا پا کام کی چیزوں سے پُر ہے اور کوئی غیر ضروری چیز نہیں۔ ۳/ قیمت پر لالہ رام نرائن چوک بازار چھاؤنی سپاٹو ضلع شملہ سے مل سکتی ہے۔

کتب مرتبہ ایم محمد اسمعیل ہیڈ ماسٹر لوئر مڈل سکول دنیوال تحصیل و ضلع گجرات (پنجاب)

(۱) **اردو کا آسان قاعدہ بطرز جدید حصہ اوّل** قدرت جس طرح بچے کو بولنا سکھاتی ہے اس اصول کو مدنظر رکھ کر یہ قاعدہ تیار کیا گیا ہے۔ حروف ابجد کو بمنزلہ مہمل الفاظ مان کر اس ترتیب سے لکھا گیا ہے کہ مبتدی ساتھ ساتھ نئے حروف بھی سیکھتا جائے اور خواندہ حروف کی مشق ہوتی ہے۔ مرکب الفاظ کی تجزی کر کے انکو آسان صورت میں سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہجوں کا استعمال کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ آسان سے مشکل کی طرف جاکر اعادہ کی ضرورت کو خاص ملحوظ رکھا گیا ہے۔ قیمت ۲ پائی۔

(۲) **جدید ذخیرہ مشقی سوالات**۔ جماعت چہارم کے لئے پچاس پرچے جن میں سے ہر پرچہ مختلف قاعدوں کے سات سوال لئے

ہیں۔ خانگی کام کے لئے یا بچوں میں دلچسپی پیدا کرنے اور حساب سے محبت پیدا کرنے کے کام کی چیز ہے۔ قیمت ۵ر

(۳) املائی آسان کتاب۔ کتاب نمبر ۲ کی طرح املا کے لئے مشقی ذخیرہ ہے۔ پہلے ۳۳ صفحے مشکل الفاظ۔ اور بعد میں ۱۰ پرچے ہیں جو مدرسین کی رہنمائی کے علاوہ افسران معائنہ کے بھی کام کی ہے کہ ان سے طلبا کی قابلیت کا اندازہ کر سکیں۔ قیمت ۴ر

(۴) جدید زبانی حساب۔ جماعت چہارم کے تمام قواعد پر حاوی اور اس جماعت کے بچوں کے لئے مفید اور کام کی چیز ہے۔ سہ بارہ ترمیم نے اسے خاص مفید بنا دیا ہے۔ قیمت ۵ر

ہر سہ کتب نمبر ۲ تا ۴ کو ہم نے بغور مطالعہ کیا اور ہم بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ جس غرض کے لئے انہیں تیار کیا گیا ہے ان پر بخوبی حاوی ہیں اور مدارس میں ان کا رواج بہت فائدہ بخش ہوگا۔ ملنے کا پتہ۔ شیخ الٰہی بخش رحیم بخش بک سیلرز اینڈ پبلشرز گجرات (پنجاب)

جدید جغرافیہ پنجاب و شمال مغربی سرحدی صوبہ دہلی کی جدید سکیم کے مطابق۔ اپ ٹو ڈیٹ طرز جسے ماسٹر احمد الدین صاحب ٹیچر زمیندارہ ہائی سکول گجرات نے تیار کیا ہے اور قاضی عنایت اللہ صاحب ایم اے (علیگ) پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور نے نظر ثانی کی ہے۔ جماعت چہارم کے لئے بطرز سوال و جواب تیار ہوا ہے اور کام کی چیز ہے۔ شروع میں نقشہ دیا گیا ہے مگر قیمت نسبتاً زیادہ معلوم دیتی ہے۔ ملنے کا پتہ میسرز شیخ الٰہی بخش رحیم بخش بک سیلرز پبلشرز گجرات (پنجاب)

ظہور قدسی یعنی میلاد النبی کی امیر الشعرا نواب محمد منور خاں صاحب بہادر گوہر فاروقی نے حضرت محمد صاحب کی ولادت باسعادت والی حدیث کا ترجمہ کیا ہے اور عید میلاد النبی کی اہمیت نہایت خوبی اور عقیدت سے جتائی ہے۔ جو آپ کے مذہبی جذبات کی زندہ شہادت ہے۔ آپ کا کلام بلاغت نظام تعریف سے مستغنی ہے اور ہر عقیدتمند اس سے باقاعدہ مستفید ہو سکتا ہے۔ مالک یاسین پریس ٹریلی کین مدراس سے مل سکتی ہے۔ قیمت کتاب پر درج نہیں ہے۔

تعلیمی گزٹ دہلی کی اگست ۱۹۳۲ء سے سررشتہ تعلیم صوبہ دہلی کی خدمتگذاری کے لئے عالم وجود میں آیا ہے اور سررشتہ تعلیم دہلی نے طلبا و مدرسین گورنمنٹ۔ بورڈز اور امدادی سکولز دہلی کے لئے بمنشا سرکلر نمبر ۲۰۷۱ سی ایم مورخہ ۱۵ ستمبر ۳۲ء منظور کیا ہے۔ ایس عبداللہ قریشی محمود اور اے آر منوہر دہلوی کی مشترکہ ادارت سے تیار ہوتا ہے۔ وقت پر کام کی چیز بن سکیگا نمبر ۳ و ۴ زیر ریویو مختصر مگر دلچسپ رسالے ہیں چندہ سالانہ صرف ایک روپیہ خط و کتابت دفتر تعلیمی گزٹ پہاڑ گنج دہلی کے پتہ پر کی جائے۔

ہفتہ وار باتصویر خادم کلکتہ کی یہ مصور ہفتہ وار اخبار لسان الوقت ابو المعانی حضرت ساز یزدانی رامپوری کی نگرانی میر حشمت علی افضل کی ادارت اور تمکین کاظمی اور محمد امیر اللہ آسی رام نگری کی معاونت سے کلکتہ سے شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ جناب سید محمد رفیع صاحب رہبر اس کے سرپرست ہیں اور جس خدمت گذاری کے جذبہ کو لے کر عالم وجود میں آیا ہے یقین کہ اس میں بخوبی عہدہ برآ ہو سکیگا۔ اسکا عمدہ آغاز اس امر کا بدیہی ثبوت ہے۔ ہم اپنے ہمعصر کو خوش آمدید کہتے ہیں اور اس کی توسیع کے دل سے خواہاں ہیں۔ ملنے کا پتہ۔ نمبر ۵ گنگادھر بابو لین کلکتہ خط و کتابت منیجر صاحب سے ہو۔ چندہ سالانہ تین روپے بارہ آنے ہے۔

قاعدہ اردو باتصویر کی استاد دوراں سید اولاد حسین صاحب شاگرد بلگرامی سینیر پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور ممتحن و لیکچرار پنجاب یونیورسٹی اور ماسٹر اودھو رام صاحب منشی فاضل لاہور کی مشترکہ محنت کا نتیجہ ہے۔ اور دیگر رائج الوقت قاعدہ سے کئی صورتوں میں بڑھ چڑھ کر ہے۔ آسان سے مشکل کی طرف جانے کے اصول کو خاص طور پر اپنایا گیا ہے۔ اور کوشش کی گئی ہے کہ حتی الامکان اردو کے ہی الفاظ اور بہتر الاستعمال جملے جن کو سمجھنے میں کوئی دقت رونما نہ ہو جمع کئے جائیں۔ حروف تہجی کی تصاویر میں ذخیرہ اور نظر دفعہ کے اور باقی تمام کلمے عام فہم اور سلیس ہیں۔ غرض یہ قاعدہ ایک نئی اور کام کی چیز ہے جس کے پڑھنے سے مبتدی کئی دقتوں سے بچیں گے۔ کتابت اور طباعت کے لئے مفید عام پریس لاہور کا نام ہی کافی ضمانت ہے۔ دو حصے صفحہ ۱۶ آنہ تک ۶ پائی۔ مکمل قاعدہ ۴۸ صفحے قیمت ۵/ ۱ر پائی رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز مالکان دی ایجوکیشنل پبلشران مفید عام پریس لاہور سے طلب کیا جائے۔

مرنے کے بعد کیا ہوگا جناب حکیم محمد یوسف صاحب حسن وی مدیر "شفا" کلکتہ کی تصنیفات سے ہے اور اپنے نقطۂ نگاہ اور مفہوم کو قارئین پر ظاہر کرنے کی خوب کوشش کی گئی ہے۔ یہ نسخہ اس قابل ہے کہ مطالعہ کیا جائے اور اس سے اپنے شکوک کو رفع کیا جائے اور اپنی معلومات کو بڑھایا جائے۔ براہ راست مصنف سے طلب کیا جائے۔

جدید زبانی حساب حصہ سوم مرتبہ منشی خدا بخش صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ اس زبانی حساب کی ہمہ گیری اور طلباء مڈل کے لئے اس کے مفید ہونے کے لئے یہی کہنا کافی ہوگا کہ اس کی تیسری ایڈیشن پانچہزار کی ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگئی اور اب بار چہارم شائع کرنے کی ضرورت ہوئی۔ اس ایڈیشن کی خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

(ا) ہندسہ اور مساحت مسطح کی ذیل میں اصطلاحات۔ مکعب۔ بیلن۔ منشور اور دائرے کے متعلق نہایت ہی ضروری قواعد کی تشریح اور مشقی سوالات کا کافی ذخیرہ فراہم کیا گیا ہے۔

(ب) زنانہ مڈل نارمل اور ایس وی کلاسوں کی استانیوں اور لڑکیوں کے لئے ان ہر سہ معیار کے امتحانات کے سالانہ امتحانی پرچہ جات مہیا کرکے اس ضروری کمی کو پورا کر دیا گیا ہے۔

(ج) زنانہ اور مردانہ مدارس کے امیدواران امتحان مڈل (ورنیکلر فائنل) جے۔ وی- ایس وی اور جے اے وی کلاسوں کے پرچہ جات سال ۱۹۳۲ء تک جمع کئے گئے ہیں۔

(د) سرحدی صوبہ کے پرچہ جات مڈل کا اضافہ نہ صرف مزید معلومات کا باعث ہوگا بلکہ اس صوبہ کے بچوں کے لئے بیحد مفید ہوگا۔

(ہ) میٹرک پیمانے کی تشریح و توضیح ہر قسم کے مدارس کے استادوں۔ استانیوں طلبا اور طالبات کے لئے قابل دید اور نہایت فائدہ بخش ہے۔ (صفحات ۲۳ تا ۲۹)

(و) "وقت فرصت کے مشغلے" میں سامان ضیافت نئے رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ (صفحات ۲۸۰ تا ۳۰۰)

علاوہ بریں یہ نامی زبانی حساب اپنی اصل خوبیوں کا جن پر قبل ازیں متعدد بار ریویو کیا جا چکا ہے۔ بدستور اول مجموعہ ہے یعنی روز مرہ لین دین کے لئے بازاری حساب کا اضافہ کیا گیا ہے اور مشہور گروں کی تشریح بھی کردی گئی ہے۔ الجبرے کے ضروری اور کارآمد فارمولے بڑھائے گئے ہیں۔ ہر قاعدہ کی توضیح جاندار اور مفید مثالوں سے ذہن نشین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مزید برآں حساب، الجبرے اور جیومیٹری کے باہمی ربط اور تعلق کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ ہر نمبری سیڑھی خود بنا بنایا پرچہ ہے اور امتحانات مڈل سے وی اور ایس وی کلاسوں کا سٹنڈرڈ ہے۔ ذخیرہ سوالات کافی اور روزمرہ کی ضروریات کے عین مطابق ہے۔ کتاب کے ہر صفحہ کی پیشانی ریاضی کے اقوال ضرب الامثال اور اخلاقی مقولہ جات سے مزین ہے اور متعلقین کی واقفیت بڑھانے کے علاوہ انکے سدھار کے لئے مشعل ہدایت ہے۔ سب سے بڑی خوبی اغلاط سے مبرا ہونے کی ہے۔

غرض یہ زبانی حساب اپنی قسم کا آپ اور لاجواب نسخہ ہے اور بلا مبالغہ متعلقین کے لئے نہایت مفید اور کام کی شے ہے۔ چونکہ زبانی حساب تحریری حساب کی بنیاد اور اس کی پختگی کا ضامن ہے۔ اس لئے ایسی بےنظیر کتاب سے مستفید ہونے کے امکانات جس قدر وسعت پذیر ہو سکیں گے اور ہم بدستور اول قابل مصنف کی محنت کی داد دیتے ہوئے اساتذہ اور تلامذہ سے پرزور سفارش کرتے ہیں کہ اس کی ترویج کھلے داموں کی جائے اور اس سے جس قدر زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے کیا جائے۔ باوجود ضخامت اور مفید مسالا کی بڑھوتری کے قیمت میں کوئی اضافہ نہیں۔ زیر ریویو چوتھی ایڈیشن تعدادی دو ہزار کا حق تصنیف شیخ غلام محمد صاحب تاجر کتب خان گڑھ نے حاصل کرلیا ہے۔ اگر کوئی صاحب پانچویں ایڈیشن کا عارضی یا دائمی حق تصنیف حاصل کرنا چاہیں تو قابل مصنف سے رجوع کریں۔ قیمت فی جلد ۱۲ر جو اسکی خوبیوں ضخامت اور عمدگی کے مقابلہ میں کوئی زیادہ نہیں بایں ہمہ ۳ر فی جلد کمیشن روا رکھا گیا ہے یا بالفاظ دیگر ۹ر میں یہ بےنظیر زبانی حساب حاصل ہو سکتا ہے۔ خریداری کے لئے شیخ غلام محمد صاحب تاجر کتب خان گڑھ سے خط و کتابت کی جائے۔

پنجابی پنچ امرتسر} گورمکھی حروف میں یہ نومولود جنوری ۱۹۳۳ء سردار گوربخش سنگھ صاحب نورنگ کی ادارت میں امرتسر سے شائع ہوا ہے۔ امرتسر اگر سکھ دھرم کا دارالخلافہ ہے تو اسے یہ بھی فخر حاصل ہے کہ پنجابی رسائل و جرائد کا بھی وہی شہر مخزن بنا ہوا ہے۔ چنانچہ پنجابی پنچ کا جنم استھان ہونے کا بھی اسے ہی موقعہ ملا ہے۔ سردار گوربخش سنگھ پنجابی دنیا میں کسی خاص تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ انکے زور قلم سے گورمکھی دان دنیا سے بخوبی آشنا ہے۔ پنجابی پنچ اپنے وجود میں پنجابی کا خزانہ ہے اور اس کے تمام مضامین نثر و نظم اس قابل ہیں کہ انہیں بار بار پڑھا جائے نہایت مفید اور دلکش مضامین ہیں۔ اور ہم گورمکھی دان استری اور پرش سے اسکے مطالعہ کی پُر زور سفارش کرتے ہیں۔ چندہ سالانہ چار روپے فی جلد ۴ر ملنے کا پتہ منیجر صاحب پنجابی پنچ امرتسر

گلستان سعدی} لالہ رام نارائن لعل صاحب بک سیلر الہ آباد نے اپنے صوبہ کے طلبائے میٹریکولیشن کے لئے شیخ سعدی صاحب کی مشہور عالم کتاب گلستاں کو طباعت کا نہایت دیدہ زیب جامہ پہنایا ہے۔ کاغذ بڑھیا کتابت جلی قلم نہایت خوشخط۔ خود گلستاں تو تعریف سے مستغنی ہے مگر ہم بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ جس پایہ کی کتاب تھی اس مرتبہ کی طباعت سے مزین ہوئی ہے اور یہ لالہ رام نارائن لعل صاحب کی علمی دلچسپی پر دال ہے۔ دو تین سقم طباعت میں رہ گئے ہیں صفحہ ۲۱۶ قطعہ میں کے کرملعت کند یا تو میں کند پہلے مصرعہ میں تحریر نہیں ہوا۔ اسی صفحہ کی حکمت ۸۷ میں ریشے دروں جامہ داشتم۔ شیخ سعدی (رحمتہ اللہ علیہ) ہر روز بر سپیدے میں شیخ کے بعد سعدی صاحب کا نام آنا غلطی میں ڈالتا ہے۔ سعدی صاحب تو متکلم ہیں اور یہاں شیخ سے مراد وہ خود نہیں بلکہ انکے لئے بزرگ کی طرف اشارہ ہے۔ سعدی رحمتہ اللہ علیہ قلمزن کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح صفحہ ۱۸۵ میں رباعی کے مصرعہ اول میں بلبل بلند بانگ کی بجائے طبل بلند بانگ ہونا لازمی ہے۔ ۱۲ر قیمت پر پتہ مندرجہ بالا سے طلب کی جائے۔

فارسی مستند لغات} یہ فارسی لغات جو لالہ رام نرائن لعل صاحب بک سیلر الہ آباد کی دلچسپیوں کا مرقع ہے۔ نہایت مفید لغات ہے اور فارسی دان اصحاب کے مطالعہ کی میز کا سنگار ہے۔ لغات کا ہونا خانگی مطالعہ اور درسی کتب کی تیاری کے لئے جس قدر ضروری اور لازمی ہے محتاج بیان نہیں اور خوشی کی بات ہے کہ لالہ صاحب کی محنت بارآور ہوئی ہے کہ انہوں نے ایسی عمدہ لغات اہل علم کے پیش کی ہے۔ فارسی دان اصحاب کا عموماً اور زیر تربیت فارسی طلبا کا خصوصاً فرض ہے کہ اس لغات کی خریداری سے معزز پبلشر کی ہمت افزائی کریں اور ان کی محنت کی داد دیں۔ طباعت و کتابت دیدہ زیب جلد پختہ اور دیرپا مشکل الفاظ کے معانی نہایت خوبی سے واضح کئے گئے ہیں اور اعراب لگا کر ان کے تلفظات کو واضح کر دیا ہے۔ قیمت فی جلد چار روپے کمیشن خاصہ۔ لالہ رام نرائن لعل صاحب الہ آباد سے طلب کی جائے۔

انتخاب عیار دانش} علامہ شیخ ابوالفضل کی مشہور عالم تصنیف عیار دانش کے پہلے تین باب مع مقدمہ کو جو ہائی سکول اگزامنیشن یوپی کے لئے مقرر ہے۔ لالہ رام نرائن لعل صاحب بک سیلر الہ آباد نے اُمیدواران کے فائدہ کو ملحوظ رکھ کر شائع کیا ہے۔ مقدمہ حافظ سمیع اللہ خاں صاحب بی اے ایم۔ ایل کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ اور اس قابل ہے کہ معلم اور متعلم اس سے پورے طور پر مستفید ہوں اور دیگر شائقین بھی یکساں طور پر فائدہ اُٹھائیں۔ کتابت اور طباعت دیدہ زیب قیمت ۷ر۔ ملنے کا پتہ۔ لالہ رام نرائن لعل صاحب بک سیلر الہ آباد۔

جواہرات مومن} مرتبہ مولوی محمد رفیع صدیقی فاضل دیوبند عالم فاضل منشی کامل جسے لالہ رام نرائن لعل بک سیلر الہ آباد نے شائع کیا۔ حکیم مومن خاں مومن اُردو دان دُنیا میں جو قدر و منزلت رکھتے ہیں۔ اہل قلم سے مخفی نہیں۔ آپ کا نام نامی ہی اس امر کی زندہ شہادت ہے کہ نظم اُردو میں ایک خاص پایہ رکھتے تھے اور انکا کلام بلاغت نظام سر آنکھوں پر لینے کے قابل ہے۔ آپکے ضخیم دیوان سے مختصر سا انتخاب مولوی محمد رفیع صاحب کی کوشش بلیغ کا نتیجہ ہے جو شائقین علم ادب کی خاص سرپرستی کا محتاج ہے۔ یہ سرپرستی صرف پبلشر کی مالی امداد کے لئے نہیں بلکہ تشنگان علم کی پیاس بجھانا اس سے مقصود ہے۔ انتخاب میں چیدہ غزلیات

فردیات اور رباعیات ہیں جو مشتے نمونہ از خروارے کا مصداق ہیں ۔ اور لائبریریوں کی زینت کے علاوہ شائقین کے ہاتھوں میں زیادہ خوبصورت معلوم دیگا ۔ ۴ر قیمت ۔ لالہ رام نرائن لعل صاحب سے طلب کیا جائے ۔

چہار مقالہ } تالیف احمد بن عمر بن علی النظامی العروضی السمرقندی ۔ جسے تصحیح کے بعد مولوی محمد رفیع فاضل دیوبند نے (مع اختلاف نسخ) باہتمام لالہ نرائن لعل صاحب بک سیلر الہ آباد زیور طباعت سے آراستہ کرایا ہے ۔ اور اس قابل ہے کہ شائقین اس سے مستفید ہوں ۔ ایسی ضروری اور مفید کتب کو از سر نو شائع کرنا اور سابقہ ایڈیشنوں کی صحت کو ملحوظ رکھنا علم اور اہل علم کی بجا خدمتگذاری کا حق ادا کرنا ہے اور خوشی کی بات ہے کہ لالہ رام نرائن لعل صاحب اس بارے میں خاص کشش و کوشش کو کام فرما رہے ہیں ۔ آپ کی یہ تمام کتابیں یعنی گلستاں سعدی ۔ فارسی لغات ۔ انتخاب عیار دانش ۔ جواہرات مومن اور چہار مقالہ اس قابل ہیں کہ صوبہ پنجاب کے تمام اپر مڈل اور ہائی سکولوں کی لائبریری میں موجود ہوں اور طلباء کے خاموش مطالعہ میں معاون ہوں ۔ اور پبلشر کی محنت کی داد دیں ۔ قیمت چہار مقالہ ایک روپیہ بخط ٹائپ ۔ ملنے کا پتہ لالہ رام نرائن لعل بک سیلر الہ آباد ۔

وکٹری ڈائری } یہ وہی ڈائری ہے جس کی خوبیوں کی شہادت ہم متواتر کئی سال سے دے رہے ہیں ۔ شائقین کے میز کا سنگار اور حساب کتاب کی بے نظیر نوٹ بک اور یادداشتوں کا مخزن ہے ۔ کاغذ نہایت بڑھیا اور دبیز ہر صفحہ اول وار ۔ جلد نہایت پختہ اور خوبصورت ۔ حقیقتاً اسم بامسمی وکٹری ڈائری ہے اور رسال بھر کی ضروری یادداشتوں ۔ آمد و خرچ کے حساب کے علاوہ کئی دیگر مفید امورات سے باخبر کرتی ہے ۔ نہایت قابل دید اور خوشنما ڈائری ہے ۔ ایک روپیہ قیمت پر لالہ رام نرائن لعل صاحب بک سیلر الہ آباد سے مل سکتی ہے ۔

رسالہ علم و عمل لاہور } کویراج ہرنام داس صاحب بی اے مصنف ہدایت نامہ خاوند اور ہدایت نامہ بیوی وغیرہ کی ادارت اور ملکیت میں جنوری ۱۹۳۳ء سے عالم وجود میں آیا ہے ۔ اور اس امر کا ضامن ہے کہ قارئین کرام کی دماغی روحانی اخلاقی اور جسمانی طاقتوں کو برقرار رکھے اور زندگی کی مشکلات کا حل بتائے ۔ وہ بجائے خود راحت کا آئینہ دار ہے اور آرام و راحت کے اسباب پر بحث کرتا ہے اور مشکلات میں گھری ہوئی زندگی کا مشیر کار ہے ۔ اس کے مضامین دلچسپ ہونے کے ساتھ مفید ترین ہیں اور زندگی کے ہر مرحلہ میں انسان کی رہنمائی کا موجب ہیں ۔ رسالہ ہذا زیر ریویو کے مضامین نثر و نظم فی الحقیقت نومولود کی شان و لادت کا پورا مرقع ہیں اور اس امر پر دال ہیں کہ رسالہ علم و عمل جس خدمت گذاری کے جذبے کو لے کر دنیائے ادب میں جلوہ گر ہوا ہے ۔ اسے نہایت خوبی سے ادا کریگا ۔ ہم اپنے نومولود معاصر کو خوش آمدید کہتے ہیں اور اس کی ترقی و توسیع اشاعت کے دل سے خواہاں ہیں ۔ قیمت سالانہ صرف دو روپے ۔ ضخامت ۵۶ صفحے ۔ ٹائٹل پیج رنگین و مصور ۔ اور معصوم بچوں کی دل خوش کن تصویر لئے ہے ۔ خریداری کے لئے منیجر رسالہ علم و عمل بالمقابل اڈہ ٹانگہ لوہاری دروازہ لاہور سے رجوع کیا جائے ۔

پتی پوجا (ڈراما) } یہ با تصویر ڈراما پنجابی زبان اور گورمکھی میں ہمارے دوست سردار گوربخش سنگھ صاحب نورنگ امرتسر نے شائع کیا ہے ۔ اس میں ایک پتی برتا عورت کا اپنے خاوند کی دیوتاؤں کی مانند پوجا کرنا ۔ خاوند کا بدچلن اصحاب کی صحبت بد کی وجہ سے اخلاق سے گرنا ۔ تباہ ہونا اور آخر کار بڑے گھر کی ہوا کھانا اور پھر استری کی نیک دعاؤں اور اس کے پتی برت ست کے صدقے دکھوں کا دفیعہ ہونا اور اس کے بعد بگڑے ہوئے پتی کا سدھار درج ہے اس ساری کیفیت کو نورنگ صاحب نے نہایت عمدگی کے ساتھ تین ایکٹ میں بیان کیا ہے ۔ ہاف ٹون بلاک بھی ساتھ ہی دیئے گئے ہیں تاکہ ڈراما کی جملہ جھلکیاں صاف طور پر دکھائی دے سکیں ۔ چھپائی و کاغذ عمدہ حجم ۸۰ صفحے اور قیمت ۸ر ہے ۔ نورنگ صاحب کا پنجابی جوان اصحاب بلکہ ہر گرہستی کے لئے اس ڈراما کا شائع کرنا بڑی بھاری مہربانی میں داخل ہے ۔ ناظرین کو ضرور انکی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے ۔ ملنے کا پتہ ۔ سردار گوربخش سنگھ نورنگ ہال بازار امرتسر ۔

گورنمنٹ گزٹ

(۱) گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) نے خان بہادر ایم عبد الغنی صاحب ایم پی ای ایڈوکیٹ کرنال کو ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب ایم اے پی ایچ ڈی بیرسٹرایٹ لا کی انگلستان سے مراجعت تک ان کی بجائے بورڈ آف سلیکشن کا جو آنریبل وزیر تعلیم کو پی ای ایس کے درجہ دوم اور سپیشل گزیٹڈ اسامیوں کے لئے انتخاب میں مشورہ دینے کے واسطے مقرر ہے ممبر مقرر کیا ہے۔

(۲) سردار گیان سنگھ صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول تلہ گنگ جماعت دوم ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ کے گریڈ میں اپنی آسامی اور جماعت میں مستقل ہوئے۔

(۳) ایم شاہ ولی یمینی صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول اکال گڑھ جماعت دوم ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ کے گریڈ میں اپنی اسامی اور جماعت میں مستقل ہوئے۔

(۴) لالہ شیو نارائن صاحب ہنگل لکچرار گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج کیمبل پور گورنمنٹ کالج لاہور میں ۲۰۰-۱۰-۲۵۰ کے گریڈ میں قائمقام لیکچرار ہوئے۔

(۵) چوہدری سلطان بخش صاحب ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ کے گریڈ میں جس میں معمولی کٹوتی ہوگی گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج شاہ پور میں قائمقام لیکچرر مقرر ہوئے۔

(۶) سردار گنڈا سنگھ صاحب سیکنڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول جام پور اپنی موجودہ تنخواہ پر ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ کے گریڈ میں گورنمنٹ ہائی سکول جہلم میں سینیر انگلش ماسٹر مقرر ہوئے۔

(۷) لالہ شام چند صاحب بی ایس سی پی ای ایس سابق ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول جالندھر حال رپورٹ آن بکس سررشتہ تعلیم پنجاب ڈپٹی انسپکٹر مدارس ڈویژن جالندھر مقرر ہوئے۔

(۸) سردار شیو چرن سنگھ صاحب لکچرار گورنمنٹ کالج لدھیانہ نے اپنی رخصت سے واپس آکر اپنا کام سنبھال لیا۔ آپ کے متعلق وزارت پنجاب کا اعلان نمبری ۱۶۰۶۹ منسوخ کیا گیا۔

(۹) لالہ سیتا رام صاحب کوہلی ایم اے لیکچرار گورنمنٹ کالج لاہور لدھیانہ گورنمنٹ کالج میں تبدیل ہوئے۔

(۱۰) مسٹر این سی وارد والا ایم اے لدھیانہ گورنمنٹ کالج سے لاہور گورنمنٹ کالج میں تبدیل ہوئے۔

(۱۱) مس ڈی ٹنگر اسسٹنٹ مسٹرس کوئین میری کالج لاہور ۵۰-۳-۲-۷۵۰ کے گریڈ میں اپنی اسامی اور جماعت میں مستقل ہوئیں

(۱۲) مسماۃ صابرہ بیگم صاحبہ ورنیکلر ٹیچر زنانہ گورنمنٹ ہائی و نارمل سکول لائلپور یکم اکتوبر ۱۹۳۲ء سے ۵۵-۳-۷۰ کے گریڈ میں ترقی یاب ہوئیں۔

(۱۳) شریمتی نرنجن کور جی ایس وی یکم اکتوبر ۱۹۳۲ء سے گورنمنٹ و نارمل سکول لائلپور میں قائمقام ورنیکلر ٹیچر مقرر ہوئیں۔

(۱۴) مسٹر ایس این گپتا کے محکمہ صنعت و حرفت میں تبدیل ہو جانے سے سلیکشن گریڈ کی خالی اسامی پر چوہدری عبد الحمید صاحب ایم اے پرنسپل ڈی مونٹ مورنسی کالج شاہ پور عارضی تقرر کی جگہ مستقل طور پر مقرر ہوئے۔

(۱۵) سردار پریم سنگھ صاحب پرنسپل گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج کیمبل پور یکم جنوری ۱۹۳۳ء سے چوہدری عبد الحمید صاحب کی بجائے پی ای ایس کے سلیکشن گریڈ میں کام کرتے رہیں گے۔

(۱۶) مس جی چاہنسن صاحبہ بی اے لیکچرار سائنس زنانہ کالج لاہور ۵ رجولائی ۱۹۳۲ء سے پی ای ایس جماعت دوم (زنانہ) ۲۰۰-۲۰-۴۰۰-۲۵-۵۰۰ روپیہ میں قائمقام طور پر ترقی یاب ہوئیں۔

(۱۷) مس سوشیلا شنگھا صاحبہ ایم اے لیکچرار فلاسفی کالج مذکورہ ۵ رجولائی ۱۹۳۲ء سے پی ای ایس جماعت دوم (زنانہ) پر ایک سال کی آزمائش پر ترقی یاب ہوئیں۔

(۱۸) بھائی قابل سنگھ صاحب گورنمنٹ ہائی سکول شیخوپورہ سے (۱۱۰-۵-۱۳۵) کے اپنے گریڈ میں گورنمنٹ نارمل سکول ہوشیارپور کے سیکنڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔

(۱۹) سید رضا حسین صاحب گورنمنٹ ہائی سکول فیروزپور گورنمنٹ ہائی سکول باغبانپورہ میں تبدیل ہوئے۔

(۲۰) لالہ دیال داس صاحب سینیر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول چونیاں اپنے گریڈ (۸۰-۲-۱۰۰) میں ایم مشتاق احمد صاحب کی جگہ ۸ رنومبر ۱۹۳۲ء قبل دوپہر سے اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس ضلع جھنگ مقرر ہوئے۔

(۲۱) مسز جی سی مریکو صاحبہ زنانہ لاہور کالج کو ۲۰۰-۱۰-۲۵۰ کے گریڈ میں قائمقام ترقی ملی۔

(۲۲) مس آر سراج الدین صاحبہ ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ کے گریڈ میں قائمقام معلمہ مقرر ہوئی ہیں۔

(۲۳) میر خورشید حسن صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول باغبانپورہ اپنے گریڈ ۲۰۰-۱۰-۲۵۰ میں گورنمنٹ ہائی سکول جالندھر کے ہیڈ ماسٹر قرار پائے۔

(۲۴) لالہ دیوی دتہ مل صاحب اپنی موجودہ تنخواہ ۲۰۰-۱۰-۲۵۰ میں گورنمنٹ ہائی سکول باغبانپورہ کے ہیڈ ماسٹر ہوئے۔

(۲۵) بھائی ہردیال سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول پنڈ دادنخاں اپنے گریڈ ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ میں گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج گجرات میں بطور ٹیچر مقرر ہوئے مگر وہ پنجاب بوائز سکاؤٹس ایسوسی ایشن میں بدستور کام کرتے رہیں گے۔

(۲۶) بھائی سمپورن سنگھ صاحب گورنمنٹ ہائی سکول پنڈ دادنخاں کے اپنے موجودہ گریڈ ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔

(۲۷) لالہ سادھو رام صاحب ۱۱۰-۵-۱۳۵ کے گریڈ میں گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج لائلپور کے کلریکل و کمرشل ٹیچر مقرر ہوئے۔

(۲۸) لالہ منگل لال صاحب ہیڈ ماسٹر اپنے گریڈ ۲۰۰-۱۰-۲۵۰ میں گورنمنٹ ہائی سکول روپڑ کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔

(۲۹) لالہ امرناتھ صاحب ہیڈ ماسٹر اپنے گریڈ ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ میں گورنمنٹ ہائی سکول ریواڑی کے ہیڈ ماسٹر ہوئے۔

(۳۰) ایم محمد شفیع صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول اجنالہ اپنے گریڈ ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ میں گورنمنٹ ہائی سکول شاہ آباد کے ہیڈ ماسٹر ہوئے۔

(۳۱) بھائی بھگت سنگھ صاحب گل ۲۰۰-۱۰-۲۵۰ کے گریڈ میں گورنمنٹ ہائی سکول اجنالہ کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔

(۳۲) لالہ شنکر لال صاحب اپنے گریڈ ۲۰۰-۱۰-۲۵۰ میں گورنمنٹ ہائی سکول راہوں کے ہیڈ ماسٹر ہوئے۔

(۳۳) پنڈت لکھشمی نارائن صاحب سینیر کلرک دفتر ڈائرکٹر صاحب بہادر پنڈت تلارام صاحب کی جگہ ۱۱۰-۵-۱۳۵ کے گریڈ میں گورنمنٹ ہائی سکول گورداسپور کے سنسکرت ٹیچر مقرر ہوئے۔

ترقیاں ۳۰ رنومبر ۱۹۳۲ء۔ مفصلہ ذیل اصحاب کو نچلے گریڈوں سے اعلےٰ گریڈوں میں جو ان کے نام مقابل درج ہیں ترقی ملی۔

(۱) ایم محمد شفیع صاحب فرسٹ انسٹرکٹر مینوئل ٹریننگ گورنمنٹ ہائی سکول امرتسر ۱۴۰-۱۰-۱۹۰

(۲) ایم امام الدین صاحب ورنیکلر ٹیچر سنٹرل ماڈل سکول لاہور ۱۴۰-۱۰-۱۹۰

(۳) سید شاہ نواز صاحب ڈرائنگ ماسٹر و مینوئل ٹریننگ انسٹرکٹر گورنمنٹ ہائی سکول ریواڑی ۱۱۰-۵-۱۳۵

(۴) ایم پیر بخش صاحب ڈرائنگ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول قصور ۱۱۰-۵-۱۳۵

(۵) بھائی گنڈا سنگھ صاحب ڈرائنگ ماسٹر و مینوئل ٹریننگ انسٹرکٹر گورنمنٹ نارمل سکول لالہ موسیٰ ۱۰-۱۱-۵-۱۳۵

(۶) ایم عبدالغنی صاحب فرسٹ انسٹرکٹر مینوئل ٹریننگ سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور ۱۱-۵-۱۳۵

(۷) ایم چراغ الدین صاحب ڈرائنگ ماسٹر و فرسٹ انسٹرکٹر مینوئل ٹریننگ گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج گجرات ۱۰-۱۱-۵-۱۳۵

(۸) لالہ بیج چند صاحب ڈرائنگ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول گڑھ شنکر ۱۰-۱۱-۵-۱۳۵

(۹) ایم محمد علی صاحب عربک ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول فاضلکا ۸۰-۴-۱۰۰

(۱۰) پنڈت سداماں رام صاحب سنسکرت ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول کوٹ کھائی ۸۰-۴-۱۰۰

(۱۱) پنڈت سری رام صاحب فرسٹ سنسکرت ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول امرتسر ۸۰-۴-۱۰۰

(۱۲) ایم غلام علی خاں صاحب ورنیکلر ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول شیخوپورہ ۸۰-۴-۱۰۰

(۱۳) ایم سجاد علی صاحب ورنیکلر ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول جگادھری ۸۰-۴-۱۰۰

(۱۴) پنڈت میدھا رام صاحب سنسکرت ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول گوڑگانواں ۸۰-۴-۱۰۰

(۱۵) ایم محمد زاہد صاحب عربک ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول کہرور ۸۰-۴-۱۰۰

(۱۶) ایم غلام جیلانی صاحب مولوی فاضل منشی فاضل ادیب فاضل ایم اے ایم او ایل اورینٹل ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول تلہ گنگ ۸۰-۴-۱۰۰

(۱۷) ایم غلام الہام عزیز صاحب مولوی فاضل منشی فاضل ادیب فاضل ایم اے ایم او ایل عربک ٹیچر گورنمنٹ مڈل سکول کیمبل پور ۸۰-۴-۱۰۰

(۱۸) ایس محمد صدیق شاہ صاحب ایس وی منشی فاضل ایم اے ایم او ایل اورینٹل ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول شرقپور ۸۰-۴-۱۰۰

(۱۹) ایم نظام دین صاحب جمناسٹک ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول تھوہ ۵۵-۳-۷۰

(۲۰) بھائی تیجا سنگھ صاحب ورنیکلر ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول سرگودھا ۵۵-۳-۷۰

(۲۱) لالہ اچھی لال صاحب ورنیکلر ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول لبواڑی ۵۵-۳-۷۰

(۲۲) لالہ رچھپال رام صاحب جمناسٹک ماسٹر " " راجن پور ۵۵-۳-۷۰

(۲۳) پنڈت لچھمن دت صاحب " " " کہرور ۵۵-۳-۷۰

(۲۴) لالہ دسوندھا رام صاحب ورنیکلر ٹیچر " کمالیہ ۵۵-۳-۷۰

(۲۵) ایم محمد علی صاحب " " گوجرانوالہ ۵۵-۳-۷۰

(۲۶) ایم غلام محمد خاں صاحب جمناسٹک ماسٹر " علی پور ۵۵-۳-۷۰

(۲۷) ایم فضل حسین صاحب جمناسٹک ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول گورداسپور ۵۵-۳-۷۰

(۲۸) بھائی سادھو سنگھ صاحب گورمکھی ٹیچر " " گوجروال ۵۵-۳-۷۰

(۲۹) پنڈت گوپال داس صاحب ورنیکلر ٹیچر " " کرنال ۵۵-۳-۷۰

(۳۰) بھائی دیال سنگھ صاحب " " " بھیرہ ۵۵-۳-۷۰

(۳۱) بھائی لال سنگھ صاحب پنجابی ٹیچر " " شیخوپورہ ۵۵-۳-۷۰

(۳۲) بھائی لال سنگھ صاحب گل جمناسٹک ماسٹر " جگراؤں ۵۵-۳-۷۰

(۳۳) لالہ تھارا رام صاحب " " " جام پور ۵۵-۳-۷۰

(۳۴) بھائی بلونت سنگھ صاحب ورنیکلر ٹیچر گورنمنٹ مڈل " ہوشیارپور ۵۵-۳-۷۰

(۳۵) ایم کریم بخش صاحب " " ہائی " علی پور ۵۵-۳-۷۰

(۳۶) پنڈت لوٹا رام صاحب " " " راہوں ۵۵-۳-۷۰

(۳۷) ایم غلام قاسم صاحب ایس وی ادیب فاضل منشی فاضل " کمالیہ ۵۵-۳-۷۰

(۳۸) ایم فرمان شاہ صاحب ایس وی منشی فاضل گورنمنٹ " بھیرہ ۵۵-۳-۷۰

(۳۹) چوہدری علی شیر صاحب ایس وی منشی فاضل " " ٹانڈہ عمر ۵۵-۳-۷۰

(۴۰) ایم سرفراز خاں صاحب ایس وی منشی فاضل " " پنڈی گھیب ۵۵-۳-۷۰

(۴۱) پنڈت لکھی رام صاحب ایس وی ادیب فاضل منشی فاضل " فاضلکا ۵۵-۳-۷۰

(۴۲) ایس کشن سنگھ صاحب ایس وی منشی فاضل " شیخوپورہ ۵۵-۳-۷۰

(۴۳) ایم احمد خاں صاحب ایس وی " " پھالیہ ۵۵-۳-۷۰

(۴۴) بھائی لچھمن سنگھ صاحب ایس وی " " لدھیانہ ۵۵-۳-۷۰

(۴۵) ایم عزیزالدین صاحب " " " کرنال ۵۵-۳-۷۰

(۴۶) ایم پیر بخش صاحب " " " ڈیرہ غازیخاں ۵۵-۳-۷۰

(۴۷) ایم محمد حسین صاحب " " " اجنالہ ۵۵-۳-۷۰

پھلواڑی

منگوانے سے اب کوئی بھی محروم نہ رہے گا
اسکا سستا ایڈیشن شروع کر دیا گیا ہے جس کا
سالانہ چندہ صرف تین روپے (عہ) ہے

پھلواڑی سنہ ۱۹۲۴ء سے جاری ہے۔ اس کی اشاعت و ہر دلعزیزی پنجابی اخبارات و رسالہ جات کے لئے قابل رشک بن رہی ہے۔ پنجابی علم و ادب کے مطالعہ کا کوئی شوقین پھلواڑی سے محروم نہیں رہنا چاہتا کیونکہ اسکے مضامین۔ نظمیں اور کہانیاں اعلےٰ پایہ کی ہوتی ہیں لیکن موجودہ زمانے کی سرد بازاری کے سبب ہزارہا ایسے لوگ ہیں جو پھلواڑی کا سالانہ چندہ مبلغ پانچ روپے نہیں دے سکتے اور پھلواڑی پڑھنے کے واسطے ترستے رہتے ہیں۔ انکی سہولت کے لئے ہمنے پھلواڑی کا سستا ایڈیشن جاری کر دیا ہے۔ مضامین ہی تصویریں اور ڈیٹیل بھی ہی صرف کاغذ سر برام پوری ہے۔ اس ایڈیشن کا اعلان ہوتے ہی سینکڑوں لوگ خریدار بن رہے ہیں۔ آپ بھی پنجابی کا ماہواری رسالہ کے خریدار بنیں اور فائدہ اٹھائیں۔

منیجر پھلواڑی ریلوے روڈ لاہور

صرف

پنجابی زبان میں ظریفانہ طبع کا رسالہ

پنجابی پنچ

ہے جس کے ایڈیٹر پنجابی کے مشہور جرنلسٹ اور مصنف

سردار گوربخش سنگھ صاحب لونگ

ہیں۔ یہ رسالہ ظریفانہ مضامین نظموں۔ کہانیوں۔ کارٹونوں اور تصویروں کا نہایت اعلےٰ گلدستہ ہے۔

آج ہی خریدار بن جاویں

نمونہ کا پرچہ اپنے شہر کے اخباری ایجنٹ۔ شہر کے ریلوے سٹیشن کے ویلر بک سٹال سے خریدیں یا ۳؍ کے ٹکٹ بھیج منگاویں۔

پتہ۔ منیجر پنجابی پنچ ۵ امرتسر

رسالہ "علم و عمل" لاہور

فردوس نظر تصاویر۔ زندگی بخش مضامین۔ دلاویز افسانوں
اور بلند پایہ و دلچسپ نظموں کا دلفریب مرقع

کویراج ہرنام داس صاحب بی۔ اے کے

بیس سالہ تجربات کا خزینہ!

معاشرتی طبی۔ اصلاحی اہل قلم کے ارشاداتِ گرامی کا آئینہ!
معقول ضخامت دیدہ زیب کتابت طباعت دلپسند سائز

نئے سال کی ابتدا سے بڑی آب و تاب سے شائع ہوگا۔

نئے سال

کی مسرتوں میں علم و عمل کو حصہ دار بنائیے اور دنیا کی مسرت زندگی کو اطمینان اور صحت سے اپنا پورا حصہ لیجئے۔ ہر عمر اور مذاق کے لوگوں کے لئے یکساں طور پر دلچسپ و مفید۔ یکم فروری سے پیشتر خریدار بننے والے حضرات کی خدمتمیں ہدایت نامہ خاوند یا ہدایت نامہ بیوی مفت نذر ہوگی۔ اتنی خوبیوں کے باوجود سالانہ چندہ صرف عہ روپے۔ قیمت فی پرچہ تین آنے ۳؍ منیجر رسالہ علم و عمل لاہور

نادر موقعہ

سالنامہ سنہ ۱۹۳۳ء دھڑا دھڑ فروخت ہو رہا ہے جن اصحاب نے اب تک اسے نہیں دیکھا وہ جلدی کریں اور خاص رعایت سے فائدہ اٹھائیں۔

قیمت ۱۲؍ رعایتی ۸؍

سالنامہ سنہ ۱۹۳۳ء کے

جملہ مضامین اچھوتے۔ دلچسپ اور مفید ترین ہیں۔ لطف مطالعہ سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ بعض دوستوں نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ یہ نمبر جوبلی نمبر سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

قیمت ۱۲؍ رعایتی ۸؍

ملنے کا پتہ۔ منیجر رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی)

۱۲ مارچ کی بجائے سارا مارچ

ناظرین کو معلوم ہے کہ ۱۲ مارچ کو امرت دھارا کا سالانہ جلسہ اسکی سلور جوبلی کے دن ۱۲ مارچ سنہ ۱۹۲۶ء سے برابر منایا جاتا ہے بھائیوں کو اس میں شریک کرنے کے واسطے ۱۲ مارچ کو ادویات و کتب کی قیمت میں رعایت کی جاتی ہے۔ اس کے متعلق کئی مشکلات کے باعث شکایات ہوتی رہتی ہیں۔ بارہ مارچ کو ہزارہا آرڈر جو ڈالے جاتے ہیں۔ ان کی تعمیل باری پر ہونے سے مہربان مہینہ بھر انتظار میں رہتے ہیں کہ کب پارسل آوے لاہور والوں کو بھی ایک دن میں سارا دفتر لگ کر بھی اشیاء بہم نہیں پہنچا سکتا اور اُن کو کہنا پڑتا ہے کہ ایک ماہ کے اندر جب مرضی ہو لیجاویں ان وجوہات سے اس دفعہ یہ تجربہ کرنے کا خیال ہوا ہے کہ بجائے ۱۲ مارچ کے سارا مارچ ہی رعایت کیواسطے مخصوص کر دیا جاوے۔ پس

یکم مارچ سے ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۳۳ء تک جو آرڈر دُنیا کے کسی بھی ڈاکخانہ میں ڈالے جاوینگے

اُن پر ۱۲ مارچ والی رعایت دیجاویگی۔ یعنی

کوئی ہندو وید بھوشن پنڈت ٹھاکر دت شرما وید کی ایجاد و تیار کردہ امرت دھارا و اسکے پانچ مرکبات ۳/۴ قیمت پر یعنی روپیہ میں ۱۲ آنے کمی پر اور دیگر ادویات و کتب **نصف قیمت** پر یعنی روپیہ میں ۸ آنے کمی پر ملیں گی۔

جو اصحاب چاہیں روپیہ بھی مارچ کے اندر اندر جمع کرا سکتے ہیں۔ ان کا روپیہ جب تک ختم نہ ہو تب تک ان کو یہی رعایت ملیگی چاہے وہ کتنی بار کرکے ادویات منگواویں۔

رعایتی فہرست جس میں امرت دھارا و اسکے مرکبات نیز دیگر ادویات کا مختصراً بیان معہ چند سندات و کتب کے دیا ہے۔

طلب کرنے پر مفت بھیجی جاتی ہے

جو صاحب باقاعدہ تشخیص کراکے علاج کروانا چاہیں وہ قواعد علاج بھی ساتھ ہی طلب کریں۔ جتنی جلدی آرڈر کردیں بہتر ہے ایسا نہ ہو کہ آخیر میں وہی مشکلات پیش آویں ایجنٹوں کو بھی رعایتی قیمت پر امرت دھارا دینے کے واسطے لکھا گیا ہے۔ امرت دھارا و اسکے مرکبات تو ہر گھر میں ہمیشہ موجود رہنے چاہئیں۔ انکی قیمتیں اسطرح ہونگی۔

امرت دھارا اسالم شیشی دو روپے آٹھ آنہ اصلی کی بجائے ایک روپیہ چودہ آنہ۔ نصف شیشی ایک روپیہ چار آنہ کی بجائے ۱۵ آنہ۔ نمونہ ۸ آنہ کی بجائے ۶ آنہ

امرت دھارا مرہم۔ ایک روپیہ کی بجائے ۱۲ آنہ۔ **امرت دھارا کی میٹھی ٹکیاں** ۴ آنہ کی بجائے ۳ آنہ امرت دھارا لوشن ایک روپیہ کی بجائے ۱۲ آنہ

امرت دھارا بام ایک روپیہ کی بجائے ۱۲ آنہ **امرت دھارا صابن** ۱۴ آنہ فی بکس کی بجائے ۱۰ آنہ

کچھ اور گھریلو ادویات کا بڑی فہرست میں تذکرہ ہے

تار کا پتہ۔ امرت دھارا۔ لاہور | خط و کتابت کا پتہ۔ امرت دھارا۔ لاہور

المشتہر

مینجر امرت دھارا اوشدھالیہ۔ امرت دھارا بلڈنگس۔ امرت دھارا روڈ۔ امرت دھارا پوسٹ آفس۔ لاہور

دورِ جدید | رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶ | بابت ماہ مارچ ۱۹۳۳ء

رہنمائے تعلیم لاہور کا

گلدستۂ اطفال

یعنی

بچوں کا اخبار

(یہ بچوں کا شاندار گلدستہ اگست ۱۹۲۲ء سے باقاعدہ جاری ہے)

سالانہ چندہ ایک روپیہ (عہ/)

جلد ۱۳	بابت ماہ مارچ ۱۹۳۳ء	نمبر ۳

عزیز بچو!

تم نے گلدستہ اطفال کا جوبلی نمبر نہ دیکھا ہو تو آج ہی ۴ر کے ٹکٹ لفافہ میں ڈال کر بھیجدیں تاکہ یہ نادر اور باتصویر تحفہ آپ کو بھیجدیا جائے۔ آپ اس دلچسپ اور عمدہ عمدہ کہانیوں۔ لطیفوں اور دیگر مضامین کے مجموعہ سے ضرور خوش ہونگے ٹکٹ ۱ ج پیشتر پر ارسال کریں۔

ماسٹر جگت سنگھ پروپرائٹر رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) نمبر ۵۵

دلچسپ معلومات

انسان کے جسم میں گندھک۔ انسان کے جسم میں اتنی گندھک ہوتی ہے کہ اس سے ایک ہزار دیا سلائیاں تیار ہو سکتی ہیں۔

اورنگ زیب کے زمانے کے نرخ۔ اورنگ زیب کے زمانے میں گندھک چار آنے ۹ پائی فی من اور گھی دو روپے آٹھ آنے فی من اور تیل دو روپے

گلدستہ اطفال ملنے کا پتہ۔ منیجر رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) بلڈنگ نمبر ۵۵۰

فی من کے حساب سے فروخت ہوتے تھے۔

مکڑی کے جالے کا پل۔ ایک سائنسدان کا قول ہے کہ ایک زمانہ آئیگا۔ جب ہم پلوں کی تعمیر کے لئے لوہے اور فولاد کا استعمال چھوڑ دینگے اور اس کی جگہ مکڑی کے جالے کا پل استعمال کریں گے۔

نیند آجائے گی۔ ایلاس۔ اوڈا لنگ کا قول ہے کہ منہ نیچے کی طرف کر کے پیشانی پر تکیہ رکھ کر لیٹنے سے یقیناً نیند آجاتی ہے۔

عورت بیس سال مرد بنی رہی۔ لنڈن میں حال ہی میں ایک عورت نے وفات پائی ہے۔ جو ۲۰ سال تک صرف بطور مرد ہی نہیں رہی بلکہ اس نے ایک عورت سے شادی کر رکھی تھی۔ ڈاکٹر پندرہ ماہ اس کا علاج کرتے رہے لیکن ان پر بھی راز نہ کھل سکا۔ وہ مردانہ لباس پہنتی اور سخت سے سخت محنت کر کے روٹی کماتی تھی۔

طویل ترین ریلوے۔ دنیا میں سب سے بڑی ریلوے لائن وہ ہے جو ریگا سے ولاڈیواسٹک تک جاتی ہے اور جس کا طول ۶۸۰۱ میل ہے۔

فٹ بال کلب۔ ہاٹ سپیر فٹ بال کلب ٹائنم دنیا میں سب سے بڑی دولتمند فٹ بال کلب ہے اس کے حصص کی قیمت ۹۸۰۰ پونڈ ہے۔ جنگ عظیم کے بعد سے اس کی آمد ۴۰ ہزار سے زائد ہو گئی ہے۔

صحرائی (شکاری کتے) کتوں کی دوڑ کے سلسلہ میں گرے ہاؤنڈ کو دوسرے کتوں پر فضیلت حاصل ہو گئی تھی۔ لیکن اب اس کا ایک اور حریف پیدا ہو گیا ہے۔ اب سلوکی (کتے کی ایک قسم) اس سے بھی بازی لے گیا ہے۔ سلوکی کی شکل گرے ہاؤنڈ سے کسی قدر ملتی جلتی ہے۔ اور اس کو صحرائی گرے ہاؤنڈ کا لقب دیا گیا ہے۔ دنیا بھر میں کوئی نسل انکا دوڑ میں مقابلہ نہیں کر سکتی۔

۱۰ فٹ لمبے بالوں والی لڑکی۔ ٹورنٹو کی ایک لڑکی کے سر کے بال دس فٹ لمبے ہیں۔ بالوں کا رنگ سنہری ہے اور نہایت ملائم و نفیس ہیں۔ اس خوش قسمت لڑکی کا نام سلفررڈ سیجورگرن ہے اس کا دعویٰ ہے کہ اس کے بال دنیا بھر کی میری عمر کی لڑکیوں سے بڑے ہیں۔

بلند عمارت۔ دنیا بھر میں سب سے بلند عمارت وولورتھ سکائی سکریپر ہے جو شہر نیو یارک میں واقع ہے۔ اس میں ۵۵

ماں باپ کی خدمت کی اگر کرو نیک نصیحت ۔ اسکو اگر مانیں تو انکی سعادت ہے

ماں باپ کی خدمت

ماں کی خدمت کو اک فرض اہم سمجھو　　جو صرف ہو دم اس میں خوش اپنا وہ دم سمجھو
جس گھر میں وہ ہوں اُسکو جنت سے نہ کم سمجھو　　اللہ کا اُس گھر پر تم فضل و کرم سمجھو

بیشک وہ تمہاری ہی بہبود کے خواہاں ہیں
وارفتۂ و گرویدہ ہر دم بدل و جان ہیں

بیمار ہوئے جب تُم ماں باپ ہی کام آئے　　بیکار ہوئے جب تُم ماں باپ ہی کام آئے
نادار ہوئے جب تُم ماں باپ ہی کام آئے　　لاچار ہوئے جب تم ماں باپ ہی کام آئے

دُنیا میں مصیبت جو پیش آئی کبھی تم کو
ماں باپ نے وہ سر پر لینے ہی نہ دی تم کو

طفلی سے جوانی تک بچّوں کی خبر رکھی　　ہر لحظۂ و ہر ساعت اُن پر ہی نظر رکھی
رُخ ان کا جدھر دیکھا آنکھ اپنی اُدھر رکھی　　آرام کی ہی اُن کے فکر آٹھ پہر رکھی

ماں باپ کو اے لڑکو اس کا ہی کرم سمجھو
اُس کا ہے کرم تُم پر ۔ تم اس کو نہ کم سمجھو

ماں باپ کی خدمت تو ہے باعث صد عزت　　مشہور مثل یہ ہے خدمت ہی سے ہے عظمت
دُنیا میں جو خود بیں ہیں ہوتی ہے انہیں ذلت　　جو کرتے ہیں کچھ خدمت وہ ہوتے ہیں خوش قسمت

چاہو جو خوش اقبالی تو مان لو یہ کہنا
ماں باپ کی خدمت سے غافل نہ کبھی رہنا

شاکر کا یہ کہنا ہے تم دل سے سُنو اس کو　　ماں باپ کو خوش رکھو ماں باپ کو خوش رکھو
خدمت سے اطاعت سے تم اُن کی دُعائیں لو　　پھر گلشنِ عالم میں دن رات پھلو پھولو

کام آئے تمہارے جو تم کام کرو ایسا
ہو ناموری جس سے تم نام کرو ایسا

پنڈت شیوناتھ کول
[illegible]

امان اللہ خاں کا ہیرا

(جناب مرزا عظیم بیگ صاحب چغتائی بی اے۔ ایل ایل بی (علیگ)

جب اڈیٹر کسی مضمون نگار سے متوقع ہوتا ہے کہ وہ ہتھیلی پر سرسوں جماکر تقاضا کے ساتھ ساتھ ہی مضمون فوراً بھیجدیں تو اُسکو ایسا ہی مضمون دیا جاتا ہے۔ لہٰذا بہتر ہے کہ پڑھنے سے پہلے خوب سمجھ لیجئے۔ یہ مضمون لکھا نہیں گیا ہے بلکہ زبردستی لکھوایا گیا ہے۔ عظیم بیگ

یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے جبکہ امان اللہ خاں بیچارے کو افغانستان چھوڑے زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ علیگڈھ کے تین طالب علم کوہ مری کی پُرفضا گھاٹیوں میں لُطف تفریح اُٹھا رہے تھے۔ تینوں طالب علم آپس میں گہرے دوست تھے۔ ایک طالب علم ان میں سے نہایت ہی قوی الجثہ اور صحیح القامت اور تنومند تھا جس کی صورت سے کالج کے قریب قریب تمام لڑکے ہی واقف تھے۔ کیونکہ لوہے کا گولا پھینکنے میں ہمیشہ اس کو اول انعام ملتا تھا۔ فرض کر لیجئے کہ اس کا نام رفیق تھا اور کوہ مری پر ہی یہ رہتا تھا۔ غالباً اس کے والد وہاں بہ سلسلہ ملازمت رہتے تھے۔ بقیہ دو لڑکے اس کے مہمان تھے اور چھٹیوں میں آئے ہوئے تھے۔ فرض کیجئے کہ ان میں سے ایک کا نام احمد تھا اور دوسرے کا نام محمود۔ قصہ مختصر مسٹر رفیق معہ اپنے دوستوں احمد اور محمود کے ٹہل رہے تھے۔ نشیب و فراز میں ناہموار راستہ طے کرتے ہنستے چلے جا رہے تھے کہ کچھ فاصلہ پر ناہموار زمین میں انہوں نے دیکھا کہ دھوپ کی شعاعوں میں کوئی چیز چمک رہی ہے کہ جیسے مشتعل ہو رہی ہے اور اُس کی شعاعوں سے آنکھیں خیرہ ہوئی جا رہی ہیں۔ تینوں نوجوان اس طرف متوجہ ہوئے۔ لپک کر جو پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک موزوں شکل کا نگینہ پڑا چمک رہا ہے۔ یہ چمک اور یہ تڑپ سوائے ہیرے کے اور کسی چیز میں ہونا ممکن نہیں۔ پھر ہیرا غالباً ان تینوں نے یا ان میں سے کسی نہ کسی نے ضرور دیکھا ہوگا۔ چنانچہ اس نگینہ کو انہوں نے اُٹھا لیا اور جانچ پڑتال کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ قطعی ہیرا ہے۔ یہ پتہ نہیں کہ اس کو شیشہ پر کسکر ہی دیکھا یا اور کس طرح بھی تحقیق کیا تھا مگر اتنا تحقیق معلوم ہے کہ تینوں بعد تحقیقات کُلی اُسی نتیجہ پر پہنچے تھے۔

اب اس انمول ہیرے کو پا کر تینوں نے واقعہ پر جو غور کیا تو سناٹے میں آگئے۔ کیونکہ واقعی یہ عجیب و غریب ہیرا کوہ نور ہیرے سے کچھ ہی چھوٹا تھا۔ کیا قیمت ہوگی؟ یہ ایک سوال تھا۔ تینوں سیدھے ہانپتے کانپتے گھر پہنچے ہیرے کو صندوق میں چھپا کر رکھدیا۔ بازار میں جاکر جوہریوں اور جاننے والوں کو اُنگلی سے بتا کر دریافت جو کیا کہ اتنا بڑا ہیرا کس قیمت کا ہوتا ہے تو کسی نے دس لاکھ قیمت کہی اور کسی نے پانچ لاکھ بتائی اور پھر کسی نے کہا کہ اتنا بڑا ہیرا تو ملنا ہی ممکن نہیں اور جو اگر کسی کو مل جائے تو انمول ہے۔ اب جو یہ باتیں ان تینوں دوستوں نے سُنیں اور اندازہ لگایا تو پتہ چلا کہ برابر برابر کا حصہ تقسیم کرنے کے بعد تینوں لکھ پتی ہو گئے۔ چنانچہ مارے خوشی کے تینوں رات بھر

ہیرے کو دیکھتے رہے۔ باتفاق رائے عجیب وغریب پروگرام تیار کئے گئے۔ یہ تو طے ہوگیا کہ یورپ چل کر تکمیل تعلیم ہوگی۔ پھر اسی سلسلہ میں شادی کی بھی فکر دامنگیر ہوئی۔ چنانچہ صبح اُٹھ کر دو تین جگہ شادی کے اشتہار بھی دے دئے کہ تین لکھ پتی اور رئیس لڑکوں کو شادی کی ضرورت ہے۔ ساتھ ہی آکسفورڈ اور کیمبرج کی یونیورسٹیوں کے پراسپکٹس بھی طلب کرنے کیلئے خطوط لکھدیئے گئے۔ قصہ مختصر ان تینوں کی نوجوان زندگیوں میں ایک انقلاب عظیم واقع ہُوا۔ زندگی زیادہ خوشگوار دُنیا زیادہ دلچسپ اور خوشیاں زیادہ پُرسرور معلوم ہونے لگیں۔ حتیٰ کہ دیکھنے والوں کو تعجب ہونے لگا کہ یہ معاملہ کیا ہے لیکن اس ہیرے کو تینوں نے ایک صندوق میں مقفل رکھا اور رات کو اس صندوق کو سرہانے رکھ کر اس ہیرے کی باتیں کرتے کرتے سونا اور صبح اُٹھ کر پھر خوشگوار باتیں شروع کردینا یہ ان کا معمول ہوگیا۔ قیمتی چیز ہوتی ہے تو چوری کا ڈر بھی آٹھ پہر رہتا ہے۔ لہٰذا قریب قریب دن رات کمرہ ہی میں بیٹھے گزرتی تھی۔ باتفاق رائے یہ طے ہُوا تھا کہ مری میں اس ہیرے کو باہر نہ نکالنا چاہئے بلکہ ابھی اسے پوشیدہ رکھنا چاہئے اور علیگڑھ پہنچنے پر اطمینان سے دہلی جاکر اس کی قیمت کرلینگے۔

(۲)

آخر وہ زمانہ آیا کہ کالج کھُلا۔ تینوں ساتھ آئے۔ وکٹوریہ گیٹ سے داخل ہو تو داہنی طرف جو سید محمود کورٹ کے کمروں کی قطار ہے۔ اُس میں سے ایک کمرہ ان تینوں نے لے لیا۔ اب یہاں کالج میں ان تینوں دوستوں کی زندگی کچھ عجیب وغریب سی ہوگئی۔ ذرہ غور فرمایئے کہ بسا اوقات کمرہ بند ہے یا حتی الوسع کسی ایک کے بھروسہ پر بقیہ دو ہیرے کو چھوڑ کر نہیں جارہے ہیں۔ مبادا کہ ایک اکیلا رہ جائے تو ہیرا لے کر چمپت ہو۔ پھر تینوں محض اس ہیرے کی وجہ سے حد درجہ کے فضول خرچ بھی ہوگئے تھے۔ اس اُمید پر کہ ہیرا بیچ کر لاکھوں روپیہ حاصل ہونے والا ہے۔

بالآخر ایک روز تینوں دوستوں نے طے کیا کہ شہر کے کسی جوہری کے پاس چلنا چاہئے۔ چنانچہ ایک جوہری کی دوکان پر گئے۔ بطور راز کے اُس سے کہا کہ ہم اپنا "خاندانی" ہیرا فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا دوکان کے بجائے تمہارے مکان پر انتہائی تنہائی اور رازداری میں آکر تمہیں ہیرا دکھانا چاہتے ہیں۔ جوہری نے سوچا کہ ایک سے ایک بڑے گھرانے کا طالب علم یہاں پڑھنے آتا ہے۔ کیا خبر کسی طرح گھر سے ہیرا اُڑا لائے ہوں اور اچھے داموں مل جائے چنانچہ اُس نے ایک روز خاص طور پر اس ہیرے کے دیکھنے کا اپنے گھر پر بصیغہ انتہائی رازداری انتظام کیا۔ تینوں حضرات ہیرے کو ایک عمدہ سی ڈبیا میں روئی میں لپیٹا ہُوا لے کر پہنچے۔ کمرہ بند کیا گیا۔ اور اُس میں ہیرا کھول کر جوہری کو دکھایا گیا۔

جوہری نے اس عجیب وغریب ہیرے کو غور سے دیکھا۔ پھر اس کے بعد تینوں حضرات کو غور سے دیکھا۔ اب بیچارے کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہے اور کیا نہ کہے۔ یکہ والے سے لے کر جوہری تک علیگڑھ میں سب جانتے ہیں کہ ادھر اُٹھے سیدھے

بات زبان سے نکالی نہیں کہ دیا لڑکوں نے چانٹا۔ پھر تینوں حضرات کی ظاہری شان بان اور امارت اور سنجیدہ روی اور معاملہ فہمی۔ ان تمام امور کی طرف جو اُس نے غور کیا تو بیچارے کو سوائے اس کے کچھ اور کہتے ہی بن نہ پڑی کہ "حضور میں چھوٹا موٹا جوہری ہوں۔ بھلا اتنے بڑے ہیرے کی مجھے کیا پرکھ۔ زبان نہیں کھل سکتا۔ اس کا مول تول تو دلی ہی میں ممکن ہے"۔ بہتیرا ان تینوں حضرات نے چاہا کہ جوہری کی رائے معلوم کریں اور قیمت کا اندازہ لگائیں لیکن وہ چونکہ اپنی شامت نہیں بلوانا چاہتا تھا۔ لہذا اُس نے اور کوئی جواب ہی نہ دیا۔ لہذا اب یہ تینوں حضرات اس انمول ہیرے کو لے کر کمرہ پر واپس آئے اور سوچے کہ جلد سے جلد دلی پہنچنا چاہئے۔

(۳)

تینوں حضرات نے دو تین روز کی خاص طور پر رخصت لی اور ریل کر چلے دلی۔ وہاں جامع مسجد کے پاس ایک معمولی ہوٹل میں محض "مصلحتاً" قیام کیا اور صبح عمدہ عمدہ سوٹ پہن کر تینوں کے تینوں حضرات جوہری بازار کی طرف چلے۔ وہاں ایک بڑے جوہری کو اپنے راز سربستہ سے آگاہ کیا اور اُس سے گھر چلنے کو کہا۔ اُس نے کہا کہ "حضرت یہاں لاکھوں کے کاروبار ہوتے ہیں۔ اگر آپکو کوئی معاملہ کرنا ہے تو یہیں کیجئے۔ زیادہ سے زیادہ میں یہ کر سکتا ہوں کہ دوکان کے اوپر والے حصہ پر چلا چلوں"۔

چنانچہ اوپر والے حصہ میں یہ تینوں حضرات پہنچے۔ ایک تو جوہری تھا اور دوسرا اُس کا بھائی تھا چھوٹا۔ بڑے انتظام سے ہیرا نکالا گیا۔ جوہری نے ہیرے کو دیکھا اور پھر علیگڈھ کے جوہری کی طرح ان تینوں حضرات کے حلیہ کو دیکھا۔ چونکہ علیگڈھ کا جوہری تو تھا نہیں جو دب جاتا۔ لہذا کچھ غصہ سے اُس نے کہا "کیوں حضرت۔ اس ہیرے کے بیچنے پر آپکو تماشا نہ دکھاؤں" اتنا سُنکر ہی تینوں کو سخت غصہ آیا۔ مگر چیں بر جبیں چونکہ بُری ملی تھی لہذا زیادہ نہ اینٹھے۔ ذرہ بات اور جو بڑھی تو جوہری کے مُنہ سے نکل گیا کہ "پھر بلاؤں پولیس کو"۔ اتنا سُننا تھا کہ تینوں حضرات ڈرے بھی مگر بگڑ بھی کھڑے ہوئے۔ جوہری کا پولیس بلانے سے کچھ اور مطلب تھا اور یہ حضرات بدقسمتی سے یہ سمجھے کہ اس لئے پولیس بُلاتا ہے کہ یہ ہیرا چوری کا ہے۔ مگر جھائیں جھائیں کے دوران میں ان تینوں نے جو پولیس بلانے کی وجہ معلوم کرنا چاہی تو جوہری کا چھوٹا بھائی ایک مسخرہ تھا۔ اُس نے بڑی نرمی سے کہدیا کہ "حضرت یہ ہیرا امان اللہ خاں کا ہے اور بہتر ہے کہ آپ لوگ بھاگیں یہاں سے"۔

غالباً مری کے نواح میں سے امان اللہ خاں بھی آئے تھے۔ لہذا یہ تینوں حضرات یہ سوچ کر کہ ہیرا دراصل امان اللہ خاں کا ہے اور اس جوہری نے کہیں ضرور دیکھا ہے۔ وہاں سے بھاگے سر پر پیر دھر کے۔ حواس باختہ ہوٹل میں آئے اور وہاں سے تینوں حضرات نے اپنا حلیہ بدلا۔ ایک صاحب نے تو بدحواسی میں اپنی مونچھیں ختم کر دیں اور بجائے سوٹ وغیرہ کے شلواریں پہن کر ہوٹل سے نکل بھاگے اور کسی جگہ اسباب بیچ کر اپنا مُنہ کسی غیر معروف جگہ چھپائے رہے۔ رات کو احتیاطاً تھرڈ کلاس میں بیٹھے اور مُنہ لپیٹے پڑے رہے۔ خدا خدا کر کے علیگڈھ پہنچے۔ جب جان میں جان آئی۔

(۴)

اب علیگڈھ جو پہنچے تو ایک اور معاملہ درپیش تھا۔ یہ تو تحقیق ہو چکا کہ ہیرا بڑا قیمتی ہے اور یہ بھی شبہ ہو گیا کہ

امان اللہ خاں کا ہیرا ہے۔ پڑا ہوا تو ملا ہی تھا ویسے بھی جانتے تھے کہ کسی کا گر گیا ہوگا اور اب تو تحقیق ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں کم از کم فی الحال تو اسکا فروخت کرنا مناسب نہیں تھا۔ لہٰذا یہ طے ہوا کہ اسکو ولایت جاکر بیچا جاسکیگا ورنہ ہندوستان میں اسکا فروخت کرنا ایک مصیبت مول لینا ہے۔

یہ سب باتیں تو طے ہو گئیں لیکن اب ایک اور دقت سے سامنا کرنا پڑا۔ دُنیا پھر دُنیا ہے اور دوستی کوئی گارنٹی نہیں۔ ایک بے اعتباری کا احساس تینوں حضرات کو ستانے لگا۔ ہر ایک کو یہی شُبہ تھا کہ موقعہ پاکر کہیں ساتھی ہیرے کو غائب نہ کردے۔ نتیجہ اسکا یہ کہ اُٹھنا بیٹھنا اور کمرہ سے نکلنا دوبھر ہو گیا۔ ہر دم ہی کھٹکا لگا ہے کہ ادھر گئے ہم کمرہ سے اور دوسرے والے نے ہیرا غائب کیا۔ اگر کوئی باہر جانے سے عذر کرکے کمرہ پر رہ جانا چاہے تو معاً دوسرے ساتھی ہی کہتے کہ اسکی ہیرا پر آئی کی نیت ہے اور وہ بھی نہ جاتے۔ نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ آپس میں تلخیاں پیدا ہو گئیں اور آخرش تینوں کو اقبال کرنا پڑا کہ کسی کو ایک دوسرے پر قطعی بھروسہ نہیں۔

علیگڑھ میں تالے بہت عمدہ بنتے ہیں۔ ایک ایسا تالا لایا گیا جسکی تین کُنجیاں تھیں۔ تاوقتیکہ تینوں جمع نہوں تو تالہ کھُل ہی نہ سکے۔ چنانچہ اُس صندوق میں جس میں ہیرا بند تھا یہ تالا ڈالا گیا۔ مگر لطف ملاحظہ ہو کہ اب یہ شُبہ ہوا کہ کہیں دوسرا تالے والے سے جاکر بقیہ کُنجیاں نہ بنوالائے اور ایک روز اکیلے ہی تالا کھول کر ہیرا غائب کردے۔ اسکی تصدیق کرنے ایک صاحب چھُپکے سے تالے والے کے یہاں گئے۔ وہاں جاکر معلوم ہوا کہ دوسرے ساتھی صاحب ایک روز پیشتر آئے تھے۔ یہ پوچھ کر چلے گئے کہ کہیں یہ تو ممکن نہیں ہے کہ جو تالا خریدا گیا ہے اُسکی بقیہ دوسری کُنجیاں بن سکیں جس کا جواب تالے والے نے یہ دیا تھا کہ یہ بات قطعی ناممکن ہے۔ اب ان حضرات کے کان کھڑے ہوئے۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہ تھا کہ دوسرے حضرت کُنجیاں بنوانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ چنانچہ لرزاں و ترساں یہ کمرہ پر واپس آئے اور دوسرے ساتھی سے حال کہہ سُنایا کہ تیسرے حضرت تالے والے کے پاس یہ پوچھنے گئے تھے۔ تیسرے نے دیکھا کہ یہ دونو مجھ سے زیادہ چالاک ہیں۔ غضب ہی ہو گیا تھا کہ دونو تالے والے کے پاس ہو آئے۔ لہٰذا رات کو کمیٹی ہوئی۔ جو حضرت پہلے گئے تھے ان پر الزام دیا گیا کہ تم اس لئے گئے تھے کہ دوسری کُنجیاں بنوا کر ہیرا غائب کردو۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ بھائی میں خود تمہاری طرف سے مشکوک تھا کہ تم کُنجیاں بنوالوگے۔ لہٰذا میں تو تحقیق کرنے گیا تھا۔ کُنجیاں بنوانے نہیں گیا تھا۔ وہ حضرت جو بالکل آئے گئے نہیں تھے اُنہوں نے گھبرا کر سوچا کہ اب ہیرا محفوظ نہیں اور اپنا شُبہ ظاہر کردیا۔ چونکہ راز افشا کرنا مقصود نہ تھا۔ لہٰذا اب سوال تھا کہ کیا تدبیر کرنا چاہیئے۔ فی الحال تو ہر ساتھی نے تالہ پر اپنی اپنی مہر لگادی اور آئندہ کے لئے یہ تجویز سوچی کہ کالج سے کچھ فاصلہ پر جو سیندھیا کا پُرانا قلعہ ہے اُس میں کسی مقام پر اسکو دفن کردیا جائے۔ چنانچہ یہ تجویز منظور ہو گئی تو ایک روز تینوں ساتھی پہنچے اور وہاں ایک پوشیدہ مقام پر گڑھا کھود کر اس انمول ہیرے کو دفن کردیا اور اطمینان سے کمرہ پر پہنچے۔ طے یہ ہوا تھا کہ تینوں بحتی الامکان

ایک ہی ساتھ گھوما پھرا بھی کریں گے۔

(۵)

ہیرا کچھ عرصہ تک دفن رہا۔ تینوں دوست شام کو تفریح کے لئے اب ہیرے کے مرقد ہی پر جایا کرتے تھے۔ ساتھ ہی ایک دوسرے کی نگرانی بھی رکھتے تھے۔ اب خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ مسٹر رفیق کے دل میں بے ایمانی آئی۔ احمد اور محمود سے یہ زیادہ طاقتور اور زیادہ چالاک تھے۔ حتیٰ کہ احمد اور محمود دونوں کے دونوں رفیق سے بیحد خائف رہتے تھے۔ ادھر رفیق نے ہیرے کو چپکے اُڑا دینے کا پروگرام تیار کیا۔ پروگرام در اصل بہترین تھا۔ ایک موٹر والے سے رفیق نے طے کیا کہ فلاں دن شہر میں فلاں گلی پر تم مجھے موٹر کے ملنا۔ کرایہ معقول طے کیا۔ تینوں ساتھی بازار گئے۔ رفیق نظر بچا کر ایک دوکان پر کچھ چیزیں دیکھتے رہ گئے اور چپکے سے گلی میں نکل گیا وہاں موٹر تیار تھی۔ اُس پر بیٹھ کر قلعہ کی طرف ہوا ہو گئے موٹر والے کو باہر چھوڑا۔ کھودنے کے اوزار غالباً ساتھ تھے۔ قصہ مختصر ہیرے کو کھود کر نکال لیا اور دوسری جگہ دفن کرکے جھٹ سے موٹر پر بیٹھ کر پھر واپس بازار میں آگئے اور تھوڑی دیر میں اپنے ساتھیوں سے مل گئے۔ کسی کو شبہ تک نہ گذرا۔ مگر اس کے تیسرے ہی دن جب تینوں حضرات شام کو ٹہلتے پہنچے تو پیروں تلے سے زمین نکل گئی یعنی کہ زمین کھدی پڑی تھی اور ہیرا غائب۔ حالانکہ کوئی ثبوت موجود نہ تھا مگر احمد اور محمود کو یقین ہو گیا کہ ہو نہ ہو ہیرا کسی اُستادی سے رفیق نے غائب کیا ہے۔ حرکات و سکنات اور بشرے سے اس امر کی اور بھی تصدیق ہوئی۔ نتیجہ یہ کہ رات کو کمرہ میں ایک طوفان خیز اور معرکہ کی جنگ ہوئی۔ احمد اور محمود نے رفیق کو چور گردانا اور کہدیا کہ ہیرا تم کو دینا پڑیگا۔ رفیق نے معصومیت کا اظہار کرتے ہوئے ہیرے کی چوری سے انکار کیا۔ نتیجہ اس بحث کا یہ نکلا کہ احمد اور محمود ایک طرف اور مسٹر رفیق ایک طرف اور کھنچ گئی دوستوں میں۔

در اصل احمد اور محمود کو ظاہری اس چوری کا کتنا صدمہ ہوگا۔ بار بار ارادہ کرتے کہ راز افشا کردیں۔ رفیق کو دھمکیاں دیتے مگر پھر رُک جاتے۔ یہ سوچ کر کہ آخر یہ ہیرا لے کر جائیں گے کہاں۔ اب سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ روزانہ تینوں حضرات رات کو کمرہ بند کر کے خوب خوب لڑیں اور کسی نتیجہ پر نہ پہنچیں۔ کچھ عرصہ انہی تلخیوں میں گذرا اور اس دوران میں احمد اور محمود کو اور بھی رفیق کی دغا بازی کا یقین ہو گیا۔ آپس کی دن رات کی جھائیں جھائیں اور چپقلش سے زندگیاں تلخ ہو گئیں۔ بالآخر احمد اور محمود نے اب ایک دوسری تدبیر سوچی۔

(۶)

خاص لاہور یا پنجاب کے کسی ضلع کا کوئی بڑا ایکٹا ڈاکو یا بدمعاش تھا جو نوٹس دیکر اور لوگوں کو ڈرا دھمکا کر اُن سے روپیہ وصول کر لیتا تھا ورنہ کسی طرح خفیہ طور پر انکو قتل کر دیتا تھا۔ اس کے نام اور کام سے مسٹر رفیق بڑی پوری واقفیت رکھتے تھے۔ یعنی وہ خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ سخت بدمعاش اور خونی آدمی ہے اور لوگوں کو ایسے چپکے سے ختم کر دیتا ہے

کہ پتہ ہی نہیں چلتا۔ چنانچہ احمد اور محمود نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ لاہور سے رفیق کے نام اس بدمعاش کی طرف سے ایک جھوٹا خط لکھوائیں کہ اگر فلاں دن شاہ امان اللہ خاں کا ہیرا فلاں مقام پر مجھے رکھا ہوا نہ ملیگا تو بس سمجھ لو تمہارا خاتمہ ہے۔ ان دونو نے یہ سوچا کہ رفیق کم از کم تحقیقات کرنے اُس مقام پر ضرور جائیگا جہاں ہیرا رکھنے کو لکھا ہے۔ یا اور کوئی فعل ان سے ایسا سرزد ہوگا کہ جس سے پتہ چل جائے کہ ہیرا انہوں نے چرایا ہے اور وہ قائل ہو جائیگا۔ چنانچہ یہ خط انتظام کر کے مسٹر رفیق کے نام لاہور سے ڈلوا دیا گیا۔

عرض ہے کہ اب معاملہ اس نوبت پر پہنچ چکا تھا کہ ہر سہ حضرات عقل بالکل کھو چکے تھے اور اپنے قول و فعل کے کسی طرح ذمہ وار نہ تھے۔ وہ کام جو ایک معمولی عقل کا انسان کبھی نہ کرے۔ ان لوگوں سے بالکل بعید نہ تھے اور عقل و حواس بالکل کھو چکے تھے۔

اب خط جو مسٹر رفیق کو ملا تو ظاہر ہے کہ اُنکا کیا حال ہُوا ہوگا۔ ہم اس موقعہ پر کیا کرتے اور آپ کیا کرتے یہاں اس سے بحث ہی نہیں اور نہ یہ سوال پیش ہو سکتا ہے کہ اُنہیں کیا کرنا چاہئے تھا۔ ایسے موقعہ پر یہاں ہمیں تو صرف اسی سے بحث ہے کہ انہوں نے کیا کیا۔ اُنہوں نے یہ کیا کہ اوّل تو ہراساں رہنے لگے۔ اپنے دونو دوستوں سے ویسے ہی علیحدگی رکھتے تھے اور اب تو اور بھی علیحدہ رہنے لگے۔ گھنٹوں کمرہ بند کر کے سوچتے تھے۔ تاریخ مقررہ جب قریب آنے کو ہوئی تو وہ اور بھی پریشان خاطر رہنے لگے اور اس دوران میں انکے دونو دوست نہایت ہی غور سے انکی حالت کا مطالعہ کر رہے تھے۔

آخرش وہ دن بھی آیا جب اُنکو ہیرا جگہ پر پہنچا دینا چاہئے تھا جیسی کہ انکے دوستوں کو اُمید تھی وہ اُس مقام کے پاس سے ہوکر نہ نکلے جہاں ہیرا رکھنے کا حکم ملا تھا۔ جب خاص دن آیا تو اُس روز اُنہوں نے اپنے ایک دوست کی بندوق شکار کے بہانہ سے عاریتہً مانگ لی۔ یہ کہکر کہ میں کل شکار کو جاؤنگا۔ بندوق کو لاکر کمرہ میں رکھا اور باوجود گرمی کے اس خونی رات کو اپنے تئیں کمرہ میں بند کر لیا اور پھر کر بندوق کمرہ میں ٹہلنا شروع کیا۔ کیونکہ اُس نالائق ڈاکو نے لکھا تھا کہ میں اُس رات کو تمہیں ختم کر دونگا۔ انہیں سولہ آنہ یقین تھا کہ وہ ڈاکو یہاں پہنچ چکا ہے اور آج رات ہی مجھ پر حملہ کریگا۔

تھوڑی ہی دیر بعد انتشاری کیفیت اتنی بڑھ گئی کہ کمرہ کے روشندانوں سے انکو ڈر لگا کبھی یہ خیال ہوتا کہ اس میں سے گولی آئیگی اور کبھی یہ خیال ہوتا کہ دوسرے میں سے گولی آئیگی۔ کبھی یہ خیال ہوتا کہ کمرہ کے دروازہ کا شیشہ توڑ کر گولی آئیگی نتیجہ یہ کہ ایک ایسے موقعہ پر اپنی نشست قرار دی کہ خطرہ کے مواقع زیر نظر رہیں۔ مگر اطمینان اس صورت میں بھی حاصل نہ ہُوا جوں جوں رات بڑھتی گئی طبیعت کا خلجان بڑھتا گیا۔ انکے دونو ساتھیوں نے انکی مخدوش حالت دیکھی تو بجائے ہمدردی کرنیکے ڈر گئے۔ یہ سوچ کہ اب تحقیق تو ہی چکا صبح ان سے کہیں گے کہ اب ہیرا قبول دو اور خط ہم نے لکھا تھا۔

مگر اس دوران میں رفیق گھبرا کر کمرہ سے نکل آیا اور کمرہ کی چھت پر چپکے سے چڑھ گیا۔ دونو دوستوں نے دیکھا مگر کچھ نہ بولے اور کسی سے نہ کہا۔ چھت پر مسٹر رفیق نے بندوق لے کر باضابطہ ٹہلنا شروع کیا۔ وہ بالکل تیار تھا کہ

اوپر ڈاکو آئے اور میں اُسے مار دوں۔ اب اس موقعہ پر انکے دوستوں نے جاکر اس معاملہ سے بورڈنگ کے سپرنٹنڈنٹ کو آگاہ کیا۔ انہوں نے جو اس غیر معمولی واقعہ کے بارہ میں کُرید کی تو ان دونو حضرات نے راز کھول کر رکھدیا کہ اصل معاملہ کیا ہے اور کہا کہ ہمارا ہیرا ان سے دلایا جائے۔

بورڈنگ سپرنٹنڈنٹ صاحب موقعہ پر پہنچے۔ رفیق صاحب کو پکارا اور بلانا چاہا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں مجبور ہوں اور نہیں آسکتا آپ خود آجائیے اوپر مگر براہ کرم تنہا آیئے گا۔ بورڈنگ سپرنٹنڈنٹ ڈرتے ڈرتے اوپر گئے اور رفیق کو سمجھایا بجھایا شرم دلائی کہ تم نے دوستوں کو دھوکا دیا۔ ہیرا اگر ملا ہے تو تینوں کا ہے اور بہتر ہے کہ تم اُسکو ابھی داخل کردو ورنہ پھر معاملہ پولیس میں دیدیا جائیگا۔ اب معاملہ دراصل یہ تھا کہ یہ حضرت ہیرے کو پہلے تو دوسری جگہ دفن کر آئے تھے پھر اُس کے بعد اُسکو چُپکے سے لے آئے تھے۔ اور وہ انکے قبضہ میں ہر دم کمربند کی گانٹھ میں پوشیدہ رکھتا تھا۔ چنانچہ جب انکو سمجھایا بجھایا گیا تو یہ راضی ہوگئے بشرطیکہ اس کو راز ہی کر لیا جائے چنانچہ یہ راز ہی رہا۔ ہیرا دونو دوستوں کو دکھایا گیا۔ بورڈنگ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے بھی ہیرے کو غور سے دیکھا ہیرا خاصا اچھا بڑے سائز کا تھا۔ بورڈنگ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے ہیرے کی اصلیت پر جب بحث کی تو معلوم ہوا کہ بالکل اصل ہے۔ مگر انہوں نے کیمسٹری کے پروفیسر صاحب کو دکھانا ضروری سمجھا کہ دیکھیں وہ کیا کہتے ہیں۔ رات کو وہ ہیرا کس کے پاس رہا اور کیا ہوتا رہا۔ اس کی بابت مجھے علم نہیں ہے۔ وہ کہیں بھی رہا مگر صبح سائنس کے معمل میں پروفیسر صاحب کے سامنے پیش ہوا۔ انہوں نے اُس کو بغور دیکھا۔ اور پھر "ہُوں" کہکر جو زمین پر اسکو زور سے مارا تو آپ یقین مانیں کہ وہ کھیل کھیل ہوگیا! ریزہ ریزہ ہوگیا! ہنستے ہوئے اُٹھ کر انہوں نے اپنی الماری سے اسی قسم کے اور کئی ہیرے نکال کر دکھائے اور پھر تفصیل کے ساتھ بتایا کہ کس طرح بعض پہاڑی علاقوں میں مصفا شیشہ کے موزوں شکل اور سائز کے تراشے ہوئے چمکدار اور خوبصورت نگینے ملتے ہیں۔ برسوں زمین کی اندرونی حدت سے متشکل ہو جاتے ہیں اور سختی بھی ان میں آجاتی ہے اور پھر بارش کے پانی سے زمین دہل کر اور کٹ کر انکو سطح پر لے آتی ہے۔ یہ سب کچھ ہوتا ہے مگر اس قسم کے نگینے یہ ستم البتہ نہیں کرتے جو یہاں ہوا۔

مسٹر رفیق جیسا کہ عرض کر چکا ہوں بڑے منہ زور اور طاقتور جوان تھے۔ یاروں نے چاہا کہ انکو اس حماقت پر تختہ مشق بنائیں تو اس سلسلہ میں انہوں نے سچ مچ ایک لڑکے کو اتنا مارا کہ اُس کا مُنہ توڑ دیا۔ پھر کسی کی ہمت نہ پڑی جو انکو چھیڑتا یا تنگ کرتا۔

جس زمانہ کا یہ ذکر ہے میں ایل ایل بی میں پڑھتا تھا اور بورڈر بھی نہ تھا۔ لہذا ممکن ہے کہ مندرجہ بالا کہانی میں کوئی بات غلط ہو اور کچھ سے کچھ ہوکر مجھ تک پہنچی ہو۔ لہذا اس کا میں ذمہ دار نہیں۔ اس قصہ میں صرف ایک نکتہ ہے وہ یہ کہ بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں جن میں پڑھے لکھے لوگ اور نئی روشنی کے دلدادہ اور تعلیم یافتہ بھی جو بزعم خود بیحد عقلمند ہوتے ہیں۔ ان معاملات میں پڑکر بالکل ہی عقل کھو بیٹھتے ہیں۔ فقط

فرماں بردار لڑکا

نپولین بوناپارٹ کا نام کس نے نہ سُنا ہو گا۔ اہل فرانس کو اس کی بہادری پر ناز ہے جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ اس وقت نپولین میسور کے نواب ٹیپو سلطان سے سازباز کر رہا تھا۔ دونو بہادر تھے دونو نے قسم کھائی تھی۔ کہ انگریزوں کا نام صفحہ ہستی سے مٹا دینگے۔ نپولین نے جنگی جہازوں کا بیڑا تیار کیا اور ہندوستان آنے کا ارادہ کیا۔ جونہی نپولین کے جہاز بندرگاہ سے نکلے۔ انگریز امیر البحر "نیلسن" نے انکا شکاری کُتے کی طرح تعاقب کیا۔ اور "خلیج ابوکر" میں ان کو جالیا۔ نپولین نے چاہا کہ اپنی فوج کو مصر میں اُتار دے۔ لیکن نیلسن کوئی دُودھ پیتا بچّہ نہ تھا۔ اس نے اپنے بیڑے کو خشکی اور نپولین کے بیڑے کے درمیان کر لیا۔ اور لڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ مجبوراً نپولین کو بھی لڑنا پڑا۔ اس نے گولہ باری کا حکم دیدیا۔ ادھر نیلسن بھی بیخبر نہ تھا۔ اس نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ اب دونو طرف سے گولہ باری ہو رہی تھی۔ چیخ پکار سے کان پڑی آواز سُنائی نہیں دیتی تھی۔ دھواں اتنا اُٹھ رہا تھا۔ کہ ایک آٹھواں آسمان قائم ہو گیا تھا۔ دونو طرف کے بہادر اپنی جانیں شمع وطن پر قربان کر رہے تھے۔ انسانی خون سے سمندر کا پانی سُرخ ہو رہا تھا۔ ایک فرانسیسی جہاز کا کپتان اپنے بیٹے "کیسے بیانکا" کو کچھ سمجھا رہا تھا۔ کہ کسی نے آکر اطلاع دی کہ جہاز کو آگ لگ گئی اور پانی تیزی سے داخل ہو رہا ہے۔ کپتان اپنے بیٹے سے یہ کہہ کر کہ "جب تک میں نہ کہوں یہاں سے ہرگز نہ ہٹنا" چلا گیا۔ اور جہاز کی مرمت میں مصروف ہو گیا۔ یکایک ایک گولا اور آکر پھٹا اور کپتان فوراً جان بحق ہو گیا۔ اب آگ اپنا اثر تیزی سے دکھا رہی تھی اور جہاز دھڑا کے سے جلنے لگا۔ ادھر "کیسے بیانکا" اپنے باپ کو آوازیں دے رہا تھا "اباجان کیا میں اب بھی کھڑا رہوں؟" اس غریب کو کیا خبر کہ اسکا باپ مرچکا ہے۔ جہاز سے کشتیاں اُتاری گئیں۔ لوگوں نے اس سے آنے کو کہا۔ لیکن وہ بہادر وہیں پڑا رہا یہاں تک کہ آگ کے شعلے اسکو جلانے لگے۔ آخری الفاظ جو اس کے مُنہ سے نکلے یہ تھے "پیارے اباجان کیا اب بھی یہاں کھڑا رہوں؟" یکایک ایک دھماکا ہوا اور جہاز الٹ کر سمندر کی آغوش میں غائب ہو گیا۔ کیسے بیانکا مرگیا مگر اپنا نام صفحہ ہستی پر ہمیشہ کے لئے یادگار چھوڑ گیا۔ طاہر غلام ضامن (خانسامانیہ)

بنکوں میں روپیہ جمع کرنیکے مشتاق

ہندوستان میں عام طور پر جو لوگ بہت زیادہ امیر ہیں۔ روپیہ جمع کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ بہت اچھا ہے کہ روپیہ جمع کیا جائے لیکن بعض تو باوجود روپیہ ہونے کے وہ غریبوں ایسی زندگی بسر کرتے ہیں۔ جب انکے حساب دیکھو تو بنکوں میں ان کے نام کے آگے کروڑوں کی تعداد میں روپیہ لکھا ہوتا ہے۔ مگر جب ان کو خود دیکھو تو ایک کھدر کی قمیص جس میں بہت سے روشندان ہیں۔ کہیں کندھا پھٹا ہوا ہے کہیں کہنی پھٹی ہوئی۔ اور طرّہ یہ کہ اس کو تب تک نہیں چھوڑتے جب تک وہ خود ہی ان سے جدا نہ ہو جائے یعنی پہننے کے بالکل لائق نہ رہے۔ کیوں نہ ہو پیار ہو تو ایسا ہی ہو۔ غرض ان کی بہت بُری حالت ہے۔ دن کو تمام دن لین دین کا کام کیا۔ بعض دفتر گئے۔ کہیں انکے نام کے آگے دو دو فٹ لمبی ڈگریاں لکھی ہوئی ہیں۔ کہیں تمام دفتر کے لوگ جو انکے ماتحت ہیں۔ "جی حضور جی حضور" کرتے ہیں۔ کہیں لوگ آتے ہیں اور ایسے لوگوں سے کہتے ہیں کہ صاحب فلاں کام ہے۔ فلانے کو نوکر کرا دیں مہربانی ہوگی۔ دن کو یہ ہوتا رہا رات کو آنجناب کو دیکھو تو دال روٹی سے رغبت فرما رہے ہیں۔ گھر میں بیوی صاحبہ کو دیکھو۔ اگر کسی موجودہ طرز پسند عورت کو انکی بیوی صاحبہ دکھا دی جائے تو وہ اس کو نوکرانی سمجھ کر پوچھے گی کہ بیوی جی کہاں ہیں"۔

خدا روپیہ اس لئے نہیں دیتا کہ جمع رکھیں نہ کسی غریب کو دیں اور نہ اپنے استعمال میں لائیں۔ کیونکہ برائے نہادن چہ سنگ وچہ زر نہایت قابل قدر فرمان ہے۔ خدا نے ایسے آدمیوں کو روپیہ اس لئے دیا ہے کہ وہ اس کو خود استعمال کریں۔ اس کی عبادت کریں۔ زکوٰۃ دیں۔ غریبوں کو دیں نہ یہ کہ صرف بنکوں اور گھر میں رکھ چھوڑیں۔ اگر خدا کو یہ منظور ہوتا تو کیا اس کے اپنے پاس رکھنے کے لئے کوئی جگہ نہ تھی؟

بعض کہتے ہیں ہم اولاد کے لئے جمع کرتے ہیں۔ ایسے لوگ یہ نہیں سوچتے کہ جس طرح خدا نے ان کو دولت دی ہے اسی طرح ان کی اولاد کو بھی رزق پہنچائیگا۔ کیا وہ خدا سے بڑھ کر بندہ پرور ہوسکتے ہیں؟ ۵

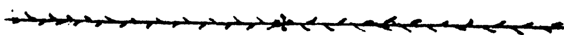
فرزند بندہ ایست خدا راغمش مخور تو کیستی کہ بہ ز خدا بندہ پروری؟
گر مقبل است خاتم دولت بنام او در مدبر است رنج زیادت چہ مے بری؟

میں نے بہت سے واقعات پڑھے ہیں اور انگریزی ڈراموں میں بھی دیکھے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ روپیہ چھوڑ جانا اولاد کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے۔ ہمارے پڑوس کا واقعہ ہے کہ لڑکوں کا باپ بہت امیر تھا۔ کنجوس بھی تھا۔ روپیہ بہت تھا۔ لڑکے پڑھتے نہ تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ باپ بہت روپیہ چھوڑ مرے گا۔ اس کی وفات کے بعد بھائیوں میں روپیہ کے متعلق جھگڑا ہؤا۔ مقدمہ بازی پر بہت خرچ ہؤا۔ جب یہ بلا ٹلی تو سب نے عیش و عشرت شروع کر دی کیونکہ وہ باپ کے زمانے میں عیش نہ کر سکتے تھے۔ جب نقد روپیہ ختم ہؤا۔ تو جائداد بیچ ڈالی اور کورے کے کورے رہ گئے۔ کام کرنا سیکھا نہ تھا۔ پڑھا لکھا بھی نہ تھا۔ کنگال ہو گئے اور پان فروشی اختیار کرنا پڑی۔

اگر انکو اپنے ہاتھوں سے کمانا پڑتا تو پان فروشی سے بھی بُری حالت ہو جاتی اور محسوس نہ کرتے۔

پیارے بھائیو! عبرت حاصل کرو اور والدین کے روپیہ پیسہ کی طمع پر اپنا وقت عزیز کھیل کود میں نہ گنواؤ بلکہ اس قابل بنو کہ اپنی ضرورت کے خود متحمل ہو سکو اور دوسرے کے آسرے پر رہکر دین و دنیا دونو سے محروم رہو۔

عزیز الحق فرزند قاضی فضل حق صاحب



گلزار ظرافت یا غم غلط

(۱) ایڈیشنل جج کے حضور میں ایک اپیل دائر ہے۔
ایڈیشنل جج (مدعی سے) تم نے تین بیل کیوں رکھے ہیں۔ **مدعی**۔ حضور دو بیل ہل چلانے کے لئے۔
ایڈیشنل جج (بات کاٹ کر) اور تیسرا بیل کس لئے؟ **مدعی**۔ صاحب وہ ایڈیشنل بیل ہے۔
راوی۔ ایڈیشنل کی خوب کہی۔ جج صاحب بھی تو ایڈیشنل ہی ہیں۔
(۲) **آقا**۔ سامنے کے ہوٹل سے چائے لاؤ۔ **نوکر**۔ حضور پیسے دیجئے۔
آقا۔ پیسے دیکر تو کوئی بھی لا سکتا ہے۔ مگر بغیر پیسوں کے لانا کمال ہے۔
نوکر نے کچھ دیر کے بعد اپنے آقا کی میز پر چائے دانی اور پرچ پیالی لاکر رکھدی۔
آقا۔ (دیکھ کر) اس میں چائے نہیں خالی ہے؟ **نوکر**۔ چائے تو ہر شخص پی سکتا ہے بغیر چائے کے پینا کمال ہے
(۳) **فوجدار** (سپاہی سے) تم نے چور کو کیوں نہ پکڑا؟
سپاہی۔ جناب میں اُس کے پیچھے بہت دُور تک دوڑتا گیا۔ مگر وہ ایسے گھر میں چلا گیا جس کے در پر لکھا ہُوا تھا کہ:۔ بغیر اجازت کے اندر مت آؤ۔ **قاضی چاہت علی میر منظور علی**

انمول موتی

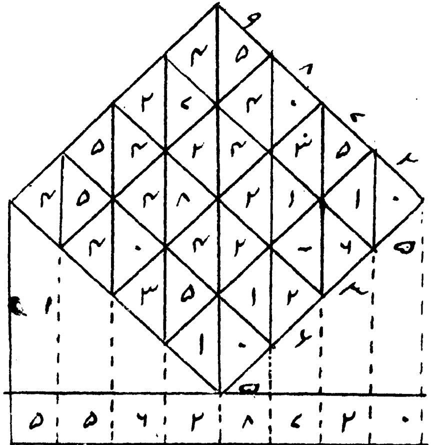
(۱) اصیل وہی ہے جو اپنی حالت کو کبھی نہ بھولے۔
(۲) خوشی کی حالت میں تنگی کو ضرور یاد رکھو۔
(۳) غیبت سے بڑھکر اور کوئی گناہ نہیں ہے۔
(۴) مبارک ہیں وہ لڑکے جو والدین اور اپنے اُستادوں کی خدمت کرتے اور اُنکو خوش رکھتے ہیں۔
(۵) بڑوں کی عزت کرو۔ اور چھوٹوں سے پیار و محبت
(۶) آج کا کام کل پر نہ رکھو۔
(۷) نیک کام کرو۔ بدی سے ڈرو۔
(۸) بھلے آدمی وہی ہوتے ہیں جو اوروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔
(۹) جو شخص تمہاری عزت کرے تو تم بھی اُس کی عزت ضرور کرو۔
(۱۰) امانت میں خیانت کرنا گناہ کبیرہ ہے۔
(۱۱) صبر کا نتیجہ ہمیشہ بہتر ہوتا ہے۔
(۱۲) جو شخص ایک دوسرے پر رحم نہیں کرتا خدا بھی اُس پر رحم نہیں کرتا

(از ایچ۔ اے۔ مومن۔ ٹیچر شہر ہُبلی)

رہنمائے ریاضی

ضرب کا ایک دلچسپ طریقہ

(۱) ۹۸۷۲ کو ۵۶۳۵ میں ضرب دو۔



راقم رادھا کشن ٹیچر ہاتی شاہ سکول سوپور

دلچسپ سوال معہ حل

ایک پانی سے بھری ہوئی ٹنکی کے پیندے میں سوراخ ہو گیا۔ اس میں سے ۸ بالٹی پانی ہر روز نکل جاتا ہے۔ اس صورت میں ٹنکی کا پانی ۱۲۰ روز تک استعمال ہوا۔ جب دوسری دفعہ بھری گئی تو سوراخ بڑا ہو گیا اور ۱۶ بالٹی پانی ہر روز نکلنے لگا۔ اس دفعہ ٹنکی کا پانی ۱۰۰ دن میں ختم ہو گیا۔ بتاؤ اگر سوراخ نہ ہوتا۔ تو ٹنکی کا پانی کتنے دنوں میں ختم ہوتا؟

پہلی صورت میں جتنا پانی ضائع ہوا = ۱۲۰ × ۸ = ۹۶۰ بالٹی

دوسری صورت میں 〃 〃 = ۱۰۰×۱۶ = ۱۶۰۰ 〃

دوسری صورت میں جتنا پانی زیادہ ضائع ہوا = ۱۶۰۰-۹۶۰ = ۶۴۰ بالٹی

اگر ۶۴۰ بالٹی پانی ضائع نہ ہوتا تو پانی جتنے دن تک چلتا = ۱۲۰-۱۰۰ = ۲۰ دن

∴ ایک دن میں جتنا پانی استعمال ہوتا ہے = ۶۴۰ ÷ ۲۰ = ۳۲ بالٹی

بھرے ہوئے حوض میں جتنا پانی آتا ہے = ۳۲×۱۰۰+۱۶۰۰ = ۴۸۰۰

اگر پانی ضائع نہ ہو تو جتنے دن تک استعمال ہوگا = ۴۸۰۰ ÷ ۳۲ = ۱۵۰ دن جواب

کلو مل شرما ریاضی ٹیچر بی۔ڈی ہائی سکول انبالہ چھاؤنی

چوتھی جماعت کے لئے سوال معہ حل

(۱) ایک زنانے دوپٹے کو ۱ گز ۴ گرہ عرض کی ململ ۳¾ گز لگتی ہے۔ اگر دوپٹہ ۳ گز لمبا بنانا ہو تو دوپٹے کا عرض دریافت کرو۔

حل۔ ململ کا عرض = ۱ گز ۴ گرہ = ۲۰ گرہ   ململ کا طول = ۳¾ گز = ۳ گز ۱۲ گرہ = ۶۰ گرہ

ململ کا رقبہ = کپڑے کا رقبہ = ۶۰×۲۰ = ۱۲۰۰ مربع گرہ

جو دوپٹہ بنانا ہے اس کا طول = ۳ گز = ۴۸ گرہ

دوپٹے کا عرض یا جواب مطلوب = ۱۲۰۰ ÷ ۴۸ = ۲۵ گرہ   = ۱ گز ۹ گرہ جواب

کپور سنگھ طالب علم جماعت ششم اے۔وی مڈل سکول ہری نو (ریاست مہاراجہ فرید کوٹ)

سررشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا

اور بہترین خدمت گذار

رسالہ

رہنمائے تعلیم

لاہور

مینیجنگ پروپرائٹر

ماسٹر جگت سنگھ

قواعد وضوابط

(۱) رہنمائے تعلیم بالعموم ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوتا ہے۔

(۲) سالانہ چندہ چار روپے (للعہ) ششماہی تین روپے (ﷲ)۔ بعد پیشگی نمونہ کا پرچہ ۶ ر کے ٹکٹ آنے پر ارسال خدمت ہوگا۔ کوئی صاحب نمونہ مفت طلب کرنے کی تکلیف نہ کریں۔

(۳) خریدار صاحبان خط لکھتے وقت چٹ نمبر ضرور لکھا کریں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

(۴) رہنمائے تعلیم میں ایسے علمی۔ ادبی۔ اخلاقی۔ طبی۔ تاریخی۔ تحقیقی مضامین (نثر و نظم) ہوا کرتے ہیں جو شائستہ اور مفید ہوتے ہیں اور معیار ادب پر پورے اُترتے ہیں۔

(۵) مذہبی اور پولیٹیکل مضامین ہرگز درج رسالہ نہیں ہونگے۔

(۶) جو مضامین درج نہ ہونگے ان کے واپس کرنے یا نہ کرنے کا ایڈیٹر صاحب کو پورا اختیار ہوگا۔

(۷) مدیران مضامین کی ترمیم و تنسیخ کے مختار ہونگے۔

(۸) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ آنا چاہئے

(۹) مضامین نثر کے متعلق بابۃ خط و کتابت لالہ آگیا رام صاحب تپد ہوئے اور مضامین نظم کیلئے جناب پنڈت لبھو رام صاحب جوش ملسیانی کے نام ہونی چاہئے۔ اور دیگر امور و ترسیل زر منیجر کے نام ہونی چاہئے۔

(۱۰) مشتہرین صاحبان اشتہارات بھیجکر فائدہ اُٹھائیں۔ اُجرت نہایت معمولی جو ذیل میں درج ہے۔

نرخنامہ اشتہارات

پیمانہ صفحہ	ایک بار	تین بار	چھ بار	سال بھر
پورا صفحہ	۹ر	۲۶ر	۵۰	۹۰
نصف صفحہ	۵ر	۱۵	۲۶	۵۰
چوتھائی صفحہ	۳ر	۹ر	۱۵	۲۶

نرخنامہ اشتہارات سرورق (مستقل پورے سال کے لئے)

صفحہ ۲ و ۳ ایک سو آٹھ روپیہ سالانہ (اُجرت ہر حال میں پیشگی آنی چاہئے)

صفحہ ۴ ایک سو [illegible] روپیہ سالانہ منیجر رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور نمبر ۵۵۰

بابت ماہ اپریل ۱۹۳۳ء

سر رشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا اور بہترین خدمت گزار

جلد ۲۲ نمبر ۴

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور

علمی، ادبی، اخلاقی، طبی، تاریخی، زراعتی، اور صنعتی مضامین کا ماہوار مجموعہ

زیر سرپرستی تاج الشعراء فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین داغ مرحوم

مدیر اعزازی

مسٹر لچھمی چند ودیارتھی بی اے۔ بی ٹی۔ ایم۔ او۔ جی۔ اے (لندن)

معاونین اعزازی

لالہ آگیارام سچدیو منشی فاضل   جناب جوش ملسیانی

طالب کاشمیری ایم اے۔ ایم او ایل منشی فاضل ادیب فاضل

ماسٹر جگت سنگھ مینیجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) بلڈنگ نمبر ۵۵

سالانہ چندہ چار روپے (للعہ)   ششماہی تین روپے (سے ۳ ر)   فی پرچہ ۸ ر

فہرست مضامین

جذباتِ عالیہ

(از جناب نواب فصاحت جنگ بہادر حضرت جلیلؔ)

یوں جو میں نامِ دوائے دردِ دل
اُٹھ کے اک برچھی لگائے دردِ دل

چاہتا ہوں ایسی حالت اے خدا
درد کو سمجھوں دوائے دردِ دل

نالۂ دل کیا ہے غم کی ہے پکار
آہ کو سمجھو صدائے دردِ دل

یوں کھلا رکھا لبِ زخمِ جگر
شائد اُن کو کہہ سنائے دردِ دل

دل کی بربادی پہ یوں روتی ہے آنکھ
مٹ گئی دولت سرائے دردِ دل

دردمندِ عشق کی ہے آرزو
جان جائے پر نہ جائے دردِ دل

کیا دعا دوں اُن کو میں حیران ہوں
کر گئے جو مبتلائے دردِ دل

دردِ دل میرا نہ سننا تم کہیں
ہو نہ جاؤ مبتلائے دردِ دل

عشق میں نقصاں کبھی ہوتا نہیں
دے جو دل تم کو وہ پائے دردِ دل

مانتا ہوں دل لگانا ہے خطا
سخت ہے لیکن سزائے دردِ دل

کہہ چکے ہم دردِ دل تم سن چکے
اب دوا دو وہ کہ جائے دردِ دل

اہلِ دل میں نام میرا ہے جلیلؔ
کشتۂ تیغِ جفائے دردِ دل

تاثیرِ بہار

(از حضرت بیخود دہلوی جانشین نواب فصیح الملک داغ دہلویؒ)

مجھ کو دیوانہ کئے دیتی ہے تاثیرِ بہار
میرا ہر تار گریباں کا ہے تصویرِ بہار

لمعۂ طور کو کہتے ہیں یہ تنویرِ بہار
تیرے دیوانوں سے پوچھے کوئی توقیرِ بہار

ذرہ ذرہ میں نمودار ہے تاثیرِ بہار
پتے پتے میں نظر آتی ہے تحریرِ بہار

باغ کی سیر کو وہ رشکِ بہار آتا ہے
پھول کھل جائیں گے کھل جائیگی تقدیرِ بہار

خارِ صحرا بھی مجھے پھول نظر آتے ہیں
ہے نگاہوں میں سمائی ہوئی تصویرِ بہار

تو جو اے نکہتِ گل میرے قفس تک آئی
آج کیا ٹوٹ گئے حلقۂ زنجیرِ بہار

دامنِ گل سے چھپائے ہوئے منہ آئی ہے
آپ کے حسن سے شرمندہ ہے تصویرِ بہار

دیکھی یہ سیر بھی اے نغمہ سرایانِ چمن
سروِ آزاد بھی ہے قیدیِ زنجیرِ بہار

قیدِ صیاد میں ہوں ہاں مگر اے کلکِ خیال
کھینچ دے میرے قفس پر کوئی تصویرِ بہار

باغ میں پھول کھلے غنچۂ خاطر نہ کھلا
کیا مجھے بھول گیا کاتبِ تقدیرِ بہار

دیکھ کر شکل مری آئینہ میں دیکھے منہ
ایک تصویرِ خزاں ایک ہے تصویرِ بہار

میں جو تھا عارضِ گل رنگ کا شیدا بیخود
مرے پھولوں میں بھی پائی گئی تصویرِ بہار

امتحان میٹرکولیشن پنجاب یونیورسٹی اور اسکے نگران

(اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر)

پنجاب یونیورسٹی کے ماتحت جب سے امتحان میٹرکولیشن شروع ہے۔ اسکی نگرانی کے لئے عام طور پر ہائی سکولوں کے ہیڈ ماسٹر صاحب بطور سپرنٹنڈنٹ اور ہائی سکولوں کے اسسٹنٹ ماسٹر بطور نائب سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوتے چلے آرہے ہیں۔ ہر سال یونیورسٹی نائب سپرنٹنڈنٹوں کے لئے ایک مطبوعہ فارم ہر ہائی سکول میں جس کے اُمیدوار اس امتحان میں شامل ہوتے ہیں بھیجکر ملتجی ہوتی ہے کہ ہر بیس طالب علموں کے لئے ایک اُستاد بطور نائب سپرنٹنڈنٹ تجویز کیا جائے۔ شروع شروع میں جب اسکی نگرانی کے لئے کوئی معاوضہ مقرر نہ تھا۔ سکولوں کا جو اُستاد ہیڈ ماسٹر سکول بھیجتا تھا لے لیا جاتا اور اسکے نگرانی میں امداد لی جاتی۔ مگر جب معاوضہ کا طریق جاری ہوا اور تین روپے روزانہ بلا امتیاز قابلیت ان وجی ٹیرس کے لئے دیا جانے لگا جہاں تک ہمارا تجربہ ہے بہت کم اورنٹیل ٹیچرز جو ہائی کلاسوں میں کلاسیکل اور ورنیکلر زبانیں پڑھاتے تھے لئے جاتے تھے کیونکہ اول تو ہیڈ ماسٹر اصحاب ہی اس شعبہ کے مدرسین کی سفارش کم کیا کرتے تھے جس میں انکی انگریزی سے عدم واقفیت کا عذر غالب ہوتا تھا۔ مگر جب زمانے کے انقلاب کے ساتھ ان مدرسین نے بھی پانسہ پلٹا اور انگریزی میں واقفیت بہم پہنچانا شروع کی تو یونیورسٹی نے ان سے سوتیلی ماں کا سلوک روا رکھنا منظور کیا۔ معاوضہ کے ملنے سے اس وقت تک کم از کم تین تبدیلیاں اس بارے میں ہوئی ہیں:۔

(۱) بلا امتیاز اینگلو ورنیکلر و ورنیکلر مدرسین (انگریزی دان) تین روپے روزانہ

(۲) ” ” ” ” ” دو روپے روزانہ

اور (۳) موجودہ حالت میں تیسری تبدیلی بلحاظ قابلیت روا رکھی گئی۔ یعنی

(ا) انٹرمیڈیٹ کالجوں کے پروفیسران اور ایس اے وی ٹرینڈ اصحاب تین روپے روزانہ صبح کے وقت کے لئے اور ایک روپیہ روزانہ دوسرے وقت کے لئے

(ب) اورنٹیل ٹیچرز ڈپلوما ہولڈر انگریزی قابلیت کے ساتھ دو روپے روزانہ صبح کے وقت کے لئے اور ایک روپیہ روزانہ دوسرے وقت کیلئے

(ج) ایف اے جے اے وی بھی ذیل ب میں شامل ہیں۔ اس سے کم قابلیت کے مدرس نائب سپرنٹنڈنٹ ہونیکے ناقابل قرار دیئے گئے۔

پہلی حالت میں جہاں تک ہمارا تجربہ ہے اورنٹیل و ورنیکلر ٹیچرز کو بہت کم حصہ ملا۔ بعض حالتوں میں اگر کسی سکول سے کوئی ایسا ٹیچر تجویز ہوتا تھا تو اسے پس پشت رکھ کر اس سکول کے امیدوار بلا سرپرست امتحان میں شامل کئے جاتے تھے۔ اس پر اعتراضات ہوئے تو قرار پایا کہ کم از کم ہر سکول کا ایک نمائندہ امتحان کے ہال میں ضرور موجود ہونا چاہئے اور یونیورسٹی کو سنگ آمد و سخت آمد کے مصداق اگر کسی سکول نے اپنے اورنٹیل ٹیچر کی سفارش کی تو اسے لینا پڑا۔ مگر اب متواتر دو تین سال سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ یونیورسٹی انتخاب نائب سپرنٹنڈنٹس میں اپنی سابقہ چیرہ دستی کو کام فرمانے لگی ہے اور اورنٹیل ٹیچرز کے حقوق کو پامال کر رہی ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ اس قسم کی پختہ واقفیت ہم سردست بہم نہیں پہنچا سکتے کم ازکم اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا نام پچھلے سال اپنے سکول سے جس کے ۶۶ امیدوار امتحان میں گئے ایک اینگلو ورنیکلر ٹیچر کے ساتھ تجویز ہوا مگر قرعہ اسی کے نام پر پڑا اور ہم کس مپرس رہے - اس سال ۷۹ امیدواروں کے لئے ایک اینگلو ورنیکلر ٹیچر کے ساتھ پھر ہمارا نام گیا مگر یونیورسٹی نے بدستور پہلے نام کو ترجیح دیکر صرف ایک اُستاد ۷۹ امیدواروں کے لئے کافی تصور کیا اور ہمارا ہال میں جانا گوارا نہ فرمایا - سال ۱۹۳۱ء میں یونیورسٹی کے پرچوں کے چوری ہونے کی وجہ سے سال ۱۹۳۲ء سے سپرنٹنڈنٹ اصحاب کو اجازت ہے کہ وہ اپنے سکول کے عملہ سے جس پر انہیں اعتماد کامل ہو - ایک استاد اپنے ہمراہ بطور کلرک یا معاون لے سکتے ہیں اور اسکی قابلیت کو ملحوظ نہ رکھ کر اسے معاوضہ مل جاتا ہے - غالباً یہی وجہ مستحقین کے اتلاف حقوق کا موجب ہو رہی ہے - کیا

کنٹرولر صاحب امتحانات پنجاب یونیورسٹی ہماری طمانیت کا موجب ہو سکتے ہیں کہ جب وہ ہر بیس امیدواروں کے لئے ایک نائب سپرنٹنڈنٹ مانگتے ہیں اور امتحان کے کمرہ میں ہر چالیس امیدواروں کے لئے ایک نائب سپرنٹنڈنٹ کا ہونا ضروری قرار دیا جاتا ہے - ۶۶ اور ۷۹ امیدواروں کے لئے کیوں صرف ایک مدرس لیا گیا ؟ یہ استفسار اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ اگر ہمارا بحیثیت اورینٹل ٹیچر ان وجی لیٹر ہونا یونیورسٹی کو منظور نہیں تو کم ازکم ہماری جگہ کوئی اور اینگلو ورنیکلر ٹیچر سکول سے بھیج دیا جایا کرے

دوسری التماس صاحب ممدوح سے یہ ہے کہ وہ ازراہ عنایت کم ازکم سال ۱۹۳۲ء اور ۱۹۳۳ء کے ان وجی لیٹرس کی فہرست سے یہ اطلاع ہم پہنچائیں کہ کتنے اورینٹل ٹیچرز ڈپلوما ہولڈر انگریزی دان کی سفارش ہیڈ ماسٹر اصحاب نے کی ؟ اور یونیورسٹی کے معیار پر کتنے پورے اُترے ؟ یہ التماس ہم شائد اپنی برادری کے معزز بھائیوں سے کرتے مگر ہمیں افسوس ہے کہ وہ قسمت کے شاکر ان امورات کی طرف کم توجہ دیا کرتے ہیں - ہم موازنہ کرنا چاہتے ہیں کہ جب یونیورسٹی نے خود قواعد مرتب کئے ہیں تو انکی تعمیل میں اسے کیوں اور کس طرح عذر ہوتا ہے ؟ عذر معقول باعث طمانیت ہو سکتا ہے - مگر خاموشی یا جواب سے پہلو تہی سوتیلی ماں والے مقولہ کی تصدیق کا موجب ہوگی - ہمارے ہیڈ ماسٹر صاحب نے مکرر کنٹرولر صاحب سے گذارش کی کہ ہمارے دوسرے آدمی کو ضرور لیا جائے - مگر وہ روبراہ نہ ہوئے البتہ اپنے دوسرے ہمراہی سے یہ سُننے میں آیا ہے کہ سپرنٹنڈنٹ صاحب کے پاس ہمارا نام زائد ان وجی لیٹرس کی ذیل میں پایا ہوا ہے کہ اگر کسی دن کسی مقررہ بزرگوار کی مجبوری غیر حاضری ہو تو ہمیں یاد فرمایا جائے - کیا اسکے یہ معنی ہیں کہ ہم اپنے احباب کی مجبوری غیر حاضری کے لئے دست بدعا رہا کریں تاکہ ہمیں ہال میں جانا اور نگرانی کرنا نصیب ہو -

اگر ہائی سکولوں کے اورینٹل ٹیچر اصحاب دوسری اطلاع فرداً فرداً یا ضلع وار کسی سبیل سے مشترکہ پہنچا کر ممنون کر سکیں تو ہمارے پاس ثبوت جمع ہو جائیگا اور اسپر ہم مزید روشنی ڈالکر یونیورسٹی سے مطالبہ کر سکیں گے کہ اگر شاذو نادر کسی اورینٹل ٹیچر کی سفارش کیجائے تو وہ اُسے ان وجی لیٹرس کی فہرست میں شامل کر لیا کرے یا ہیڈ ماسٹر اصحاب کی توجہ اس امر پر مبذول [illegible]

دیہات کی صبح

(از جناب سردار کرپال سنگھ صاحب بیدار)

طلسمِ شب مٹا ظلمت چلی دامن کشاں ہو کر — سحر کی روشنی پھیلی سرِ در بیکراں ہو کر

شفق نے آسماں پر سحر کاری کیف باری کی — بہارِ گلفشاں ہو کر شرابِ ارغواں ہو کر

سوادِ کفر و ایماں بہ گیا سیلِ تجلی میں — شوالے سے صدا ناقوس کی اُٹھی اذاں ہو کر

جہاں پر کشفِ اسرارِ حقیقت کا سماں چھایا — چمک اُٹھا ہر اک ذرہ کسی کا رازداں ہو کر

فضائے خوابگوں روشن ہوئی نورِ ترنم سے — صبا نے گیت گائے طائروں کے ہم زباں ہو کر

کساں اُٹھا خدا کا نام لے کر کام کرنے کو — مشقت گاہِ عالم میں سحر کے شام کرنے کو

چلا ہل لے کر اپنے کھیت کو دلکش امنگوں سے — مصائب جھیل کر دُنیا پہ فیضِ عام کرنے کو

لرزتے ٹھوکریں کھاتے چلے مسجد کو حافظ جی — رہِ صدق و صفا کے ہادیوں میں نام کرنے کو

گھروں کی بیبیاں خوش خوش چلیں دیوی کے مندر میں — کرن سورج کی آگے سے بڑھی پرنام کرنے کو

پُجاری نے پوتر جل دیا ٹھاکر کے چرنوں کا — جپائی رام کی مالا دلوں کے رام کرنے کو

وہ دیکھو سامنے اک دخترِ نوخیز آتی ہے — وہ جس کی راہ میں معصومیت آنکھیں بچھاتی ہے

تبسم سے بناتی ہے فضا کو جنتِ رنگیں — تکلم سے ہوائیں جوئے موسیقی بہاتی ہے

چمکتی ہے جبیں، روشن جبیں، نورِ مسرت سے — نظر شیریں نظر فرطِ خوشی سے مُسکراتی ہے

سراپا ہیں یہ رنگینی، یہ رعنائی، یہ زیبائی — بہارِ باغ سر سے پاؤں تک قربان جاتی ہے

یہ سارا فیض ہے دیہات کی خاکِ مقدس کا
زمینِ شہر کب ایسا گلِ رنگیں کھلاتی ہے

حذر اے شہر تجھ سے اور تیرے خوشہ چینوں سے
حذر تیرے حسینوں مہ جبینوں نازنینوں سے

خطاکاری کے مرکز ہیں ریاکاری کے پیکر ہیں
حذر تیرے مکانوں سے حذر تیرے مکینوں سے

تری آب و ہوا میں اس قدر بیگانہ سازی ہے
کہ رہتے ہیں کشیدہ ہم نشیں بھی ہمنشینوں سے

یہاں کا حسن ناواقف یہاں کا ناز نامحرم
محبت کے سلیقوں سے مروت کے قرینوں سے

نہاں ہے خوئے بیباکی خمار آور نگاہوں میں
عیاں ہے رنگِ سفاکی ستم پرور جبینوں سے

تکلف سے غرض ہے کج اداؤں کج خیالوں کو
خدا محفوظ رکھے شہر سے دیہات والوں کو

ع۔ X ۔ ب

دَورِ جدید

(حضرت بسمل الہ آبادی)

اب کہاں عزت مہاشے جی کی سحر کے سامنے
کون پوچھے ویدجی کو ڈاکٹر کے سامنے

دور دورہ بے طرح ہے مغربی تعلیم کا
اک تماشا ہیں گرو بھی ماسٹر کے سامنے

کھل گیا اس سے کہ تھے بسمل کبھی ہم بادشاہ
آج تک رکھا ہوا ہے تخت گھر کے سامنے

یہ عالم دیکھ کر عالم کا دل میں صبر کرنا ہے
ہمیں کو اک نہیں مرنا خدائی بھر کو مرنا ہے

سمجھتا ہے زمانہ ہو رہا ہے کیا زمانے میں
زمانے کو وہ اب اگلا زمانہ یاد کرنا ہے

سرِ دربار یہ کہتے ہوئے پہنچیں گے بسمل بھی
سنیں سرکار اگر تو کچھ ہمیں بھی عرض کرنا ہے

حسنِ اصلاح

(۱۶)

منشی کالکا پرشاد صاحب شاکر کھتری بریلوی کی ایک حمدیہ غزل کے تین شعر گزشتہ قسط میں نذرِ ناظرین ہو چکے ہیں۔ اب جنابِ موصوف کی ایک اور حمد کے تین چار اشعار حاضر کئے جاتے ہیں۔ ؎

مطلع　　ساری دُنیا میں ہے جمال اُس کا　　کیوں نہ کوئی کرے خیال اُس کا

اصلاح ؎　　ہر جگہ ہر طرف جمال اُس کا　　کیوں نہ کوئی کرے خیال اس کا

جنابِ شاکر کا مطلع صحیح تھا لیکن (ہر جگہ۔ ہر طرف) کی ترکیب سے مضمون مُؤکد ہو گیا۔

شعر ؎　　ہر جگہ ہے وہ ہر کہیں پہ ہے　　نہیں کُھلتا ہے پھر بھی حال اس کا

اصلاح ؎　　ہر جگہ ہے وہ ہر مقام پہ ہے　　نہیں کُھلتا ہے پھر بھی حال اس کا

واضح ہو کہ جہاں پورا لفظ (پر) نظم ہو سکتا ہو وہاں (پہ) کہنا ٹھیک نہیں ہے۔ یہ غلطی بعض مبتدی شعراء کے کلام میں اکثر ملتی ہے۔ جناب شاکر کے مصرعۂ اولیٰ میں (پہ) کو (پر) میں تبدیل کر دینا آسان تھا لیکن اکیلے لفظ (کہیں) سے کام چل سکتا ہے۔ اس لئے (کہیں پر) نظم کرنا بے کار ہے۔ اصل مصرع میں صرف ایک لفظ بدل دینے سے یعنی (کہیں) کو (مقام) بنا دینے سے یہ دونو خرابیاں جاتی رہیں۔

شعر ؎　　کعبہ و دیر میں کلیسا میں　　ہے جھلک اس کی ہے جمال اس کا

اصلاح ؎　　شمعِ سوزاں میں برقِ تاباں میں　　ہے جھلک اس کی ہے جمال اس کا

مصرعِ ثانی کا اقتضا تھا کہ مصرعۂ اولیٰ کے اجزا میں بھی تقابُل ہوتا۔ یہ بات اصلاح سے حاصل ہو گئی۔ حضرت شاکر نے اللہ کے جمال کو زمین کی حدود میں محدود کر دیا تھا۔ جانشین داغؒ قبلہ حضرت نوح مدظلہٗ نے مصرعۂ اولیٰ کو اس طرح بدلا کہ (شمع) کے ساتھ (برق) کو شامل کر دینے سے زمین اور آسمان دونو جلوۂ باری تعالےٰ سے معمور ثابت ہو گئے۔ ایک اور خاص بات یہ ہے کہ جناب شاکر نے مصرعۂ ثانی کے لفظ (جھلک) اور (جمال) کی رعایت اپنے مصرع اولیٰ میں کچھ نہیں رکھی تھی۔ حضرت فصیح العصر مدظلہٗ نے (سوزاں) اور (تاباں) کی ضروری صفت بڑھا کر اصلاح میں جو دادِ بلاغت دی ہے وہ قابلِ ستائش ہے۔

شعر ؎　　شمعِ محفل میں غنچۂ و گُل میں　　دیکھ لیتا ہوں میں کمال اس کا

اصلاح ؎　　ماہ و اختر میں غنچہ و گل میں　　دیکھ لیتا ہوں میں کمال اس کا

شعر زیر بحث کی اصلاح زیادہ محتاجِ تشریح نہیں ہے۔ شعر بالا کی اصلاح کے متعلق اپنے معروضات میں جو اصول ہم نے بیان کئے ہیں وہی ہدایت لئے کافی ہیں۔ ایک امر قابل توجہ ہے۔ مصرع اولیٰ کو بناتے وقت حضرت تاج الشعراء مدظلہٗ نے تقابل میں جو تقابل پیدا فرمایا ہے وہ مستحق داد ہے۔ حضرت موصوف نے (ماہ) کو (گل) کے مقابلے میں اور (اختر) کو (غنچہ) کے مقابلے میں رکھ کر عجب لطف شعر میں پیدا کیا ہے۔ سبحان اللہ جناب شاکر نے اپنے اصلاحی نمونے جو لطف فرمائے ہیں اُن میں حمد اور منقبت شامل ہے لیکن نعت کوئی نہیں ہے۔ اگر نعت کا کوئی نمونہ اس وقت ہماری تحویل میں ہوتا تو حمد کے بعد اُس کو شاملِ مضمون کرتے۔ آپکی ایک منقبت قالبِ غزل میں ہے۔ اُس کے چند اشعار مع اصلاح ملاحظہ فرمائیے۔

شعر ؎ سُنا ہے آپ دے سکتے ہیں اُسکو آپ دیتے ہیں　　خدا جس کو نہ دے دولت معین الدین اجمیری
اصلاح ؎ سُنا ہے آپ دے سکتے ہیں اُسکو آپ دیتے ہیں　　نہیں ملتی جسے دولت معین الدین اجمیری

بعض حضرات نعت و منقبت وغیرہ لکھتے وقت فرقِ مراتب کا لحاظ نہیں رکھتے جس کا نتیجہ اکثر یہ ہوتا ہے۔ کہ خدا کی شان میں اُن سے گستاخی ہو جاتی ہے۔ جوشِ عقیدت میں غلو سے اپنے دامن کو بچانا ہمارے نزدیک ہر ایک شاعر پر فرض ہے۔ ہمارے عنایت فرما حضرت شاکر موصوف کے شعرِ بالا میں یہی خرابی ہے حضرت ناخدائے سخن مدظلہٗ نے اصلاح دینے میں جو پہلو اختیار فرمایا ہے اُس سے عیبِ مذکورہ بالا بھی رفع ہو گیا اور اندازِ بیان کے بدل جانے سے فعل میں تنوع کی شان بھی پیدا ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ تنوع باعثِ حسن ہوتا ہے۔ خاقانیٔ ہند حضرت ذوقؒ ؎

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینتِ چمن　　اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

شعر ؎ ملا یہ آپ کو رتبہ کہ شاہِ ہند کہلائے　　ہوئی یہ آپ کی عزت معین الدین اجمیری
اصلاح ؎ ملا یہ آپ کو رتبہ کہ شاہِ ہند کہلائے　　ہوئی آفاق میں عزت معین الدین اجمیری

(یہ آپ) کی تکرار بے فائدہ تھی۔ مصرع ثانی سے یہ لفظ کم کر کے حضرت نوحؔ مدظلہٗ نے لفظ (آفاق) رکھدیا جس سے مصرع اولیٰ کے مضمون میں ترقی پیدا ہو گئی۔

ہمارے کرم فرما نے اپنی اصلاحوں کے کُل نمونے حروفِ تہجی کے اعتبار سے مرتب کر کے عنایت فرمائے ہیں۔ منقبتِ بالا کا نمونہ ترتیبِ ردیف کے خلاف صرف اس لئے ہم نے نذرِ ناظرین کر دیا کہ سوءِ ادب نہ ہو جائے۔ اب عشقیہ غزلوں کے اشعار شروع ہوتے ہیں۔ ان اشعار میں ردیف کی ترتیب ملحوظ رہے گی۔ ہم چاہتے ہیں کہ اپنے عنایت فرما کی ہر ردیف کا نمونہ حاضر کریں۔ جناب شاکر نے خمسوں کے نمونے بھی لطف فرمائے ہیں۔ ہمارے مضمون میں اُن کا نمبر غزلوں کے بعد آئیگا۔

ردیف الف کے نمونے ملاحظہ فرمایئے۔

مطلع ؎ وہ کھڑکی سے صورت دکھانا کسی کا وہ دل تھام کر بیٹھ جانا کسی کا

اصلاح ؎ وہ پردے سے جلوہ دکھانا کسی کا وہ دل تھام کر بیٹھ جانا کسی کا

(کھڑکی) اور (صورت) کی جگہ (پردہ) اور (جلوہ) علی الترتیب رکھ دینے سے مصرع اولیٰ کے مضمون میں اس خوبی کے ساتھ تعمیم پیدا ہوگئی کہ شعر کا رُخ ہی بدل گیا۔ یہ کتنی پاکیزہ معنوی اصلاح ہے۔ ماشاء اللہ

شعر ؎ کوئی آ کے میری نگاہوں سے دیکھے جوانی کسی کی زمانا کسی کا

اصلاح ؎ ذرا کوئی میری نگاہوں سے دیکھے جوانی کسی کی زمانا کسی کا

حضرت شاکر کے مصرع اولیٰ میں (آکے) برائے بیت معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے خارج کر دیا گیا۔ در اصل لفظ (زمانہ) ہے لیکن (جانا) وغیرہ کے ساتھ قافیہ ہونے کی صورت میں لفظ مذکور کو الف سے لکھنا (یعنی زمانا) جائز ہے۔ عمل مذکور کے لئے جو شرطیں مقرر ہیں وہ اپنے اس مسلسل مضمون (حسن اصلاح) میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو قسط ۲ اشاعت نومبر ۱۹۳۲ء صا۱۱

مطلع ؎ وہ کبھی خوگر جفا نہ ہوا جو حسینوں کا آشنا نہ ہوا

اصلاح ؎ وہ کبھی خوگر جفا نہ ہوا جو حسینوں پہ مبتلا نہ ہوا

قاعدہ ہے کہ زندہ زبانوں کے الفاظ میں معنی اور استعمال وغیرہ کے اعتبارات سے ہمیشہ تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اُردو میں، آج کل لفظ (آشنا) بالعموم اس طرح استعمال نہیں ہوتا جس طرح جناب شاکر بریلوی نے نظم فرمایا ہے۔ اگر انہوں نے لفظ مذکور کو فارسی ترکیب میں استعمال فرمایا ہوتا تو دوسرے رکیک معنی کا شائبہ نہ رہتا۔ حضرت فصیح العصر مدظلہ نے لفظ (آشنا) کو اس لئے بھی کم کر دیا کہ لفظ مذکور کے آخر میں (نا) ہے۔ ردیف میں (نہ) موجود ہے۔ (نا) اور (نہ) کے علی الاتصال آنے سے (نانا) کی آواز پیدا ہو رہی تھی بعض شعراء ان اُمور کو زیادہ قابل توجہ نہیں سمجھتے لیکن حضرت نوح مدظلہ برابر ایسی باتوں کا خاص خیال رکھتے ہیں۔

شعر ؎ خاک لے جاتی اُن کے کوچے تک تجھ سے اِتنا بھی اے صبا نہ ہوا

اصلاح ؎ حال میرا اُنہیں سُنا آتی تجھ سے اِتنا بھی اے صبا نہ ہوا

حضرت شاکر کے مصرع اُولیٰ سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ کس کی (خاک) کا ذکر ہو رہا ہے۔ کرم فرمائے موصوف نے اپنے مصرع ثانی کے لفظ (اتنا بھی) کا خیال مصرع اُولیٰ میں نہیں رکھا۔ اس وجہ سے جانشین حضرت داغ قبلہ حضرت نوح مدظلہ العالی نے مصرعۂ مذکور کو تبدیل فرما دیا۔ اب (اتنا بھی) کی رعایت ہوگئی اور شعر میں بلاغت آگئی۔

اُمید ہے کہ آئندہ قسط میں ردیف الف کے نمونے ختم ہو جائینگے۔ عابد مسیح بی اے

نظم و نسق مدرسے

ایک دیرینہ سال ہیڈ ماسٹر کے خطوط ایک نوآموز کے نام

(از جناب سید اشفاق حسین صاحب بی اے - بی ٹی)

خط نمبر ۱۵

عزیزی و مکرمی تسلیم - یقیناً آپ کا یہ خیال حقیقت پر مبنی ہے کہ ہندوستان میں والدین اپنے جگر گوشوں کی تعلیم و تربیت کی کماحقہ پروا نہیں کرتے - وہ یہ سمجھتے ہیں کہ پہلے بچہ کو مدرسہ میں داخل کرا دینے کے بعد وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئے - جیسے کہ ایک بکری کو ریوڑ میں چرواہے کے سپرد کر دیتے ہیں - لیکن کتنا افسوس ناک امر ہے کہ بکری اگر ذرا دیر سے آئے تو اس کی ڈھنڈیا پڑ جاتی ہے - اگر دودھ کم دیتی ہے تو چرواہے کے کان پکڑے جاتے ہیں - دو وقت بکری کو ریوڑ میں چھوڑنے اور واپس گھر لانے کا انتظام ہے لیکن بچہ کی اتنی بھی نگہداشت نہیں کہ وہ مدرسے کب جاتا ہے؟ وقت پر پہنچتا ہے یا نہیں؟ مدرسے چھٹی ملنے کے بعد کب اور کتنی دیر کے بعد گھر واپس آتا ہے؟ دیر ہوئی تو کیا وجہ ہے؟ اور سویرے آ گیا ہے تو کیوں؟ یہ بھی واقعہ ہے کہ اکثر حالتوں میں مدرسہ میں داخل کر دینا صرف اس فائدہ کا ضامن سمجھا جاتا ہے کہ بچہ کی شرارتوں اور توڑ پھوڑ سے نجات مل جائے - ورنہ جہاں تک تعلیم و تربیت کا تعلق ہے اُستاد اگر اسے مشرق کی طرف لے جانا چاہتا ہے تو گھر والے بالکل اسکے خلاف مغرب کی طرف - یہ حالات تو بدلتے ہی بدلینگے - خدا کرے کہ وہ مبارک دن جلد آئے کہ ہندوستانی والدین کو اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کی نگہداشت کا ملکہ اور اس میں شغف پیدا - اس دوران میں کہ موافق حالات پیدا ہوں - آپ یہ پیشِ نظر رکھیں کہ لڑکوں کے ساتھ انکے سرپرستوں کو پڑھانا بھی آپکا ہی کام ہے - سرپرستوں کی معاونت حاصل کرنیکے واسطے ضروری ہے کہ ان میں سکول اور اسکی کارگذاری سے دلچسپی اور دلبستگی پیدا کی جائے - گھر اور مدرسہ میں سلسلۂ روابط قائم کیا جائے - جو وسائل اس باب میں عموماً اختیار کئے جاتے ہیں - آج کے خط میں مختصراً سپردِ قلم کر دیتا ہوں - میرا خیال نہیں ہے کہ ان میں کوئی نئی اور خاص بات نظر آئے -

گو ضابطۂ تعلیم ہر مدرس کے لئے خواہ اندرون مدرسہ ہو یا بیرون مدرسہ فرضِ منصبی قرار دیتا ہے کہ انکی اخلاقی ذہنی اور جسمانی فلاح و بہبود کے واسطے ہر ممکن ذریعہ اختیار کریں اور اس سلسلہ میں آپ اپنے مدرس سے توقع کر سکتے ہیں کہ وہ طلبا کے سرپرستوں سے وقتاً فوقتاً انکے گھر جا کر ملے - لیکن اس ربط گشت سے کوئی معتدبہ فائدہ مترتب نہیں ہوتا - اس لئے اسکا تو خیال ہی کرنا بے سود سا معلوم ہوتا ہے - دوسرا طریقہ طلبا کی تعلیمی رپورٹ کا ہے - عموماً

ہر سہ ماہی پر یہ رپورٹیں اکثر مدارس میں بھیجی جاتی ہیں جن میں سہ ماہی امتحانات کے نتائج سے طلبا کے سرپرستوں کو مطلع کر دیا جاتا ہے اور بس۔ اس میں چند خرابیاں ہیں جن کی وجہ سے یہ طریقہ بالکل بے سود ہو گیا ہے۔ اوّل تو یہ کہ یہ رپورٹیں اسوقت پہنچتی ہیں جبکہ سال کا ایک معقول حصہ گذر چکتا ہے۔ گویا جو نقصان اس عرصہ میں ہو چکتا ہے اسکی یہ ایک اطلاع ہے اور بس۔ دوسرے یہ کہ اکثر حالات میں یہ رپورٹیں صحیح سالم سرپرستوں کے ہاتھوں تک پہنچتی بھی نہیں۔ اس لئے خراب رپورٹ والے لڑکے خود تو جا کر دینے کیوں لگے؟ اگرچہ چپراسی یا کسی دیگر ادنٰے ملازم کے ہاتھ انکو بھیجا جائے تو بھی انکا پہنچنا مشتبہ ہی ہوتا ہے۔ وہ لالچ یا کام سے بچنے کی خاطر یا اسکی اہمیت نہ سمجھنے کی بنا پر خود ان لڑکوں ہی کو دیدیتے ہیں۔ اس لئے جہاں تک میرا اپنا طرزِ عمل ہے وہ تو یہ ہے کہ خود طالب علم کو رپورٹ دیدی جاتی ہے کہ وہ اپنے والد اور والد موجود نہ ہونے کی صورت میں اپنے قریب ترین سرپرست کے دستخط کرا کر اگلے روز واپس دیدے اور انچارج مدرس اس سرپرست کے نمونہ کے دستخطوں سے ملائے جو کہ سکول میں موجود رکھتا ہوں اور اس کے واسطے میں نے یہ ضروری قرار دیا ہوا ہے کہ داخل کراتے وقت والد یا سرپرست خود تشریف لائیں اور دستخط فارم پر میرے سامنے ثبت کریں۔ اسطرح دستخطوں کا اصل نمونہ میرے ہاں ہر وقت موجود رہتا ہے۔ اگلے روز رپورٹ کی واپسی پر اسقدر اصرار کیا جاتا ہے کہ جب تک وہ واپس نہ ہو یا بصورت دیگر معقول وجہ نہ ہو لڑکے کو مدرسہ میں حاضر ہونے کی اجازت نہیں دیجاتی۔ رپورٹیں میرے ہاں سہ ماہی نہیں بلکہ ماہوار ہوتی ہیں۔ ماہوار رپورٹوں سے فائدہ یہ ہے کہ بار بار سرپرستوں کو انکے جگر گوشوں کی حالت سے خبردار کیا جاتا رہتا ہے اور انکو اگر وہ چاہیں تو تدارک کرنیکا کافی موقعہ بغیر زیادہ نقصان ہوئے ملتا رہتا ہے۔ رپورٹ کا نمونہ ہمر دیف ہے۔ اسے غور سے ملاحظہ فرمانے کے بعد اگر کوئی مناسب ترمیم خیال میں آئے تو مجھے بھی استفادہ کا موقع دیں۔ متسلکہ نقشہ

تعلیمی ریکارڈ

نام مدرسہ . . . . . .

نام طالب علم . . . . . جماعت . . . . . ولدیت . . . . . قومیت . . . . . . سکونت . . . . . .

نام ماہ	نام مضامین: دینیات (کل نمبر) [ط]	انگریزی	حساب	جیومیٹری	تاریخ جغرافیہ	علوم مشرقی	سائنس	ڈرائنگ	دیسی زبان	فزیالوجی ہائیجین	میزان کل	کمترین درجہ	تعلیمی حالت	حاضری: کل حاضری	حاصل کردہ حاضری	غیر حاضری	رویہ	دستخط ہیڈ ماسٹر	دستخط سرپرست
اپریل																			
مئی																			
جون																			
جولائی																			
اگست																			
ستمبر																			
اکتوبر																			
نومبر																			
دسمبر																			
جنوری																			
فروری																			
مارچ																			

[ط] ہر مضمون کے لئے ۱۰۰ نمبر

جسمانی ریکارڈ

نام مدرسہ . . . .

نام طالب علم . . . . جماعت . . . . ولدیت . . . . قومیت . . . . سکونت . . . . عمر . . . .

نام ماہ	عمر	قد	چھاتی	وزن	جسمانی صفائی	لباس کی صفائی	بینائی	عینک کی ضرورت ہے یا نہیں	کھیلوں میں حصہ لیتا ہے یا نہیں	جسمانی حالت	دستخط ہیڈ ماسٹر	دستخط سرپرست
اپریل												
مئی												
جون												
جولائی												
اگست												
ستمبر												
اکتوبر												
نومبر												
دسمبر												
جنوری												
فروری												
مارچ												

یہ ایک دبیز مقوے پر طبع کرا کر باقاعدہ ریکارڈ میں رکھے جاتے ہیں۔ اور حیلہ جو طبیعتوں کی بیجا شکایت کا مسکت جواب ثابت ہوئے ہیں۔

سرپرستوں کے تعاون کا ایک اور کامیاب سلسلہ "یوم الوالدین" ہے لیکن اس کا یہ طریقہ نہ ہونا چاہئے جو عام طور پر برتا جاتا ہے کہ اس روز تمام نمائشی کام ہوتے ہیں۔ ایک جلسہ ہوا۔ تقریر بازی ہوئی اور ختم اور جو اصل مقصود ہے وہ مفقود۔ مدرسہ باقاعدہ اپنے کام میں مصروف ہو۔ اساتذہ اپنے اپنے تعلیمی کام انجام دے رہے ہوں۔ کہیں سائنس کا تجربہ ہو رہا ہو تو کہیں ڈرائنگ کا موڈل کھینچا جا رہا ہو۔ کہیں تحریری کام ہو رہا ہو۔ اور کہیں جغرافیہ کا سبق جاری ہو۔ ہر کمرے میں تحریری کام کی کاپیاں ایک خاص ترتیب سے رکھی ہوں۔ طلباء کے سرپرست مدرسہ کے کام کو دیکھیں عمارت اور اسکی صفائی پر نظر ڈالیں جن کو وہ اپنے جگر گوشوں کو سونپ چکے ہیں اُنکے طریقۂ تعلیم۔ اُنکے برتاؤ کو جانچیں۔ اپنے بچوں کے تحریری کام کو دیکھیں۔ جماعت میں اُسے پڑھتے ہوئے دیکھیں تاکہ وہ صحیح اندازہ مدرسہ کی کارگذاری کے متعلق لگا سکیں۔ مدرسہ کے جاری کام کو دیکھنے کے بعد سرپرستوں کو موقعہ دیا جائے کہ وہ انچارج ٹیچروں سے فرداً فرداً ملاقات کریں اور اپنے بچوں کی تعلیمی اور اخلاقی حالت پر بالمواجہ گفتگو کریں تاکہ انہیں اصلی حالات معلوم ہوں اور اُن غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جو اُنکے دلوں میں اپنے بچوں کی سُنی سنائی باتوں سے راہ پا گئی ہیں۔ اُنکے آئندہ پر اساتذہ سے رائیں۔

جب ان ملاقاتوں سے فارغ ہو جائیں تو جلسہ منعقد کیا جائے جس میں نظم خوانی۔ تقریر، مضمون نویسی اور کھیلوں کے مقابلے ہوں۔ سکاؤٹس اپنے کرتب دکھائیں۔ موقعہ کے مناسب اساتذہ تقریریں کریں۔ میجک لینٹرن لیکچر دیں۔ ہیڈ ماسٹر اپنی تقریر میں اپنی شکایات والدین سے۔ اپنی توقعات اور اپنی اور سٹاف کی کارگذاری طلباء کی فلاح و بہبود کے متعلق دلچسپ اور مؤثر انداز میں پیش کرے۔ حاضرین کو سوالات کا موقعہ دیا جائے اور نہایت ٹھنڈے دل سے اُنکے جوابات دیئے جائیں تاکہ مدرسہ کی طرف سے وہ اچھا اثر لے کر جائیں اور جو اصل مقصد ہے وہ حاصل ہو سکے۔ رمزی

ہے کہ نہیں

(عمدۃ الشعرا ناثر الملک افضل الشعرا پروفیسر نارائن پرشاد صاحب مہر جانشین فصیح الملک حضرت داغ دہلوی)

کیا کہا۔ تیری فغاں میں کچھ اثر ہے کہ نہیں
سنگدل تم بھی ہو۔ یہ تم کو خبر ہے کہ نہیں

میں نے دیکھا نہیں۔ تُو نے تو نہیں دیکھا ہے؟
تیرا ثانی کہیں اے رشکِ قمر ہے کہ نہیں

جس کو دیکھو وُہی بسمل۔ وُہی کُشتہ اِس کا
اب بتاؤ تمہیں قاتل یہ نظر ہے کہ نہیں

تُو دکھا دے ہمیں۔ اب تک نہیں دیکھا ہم نے
باغباں نخلِ محبّت میں ثمر ہے کہ نہیں

میں تو دل کے لئے روتا ہوں وہ یہ دیکھتے ہیں
دیدۂ تر میں کوئی لختِ جگر ہے کہ نہیں

زخم اِس کا کبھی بھرتے ہوئے دیکھا تم نے
تیغ و خنجر سے سوا تیرِ نظر ہے کہ نہیں

بہ گیا کیا مری آنکھوں سے وہ آنسو بن کر
چیر کر دیکھئے پہلو کو جگر ہے کہ نہیں

بدگماں دیکھ لیا۔ جانچ لیا۔ جان لیا
میرے دل میں تری ایک ایک نظر ہے کہ نہیں

اُن کا جلوہ نظر آیا تو گیا ہاتھ سے دل
نفع کے ساتھ محبّت میں ضرر ہے کہ نہیں

سینکڑوں داغِ ستم آپ نے دیکھے ہونگے
دل میں رہ کر بھی مرے دل کی خبر ہے کہ نہیں

سُن کے آہیں مری حیرت سے وہ یہ پوچھتے ہیں
اِن میں بیتابیٔ دل کا بھی اثر ہے کہ نہیں

جب یہ صورت ہو تو کیوں دل کوئی اپنا دیدے
بیوفا۔ تجھ میں وفا کس کو خبر ہے کہ نہیں

پہلے تھا دل ہی نگاہوں سے لُٹانا منظور
اب کچھ اور اِس کے سوا مدِّ نظر ہے کہ نہیں

پھل گیا آپ کا خنجر جو مجھے قتل کیا
دیکھئے سوزِ محبت میں اثر ہے کہ نہیں

مجھ پہ جب ظلم کئے تم نے تو یہ بھی سوچا
اِس کے دل ہے کہ نہیں۔ اِس کے جگر ہے کہ نہیں

میری بیتابیٔ دل پر وہ خفا ہوتے ہیں
اپنی بھی شوخ نگاہی پہ نظر ہے کہ نہیں

دیکھتے کیا ہو تم اب تیرِ نظر۔ یہ دیکھو
ٹکڑے ٹکڑے مرے پہلو میں جگر ہے کہ نہیں
رات بھر جاگے ہیں دن بھر وہ پریشان رہے
یہ مری آہِ شبِ غم کا اثر ہے کہ نہیں
دوست دشمن کی نگاہوں کا پرکھنا کیسا
پہلے یہ دیکھو تمہیں اتنی نظر ہے کہ نہیں
تم کو اپنی ہی نگاہوں کی قسم سچ کہنا
مہرؔ پر اب وہ محبت کی نظر ہے کہ نہیں

رہنمائے تعلیم اور اس کے اوصاف

(۱) ہمارے سکول میں دس بارہ رسائل وجرائد آتے ہیں لیکن (چشم بد دور) ٹھیک وقت پر صرف رہنمائے تعلیم ہی اُستادوں اور طلباء کے ہاتھوں میں پہنچکر باعث مسرت وسرور ہوتا ہے۔ باقی رسائل کی کچھ نہ پوچھئے۔ اُنکے لئے صرف اسی قدر لکھ دینا ہی کافی ہے کہ انکی دید کے لئے (الانتظار اشد من الموت) کی سختیاں جھیلنا پڑتی ہیں۔

(۲) اس رسالہ کی ضخامت دیگر جرائد کے مقابلہ میں ڈیوڑھی اور چندہ پونا یعنی برابر ضخامت کے لحاظ سے چندہ اوروں سے نصف ہے۔ اور یہی ایک ایسا وصف ہے جس کو دیکھ کر میں یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہوں۔ کہ حرص وآز اور جلبِ منفعت کے خیالات سے جو اکثر کیا بیشتر اشخاص کا مطمح نظر ہوتے ہیں سردار صاحب بالکل بے لوث اور مبرا ومنزہ ہیں۔

(۳) مضامین کی نوعیت اتنی اچھی ہوتی ہے کہ ہر عمر کا آدمی اس سے مستفید ومستفیض ہو سکتا ہے اور خاص کر مدرسین طلباء کے لئے تو جنہیں علمی وادبی مضامین کی سب سے زیادہ ضرورت ہے کافی مسالہ لئے ہوئے ہوتا ہے۔ یوں تو اکناف ہند سے بہت سے رسالے نکل کر کوس لمن الملکی بجاتے ہیں اور اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہیں مگر رہنمائے تعلیم کی شان کچھ نرالی ہی ہے۔

پس ہر سہ اوصاف کی بنا پر میں اپنے مدرسین بھائیوں سے پُرزور اپیل کرونگا کہ وہ رسالہ ہذا کا **جوبلی نمبر** خرید کریں اور اس کو ایک سال کے لئے طلباء کے لائبریری فنڈ سے یا کسی اور فنڈ سے اپنے سکول میں جاری کرائیں اور پھر دیکھیں کہ ایک سال میں اس مفید المثال رسالہ کے ذریعے آپکی علمی وادبی واقفیت میں کس قدر اضافہ ہوتا ہے۔ لیجئے آپکی ضیافت طبع کے لئے ایک نظم جو بلی نمبر کے اوصاف پر لکھے دیتا ہوں (جو کہ سالانہ نمبر ۱۹۳۳ء کے صفحہ ۱۱۹ پر چھپ چکی ہے) اُمید ہے کہ جناب پر نمبر موصوف کی خوبیاں بخوبی واضح ہو گئی ہونگی۔

ہیچمدان گوردھن داس شاکر کھادری چھاڑ

زیادت فی الکلام

حصہ دوم

(حکیم عیش امروہوی (بڑا دواخانہ رنگون))

اس حصے میں محاورہ[1] ۔ مثل[2] ۔ بول چال[3] ۔ روزمرہ[4] کی صحیح تعریف بھی ضمناً آگئی ہے اور ان کے باہمی فرق کو اس بسط وتفصیل کے ساتھ سمجھایا ہے کہ جس سے اب تک اُردو کا دفتر خالی تھا۔ ان چاروں کے لئے ارکان زبان کی اصطلاح مقرر کی ہے۔ اور یہ بحث چھیڑی ہے کہ ارکان زبان میں جو زیادت لفظی ہوتی ہے۔ وہ بھی اطناب کی قسم سے ہے۔ یعنے فائدہ سے خالی نہیں ہوتی جو کلمہ زیادہ ہوتا ہے معنوی فائدہ نہیں دیتا تو لفظی فائدہ دیتا ہے۔ لفظی سے مراد ہے کلام میں کوئی خوبی آجانا اور زبان میں ایسی ادا نکلنا جس کی دلاویزی کو ذوقِ ادب کی آنکھیں دیکھتی ہوں اور جس میں لسانیت کی مشترکہ عشوہ گری پائی جاتی ہو۔

یہ مضمون اکثر اساتذہ اُردو کی روشِ موجودہ میں انقلاب پیدا کرنے کے لئے لکھا گیا ہے۔ لہذا گذارش ہے کہ اُردو کے ادبا وفصحا اس پر خود بھی کافی غور وخوض فرمائیں اور دوسرے حضرات تک بھی پہنچائیں۔ اصل بحث پر افہام وتفہیم کے لئے میں ہروقت حاضر ہوں۔ (عیش)

حصہ اوّل میں عرض کیا گیا تھا کہ جو زیادتِ لفظ کسی کلام میں ہوتی ہے وہ اچھی ہوتی ہے یا بُری۔ اچھی زیادت کا اصطلاحی نام اطناب ہے اور بُری کا تطویل۔

اطناب کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جس سے غرض معنے کا افادہ ہوتا ہے۔ اس کی گیارہ قسمیں ہیں۔ اس کو زیادت مفید معنوی کہتے ہیں۔ وہ اقسام یہ ہیں۔

ذکر خاص[1] بعد عام۔ ذکر عام[2] بعد خاص۔ ایضاح[3] بعد ابہام۔ توشیع[4]۔ تکریر[5]۔ اعتراض[6]۔ ایغال[7]۔ تذییل[8]۔ احتراس[9] تکمیل[10] اور تتمیم[11]۔ ان سب کا بیان حصہ اوّل میں ہوچکا۔

دوسری قسم وہ ہے جس کی غرض معنوی افادت تو نہیں ہوتی گو کچھ ترشیح معنی کا بھی کہیں کہیں ہوتا ہے مگر کلام میں کوئی خوبی[1] پیدا ہوجاتی ہے

۱؎ خوبی سے مراد ہے زبان میں کوئی ادا نکلنا۔ صاحب لسان یا زباں داں کے علاوہ یہ بات کلام میں کوئی اور پیدا نہیں کرسکتا۔ یعنے اہل زبان کی صحبت یا ادب زبان کے شغف کامل کے بغیر محض قواعد کے ذریعہ زبان سیکھ لینے سے اس زیادت کا استعمال کرنا۔ خود نہیں آجاتا۔ کیونکہ یہ قیاس کی حد سے متجاوز ہے۔ اور محض سماع سے متعلق ہے۔ جس کے حصول میں اس قدر دشواری ہو۔ اس کا خوبی ہونا ظاہر ہے۔ ۱۲ منہ

اس کو زیادتِ مفیدِ لفظی کہتے ہیں۔ اس کی پانچ قسمیں ہیں۔ تنوعِ لغت حسین کلام۔ زینتِ کلام۔ اتباع۔ ازدواج۔

زیادت مفید لفظی

(۱) دنیا میں جس قدر زبانیں بولی جاتی ہیں ان میں بہت سی باتیں مشترک ہیں اور جو باتیں مشترک ہیں وہ زبان کی فطرت کہلاتی ہیں منجملہ زیادتِ لفظی بھی ہے جو کوئی معنے نہیں دیتی۔ مشرقی زبانیں ہوں کہ مغربی سب میں زیادت لفظی موجود ہے۔ پس کلمے یا کلام میں کوئی حرف یا لفظ زیادہ ہونا زبانوں کی فطرت ہوا۔ اور جو امر کہ فطری ہے فائدہ سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس کو زیادتِ مفید لفظی[۱] کہتے ہیں۔

(۲) کیونکہ ہر زیادت مفید نہیں ہوتی۔ اس لئے مفید و غیر مفید کا ایک معیار ایسا ہے جس سے ہمیشہ اس کی شناخت ہو جاتی ہے۔ جہاں لفظ زائد اس معیار پر اُترا اور بھرتی ہونے کا الزام اس سے رفع ہوا۔ وہ معیار یہ ہے کہ کسی کلام میں جو لفظ زائد کہ خاص و عام کی زبانوں پر چڑھا ہوا ہو وہ کبھی زائد غیر مفید نہیں ہوتا۔ کل دُنیا کی زبانوں میں فصیح و غیر فصیح کو پرکھنے کے لئے استعمال عام ہی مانی ہوئی کسوٹی ہے۔ حتیٰ کہ غلط لفظ بھی جب عام[۲] زبانوں پر چڑھ جائے تو صحیح و فصیح مانا جاتا ہے۔

چنانچہ غلط العام فصیح علم اللسان کا ایک مسلمہ مسئلہ ہے۔

(۳) استعمال عام چار صورتوں میں منقسم ہے۔ یہی چار صورتیں زبان کے ارکان چہارگانہ ہیں۔ جن پر لغت یعنی بات چیت اور ترکیب لغت سے کلام فصیح کا قصر رفیع تیار ہوتا ہے۔

یہ چار ارکان محاورہ و مثل۔ بول چال اور روزمرہ ہیں۔ ان میں زیادت لفظ غیر مفید نہیں مانی جاتی۔ اس لئے کہ رکن کی بنا جس مواد سے ہوتی ہے وہ ضروری ہوتا ہے۔ خواہ اس کی ضرورت ہر ایک کی سمجھ میں نہ آئے۔

ارکان زبان میں جو زیادت ہوتی ہے وہ بھی تین طرح کی ہے ایک تنویع لغوی کے لئے اسے تنوعِ لغت بھی کہتے ہیں۔

---

[۱] عرب بولتے ہیں اَحسَن بزید۔ زید حسین ہو گیا اس میں ب زائد ہے قرآن شریف جس کی فصاحت و بلاغت معجزہ ہے۔ اس میں بھی زیادت مفید لفظی موجود ہے دیکھو تفسیر اتقان۔

فارسی زبان میں بھی زیادت مفید لفظی بہت ہے۔ مثلاً بلبل شیراز جس کے نغمے گلزار فصاحت کی جان ہیں فرماتے ہیں۔

بدریا در منافع بے شمار است اگر خواہی سلامت برکنار است

پہلے مصرع میں ب اور در دو حروف جر آئے ہیں جن میں سے ایک زائد ہے مگر چونکہ بولچال ہے۔ اس لئے یہ زائد بھی کلام کی زینت کا باعث ہے۔ جو اہل زبان نہ ہوگا وہ کبھی زائد حرف یا لفظ کو اپنے موقع پر صرف نہ کر سکے گا۔

[۲] البتہ عوام کی زبان کا اعتبار نہیں ہے عوام اور عام کے فرق کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ عوام کباب کو کواب۔ شوربا کو شروا۔ بے سمجھ کو ناسمجھ خالص کو نخالص بولا کرتے ہیں۔ ۱۲ منہ

ایک تحسین کلام کے لئے اسے حسن کلام بھی کہتے ہیں۔ ایک تزیینِ کلام کے لئے اسے زینت کلام بھی کہتے ہیں۔

(۴) تنوع کے معنے ہیں کسی چیز کا نوع نوع اور قسم قسم کا ہو جانا ایسی زیادت جب کوئی معنے نہ دے تو اس کا فائدہ توسیع زبان سمجھنا چاہئے۔

حُسن چونکہ ذات سے لازم ہوتا ہے اس لئے دور کر دیا جائے تو صورت مکروہ اور بھونڈی ہو جائے پس وہ زیادت جو حسن کلام ہوتی ہے اس کا حذف جائز نہیں۔ اگر وہ حذف ہو سکے تو اسے زینت کے لئے سمجھنا چاہیئے۔ حسن کلام محاورہ اور مثل ہی سے مخصوص ہے۔

زینت چونکہ خارج از ذات ہے اس لئے وہ نہ بھی ہو تو حسن ذاتی کافی ہوتا ہے اس لئے اس کا حذف جائز ہے۔ پس وہ زیادت جو زینت کلام کہلاتی ہے اگر حذف بھی کر دی جائے تو کلام درست رہتا ہے۔ صرف اس کا زیور جو چشم لسانیت کو بھلا معلوم ہوتا تھا۔ اُتر جاتا ہے۔ ایسی زیادت محاورے مثل بول چال اور روزمرّہ سب میں پائی جاتی ہے۔

اس امر کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ قاعدے (صرف و نحو) کی آنکھ کو ارکان زبان اچھے نہیں لگتے۔ کیونکہ ارکان کی روش میں اکثر قاعدے کی حدود سے تجاوز کر جاتا ہے۔ اسی وجہ سے ارکان قاعدے کو پسند[۱۵] نہیں کرتے اور قاعدہ ارکان کی حد بندی کو۔ یہی وجہ ہے کہ جو حضرات قاعدے کے زیر اثر ہوتے ہیں وہ زبان کو لسانی حیثیت سے نہیں دیکھتے اور شیوۂ اہل زبان کا لحاظ نہیں رکھتے اور مفید کو غیر مفید سمجھنے لگتے ہیں۔

۱۵۔ مثلاً محاورہ مثل اور روزمرّہ میں دو قسم کا تجاوز ہوا کرتا ہے۔ یہاں اول دو کو مثالوں سے سمجھنا چاہئے۔

محاورہ۔ ایک تو جن بامعنے لفظوں سے بنتا ہے اُن کے اصلی معنے سے کچھ اور معنے دینے لگتا ہے۔ جیسے کہیں کہ انہوں نے اپنے بہت پاؤں نکالے ہیں۔ یہاں پاؤں نکالنا کے اصلی معنے مراد نہیں ہے بلکہ حد سے تجاوز کرنا۔ چالاکی کرنا کے معنے ہیں۔

شاد ؎ اے شاد کم سنی سے نکالے جو اس نے پاؤں　　جوبن نے پھر اُسے جو اُبھارا اُبھر گیا

دوسرے بے معنے اور مہمل لفظوں سے بن کر کوئی معنے دینے لگتا ہے جیسے فقرہ "ان کی بات کا کوئی سر پیر ہے آئیں بائیں شائیں اُڑایا کرتے ہیں"۔ آئیں بائیں شائیں مہمل لفظ ہیں۔ مگر محاورے میں آکر بے ٹھکانے بات کے معنے دیتے ہیں۔

ان مثالوں میں دونوں جزو پاؤں اور نکالنا اپنی وضع کے خلاف معنے دے رہے ہیں۔ نہ پاؤں کے اصلی معنے مراد ہیں نہ نکالنا کے۔ دوسرے مرکب کا پہلا جز مہمل ہے یعنے آئیں بائیں شائیں دوسرے جزو اُڑانا کے بھی اصلی معنے مراد نہیں۔ مگر ان دونو جزوں میں باہمی وابستگی سے نئے معنے پیدا ہو گئے ہیں۔ اور ہر جزو دوسرے کے ساتھ معنے پیدا کرنے میں امداد دے رہا ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ ایک جزو اپنے اصلی معنے دیتا ہے اور دوسرا جزو اصلی معنے سے تجاوز کرتا ہے جیسے میرانیس

ع کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا۔ "اوس کھانا" میں اوس اپنے اصلی معنے پر ہے اور کھانا بمعنے چاٹنا ہے۔ ایسے محاوروں میں جزو مستقل کی تبدیلی کہیں تو محاورے کو مہمل اور کہیں فصیح سے غیر فصیح بنا دیتی ہے۔ مثلاً شبنم کھا کا بولیں تو غیر فصیح ہوگا۔

محاورہ کے قاعدے سے تجاوز کرنے کی مثال اہل دہلی کا یہ محاورہ ہے کہ "ٹُسے آئے کا آیا سمجھو"۔ یعنے اس کے آنے میں کچھ

زیادت جو تنویع کے لئے ہوتی ہے وہ مصادر مرکب اور اسماسے خاص ہے مثلاً بیٹھنا مصدر مفرد ہے۔ اس سے بیٹھ جانا ایک اور مصدر بنایا۔ بیٹھے اور بیٹھ جائیے میں چونکہ معنوی فرق نہیں[1] ہے اس لئے جائیے زائد ہے اور اس زائد کا فائدہ یہ ہے کہ ایک اور لغت زبان میں بڑھ گیا ہے اسی کا نام تنوع ہے کہ ایک مصدر جو مفرد تھا مرکب ہو کر اس کی کئی صورتیں بن جاتی ہیں یہ کئی صورتیں بنانا جس کا نام تنویع ہے استعمال عام کا کام ہے۔ زبان خود ہی عمل تنویع کرتی ہے۔ ارادہ اور قیاس سے یہ نہیں ہوتا۔ بعض اسما کے آخر میں الف یا "ی" زیادہ کر ایک لغت سے دو لغت بن جاتے ہیں۔ اس سے نظم میں بہت مدد ملتی ہے۔

(ا) زبان کی یہ وسعت یعنے کثرت الفاظ بڑی خوبی کی بات ہے۔ مثلاً خفیف سی نیند آنے کو جھپک بھی بولتے ہیں اور جھپکی بھی۔

(۱) فقرہ۔ کچھ جھپک آئی تھی کہ تم نے جگا دیا (۲) فقرہ لیٹا تو نیند کی اک جھپکی سی آگئی (بنات النعش)

(ب) متواتر بارش ہونے کو جھڑ لگنا بھی بولتے ہیں اور جھڑی لگنا بھی۔

مسرور ؎ کیسے برس رہے ہیں سوال و صال پر　　اک جھڑ ہے گالیوں کی برابر لگی ہوئی

سحر ؎ زندگانی تھی یہ ساون کی جھڑی آج تلک　　نہ سہی تھی بخدا اتنی کڑی آج تلک

(ج) غم سے ایک اسم اردو میں غمی بن گیا ہے۔ فقرہ۔ وہ سب کی شادی غمی میں شریک ہوتے ہیں۔ غمی ہو جانا محاورہ ہے جس کے معنے ہیں موت ہو جانا۔

محسن ؎ مرا غصہ آتش سستی ہو گئی　　جہنم کے گھر میں غمی ہو گئی

(د) جھلک اور جھلکی۔ جلال ؎ جھلکتی آنکھ تیرے دیکھنے والو نکی کیا آئے　　مگر ہاں اک جھلک پاتے ہیں مہر و ماہ میں تیری

دیر نہیں اب آیا۔

آئے کا آیا بالکل خلاف قاعدہ ہے۔ کیونکہ اس پر قیاس کرکے "جائے کا گیا" بولو تو مہمل بات ہے۔

مثل میں بھی مہمل الفاظ مل کر معنے دینے لگتے ہیں۔ جیسے فقرہ "جلسہ ہوا تقریریں ہوئیں۔ مگر تدبیر کوئی نہ نکلی" ٹائیں ٹائیں نش" کہیں لفاظیوں سے بھی کچھ ہوا ہے۔"

ٹائیں ٹائیں نش مثل ہے جو مہمل الفاظ سے مرکب ہے جس کے معنے ہیں بے نتیجہ بکواس اور زبانی جمع خرچ یہ قاعدہ کی مثال ہے "شیخی اور تین کانے" کسی شیخی خورے کی نسبت بولتے ہیں جو بے جا نمود کرتا ہے۔ قاعدہ حرف ربط یا فعل کو چاہتا ہے جو اس میں نہیں۔ روزمرہ کا بیان آگے آئیگا۔ ۱۲ منہ

[1] اس زیادت سے جو مفید معنے نہیں ہوتی کہیں کچھ کچھ معنے کا ترشح بھی ہوتا ہے جیسے بیٹھے اور بیٹھ گئے۔ لیٹے اور لیٹ اور لیٹ گئے ان میں گئے سے لیٹنے اور بیٹھنے کے فعل کا تمام ہو جانا مترشح ہے۔ پس ایسے مصادر مرکب میں جہاں زیادت تمام مشتقات میں اپنے معنے ظاہر نہ کرے بلکہ کہیں کہیں کچھ کچھ معنے دے۔ اسی کا نام اصطلاح میں ترشح معنوی ہے اور ایسی زیادت کو زیادت مفید لفظی میں ہم نے داخل کیا ہے۔ تفہیم و تدبر ۱۲ منہ

نوٹ۔ صاحب مصباح القواعد نے مگر اور ہاں دونو کو ملاکر حرف استدراک شمار کیا ہے۔ واضح ہو کہ صرف مگر حرف استدراک ہے اور ہاں اس کے ساتھ تنبیہ یا تاکید کے لئے آتا ہے۔ دونو کو استدراک کے لئے کہنا غلط ہے۔ اِن کو مرکب نہ سمجھنا چاہئے۔ امیر ؎ بجلی ابھی چمک کے اُٹھی یا وہ ناز سے جھلکی دکھاکے پردہ کے اندر چلے گئے

(ھ) گود اور گودی۔ دونو استعمال میں ہیں اور دونو فصیح ہیں۔

(و) نصیب اور نصیبا۔ آتش ع کیا نصیبا ہے ترا بلبل شیدا اُلٹا۔ اس میں ایک زیادت "ون" جمع کے ساتھ نصیبوں بھی ہے۔ الف اور "ی" کے علاوہ زیادت کے لئے دوسرے حروف بھی آتے ہیں۔ جیسے

جھک اور جھکڑا۔ بمعنے جلوہ۔ شان } رشک ؎ ایک موسے لئے غش ہوئے تھے اس سے لاکھوں مرگئے جلوۂ حق اور ہے تیرا جھکڑا اور ہے
قلق ؎ کس جھکڑے نے پھر وہ غیرت برق خود بھی آئی چمک کے صورتِ برق

جھلنگا اور جھلنگا (ٹوٹی پھوٹی چارپائی جس کی بناوٹ لٹک گئی ہو (۲) بنے ہوئے بان جو چارپائی سے نکال لیں) یہ سب لغت فصیح ہیں۔ اسی طرح اور بھی بہت سے لغت ہیں سب کا استقصا یہاں منظور نہیں ہے۔ محض اس زیادت کو دکھانا تھا جو لغات کے تنوّع کا باعث ہوتی ہے۔

کسی لفظ کا فصیح و غیر فصیح ہونا قیاس سے طے نہیں ہو سکتا یہ طریق بالکل غلط ہے فصاحت کا معیار کسی لفظ کو زبان کا قبول کرلینا اور زبانِ خاص و عام پر ہونا ہے۔ مثلاً جھک اور جھکڑا میں کوئی قیاس سے کام لے اور ڑے کی ثقالت کو اس کے غیر فصیح ہونے کی دلیل ٹھہرلے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں مدرجات فصاحت اور فصیح و غیر فصیح کی بحث اور ان کا معیار اک مستقل مضمون میں عرض کیا جائیگا۔

اس بات کی بڑی احتیاط رکھنا چاہئے کہ متروکات کی وبا جو آج کل بہت پھیلی ہوئی ہے کسی اہل قلم کو نہ لگ جائے۔ جس طرح زبان میں کوئی فرد کسی لفظ کو داخل نہیں کرسکتا۔ اسی طرح کسی لفظ داخل کو خارج نہیں کرسکتا[۱] متروک صرف وہ لفظ ہے جس کو خود زبان نے چھوڑدیا ہے مثلاً کبھو جو کبھی کی بجائے رائج تھا اب کسی جگہ نہیں بولا جاتا یا سِتی جو سے کی جگہ زبانوں پر تھا اب متروک ہوگیا ہے نہ خاص بولتے ہیں نہ عام ایسے الفاظ متروک ہیں مگر جو لفظ کہ خاص و عام کی زبانوں پر ہے وہ متروک نہیں ہو سکتا ؛ (باقی آئندہ)

[۱] مثلاً کوئی پاؤں کی جگہ لفظ "گوڑ" اختیار کرے تو یہ لفظ اُردو نہ سمجھا جائیگا جب تک کہ استعمال عام اُسے قبول نہ کرلے۔ علےٰ ہذا ایک دو شخص پیر کو پاؤں کی جگہ بولنا ترک کردیں تو اُن کے ترک سے وہ متروک نہ ہوجائیگا۔ جب تک استعمال عام سے ترک نہ ہوجائے۔ ۱۲ منہ

حسنِ تخیّل

(اعتبار الملک لسان الہند حکیم الشعرا حکیم ضمیر حسن خاں صاحب دلؔ شاہجہان پوری)

حسنِ ازل ہے جلوہ گر آئینۂ مجاز میں
عشق نے رُوح پھونک دی جذبۂ امتیاز میں

دِل کا نشاں اب کہاں بزمِ نیاز و ناز میں
عشق تو جذب ہوگیا حُسنِ کرشمہ ساز میں

بیٹھے تو گرد کی طرح اُٹھے تو دردِ کی طرح
عمر یونہی گزار دی دستِ جنوں نواز میں

اہلِ نظر سے تھا نہاں شاہدِ خلوت آشنا
پردہ اُٹھا کے آگیا انجمنِ مجاز میں

حاصلِ انتہائے غم پوچھئے اُس غریب سے
عرصۂ حشر تھا نہاں جس کی شبِ دراز میں

چشمِ وفا نواز سے شانِ نیاز دیکھئے
پست ہے رُعبِ غزنوی بارگہِ ایاز میں

عشقِ رُسولِ پاک سے ہو یہ اثر پذیر دل
نالہ کروں جو ہند میں گونج اُٹھے حجاز میں

بندۂ عشق تا کجا دید کی آرزو کرے
اُس نے تو مُنہ چھپا لیا پردۂ کبر و ناز میں

جوشِ فنا عطا کیا نقشِ دوئی مٹا دیا
شمعِ جمالِ یار نے خلوتِ سوز و ساز میں

سنگِ درِ حبیب کو حس نہ سہی قبول کی
فرق نہ آئے اے جبیں حوصلۂ نیاز میں

کج نگہی کی ہر ادا آہ عذابِ جاں ہوئی
فتنۂ حشر تھا نہاں چشمِ فسوں طراز میں

عشق و فا سرشت کی شان یہ ہے جنابِ دلؔ
ہستیِ دل مٹائیے رہگزرِ نیاز میں

(از نازہ مجموعہ غیر مطبوعہ)

الفاظ مرکبہ

(جناب خواجہ عبدالرؤف صاحب عشرت لکھنوی)

بعض الفاظ ایسے ہیں جو دو دو مل کر اُردو میں بولے جاتے ہیں اور ان کا بدلنا ناممکن ہے۔ کیونکہ خلاف اصول زبان ہوجاتا ہے۔ انکو ہم مرکب غیر مفید کہہ سکتے ہیں جو علم نحو کا ابتدائی حصہ ہے۔ اگر کوئی شخص غلطی سے انکا ایک لفظ بدل دے تو لطف زبان خاک میں مل جاتا ہے۔ ایسے جملوں کو فصحا ترتیب دیکر ملک میں پھیلاتے ہیں اور وہ مقبول یا نامقبول ہوجاتے ہیں جو کلمے ملک میں رائج ہیں انکا بیان کیا جاتا ہے۔

اِن میں سے بعض فارسی سے اُردو میں لائے گئے ہیں۔ یہ دونو مل کر ایک نئے معنی پیدا کرتے ہیں۔

دختِ رز۔ بمعنی شراب۔ رز معنی انگور دخت بمعنی لڑکی۔ مطلب انگور کی بیٹی مراد شراب۔

سرفروش۔ بمعنی سر بیچنے والا مراد بہادر آدمی سے لی جاتی ہے۔ **سادہ لوح**۔ بیوقوف آدمی سے مراد لی جاتی ہے۔

سخن ساز۔ جھوٹی سچی بات بنانے والا۔ **گلوگیر**۔ گلا پکڑنا بمعنی ردمی ہونا۔

ہرزہ گرد۔ بیکار پھرنے والا بیہودہ آدمی۔ **شیر و شکر**۔ دُودھ شکر بمعنی محبت۔ دونو شیر و شکر ہیں یعنے دونو میں محبت ہے۔ **طفل سرشک**۔ مراد آنسو۔ **سبز باغ**۔ بمعنی فریب۔

مرقع غم۔ مراد دُنیا سے لی جاتی ہے۔ بے نقطہ۔ گالی سے مراد ہے۔

سوختہ قسمت۔ جلی ہوئی قسمت مراد بدقسمت سے۔ **آتش تر**۔ بمعنی بھیگی ہوئی آگ مراد شراب سے۔

مذکورہ بالا الفاظ دو لفظوں سے مل کر ایک لفظ بن گئے ہیں اور دونو کے خلاف ایک تیسرے معنی دیتے ہیں۔ اگر اس کا ایک لفظ بدل دو تو معنی موجودہ قائم نہیں رہتے۔

دخت رز کو کوئی مادر رز کہے تو جملہ صحیح نہ ہوگا یا دخت گندم کہے۔ تو بھی ناجائز قرار پائیگا۔ یا نبت رز کہے تو بھی بُر قبیح ہوگا۔

اصطلاح اساتذہ میں زبان کے لئے کچھ قواعد ہیں انکو امان زبان کہتے ہیں۔ امان زبان یہ ہے کہ جو لفظ جس لفظ کے ساتھ قائم کیا جائے اسی کے ساتھ بولا جائے۔ اگر اس کے خلاف ہوگا تو اختلاف بڑھتے بڑھتے زبان کی نوعیت میں فرق پڑ جائیگا۔ اور زبان اپنے تمام علاقے میں ایک صورت سے رائج نہ ہوگی۔ آجکل امان زبان کی لوگ تخریب چاہتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ اصول زبان سے ناواقف ہیں۔ اسی طرح سبز باغ بمعنی سرسبز گلشن ہے اور مراد اس سے فریب لی جاتی ہے۔ اب کوئی سبز باغ کے بدلے

لال باغ کہے اور معنی اس کے فریب کے لے تو ناجائز ہوگا۔ خاص اُردو کے بھی ایسے غیر مفید جملے بہت سے زبان زد ہیں۔ یہ بھی دو لفظ ہندی ملانے سے ایک نئے معنی دے دیتے ہیں اور ان کا صرف با محل بہت دلکش ہوتا ہے۔
چکنا گھڑا۔ یعنی بے غیرت۔ **خاک کا پتلا**۔ مراد آدمی۔ **سونے کا نوالا**۔ عمدہ مزیدار کھانا۔
اُٹھاؤ چولھا۔ مراد خانہ بدوش سے۔ **ارنڈ کی جڑ**۔ مراد کمزور۔ نوکری ارنڈ کی جڑ ہوتی ہے یعنے کمزور بے ثبات ہوتی ہے۔ **اندھے واو**۔ مراد جاہل آدمی سے۔ **بھیگی بلی**۔ مراد نیک آدمی سے۔
موم کی ناک۔ سادہ لوح نیک مزاج۔ **ڈالی کا ٹوٹا**۔ عزت دار۔ **میٹھی چھری**۔ یعنی کند چھری۔ مراد دوست نما دشمن سے اس میں سے کسی کو آپ بدل نہیں سکتے۔ بھیگی بلی کو بھیگی لومڑی نہیں کہہ سکتے۔ موم کی ناک کو موم کے کان نہیں بولتے۔ ڈالی کا ٹوٹا کو شاخ کا ٹوٹا نہیں کہہ سکتے۔ میٹھی چھری کو میٹھی تلوار نہیں کہہ سکتے۔ اگر ایسا کہئے گا تو غلط ہو جائیگا اور آپ کا اعتبار ملک میں نہ رہے گا۔ کیونکہ آپ نے زبان کا امن قائم نہ رکھا۔

چاند

(جناب لالہ کرشن چندر صاحب ملہن بی اے بی ٹی نکودر)

کم ازکم پانچ کروڑ سال سے ہماری زمین کے گرد چاند گردش لگا رہا ہے۔ مختلف زمانوں اور مختلف اقوام میں یہ ایک قابل پرستش شے رہی ہے اور اِس امر کے ہمارے پاس تحریری ثبوت بھی موجود ہیں۔

سورج سے اُتر کر چاند آسمان پر سب سیاروں اور ستاروں سے زیادہ درخشندہ ہے۔ اور جس طرح سورج دن کا بادشاہ ہے اُسی طرح رات کی حکومت اُس کے حصے آئی ہے اور اِس کی خوبصورت ٹھنڈی کرنوں کے ہی سبب مختلف زبانوں میں مختلف شاعروں نے تخیل آرائی کر کے اس کی خوبصورتی کی تعریف و توصیف بیان کرنے میں پورا زور لگایا ہے۔ اسکی سفید روشنی۔ خوبصورتی پاکیزگی اور صفائی کا ایک نشان سمجھا گیا ہے۔ لیکن علم ہیئت کے عالم جانتے ہیں۔ کہ یہ چاند سے منسوب شدہ روشنی اِسکی اپنی نہیں بلکہ سورج سے حاصل کردہ روشنی ہے۔

وہ زمانہ بھی گذر چکا ہے کہ جب بنی نوع انسان دُنیا کی ہر ایک شے کو اپنے ہی آرام و آسائش کے لئے سمجھتا تھا۔ اور نہ ہی وہ زمانہ رہا ہے جب ہم پاگل پن کو چاند کے ساتھ منسوب کرتے تھے۔ لیکن بایں ہمہ اب بھی یہ ماننے کو تیار ہیں کہ چاند ہماری زمین پر خاص طور پر اثر انداز ہوا ہے۔ سب سے پہلا اثر تو اس کا ہمیں روشنی پہنچانا ہے۔ اور بعض اوقات یہ روشنی بڑی فائدہ مند ہوتی ہے۔ زمین چونکہ بمقابلہ سورج کے ایک بہت چھوٹی شے ہے۔ اس لئے ہم موخرالذکر کی نہایت ہی قلیل مقدار روشنی سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور چاند چونکہ زمین سے بھی کہیں چھوٹا ہے۔ اس لئے اس پر سورج کی اور بھی کم روشنی جا سکتی ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ سورج کی مقدار کی روشنی پہنچانے کے لئے کم از کم چھ لاکھ چاند درکار ہیں۔

سورج ہمیشہ چمکتا رہتا ہے اور چاند کا وہ پہلو بھی کہ جو اُس کی طرف ہے ہمیشہ روشن رہتا ہے۔ ماسوا اُن چند لمحوں کے کہ جب زمین سورج اور چاند کے درمیان آجاتی ہے۔ یہ امر کہ چاند اپنی شکل و صورت ہر روز تبدیل کرتا رہتا ہے۔ اس بات کا ثبوت ہے کہ چاند کی اپنی کوئی روشنی نہیں ہے بلکہ جو روشنی اس پر پڑتی ہے وہ سب سورج کی روشنی ہے۔ چاند شروع میں ہلال کی شکل اختیار کرتا ہے۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ چاند گھومتے گھومتے ایسے مقام پر پہنچ گیا ہے کہ جہاں سے ہماری زمین پر رہنے والوں کو صرف ایک حصہ ہی دکھائی دیتا ہے اور جن دنوں یہ ہماری نظر سے بالکل اوجھل ہوتا ہے۔ اُس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ چاند کا وہ حصہ روشن ہے کہ جسے ہم نہیں دیکھ سکتے۔ جب یہ بدر کی صورت اختیار کرتا ہے تو اُس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ چاند کا وہ حصہ جو کہ روشن ہے سارے کا سارا

ہمارے سامنے ہے۔

ایک مستثنیٰ بات یہ ہے کہ بعض اوقات ہلال کی صورت رکھتے ہوئے بھی ہمیں چاند نظر آتا ہے اور اُس کے ساتھ ہی باقی حصہ بھی خفیف سا روشن معلوم ہوتا ہے۔ اسے انگریزی میں یوں کہتے ہیں - OLD MOON IN THE YOUNG MOONS ARM.

اس کے یہ معنے ہیں کہ چاند کا روشن ہلال حصہ تو سورج کی روشنی سے روشن ہے اور خفیف سے روشن حصہ پر زمین کی سی عکس شدہ روشنی پڑ رہی ہے - اور اُسے صرف اس قدر روشن کر سکی ہے کہ ہمیں باقی حصہ خفیف سا معلوم ہوتا ہے - اِس امر سے ایک اور بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے اور وہ یہ کہ اگر ہم زمین کو کسی اور سیارہ یا چاند سے دیکھیں تو وہ ہمیں روشن نظر آئیگی اور زمین بعض اوقات اپنی سطح سے سورج کی روشنی اتنی کافی مقدار میں واپس بھیجتی ہے کہ اُس سے چاند کی سطح روشن ہو سکے۔

چاند ہمیں اتنا روشن کیوں نظر آتا ہے - اس لئے کہ وہ ہماری زمین سے بہ نسبت دیگر سیارگان و ستارگان کے قریب تر ہے - سارے آسمان پر چاند سے چھوٹے سیارے صرف چند ایک ہونگے - لیکن ہم زمین کے باشندوں کو چاند سب سے بڑا اور سورج کو چھوڑ کر سب سے زیادہ روشن بوجہ اپنے تھوڑے فاصلے کے معلوم دیتا ہے - زمین سے اِس کا فاصلہ صرف دو لاکھ چالیس ہزار میل ہے - دیگر الفاظ میں زمین کے محیط کا صرف دس گنا - اِس سے یہ بات صاف عیاں ہے کہ بمقابلہ سورج یا مریخ کے چاند ہم سے کس قدر نزدیک تر ہے - اور یہی سبب ہے کہ ہم چاند کی سطح کو اپنی دوربین کے ذریعے اچھی طرح سے مطالعہ کر سکتے ہیں

یہ امر ایک دفعہ اور ذہن نشین کرنے کے قابل ہے کہ چاند بہ نسبت دیگر سیارگان اور ستارگان کے نہایت ہی خفیف حجم رکھنے والی شے ہے - اِس کی سطح کا تمام رقبہ براعظم یورپ کے رقبہ کے بھی برابر نہیں - اور اگر دُنیا کا نقشہ اُٹھا کر ہم اِس براعظم پر نظر ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ یہ بمقابلہ دیگر خشکی کے حصّوں کے ایک نہایت چھوٹا سا براعظم ہے - چاند کا قُطر زمین کے قُطر کا $\frac{1}{4}$ حصہ ہے - اگر زمین کو برابر کے پچاس حصّوں میں کاٹ لیا جائے اور ہر ایک حصّہ کا حجم چاند کے برابر ہو گا - لیکن چاند کی سطح زمین کی سطح سے $\frac{1}{50}$ حصّہ ہونے کی بجائے صرف $\frac{1}{14}$ حصّہ ہے - یہ بات نہایت دلچسپ اور ضروری ہے کہ زمین گو حجم میں چاند سے ۵۰ گنا ہے لیکن اسکی سطح کا رقبہ چاند سے صرف ۱۴ گنا ہے - چاند چونکہ زمین سے اتنا چھوٹا ہے - اس لئے وہ اتنی جلدی ٹھنڈا ہو گیا ہے اور اِس کا اتنی جلدی ٹھنڈا ہو کر مُردہ ہو جانے کے سبب سے ہی نہ تو اس کی سطح پر زندگی کا کوئی نشان ہے اور نہ ہی وہاں کرہ ہوائی یا پانی کا ثبوت ملتا ہے۔

یہ امر کہ چاند کا قطر ہمیں ہمیشہ تقریباً ایک سا ہی معلوم ہوتا ہے - اس امر پر دلالت کرتا ہے اور اِس کا

فاصلہ زمین سے تقریباً یکساں رہتا ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ چاند زمین کے گرد ایک دائرہ میں گردش لگاتا ہے۔ اور تمام زمین کے گرد تقریباً ½۲۷ دن میں گھوم جاتا ہے۔اور اس ایک گردش کا نام ہم نے قمری مہینہ رکھ دیا ہے گو ایک سال کے ہم ۱۲ قمری مہینے مانتے ہیں۔ لیکن در اصل ایک سال ۱۳ قمری مہینوں سے بھی بڑا ہوتا ہے۔دوسرے الفاظ میں جہاں زمین سال میں سورج کے گرد صرف ایک دفعہ گردش لگاتی ہے۔وہاں چاند زمین کے گرد ۱۳ دفعہ سے بھی زیادہ گردش کر جاتا ہے۔لیکن یہ زمین کے گرد گردش کرتا ہوا ہمیشہ ایک ہی سطح زمین کی طرف رکھتا ہے اور ہم اُس کی دوسری طرف ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ زمین کے گرد گردش کرتا ہوا اپنے محور پر بھی بالکل اُتنی ہی دیر میں گھومتا ہے کہ جتنی دیر اسے زمین کے گرد گھومنے میں لگتی ہے۔دوسرے الفاظ میں چاند کا ایک دن ایک قمری ماہ کے برابر ہوتا ہے۔اس لئے اگر کوئی بشر سطح چاند پر جاسکے تو وہ اُسی طرح سے رات اور دن کا مشاہدہ کریگا جیسے ہماری زمین پر رہنے والا باشندہ۔فرق صرف یہ ہوگا کہ جہاں ہمارے دن اور رات بارہ بارہ گھنٹے کے ہونگے۔وہاں چاند پر دن اور رات ہماری زمین کے دو ہفتوں کے برابر ہوگا۔

گو ہم بصد شوق چاند کی دوسری طرف دیکھنا چاہتے ہیں۔اور دیکھ نہیں سکتے لیکن ہمیں یقین رکھنا چاہئے کہ اس کی دوسری طرف بھی بالکل اس طرف کی مانند ہے کہ جو ہمیں نظر آتی ہے۔

علم ہیئت کے ماہرین نے چاند پر دکھائی دینے والے ہر ایک حصہ کی سطح اِس قدر غور و خوض کے ساتھ ماپ مختلف نقشہ جات تیار کئے ہیں کہ ایک عالم سر رابرٹ بال (SIR ROBERT BALL) کی رائے کے مطابق ہمیں وسطی افریقہ کے اندرونی حصہ کا اتنا حال معلوم نہیں کہ جتنا کچھ ہمیں چاند کی سطح کے متعلق معلوم ہے۔

جو کچھ ہمیں برہنہ آنکھ کے ذریعہ چاند کی سطح پر نظر آتا ہے وہ اُس سے بالکل ہی مختلف ہے کہ جو کچھ ہمیں بڑی بڑی طاقتور دُوربینوں سے دکھائی دیتا ہے ان کے ذریعہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ چاند کی سطح ایسے مقامات سے گھری ہوئی ہے کہ جو لاکھوں سال پیشتر پانی سے پُر سمندر تھے۔لیکن جو اب خشک ہو چکے ہیں۔اس کے علاوہ اسکی سطح پر مختلف سلسلہ ہائے کوہ بھی ہمیں نظر آتے ہیں۔

اس امر میں اب ذرہ بھر بھی شک نہیں کہ چاند کی سطح بہت سی جگہوں سے دیواروں کی طرح اوپر کو اُبھری ہوئی ہے۔اور وہ کسی دیگر ستارہ کی روشنی سے درخشاں ہیں۔کیونکہ ہمیں اِن درختوں کا سایہ بھی نظر آتا ہے۔جب چاند صورت بدر میں ہوتا ہے اور آفتاب کی شعاعیں اُس پر سیدھی پڑتی ہیں تو اِن دیواروں کا سایہ بھی چھوٹا سا رہ جاتا ہے۔لیکن جب سورج کی شعاعیں اس پر ترچھی پڑتی ہیں تو ان دیواروں کا سایہ بھی بہت لمبا ہو جاتا ہے چنانچہ اِس سایہ کی لمبائی سے ہم چاند کے مختلف سلسلہ کوہ کی اونچائی بآسانی دریافت کر سکتے ہیں۔ان پہاڑوں کا سایہ بالکل صاف نظر آتا ہے۔اِس کی وجہ سطح چاند پر کرۂ ہوائی کا نہ ہونا ہے۔اگر کسی سیارہ پر کرہ ہوائی ہو

تو پھر اُس کے سلسلہ کوہ کا سایہ بالکل صاف نظر نہیں آسکتا کیونکہ سورج کی روشنی کو ہوا اکٹھا کرنے کی بجائے بکھیر دیتی ہے۔ اور اس لئے اِس روشنی کا کچھ حصہ اُن مقامات پر بھی جا پہنچتا ہے کہ جہاں سایہ ہو۔ اب سطح زمین پر کسی جسم کے سایہ کو ماپ کر اُس کی اونچائی ماپنا چنداں مشکل نہیں۔ یہی بات چاند کی سطح پر بھی ممکن ہے۔

علم ہیئت کے جاننے والوں نے اس بات کا صحیح پتہ لگایا ہے کہ چاند کی سطح پر کئی آتش فشاں پہاڑوں کے دہانے (CRATERS) پچاس پچاس اور ساٹھ ساٹھ میل چوڑے ہیں۔ اور اِن دہانوں کی دیواریں کم از کم دس دس اور بارہ بارہ ہزار فٹ اونچی ہیں۔ دیگر مقامات پر بھی آتش فشاں پہاڑوں کی بجائے ہیں بڑے بڑے وسیع میدان نظر آتے ہیں۔ آتش فشاں پہاڑوں کے ایک دہانے کا نام مشہور عالم کوپرنیکس (COPERNICUS) کے نام پر دھانہ کوپرنیکس ہے۔ اور اسی طرح دیگر دھانوں کا نام بھی اہل زمین نے مختلف سائنس دانوں کے نام پر رکھے ہوئے ہیں۔ یہ مختلف آتش فشاں پہاڑ اب آگ نہیں اُگلتے بلکہ مدت مدید اور عرصہ بعید سے ٹھنڈے ہو چکے ہیں۔

بعض عالموں کے خیال کے مطابق سطح چاند پر اب بھی بہت سی تبدیلیاں ظہور پذیر ہو رہی ہیں۔ مثال کے طور پر ہم یقین رکھتے ہیں وہاں پر آتش فشاں پہاڑ کا ایک نیا دھانہ نمودار ہوا ہے۔ اور یہ دہانہ پہلے ہرگز نہیں دیکھا گیا تھا۔ ایک بات ہم اور وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ خواہ آجکل اِس کی سطح پر کتنی ہی تبدیلیاں ہوں لیکن اِن کی وقعت اُن حادثات کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں کہ جن سے سطح چاند کو آج سے صدیوں پہلے دوچار ہونا پڑا تھا۔　　(باقی آئندہ)

موتیوں کی لڑی

(۱) نیکی کر کے اُس کا عوض چاہنا نیکی نہیں ہے۔

(۲) نیکی ناموری کی اُمید پر نہ کرو۔

(۳) نیکی وہ ہے جو دائیں ہاتھ سے کی جائے اور بائیں کو خبر نہ ہو۔

(۴) اپنے اہلِ وطن کے ساتھ نیکی کرنے کے برابر اور کوئی عبادت نہیں۔

(۵) ہمیشہ نیکوں کی عزت کرو اور عوام سے کشادہ پیشانی پیش آؤ۔

(۶) اگر نیک دُنیا میں جانا چاہتے ہو۔ تو تمہارا سچا رہبر راستی ہے۔

(۷) نیک ہمیشہ محنتی۔ دیانت دار اور عمدہ اصول کے پابند ہوتے ہیں۔

(۸) نیکوں کا گناہ ہلکے ابر کی مانند ہے جو ہوا سے فوراً دُور ہو جاتا ہے اور مطلع جوں کا توں صاف رہتا ہے۔

امان اللہ ششم بی سنٹرل موڈل سکول لاہور

جذبات فضا

(سید دل محمد صاحب فضاؔ منشی فاضل گیلانی جالندھری)

دکھا کر اک جھلک اُن کا اُدھر روپوش ہو جانا
اِدھر بیمارِ غم کا دفعتہً خاموش ہو جانا

کمالِ حسن اِسے کہئے کمالِ عشق اِسے کہئے
ترا بے ہوش کر دینا مرا بے ہوش ہو جانا

پتا دیتا ہے ہر اہلِ نظر کو سوزِ پنہاں کا
ترا اردو کے اے شمعِ سحر خاموش ہو جانا

سبق دیتا ہے لُطفِ میکشی کا بزم ساقی میں
نظر دوچار ہوتے ہی مرا مدہوش ہو جانا

چمن میں پھر نئے سر سے بہارِ جاں فزا آئی
مبارک ہو قفس کا خود بخود گُل پوش ہو جانا

کسی کے جلوۂ تاباں کی معمولی سی شوخی تھی
کلیم اللہ کا وہ طور پر بے ہوش ہو جانا

ترے غم میں فضاؔ کی ہے یہ حالت دیکھ لے آکر
کبھی اُف کر کے سر دُھننا کبھی خاموش ہو جانا

جذباتِ نازک

آنکھ ایسی کر عطا اے مرشد کامل مجھے
ذرہ ذرہ میں نظر آنے لگے اک دل مجھے

عشق میں ہوتی نہ کیونکر زندگی مشکل مجھے
ہر ادائے دل نوازی ہو گئی قاتل مجھے

ہوش میں لانے کی اک تدبیر ہے مُنہ پھیر لو
سامنے جب تک رہو گے پاؤ گے غافل مجھے

پھر تڑپنے تلملانے کا تماشا دیکھنا
پہلے اک ترچھی نظر سے کر بھی دو بسمل مجھے

ہے تلاش یار میں معجز نما میری نظر
جس جگہ ٹھٹکی نظر آیا وہیں محمل مجھے

قلزمِ الفت میں آخر ڈوب کر یہ تھاہ لی
دُور جتنا تھا قریب آیا نظر ساحل مجھے

بے طلب اکثر عطا کرتا رہا میرا کریم
ہاتھ کھینچا اس نے نازکؔ جان کر سائل مجھے

تذکرۂ خواتین

(۹) اہلیا بائی

(سید محمود مورخ بی اے)

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد مرہٹوں نے بہت زور پکڑا۔ اورنگ زیب کے جانشینوں کی کمزوری اور امرائے دربار کی خود غرضانہ چالوں سے ملک میں چاروں طرف ابتری پھیل گئی۔ مرہٹوں نے اس افراتفری سے فائدہ اُٹھا کر اپنی سلطنت کو خوب مستحکم کر لیا۔ اگر احمد شاہ ابدالی پانی پت کی تیسری لڑائی میں انکی قوت کو کچل نہ دیتا اور اگر انگریز ملک کے سیاسی معاملات میں دخل نہ دیتے تو ممکن تھا کہ ہندوستان میں مرہٹہ راج قائم ہو جاتا۔ مرہٹوں میں کئی نامور سردار گذرے ہیں۔ ان میں ملہار راؤ اور اس کے بیٹے کی بیوی اہلیا بائی کو ایک نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ ملہار راؤ سترھویں صدی کے آخری دور میں پیدا ہوا تھا۔ اور وہ ابھی پانچ ہی برس کا تھا کہ پدر مہربان کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ اس نے اپنا بچپن کا زمانہ اپنے نانا کے ہاں گذارا جہاں وہ اپنے ماموں کے ساتھ کھیتوں میں کام کیا کرتا تھا۔ جب وہ جوان ہوا تو اس کے ماموں نے اسے مرہٹہ فوج میں ملازم کرا دیا۔ اس نے میدان کارزار میں وہ وہ کارہائے نمایاں کئے کہ پیشوا نے خوش ہو کر اسے فوج کا سپہ سالار مقرر کر دیا۔ اور اس کی فوج کے گزارے کے لئے مالوہ کا علاقہ اس کے حوالے کر دیا۔

اہلیا بائی مالوہ کے ایک گاؤں میں ۱۷۳۵ء میں پیدا ہوئی۔ گو وہ حسین اور دلکش نہ تھی لیکن وہ اس قدر نیک سیرت۔ نیک دل اور حلیم الطبع خاتون تھی کہ گاؤں میں ہر ایک اس کی عزت کرتا تھا۔ اسے دوسروں کے دل مسخر کر لینے میں کمال حاصل تھا۔ اس نے ہنود کی کتب متبرکہ کا نہایت وسیع مطالعہ کیا تھا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ملہار راؤ نے کسی لڑائی سے واپسی پر اس گاؤں میں مقام کیا۔ اور اہلیا بائی سے اس کی اتفاقیہ ملاقات ہو گئی۔ جس کی بارعب شکل و انداز کو دیکھ کر اسے اور اس کے ہمراہیوں کو بہت حیرت ہوئی۔ جب ملہار راؤ کو اہلیا بائی کے خاندانی حالات معلوم ہوئے تو وہ بہت خوش ہوا۔ اور اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ اس کے بیٹے کھانڈو راؤ کو اس سے زیادہ موزوں بیوی نہیں مل سکتی۔ اس کے ہمراہیوں نے بھی اس کے اس فیصلہ سے اتفاق کیا۔ اور اس کے ایک ماہ بعد ہی پونہ میں اہلیا بائی کی کھانڈو راؤ سے شادی ہو گئی۔ شادی کے بعد اہلیا بائی نے اپنی نئی زندگی میں قدم رکھا۔ ماں باپ کو چھوڑ کر سسرال چلی گئی۔ وہاں اس نے

اپنے شوہر اور اس کے قریبی رشتہ داروں کی خدمت شروع کی۔ اس کا خسر ملہار راؤ کئی لڑائیاں لڑ چکا تھا۔ وہ تو ایک تند مزاج اور سخت گیر سپاہی تھا۔ اور اس کی بیوی گوتما بھی مغرور اور تیز مزاج عورت تھی۔ لیکن اہلیا نے اپنی نیک نفسی۔ شرافت اور تابعداری سے جلد ان کے دلوں میں گھر کر لیا۔ جب کبھی ملہار راؤ ناراض ہوتا اور اس کے جری سپاہی بھی اس کے پاس جانے سے ڈرتے تو اہلیا اپنی دُور اندیشی اور حلاوت طبع سے اسے خوش کرنے میں کامیاب ہو جاتی تھی۔ اور اسی طرح وہ اپنی ساس کا غصہ فرو کیا کرتی تھی۔ کھانڈو راؤ والدین کے بیجا لاڈ و پیار کے باعث ضدی لڑکا ہو گیا تھا اور اس میں بہت اخلاقی عیب موجود تھے لیکن اہلیا بائی کے زیر اثر آتے ہی اس نے اپنی اصلاح کرنی شروع کر دی۔ اور اپنے باپ کو اس کے مشکل کاموں میں مدد دینے لگا۔ اسی وجہ سے ملہار راؤ اہلیا بائی سے بہت خوش تھا۔ اور اسے محل سرا کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا تھا۔ اہلیا بائی نے نہایت خوش اسلوبی اور محنت سے گھر کا انتظام کیا۔ اس نے اپنی شرافت کے جادو کے اثر سے دشمنی اور حسد کے اسباب کی بیخ کنی کر دی۔ وہ بہت پاکباز اور خدا ترس تھی۔ کہتے ہیں کہ وہ روزانہ شاستروں کا مطالعہ کرتی اور ان کے احکام پر عمل کرنے کی کوشش کرتی تھی۔

۱۷۵۴ء میں کھانڈو راؤ ایک لشکر عظیم لے کر اجمیر کے جاٹوں کی سرکوبی کرنے گیا۔ کیونکہ انہوں نے ایک عرصہ سے خراج ادا نہیں کیا تھا۔ جاٹوں اور مرہٹوں میں بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ طرفین نے خوب دادِ شجاعت دی اور میدان مرہٹوں کے ہاتھ رہا لیکن کھانڈو راؤ بہادری سے جنگ کرتا ہُوا ڈھیر ہو گیا۔ اس کے ایک لڑکی مکتا بائی اور ایک لڑکا مالی راؤ تھا۔

ملہار راؤ کو فطرتاً اپنے بیٹے کی موت کا سخت صدمہ تھا اور خاص کر یہ فکر سوہان روح بن رہا تھا کہ ہندو رسوم کے مطابق اہلیا بائی اپنے شوہر کی چتا پر جل کر ستی ہو جائیگی اور وہ اس دوسرے صدمہ کو برداشت نہ کر سکتا تھا۔ اس نے بیوہ اہلیا بائی کو ستی ہو جانے سے باز رکھنے کے لئے لاکھ جتن کئے مگر بے سود۔ آخر وہ خود اہلیا کے پاس آیا اور آنکھوں میں آنسو بھر کہا کہ بیٹی میں مانتا ہوں کہ تمہیں اپنے شوہر کی بے وقت موت کا سخت صدمہ ہے۔ تمہارا باغ موسم بہار میں ہی اُجڑ گیا ہے۔ مگر تمہاری قسمت میں یہی لکھا تھا۔ اس مالک حقیقی کے احکام کا پورا ہونا ضروری ہے۔ اب صبر کرو۔ مجھ معمر کو کیوں مصیبت اور پریشانیوں کے چکر میں پھنسانے پر آمادہ ہو۔ کھانڈو جی تو چل بسے اب صرف تم ہی میری زندگی کا سہارا ہو۔ اگر تم اپنے ارادہ سے باز نہ آؤ گی تو پھر میرا زندہ رہنا ناممکن ہے۔ میں تمہارے ہی آسرے پر زندہ ہوں۔ میری دولت۔ میری سلطنت الغرض سب کچھ تمہارا ہے۔ اگر تمہیں زندگی کی خواہش نہیں تو مجھ بوڑھے کی ہی خاطر زندہ رہو۔"

ملہار راؤ کے ان درد بھرے الفاظ کا اہلیا بائی کے دل پر بہت اثر ہُوا اور اس نے ستی ہونے کا ارادہ ترک

کردیا۔ شوہر کے انتقال کے بعد انتظام سلطنت کی اہم ذمہ داریاں بھی اسی کے کندھے پر آگئیں۔ اور وہ ہر وقت اپنے فرائض کے انجام دہی میں منہمک رہنے لگی۔ اور اس طرح اس کا غم بھی آہستہ آہستہ غلط ہوگیا۔ ملہار راؤ نے بھی ریاست کے معاملات میں دخل دینا چھوڑ دیا۔ اب اہلیا بائی نے انتظام کیا کہ آمد و صرف کا حساب باقاعدہ لکھا جائے۔ وہ ہر وقت ریاست کی گتھیوں کو سلجھانے میں مصروف رہتی تھی۔ اور اس طرح وہ اس اہم کام کے لئے تیار ہوگئی جو اسے بعد میں انجام دینا پڑا۔

ملہار راؤ نے ۷۶ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ وہ چالیس برس تک ایک نامور سپہ سالار رہا۔ اور اپنی عمر کے آخری حصہ میں مرہٹہ سرداروں میں سربرآوردہ سردار شمار ہونے لگا تھا۔ جہاں اس کے پھول مدفون کئے گئے اسے اس کے نام پر ملہار گنج کہتے ہیں۔ یہ مقام گوالیار سے چالیس میل کے فاصلہ پر ہے۔

ملہار راؤ کے اکلوتے بیٹے کھانڈو راؤ کا اس کی زندگی میں انتقال ہوگیا تھا۔ اس لئے اس کی وفات پر اس کا پوتا مالی راؤ مسند نشین ہوا۔ لیکن وہ زیادہ عرصہ تک حکمرانی نہ کرسکا۔ کیونکہ نو ماہ بعد ہی اس کا انتقال ہوگیا۔ وہ بہت ہی ظالم اور سنگدل نوجوان تھا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ جو کپڑے وہ غریب برہمنوں کو خیرات میں دیا کرتا تھا۔ ان میں زہریلے کیڑے مثلاً سانپ بچھو وغیرہ چھپا دیا کرتا تھا اور جب وہ ڈنگ مارتے تھے تو وہ اسی قدر مسرور ہوتا تھا جس قدر اہلیا بائی رنجیدہ ہوتی تھی۔ اہلیا بائی کو تاحیات اس بات کا رنج رہا کہ اس کا بیٹا بہت ظالم نوجوان ثابت ہوا ہے۔

مالی راؤ کی موت کے متعلق مورخین نے ایک نہایت عجیب داستان تحریر کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مالی راؤ ایک خدا رسیدہ بزرگ سے ناراض ہوگیا۔ اور غصہ کی حالت میں اس نے حکم دیا کہ اس بیگناہ بزرگ کو قتل کردیا جائے۔ مالی راؤ کے خیر خواہوں نے اسے یہ سمجھانے کی بہت کوشش کی کہ ایک بے قصور کو قتل کرانا مناسب نہیں اس کے علاوہ وہ خدا رسیدہ بزرگ ہے اور اسے روحانی طاقت حاصل ہے۔ اس لئے اگر اسے قتل کردیا گیا تو وہ ضرور بدلہ لیگا۔ مگر مالی راؤ نے ان وفاداروں کی نصیحت پر ذرا بھی توجہ نہ دی اور اس بزرگ کو قتل کرادیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ہی مالی راؤ بیمار ہوگیا۔ اور علالت نے اس قدر طول پکڑا کہ اس کی جان کے لالے پڑ گئے۔ ویدوں اور حکیموں کا علاج کیا گیا مگر بے سود۔ وہاں تو وہی مثل تھی کہ "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"۔ زمانۂ علالت میں وہ پاگلوں کی طرح بکواس کیا کرتا تھا۔ عوام کو یقین ہوگیا تھا کہ اس بزرگ کی روح اس سے انتقام لے رہی ہے۔ اس زمانہ کے عقائد کے مطابق اہلیا بائی بھی عوام کے شکوک پر ایمان لے آئی وہ ہر وقت اپنے بیمار بیٹے کے سرہانے بیٹھی روتی اور دعا کرتی رہتی تھی۔ لیکن لاحاصل۔ اکثر ایک آواز یہ کہتی سنائی دیا کرتی تھی کہ چونکہ اس نے ایک بے گناہ بزرگ کا خون کیا ہے اس لئے اس کا جانبر ہونا ممکن نہیں اور یہی

ہوُا - مالی راؤ نے تڑپ تڑپ کر جان دیدی -

اہلیا بائی کو معلوم تھا کہ اس کے خاندان میں کوئی شخص حکمرانی کی صلاحیت نہیں رکھتا - اس لئے اس نے باوجود غمزدہ ہونے کے عنانِ سلطنت اپنے ہاتھوں میں لے لینے کا فیصلہ کرلیا اور دوراندیشی اور معاملہ فہمی سے اپنے فرائض انجام دینے لگی -

گنگا دھر جسونت ملہار راؤ کا ایک دغاباز اور عیار وزیر تھا - اس کی خواہش تھی کہ اہلیا بائی کسی بچے کو اپنا متبنے بنالے اور وہ خود اس کا سرپرست بن کر حکومت کرے - اکثر مورخین نے یہ بھی لکھا کہ گنگا دھر جسونت راجہ بننے کا خواہشمند تھا - اس لئے اس نے اہلیا بائی کو پیغام بھیجا کہ وہ عورت ہونے کی وجہ سے ایک بڑی ریاست کے انتظام کا بوجھ اپنے کندھوں پر نہ اُٹھا سکے گی اور اگر بالفرض اس نے یہ کام سنبھال بھی لیا - تو وہ ضرور اپنے دھرم کے کام انجام نہ دے سکے گی - اس کے اندور کی رعایا عورت کی حکومت برداشت نہیں کریگی - اور وہ فوجوں کو میدان جنگ میں نہ لے جاسکے گی - اس لئے بہتر ہے کہ وہ اپنے خاندان کا ایک لڑکا تخت پر بٹھادے اور ذمہ واری کا بوجھ اپنے وزیر پر ڈال دے جو اس اہم کام کو انجام دینے کے لئے ہر وقت تیار ہے - اور اگر اس نے اس نصیحت پر عمل نہ کیا تو وہ دشمنوں کے نرغے میں گھر جائیگی اور اس طرح اندور کی سلطنت اس کے خاندان سے چھن جائیگی -

جواب میں اہلیا بائی نے صرف یہ کہلا بھیجا کہ وہ ایک راجہ کی اہلیہ اور دوسرے راجہ کی ماں ہے - دونو کا انتقال ہوچکا ہے - اس لئے سلطنت پر اس کا حق ہے اور وہ خود حکومت کریگی - گنگا دھر یہ جواب پاکر بہت ناراض ہوُا اور پیشوا کے چچا راگھوبا کو دعوت دی کہ اندور پر حملہ کرکے اہلیا بائی کی سلطنت پر قبضہ کرلے - جب اہلیا بائی کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے بھی راگھوبا کو لکھا کہ اگر تم دعوٰے باطل کی مدد کرنا چاہتے ہو تو کرو لیکن خیال رہے کہ ریاست میری ہے اور میں ہی اس پر حکمرانی کرونگی - راگھوبا اہلیا بائی کا پیام پاکر بہت ناراض ہوُا - ملہار راؤ ابتدا میں پیشوا کا ایک ادنےٰ ملازم تھا - اس لئے اب اس کے بیٹے کی بیوی کی یہ گستاخی اور غرور وہ برداشت نہیں کرسکتا تھا اور وہ اسے اس کی سزا دینے کے لئے روانہ ہوُا -

اہلیا بائی نے بھی مقابلہ کی تیاریاں شروع کردیں - اپنے تمام سپاہیوں کو بلاکر دربار کے کمرے میں جمع کیا - وہ بہت بہادر تجربہ کار اور قوی ہیکل نوجوان تھے اور حق نمک ادا کرتے ہوئے اپنی ملکہ پر قربان ہوجانے کے لئے آمادہ تھے - اہلیا نے ان وفاداروں کی طرف مُسکرا کر دیکھا اور خود ان کی رہنمائی کرنے کا فیصلہ کرکے حکم دیا کہ چار کمانیں اور تیروں سے بھرے ہوئے ترکش اس کے خاص ہاتھی کے ہودے میں رکھ دیئے جائیں - اس کے بعد اس نے مرہٹہ سرداروں کو امداد کے لئے پروانے روانہ کئے - اور چند ہی روز میں ہزاروں سپاہی مختلف اضلاع سے اس کی مدد کو آ گئے -

راگھوبا کو یقین تھا کہ اہلیا بائی اسکے پہنچتے ہی ڈر کر فوراً سر اطاعت خم کر دیگی - اسے کسی طرح بھی یقین نہ آتا تھا کہ وہ مقابلہ کرنیکا خیال تک بھی اپنے دل میں لائیگی - لیکن اب ایک لشکر جرار کو اپنے مقابلہ میں صف آرا دیکھکر وہ بہت پریشان ہوُا - وہ حیران تھا کہ اب کیا کرے واپس جانا بزدلی کی علامت تھی اور مقابلہ کرنا یقیناً تباہی - اب وہ اپنی جلد بازی پر بہت پشیمان ہوُا - آخر اس نے یہ چال چلی کہ اہلیا بائی کی فوج کے سپہ سالار تکاجی کو بلاکر کہا کہ وہ تو مالی راؤ کی وفات کی خبر سنکر تعزیت کے لئے آیا ہے - اسے اہلیا بائی سے میدان کارزار گرم کرنے یا اسے نقصان پہنچانے کا خیال تک بھی نہیں ہے -

اس کے جواب میں اہلیا نے کہلا بھیجا کہ اُسے کس طرح معلوم ہو کہ وہ نیک ارادہ سے آیا ہے - راگھوبا یہ پیغام پاکر فوراً گھوڑے پر سوار ہوُا اور چند ملازمین کو ساتھ لیکر اہلیا بائی کی قیام گاہ میں آگیا - جب تکاجی کو اسکی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس نے اس کا بڑا پُر جوش استقبال کیا - اور اہلیا بائی سے ملا - راگھوبا نے اہلیا بائی کے پاس چند روز قیام کیا - اور اس عرصہ میں بڑے غور سے دیکھا کہ اہلیا بائی اپنے مشکل فرائض کسی حسن و خوبی سے سرانجام دیتی ہے -

اہلیا بائی بہت پاکباز اور باعصمت خاتون تھی - وہ روز طلوع آفتاب سے ایک گھنٹہ پہلے بیدار ہو کر دعا پڑھا کیا کرتی تھی - اس سے فارغ ہو کر اپنی مذہبی کتابوں کی کتھا سُنتی اور محتاجوں اور مفلسوں کو خیرات دیتی تھی - اس کے بعد وہ کھانا کھاتی اور تھوڑے آرام کرنے کے لئے بستر پر دراز ہو جاتی - اور پھر دربار میں حاضر ہوتی اور تمام دن ایک حکمران کے فرائض انجام دینے میں مصروف رہتی - ہر فریادی اس سے ہر وقت مل سکتا تھا - شام ہو جانے پر اپنے محل میں واپس آتی اور پوجا پاٹ کرنے کے بعد کھانا کھاتی - رات کو نو بجے کے بعد اُمرائے دربار آتے اور گیارہ بجے تک ریاستی معاملات پر غور ہوتا - اس کے بعد وہ سو جاتی -

یہ تو میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ ملہار راؤ کی زندگی میں ہی اہلیا بائی نے انتظام سلطنت کا تجربہ اور تعلیم حاصل کر لیا تھا اور اب جب ریاست کی جملہ ذمہ داریوں کا بوجھ اسے تنہا اُٹھانا پڑا - تو سابقہ تجربہ کی مدد سے وہ جلد کامیاب ہو گئی - وہ ہر انتظام کی تفصیل خود دیکھتی تھی یہاں تک کہ ایک ادنٰے ملازم بھی اسکی اجازت کے بغیر نہیں رکھا جا سکتا تھا - اس کے زمانہ سے پہلے اندور ایک چھوٹا سا گاؤں تھا لیکن اسکی محنت اور توجہ کی بدولت ایک بارونق اور دولت مند شہر ہو گیا - اندور کے قرب و جوار میں بھیل - گونڈ وغیرہ قومیں آباد ہیں اور انکا پیشہ چوری اور ڈاکہ زنی ہے - لیکن اہلیا نے اس دور اندیشی اور تدبر سے انتظام کیا کہ اہل اندور کو ان غارتگروں کے حملوں سے بچائے رکھا -

اہلیا بائی خیرات اور رفاہ عام کے کاموں میں خاص دلچسپی لیتی تھی - اس نے کئی نئے قلعے تعمیر کرائے - بندھیاچل پربت پر صرف کثیر سے ایک سڑک تعمیر کرائی - دور دراز مقامات میں سڑکیں بنوائیں - اور مسافروں کے آرام کے لئے سایہ دار درخت لگوائے - کوئیں کھدوائے اور سرائیں بنوائیں اور یتیموں اور لاوارثوں کی دل کھول کر مدد کی اور ہندوؤں کے متبرک مقامات پر کئی مندر تعمیر کروائے - جن میں سے ایک مندر میں اسکا بُت بھی نصب ہے -

گو وہ رفاہ عام اور خیرات کے کاموں میں خوب خرچ کرتی تھی۔ لیکن وہ فضول خرچ نہ تھی۔ سب مورخین نے باتفاق رائے سے لکھا ہے کہ جب وہ ۵۸ برس کی ہوئی۔ تو ٹکاجی نے اس کے حکم سے جے پور پر لشکر کشی کی۔ گو مرہٹوں نے میدان جنگ میں خوب ہی داد شجاعت دی لیکن وہ راجپوتوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور انہیں مُنہ کی کھانا پڑی۔ اس پر ٹکاجی نے اہلیا بائی سے روپیہ طلب کیا۔ جواب میں اہلیا بائی نے کہلا بھیجا کہ تم کو ایک مقررہ رقم ملے گی۔ اس سے زیادہ ہرگز نہیں اور اگر تم مقابلہ کرتے ہوئے ڈرتے ہو تو میں خود میدان جنگ میں آنے کو تیار ہوں۔

راگھوبا کو معلوم تھا کہ اندور کا خزانہ مال و دولت سے پُر ہے۔ اس لئے اس نے اہلیا بائی سے ایک گرانبہا رقم طلب کی۔ جواب میں اہلیا بائی نے کہلا بھیجا کہ خزانہ میں جو کچھ بھی ہے وہ میری ملکیت نہیں۔ مجھے اختیار نہیں کہ سلطنت کی ضرورت کے علاوہ اور کچھ لے سکوں۔ لیکن چونکہ تم برہمن ہو اس لئے اگر چاہو تو بطور خیرات تمہیں کچھ دیدونگی۔ راگھوبا یہ جواب پاکر غصہ سے آگ بگولا ہوگیا۔ اور اہلیا بائی کو کہلا بھیجا کہ وہ بھکاری نہیں ہے کہ خیرات لے۔ جس چیز کی اسے ضرورت ہے وہ زور بازو سے لے سکتا ہے اور لینے آرہا ہے۔

راگھوبا کا یہ جواب پاکر اہلیا بائی نے مقابلہ کی تیاریاں کیں۔ خود تمام ہتھیار زیب تن کئے اور پانچ سو عورتیں ہمراہ لے کر میدان جنگ کی راہ لی۔ یہ خیال رہے کہ اس مہم میں ایک مرد بھی اس کے ساتھ نہ تھا۔ جب راگھوبا سے آمنا سامنا ہوا تو اس نے حیرت سے دریافت کیا کہ تمہاری فوج کہاں ہے؟ اہلیا نے جواب میں کہا کہ اس نے اور اس کے خاندان نے پیشواؤں کی وفاداری سے خدمت کی ہے۔ اس لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ پیشوا کے خلاف علم بغاوت بلند کرے۔ اگر راگھوبا اسے قتل کر دیگا تو اس کی سلطنت اور دولت پر قبضہ کر لیگا۔ لیکن اس کی زندگی میں اس کی کسی چیز پر قبضہ کرنا ناممکن ہے۔ راگھوبا یہ جواب پاکر بہت نادم ہوا اور ناکام واپس چلا گیا۔

اہلیا بائی نے اپنی زندگی کا آخری حصہ نہایت بدمزگی اور غم میں بسر کیا۔ جب اس کے داماد یعنی مکتا بائی کے شوہر نے انتقال کیا تو مکتا بائی نے اس زمانہ کے رواج کے مطابق ستی ہو جانے کا فیصلہ کیا۔ اہلیا بائی نے اسے اس ارادہ سے باز رکھنے کی لاانتہا کوشش کی۔ دلائل و براہین سے یہ سمجھانا چاہا کہ ستی ہونا ضروری نہیں ہے اور آخر اس کے سامنے دو زانو ہوکر نہایت عاجزی سے کہا کہ "بیٹی مجھے دُنیا میں تنہا غمزدہ نہ چھوڑو" لیکن اس کا مکتا پر ذرا بھی اثر نہ ہوا اور اس نے جواب میں کہا کہ "پیاری اماں تم خود تو قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھی ہو۔ نامعلوم کب رشتۂ حیات ٹوٹ جائے۔ میرا شوہر مرچکا ہے اس لئے تمہارے بعد میری زندگی وبال جان ہوجائیگی اور اس کا عزت کے ساتھ خاتمہ کرنے کا موقعہ بھی ہاتھ سے جاتا رہیگا"

آخر اہلیا بائی کو یقین ہوگیا کہ کسی طرح بھی مکتا بائی اپنے عزم بالجزم سے باز نہ آئیگی تو وہ اس ہولناک نظارہ کو دیکھنے کے لئے تیار ہوگئی۔ وہ مکتا بائی کی بہ رضا و رغبت موت کے دلفگار نظارے اور غم سے اس قدر مغموم ہوگئی

کہ تین دن تک بے حس و حرکت پڑی رہی۔

وہ اس صدمہ سے جانبر نہ ہو سکی اور ساٹھ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ وہ عوام میں بہت ہر دلعزیز تھی۔ وہ ابھی بیس ہی برس کی تھی کہ اس کے شوہر نے داغ مفارقت دیا۔ اس کا اکلوتا بیٹا دیوانہ اور بدچلن تھا۔ لیکن وہ مایوس نہ ہوئی اور اس نے اپنی زندگی خدمت خلق کے لئے وقف کر دینے کا عزم راسخ کیا۔ کھانڈو راؤ کی موت کے بعد اس نے رنگدار کپڑے کبھی نہیں پہنے اور نہ کوئی زیور۔ ہاں ایک زیور ضرور پہنا کرتی تھی۔ اس کی عادتیں نہایت سادہ تھیں۔ اندور کے باشندے کیا ہندو کیا مسلمان آج تک بڑی محبت اور عقیدت سے اسکا نام لیتے ہیں +

مولانا زکامی

"آچھیں آچھیں آچھیں ــــ سوں ــــ سوں ــــ"

مولانا نے اپنے آنے کی اطلاع دی۔ اور کھٹ سے گھر میں داخل ہوئے۔

"لو یہ دوا کی بوتل ساڑھے تین روپے کو آئی ہے۔ شیشیوں والی الماری میں رکھ دو۔" مولانا نے اپنی بیوی سے کہا۔

شب چراغ ۔ گھر ہے یا ہسپتال نہیں نہیں "خانگی ڈسپنسری"۔ دوا وہیں پی آتے۔ الماری میں تو تل دھرنے کی جگہ بھی نہیں۔ اسے کہاں رکھوں۔ پہلی شیشیوں کو کہیں ضائع کرو۔ بیچ دو یا باہر پھینکو۔

مولانا ۔ اب اس وقت تو الماری خالی ہونے سے رہی۔ اسے جس طرح بنے وہیں رکھو۔ ہماری حالت زکام نے بہت خراب کر رکھی ہے۔

شب چراغ ۔ وہاں تو جگہ نہیں۔ بہتر ہے کہ اسے اپنی جیب خاص میں رکھ لو۔

مولانا ۔ دیوانی ہو ــــ سوں سوں ــــ دیوانی کیا یہ بوتل جیب میں آئیگی؟

شب چراغ ۔ میں دیوانی ہوں یا آپ ہی ہوش میں نہیں۔ اپنے ساتھ مجھے بھی بیمار کر دیا۔ آچھیں ــــ مصنوعی چھینک چھینکتی ہے۔

مولانا ۔ تم بھی یہ دوا پی لینا۔ اچھا اب تو رکھو۔ سنو صبح ہی صبح نہار منہ پینا۔ فقط ایک چمچہ۔

شب چراغ ۔ خدا آپ ہی کو مبارک کرے۔

مولانا ۔ اور تمہیں بھی!

شب چراغ ۔ آپ کی صبح پہننے والی قمیص کی جیب میں رکھ دوں نا!

مولانا۔ ہیں! پھر وہی بیوقوفی کی بات۔
شب چراغ۔ میں اس لئے کہتی ہوں کہ آپ صبح پینا نہ بھول جائیں۔ اب کہدیجئے مجھے عقلمند اور اپنے آپ کو—"
مولانا۔ بیوقوف —— آچھیں —— آچھیں —— بُرا ہو تیرا زکام، کیسا ہاتھ دھو کر پیچھے پڑا ہے۔
یہ کہتے ہوئے کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں۔ میز پر چائے رکھی ہوئی ہے۔ پینے کے لئے پیالی میں ڈالتے ہیں۔
شب چراغ بوتل الماری میں رکھ کر سامنے آکھڑی ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ لو اب بسم اللہ پڑھ کر اس الماری کو بھی ان دیسی شیشیوں سے پُر کر دو۔
مولانا۔ عورت ہے یا مصیبت الٰہی! کیسا ناک میں دم کر رکھا ہے۔
شب چراغ۔ ہاں زکام ناک میں ہی دم کر دیا کرتا ہے۔ خدا کرے کہیں ناک سے آگے بھی بڑھے۔
مولانا۔ شب چراغ تمہیں شرم نہیں آتی۔ ہمارے متعلق بد دعائیں مانگ رہی ہو۔ یہ ہماری ہی شرافت ہے جو تم ایسی بیوقوف عورت کے ساتھ گذر کر رہے ہیں۔ اگر کوئی اور ہوتا —— آچھیں —— سوں ——"
شب چراغ۔ اور شادی کر لو۔ خدا تمہیں ایسی ہی زکامن بیوی دے۔ لو اب تو دعائے خیر ہے نا ——"
مولانا۔ جاہل مطلق ہو۔ کیا کہوں تم نے مجھے کس قدر تنگ کر رکھا ہے۔
شب چراغ۔ اور آپ نے مجھے کتنا سکھ میں ڈال رکھا ہے۔ یہ میں ہی ہوں جو تمہارے ساتھ بن آئی مر رہی ہوں۔
مولانا نے غصے کو پیتے ہوئے چائے کی پیالی اُٹھائی۔ ابھی مُنہ سے لگی بھی نہیں تھی کہ آچھیں آچھیں کا تار بندھ گیا۔ بس پھر کیا تھا۔ پیالی کو جھولا مل گیا۔ جلتی ہوئی گرم گرم چائے۔ جو مزے میں آئی۔ تو مولانا کے ہاتھوں پر گری اور ساتھ ہی شب چراغ پر بھی۔
اوئی جلا ڈالا۔ موئے خدا تجھے غارت کرے۔ شب چراغ نے درد سے بیتاب ہو کر کہا۔
مولانا ناک کو رومال سے سنبھالتے ہوئے غصہ میں آکے جو گھونسا مارا تو شب چراغ کی بجائے ساتھ والی دیوار پر لگا۔ بس اب کیا تھا۔ ہاتھ کی اُنگلیاں ٹوٹ گئیں۔ اور اوپر کی جلد دیوار کے ساتھ ہی رہی۔ درد سے دیوانے ہو گئے۔ اور غش کی سی حالت ہو گئی۔
شب چراغ نے مُنہ پر پانی کے چھینٹے دیئے۔ تو آپ کہیں ہوش میں آئے۔ ہائے ہائے کرتے ہوئے اُٹھے۔ اور شب چراغ کو کوستے ہوئے باہر نکل گئے۔ ہسپتال میں پہنچ کر دوا لگوائی۔ درد کچھ کم ہوا۔ تو گھر کو لوٹے۔
یہاں شب چراغ ڈر سے مری جاتی تھی اور تو کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ فوراً برقعہ اوڑھ تانگہ منگوا میکے کو چل دی۔ مولانا جو گھر پہنچے تو باہر سے تالا لگا ہوا تھا۔

(دین محمد شفیقی لاہور)

خیالاتِ انصاف

(از "خسرو سخن" عالی جناب ہارون ابن محمد صاحب انصاف رئیسِ رنگون شاگرد قدیم تاج الشعراء جناب نوح ناروی مدظلہ جانشین حضرت داغ دہلوی)

یہ ہے اے حسن ادنےٰ سا کرشمہ تیری قدرت کا
ملا مجھ کو خزانہ داغ ہائے عشق و الفت کا

ذرا تم بھی تو دیکھو یہ ہے منظر کس قیامت کا
جنازہ دھوم سے اُٹھا وہ بیمارِ محبّت کا

جنابِ خضر سے ہم کو یہ اب دریافت کرنا ہے
کنارا آپ نے دیکھا کہیں دریائے اُلفت کا

ضرورت ہے گُنہ گاروں کو یارب تیری رحمت کی
سہارا ہے خطا واروں کو یارب تیری رحمت کا

خدائی ہے۔ کہ تیری آرزو میں جان دیتی ہے
زمانہ ہے۔ کہ دم ہر دم بھرا کرتا ہے اُلفت کا

وہ سوزش اب نہیں باقی جہنّم کے شراروں میں
ٹپکنا ہی غنیمت تھا مرے اشکِ ندامت کا

عیادت کے لئے بالیں پہ بھولے سے نہیں آتے
وہ کہتے ہیں بھرم کھُل جائے گا بیمارِ اُلفت کا

ہمارے دِل میں جھاڑو پھیر دی ہے نااُمیدی نے
کہیں کیا حال اِس اُجڑی ہوئی دُنیائے حسرت کا

جہاں میں خسروِ شیریں سخن۔ انصاف صاحب ہیں
چھپانا چاہیئے احباب کو دیوان حضرت کا

کلامِ روشن

عمر بھر رکھا تھا مجھ کو مُبتلائے رنج و غم
کچھ تو راحت قبر میں اے گردشِ ایام دے

ابتدائے عشق مجھ کو انتہائے شوق ہو
میری صبحِ غم کو یارب تُو خوشی کی شام دے

ڈوب جائیں جس میں اے ساقی مرے افکارِ زیست
بادۂ رنگیں سے بھر کر آج ایسا جام دے

محو ہو جائے غمِ دُنیا و عقبےٰ اس قدر
ہر نیا دن مجھ کو روشنؔ عید کا پیغام دے

نورجہاں اور جہانگیر

ہر ایک بچّہ سے لے کر بوڑھے تک نورجہاں اور جہانگیر کے محبّت کے قصّے سے واقف ہے۔ لیکن یہ سب کچھ محض افسانہ ہے۔ اور ہسٹری سے اس کا کچھ تعلق نہیں معلوم ہوتا ہے چونکہ عوام کو محبّت کے افسانوں کا زیادہ شوق ہوتا ہے۔ اور بہت جلدی ایسے افسانے عوام کے دلوں میں گھر کر لیتے ہیں۔ اس لئے ہر شخص کو اس بات کا یقین ہے کہ اوائل عمر میں جہانگیر نورجہاں پر عاشق ہوا اور جب تخت پر بیٹھا۔ تو اپنی دلی مراد پوری کرنے کے لئے اس نے شیر افگن کو مروا ڈالا۔ اور اپنی عشق کی آگ کو ٹھنڈا کیا۔ لیکن موجودہ ہسٹری دانوں نے معاملہ کو اس کے خلاف پایا ہے۔ اور اصل قصّہ اس طرح بیان کیا ہے۔

خواجہ محمد شریف نورجہاں کا دادا تھا۔ اور خراسان کے بادشاہ کا وزیر تھا۔ اس نے ۱۵۷۷ء میں اس جہان فانی سے کوچ کیا۔ اور اس کی موت کے کچھ دن بعد تمام خاندان کو وطن چھوڑنا پڑا۔ غیاث بیگ نے معہ اپنی حاملہ زوجہ کے شاہی سوداگر ملک مسعود کے ہمراہ ہندوستان کا راستہ لیا۔ قندھار کے مقام پر نورجہاں پیدا ہوئی۔ اور اس شاہی سوداگر نے ان غریبوں کی تمام ضروریات کو پورا کیا۔ اس طرح غیاث بیگ اور ملک مسعود میں دوستی ہوگئی۔ مسعود نے فتح پور سیکری کے مقام پر غیاث بیگ کو اکبر کے سامنے پیش کیا۔ اور بادشاہ نے اس کو امپیریل سروس (شاہی ملازمت) میں لے لیا۔ غیاث بیگ نہایت ہی خوش نویس اور علم دوست آدمی تھا اور شاہی دربار میں اپنی زندگی بسر کرنے لگا۔ جب نورجہاں جوان ہوگئی۔ تو اس کی شادی ایک فارسی نوجوان مسمی علی قلی خاں کے ساتھ کر دی گئی۔ اور اکبر کے حکم سے علی قلی خاں کو شہزادہ سلیم کے سٹاف میں مقرر کیا گیا۔ اور میواڑ کی بغاوت رفع کرنے کی غرض سے سلیم کے ہمراہ بھیجا گیا۔ ظاہر ہے کہ اگر شہزادہ سلیم کی مرضی کے خلاف یہ شادی ہوتی۔ تو اکبر اس فارسی نوجوان کو سلیم کے ہمراہ نہ بھیجتا۔ اور نہ شہزادہ اس نوجوان کو شیر افگن کا خطاب دیتا۔ یہ خطاب اُنہی ایام میں اس کو عطا ہوا تھا۔ جبکہ وہ اُس بغاوت کو رفع کرنے میں مصروف تھا۔ شیر افگن کا کچھ وقت تک اکبر کے خلاف سلیم کے ہمراہ رہنا بھی ظاہر کرتا ہے۔ کہ سلیم بچپن میں نورجہاں پر عاشق نہیں ہوا۔ جب جہانگیر تخت پر بیٹھا تو اس نے فیاض دلی سے شیر افگن کو بردوان میں ایک جاگیر دی۔ اور ایک عہدہ عطا فرمایا۔ اور اس کا شیر افگن کے اس قصور کو کہ وہ اس کو چھوڑ کر اکبر سے جا ملا۔ نظر انداز کر دینا۔ ثابت کرتا ہے کہ سلیم پہلے نورجہاں پر عاشق نہیں ہوا کیونکہ یہ سب واقعات اس کو حسد کی آگ سے مبرّا کرتے ہیں۔

(۲) نورجہاں شاہجہان سے حسد کرتی تھی۔ اور شاہجہان کے زمانے کے دو مشہور مورّخ معتمد خاں اور

کامگار حسین شاہجہان کے مُرید ہوتے ہوئے کہیں بھی اس موجودہ زبان زد خلائق افسانے کا ذکر تک نہیں کرتے اور زمانے کے دیگر مورخ بھی اس بات کا ذکر نہیں کرتے۔ کہ نورجہاں پر سلیم پہلے سے عاشق تھا۔ اور اس نے اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لئے شیر افگن کو قتل کیا۔ حالانکہ وہ یہاں تک تحریر کرتے ہیں کہ نورجہاں کا تعلق شاہجہان سے تھا۔ اور جہانگیر اپنی سوتیلی ماں پر عاشق تھا۔ شاہجہان کے زمانے میں اس افسانے کا ذکر نہ کیا جانا۔ ثابت کرتا ہے کہ یہ افسانہ بناوٹی ہے۔ سر ٹامس ہربرٹ اور برنیر اس افسانہ کا مطلق ذکر نہیں کرتے۔

(۳) جب شیر افگن قتل ہوگیا۔ تو نورجہاں قدرتی طور سے اپنی ماں کے پاس شاہی دربار میں آگئی۔ اور چار سال کے بعد ایک روز سلیم کی نگاہ نورجہاں پر پڑی اور وہ اس پر عاشق ہوگیا۔ اور بعد میں شادی ہوگئی۔ لہٰذا شیر افگن کا قتل جو کہ سلیم کے سر پر تھوپا جاتا ہے۔ سراسر غلط ہے۔ شیر افگن کا گورنر بنگال کے اشارہ سے قتل ہونا محض اتفاقیہ بات تھی۔ بادشاہ کا مدعا صرف اس کو فرمانبرداری کی لڑی میں ملانا تھا اور اگر وہ باز نہ آئے تو اس کو قید کر لینے کا تھا۔ لیکن واقعات ایسے ظہور میں آئے۔ کہ گورنر شیر افگن کی تلوار سے مارا گیا۔ اور پھر سپاہیوں نے شیر افگن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

شیر افگن کے قتل کا بادشاہ جہانگیر کے سر پر جھوٹا الزام ہے۔ (چرنجی لال ازرا مجس ہائی سکول دہلی)

ضروری اطلاع

جن اصحاب کا چندہ دسمبر ۱۹۳۲ء کو ختم ہو چکا تھا۔ ان کی خدمت میں سالنامہ ۱۹۳۳ء وی۔ پی کیا گیا تھا۔ مگر بعض حضرات کے وی پی اس لئے واپس آگئے کہ وہ فوراً وصول نہ کر سکے اور قواعد ڈاک کی رُو سے ۷ دن تک امانت رکھ کر پھر اُس کا واپس آنا ضروری تھا۔

ان میں سے بعض دوستوں نے دوبارہ وی پی طلب کئے اور وصول کر کے سالانہ نمبر کے مطالعہ سے محظوظ ہو کر ہمیں شکریہ کے خطوط بھی لکھے۔ مگر ابھی تک

بعض ایسے اصحاب بھی ہیں جو رسالہ ہذا کے قدیمی سرپرست ہیں اور اس کی معاونت اپنا فرض سمجھتے ہیں اور کبھی بھی رسالہ ہذا کے مطالعہ سے محروم رہنا گوارا نہیں کرتے۔ ان کی خدمت بابرکت میں گذارش ہے کہ وہ اپنے چندے منی آرڈر کے ذریعہ بھیج کر ممنون فرمائیں۔ تاکہ وی پی کے زائد اخراجات کے بوجھ سے بچ رہیں۔ مخفی نہ رہے کہ

سالانہ نمبر اس قدر مقبول ہو رہا ہے کہ کوئی دوسرا رسالہ اس کا لگا نہیں کھا سکتا۔

گنج معانی

منشی تلوک چند صاحب محروم بی اے کی مقبول عام نظموں کا مجموعہ حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ اس سے پیشتر بھی ان کا کلام تین جلدوں میں (کلام محروم حصہ اوّل۔ حصہ دوم۔ حصہ سوم) اشاعت پذیر ہو کر مقبول عام ہو چکا ہے۔ مگر ان ہر سہ حصص میں نظمیں اور غزلیات دونوں قسم کا کلام شامل تھا۔ اُنھوں نے حصہ غزلیات کو علیحدہ کر کے کچھ سابقہ نظمیں اور بہت سی جدید نظمیں ایک جگہ جمع کر دی ہیں اور اس مجموعہ کا نام گنج معانی تجویز کیا ہے۔ اس مجموعہ کلام کا یہ نام فی الواقع بہت موزوں معلوم ہوتا ہے۔

اس کتاب کی کتابت و طباعت خاص اہتمام سے ہوئی ہے۔ جلی قلم سے ہر سطر میں ایک ایک مصرع لکھوایا گیا ہے۔ کاغذ بھی نہایت اچھا اور دبیز لگایا گیا ہے۔ حسن ظاہری میں یہ کتاب بانگِ درا سے پوری مشابہت رکھتی ہے۔ اور ۲۷۴ صفحوں پر ختم ہوئی ہے۔ سرورق میں نہایت سادگی سے کام لیا گیا ہے اور اس کا دامن ہر قسم کی مصنوعی زیب و زینت سے خالی ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے۔ کہ جس طرح حضرت محروم کا کلام تصنع اور آورد سے پاک ہے اسی طرح سرورق میں بھی تکلفات پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ دو باتوں کی کمی خاص طور سے محسوس ہوتی ہے ایک تو یہ کہ کتاب مجلّد نہیں ہے بہتر ہوتا کہ اتنا زرکثیر صرف کرنے پر اسے مجلّد کرنے کا خرچ بھی برداشت کیا جاتا۔ دوسری کمی یہ ہے کہ اس میں مصنّف کی تصویر شامل نہیں کی گئی۔

کتاب کے شروع میں صوبہ ہذا کے نامور ادیب آنریبل خان بہادر سر شیخ عبدالقادر صاحب بی اے بیرسٹرایٹ لا جج ہائی کورٹ پنجاب نے ایک مختصر مگر جامع اور پُر مغز دیباچہ تحریر فرمایا ہے۔ اس کتاب کو میسرز عطر چند کپور اینڈ سنز پبلشرز انار کلی لاہور نے چھپوایا ہے۔ قیمت ڈھائی روپے ہے۔ یہ قیمت ہمارے خیال میں کم سے کم ہے۔ حسن کتابت میں باوجود اس قدر سعی بلیغ کے کئی جگہ غلطیاں رہ گئی ہیں۔ ان کی صحت کے لئے چار صفحوں کا اغلاط نامہ بھی شامل کیا گیا ہے۔ مگر پھر بھی بعض جگہ کاتب کی دست درازی اتنی سنجیدہ ہے۔ کہ اغلاط نامہ بھی اس کی صحت ظاہر کرنے سے قاصر ہے۔ صفحہ ۲۷۹ پر یہ شعر درج ہے ؎

ہر شمع اپنے زعم میں یاں برقِ طور ہے ہر کنکری کو دعوئے ہمسری کوہ نور ہے

اغلاط نامہ میں صرف یہ لکھا ہے کہ دعوئے کو دعوی پڑھو۔ یہ تصریح بےضرورت ہے۔ واقف اصحاب جانتے ہیں کہ دعوئے دعوی ہی کی دوسری صورت ہے اور یہ عیسےٰ موسےٰ کی طرح فارسی والوں کا تصرف ہے۔ خرابی یہ ہے کہ

دعویٰ پڑھنے سے بھی مصرعِ ثانی ناموزوں ہے۔ کاتب کی یہ فروگذاشت کسی طرح قابلِ معافی نہیں۔ ہر مصنف ان کے ہاتھ سے نالاں ہے۔ اتنے اہتمام اور اتنی جدوجہد پر بھی اگر ایسی فروگذاشتیں نظر آئیں۔ تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس گروہ کے جور وستم سے رہائی حاصل کرنے کی کوئی صورت نہیں +

مرحوم صاحب دُنیائے شعر وسخن میں کافی شہرت رکھتے ہیں ان کا کلام ملک کے چیدہ و برگزیدہ جریدوں اور مجلوں نیز اخباروں کے خاص نمبروں میں عزت واحترام سے شائع کیا جاتا ہے۔ صوبہ ہذا کے درسی کتب میں بھی ان کا کلام داخل کیا گیا ہے اور سابقہ مجموعہ کی اشاعت پر انھیں سرکارِ عالیہ کی طرف سے انعام بھی مل چکا ہے۔ اس تمام عزت و افتخار پر اور نیز اس جدید مجموعہ کلام کی اشاعت پر ہم فاضل مصنف کو مبارک باد کہتے ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ مصنف جن کا کلام ان کی زندگی ہی میں شائع ہو کر مقبولِ خلق ہو جائے۔

بعض شعرا ایسے بھی ہیں۔ جن میں سے کسی نے تو مذہبی اور جماعتی خدمات کی بنا پر شہرت حاصل کی ہے کسی نے اپنی خوش گلوئی سے نوجوانوں اور امیروں کا کھلونا بن کر ناموری بھی حاصل کی ہے اور مذہبی تقدیس کی آڑ میں دولت بھی کمائی ہے۔ کسی نے اپنی کامیاب اور مسلمہ زمانہ سازی سے یہ دونوں چیزیں حاصل کرلی ہیں۔ مگر ہر شخص جانتا ہے۔ کہ مرحوم صاحب اس قسم کی تمام کوششوں سے بالاتر ہیں۔ ان کی شہرت جو کچھ بھی ہے وہ بالکل حقیقی اور محض خدا کی دین ہے +

اس اظہارِ حقیقت کے بعد اب اس کتاب کے حسنِ باطن کی کچھ تفصیل بیان کرنی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ ہر شاعر کے کلام میں رطب و یابس ہوا کرتا ہے۔ مرحوم صاحب بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں۔ زبان کا چٹخارا اور روزمرہ کی بے تکلفی جو اہلِ زبان کے کلام میں ہوا کرتی ہے۔ مرحوم صاحب کے کلام میں نسبتاً کم ہے۔ اس کے علاوہ فصحائے حال کے متروکات بھی ان کے کلام میں بیشتر ہیں۔ مثلاً پر بمعنی لیکن۔ سو۔ یاں۔ واں۔ گر۔ سدا۔ مت۔ بن بمعنی بغیر۔ آگرا کی جگہ آن گرا۔ بیچارہ کی جگہ بچارا۔ تلک۔ آئے ہے۔ جائے ہے۔ چشمِ نم۔ باچشمِ نم وغیرہ وغیرہ اس قسم کے الفاظ جو فصحا کے روزمرہ سے خارج ہو چکے ہیں اور اُن میں سے بعض تو زبان سے بھی خارج ہو چکے ہیں۔ ان کے کلام میں اگر بار بار آتے ہیں۔ تو اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے۔ کہ وہ ان متروکات کے قائل نہ ہوں اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ شعر میں الفاظ کی تقدیم وتاخیر کے لئے طرزِ کلام کی تقلید کر رہے ہیں۔ مثلاً اجزائے فعل کے درمیان فاصلہ اور ان کی تقدیم وتاخیر اور تقدیم وتاخیر کی صورت میں بھی فاصلہ معیوب نہیں سمجھتے۔ تو مذکورہ خیال اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے۔ ان حالات میں متروکات کے لئے انھیں معذور سمجھنا چاہئے۔ اس روش پر بجز اس کے کہ ایسی زبان فصحائے حال کا روزمرہ نہیں۔ اور کسی حرف گیری کی گنجائش نہیں ہوسکتی۔

اس سلسلہ میں زبان اور روزمرہ کی کچھ اور فروگذاشتیں بھی قابلِ ذکر ہیں مثلاً ؎

یہ حال دیکھ کر وہ عزیزِ دلِ انام ۔ گویا ہوا کہ اہلِ اجودھیا سنو تمام (یعنی اے اہلِ اجودھیا)

جاتا ہوں بن کو میں کہ یہ فرمان ہے باپ کا پہنچا نے آپ آئے ہیں احسان ہے آپ کا

پہلے شعر میں لفظ تمام بالکل بے ضرورت ہے۔ دوسرے شعر میں پہنچانے آئے ہیں۔ یہ بھی روزمرہ سے خارج ہے

پرماتما کے شکر کرو شادماں رہو۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ

یہاں پرماتما کے شکر کرو کی جگہ پرماتما کا شکر کرو کہنا چاہیئے ۔

تجھے کیسے حاصل ہے یہ مرتبہ کہ ہے دشمنوں سے بھی پرخاش و جنگ

یہاں کیسے حاصل ہو کی جگہ کیونکر حاصل ہو کہنا چاہیئے۔ کیسے ہندی بھاشا کا روزمرہ ہے۔ نیز مصرع ثانی ضمیر مخاطب کا تشنہ نظر آتا ہے۔ اگر اس طرح کہا جائے کہ تو دشمنوں سے بھی کرتا ہے جنگ۔ تو روزمرہ کا حق ادا ہو جاتا ہے ۔

اے حسنِ جہاں سوز کہاں ہیں وُہ شرارے کس باغ کے گل ہو گئے کس عرش کے تارے

کیا بن گئے اب کرمکِ شب تاب وُہ سارے ہر شام چمکتے ہیں جو راوی کے کنارے

دوسرے شعر کے مصرع اول میں سارے کی جگہ سب کہنا مقتضائے مقام ہے ۔

لنکا کا تخت بیٹھ گیا تاج لٹ گیا

اس مصرع میں تخت بیٹھ گیا معتبر نہیں ۔

قابو سے نکل کشتی کا گرداب میں آنا ملّاح کا عورت کا وُہ یوں شور مچانا

مصرع اوّل میں قابو سے نکل کی جگہ قابو سے نکل کر کہنا واجب تھا۔ کشتی کی ی دبتی ہے۔ مگر اس کی وجہ متروکات کے ذکر میں بیان ہو چکی ہے ۔

پوچھا یہ میں نے عالم و عابد میں فرق کیا کیوں تو نے اختیار کیا اس فریق کو

کیا کی جگہ کیا ہے کہنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ استعمال عالم و عابد کے درمیان مساوات ثابت کرنے کیلئے ہو سکتا ہے۔ استفہام کی صورت میں یہ خلافِ زبان ہے ۔

کہتے ہُوئے کہ اننے تو ہم سے نہ ہوا رام صحرا نورد صورتِ موجِ صبا ہو رام

اس شعر میں اننے کے بعد تو بالکل زائد اور بے محل ہے ۔

بھر نثار بر کفِ مژگاں گھر لئے

یہاں بر کفِ مژگاں خالص فارسیت ہے ۔

یوں تیز تیز کس لئے رتھ کو اڑا چلے بوڑھوں کو گرد راہ میں رگھبر ملا چلے

اُڑائے جا رہے ہو کی جگہ اڑا چلے درست نہیں۔ اڑا چلے کا استعمال اس سے بالکل مختلف ہے۔ مثلاً آئے تھے ہم بھی خاک اُڑانے اُڑا چلے۔ نیز مٹی میں ملانا اور خاک میں ملانا کی جگہ گرد میں ملانا بھی روزمرہ نہیں ہو سکتا

خلقِ خدا پہ طعن ہیں طاعت کا مان ہے

مان بمعنی غرور ٹکسالی زبان نہیں ؎

روبرو ہے ہر طرف ساری زمیں صاف آتا ہے نظر چرخ بریں

آہ جنگل کی فضائے دل نشیں کوہ و دریا کے مناظر ہیں کہیں

گھومتا ہے ہر طرف خطِ نظر مرکزِ ادوارِ عالم ہے بشر

صحرا کی خوبیوں پر جو نظم لکھی ہے۔ یہ اسی کا ایک حصہ ہے۔ اندازِ بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ناظر صحرا میں بیٹھا ہے اور اس عالم کے مناظر بیان کر رہا ہے۔ نظم کا باقی حصہ پڑھنے سے بھی اسی خیال کی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے دوسرے شعر کے مصرع ثانی میں لفظ آہ بالکل بے محل ہے ؎

آندھی نہیں نمونۂ قہرِ خدا ہے یہ شعلوں سے تند خو ہے بظاہر ہوا ہے یہ

یہاں یا تو شعلۂ تند خو کہنا چاہیئے یا شعلوں سے زیادہ تند خو ہے کہنا مناسب ہو سکتا ہے۔

زبان میں اس قسم کی فروگزاشتیں جو دکھائی گئی ہیں۔ ہمارے خیال میں نظرانداز کئے جانے کے قابل ہیں جب اہلِ زبان ردیف و قافیہ کی دشواریوں اور بندشِ شعری کی مجبوریوں کے باعث باوجود کہنہ مشق ہونے کے روزمرہ کی بیسیوں لغزشوں کا شکار ہو جاتے ہیں تو ایک ایسے شخص سے جس کے لئے اُردو زبان اکتسابی ہو اور جو ایک دُور افتادہ صحرائی علاقہ کا باشندہ ہو۔ اس قسم کی لغزشیں قابلِ تعجب نہیں ہو سکتیں بلکہ اُنھیں ناگزیر کہنا چاہیئے۔ ہاں بعض مقامات ایسے بھی ہیں۔ جن پر اہلِ فن کو متعجب ہونے کے سوا چارہ نہیں۔ اور جن کی کوئی صحیح تاویل ذہن میں نہیں آتی مثلاً

ا۔ پستے ہیں جن میں آدمی نظروں کے سامنے ارض و سما دو پاٹ اسی آسیا کے ہیں

ب۔ سال بھر تعطیل بہرِ لہو و بازی ہو اگر صورتِ کارِ گراں پھر لہو و بازی ہو دوبھر

ج۔ آہ مرنا بھی ہے مشکل اور جینا بھی محال آسماں دبتا نہ یہ دوگونہ دقّت کا شکے

پہلے شعر میں دوپاٹ کو دُ پاٹ اور دوسرے میں دوبھر کو دُ بھر باندھا گیا ہے۔ لفظ دَو کو ترکیب میں دال مضموم بنا دینا صرف فارسی ترکیب سے مخصوص ہے۔ چونکہ پاٹ فارسی لغت نہیں۔ اس لئے یہاں دَو فع کے وزن پر آنا چاہیئے تیسرے شعر میں دوگونہ کا دَو فع کے وزن پر آیا ہے۔ یہاں صرف دال مضموم آنی چاہیئے یعنی دُگونہ۔ مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ غرض دوگونہ عذاب است جانِ مجنوں را (دُگونہ)

۲۔ دو دِل یک شود بشکند کوہ را (دُول)

۳۔ درِیاب کہ انجام دوبنیاں چہ بُود (دُبنیاں)

۴- جورِ حبیب جورِ فلک یک نہ شد دو شد (دُشد)

۵- خُدایا نعتش باشد دو چنداں (دُچنداں)

۶- تو مشقِ ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر (دُعالم)

ماحصل یہ ہے۔ کہ جہاں پوری آواز فع کے وزن پر آنی ضروری ہے۔ وہاں تخفیف موجود ہے۔ اور جہاں تخفیف ہونی چاہیئے۔ وہاں پوری آواز بروزنِ فع موجود ہے ؎

ا- ہائے وُہ تیری ظاہر و باطن کی خوبیاں

ب- ہائے وُہ جوشش گریۂ پیہم سحاب کا

ج- اک دل میں ہزار پیچ و تاب اے وائے یہ زندگی ہے کہ ہے عذاب اَے وائے (رباعی کا شعر)

تینوں جگہ حرفِ تاسف ہائے اور وائے فعلُن کے وزن پر آئے ہیں۔ یہ اسلوب درست نہیں۔ ہائے فارسی جمع کے لیئے آئے۔ تو فاع اور فعلُن کے وزن پر دونوں طرح آتا ہے۔ مگر حرفِ تاسف ہو۔ تو ہمیشہ فاع کے وزن پر آتا ہے۔ وائے بھی ہمیشہ فاع کے وزن پر آتا ہے۔ مثلاً

ا- اے وائے بر اسیرے کز یاد رفتہ باشد

۲- ہائے ری حسرتِ دیدار مری ہائے کو بھی

یوں تھی وُہ رانیوں کے ہجومِ کثیر میں جیسے ہو ماہتاب نجومِ کثیر میں

ہجومِ کثیر بالحاظ اس امر کے کہ انبوہِ کثیر زیادہ متداول ہے۔ چنداں قابلِ حرف گیری نہیں مگر نجومِ کثیر آورد لفظی اور غرابت کے عیب سے خالی نہیں۔ بہتر ہوتا۔ کہ یہاں کثیر کو قافیہ قرار دیا جاتا ؎

زمانہ ایک جنگل میں یونہیں باچشمِ نم گزرا ...... الخ

یہاں چشمِ پُرنم کہنا چاہیئے۔ کیونکہ نم بمعنی تری ہے۔ اور بمعنی تر درست نہیں ؎

ا - گاؤں سارا گوالیوں کا ہے محوِ سکوت اب کچھ ایسا

ب - چلے ہو ناروں کی چھاؤں میں کیوں عدم کی طرف

ج - پاؤں کو چومتی کوئی ہیجان شوق میں

گاؤں- چھاؤں- پاؤں تینوں فعلُن کے وزن پر آئے ہیں۔ یہ تلفظ روزمرہ سے خارج ہیں۔ انہیں فاع کے وزن پر لکھنا درست ہے۔ آخری لفظ اگرچہ فعلُن کے وزن پر استعمال ہوتا رہا ہے۔ مگر حضرت ذوق کے بعد یہ استعمال قابلِ قبول نہیں رہا ؎

دُنیا کو سمجھتا ہے سرائے کی طرح خود مثل مسافر گزراں ہوتا ہے

سرائے فارسی لغت میں گھر کا مترادف ہے۔ اسے فعلُن اور فاع کے وزن پر دونوں صورتوں میں لکھا جاتا ہے مگر اس شعر میں یہ لفظ ہندی ہے۔ یعنی سرا (مسافروں کی نزول گاہ) کی جگہ سرائے لکھا ہے۔ اس کو فعلن کے وزن پر باندھنا درست نہیں۔ کیونکہ یہاں اس کے معنی گھر نہیں ہیں ؎

کیا شان ہے فرشِ آسماں کی چنیاں ہیں جڑی ہوئی سنہری

چنیاں میں نون مشدد ہونا چاہیئے ؎

حیرت افزا ہیں بہت چیل کے اشجار بلند

یہاں لفظِ چیل پنجابی ہے۔ چیڑ کے اشجار کہنا چاہیئے ؎

ا۔ رخصت اجودھیا سے وہ جانِ جہاں ہوا

ب۔ گویا ہُوا کہ اہلِ اجودھیا سنو تمام

لفظ اجودھیا کا صحیح تلفظ اُردو میں کیا ہے۔ اس کے لئے کوئی خاص سند ملنی دشوار ہے۔ استعمال کرنے والوں کو کوئی ایک شکل منتخب کر لینی چاہیئے۔ جو ان کے خیال میں کثیر الاستعمال اور ثقالت سے پاک ہو۔ یہاں دونوں مصرعوں میں اس کے دو مختلف تلفظ نظم ہوئے ہیں۔ یعنی پہلے مصرع میں مفاعلن کے وزن پر ہے اور دوسرے میں فعولن کے وزن پہ ہے۔ اس اختلاف کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

ان فروگزاشتوں کے علاوہ قوافی میں بھی کہیں کہیں ایطا موجود ہے۔ مثلاً ؎

نخل کھڑے ہیں سر کو جھکائے دستِ دعا شاخوں نے اُٹھائے

اور صفحہ ۱۶۶ پر آب اور حباب کے قوافی بھی ہیں۔ مگر اس سقم کو لاابالیانہ طرزِ خرام کہنا درست نہ ہوگا۔ کیونکہ حضرت محروم قدما کی روش کے دلدادہ ہیں۔ جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور جناب داغ و امیر کے عہد میں بھی اس سقم کی چنداں پروا نہیں کی جاتی تھی۔

خدمتِ فن کے خیال سے اور منصفانہ اظہار رائے کے فرض سے مجبور ہو کر جو کچھ اُوپر لکھا گیا ہے۔ اسے محض بہ سبیلِ تذکرہ سمجھنا چاہیئے۔ اس تنقید کا اصلی حصہ جو کلام محروم کی معنوی خوبیوں کا متعارف ہے اور جن کا اظہار ہمارا حقیقی مدعا ہے۔ اب یہاں سے شروع ہوتا ہے۔ اس تھوڑے سے انتخاب سے اہلِ نظر بخوبی اندازہ کر سکینگے۔ کہ محروم صاحب اس عزت و شہرت کے ہر طرح مستحق ہیں۔ جو انھیں اس وقت دنیائے ادب میں حاصل ہے اور خدا کرے کہ وہ اس سے بھی زیادہ ناموری و امتیاز حاصل کریں۔ ایک شیوہ بیان اور شیریں رقم شاعر کی ہستی تمام دنیائے ادب کے لئے باعثِ فخر و مباہات ہونی چاہیئے۔ خاص کر اس حالت میں جب کہ اس کا کلام ادب و اخلاق کا مرقع اور نہایت پاکیزہ خیالات و جذبات کا آئنہ ہو۔ گنجِ معانی میں ایک شعر بھی ایسا نہیں جو کسی خاص گروہ یا کسی خاص شخص

کے لئے باعثِ دل آزاری ہو۔ انتہا یہ ہے کہ عورتیں اور لڑکیاں بھی بشرطیکہ وُہ اردو نظم کا ذوق رکھتی ہوں۔ اس کتاب کو اوّل سے آخر تک پڑھ کر مستفید ہو سکتی ہیں۔

اس مجموعہ میں بہت سی نظمیں ایسی ہیں۔ جن کے عنوان بالکل نئے ہیں۔ مثلاً آندھی۔ سندھ کو پیغام۔ عالم آب۔ بچے کی مسکراہٹ۔ مارِ آستین۔ ویران کٹیا۔ پنجاب کے میدان۔ خدا کی امانت۔ جگانے کی گھڑی۔ ان کے علاوہ قطعات و رباعیات۔ غیر زبانوں کے منظوم ترجمے۔ نوحے وغیرہ بھی ہیں۔ چند صفحات گلستان کے منظوم ترجمے کے لئے وقف کئے گئے ہیں۔ نظم کا نظم میں ترجمہ کرنا بالخصوص اُسی بحر میں صنعت سے خالی نہیں۔ مثلاً ؎

کیا نامدار زیرِ زمیں دفن ہو چکے　　ہستی کا جن کی روئے زمیں پہ نشاں نہیں
اس پر لاشہ کو جو کیا دفن خاک میں　　یوں خاک کھا گئی کہ کوئی اُستخواں نہیں
زندہ ابھی عدل سے نوشیرواں کا نام　　مدت ہوئی اگرچہ کہ نوشیرواں نہیں

یہ ترجمہ اصلی بحر اور وزن کو برقرار رکھ کر کیا گیا ہے۔ ہمارے خیال میں اس سے بہتر اور رہوار ترجمہ نظم میں اور نہیں ہو سکتا۔ شمع سحر کے عنوان سے ایک مسدس لکھا ہے۔ اس کے دو بند ملاحظہ ہوں ؎

اے شمع تیری رونقِ بازار کیا ہوئی　　گرمیِ ذوق و شوقِ خریدار کیا ہوئی
وہ آب و تاب جلوۂ رخسار کیا ہوئی　　وُہ شب کدھر وُہ بزمِ پُر انوار کیا ہوئی
کیا ہو گئے وہ ناز وُہ انداز کیا ہُوئے
وُہ ننھے ننھے عاشقِ جاں باز کیا ہُوئے

شب بھر غریب تختۂ مشقِ ستم رہے　　لیکن اُمیدوارِ نگاہِ کرم رہے
مر کر بھی راہِ عشق میں ثابت قدم رہے　　جل کر گرے تو یار کے قدموں میں ضم رہے
ہے مہربانیاں فلکِ دُوں نواز کی
یوں منتشر ہے خاک شہیدانِ ناز کی

دونوں بند نہایت شاندار کہے ہیں۔ ہر ایک مصرعہ پختہ کلامی اور مشقِ سخن کا ثبوت ہے۔ کوئی لفظ بیکار نہیں۔ کوئی لفظ زائد نہیں۔ ہر ایک بند میں چاروں مصرعے برابر برابر قوت کے ہیں۔ ٹیپ کے شعر دونوں بندوں میں اپنے متعلقہ اشعار سے اس قدر مربوط ہیں کہ بالکل دست و گریباں نظر آتے ہیں۔ یہی دو چیزیں مسدس میں خوبی اور حسن پیدا کرنے والی ہوا کرتی ہیں۔ وُہ ننھے ننھے عاشقِ جاں باز کیا ہُوئے۔ اس مصرع کی داد بیان کی طاقت سے باہر ہے۔

بہت سی تلاش کے بعد جب رام سیتا کو نہیں پاتے۔ تو یوں گویا ہوتے ہیں ؎

کہسار میں وہ آئنہ سیما نہیں ملتا　　صحرا میں کہیں نقشِ کفِ پا نہیں ملتا

گلزار میں اپنا گُلِ رعنا نہیں ملتا　　دریا میں بھی وُہ گوہر یکتا نہیں ملتا
پہلے ہی تھا ویرانے میں کاشانہ ہمارا
اب اور بھی ویراں ہوا ویرانہ ہمارا

اشجار مجھے اس کا پتا کیوں نہیں دیتے　　پتّوں کی زباں ہے تو صدا کیوں نہیں دیتے
مرغانِ ہوا تم ہی بتا کیوں نہیں دیتے　　سیتا پہ جو گزری ہے سُنا کیوں نہیں دیتے
بھرتا نہیں دم کوئی بھی فریاد رسی کا
سچ ہے کہ نہیں کوئی مصیبت میں کسی کا

یہ کہنا کہ ان دونوں بندوں میں حضرت انیسؔ کی روح بول رہی ہے۔ ذرا بھی مبالغہ نہیں۔ کہسار کے لئے آئینہ سیما۔ صحرا کے لئے نقشِ کفِ پا۔ گلزار کے لئے گُلِ رعنا۔ دریا کے لئے گوہرِ یکتا کیسے روشن مناسبات ہیں۔ گل رعنا اور اپنا گل رعنا۔ اس اندازِ بیان کو کیا کہئے۔ پتّوں کو زبان سے نسبت مصنوعی نہیں بلکہ یہ مسلّمہ تشبیہ ہے ایک ایک مصرع حسنِ بیان کی تصویر ہے اور اس میں بناوٹ کا شائبہ تک نہیں۔ بالکل بے ساختہ ہے۔ بند کا شعر کس قدر حسبِ حال لکھا ہے۔ دوسرے بند میں بھی چاروں قافیے نہایت چُست ہیں اور باوجود اس خوبی کے وُہ بے تکلفانہ نثر ہیں۔ یہ خوبی پیدا کرنی آسان نہیں۔ اس محل پر مُرغانِ ہوا کو مخاطب کرنے کا خیال نہایت قابلِ داد ہے۔ کیونکہ اوجِ پرواز کی وجہ سے وُہ دُور دُور تک نظر اُڑا سکتے ہیں۔ اس قسم کی تمنّاؤں کے بعد آدمی اکثر مایوس ہو جایا کرتا ہے۔ چنانچہ بند کا شعر اسی حالت کو ظاہر کرتا ہے۔ دونوں بند پڑھ کر تمام اہلِ ذوق خوش گفتی و دُرسفتی کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

دریا کی طغیانی پر عالمِ آب کے عنوان سے ایک ترجیع بند لکھا ہے۔ اس کے یہ دو حصّے قابلِ غور ہیں ؎

قریہ و دہ میں دکھاتا ہے روانی پانی　　گلی کوچوں میں خرابی کا ہے بانی پانی
گاؤں والوں کا ہُوا دشمن جانی پانی　　غرض آبادی و ویرانہ ہے پانی پانی
ہر کجا مے نگرم عالمِ آب است اینجا

پانی رک رک کے ہوا جاتا ہے بیتاب کہیں　　موجیں اُٹھتی ہیں کہیں اور ہے گرداب کہیں
کہیں اک زور کا ریلا ہے تو سیلاب کہیں　　تا بگردن ہے کہیں اور ہے پایاب کہیں
ہر کجا مے نگرم عالمِ آب است اینجا

پہلے بند میں قافیوں کا حُسن کس قدر دیدہ زیب ہے۔ دوسرے مصرع میں لفظ خرابی بہت بلیغ واقع ہوا ہے۔ چاروں مصرعے بہت صاف اور ہموار لکھے گئے ہیں اور ان میں جو باہمی ربط ہے۔ وہ پانچویں مصرعہ کی شان کو دوبالا

کر رہا ہے۔ ان ظاہری باتوں کے علاوہ جو چیز سب سے زیادہ قابلِ داد ہے۔ وُہ ان مناظر کی تفصیل ہے جس میں واقعات اور مشاہدہ کے نتائج کی تطبیق پورے طور سے نظر آتی ہے اور ماننا پڑتا ہے کہ یہاں قوت ربانیہ کا اظہار کرنے میں کوئی کمی باقی نہیں رہی +

گنگا پر ایک نظم لکھی ہے۔ اس کا یہ بند ملاحظہ ہو ؎

نورِ سیال ہے یا جلوۂ رقصاں ہے تُو　　حیرت افروزِ دل و دیدۂ حیراں ہے تُو
کسی دل آویزی و تیزی سے خراماں ہے تُو　　مجھ کو حیرت ہے نمایاں ہے کہ پنہاں ہے تُو

حُسن بے تاب نمائش سے پشیماں کیوں ہے
پردہ رُخ نما جلوہ ہے گریزاں کیوں ہے

محروم صاحب کے کلام میں یہ نمایاں خصوصیت ہے۔ کہ وُہ ہر ایک مضمون پر شاعرانہ نکتہ نگاہ سے اظہارِ خیالات کرتے ہیں اور سخن گسترانہ انداز کو کہیں ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ تمام نظم کہنے والے شعرا میں یہ وصف ہونا چاہیئے کیونکہ اگر اندازِ بیان شاعرانہ نہ ہو۔ تو اس نظم سے نثر بدرجہا بہتر ہے۔ اس بند میں جو اندازِ تغزل پیدا کیا گیا ہے۔ وُہ نہ صرف قابلِ ستائش ہے بلکہ ہر ایک نظم گو کے لئے قابلِ تقلید بھی ہے۔ مصرعہ اوّل میں دونوں تشبیہیں بہت نادر اور نہایت خوبصورت ہیں۔ ان کی لطافت اور جدت مصنف کے لئے ہر لحاظ سے مایۂ صد افتخار ہے۔ دوسرے مصرع میں حیرت افروز کی ترکیب بجائے خود گنجِ معانی ہے۔ مجھ کو حیرت ہے کہ نمایاں ہے کہ پنہاں ہے تو۔ اس مصرع کی تعریف بیان سے باہر ہے۔ یہ خیال آسانی کا لگا رخانہ ہے۔ اتنی مفہوم آفرینی اور اس قدر جدتِ خیال کے باوجود مصرع اس قدر ہموار اور بے ساختہ ہے کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے اور کسی طرح طبیعت سیر نہیں ہوتی غرض کس کس چیز کی داد دی جائے۔ ان دلکش مصرعوں کے بعد بند کا جو شعر کہا گیا ہے۔ وہ سراپا تغزل ہے۔

مثنوی سحر کی تعریف میں ایک تقریظ منظوم کہی ہے۔ اس کے یہ شعر کس قدر پختہ اور ٹھوس ہیں ؎

جاں بخش بھی دل گداز بھی ہے　　ہے سوز بھی اس میں ساز بھی ہے
نغمے ہیں سرو پا شش اس میں　　نالے ہیں جگر خراشش اس میں
جلوے کہیں اس میں بزم کے ہیں　　نقشے کہیں اس میں رزم کے ہیں
امکاں کا ہے گو ظہور اس میں　　عرفاں کا بھی ہے سرور اس میں

جاں بخش اور دل گداز یہ دونوں متضاد اوصاف ثابت کرنے کے لئے جو مصرع لگایا گیا ہے۔ اس سے بہتر کوئی اور صورت خیال میں نہیں آسکتی۔ دوسرے اور تیسرے شعر میں ترصیع کامل کا پورا حق ادا کر دیا گیا ہے۔ چاروں شعر مصنف کی مشقِ سخن کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

جگر بریلوی کی ایک غزل پر تضمین کی گئی ہے۔ اس کا ایک بند یہ ہے ؎

دامنِ زیست چاک ہونے دے　　　قصہ ہوتا ہے پاک ہونے دے

خاک کو تابناک ہونے دے　　　راہ میں اپنی خاک ہونے دے

اور کچھ میری التماس نہیں

اس بند میں زبان کی صفائی مصرعوں کی ہم آہنگی اور تضمین کی خوبی غرض ہر چیز لاثانی ہے تینوں مصرعوں سے اصل شعر کے مضمون میں جو زور پیدا ہو گیا ہے۔ وہ خاص طور سے قابلِ غور ہے۔ رباعیات جتنی لکھی گئی ہیں۔ ان میں حسنِ بیان اور خوش کلامی کا رشتہ کہیں ہاتھ سے نہیں چھوٹا۔ جو کچھ لکھا ہے۔ ایک رنگ میں لکھا ہے اور کوئی مقام ایسا نہیں۔ جہاں کوئی نکتہ پیدا کرنے کی کوشش نہ کی گئی ہو۔ مثلاً ؎

دنیا میں برائے مردم کم مقدار　　　اہلِ شوکت ہیں باعثِ صد آزار

راہوں میں ہیں رہروانِ منزل کیلئے　　　اڑتی ہوئی گرد چھوڑ جانے ہیں سوار

معزز اہلِ زر بیچارے غریبوں سے جو سلوک روا رکھتے ہیں۔ اسے ہر شخص جانتا اور ہر روز مشاہدہ کرتا ہے اس موضوع پر ایک دو رباعیات نہیں بلکہ صدہا دردناک نظمیں لکھنے کی ضرورت ہے۔ مرحوم صاحب نے کس قدر حق گوئی سے کام لیا ہے۔ اور اس کے لئے جو مثال تلاش کی ہے۔ وہ حسنِ تلاش کا بہترین ثبوت ہے۔ شاعرانہ حسنِ بیان کا نہایت قبیح پہلو یہ ہے کہ پیش پا افتادہ واقعات سے دور دور کے نکات پیدا کر لئے ہیں۔

ہمارے خیال میں اس تصنیف لطیف کا معرکۃ الآرا حصہ وہ ہے جس میں حضرت مرحوم کی وہ ماتمی نظمیں شامل ہیں۔ جو انہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ کی وفات الم آیات پر لکھی ہیں۔ ان نظموں میں واقعہ نگاری کا وہ کمال دکھایا ہے۔ کہ باید و شاید۔ سبحان اللہ کیسے دردناک اور تاثیر میں ڈوبے ہوئے مضامین نکالے ہیں کسی خاص سلسلے کا خیال چھوڑ کر متفرق مقامات سے کچھ اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں پہلی نظم کو یوں شروع کیا گیا ہے ؎

یہ آج ہونے لگی ہے کدھر کی تیاری　　　ہے بے طرح مترشح نظر سے بیزاری

کہاں ہے آج تمہاری وہ طرزِ غمخواری　　　کہ بے اثر مرے نالے ہیں بے اثر زاری

یہ ہاتھ جوڑ کے مجھ سے معافیاں کیسی

چھڑی ہے آج یہ رخصت کی داستاں کیسی

یہ بند کتنا رقت آمیز ہے۔ مذہبیت کی کونسی بات ہے۔ جو اس میں نہیں پائی جاتی۔ ہندو عورتوں کا کیرکٹر کس خوبی سے بیان کیا ہے۔ یہ ہاتھ جوڑ کے مجھ سے معافیاں کیسی۔ یہ مصرع کس بلا کا ہے کلیجہ تھام کر بھی پڑھا نہیں جا سکتا ؎

کیا تھا عہدِ وفا مجھ سے عمر بھر کے لئے　　　ابھی سے ہو گئے تیار کیوں سفر کے لئے

اس شعر میں وہ عہدِ وفا بیان کیا گیا ہے۔ جو ہندوؤں کے ہاں شادی کی تقریب کا نہایت ضروری حصہ ہے ؎

گزرنے پائے ہیں مشکل سے پانچ سال ابھی — شباب پہ ہے تمہارا تو بال بال ابھی
ہے یاد مجھ کو وہ پرسوں کی زیرِ لب فریاد — تمہاری آہ جگر سوز پُر تعب فریاد
دل و جگر پہ مرے ڈھا گئی غضب فریاد — کہ کرنے والے نہ تھے تم بے سبب فریاد
نظر اُٹھاؤ ذرا میری چشمِ نم کی طرف — بڑھاؤ ہاتھ نہ اے جاں مرے قدم کی طرف
خیال میرے دلِ دردمند کا کرتے — شریکِ شادی و غم تھے تو پھر وفا کرتے
جو چھت سے بچۂ گنجشک کوئی آن گرا — اُٹھا اُٹھا کے اُسے تم نے آشیاں میں رکھا
کسی سے کرتے نہیں کوئی بات وا اسفا — نہ تھے تم ایسے تغافل شعار ہائے وا اسفا
دھرے ہی رہ گئے نبضوں پہ ہات وا اسفا — کٹے گی کس سے یہ ماتم کی رات وا اسفا

سال بھر کی شیر خوار بچی کے متعلق اسی سلسلہ میں مفصلۂ ذیل اشعار قابلِ غور ہیں ؎

لو اُٹھ کے بیٹھو کہ ودیا سرہانے آئی ہے — تمہارے منہ سے وہ دامن اُٹھانے آئی ہے
وہ چل کے آئی ہے گھٹنوں پہ تھک گئی ہوگی — تمہارے پیار سے پھر اس کو تازگی ہوگی
اُٹھا بھی لو کہ بہت بے قرار ہے ودیا — نہ چھوڑ جاؤ اسے شیر خوار ہے ودیا
پکارتی ہے تمہیں آج کس قرینے سے — ابل کے شیر ٹپکتا نہیں ہے سینے سے
گھٹنوں پہ چل کے نکلی بستر کے پاس پہنچی — تھے سے دل میں اپنے کچھ لے کے آس پہنچی
کس کو پکارتی ہے منہ سے کفن اُٹھا کر — منزل پہ ٹھنڈے ٹھنڈے پہنچے وہ لدلدا کر
ان سرد چھاتیوں میں کیا شیر ڈھونڈتی ہے — پتھر میں موم کی تو تاثیر ڈھونڈتی ہے
مُردے سے اپنی ماں کے یہ پیار کر رہی ہے — مجھ سخت جاں پہ یارب یہ کیا گزر رہی ہے

اس مقام پر پتھر بھی پانی ہو جاتا ہے۔ کہاں تک لکھیں۔ دل بھر آتا ہے۔ قلم بھی اشکبار ہوا جاتا ہے۔
حیرت ہے کہ یہ اشعار کس دل سے نکلے ہیں اور اس مصیبت میں یہ لاجواب نظم کیونکر کہی گئی ہے۔
اخیر میں ہم جناب محروم کو گنجِ معانی کی ترتیب اشاعت پر دوبارہ مبارکباد کہکر اس تنقید کو ختم کرتے ہیں اور اس بات کا اعتراف کرتے ہیں۔ کہ طوالت کے خیال سے انہیں وہ داد نہیں دے سکے جس کے وہ مستحق ہیں۔
تمام اہلِ ذوق کو اس پاکیزہ کلام کی قدر کرنی چاہیئے۔ کتاب میسرز عطر چند کپور اینڈ سنز پبلشر (انارکلی۔ لاہور) کے پتے سے مل سکتی ہے۔ فقط

(جوش ملسیانی مدیر حصہ نظم و شعبہ ادبیات)

درسِ عبرت

(ایس بابو لعل صاحب ویر سپاٹوی سیکرٹری بزم تخیل سپاٹو)

بہار بسنت کے دن تھے اور سیر و سیاحت کا موسم میں گھر سے سیر کی غرض سے چل نکلا۔

اس سے پہلے کہ پرندے اپنے آشیانوں سے چرندے اور درندے اپنے ٹھکانوں سے نکلیں اور اس سے پہلے کہ کوئی دوشیزہ پُر کیف خواب سے بیدار ہو کر پانی بھرنے کے لئے گھاٹ پر جائے۔ اور اس سے بھی پہلے کہ شیخ سجادہ نماز بچھائے اور برہمن ناقوس بجائے۔ میں جنگل میں تھا اور جنگل میں منگل۔ مطلع صاف تھا۔ ہنوز آفتاب عالمتاب جلوہ افروز نہ ہوا تھا۔ فرشِ خاکی پر سبزہ اُگا ہوا۔ جنگلی پھول بادِ صبا کی چھیڑ چھاڑ سے مستانہ وار جھوم رہے تھے۔ نوخیز کلیوں کی بھینی بھینی ہوا نے مشامِ جاں کو معطر کر دیا۔ میری رگِ موسیقی پھڑک اُٹھی۔ میں نے بیساختہ بسنت کا ترانہ الاپنا شروع کر دیا۔ میری ترنم ریزی نے ایک پُر کیف سماں باندھ دیا۔ فضا ہم آہنگ تھی اور اشجار جھوم رہے تھے۔ سرورِ ترنم بڑھتا جا تا تھا اور میں کھو یا سا۔ اتنے میں پیچھے سے ایک دردناک آواز آئی ——"بسنت آ گیا تو کیا میرے لئے تو سدا خزاں ہے"۔ میرا طلسم نشاط ٹوٹ گیا۔ مُڑ کر دیکھا —— ایک کمسن بچہ پتوں کی چادر اوڑھے شاہ بلوط کی جڑ میں بیٹھا ہے۔ مجھے اس بچہ کی حالت اور موجودگی پر حیرت ہوئی اور دل میں طرح طرح کے شکوک پیدا ہوئے۔ میں نے ازراہِ ہمدردی پوچھا —— یہ تم نے کیا کہا؟

"میں نے جو کچھ کہا' حقیقت پر مبنی ہے۔ بچہ نے جواب دیا۔ سایۂ والدین سے محروم —— یتیم ہوں۔ مجھ سے قسمت نے منہ موڑ لیا۔ عزیز و اقارب نے رشتۂ الفت توڑ لیا۔ سرد مہر قوم نے سایۂ عاطفت میں رکھنے سے انکار کر دیا۔ امیروں کے دروازے بھکاریوں کے لئے بند ہیں۔ غریبوں کے دروازے پر بھوکے کتے بھونکتے ہیں۔ پھر بیکس یتیم کہاں جاتا؟

بے سروسامانی' مفلسی و ناداری' مجبوری ولاچاری میری ہمرکاب ہیں۔ اور امواجِ اشک شریکِ حال ہیں سخت زمین بستر اور نیلا آسماں چادر ہے۔ اِن مصیبت کے دنوں میں بسنت آ گیا تو کیا' میرے ..... لئے تو ... س ... س .... اتنا کہہ کر وہ پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگا یعنی اپنا منہ آبِ اشک سے دھونے لگا۔ میں نے اپنی زبان سے کچھ نہ کہا بلکہ اُن آنسوؤں سے جواب دیا جو میری آنکھوں نے بہائے۔ خدا جانتا ہے کہ اِس ہندوستان جنت نشان میں اس طرح کتنے یتیم موسم بسنت کو اپنی قوم کی زندگی کا انت سمجھنے پر مجبور ہیں +

کامیاب بیٹا

(تربیت اولاد کا ایک زرّیں طریقہ)

(از شیخ خادم محی الدین صاحب ایم اے ڈی بی اے بی ٹی)

باپ دُنیا میں ایک کامیاب شخص ہے۔ اس نے اپنی کاروباری زندگی کی ابتدا سوائے اپنی دماغی اور اخلاقی قوت کے اور کسی چیز سے نہیں کی۔ نہ اس کے پاس روپیہ تھا۔ اور نہ اس نے کسی رسوخ سے کام لیا۔ نہ اس نے اعلیٰ تعلیم پائی اور نہ نصیب نے چنداں یاوری کی۔ اس نے سختیاں اُٹھائیں۔ اور مشکلات کے ساتھ جنگ کی۔ لیکن کیریکٹر اور دماغی قابلیت ان سب مشکلات کے مقابلے میں زیادہ طاقتور ثابت ہوئی اور وہ بالآخر ان پر فتحیاب ہوا۔ چنانچہ اب اس نے دُنیا میں ایک اچھی خاصی وجاہت پیدا کر رکھی ہے۔ اب وہ اس رتبے کے طفیل وہی رسوخ پیدا کر چکا ہے۔ جس کو وہ جوانی میں ترستا تھا۔ اور نہ پاتا تھا۔ اب وہ کروڑپتی یا لکھ پتی نہ سہی۔ لیکن اپنی ابتدائی حالت کے مقابلے میں عیش کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ اور خرچ کرتے وقت اُسے ایک ایک پیسے پر خسّت کی مہر لگانے کی ضرورت نہیں رہی۔ موجودہ حالت میں اسے اپنی ابتدائی جدوجہد کے متعلق لاف زنی کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور نہ اس کے احباب کبھی اُس ابتدائی کشمکش کا قصہ اس کی زبانی سُن کر دق ہوتے ہیں۔ باوجود ان تمام باتوں کے جب کبھی وہ کسی کے دورِ زندگی کے متعلق بات چیت کرتا ہے۔ تو اس امر کے متعلق اس کا پختہ ایمان ہے۔ بہترین آدمی وہی ہے جس نے اپنی ذاتی کوشش سے دُنیا میں رتبہ پیدا کیا۔ اسے یقین ہے کہ نوجوانوں کی حقیقی صفات تکالیف اُٹھانے ہی سے روشن ہوتی ہیں۔ اور تکالیف ہی انہیں ذاتی اعتماد سکھاتی ہیں۔ ان کے کیریکٹر کو قائم کرتی ہیں۔ استقلال، محنت اور قوت عمل کا مادہ پیدا کرتی ہیں۔

اس باپ کا ایک بیٹا بھی ہے۔ اور بیٹے کو دُنیا کے دھندوں میں ڈالنے کی ذمہ واری بھی اس کے سر ہے ابتدًا جو راستہ اسے اختیار کرنا چاہئے۔ وہ صاف صاف نظر آ رہا ہے۔ اور اس میں کسی قسم کی بحث یا شُبہ کی گنجائش نہیں۔ یعنی لڑکے کو پڑھانا چاہئے۔ باپ کو تو تعلیم حاصل کرنا نصیب نہ ہُوا۔ لیکن اس زمانے میں ہر طرف تعلیم کا دَور دَورہ ہے۔ اور اگر بیٹے کو بہترین طریقوں سے تعلیم نہ دلائی گئی۔ تو اس کا جرم باپ پر عائد ہوگا۔ اور بیٹا اور سوسائٹی دونو اُس پر دعوے کرینگے۔ چنانچہ باپ کے نقطۂ نگاہ سے بیٹے کو اعلےٰ تعلیم دی جاتی ہے۔ بیٹے نے اس سے بیحد فائدہ حاصل کیا۔ اور اگر باپ کبھی کبھی اس کا یُوں اعتراف کرے۔ کہ "مجھے اس قسم کے فوائد کبھی حاصل

نہیں ہوئے"۔ تو اِسے انسانیت کا بہترین نمونہ تصوّر کرنا چاہئے۔

یہاں تک تو سب بجا اور درست ہے۔ لیکن اب کہ بیٹا فارغ التحصیل ہونے کو ہے۔ بد قسمتی سے باپ کے حالات بہتر ہونے لگتے ہیں۔ یعنی اب اس کے حالات میں کچھ ایسی تبدیلی ہونے لگتی ہے کہ اگرچہ وہ اب بھی ایک قیمتی بوٹ اور سوٹ ڈانٹے ہوئے ہے۔ لیکن وہ اب اُنہی مشکلات کا ذکر کرتے وقت خود شرماتا اور تامل کرتا ہے۔ اور دل ہی دل میں حیران ہوتا ہے کہ اپنے بیٹے کے مستقبل کے متعلق کیا تدابیر اختیار کرے؟ وہ سوچتا ہے۔ کہ" کیا اب بھی میں اپنے مرغوب نظریۂ مشکلات کو عمل میں لاؤں یا نہیں"؟ اگر وہ اپنے اعتقاد پر قائم ہے، تو وہ اپنے بیٹے سے کہتا ہے۔ "سنو بیٹا! میں نے تمہیں اعلےٰ تعلیم سے بہرہ ور کیا۔ اب میں تمہارے لئے اور کچھ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اگر میں کچھ کوشش کرونگا۔ تو بجائے فائدے کے اُلٹا تمہیں نقصان ہوگا۔ اور تم اپنی ذات سے فائدہ اُٹھانے کے تمام مواقع ضائع کر دوگے۔ اگر تم اپنے آپ سے کوئی فائدہ حاصل کر سکتے ہو تو مجھ پر بھروسہ کرنے کی بجائے اپنی ذات پر بھروسہ کرو۔ مجھ سے کسی قسم کے رسوخ یا سرمائے کی اُمید نہ رکھو۔ میں تمہیں مشورے کے سوائے اب کچھ نہیں دے سکتا۔ شائد تم مجھے بے رحم تصوّر کرو۔ لیکن میری بے رحمی مائل بہ لطف ہے۔ ایک نہ ایک دن تم اس کے لئے میرے شکر گذار ہوگے۔ یہ لو فوری ضرورت کے لئے پچاس روپے۔ اور وہ ہے سامنے کا دروازہ۔ جاؤ سدھارو"

بے شک ان حالات میں باپ کی یہی روش ہونی چاہئے۔ لیکن آخر کیا باپ اس طرزِ عمل سے نجات پا گیا؟ نہیں۔ کیونکہ اول تو باپ نے بیٹے کو عیش و آرام کی زندگی کا عادی بنائے رکھا۔ حالانکہ باپ جوانی میں جانتا ہی نہ تھا۔ کہ عیش کس جانور کا نام ہے؟ مشکلات اس کے نزدیک کوئی ہستی ہی نہ رکھتی تھیں۔ اور بیٹے کے حق میں وہی مشکلات باعثِ مصیبت ثابت ہو رہی ہیں۔ اور لیجئے! بہت ممکن ہے کہ بیٹے میں وہی بُنیادی اور طاقتور کیریکٹر نہ ہو۔ جو باپ کو قدرت سے عطا ہُوا تھا۔ پس بیٹا زندگی کے سمندر میں مشکلات کی لہروں کے تھپیڑے کھائیگا گو باپ اِن کا مقابلہ کر کے سلامتی کے کنارے پر پہنچ گیا تھا۔ ایک اور مشکل دیکھئے۔ باپ کا پیشہ یا کاروبار اب ایسی حالت میں ہے۔ کہ اُسے اپنی آخری عمر میں آرام کرنے کی ضرورت ہے۔ اور وہی کاروبار بیٹا سنبھال سکتا ہے۔ کیا اُس کاروبار کو کسی اچھے جانشین کے نہ ہونے سے تباہ کر دیا جائے؟ ان سب کے علاوہ بعض اور مشکلات بھی ہیں۔ جن میں ماں کی مامتا سب سے غالب ہے۔

پس اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دفتروں اور کارخانوں میں ہمیں ایسے نوجوانوں کی ایک کثیر تعداد نظر آتی ہے جنہیں "ماں کے لاڈلے" کہنا بجا ہوگا۔ یہ مائی کے لال مخملی فرش پر بیٹھنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ حالانکہ اس تمام عیش و آرام کے لئے اُنھوں نے اپنی گرہ سے ایک پائی بھی صرف نہیں کی۔ شاذ و نادر ایسی مثالیں ملیں گی کہ ان نوجوانوں سے قابلیت اور کیریکٹر کی صفات عیاں ہوئی ہوں۔ جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ باوجود مخمل کا فرش

ملنے کے اُنہوں نے دل میں اُسے لکڑی کے ایک سپاٹ تختے کی سی وقعت دی ۔ یا شائد وہ کبھی مشکل اس قابل ہوئے
ہوں ۔ کہ اپنے آپ کو حقیر بنائے بغیر معقولیت اور خوش اسلوبی کے ساتھ اپنی وجاہت کو نباہ سکیں ۔ جو خوش قسمتی
سے انہیں حاصل ہوئی ہے ۔ یہ نہیں تو وہ اپنی کاہلی نا قابلیت یا طبیعت کی بُنیادی کمزوری کے باعث دُنیا میں
اپنی کھِلّی اُڑائینگے ۔ ان میں سے کسی ایک حالت میں بالخصوص دوسری اور تیسری حالت میں اسی قیمتی مخمل پر بیٹھنے کا
خمیازہ انہیں بہت سی دلی خلش کی صورت میں اُٹھانا پڑیگا ۔ جب کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ یکساں طور پر کام
کاج میں مصروف ہوں ۔ ایسی صورت میں ان کی موجودگی ہی دوسروں کے دلوں میں بے انصافی کا احساس پیدا
کریگی ۔ سوسائٹی کی عام غیر مطمئن حالت کا بشدت تمام پتہ دیگی اور یقیناً کسی حد تک انکی قابلیت سے دوسروں کو فائدہ پہنچیگا ۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس مشکل کا حل کیا ہے ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کچھ بھی نہیں ۔ ماں کی مدد سے باپ بیٹے
کی عادات کو بگاڑ ہی چکا ہے اور اگر وہ نہیں بگڑیں تو نتائج سے یہ ضرور پتہ چلتا ہے ۔ کہ وہ اُسے بگاڑنے کی طرف
مائل ہے اور یہ ایک ایسی خرابی ہے جس سے خاندانی زندگی یقیناً تلخ ہو جاتی ہے ۔ ایسی صورت میں جبکہ باوا جان
انارکلی یا ٹھنڈی سڑک کے گرد و نواح میں ٹھاٹھ کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہوں ۔ انکے پاس دو دو موٹریں ہوں ۔
اور بیٹا یا تو باپ کے مکان کے ایک کونے میں یا کسی کرائے کے مختصر مکان میں اوقات بسری کر رہا ہو ۔ اور جس قدر
کماتا ہو اُسی میں گذارہ کرنے پر مجبور ہو ۔ تو اُس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا ۔ کہ بیٹا دل ہی دل میں باپ کو کوسیگا ۔ اور
اگرچہ باپ بلا امداد غیرے اپنے کاروبار میں کامیابی حاصل کر رہا ہو ۔ باپ کے خلاف اسکا غصہ رتی بھر بھی کم نہ ہو گا ۔ مزید
برآں ۔ یہ قول کہ "ابتدائی مشکلات کامیابی حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں" کلی طور پر صحیح نہیں مانا جا سکتا ۔ مشکلات
کامیابی کے لئے موجب امداد ہو سکتی ہیں ۔ لیکن وہ مُضر بھی ہیں ۔ کیونکہ کئی لوگ مشکلات میں گھِر کر بائس ناکام ثابت
ہوئے ہیں ۔ حالانکہ اگر ان آدمیوں کو آسودہ حالی میسر آتی اور کسی قدر کم کٹھنیاں جھیلنی پڑتیں ۔ تو وہ یقیناً کامیاب ہوتے ۔

ایک اور امر قابل غور ہے کہ انسانی غیرت اسے گوارا نہیں کر سکتی کہ بیٹے سے ضرور اُسی مقام سے کاروبار کی ابتدا
کرائی جائے ۔ جہاں سے خود باپ نے یہ ابتدا کی تھی ۔ عام طور پر انسانی ترقی کا یہ دستور نہیں کہ کسی پتھر کو پہلے نیچے سے
گھما کر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچایا جائے ۔ پھر اسے بلندی پر سے گیرا کر دوبارہ اوپر اُٹھایا جائے ۔ اور ہمیشہ کے لئے یہ
عمل جاری رکھا جائے ۔ باپ کو خود بھی تو کوہ ہمالیہ کی چوٹی پر پہنچنا نصیب نہیں ہوا ۔ اور اب بیٹے کو یہی کٹھن منزلیں
طے کرنی نہایت مشکل ہونگی ۔ اس جفاکشی کے فائدے خواہ کتنے ہی ہوں ۔ پھر بھی اس کے لئے دس ہزار فٹ کی بلندی
سے بیس ہزار فٹ کی بلندی پر چڑھنا ویسا ہی مشکل ہو گا جیسا کہ باپ کے لئے دس فٹ کی بلندی سے دس ہزار فٹ کی بلندی تک چڑھنا
مشکل تھا ۔ عام چال چلن اور قابلیت کی صفات اپنا اظہار کئے بغیر کبھی نہیں رہتیں ۔ اگر بیٹے میں یہ صفات موجود ہیں تو بگڑ
جانے کے بلوجود وہ انکی ہستی کا ثبوت دیگا ۔ اگر نہیں تو یہ باعث افسوس ہے کہ اسے اتنا عیش و آرام کیوں نصیب ہوا ۔
لیکن شفقت پدری بھی ضرور اپنا تقاضا کرتی ہے ۔ اور اس شفقت سے مراد ہے بیٹے کے لئے عیش و آرام

مہیّا کرنا۔ پس ایسا کون بشر ہے جو یہ کہے کہ باپ کی محبت کا گلا گھونٹ دو؟ لیکن اگر باپ رسوخ، سرمایہ یا مواقع بہم پہنچانے
کے ضرر رساں اثرات کو زائل نہیں کر سکتا۔ تو اسے کچھ نہ کچھ امداد تو کرنی پڑیگی۔ ایسی حالت میں باپ کو بیٹے کی تیزیٔ
طبع اور اسکی فطری قابلیت کے مطابق، اسے عیش و آرام کا حصہ ماپ تول کر دینا چاہیئے۔ اگر بیٹا ہوشیار نہیں تو اُسے
یہ حصہ جتنا ہو سکے کم ملنا چاہیئے۔ کیونکہ ایسی حالت میں اگر یہ حصہ فیاضی سے دیا جائیگا تو اسکی رہی سہی ذکاوت
تباہ ہو جائیگی۔ برعکس اس کے اگر بیٹے میں واقعی ذکاوت کا مادہ ہے تو عیش کی کثرت اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی
بلکہ اسکے ذریعے اس کی ذکاوت کو اور بھی جلا پہنچے گی۔ فطری قابلیت پر بھی یہی حقیقت صادق آتی ہے۔

باپ کو بیٹے کے ایک اور مغالطے کا بھی تدارک کرنا چاہیئے۔ یہ مغالطہ عام طور پر نوجوانوں میں پایا جاتا ہے۔ وہ یہ
سمجھتے ہیں کہ چونکہ انہیں ماں باپ کی طرف سے ہر طرح کے آرام و فوائد حاصل ہیں۔ اس لئے انہیں عام آدمیوں کی طرح
محنت کرنیکی ضرورت نہیں۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ لگاتار محنت کرنا اس زہر کا بڑا تریاق ہے۔ جو زندگی
کی ابتدا میں، اور آسودہ حالی کے کارن، دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ پس اس آسودہ حالی کے صلے میں لگاتار محنت کرنیکی
عادت پر زور دینا چاہیئے۔ اس سلسلے میں مجھے ہمیشہ ایک ہوٹل کے مالک کا خیال آیا کرتا ہے۔ جس نے اپنے بیٹے کو
ایک اور ہوٹل میں اس غرض سے بھیجا تھا۔ کہ مجبور کر کے پہلے اس سے باورچی خانہ کے برتن صاف کرائے جائیں اس کے
بعد درجہ بدرجہ اُسے ہوٹل کے خادم اور اُسکے بعد ہوٹل کے انتظام کا کاروبار سمجھایا جائے تاکہ وہ تربیت پائے۔

اب ایک اور مسئلہ بیٹے کی آمدنی کے متعلق ہے۔ جو وہ اپنے کام کاج کے دوران میں پہلے برس نہایت قلیل مقدار میں
کماتا ہے۔ اکثر دفعہ باپ شروع میں اس آمدنی کا کفیل ہوتا ہے۔ لیکن اس سے بیٹے کا چلن تباہ ہوگا۔ خاص کر اسکی ذاتی اعتماد کی
قوت ضائع ہوگی۔ اور اسکی بجائے یہ آرام دہ خیال پیدا ہوگا۔ کہ جب کبھی اُسے روپیہ درکار ہو۔ وہ باپ کی منت خوشامد
کر کے مانگ سکتا ہے۔ باپ کی طرف سے بیٹے کو یہ آمدنی نہایت محدود اور قلیل مقدار میں ملنی چاہیئے۔ باپ کو بیٹے سے
یہ کہنا چاہیئے۔ "بس یہی تمہارا کل سرمایہ ہے اور یہ تمہارے ذاتی اخراجات کے لئے کافی ہونا چاہیئے"۔ لیکن بیٹا لازمی طور
پر باپ کے پاس آئیگا۔ اور عاجزی سے کہے گا۔ "ابا جان! میرے ایک دوست کی شادی ہونے والی ہے اور مجھے دوست کو
شادی کا تحفہ دینا ہے۔ لیکن میرے پاس کوڑی تک نہیں"۔ اس پر باپ کو یہ جواب دینا چاہیئے۔ "بیٹا تمہارے شادی کے
تحفے تمہاری ذات سے متعلق ہیں۔ مجھے اُن سے کوئی سروکار نہیں۔ اگر تم ایک مقررہ بندھی تلی تنخواہ پر ملازم ہوتے اور تمہارا
باپ زندہ نہ ہوتا تو ایسی حالت میں کیا کرتے؟" بیٹا کہتا ہے۔ "لیکن ابا جان! میں کروں کیا؟" باپ جواب دیتا ہے۔ "اگر تمہارے
پاس روپیہ نہیں تو تم لوگوں کو تحفے تحائف کیسے بانٹ سکتے ہو؟" بیٹا کہتا ہے "مگر مجھے اُس دوست کو تو ضرور تحفہ دینا ہے ورنہ
یہ نہایت نازیبا ہوگا"۔ باپ کہتا ہے "نازیبا تو نازیبا ہی سہی! اس سے تم کو یہ سبق حاصل ہوگا۔ کہ آڑے وقت کے لئے کچھ نہ کچھ پس انداز
کرنا چاہیئے"۔ فقط اسی طریق سے بیٹے کو روپیہ کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوگا۔ اسی طریق تربیت سے بیٹے کی اخلاقی قوت بیدار اور مضبوط
ہوگی۔ اور بدنامی کے کلنک کا ٹیکہ کہ وہ ماں کا لاڈلا ہے دور ہو سکیگا۔

(ماخوذ از انگریزی)

سلسلہ کے لئے دیکھو

بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۲ء

حضرت سرور آنجہانی

اور

شاعری اور نحوست

(از جناب پریم چند صاحب پریم سپاٹوی گولڈمیڈلسٹ)

(گذشتہ قسط میں پیارے لال شاکر کا ایک خط نوٹ کیا گیا ہے۔ اب ذیل میں اس سلسلے کے دیگر خطوط بلا کسی ردوبدل کے درج کئے جاتے ہیں) پریم

خط نمبر ۲

(نوٹ از مدیر زمانہ کانپور۔ یہ کارڈ ہے جس پر کوئی تاریخ نہیں۔ لیکن پتہ کی جانب ڈاک خانہ روانگی کی مہر الہ آباد آر۔ ایم۔ ایس کی ۲۴ اگست ۱۹۰۹ء کی لگی ہوئی ہے)

جناب مکرم تسلیم۔ کارڈ لکھ کر رکھدیا تھا اور تاکید کردی تھی کہ ڈاکخانہ میں ڈلوا دیا جائے۔ مگر مجھے کسی کام ضروری کی وجہ سے اُسی دن کانپور جانا پڑ گیا۔ مجھے سخت افسوس ہوا۔ کل واپس آیا تو آج ۱۵؍ ارسال خدمت ہیں۔ اُمید کہ آپ معاف فرمائینگے۔ نظمیں تیار ہیں جلد ارسال فرمایئے۔ میں چند خاص مضامین ارسال کرونگا۔ اور چونکہ وہ کسی قدر طویل ہیں۔ اس لئے اُجرت میں بھی ایک روپیہ کا اضافہ۔ اس وقت مجھے فرصت نہیں مفصل دوسرے وقت لکھوں گا۔ خاکسار شاکر میرٹھی

خط نمبر ۳

الہ آباد۔ ۴ ستمبر ۱۹۰۹ء مکرمی جناب سرور زاد لطفہ

تسلیم۔ میں نے دو عدد لفافہ و یک کارڈ معہ منی آرڈر مبلغ ۱۵؍ ارسال خدمت کئے۔ مگر ایک کا بھی ہنوز جواب موصول نہیں ہوا۔ خدا کرے آپ کی "طبیعت[1]" ناساز نہ ہو۔ بواپسی اپنے حالات سے مطلع فرمایئے۔

آنے والی گھڑی اور خاتمہ کا انتظار ہے۔ اُمید کہ جلد ارسال فرمایئے گا۔

کالیداس کی نظموں کے بارے میں کیا رائے ہے۔ میرے خیال میں آپ نے اس سلسلہ کو پسند تو ضرور کیا ہوگا۔ مجھے بیحد محنت صرف کرنا پڑی ہے۔ ابھی تین نظموں کا ترجمہ باقی ہے۔ اس میں بھی ابھی بہت محنت ہوگی۔

---

[1] اصل خط میں یہ لفظ غالباً لکھنے سے رہ گیا ہوگا۔ از مدیر زمانہ مطبوعہ در زمانہ فروری ۱۹۱۵ء

ملٹن تاج الشعرائے انگلستان کی ایک مشہور و معروف نظم "پیرے ڈائیز لاسٹ" یعنی وہ بہشت جو ہاتھ سے جاتا رہا ہو۔ میں نے اس کا مختصر سا خلاصہ کیا ہے۔ جو شاید کالیداس کی نظم سے کم ہوگا۔ وہ میں آپ کو کسی وقت ارسال کرونگا۔ اور اسی وقت اس کے متعلق کچھ تحریر کرونگا۔ بہرکیف آپ جواب جلد عنایت فرمائیے گا تاکہ اطمینان ہو۔ کہیں مبلغات کی روانگی میں جو غیر معمولی تاخیر ہوئی۔ اس سے تو آپ بددل نہیں ہوگئے۔ اس کا آپ ہرگز خیال نہ فرمائیے۔ نیازمند سے کبھی آپ کو مبلغات کے بارے میں شکوہ شکایت کا موقع نہ ملیگا۔ اتفاقیہ حادثات کبھی کبھی آپڑتے ہیں۔ ہمیشہ نہیں۔ آپ مطلق اس کو میری سستی و غفلت پر محمول نہ فرمائیں میں اپنی ضرورت کے مطابق ہی آپ کی ضروریات کا خیال کرتا ہوں۔ اور خصوصاً اُس صورت میں جبکہ وہ آپکی مشقت کا حق ہو۔ اُمید ہے کہ آپ اسی وقت نہیں بلکہ آئندہ بھی میری طرف سے اپنے دل میں میل نہ آنے دینگے۔

اگر آپ برائے من کسی عمدہ مسلسل نظم کا ترجمہ کرنا چاہیں اور میں اس میں آپ کی کچھ مدد کرسکتا ہوں تو اس کے لئے بدل وجان تیار ہوں۔ صرف عندیہ سے اطلاع دیجئے۔ میں کوشش میں کوئی دقیقہ اپنی طرف سے اُٹھا نہ رکھونگا۔

مفصل جواب سے شاد فرمایئے۔ کالیداس کی نظموں کے بارے میں آپ کی رائے کا از حد منتظر ہوں آنیوالی گھڑی اور خاتمہ کا بھی بے دلی کے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔ اُمید کہ مزاجِ عالی بخیریت ہوگا۔ زیادہ نیاز

خاکسار پیارے لال شاکر

خط نمبر ۴[1]

۱۷ اکتوبر ۱۹۰۹ء مکرمی جناب سرور زاد لطفہٗ

تسلیم۔ کل آپ کا کارڈ ملا۔ افسوس ہوا کہ آپ کی طبیعت ناساز تھی۔ خدا تعالےٰ سے اُمید ہے کہ اب آپ اچھے ہونگے۔

آنے والی گھڑی کا تو نہیں البتہ خاتمہ[2] کا مجھے افسوس ہوا۔ مگر اس کی وجہ خاص ہے۔ ایک تو وہ مذہبی نقطۂ خیال سے لکھا گیا تھا۔ دوم اس سے تین چار مصنفین سے مدد لی گئی تھی۔ مگر جو ہوگیا سو ہوگیا۔ اس کا کچھ خیال نہ فرمایئے۔

میرے مضامین سے آپ اس امر کا اندازہ فرما سکتے ہیں کہ میں بہت محنت سے انہیں تیار کرتا ہوں جس طرح ایک نثر مضمون کے لئے بہت سی کتابوں اور مضامین کے خیالات سے مدد لی جاتی ہے اسی طرح محنت سے یہ خاکے تیار کرتا ہوں۔

[1] یہ خط گذشتہ خط کا جواب الجواب معلوم ہوتا ہے۔ [2] یہ نظمیں غالباً ڈاک میں گم ہوگئی تھیں۔ پریمؔ

اگر آپ خاتمہ کا خاکہ مجھے بھیجدیں تو میں اس کو دوسرے طرز پر لکھ کر آپ کو ارسال کر دوں۔ کیونکہ اس مضمون سے مجھے بہت اُنس تھا اور پیشتر بھی میں اس کے لئے آپ سے خاص طور پر عرض کر چکا تھا۔ ہاں! حسب وعدہ نظمیں جلد ارسال فرمائیں "ہم نشین" اور "پرواز وقت" کو پہلے لیجئے۔ ان میں سے "ہم نشین" پر زیادہ توجہ دیں۔ اب ذرا جلدی جلدی تمام مضامین ختم کریں۔ تاکہ اور مضامین ارسال کروں۔ کالیداس کی نظمیں بھی جلد ختم کرنے کی فکر کیجئے۔
ایک نظم کالیداس کی اور تیار ہے۔ یعنی "اوس کی رت" وہ انشاء اللہ جلد ارسال خدمت کرونگا۔
آپ کچھ خیال نہ فرمایئے گا۔ یہ کوئی ایسا افسوس نہیں جس کی تلافی نہ ہو سکے۔ اُمید ہے آپ بواپسی نظمیں ارسال فرمانے کی کوشش کریں۔ زیادہ نیاز خاکسار پیارے لال شاکر از الہ آباد

خط نمبر ۵

کارڈ

مکرمی جناب سرور تسلیم۔ کہئے طبیعت کا آجکل کیا حال ہے۔ اُمید کہ اب کسی قسم کی شکایت آپ کو نہ ہوگی۔ میں آپ کی عنایت کا منتظر ہوں۔ اس مرتبہ تو آپ نے بہت انتظار کھچوایا۔ اُمید کہ جلد خبر لیجئے گا۔ روزمرہ اشتیاق سے ڈاکیہ کی راہ دیکھتا ہوں۔ مگر جب آپ کا کوئی خط نہیں آتا تو طبیعت اُداس ہو جاتی ہے۔ عنایت فرما کر اب آپ مہر سکوت کو توڑیں اور تاوقتیکہ کل مضامین ختم نہ ہولیں۔ سلسلہ جاری رکھیں۔ آنے جانے کا سلسلہ برابر جاری رہے۔ فرمایئے آپ نے کوئی تازہ نظم کہی کہ نہیں۔ ہم نشیں اور پرواز وقت کا بیتابی سے انتظار کر رہا ہوں۔ زیادہ نیاز منتظر عنایات خاکسار پیارے لال شاکر (باقی آئندہ)

بنک کب جاری ہوئے

بابل کی سرزمین سے جو قدیم مٹی کی تختیاں نکلی ہیں۔ اُن پر لکھی ہوئی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ چار پانچ ہزار سال پہلے بھی بنکوں کا کام اسی طرح جاری تھا۔ مگر اُس زمانہ میں ہنڈیاں اور نوٹ مٹی کے رائج تھے۔

مکھی مار کاغذ مکھیوں کی ضرر رساں اور گھناؤنی صورت سے بچنے کے لئے مکھی مار کاغذ خود تیار کرلو۔ اور اس سے اپنے گھروں کو خوب صاف رکھو۔

ترکیب۔ السی کے تیل میں منقے ڈال کر خوب پکاؤ۔ جب لئی کی مانند ہو جائے تو اُسے ٹھنڈا کرلو اور برش سے صاف کاغذ پر اس طرح پھیلاؤ۔ کہ سطح یکساں رہے۔ یہی مکھی مار کاغذ ہے۔

ترجمہ پیامِ مشرق اقبال

(جناب محمد صدیق خاں صاحب توقیر منشی فاضل ایس وی ٹیچر گوڑیانی)

باز کے بچے سے یہ مچھلی کے بچے نے کہا
کچھ ترے دِل میں خیالِ وسعتِ دریا بھی ہے

ابرِ غرندہ کی صورت اس میں ہیں لاکھوں نہنگ
سیلِ جانفرسا بھی ہے موجِ فلک پیما بھی ہے

اس کے دامن میں اگر ہیں ریزہ ہائے خارہ سنگ
گوہرِ تابندہ بھی ہے لولوئے لالا بھی ہے

گردشِ ایام کا اس پر نہیں مطلق اثر
انقلابِ دہر سے ایمن ہے بے پروا بھی ہے

اس کے گرداب بلا سے بچ کے جا سکتے نہیں
سر کے اوپر بھی ہے پانی اور زیرِ پا بھی ہے

بچۂ ماہی کا مُنہ جوشِ بیاں سے لال تھا
سُن کے شاہیں نے کہا شاید تجھے سودا بھی ہے

یہ کہا اور اڑ کے ساحل سے ہوا پر ہو رہا
اہلِ عزت جو ہیں اُن میں ہمتِ والا بھی ہے

دی صدا ہم شاہبازوں کو زمیں سے کام کیا
زیرِ شاہ پر دیکھ لے دریا بھی ہے صحرا بھی ہے

چھوڑ کر دریا کو وسعت میں ہوا کی رکھ قدم
اس کو وہ سمجھیگا جو دانا بھی ہے بینا بھی ہے

غزل

از نتیجۂ فکر خادم الشعراء منشی سید غلام محی الدین صاحب جمیل خلف محمد امان اللہ احمد آبادی مدرس کلوپورا اردو سکول احمد آباد

کوئے دلبر چھوڑ کر تو خواہشِ صحرا نہ کر
بزمِ گاہِ دہر میں اے دل ہمیں رسوا نہ کر

وقف ہیں یہ جان و دل بہرِ غم و رنج و الم
دردِ اُلفت تو مجھے منّت کشِ عیسےٰ نہ کر

دیکھ لے ہر سو جمالِ یار ہے جلوہ فگن
چشمِ بینا ہے تو اے دل طور کی پروا نہ کر

راہ و رسمِ عشق سے ناآشنا مطلق ہیں یہ
رہنما اے دل جنابِ خضر کو اپنا نہ کر

کیا خبر ہے دل کہ کب آتا ہے پیغامِ اجل
ہے جو کرنا آج کر لے وعدۂ فردا نہ کر

چار دن کی زندگی ہے چار دن کا عیش ہے
مُنعمِ ناداں عبث تو خواہشِ دُنیا نہ کر

اپنے بختِ نارسا پر تو نظر کر اے جمیل
چرخ کی بے مہریوں کا شکوۂ بے جا نہ کر

تصحیح اغلاط

قابل توجہ جملہ مدرسین مدارس پنجاب

چونکہ انسان سہو و خطا کا پتلا ہے۔ اس لئے اس سے غلطی کا سرزد ہونا معمولی بات ہے۔ مگر حسب مقتضا غلطی غلطی میں بھی فرق ہے۔ اوّل تو بعض اس قسم کی غلطیاں ہوتی ہیں کہ جن کا علم ہونے پر فوراً درست کی جا سکتی ہیں۔ اِس قسم کی غلطیوں سے خاص خاص آدمیوں کے سوا اور کسی کو نقصان نہیں پہنچتا۔ دوسری قسم کی غلطیاں وہ ہیں جن کی تصحیح علم ہونے کے باوجود بھی بالفعل نہیں کی جا سکتی۔ یعنی کتابت کی غلطیاں۔ ان کی درستی کے لئے طبع دوم کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ یہ بھی کئی قسم کی ہیں۔

اوّل، ہجوں کی غلطیاں۔ ان کو ہر قاری جو کچھ نہ کچھ ہوش رکھتا ہے فوراً پہچان لیتا ہے کہ در اصل یوں لکھنا چاہئے تھا دوسرے لفظ کا حذف ہونا۔ کاتب کی غلطی سے کوئی لفظ سارا کا سارا لکھنے میں نہیں آتا اور حوالۂ نسیاں ہو جاتا ہے۔ تیسرے۔ الفاظ کی تقدیم و تاخیر۔ اسی قسم کے اغلاط سے نفس مضمون بدل جاتا ہے اور قارئین کے سامنے غلط مضمون یا صاحب مضمون کے ما فی الضمیر کے خلاف مضمون پیش ہوتا ہے۔ جس سے بہت سے ناواقف صاحب مضمون کو ہی اس غلطی کا مرتکب گردانتے ہیں۔

مذکورہ بالا ہر سہ اقسام کے اغلاط نظم میں تو خاص طور سے خرابی کا باعث ہوتے ہیں۔ اور زیادہ خرابی اس لئے بھی ہوتی ہے کہ مدرسین عام طور پر علم عروض و قوافی سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ بدیں وجہ ان غلطیوں کا سمجھنا ان کے لئے محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اس وجہ سے آج ہم اُردو کے مروجہ کورسوں سے اس قسم کی غلطیاں چُن کر ان کی تصحیح کرتے ہیں۔ اُمید ہے کہ مدرسین مستفید و محظوظ ہونگے۔

نوترمیم اُردو کورس جماعت ہفتم (۱) صفحہ ۱۹۳۔ غلط مصرع سطر ۵ باتیں کہ غم سے دل کی گرہ کھولتی ہوئی دل کی گرہ کی جگہ غم کی گرہ ہے اور مصرع صحیح یہ ہے۔ باتیں کہ دل سے غم کی گرہ کھولتی ہوئی۔

(۲) صفحہ ۲۰۵۔ غلط سطر ۷ کیا کہوں درد حال پنہانی۔ صحیح مصرعہ کیا کہوں حال درد پنہانی۔ دیوان حالی میں یہ مصرع اسی طرح ہے۔ اور بامعنی بھی یونہی ہے۔

(۳) ۱۷۹۔ غلط مصرع سطر ۵ صبح جب میری نگاہ سودائے نظّارہ تھی۔ نگاہ سے مصرع غیر موزوں ہے۔ در اصل علامہ اقبال نے یوں نظم فرمایا ہے۔ صبح جب میری نگہ سودائے نظّارہ تھی۔ ناظرین درست فرمالیں۔

مرقع ادب حصہ چہارم مطبوعہ ۱۹۲۹ء صفحہ ۱۹۵۔ مصرع بعض نیچر کے مرقعوں کے شیدائی ہیں یہاں در اصل لفظ تماشائی ہے۔ اور شعر اس طرح صحیح ہے۔ بعض نیچر کے مرقعوں کے تماشائی ہیں بزم قدرت کے ہر اک سین کے شیدائی ہیں

اُردو کورس متعلقہ جماعت ہشتم نوترمیم جس میں حصہ نظم حصہ نثر کے بعد ہے۔

(۱) نظم جگنو ۱۹۳ صفحہ غلط ؎ اس طرح افشاں چنیں تونے جبیں خاک پر۔ لفظ افشاں چنی ہے۔ چنی کی جمع کی کوئی ضرورت نہیں لہذا یوں ٹھیک ہے۔ ؎ اس طرح افشاں چُنی تونے جبینِ خاک پر

(۲) ۲۱۳۔ مصرع۔ تیرے عمل میں پاؤں ہیں سوئے پسار کے۔ پاؤں پسار کے سونا محاورہ ہے۔ مصرع ہذا میں محاورہ کے مربوط الفاظ کی تقدیم و تاخیر کچھ اس طرح واقع ہوئی ہے۔ کہ مصرع فصاحت سے گر گیا ہے۔ میرے خیال میں مولانا آزاد کا یہ مصرع اس طرح تھا ؎ تیرے عمل میں سوئے ہیں پاؤں پسار کے۔

(۳) قصیدہ اُستاد ذوق مرحوم ۲۲۵

(۱) منظور ہر نظر میں تب شکل آئینہ ہو　　اس میں ہو کی بجائے ہوں صحیح ہے

(۲) ہیں رستم معانی اور سیستان سخن ہوں　　اس میں ہوں کی بجائے ہے صحیح ہے

(۳) لیکن رہے رسائی اس وقت ہوگی روشن　　اس میں رہے کی جگہ رہ صحیح ہے

(۴) صفحہ ۲۵۸ پر قبیح و مذموم لفظ لکھنا چاہئے۔ مضموم غلط ہے اور صفحہ ۲۷۰ پر جگر آلام کی جگہ جگر آلا صحیح ہے

(۵) یہی اُردو کورس مگر طبع جدید جس میں نثر کے بعد نظم باری باری سے ہے صفحہ ۳۶ نظم جگنو شمع کی ضوفشانی تیرے آگے مات ہے۔ اس میں بھی حوالۂ نسیاں ہوگیا ہے۔ لہذا یوں درست فرمائیں۔ ؎ شمع کی بھی ضوفشانی تیرے آگے مات ہے۔

رام گوردھن داس مشاکر از چھارا

کلام شاکر

تعریفِ حُسن سُن کے بہت ہو گیا دماغ
کیوں آپ کا بدل گیا اچھا بھلا دماغ

مجھ سے کبھی ملے کبھی مل کر جدا ہوئے
دو دن بھی اِک طرح نہ رہا آپ کا دماغ

اُس نازنین کو حُسن نے کیا کیا سکھا دیا
شوخی۔ غرور۔ ناز۔ ادا۔ چوچلا۔ دماغ

کل تک جنہیں تمیز نہ تھی بات چیت کی
کرتے ہیں آج ہم سے وہ شانِ خدا دماغ

شاکر جناب نوح کے قربان جائیے
واللہ کیا کلام ہے واللہ کیا دماغ

شاکر بریلوی

کلام شور

کیونکر نبھے گی رسم وفا ہے نیا دماغ
میرا جدا مزاج ہے اُن کا جدا دماغ

آج آسمان پر ہے کسی شوخ کا دماغ
بگڑا ہوا مزاج ہے بدلا ہُوا دماغ

دُنیا میں گرم و سرد زمانہ کا دَور ہے
رہتا نہیں کسی کا کبھی ایک سا دماغ

جو لسطھ گھڑی ہے فکرِ مضامین کا مشغلہ
شعر و سُخن سے ہو گیا اِک آشنا دماغ

کیا آئے گا وہ غیرتِ خورشید اس طرف
اے شور آسماں پہ جو ہے آپ کا دماغ

(بابو ہری موہن لعل صاحب شورؔ)

تواریخ ریاست جوناگڑھ

(از منشی انور خاں صاحب حکیم اُردو سکول کوڑینار)

۱۷۳۵ء میں جوناگڑھ کا فوجدار سہراب خاں احمد آباد کے نائب صوبہ دار رتن سنگھ بھنڈاری کی ہمراہی میں دھندھوکا کے قریب دھوڑی گاؤں کے سامنے لڑتا ہؤا مارا گیا۔ اس کی جگہ محسن خاں مالوی مقرر ہؤا۔ اس وقت بھاؤ سنگھ دیسائی نے دمناگر کے داماجی گائیکواڑ کو ویرم گام کا قبضہ دلوا دیا۔ داماجی گائیکواڑ نے اپنی طرف سے رنگوجی کو ایک بڑا لشکر دیکر وہاں رکھا۔ اور خود گجرات واپس گیا۔ ویرم گام کے اِس طرح مرہٹوں کے قبضہ میں چلے جانے سے صوبہ دار گجرات اور جوناگڑھ کے فوجدار کے درمیان کا تعلق منقطع ہؤا۔ شیر خاں بھی ویرم گام کے ہاتھ سے نکل جانے پر اپنا بوریا بستر لپیٹ کر مع بال بچوں کے کھیڑہ (گجرات) میں جاکر رہنے لگا۔ لیکن وقتاً فوقتاً وہ اپنی سنور والی جاگیر کا جاکر انتظام برابر کرتا رہا۔

۱۷۳۶ء میں شیر خاں بابی احمد آباد گیا۔ رتن سنگھ بھنڈاری نے مہربان ہوکر پٹلاد میں جگہ دی۔ لیکن وہاں پر مومن خاں سے شکر رنجی ہو جانے پر وہ بلا سنور چلا گیا۔

۱۷۳۷ء میں مومن خاں گجرات کا صوبہ دار مقرر ہؤا۔ لیکن یہ عہدہ دیسی امیروں کی مدد کے بغیر حاصل کرنا مشکل تھا۔ اس لئے اُس نے جوانمرد خاں کو پٹن کی صوبہ داری دینے کی شرط کر کے اپنی مدد کے لئے طلب کیا۔ لیکن پہاڑ خاں جھالوری نے پٹن کی صوبہ داری کا چارج دینے سے انکار کیا۔ اِدھر مرہٹہ سردار رنگوجی اور جوانمرد خاں کی مدد سے مومن خاں نے احمد آباد کا محاصرہ کیا۔ مجبوراً رتن سنگھ بھنڈاری کو شہر خالی کرنا پڑا۔ اِس بدعملی کے زمانہ میں ویرم گام مرہٹوں کے قبضہ میں آجانے پر وہ کاٹھیاواڑ پر خراج وصول کرنے کے لئے ہر سال حملہ پر حملہ کرنے لگے۔ انکے حملوں کو جوناگڑھ کا ہزبر علی خاں روک نہ سکا۔ مومن خاں مرہٹوں کی مدد سے احمد آباد شہر کا انتظام کرنے لگا۔ اور جوانمرد خاں کی مدد کر کے پٹن (گجرات) کی صوبہ داری پر اس کو متمکن کیا۔ اور اس کے بھائی زور آور خاں بابی کو خیرالو پرگنہ کا انتظام سپرد کیا۔

مہاراجہ ابھے سنگھ کے دیگر ہم قوم راٹھور راجپوتوں نے جب اس طرح بیک بینی و دوگوش مہاراجہ مذکور کو احمد آباد کی صوبہ داری سے برطرف کیا ہؤا سُنا۔ تو انہوں نے اپنی خوشنودی کے اظہار میں مومن خاں کو ایک تلوار عنایت کی اور دیگر بہت سی قیمتی اشیا بطور نذرانہ پیش کیں۔

نوٹ۔ گذشتہ زمانے کے اہل ہند کے اِن مذکورہ بالا دتیروں نے آئندہ نسلوں کے لئے غلامی کی زنجیریں تیار کر دیں۔

شیر خاں نے جب دیکھا کہ اب مومن خاں سے کنارہ کش رہنا مناسب نہیں ہے تو مع جوانمرد خاں کے اس کے حضور میں حاضر ہوا جس پر مومن خاں نے اُس کو جونا گڈھ کے فوجدار ہزبر علیخاں کے ماتحت نائب فوجداری پر مقرر کیا۔ جس جگہ پیشتر میر دوست علی تھا۔ لیکن اُس نے فوراً سورٹھ میں چلا جانا مناسب خیال نہ کر کے کچھ مدت مومن خاں کا زور بازو معلوم کرنے کے لئے اُس کی ہمراہی میں گجرات کی لڑائیوں میں بطور مددگار رہا۔ ہزبر علیخاں کو شبہ ہوا کہ مومن خاں نے شیر خاں کو جونا گڈھ کا فوجدار مقرر کر دیا ہے۔ تو وہ مومن خاں سے اِس امر کا شاکی ہوا۔ مومن خاں نے جواب دیا۔ کہ اِس افراتفری کے زمانے میں تم نے جونا گڈھ کو خالی کس پر چھوڑا۔ جبکہ تم دونو یہاں ہو۔ اس لئے میں شاہ دہلی سے اس کی شکایت کرونگا۔ چنانچہ یہ ہر دو فوراً جونا گڈھ حاضر ہوگئے۔ ہزبر علی خاں تو بدستور فوجدار رہا اور شیر خاں نے میر دوست علی سے نائب فوجداری کا چارج لیا۔ تھوڑی مدت میں شیر خاں کل لشکر پر اپنا قبضہ جما کر ایسا طاقتور ہو گیا کہ مومن خاں کو بھی اُس سے ڈر لگنے لگا۔ اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ہزبر علی خاں راہیِ ملکِ عدم ہوا۔ اس کی جگہ مومن خاں نے اپنے بھتیجے حمایت علی خاں کو دی۔ اِس نے اپنی مدد کے لئے ایک دوسرے نائب کی درخواست کی۔ لیکن مرہٹوں کے مقابلہ میں شیر خاں کے سوا دوسرا کوئی شخص مناسب معلوم نہ ہوا۔ اس لئے اسی کو نائب فوجدار قائم رکھا۔ شیر خاں نے مرہٹہ سردار رنگوجی کو دوست بنا کر جونا گڈھ اور اس کے گرد و نواح کے ملک پر اپنا قبضہ بخوبی جمائے رکھا۔

۱۷۴۳ء میں مومن خاں نے بھی داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ اِس پر اِس کے دونو بیٹوں مفتخر خاں اور ضیاءالدین خاں کو شاہ دہلی نے تا صدور حکمِ ثانی صوبہ داریِ گجرات کا انتظام سپرد کیا۔ اِس موقعہ کو غنیمت جان کر مرہٹہ سردار رنگوجی کو مدد کے لئے جونا گڈھ سے طلب کیا۔ شیر خاں بابی نے بھی اِس معاملہ میں اپنی قسمت کا پانسہ شائد پلٹتا ہو۔ اِس خیال سے بورسد (اِس جگہ مرہٹہ سردار رنگوجی نے اپنا پڑاؤ ڈالا ہوا تھا) پہنچنے کے لئے نکلا۔ اور راستہ میں کھمبایت کے گاؤں لوٹتا ہوا رنگوجی کے پاس پہنچا۔ رنگوجی نے شیر خاں کے ساتھ یہ عہد کیا کہ اگر مجھ کو فتح حاصل ہوئی اور میں گجرات کا صوبہ دار بنا۔ تو میں تم کو اپنا نائب مقرر کرونگا۔

یہ بات فوئید اد خاں اور مفتاح الدین خاں نام سرداروں نے جو سُنی تو وہ ہر دو اپنے اپنے لشکر صوبہ دار گجرات کی مدد کے لئے تیار کر کے رنگوجی کے مقابلہ میں نکلے۔ اور شیر خاں کو اُس کی مدد سے روکا۔ چنانچہ اس جنگ میں رنگوجی کو شکست ہوئی۔ اُس نے ویرم گام اور بورسد دے دینا قبول کیا اور وعدہ ایفائی کے لئے شیر خاں کو بطور ضامن کے دیا۔

اب تو شیر خاں کی طاقت اور بھی بڑھی۔ کیونکہ ویرم گام مرہٹوں کے قبضہ میں سے نکل جانے پر پھر صوبہ دار

گجرات کے ساتھ اس کا براہ راست تعلق ہوگیا۔ اس لئے مرہٹوں کے حملوں کی دہشت کم ہوئی۔ اور مذکورہ بالا ہر دو سرداروں کے قدم ابھی تک احمد آباد میں مضبوط جمے نہیں تھے۔ چنانچہ اُن کا بھی ڈر نہ تھا۔ اس لئے سورٹھ شیر خاں بابی ہی کے قبضہ میں پورے طور پر آگیا۔

رنگوجی کے شکست کھائے پر داماجی گائیکواڑ ایک جرار لشکر لے کر احمد آباد آیا۔ شیر خاں نے اپنی بہتری اسی میں سمجھی کہ داماجی کے ساتھ مل جائے۔ داماجی گائیکواڑ رنگوجی کو شکست کی ندامت کی وجہ سے سزا دینا چاہتا تھا۔ مگر رنگوجی شیر خاں کا دوست تھا۔ اس لئے اُس نے چالاکی سے رنگوجی کو پوشیدہ طریقہ سے نکال دیا۔ اور خود داماجی کے پاس حاضر ہوگیا۔ چنانچہ اِن ہر دو نے مل کر پٹلاد کا محاصرہ کر دیا۔ اِس پر ضیاء الدین خاں کو شیر خاں پر بیحد غصہ آیا۔ شیر خاں نے جب اپنی قلعی کھُل جانے اور ضیاء الدین خاں کی خفگی کا اثر معلوم کیا۔ تو اُس نے اب احمد آباد میں رہنا مناسب نہ سمجھا۔ فوراً اپنی جاگیر بالاسنور کا راستہ لیا۔ اِس موقعہ کو غنیمت جان کر جوانمرد خاں بابی نے صوبہ دار گجرات کی کمزوری سے فائدہ اُٹھایا یعنی ایک جعلی حکم مرتب کر کے لشکر جمع کر کے احمد آباد کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

رنگوجی یہاں سے بھاگ کر داماجی کے بھائی کھنڈے راؤ گائیکواڑ کے پاس پہنچا۔ اس لئے اُس نے رنگوجی کو ہمراہ رکھ کر صوبہ دار گجرات سے اپنے پچھلے جملہ حقوق طلب کئے۔ جوانمرد خاں نے شیر خاں کے مشورہ سے مرہٹوں کے ساتھ دوستی رکھنا مناسب جانکر اُن کو کچھ دے دلا کر واپس کیا۔

۱۷۴۳ء میں فخر الدولہ گجرات کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ اُس نے جوانمرد خاں کو اپنا نائب مقرر کیا۔ اثنائے راہ میں شیر خاں نے بالاسنور میں اس کی خوب مدارات کی۔ لیکن چالاک شیر خاں نے مہاراجہ ایڈر (رائےسنگھ جی) کو جوانمرد خاں کی مدد پر کھڑا کر کے اُس کو فخر الدولہ کے مقابلہ میں اُٹھایا۔ چنانچہ لڑائی ہوئی۔ جوانمرد خاں کے بھائی صفدر خاں (انور خاں) نے فخر الدولہ کو قید کر لیا۔

اِس وقت مرہٹوں میں بھی آپس میں مخالفت پیدا ہو گئی تھی۔ کھنڈے راؤ گائیکواڑ نے رنگوجی کو بورسد میں قید کر دیا۔ اور بطور اپنے نائب کے احمد آباد میں ترمبک راؤ پنڈت کو بھیجا۔

نوٹ۔ اس جگہ اُس وقت کی رعایا کی حالت پر ایک نظر ڈال لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اِس مذکورہ بالا دو عملی کی وجہ سے رعایا خصوصاً کاشت کاروں اور زمینداروں کی حالت ابتر تھی۔ سال بھر تک بیچارے صوبہ دار کے ملازموں اور مرہٹوں کے چوتھ وصول کرنے والوں کے مظالم کے تختہ مشق بنے رہتے تھے۔ جس کا دل چاہتا لگان کے نام سے نقد یا جنس وصول کر لیتا۔ یہ بیچارے سال بھر تک محنت کرتے رہتے تھے۔ اور یوں لُٹتے رہتے تھے۔ کوئی انکا پرسان حال نہ تھا۔ سوائے کاٹھیاواڑ یا گجرات کے راجاؤں کی رعایا کے کہ وہ کچھ بہتر حالت میں تھی۔ مگر وہ راجاؤں کے

رحم پر جی رہی تھی۔ راجا اپنی اپنی عزت سنبھالنے کے خیال سے اِن سب بھیڑیوں کو کچھ نہ کچھ دیکر خوش رکھتے تھے اور اپنی رعایا کو بچاتے تھے۔ کاشت کار اور زمینداروں کے سوا تاجر پیشہ وغیرہ وقتاً فوقتاً لُٹتے رہتے تھے۔ اس لئے اُس وقت سے یہاں کی رعایا کو اپنے زیورات وغیرہ کو زمین میں دفن کرنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ جو عادت اب تک یہاں پائی جاتی ہے۔ حالانکہ اب تو ہر طرف امن ہی امن ہے۔

لیکن اُتابائی کے حکم سے رنگوجی کو آزاد کیا گیا۔ اُس نے احمد آباد پہنچ کر ترمبک راؤ کو احمد آباد سے نکال دینے کے لئے جوانمرد خاں کی مدد مانگی۔ مگر ترمبک راؤ نے چالاکی سے فخر الدولہ کو بابیوں کی قید سے آزاد کرا لیا۔ اور اپنے ہمراہ رکھ کر جس ملک میں سے مرہٹے چوتھ وصول کیا کرتے تھے۔ اُس پر اپنا قبضہ جما لیا۔ چنانچہ رنگوجی نے اپنے پُرانے دوست شیر خاں کی مدد بھی مانگی۔ شیر خاں نے مدد دینے کے بہانہ سے مہودھا اور نڑیاد کو لوٹ لیا۔ اور وہاں سے کپڑونج ہوتا ہوا اکیلا ہی فریق مخالف کی مرہٹہ فوج پر ٹوٹ پڑا۔ لیکن شکست کھائی۔ اور بھاگ کر واپس کپڑونج میں جاکر دم لیا۔ ترمبک راؤ کا سپہ سالار دھناجی اور فخر الدولہ نے اِس کی پُشت پکڑی۔ شیر خاں چونکہ مذکورہ بالا جنگ میں زخمی ہو چکا تھا۔ اس لئے رنگوجی کے کپڑونج پہنچ جانے پر اُس نے علاج کرانے کے لئے کپڑونج میں ہی اپنا قیام رکھنا مناسب سمجھا۔ فخر الدولہ نے کپڑونج کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن رنگوجی نے سرحد پر سے ہلکر کو مدد کے لئے بُلایا۔ اور اُس کو دو لاکھ روپیہ دینے کا وعدہ کیا۔ یہ بات جب فخر الدولہ کے گوش زد ہوئی۔ تو اُس نے محاصرہ اُٹھا لیا۔ اور وہاں سے احمد آباد کا رُخ کیا۔

سنہ ۱۷۴۷ء میں شیر خاں فخر الدولہ کا دوست بنا اور مہاراجہ ایڈر کی مدد سے احمد آباد کا محاصرہ کیا جس پر مرہٹوں کا قبضہ تھا۔ لیکن محاصرہ کی مدت نے طول پکڑا۔ جس سے مجبور ہو کر اِن کو محاصرہ ہٹانا پڑا۔ اِسی سال میں داماجی اور کھنڈے راؤ گائیکواڑ نے جوانمرد خاں بابی کی مدد سے بورسد کا محاصرہ کیا۔ جو کہ رنگوجی کے قبضہ میں تھا۔ مگر شیر خاں اور مہاراجہ ایڈر کی مدد کی وجہ سے داماجی گائیکواڑ کو پانچ ماہ کے محاصرہ کے بعد بورسد پر قبضہ ملا۔ اس لئے اِس وقت سے شیر خاں بابی داماجی گائیکواڑ اور جوانمرد خاں بابی کا جانی دشمن بنا۔ سنہ ۱۷۴۸ء میں اُس نے اپنے بیٹے سردار محمد خاں بابی کو بالاسنور کی جاگیر کا انتظام سپرد کیا۔ اسی سال میں مرہٹہ سردار کانوجی تاک پور نے فخر الدولہ کی مدد سے خراج وصول کرنے کے لئے سورٹھ پر چڑھائی کی اور ونتھلی کا محاصرہ کیا۔ اور وہاں سے جوناگڈھ پر چڑھائی کی۔ لیکن شکست کھا کر واپس گیا۔

اِس وقت سے شیر خاں بابی نے گجرات کے معاملات میں دخل دینے کا خیال ترک کر کے جوناگڈھ میں خود مختار سلطنت قائم کرنے کا مصمم اِرادہ کیا۔ چنانچہ چھ برس کے عرصہ میں وہ اپنے اِس ارادہ میں کامیاب ہُوا۔ اور سنہ ۱۷۵۴ء سے وہ جوناگڈھ کا خود مختار حاکم بنا۔ اور خود ساختہ لقب "نواب" اختیار کر کے تختِ جوناگڈھ پر بیٹھا۔

(باقی آئندہ)

کلام سلیم

(جناب محمد شرف الدین صاحب سلیم بنگلوری مقیم پورنگ پیٹ)

امید عیش بھی ہے دل کو اضطرار بھی ہے
کہ روز وصل بھی ہے شام انتظار بھی ہے

خزاں رسیدہ بھی ہے عالم بہار بھی ہے
کہ لالہ گوں بھی ہے دل میرا داغدار بھی ہے

گلوں کے سامنے دُہری بہاریں لوٹینگے
چمن میں یار بھی ہے موسم بہار بھی ہے

عیاں ہے دل سے جہاں کی بلندی و پستی
وہ خاکسار بھی ہے اور باوقار بھی ہے

وہ بہر فاتحہ آج آئے ہیں تو مدفن پر
چراغ طور بھی شمع سر مزار بھی ہے

مٹا رہا ہے وہ کیوں ٹھوکروں سے تودۂ خاک
خبر نہیں اُسے کیا اس میں اک مزار بھی ہے

سلیم زار کی بہر خدا خبر لینا
تمہاری یاد میں مضطر ہے اشکبار بھی ہے

(انتخاب)

بہل جائے تو اچھا

(از جناب پریم چند صاحب پریم سپاٹوی بلیر نشمہ)

بات آئی ہوئی منہ سے نکل جائے تو اچھا
اس حیلہ سے کام اپنا جو چل جائے تو اچھا

کہتے ہیں اطبا کہ مرض جا نہیں سکتا
قسمت سے یہ آئی ہوئی ٹل جائے تو اچھا

اس پہلی ہی افتاد سے انجام سمجھ لے
دیکھ اب بھی تو باز آ جائے سنبھل جائے تو اچھا

دل پہلو سے جاتا ہے تو جانے دو چلا جائے
کانٹا سا کھٹکتا ہے نکل جائے تو اچھا

دل وقت ملاقات بہلتا ہے ہمیشہ
لیکن شب ہجراں میں بہل جائے تو اچھا

جناب جوش ملیح آبادی کی ایک غزل پر تنقیدی نظر

(نوشتہ جناب مولوی سید منظور حسین صاحب رضوی ناصر لکھنوی جرنلسٹ سابق رکن ادارۂ ہمدم و رہنما لکھنؤ)

یہ بھی اُردو کی بدقسمتی ہے کہ ملک میں جہاں مذاق سلیم کا معیار پست ہونے کے باعث صحیح تنقید مفقود ہے وہاں جانبدارانہ تقریظ اور معاندانہ تعریض نے اسکی جگہ لے لی ہے جس کی وجہ سے کھوٹے کھرے اور اصلی نقلی کی تمیز صرف دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہوگئی ہے۔ ایسی حالت میں ایک ایسے موضوع پر قلم اُٹھانا جو اختلاف و انتشار کا سرچشمہ ہو میرے لئے تو ایک مصیبت عظمیٰ سے کم اہمیت نہیں رکھتا لیکن بادل نخواستہ کبھی کبھی یہ ناخوشگوار فرض ادا کرنے کے لئے مجبور ہو جاتا ہوں۔ معلوم نہیں کہ حضرت جوش کی بارگاہ بے نیاز سے اس مضمون کے صلہ میں کس انعام کا مستحق ٹھہروں۔

غالباً سنہ ۲۸ـ۱۹۲۹ء میں جناب جوش کی ایک غزل روزنامہ حقیقت لکھنؤ میں مشتہر ہوئی تھی جو ڈاکٹر اقبال کی اُس مشہور غزل پر لکھی گئی تھی جس کا مطلع یہ ہے۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں

لیکن اس غزل میں جناب جوش وہ رنگ سخن پیدا نہ کرسکے جو انکی خداداد طبیعت سے مناسبت رکھتا ہے اور تقلید و اتباع کی دلدل میں پھنس کر اپنی اُن ذاتی خصوصیتوں کو بھی کھو بیٹھے جو قدرت نے انکی طبیعت میں ودیعت کر رکھی ہیں چنانچہ مطلع ملاحظہ ہو۔

ترے سنگ در نے بدل دیا ہے یہ پستیوں کو فراز میں
کہ ہزاروں عرش جھلک رہے ہیں مری جبین نیاز میں

سب سے پہلے الفاظ کی نشست و برخاست اور محل وقوع پر نظر ڈالئے۔ آپ دیکھیں گے کہ پہلے مصرع میں "یہ" محض تقطیع کی جبراً خانہ پُری کے لئے استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ اگر اس کو مصرع سے حذف کر دیا جائے تو نفس مضمون پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا بلکہ "یہ" کو محذوف کردینے سے زبان میں ایک قسم کی سلاست پیدا ہو جاتی ہے۔ اب اگر "یہ" کے محل وقوع پر غور کیا جائے تو شائد اس کو بھی حق بجانب قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ جہاں تک لکھنؤ کا تعلق ہے "اِن پستیوں کو فراز میں بدل دیا ہے" بولینگے نہ کہ یہ پستیوں کو ..... الخ

"فراز" کے ساتھ "پستیوں" کا استعمال بھی ایک حد تک قابل اعتراض ہے۔ کیونکہ عموماً "پستی" کے ساتھ "بلندی" اور "نشیب" کے ساتھ "فراز" بولا جاتا ہے۔ دوسرے مصرع میں "عرش" کا جھلکنا غالباً آج تک کسی شاعر نے نظم نہیں کیا۔ لہٰذا اس کا تعلق حضرت جوش کی قوت اختراع سے ہے اور بس معلوم نہیں کہ جناب کا ادبی اجتہاد کس حد تک مقبول ہوگا۔

خیالات کے لحاظ سے بھی مطلع میں بہت سی خامیاں ہیں۔ کیونکہ غالباً شاعر کا خطاب معشوق حقیقی سے ہے اور خدا کے لئے "ترے سنگ در" کی تخصیص اس کو خدائے مکانی بنائے دیتی ہے جو سراسر حقیقت واقعہ اور عقائد

اسلامیہ کے خلاف ہے۔ "عرش" کو محض "فراز" کی مناسبت سے استعمال کیا گیا ہے ورنہ جبین نیاز سے آسمان کا کوئی خاص تعلق ظاہر نہیں کیا گیا۔

شعر نمبر ا۔ میرے دل کو کفر لبھا بھی لے مجھے خوف اس سے نہیں ذرا کہ ہزار مرتبہ بجھ کے بھی یہ جلیگا طاقِ حجاز میں

"لبھا بھی لے" فصاحت کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتا ہے۔ واضح رہے کہ "لبھانے" پر اعتراض نہیں ہے۔ بلکہ "لبھا بھی لے" کی ترکیب پر اعتراض ہے جس نے "بھی" کی وجہ سے سلاست زبان اور سادگی لفظ کا مزا کھو دیا ہے "دل کا بجھنا" بالکل نئی بات فرمائی گئی ہے۔ محاورہ "دل کا مرنا" ہے۔ اور لکھنؤ میں "دل مر گیا ہے" بولتے ہیں۔

شعر کا تخیل بھی اعتراض سے خالی نہیں کیونکہ یہ امر مسلمہ ہے کہ لبھاتی وہ شے ہے جو خوبیوں میں اپنے مقابل سے زیادہ ہو اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو نتیجہ بھی برخلاف ہوگا۔ "کفر" ایک مسلمان کی نظر میں لبھانے والی شے نہیں ہو سکتی اور اگر بفرض محال اس نے کسی کے دل کو لبھا لیا تو ظاہر ہے کہ پھر اس شخص کے "مرتد" ہونے میں کیا کلام۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ "کافر" ہو جانے کے بعد انسان پر کوئی خوف غالب نہیں ہوتا لیکن اس کی وجہ اس خوش عقیدگی کو قرار دینا جو اس کو اپنے سابق مذہب سے تھی اور جس کے متعلق وہ یقین کے ساتھ پیشینگوئی کرتا ہے کہ ایک دن وہی مذہب وہ پھر اختیار کریگا۔ کتنے متضاد و متناقض خیالات کا آئینہ وار ہے یہی نہیں بلکہ اپنے سابق مذہب کو دوبارہ اختیار کرنے میں "طاق حجاز" یعنی جگہ کی تخصیص بھی بے معنی ہے۔

شعر میں دوسری خامی یہ ہے کہ دل لبھانے سے خواہ وہ کسی طرح لبھایا جائے۔ ایک مسرت سی حاصل ہوتی ہے مگر یہاں اس کے بجائے "دل بجھے" جاتا ہے۔ کاش شعر کہنے سے قبل کسی ماہر نفسیات سے مشورہ کر لیا جاتا۔

"دل کا جلنا" یہ بھی غور طلب ہے۔ اگر دل کے جلنے سے مراد دل کے روشن ہونے سے ہے تو المعنیٰ فی بطنِ شاعر کی مثل صادق آتی ہے۔ دل جلنا ایک مشہور و معروف محاورہ ہے جس کی تشریح کی ضرورت نہیں لیکن جوش صاحب نے اس کو ایک ایسے معنی میں مستعمل فرمایا ہے کہ جس سے ایک اردو داں دنیا بے خبر ہے۔

شعر نمبر ۲۔ مرا پیرہن نہیں چاک ابھی مجھے رحم کھا کے سنگھا ہی دے
وہ مہک جنوں کی بھری ہوئی ہے جو تیری زلف دراز میں

"سنگھا ہی دے" اور "لبھا بھی لے" ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں اور دونو کا استعمال مذاقِ سلیم پر بار گراں ہے۔ "جنوں کی مہک" بھی آجتک کسی مستند شاعر نے نہیں نظم کیا۔ لہذا اس کو بھی جناب جوش کی جدت طبع کا نمونہ سمجھئے۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ گو میں دیوانہ ہوں مگر ہنوز میری وحشت حدِ کمال کو نہیں پہنچی ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ میرا پیرہن ابھی چاک نہیں ہے اور چونکہ شوقِ دیوانگی بے چین کئے دیتا ہے۔ لہذا معشوق کو اس کے رحم کا واسطہ دلا کر "زلف دراز" کو جس میں کہ جنوں کی مہک بھری ہوئی ہے سونگھنے کی خواہش ظاہر کی جاتی ہے۔

ناظرین سے پوشیدہ نہیں کہ جنوں کے لئے چاک گریبانی کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ طے شدہ امر ہے کہ جنوں بھی ایک مرض ہے اور جس طرح مرض مختلف اوقات میں گھٹتا بڑھتا رہتا ہے بعینہٖ اسی طرح جنوں بھی۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ ایک وقت جو مجنون کسی کو گالیاں دے دیکر ڈھیلے مار رہا ہو وہی دوسرے وقت نہایت عقل و سنجیدگی کے ساتھ مختلف مباحث پر گفتگو کر کے لوگوں کو نقش حیرت بنا دے۔ پس دیوانگی اور چاک گریبانی کو لازم و ملزوم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور نہ چاک پیرہن ہونا کسی کے کمال دیوانگی کا ثبوت ہے۔

شعر نمبر ۳۔ جو کبھی میں انکو بیاں کروں تو فلک سجود میں گر پڑے   وہ بلندیاں جو چھپی ہوئی ہیں شکستگیٔ نیاز میں

"سجود" جمع ہے لیکن اس کے ماقبل جو اسم (فلک) استعمال کیا گیا ہے وہ واحد ہے اور مابعد کا فعل بھی یعنی (گر پڑے) واحد ہے ایسی حالت میں "سجود" قواعد کی رو سے غلط ہوا۔ اس کے بجائے سجدہ ہونا چاہئے تھا۔

شعر میں اول نقص تو یہ ہے کہ جب تک دوسرا مصرع پڑھا نہ جائے اس وقت تک پہلا مصرع مہمل لایعنی رہتا ہے۔ کیونکہ مصرعۂ اول سے مبتدا اور نتیجہ کا اظہار ہوتا ہے اور ثانی سے خبر کا۔

معشوق سے رشتۂ محبت منقطع ہو جانے کی وجہ سے دل کی جو کیفیت ہوتی ہے اس کا مزا بوالہوس سے نہیں بلکہ کسی عاشق صادق سے پوچھئے لیکن حضرت جوش کی "شکستگیٔ نیاز" کے "پردہ" میں "بلندیاں" پوشیدہ ہیں اور بلندیاں کونسی ہیں اور انکا فلک کے سجدے میں گرنے سے کیا تعلق ہے۔ اس کا مطلق اظہار نہیں کیا گیا۔ اگر "نیاز" کے معنی حاجت و آرزو کے لئے گئے ہیں تو بھی اعتراض بجنسہٖ باقی رہتا ہے۔

شعر نمبر ۴۔ مجھے اضطراب ہی راس ہے میں سکون لیکے کرونگا کیا   تیرے رخ کا شعلہ ہے مرتعش میرے دل کی خلوت راز میں

"سکون" لیا نہیں جاتا بلکہ حاصل کیا جاتا ہے۔ "راز" صرف ضرورت قافیہ کے لئے آیا ہے ورنہ خلوت ہی مفہوم ادا کرنے کو کافی ہے۔

بے شک عشق صادق "سکون" سے زیادہ "اضطراب" کا طالب ہوتا ہے اور عاشق کو اپنی اضطراری حالت میں ایک کیف سا حاصل ہوتا ہے۔ اب اگر اس سے قطع نظر کر لیجئے تو یہ ماننا پڑیگا کہ طبائع مختلف ہونے کی وجہ سے ممکن ہے کہ ایک شخص کو اضطراب ہی راس آجائے۔ لہٰذا وہ تو اسی کا متمنی ہوگا نہ کہ سکون کا مگر قابل توجہ بات یہ ہے کہ جب معشوق کا شعلۂ رخ" دل کی خلوت میں ضو فشاں ہو تو تسکین قلب کے علاوہ ایک سروری کیفیت طاری ہوتی ہے نہ کہ اضطراب۔

شعر نمبر ۵۔ یہ ترے غرور کو کیا خبر کہ ازل کے روز سے دخل ہے   میرے عشق سادہ مزاج کو ترے حسن عشوہ طراز میں

"یہ" حشو ہے۔ عشق کی تقسیم باعتبار مدارج تو سنی ہے لیکن اس کو "سادہ مزاج" کہنا جناب جوش کی جدت طبع پر دال ہے جسے آجتک اساتذہ کے کلام میں بھی نہیں دیکھا گیا۔ عشق سے مزاج میں رنگینی یا سادگی جیسی کہ طبیعت ہو

پیدا ہو سکتی ہے۔ مگر عشق چونکہ کوئی جاندار اور با حس شے نہیں ہوتی لہذا اس کو سادہ مزاج نہیں کہا جا سکتا۔
تخیل گو غلط نہیں مگر اسی کے ساتھ کچھ زیادہ بلند اور نازک بھی نہیں ہے۔

شعر نمبر ۶۔ مری خاکساریاں دیکھ کر مرے دل کو تو نے عطا کئے جو تھے آفتاب چھپے ہوئے تری چشم ذرہ نواز میں
شعر در اصل وہی ہے جس کا ہر لفظ ایک خاص مناسبت رکھتا ہو۔ اس کے اندر ایک ذخیرۂ معنی پنہاں ہو وہ زبان پر آتے ہی دل کی گہرائیوں میں اُتر جائے۔ معلوم نہیں کہ "چشم ذرہ نواز" سے "آفتاب" کو کیا نسبت اور پھر اس کا اس شعر سے کیا تعلق۔ آنکھوں کے اندر سورج کی پوشیدگی بھی لایعنی ہے۔ ان سب پر طرہ یہ کہ جتنا شعر کو سمجھنے کی کوشش کیجئے اسی قدر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ خصوصًا دوسرے مصرع کا مطلب تو عقل و فہم انسانی سے بالاتر ہے۔

شعر نمبر ۷۔ یہ ستارۂ سحری کی ضو ہے افق کی سرخ بساط پر کہ دلِ نیاز دھڑک رہا ہے کسی کے پہلوئے ناز میں
"دل" سے "ستارہ صبح" کی مثال بالکل نئی تشبیہ ہے۔ جس میں باہم کوئی دور کا بھی تعلق نہیں اور "پہلوئے ناز" کی "اُفق کی سُرخ بساط" سے تشبیہ بھی بالکل غیر مانوس ہے۔ اس پر لطف اور بالائے لطف یہ ہے کہ "دل نیاز" کے دھڑکنے کو "ستارہ سحری کی ضو" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی حل طلب ہے کہ "ستارۂ سحری" میں روشنی ہوتی بھی ہے یا نہیں۔ اہل نظر اس چیستان کے متعلق خود رائے قائم کر سکتے ہیں۔

شعر نمبر ۸۔ چمک اے حقیقتِ داستاں مجھے تازہ سانچے میں ڈھال دے
میں وہ شمع ہوں جو پگھل چکی ہے تمام بزم مجاز میں

کسی شے کی "اصلیت و ماہیت" چمکتی نہیں بلکہ ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہی حال معشوق کا ہے۔ خواہ حقیقی ہو یا مجازی۔ معشوق سے یہ آرزو کرنا کہ وہ "مجھے تازہ سانچے میں ڈھال دے" یہ تو ایک حد تک صحیح ہے مگر "حقیقت داستاں کی چمک سے" یہ خواہش کبھی نہ پوری ہونے والی خواہش اور بجائے خود قابل اعتراض ہے۔ "چمک اے حقیقت داستاں" الخ اس جملہ کی نوعیت بھی عجیب و غریب ہے جس کو ماہرین اور اہل زبان سمجھتے ہیں۔

شعر نمبر ۹۔ جو بہار عشق ہو دیکھنا کبھی غزنوی پہ نگاہ کر یہ شمیم گلشنِ خسروی ہے تباہ کوئے ایاز میں
"کبھی" کا محل استعمال غیر مناسب ہے باقی شعر نسبتًا اچھا ہے۔

مقطع۔ جو صنمکدوں میں بیاں کروں تو صنم سجود میں گر پڑیں وہ ملا ہے مجھ سے پھر مزا مرے دل کو جوشؔ نماز میں
بحیثیت مجموعی مقطع بُرا نہیں بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ غزل میں صرف ایک یہی شعر ہے تو غالبًا بیجا نہ ہوگا لیکن اس کے باوجود یہ جوش کی فطری طبیعت داری سے پتہ نہیں دیتا۔



آفتاب سے خطاب

(پنڈت شیو ناتھ صاحب کول شاکر)

اے آفتاب نور ترا بے مثال ہے — اس نور پر نظر کا ٹھہرنا محال ہے
جس کا جمال نام ہے۔ تیرا جمال ہے — جس کی نہیں مثال وہ تیرا جلال ہے
رنگِ بہارِ روئے زمیں تیرے دم سے ہے
چرخِ بریں کی شان ترے دم قدم سے ہے

آتا ہے روز چرخ پہ جلوہ نظر ترا — جاری یونہی رہے گا ہمیشہ یہ سلسلا
کیونکر بتاؤں نور کی تیرے میں ابتدا — جس کی نہ ابتدا ہے کہیں اور نہ انتہا
لکھے کوئی تو ختم تری داستاں نہ ہو
ہر موئے تن زباں ہو تو پھر بھی بیاں نہ ہو

آتا نہیں ہے فرق تری آن بان میں — جدت میں ضو میں تاب میں شوکت میں شان میں
گُن تیرا گائے کب ہے یہ طاقت زبان میں — اوصاف تیرے آ نہیں سکتے بیان میں
یکتا ہے۔ بے نظیر ہے۔ تو لاجواب ہے
مشہور دہر نام ترا آفتاب ہے

کچھ بھی نہ ہو فلک پہ جو تو جلوہ گر نہ ہو — سبزہ زمیں پر نہ ہو پیدا شجر نہ ہو
تو ہی نہ ہو تو رات کی ہرگز سحر نہ ہو — ظلمت وہ ہو کسی کو کسی کی خبر نہ ہو
تیرے بغیر شور کچھ ایسا مچا رہے
ہر وقت ایک حشر جہاں میں بپا رہے

رہتا ہے تو جو آنکھوں سے پوشیدہ رات بھر — ظلمت میں شب کی کچھ ہمیں آتا نہیں نظر
رہتے ہیں تیری یاد میں۔ بیتاب اسقدر — بستر کو چھوڑتے نہیں جب تک نہ ہو سحر
بیکار شب کو زندگیٔ مستعار ہے
تیری ضیا میں جو ہے وہ مصروفِ کار ہے

رہتے ہیں رات بھر سب اسی انتظار میں دن ہو تو وقت صرف کریں کاروبار میں
جو ہیں لطافتیں چمنِ روزگار میں وہ دن کی روشنی میں ہیں دن کی بہار میں
دِن کی بہار اور ہے۔ دن کا سماں ہے اور
دِن کو نظر میں رنگِ طلسمِ جہاں ہے اور

باغوں میں جی لبھاتی ہیں میووں کی ڈالیاں کھیتوں میں دل رجھاتی ہیں پک پک کے بالیاں
گلشن میں مے پلاتی ہیں پھولوں کی پیالیاں آبِ خنک بہاتی ہیں پانی کی نالیاں
تجھ سے ہی زینتِ چمنِ روزگار ہے
تیرے ہی دم قدم سے یہ رنگِ بہار ہے

اے آفتاب وہ ہے جہاں میں تری ضیا جمتا نہیں ہے رنگ تیرے آگے رات کا
وقتِ سحر جو چلتی ہے فرحت فزا ہوا گُن تیرا ملکے گاتے ہیں مرغانِ خوشنوا
روشن جہاں میں سب یہ تیرا فیضِ عام ہے
اہلِ جہاں کے وردِ زباں تیرا نام ہے

اے آفتاب وصف کرے تیری خوبیاں دُنیا میں کون ایسا ہے جس پر نہیں عیاں
جاڑے میں تُو جو ہوتا ہے عالم پہ ضوفشاں آرام اُس سے پاتے ہیں جتنے ہیں انس و جاں
ہم سب نیاز مند ہیں تو بے نیاز ہے
سارے جہاں پہ بابِ کرم تیرا باز ہے

اے آفتاب ذات تری ہے ہوالغنی حیران جس کو دیکھ کے ہوتا ہے آدمی
سارے جہاں کو دیتا ہے تو اپنی روشنی پھر بھی ترے خزانے میں ہوتی نہیں کمی
محروم اُس سے کوئی نہیں کائنات میں
دیتا ہے تُو جو دھوپ کا سونا زکوٰت میں

اے آفتاب تجھ سے زمانہ ہے بہرہ ور (دُنیا کے کاروبار ہیں سب تجھ پہ منحصر)
رکھتی ہے آب و تاب ضیا تیری اسقدر کس کو ہے تاب ڈالے جو رُخ پر ترے نظر
جب تک دہن ہو اور دہن میں زبان ہے
مدّاح تیرا شاکرؔ شیریں بیان ہے

رہنمائے تعلیم لاہور کا سالانہ نمبر ۱۹۳۳ء

قیمت ۲؍ ۔ بجائے ۳؍

اس دلچسپ خوبصورت اور بینظیر مصور مجلّہ میں مندرجہ ذیل مضامین زیور طبع سے آراستہ ہیں ۔

(۱) شعبۂ ادبیات پر ایک نظر (۲) اُردو شاعری میں لوازم ظاہری کی بحث (۳) حسن صلاح (۴) اسماعیل میرٹھی کی اُردو شاعری پر تبصرہ (۵) ادبِ اُردو (۶) اکبری دربار کے نورتن (۷) حیوانوں کی زبان (۸) حرم نورمحل (۹) دُنیا کی فلک بوس عمارتیں (۱۰) سکولوں میں وٹرنری سائنس کی تعلیم (۱۱) ہندوؤں کے عہد میں تہذیب و طرز حکومت (۱۲) جاپان میں ایک دوکان (۱۳) زمینداران پنجاب کی غربت کی وجوہات (۱۴) مدرس اور کفایت شعاری (۱۵) ہمارے مدرسین (۱۶) ہماری تعلیم (۱۷) سیر بھر چاول رُلا دینے والا مگر عبرت انگیز فسانہ (۱۸) داستانِ حیات مزیدار و دلچسپ فسانہ (۱۹) ہوائی سیر مزیدار ناول (۲۰) دیانت کا مول ایک دلچسپ کہانی ۔ علاوہ ازیں دلکش نظمیں خوبصورت اور شاندار تصاویر غرضیکہ یہ نمبر اپنی نظیر آپ ہے ۔ مناسب ہے کہ ہر علم کا شیدائی اس نمبر کو اپنی میز کی زینت کا باعث بنائے ۔ ۹؍ کے ٹکٹ ڈاک بھیجکر فوراً طلب کرنا چاہئے ۔ تھوڑی سی کاپیاں باقی رہ گئی ہیں ۔

جو صاحب رہنمائے تعلیم کا سالانہ چندہ للعہ پیشگی بذریعہ منی آرڈر بھیجدینگے انکو سالانہ نمبر مفت ملیگا ۔ یہ نادر موقعہ ہاتھ سے نہیں دینا چاہئے ۔ مینجر

جدید جنتری

جمعیۃ اقوام نے جو کلینڈر منظور کیا ہے اور جس کا نفاذ ۱۹۳۴ء سے ہو جائیگا ۔ اس میں یہ خیال مدِنظر رکھا گیا ہے کہ ہفتہ کے دنوں کا تعلق مہینہ کے دنوں سے ٹوٹنے نہ پائے ۔ اس حساب سے سال کے دن ۳۶۵ بنتے ہیں حالانکہ موجودہ جنتری کے حساب سے سال کے دنوں کی تعداد ۳۶۴ ہے اگویا جدید جنتری میں ایک دن کا اضافہ ہو جائیگا ۔ اس کا حل اس طرح کیا گیا ہے کہ ہر سال کے ایک زائد دن کو خالی دن تصور کیا جائیگا ۔ اور اس کا کوئی نام نہ ہوگا ۔ یہ خالی دن ۳۱ دسمبر اور یکم جنوری کے درمیان واقع ہوگا ۔ اس کے بعد ۳۶۴ دنوں کو برابر چار حصوں میں تقسیم کیا جائیگا اور ہر حصہ تیرہ ۱۳ ہفتوں پر مشتمل ہوگا ۔ ہر ۳ ماہ کے پہلے دو مہینے ۳۰ دنوں پر مشتمل ہونگے اور تیسرا مہینہ ۳۱ دن کا ہوگا ۔

اس کے علاوہ ہر تین ماہ کا پہلا مہینہ اتوار کے روز شروع اور جمعرات کو ختم ہوگا ۔ کرسمس ڈے اور سال نو ہمیشہ اتوار کو واقع ہونگے ۔

ذیل کے نقشے سے یہ حساب اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے گا ۔

یکم جنوری	اتوار	۳۰ دن	یکم جولائی	اتوار	۳۰ دن
یکم فروری	منگل	۳۰ دن	یکم اگست	منگل	۳۰ دن
یکم مارچ	جمعرات	۳۱ دن	یکم ستمبر	جمعرات	۳۱ دن
یکم اپریل	اتوار	۳۰ دن	یکم اکتوبر	اتوار	۳۰ دن
یکم مئی	منگل	۳۰ دن	یکم نومبر	منگل	۳۰ دن
یکم جون	جمعرات	۳۱ دن	یکم دسمبر	جمعرات	۳۱ دن

یکم دسمبر اور ۱۳ جنوری کے درمیان ایک دن خالی دن کے نام سے موسوم ہوگا ۔ (ملت)

حقائق

(از حضرت افضل الشعرا عابد شاہجہان پوری)

دِل کی آواز ہو گی جب آواز — خود اُٹھائے گا کوئی پردۂ راز
اُبھر آئے نشان سجدوں کے — ذرہ ذرہ ہے شرحِ جوشِ نیاز
جو صدا آشنائے گوش ہوئی — ہیں یہ سمجھا کہ ہے تری آواز
کیا تسلی ہو اے نگاہِ کرم — فطرتِ عشق تو ہے سوز و گداز
اک طلسمِ نظر سے تم یوں تھے — اور اس پر حجاب کا انداز
نہ رہے امتیازِ ناکامی — دِلِ بےتاب ہے یہ حدِّ نیاز
کس توقع پر اب تسلی ہو — پردہ اُٹھنے پہ بھی ہے پردۂ راز
کوئی محوِ سکوت ہے لیکن — پھر بھی سنتا ہوں پیہم اک آواز
سامنے آگیا جو نقشِ قدم — تڑپ اُٹھی مری جبینِ نیاز
آہِ پیہم کا اب یہ عالم ہے — بن گیا ہوں شبیہِ سوز و گداز
اُٹھ گیا جب سے پردۂ حائل — مری آواز ہے تری آواز
دِل کے ذرّوں میں روح دوڑ گئی — کوئی دیکھے ترا تبسمِ ناز

جوشِ افسانہ بڑھ گیا عابد
گونج اُٹھی بازگشت کی آواز

(غیر مطبوعہ و تازہ)

ناول

ہوائی سیر

ایک نہایت دلچسپ اور مفید ناول

(نمبر ۳)

اُردو مترجم۔ کاشی پریاگی

ایک اجنبی

دروازہ کھلا اور ایک آدمی اندر آیا۔ اس کا قد میانہ، رنگ گورا، بدن گٹھیلا، بال پیلے اور ڈاڑھی چھوٹی سی تھی۔ وہ بے پروائی سے میز کے پہلو میں آیا اور دونو ہاتھ میز پر ٹیک کر تیز آواز میں آزادانہ کہنے لگا۔

اے امریکہ والو! میرا نام رَوبر ہے۔ میں تیس سال کا ہوں۔ میرا جسم بہت مضبوط ہے۔ میرا معدہ بہت درست ہے۔ جو چیز کھالیتا ہوں ہضم ہو جاتی ہے۔ میری طاقت بے ٹھکانے ہے، اور میری آنکھیں بہت دُور دُور کی چیزیں دیکھ لیتی ہیں۔

سب سُن رہے تھے۔ اور پورے ہال میں سناٹا چھایا ہُوا تھا۔ رَوبر نے جھوٹ نہیں کہا اس کا جسم واقعی بہت گٹھیلا تھا، اس کے گورے گال گائے کے کلّے کی طرح تھے مگر چہرے پر ہوشیاری اور ذہانت کے ایسے جلوے نظر آتے تھے کہ دیکھنے والا آئینہ بن جاتا تھا۔ روبر نے پھر کہنا شروع کیا۔

میں انجنیر ہوں اور میرا اخلاق بھی میرے جسم کی طرح مضبوط ہے۔ میں کسی چیز یا کسی آدمی سے نہیں ڈرتا میں اپنی دُھن کا پکا ہوں، میں جو کچھ کرنا چاہوں اگر اس کے خلاف امریکہ تو امریکہ ساری دُنیا ہو جائے تو بھی مجھے روک نہیں سکتی۔ بیٹھئے اب آپ لوگ مجھے پہچان چکے۔ آگے جو کچھ میں کہونگا وہ شائد آپ کو پھیکے سچی بات کڑوی ہوتی ہی ہے۔ صرف اتنا چاہتا ہوں کہ بیچ بیچ سے بات کاٹیئے گا نہیں۔

کلب میں ایک ذرا سی گڑبڑ مچنے لگی۔ صدر نے اپنے جوش کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

سُنائیے۔ فرمائیے۔ کچھ ہم بھی تو سُنیں۔

روبر - یہاں کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جن کے دل میں یہ بات جم گئی ہے کہ ہم غباروں کو جدھر اور جس طرح چاہیں اُڑا سکتے ہیں۔ حیرت ہے کہ یہ لوگ ان تجربوں پر دھیان نہیں کرتے جو ایک زمانے سے ہو رہے ہیں اور ہمیشہ ناکامیاب رہے ہیں۔ مزہ تو یہ ہے کہ پُرانے دھرانے اور سڑے گلے غباروں میں بجلی اور بھاپ کی کلیں لگاکر چاہتے ہیں کہ جدھر چاہیں چلالیں اور اسی جنون کے پیچھے ہزاروں گنیاں مُفت لٹا رہے ہیں۔ تمام چڑچڑے اور جھلے لوگ اب بھی چپ چاپ بیٹھے تھے۔ روبر کہتا جارہا تھا۔

ذرا سوچئے تو سہی! ایک غبارے کو جو ایک کیلوگرام بوجھ اُٹھاکر ہوا میں بلند ہوتا ہے ایک میٹر مکعب گیس کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی طرح جتنے کیلوگرام بڑھتے ہیں اتنے ہی میٹر گیس بھی بڑھتی جاتی ہے۔ یہ گیس جس چیز میں بھری جائے وہ بھی اسی مناسبت سے بڑی اور پھولی ہوئی ہونی چاہیئے۔ اب آپ ہی بتلایئے کہ معمولی ہوا جب بادبان سے ٹکراتی ہے تو اس میں کم سے کم چارسو گھوڑوں کی طاقت پیدا ہوجاتی ہے۔ ایسی صورت میں بھلا پھولا پھالا غبارہ جس کا ٹھہراؤ خود ہی ہوا پر ہو ایسی تیز ہوا کے سامنے کیسے ٹھہر سکتا ہے؟ پھر یہ بھی دیکھنے کی بات ہے کہ طوفانی ہوا سے ایک میٹر مربع مقام پر ۴۰۰ کیلوگرام کا بوجھ ہوجاتا ہے۔ اچھا مان لیا کہ آپ کے غبارے کی سطح سو میٹر مربع ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اس پر چالیس ہزار کیلوگرام کا بوجھ پڑ جائیگا۔ اور پھر کیا سنسار کے پیدا کرنے والے نے کوئی چیز آپ کے غبارے سے ملتی جلتی پیدا کی ہے؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ چڑیاں ہوا سے ہلکی ہوتی ہیں اسی لئے ہوا پر اُڑتی پھرتی ہیں؟ اگر ایسا ہے تو سُنیئے۔ یہ ہوا ہے۔ یہ چڑیا ہے اور یہ ترازو ہے۔ مگر دل چھوٹا نہ کیجئے، جیسے ہم نے لمبی چوڑی زمین اور بڑے بڑے سمندروں پر اپنی ان گنت ایجادوں سے قبضہ کر لیا ہے ویسے ہی ہوائی دُنیا بھی قابو میں آجائیگی مگر ہم ہوا سے ہلکے ہوکر ہوا میں ہرگز نہیں اُڑ سکتے۔ ہم کو ہوا کی سلطنت صرف بوجھل اور طاقتور کلوں سے مل سکتی ہے۔

ابتو سارے کلب میں چیخ پکار مچ گئی۔ روبر نے کھلے بندوں بتادیا تھا کہ وہ ہوا سے بھاری ہونے کا طرفدار ہے۔ پھر قیامت نہ مچتی تو کیسے۔ ولڈن کلب صرف اسی بُنیاد پر قائم ہوا تھا کہ "ہوا سے ہلکے ہونے" کی تمام باریک باتوں کی جانچ پرتال کرے۔

روبر نے ہل چل کم ہوتے ہی پھر کہنا شروع کیا۔

یقین کیجئے کہ ہمیں صرف ہوا سے بھاری کلیں ہوا پر حکومت دلاسکتی ہیں۔ ہوا میں ٹھہرائے رکھنے کی صلاحیت اچھی خاصی موجود ہے۔ اگر ہوا میں ایسی تیزی آجائے جو ایک سکنڈ میں ۴۵ میٹر ہو تو وہ آدمی اس پر کھڑا رہ سکتا ہے جس کے قدموں کے نیچے ایک میٹر مربع سطح کا دسواں حصہ ہو اور اگر ہوا میں اس کی دوگنی تیزی آجائے تو آدمی ہوا پر چل سکتا ہے۔ اسی لئے میرا دعوےٰ ہے کہ کل کے پنکھے جو دَور میں چلتے رہتے ہیں اگر ہوا کو اسی

تیزی سے واپس لاسکیں تو ہم ہوا میں چل پھر سکتے ہیں۔ اگر یہ خیال ہو کہ چڑیوں کے پیٹ کی ہوا گرم ہو کر ان کے جسموں کو ہوا سے ہلکا کر دیتی ہے اور اسی لئے وہ اُڑ سکتی ہیں تو یہ بھی غلط ہے۔ یہ ہوتا تو چیل کو اپنی اُڑان کے لئے چالیس میٹر مکعب گرم ہوا کی ضرورت پڑتی۔ مگر چیل کا پیٹ اتنا بڑا کہاں؟ خوب سمجھ لو کہ تمہارے یہ پھولے پھالے بیکار غبارے کسی کام کے نہیں ہیں۔

صدر۔ شائد تم فرانکلن کی وہ بات بالکل بھول گئے ہو جو اس نے غبارے کو پہلے پہل دیکھ کر کہی تھی۔ ع
لڑکپن اس کا ہے ایسا شباب کیا ہوگا۔ اب بچہ جوان ہو گیا ہے۔ بڑھ گیا ہے۔ بڑا ہو گیا ہے۔

روبر۔ اجی حضرت خفا نہ ہوجئے تو کہوں۔ غبارہ بڑا نہیں ہوا سوج گیا ہے۔ شائد آپ بھول گئے کہ موٹائی اور چیز ہے سوجن اور چیز ہے۔

ابتو ولڈن کلب کی بڑی بے آبروئی ہوگئی۔ برسوں کی تمناؤں پر مٹی پڑتے ہوئی معلوم ہونے لگی۔ ہر طرف سے لے دے شروع ہوگئی۔

نکال دو اس بے تمیز گستاخ کو۔

نہ سنو اس ملیچھ دشمن کی باتیں۔

ہاں ہاں۔ اس کو یہیں ایک یخنی کھلا دو جس میں معلوم ہوجائے کہ ہوا سے بھاری نہیں ہے۔

اور بھی گالی گلوچ ہونے لگی مگر ابھی ہاتھا پائی نہیں ہوئی تھی۔

روبر نے پھر متانت سے کہنا شروع کیا "خیال کیجئے کہ پرندے اُڑتے ہیں مگر وہ غبارے نہیں ہیں اُڑنے والی کلیں ہیں۔

ایک ممبر۔ ہرگز نہیں۔ چڑیاں میکینک قاعدے کے خلاف اُڑتی ہیں۔

روبر۔ غلط، سراسر غلط۔ قدرتی اصول بھی میکینک قاعدوں کے موافق ہے۔ اور جاننے والوں نے سمجھ لیا ہے کہ ہوا میں اُڑنے کے لئے پرندوں ہی کی تقلید کرنی پڑیگی۔ البا ٹروس جو ایک بڑا عقاب ہے ایک منٹ میں دس مرتبہ اپنے پرندوں کو حرکت دیتا ہے اور قاشقچی جو سمندر کا ایک پرند ہے ایک منٹ میں ستر بار پر مارتا ہے۔

بہت سے لوگ۔ ہرگز نہیں۔ اکہتر بار۔

روبر۔ اور بھڑ ایک منٹ میں بانوے دفعہ۔

بہت سے لوگ۔ ہرگز نہیں تراکوے دفعہ۔

روبر۔ اور مکھی ایک سیکنڈ میں تین سو تیس مرتبہ پر ہلاتی ہے۔

بہت سے لوگ۔ ہرگز نہیں تین سو تین اور ½ مرتبہ

روبر۔ مچھر ایک سکنڈ میں لاکھوبار۔

بہت سے لوگ - نہیں نہیں ہرگز نہیں کروڑوں بار -

روبر - خیر جو کچھ سہی - فطرت نے ہر پرند کو ایک اُڑنے والی کل بنایا ہے اور انسانوں نے بھی نقل کرکے ساٹھ کلیں اسی قسم کی بنائی ہیں -

ایک آدمی - ہاں مگر ایسی کلیں ہیں کہ اب تک ایک بھی ٹھکانے سے اُڑ نہیں سکی -

روبر - افسوس! آپ لوگ اپنے غبارے پھُلاتے ہی رہیں گے اور اُن ساٹھ میں سے ایک کل زمین کے چاروں طرف ہوا میں پھر کر لوٹ بھی آئیگی -

فیل ایوانس - اچھا تو یوں کہئے آپ کوئی ڈرائیور ہیں جو کلوں کی ایسی لمبی چوڑی تعریفیں کر رہے ہیں - مگر یہ تو کہئے کیا آپ خود اس طرح کی کوئی کل بنا کر زمین کے چاروں طرف پھر آئے ہیں ؟

روبر (بڑی بے پروائی سے) جی ہاں - بیشک -

قہ قہہ کی صدائیں ہال میں گونج گئیں - ایک ممبر نے کھل کھلا کر کہا - یہ ہے تو مظفر روبر جیتے رہو

روبر - مجھے بھی مظفر روبر کا لقب قبول ہے - اس واسطے کہ میں ہی اس کا سچا حقدار ہوں -

اب تو قیامت برپا ہوگئی قیامت - طوفان بڑی دیر سے رکا ہوا تھا - اشارے کی دیر تھی اُبل پڑا - گالیوں کا پُل بندھ گیا -

ایک بولا - باہر نکال دو اس بے ادب کمینے کو -

دوسرے نے کہا - اس کو بھی اُڑنے والی کل کی طرح ہوا میں گرہ کھلا دو -

تیسرا - اتنا مارو کہ سوج کر کُپّا ہو جائے -

چوتھا - اس کی آنتوں کو اس کے جسم کی لمبائی سے بڑھا دو -

کلب والوں کا غصہ اور گالیاں بڑھتی ہی گئیں - لوگ اپنی اپنی جگہ سے اُٹھ کر آگے بڑھ آئے، اُس میز کو گھیرے میں لے لیا جس کے پہلو میں روبر کھڑا ہوا تھا اور گھونسے، ڈنڈے اور جوتے روبر کے سر پر برسنے لگے -

روبر نے جیب میں ہاتھ ڈالے اور چھ چھ نال کے دو پستول نکال لئے - حملہ کرنے والوں پر پانچ فیر کئے - سارا ہال دھواں دھار ہو گیا - اور روبر ہاتھوں کے دل بادل سے ایسا صاف نکل گیا جیسے صابون سے تار - تمام فیر ہوائی ہوئے تھے اسی لئے کوئی خاص حادثہ نہیں ہوا - (باقی آئندہ)

(ڈرامہ)

جوڈتھ

تاریخ ارض یہود کا ایک زریں ورق

مترجمہ

(جناب ایم سراج الدین احمد نظامی)

دوسرا باب

پہلا منظر

(وادی یزرعیل، دور پہاڑی پر بتھولیا کا شہر نظر آرہا ہے۔ ہیگنتھ اپنا سامان اُٹھائے داخل ہوتی ہے اور انگر اور اُس کے ہمراہیوں کے قریب آتی ہے)۔ وقت :۔

انگر۔ تم کون ہو؟ **ہیگنتھ** (عیاری سے) میں عورت ہوں۔ **انگر۔** نہیں تم تو خار پُشت ہو!

ہیگنتھ۔ میں معافی چاہتی ہوں۔ بات یہ ہے کہ میں تمہارا حسن دیکھ کر دنگ رہ گئی اور میری زبان بند ہوگئی۔ میرے ملک میں ایسا خوبصورت آدمی کوئی نہیں! **انگر** (ملائمت سے) تمہارا ملک کونسا ہے؟

ہیگنتھ۔ میں ایک عبرانی عورت ہوں۔ اور بتھولیا سے آئی ہوں۔

انگر۔ (حیرت سے) عبرانی عورت! بتھولیا سے آئی ہو! (اپنے ہمراہیوں سے) یہاں سے ہٹ جاؤ (ہمراہی ہٹ جاتے ہیں، ہیگنتھ سے) یہ بڑی حیرت انگیز بات ہے!

ہیگنتھ۔ کیا میں تمہارے سامنے جھوٹ بول سکتی ہوں، میں ایک عنقریب تباہ ہونے والے شہر سے بھاگ کر آئی ہوں۔ میں اپنی پیاس بجھانے کے لئے پانی کی تلاش میں نکلی ہوں، بتھولیا میں پانی کا ایک قطرہ نہیں، اور لوگ پیاس سے بیہوش ہو ہو کر بازاروں میں گر رہے ہیں۔

انگر۔ لیکن بتھولیا سے یہاں تک کافی لمبا سفر ہے، اور تم اس قدر تازہ دم معلوم ہوتی ہو گویا ابھی بستر سے اُٹھی ہو۔

ہیگتھ (مسکرا کر) طاقتور بھیڑیئے! میں تم سے کوئی بات نہیں چھپاتی میں واقعی ابھی ابھی بستر سے اُٹھی ہوں۔ پرسوں راستہ میں چھپ کر شہر سے باہر نکلی کل دوپہر کو وادی میں پہنچی اور آرام سے ایک غار میں لیٹ گئی جس میں تین چشمے تھے، میں پانی پی کر سو گئی اور آج صبح طلوع آفتاب کے وقت جاگی ہوں۔

انگر۔ تمہارا نام کیا ہے؟　　　　ہیگتھ۔ ہیگتھ۔

انگر۔ تمہارا نام بھی تمہارے کام کی طرح عجیب ہے! یقیناً تم ایک عبرانی عورت ہو، جو دیوانوں کی نسل ہے۔

ہیگتھ۔ میرے پاس چند انجیر ہیں جو ایک جلیل القدر بادشاہ کے کھانے کے لائق ہیں (تھیلا کھول کر چند انجیر نکال کر اُسے دیتی ہے)۔

انگر (کھاتے ہوئے) اہم! تمہارے پاس اور کیا ہے؟ ہیگتھ میں تمہارے جسم کو چھونا چاہتا ہوں (چھوتا ہے) ہاں تم اجنبی ہو اور بلاشبہ دیوانی ہو، لیکن حسین ہو، نازک ہو! میں ہمیشہ اجنبی عورتوں کے پیچھے مارا مارا پھرتا رہتا ہوں اور آج خود بخود ایک میرے منہ میں آگئی ہے (ہیگتھ دل کڑا کر کے سمٹتی ہے) ڈرو نہیں، میں تو یونہی کہہ رہا ہوں، برسبیل تذکرہ! درحقیقت تم میرے منہ میں نہیں ہو، ہاں تو تم اپنی پیاس بجھانے آئی ہو؟

ہیگتھ۔ ہاں میرے دھاڑتے ہوئے شیر!

انگر۔ سنو تم نے اپنی زندگی تو پانی پی کر بچالی، لیکن تم خطرہ میں ہو۔　　　　ہیگتھ۔ خطرہ میں ہوں؟

انگر۔ ہاں! ایک عورت جو اسیریوں کے لشکر میں آجائے سخت بے عزت کی جاتی ہے۔ اُس کی مثال وحشی شیروں کے غار میں ایک بکری کی سی ہے! (اُسے مطمئن کرنے کے لئے) نہیں نہیں! میں تمہاری حفاظت کرونگا، لیکن میں تمہیں خطرے سے آگاہ کئے دیتا ہوں کہ تمہاری سخت بے عزتی ہوگی، میں ایماندار آدمی ہوں (اُسے گلے لگاتا ہے)۔

ہیگتھ (بناوٹ سے گلے لگا کر) تم تو مجھے کوئی تکلیف نہ دوگے؟

انگر۔ نہیں، لیکن تمہیں میرے ساتھ چلنا چاہئے (ہیگتھ شرمندہ ہو کر اُسے مارتی ہے) تمہیں مُکّے مارنے کی عادت ہے۔

ہیگتھ۔ بھیری بیگم نے حکم دیا تھا کہ جب میں کسی شریف اسیری سے ملوں تو ایسا کروں، یہ سچ ہے کہ مجھے اُسکی عادت نہیں، تاہم میں جو چاہوں کر سکتی ہوں۔

انگر۔ بیگم۔ تمہاری بیگم! اچھا تو تم دو ہو؟ تمہاری بیگم کہاں ہے؟ ابھی بتاؤ۔ کیا وہ تم سے زیادہ حسین ہے؟

ہیگتھ۔ سات گنا زیادہ!　　　　انگر۔ اُسے لے آؤ۔

ہیگتھ۔ وہ غار کے ایک چشمہ میں نہا رہی ہے، اُس نے مجھے اپنی آمد کی خبر کرنے کے لئے پہلے بھیج دیا ہے۔

انگر۔ اُسے لے آؤ! (باگوس کو اپنی طرف آتا دیکھ کر اپنا رویہ بدلتا ہے) ٹھہرو! باگوس آرہا ہے اور شائد اُس نے تمہیں دیکھ بھی لیا ہے۔ اُس کی آنکھیں بڑی تیز ہیں۔ دُور کھڑی رہو (ہیگتھ ذرا ہٹتی ہے) لیکن یاد رکھو جب

میں کہوں تو زمین پر اوندھے منہ لیٹ جانا۔ ہیگتھ۔ کیا یہ کوئی سردار ہے ؟
انگر۔ یہ ہولوفرنیس کا سب سے بڑا خواجہ سرا ہے، اور شہزادہ کے سوا اور کوئی اس سے عالی مرتبہ نہیں۔ حرم کی تمام عورتیں اس کے ماتحت ہیں۔ ہیگتھ۔ شہزادہ ہولوفرنیس کے حرم کی عورتیں ؟
انگر۔ ہاں، بیویاں، لونڈیاں، بے شمار دوشیزہ لڑکیاں! کیا تم اپنے عبرانی غرور کے سبب یہ خیال کرتی ہو کہ شہزادہ وحشی انسان ہے۔ جھکو، عالیجاہ باگوس تشریف لا رہے ہیں۔ اگر جان بچانا چاہتی ہو تو زمین سے بغلگیر ہو جاؤ۔ (ہیگتھ ایسا کرتی ہے)۔
(باگوس بائیں طرف سے خادموں کے ہمراہ داخل ہوتا ہے، انگر عزت و احترام سے سلام کرتا ہے)
باگوس۔ تم کون ہو ؟ **انگر**۔ انگر عالیجاہ، جس کے ماتحت ۲۰ پیادے ہیں!
باگوس۔ دور ہو جاؤ یہاں سے! آج صبح شہزادہ صاحب نے سارے لشکر میں پھرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ اس لئے یہ ایسا موقعہ نہیں سردار سے کم مرتبہ کوئی شخص اُسے دیکھے۔
انگر (ہیگتھ کی طرف اشارہ کرکے) عالیجاہ یہ ایک عبرانی عورت ہے جو تھولیا سے پانی کی تلاش میں بھاگ کر آئی ہے! میں نے عیاری سے اسے گرفتار کر لیا ہے۔
باگوس۔ ایک عبرانی عورت! (ہیگتھ کو سر سے پاؤں تک تاڑ کر) ناپاک عورت اُٹھ تاکہ میں تیری صورت دیکھ سکوں (ہیگتھ اُٹھتی ہے)
انگر۔ اور ایک اور آ رہی ہے۔ اس کی بیگم جو اس سے سات گنا زیادہ حسین ہے۔
باگوس۔ ہاں اس کی بیگم اس آنکھ کی پھنسی سے سات گنا زیادہ حسین ہوگی (ہیگتھ سے) تمہاری بیگم کون ہے ؟
ہیگتھ۔ جوڈتھ!
باگوس۔ جوڈتھ! یہ نام تو صرف بلّی کے لئے ہی موزون ہو سکتا ہے! وہ یہاں کیوں آئی ہے اور کس لئے آئی ہے ؟ اُس کا پوشیدہ اور مکروہ مقصد کیا ہے ؟ اس میں ضرور کوئی بھید ہے!
ہیگتھ۔ میں اپنی بیگم کا مقصد جانتی ہوں۔ **باگوس**۔ جلدی بتاؤ نہیں تو میں تمہیں پھانسی دیدونگا۔
ہیگتھ۔ میں تو صرف اس قدر جانتی ہوں کہ اگر ہولوفرنیس ـــــــ
باگوس (غصہ سے ٹوک کر) تم عالیجاہ کا نام لیتی ہو! عالیجاہ گردوں پناہ شہزادہ ہولوفرنیس کہو،
ہیگتھ۔ عالیجاہ شہزادہ ہولوفرنیس۔ اگر اُنکی خواہش ہو تو میری بیگم اُنکی خدمت میں چند باتیں عرض کرنا چاہتی ہے۔
باگوس (ہنسکر) شہزادہ سے باتیں کرنا چاہتی ہے ؟ شہزادہ سے عرض کرنا چاہتی ہے ؟
آہا ہا! (سب ہنستے ہیں) وہ کس رتبہ کی عورت ہے ؟
ہیگتھ۔ بیگم جوڈتھ بیوہ ہے۔

باگوس (اور زیادہ ہنسکر) آہا! بیوہ! اور یہ عبرانی بڑھیا شہزادہ ہولوفرینس سے گفتگو کریگی! (سب ہنستے ہیں اور طعنے دیتے ہیں) (جوڈتھ بائیں طرف سے داخل ہوتی ہے)

(ہیگنتھ تیزی سے اُس کی طرف جاتی ہے، سب ٹکٹکی باندھ کر اُس کی طرف دیکھتے ہیں)

ہیگنتھ۔ (جوڈتھ کو ایک طرف لے جاکر) حرم میں بہت سی پھوہڑ عورتیں ہیں اور یہ سب سے بڑا خواجہ سرا ہے۔

باگوس (ایک خادم سے) اگر بتھولیا کی عورتیں ایسی ہی ہیں تو فتح کے وقت میرے ذمہ ایک حوصلہ شکن کام ہوگا۔

خادم۔ بالکل بجا ہے عالیجاہ!

(جوڈتھ ہیگنتھ کو ایک طرف کھڑا رہنے کا اشارہ کرکے باگوس کے سامنے جھکتی ہے)

باگوس (ذرا توقف کے بعد) تم بہت حسین ہو۔

جوڈتھ۔ یہودیہ کی عورتیں از حد حسین ہوتی ہیں، یہودیہ کا کوئی مرد میرے جیسی بیوہ کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔

(انگر جوش سے بائیں طرف چلا جاتا ہے)

باگوس۔ میں نے سُن لیا ہے کہ تم بتھولیا سے پانی کی تلاش میں یہاں آئی ہو (ملائمت سے) کیا کچھ اور کہنا چاہتی ہو؟

جوڈتھ۔ بتھولیا سے بھاگتے میں میری ایک خواہش یہ بھی تھی کہ فاتح اعظم شہزادہ ہولوفرینس سے تخلیہ میں ملاقات کروں۔

باگوس۔ آہ تو پھر ہم خوب ملے! میں شہزادہ کا خواجہ سرا باگوس ہوں (ایک خادم سے) دوڑو اور کپڑوں کا صندوق لاؤ۔

(خادم بائیں طرف چلا جاتا ہے)

جوڈتھ (ایک دفعہ پھر سلام کرکے) میں پھر التجا کرتی ہوں کہ مجھے شہزادہ ہولوفرینس کی خدمت میں پیش کردو۔

باگوس۔ ضرور! ضرور! یہ میری دلی خواہش ہے کہ آپ کو اطمینان حاصل ہو (ایک خادم سے آہستہ سے) یہ خشک مچھلی اپنے ملعون حسن کے باعث بڑی طاقت حاصل کرلے گی۔ اور اگر آج میں اس کے ساتھ نرمی سے پیش نہ آؤں تو یہ میری بڑی بے عزتی کرے گی۔

خادم۔ بجا ہے عالیجاہ! **جوڈتھ۔** میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔

باگوس۔ لیکن پہلے یہ ضروری ہے کہ تم مجھ سے اپنا مقصد بیان کردو، کیونکہ کوئی عورت شہزادہ سے ہم سخن نہیں ہوسکتی جب تک وہ پہلے مجھے اپنا مقصد نہ بتائے۔

جوڈتھ۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ **باگوس۔** میرے کان میں کہدو۔ **جوڈتھ۔** یہ نہیں ہوسکتا۔

باگوس۔ تمہارا مطلب کیا ہے۔ کیا تم مجھے اپنا مقصد نہ بتاؤ گی؟

جوڈتھ۔ میں اپنا مقصد صرف شہزادہ ہولوفرینس کو بتاؤں گی۔

باگوس (آپے سے باہر ہوکر) کیا کہا؟ احمق! بیوقوف! کُتیا! بدکار! فاحشہ! بے شرم لونڈی! کیا تم شہزادہ کے

عالی مرتبہ خواجہ سرا کا حکم نہ مانونگی؟ میں تمہیں اپنے غلام کی لونڈی بناؤنگا اور برتن صاف کرنے والوں کا کھلونا! (رُک جاتا ہے، جوڈتھ مسکراتی ہے، ہیگتھ ڈر کر اُس کے قدموں میں بیٹھ جاتی ہے) میں تمہیں اپنے خچر بانوں کے حوالے کرونگا، اُس وقت تمہیں معلوم ہوجائیگا کہ باگوس کون ہے اور کس طاقت کا مالک ہے؟ (پھر رُکتا ہے، جوڈتھ ابھی تک مسکرا رہی ہے) باورچی خانہ کے ذلیل باورچی بھی تم سے نفرت کرینگے، میں ۔ میں ـــ

جوڈتھ (مسکراتے ہوئے) حضور! عالیجاہ! میں آپکی لونڈی ہوں، لیکن یہ خدا کا حکم ہے کہ میں صرف شہزادہ سے اپنا مقصد کہوں۔

باگوس (غصہ پر قابو پاکر مسکراتے ہوئے) اچھا اگر یہ خدا کا حکم ہے تو ایسا ہی ہوگا، میرے سخت سُست الفاظ کو دل سے بھلادو، ان میں کوئی بد ارادہ نہ تھا۔ میں صرف تمہیں آزما رہا تھا، اور یہ میرا فرض ہے (ایک خادم سے) اس کی دلکش نگاہ میرا استقلال کھو رہی ہے۔ **خادم**۔ بجا ہے عالیجاہ!

باگوس (جوڈتھ سے) بیگم میرے پیچھے پیچھے آجاؤ (خادم سے) تمہارے خیال میں شہزادہ اسی راستہ سے آئیگا؟ (اشارہ کرتا ہے) **خادم**۔ ہاں عالیجاہ۔ **باگوس**۔ یا اس راستہ سے؟ **خادم**۔ حضور۔

باگوس۔ اگر شہزادہ نے بیتھولیا فتح کرنے سے پہلے اسے دیکھ لیا تو شہر فتح نہیں ہوسکے گا۔ اور ہم اس کے قیدی ہونگے! **خادم**۔ بجا ہے حضور۔

باگوس۔ میں اسے غار میں لے جاؤنگا۔ شہزادہ اس راستہ سے نہیں آئیگا (جوڈتھ سے) میرے پیچھے چلی آؤ۔

(باگوس دائیں طرف جاتا ہے، جوڈتھ ہیگتھ کے تھیلہ اُٹھانے تک تامل کرتی ہے۔ بائیں طرف سے ہولوفرنیس کے چوبدار داخل ہوتے ہیں۔ پھر ہولوفرنیس داخل ہوتا ہے)۔

باگوس۔ ہولوفرنیس! (خادموں سے) اسے چھپا دو بدمعاشو! نہیں تو اسیریا برباد ہوجائیگا! (خادم جوڈتھ اور ہولوفرنیس کے درمیان قطار باندھ کر کھڑے ہوجاتے ہیں)

(باگوس بڑے احترام سے ہولوفرنیس کا استقبال کرتا ہے)

ہولوفرنیس۔ وہ عورت کہاں ہے؟ **باگوس**۔ عورت شہزادہ صاحب؟ کون عورت؟

ہولوفرنیس (بے صبری سے) میں کہتا ہوں وہ عبرانی عورت! ایک انگر نامی شخص لشکر کے تمام خیموں میں پھرا ہے۔ اس عورت کی شہرت ایک وبائی مانند سارے لشکر میں پھیل گئی ہے۔ تمہیں خدائے واحد بخت نصر کی قسم مجھے بتادو کہ وہ عورت کہاں ہے، کیونکہ مجھ سے کہا گیا ہے کہ اُس کے حُسن کے سامنے مشرق کی تمام عورتوں کا حسن کوئی حقیقت نہیں رکھتا

باگوس۔ آہ! یہ جوڈتھ ہے جس کے متعلق آپ پوچھ رہے ہیں۔ میں اُسے پکڑ کر آپ کی خدمت میں لا رہا تھا (خادموں سے) ایک طرف ہٹ جاؤ کتو!

(خادم ایک طرف ہٹ جاتے ہیں۔ ہولوفرنیس جوڈتھ کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا ہے۔ وہ جھکتی ہے)

ہولوفرنیس۔ ہاں تو تم بتھولیا سے اپنی پیاس بجھانے آئی ہو؟

جوڈتھ۔ ہاں پیاس بجھانے اور آپ سے ملاقات کرنے آئی ہوں۔

ہولوفرنیس۔ عورت (اُس کی طرف بڑھ کے اور کھڑا ہو کر) بے خوف ہو کر بول، میں اُس شخص کو کبھی دُکھ نہیں دیتا جو ساری دُنیا کے خدا بخت نصر کی خدمت کا خواہشمند ہو، اگر تمہارے اسرائیلی میری ہتک نہ کرتے تو میں ہرگز اُن کے خلاف تلوار نہ اُٹھاتا لیکن کیا کروں اُنہوں نے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑا مارا ہے۔

باگوس (ایک طرف ہو کر ہولوفرنیس سے) عالی جاہ یہ بڑی خوفناک بات ہے، یہ فریب ہے، یہ محض پانی کے لئے نہیں آئی، بلکہ حضور کے خلاف کوئی پوشیدہ مقصد لے کر آئی ہے۔

ہولوفرنیس۔ چپ رہو، اس حسین چہرے میں فریب کا نام تک نہیں (جوڈتھ سے) مجھے اپنا مقصد بتادو اور ڈرو مت۔

جوڈتھ۔ عالیجاہ اپنی کنیز کی عرض سُنیں اور اُسے اپنی موجودگی میں بولنے کی اجازت مرحمت فرمائیں، میں اپنے آقا کی خدمت میں ہرگز جھوٹ نہ بولونگی۔　　**ہولوفرنیس**۔ بولو۔

جوڈتھ۔ میں عالیجاہ سے تخلیہ میں عرض کرونگی۔　　**باگوس** (ہولوفرنیس سے علیحدہ) عالیجاہ اس میں ضرور کوئی بھید ہے۔

ہولوفرنیس (جوڈتھ سے) بولو، میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔

جوڈتھ۔ میرا پیغام بتھولیا، اسیری اور میرے آقا کی قسمت کے متعلق ہے، اُس میں زندگی اور موت کا سوال ہے، میں خدا سے ہمکلام ہوتی ہوں اور اُسی نے مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

ہولوفرنیس۔ کون خدا؟ تمہارا یا ہمارا؟　　**جوڈتھ**۔ خدا صرف ایک ہی ہے۔

ہولوفرنیس۔ ہاں، اور وہ بخت نصر ہے، جلدی کرو اور اپنی رام کہانی کہہ ڈالو۔

جوڈتھ۔ میں اپنے آقا سے تخلیہ میں عرض کرونگی۔

باگوس۔ (ہولوفرنیس سے علیحدہ) اس میں ضرور کوئی بھید ہے۔

ہولوفرنیس (غصہ سے) اپنے دل کا راز کہہ ڈالو اور جلدی کرو!

جوڈتھ۔ میں اپنے آقا سے اُس کے خیمہ میں کہونگی۔

ہولوفرنیس (غصہ سے) میرے خیمہ میں کہو گی؟ تم کون ہو جو میرے حکم سے انکار کرتی ہو؟ اور تم کون ہو اے کافر لونڈی کہ میرے خیمہ کو اپنے وجود سے ناپاک کرو، اسے لیجاؤ اور قتل کر کے جنگل میں پھینک دو۔

(جوڈتھ کو پکڑ کر باندھ دیتے ہیں)

ہولوفرنیس (متذبذب) ٹھیرو!　　**باگوس**۔ اسے باندھ دیا گیا ہے جہاں پناہ!　　**ہولوفرنیس**۔ ٹھہرو!

باگوس (ہولوفرنیس سے علیحدہ) عالیجاہ اپنے جذبات کو اپنی تباہی کا موجب نہ بنائیں، اس کے حسن میں مکاری اور خطرہ پنہاں ہے۔ میں نے اپنی ساری زندگی ان عورتوں کی مکاری میں گزاری ہے۔ اور میرے آقا بھی اُنکی عجیب و غریب چالوں سے بخوبی واقف ہیں، کہ کس طرح یہ ایک شخص کو تباہ برباد کر دیتی ہیں۔

ہولوفرنیس (متفکر) دُنیا میں ایسا بدبخت کون ہے جو اُن عبرانیوں کو حقارت سے دیکھے جن میں ایسی ایسی حسین عورتیں موجود ہیں؟ یقیناً یہ زیبا نہیں کہ اُن کا ایک مرد بھی زندہ بچے، اگر ایک بھی بچ رہا تو وہ تمام دُنیا کی آنکھ میں خاک جھونک دیگا!

جوڈتھ (ایک قدم بڑھ کر) کیا ایک دانا آدمی ایک بیش قیمت موتی پرے پھینک دیتا ہے۔ اور کیا عالیجاہ اپنے غصہ میں اپنی لونڈی کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دینگے۔

باگوس۔ (ہولوفرنیس سے) اسے اپنے خیمہ میں ملاقات کی اجازت ہرگز نہ دیں۔

جوڈتھ۔ مجھے جو کچھ کہنا ہے میں عالیجاہ اور باگوس دونو کے سامنے کہونگی (مُسکراتی ہے)

ہولوفرنیس۔ آہ میں کیا کروں! (خادموں سے) اسے چھوڑ دو۔

باگوس (علیحدہ) اب ہمارا خدا حافظ ہے! یہ عورت ہمارے خلاف ہے۔

ہولوفرنیس (باگوس سے) اسے لباس اور نقابیں پہنا دو، تاکہ لوگ اس کا جسم اور چہرہ نہ دیکھ سکیں، کیونکہ اب یہ میری ہو چکی ہے۔　　**باگوس** (پکار کر) لباس! نقابیں! بدمعاش کہاں چلا گیا؟

(خادم ڈرتے ہوئے کپڑوں کا صندوق لاتا ہے، انگرا اُس کے پیچھے ہے، جوڈتھ کو لباس اور نقابیں پہنائی جاتی ہیں)

ہولوفرنیس۔ اسے میرے پیچھے پیچھے آنے دو۔

(ہولوفرنیس اور اُس کے چوبدار دائیں طرف جاتے ہیں، پیچھے پیچھے جوڈتھ ہے)

انگرا (سب کے چلے جانے کے بعد باگوس کو ٹھہرا کر) حضور۔　　**باگوس**۔ کیا ہے؟

انگرا (جیتھ کی طرف اشارہ کر کے) آپ کے غلام ہی نے اس لونڈی اور اس کی بیگم کو گرفتار کیا تھا حضور یہ لونڈی مجھے دیدیں

باگوس (بے پروائی سے) ہاں تو تم اسے حاصل کرنا چاہتے ہو، اچھا جاؤ لے جاؤ!　　**پردہ**

دوسرا منظر

(ہولوفرنیس کے خیمہ کا اندرونی حصہ، ایک طرف پلنگ بچھا ہے جس پر پردے پڑے ہیں، خیمہ کا بڑا دروازہ پچھلی طرف ہے، باقی دروازے پردوں میں ہیں)　　**وقت**۔ پہلے منظر سے تھوڑی دیر بعد۔

(باگوس اور اُس کے خادم جوڈتھ کا لباس اور نقاب اُتارتے ہیں)

باگوس۔ گدھے تم اُس عورت کو دیکھنے کی کوشش کرتے ہو جو تمہارے آقا کی ملکیت ہے؟ آخری نقاب رہنے دو اور دُور ہو جاؤ یہاں سے!

خادم۔ بہت بہتر عالیجاہ۔ (جوڈتھ کی نقاب اور چادر لے جاتا ہے)

باگوس۔ ہولو فرنیس کی ملکہ!

جوڈتھ (نقاب میں سے) طاقتور باگوس!

باگوس۔ شہزادہ اپنے خیمہ میں تمہاری عزت افزائی کرنے آرہا ہے۔

جوڈتھ۔ طاقتور باگوس میرے ایک سوال کا جواب دو۔

باگوس۔ میں تمہارے ہر سوال کا جواب خندہ پیشانی سے دونگا، تمہارے حسن نے آج ہولو فرنیس کو اندھا کر دیا ہے اور اب وہ تمہارا قیدی ہے اور اُس کا غلام تمہارا غلام ہے اور اسیریوں کے لشکر میں تمہاری نگاہ کے سوا اور کوئی قانون نہیں۔

جوڈتھ۔ کیا یہ درست ہے کہ بخت نصر تمہارا خدا ہے؟

باگوس۔ بخت نصر اسیریوں اور تمام اُن ممالک کا خدا ہے جو اُس کے عساکر فتح کر سکتے ہیں۔ یہ شاہی حکم ہے۔

جوڈتھ۔ اگر بخت نصر تمہیں کوئی حکم دے تو کیا تم اُس حکم کی قدر کرو گے؟

باگوس۔ ضرور، کیونکہ اپنی جان مجھے بہت عزیز ہے۔

جوڈتھ۔ جس طرح بخت نصر تمہارا خدا ہے اِسی طرح اسرائیل کا خدا میرا خدا ہے۔ اور اُس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں شہزادہ ہولو فرنیس کے سوا کسی اور کے سامنے اپنا مقصد بیان نہ کروں۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں نے طاقتور باگوس کی موجودگی میں بھی بولنے سے انکار کر دیا تھا۔ لیکن اُسی وقت اسرائیل کے خدا نے مجھے حکم دیا اور میں نے یہ آواز سُنی کہ جوڈتھ تمہیں اجازت دیجاتی ہے کہ باگوس کے سامنے بھی بیان کردو، اس لئے میں مجبور ہوگئی۔

باگوس۔ تمہارا خدا دانا ہے اور شناخت کا مادہ رکھتا ہے۔

جوڈتھ۔ اب ہمارے درمیان صلح و آشتی قائم ہوجائیگی، کیوں ٹھیک ہے نا؟

باگوس۔ بیگم میں نے غصہ میں تمہیں بہت سخت سُست الفاظ کہے تھے، اور ملامت کی تھی۔

جوڈتھ۔ بخت نصر کی قسم میں نے ایک نہیں سُنی۔

باگوس۔ بس اب ہمارے درمیان صلح ہوگئی ہے، اب ہم دونو اُن پر حکومت کرینگے جو تمام اسیریا پر حکومت کرتے ہیں۔

(بائیں طرف سے ہولو فرنیس داخل ہوتا ہے، باگوس زمین بوس ہوتا ہے، ہولو فرنیس خیمہ میں اِدھر اُدھر پھرتا ہے)

ہولو فرنیس۔ (باگوس سے) سرداروں کی مجلس کب منعقد ہوگی؟

باگوس۔ ساری مجلس بے صبری سے آپ کی منتظر ہے۔

(ہولو فرنیس تیزی سے جوڈتھ کی نقاب اُتار دیتا ہے اور اُس کی طرف دیکھتا ہے، جوڈتھ زمین بوس ہوتی ہے، ہولو فرنیس پلنگ پر گر پڑتا ہے اور خیمہ کی اشیا کو دیکھتا ہے)

ہولو فرنیس۔ اُٹھو (جوڈتھ اُٹھتی ہے، ہولو فرنیس اُس کی طرف دیکھے بغیر اپنے لباس کے جواہرات سے

کھلتا ہے) کیا اچیر وہاں پہنچ گیا تھا؟

جوڈتھ - عالیجاہ نے کیا فرمایا؟　　**ہولوفرنیس** - کیا وہ غلام بتھولیا پہنچ گیا تھا -

جوڈتھ - بتھولیا کے لوگ اُسے پکڑ کر لے گئے، اور اُس نے وہ تمام باتیں کہہ ڈالیں جو اُس نے عالیجاہ سے کہیں، اور لوگوں نے اس کی تصدیق کی -　　**ہولوفرنیس** - اور تمہاری اچیر کے متعلق کیا رائے ہے؟

جوڈتھ - عالیجاہ میں نے لوگوں سے کہا کہ اُس کی باتوں کو حقیر نہ جانو بلکہ دل میں جگہ دو -　　**ہولوفرنیس** - تم واقعی دلیر ہو

جوڈتھ - اچیر نے بالکل بجا کہا تھا کہ جب تک بنی اسرائیل اپنے خدا کے احکام کی نافرمانی کریں اُنہیں کوئی سزا نہ ملے گی اور اُن پر کوئی غنیم غالب نہ آئیگا -　　**ہولوفرنیس** - کیا میں بھی غالب نہیں آ سکتا؟

جوڈتھ - جب تک وہ کسی گناہ کے مرتکب نہ ہوں میرا آقا بھی غالب نہیں آ سکتا (زور سے) لیکن وہ گناہ کے مرتکب ضرور ہونگے

ہولوفرنیس - آہا، وہ گناہ کے مرتکب ہونگے! کون سے گناہ کے؟

جوڈتھ - اُن کے سروں پر تباہی اور موت منڈلا رہی ہے، وہ بہت جلد اپنے خدا کو غضبناک کر دینگے، اُن کا پانی ختم ہو گیا ہے، وہ پیاس سے بیتاب ہو کر کر رہے ہیں - وہ اپنی بیتابی میں وہ مقدس شراب ضرور پی لیں گے جو صرف اُن پجاریوں کے لئے مخصوص ہے جو ہمارے خدا کی خدمت کرتے ہیں، یہ ایسی چیز ہے جس کے پینے کی کسی کو اجازت نہیں -

ہولوفرنیس مجھے ان باتوں سے کیا؟ دُنیا میں بخت نصر کے سوا اور کوئی بادشاہ اور خدا نہیں -

جوڈتھ - آپ کو تو صرف یہ بات متاثر کرتی ہے کہ میں بتھولیا سے بھاگ کر آئی ہوں، جو ضرور تباہ ہوگا، اور اسرائیل کے خدا نے مجھے اپنے آقا کے ساتھ چند باتیں کرنے بھیجا ہے جو تمام دُنیا کو نقش حیرت بنا دینگی -

ہولوفرنیس - کونسی باتیں؟ اور مجھے تمہارے خدا سے کیا واسطہ؟ مجھے تمہارے خدا کی بالکل ضرورت نہیں، بنی اسرائیل مقدس شراب پی چکنے کے بعد پھر پیاسے ہو جائینگے اور جب سارا شہر بیہوشی سے کمزور ہو جائیگا تو وہ خود بخود بغیر کسی مشکل کے میرے قبضہ میں آ جائیگا اور میں آرام سے بیٹھا تماشا دیکھونگا -

جوڈتھ - (جل کر) جب اسیری آرام سے بیٹھے تماشا دیکھیں گے اور شہر فتح ہو جائیگا، جب تمام لوگ ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرینگے کہ دُنیا کے عظیم الشان سپہ سالار نے شہر کو مکاری و چالاکی سے فتح کیا کیونکہ اُس میں کھُلم کھُلا دلیری سے حملہ کرنے کی جرأت نہ تھی تو کیا اُس دن آپ مطمئن ہونگے میرے آقا یا آپ شرم سے آنکھیں بھی اوپر نہ اُٹھا سکینگے؟

ہولوفرنیس - یہ درست ہے -　　**باگوس** - یہ درست ہے -

ہولوفرنیس (وحشیانہ) میں آج ہی حملہ کر کے شہر پر قبضہ کر لونگا، اور گو اسیریا میں میں نے پچاس ہزار عورتوں کو بیوہ بنا دیا تھا لیکن بتھولیا کی میں اینٹ سے اینٹ بجا دونگا - ایک مکان کھڑا نہ رہیگا اور ایک اسرائیلی زندہ نہ بچیگا -

جوڈتھ (سر کو آہستہ سے ہلا کر) عالیجاہ آپ خدائے عالم یزل کی خوشی کے خلاف کیوں ہیں؟ کیا میں نے نہیں کہا کہ

اللہ تعالیٰ نے مجھے بتادیا ہے کہ بیتھولیا اُس وقت تک تباہ نہیں ہوسکتا جب تک اُس کے باشندے گناہ کے مرتکب نہ ہوں؟ عالیجاہ سُنیں آج رات میں وادی میں جاکر اپنے خدا کی درگاہ میں دعا کرونگی اور شائد وہ مجھے بتادے کہ اسرائیلیوں نے بیتھولیا میں کوئی گناہ کیا ہے یا نہیں؟ پس پھر میرا آقا اپنا لشکر لے کر جا سکتا ہے، اور اُس وقت دُنیا کی کوئی طاقت اُس کا مقابلہ نہ کریگی۔

ہولوفرنیس۔ ہاں تو تم میرے پاس اُس وقت آؤگی جب فتح کا وقت قریب ہوگا!

جوڈتھ۔ اور سُنیں! میں اپنے آقا کو یہودیہ کے وسط میں لے جاؤنگی۔ یہاں تک کہ وہ بیت المقدس پہنچ جائیگا پھر وہاں میں اپنے آقا کو تخت پر بٹھاؤنگی اور کوئی ذلیل آدمی بھی آپ پر آواز نہ کسے گا۔ یہ باتیں خود خدا نے مجھے بتائی ہیں۔

ہولوفرنیس (باگوس سے) مشرق سے مغرب تک اس جیسی حسین اور دانا عورت کوئی نہیں۔

باگوس۔ ہاں عالیجاہ! لیکن میں نے ساری دُنیا نہیں دیکھی۔

ہولوفرنیس (جوڈتھ سے) تم نے میرے پاس آنے میں بہت اچھا کیا! اب میرے ہاتھ طاقتور ہیں تمہارا حسین چہرہ میرے دل کو فرحت بخشتا ہے اور اگر تم اپنے کہنے کے مطابق کر دکھاؤ تو میں تمہیں اپنے محل میں رکھونگا جو شاہ بخت نصر کے محل کے بالکل سامنے ہے اور تم مشرق و مغرب میں مشہور ہو جاؤ گی (باگوس سے) کھانا اور شراب لاؤ باگوس!

باگوس۔ بہت بہتر عالیجاہ!

جوڈتھ۔ میں نہ اپنے آقا کا کھانا کھاؤنگی نہ اُس کی شراب پیونگی، شائد ایسا کرنے میں میں کسی گناہ کی مرتکب ہو جاؤں میری کنیز اپنے ساتھ بہت سا سامان خورد و نوش لائی ہے۔

باگوس۔ اور اگر تمہارا سامان ناکافی ہو تو پھر؟

جوڈتھ۔ میرا سامان اُس وقت تک ختم نہیں ہو سکتا جب تک خدا میرے ہاتھ سے وہ کام پایہ تکمیل تک نہ پہنچا دے۔ جس کا اُس نے مجھے حکم دیا ہے۔　　(باگوس تالی بجاتا ہے، ایک خادم داخل ہوتا ہے)

باگوس۔ بیگم جوڈتھ کی کنیز کو بلا لاؤ! جلدی! (خادم جاتا ہے۔ ہولوفرنیس سے) عالیجاہ کیا یہ عبرانی عورت میرے آقا کے خیمہ میں اپنا کھانا کھائیگی؟　　**ہولوفرنیس**۔ ہاں وہ میرے خیمہ میں کھائیگی اور یہیں رہے گی۔

باگوس۔ تو پھر اس میں کوئی شک نہیں کہ عالیجاہ زندہ رہتے نظر نہیں آتے۔ علاوہ ازیں سرداروں کی مجلس بڑی بے صبری سے آپ کی منتظر ہے (ہولوفرنیس بائیں طرف جاتا ہے)۔

باگوس (ہولوفرنیس کے پیچھے جاتے ہوئے جوڈتھ سے) کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ ہم دونوں اُن پر حکومت کرینگے جو اسیریا پر حکومت کرتے ہیں (بائیں طرف جاتا ہے)　　(ہبگتھ سامان کے ساتھ داخل ہوتی ہے)

ہیگتھ (ادرگرد دیکھ کر) بیگم! کیا یہ ممکن ہے؟ **جوڈتھ** - تمہیں کیا ہو گیا ہے؟

ہیگتھ - کیا یہ دیو کا خیمہ ہے؟ **جوڈتھ** - خاموش!

ہیگتھ (آہستہ سے) یہ بتھولیا کے معبد سے زیادہ بڑا اور شاندار خیمہ ہے! لیکن بہت گندہ ہے، کیا آپکے پاس کوئی جھاڑو نہیں؟ آہ! (چھت کو دیکھ کر) اس کی بلندی کے سامنے میں ایک بچہ معلوم ہوتی ہوں! میں اس شاہانہ ٹھاٹھ پر اپنے مکان کو ترجیح دیتی ہوں۔ **جوڈتھ** - مجھے کھانا دو، لیکن یہ تو بتاؤ تم کہاں تھیں؟ (بیٹھ جاتی ہے)

ہیگتھ - بیگم میں آپ کے حکم کے مطابق انگر کے ساتھ تھی (جوڈتھ کا لباس درست کرتی ہے اور کھانا اور شراب نکالتی ہے) بتھولیا میں سارا دن آپ کے ارشادات کی تعمیل میں مصروف رہ کر۔ مجھے مردوں سے ملنے کا موقعہ نہ ملتا تھا۔ اور نہ کبھی ملنے کی خواہش ہی پیدا ہوئی تھی؛ میں اُنہیں بڑا خوفناک تصور کرتی تھی؛ اور جب آپ نے مجھے اسیروں کے خیموں میں جانے اور اُنہیں اپنے ناز و ادا سے رام کرنے اور اُنکا دل بہلانے کا حکم دیا تو پہلے پہل میں ڈر گئی میرا خیال تھا کہ مجھ سے یہ نہ ہو سکیگا۔ تاہم میں نے یہ کام بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا؛ اور یہ کام مجھے جھاڑو دینے سے بھی زیادہ آسان معلوم ہوا یا تو یہ تمام مریخ ہیں یا یہ انگر اپنی حماقت میں سب سے بڑھ گیا ہے، مجھے لونڈی بناکر اُس کے حوالے کر دیا گیا ہے (بیٹھ جاتی ہے)

جوڈتھ - وہ کہاں ہے؟

ہیگتھ - بیگم صاحبہ میں برداشت نہ کر سکتی تھی کہ ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کو اپنی نظروں سے اوجھل ہونے دوں۔ اس لئے میں نے آپ کا تعاقب کیا اور انگر بھی خوشی سے میرے پیچھے پیچھے آ گیا۔ آخر محافظ نے اُسے پکڑ لیا۔ کیونکہ وہ شہزادے کے خیمہ کی حدود میں پہنچ گیا تھا؛ جہاں اُس کے رتبہ کے لوگ نہیں آ سکتے؛ اب اُسے کوڑے مار کر سزا دی جائیگی؛ لیکن بیگم صاحبہ آپ کھاتی کیوں نہیں؟ **جوڈتھ** (کھانے کی کوشش کر کے) ہاں میں کھاتی ہوں؛ کیا تم میرے ساتھ نہ کھاؤگی؟

ہیگتھ - میں نے کھا لیا ہے۔ انگر کے ساتھ! **جوڈتھ** - کہیں اُس کا کھانا تو نہیں کھا بیٹھی؟

ہیگتھ (سر ہلاکر) وہ میرے ساتھ بڑی شرافت سے پیش آیا اس لئے میں نے اُس کا کھانا کھا لیا!

جوڈتھ - تم نے اسرائیلی ہونے کی حیثیت سے یہ ایک گناہ کیا ہے۔

ہیگتھ - میری بیگم کی سی شریف زادیوں کے لئے یہ گناہ ہو تو ہو لیکن - لیکن میرے لئے - یہ کوئی گناہ نہیں! میں جیسا چاہوں کھا سکتی ہوں؛ اور جب تک میں کھانا ختم نہ کر لوں خدا اپنی نگاہ میری جانب سے پھیر لیتا ہے۔ علاوہ ازیں کیا آپ ہی نے میرے ذمہ یہ کام نہ لگایا تھا کہ اس احمق کو چکما دوں؟ اور حقیقت یہ ہے کہ آج میں نے اور انگر نے خوب رنگ رلیاں منائی ہیں۔

جوڈتھ - بک بک نہ کر۔ اور اُس خوفناک کام کا خیال کر جس کے لئے میں بتھولیا سے اس وادی میں آئی ہوں۔

ہیگتھ (کھانا رکھ کر) آپ کھائیں تو سہی۔

جوڈتھ۔ نہیں، میری روح اِسے قبول نہیں کرتی، اور میرا جسم اُمید اور شک و شبہ کی آگ سے جل رہا ہے اُٹھتی ہے، ہیگتھ بھی اُٹھتی ہے) جہاں ہو وہیں کھڑی رہو آج رات میں تنہا باہر جاؤنگی۔ اور اپنی آرام و راحت کے لئے اسرائیل کے خدا سے ہمکلام ہونگی۔ میں بت پرستوں کے خیمہ میں اُس سے ہمکلام نہیں ہوسکتی۔ (پُشت کی جانب جاتی ہے) (ہیگتھ کھانے کو اکٹھا کرتی ہے، ہولوفرنیس اور باگوس بائیں جانب سے داخل ہوتے ہیں)

ہولوفرنیس (خیمہ میں اِدھر اُدھر دیکھ کر) وہ کہاں ہے؟ کیا وہ بھاگ گئی ہے؟ اگر وہ بھاگ گئی تو آج تمہاری زندگی کا آخری دن ہوگا باگوس! یہ لڑکی کون ہے؟

باگوس۔ عالیجاہ کیا آجتک کوئی عورت میرے جنگل سے بھاگ کر گئی ہے؟ یہ لڑکی بیگم جوڈتھ کی کنیز ہے (ہیگتھ سے) تمہاری بیگم کہاں ہے رہی؟

ہیگتھ (خوفزدہ) میری بیگم نے نہ کچھ کھایا ہے نہ پیا ہے، وہ گئی ہے۔ دعا۔ دعا۔ کرنے۔

باگوس۔ اُسے جلد لاؤ۔ خدا اُس کا انتظار کرسکتا ہے لیکن عالیجاہ نہیں کر سکتے۔

ہیگتھ۔ بہتر حضور! (پشت کی جانب جاتی ہے)۔

ہولوفرنیس۔ باگوس اپنے مخصوص ہتھکنڈوں سے اس عبرانی عورت کو رام کرلو تاکہ آج رات وہ ہمارے پاس رہے اور ہمارے ساتھ کھائے پیئے۔

باگوس۔ ضرور عالیجاہ! میرے پاس کئی قسم کے ہتھکنڈے ہیں۔ وہ یقیناً مان جائے گی۔

ہولوفرنیس۔ اگر یہ عورت ہمیں محظوظ کئے بغیر یونہی چلی گئی تو ہمارے لئے شرم کا باعث ہوگی، اگر ہم اُسے رام نہ کرسکے تو وہ ہم پر حقارت سے ہنسے گی۔

باگوس۔ بہتر حضور، لیکن عالیجاہ ابھی غروب آفتاب کے وقت آپ سرداروں کے ساتھ ایک دعوت کا وعدہ فرما آئے ہیں، اس حالت میں آپ بیگم جوڈتھ کے ساتھ کیونکر کھا سکیں گے؟

ہولوفرنیس (احمق! میرے سامنے سرداروں کے متعلق ایک لفظ نہ کہو! میری نظروں میں سرداروں کی مجلس کیا وقعت رکھتی ہے، میں وہاں زیادہ دیر بیٹھنا گوارا نہ کرسکا، اسی لئے میں نے مجلس کو برخاست کردیا، اور اُن کے ملعون غرور کو دعوت کے وعدے سے مطمئن کردیا، لیکن مجھے اُن کی پروا کیا ہے؟ میرا دل اس عبرانی عورت کے لئے بیتاب ہے، اور میں ایک جنوں میں اسیر ہوں۔

باگوس۔ کچھ ہو آپ نے سرداروں سے وعدہ کیا ہے جو آپ کو ضرور پورا کرنا ہوگا۔

ہولوفرنیس۔ آہ کیا مصیبت ہے یہ محبت! دنیا میں کوئی غلام خواہش کے غلام سے زیادہ ذلیل نہیں! اچھا میں بہت جلد دعوت سے فارغ ہو جاؤنگا۔ جوڈتھ خیمہ میں میرا انتظار کریگی۔

(پشت کی جانب سے جوڈتھ داخل ہوتی ہے اور ہولوفرنیس کے سامنے جھکتی ہے)

ہولوفرنیس ۔ اُٹھ میری ساحرہ اُٹھ! (جوڈتھ اُٹھتی ہے، باگوس سے) اس کے نیچے بچھانے کے لئے چیتے کی کھال لاؤ۔

باگوس ۔ میں کھالوں کے لئے آدمی بھیجتا ہوں عالیجاہ ۔

ہولوفرنیس ۔ بیوقوف تم خود جاکر لاؤ (باگوس جاتا ہے) جوڈتھ سے قریب آجاؤ (جوڈتھ قریب آتی ہے) میری طرف دیکھو (جوڈتھ دیکھتی ہے) تم اپنی طاقت سے واقف معلوم ہوتی ہو ساحرہ!

جوڈتھ ۔ میرے پاس اللہ کی بخشی ہوئی طاقت کے سوا اور کوئی طاقت نہیں ۔

ہولوفرنیس ۔ تم اس وقت اپنے خدا کی عبادت کر رہی تھیں؟ **جوڈتھ** ۔ ہاں ۔

ہولوفرنیس ۔ کیا تم نے خدا سے پوچھا کہ اسرائیلیوں نے کوئی گناہ کیا ہے یا نہیں، اور کیا میری فتح کا دن قریب آن پہنچا ہے یا نہیں؟ **جوڈتھ** ۔ نہیں عالیجاہ، میں تو اپنی خطاؤں کی معافی مانگ رہی تھی ۔

ہولوفرنیس ۔ تم اُس سے یہ کیوں نہیں پوچھتیں جو میں نے ابھی پوچھا ہے ۔

جوڈتھ ۔ اسرائیل کے خدا کو کسی بات پر مجبور کرنے والی میں کون ہوں؟ رات کے وقت جب تمام لوگ سو جائیں گے میرا خدا میری طرف متوجہ ہوگا اور میرے کان میں اپنا پوشیدہ حکم سُنا دیگا!

ہولوفرنیس ۔ آج رات؟ **جوڈتھ** ۔ خدا کے متعلق کون کچھ کہہ سکتا ہے؟ **ہولوفرنیس** ۔ آج رات؟

جوڈتھ ۔ شائد ۔ **ہولوفرنیس** ۔ اور تم رات کو آکر مجھے اپنے خدا کا پیغام سُناؤ گی؟

جوڈتھ ۔ ہاں عالیجاہ ۔ **ہولوفرنیس** ۔ اور تم مجھے میری فتح کی خوشخبری سُناؤ گی ۔

جوڈتھ ۔ ہاں دیکھا جائیگا ۔ **ہولوفرنیس** ۔ اور پھر تم میرا کھانا کھاؤ گی اور میری شراب پیو گی؟

جوڈتھ ۔ ہاں، مگر صرف اس شرط پر کہ عالیجاہ خیمہ میں تنہا ہوں، کیونکہ یہ مناسب نہیں کہ کوئی شخص مجھے ایسا کرتے دیکھ لے

ہولوفرنیس ۔ ہاں ہاں میں تنہا ہونگا، لیکن باگوس خیمہ کے دروازے پر موجود رہیگا ۔

جوڈتھ ۔ جیسے آپ کی مرضی عالیجاہ ۔

ہولوفرنیس (بیخودی سے اُس کی طرف بڑھتا ہے، وہ بھی بڑھتی ہے) اے عورتوں کی ملکہ کیا یہ ممکن ہے؟ ۔ خدا کے کام حیرت انگیز ہوتے ہیں! (دائیں طرف سے ایک نقاب پوش اسیری عورت نمودار ہوتی ہے)

جوڈتھ ۔ ابھی آپ نے اُن حیرت انگیز کاموں میں سے ایک بھی نہیں دیکھا ۔

ہولوفرنیس ۔ (پلنگ پر گر کر ایک پُراسرار خوفزدہ لہجہ میں) ساحرہ! (اسیری عورت غائب ہو جاتی ہے)

جوڈتھ ۔ کیا عالیجاہ اپنی کنیز سے ڈر گئے ہیں؟

(ہولوفرنیس اپنا ہاتھ اُس کی طرف بڑھاتا ہے) **پردہ** (باقی آئندہ)

ایمان کا پھل

(از جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب سکرٹری اور یٹنٹل پبلک لائبریری پانی پت)

محمد رفیق - میرے پیارے بھتیجے! تم ٹھیک کہتے ہو۔ بیشک دوکان میری نہیں تمہارے والد مرحوم کی ہے۔ اور اللہ تمہیں سلامت رکھے اب تم ہی دونو بھائی اسکے مالک ہو۔ جب تم نے چاہا میں بطور ایک گماشتے کے تمہاری دوکان پر کام کرتا رہا۔ اب جبکہ تم اللہ کے فضل سے جوان ہوگئے ہو۔ اور اپنے کاروبار کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہتے ہو تو مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ یہ لو دوکان کی کنجیاں ہیں۔ اللہ پاک تمہیں مبارک کرے۔

یہ کہا اور بلاپس و پیش جیب میں سے کنجیوں کا گچھا نکال کلیم الرحمٰن کے آگے رکھدیا۔ اور پھر کہنے لگا۔

دوکان کا سارا مال و اسباب۔ بہی کھاتہ اور حساب کتاب سب کچھ دوکان کے اندر ہے۔ کوئی چیز باہر نہیں جس کسی کا کچھ دینا ہے یا کسی سے لینا ہے۔ جتنا مال دوکان میں موجود ہے جسقدر فروخت ہو چکا ہے سب کا حساب واضح اور صاف طور پر رجسٹروں میں لکھا ہوا موجود ہے۔ اور انشاء اللہ اُسکے سمجھنے میں تمہیں کسی قسم کی دقت اور اُلجھن نہیں ہوگی۔ اب رہ گیا مکان کا معاملہ۔ میں نہیں کہتا کہ آدھا مکان میرا ہے۔ مکان بھی تمہارا دوکان بھی تمہاری۔ اللہ تعالیٰ دونو چیزیں تمہیں برتنی نصیب کرے۔ بیشک تمہیں مکان کی تنگی کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہوگی۔ تم مطمئن رہو۔ میں ابھی ابھی مکان کو خالی کئے دیتا ہوں۔ کہیں اور جا رہونگا مگر ایسے مکانوں کی کیا کمی ہے۔

یہ کہکر محمد رفیق فوراً کھڑا ہوگیا اور بیوی سے جو انتہائی حیرت کے ساتھ اس عجیب و غریب ڈرامے کو دیکھ رہی تھی۔ کہنے لگا "دیکھو ابھی یہاں سے چلنا ہے مگر کسی سامان اور اسباب کے ساتھ لے چلنے کی ضرورت نہیں برقع اوڑھ کر تیار ہو جاؤ۔ میں ڈولی لینے جا رہا ہوں"۔

کلیم الرحمٰن نہایت خوش اور مطمئن تھا کہ بڑی آسانی کے ساتھ یہ قضیہ ختم ہوا۔ اور اب بڑے چین کے ساتھ زندگی بسر ہوگی۔

(۸)

تھوڑی دیر کے بعد محمد رفیق ڈولی لیکر آگیا اور بیوی سے کہا "تو چلو!" پھر نصیرہ کے پاس گیا اور کہنے لگا "بھاوج! میں اب یہاں سے جا رہا ہوں۔ بھائی کے انتقال کے بعد اس تمام عرصہ میں میں نے اس بات کا حتی الامکان خیال رکھا ہے کہ تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ اگر تمہاری خدمت کرنے میں مجھ سے کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو میں اسکی معافی چاہتا ہوں۔ اگرچہ میں اس وقت تم سے جدا ہو رہا ہوں لیکن ہمیشہ تمہارا خادم اور فرمانبردار رہونگا۔ اور اگر کبھی میری ضرورت پیش آجائے تو بلا تامل بلا بھیجنا"۔

یہ کہا اور بغیر جواب کا انتظار کئے بیوی کو ساتھ لے گھر سے نکل گیا۔ بیوی کو ڈولی میں سوار کرایا۔ خود ساتھ ہوا اور ڈولی والوں سے کہا "میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ"۔

محلہ سے نکلے تو محمد رفیق ڈولی والوں کی طرف مخاطب ہوا۔ اور پوچھنے لگا کہ یہاں آس پاس کوئی مکان تو خالی نہیں پڑا؟"

ڈولی والوں نے جواب دیا - اس محلہ میں تو نہیں مگر ہاں ذرا فاصلے پر دوسرے محلہ میں ایک مکان اِس وقت البتہ خالی ہے -

محمد رفیق - اچھا تو پھر ڈولی کو وہیں لے چلو -

مکان پر پہنچ کر محمد رفیق نے ڈولی کو تو وہیں رکھوا دیا اور خود مالکِ مکان کی تلاش شروع کی - جو اتفاق سے پاس ہی رہتا تھا اُس سے مکان کا ماہوار کرایہ طے کیا - اور جلد واپس آکر بیوی کو ڈولی سے اُتارا اور کہا "مکان کے اندر چلی جاؤ"۔

محمد رفیق نے بیوی کو اندر مکان میں بھیجا - اور جیب میں سے ۲ر کے پیسے نکال کر ڈولی والوں کے حوالے کئے - یہ ۲ر وہ کُل رقم تھی جو اِس وقت محمد رفیق کی جیب میں تھی - اس کے سوا اُس کے پاس اور پیسہ بھی نہ تھا -

ڈولی والوں کو رخصت کرکے محمد رفیق گھر میں آیا - دیکھا کہ بیوی مغموم صورت بنائے صحن میں ٹہل رہی ہے - نہ بیٹھنے کو کوئی چیز ہے - نہ روشنی کے لئے کوئی چراغ وغیرہ موجود ہے -

میاں کو دیکھتے ہی بیوی بولیں "تم یہ تو بتاؤ کہ تمہیں یہ سوجھی کیا؟ اگر تم اپنے بھائی کے بعد دوکان کی نگہداشت نہ رکھتے اور اُس کو ہر ممکن طریقے سے ترقی نہ دیتے رہتے تو آج دوکان کا نام ونشان بھی نہ ہوتا - بجائے اس کے کہ وہ لوگ اس جانفشانی اور محنت کے لئے جو تم نے دوکان کو ترقی دینے اور قائم رکھنے میں اُٹھائی تمہارے احسانمند ہوتے - اور اُلٹا اُنھوں نے تمہیں گھر سے بھی نکالدیا - میں پوچھتی ہوں کہ تم اُس وقت ایسی موم کی ناک کیوں بن گئے؟ کیا آدھی دوکان تمہاری نہیں ہے؟ کیا نصف مکان کے تم مالک نہیں ہو؟ اِسکو بھی جانے دو - کیا اسباب و سامان پورا کا پورا ہماری ملکیت نہیں ہے؟ وہ جو تم سالے کا سارا وہاں چھوڑ آئے تو یہ بتلاؤ کہ اب کیا کریں؟

محمد رفیق (ہنسکر) بیوی! قطعاً کسی بات کی فکر اور پرواہ مت کرو - جو کچھ ہم چھوڑ آئے ہیں خداتعالیٰ کو منظور ہوا تو اُس سے دوگنا بلکہ دس گنا ہم کما سکتے ہیں اور ان شاء اللہ کمائینگے - بیشک دوکان اور مکان میں ہمارا نصف نصف کا حصہ ہے مگر جس وقت کلیم الرحمٰن نے کہا کہ "نہیں سارا ہمارا ہے" تو اُس وقت میں نے یہ خیال کیا کہ بہ نسبت سب کچھ دینے کے یہ بہت ہی بُرا ہوگا کہ دوسرے لوگ ہمیں آپس میں جھگڑتے دیکھیں - پس میں فوراً سب چیزوں سے دست بردار ہوگیا - اگر ہماری نیت نیک ہے تو ہمیں اللہ سب کچھ دیگا - اچھا اب تم یہ بتاؤ کہ تمہارے پاس کچھ رقم بھی ہے؟

بیوی - خوب! یہ ایک ہی ہوئی - تم نے کبھی میرے ہاتھ میں کوئی رقم دی بھی ہے جو اب میں نکال کر تمہارے سامنے رکھ دیتی؟

محمد رفیق (ندامت آمیز لہجہ میں) بیشک تم سچ کہتی ہو - گھر کے معمولی اخراجات کے علاوہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے کوئی رقم کبھی تمہیں دی ہو - خیر اب تو سو جائیں - صبح کو جو کچھ ہوگی دیکھی جائیگی -

بیوی - ہاں ضرور سو جاؤ مگر یہ تو بتاؤ کہ سوؤ گے کس چیز پر؟ یہاں تو بچھونے چھوڑ کوئی بوریا یا ٹاٹ کا ٹکڑا بھی نہیں -

محمد رفیق - جس طرح کٹے رات تو کاٹنی ہی ہے - اگر آرام کا بچھونا نہیں تو زمین کا فرش تو ہے - اسی پر لیٹ کر رات گذار دینگے -

کتنا عبرت انگیز تھا یہ منظر کہ وہ شخص جو کچھ دیر پہلے لاکھوں کا آدمی سمجھا جاتا تھا - اِس وقت مع اپنی بیوی کے فرشِ خاک پر پڑا سو رہا تھا - نہ اُس کے سرہانے تکیہ ہے اور نہ نیچے بچھونا -

(۹)

صبح آنکھ کھلی تو دونو میاں بیوی کپڑے جھاڑ کر زمین سے اُٹھ بیٹھے۔ محمد رفیق اتنے بڑے انقلاب پر بجائے مغموم ہونے کے خوش تھا۔ بیوی نے میاں کی طرف دیکھا تو اطمینان کی مسرت اُس کے چہرے پر کھیل رہی تھی۔

اب بیوی نے آہستگی کے ساتھ اپنا بٹوا نکالا۔ اور مسکراتے ہوئے اپنے قابلِ فخر شوہر کے آگے ادب سے رکھ دیا۔

بٹوے کو دیکھ کر محمد رفیق چونکا اور کہنے لگا "اس میں کیا ہے"؟ **بیوی**۔ کھول کر دیکھو۔

محمد رفیق نے بے صبری کے ساتھ جلدی سے بٹوا اُٹھایا۔ کھولا تو روپوں سے بھرا ہوا تھا۔ گنے تو پورے اسّی تھے۔

بڑے تعجب اور حیرت سے اُس نے بیوی سے پوچھا "یہ اتنی بڑی رقم کہاں سے اُڑائی"؟

بیوی ہنسی اور کہنے لگی "تمہاری دوکان میں سے چرالائی تھی اب واپس کر رہی ہوں"۔

محمد رفیق۔ مذاق کو جانے دو۔ واقعی بتلاؤ۔ آخر یہ آئی کہاں سے؟

بیوی۔ بات یہ ہے کہ روزانہ اخراجات کے لئے تم جو ماہانہ خرچ دیا کرتے تھے اُس میں سے نہایت تنگی اور کفایت سے میں تھوڑی بہت رقم پس انداز کر لیا کرتی تھی۔ یہ وہی رقم ہے۔ اور اب میں اِسے تمہارے قدموں میں رکھتی ہوں۔ اِسے لو۔ اور اس سے کچھ کاروبار کا ڈول ڈالو۔ یہ میری بڑی ہی محنت اور زہد کی کمائی ہے اور مجھے یقین ہے کہ خدا تعالےٰ اس میں ضرور برکت دیگا۔

ایثار۔ ہمدردی اور محبت کے اس منظر کو دیکھ کر جذبۂ احسانمندی سے محمد رفیق کی آواز گلو گیر ہو گئی۔ نہ وہ کچھ بول سکا اور نہ اس پیکرِ خلوص کا شکریہ ادا کر سکا۔

(۱۰)

تھوڑی دیر کے بعد جب ذرا رقت کم ہوئی تو محمد رفیق نے کہنا شروع کیا "بیوی! میرے منہ میں زبان نہیں کہ میں تمہارا .... یہیں تک کہنے پایا تھا کہ بیوی نے فوراً آگے بڑھ کر میاں کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہنے لگی۔ نہیں نہیں میرے سرتاج! ایسے لفظ نہ کہو مجھے شرم آتی ہے۔ میرا کیا تھا۔ جو کچھ تھا تمہارا ہی دیا ہوا تھا۔ اور پھر اگر تمہارا نہ بھی ہو تو ضرورت کے وقت جو چیز کام نہ آئی وہ اینٹ اور پتھر سے بھی گئی گذری ہے۔

(۱۱)

محمد رفیق فوراً بازار گیا۔ ایک بوریا بیٹھنے اور سونے کے لئے۔ ایک گھڑا پانی کے لئے۔ ایک توا روٹی پکانے کے لئے۔ دو تین مٹی کے برتن۔ ایک مٹی کی ہنڈیا۔ ٹین کا ایک معمولی چمچہ۔ ایک مٹی کا لوٹا۔ آٹا گوندھنے کا ایک مٹی کا کونڈا۔ تھوڑی سی چنے کی دال۔ آٹھ آنے کا آٹا اور کچھ جلانے کی لکڑیاں لاکر بیوی کے حوالے کیں اور کہا "میں تھوڑی تھوڑی ضرورت کی سب چیزیں لے آیا ہوں۔ لو اُٹھو۔ اینٹوں کا چولھا بنا کر روٹی پکالو۔ میں کنوئیں پر سے پانی لادیتا ہوں"۔

یہ کہکر گھڑا لے کر کنوئیں سے بھر لایا۔ اور پھر بیوی سے کہنے لگا تم اتنے روٹی پکاؤ۔ میں ذرا کاروبار کی فکر میں جاتا ہوں اللہ تعالٰے ہماری مدد فرمائے۔

(۱۲)

محمد رفیق بازار پہنچا اور سب سے پہلا کام اُس نے یہ کیا کہ سول لائنز میں ایک نہایت موقع کی دوکان کرایہ پر لی اور قفل خرید کر اُس میں لگا دیا۔

اس طرف سے اطمینان کر کے وہ مختلف محکموں کے افسروں اور بڑے بڑے انگریز حاکموں کے پاس پہنچا۔ سب لوگ پہلے ہی سے جانتے تھے کہ شہر میں جیسا عمدہ اور مضبوط اور خوشنما فرنیچر اس کے ہاں ملتا ہے اور پھر قیمت جس قدر واجبی اور معمولی ہوتی ہے یہ بات کسی اور دوکاندار میں نہیں۔ محمد رفیق نے اُن سے کہا کہ میں نے سول لائنز میں نئی دوکان کھولی ہے۔ آپکو جس جس فرنیچر کی ضرورت ہو وہ مجھے نوٹ کروادیں۔ دس دن تک مال آپکے پاس پہنچ جائیگا۔ اور اطمینان رکھیں کہ قابلِ اطمینان ہوگا۔"

جس کو جس قدر سامان کی ضرورت تھی اُس کا آرڈر اُنہوں نے محمد رفیق کو دیدیا۔ محمد رفیق سب فرمائشوں کو لے کر فوراً کاریگروں کے پاس پہنچا۔ سارے شہر کے کاریگر اُس سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔ اور اُسکے نیک سلوک۔ کھرے پن اور نرم مزاجی کے باعث اسکی بڑی عزت کرتے تھے۔ محمد رفیق نے اُن سے کہا "دیکھو میں نے نئی دوکان سول لائنز میں شفاخانہ کے سامنے کھولی ہے اور مجھے اِن چیزوں کی فوراً ضرورت ہے۔ یہ لو پیشگی روپیہ۔ اور بالضرور ایک ہفتہ کے اندر اندر مال تیار کر کے دوکان پر پہنچادو"

یہ کہکر محمد رفیق نے سارے باقیماندہ روپے کاریگروں میں تقسیم کر دیئے اور اُنکو فرنیچر کی تمام تفصیل سمجھا کر گھر چلا آیا۔ کاریگر جو اُس سے دلی محبت کرتے تھے شوق کے ساتھ کام میں مصروف ہوگئے اور جلد جلد مال تیار کر کے وعدے سے پہلے ہی دوکان پر پہنچادیا۔ محمد رفیق نے فوراً جس جس کا تھا اُسے پہنچا دیا اور قیمت وصول کر کے کاریگروں کی پوری اُجرت اُنکے حوالے کی۔ بلکہ کچھ زیادہ بھی ہر ایک کاریگر کو دیا۔ اور وہ خوشی خوشی دعائیں دیتے ہوئے اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

(۱۳)

دیانتداری حسنِ معاملہ اور اس تجارت سے کامل واقفیت کی وجہ سے روز بروز محمد رفیق کے پاس زیادہ سے زیادہ فرمائشیں آتی رہیں اور کاروبار میں ترقی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ ابھی ایک سال بھی نہ گذرا تھا کہ محمد رفیق کے عظیم الشان کارخانہ میں دو سو کاریگر کام کرتے نظر آ رہے تھے۔ سارے شہر کی فرمائشیں اُس کے پاس آتی تھیں اور باہر سے بھی بکثرت آرڈر اُسے وصول ہوتے تھے۔ کاریگروں کو فرنیچر کی شدید مانگ کی وجہ سے دم لینے کی فرصت نہ ملتی تھی۔ اُنہیں رات کو بھی کام کرنا پڑتا تھا جس کا معقول الاؤنس اُنہیں ملتا تھا۔

باوجود زیادتی کام کے کاریگر مطمئن اور خوش تھے۔ وہ دل لگا کر کام کرتے اور عمدہ سے عمدہ مال تیار کرتے تھے۔

اِس کا سبب صرف محمد رفیق کا حُسنِ سلوک تھا!

(۱۴)

اب وہ معمولی گھر محمد رفیق کا مسکن نہ تھا۔ ایک عظیم الشان کوٹھی تھی۔ امیروں کے ٹھاٹھ تھے۔ ڈیوڑھی پر مستعد وملازم اور اندر دو تین خادمائیں تھیں اور بیوی بیگم بنی ہوئی سارے گھر پر حکومت کرتی تھی۔ وہ خوش تھی اور انتہا سے زیادہ خوش۔ جب محمد رفیق موٹر سے اُتر کر مکان میں قدم رکھتے تو فرط محبت سے بھاگ کر دروازہ پر اُس کا پرتپاک استقبال کرتی۔ میاں بیوی میں انتہا سے زیادہ محبت تھی اور بڑے ہی عیش و آرام سے یہ خوش نصیب جوڑا اپنی پُر لطف زندگی گذار رہا تھا۔ کیونکہ اُنکے ہاں نہ دولت کی کمی تھی اور نہ راحت و آرام کی۔ سامنے ایک ننھا سا چاند پنگھوڑے میں پڑا مُسکرا رہا تھا۔ جو ماں کی مسرتوں کی انتہا اور باپ کی خوشیوں کا مرکز تھا۔

یہ تھا وہ بدلہ جو خدا نے محمد رفیق کو اُس کے انکسار۔ خلوص۔ دیانتداری اور محنت کا دیا

(۱۵)

اب ذرا اُدھر کی بھی کہانی سُنئے۔ محمد رفیق اور اُسکی بیوی جس وقت اپنے آبائی مکان سے نکل رہے تھے تو نصیرہ پر ایک سکتہ کا عالم طاری تھا۔ اُس کے مُنہ سے ایک لفظ نہ نکلا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُسکی طرف دیکھتی رہی اور محمد رفیق بیوی کو ڈولی میں سوار کرا گھر سے نکل گیا۔

اُس کے جانے کے بعد نصیرہ کو ہوش آیا کلیم الرحمٰن پاس بیٹھا اپنی تدبیر کی فوری کامیابی پر مسکرا رہا تھا۔

نصیرہ نے صرف اتنا کہا "کلیم الرحمٰن! تجھے اپنے محسن اور بزرگ سے ایسا قابلِ نفرت سلوک کرتے شرم نہ آئی"! اور پھر خاموش ہو گئی۔

دوسرے دن صبح ہی کنجیاں لے کلیم الرحمٰن دوکان پر پہنچا۔ دوکان اسی طرح مال و اسباب سے بھری ہوئی تھی سارا روپیہ بھی موجود تھا۔ اور حساب کے رجسٹروں میں بھی ایک پائی کا فرق نہ تھا۔

کلیم الرحمٰن کو چچا کے ایمان اور دیانتداری پر تعجب ہُوا!

(۱۶)

یارانِ محفل اور شہر کے بیفکروں نے جو کلیم الرحمٰن کے پہلو میں نوجوان دل اور ہاتھ میں دولت دیکھی تو فوراً اُس پر اس طرح قبضہ آجمایا۔ جیسے بلی چوہے کو پکڑ کر قبضہ میں کر لیتی ہے۔ نتیجہ ظاہر تھا کہ وہ دولت جو باپ نے محنت سے اور چچا نے شب و روز کی کاوش سے جمع کی تھی۔ بیدریغ لُٹنے لگی۔ یہاں تک کہ مہاجن کی ڈگری میں پہلے دوکان نیلام ہوئی اور پھر رہنے کا مکان! کلیم الرحمٰن کے پاس اب کچھ باقی نہ تھا۔ نہ تن کو کپڑا اور نہ پیٹ کو روٹی۔ وہ مفلس تھا قلاش! اور تہیدست تھا بس!

(۱۷)

"ارے رحیم! ذرا حضور کو اطلاع کر دیجو کہ کوئی آدمی باہر کھڑا آپ سے ملنا چاہتا ہے" یہ الفاظ تھے جو ملازم نے

دروازے پر کھڑے ہو کر گھر کی خادمہ سے کہے۔
محمد رفیق گھر میں بیٹھا بچہ کو گود میں لئے اُس سے کھیل رہا تھا۔ بچہ کلکاریاں مار رہا تھا اور ماں باپ دونو کا دل باغ باغ ہو رہا تھا۔
محمد رفیق (بیوی سے) لینا ذرا مُنے کو! دیکھوں کون ہے؟
محمد رفیق باہر نکلا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک فلاکت زدہ فقیر سامنے کھڑا ہے۔ پھٹے پرانے کپڑے چہرے پر جھریاں اور آنکھوں میں سیاہ حلقے۔ مگر مارے شرم کے گردن جھکی ہوئی۔ اور آنکھیں زمین میں گڑی ہوئیں۔
محمد رفیق اِس عبرت ناک نظارہ کے لئے ہرگز تیار نہ تھا۔ اُس کا سر چکرانے لگا۔ اور بمشکل اپنے آپ کو سنبھال کر آگے بڑھا اور کہنے لگا "ہیں کلیم الرحمٰن! تمہیں کیا ہُوا"؟ اور ساتھ ہی بڑھ کر اُسے چھاتی سے لگا لیا۔
کلیم الرحمٰن رو رہا تھا۔
دو منٹ کے بعد نوکروں نے بڑے ہی تعجب سے دیکھا کہ میاں ایک فقیر کا ہاتھ پکڑے گھر میں لئے جا رہے ہیں

(۱۸)

دروازہ کے سامنے ہی کمرہ تھا جس میں ماں اپنے پیارے لختِ جگر کو گود میں لئے بیٹھی تھی۔ اُس نے جو ایک گدا گر کو شوہر کے ساتھ آتے دیکھا تو گھبرا کر اندر بھاگ جانے کے لئے اُٹھی۔ معاً محمد رفیق نے کہا "نہیں گھبراؤ مت۔ میرے ساتھ برخوردار کلیم الرحمٰن ہیں"
قدرت کی اس عجیب و غریب نیرنگی پر محمد رفیق کی بیوی کی آنکھیں کھُلی کی کھُلی رہ گئیں۔

(۱۹)

محمد رفیق نے فوراً اپنا ایک بہترین سُوٹ نکالا اور کلیم الرحمٰن کو دیتے ہوئے کہا "لو ذرا جلدی سے غسل کر لو۔ کھانا تیار ہے۔ اور ہاں یہ تو میں پوچھنا بھُول گیا کہ بھاوج کہاں ہیں"؟
کلیم الرحمٰن (شرم سے رُک رُک کر) جب مکان نیلام ہو گیا تو ہم شہر کی فصیل کے پاس سلیم پورہ جو محلہ ہے اُس میں جا رہے۔ محلہ کی مسجد سے ملا ہُوا ایک چھوٹا سا کچا مکان ہے اُسی میں والدہ اور ہم دونو بھائی رہتے ہیں۔
محمد رفیق - خیر جاؤ۔ وہ سامنے غسل خانہ ہے۔ جلدی نہا لو۔
کلیم الرحمٰن کے غسل خانہ میں داخل ہوتے ہی محمد رفیق بیوی کو کچھ سمجھا کر باہر نکلا اور موٹر میں سوار ہو کر فوراً سلیم پورہ پہنچا۔ محلہ والوں سے دریافت کیا کہ میاں کلیم الرحمٰن اسی مکان میں رہتے ہیں۔ اور جواب اثبات میں پا کر دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹائی۔ اندر سے نحیف آواز میں نصیرہ نے کہا "کون ہے"؟
"میں ہوں محمد رفیق! کیا مجھے آنے کی اجازت ہے"؟ بھرائی ہوئی آواز میں محمد رفیق نے جواب دیا۔
نصیرہ اس غیر متوقع جواب سے بھونچکی رہ گئی۔ اُس کے شان گمان میں بھی نہ تھا کہ اب زندگی بھر محمد رفیق کی شکل دکھائی دیگی۔ کیونکہ کلیم الرحمٰن نے چچا سے احسان فراموشی کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی۔

اُس نے اپنا پُرانا اور بوسیدہ دوپٹہ سر پر ڈالا اور گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔
اتنے میں محمد رفیق بغیر جواب کا انتظار کئے اندر آچکا تھا۔ پاس پہنچ کر اُس نے بھاوج کو سلام کیا۔ جسکی ہچکی بندھی ہوئی تھی۔ محمد رفیق نے کہا۔
"بھاوج مجھے تم سے بڑا گلہ ہے۔ تم پر اتنی بڑی مصیبت گذر گئی اور مجھ کم بخت کو تم نے خبر تک نہ کی۔ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ جب میری ضرورت ہو مجھے بُلا بھیجنا؟"
"کس مُنہ سے خبر کرتی"۔ نصیرہ نے روتے ہوئے جواب دیا۔
محمد رفیق نے ایک اُچٹتی ہوئی نظر گھر پر ڈالی۔ کچی دیواریں۔ ایک ٹوٹا سا چھپر اور فرش خاک! یہ اُسکی کُل کائنات تھی۔
محمد رفیق بھی رو پڑا۔ تھوڑی دیر میں دونو ماں بیٹے اور محمد رفیق موٹر میں بیٹھے تھے۔
محمد رفیق نے ڈرائیور کو گھر کا اشارہ کیا۔ اور موٹر گلیوں اور بازاروں کو پیچھے چھوڑتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔
گھر پہنچ کر محمد رفیق نے بھاوج کو موٹر سے اُتارا اور گھر میں لے چلا۔ دروازہ پر پہلے ہی سے محمد رفیق کی بیوی استقبال کے لئے موجود تھی۔ اُس نے نصیرہ کو دیکھتے ہی ادب سے جھک کر سلام کیا۔ نصیرہ اُس سے چمٹ گئی۔
اب بھی اس کی ہچکی بندھی ہوئی تھی۔
کلیم الرحمٰن جس وقت غسل خانے سے نکلا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کھانے کی میز پر محمد رفیق کے ساتھ اُسکا چھوٹا بھائی اور والدہ بھی بیٹھی ہیں۔

(۲۰)

کلیم الرحمٰن آیا اور میز پر بیٹھ گیا۔ خادماؤں نے کھانا چنا اور سب کھانے لگے۔ کھاتے کھاتے محمد رفیق نے کہا "کلیم الرحمٰن! تمہیں یاد ہے آج سے ایک سال پہلے اسی طرح کھانا کھاتے ہوئے تم نے مجھ سے دوکان کی چابیاں مانگی تھیں"۔
کلیم الرحمٰن کا سر ندامت اور شرم سے جُھک گیا۔
محمد رفیق نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "نہیں نہیں! شرم کی کیا بات ہے۔ تمہارا حق تھا۔ تمہارا مال تھا۔ میں عذر کرنیوالا کون تھا؟ میں نے تو اسوقت صرف ایک گذشتہ واقعہ کی تمہیں یاد دلائی ہے۔ میرا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ خدانخواستہ تم دوکان کی کُنجیاں مانگنے میں ناحق پر تھے"۔ اور یہ کہتے کہتے اُس نے مُسکراتے ہوئے ایک دفعہ اور جیب میں سے کنجیوں کا گچھا نکالا اور کہا "لو پیارے کلیم الرحمٰن! وہ دوکان بھی تمہاری تھی اور یہ دوکان بھی تمہاری ہے۔ کل سے تم دوکان کے مالک ہو میری صرف نگرانی رہیگی"۔
یہ کہتے ہی اُس نے فوراً کُنجیاں کلیم الرحمٰن کے آگے رکھدیں اور پھر نصیرہ کی طرف متوجہ ہوا (جو اِس سین کو بھی اُسی حیرت سے دیکھ رہی تھی جس حیرت سے اُس نے ایک سال قبل اسی قسم کا پہلا سین دیکھا تھا) اور کہنے لگا "بھاوج! آج سے اس مکان کو اپنا مکان سمجھو۔ رسماً نہیں بلکہ حقیقتاً۔ یہ (اپنی بیوی کی طرف اشارہ کرکے) انشاءاللہ لونڈیوں کی طرح تمہاری خدمت کریگی اور ہم سب پر تمہارا حکم بمنزلہ قانون کے ہوگا"۔
آسمان و زمین کے فرشتے اِس پیکرِ خلوص پر رحمت کے پھول برسا رہے تھے۔

کامیاب دوستی

(ادیب مالیگانوی)

آج جب نذیر سکول سے واپس آیا، تو اس کا چہرہ خلافِ معمول بہت زیادہ غمگین اور افسردہ نظر آتا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کوئی خطرناک واقعہ گذرا ہو وہ آہستہ آہستہ مکان میں داخل ہوا، دبی آواز میں ماں کو سلام کیا۔ اور بستہ رکھ کر سر جھکا کر ایک کونے میں بیٹھ گیا، آنسو اس کی آنکھوں میں چمک رہے تھے، گویا ابھی چیخ مار کر رونا چاہتا ہے۔ ماں نے اپنے لختِ جگر کی یہ حالت دیکھی تو اس کے اضطراب اور بے چینی کی کوئی حد نہ رہی۔ وہ تڑپ گئی اور فطری محبت سے بے اختیار ہو کر بچے کو گلے سے لگا لیا۔ قسم قسم کے خیالات دل میں آنے لگے، کبھی سوچتی کہ مدرسہ میں ماسٹر صاحب نے تواضع کی ہوگی، یا راستے میں کسی لڑکے سے جھگڑا ہو گیا ہوگا۔ یا سر میں درد ہوگا جس کی وجہ سے نذیر اس قدر فکرمند اور پریشان ہے، آخر نہ رہا گیا۔ اور چمکارتے ہوئے پوچھا۔

ماں۔ نذیر آج تم خاموش اور ملول کیوں نظر آتے ہو تو روزانہ تم سکول سے خوش خوش آتے تھے اور گھر میں بھی ہنسی خوشی کھیلا کرتے تھے، مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آج تمہارے چہرہ پر یہ غم و ملال کے آثار کیسے ہیں، خدانخواستہ تمہارے خلافِ مزاج کوئی بات تو نہیں ہوئی جو تمہیں ناگوار گذری ہو۔ بیٹا میں تو تمہارے آرام و آسائش میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتی ہوں، اسی طرح تمہارے ابا بھی تمہیں خوش رکھنے کے لئے ہر قسم کی تکلیف برداشت کر لیتے ہیں پھر اُداسی کیسی؟

نذیر۔ ماں کے ان شفقت آمیز جملوں سے اپنے آنسو ضبط نہ کر سکا۔ اور بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا امی جان بات یہ ہے کہ آج صبح جب میں سکول گیا، تو ہمیشہ کی طرح یوسف نظر نہ آیا، میں نے خیال کیا کہ کسی وجہ سے دیر ہو گئی ہوگی، لیکن ایک گھنٹہ کے بعد بھی جب یوسف کی صورت نظر نہ آئی، تو مجھے تشویش ہوئی، اماں جان آپ خوب جانتی ہیں، کہ ہم دونو میں کتنا گہرا میل جول ہے، اور ایک دوسرے سے کس قدر محبت اور خلوص کا برتاؤ رکھتے ہیں۔ میں اسی فکر میں تھا، کہ کس سے دریافت کروں کہ اتنے میں ایک ملازم آیا اور ماسٹر صاحب کو ایک چھٹی دیکر چلا گیا۔ معلوم ہوا کہ یوسف کل شام سے نمونیہ میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اس لئے جب تک وہ تندرست نہ ہو جائے سکول آنے سے معذور رہے۔

ماں۔ اچھا کیا تم اسی لئے اُداس تھے، واقعی بہت افسوس کی بات ہے، امتحان بھی تو قریب ہوگا۔ اگر بیچارے

کی یہی حالت رہی تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ امتحان میں شریک ہوگا؟ خدا کرے جلد تندرست ہو جائے۔

نذیر۔ مجھے تو اس واقعہ سے دلی قلق ہوتا ہے۔ کاش ایک ماہ بعد واردات ہوتی تاکہ ہم امتحان میں شریک ہوکر کامیاب ہو سکتے۔ مگر خدائی معاملات میں انسان کا کوئی دخل نہیں۔ بیماری اور تندرستی موت اور زندگی کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ اچھی اماں جان میں یوسف کی مزاج پرسی کو جاتا ہوں۔

اس کے بعد ماں نے کہا بھی کہ بیٹا ابھی جلدی کیا ہے کھانا کھا لو جب تک تمہارے ابا بھی آجاتے ہیں انہی کے ہمراہ چلے جانا مگر نذیر نے ایک نہ سُنی اور بلا تامل یوسف کے مکان کو چل دیا۔

نذیر اور یوسف قریب قریب ایک ہی عمر کے تھے دونو کی صورتوں میں بھی بہت کم اختلاف تھا مزاج میں کچھ ضرور فرق تھا لیکن رفتہ رفتہ نذیر کی خوش اخلاقی اور نیک طینتی نے یوسف کی ضدی اور خشک طبیعت پر کافی اثر کیا جس سے چند ہی روز میں انکے اطوار و عادات میں یکسانیت کا رنگ جھلکنے لگا۔ دونو کی محبت اور دوستی کی شہرت سکول کے احاطے کے علاوہ باہر بھی سب کی زبان پر تھی۔ ہر کوئی انہیں پیار اور محبت کی نگاہ سے دیکھتا اور انکی مودبانہ روش سے خوش ہوتا تھا دونو ایک ہی درجہ میں تعلیم پا رہے تھے اور اس سال مڈل کی تیاری میں مشغول تھے کہ یکایک یوسف کی طبیعت خراب ہوگئی جس سے انکے تمام ارادوں اور حوصلوں پر پانی پھر گیا۔ نذیر جیسے ہی پلنگ کے قریب پہنچا۔ یوسف اسکو دیکھتے ہی اُچھل پڑا لیکن کمزوری کی وجہ سے بیٹھ نہ سکا۔ اسکی آنکھوں میں مایوسی نمایاں تھی نذیر نے نبض دیکھی پیشانی پر ہاتھ رکھا جیسے گرم لوہے سے لپک رہی ہو چہرہ تمام سُرخ ہوگیا تھا بارہ گھنٹے کے اندر ہی اندر یوسف کی حالت قابل رحم ہوگئی تھی نذیر نے تسلی آمیز انداز میں کہا۔

نذیر۔ بھائی یوسف تمہاری اچانک بیماری اگرچہ حوصلہ شکن اور قابل افسوس ہے اور گو ہماری ہمتیں عارضی طور پر مضمحل ہوگئی ہیں لیکن خدا کی کارسازی پر بھروسہ رکھنا چاہئے امید ہے کہ تم جلد ہی تندرست ہوکر امتحان میں شریک ہونے کے قابل ہو جاؤ گے۔

یوسف۔ (نحیف و کمزور آواز میں) میں سمجھ رہا ہوں کہ اس حالت میں میرا امتحان میں شریک ہونا سخت نظر آتا ہے کیونکہ صرف ایک ماہ کا عرصہ باقی ہے اور میں نہ معلوم کب تک بستر پر رہونگا بہتر یہی ہے کہ تم اپنی فکر سے غافل نہ رہو۔

نذیر۔ بھائی واقعہ یہ ہے کہ جس وقت سے تمہاری علالت کی خبر سُنی ہے میرے حواس پراگندہ ہیں۔ نہ سکول میں جی لگ سکا ہے نہ مکان پر طبیعت ٹھیک سکی ہے۔ کتابوں سے تو وحشت سی ہونے لگی ہے۔ اگر یہی کیفیت رہی تو کامیابی کی امید بہت کم رکھنی چاہئے۔

یوسف۔ نہیں خیال کو دل سے نکال دو کیونکہ اگر وقت ہاتھ سے نکل گیا تو ایک سال تک کف افسوس ملنا ہوگا تم ہرگز کسی قسم کی فکر نہ کرو اور امتحان کی تیاری میں اسی طرح کوشش کرو جیسے اس سے پہلی تھی رہا میرا معاملہ میں تو اس کو خدا پر چھوڑتا ہوں۔

نذیر سکول جانے کو اب بھی جاتا تھا سبق میں اب بھی شریک ہوتا تھا مگر صرف دکھاوے کی خاطر دل میں وہ شوق اور ولولہ باقی نہ تھا۔ یوسف کی علالت نے اسے پژمردہ بنا دیا تھا پڑھنے لکھنے سے اس کا دم الجھتا تھا جب بھی ذرا فرصت ہوئی وہ یوسف کو دیکھنے چلا گیا۔ دن میں تو خیر کئی کئی مرتبہ جاتا ہی تھا اور جو کچھ بھی ہو سکتا اپنی طرف سے خدمت کرنے میں اُٹھا نہ رکھتا۔ لیکن

رات کو بھی اسے چین نہ آتا تھا۔ یوسف کے علاج میں اگرچہ کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی تھی مگر بنکسا فاقہ کی صورت نظر نہ آتی تھی ایک
کی قلیل مدت دیکھتے دیکھتے ختم ہوگئی۔ نذیر نے کہنے سننے سے جوں کے توں امتحان میں بیٹھا پرچے لکھے مگر عجیب ہراسانی اور گھبراہٹ
کے عالم میں۔ چنانچہ چند روز بعد نتیجہ نکلا اور وہی ہوا جو ہونا چاہئے تھا یعنی نذیر کو امتحان میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ یوسف
کو جب یہ خبر ملی تو وہ بہت زیادہ مغموم اور متاثر ہوا۔ اس کے دل پر نذیر کی خلاف امید ناکامی سے ایک چوٹ سی لگی۔
اس نے خیال کیا کہ نذیر نے محض میری ہمدردی اور تیمارداری کی وجہ سے اس زریں موقعہ کو اپنے ہاتھوں سے کھو دیا۔ ورنہ کیا
معنی کہ اس جیسا ذہین اور ہوشیار لڑکا جس کی سکول بھر میں تعریف ہوتی ہو یوں امتحان میں ناکامیاب رہے۔

رفتہ رفتہ یوسف کی طبیعت بحال ہونے لگی۔ اور وہ چند روز میں اس قابل ہوگیا کہ سکول جاسکے۔ یوسف کی صحت سے نذیر کو جسقدر بھی
خوشی ہوئی اس کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ اس کو ناکامی کا ذرا بھی ملال نہ تھا۔ اپنے عزیز "دوست" کو تندرست دیکھکر اس کے رگ و ریشے میں
جوش و ہمت کی ایک برقی لہر دوڑ گئی تھی۔ دونوں نے نہایت خاموشی اور استقلال کے ساتھ محنت شروع کی اور امتحان پر امتحان پاس کرتے
چلے گئے۔ وقت بجلی سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے گذرتا گیا۔ چنانچہ پورے آٹھ سال کے عرصہ میں نذیر اور یوسف نہایت اعلیٰ نمبروں
میں بی اے میں کامیاب ہوئے۔ اس طویل مدت میں اگر کوئی قابل افسوس واقعہ ہوا تو یہی کہ نذیر کے والد کا انتقال ہوچکا تھا۔

نذیر میٹرک کے امتحان سے فارغ ہوکر نتیجہ کا انتظار کر رہا تھا کہ درمیان میں یہ دردناک حادثہ گذرا۔ باپ کے مرنے کے بعد
اس کو کہیں سہارا ملنے کی امید نہ تھی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اب آگے تعلیم جاری رکھنا دشوار ہے۔ لیکن یوسف نے اس آڑے وقت میں اپنے فرض کا
احساس کیا۔ اس نے نذیر اور اسکی ماں کو اپنی طرف سے ہر طرح اطمینان دلایا کہ اسکی موجودگی میں انہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوسکتی۔
یوسف کے والد نے نہ صرف نذیر کے آئندہ تعلیمی اخراجات کا ذمہ لیا بلکہ اس کی خانگی ضروریات کی کفالت بھی منظور کی۔ نذیر کو
کبھی انہوں نے "غیر" نہیں سمجھا۔ اسے اپنے بچوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور اس کی دلجوئی کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔

بی اے سے فارغ ہونے کے بعد اگر یوسف چاہتا تو باپ کی ذرا سی سفارش سے سرکاری محکمہ میں کہیں نہ کہیں ضرور جگہ مل
جاتی لیکن اس کو اپنے سے زیادہ نذیر کا خیال تھا اور یوں بھی وہ ملازمت کی جکڑ بندیوں میں پھنسنا پسند نہ کرتا تھا۔ اس کی
دلی آرزو اور کوشش یہی تھی کہ وہ آزادانہ زندگی بسر کرے۔

ایک روز باتوں ہی باتوں میں یوسف نے اپنے والد سے ذکر کیا کہ اگر آپکی مرضی ہو تو میں بمبئی میں ایک دوکان کھولدوں۔
جس میں ملکی کاریگروں کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیزوں کا بہت بڑا ذخیرہ ہر وقت موجود رہے۔ بھائی نذیر میرے شریک کار رہینگے
امید ہے کہ ہم دو تو اپنی کوشش سے تجارت کو کافی فروغ دے سکینگے۔ کچھ دیر کے بحث و مباحثہ کے بعد یوسف کی سکیم کامیاب
ہوگئی۔ اور ایک مہینہ میں تمام انتظامات ٹھیک ہوکر باقاعدہ دوکان کھولدی گئی۔ اور
آج بھنڈی بازار سے گذرنے والا ہر شخص اس طویل و عریض سائن بورڈ کو بآسانی دیکھ
سکتا ہے۔ جس پر حسب ذیل عبارت تحریر ہے۔

ملکی مصنوعات کا سب سے بڑا اسٹاک
یوسف نذیر اینڈ کو
بھنڈی بازار بمبئی ۲

پنجاب یونیورسٹی

سکول بورڈ سال ۱۹۳۳ء کے معزز اراکین میں گورنمنٹ پنجاب کے نامزد اصحاب

(۱) پروفیسر محمد شفیع صاحب ایم اے وائس پرنسپل اورینٹل کالج لاہور (۲) مس ایل ایم سٹریٹ فورڈ بی اے ایم بی ای ڈپٹی ڈائرکٹرس پبلک انسٹرکشن پنجاب۔ لاہور (۳) ڈبلیو اے بارنس صاحب بی اے وائس پرنسپل سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور

اسی صفحہ پر آرٹس فیکلٹی کے نمائندگان میں ایم۔ محمد شفیع صاحب ایم اے ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ لاہور کی ایزادی کرلی جائے۔ اور اس طرح مکمل فہرست معزز اراکین سکول بورڈ ہو جائے گی۔

لفٹنٹ کرنیل مقبول حسن قریشی ایم اے ایل ایل بی سینٹ یونیورسٹی میں نواب صاحب بہاولپور کی نمائندگی کرینگے۔ آپ آرٹس و اورینٹل فیکلٹی میں شرکت کیا کرینگے ڈاکٹر بی اے۔ قریشی ایم اے پی ایچ ڈی اورینٹل اور آرٹس فیکلٹی کے رکن مقرر ہوئے ہیں۔

صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب کی سفارشی چٹھی در بارہ الحاق سٹریٹ فورڈ انٹرمیڈیٹ گرلز کالج امرتسر مضامین (انگریزی فارسی سنسکرت ہسٹری۔ ریاضی۔ فلاسفی۔ ہندی اور پنجابی) میں تحقیقاتی کمیٹی کی خدمت میں بغرض رپورٹ ارسال ہوئی۔

مسٹر ایچ جی۔ رالنسن سی آئی ای۔ ایم اے۔ آئی ای ایس پرنسپل ڈکن کالج پونہ انٹرمیڈیٹ امتحان کے لئے ایک انگریزی نثر کی کتاب تیار کرنے کے لئے مامور ہوئے ہیں۔

وائس چانسلر صاحب یونیورسٹی نے از راہ خوشنودی؟ ڈاکٹر پرمانند صاحب بہل شاستری ۵ اے پی ایچ ڈی کو اورینٹل کالج لاہور میں ایم اے کلاسوں کو دھرم شاستر کے مضمون کا یکم دسمبر ۱۹۳۲ء سے آنریری لیکچرار مقرر فرمایا ہے

بانٹی کا خاص وظیفہ مالیتی ۵ ماہوار جو مسٹر پران ناتھ مہرہ کو ملا ہوا تھا اب مسٹر عبد المجید ایم ایس سی کو باقی وقت کے لئے عطا ہوا ہے۔

مسٹر ڈی پی جانسٹن اے آر سی سائنس آئی۔ این ڈی اے قائمقام پرنسپل زراعتی کالج لائل پور ۱۳ر جنوری ۱۹۳۳ء سے مسٹر ڈی میلن کی بجائے فیلو یونیورسٹی مقرر ہوئے۔

ہز ایکسلنسی نواب چانسلر صاحب یونیورسٹی نے از راہ خوشنودی آرٹس فیکلٹی کی سفارش پر سردار تیجا سنگھ صاحب ایم اے پروفیسر خالصہ کالج امرتسر کو ۲۱ فروری ۱۹۳۳ء سے یونیورسٹی فیلو مقرر فرمایا ہے۔

خان بہادر شیخ نور الٰہی صاحب ایم اے آئی ای ایس اسسٹنٹ ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب ۲۳ فروری ۱۹۳۳ء سے دوبارہ فیلو منتخب ہوئے۔

پنجاب گورنمنٹ (وزارت تعلیم) نے سررشتہ تعلیم پنجاب کے افسران کو اجازت دی ہے کہ وہ یونیورسٹی امتحانات کے متعلق (ممتحن اور پرچہ دیکھنے کے کام) معاوضہ پر سرانجام دیا کریں۔ بشرطیکہ یہ معاوضہ سال میں پانچ سو روپیہ سے متجاوز نہ ہو بصورت تجاوز لوکل گورنمنٹ کی منظوری ضروری ہے

اطلاع۔ یونیورسٹی حکام سے خط و کتابت کے لئے مفصلہ ذیل ہدایات کا ملحوظ رکھنا بیحد ضروری ہے۔

(۱) تمام خط و کتابت در بارہ اکونٹ برانچ و جنرل برانچ صاحب رجسٹرار یونیورسٹی سے کی جائے (۲) اور امتحانات برانچ کے متعلق تمام خط و کتابت صاحب کنٹرولر امتحانات یونیورسٹی سے کی جائے یعنی داخلہ امتحانات کی منظوری۔ اس کے متعلقہ فارموں کی طلبی یا سرٹیفکٹس اور مختلف امتحانات کی نسبت دریافت طلب تمام امور کے لئے صاحب کنٹرولر امتحانات سے رجوع کیا جائے۔

نمبر ۲ کے علاوہ دیگر تمام اہل رسائل صاحب رجسٹرار سے کی جائے۔

قرار پایا ہے کہ سال ۱۹۳۳ء کے امتحان میٹریکولیشن کے لئے جو اسٹی ٹیوشنز فرنچ زبان کی تعلیم دے رہی ہیں وہ Readers کی وسیع ایڈیشن "Montagnes" (اڈمنڈ ایٹ) استعمال کریں جس کے پبلشر بلیکی لانگر فرنچ ٹیکسٹ ہیں اور قیمت فی جلد ۲ رہے۔
امتحان میٹریکولیشن کے لئے زراعت کے پریکٹیکل امتحان کا مرکز حصار کی بجائے رہتک منظور ہوا ہے۔ مزید قرار پایا ہے کہ منظور کردہ میں سائنس

سرکلرات سررشتہ تعلیم پنجاب

سی ایم نمبر ۱۹۷۰۸ ×   منجانب آر سنڈرسن صاحب بہادر ایم اے ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب

بخدمت ڈویژنل و ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب۔ پرنسپل و ہیڈ ماسٹر اصحاب ٹریننگ انسٹی ٹیوشنز گورنمنٹ و بورڈ ہائی سکولز۔

منیجر اصحاب ریکگنائزڈ امدادی و غیر امدادی مدارس ممتحن و سپرنٹنڈنٹ اصحاب (پنجاب)

مقام لاہور مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۳۲ء

جناب من! (۱) مردانہ مدرسین کا امتحان سندات سینیر ورنیکلر اور جونیر ورنیکلر بدھ وار ۱۹ اپریل ۱۹۳۳ء کو نیچے دیے ہوئے ٹائم ٹیبل کے مطابق

(۲) اس امتحان کی درخواست داخلہ صاحب رجسٹرار امتحانات محکمہ کی خدمت میں ۱۵ دسمبر ۱۹۳۲ء تک پہنچ جائیں جس کے بعد کوئی درخواست قابل غور نہ ہوگی۔

نوٹ نمبر۱ ۔ صرف وہی پرائیویٹ اُمیدوار امتحان میں شامل ہوسکیں گے جو ٹریننگ کا کورس قبل ازیں ختم کر چکے ہیں یعنی جس اُمیدوار نے ایس وی کلاس کی ٹریننگ حاصل کرلی ہے وہ ایس وی سند کے امتحان میں اور جے وی کلاس کی ٹریننگ حاصل کردہ جے وی سند کے امتحان میں شامل ہوسکیگا۔ شرح فیس داخلہ حسب ذیل ہے جس کے لئے خزانہ کی رسید شامل درخواست ہو۔

(د) شرح فیس

امتحان	کلاس کے زیر تعلیم اُمیدوار	کمپارٹمنٹ والے امیدوار یعنی ایک مضمون میں داخل ہونیوالے	ایسے اُمیدوار جنہیں تمام مضامین کا امتحان دینا ہے
جے وی سند	عـہ۵	عـہ۵	ءعـہ۵
ایس وی سند یکسالہ یا دو سالہ	ءعـہ۵	ہعـہ۵	دعـہ۵

نوٹ نمبر۲ ۔ داخلہ فیس کا واپس کرنا یا اگلے سال میں امتحان کی شمولیت کا دینا صرف سخت جاری کی صورت میں جائز ہوگا جس کی تصدیق میڈیکل افسر کی طرف سے ضروری ہوگی۔ بشرطیکہ

(ا) ایسی درخواست ہمارے دفتر میں امتحان کے شروع ہونے سے پہلے پہنچ جائے۔

(ب) درخواست رجسٹرڈ میڈیکل افسر کی طرف سے مصدقہ ہو خواہ وہ اسسٹنٹ سرجن ہو یا سب اسسٹنٹ سرجن کسی ہسپتال کا انچارج ہو یا پرائیویٹ پریکٹس کرتا ہو۔

(ج) موت یا ارادہ میں تبدیلی یا حاضری میں کمی واپسی فیس کے لئے کافی وجہ نہ سمجھی جائیگی اور سررشتہ فیس واپس نہ کریگا۔

(۳) اُمیدوار واضح طور پر اختیاری زبان کا اظہار کریں یعنی ہندی۔ پنجابی۔ اُردو۔ سنسکرت یا فارسی۔

(۴) ایس وی اور جے وی سندات کے امتحانات تمام سنٹروں میں ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب متعلقہ کی نگرانی میں ہونگے ورنیکلرز اور فارسی کا زبانی امتحان ہر سنٹر کے سپرنٹنڈنٹ صاحب کرینگے۔

(۵) کم از کم نمبر کامیابی کے لئے ان امتحانات میں ۳۰ فیصدی ہیں۔ ہر لازمی مضمون و تمام لازمی مضامین کے مجموعہ میں بھی جن میں فزیکل اکسرسائز کے نمبر شامل کرلئے جائیں گے + ایس وی سند کے امتحان کی صورت میں امیدوار تحریری اور پریکٹیکل سائنس کے امتحان میں ۳۰ فیصدی نمبر ضرور حاصل کرے۔ ایس وی سند کے امتحان میں ڈرائنگ کا امتحان لازمی مضامین میں شامل نہیں یعنی تحریری اور بلیک بورڈ ڈرائنگ مذہبی ہندی پنجابی اور فارسی مگر جو امیدوار ان میں سے کسی امتحان میں شامل ہوں۔ اگر ۳۰ فیصدی یا زیادہ نمبر ان میں حاصل کریں گے تو مجموعہ میں شامل کئے جائیں گے اور اس مضمون کا نام اس کی سند پر تحریر ہوگا کہ وہ ان اختیاری مضامین میں کامیاب ہوا ہے۔

ہر اُمیدوار کا امتحان ورزش جسمانی کا ہوگا مگر اس مضمون میں ناکامیابی کسی اُمیدوار کو سرٹیفکیٹ کامیابی سے محروم نہ رکھ سکے گی۔ اگر اس مضمون میں حاصل کردہ نمبر ۳۰ فیصدی سے کم نہ ہونگے تو وہ مجموعہ میں شامل کردیئے جائیں گے۔

جو اُمیدوار ایک لازمی مضمون میں فیل ہوگا وہ کسی آنے والے امتحان میں اسی مضمون کا امتحان دے سکتا ہے اور بشرط کامیابی سند کا حقدار ہوگا۔ ہاں اگر کوئی امیدوار چوتھے امتحان تک اس مضمون میں کامیاب نہ ہو سکیگا تو اسے قاعدہ سے مستفید ہونے کا حق نہ رہیگا۔ رعایت کی یہ پابندی باقی حالات پر بھی عائد ہوگی یعنی ایک سے زیادہ مضامین میں ناکام رہنے والے پر بھی۔ اور جسے تمام مضامین کا امتحان دینا ہے۔ اس رعایت کو حاصل کرنے کے لئے جے وی اور ایس وی سند کے امیدواران کو جن مضامین کا امتحان وہ دیں ان میں پچاس فیصدی نمبر ضرور حاصل کرنے ہونگے۔

(۶) ان امتحانات کے لئے تمام خط و کتابت صاحب رجسٹرار امتحانات محکمہ تعلیم پنجاب لاہور سے کی جائے۔

ٹائم ٹیبل

(۱) ایس وی سند امتحان ۱۹۳۳ء

تاریخ	مضمون	وقت: کب سے	وقت: کب تک	وقت: تعداد	نمبر پرچہ	ریمارک
۱۹۳۳ء بدھ وار ۱۹ اپریل	اشارات التعلیم	صبح ۷ بجے	۹ بجے صبح	۲	۱۰۰	
	فارسی یا ہندی (تحریری)	۱۰ صبح	۱۲ دوپہر	۲	۱۰۰	
ویروار ۲۰ اپریل	ریاضی (تحریری)	۷ صبح	۱۰ صبح	۳	۱۲۰	
	پنجابی (")	۱۰½ "	۱۲½ بجے دوپہر	۲	۹۰	
سنیچروار ۲۱ اپریل	تاریخ	۷ صبح	۹ صبح	۲	۵۰	
	علم کیمیا	۱۰ "	۱۲ دوپہر	۲	۵۰	
سنیچروار ۲۲ اپریل	علم طبیعیات	۷ "	۹ صبح	۲	۵۰	
	جغرافیہ	۱۰ "	۱۲ دوپہر	۲	۵۰	
سوموار ۲۴ اپریل	زبانی حساب	۷ "	۷½ صبح	½	۳۰	
	اردو (تحریری)	۸ "	۱۰½ "	۲½	۱۰۰	
منگلوار ۲۵ اپریل	لائٹ اینڈ شیڈ ڈرائنگ	۷ "	۱۰ "	۳	۳۵	یکساں ایس وی کے لئے وقت ۷ سے ۸½ بجے تک
بدھ وار ۲۶ اپریل	اُردو اور پنجابی زبانی پڑھنا	۷ "	۔	۔	۔	۲۰ ۱۰
ویروار ۲۷ اپریل	سائنس (پریکٹیکل)	۷ "	۔	۔	۔	۵۰

نوٹ۔ زبانی امتحانات کمرہ امتحان میں صرف ایک طالب علم بلایا جائیگا۔ مگر اس کے امتحان ختم ہونے پر اسے وہیں بیٹھنا ہوگا۔ تاوقتیکہ تمام اُمیدواران امتحان سے فارغ نہ ہو جائیں۔

ہر امیدوار کو تین اسباق کے اشارے پیش کرنے ہونگے جن میں سے کسی ایک پر ممتحن صاحب کے حضور سبق پڑھانا ہوگا جس کے لئے آدھ گھنٹہ وقت ہوگا۔

انگریزی ہندسے امتحان میں تحریر کئے جائیں گے۔ اگر کوئی اُمیدوار دوسرے ہندسے لکھیگا تو نمبر وضع کئے جائینگے۔ سوائے دیسی حساب کے زبانی ریاضی کے امتحان میں عمل کی ہرگز اجازت نہیں جواب جو جگہ پر ایک دفعہ لکھے جائیں گے۔ دوبارہ تبدیل نہ ہو سکیں گے۔ مگر اس ہدایت کی پابندی نہ کی جائے گی تو اسکو کوئی نمبر نہیں ملیگا۔

۲- ورزش جسمانی ۱۰۰
۲- تحریری و تختہ سیاہ ڈرائنگ ۵۰
۳- خانگی کام ۱۰
۴- ریکو کشنل دستی کام ۲۵

یہ تمام امتحانات ممتحن اصحاب امتحان تحریری کے شروع سے پہلے یا خاتمہ کے بعد وقتاً فوقتاً لیں گے۔

ٹائم ٹیبل

(۲) جے وی سند امتحان ۱۹۳۳ء

تاریخ	مضمون	وقت: کب سے	کب تک	تعداد	نمبر	کیفیت
۱۹۳۳ء						
بدھ وار ۱۹ اپریل	اصول تعلیم	۷ صبح	۱۰ صبح	۳	۱۰۰	
	زباندانی کا پڑھانا	۱۱ ″	۱۲ دوپہر	۱	۵۰	
ویروار ۲۰ اپریل	فارسی سنسکرت تحریری	۷ ″	۹ صبح	۲	۶۰	
	قدرت کے متعلق	۱۰ ″	۱۲ دوپہر	۲	۶۰	
شکروار ۲۱ اپریل	زبانی حساب	۷ ″	۷½ صبح	½	۳۰	
	تحریری حساب	۸ ″	۱۱ ″	۳	۱۲۰	
سنیچروار ۲۲ اپریل	جغرافیہ تحریری	۷ ″	۹ ″	۲	۱۰۰	
	اُردو ہندی یا پنجابی اختیاری	۹½ ″	۱۲½ دوپہر بعد	۳	۶۰	
سوموار ۲۴ اپریل	اُردو ہندی یا پنجابی لازمی ورنیکلر تحریری	۷ ″	۱۰ صبح	۳	۱۰۰	
منگلوار ۲۵ اپریل	اُردو ہندی پنجابی لازمی ورنیکلر زبانی پڑھائی	۷ ″	۰	۰	۲۵	
بدھ وار ۲۶ اپریل	فارسی سنسکرت زبانی پڑھائی	۷ ″	۰	۰	۲۰	
ویروار ۲۷ اپریل	اردو ہندی پنجابی اختیاری زبانی	۷ ″	۰	۰	۲۰	

۱۔ قدرت کے سبق ۴۰
۲۔ ورزش جسمانی ۵۰
۳۔ پریکٹس آف ٹیچنگ (اسباق اور تختہ سیاہ کا کام) ۱۵۰

یہ امتحانات ممتحن اصحاب تحریری امتحان کے ختم ہونے یا شروع ہونے سے پہلے لیں گے۔

زبانی امتحانات - اسباق اور زبانی حساب کے متعلق ایس وی سند کے ٹائم ٹیبل کے نیچے جو ہدایات دی گئی ہیں - دیکھو اور پڑھو۔

نوٹ رہنمائے تعلیم یہ سرکلر محکمہ کی طرف سے صرف ٹائم ٹیبل کی اشاعت کے لئے صادر ہُوا تھا - مگر اس کا پورا ترجمہ شائع کیا جاتا ہے کہ زیر تربیت اُمیدواران اس سے مستفید ہو سکیں۔

(سپیدیوا)

سررشتہ تعلیم پنجاب اور تخفیف مالی مشکلات سے متاثر ہوکر گورنمنٹ پنجاب نے ایک تحقیقاتی بورڈ مقرر کیا تھا کہ ہر محکمہ میں بقدر امکان ضروری بچت کی رپورٹ کرے - چنانچہ بورڈ موصوف نے سررشتہ تعلیم کے لئے جن بچتوں کی سفارش کی وہ حسب ذیل ہیں ۔

نمبر	بورڈ کی سفارش	گورنمنٹ کے احکام
۱	گھوڑا گلی کالج بند کیا جائے	کالج بند نہ ہوگا اس کے اخراجات میں صرف نوہزار روپیہ کی کمی روا رکھی گئی ہے۔
۲	سیکنڈری ایجوکیشن میں بیس فی صدی تخفیف روا رکھی جائے	اُٹھارہ فیصدی کمی منظور کرلی گئی ہے۔
۳	غیر رسائنما خرچات سب سے بند کئے جائیں۔	صرف پانچہزار روپیہ اس مد کے لئے رکھا گیا ہے ۲۱ ہزار کم کردیا گیا۔

نمبر	بورڈ کی سفارش	گورنمنٹ کے احکام
۴	سرکاری آرٹس کالجوں کے اخراجات میں ۲۵ فیصدی کمی کیجائے	۱۲ فیصدی اخراجات کم کئے گئے۔
۵	غیرسرکاری کالجوں کی امداد میں ۱۲½ فیصدی کمی روا رکھی جائے۔	اس مد کو منظور نہیں کیا گیا۔
۶	خاص پروفیشنل کالج بند کئے جائیں جن میں سنٹرل ٹریننگ کالج بھی شامل ہے۔	اخراجات میں ۱۶ فیصدی کمی کی گئی ہے۔ مگر کالج کو بند نہیں کیا گیا
۷	سرکاری سیکنڈری سکولز کے اخراجات اور غیرسرکاری امدادی سیکنڈری سکولز کی امداد میں، اور مقامی مجالس کی گرانٹ ان ایڈ میں ۲۰ فیصدی کمی کی جائے	اول الذکر میں ۱۰ فیصدی کمی کی گئی۔ دوسری حالت میں ۳۶ " " " مؤخر الذکر میں ۱۹ " " "
۸	ابتدائی تعلیم کے اخراجات میں ۱۲½ فی صدی کمی کی جائے۔	اس تعلیم کا خرچ ۸۰ لاکھ ۶۹ ہزار پچاس روپیہ کی بجائے ۸۰ لاکھ تیس ہزار ۹سو روپیہ کردیا گیا ہے۔
۹	گورنمنٹ پروفیشنل مدارس بند کردیئے جائیں	اخراجات میں ۳۲ فیصدی کمی ہوئی۔
۱۰	نگرانی اور افسران معائنہ کی ذیل میں ۱۰ فیصدی کمی کا مطالبہ تھا	اول الذکر میں ۱۰ فیصدی اور مؤخر الذکر میں ۹ فیصدی کمی ہوئی۔
۱۱	ڈپوٹر ان بکس کا عہدہ اُٹھا دیا جائے۔	اُڑا دیا گیا
۱۲	ایڈلٹ ایجوکیشن کی گرانٹ بالکل بند ہو جائے	دس ہزار روپیہ کی بجائے صرف پندرہ ہزار منظور ہوا
۱۳	باقی امدادوں میں ۲۵ فیصدی کمی کی جائے۔	اس شعبہ میں ۲۷ ہزار کی بچت روا رکھی گئی ہے۔

سچ ہے نزلہ برعضو ضعیف می ریزد کے مطابق فہرست مندرجہ صدر مظہر ہے کہ پرائیویٹ مدارس کی امداد میں سفارش شدہ تخفیف سے تقریباً دوچند تخفیف روا رکھی گئی ہے یعنی ۲۰ فیصدی کی بجائے ۳۶ فیصدی۔ کاش کہ ذمہ دار افسران ان مدارس کی اہمیت کو ملحوظ رکھیں اور ان پر اپنی نظر عنایت بدستور اول مبذول رکھیں۔ (سپیدیوا)

بورڈنگ ہاؤس کے سپرنٹنڈنٹ اصحاب کے الاؤنس

مالی مشکلات کا اثر اس شعبہ پر یہ ہوا تھا کہ بورڈنگ ہاؤس کے سپرنٹنڈنٹ کے لئے صرف فیملی کوارٹر مفت روا رکھے گئے اور اس کا الونس بالکل بند کردیا گیا۔ ناظرین کو یاد ہوگا۔ لاہور ڈویژنل کانفرنس میں بھی اس امر پر بحث ہوئی اور سررشتہ سے سفارش کی گئی تھی کہ سپرنٹنڈنٹ اصحاب کے فرائض کو ملحوظ رکھ کر اُس کے لئے ضرور الاؤنس تجویز کئے جائیں۔ چنانچہ گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) کی طرف سے صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب کو ہدایات موصول ہوئی ہیں کہ گورنمنٹ ڈل ہائی۔ نارمل سکولوں اور انٹرمیڈیٹ و ڈگری کالجوں کے بورڈنگ ہاؤس کے سپرنٹنڈنٹ اصحاب (شادی شدہ) کو رہائشی مکان کا الاؤنس دیا جائے جو ان کی تنخواہ کے دس فیصدی سے زائد نہ ہو۔

ہمارے نئے گورنر

ہز ایکسلنسی نواب سر جیفری ڈی مانٹ مورنسی گورنر پنجاب صحت کے بحال نہ رہنے سے اپنے عہدہ سے سبکدوش ہوکر ۱۱ اپریل ۱۹۳۳ء کو بذریعہ سپیشل ٹرین ولایت روانہ ہو جائیں گے۔ آپکی بجائے ہز ایکسلنسی سر ہربرٹ ایمرسن ۱۲ اپریل کو لاہور رونق افروز ہو کر اپنے عہدہ کا چارج لینگے۔ آپ کے اعزاز میں اُس روز لاہور میں تعطیل منائی جائیگی۔

مختلف نوٹ اور کارروائیاں

اینگلو ورنیکلر مڈل سکول ڈچکوٹ ضلع لائل پور

میں خانصاحب فیض اللہ خاں نمبردار پریزیڈنٹ انجمن امداد باہمی قرضہ کی صدارت میں یوم والدین منایا گیا۔ حاضرین کی تعداد اُمید سے بہت بڑھ کر تھی۔ چوہدری عبدالرحمٰن صاحب سعید ہیڈ ماسٹر مڈل سکول چک ۲۶۷ رکھ برانچ جالندھر نے طلبا اور ۲ تعلیم و تربیت کا بھی ذمہ وار گردانا۔ بالخصوص والدہ بچے کی تربیت جس طرح چاہے کرسکتی ہے۔ اس لئے تعلیم نسواں پر زور دیا جائے۔

(حاشیہ: کی تربیت پر بطور خاص زور دیا اور [illegible] کے والدین کو ان کی ذمہ داری سے آگاہ کرتے ہوئے ۲)

چوہدری محمد اسماعیل صاحب ویٹرنری اسسٹنٹ نے محکمہ حیوانات اور اس کے فرائض پر اظہار خیالات کیا اور منہ کھر۔ واہ۔ گل گھوٹو وغیرہ امراض کے علاج بتائے۔ چوہدری محمد عظیم صاحب سب انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز نے امداد باہمی کی غرض و غائت۔ یوم امداد باہمی منانے کا مدعا اور کوآپریشن کی گذشتہ کارگذاری زمینداروں کے افلاس کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے اس تحریک کی عام اشاعت کی آرزو کی اور ملک کے ہر فرد بشر تک یہ پیغام پہنچایا جائے کہ امداد باہمی ہی ہمارے تمام مصائب و آلام کا واحد علاج ہے بلکہ وہ کائنات کی اقتصادی نجات کی ضامن ہے۔ جو قوم ترقی کرنا چاہتی ہے اس کا فرض ہے کہ امداد باہمی کی شاہراہ پر گامزن ہو کر زمانے کی جدوجہد میں عملی جوش کا ثبوت دیں۔ زمینداروں کو قرضہ برداشت کرنے میں زیادہ محتاط رہنا چاہیئے۔ قرض تمام برائیوں کا سرچشمہ ہے۔ انہیں کاشت کے معاملہ میں محکمہ زراعت کی ہدایات کا عامل ہونا چاہیئے۔ اور اپنی اجناس کو منڈیوں میں کوآپریٹو کمیشن شاپ کی معرفت فروخت کرنا چاہیئے۔ سردار پال سنگھ صاحب ایم اے ہیڈ ماسٹر ڈچکوٹ نے اپنی تقریر میں زمینداروں کی عسرت و افلاس اور ان کی خانماں بربادی و واژگوں بختی کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ کفایت شعاری کو انہیں اپنا شعار بنانا چاہیئے اور بچوں کو تعلیم دیکر انہیں مفید شہری بنائیں۔ ہر قوم کی فلاح و بہبود کا انحصار بچوں پر ہے۔ اس لئے ان کا فکر ضروری ہے۔ کنٹرول کریڈٹ کی تشریح کرتے ہوئے آپ نے کوآپریٹو کریڈٹ کے حصول کے طریقے و فوائد بیان کئے۔ منشی میراں بخش صاحب پریزیڈنٹ انجمن امداد باہمی قرضہ نے اصلاح رسومات اور ماسٹر نذیر محمد صاحب نے کفایت شعاری پر مدلل تقریر کی۔ خانصاحب بوڑھے خاں سفید پوش و نمبردار کی تحریک اور سردار پال سنگھ صاحب کی تائید سے قرار پایا کہ امداد باہمی حلقہ ڈچکوٹ کے ممبران کا یہ جلسہ جو یوم امداد باہمی کی ساتویں سالگرہ منانے کو منعقد ہوا ہے۔ حامیانِ امداد باہمی کے عالمگیر اتحاد و امداد باہمی کا از سرِ نو اقرار کرتا ہے اور اپنے برادرانہ تعلقات کا پورے خلوص سے اعادہ کرتا ہے اور اس یقین کا بڑے زور شور سے اظہار کرتا ہے کہ امداد باہمی کا نظام جو اقتصادی ترقی اور معاشرتی بہبود کا ضامن ہے۔ زندگی کے معیار کو بلند کرنے۔ صرف اپنا نفع چاہنے والوں کی تدبیروں کی برائیوں اور باہمی عہدناموں کا مقابلہ کرنے اور جہان میں قیام امن و امان کا یقین دلانے کا بہترین ذریعہ و وسیلہ ہے۔ اس لئے یہ جلسہ دنیا کے ہر خاص امداد باہمی سے بلا لحاظ ملک یا ملت قوم یا ذات اپیل کرتا ہے کہ انہیں اپنے نظام اقتصادی کو بیش از بیش وسیع کرنا چاہیئے۔ اور عوام الناس کے درمیان رواداری۔ اخوت اور امن پرور رشتوں کو ترقی دینے کے لئے ہر ایک ممکن کوشش سے کام لینا چاہیئے۔

سکول طلبا نے قرضے کی خرابیوں پر دلچسپ ڈرامہ دکھایا۔ دو بجے بعد دوپہر سکاؤٹس نے اپنے کرتب دکھائے اور تمام طلبا کی ماس ڈرل بینڈ باجے کے ساتھ کی۔ سکول ہاکی ٹیم اور جنٹلمین ہاکی کلب کا ہاکی میچ ہوا۔ ایک ایک گول سے دونوں ٹیمیں برابر رہیں مانکو چک رکھ ۲۶۳ کے زمینداروں نے سکول کی رسہ ٹیم سے رسہ کشی کی۔ زمیندار بہت آسانی سے جیت گئے۔ پرائمری سکول

چک نمبر ۲۶۹ ر ب کے طلباء نے کھمبر کیا۔ تعلیمی تورے پڑھے۔ جس سے حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔ (نتھو کھر سنگھ سیکرٹری)

اینگلو ورنیکلر مڈل سکول دادری ریاست جیند

میں نہایت خاموشی کے ساتھ یوم صلح منایا گیا۔ جناب لالہ آنند روپ صاحب سپرنٹنڈنٹ آف سکولز نے سکول ہذا کا معائنہ فرمایا۔ شام کو سکاؤٹنگ اور کبنگ کا کام دیکھا۔ پنڈت کدار ناتھ ڈرل ماسٹر نے گراموفون ڈرل کرائی۔ صاحب موصوف نے تمام سکولوں میں اس کے رائج کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ یہ طریق لالہ ہنسراج صاحب بی اے ایس اے وی ہیڈماسٹر نے رائج کیا ہے۔ ممبران پریم کلب نے شری متی منجری کا ڈرامہ کیا جو نصیحتوں سے پُر اور سبق آموز تھا۔ صاحب صدر نے منشی جنتی پرشاد و ہیرالال اہلمداں کی ان تھک کوششوں کو سراہا۔ مدرسین کے استفادہ کے لئے سکاؤٹنگ کا ریفریشر کورس سکول میں ہیڈماسٹر صاحب کی نگرانی میں جاری ہے۔ اور باری باری سب مدرسین مستفید ہوئے ہیں۔ آپ کا شوق عمل تحریک سکاؤٹنگ کی اشاعت کا موجب ہے۔ (اشن سرن)

مڈل سکول چک نمبر ۴۰ تحصیل پھالیہ ضلع گجرات

جناب صاحب ڈپٹی ڈائرکٹر بہادر زراعت سرکل راولپنڈی نے تشریف فرما ہو کر سکول کا معائنہ فرمایا۔ اور مندرجہ ذیل ریمارکس درج لاگ بک فرمائے:-

"میں نے آج ڈی بی مڈل سکول چک نمبر ۴۰ کا معائنہ کیا۔ جماعتوں کے کمروں اور سکول کے ملحقہ کھیتوں کو دیکھ بھال کر بہت محظوظ ہُوا ہوں۔ احاطہ سکول کے خوشنما منظر اور کمروں کی آراستگی و زیبائش اور سامان تعلیمی کی ترتیب اور باغیچہ کی کیاریوں میں طلبا کے ہاتھوں سے لگائے ہوئے پودوں اور پھولوں کی خوبصورتی کو دیکھ کر بیحد مسرور ہوا ہوں۔ مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ قبل ازیں میں نے اس قسم کا کوئی سکول نہیں دیکھا جو ایسے اعلےٰ طریق سے اور ایسے مکمل پیمانے پر نہایت مفید ماٹوز اور ضرب الامثال اور دیگر ایسے عمدہ سامان سے مزین کیا گیا ہو جو قدرتی طور پر طلبا کے لئے موجب افادہ و تقلید بن سکتا ہے۔ بچوں کی ورزش جسمانی کے اہتمام اور دیہات سدھار پارٹی کے انصرام سے بھی میں غایت درجہ متاثر ہُوا ہوں۔ جو مدارس میں نے دیکھے ہیں ان میں یہ ایک بہترین سکول ہے۔ اور میں وثوق سے کہتا ہوں کہ یہاں طلبا کو بعینہ وہی تعلیم دی جاتی ہے۔ جس کی انکو اپنے ملکی مفاد کی بہتری کے لئے ضرورت ہے۔ اس تمام کامیابی کا سہرا مسٹر رحمت خاں ہیڈماسٹر کے سر ہے جن کو میں ان کے حسن انتظام اور اپنے ملک کی ضروریات کے ایسے حقیقی احساس کے لئے مبارک باد دیتا ہوں۔" (دستخط) ملک سلطان علی آئی اے ایس

بوقت معائنہ آپ کے ہمراہ قاضی سمیع اللہ خاں صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ ڈپٹی ڈائرکٹر زراعت سرگودھا اور سردار گوپال سنگھ صاحب انسپکٹر زراعت بھی تھے۔ (رحمت خاں ہیڈماسٹر)

گورنمنٹ سنٹرل اُردو سکول دھور ضلع قلابہ

۱۲ر دسمبر کو دربار ڈے منایا گیا۔ طلبا نے اپنے خیالات ظاہر کئے۔ اور صدر مدرس جناب ناگر باد ڈی صاحب نے دربار ڈے پر مفید اور وسیع معلومات سے آگہی بہم پہنچائی۔ ۲۴ر دسمبر کو شب برات کا جلسہ منایا گیا۔ جناب عبدالرزاق تھر کار صاحب صدر تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت کے بعد طلبا کی تقریریں ہوئیں۔ صدر نے اپنی نصیحت آمیز اور پُراثر تقریر سے طلبا کو بہرہ اندوز کیا۔ بورڈنگ لائبریری کا نام لائبریری بزم اطفال بورڈنگ سنٹرل اُردو رکھا۔ ۲۴ر دسمبر کو ہر دو اُستادوں کی معیت میں تمام طلبا غار ہائے گندھار پالا دیکھنے گئے جو یہاں سے چار میل مشرق کی جانب ہیں اور ۱۵-۱۶ عالیشان مکانات دیکھے جن میں بدھ مذہب والوں کے دھیان گیان کے وسیع اور فراخ کمرے قابل دید تھے۔ اساتذہ کرام نے بدھ لوگوں کی زندگی۔ تہذیب و تمدن علم و ہنر صنعت و حرفت کی معلومات بہم پہنچائی۔ (علی رفو کھوکن)

ایم بی پرائمری سکول چوک پراگ داس امرتسر

جناب لالہ منی لال صاحب ہیڈماسٹر کی صدارت میں دربار ڈے منایا گیا خدا کی تعریف کے بعد ملک معظم کے حق میں دعا کی گئی۔ سلطنت کی برکات بتائی گئیں۔ ماسٹر دولت رام اور ماسٹر لوہرن چند نے مختصر تقریریں کیں۔ راگ پارٹی نے اپنے گانے سے خوش کیا۔ (لوہرن چند شرما)

ماتمی میٹنگ } لالہ جیت رام صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں سٹاف اور طلبا کی میٹنگ ہوئی - عزیز سیتا رام طالب علم جماعت دہم کی وفات حسرت آیات پر دلی افسوس ظاہر کیا گیا اور غیر متوقعہ موت کے وقوع ہونے پر ریزولیوشن پاس کیا گیا - لالہ منشی بھوشن صاحب شاستری نے متوفی کی روح کی شانتی کے لئے دعا کی اور لواحقین کے لئے پرماتما سے پرارتھنا کی کہ انہیں شکتی عطا کریں - ریزولیوشن کی کاپی اظہار ہمدردی کے لئے مرحوم کے والدین کو بھیجی گئی - (رام مجید اس گپت)

نوٹ - سکول کا نام کارروائی میں کہیں نہیں ملا - جو موجب افسوس ہے - ایک نوجوان کی نہایت بے وقت اور پیش از وقت موت کا نوحہ ضروری تھا لہٰذا درج کیا گیا - امید کہ متعلقین آئندہ محتاط رہیں گے - (اسسٹنٹ)

ڈی بی مڈل سکول گلیانہ ضلع راولپنڈی } جناب سردار بکرم سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے لالہ سوہن لال صاحب اے ڈی آئی کے ہمراہ سالانہ معائنہ فرمایا - تیاری اور صفائی قابل تعریف - ہر دو افسران ممدوح نے سکول کو بنظر غائر دیکھا - تعلیمی حالت کو دیکھ کر ضروری رہنمائی بھی کی - پلے فار آل رنگین جھنڈیوں کے ہمراہ دیکھی - مارچنگ اور محدود حرکات کو آپ نے نہایت پسند کیا - لاگ بک میں عمدہ ریمارکس درج فرمائے - اور اساتذہ کی سندات پر گڈ ریمارک دیا - تمام تحاریک سکول کی زندگی کا ثبوت تھے - گذشتہ سال ورنیکلر فائنل کا نتیجہ $\frac{56}{43}$ اور ایک لڑکے کا ہائی سکول سکالرشپ حاصل کرنا موجب تعریف ہوا - (سید علی قدر)

لوئر مڈل سکول تھرولہ ضلع شملہ } ٹھاکر گیارو رام صاحب کی صدارت میں دیہات سدھار جلسہ منعقد ہوا - سکول کے بچوں نے پرارتھنا کے بعد قبیح رسومات کا فوٹو پہاڑی گیت کے ذریعہ پیش کیا - ٹھاکر امر سنگھ ہیڈ ماسٹر نے ان رسومات کے نقصانات اور دفعیہ و تدارک بیان کئے - صاحب صدر نے ہیڈ ماسٹر صاحب اور سٹاف کی دلچسپیوں کو سراہا - کہ آپ کے پروپیگنڈا سے میں بہت خوش ہوا ہوں - یقین کامل ہے کہ آپ آئندہ بھی اس کو جاری رکھیں گے اور علاقہ کو ان بری رسموں سے بچائیں گے - مردہ کی قبیح رسم کو قطعی بند کرنے پر کوشش کی جائے - پرگنہ ہر دو جیسر کو ایک اقرار نامہ کے تحت میں لایا گیا جسے حاضرین نے بخوشی منظور کیا - صاحب صدر نے فرمایا کہ ہیڈ ماسٹر صاحب جب ضرورت محسوس کریں جلسہ کر سکتے ہیں - (امر سنگھ)

مڈل سکول لورنڈہ ضلع انبالہ } پنڈت ٹوڈرمل صاحب صدارت میں سٹاف اور طلبا سکول کی مشترکہ ماتمی مجلس منعقد ہوئی جس میں لالہ رگھوناتھ سہائے صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر کی اہلیہ محترمہ کی عین عالم شباب میں وفات حسرت آیات اور نومولود بچے کے بھی جہاں سے گذر جانے پر اظہار افسوس کیا گیا - مرحومہ کی قبل از وقت وفات سے ہیڈ ماسٹر صاحب اور تمام اعزہ کو سخت صدمہ پہنچا ہے - ہیڈ ماسٹر صاحب اور پسماندگان سے اظہار افسوس اور مرحومہ کی آتما کی شانتی کے لئے پرارتھنا کی گئی - نقل ماتمی ریزولیوشن ہیڈ ماسٹر صاحب کے علاوہ تعلیمی رسائل میں بھیجنے کی تجویز پاس ہوئی - (ایڈیٹر) رہنمائے تعلیم اور اس کے کارکن لالہ رگھوناتھ سہائے صاحب سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں - (اسسٹنٹ)

ورنیکلر مڈل سکول گھنوری کلاں ریاست پٹیالہ } لالہ موہن لال صاحب ہیڈ ماسٹر کے برادر زادہ کے ہاں فرزند ارجمند تولد ہونے کی خوشی میں مبارکبادی جلسہ وقوع میں آیا - مولود مسعود کی درازی عمر و بلندی اقبال کی دعائیں کی گئیں - ہیڈ ماسٹر صاحب نے شاندار دعوت دی - سرکار حضور مہاراجہ صاحب بہادر اور ٹیکا صاحب بہادر کے لئے تھری چیرز دیئے گئے - (ریاض محمد)

مڈل سکول کھر کھودہ ضلع رہتک } فزیکل ٹریننگ ریفریشر کورس ۵ لغایت ۱۴ جنوری شمولیت ۱۵ ایس وی و ۱۴ ... [illegible]

جسمانی کی تربیت دی گئی۔ چوہدری ہری سنگھ صاحب پہلے فی رائل سپروائزران کے مددگار تھے۔ ۱۱ جنوری کو پنڈت میس رام ہیڈ ماسٹر بدھلاں نے دیہات سدھار ڈرامہ سٹیج کیا جو بہت موثر اور مسرت بخش ثابت ہؤا۔ ان دنوں پنڈت دنی چند صاحب اے ڈی آئی حلقہ رہتک گرد نواح کے مدارس میں ورزش جسمانی پر لیکچر دیتے رہے۔ میجک لینٹرن کا صحیح استعمال پروپیگنڈا دیہات سدھار اچھوتوں کی تعلیم وغیرہ بخوبی واضح کرتے رہے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اور انکا سٹاف ریفریشر کورس میں شامل ہونے والے اساتذہ کے آرام کے نگران رہے۔ آخری یوم نمائش کے لیے دیہات اور کھرکھودہ میں دعوت نامے ارسال ہوئے۔ سکول میدان میں کھیلوں کی نمائش کو کئی اصحاب نے ملاحظہ فرمایا۔ اس سلسلہ میں جناب سردار دیوا سنگھ صاحب ایم اے پی ای ایس ڈپٹی انسپکٹر مدارس قسمت انبالہ بہمراہی لالہ سروپ سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز اور چودھری بھولا سنگھ صاحب بی اے ایل ایل بی جونیر وائس چیرمین ڈسٹرکٹ بورڈ رونق افروز ہوئے اور موثر دلچسپ لیکچر دیکر مدرسین اور طلباء کو مخاطب فرمایا۔ پی ٹی کلاس کے متعلمین اور افسران کا فوٹو لیا گیا میر مہربان علی صاحب رئیس کھرکھودہ آنریری مجسٹریٹ و ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ کی طرف سے صدر کے اعزاز میں ٹی پارٹی دی گئی۔ کامیابی کے لئے چوہدری رام مہر صاحب اور پنڈت دنی چند صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں۔ (میس رام شرما)

دیہات سدھار ٹورنمنٹ تحصیل نکودر ڈی بی ہائی سکول نکودر کی گراؤنڈ میں ۲۲ جنوری کو یہ ٹورنمنٹ مہنت گوردت چند صاحب تحصیلدار نکودر۔ شیخ مہر علی صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول۔ مولوی کرم علی خاں صاحب اے ڈی آئی نکودر و سردار اندر جیت سنگھ صاحب پی ٹی ایس جالندھر منعقد ہؤا۔ خاص شہر اور دیہات کے لوگ کثرت سے شامل ہوئے۔ اصحاب متذکرہ صدر کی نگرانی میں اساتذہ مختلف انتظام بہم پہنچا رہے تھے۔ اور اپنے فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے۔ حاضرین کی اتنی کثرت میں انتظام کا رکھنا سٹاف اور سکاؤٹس کا ہی دم خم تھا۔ گراؤنڈ میں نشستوں کا انتظام پہلے ہی کر لیا گیا تھا۔ دس بجے کارروائی شروع ہوئی اور سولہ سال سے کم عمر کے بچوں کی کھیلیں ہوئیں لمبی چھلانگ۔ ۱۰۰ گز کی دوڑ۔ گولہ پھینکنا۔ ۴۴۰ گز کی دوڑ۔ سائیکل دوڑ کا مقابلہ تھا جس میں انہوں نے شوق سے حصہ لیا۔ نوجوانوں کے مقابلے متذکرہ صدر مقابلوں کے علاوہ اونچی چھلانگ ایک میل کی دوڑ۔ پانچ میل کی دوڑ۔ کبڈی۔ کشتی لڑنا۔ رسہ کشی وغیرہ تھے۔ انہوں نے بھی توقع سے بڑھ کر دلچسپی کا اظہار کیا۔ رسہ کشی کی چار اور کبڈی کی آٹھ ٹیمیں تھیں۔ باقی مقابلوں میں بھی بہت لوگوں نے حصہ لیا۔ شام کے پانچ بجے تک تمام پروگرام پر بخوبی عبور حاصل ہؤا۔ انعامات مہنت گوردت چند صاحب نے تقسیم فرمائے۔ سکول بینڈ بج رہا تھا۔ بھجن پارٹی نے دعا کے بعد صفائی اور کھیلوں کے متعلق کئی دلچسپ اور مفید نظمیں سنائیں۔ صاحب صدر نے دیہات میں کھیلوں کا شوق پیدا کرنے صحت قائم رکھنے اور موجودہ اقتصادی مشکلات پر عبور حاصل کرنے کے متعلق مختصر مگر جامع تقریر کی اور ہیڈ ماسٹر صاحب اور انکے سٹاف کا شکریہ ادا کیا۔ جنہوں نے ٹورنمنٹ کو ہر نوع کامیاب بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ سردار اندر جیت سنگھ صاحب نے کھیلوں کے فوائد اور انکے اصول و قواعد پر روشنی ڈالی۔ انعامات کی مقدار خاصی اور قیمت یکصد تھی جو پبلک چندے سے جمع ہوئی تھی۔ سکاؤٹس نے مسرت آمیز نعروں میں صاحب صدر کو رخصت کیا۔ ڈی بی ہائی سکول نکودر دیہات سدھار میں نمایاں خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ اور افسران بالا ہمیشہ اس کی تعریف میں رطب اللسان رہتے ہیں اور ڈویژن بھر میں نامی ہے نہ سکول صرف پراپیگنڈا ورک میں ہی گوئے سبقت لے گیا ہے بلکہ اس کے یونیورسٹی نتائج بھی اس کی ٹھوس تعلیم کی شہادت دیا کرتے ہیں۔ اس ترقی کا سہرا قابل ہیڈ ماسٹر شیخ مہر علی صاحب قریشی اور انکے سٹاف کے سر ہے جن کی موجودگی سکول کی ٹھوس ترقیوں کا باعث ہے۔ (نامہ نگار)

ورنیکلر مڈل سکول نورہ تحصیل پالم پور جناب پنڈت مرلی دھر صاحب مودگل ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع کانگڑہ یہاں ملاپ چند صاحب اے ڈی آئی پالم پور اور پنڈت چاند کشور صاحب

پی ٹی ایس کے ہمراہ سکول معائنہ تشریف فرما ہوئے۔ سکول کی تعلیمی حالت سے محظوظ ہو کر آپ نے لاگ بک میں تحریر فرمایا۔
"ضبط مدرسہ تسلی بخش۔ مدرسین یک جہتی سے سکول کی ترقی میں کوشاں ہیں۔ تعلیمی حالت بہیئت مجموعی قابل اطمینان ہے۔ بہ نسبت سابق خاطر خواہ اصلاح ہوئی ہے۔ ورنیکلر فائنل گذشتہ کا نتیجہ $\frac{12}{25}$ تھا اور ایک لڑکے نے زمینداری وظیفہ حاصل کیا جو قابل تعریف ہے اور ہیڈ ماسٹر صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں۔ جونیر ریڈ کراس سوسائٹی مفید عملی کام کر رہی ہے۔ دستکاری میں طلبا کے اپنے ہاتھ کا ایک رسہ بٹا ہوا دیکھ کر بیحد مسرت ہوئی"۔
پنڈت چاند کشور صاحب نے گرد و نواح کے مدرسین کو بلا کر ورزش جسمانی کے متعلق مفید ہدایات دیں اور کھیلیں کھلائیں۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے انعامات تقسیم فرمائے اور ایک یوم کی تعطیل کی گئی۔ (بشمبر چند مہاجن)

گورنمنٹ ہائی سکول شرقپور سکول یونین کے اہتمام سے سکول بورڈنگ ہاؤس میں سردار ہزارہ سنگھ صاحب بی اے بی ٹی ایس ہیڈ ماسٹر نے ۱۸ جنوری شام کو میجک لینٹرن لیکچر دیا۔ سکول سٹاف اور طلبا کے علاوہ بہت سے لوگ بھی لیکچر سے مستفید ہونے کو جمع تھے۔ لیکچر کا موضوع ممالک مختلفہ کا طرز تمدن تھا۔ تصاویر نہایت دلکش اور فائدہ بخش تھیں۔ فاضل لیکچرار نے بصیرت افروز تشریح فرمائی۔ گو ڈیڑھ گھنٹہ وقت صرف ہوا مگر مضمون کی دلچسپی نے حاضرین کو ہمہ تن گوش بنائے رکھا۔ تصاویر معلومات کا ذخیرہ تھیں اور تقریباً دنیا کے تمام ممالک کے دلچسپ نظاروں پر مشتمل تھیں۔ کوئی لنڈن کی رونق اور چہل پہل کا نظارہ پیش کرتی تھی۔ کوئی وینس کی خوبصورت گلیوں کا سین دکھا کر حاضرین کو محو حیرت کرتی تھی۔ کسی میں پہاڑی لٹیروں کی چالبازیوں سے آگاہ کیا گیا تھا۔ کسی میں سپین کے سانڈوں کی لڑائی کا دل خوش کن نظارہ تھا۔ اگر ایک طرف شنگھی کے کوچوں کا نظارہ ہے تو دوسری جانب لنکا کے چائے کے طریق کاشت سے آگاہ کیا جا رہا ہے۔ کہیں عرب کے ریگستان کہیں نیوزیلینڈ کے گرم چشمے۔ جنوبی افریقہ میں کافر قوم کے لوگوں کی جھونپڑیاں اور نیویارک میں لوگوں کے فلک بوس مکانات عجیب منظر پیش کر رہے تھے۔ غرض سوئیٹزرلینڈ کی پہاڑی بود و باش جزائر کینری کی غاری آبادی آسٹریلیا کی بکریوں کی پرورش اور دیگر بیسیوں دلچسپیوں کے سامان تھے اور اس طرح لیکچر کے سامعین کی سردی کی تکلیف اور شب بیداری کا معقول معاوضہ دیا گیا۔ وہ لیکچر سے متمتع ہو کر کافی معلومات ہمراہ لے گئے۔ (سید محمد صدیق شاہ)

منوہر لال میموریل ہائی سکول فیروزپور چھاؤنی ۲۷ جنوری فخر قوم جناب دیوان بہادر راجہ نریندر ناتھ صاحب ایم اے ایم ایل سی کی صدارت میں تقسیم انعامات کا جلسہ منعقد ہوا۔ چھاؤنی اور شہر کے رؤسا۔ ہر محکمہ کے افسران ذی شان نیز عام پبلک کثرت سے رونق افروز جلسہ ہوئی۔ پروگرام نہایت متاثر کن تھا۔ رامائن کی حقانی چوپائیاں اخلاق آموز بھجن اور نظمیں۔ انگریزی و اردو کے نتیجہ خیز دھاریک و فراحیہ ڈرامے خصوصیت سے پسند ہوئے۔ مستحق طلباء میں تقسیم ہو چکنے کے بعد ہیڈ ماسٹر صاحب نے سالانہ رپورٹ پڑھی جو سکول کی ہمہ گیر ترقیوں پر مشتمل اور اس کے تمام تعلیمی و انتظامی کوائف کی پوری پوری مظہر تھی جسے حاضرین نے پورے شوق سے سنا۔ آخر جناب محترم صدر نے تمام کارروائی پر بسیط تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تعلیم کے معنی طلبا کے جسمانی دماغی اور اخلاقی قوا کی تربیت کرنا اور ان کے جذبات عالیہ کی نشو و نما کر کے انہیں ایک نیک سیرت اور ستودہ صفات معزز شہری بنانا ہے تو یہ سکول ان فرائض سے کما حقہ عہدہ برآ ہو رہا ہے اور اس مقصد کو پورے طور پر سرانجام دینے کی وجہ سے قابل صد آفرین ہے۔ اس کا تعلیمی نصب العین بلند۔ یونیورسٹی نتائج بیحد پسندیدہ۔ اور افسران معائنہ کے ریمارکس غیر معمولی طور پر اچھے ہیں۔ ان تمام مابہ الامتیاز سرگرمانہ کارگزاریوں کو بہ نظر استحسان دیکھتا ہوا سکول منیجنگ کمیٹی کو مبارکباد دیتا ہوں۔ آپ کی تمام تقریر محققانہ۔ بصیرت افروز اور سیر حاصل تھی۔ اس میں تعلیم و تعلم سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے بلا استثنا اس امر کے کہ وہ صائب الرائے ماہرین تعلیم کی جماعت سے ہوں یا افراد پبلک نہایت

سودمند اور بیش بہا قابل عمل نصائح مضمر تھیں۔ تعلیم کا صحیح مفہوم و بال۔ بحالات موجودہ ملکی ضرورت کے مطابق اس کا تعین درست لائحہ عمل۔ نیز وسائل حصول اور اس بارہ میں اہل ملک کے فرائض جیسے اہم اور ضروری مسائل پر دیوان بہادر نے ایک بالغ نظر مبصر کی طرح صراحت سے گوہر فشانی فرمائی۔ بغا مات کا یہ حصہ نہایت اثر آفرین اور دلنشین تھا جسے سامعین نے بیحد پسند فرمایا۔ اس تقریب کا دل خوش کن سرانجام جناب لالہ شام نارائن صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر کے لئے باعث صد تحسین و آفرین ہے آپ کی متواتر سالہا سال کی پیہم مخلصانہ خدمات نے سکول کو ڈویژن بھر میں قابل رشک اور ممتاز ترین سکول بنا دیا ہے۔ (جوندلال ایچ پی۔ ایچ یو)

ورنیکلر مڈل سکول چک نمبر ۴۸۰ گ ضلع لائل پور

جناب شیخ محمد ظہور الدین صاحب بہادر ڈویژنل انسپکٹر ملتان ۱۴ر جنوری سردار سوہن سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس اور ملک منظور احمد صاحب اے ڈی آئی سمندری کے ہمراہ رونق افروز ہوئے۔ خیر مقدم کا گیت گایا گیا۔ سکاؤٹس نے سلامی دی۔ طلبائے سکول کی خوشخطی کا ملاحظہ فرماتے ہوئے اظہار خوشنودی فرمایا۔ باغیچہ سکول اور زراعتی باغیچہ کا ملاحظہ بیحد خوش کن ہوا۔ یہ باغیچہ بلحاظ آمدنی گذشتہ سال صوبہ بھر میں اول رہا۔ اور سال رواں میں بھی اول نمبر رہنے کی قوی اُمید ہے۔ کلاسوں کے معائنہ کے بعد حصہ مڈل کے لیکچر ز اور مکالمہ حیات بیحد محظوظ کن تھے۔ جماعت اول کے چارٹس محمد اسماعیل خان صاحب کے تیار کردہ نہ اپنی نظیر آپ تھے بلکہ قابل ستائش اور لائق نمائش۔ سنٹرل کی اشیائے نمائش اور عجائب گھر مدرسہ دیکھنے کے قابل تھے۔ سکاؤٹوں کے کرتب دیکھ کر حوصلہ افزا ہدایتوں سے فیض یاب فرمایا۔ وقت کی قلت سے ڈرامہ میں شامل نہ ہو سکے نہ ہی دیہاتی زمیندارہ ٹیموں کی رسہ کشی اور کبڈی کا ملاحظہ فرما سکے۔ روانگی پر سکاؤٹس نے پھول برسائے۔ حکیم عطا محمد خاں صاحب نے تین روپے شیرینی کے لئے عطا کئے۔ مولوی امام الدین صاحب ہیڈ ماسٹر کی عمدہ کارگذاری اور حسن انتظام سے افسران ممدوح بہت خورسند ہوئے۔ (خواجہ ضیا جالندھر)

لوئر مڈل سکول کوٹ حسن خاں ضلع گوجرانوالہ

۱۱ر جنوری۔ لوہڑی سے پہلے دن باشندگان کا اجتماع سکول کے وسیع میدان میں ہوا۔ سردار کاہن سنگھ صاحب صدر اٹنڈ نیس کمیٹی کی صدارت میں طلبائے سکول نے آتشبازی چلانا۔ پٹاخے چلانے کے نقصانات نظموں میں بیان کئے۔ منشی پنڈی داس کپور ہیڈ ماسٹر سکول نے بزبان پنجابی تیوہار لوہڑی کی غرض بیان کرتے ہوئے حاضرین پر واضح کیا کہ پٹاخوں اور آتشبازی سے فائدہ کی بجائے نقصان ہوتا ہے اور فضول خرچی مزید برآں ہے۔ حاضرین بہت متاثر ہوئے۔ منشی امر سنگھ نے لوگوں کی توجہ تعلیم کی طرف دلائی۔ (پنڈی داس کپور)

گورنمنٹ ہائی سکول جالندھر شہر

چیچک کی متعدی بیماری پنجاب کے کئی اضلاع میں پھیل چکی ہے۔ اور دوسرے مقامات میں اس کے پھیلنے کا خطرہ لاحق ہو رہا ہے۔ لاہور میں اس کے تباہ کن اثرات محتاج بیان نہیں۔ اغلب ہے کہ یہاں بھی یہ پہنچے۔ لہذا اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے حفظ ماتقدم کے طور سکول ہذا کے سکاؤٹ ٹروپ نے شہر میں اس موذی مرض کی روک تھام کے لئے پراپیگنڈا کا بیڑا اُٹھایا۔ چنانچہ چوہدری احمد خاں صاحب کی نگرانی میں ٹروپ بینڈ باجے کے ہمراہ سکول سے روانہ ہوا۔ ایمپرس گارڈن سے ہوتا ہوا اڈہ چھاؤنی سے ایک بازار میں داخل ہوا۔ اور چیچک کی روک تھام کے پنجابی شعر بلند آواز سے پڑھے۔ اور چوک متصل زنانہ گورنمنٹ ہائی سکول کے نزدیک ٹھہر کر سکاؤٹ ماسٹر صاحب نے حاضرین پر چیچک کے تباہ کن اثرات اور اس کے روک تھام کی تدابیر واضح کیں۔ حاضرین کی تعداد دو سو سے متجاوز تھی اور خاطر خواہ اثر ہوا۔ بازار شیخاں اور بھیروں بازار سے ہوتے ہوئے شہر کا چکر لگا کر بازار پنج پیر میں آئے جہاں سے چوک

ماڑے شاہ میں پہنچے۔ شبدا و نچی آواز سے گاتے رہے۔ تقریباً سولہ مختلف شاہراہوں پر سکاؤٹس نے لیکچر دیئے۔ دروازہ سیداں سے ہو کر پھگواڑہ دروازہ سے ریلوے روڈ کی راہ ریلوے سٹیشن پر پہنچے۔ تعداد یہاں ۵۰۰ سے زیادہ ہو گئی۔ بینڈ پارٹی نے اپنے کمال کو دکھایا چودھری صاحب نے آدھ گھنٹہ تقریر کی اور چیچک کی روک تھام کے متعلق مفصل ہدایات دیں۔ متعدد اصحاب نے ٹیکہ کے مرکز دریافت کئے۔ شام کو سکول میں واپس آئے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے بڑی کوشش سے جلوس کو کامیاب بنایا۔

(ضیا محی الدین خاں پٹرول لیڈر)

رامجس مڈل سکول چاوڑی بازار دہلی

(۱) ۱۴ جنوری کو پنڈت رام سروپ ہیڈ کلرک رامجس کالج کے لڑکے کا یگیوپویت سنسکار دھوم سے ہوا۔ کالج کے پروفیسر اور سکول کے اُستاد شامل ہوئے۔ رائے صاحب پنڈت من گوپال جی نے موثر تقریر کی جس میں رائے کدار ناتھ صاحب بانی کالج کا شکریہ ادا کیا۔ کالج کو گیارہ روپے دان دیا گیا۔

(۲) رامجس کالج آنند پربت کی آب و ہوا نہایت عمدہ ہے کسی قسم کی بیماری نہیں۔ طلبا کی صحت اچھی ہے۔ اس کالج پر مدت سے کنواں تیار ہو رہا تھا۔ جو اب مکمل ہو چکا ہے۔ پانی نہایت عمدہ اور بھوک بڑھانے والا ہے۔ بسنت پنچمی کا میلہ بدستور کالج میں منایا جائیگا۔

(۳) کالج سوسائٹی نے مرحوم پنڈت سرنداس ٹیچر کی لڑکی کی شادی کے موقع پر سوا سو روپے سے امداد کی۔ طلبا رامجس سکول نمبر ۲ نے ایک سو روپیہ جمع کر کے دیا۔

(چرنجی لال)

بی ڈی ہائی سکول انبالہ چھاؤنی

مرحوم پنڈت ٹھاکر داس صاحب بی ایس سی بی ٹی سیکنڈ ماسٹر کی جوانا مرگ اور قبل از وقت وفات حسرت آیات کا رونا کس قدر رویا جائے آپ سا قابل اور نہایت ہونہار آناً فاناً موت کی آغوش میں جا کر جہاں پسماندگان کے لئے ناقابل تلافی نقصان کا موجب ہوا وہاں سکول میں بھی اس طرح کی کمی کر دی کہ شائد ہی دور ہو سکے گی۔ مرحوم ۱۲ اگست ۱۸۹۵ء بھیرہ ضلع شاہ پور میں تولد ہوئے۔ آپکے والد پنڈت جھانگی رام صاحب اس علاقہ کے کامیاب ڈاکٹر تھے۔ ۱۹۱۵ء میں بی ایس سی کا امتحان مشن کالج لاہور سے پاس کر کے ۱۹۱۶ء میں سنٹرل ٹریننگ کالج سے بی ٹی کا امتحان پاس کیا اور سکول ہذا کے سائنس ماسٹر ہوئے۔ چند سال بعد ہی سیکنڈ ماسٹر ہوئے۔ اپنی گاڑھی محنت اور قابلیت کی وجہ سے آجکل دو سو روپیہ ماہوار مشاہرہ پا رہے تھے۔ ماہر مضمون اور مثالی اخلاق کی وجہ سے ایسے مشہور ہوئے کہ قابل زیارت مہاپُرش گنے گئے۔ آپ کے یونیورسٹی نتائج ہمیشہ شاندار رہے اور امتحان میٹریکولیشن کے عرصہ سے پریکٹیکل سائنس کے ممتحن تھے۔ آپ سنگ مثانہ کی مرض میں گرفتار تھے۔ نیو ہسپتال میں پتھری نکلوائی مگر نمونیا کا شکار ہو کر ۴ جنوری کو اڑتیس سال کی عمر میں خویش و اقارب اور رفقائے کار کو داغ مفارقت ابدی دے گئے۔ ع

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد۔ مرنا برحق ہے مگر بر وقت ہو تو حوصلہ شکن نہیں۔ مگر اُف کتنی صبر سوز۔ سوہان روح اور زہر گداز ہے سوء موت جو بے ہنگام ہو اور جس کے لئے کہیں کہ مرنے والا جوان مر گیا۔ ع ایں ماتم سخت است کہ گویند جواں مرد

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں (م۔س)

رہنمائے تعلیم اور اس کے کارکن پنڈت ٹھاکر داس صاحب کے پسماندگان سے اظہار افسوس کرتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

استفسار

(۱) کیا پرائیویٹ مدارس کے لئے بھی پچپن سالہ مدرسین کی علیحدگی گورنمنٹ اور بورڈ سکولز کی طرح ضروری اور لازمی ہے؟ اور عدم علیحدگی کی صورت میں اس کا سکول گرانٹ پر اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ یعنی ایسے مدرسین کی گرانٹ مل سکتی ہے یا نہیں؟

(۳) اگر محکمہ کی طرف سے کوئی سرکلر یا ریمارک جاری ہوا ہو تو کیا اس کا اطلاق پرائیویٹ مدارس پر بھی لازمی ہے کہ وہ اس کی ضروری تعمیل کریں یا منتظمان کی رائے پر منحصر ہے کہ وہ اپنے پُرانے اور کام کرنے والے مدرسین کو جن کی صحت اجازت دے علیحدہ نہ کریں۔ (ایک مدرس)

جواب - مستفسر صاحب مشن ہائی سکول ڈلوال کے سٹاف سے ہیں سُنا ہے راولپنڈی ڈویژن میں اس قسم کا سرکلر شائع ہوا بعض مدارس میں عمل درآمد بھی ہوا۔ سرکلر ہمارے پاس نہیں پہنچا۔ اس لئے رائے زنی محال ہے۔ آپ سرکلر ارسال کر سکیں تو روشنی ڈالی جا سکتی ہے۔ (ایڈیٹر)

ضلع فیروز پور میں نیا تعلیمی دور

ہر بوالہوس نے حُسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہلِ ہنر گئی

مندرجہ بالا شعر میں میرزا غالب نے بوالہوس مطلب پرستوں کی خود غرضانہ حسن پرستی کے طریق کار تبصرہ فرماتے ہوئے اہلِ ہنر کی ذلت و رسوائی کا تذکرہ کیا ہے یعنی خود غرض مطلب پرستوں کے تلخ تجربے کے بعد اہلِ عالم کی نگاہیں اہلِ ہنر و اہلِ خلوص کے سمجھنے میں دھوکا ہی نہیں کھاتیں بلکہ انکے خلوص کو مطلب پرستی پر مبنی کرکے نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگتی ہیں۔ چنانچہ فی زمانہ کسی انسان کے کارہائے نمایاں کو پبلک کے سامنے پیش کرنا اہلِ دُنیا کی نظروں میں کسی مطلب برآوری کی دلیل سمجھا جاتا ہے مگر اہلِ نظر جانتے ہیں کہ کوئی حساس طبیعت اہم واقعات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ کوئی وجہ نہیں کہ ایسے اشخاص جن کے سینوں میں حساس دل ہے وہ کسی ایسے بنی نوع انسان کو دیکھیں جس کو خدا نے خاص صفات سے متصف کرکے اپنی عام مخلوق سے متمیز کر دیا ہو بسا رہا دیکھا گیا ہے کہ کسی ایسی ہستی کے واقعاتِ زندگی و طرزِ عمل سے ملک اور قوم کو روشناس کرانا جس نے ملک اور قوم کی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا ہو بہت حد تک شمع ہدایت کا کام دیتا ہے۔ لہذا انہی وجوہات کی بنا پر آج میں دُنیائے تعلیم کے ایک ایسے درخشاں انجم کے متعلق جس کے پرتو سے قریباً پنجاب کی نصف تعلیمی دُنیا روشن ہو چکی ہے کچھ تحریر کرنا چاہتا ہوں۔ جن کو عرفِ عام میں **خان صدر الدین صاحب** کے نام نامی سے موسوم کیا جاتا ہے۔

آپ کے مولد کا فخر بستی دانشمنداں واقع ضلع جالندھر کو ہے۔ جب سے آپ نے تعلیمی دُنیا میں قدم رکھا ہے اس وقت سے آج تک آپ ہر طرح ہر شعبۂ تعلیم میں کامیاب ثابت ہوئے ہیں۔ چنانچہ ڈسٹرکٹ بورڈ جالندھر کی طرف سے جبکہ آپ وہاں ڈسٹرکٹ انسپکٹری کے عہدہ پر جلوہ فرما تھے اور اپنے چشمۂ فیض سے اس ضلع کے تعلیمی اداروں کی آبیاری کر رہے تھے۔ آپ کی حسن کارکردگی پر دو تین دفعہ مبارکباد کا ریزولیوشن پاس کرتے ہوئے آپ کی خدمات کو سراہا گیا۔ ضلع فیروزپور تعلیمی حالت میں جس قدر پیچھے ہے کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اگرچہ افسران پیشین بھی اپنی سرتوڑ کوششوں سے اس ضلع کی تعلیمی حالت کو دوسرے اضلاع کے ہم پلّہ بنانے کی سعی کرتے رہے ہیں مگر اس کی حالت ویسی بہتر نہ ہو سکی جیسا کہ چاہئے تھی۔ لہذا ضرورت ہوئی کہ اس ضلع کی تعلیمی باگ ڈور کسی ایسے تجربہ کار افسر کے سپرد کی جائے جو اپنے کام میں خاص ملکہ رکھتا ہو۔ چنانچہ افسران بالا کے حسن انتظام سے خان صاحب موصوف الصدر کو اس ضلع کی تعلیمی باگ ڈور سونپی گئی اب یقین کامل ہے کہ یہ ضلع تعلیمی حالت میں پنجاب کے باقی اضلاع سے ہرگز پیچھے نہیں رہیگا۔ کیونکہ آپکی تجربہ کاری۔ حسن لیاقت۔ ظاہرا ٹیپ ٹاپ اور تعصبات سے گریز اس بات کے بیّن ثبوت ہیں کہ اس ضلع کے تعلیمی ادارے بھی اسی طرح سے کامیاب ثابت ہونگے جس طرح کہ انہیں ہونا چاہئے تھا۔ آپ کے چند ایک معائنوں سے ہی یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ آپ تعلیمی کام کو ٹھوس صورت میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ نیز بقول کسے ع مزدور خوشدل کند کار بیش - آپ نے سب سے پہلے اس ضلع کے مدرسین کی شکایات کو دور کرنے کی سعیٔ بلیغ کی ہے۔ اور تنخواہیں جن کے متعلق لوکل باڈیز کے مدرسین کو عام شکایت رہتی ہے کہ وقت پر نہیں ملتیں۔ آپ کے عہد میں ٹھیک وقت پر مہینہ کی مقررہ تاریخ کو ملنی شروع ہو گئی ہیں۔ نیز آپ کی حق شناسی۔ انصاف اور سلوک جو مدرسین سے روا رکھتے ہیں مدرسین کو اس بات کی طرف مائل کرتے ہیں کہ وہ بہترین سے بہترین کام کرکے آپ کی نظروں میں وقعت حاصل کر سکیں۔ نیز آپ کی ہر دل عزیزی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ کی ذاتِ گرامی تعصبات کی دُنیا سے بالاتر ہے۔ آپ کے نزدیک اس زمانہ میں

بھی جبکہ ہر ایک فرد بشر فرقہ وارانہ رو میں بہا چلا جا رہا ہے ۔ ہندو مسلم کے تفریقی الفاظ مبہم سے ہیں ۔ اس کے علاوہ مختلف لوکل باڈیز کے مدرسین کو آئے دن جن تکالیف کا سامنا رہتا ہے ۔ آپ کی نرم طبیعت اس کی متحمل نہیں ہو سکتی ۔ چنانچہ آپ اس بات کے لئے سرگرم عمل ہیں کہ مدرسین کی تکالیف کا تدارک اس طریق سے کیا جائے کہ آئندہ انکے عود کر آنے کا خوف باقی نہ رہے ۔ چنانچہ میں ان فقرات کو خلوص کے ساتھ سپرد قلم کرتا ہوا خالق اکبر سے دست بدعا ہوں کہ خدا آپ کو اپنے ارادوں میں کامیابی دے اور آپ بفضل رب کریم لمحہ بہ لمحہ زینۂ ترقی پر گامزن رہیں ۔

المرقوم مہر سنگھ بی اے ہیڈ ماسٹر ایم بی مڈل سکول گنڈ ریعاد ضلع فیروزپور

آل انڈیا فیڈریشن آف ٹیچرس ایسوسی ایشن کا آٹھواں سالانہ اجلاس بمقام لاہور

اس نامی ایسوسی ایشن کا جو آٹھواں سالانہ اجلاس کرسمس ۱۹۳۲ء میں ملتوی ہوا تھا نہایت شان و شکوہ سے تعطیلات ایسٹر ۱۴ اپریل لغایت ۱۷ اپریل میں لاہور میں منعقد ہوگا ۔ استقبالیہ کمیٹی کے پریزیڈنٹ دیوان بہادر راجہ نریندر ناتھ صاحب ایم اے ریٹائرڈ کمشنر ایم ایل سی ہیں اور سالانہ اجلاس کے پریزیڈنٹ جناب ڈاکٹر ضیا الدین صاحب پروفیسر چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی منتخب ہوئے ہیں ۔ ایسے مقتدر اور مسلمہ قابلیت کے بزرگواروں کے زیر سایہ اجلاس کی رونق اور نمایاں کارگذاری کا اندازہ بغیر شمولیت کیونکر لگایا جا سکتا ہے ۔ توقع کی جاتی ہے کہ صوبہ بھر کے مدرسین کی نمائندگی کے لئے کثیر التعداد ڈیلیگیٹ و وزیٹر اصحاب شامل ہونگے ۔ ایسوسی ایشن کا اجلاس ہمارے صوبہ کے دارالخلافہ میں ہو اور ہم اس کی شمولیت سے محروم رہیں تو ضرور افسوس ہوگا ۔ تعطیلات بھی ہیں ۔ اساتذہ کی کثرت شامل ہو کر اپنے مستقبل کے سدھار کی کوشش کریں ۔

(سیکرٹری)

تئیسویں سکھ ایجوکیشنل کانفرنس اور کوی دربار

اس نامی کانفرنس کا ۲۳ واں سالانہ اجلاس بمقام پشاور ۱۴ لغایت ۱۶ اپریل ۱۹۳۳ء (بشمولیت ہر دو ایام) ہوگا ۔ آنریبل سر سردار جوگندر سنگھ صاحب وزیر زراعت پنجاب اس کے پریزیڈنٹ ہونگے ۔ سکھ قوم کے پریمیوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ حسب معمول نہایت شوق سے شمولیت کا فخر حاصل کریں ۔

اس کانفرنس کی شاندار کامیابی کے لئے اس کے متعلق سب سے زیادہ انعام دینے والا کوی دربار بھی منعقد ہوگا ۔ جو ۱۵ اپریل کو سنیچر کی رات کانفرنس کے پنڈال میں ہوگا ۔ کوی دربار کے لئے تیاریاں اور انتظامات نہایت زور شور سے شاندار کئے جا رہے ہیں انعامات بھی اتنے منظور کئے گئے ہیں کہ آج تک کسی دربار کے لئے نہ تھے ۔

ناظم اصحاب کی طبع آزمائی کے لئے ایک خاص انعامی مضمون "سِکھ [illegible]" رکھا گیا ہے اور دوسرا کھلا مضمون "پنجابی دی ترقی پنجاب دی ترقی ہے" علاوہ بریں دیگر اختیاری مضامین (وِدیا دے گُن ۔ اوگن اور سکھی صدق) ہیں ۔ خاص مضمون سِکھ کے لئے پہلا انعام ایک سو ایک روپیہ ۔ دوسرا انعام اکاون روپیہ تیسرا پچیس ۔ چوتھا پانچواں اور چھٹا تین انعام فی انعام دس روپیہ مستورات کے لئے ایک خاص انعام دس روپے کا ۔ کھلے مضمون کی نظم کے لئے ایک تمغہ اور دس روپے ۔ جملہ میزان دو سو ستائیس روپے ۔

مزید براں سنٹرل پنجابی سبھا کی طرف سے صرف پنجابی کے کھلے مضمون کے لئے سب سے اعلیٰ نظم کے لئے پچیس روپے

موجی اخبار کے کارکنان کی طرف سے تمام ناظموں (بہنوں اور بھائیوں) کو جن کی نظمیں خواہ مضمون پر ہوں اور کوی دربار میں پڑھی جائیں گی ۔ دو دو روپے کی کتاب "بلو شاہیاں یا چنن واڑی" میں سے جو پسند کریگا دی جائیگی ۔ غرض کوی ناظم (بہن یا بھائی) انعام سے خالی نہ رہیگا ۔ ان تمام انعامات کے علاوہ دیگر قدردانوں اور شائقینوں کی طرف سے کئی اور انعامات کی توقع ہے ۔

اس کوی دربار کے پردھان شریمان سردار بہادر بھائی صاحب بھائی کاہن سنگھ صاحب نابھہ والے مصنف مہان کوش ہونگے۔ دربار کے انچارج اور سٹیج سکرٹری شریمان سردار ایس ایس چرن سنگھ جی شہید گورمزپنجابی ٹکسال امرتسر اور جج اصحاب شریمان پروفیسر تیجا سنگھ صاحب ایم اے۔ شریمان ڈاکٹر موہن سنگھ صاحب ایم اے پی ایچ ڈی پروفیسر اورینٹل کالج لاہور اور شریمان لالہ دھنی رام صاحب چاترک چیف سکرٹری سنٹرل پنجابی سبھا ہونگے۔

شریمان بھائی صاحب ویرسنگھ صاحب (پنجابی آسمان کے آفتاب) اور آنریبل سرجوگیندر سنگھ صاحب پردھان کانفرنس اور کئی مسلمہ بزرگوار دربار میں جلوہ افروز ہونگے اور حاضرین کی دلچسپی کے لئے آپ کے کلام بھی سُنائے جائینگے۔

کوی دربار کا داخلہ بذریعہ ٹکٹ ہوگا۔ شرح ایک روپیہ۔ آٹھ آنے اور چار آنے۔

تمام ناظم بزرگواروں (بہنوں اور بھائیوں) کو اپنی اپنی محنت شاقہ سے تیار کردہ نظمیں ۵ر اپریل سے پہلے جنرل سکرٹری صاحب استقبالیہ کمیٹی سکھ ایجوکیشنل کانفرنس یا سردار ایس ایس چرن سنگھ صاحب شہید مالک موجی اخبار امرتسر کی خدمت میں ارسال کرنی چاہئیں۔ مقابلہ کی نظمیں تیس سطروں سے زائد نہ ہوں۔ تمام نظموں کے مقابلے کے بعد ۱۰ر اپریل تک جن ناظم اصحاب کو اطلاع دی جائیگی۔ وہ از راہ مہربانی پشاور دربار میں شریک ہوں۔ انہیں آمدورفت کا کرایہ استقبالیہ کمیٹی کی طرف سے دیا جائیگا۔ اور رہائش و خورش کا انتظام بھی معقول پیمانے پر کیا جائیگا۔

حضرات! سوال صرف انعامات کا نہیں بلکہ سرحد میں پنجابی کے مورچے کو فتح کرنا ہے۔ اپنے دلکش اور متاثر کلام سے پنجابی کی شان کو چار چاند لگائیں۔

• ہر ایک پریمی بہن اور بھائی سے امید واثق ہے کہ اس عظیم الشان تعلیمی کانفرنس اور اس کے متعلقہ عدیم المثال کوی دربار کی شمولیت سے مفتخر ہوں اور ہم خرما و ہم ثواب کا موجب ہوں۔ (سیکرٹری)

اعلان رہنمائے تعلیم کے دلی کرمفرما مصور فطرت مسٹر پریم چند صاحب پریم سپاٹو ضلع شملہ سے اپنے رسالہ کی بہتری کے لئے خاص عنایت کا اظہار فرماتے ہیں یعنی

(۱) رہنمائے تعلیم کے پچیس نئے خریداروں میں سے ہر ایک کو اپنی تازہ تصنیف "اشک" کی ایک ایک جلد مفت نذر کرتے ہیں۔ کتاب کا حجم ۹۲ صفحے اور قیمت فی جلد ۱۲ر ہے۔

(۲) گلدستہ اطفال کے پچیس نئے خریداروں میں سے ہر ایک کو ایک ایک جلد رموز شاعری

(۳) ماہ اپریل اور مئی و جون ۱۹۳۳ء میں ان پیارے رہنمائے تعلیم کے سب سے زیادہ نئے خریدار بنانے والے اصحاب کو امرتسری بہن۔ اشک اور مسٹریز آف نیویارک کی ایک ایک جلد۔ درجہ دوم پر رہنے والے بزرگوار کو امرتسری بہن اور مسٹریز آف نیویارک کی ایک ایک جلد اور درجہ سوم کے مہربان کو مسٹریز آف نیویارک کی ایک جلد پیش کرتے ہیں۔

(۴) اسی طرح اس سہ ماہی (مارچ تا مئی) میں گلدستہ اطفال کے زیادہ خریدار بنانے والے کرمفرما کو ایک جلد اشک اور درجہ دوم پر رہنے والے کو ایک جلد ہمارے بزرگوں کی پیاری باتیں نذر کرتے ہیں۔

ہم اپنے مہربان بھائی صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور قارئین کرام سے مستدعی ہیں کہ انکی فیاضی اور دریا دلی سے متمتع ہوں۔ رہنمائے تعلیم ایسے وسیع اور عالی پایہ رسالہ کے لئے کسی انعام کی چاٹ دینا مناسب نہیں مگر یہ پریم صاحب کا دلی پریم ہے جس کے لئے رہنمائے تعلیم انکا دل سے شکر گذار ہے۔ **نوٹ**۔ انعامی کتب دفتر رسالہ رہنمائے تعلیم میں پہنچ چکی ہیں۔ (سچدیوا)

گورنمنٹ ہائی سکول شرقپور } اس سکول کی سرگرمیوں کا اندازہ مفصلہ ذیل کارروائیوں سے کیا جا سکتا ہے جو اس کے نامی ہیڈ ماسٹر صاحب سردار ہزارا سنگھ صاحب بی اے ایس اور انکے قابل سٹاف کے باہمی تعاون اور کارگذاری کے صحیح جذبہ سے متاثر ہو کر بر سر کار آرہی ہیں۔

(۱) ۲ر فروری کو سکول یونین کے زیر اہتمام چوہدری محمد سعید صاحب ایم اے بی ٹی نے سردار صاحب کی صدارت میں قدیم دہلی اور آگرہ کے متعلق میجک لینٹرن لیکچر دیا۔ لیکچر کے آغاز سے پہلے نقشہ ہندوستان سے تیمور کا حملہ (۱۳۹۸ء) بابر کی آمد (۱۵۲۵ء) سے بہادر شاہ ظفر (۱۸۵۷ء) کی گرفتاری تک سلطنت مغلیہ کے عروج و زوال سے حاضرین کو پورے طور پر آگاہ کیا۔ بعد ازاں بذریعہ تصاویر دکھایا کہ اپنے عروج میں شاہان مغلیہ نے کس قدر شاندار عمارات تیار کرائیں جن میں سے کئی اب تک اس زمانہ کے فن تعمیر اور انجنیری کی یاد کو تازہ کر رہی ہیں۔ یہ تصاویر کشمیری دروازہ۔ جامع مسجد۔ موتی مسجد۔ لال قلعہ۔ مجسمہ جنرل نکلسن اور بغاوت کی یادگاری مینار پر مشتمل تھیں اور اپنے متعلقہ واقعات کی یاد کو تازہ کرا رہی تھیں۔ مقبرہ ہمایوں قطب مینار۔ اشوک کی لاٹھ اور روضۂ تاج محل کی تصاویر نے ناظرین کو فن آرٹ اور شاہان قدیم کی شان و شوکت کی وضاحت سے بے حد متاثر کیا جس کے بعد فتح پور سیکری اور سکندرہ کی سیر کرائی گئی۔ اور اس جگہ کے قابل دید مقامات کی مفید اور ضروری باتوں سے سامعین کی معلومات میں معتدبہ اضافہ کیا گیا۔ آگرہ کے محرم کا نظارہ اور شیعہ برادری کا جوش و خروش کم متاثر کن نہ تھا۔

(۲) ۱۶ر فروری کو سردار ہزارہ سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر نے بذات خود میجک لینٹرن لیکچر دیا جس کا موضوع "لاہور" تھا۔ تصاویر سے لاہور شہر کی آبادی اور اموات کا تناسب دکھا کر ایک سال سے کم عمر بچوں کی رحلت کی وجوہات پر بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ خاص لاہور کی قابل دید عمارات اور اشیا کی تصاویر سے مقبرہ جہانگیر۔ حضوری باغ اور زمزمہ کی تصاویر پر تاریخی گفتگوؤں کا دریا لہریں مارنے لگا۔ ایک ہندوستانی سادھو کی تصویر دکھا کر گداگری کی خرابیاں جتلائیں اور دوسرے ممالک میں ان کے لئے جو انتظامات کئے گئے ہیں بتائے۔ جنرل پوسٹ آفس۔ گرجا گھر۔ گورنمنٹ کالج ریلوے سٹیشن اور ہائی کورٹ کی تصاویر موجودہ فن انجنیری کا نمونہ پیش کرتی تھیں اور ساتھ ہی گورنمنٹ کے مختلف محاکم اور انکے مناسب موضوع پر روشنی ڈالی گئی۔

(۳) ۲۸ر فروری۔ پنڈت ہنس راج صاحب ایم اے بی ٹی کا لیکچر ہوا۔ جس کا موضوع "لنڈن کا چڑیا گھر" تھا۔ حیوانات کی ذیل میں ہاتھی۔ شیر۔ قطبی ریچھ اونٹ اور دوسرے بڑے بڑے جنگلی جانوروں کے متعلق مفید گفتگو کے مواقع بہم پہنچائے۔ اونٹ کا ریگستانوں میں کارآمد ہونا۔ اس کی دو بڑی قسمیں اور دیگر متعلقہ باتوں پر روشنی ڈالی گئی۔ ان حیوانات کے متعلق دلچسپ جغرافیائی حقائق بھی دلکش طریق سے بیان ہوئے۔ مختلف قسم کے بندروں کی تصویریں دکھا کر ان کی عادات کے متعلق دلچسپ اور سبق آموز باتیں بیان ہوئیں۔

پرندوں کی ذیل میں مختلف قسم کے پرندوں کی نسبت مفید باتیں بتائی گئیں۔

(۴) ۱۱ اور ۱۲ر مارچ کو پھر ہیڈ ماسٹر صاحب نے دو لیکچر دیئے جن کا موضوع لنڈن (امپیریل سٹی) تھا۔ پہلے دن ۲۷ تصاویر دکھائی گئیں۔ لنڈن کے رقبے اور آبادی کا کلکتہ۔ بمبئی۔ مدراس۔ دہلی۔ رنگون اور کراچی کے رقبے اور آبادی سے انفرادی طور پر مقابلہ کیا گیا خوبصورت تصاویر نے شہر کے رقبے اور آبادی کی کثرت کا تصور دلانے میں خوب مدد کی۔ ٹاور برج۔ لنڈن برج۔ واٹرلو برج اور اسی قسم کی تصاویر نے بار برداری کی کیفیت کا نقشہ خوب کھینچا۔ پارلیمنٹ کی عمارات ویسٹ منسٹر ایبے شہنشاہ سلامت کا پارلیمنٹ کی افتتاحی رسم ادا کرنا شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم مرحوم کی تخت نشینی اور دیگر نظاروں کی تصاویر پر مشتمل تھیں۔

دوسرے دن ۳۲ تصاویر سے دار الامرا کا اندرونی حصہ۔ دار العوام دوران بحث میں کابینہ وزارت خزانہ۔ دفتر بحری دفتر وزارت امور خارجہ ایوان عدالت کی تصاویر سے گورنمنٹ کے انتظامی معاملات حاضرین کو سمجھائے۔ قصر سینٹ جیمز قصر بکنگھم اور ہامکین شاہی کی تصاویر قیصریت کی شان کا مظہر تھیں۔ سینٹ جیمز پارک چڑیا گھر قصر بلورین نے ظاہر کیا کہ عوام کو باغات اور عمارات سے مستفید ہونے کے لئے کیا کیا آسانیاں بہم پہنچائی ہیں۔ ویسٹ منسٹر ایبے میں گوشۂ شعرا مقبرہ نیلسن۔ ٹریفالگر چوک کی تصاویر سے بتایا گیا کہ انگلستان کس طرح اپنے قابل آدمیوں کی قدر کرتا ہے۔ انگلینڈ بنک کی تجارتی مصروفیت اور کاروباری انہماک ذہن نشین کرایا۔ اساتذہ اور تلامذہ کے علاوہ شہر کے متعدد آدمی بھی موجود تھے اور دونوں لیکچروں کو بہت پسند کیا۔

(سید محمد صدیق ایم اے)

(۵) ڈویژنل انسپکٹر صاحب لاہور ڈویژن کے سالانہ معائنہ کے منتخب ریمارکس کا ترجمہ۔ "حاضری بہت اچھی ہے۔ موجودہ ہیڈ ماسٹر صاحب جب سے تبدیل ہو کر یہاں آئے ہیں ان مشکلات کا جو ان کی سد راہ ہوتی رہیں۔ باقاعدگی سے مقابلہ کرتے رہے ہیں۔

وقتاً فوقتاً ہیڈ ماسٹر صاحب امتحان بھی لیتے رہے ہیں اور کمزور لڑکے متعلقہ مدرسین کے نوٹس میں لاتے رہے ہیں۔ سکول کا باغیچہ متواتر ترقی کر رہا ہے۔ حالانکہ بچے وہی کلاس کے ٹوٹ جانے سے ایسے وسیع باغیچہ کی غور پرداخت سخت مشکل تھی۔ یہ امر قابل تعریف ہے کہ اس باغیچہ کے نگران خود طلباء سکول ہیں۔ فارم کے کام میں امتیازی ترقی کا بڑا سبب یہ ہے کہ اسے کم و بیش کاروباری لائن پر چلایا جا رہا ہے۔ اور کام جیسا ہونا چاہئے ویسا ہو رہا ہے۔

امسال سکول میں فوٹو گرافی بطور تفریح و شغل جاری کی گئی ہے۔ اور لڑکوں کی خاص تعداد اس میں دلچسپی لے رہی ہے۔

میں اس سکول کے معائنہ پر یہ معلوم کر کے بے انتہا خوش ہوا کہ سٹاف ہیڈ ماسٹر صاحب سے پورا پورا تعاون کر رہا ہے۔ اور ہر ایک ٹیچر برضا و رغبت کام میں منہمک نظر آتا تھا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اپنے رفقا میں اپنی مخصوص قوت سے عمل اور احساس فرائض پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اور میں بلا شک و شبہ کہنے کو تیار ہوں کہ ان کے قابل ہاتھوں میں سکول بہت کچھ ترقی کریگا۔"

(سید محمد صدیق ایم اے)

سناتن دھرم ہائی سکول لاہور سالانہ معائنہ رائے بہادر مسٹر من موہن ڈویژنل انسپکٹر مدارس لاہور نے اپنے سٹاف کے ہمراہ ۲۵ جنوری کو فرمایا۔ سکول لاگ بک میں مفصلہ ذیل ریمارکس درج فرمائے۔

اضافہ۔ دوران سال میں فقط بڑے سکول میں ۶۹۳ طلبا کا اضافہ ہوا۔ چھ نئے کمرے بنوائے گئے اور سکول نے سو کنال زمین کا وسیع میدان طلبا کی کھیل کود کے لئے خرید کیا۔ **سالانہ مرمت** باقاعدہ اور عمدہ ہوتی ہے۔ **سامان مدرسہ۔** موجودہ ضروریات کے لئے کافی و وافی ہے۔ **سکول سٹاف** قابل اور ضروریات کے لئے کافی ہے۔ **نتائج سکول** عرصہ چھ سال سے سکول نہایت شاندار نتائج دکھا رہا ہے۔ سال گذشتہ امتحان انٹرنس کا ریزلٹ ۱۲۲/۱۵۲ تھا ۲۱ طلبا فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوئے۔ دو نے وظائف حاصل کئے۔ امتحان ورنیکلر فائنل کا نتیجہ سو فیصدی تھا۔ ان نتائج سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت بندی نہایت دانشمندانہ اور منصفانہ طریق سے ہوتی ہے۔ **تعلیم جسمانی** انتظام نہایت اعلےٰ ہے۔ سکول کا ایک عمدہ سکاؤٹ ٹروپ اور اعلےٰ بینڈ ہے۔ ہاکی والی بال فٹ بال اور باسکٹ بال کی کھیلیں باقاعدہ کھیلی جاتی ہیں۔

انجمنیں۔ سکول کے استادوں کی انجمن اور مضمون وار علیحدہ انجمنیں ہیں۔ انکے علیحدہ اجلاس ہوتے ہیں۔ **نظم و نسق مدرسہ۔** اتنا بڑا سکول ہونے کے باوجود سکول کا انتظام نہایت اعلےٰ اور باعث فخر ہے۔ **کلبیں** طلبا کی ہائی کلب فوٹو گرافک کلب اور

اولڈ بوائے کلبیں باقاعدہ کام کرتی ہیں۔ **غریب فنڈ**۔ غریب طلبا کی امداد کے لئے یہ فنڈ قائم ہے۔ **لیکچرز**۔ وقتاً فوقتاً باہر سے لیکچرار منگا کر لیکچر کرائے جاتے ہیں۔ **سیریں**۔ تواریخی اور جغرافیائی مقامات کی سیر کے لئے اکثر طلبا کو لے جایا جاتا ہے۔ **نیا تجربہ**۔ طلبا کو اپنے ہاتھوں اپنے کام سرانجام دینے کی ٹریننگ اور انکو عمدہ شہری بنانے کا نیا تجربہ کیا جا رہا ہے۔ طلبا کے فنڈز کا انتظام کرنے کے لئے۔ سکول کے دکاندار کے کام کی دیکھ بھال اور دیگر انتظامات کے لئے طلبا کی کمیٹیاں قائم ہیں۔ ہر کمیٹی ایک تجربہ کار اُستاد کی زیر نگرانی کام کرتی ہے۔ **تھرفٹ سوسائٹی** ٹیچرس تھرفٹ سوسائٹی قائم ہے۔ **رسالہ سکالر** سکول کا اپنا رسالہ "سکالر" نامی جاری ہے۔ **تعلیمی معیار** اپنے بڑے سکول کے لاتعداد سیکشنوں کا تعلیمی معائنہ کرنا قدرتاً ناممکن تھا۔ اس لئے ہمیں صرف انتخابی امتحان پر اکتفا کرنا پڑا۔ اور ہم نے تعلیمی معیار کو بلند پایا۔

ایک مشورہ اگر اسے دخل بیجا اور تجویز بے محل نہ سمجھا جائے تو میرے خیال میں سکول مینجنگ کمیٹی کو سوچنا چاہئے کہ جہاں تک طلبا کی تعداد کا تعلق ہے ان کا مدعا پورا نہیں ہو چکا؟

ایک ایسے سکول میں جہاں کثیر التعداد طلبا زیر تعلیم ہوں ایک غیر معمولی فرشتہ طاقت انسان ہی اسکا نظم و نسق درست رکھ سکتا ہے۔ (دینا ناتھ کوہلی)

ڈی اے وی ہائی سکول پٹی ضلع لاہور نقل ریمارکس سالانہ معائنہ۔ سکول نہایت ستھرا اور صحن کشادہ ہے۔ سٹاف کافی اور لائق ہے۔ بورڈنگ ہوس کے طلباء کی پڑھائی دیکھ بھال کا انتظام بہت اچھا ہے۔ میں جماعت اول کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ ٹیچر انچارج نئے اور دلچسپ طریقوں سے تعلیم دیتا ہے۔ اس کی رائے ہے کہ اس طریقہ سے مجھے خاطر خواہ کامیابی ہوئی ہے۔ میں والی میگزین کو دیکھ کر بہت خوش ہوا جو مہینہ میں دو بار نکلتا ہے۔ یہ ایک علمی لیاقت بڑھانے اور تعلیمی شوق پیدا کرنے کا اچھا ذریعہ ہے۔ مجھے دستکاری کی جماعتوں کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے جس میں طلبا کو صابون سازی۔ فوٹوگرافی جلد سازی اور لفافے بنانے کا کام سکھلایا جاتا ہے۔ جس سے پچاس طلبا مستفید ہو رہے ہیں۔ اس خیال سے کہ انگریزی تلفظ اچھا رہے۔ لالہ رام نرائن صاحب سروانہ بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر سکول ہر ایک جماعت کو چند گھنٹے خود انگریزی پڑھاتے ہیں۔ یہ طریقہ درست اور قابل تعریف ہے۔

مجھے اس سکول کو دیکھ کر اور ہیڈ ماسٹر صاحب و ممبران کمیٹی سکول کو مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔

(سیکرٹری ٹیچرز ایسوسی ایشن) دستخط انگریزی رائے بہادر مسٹر من موہن ایم اے انسپکٹر مارس ڈویژن لاہور

استفسار (۱) مہربانی فرما کر کوئی صاحب یہ بتا سکتے ہیں کہ کوئی اُمیدوار ایس وی۔ ایس اے وی یا پی ٹی کا پرائیویٹ امتحان دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر دے سکتا ہے تو کن کن صورتوں میں؟

(۲) ایس وی اور جے وی کے پنجاب بھر کے ڈسٹرکٹ بورڈوں کے گریڈ کیا کیا ہیں۔

سید عطا حسین فرحت سپیشل ایس وی ہیڈ اورنیٹل ٹیچر مڈل سکول کلیان پور ضلع جالندھر

(۳) مجھے جناب منشی بلدیو سہائے صاحب صحرائی لہروری اور جناب سرور آنجہانی کے دیگر شاگردوں کے پتے درکار ہیں واقف کار اصحاب براہ راست ایس بابو لعل ویر سپاٹو ضلع شملہ کو اطلاع دیں۔

ریفارمیٹری بورڈیوالہ ضلع ملتان بموجب سرکلر جناب کمشنر صاحب بہادر ملتان دیہات سدھار کو عملی جامہ پہنایا گیا۔ چک نمبر ۴۶۹ ۔ چک نمبر ۴۶۳ میں طلباء

اور عملہ سکول نے لوگوں کو گیت اور لیکچروں سے کھاد ۔ چیچک ۔ تعلیم اور مقدمہ بازی کے موضوع پر سمجھایا جس میں اہل چکوک نے دلچسپی سے حصّہ لیا اور کئی آدمیوں نے پیروی کا وعدہ کیا ۔ ماہ جنوری میں صاحب بہادر نے سکول کا ملاحظہ فرمایا ۔ یہ سکول ۵ ستمبر سنہ ۱۹۳۰ء سے جاری ہوا اور روز اجرائے سے ترقی کر رہا ہے ۔ اس سال پانچ اُمیدوار جماعت چہارم کے سنٹر امتحان میں شامل ہوئے اور سب باتعریف کامیاب ہوئے ۔ (پرمانند ودیارتھی)

ورنیکلر مڈل سکول جوالی تحصیل نورپور ضلع کانگڑہ

۲۴ جنوری کی شام کو پنڈت مرلی دھر صاحب موڈگل ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے اے ڈی آئی صاحب علاقہ اور پی ٹی صاحب کے ہمراہ سالانہ معائنہ کیا ۔ اسی شام کو طلبا سکول بھیشم پرتگیا نامی ڈرامہ کیا ۔ پنڈت صاحب نے فرمایا کہ ڈرامہ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے ہیں ۔ یہ نہ صرف اخلاق کو بہتر بنانے والا ہے بلکہ تقریر کرنے اور زباندانی کو بہتر بنانے کا ذریعہ ہے ۔ دوسرے دن بعد معائنہ جلسہ تقسیم انعامات میں پرار تھنا کے بعد جماعت چہارم کے طلبا نے حقہ نوشی کے مضر اثرات بیان کئے ۔ نظم خوانی ہوئی ۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے سالانہ رپورٹ پڑھی ۔ ترقی تعداد حاضری اور دیگر تحاریک کا ذکر خیر کیا ۔ پندرہ روپے کے انعامات ڈاکٹر کشمیری لال صاحب لالہ فقیر چند صاحب پٹواری اور ٹھاکر موہر سنگھ صاحب ذیلدار نے پیش کئے اور ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب نے مستحقین کو عطا کئے ۔ بعد میں آپ نے فرمایا کہ سکول کی چوطرفہ نشو ونما دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے ۔ سکول کنور دینا ناتھ صاحب ہیڈ ماسٹر کی سعی بلیغ سے ہر پہلو میں ترقی کر رہا ہے اور میری التجا ہے کہ سکول اس طرح ترقی کرتا رہے ۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کی دلچسپی سے ایسا ہونے کی توقع بھی ہے ۔ میں مخیر اصحاب کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے اپنی گرہ سے انعامات بہم پہنچائے ۔ آپ نے رائے دی کہ دیش کا سدھار سکاؤٹنگ اور جونیر ریڈ کراس سوسائٹی ایسی مفید تحریکات کے ذریعے ہوگا ۔ اور وہ دن دُور نہیں کہ یہی بچے جن کے الٹے سیدھے راگ لوگوں کو تمسخر اُڑانے کا موقعہ دیتے ہیں ۔ ایک غیر معمولی انسان بن کر عمدہ شہری کی حیثیت میں اپنی زندگی بسر کرینگے ۔ پبلک نے دس روپے شیرینی کے لئے پیش کئے جن کی شیرینی تقسیم ہوئی ۔ (ماسٹر غلام محمدؐ)

انجمن معلمین سنٹر دھول کوٹ حلقہ ثرقی تحصیل لدھیانہ

منشی رامجیداس ہیڈ ماسٹر چھپار کی صدارت میں سیکرٹری صاحب نے گذشتہ کارروائی پڑھی ۔ منشی کلونت سنگھ نے جماعت اوّل کو گورمکھی حروف مٹا اور ستا لکھنے کا طرز سکھایا سنٹر کے مدارس کی جماعت چہارم کا مقابلہ ہوا ۔ احکامات صدر پڑھے گئے ۔ منشی سوماناتھ ایس وی کی مشکلات کو حل کیا گیا منشی عمرالدین نائب مدرس نے سردار جوگندر سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس اور سردار سادھو سنگھ صاحب اے ڈی آئی علاقہ کی تعلیمی دلچسپیوں اور نئے سال کی ترقیوں کی عطائیگی پر شکریہ کا ریزولیوشن پیش کیا جو حاضرین نے اپنی تائید اور تائید مزید سے پاس کیا ۔ (گردھاری لال)

مڈل سکول نونہ مزرعہ ضلع رہتک

صاحب ڈویژنل انسپکٹر مدارس انبالہ ڈویژن بہمراہی صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس و اے ڈی آئی صاحب علاقہ رونق بخش ہوئے ۔ حاضری طلبا اوسط حاضری اور تعلیمی حالت سے نہایت خوش ہوئے ۔ تاریخ کے متعلق ٹائم چارٹ ۔ گرامر کا شجرہ نسب دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے اور لاگ بک میں تحریر فرمایا کہ "میں اس مدرسہ کو دیکھ کر نہایت خوش ہوا ۔ واقعی مدرسہ نمونے کا ہے اور ہر پہلو سے ترقی کر رہا ہے ۔ عملہ کافی محنت کرنے والا اور بالیاقت معلوم دیتا ہے" ۔ (رام شرن)

گورنمنٹ گزٹ

(۱) ایم عبدالعزیز صاحب کلرک دفتر صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر شملہ ۷۵-۵-۱۰۰ کے گریڈ میں مستقل ہوئے۔

(۲) ایم جان محمد صاحب کلرک کوئین میری کالج لاہور ۴۰-۲-۸۰-۲-۹۰ کے گریڈ سے ۷۵-۵-۱۰۰-۵-۱۲۵ کے گریڈ میں ترقی یاب ہو کر صاحب ڈویژنل انسپکٹر ملتان کے دفتر میں سینیر کلرک مقرر ہوئے۔

(۳) شریمتی رکمن دیوی صاحبہ ورنیکلر ٹیچر گورنمنٹ ہندو ودھوا نورمل اینڈ انڈسٹریل سکول لاہور ۵۵-۳-۷۰ کے گریڈ میں ترقی پاکر اسی سکول کے بورڈنگ ہوس کی سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئیں۔

(۴) ایم محمد عبد الباری صاحب ایم اے بی ٹی ٹیچر ڈیمونٹ مارنیسی کالج شاہ پور ۲۰۰-۱۰-۲۵۰ کے گریڈ میں مستقل طور پر مقرر ہوئے۔

(۵) چوہدری دیوان سنگھ صاحب چیمہ بی اے بی ٹی اے ڈی آئی سکولز اٹک ۸۰-۴-۱۰۰ کے گریڈ میں مستقل اے ڈی آئی مقرر ہوئے۔

(۶) ایم محمد بشیر صاحب بی اے ایس اے وی سینیر انگلش ماسٹر ہائی سکول گورداسپور ۸۰-۴-۱۰۰ کے گریڈ میں مستقل ہوئے۔

(۷) ایم محمد اقبال صاحب بی اے ایس اے وی سینیر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول جہلم حال اے ڈی آئی سکولز میانوالی ۸۰-۴-۱۰۰ کے گریڈ میں مستقل ہوئے۔

(۸) ایم دین محمد صاحب تافری بی اے ایس اے وی گورنمنٹ ہائی سکول ظفروال ۸۰-۴-۱۰۰ کے گریڈ میں مستقل ہوئے۔

(۹) لالہ چونی لال صاحب بی ایس سی ایس اے وی گورنمنٹ ہائی سکول لیہ ۸۰-۴-۱۰۰ کے گریڈ میں مستقل ہوئے۔

(۱۰) چوہدری عزیز حسن صاحب ایف اے جے اے وی گورنمنٹ ہائی سکول پاک پٹن ۵۵-۳-۷۰ کے گریڈ میں مستقل ہوئے۔

(۱۱) چوہدری محمد اکرم صاحب بی اے جے اے وی گورنمنٹ ہائی سکول پاک پٹن ۵۵-۳-۷۰ کے گریڈ میں مستقل ہوئے۔

(۱۲) ایم دلدار علی صاحب بی اے ایس اے وی گورنمنٹ ہائی سکول منٹگمری ۵۵-۳-۷۰ کے گریڈ میں مستقل ہوئے۔

(۱۳) ایم غلام رسول صاحب ایف اے جے اے وی گورنمنٹ ہائی سکول [illegible]

(۱۴) لالہ صاحب رام صاحب بی اے ایس اے وی ہائی سکول جالندھر ۵۵-۳-۷۰ کے گریڈ میں مستقل ہوئے۔

(۱۵) مسز پنڈت مول چند گگوانی اسسٹنٹ انسپکٹرس اپنے موجودہ گریڈ سے ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ کے گریڈ میں گورنمنٹ گرلز ہائی سکول انبالہ اپنی تنخواہ پر اسسٹنٹ مسٹرس مقرر ہوئیں۔

(۱۶) قاضی محمد اسماعیل صاحب اورینٹل ٹیچر نورمل سکول گکھڑ گورنمنٹ ہائی سیالکوٹ میں بحیثیت ایڈیشنل اورینٹل ٹیچر تبدیل ہوئے اور بخشی ہردیال صاحب چھیپ نورمل سکول گکھڑ میں تبدیل ہوئے۔

(۱۷) پنڈت سکھدیو صاحب انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول پنڈی بھٹیاں سے گورنمنٹ ہائی سکول اجنالہ میں تبدیل ہوئے۔ اور لالہ شنکر داس صاحب انگلش ماسٹر انکی جگہ پنڈی بھٹیاں تبدیل ہوئے۔

(۱۸) شیخ عبد الحمید صاحب لیکچرر گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج شاہ پور مسٹر کمند لال کی بجائے گورنمنٹ کالج لاہور میں ۲۳ ستمبر ۱۹۲۹ء سے ۲۰۰-۱۰-۲۵۰ کے گریڈ سے پی ای ایس کے معمولی ٹائم سکیل ۲۵۰-۲۵-۵۰۰-۲۵-۶۰۰ میں ترقی یاب ہوئے۔

(۱۹) مس ایل۔ ایف سرکار بی اے بی ٹی انسپکٹرس مدارس حلقہ مغربی۔ لائلپور۔ مس ای ایام سٹ کی جگہ جو سبکدوش ہوگئی ہیں بتاریخ استعفا سے لیڈی میکلیگن ہائی اور نارمل سکول کی پرنسپل مقرر ہوئی ہیں۔

(۲۰) مسز سی۔ ایچ او گرام انسپکٹرس مدارس حلقہ وسطی لاہور۔ مس ایل۔ ایف سرکار تبدیل شدہ کی جگہ تاریخ استفادہ سے لائلپور کے مغربی حلقے کی انسپکٹرس مدارس مقرر ہوئی ہیں۔

(۲۱) شیخ محمد شریف صاحب بی اے پی ای ایس (درجہ اول) ڈپٹی انسپکٹر مدارس جالندھر حکومت پنجاب (وزارت تعلیم) کی یادداشت نمبر ۲۵-۵۔ آر۔ مورخہ ۱۱ جنوری ۱۹۳۳ء کی رو سے پیدا کردہ نئی عارضی اسامی پر ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۲ء سے مجلس تحقیقات پنجاب یونیورسٹی کے نائب معتمد مقرر ہوئے تھے۔ حکومت پنجاب (وزارت تعلیم) کی یادداشت نمبر ۱۷۲۴۴-۱ ای مورخہ ۵ نومبر ۱۹۳۲ء منسوخ کردی گئی ہے۔

(۲۲) مسز ہیمراج صاحبہ بی اے ہیڈ مسٹرس زنانہ گورنمنٹ اینگلو ورنیکلر [illegible]

ریویوز

تذکرہ بہارِ سخن اس سے پیشتر رسالہ ہذا میں یہ اعلان کیا گیا تھا۔ کہ خواجہ عشرت لکھنوی کے مرتب کردہ تذکرہ ہندو شعرا کے بعد ایک اور تذکرۂ ہندو شعرا جسے نقش ثانی کہنا چاہئے ۔زیر طبع ہے۔ اور اسے بابو شیام سندر لال صاحب برق بی اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ سیتاپور (اودھ) مرتب فرما رہے ہیں۔ مقام مسرت ہے کہ یہ جامع تذکرہ عرصۂ وجود میں آکر اشاعت پذیر ہو گیا ہے۔ اس کا سائز ۲۰×۲۶/۸ ہے۔ ۴۰۸ صفحوں پر ختم ہوا ہے۔ اس میں پانچ سو سے زیادہ ہندو شعرائے ماضی و حال کا ذکر خیر ہے۔ قیمت فی جلد دو روپے محصول ڈاک کے علاوہ ہے۔

دُنیائے ادب اور اُردو زبان جناب برق صاحب کی اس اولوالعزمی اور محنتِ شاقہ کے لئے ہمیشہ سپاس گزار اور مرہونِ منت رہے گی۔ انہوں نے اس پیرانہ سالی میں یہ گراں قدر و گراں ار خدمت گوارا کی۔ اسی دوران میں انہیں ضعفِ بصارت نے مجبور بلکہ معذور کر دیا۔ مگر با ایں ہمہ اس دشوار گزار منزل کو کامیابی سے طے کیا ہے۔ اور ایک ضخیم تذکرہ مرتب کر کے قدر شناسانِ سخن کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اگرچہ تذکرہ مرتب کرنے کی تجویز پر انہیں یہ کہا گیا تھا۔ کہ خواجہ صاحب نے تذکرہ ہندو شعرا کی صرف ۲۵۰ جلدیں چھپوائی ہیں اور وہ اس قلیل مقدار کے فروخت نہ ہونے کے شاکی پائے جاتے ہیں۔ اس کساد بازاری اور جمود کے عالم میں آپ کس توقع پر تذکرہ کی ترتیب و تدوین کا عزم بالجزم کئے ہوئے ہیں؟ باوجود اس اظہارِ حقیقت کے جو نہایت حوصلہ شکن تھا۔ انہوں نے اپنی سرگرم کوشش کو معرضِ التوا میں ڈالنا منظور نہ کیا۔ شعرا کے حالات اور کلام جمع کرنے کے لئے جن مشکلات و موانع سے سابقہ پڑتا ہے۔ اسے کچھ وہی شخص جان سکتا ہے جس نے یہ ہفت خواں عبور کیا ہو۔ بعض شعرائے لا اُبالی طبع تین تین چار چار خطوط لکھے جانے پر بھی جواب دینے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ بعض عالم علوی کے باشندے مؤلف تذکرہ کو اپنا مخاطب صحیح تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ ان حالات میں احباب کو تصدیعہ دینا پڑتا ہے۔ کہ فلاں فلاں شعرا کے حالات و کلام فراہم کیجئے۔ احباب میں بھی ایسے اصحاب بہت کم ہوتے ہیں۔ جو خدمتِ فن کے خیال سے پرائی مصیبت میں پڑنا گوارا کریں۔ علاوہ ازیں ملک کے طول و عرض میں کئی خطے ایسے ہوتے ہیں کہ وہاں اس قسم کی جان پہچان والے آدمی نہیں ملتے یا نہیں ہوتے۔ اس صورت میں مختلف رسالوں اور اخباروں کی ورق گردانی کرنے یا سُنی سُنائی باتوں پر اعتبار کر لینے کے سوا اور کوئی چارۂ کار نظر نہیں آتا۔ زندہ شعرا کے حالات اور کلام کے فراہم کرنے میں یہ دشواریاں ہوں۔ تو مرحوم شعرا کے حالاتِ زندگی اور منتخب کلام کی فراہمی میں جو مشکلات حائل ہو سکتی ہیں۔ ان کا اندازہ آسان نہیں ان مراحل سے گزر جانے پر طباعت کے گراں اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ اُمرا سے اتنی مدد بھی نہیں ملتی کہ وہ اس کی طباعت ہی کا خرچ گوارا کر لیں اور اس طرح مؤلف کی مشکلات کو آسان کر دیں۔ طرہ اس پر ان ناقابلِ حل مشکلوں کو حل کرنے اور ان تمام رکاوٹوں کو جن میں سے ہر ایک بجائے خود سدِ سکندری ہوتی ہے۔ دور کرنے اور توڑنے میں کوئی ہمت والا کامیاب بھی ہو جائے۔ تو اسے پھر بھی کسی خاص منفعت کی اُمید نہیں ہو سکتی۔ مالی منافع کا تو ذکر ہی فضول ہے۔ ڈھائی سو جلدوں یا چار سو جلدوں میں (وہ بھی اگر فروخت ہو جائیں) کونسی رقم ہاتھ آسکتی ہے۔ اُسے تو اتنی بھی توقع نہیں ہو سکتی کہ کوئی بندہ خدا کا اسے اس محنتِ شاقہ کی داد ہی دے۔ ہاں عیب چینیوں اور بدگوئیوں کی جماعت صلواتیں سنانے کے لئے ضرور صف آرا ہو جاتی ہے۔ کوئی کہدیتا ہے۔ یہ محض فہرست ہے۔ کوئی کہتا ہے کتابت اچھی نہیں۔ طباعت اچھی نہیں۔ قیمت بہت زیادہ ہے وغیرہ وغیرہ سے

دفترِ اشعار باب سوختن خواہد شدن ہے چہ گویم اگر ایں است وضعِ روزگار

ان حالات میں اگر کتابت و طباعت اور کاغذ ہی کا خرچ وصول ہو جائے۔ تو بسا غنیمت ہے۔ لیکن حالاتِ زمانہ کیسے ہی

دگرگوں کیوں نہ ہوں۔ جن شعرائے ماضی و حال کو اس تذکرہ کے ذریعے حیاتِ جاوید حاصل ہوئی ہے۔ ان کا نام۔ انکا کلام بلکہ ان کی روحیں مؤلف تذکرہ کی اس نہایت بے غرضانہ کوشش پر آفرین کہینگی اور اس کی حیات بخش مساعی کی داد دینگی۔

اس تذکرہ میں بہت سے بزرگ ایسے ہیں جن کا نام بھی کبھی نہ سنا ہوگا۔ نام سنا ہوگا۔ تو کلام نہ سنا ہوگا۔ امتدادِ زمانہ نے جہاں انکو مٹا دیا۔ وہاں انکے نام اور کلام کو بھی صفحۂ ہستی سے محو کر ڈالا۔ مقام شکر ہے کہ برق صاحب کی مسیحا نفسی کی برکت سے وہ بزرگ اب پھر زندہ ہو گئے ہیں۔ ان بزرگوں کا اور ان شعرائے ہنود کا جو اس وقت بہ فضلہ کے زندہ ہیں۔ چیدہ اور منتخب کلام معہ انکے ضروری حالات زندگی کے اس تذکرہ میں بڑی خوبی اور محنت سے جمع کر دیا گیا ہے۔ حالاتِ زندگی بھی تا حدِ امکان صراحت کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ خصوصیات کلام تحقیقِ کامل کے بعد درج کئے گئے ہیں۔ تنقیدی حصہ کو نظر انداز نہیں کیا گیا اور تذکرہ کو اس کی وجہ سے فاضل مؤلف کی محنت اور بھی مشکور نظر آتی ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے یہ حقیقت خوب واضح اور روشن ہوتی ہے کہ اُردو زبان کے ہندو شعرا کا سلسلہ شہزادہ دارا شکوہ کے وقت سے شروع ہوتا ہے۔ اور اس وقت سے لیکر آج تک انہوں نے اُردو زبان کی جو خدمت کی ہے۔ اس پر فاضل مؤلف نے مورخانہ انداز میں ایک علیحدہ مقالہ بطور تمہید سپرد قلم کیا ہے جسے اس ضخیم تذکرہ کا نہایت ضروری خلاصہ کہنا پڑتا ہے۔ جن لوگوں کی آنکھوں پر غرور کا پردہ پڑا ہوا ہے اور جنہوں نے شعرائے ہنود کی خدمات اور کمال کو کبھی تسلیم نہیں کیا۔ اور جو اصحاب ہنود کو اُردو زبان کا دشمن اور ان کی شاعرانہ قابلیت کو ناقابلِ شمار سمجھتے ہیں۔ ان تمام تنگ دل لوگوں کے سامنے یہ کتاب نہایت بلند آہنگی سے دنداں شکن جواب پیش کر رہی ہے۔

مشتاقانِ سخن اور قدر شناسانِ ادب اُردو کی طرف سے اس تذکرہ کی کم سے کم داد یہ ہونی چاہئے کہ وہ اس کی خریداری سے مؤلف تذکرہ کی حوصلہ افزائی فرمائیں اور اس حقیقت کو عالم آشکارا کر دیں۔ کہ بے غرضانہ اولعزمی کی قدر ہمیشہ ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔

حالات زمانہ کو مدنظر رکھکر اس تذکرہ کی صرف چار سو جلدیں چھپوائی گئی ہیں۔ کتاب طلب کرنے کے لئے جناب برق صاحب ہی کی خدمت میں جن کا پورا پتہ اس ریویو کے ابتدائی حصہ میں درج کر دیا گیا ہے۔ درخواست بھیجنی چاہئے۔ **جوش ملسیانی** مدیر حصہ نظم

سورگ دا مورچہ (گورمکھی) ــ "سورگ کا مورچہ" اخبار فتح لاہور کی چوتھی انعامی کتاب ہے۔ جسے گیانی کیسر سنگھ جی بی اے نے تصنیف فرمایا ہے۔ کتاب ہذا ایک تاریخی ناول ہے۔ جس میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ کس طرح گدی نشین اور سرمایہ دار لوگ دوسروں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر خود رنگ رلیاں مناتے ہیں اور اس دُنیا میں اپنے لئے سورگ قائم کر لیتے ہیں۔ غرضیکہ دولت مندوں کی عیاشیوں بدکاریوں کا عبرت ناک نتیجہ ہے۔ ان لوگوں کے سورگ کو کس طرح سری گوبند سنگھ جی کے وقت سکھوں نے فتح کیا اور کس طرح معصوم و بے گناہ لڑکیوں کو ان ظالموں کے پنجۂ ستم سے آزاد کیا۔ یہی بات اس ناول میں نہایت خوبی کے ساتھ دلکش پیرائے میں واضح کی گئی ہے۔ کتاب بہت دلچسپ اور سبق آموز ہے۔ قیمت عہ مگر اخبار فتح کے سالانہ خریداروں کو مفت نذر کی جاتی ہے۔ فتح کا سالانہ چندہ چار روپے (للعہ) ہے مگر غیر ممالک چھ روپے (للعہ) ہے۔ ملنے کا پتہ۔ منیجر صاحب پریتم ٹریڈنگ کمپنی انارکلی لاہور

شمس الاعراب ــ جسے پیر محمد اکبر صاحب ہیڈ ماسٹر ورنیکلر مڈل سکول بسال ضلع اٹک نے برائے افادہ مدرسین متعلمین اور عام شائقین مرتب کیا ہے۔ کثیر الاستعمال اور ضروری الفاظ کو حروف تہجی کے رو سے ترتیب دیکر ان پر صحیح اعراب لگائے ہیں۔ اس غرض سے کہ تحریر اور تقریر میں صحیح تلفظ پیش کیا جا سکے۔ اور مقرر یا محرر کو خفت نہ اُٹھانا پڑے۔ ایک مفید اور ضروری شے ہے جو کم خرچ بالانشین کے مقولہ کی یاد دلاتی ہے۔ اسے ہم صحیح تلفظ کی ایک جیبی لغات کہیں تو بیجا نہیں

کتابت وطباعت بہت موزوں ۱رسم پائی سے میسرز عطر چند کپور اینڈ سنز انارکلی لاہور سے جو اس کے پبلشرز ہیں مل سکتی ہے۔

اسباق الاملا امیدواران ورنیکلر فائنل اور دیگر مڈل کلاسوں کے لئے بہترین مددگار ہے اور اپنی قسم کی کتابوں سے بفضلہ ذیل امور میں مابہ الامتیاز ہے کہ املا کے واسطے اشعار کا انتخاب کیا گیا ہے تاکہ طلبا ان کی طرز تحریر سے آشنا ہو سکیں اور انہیں اشعار سے مناسبت پیدا ہو۔ تمام اسباق عبارت اور اشعار اُردو کے بہترین شعرا اور ادبا کے کلام سے لئے گئے ہیں گویا املا کے ساتھ ساتھ یہ کتاب طلبا کی زباندانی کی ضروریات کو بھی پورا کرے گی۔ ورنیکلر فائنل میں املا کا امتحان لازمی اور اُردو مضمون کا خاص جزو ہے۔ لہذا یہ کتاب امیدواران امتحان ورنیکلر فائنل کے لئے خصوصاً اور اپر مڈل کلاسوں کے لئے عموماً منفعت بخش ثابت ہوگی۔ کتابت طباعت اور کاغذ نہایت دیدہ زیب ۷ر قیمت پر قاضی امان الحق صاحب انگلش ماسٹر (مصنف کتاب) ڈی بی مڈل سکول گوڑیانی ضلع رہتک یا قاضی ظہیرالدین سرفراز منزل رہتک سے طلب کی جائے۔

ہمارے بزرگوں کی پیاری باتیں حصہ اوّل ادیب فطرت جناب پریم سپاٹوی ناشر کی تازہ تصنیف ہے جس میں بچوں کے مطالعہ اور رہنمائی کے لئے مہاراجہ رامچندر جی۔ سری کرشن بھگوان۔ لاؤ اورشش حضرت محمد صاحب۔ رشی دیانند سرسوتی۔ گورو نانک صاحب اور مہاتما گاندھی کے سوانح حیات سے چند مفید باتوں کو سلیس اور دلچسپ الفاظ میں بیان کیا گیا ہے جو سبق آموز اور خاص کارآمد ہیں ہر مضمون کے ساتھ بزرگ کی تصویر کتاب کی خوبیوں کو چار چاند لگاتی ہے۔ کاغذ لکھائی اور چھپائی اچھی۔ ۵ر قیمت پر میسرز بنارسی داس جگل کشور بک سیلرز سونی پت ضلع رہتک سے طلب کیجئے۔

رہبر فارسی المعروف پرشین گائیڈ چوہدری محمد صدیق خاں منشی فاضل ایس وی ہیڈ پرشین ٹیچر ڈی بی ہائی سکول کوسلی ضلع رہتک نے امتحان میٹریکولیشن کے فارسی پرچہ الف کی تیاری کے لئے تمام ضروری سوالات پر حاوی یہ کتاب تیار کی ہے جس میں اُردو سے فارسی میں ترجمہ کرانے کے ضروری قواعد مثالوں سمیت دیکر مشق کے لئے خاصہ مواد فراہم کیا ہے۔ علاوہ بریں گرامر کے ضروری سوالات پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ غرض رہبر فارسی پرچہ الف کی تکمیل کے لئے ایک مفید شے ہے۔ فارسی مضمون کے اساتذہ اور تلامذہ اس سے یکساں مستفید ہو سکتے ہیں اور ہم اسکی ترویج کے لئے ان سے سفارش کرتے ہیں۔ ۱۰ر قیمت پر جو کسی قدر زیادہ ہے مصنف سے مل سکتی ہے۔

اشک جناب پریم چند صاحب پریم سپاٹوی گولڈ میڈلسٹ چیف ایڈیٹر تشنہ کے سولہ دلکش دلفریب اور اچھوتے افسانوں کا مجموعہ منشی محمد امین خاں نے مرتب کیا ہے۔ افسانے سلیس اور دلکش ہونے کے علاوہ سبق آموز ہیں۔ اور بچوں کے مطالعہ کے قابل ہیں ۱۲ر قیمت پر جو کتاب کی ضخامت سے نسبتاً زیادہ ہے۔ پریم پبلشنگ ہاؤس سپاٹو ضلع شہپور سے طلب کیجئے۔

بزم خیال کا سرما نمبر صوبہ آسام کے اس باتصویر علمی ادبی رسالہ کے نام سے قارئین کرام واقف ہیں۔ سرما نمبر اس کا سپیشل نمبر ہر طرح کے مفید اور قابل مطالعہ مضامین کا بیش بہا مجموعہ ہے۔ صوبہ آسام میں جہاں ملکی زبان اُردو نہیں اُردو کا ماہانہ ایک عجوبہ اور قابل مدیر کی جدت پسندی پر دال ہے اور اس وجہ سے اہل ملک کو اسکی سرپرستی کیلئے دامول کرنا لازمی ہے۔ زیر ریویو نمبر میں خانۂ کعبہ اور ایک عابدہ کی رنگین تصویر بھی ہے جو بجائے خود جاذب نظر اور رسالہ کی خوبیوں کو مزید دلکش بنانے کا موجب ہے۔ غرض رسالہ شائقین کی علمی پیاس بجھانے کے لئے ایک خوان نعمت ہے اور اس کے قابل مدیر مسٹر لیاقت علی صدیقی عاشق شرقی اور انکے مدیر حضرت بشیر جلال آبادی ہر طرح سے قابل مبارکباد ہیں۔ قیمت سالانہ تین روپے طلبا سے ۲ خریداری کی درخواست منیجر صاحب رسالہ بزم خیال۔ کارخانہ شیلانگ آسام سے کی جاتی ہے

طلبا نوٹ کریں ہر قسم کی تعلیمی کتب خلاصے بکفایت منگوانے کے لئے قریشی بک ہاؤس بک سیلرز [illegible] گرو بازار امرتسر کا پتہ یاد رکھیں۔

امرت تر نتارن سکھ دھرم کی اشاعت اور پنجابی لٹریچر کو بام ترقی تک پہنچانے کے لئے کئی رسالے گورمکھی حروف میں شائع ہو رہے جو بجائے خود ایک مسلمہ اور مستند شہرت کے مالک ہیں مگر سال حال کے آغاز سے یہ رسالہ ہندی حروف میں ترن تارن سے شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ جو سکھوں کا روحانی پہلا ہندی رسالہ ہے جس کے چیف ایڈیٹر سردار گنگا سنگھ جی اور ایڈیٹر گیانی بھگوان سنگھ جی ہیں۔ جنوری اور فروری نمبر ہمارے پیش نظر ہیں جو دیدہ زیب کتابت اور طباعت کے علاوہ نہایت بیش بہا اور نصیحت آموز مضامین کا مجموعہ ہیں۔ آپکے دھرم کی اشاعت کو صرف گورمکھی تک محدود رکھنا پسند نہ کر کے الو العزم مدیران نے ہندی تحریر کو بھی ذریعہ اشاعت قرار دیا ہے۔ اور یہ جدت آفرینی قابل داد ہے۔ ہماری آرزو ہے کہ سکھ دھرم کے شیدائی رسالہ امرت تر نتارن کو بھی اسی عزت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھیں گے جس سے وہ دیگر گورمکھی رسائل کے دلدادہ ہیں۔ علم شے بہ از جہل شے کے مطابق اس رسالہ کا مطالعہ انہیں ہندی حروف سے بھی آشنائی بخش کر انکی آگہی میں ایزادی کا موجب ہوگا۔ قیمت سالانہ ۸ر۔ خریداری کے لئے مینیجر صاحب "امرت" جنڈیالہ روڈ ترن تارن ضلع امرتسر سے رجوع کیجئے۔

سنسکرت کی پہلی دوسری اور تیسری کتاب لالہ رام نرائن لعل صاحب گپتا بک سیلر الہ آباد نے اپنے ہاں کے سیکنڈری سکولوں میں سنسکرت پڑھنے والے طلبا کے افادہ کے لئے یہ نئے کورس تیار کرائے ہیں جن میں اسباق کے ہمراہ گرامر کو بھی شامل کیا گیا ہے اور مضمون کو ہر طرح سے مبتدیوں کے لئے آسان بنانے کی کوشش ہی نہیں کی گئی بلکہ اسے شاہراہ مستقیم پر گامزن کرنے کی بنیاد ڈالی گئی ہے۔ مختلف مضامین کے ہمراہ ضروری تصاویر دیکر بچوں کی دلچسپی کا موجب بنایا گیا ہے ٹائپ نہایت اعلے کاغذ دبیز اور دیرپا۔ ہر سہ حصص مجلد اور قیمت حسب ذیل حصہ اوّل ۶ر حصہ دوم ۶ر۹ پا حصہ سوم ۹ر ہر سہ کتب اس قابل ہیں کہ ہمارے صوبہ کے سنسکرت خواں طلبا بھی ان سے باقاعدہ بہرہ اندوز ہوں۔ ملنے کا پتہ اوپر درج ہے۔ (سیجدیوا)

رہنمائے ریاضی یعنی نور مبین جدید حساب معہ حل

از مولوی غلام احمد پابند مترجمہ مسٹر نند سنگھ صاحب بھاٹیہ بی اے ایس اے وی و مسٹر رشید احمد عنایتی بی اے۔ بی ٹی ریاضی ماسٹران

اس کتاب میں حساب کے مختلف قاعدوں کی تمام مختلف طرز حل کے کار آمد مفید۔ پیچیدہ اور مشکل سوالات معہ حل۔ حل شدہ سوال کے بعد اسی قسم کا مشق کے لئے مشقیہ سوال۔ پنجاب یونیورسٹی امتحان ورنیکلر فائنل کے ریاضی کے پرچے ۱۹۲۱ء سے ۱۹۳۲ء تک۔ مزید مشق کے لئے یونیورسٹی کی طرز کے ۲۰ سیٹ پیپرز (امتحانی پرچے) شامل ہیں۔ طرز حل آسان و عام فہم۔ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت اعلےٰ۔ قیمت صرف ۱ر

چار کتابوں پر محصول ڈاک معاف۔ ایک کے لئے ٹکٹ بھیجنے میں فائدہ ہے۔

ملنے کا پتہ۔ غلام احمد ریاضی ماسٹر پی۔ بی۔ این ہائی سکول امرتسر

تیئسویں سکھ ایجوکیشنل کانفرنس پشاور

ایجوکیشنل کمیٹی کی طرف سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ۱۴، ۱۵، ۱۶ اپریل ۱۹۳۳ء کو پشاور میں ہونے والی سکھ ایجوکیشنل کانفرنس کے پریزیڈنٹ سردار سر جوگندر سنگھ صاحب وزیر زراعت و رئیس اعظم زیر اسٹیٹ منتخب ہوئے ہیں اور آپنے صدارت کی منظوری بھی دیدی ہے۔ ہم کارکنان کانفرنس کو مبارکباد دیتے ہیں کہ انہوں نے ایک نہایت موزوں اور قابل احترام شخصیت کا کانفرنس کی صدارت کے لئے انتخاب کیا ہے۔ (ایڈیٹر)

آئینہ مسدس مسدس حالی کی نہایت مفید مشرح اور فرہنگ۔

ملنے کا پتہ۔ گلاب چند کپور اینڈ سنز تاجران کتب انارکلی لاہور

دورِ جدید | رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶ | بابت ماہ اپریل ۱۹۳۳ء

رہنمائے تعلیم لاہور کا

گلدستۂ اطفال

یعنی

بچوں کا اخبار

(یہ بچوں کا شاندار گلدستہ اگست ۱۹۲۲ء سے باقاعدہ جاری ہے)

سالانہ چندہ ایک روپیہ (عہ)

جلد ۱۳	بابت ماہ اپریل ۱۹۳۳ء	نمبر ۴

عزیز بچو!

تم نے گلدستہ اطفال کا جوبلی نمبر نہ دیکھا ہو تو آج ہی ۴ر کے ٹکٹ لفافہ میں ڈال کر بھیجدیں تاکہ یہ نادر اور باتصویر تحفہ آپ کو بھیجدیا جائے۔ آپ دلچسپ اور عمدہ عمدہ کہانیوں۔ لطیفوں اور دیگر مضامین کے مجموعہ سے ضرور خوش ہونگے ٹکٹ اس پتہ پر ارسال کریں۔

ماسٹر جگت سنگھ پروپرائٹر رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) نمبر ۵۵۰

دلچسپ معلومات

وائسرائے بہادر جو پنجاب کے دورہ پر آئے ہوئے تھے لاہور سے دہلی کو روانہ ہوگئے۔ لاہور میں آپ نے عظیم الشان برقی قوت کا افتتاح کیا۔

افغانستان کی بغاوت کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ ایک مجذوب فقیر نے گڑبڑ

گلدستہ اطفال ملنے کا پتہ۔ مینیجر رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) بلڈنگ نمبر ۵۵۰

بچا رکھی ہے۔ خوست کی حالت خطرناک ہے وزیری جنگ کر رہے ہیں۔

گورنر سرحد نے قبائل میں جا کر تقریر کی کہ شاہ نادر خاں کا دوست ہمارا دوست اور نادر خاں کا دشمن ہمارا دشمن ہے۔ اگر چار دن کے اندر قبائل کی شورش ختم نہ ہوئی تو حکومت ہند کو مناسب کارروائی کرنا پڑیگی۔

نیویارک کے بعض بنکوں میں سیاہ بلاٹنگ پیپر (سیاہی چوس) استعمال کئے جاتے ہیں جس سے یہ فائدہ ہے کہ جعل ساز آدمی ان سے نقل کر کے لوگوں کے جعلی دستخط نہیں بنا سکتے۔

آسام میں تمام ممالک سے زیادہ بارش ہوتی ہے۔ چنانچہ گذشتہ موسم باراں میں ۳۵ منٹوں میں ۹ انچ کے قریب بارش ہوئی۔

لنڈن میں ۱۶ جون ۱۹۱۷ء کو اتنی بارش ہوئی تھی جسکی مثال کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ تاریخ مذکور پر شمالی کنسنگٹن میں ۴۵۰ ٹن فی ایکڑ بارش ہوئی۔

آجکل سانپ کے چمڑے کے جوتے بیحد مقبول ہو رہے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ سال جنوبی امریکہ نے ۴۰ لاکھ افریقہ نے ۲۰ لاکھ اور ہندوستان نے ½۱۲ لاکھ سانپوں کے چمڑے مہیا کئے۔

ایک ماہر ڈاکٹر کا قول ہے کہ جو لوگ سو سال سے زیادہ عمر پاتے ہیں وہ کبھی گنجے نہیں ہوتے۔

دو امریکن پروفیسروں نے ایک نیا کیمرا ایجاد کیا ہے جس کے ذریعہ سے ایک سیکنڈ میں ۴ ہزار تصویریں نہایت عمدہ طور سے اُتاری جا سکتی ہیں۔

ایمزان کے کنارے پر رہنے والے قدیم باشندے (سیاہ ہندی) اپنے زخموں پر چیونٹیاں چپکا دیتے ہیں۔ چیونٹی اپنے طاقتور جبڑوں سے زخم کو کاٹتی ہے۔ جب جبڑے ملا لیتی ہے تو اس کا باقیماندہ بدن توڑ دیا جاتا ہے جس سے زخم مندمل ہو جاتا ہے۔

سب سے بڑا گرجا گھر۔ روما جو اٹلی کا دارالخلافہ ہے کسی زمانے میں دُنیا کا سب سے بڑا شہر تھا۔ اب ہزاروں آدمی ہر سال اسکی قدیم عالیشان عمارتوں کو دیکھنے آتے ہیں یہاں کا گرجا گھر دُنیا میں سب سے بڑا ہے۔ پوپ کے رہنے کا محل اور عجائب گھر بھی قابل دید ہیں

تندرستی

(پنڈت شیو ناتھ صاحب کول شاکر گوالیاری)

تندرستی عجیب نعمت ہے — قابلِ قدر ایک دولت ہے
جسکی اچھی ہمیشہ صحت ہے — اُسپہ اللہ کی عنایت ہے
اس سے ہی شوقِ عیش و عشرت ہے
اس سے ہی ذوقِ لطفِ صحبت ہے

ہے وہ بزمِ جہاں میں باہمت — دوست دشمن میں اُسکی ہے وقعت
اُسپہ ہے کردگار (اللہ) کی رحمت — ہے وہی خوش نصیب خوش قسمت
دست و بازو میں جس کے طاقت ہے
جسکی اچھی جہاں میں صحت ہے

صحبت اچھی ہے جسکی دُنیا میں — شہرت اچھی ہے جسکی دُنیا میں
عادت اچھی ہے جسکی دُنیا میں — صحت اچھی ہے جسکی دُنیا میں
بس وہی صاحبِ لیاقت ہے
وہی دانا ہے ۔ اہلِ ہمت ہے

چشم بینی و گوش ۔ دست و پا — جنکو حاصل ہوں انکو قدر ہو کیا
جو ہیں بے دست و پا و نابینا — اُنکا دُنیا میں حال ہے بتلا (بُرا)
اُنکو جینا بھی اک مصیبت ہے
اپنی صورت سے اُنکو نفرت ہے

رکھو عادت تم اچھی اے لڑکو — رکھو صحبت تم اچھی اے لڑکو
رکھو نیت تم اچھی اے لڑکو — رکھو صحت تم اچھی اے لڑکو
تم کو میری یہی ہدایت ہے
پند یہ ہے یہی نصیحت ہے

دولتِ عقل کا زوال نہ ہو — جسپہ حرف آئے ایسی چال نہ ہو
کارِ بد کی طرف خیال نہ ہو — پھر تو بیکا تمہارا بال نہ ہو
شاد رہنے کی بس یہ صورت ہے
خوش وہ ہے جسکی اچھی صحت ہے

بات شاکر کی تم اگر مانو — تو یہ حق میں تمہارے اچھا ہو
گوشِ دل سے تم اسکو سُن رکھو — تنگدستی جو ہو تو ہونے دو
تندرستی ہزار نعمت ہے
تندرستی ہی ایک دولت ہے

لطیفہ

وعظ کے اختتام پر ایک دوست نے دوسرے سے کہا:-

پہلا - دیکھو مولوی صاحب بیچارے وعظ فرما رہے تھے اور وہ شخص جو تمہارے قریب بیٹھا تھا مزے میں سو رہا تھا - یہ کتنی بُری بات ہے؟

دوسرا - ہاں! اور کم بخت اسقدر زور زور سے خراٹے لینے لگا کہ میری بھی نیند کھل گئی

بُزدلی

بہت عرصہ گذرا کہ ایران میں ایاز نام ایک شہزادہ تھا۔ وہ ہر فن میں طاق تھا لیکن بُزدلی میں شہرۂ آفاق تھا۔ اسکی بیسویں سالگرہ کے دن اس کے باپ کا سایہ اس کے سر سے اُٹھ گیا۔ اور اسے وزیر نے رسم تاجپوشی ادا کرنے کے لئے کہا اور اسے شیر سے لڑنے کے لئے بھی (ان دنوں کی رسم کے مطابق) کہا گیا۔ ایاز یہ سُن کر ڈر گیا۔ اور اسی رات کو وہ جب چاروں طرف سناٹا اور ہو کا عالم تھا گھوڑے پر سوار ہو کر چل دیا۔ تین دن کی مسافت کے بعد وہ ایک گنجان اور آباد گاؤں میں پہنچا۔ جہاں پہنچ کر اس نے ایک گڈریئے کو بہت سی بھیڑوں کی رکھوالی کرتے دیکھا۔ اور اس گڈریئے کی بانسری کی سُریلی لَے نے اس کو بہت مسرور کیا۔ ایاز نے اس گڈریئے کو جس کا نام اژدرال تھا اُور بجانے پر مجبور کیا۔ پھر شبان نے اس کو بتایا۔ کہ اس کے مالک کا نام لوکس ہے اور اس کا گھر قریب ہی ہے۔ ایاز لوکس کے گھر آیا۔ اور اس کے شبان اژدرال (جو لوکس کا زرخرید غلام تھا) کی بہت تعریف کی۔ لوکس نے اس کی بہت آؤ بھگت کی۔ اور اس کے لئے دسترخوان چنا گیا۔ شہزادے نے کھانا کھانے کے بعد لوکس کو وہاں آنے کا حال بتایا اور کہا "بے شک تم حیران ہو گے کہ میں کون ہوں اور میرا یہاں آنے کا کیا مدعا ہے"۔ پھر اس نے کہا کہ "میں شاہزادہ ہوں جس کو تکلیف نے گھر سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ معاف کیجئے! کیونکہ میں اپنا نام بتانے سے قاصر ہوں۔ یہی ایک راز ہے جو میں افشا نہیں کرونگا۔ اگر آپ مجھے یہاں قیام کرنے کی اجازت دیں تو میں آپکے پاس کچھ عرصہ قیام پذیر رہوں"۔ لوکس نے بخوشی اجازت دی اور اژدرال کو کہا "جاؤ۔ اس شہزادے کو لے جاؤ۔ اور میری زرخیز زمینیں۔ چشمے۔ کنوئیں چٹانیں وادیاں دکھاؤ۔ کیونکہ اس کی صورت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں کو دیکھنے کا مشتاق ہے۔ اژدرال اُٹھا اور بانسری پکڑ شہزادے کو لے کر چل دیا۔ تھوڑی دور جا کر وہ اس عجیب و غریب منظر کو دیکھ کر حیران ہو گیا۔ اور وہ بیٹھا ہی تھا کہ اژدرال نے کہا "صاحب! اُٹھئے یہ چلنے کا وقت ہے۔ کیونکہ اگر ہم زیادہ دیر تک ٹھہرینگے تو رات کو شیر جو یہاں رہتے ہیں نکلیں گے اور ہم کو ضرر پہنچائیں گے۔ ایاز یہ سُن کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور اُس کے ہمراہ چلدیا گھر پہنچ کر اس نے لوکس کو بتایا کہ میں یہاں سے آگے چلتا ہوں۔ پس اس نے لوکس کا شکریہ ادا کرنے کے بعد الوداع کہی۔ اور آگے چلدیا۔ شہزادہ پھر تین دن کی مسافت کے بعد ایک وسیع جنگل میں پہنچا۔ جس کے عین وسط میں ایک عرب خیمہ زن تھا۔ شکر شکر کر کے وہ وہاں پہنچا۔ کیونکہ وہ اور اس کا گھوڑا دونو تھکے ہوئے تھے۔ عرب ایاز سے بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ ایاز نے اس کو بھی لوکس کی طرح اپنا تمام حال بتایا۔ اور نام نہ بتانے سے عذر کیا۔ اور ٹھہرنے کی اجازت مانگی۔ عرب بخوشی رضامند ہو گیا۔ اور شکار کے لئے اس نے ایاز کو ایک اچھا گھوڑا دیدیا۔ ایاز نے جو کمال

شکار ہیں ظاہر کئے۔ ان سے عرب کے دل میں خواہش ہوئی کہ کسی طرح یہ لڑکا میری فوج کا سپاہی بن جائے۔ پھر اس نے ایاز کو کہا کہ اگر تم میری فوج میں ملنا چاہتے ہو تو شمال کی طرف جاؤ۔ اور وہاں شیر رہتے ہیں۔ ان سے ایک کو تہ تیغ کر کے اس کی کھال مجھے دکھاؤ"۔ ایاز یہ سُن کر بہت ڈر گیا۔ اور بجائے شمال کے اس نے مشرق کا سفر کرنا شروع کر دیا۔ اور ایک دن کی مسافت کے بعد وہ ایک عالیشان شہر میں پہنچ گیا۔ شہر کے وسط میں ایک بہت ہی عالیشان محل تھا۔ جس کے ہال میں ایک امیر اور اس کی خوبصورت سُنہری بالوں والی اکلوتی بیٹی ہری بن بیٹھی تھی۔ امیر اس سے بہت مہربانی سے پیش آیا اور اُسے بہت عرصے تک ٹھہرنے کی اجازت دیدی۔ یہ کہکر امیر چلا گیا۔ اور اس کی بیٹی نے ایاز کو اپنے محل کے سجے ہوئے کمرے دکھائے اور پھر ایاز نے ہری بن کو پیانو پر گانے کے لئے کہا۔ اور وہ بیٹھی ہی تھی۔ کہ ایاز ایک بہت اونچی آواز سُن کر ڈر گیا۔ اور ہری بن سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے قہقہہ لگا کر جواب دیا "آہا یہ تو ہمارا کالا چوکیدار گا رہا ہے"۔ ایاز نے کہا کہ اس کا گلہ گانے کے لئے کیا اچھا ہے۔ میں نے تو ایسی اونچی آواز آج تک نہیں سُنی۔ جب رات ہوگئی تو ہری بن سونے کے لئے چلی گئی اور امیر آیا۔ اور بہت دیر تک ایاز سے مختلف موضوع پر باتیں کرتا رہا۔ رفتہ رفتہ دونو کو نیند نے مغلوب کر لیا۔ اور جب وہ سیڑھیوں کے قریب آیا۔ تو وہ ایک کالے شیر کو سیڑھیوں کے قریب بیٹھا دیکھ کر بہت ڈر گیا۔ اُس نے امیر سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا "یہ ہمارا کالا چوکیدار ہے۔ یہ پالتو شیر ہے۔ یہ تم کو تکلیف نہ دیگا۔ بشرطیکہ تم اس کو نہ ستاؤ۔ یہ سُن کر وہ بہت ڈر گیا۔ اور پھر اسی کمرے میں آکر سو گیا۔ جہاں وہ امیر سے باتیں کر رہا تھا۔ کمرے کے اندر کے تمام کواڑ بند کر دیئے۔ مگر چٹخنیاں لگانا یاد نہ رہا۔ اگرچہ لیٹ گیا۔ لیکن ڈر کے مارے اس کو نیند نہ آئی۔ ایک دفعہ شیر دروازے کے قریب آیا۔ اور دھاڑ کر پنجہ زمین پر دے مارا۔ ایاز کو یقین ہو گیا کہ اب یہ دروازے کے قریب ہے۔ اور دروازہ کو توڑ کر اندر آئیگا۔ اور مجھے مار ڈالیگا۔ اس کے بعد کوئی قابل ذکر واقعہ نہ ہُوا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیر اوپر گیا۔ اور پھر نیچے آیا۔ اور تمام رات اسی طرح کرتا رہا۔ ایاز کرسی پر پڑا یہ سوچتا رہا۔ کہ مجھے اپنے فرض کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور ڈرنے کی بجائے اپنے ملک میں والیٔ ملک کی رسم کے مطابق شیر سے لڑنا چاہئے۔ صبح اُٹھ کر اس نے اپنا خیال امیر کو بتایا۔ اور اس نے بھی تائید کی۔ اور واپس جانے کے لئے کہا۔

پھر ایاز اُٹھا اور ناشتہ کھا کر وہاں سے عرب کے خیمے کی طرف چلا۔ اور وہاں پہنچ کر عرب نے بھی اس کو واپس جانے کی ہدایت کی۔ اور اس سے رخصت ہو کر ایاز لوکس کے پاس آیا۔ اور اسے بھی اپنی ساری داستان سُنائی۔ چنانچہ اس نے بھی وہی نصیحت کی۔ پھر لوکس کو الوداع کہہ کر وہ سیدھا گھر آیا۔ اور وزیر کو بتایا کہ میں شیر سے لڑنے کے لئے تیار ہوں۔ وزیر یہ سُن کر بہت خوش ہُوا۔ اور ایک ہفتے میں ہی سارا کام تیار کر دیا۔ جب وہ وقت آیا تو ایاز اکھاڑے میں داخل ہُوا۔ اور شیر بھی زور سے دھاڑا اور ایاز کے قریب آیا۔ ایاز نے ڈرنے کی بجائے

اس کے سینے میں زور سے بھالا مارا۔ شیر غصے سے کودا مگر ایاز نے اس کا وار خالی جانے دیا۔ اور پھر شیر مارنے کی بجائے شہزادہ کے پاس آیا۔ اور محبت سے اس کا ہاتھ چاٹنے لگا۔ وزیر نے ایاز سے کہا تم نے فتح پائی۔ اس لئے تم اکھاڑے کو چھوڑ دو۔ شہزادہ باہر آگیا۔ وزیر نے کہا۔ دیکھو اب تم تخت پر بیٹھنے کے لائق ہوگئے ہو۔ کیونکہ تم نے اپنی بہادری کا ثبوت دے دیا ہے۔ اس کے بعد دو آدمی ایک بوڑھا اور ایک نوجوان آگے بڑھے وہ لوکس اور اژدرال تھے۔ لوکس نے کہا۔ ایاز مجھے اجازت دے تو تمہیں میں ایک ناچیز تحفہ دوں۔ اور یہ کہنے کے بعد اس نے اژدرال کو آگے کیا۔ ایاز نے اژدرال کو کہا تم اب زرخرید غلام نہیں ہو بلکہ میرے ایک دوست ہو۔

پھر ایک اور چھوٹا سا گروہ آگے بڑھا جو کہ اس عرب اور اس کے ساتھیوں کا تھا۔ عرب نے کہا ایاز میں تم کو مبارکباد دیتا ہوں اور یہ گھوڑا قبول کرنے کی التجا کرتا ہوں۔ ایاز اس کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اس سے بغلگیر ہوا۔ اور اژدرال نے اس مشہور و معروف گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔

پھر وہی امیر اپنے بہت سے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھا اور کہنے لگا شہزادہ میں تمہارے لئے کوئی تحفہ نہیں۔ بلکہ میں اپنی تمام جائداد تمہیں دیتا ہوں۔ شہزادے نے کہا اے معزز امیر! تمہاری بیٹی ہری بن کا کیا حال ہے؟ چونکہ رسم تاجپوشی ادا کر چکا تھا۔ اس نے کہا میں تمہاری بیٹی ہری بن کو اپنے گھر بطور بیوی لانا چاہتا تھا۔

امیر نے کہا جانا فضول ہے تم میرے ساتھ آؤ۔ اور امیر اسے ایک عورت کے پاس لے گیا۔ جو گھوڑے پر سوار تھی۔ یہ ہری بن تھی۔ تب وہ تمام محل میں گئے۔ محل میں پہنچنے کے بعد ایاز کو خیال آیا۔ کہ جب میں اپنی ڈیوٹی (فرض) سے ڈرا۔ ہر ایک بات میرے برخلاف تھی۔ اور اب میں نے اپنی ڈیوٹی (فرض) کو پورا کر لیا ہے ہر ایک چیز جس کو چاہتا تھا مجھے مل گئی ہے۔

شہزادے کو تاج پہنایا گیا۔ اور اسی دن اس کا بیاہ ہری بن سے ہوگیا۔ وہ بہت دیر تک خوشی سے حکومت کرتا رہا۔ اور بادشاہ کی یہ کہانی دوسروں کے پڑھنے کے لئے لکھی گئی۔ اور اس کے محل کے دروازے پر سنہری حروف میں یہ لکھا گیا "شیروں سے ڈرنا بزدلی ہے"۔ کیونکہ مندرجہ بالا کہانی سے ہم یہ سبق حاصل کرتے ہیں کہ ہم کو اپنا فرض پورا کرنے سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ کیونکہ اگر ہم ایسا کرنے سے ڈرینگے۔ تو ہم بزدل کہلانے کے مستحق ہونگے۔

احسان الحق   متعلم جماعت ہشتم سی سنٹرل موڈل سکول لاہور

لطیفہ۔ پہلا دوست۔ آج میں تم سے ایک معاملہ کرنا چاہتا ہوں۔ **دوسرا دوست۔** وہ کیا؟

پہلا دوست۔ میں تم سے دس روپے قرض مانگتا ہوں لیکن تم مجھے صرف پانچ روپے دیدو۔ اس طرح تم پانچ روپے کے لئے میرے مقروض رہوگے۔ اور میں پانچ روپے کے لئے تمہارا مقروض۔ نہ تم مجھ سے تقاضا کرنا اور نہ میں تم سے تقاضا کرونگا۔

(دچہ خوب)

یتیم کی عید

(طاہر غلام ناصر خاں فرسٹ ایر گورنمنٹ کالج لاہور)

عید کا دن تھا۔ سب چھوٹے بڑے خوشیاں منا رہے تھے۔ بچے نہایت خوبصورت کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اور اپنے دوستوں کو اپنے اپنے کھلونے دکھا رہے تھے۔ لیکن غریب ظہور سب سے الگ کھڑا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ اداس تھا۔ اور کیوں نہ ہو؟ نہ تو اس کے پاس خوبصورت کپڑے تھے۔ اور نہ کھلونے خریدنے کو پیسے۔ جب سے اس کا باپ مرا تھا اسے کبھی پیٹ بھر کر روٹی نہ ملی تھی۔ ماں بیچاری آٹا پیستی۔ اور اپنا اور ظہور کا پیٹ پالتی۔ کبھی ظہور اگر اپنے باپ کی بابت پوچھتا تو اس سے کہدیتی کہ تیرے باپ پردیس کو گئے ہیں۔ لیکن اکیلی بیٹھ کر اپنی اور اپنے بچے کی بدنصیبی پر بہت روتی۔

چنانچہ اب بھی وہ ظہور کے واسطے کپڑوں کا بندوبست کر رہی تھی۔ کچھ پھٹے پرانے کپڑے رکھے تھے۔ ان کو سی کر ٹھیک کیا۔ اب جوتے اور ٹوپی کی فکر تھی۔ غریب کے پاس اتنے پیسے نہ تھے کہ نئے خریدتی پرائے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہوئے شرم آتی تھی۔ لیکن ظہور کی ضد کا خیال کر کے مجبوراً اٹھی اور پڑوسن کے گھر گئی۔ پڑوسن نے کہا "کیا کام ہے بہن؟" منہ سے جواب تو نہ دیا لیکن بیچاری ظہور کی ماں سسکیاں بھر کر رونے لگی۔ پڑوسن بہت رحم دل تھی۔ اس نے دلاسا دیا اور کہا "بہن کیا بات ہے؟ مجھ سے کہو۔ تم رونے کیوں لگیں"؟ ظہور کی ماں نے ہچکیاں لے کر جواب دیا۔ "بہن تمہیں معلوم ہے۔ جب سے ظہور کے ابا مرے ہیں ہمارے اوپر کیسی تباہی آئی ہے؟ اس وقت پیسے ہیں نہیں اور ظہور جوتے ٹوپی کے لئے ضد کر رہا ہے۔ اگر تمہارے پاس ننھے کی پرانی دھرانی جوتی ٹوپی ہو تو دیدو۔ بڑی مہربانی ہوگی۔..." خدا کی شان! کبھی وہ زمانہ تھا۔ کہ ظہور کے پھٹے پرانے کپڑے لوگ پہنتے تھے۔ اور آج وہ دن ہے کہ ظہور کے واسطے پھٹی جوتی اور ٹوپی مانگی جارہی ہے

افسوس! زمانہ ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا۔

پڑوسن نے اپنے بچّے کے پُرانے جوتے اور ٹوپی دیدی۔ ظہور کی ماں وُہی لے کر اور پڑوسن کو دعائیں دیتی ہوئی گھر آئی۔ ظہور کو کپڑے پہنا دیئے اور دو پیسے دیئے۔ وہ غریب اِسی سے خوش ہو گیا۔ جب وہ باہر نکلا تو اس کے دوستوں نے کہا "ظہور تمہیں کتنے روپے ملے"؟ ظہور نے کہا "دو پیسے" سب لڑکے ہنسنے لگے اور کہا "تمہارے کپڑے بھی اچھے نہیں ہیں۔ ہم تمہارے ساتھ نہیں کھیلیں گے" ظہور کے دل پر چوٹ لگی اس نے کھسیانا ہو کر جواب دیا "بھائی میرے ابا جان پردیس گئے ہیں وہ آئینگے تو اچھے کپڑے پہنونگا۔ مگر مجھے اپنے ساتھ کھیلنے دو"! لیکن لڑکوں نے اسے اپنے ساتھ کھلانے سے انکار کر دیا۔ ظہور بیچارہ روتا ہوا گھر آیا اور ماں سے کہا "اماں جان! ابا کب واپس آئینگے"؟ ماں نے ظہور کو گود میں لے کر پیار کیا اور کہا "کیوں کیا بات ہے؟ کیوں رو رہے ہو"؟ ظہور نے رو کر کہا "مجھے کوئی اپنے ساتھ نہیں کھلاتا۔ کہتے ہیں اچھے کپڑے پہن کر آؤ" ماں کو بہت صدمہ ہُوا اور ضبط نہ ہو سکا۔ ظہور کو سینے سے لگا کر بے اختیار رونے لگی جب دل کی بھڑاس نکل گئی تو ظہور سے کہا "بیٹا تم گھر میں بیٹھے رہو" لیکن ظہور نہ مانا اور باہر چلا گیا۔ جب وہ گلی کے موڑ پر پہنچا تو سامنے سے ایک موٹر آرہی تھی۔ روکتے روکتے موٹر کی ٹکر ظہور سے ہوگئی اور وہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ اس کو فوراً ہسپتال بھیجا گیا۔ لیکن اس کی حالت بہت خراب ہوگئی۔ اس کی ماں کو خبر کی گئی۔ وہ بیچاری روتی ہوئی آئی۔ ظہور کو چمٹا کر خوب روئی۔ لیکن ظہور کا آخری وقت آ پہنچا۔ اس نے ماں سے کہا "اماں جان! جب ابا جان پردیس سے آئیں تو ان سے میرا سلام کہدینا اور کہنا کہ میں آپ کو بہت یاد... کر... تا..." یہاں پہنچ کر ظہور کی آواز رک گئی۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔ تمام لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ظہور کی ماں خاموش بیٹھی تھی۔ اس نے ایک چیخ ماری۔ اس کے بعد اسے ایک ہچکی آئی اور ایک لمحہ میں وہ بھی ظہور کے پاس پہنچ گئی۔ یہ تھی یتیم کی عید!!!

جغرافیہ اور اُس کا طریقۂ تعلیم

جغرافیہ ایک ایسا مضمون ہے جس پر اگر ہم خاص توجہ نہ دیں تو ہمیں مطلق نہیں آتا۔ آج کل پنجاب یونیورسٹی نے انٹرنس کے طلبا کے لئے جغرافیہ کا مضمون لازمی قرار دیا ہُوا ہے۔ جغرافیہ مشکل ہونے کی وجہ سے لڑکے ۶۰ نمبروں میں سے صرف ۲۰ یا ۳۰ نمبر حاصل کرتے ہیں کیونکہ وہ اِس سے ناواقف ہوتے ہیں۔ کہ فلاں شہر کہاں واقع ہے۔



اِس دفعہ بعض طلبا نے امتحان میٹرک میں مکہ کو تو چین کا دارالخلافہ لکھ دیا تھا اور پیکن کو روس کا جنگی سٹیشن۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ شہروں کو یاد رکھنے کا سب سے سہل طریقہ کونسا ہے۔

اِس کا جواب صرف یہ ہے۔ کہ جب ہم پڑھنے بیٹھیں تو اُس وقت اٹلس ہمارے پاس ضرور ہونی چاہئے۔ جب اساتذہ صاحبان طلبا کو کوئی نقشہ یا کسی ملک کا خاکہ کھینچنے کے لئے کہتے ہیں۔ تو طلبا اُس کو ایک معمولی سا کام سمجھ کر زیادہ توجہ نہیں دیتے۔ اور نقشہ کو ایسے ڈھنگ سے کھینچتے ہیں کہ اساتذہ صاحبان اُنکو سمجھنے سے قاصر ہو جاتے ہیں۔

میں ناظرین کو نقشہ کھینچنے۔ کسی ملک کا خاکہ اُتارنے۔ کسی ملک کی حدود یاد کرنے کا ایک آسان اور دلچسپ طریقہ بتاتا ہوں۔ تاکہ طلبا کو نقشہ کھینچنے میں دلچسپی پیدا ہو۔ ایک اٹلس لو۔ مختلف جزائر اور ممالک کے خاکے اُتارو۔ اُن خاکوں پر کچھ دیر کے لئے اپنی نگاہ

جماؤ جب اُنکا نقشہ تمہارے دماغ میں ہوبہو جس طرح کہ اٹلس میں دیا گیا ہے بیٹھ جائے۔ تو سوچو کہ اُنکی شکل وشباہت کن جانوروں۔ پرندوں سے ملتی جلتی ہے۔ جب معلوم ہو جائے تو اُسکی تصویر آہستہ آہستہ ایک کاغذ پر اُتارو اور تھوڑی سی تبدیلیوں کے بعد اُس ملک کے خاکے کے ساتھ ملاؤ۔ جس سے کہ یہ تصویر مشابہت رکھتی ہے۔

اب تم اِس مُلک کے خاکہ کو ایک تصویر میں تبدیل کر چکے ہو۔ اور تم کو اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے کہ کس طرح فلاں ملک کا خاکہ ہے۔ مثلاً اٹلی کی شکل ایک فل بوٹ کی مانند ہے۔ نیوگنی ایک بطخ سے مشابہ ہے۔ جنوبی امریکہ ایک داڑھی والے بندر کی طرح ہے۔ اور جھیل ائیری واقع شمالی امریکہ ایک مچھلی کی طرح دکھائی دیتی ہے۔ یہ خاکہ کھینچنے کا کام اُسوقت کرنا چاہئے جس وقت ہم کو کوئی دوسرا کام نہ ہو کیونکہ ایسا کرنے سے طبیعت بھی بہلائی جاسکتی ہے۔ اور اپنی پڑھائی کا کام بھی ہو سکتا ہے۔

باقی رہا یہ بتانا کہ ہم مختلف ممالک کے شہروں کے نام کس طرح یاد کریں۔ اور اُنکا جائے وقوع کس طرح معلوم کریں۔ اُس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے کسی دوست سے کہیں کہ بتاؤ وارسا کہاں ہے اُس کی رہنمائی کے لئے اس کو ایک اٹلس دیدو۔ وہ کچھ دیر کے بعد دوسرے ملکوں کے شہروں میں ڈھونڈتا ہوُا اُس میں دیکھے گا۔ اور فوراً معلوم کرلیگا کہ وارسا پولینڈ میں ہے۔ جب وہ ڈھونڈ لے تو اُس کو کہو کہ اب۔ وہ تم سے کوئی اور شہر پوچھے۔ اِس طرح روزانہ مشق کرنے کے بعد تم کو تمام شہر یاد ہو جائینگے۔

اب باقی رہا یہ کہ ہم کو کس طرح یاد ہو کہ فلاں جگہ کی کیا کیا پیداوار ہیں۔ وہ اِس طرح یاد رکھ سکتے ہیں۔ اوّل یہ معلوم کرو کہ اُس ملک کی زمین کیسی ہے۔ اگر پہاڑی ہو اور بارش سارا سال ہوتی رہے تو درخت زیادہ ہونگے۔ جڑی بوٹیاں پیدا ہونگی۔ اگر ریگستان ہے تو کھجور کے درخت ہونگے۔ کیکر کے درخت جنگلی چھال سے چمڑے کو رنگا جاتا ہے ہونگے۔ اگر اُس ملک میں دریا کافی ہوں اور میدانی حصہ ہو تو گیہوں۔ کپاس۔ تیل نکالنے والے بیج اور چاول پیدا ہونگے۔ اگر برفانی ملک ہو تو سوائے کائی اور لچن

چار گویّے

پُرانے زمانے کا ذکر ہے کہ چار دوست تھے۔ پہلا گدھا۔ دوسرا کتّا۔ تیسری بلّی اور چوتھا مُرغ تھا۔ انکو اپنے گانے پر بہت ناز تھا۔ اس لئے جب ان کے آقا نے انہیں گھر سے نکال دیا۔ تو یہ چاروں دوست گاتے ہوئے کسی اور شہر کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے یہ سوچ لیا تھا کہ وہاں جا کر گائینگے۔ اور روزی کمائینگے۔ چلتے چلتے شام نے آن لیا۔ اور یہ سب دوست کوئی اچھی جگہ تلاش کر کے سو رہے۔ کتا اور گدھا تو گھاس پھوس اکٹھا کر کے زمین پر سو رہے۔ لیکن بلّی اور مرغ پاس کے درخت پر چڑھ گئے۔ مُرغ سب سے اونچی ٹہنی پر بیٹھ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ کچھ دُور اسے روشنی دکھائی دی۔ اس نے اپنے دوستوں کو اُٹھا کر کہا۔ کہ بھائیو مجھے روشنی دکھائی دے رہی ہے۔ چلو وہاں کچھ کھائیں پئینگے۔ خیر سب دوست روشنی کی طرف چل دیئے۔ جب دروازے پر پہنچے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ڈاکو ہیں۔ چونکہ گدھا لمبا تھا۔ اس لئے کھڑکی میں جھانکا۔ مرغ نے پوچھا کیا ہے۔ گدھے نے کہا کہ یہاں تو بڑے عمدہ اور لذیذ کھانے میز پر چنے ہوئے ہیں۔ بلّی بولی۔ اچھا تو سب سے نیچے گدھا کھڑا ہو۔ اس کے اوپر کتا۔ اس کے اوپر میں اور میرے سر پر مرغ بیٹھ جائے۔ یہ صلاح سب نے منظور کی۔ اور بلّی کے کہنے کے مطابق عمل کیا۔ اور چاروں ایک دوسرے کے اوپر چڑھ گئے۔ اور گانا شروع کیا ڈاکو اس آفتِ ناگہانی سے ایسے ڈرے کہ بے تحاشہ آنکھیں میچ کر بھاگے۔ مرغ نے کھڑکی کا شیشہ توڑ ڈالا۔ اور سب کے اندر گھسنے کا راستہ ہو گیا۔ سب اندر گئے۔ خوب کھایا پیا۔ رات ہو گئی تھی۔ بتّی بجھا کر گدھا فرش پر سو رہا۔ کتا دروازے میں۔ بلّی چولہے میں۔ اور مرغ مکان کی کھپریل[1] پر سو رہا۔ آدھی رات کا وقت تھا۔ کہ ایک بہادر ڈاکو آیا۔ اور باورچی خانہ میں روشنی کی تلاش کرنے لگا۔ چونکہ بلّی کی آنکھیں رات کے وقت چمکتی ہیں۔ اس لئے ڈاکو سمجھا یہ

[1] مٹی کے ٹھکروں کو کہتے ہیں۔

کو ٹلے ہیں۔ اس لئے اس نے بلّی کی آنکھوں میں دو تنکے گھسیڑ کر پھونکنا شروع کیا۔ بلّی جب اُٹھی تو وہ سمجھی کہ یہ ڈاکو میری آنکھیں پھوڑ رہا ہے۔ اس نے ڈاکو کے مُنہ پر پنجے مارے۔ ڈاکو چلاتا ہؤا دروازے پر بھاگا۔ کتا بھی جاگ اُٹھا۔ اس نے ڈاکو کی ٹانگ کو کاٹ لیا۔ گدھا بھی بیدار ہؤا۔ اور ڈاکو کی پیٹھ پر دولتّی جمائی۔ اتنے میں مرغ نے اذاں دی۔ ڈاکو سمجھا یہ کہہ رہا ہے کہ پکڑو جانے مت دو۔ اس نے سوچا ہو نہ ہو یہاں جن بھوت آگئے۔ اور بھاگتا ہؤا اپنے ساتھیوں میں پہنچا۔ تو انہوں نے پوچھا کیوں کیا ہے؟ اس نے کہا کچھ مت پوچھو۔ یہ کہہ کر اپنے زخم دکھائے۔ اور کہا اب یہاں ٹھہرنا اچھا نہیں۔ کیونکہ یہاں جن بھوت اور بلائیں آگئی ہیں۔ ایک دیو نے میرے گھونسا مارا۔ اور اسی طرح سب حال کہہ سُنایا۔ پھر اس گھر کا کبھی رُخ نہ کیا۔

راقم صابر غلام ناصر خاں جماعت ساتویں اے سنٹرل ماڈل سکول لاہور

گلدستہ اطفال بھائی

عزیزو! خاص کر اسکاؤٹ اور فرسٹ ایڈز بھائیوں کا اہم فرض ہے کہ مضروب، مریض، اپاہج اور غریب بھائیوں کی مدد کریں۔ مدد (۱) جسم سے (۲) علم سے (۳) عقل سے (۴) اسباب ضروری سے اور (۵) پیسے سے ہوسکتی ہے۔ اگر اور کوئی عبادت تم سے نہیں ہوسکتی تو اپنے حاجت مند بھائیوں کی ضرورت ہی رفع کیا کرو۔ کیونکہ کہا گیا ہے کہ ؎
طریقت بجز خدمتِ خلق نیست   بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست۔ یعنی خلق کی خدمت سے بہتر عبادت نہیں ہے۔ مالا جپنا (تسبیح پھیرنا) گُدڑی اوڑھنا اور رنڈھی میں بیٹھنا عبادت (پوجا پاٹ) نہیں ہے۔

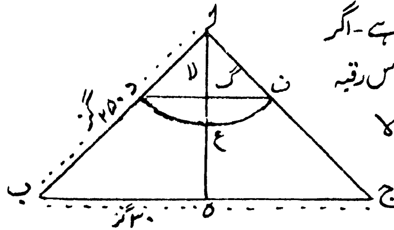
آج سے اپنا اصول بنالو کہ ہر روز کم از کم ایک بیکس و بے بس کی ضرور خدمت کیا کرو گے۔ اوروں کا بیڑا پار کر تیرا بھی بیڑا پار ہے۔ ایک خدمت یہ بھی ہے کہ تمہارے ساتھی جو ان پڑھ اور ناداں ہیں انکو وہ باتیں بتلایا کرو کہ جو تم کو تمہارے اُستادوں نے بتلائیں یا کتابوں میں پڑھائی ہیں جیسے اصولِ حفظِ صحت، کاشتکاری کے جدید طریقے، امراض کے سہل علاج، تحصیلِ علوم و فنون کے فوائد وغیرہ۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اصولِ حفظ صحت اور علاج کے متعلق جو سوال مجھ سے کئے جائینگے انکے جواب بذریعہ رسالہ ہذا میں دیا کرونگا۔ خدمت مجھ سے ممکن ہے اور میری زندگی اس کام کے لئے وقف ہے۔

نیازمند شیاما چرن ورما

رہنمائے ریاضی

برائے اُمیدواران امتحان ورنیکلر فائنل

(۱) مثلث متساوی الساقین کی وضع کے ایک میدان کی مساوی ساق کا طول ۲۵۰ گز ہے اور اس کا قاعدہ ۳۰۰ گز ہے۔ اُس رسّی کا طول کیا ہونا چاہئے جس کا ایک سِرا تو میدان کے راس پر ہے اور دوسرا ایک گھوڑے کی ناک کے قریب باندھ دیا گیا ہو اِس طرح کہ گھوڑا ٹھیک میدان کے پانچویں حصّہ پر چر سکتا ہے۔



جواب۔ فرض کرو کہ △ اب ج میدان کو تعبیر کرتا ہے۔ اگر اد سے مطلوبہ رسی کا طول تعبیر ہوتا ہے تو قطاع ادع ف اُس رقبہ کو تعبیر کریگا جس پر کہ گھوڑا گھاس چرتا ہے۔ ب ج پر ا ہ عمود نکالو۔ دع اور دف کو ملاؤ۔ اور فرض کرو کہ اد کا ناپ لا گز ہے۔ اب دف اور دع کو لا کی رقوم میں دریافت کرنا ضروری ہوگا۔ تاکہ قوس دع ف کا طول لا کی رقوم میں اور پھر قطاع ادع ف کا رقبہ لا کی رقوم میں بیان کیا جاسکے۔

دف کو معلوم کرنے کے لئے متشابہ مثلثوں سے حاصل ہوتا ہے کہ

دف : ب ج = اد : اب ∴ دف = ۳۰۰/۲۵۰ لا گز = ۶لا/۵ گز

دع دریافت کرنے کے لئے متشابہ مثلثوں سے حاصل ہوتا ہے کہ

اگ : اد = اہ : اب لیکن اہ = √((۲۵۰)² − (۱۵۰)²) گز = √(۴۰۰ × ۱۰۰) گز = ۲۰۰ گز

∴ اگ = ۲۰۰/۲۵۰ لا گز = ۴لا/۵ گز ∴ گ ع = اع + اگ = (لا − ۴لا/۵) گز = لا/۵ گز

اب (دع)² = (دگ² + گع²) ∴ دع = √((۳لا/۵)² + (لا/۵)²) گز = لا√۱۰/۵ گز

اس لئے قوس دع ف کا طول = ۱/۳ (۸ × دع − دف) = ۱/۳ (۸ × لا√۱۰/۵ − ۶لا/۵) گز

اور قطاع ادع ف کا رقبہ = ۱/۲ × اد × قوس دع ف = ۱/۲ × لا × ۱/۳ (۸لا√۱۰/۵ − ۶لا/۵) مربع گز

لیکن قطاع ادع ف کا رقبہ = ۱/۵ × △ اب ج کا رقبہ = ۱/۵ × جَ/۴ √(۴اَ² − جَ²) مربع گز

جہاں جَ = ۳۰۰ گز اور اَ (الفَ) = ۲۵۰ گز

∴ یہ رقبہ = $\frac{1}{5}\times\frac{300}{4}\sqrt{(500)^2-(300)^2}$ مربع گز = $\frac{1}{5}\times\frac{300}{4}\times 400$ مربع گز = ۶۰۰۰ مربع گز

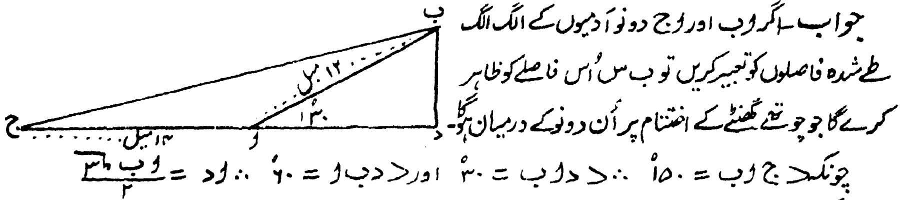
∴ $\frac{1}{2}\times$ لا $\times\frac{1}{2}\left(\frac{\text{لا}\sqrt{۱۶۰}}{۵}-\frac{\text{لا}۶}{۵}\right)$ = ۶۰۰۰ ∴ $\frac{\text{لا}^2}{۱۵}(۴\sqrt{۱۰}-۳)$ = ۶۰۰۰ ∴ $\text{لا}^2 = \frac{۹۰۰۰۰}{۴\sqrt{۱۰}-۳}$

$= \frac{۹۰۰۰۰(۴\sqrt{۱۰}+۳)}{۱۶۰-۹} = \frac{۱۴۰۸۴۱۹}{۱۵۱}$ تقریباً = ۹۳۲۷ تقریباً ∴ لا = ۹۶ تقریباً

اس لئے رسّی کا مطلوبہ طول = ۹۶ گز تقریباً

(۴) ایک مقام سے دو سڑکیں ایک دوسری سے ۱۵۰° کے زاویہ پر ملتی ہیں۔ دو شخص اِس مقام سے مختلف سڑکوں پر بالترتیب ۳ اور ۳½ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے روانہ ہوتے ہیں۔ بتاؤ کہ اپنی اپنی سڑک پر مسلسل ۴ گھنٹے تک سفر کرنے کے بعد اِن کے درمیان براہِ راست کتنا فاصلہ ہوگا؟

جواب۔ اگر ا ب اور ا ج دونو آدمیوں کے الگ الگ طے شدہ فاصلوں کو تعبیر کریں تو ب ج اُس فاصلے کو ظاہر کرے گا جو چوتھے گھنٹے کے اختتام پر اُن دونو کے درمیان ہوگا۔



چونکہ ∠ ج ا ب = ۱۵۰° ∴ ∠ د ا ب = ۳۰° اور ∠ د ب ا = ۶۰° ∴ ا د = $\frac{\text{ا ب}}{۲}\sqrt{۳}$

لیکن ا ب کا طول = ۳ × ۴ = ۱۲ میل ∴ ا د کا طول = ۶ × $\sqrt{۳}$ = ۶$\sqrt{۳}$ میل

∴ ج د = ج ا + ا د = (۱۴ + ۶$\sqrt{۳}$) میل پھر ب د = ½ × ا ب = ۶ میل

اور ب ج = $\sqrt{\text{ج د}^2 + \text{د ب}^2}$ ∴ ب ج = $\sqrt{(۱۴+۶\sqrt{۳})^2 + (۶)^2}$ میل

= $\sqrt{۳۴۰ + ۱۶۸\times\sqrt{۳}}$ = $\sqrt{۳۴۰ + ۲۹۰٫۹۸۷۶}$ = ۲۵٫۱۲ میل تقریباً

ہنسراج بہلوترہ طالب العلم بی اے (آنرز) دہلی

سوال معہ حل

ایک دوکاندار نے ۵۰ من گیہوں ۳ روپے من کے حساب سے خرید کر اس میں کچھ من جو ۲ روپے من کے حساب سے خرید کر ملا دیئے۔ مرکب کو ۲½ روپے من بیچنے سے ۷ ۱/۷ فیصدی نفع ہُوا۔ بتاؤ جو کتنے من ملائے؟

قیمت فروخت فی من = ۲½ روپے نفع فیصدی = ۷ ۱/۷ = $\frac{۵۰}{۷}$

۱۰۰ کی فروخت = ۱۰۰ + $\frac{۵۰}{۷}$ = $\frac{۷۵۰}{۷}$

اوسط قیمت یا قیمت خرید = $\frac{\text{قیمت فروخت} \times ۱۰۰}{\text{۱۰۰ کی فروخت}}$

= $\frac{۷\times۱۰۰\times۵}{۷۵۰\times۲}$ = $\frac{۷}{۳}$ روپے

ایک من گیہوں پر نقصان = ۳ − $\frac{۷}{۳}$ = $\frac{۲}{۳}$ روپے

ایک من جو پر نفع = $\frac{۷}{۳}$ − ۲ = $\frac{۱}{۳}$

نفع نقصان میں نسبت = $\frac{۲}{۳}$: $\frac{۱}{۳}$

یا ۲ : ۱

مقداروں میں نسبت = ۱ : ۲

چونکہ گیہوں ۵۰ من ہیں اس لئے

جو = ۵۰ × ۲ = ۱۰۰ من جواب

کلول شرما ریاضی ٹیچر بی ڈی ہائی سکول

حساب کا سوال مع حل

رام اور شام ایک کام کو ۲۰ دن میں کر سکتے ہیں۔ دونو نے ۴ دن کام کیا۔ اِس کے بعد شام چلا گیا۔ اگر رام نے باقی کام کو ۲۰ دِن میں کر لیا ہو تو بتاؤ شام اکیلا کل کام کو کتنے دنوں میں کریگا۔

حل۔ رام اور شام کا ایک دِن کا کام $= \frac{۱}{۲۰}$　　دونو کا ۴ دن کا کام $= \frac{۱}{۲۰} \times ۴ = \frac{۱}{۵}$

باقی کام جو رام نے ۲۰ دن میں کیا $= ۱ - \frac{۱}{۵} = \frac{۴}{۵}$　　رام کا ایک دن کا کام $= \frac{۴}{۵} \div ۲۰ = \frac{۴}{۵} \times \frac{۱}{۲۰} = \frac{۱}{۲۵}$

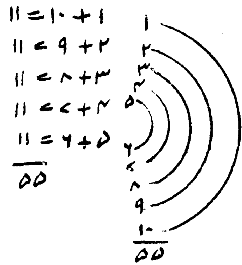
شام کا ایک دن کا کام $= \frac{۱}{۲۰} - \frac{۱}{۲۵} = \frac{۵ - ۴}{۱۰۰} = \frac{۱}{۱۰۰}$　　شام کل کام کو کریگا $= ۱ \div \frac{۱}{۱۰۰} = ۱۰۰$ دن۔ جواب

بال کشن داس۔ جماعت ہفتم سیکشن (بی) بی۔ ڈی ہائی سکول انبالہ چھاؤنی

جماعت سوئم کے واسطے سوال معہ حل

۱ سے ۱۰۰ تک عددوں کو جمع کرو۔

حل۔ فرض کریں۔ ہم نے صرف ۱ سے ۱۰ تک ہی جمع کرنا ہے۔ تو ایک سے ۱۰ تک جمع کرنا ۱۱ کو پانچ دفعہ جمع کرنے کے برابر ہے۔ اس لئے حسب ذیل قاعدہ بن جاتا ہے۔



قاعدہ۔ ایک سے شروع کر کے اگر کچھ متواتر قدرتی اعداد کو جمع کرنا ہو۔ تو (آخر کا عدد + ۱) × (آخر کا عدد ÷ ۲) کو حل کر کے جواب حاصل جمع ہوگا۔
یہی قاعدہ ۱ سے ۱۰۰ تک عددوں کو جمع کرنے کے لئے لگایا جائے۔ تو

$(۱۰۰ + ۱) \times (۱۰۰ \div ۲) = ۱۰۱ \times ۵۰ = ۵۰۵۰$

راقم رادھا کشن ٹیچر کمپلسری سکول ہاتی شاہ سپو لو

انعامی مقابلہ خوشخطی

شرائط۔ (۱) فلسکیپ سائز پر کم از کم بیس سطریں لکھی جائیں (۲) حاشیہ ضرور چھوڑا جائے (۳) موٹا قلم استعمال کیا جائے۔ (۴) عبارت خوشخطی نظم یا نثر یا دونو ہوں (۵) کم از کم ۲۰ اپریل ۱۹۳۳ء تک مندرجہ ذیل پتہ پر تمام نمونہ جاتِ خوشخطی پہنچ جانے چاہئیں۔

ویر سپاٹوی سکرٹری بزم تخیل سپاٹو ضلع شملہ

نوٹ۔ انعام کا فیصلہ جناب منشی محمد امین خاں صاحب اور ادیب فطرت جناب پریم چندر صاحب پریم سپاٹوی کرینگے۔ مستحق طلباء کو مندرجہ ذیل طریق پر انعامات تقسیم ہونگے۔

اوّل۔ "اشک" عہ (افسانوں کا مجموعہ) **دوئم**۔ پیارے بزرگوں کی پیاری باتیں۔ **سوئم**۔ رہنمائے املا یا رموز صحت

بچوں کا دِل بہلاوا

حل طلب انعامی معما

(۱) میرے معما کا نام سات حروف سے حل کرنا ہے - جس کا مرقع حسب ذیل ہے -

(۲) صحیح جوابات بھیجنے والے کی خدمت میں انعام کے طور پر ایک سال کے لئے گلدستہ اطفال روانہ کیا جائیگا -

(۳) زیادہ جوابات آنے پر بذریعہ قرعہ اندازی نام نکالا جائیگا - اس کے ریفری ہیڈ ماسٹر صاحب مڈل سکول فرزانہ ہونگے -

(۴) اپنے کلاس ٹیچر کی تصدیق ہو - کہ واقعی یہ جواب اس لڑکے نے خود نکالا ہے - جوابات ۲۰ اپریل ۱۹۳۳ء تک یا تاریخ اشاعت رسالہ سے ۲۰ دن بعد آجانا چاہئیں - نوٹ - جوابات کے لئے یہ حصہ کاٹ کر بھیجدیا جائے -

(۱) میرے نام کا پہلا حرف	لندن میں ہے	دہلی میں نہیں
(۲) میرے نام کا دوسرا "	دہلی میں ہے	لندن میں نہیں
(۳) میرے نام کا تیسرا "	روس میں ہے	جرمنی میں نہیں
(۴) میرے نام کا چوتھا "	جرمنی میں ہے	روس میں نہیں
(۵) میرے نام کا پانچواں "	ایشیا میں ہے	یورپ میں نہیں
(۶) میرے نام کا چھٹا "	یورپ میں ہے	ایشیا میں نہیں
(۷) میرے نام کا ساتواں "	ڈارک میں ہے	لائٹ میں نہیں

نوٹ - اس پتہ سے جواب آنے چاہئے - مقام فرزانہ ضلع روہتک لالہ دنی چند باقر سیکنڈ ماسٹر

حل طلب انعامی معما مندرجہ مارچ ۱۹۳۳ء صفحہ ۴۰ کے حل کا فیصلہ

مندرجہ ذیل اصحاب نے جواب دیئے -

(۱) منگل خاں جماعت دہم امروہہ (مراد آباد) (۲) علی محمد و غلام رسول ہشتم کرتار پور (جالندھر)
(۳) نصیر متعلم گنگا گنج ایم بی سکول الہ آباد (۴) وید پرکاش جماعت ہفتم مڈل سکول پھرالہ "

اگرچہ جوابات میں چند ایک فروگذاشتیں تھیں تاہم حوصلہ افزائی کے لئے ہر ایک امیدوار کو کتاب شمس الاعراب ایک ایک جلد بھیجدی گئی - صحیح حل ذیل میں ملاحظہ ہو -

ا	ق	ب	ا	ل	■	ک	ل	ک	ت	ہ
ط	ے	ن	ث	■	■	■	ب	ل	ب	ل
ف	ص	د	■	ف	■	ع	■	س	ر	ا
ا	ر	■	ب	ل	■	ر	ج	■		ہ
ل	■	ق	س	م	■	ب	ل	ب	■	ل
■	■	■	■	■	■	■	■	■	■	■
ب	■	پ	م	پ	■	م	ی	ز	■	ب
ل	ف	■	س	ن	■	ص	د	■	ف	ش
د	ر	م	■	س	■	ر	■	ب	ر	ا
ا	ع	د	ل	■	■	■	ک	ج	ل	و
ن	ت	ی	ج	ہ	■	ل	ا	ہ	و	ر

محمد اکبر

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام مہتہ ایشر داس پرنٹر چھپا اور ماسٹر جگت سنگھ پروپرائٹر و پبلشر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور نے رام گلی سے شائع کیا

گلِ صد رنگ

یعنی

ادبی علمی تاریخی تعلیمی صنعتی اور حفظانِ صحت کے متعلق بہترین مضامین کا بہترین مجموعہ

حیرت انگیز فسانے۔ دلچسپ ڈرامے۔ پاکیزہ نظمیں

نظم و نثر کے سو ۱۰۰ نادر مضامین قدیم و موجودہ انشا پردازوں کے ایک سو نایاب فوٹو متعدد سہ رنگی تصاویر مشاہیر ادبِ اردو کے ہاتھ کی تحریروں کے قیمتی عکس اس مجموعہ کی زینت ہیں (ملک کے قریباً ڈیڑھ سو قابلوں اور ادیبوں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے)

سائز ۲۰×۳۰ صفحہ ضخامت قریباً ۵۰۰ صفحات۔ لکھائی چھپائی بہترین متعدد صفحات رنگین۔

ہمارا پُرزور دعویٰ ہے کہ

اس سے زیادہ شاندار اور ضخیم مجموعہ مضامین اب تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوا

اس کی تیاری میں آٹھ ہزار روپیہ نقد خرچ کیا گیا ہے

اگر آپ نے

ادبِ اردو کی اس انسائیکلوپیڈیا کو نہ منگوایا تو یقیناً آپ پچھتائیں گے

کسی وجہ سے بھی ناپسند ہو تو بلا تامل واپس فرما دیں۔

قیمت باوجود اتنی بڑی ضخامت اور اس قدر فوٹوؤں کے صرف دو روپیہ آٹھ آنہ (عہ۲) مجلد ۳ روپے

ملنے کا پتہ

ماسٹر جگت سنگھ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور رام گلی نمبر ۵۵

دورِ جدید

بہ سرپرستی سررشتۂ تعلیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶

سررشتۂ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا

اور بہترین خدمت گذار

رسالہ

رہنمائے تعلیم لاہور

مینجنگ پروپرائٹر

ماسٹر جگت سنگھ

سالانہ چندہ للعہ

قیمت فی پرچہ ۸/

ششماہی چندہ ۳ روپے

قواعد و ضوابط

۱۔ رہنمائے تعلیم بالعموم ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ سالانہ چندہ چار روپے (للعہ) ششماہی تین روپے (سعہ) بد پیشگی۔ نمونہ کا پرچہ ۶ ر کے ٹکٹ آنے پر ارسال خدمت ہوگا۔ کوئی صاحب نمونہ مفت طلب کرنے کی تکلیف نہ کریں۔

۳۔ خریدار اصحاب خط لکھتے وقت چٹ نمبر ضرور لکھا کریں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

۴۔ رہنمائے تعلیم میں تمام ایسے علمی۔ ادبی۔ اخلاقی۔ طبی۔ تاریخی۔ تحقیقی مضامین (نثر و نظم) ہوا کرتے ہیں جو شائستہ اور مفید ہوتے ہیں اور معیار ادب پر پورے اُترتے ہیں۔

۵۔ مذہبی اور پولیٹیکل مضامین ہرگز درج رسالہ نہیں ہونگے۔

۶۔ جو مضامین درج نہ ہوں گے اُن کے واپس کرنے یا نہ کرنے کا ایڈیٹر صاحب کو پورا اختیار ہوگا۔

۷۔ مدیران مضامین کی ترمیم و تنسیخ کے مختار ہوں گے۔

۸۔ جواب طلب اُمور کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہیئے۔

۹۔ مضامین نثر کے متعلق جملہ خط و کتابت لالہ آگیا رام صاحب سچدیو کے اور مضامین نظم کے لئے جناب پنڈت لبھو رام صاحب جوش ملسیانی کے نام ہونی چاہیئے۔ اور دیگر امور و ترسیل زر مینیجر کے نام ہونی چاہیئے

۱۰۔ مشتہرین اصحاب اشتہارات بھیج کر فائدہ اُٹھاویں۔ اُجرت نہایت معمولی جو ذیل میں درج ہے۔

نرخنامہ اشتہارات

پیمانہ صفحہ	ایک بار	تین بار	چھ بار	سال بھر
پورا صفحہ	۹	۲۷	۵۰	۹۰
نصف صفحہ	۵	۱۵	۲۷	۵۰
چوتھائی صفحہ	۳	۹	۱۵	۲۷

نرخنامہ اشتہارات سرورق (مستقل پورے سال کے لئے)

صفحہ ۲ و ۳ ایک سو آٹھ روپیہ سالانہ

صفحہ ۴ ایک سو بیس روپیہ سالانہ

(اُجرت ہر حال میں پیشگی آنی چاہیئے۔)

مینیجر رہنمائے تعلیم لاہور رام گلی نمبر ۵۵

بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۴۳ء

سررشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا اور بہترین خدمت گذار

رسالہ

رہنمائے تعلیم لاہور

جلد ۲۰ نمبر ۵

علمی، ادبی، اخلاقی، طبی، تاریخی، زراعتی اور صنعتی مضامین کا ماہوار مجموعہ

زیر سرپرستی تاج الشعراء فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین داغ مرحوم

مدیر اعزازی

مسٹر لچھمی چند ودیارتھی بی اے - بی ٹی - ایم - او - جی - اے (لندن)

معاونین اعزازی

لالہ آگیا رام سچدیو منشی فاضل — جناب جوش ملسیانی

طالب کاشمیری ایم اے - ایم او ایل منشی فاضل ادیب فاضل

ماسٹر جگت سنگھ مینیجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) بلڈنگ نمبر ۵۵

سالانہ چندہ چار روپے (للعہ) — ششماہی تین روپے (سے) — فی پرچہ ۸؍

فہرست مضامین

یادِ ایامِ گذشتہ

(از لالہ لکشمی چند صاحب نسیم نور محلوی)

اے شبابِ رفتہ یہ پیری ترا انجام ہے
زندگی میں زندگی ہی موت کا پیغام ہے

ہائے یادِ عہدِ طفلی یادِ ایامِ شباب
مایۂ صد رنج و غم سرمایۂ صد اضطراب

آہ وہ بچپن کے دن جب یاد آتے ہیں مجھے
سچ تو یہ ہے خون کے آنسو رلاتے ہیں مجھے

لُوٹ لی بادِ خزاں نے میرے گلشن کی بہار
ہائے وہ میں - ہائے وہ میرے لڑکپن کی بہار

وہ سماں پُرکیف تھا ایسا کہ دلِ مخمور تھا
نغمۂ شیریں کی لے سے مست تھا مسحور تھا

پرورش پاتی تھی شوخی سادگی کی گود میں
کھیلتی تھی نوجوانی کم سنی کی گود میں

دہر کی آب و ہوا مجھ پر مسرت بار تھی
میری نظروں میں زمانے کی فضا سرشار تھی

اقربا احباب آنکھوں پر بٹھاتے تھے مجھے
اک نئے انداز کا جھولا جھلاتے تھے مجھے

کس قدر محبوب تھا میں کسقدر پیارا تھا میں
سچ تو یہ ہے دوستوں کی آنکھ کا تارا تھا میں

ہر گھڑی ہر وقت مجھ کو کھیلنے سے کام تھا
ہر نفس میرے لئے راحت کا اک پیغام تھا

فکرِ شب مجھ کو نہ تھی۔ فکرِ سحر مجھ کو نہ تھی
رات دن کی چڑھتے ڈھلتے کی خبر مجھکو نہ تھی

زندگی جن کی نظر آتی تھی بے کیف و سُرور
میں رہا کرتا تھا ایسے غم زدوں سے دُور دُور

سایۂ شامِ الم میرے مقدر میں نہ تھا
درپئے آزار یعنی چرخِ بد اختر نہ تھا

جو تمنا تھی شگفتہ تھی دلِ شاداب میں
غم نہ تھا میری کتابِ زندگی کے باب میں

زندگی تھی درحقیقت زندگی میرے لئے
وقف تھی دُنیا کی شانِ دلبری میرے لئے

حیف یہ دورِ طرب آلام بن کر رہ گیا
جلوۂ صبحِ سعادت شام بن کر رہ گیا

اک ہجومِ آرزو لے کر جوانی آگئی
خوف تھا مجھ کو جس آنی کا وہ آنی آگئی

وہ جوانی جس کو دیوانی جوانی کہہ سکیں
جس کے جلووں کو طلسمِ حُسن فانی کہہ سکیں

میری رگ رگ میں شرابِ ارغواں ڈھلنے لگی
بے خُودی ہُشیاریوں کی گود میں پلنے لگی

خون کے ہر قطرے سے بوئے شراب آنے لگی
راہِ مے خانہ میں توبہ ٹھوکریں کھانے لگی

دِل فدا ہر رنگ و بوئے دہر پر ہونے لگا
خود مقدر بھی مری تقدیر پر رونے لگا

لڑتے لڑتے آنکھ اک بیدرد سے لڑ ہی گئی
پڑتے پڑتے میری قسمت میں کجی پڑ ہی گئی

میری دنیا پر بلاؤں کا ہجوم آ ہی گیا
میری کشتِ آرزو پر ابرِ غم چھا ہی گیا

نااُمیدی سے مری وحشت سوا ہونے لگی
میری اُلفت بھی مرے حق میں بلا ہونے لگی

انتہائے رنج نے خاموش مجھ کو کر دیا
دیدۂ خوں بار نے گُل پوش مجھ کو کر دیا

میری خاموشی میں پنہاں تھا جہانِ آرزو
ہر نگاہِ یاس تھی اک داستانِ آرزو

دِل میں جو ارمان تھا وہ درپئے آزار تھا
لیکن اس پر بھی میں ضبطِ غم کا دعویدار تھا

حُسن روز افزوں مئے گلگوں سے جب ڈھلنے لگا
عشق کے ضبطِ محبت کا بھرم کھلنے لگا

کوششِ ترکِ محبت کوششِ ناکام تھی
مجھ کو میری زندگی ہی عشق کا پیغام تھی

ایک طُوفانِ محبت اس پہ طوفانِ شباب
حسرتوں کی پوٹ بن کر رہ گئی جانِ شباب

کچھ نہ تھی میری جوانی پھر بھی دل پرور تو تھی
کچھ نہ ہونے پر بھی حُسن و عشق کا منظر تو تھی

کس طرف کو چل دیا تو اے شبابِ دِل نواز
لُٹ گئی محفل تری اے ساقیِ محفل نواز

دیکھتا ہوں جب بڑھاپے کو تو رو دیتا ہوں میں
کشتیِ عمرِ رواں یعنی ڈبو دیتا ہوں میں

چھوڑ دے اے یادِ ایامِ گذشتہ تُو مجھے
تیرے پہلو میں نہیں راحت کسی پہلو مجھے

پنجاب یونیورسٹی تحقیقاتی کمیشن

کی

رپورٹ اور سفارشات بطریق اجمال

سکولوں کے موجودہ طرز تعلیم پر خاص نکتہ چینی صنعتی تعلیم کی عام ترویج - یونیورسٹی (امتحانات اور تعلیمی) ہر دو فرائض بجا لائے - ورنیکلر زبانوں کی اہمیت وہ نہ صرف انتخابی مضامین کی صورت میں ڈگری امتحانات تک لئے جا سکیں بلکہ ان زبانوں میں ایم اے کا امتحان بھی دیا جا سکے - میٹرکولیشن کا امتحان نویں جماعت کے بعد ہو اور تمام تعلیم ورنیکلر میں دیجائے - ایف اے اور بی اے کے لئے تین تین سال اور ایم اے ایک سال میں -

یونیورسٹی تحقیقاتی کمیشن نے اپنا کام ماہ گذشتہ میں ختم کیا اور تقریباً چھ ماہ کی تحقیقات کے بعد اپنی رپورٹ گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) کو ارسال کی - عام طور پر یہ سفارشات دو جلدوں میں مشتمل مگر متفقہ ہیں - ہاں مسٹر ایس یوسف علی نے اپنا ایک علیحدہ نوٹ بھی شامل کیا ہے -

(ا) **یونیورسٹی جماعتوں** یعنی اکیڈیمک کونسل - بورڈز آف سٹڈیز - اور دیگر جماعتوں میں مدرسین کے انتخاب کی خاص سفارش کی گئی ہے - غیر اکیڈیمک اشخاص کے انتخاب سے پہلو تہی روا رکھی گئی ہے - البتہ اگر کوئی شخص جو خاص مضامین میں بلند پایہ ہو گا تو اسے جس کمیٹی کے لئے مناسب سمجھا جائیگا - بغیر کسی دقت کے منتخب کر لیا جائیگا -

(ب) **تعداد ممبران** سر دست یونیورسٹی سینٹ ۸۵ ممبران پر مشتمل ہے جن میں سے دس ممبران کو گریجویٹ منتخب کرتے ہیں - دس بلحاظ عہدہ - پانچ فیکلٹیوں کے نامزد اور ساٹھ چانسلر صاحب نامزد کرتے ہیں - جو صوبہ کے گورنر ہیں سنڈیکیٹ میں ۱۷ ممبر ہیں جن میں سے تین یعنی صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم - وائس چانسلر اور چیف جسٹس صاحب بلحاظ عہدہ ممبر ہیں - باقی ممبران کو فیکلٹیاں منتخب کرتی ہیں - مگر اب تجویز کی گئی ہے کہ سینٹ میں ۱۰۰ ممبران ہوں جن سے ۱۵ بلحاظ عہدہ پنجاب لیجسلیٹو کونسل کا پریزیڈنٹ - تمام وزرا - ڈگری کالجوں کے پرنسپل - ہندوستانی ریاستوں کے سات نمائندے جن کے کالجوں کا الحاق یونیورسٹی سے ہو - لاہور میونسپلٹی کا ایک ممبر - صوبہ کے ڈسٹرکٹ بورڈوں کے پانچ نمائندے - علاوہ بریں چالیس ممبران کو چانسلر نامزد کریگا - ۲۵ کا انتخاب رجسٹرڈ گریجویٹ کرینگے اور باقی ممبران اس نسبت سے منتخب ہونگے - ہندو ۳۵ مسلمان ۳۵ اور سکھ ۲۰

(ج) **طریق انتخاب** قابلیت ممبری شروع میں جداگانہ حلقوں سے ہونگے مگر بعد ازاں انتخاب مشترکہ ہوگا - ہر فرقہ کی تخصیص محض گریجوایٹوں کے نمائندگان تک محدود ہے - پنجاب کونسل - ڈسٹرکٹ بورڈوں اور لاہور میونسپلٹی کے نمائندول

کے لئے ضروری ہے کہ وہ کم سے کم گریجویٹ ہوں۔ گریجوایٹوں کے نام درج رجسٹر ہونے کی فیس بجائے پچیس روپیہ کے پانچ روپیہ کی گئی ہے اور ان کے اندراج کی قابلیت کا زمانہ دس سال کی بجائے تین سال روا رکھا گیا ہے۔

(د) سنڈیکیٹ۔ سفارش کی گئی ہے کہ اس جماعت کے ۲۰ ممبر ہوں جن سے چھ چانسلر صاحب نامزد کریں۔ گیارہ فیکلٹیاں انتخاب کریں اور باقی ڈگری کالجوں کے پرنسپل اور یونیورسٹی پروفیسر۔

(ھ) سکولوں کا طریق تعلیم۔ کمیٹی نے اس طریق پر سخت نکتہ چینی کی ہے اور اسکی بجائے ایک نئے طریق کے رواج کی سفارش کی ہے عام طور سے محسوس کیا گیا ہے کہ موجودہ طریق طلباء کو اس قابل نہیں بناتا کہ وہ زندگی کی جنگ لڑ سکیں اور جب وہ میٹرکولیشن کا امتحان پاس کر لیتے ہیں تو بلا امتیاز کالجوں میں داخل ہو جاتے ہیں۔ کمیشن نے سفارش کی ہے۔ کہ میٹرکولیشن امتحان دسویں جماعت ختم کرنے کی بجائے نویں جماعت کی تعلیم ختم کرنے پر ہو۔ اور اس امتحان تک ذریعۂ تعلیم ورنیکلر ہو۔ اس امتحان کا نام سیکنڈری سکول امتحان ہو۔ اور اسکے کامیاب طلباء زیادہ تر صنعتی فنون اور دستکاری سکولوں میں تعلیم حاصل کریں کمیشن متوقع ہے کہ گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) اس نئے شعبہ پر زیادہ متوجہ ہو اور اس قسم کی تعلیم زیادہ ہر دلعزیز اور عام کی جائے۔

(و) ہائر سیکنڈری امتحان۔ باقی کامیاب اُمیدواران کی بعد کامیابی سیکنڈری سکول امتحان مناسب پڑتال کی جائے اور اعلےٰ تعلیم کی تحصیل کی اجازت دی جائے۔ اعلےٰ تعلیم کا پہلا کورس ہائر سیکنڈری کہلائیگا جسکی تعلیم تین سال میں ختم ہوگی اور انٹرمیڈیٹ امتحان کی بجائے ہائر سیکنڈری امتحان ہوگا جس کی تعلیم سیکنڈری سکول اور ڈگری کالجوں سے بالکل علیحدہ دیجائیگی۔ اسکی تینوں جماعتوں کا نام بالترتیب فرسٹ۔ سیکنڈ اور تھرڈ ییر ہوگا۔ اور انکا انتظام بھی متذکرہ صدر دو امتحانات سے بالکل علیحدہ ہوگا۔

(ز) ڈگریاں۔ سفارش کی گئی ہے کہ بی اے اور بی ایس سی کی ڈگری کی تعلیم تین سال میں مکمل کی جائے۔ انکے بعد ایم اے یا ایم ایس سی کا کورس ایک سال میں مکمل ہو سکیگا۔

(ح) امتحانات کے کنٹرولر۔ سفارش کی گئی ہے کہ ۳۰ یا ۳۲ ممبروں پر مشتمل بورڈ سیکنڈری سکول و ہائر سیکنڈری سکول کے امتحانات کا نگران ہوگا۔ جس کے ایک تہائی ممبران کا انتخاب سینٹ کرے اور دو تہائی کا انتخاب خاص نمائندگیوں کے یعنی دو نشستیں ڈویژنل انسپکٹر اصحاب سکولز کے لئے ہوں تین تعلیم یافتہ مستورات کی پانچ گورنمنٹ کے نامزدگان دس پرائیویٹ مدارس کے منتظمان کے نمائندے اور باقی سرکاری مدارس کے نمائندے۔ اس بورڈ کا صدر مستقل تنخواہ دار ہو مگر وہ صاحب ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب کے علاوہ کوئی مسلمہ قابلیت کا بزرگوار ہو۔

(ط) ایک اور سفارش کمیشن کی رائے ہے کہ پنجاب یونیورسٹی جہاں ڈگری امتحانات کی نگرانی اور انتظام کرے۔ وہاں وہ بذات خود تعلیم دینے والی جماعت بھی بن جائے۔ اس وقت وہ صرف ایک الحاق کرنے والی جماعت ہے۔ البتہ نئی صورت میں بشرط منظوری گورنمنٹ وہ علم کا حقیقی مرکز ہو جائیگی۔ اور تعلیم کو حقیقتاً ترقی ہوگی۔

لاہور کے کالجوں کی ذات پر کسی طرح سے کوئی اثر نہ پڑیگا۔ وہ جداگانہ یونٹ کے طور پر رہیں۔ ہاں علم کی ترقی اور

اعلےٰ تعلیم کے حصول کے لئے ان سب کے ذرائع سے مشترکہ کام لیا جائے جو کالج یونیورسٹی کی اعلےٰ تعلیم میں حصہ لیگا۔ ایسوسی ایٹ کالج نام پائیگا۔ اعلےٰ تعلیم دینے والے ٹیچروں کی تقرری یونیورسٹی کی پوری نگرانی سے ہوگی جس کی ذمہ داری ایک بورڈ کے سپرد ہوگی۔ اس کے دو ممبر اس کالج کے نامزدگان ہونگے جس کے بطور ایسوسی ایٹ کالج ہونے کے معاملہ پر غور وخوض ہوگا۔ محض اس غرض کے لئے کہ ہر مضمون کے لئے بہترین انتخاب ہو سکے اور اس کالج کو اس معاملہ میں رائے دینے کا حق ہے۔

(ی) لا کالج۔ سفارش ہے کہ اس کالج کا کورس دو سال کی بجائے تین سال کیا جائے۔ تاکہ وہ ملک کی دیگر یونیورسٹیوں اور بیرونجات کے معیار کے برابر ہو سکے۔ قانون جیسے ضروری علم کے لئے دو سال تعلیم ناکافی ہے۔ مضامین کی تقسیم اور نصاب کے تقرر کی تفاصیل نگران بورڈ پر رکھدی گئی ہے۔ مزید برآں سفارش ہے کہ قانون کے متعلق اعلےٰ تعلیم کی حوصلہ افزائی کی جائے مگر ملحوظ رہے کہ طلبا کی تعداد حد سے زیادہ نہ بڑھ سکے اور بہتر قسم کے طلباء کالج میں داخل کئے جائیں۔

(ک) دیگر باتیں۔ کمیشن کی رائے میں یونیورسٹی کا موجودہ طرز تعلیم محض رٹنا اور رٹوانا ہے۔ زور دیا گیا ہے کہ اس طریق سے احتراز کیا جائے۔ اور ایسی تجاویز اختیار کی جائیں جن سے طلبا سیشن بھر کام میں مصروف رہیں اور جوابات انہیں سکھائی جائے۔ اس کی عملی تربیت بھی حاصل کریں۔ علاوہ بریں فزکس اور انگریزی کے پروفیسروں کی تقرری اشد ضروری اور فوری خیال کی جائے۔ وائس چانسلر کا عہدہ تنخواہ دار ہو اور وہ تمام وقت یونیورسٹی کے مفاد پر دے۔ پیشوں کی تعلیم کی ترقی اور حوصلہ افزائی کے لئے اور اس امر پر کہ کالجوں میں طلبا کی تعداد حد سے نہ بڑھ جائے۔ رپورٹ کا ایک خاص باب وقف کیا گیا ہے۔ سفارش کی گئی ہے کہ ہر مضمون کے یونیورسٹی پروفیسر کو صوبہ بھر میں اس مضمون پر پوری نگرانی حاصل ہو۔ کیمسٹری اور باٹنی کی ریسرچ اور تعلیم دونو مدارج پر کمیشن نے خاص توجہ دی ہے اور متفقہ سفارش کی ہے۔ ڈاکٹر بھٹناگر اور رائے شیورام صاحب کیشپ کی جن کے ماتحت ان شعبوں کی تعلیم علے الترتیب دی جاتی ہے۔ خاص طور پر توجہ انکے متعلقہ مضامین پر دلائی گئی ہے۔

(ل) ورنیکلر زبانیں۔ کمیشن نے سفارش کی ہے کہ صوبجاتی ورنیکلرز کو ہائر سیکنڈری سکول میں اور ڈگری امتحانوں میں انتخابی مضامین کے طور پر لینا چاہیئے اور جو شخص چاہے اسے ملکی ورنیکلرز میں سے کسی میں ایم اے کے امتحان تک لینے کی اجازت ہو۔ اس رعایت کا مدعا یہ ہے کہ صوبہ کی ورنیکلر زبانوں کا معیار بلند کیا جائے۔ اور ان مضامین کے لئے بہتر مدرس مہیا کئے جائیں جن کے مدرسین کی کمیشن کی رائے میں صوبہ میں بہت کمی ہے۔

(م) خالصہ یونیورسٹی۔ خالصہ کالج امرتسر کے متعلق سفارش کی گئی ہے کہ وہ یونیٹری طور کی یونیورسٹی بنادی جائے۔ اس قسم کی یونیورسٹیوں کے لئے لائل پور۔ لدھیانہ۔ راولپنڈی اور ملتان کی سفارش ہوئی ہے۔ خالصہ کالج کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صوبہ کی دیگر فرقہ دار درسگاہوں کی نسبت دیگر اقوام کے طلبا زیادہ تعداد میں لئے جاتے ہیں۔ ٹریننگ کی آرزو مند مستورات کے لئے جداگانہ ٹریننگ کالج قائم کرنا چاہیئے۔ چونکہ عورتیں مردوں کے مساوی حقوق کی متمنی ہیں۔ لہذا کمیشن کی رائے ہیں عورتوں کے لئے جداگانہ طریق اور نصاب تعلیم مستورات کے لئے ضروری ہے۔ (صفحہ ۱۰)

خدا حافظ

(از ناخدائے سخن تاج الشعراء فصیح العصر حضرت نوح ناروی)

میرے اوسان کا خدا حافظ — عشق میں جان کا خدا حافظ

روز دیتے ہیں بد دعائیں ہم — اُن کے دربان کا خدا حافظ

دِل ہُوا شیفتہ ستم گر پر — ایسے نادان کا خدا حافظ

تیر دِل میں چبھو کر اُس نے کہا — اب تِری جان کا خدا حافظ

وہ مجھے دھیان میں نہیں لاتے — جانِ پہچان کا خدا حافظ

ترکِ اُلفت ہم اُن سے کر بیٹھے — نفع نقصان کا خدا حافظ

میری خاطر سے کیا غرض اُن کو — رُخصتی پان کا خدا حافظ

پھٹ پڑا کوہِ غم مرے سر پر — ننھّی سی جان کا خدا حافظ

دستِ وحشت ہُوا گلے کا ہار — اب گریبان کا خدا حافظ

فرض ہیں اہلِ عشق پر آداب — مُجھ سے اَن جان کا خدا حافظ

نوح جو شعر ہے وہ ہے طوفان
تیرے دیوان کا خدا حافظ

حقائق

(افضل الشعرا حضرت عابد شاہجہانپوری)

آپ پوچھے گا کوئی حالِ پریشاں میرا | حدِ غم تک بھی تو پہنچے غمِ پنہاں میرا
فطرتِ حسنِ نظر سوز ہے اب تک اک راز | اور کچھ آگے بڑھے چاکِ گریباں میرا
کہئے فردوسِ نظر خاک کے ہر ذرہ کو | آج پہنچا ہے کہاں دیدۂ حیراں میرا
جوشِ غم میں بھی ہے اک موجِ تبسم لب پر | دیکھنا اب تو کوئی حالِ پریشاں میرا
شکوۂ آبلہ پائی ہے نہ احساسِ خلش | ان حدوں سے بہت آگے ہے بیاباں میرا
اب نگاہوں میں ہیں انجام کی شکلیں اے دل | شرحِ جذبات ہوا چاک گریباں میرا
تری رعنائیِ مستور کے یہ ہنگامے | ہوش ہی میں نہیں آتا دلِ حیراں میرا
اب یہ موقع تھا کہ اُٹھتی نگہِ بے پروا | ترا آئینہ ہُوا حالِ پریشاں میرا
آج تک یہ نہ کھلا رازِ مقید ہوں کہاں | حدِ ادراک سے کچھ آگے ہے زنداں میرا
نگہِ شوخ نتیجے پہ ذرا غور تو کر | دیکھنے آتے ہیں سب چاک گریباں میرا

اب تو وہ پوچھیں بھی تو امید تسلّی کی نہیں
عابد اک راز ہوا حالِ پریشاں میرا

حسنِ اصلاح

(۱۷)

بریلی کے گلدستۂ نہالِ سخن کی ایک پرانی اشاعت میں ہمارے عنایت فرما جناب شاکر بریلوی کی ایک غزل شائع ہوئی تھی۔ مطلع حسب ذیل تھا۔ ؎ اب خواب میں بھی اُنکا دیدار نہیں ہوتا　سویا ہے نصیب ایسا بیدار نہیں ہوتا
واضح ہو کہ طرح کی زمین میں حرف، روی (الف) تھا اس لئے ہمارے کرم فرما کے مطلع مذکور میں ایطا کا عیب موجود ہے کیونکہ حرف روی یعنی حرف (الف) سے پہلے کے ٹکڑے (دید) اور (بید) باہمی ہیں غالباً جناب شاکر کے اس مطلع پر گلدستہ مذکور کے مرتب صاحب نے غور نہیں فرمایا۔ ورنہ وہ اس کو شائع نہ فرماتے۔ جناب شاکر نے جب اپنی غزل اصلاح کے لئے جانشین داغ حضرت نوح ناروی کی خدمت میں بھیجی تو حضرت موصوف نے اس مطلع کو یوں بنا دیا۔

اصلاح ؎ اب خواب میں بھی اُنکا دیدار نہیں ہوتا　سو بار تو مشکل ہے اِک بار نہیں ہوتا

(آرام ہو گیا۔ بدنام ہو گیا) ایک مشہور زمین ہے۔ اس زمین میں حضرت شاکر کا شعر تھا ؎

آتے ہی دل کے موت نے بھی آلیا مجھے　کیا ابتدائے عشق بھی انجام ہو گیا

ہمارے عنایت فرما کے شعر میں تین باتیں قابلِ اصلاح تھیں (۱) دو تو طرف لفظ (بھی نہیں چاہیئے تھا (۲) مصرع ثانی میں استفہام کی ضرورت نہ تھی (۳) لفظ (انجام) تنہا آیا ہے۔ اس سے پتا نہیں چلتا کہ شاعر کس کا انجام بیان کر رہا ہے۔
حضرت فصیح العصر مد ظلہ کی اصلاح ملاحظہ ہو ؎

آتے ہی دل کے موت نے بھی آلیا مجھے　آغازِ عشق عشق کا انجام ہو گیا

اب ایک اور زمین ملاحظہ ہو۔

شعر ؎ آپ نے لاکھوں کئے مجھ پر ستم　آپ سے میں نے کبھی شکوا کیا
اصلاح ؎ آپ نے لاکھوں ستم مجھ پر کئے　آپ سے مَیں نے کبھی شکوا کیا

مصرع اولیٰ میں ترتیب الفاظ درست نہیں تھی۔ دراصل لفظ (شکوہ) ہے لیکن (اچھا) اور (رُسوا) وغیرہ کے ساتھ قافیہ ہونے کی صورت میں لفظِ مذکور کی کتابت (الف) کے ساتھ جائز ہے۔ یہ قاعدہ ہم پہلے کئی مرتبہ بیان کر چکے ہیں۔

شعر ؎ وہ خفا ہیں سُن کے میرا حالِ دل　میری باتوں نے مجھے رُسوا کیا
اصلاح ؎ وہ ہوئے ناراض سُن کر حالِ دل　میری باتوں نے مجھے رُسوا کیا

جناب شاکر کے مصرع اولیٰ میں دو باتیں قابلِ اصلاح تھیں (۱) مصرع ثانی میں لفظ (میری) موجود ہے۔ اس لئے

مصرع اولیٰ میں (میرا) کہنا بیکار تھا (۲) پہلے مصرع اولیٰ میں فعل حال تھا اور مصرع ثانی میں فعل ماضی۔ حضرت نوح مدظلہ نے مصرع اولیٰ کے فعل کو فعلِ ماضی کر کے اختلافِ زمانہ کا عیب رفع فرما دیا۔

شعر ؎ کس روز مقدّر مجھے گردش نہیں دیتا　　کس روز کسی کوچے میں چکّر نہیں ہوتا

اصلاح ؎ کب گردشِ قسمت مجھے گردش نہیں دیتی　　کس روز کسی کوچے میں چکّر نہیں ہوتا

جناب شاکر کے مصرع اولیٰ کا آخری لفظ (دیتا) ردیف کے آخری لفظ (ہوتا) کے ساتھ قافیہ ہو گیا تھا حضرت تاج الشعراء مدظلہ اس صورت کو پسند نہیں فرماتے۔

ترتیبِ الفاظ والی اصلاح کی ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیے۔

شعر ؎ بڑے تندخو ہو بڑے جنگ جو ہو　　کبھی کام نکلا نہ تم سے کسی کا

اصلاح ؎ بڑے تندخو ہو بڑے جنگجو ہو　　نہ نکلا کبھی کام تم سے کسی کا

مطلع ؎ آغازِ ستم دیکھا انجامِ وفا دیکھا　　دل دے کے محبت کا یہ ہم نے مزا دیکھا

اصلاح ؎ آغازِ ستم دیکھا انجامِ وفا دیکھا　　دل دے کے حسینوں کو الفت کا مزا دیکھا

حضرت شاکر کے مصرع ثانی میں لفظ (مزا) اپنے مضاف الیہ سے دور جا پڑا تھا۔ اس عیب کو (شکستِ ناروا) کہتے ہیں۔ گذشتہ اقساط میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ ہم اس کو بیان کر چکے ہیں۔ یہاں مجمل طور پر صرف اس قدر عرض کرنا کافی ہوگا کہ ہمارے عنایت فرما کے مصرع ثانی میں اس بحرِ مخصوص کی وجہ سے دو ٹکڑے ہیں اور وہ الگ الگ پڑھے جاتے ہیں۔　　دل دے کے محبت کا ۔ یہ ہم نے مزا دیکھا

گویا (محبت کا دل) ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ترکیب شاعر کے مقصود کے خلاف ہے۔

مطلع ؎ ہٹے رُخ سے اگر دامن کسی کا　　تو ہم دیکھیں رُخِ روشن کسی کا

اصلاح ؎ رُخِ روشن پہ ہے دامن کسی کا　　نظر میں ہے رُخِ روشن کسی کا

حضرت شاکر کے مصرع اولیٰ کو پڑھتے سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ دامن کس کے رُخ پر ہے۔ اس صورت میں اشتباہ ہو سکتا ہے کہ شائد طالبِ دیدار کے رُخ پر دامن پڑا ہوا ہے۔ اس عیب کو (ضعفِ تالیف) کہتے ہیں۔ جانشین داغ حضرت نوح مدظلہ کی اصلاح سے معلوم ہو گیا کہ معشوق نے شرم و حیا کی وجہ سے اپنے رُخ پر دامن ڈال لیا ہے۔ حضرت تاج الشعرا نے جو اصلاح دی ہے اُس سے مضمون میں لطافت آ گئی ہے۔ غور فرمائیے کہ جناب شاکر کے مطلع میں لفظ (روشن) بیکار تھا۔ حضرت نوح مدظلہ نے لفظ مذکور سے خوب کام لیا ہے۔ حضرت کی اصلاح کے بعد مطلع کے معنی یہ ہو گئے کہ کسی کا رُخ دامن سے پوشیدہ ہے لیکن ازبس کہ وہ رُخ رُخِ روشن ہے۔ اس لئے پردے سے بھی اُس کی جھلک آ رہی ہے۔

ایک غزل میں حضرت شاکر کا ایک مصرع تھا ؎ بھروسا کرے کوئی کیونکر کسی کا - اس مصرع میں ردیف پہلو دار ہوگئی تھی یعنی یہ مصرع یوں بھی ٹھیک ہوسکتا تھا ع بھروسا کرے کوئی کیونکر کسی پر - فصیح الملک حضرت داغ مغفور کا مطلع ہے ؎

دوستی کا ہو زمانے میں بھروسا کس پر　　تو مجھے چھوڑ چلا اے دلِ شیدا کس پر

حضرت جانشین داغؒ جناب نوح مدظلہ نے شاکر صاحب کے مصرع کو اس طرح بنا دیا ہے ؎

کرے آسرا کوئی کیوں کر کسی کا

شعر ؎　نہ وہ آئے نہ آئی رات بھر نیند　　ہمیں جھوٹی قسم نے مار ڈالا

اصلاح ؎　نہ وہ آئے نہ آئی رات بھر نیند　　مجھے جھوٹی قسم نے مار ڈالا

جناب شاکر کا شعر بالکل صحیح تھا لیکن اصلاح سے یہ نکتہ معلوم ہوا کہ لفظ (مجھے) کی جگہ خواہ مخواہ (ہمیں) کہنا اچھا نہیں ہے - اسی طور کی ایک اور اصلاح ملاحظہ ہو -

مطلع ؎　تم غیر کے گھر جاتے ہو اچھا بہت اچھا　　یوں ہم پہ ستم ڈھاتے ہو اچھا بہت اچھا

اصلاح ؎　تم غیر کے گھر جاتے ہو اچھا بہت اچھا　　یوں مجھ پہ ستم ڈھاتے ہو اچھا بہت اچھا

شعر ؎　خیالِ ترک محبت نہ کیجے اے شاکر　　تمام عمر اسی میں تمام کر جانا

اصلاح ؎　خیالِ ترکِ محبت نہ آئے اے شاکر　　تمام عمر اسی میں تمام کر جانا

اکثر اساتذۂ حال کے نزدیک (کیجے) متروک ہے - حضرت نوح مدظلہ بھی اس مخفف کو کبھی استعمال نہیں فرماتے بلکہ پورا لفظ یعنی (کیجئے) لکھتے ہیں - اگر صرف اتنی بات ہوتی تو مصرعِ اولیٰ حسب ذیل بن سکتا تھا ع (خیالِ ترکِ محبت نہ کیجئے شاکر) لیکن حضرت ناخدائے سخن مدظلہ نے اندازِ بیان کو بدل کر تنوع کی شان پیدا فرما دی -

شعر ؎　اب کون تمہیں قصۂ غم کہہ کے سنائے　　جو کچھ شبِ فرقت نظر آیا نظر آیا

اصلاح ؎　اب کون تمہیں قصۂ آزار سنائے　　جو کچھ شبِ فرقت نظر آیا نظر آیا

حضرت شاکر کے مصرع اولیٰ میں (کہہ کے) برائے بیت تھا - لہٰذا حضرت فصیح العصر مدظلہ نے اس کو مصرع سے خارج کر دیا -

اس قسط کے ساتھ ردیف الف کے منتخب نمونے ختم ہوتے ہیں - آئندہ قسط میں جناب شاکر کے کلام سے انتخاب کر کے دوسری ردیفوں کے نمونے مع اصلاح حاضر کئے جائینگے - ہمارا خیال یہ ہے کہ آئندہ دو قسطوں میں منشی صاحب موصوف ہی کے نمونۂ کلام زیر بحث رہیں گے - اس مدت میں اگر جناب بسمل الہ آبادی کی رباعیات مع اصلاح موصول ہوگئیں تو حضرت شاکر کے بعد بسمل صاحب کی اصلاحیں پیش کی جائیں گی ورنہ سید محمد حنیف صاحب قتیل گورکھپوری کے کلام سے بحث شروع ہوگی -

عابد مسیح بی اے

پھول سے خطاب

(پنڈت شیو ناتھ صاحب کول شاکر)

اے پھول حق نے تجھکو عظمت عجیب بخشی حُسن وجمال بخشا صورت عجیب بخشی
نزہت عجیب بخشی نکہت عجیب بخشی نکہت میں تیری اُس نے فرحت عجیب بخشی

مُرغانِ خوش نوا ہیں سب جان نثار تیرے
گلزارِ دہر میں ہیں شیدا ہزار تیرے

نازک ترا بدن ہے مسکن ترا چمن ہے غنچہ ترا دہن ہے رنگین پیرہن ہے
دلکش تری پھبن ہے تو دشمنِ محن ہے تو جانِ روح و تن ہے تو شمعِ انجمن ہے

فرقِ امیر پر بھی عزت تجھے ملی ہے
گورِ فقیر پر بھی زینت تجھے ملی ہے

بلبل کی بھی زباں پر تیری ہی داستاں ہے تیرے ہی دم قدم سے گلزار بوستاں ہے
جس تختۂ زمیں پر جلوہ ترا عیاں ہے اُس تختۂ زمیں سے شرمندہ آسماں ہے

اچھا ہے رنگ تیرا دلکش ہے ڈھنگ تیرا
رکھتے ہیں سر میں سودا اہلِ فرنگ تیرا

انگریز ہوں کہ ہندو کافر ہوں یا مسلماں ایران ہو کہ توراں ماچین ہو کہ جاپاں
کرتے ہیں اُن میں جب یہ جلسے بفضلِ یزداں ہوتی ہے اُنکی رونق پھُولوں ہی سے فراواں

اے پھُول تو مبارک ہے کس قدر جہاں میں
رونق ہے تجھ سے کیا کیا ہر گھر میں ہر مکاں میں

ہر وقت میں نے پایا تجھ کو سُرور افزا　　ہنگامِ شام دیکھا وقتِ سحر بھی دیکھا
دِلکش ہے دِلربا ہے کِس درجہ تیرا جلوا　　تیرے ہی دم قدم سے ہے یہ بہارِ دُنیا

حیران ہوں غضب کی محبوبیاں ہیں تجھ میں
کیونکر بیاں کروں میں جو خوبیاں ہیں تجھ میں

شاکر کا اب یہی ہے تجھ سے سوال یارب　　عالم کو تو دکھا یہ اپنا کمال یارب
قائم رہے گلوں کا حسن و جمال یارب　　ہو رنگ روپ انکا یوں لازوال یارب

غنچے شگفتہ ہو کر دائم رہیں جہاں میں
بن بن کے یہ گُلِ تر قائم رہیں جہاں میں

سڑی پنے کی باتیں

(از میرزا یگانہ لکھنوی)

کرشن عین علی ہیں علی ہیں عین کرشن　　خدا علی کا خدا ہے۔ علی خدا میرا!
سڑی پنے کی یہ باتیں ہیں کوئی کیا سمجھے　　معاف کیجیو بھیّا کہا سُنا میرا!

قطعہ

بتوں کو دیکھ کے سب نے خدا کو پہچانا　　خدا کے گھر تو کوئی بندۂ خدا نہ گیا
کرشن کا ہوں پجاری علی کا بندہ ہوں　　یگانہ شانِ خدا دیکھ کر رہا نہ گیا

ضبط مدرسہ و موجودہ زمانہ کے طلباء

(لالہ کوڑو رام صاحب گپتا بی اے بی ٹی سیکنڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول لیہ ضلع مظفر گڑھ)

زمانہ تیز رفتاری سے ترقی کر رہا ہے۔ آزادی۔ مساوات۔ انسانیت اور تہذیب کا ہر چہار سُو مطالبہ ہے بھلا ہمارے سکول اس سے متاثر ہوئے بغیر کب رہ سکتے تھے۔ وہ زمانہ ہوا ہو گیا جبکہ شاگرد مدرس کو گورو خیال کرتے تھے۔ اس کے پاؤں دھو دھو کر پیتے تھے۔ اس کے لئے ادنےٰ سے ادنےٰ کام کو بھی اپنے لئے باعث فخر جانتے تھے۔ اُس کی مار کو پیار سے بڑھ کر تسلیم کرتے تھے۔ اپنے اُستاد کی مدح سرائی میں ہی اپنی فضیلت سمجھتے تھے۔ آج معاملہ دگرگوں ہے۔ طلبا گو اپنے مُنہ سے نہ کہیں مگر اپنے دل سے مساوات کے خواہاں ہیں۔ کالجوں کی ہوائیں سکول میں پہنچ گئی ہیں۔ طلبار اُستاد کو اپنا سچا خیر خواہ مونس و غمخوار اور رفاضل ماننے کو تیار ہیں مگر اُسے انسان مکمل بے خطا تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ اُس سے بے تکلفی و رفاقت کی اُمید رکھتے ہیں نہ کہ ایک بے حقیقت و ناجائز رعب، داب کا ہوّا بننے کی اس لئے اس تبدیلی کے ساتھ ہمارے روّیہ میں بھی تبدیلی لازم ہے۔ اس لئے تعلیمی انسٹی ٹیوشنوں میں نئے نئے طریقہ تعلیم ظہور میں آنے لگے ہیں۔ ڈالٹن پلین۔ پروجکٹ میتھڈ۔ اسائینمنٹ سسٹم۔ مونٹی سوری سسٹم وغیرہ کو نظر غائر سے دیکھا جائے تو ان سب میں ایک اُصول کام کرتا ہوا نظر آتا ہے یعنی طلباء کی قواء کی محض رہنمائی کی جائے اور انہیں اُستاد اندھا دھند اپنے دماغ کے پیچھے ہی لگانے کی کوشش نہ کرے۔ مدرس کا کام صرف رہنمائی کرنا ہی ہے۔ یہ نئے طریقے کامیاب بھی ہو رہے ہیں۔ کیونکہ رفتار زمانہ کے مطابق ہیں اور طلبار بھی ایسا ہی چاہتے ہیں مگر پرانے خیالات کے مدرسین ان تبدیلیوں کو اُلٹی ترقی سمجھتے ہیں مگر دُنیا میں جب نئی ایجادات اور طرز زندگی میں اس قدر تبدیلیاں واقع ہو رہی ہیں۔ جو بنی نوع انسان کے لئے برکت ثابت ہو رہی ہیں تو سمجھ نہیں آتا کہ تعلیمی دائرہ میں ان تبدیلیوں کو ہم تنگ نظری سے کیوں دیکھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم طلبا کو اپنا رفیق کار سمجھیں تو ہماری ذمہ داری اور فرائض بہت ہلکے ہو جاتے ہیں۔ تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ بورڈنگ ہاؤس یا سکول میں طلباء کی مختلف کمیٹیوں یا سیلف گورنمنٹ سسٹم نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ طلباء اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہیں۔ انہیں اپنی بدنامی و نیک نامی کا احساس ہوتا ہے۔ جس قدر طلبا کو اپنے ہم رفیق و ہم نشین طلبا کے طبائع کا علم ہوتا ہے شائد مدرس کو عُشر عشیر بھی نہیں ہوتا۔ وہ اکٹھے رہتے اُٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے کھیلتے ہیں۔ آپس میں بے تکلف ہوتے ہیں۔ ضبط مدرسہ پر ایسے نئے طریقوں کا نہایت خوشگوار اثر پڑا ہے۔ مجھے کئی سال بہ حیثیت سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ

ہاؤس و ٹیچر نارمل کلاسز ان باتوں کو تجربہ میں لانے کی ضرورت پڑی ہے۔ اس سے نہ صرف میرے کام اور ذمہ داریوں کا بوجھ ہلکا ہوجاتا رہا بلکہ طلبا بھی نہایت خوشی سے اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرنے لگے۔ اس طرح کئی نارمل سکولوں اور ہائی سکولوں میں تجربات کئے گئے اور موجودہ زمانہ کے کرۂ ہوائی کے عین مطابق ہونے کے سبب سب جگہ کامیابی کی ہی خبریں پڑھی و سُنی گئی ہیں۔ اس لئے وقت آگیا ہے کہ نظام و ضبط مدرسہ میں طلباء کو بھی نمایاں حصہ دیا جائے۔ مثلاً یہ قدرتی بات ہے کہ آجکل کے طلبا پسند نہیں کرتے کہ ہیڈ ماسٹر یا مدرس اُن کے لئے مانیٹر جماعت مانیٹر کمرہ ہائے ہوسٹل۔ مینجر و اکونٹنٹ کچن۔ کھیلوں میں ٹیموں کے کپتان مختلف انتظامیہ کمیٹیوں کے ممبر صرف نامزد ہی کردیں بلکہ اُن کا مطالبہ ہونے لگا ہے کہ اُن کو خود انتخاب کا موقعہ ملنا چاہئے۔ اور اس میں سکول کا سراسر فائدہ ہے۔ طلباء خود انتخاب کردہ مانیٹر یا کمیٹی کے ہر حکم کی تعمیل کو تیار ہوتے ہیں۔ شکایات کم ہو جاتی ہیں۔ سکول میں دُنیاوی زندگی کے لئے اُن کو ٹریننگ مل جاتی ہے۔ اور اُستاد کا کام صرف رہنمائی ہی رہ جاتا ہے۔ آجکل کی ہوا میں کمرۂ جماعت میں مانیٹر بھی وہی کامیاب رہتا ہے جو طلبا کی کثرت رائے کے پیچھے چلے۔ اس لئے مدرس یا ہیڈ ماسٹر کو کامیاب ہونا ہے تو اُسے اپنے رویّہ میں نمایاں تبدیلی کرنی ہوگی۔ اگر وہ رفتار زمانہ کے ساتھ نہیں چل سکتا تو یقیناً وہ اپنی ناکامیابی کے سامان پیدا کر رہا ہے۔ آجکل جب شخصی حکومت کے برخلاف دُنیا میں ہم اس قدر مخالفت پاتے ہیں۔ تو ہم سکول میں بھی طلباء کو اندھوں کی طرح پیچھے نہیں لگا سکتے بلکہ ہیڈ ماسٹر بھی وہی کامیاب گنے جاتے ہیں جو نہ صرف طلبا بلکہ اپنے ماتحت مدرسین کی رائے کو نہ صرف وقعت دیتے ہیں بلکہ اُن کو ہر ذمہ داری میں شریک کار جانتے و تسلیم کرتے ہیں۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جن سکولوں میں کوئی گڑبڑ یا شرارت پیدا ہو اُس کی تہ میں محض اس زرّیں اصول کی خلاف ورزی پائی گئی یعنی مدرسین و طلباء کی کواپریشن حاصل کرنے کی بجائے اُن پر حکومت کرنا ہی اپنا فرض سمجھا گیا۔ اُن کے جائز جذبات کی قدر کرنے کی بجائے اُن کو دبانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن آخر ؎
ہرچہ دانا کند کند ناداں۔ لیک بعد از ہزار رسوائی کے مصداق اس اصول کے تابع ہوکر ہی کام کرنا پڑتا ہے۔ بعض مدرسین کے دماغ ابھی تک نئی روشنی کی شعاعوں سے محروم ہیں وہ کمرۂ جماعت میں اپنے تئیں زار روس سمجھتے ہیں اور پھر توقع اس بات کی رکھتے ہیں کہ سکول میں ہی نہیں بلکہ باہر بھی طلباء اُنکو جُھک جُھک کر سلام کریں۔ میں جب ۱۹۱۵ء میں ایک ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل سکول سے تبدیل ہوکر گورنمنٹ ہائی سکول میں آیا۔ میں نے ایک دوست مدرس سے مشورہ طلب کیا۔ کہ ہائی سکول میں آکر مجھے اپنے رویّہ میں کیا تبدیلی کرنی چاہئے۔ اُنھوں نے چھُٹتے ہی فرمایا کہ ہائی سکول کے طلبا نافرمان اور سرکش ہوتے ہیں۔ اُستادوں کی قدر نہیں جانتے۔ یہاں تو دب کر ہی رہنا پڑیگا۔ مثال کے طور پر اُنھوں نے فرمایا کہ آپ کو محض وہی طلبا

ہی سلام کرینگے جن کو آپ پڑھاتے ہیں۔ یا قیوں سے، آپ اس امر کی اُمید ہی نہ رکھیں وغیرہ وغیرہ۔ میں نے سوچا کہ ایک مدرس کو سلام کی اُمید رکھنی ہی کیوں چاہیئے؟ اگر وہ ادب و تعلیم کا مستحق ہے تو کوئی بات مدرس و طلباء کے درمیان خارج نہیں ہو سکتی بلکہ طلبا ایسے مدرس کی عزت کرنے میں اپنا فخر سمجھیں گے۔ چنانچہ میں نے یہ وطیرہ اختیار کیا کہ سکول میں اور سکول کے باہر جب مجھے کوئی جماعت کا طالب علم ملتا وہ تو سلام کرتا ہی مگر باقی جب میرے سامنے آتے تو میں سر ہلا دیتا۔ کبھی خود بخود مُنہ سے بندگی بول دیتا۔ نتیجہ یہ کہ ایسے طلبا شرمسار ہو کر رہ جاتے۔ پھر مجھے جب ملتے خود بخود اس کوشش میں رہتے کہ میں اُن سے سبقت نہ لے جا سکوں۔ سکول میں کھلبلی پڑ گئی کہ فلاں ماسٹر طلبا کو خود ہی سلام کرتا ہے۔ طلبا میں تعریفیں ہونے لگیں اور مدرسین میں شکایات۔ یہاں تک کہ بعض کہنے لگے کہ تم نے تو لُٹیا ہی ڈبو دی۔ بعض میرے حامی بھی نکل آئے۔ بڑی کشمکش ہوئی۔ میں نے اپنا وطیرہ نہ چھوڑا۔ اس کا اثر یہ ہُوا کہ ایسے طلباء اب دوسروں کو بھی سلام کرنے لگے جن سے وہ نہیں پڑھتے تھے۔ اب اِس چھوٹی سی بات میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ہوا کا رُخ کدھر ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ آج ہم طلباء کو ڈنڈے کے زور سے قابو نہیں رکھ سکتے۔ بلکہ صحیح طور پر اُن کے جذبات کو اپیل کر کے اُن کے احترام میں ہی ہماری کامیابی و عزت ہے۔ پُرانے زمانے میں اکثر مدرسین کا گالی گلوچ تکیہ کلام تھا۔ اور مار پھٹکار انعام۔ مگر آج ادنےٰ ترین طلبا بھی اِسے برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ جب کسی مدرس کی کچھ ایسی شکایت ایک ہیڈ ماسٹر کے پاس گئی۔ تو اُسے معلوم ہو گیا۔ اُس نے خوب کیا کہ جماعت کے طلبا کو اکٹھا کر کے اپنا دل کھول کر رکھ دیا کہ وہ اُن کا دشمن نہیں۔ بلکہ سچا ہمدرد اور مونس ہے اگر کوئی سختی اُس کی طرف سے ہو بھی جاتی ہے تو محض اِس لئے کہ اُس کے شاگرد کامیاب ہوں اور لائق بنیں۔ بس اِتنا اشارہ کافی تھا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کے بُلانے سے پہلے ہی ان طلبا نے معافی نامہ داخل کر دیا اور درخواست واپس لے لی۔ اس لئے اگر ہم طلبا کے جذبات کی قدر کرنا سیکھیں اور اُن کی کو اپریشن حاصل کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم کامیاب نہ ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض طلبا فطرتاً سرکش اور آوارہ ہوتے ہیں۔ مگر اُن کا درست کرنا اور بھی آسان ہے۔ اُن کو کوئی ذمہ داری کا کام دے دیں۔ یا مناسب موقعہ پر اُس کی کسی نہ کسی خوبی کی تعریف کر دیں۔ اُس کے خاندان کے کسی ممبر کی تعریف کر کے اُس سے ایسا بننے کی اُمید ظاہر کریں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ اِن باتوں کا سزا یا جرمانہ کی بجائے نہایت حیرت انگیز اثر ہُوا ہے۔ خلاصہ مطلب یہ کہ ہمارا مقصد طلباء یا ماتحت کو "سیدھا کرنا" نہ ہو بلکہ "دُرست کرنا" دشمن بنانا نہ ہو بلکہ دوست بنا کر رکھنا۔ ہم کئی دفعہ غصہ کے زیر اثر ایسی باتیں کر بیٹھتے ہیں۔ جن پر ٹھنڈے ہو جانے پر پھر پچھتانا پڑتا ہے مگر ع چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی۔ دانا وہی ہے جو اپنی ہر بات کے انجام کو پہلے ہی دیکھ لیتا ہے۔ نرمی وہ جادو ہے کہ ریشم کو تلوار بھی نہیں کاٹ سکتی۔ اس لئے ہماری عزت یا حکومت طلبا کے دلوں پر ہو نہ کہ جسموں پر۔ ظاہر میں وہ بیشک آپ کی سختی کا رُعب

داب مانیں گے مگر آپ کی حقیقی تصویر ان کے دلوں میں موجود ہے۔ اُسے آپ دیکھنا چاہیں تو طلبا کی چہ میگوئیاں سُنیں آپ حیران ہو جائیں گے اور آپ کو اپنی غلطی معلوم ہو جائیگی۔ وقت آگیا ہے کہ ہم خود بخود خبردار ہو جائیں ورنہ زمانہ تو کسی کو نہیں چھوڑیگا۔ اُس کا چیلنج ہمارے سامنے ہے۔

زمانہ نام ہے میرا تو میں سب کو دکھا دونگا کہ جو اس راہ سے بھاگیں گے نام اُنکا مٹا دونگا

وہ راہ صلح و آشتی پریم محبت کی ہے۔ یہ ایک ایسا بے خطا جادو ہے جو دشمن کا بھی سر نیچا کرا کر ہی چھوڑتا ہے۔

حضرت فیاض ہریانوی کا منتخب کلام

اس پنجۂ جنوں کی جنوں خیزیاں تو دیکھ! چھوڑا نہیں ہے جیب و گریباں میں تار تک

بلبل سا کس مپرس نہ ہو کوئی اے خدا گل تو گل اس غریب سے کھچتے ہیں خار تک

کمالِ حسن ہے اُس میں، جمالِ لازوال اُس میں رہے آٹھوں پہر صوفی نہ کیوں اُس کے تجسس میں؟

مجھے وہ شوقِ منزل تھا کہ کچھ پروانہ کی میں نے چُبھے لاکھوں ہی گو کانٹے مرے پائے تجسس میں

دل میں بس جائے ان آنکھوں میں سمائے کوئی میرے ویران مکانوں کو بسائے کوئی

داغِ دل زخمِ جگر سے ہے گلستاں سینہ پھول آکر سرِ تربت نہ چڑھائے کوئی

بلبلا دم میں جو مٹتا ہے تو ایما یہ ہے ایک لحظہ بھی کبھی سر نہ اُٹھائے کوئی

یوں تو ہیں پیر بھی عامل بھی بہت اے فیاضؔ!

جب میں جانوں مری بگڑی کو بنائے کوئی

(غیر مطبوعہ)

فیاض ہریانوی

تذکیر و تانیث معہود ذہنی

اُردو کی بعض خصوصیتیں ایسی ہیں جو کسی غیر زبان کو نصیب نہیں ہیں۔ نہ فارسی کو نہ عربی کو اور وہ خصوصیتیں اپنے مرکز سے باہر نہیں نکلی ہیں انہیں صرف اہل زبان جانتے ہیں۔ زبان دان طبقہ اس معاملے میں اہل زبان کا محتاج ہے۔ اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ اُردو کے بہت سے قواعد محتاج تشریح ہیں تاکہ عام ہوجائیں اور ان سے ملک کو فائدہ پہنچے۔ ان میں سے ایک تذکیر و تانیث اور معہود بھی ہے جس کا آج تک کسی اُردو کی گرامر میں ذکر نہیں آیا اور نہ کوئی ماسٹر اسکولوں میں ان بحثوں کی تعلیم دے سکا۔ جب کبھی ایسے پہلو آتے ہیں اُردو کی کمزوری کا بہانہ کرکے ٹال دیتے ہیں۔

معہود ذہنی صرف یہی نہیں ہے کہ ہم ایک ایسا اسم نکرہ بولیں جس کا علم مخاطب کے ذہن میں ہو جیسے "میرے دوست کو بلاؤ" کہا جائے اور سننے والا جانتا ہو کہ انکا دوست احمد ہے اسی کو بلانا چاہتے ہیں۔

بلکہ اُردو کے لئے معہود ذہنی کی مخصوص صورت ہے کہ ایک ایسا جملہ بولا جائے جس میں ایک اسم محذوف ہو اور اس کی تذکیر و تانیث استعمال کی جائے جس کو سوائے اہل زبان کے لوگ کمتر جانتے ہوں اور عموماً ایسے موقع پر فاش غلطی کرجاتے ہوں جیسے آپ نے یہ تو ایک ہی کہی۔ اس میں لفظ بات محذوف ہے یعنے کیا چیز ایک ہی کہی ہے۔ یہ معلوم ہوگیا کہ جو لفظ محذوف ہے وہ مونث ہے۔ اس میں بات کا لفظ محذوف ہے۔ اس طرح صحیح جملہ ہوگا۔

آپ نے یہ بات تو ایک ہی کہی۔ اب اس کو ایک ہی کہا نہیں کہہ سکتے۔ نواب مرزا داغ مرحوم نے اپنے دیوان میں ایک جگہ تذکیر و تانیث معہود ذہنی کا جملہ نظم کیا ہے۔ ؎

کیوں کہہ کے دل کا حال کریں ہائے ہائے دل　　اچھی کہی کہ ہم سے کہو ماجرائے دل

حالانکہ اس میں دل کا حال مفعول واقع ہوا ہے تو بھی شاعر نے اچھی کہی نظم کیا اچھا کہا نہیں کہا۔ یہاں بھی بات کا لفظ محذوف ہے یعنے اچھی بات کہی کہ ہم سے دل کا ماجرا کہو۔

جملہ جو جی میں آیا وہی کہا۔

اس میں خیال کا لفظ محذوف ہے اور خیال مذکر ہے۔ اسی سبب سے تذکیر کی علامت استعمال کی یعنے کیا کہا۔ اس کو اس طرح نہیں کہہ سکتے جو جی میں آئی وہی کہی۔

بہت سی گذر گئی تھوڑی سی رہ گئی یہ بھی کسی طرح کٹ جائے گی۔

اس میں زندگی کا لفظ محذوف ہے جس کے سبب سے تانیث کا استعمال کیا گیا اور اس کے خلاف استعمال نہیں

کر سکتے - اس میں معہود ذہنی کوئی دوسرا مذکر لفظ بنا کر اس طرح ہرگز نہیں کہہ سکتے - کہ بہت ساگزر گیا - تھوڑا رہ گیا -

مزہ تو جب ہے کہ اپنی کہو اور کی سنو

ان میں بھی معہود ذہنی لفظ مونث ہے - ایسی کہی کہ کھا گئی - اس میں بھی معہود ذہنی مونث ہے -

آئی ہے جان کے ساتھ جائے گی جنازے کے ساتھ

اس میں معہود ذہنی بد عادت ہے جو مؤنث ہے -

آئی تو روزی - نہیں تو روزہ - اس میں معہود روٹی ہے - خدا کا دیا سر آنکھوں پر - اس میں نعم محذوف ہے جو مذکر ہے -

اپنی کہے جاؤ گے دوسرے کی نہ سنو گے - اس میں بات محذوف ہے -

جب سوجھتی ہے نئی سوجھتی ہے - اس میں معہود ذہنی مؤنث ہے یعنے ترکیب لسان الملک جناب ریاض خیر آبادی نے بھی ایک جگہ معہود ذہنی کا صرف کیا ہے -

پینے آتے ہیں فرشتہ خو ریاض حور کے دامن میں چھانی جائے گی

اس کو چھانا جائیگا نہیں کہہ سکتے - اس لئے کہ معہود ذہنی لفظ مونث ہے - داغ دہلوی

ہماری کون سنتا ہے وگرنہ ہم دمِ رخصت ادھر کچھ دل کو سمجھاتے اُدھر دلبر کو سمجھاتے

ان مثالوں سے آپ کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ معہود ذہنی الفاظ ذہن میں محفوظ رکھے جاتے ہیں - اور انکو اہل زبان اچھی طرح سمجھتے ہیں اور ان کی تذکیر تانیث جملے میں بولتے ہیں اور جو کوئی اس جملے کو خلاف فصحا کے مذکر کو مونث اور موںث کو مذکر بولتا ہے غلطی کرتا ہے اور جملے مختص ہیں -

سر سے لگی تو تلووں میں بجھی

اس جملے میں آگ محذوف ہے یعنے آگ جو سر سے لگی تو تلووں میں بجھی - اب اسے اس طرح کوئی نہیں بولتا کہ سر سے لگا تو تلووں میں بجھا کیونکہ یہ جملہ مسلمہ فصحا ہے سب اسی طرح بولتے ہیں -

یہ ایک انوکھی بات ہے کہ لفظ نہیں بولتے اور اس کی تذکیر و تانیث بولتے ہیں - بعض اور مثالیں بھی اسی طریق کی رائج - اڑی اڑی طاق میں جا بیٹھی -

آسمان سے گری کھجور میں اٹکی نہ معلوم کیا چیز آسمان سے گری مگر تانیث کے سبب سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس میں ایک مؤنث لفظ محذوف ہے کوئی اسے اس طرح نہیں بولتا کہ آسمان سے گرا کھجور نہیں اٹکا -

محاورہ بھی اس طرح بولتے ہیں تم پر کٹی اڑاتے ہو -

اُردو کا یہ عجیب و غریب قاعدہ اور کسی زبان میں نہیں ہے -

خواجہ عبد الرؤف عشرت لکھنوی

ارشاداتِ عالیہ

(حضرت کوکب شاہجہانپوری)

بے محابا رات دن یوں جلوہ ارزانی نہ ہو
مدعیٔ ذوقِ نظارہ جو حیرانی نہ ہو

ہر ادائے جاں ستاں مشکلکشائے عشق ہے
باعثِ زحمت اگر اپنی گراں جانی نہ ہو

روزِ اوّل سے ہے دل پروانۂ آتش بجاں
التہابِ عشق سے کب تک لہو پانی نہ ہو

اے گرفتارِ عبودیت ترا نقشِ سجود
زیبِ سنگِ آستاں ہو داغِ پیشانی نہ ہو

دل ہے سنگِ بے شرر جس میں نہ ہو سوز و گداز
چشمۂ بے آب ہے جس آنکھ میں پانی نہ ہو

ہر سرشک یاس ہے آئینہ دارِ اضطراب
آشکارا یوں کسی کا رازِ پنہانی نہ ہو

موسمِ گل، ساقیٔ ساغر بکف، عہدِ شباب
کیجئے! توبہ کہیں وجہِ پشیمانی نہ ہو

شکوۂ کوتاہیٔ قسمت ہے ابتک ناتمام
شرحِ عمرِ مختصر اتنی بھی طولانی نہ ہو

بدنصیبوں کو کہاں جمعیتِ خاطر نصیب
اور اُلجھتا ہوں اگر کوئی پریشانی نہ ہو

حضرتِ کوکب مآلِ کار پر بھی اک نظر
دل لگی کہتے ہیں جس کو دشمنِ جانی نہ ہو

زیادت فی الکلام

(حکیم عیش امروہوی (بڑا دواخانہ رنگون)

حُسنِ کلام

حسن کلام وہ زیادت ہے جو محاورے اور مثل میں ہوتی ہے اور اس کے حذف سے مثل اور محاورے کا حُسن جاتا رہتا ہے۔

(۱) مثل یا محاورے میں جو اسماء افعال فاصلے کے بعد مکرر آئیں۔ اور ان کے مسند الیہ ایک ہوں وہ تحسین کلام کے لئے نہیں ہوتے۔ ان کی زیادت تزیین کلام کہلاتی ہے[۱]

(۲) بعض محاوروں میں استعمال عام نے اختصار کر دیا ہے۔ اور اس کی دو صورتیں مقرر ہوگئی ہیں۔ جس میں زیادت ہے وہ زیادت بھی زینت کلام کے تحت میں سمجھی جاتی ہے[۲]

(۳) جب کسی محاورے اور مثل میں کوئی کلمہ دخیل ہوجاتا ہے تو اس زیادت کو بھی زینت کلام سمجھتے ہیں[۳]

حسن کلام کی مثالیں۔ زیادت حسن کلام کی مثال یہ محاورہ ہے۔ قلق ؎

تم نے تو اپنی سی نباہی خوب — بے بسی نے ہمیں کیا محجوب

---

۱ محاوروں میں ایسی زیادت شاذ ہے البتہ امثال میں اس کا وجود پایا جاتا ہے۔ مثلاً بولتے ہیں۔ "کسی کا ہاتھ چلے کسی کی زبان چلے" اس میں چلے مکرر ہے۔

یاسؔ مرحوم شاگرد جلالؔ فرماتے ہیں۔ ؎

گل توڑنے پہ دیتی ہے دشنام عندلیب — سچ ہے کسی کا ہاتھ کسی کی زباں چلے

نظم کے سبب ایک چلے کو حذف کر دیا۔ ایک مثل ہے تلوار کا گھاؤ بھر جاتا ہے زبان کا گھاؤ نہیں بھرتا۔ اس میں گھاؤ مکرر ہے تکرار منفصل ہے اور مسند الیہ بھی ایک نہیں ہے۔ اس لئے ظفرؔ مرحوم نے ایک گھاؤ کو حذف کر دیا۔

گھاؤ تلوار کا بھر جاتا ہے (آسانی سے) — (جو) زباں کا (ہے وہ) بھرتا نہیں (یہ دیکھا ہے)

نثر میں یہ حذف مناسب نہیں ہے۔

۲ مثلاً جڑ پیڑ سے اکھاڑنا (استاصل کر دینا) کی بجائے جڑ سے اکھاڑنا بھی بولتے ہیں۔

۳ مثلاً "اپنی ٹانگ کھولئے آپ ہی لاجوں مریئے" ٹانگ کی جگہ ران بھی بولتے ہیں۔ اس میں ہی دخیل ہے۔ بغیر ہی کے بھی بول سکتے ہیں۔

اپنی سی بنا ہنا میں سی زائد برائے تحسین کلام ہے۔ اپنی بنا ہنا اس کی جگہ بولیں تو غلط ہوگا۔
مثل میں زیادت حسن کلام کی مثال ہے۔ تلوار تو پٹ پڑی نیچہ کاٹ کر گیا (بڑے سے تو کام نہ ہوسکا چھوٹے نے کرلیا)

تعریف محاورہ۔ کوئی مفرد یا مرکب مصدر ہو یا خاص ترتیب کے چند الفاظ ہوں جو اپنے حقیقی اور اصلی معنے تو نہ دیں بلکہ کچھ اور معنے دینے لگیں تو وہ محاورہ کہلاتے ہیں۔ محاورے کی خاص ترتیب کا قاعدے کے موافق ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ محاورے میں زیادت اور کمی کرنا استعمال عام کے سوا کسی خاص فرد کے لئے جائز نہیں ہے۔ مثلاً سر سہرا رہنا (عزت یا سرداری حاصل ہونا) اک محاورہ ہے۔ اس میں زیادت کر کے کوئی سر پر سہرا رہنا کہے تو محاورہ غلط ہوجائیگا۔ داغ۔ ؎ جنوں تیرے ہی سر سہرا رہا چاک گریباں کا

مثل کی تعریف۔ ایک یا چند جملے جو کسی خاص واقعے پر بولے گئے ہوں اور اُس واقعے کی معنویت کے حامل ہوکر زبانوں پر چڑھ گئے ہوں۔ نیز اپنے لفظی معنے نہ دیتے ہوں۔ وہ مثل کہلاتے ہیں۔ مثل کے لفظوں میں کوئی تصرف کرنا یا ان کے مشتقات استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

مثلاً جب کوئی کسی کام یا ہنر سے واقف نہ ہو اس لئے اسے انجام نہ دے سکتا ہو اور اپنی لاعلمی ظاہر کرنا نہ چاہتا ہو۔ بدیں وجہ جھوٹ موٹ کے عذر گڑھتا ہو۔ تو اس پر یہ مثل بولینگے۔

”ناچ نہ آئے آنگن ٹیڑھا“ اس میں ناچ سے مراد وہ کام ہوگا اور آنگن ٹیڑھا سے مراد اس کے لایعنے عذر ہونگے ان الفاظ میں آئے سے آیا یا آتا ہے مشتق نہیں کرسکتے یا آنگن ٹیڑھا ترچھا ایک لفظ بڑھا کر بھی نہیں بول سکتے۔ نہ کسی مثل میں صیغہ تانیث کو مذکر پر منطبق کرنے کے لئے مذکر بناسکتے ہیں۔

زیادت برائے تزیین کلام

محاورے یا مثل بول چال یا روزمرے میں جو زیادت ایسی ہو کہ اس کے حذف سے کلام میں سج دھج تو باقی نہ رہے مگر کوئی نقص بھی پیدا نہ ہو یا کچھ ہو بھی تو کسی اور طرح سے پورا ہوجائے۔ وہ زیادت تزینت کلام کہلاتی ہے۔ محاورے اور مثل میں اس کا وجود حسن کلام کے ذیل میں بیان ہوچکا ہے۔ بول چال اور روزمرے میں اس کی تفصیل ذیل میں آتی ہے۔

بول چال

یوں تو بول چال کے لغوی معنے گفتگو کے ہیں۔ یعنے بات چیت جس میں محاورہ مثل اور روزمرہ سب شامل ہیں۔ مگر اصطلاح میں بول چال لفظوں کی ایک خاص ترتیب کا نام ہے جو زبانوں پر چڑھی ہوئی ہو۔ اس ترتیب میں تصرف ناجائز ہے۔

بول چال کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی ترتیب میں تمام لفظ اپنے اصلی اور حقیقی معنے دیں۔ تمام مقولے

اسی قسم میں شامل ہیں۔ مقولہ ایک عام پسند مشہور جملہ ہوتا ہے۔

چار پانچ مرتبہ ہم تمہارے یہاں گئے۔ چار پانچ میں جو ترتیب ہے اس کو اصطلاح میں بول چال کہتے ہیں۔ پانچ چار بولنا غلط ہوگا۔

اسی طرح چہار پنج بولنا بھی غیر فصیح ہوگا۔ اس لئے کہ بولچال میں اسلوب زبان کو برقرار رکھنا فصاحت ہے۔

اُردو زبان کا اسلوب یہ ہے کہ وہ فارسی عربی نہ ہونے پائے۔

اچھی بھلی بات۔ بڑھیا آفت کی پڑیا۔ بڑی اسامی (مالدار) داغ۔ ع اُس سے لو جو بڑی اسامی ہو۔ کچھ بڑی بات نہیں (دشوار نہیں) بس کی بات۔ بسنت کی خبر بھی ہے۔ بسنت کی خبر نہیں (بہار آنے کی بھی خبر نہیں) امیر ؎ اے باغباں بسنت کی تجھ کو خبر بھی ہے + اسی قسم کی بہت سی باتیں ہیں جن میں اِک خاص ترتیب ہے اس ترتیب اور لفظوں میں تغیر تصرف درست نہیں ہے۔ مثلاً انکی بجائے اچھی اچھی بات۔ شیخوخہ آفت کی پڑیا۔ عظیم اسامی۔ کچھ بُرا سخن نہیں۔ بس کا بول۔ بہار کی خبر نہیں۔ بولیں تو کہیں مطلب فوت ہو جائیگا اور کہیں سخت کراہت پیدا ہو جائیگی۔ **مقولے**۔ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ دینے کے ہزار ہاتھ ہیں۔ وغیرہ بھی بعینہ مستعمل ہوتے ہیں۔

بولچال کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس کی ترتیب میں جو لفظ آئیں وہ اپنے اصلی وحقیقی معنی بھی دیں۔ اور ان سے مجازی معنی بھی نکلیں۔ مگر مراد مجازی معنے ہوں۔ سب کنایات اس میں شامل ہیں۔ امثلہ

جہاں چار آدمی ہوتے ہیں وہاں رونق ہوتی ہے یعنے آبادی ہوتی ہے مجمع ہونا ہے۔

چار کی جگہ کوئی اور عدد بولنا بول چال کے خلاف ہے۔

دو دن کی چاندنی یا چار دن کی چاندنی چند روزہ بہار۔ انجم ؎

یہی چاہت اُمنگ ہے سن کی   یہی تو چاندنی ہے دو دن کی

دو دن کی زندگی مختصر بے ثبات زندگی یہ کلمات اسی ترتیب کے ساتھ بغیر تغیر و تبدل کے صحیح ہیں۔

دو کی جگہ پانچ یا چار کی جگہ چھ یا کوئی عدد کہیں تو غلط ہوگا۔

فقرہ۔ ولایت سے مال منگاتے ہیں۔ اس کے طفیل میں روپے پیچھے دھیلا دمڑی آپ بھی جھاڑ کھاتے ہیں (ابن الوقت) یعنے کبھی آنہ دو آنہ مل جاتا ہے۔ کبھی اس سے بہت کم اس کی جگہ چھدام دمڑی بولیں گے تو غلط ہے۔ کیونکہ یہ بول چال ہے۔ اور زبانوں پر اسی طرح چڑھا ہوا ہے۔

فقرہ۔ دیکھا اُس دیدہ دھوئی نے سب کی آبرو کھوئی۔ دیدہ دھوئی بے حیا بیباک اسکی بجائے چشم دھوئی آنکھ دھوئی غلط ہے ذرا سینک کر بجائیے گا۔ یہ کنایہ ہے توقف کے ساتھ سمجھ بوجھ کر کام کرنے سے۔ شوق ؎

بوسے چپ رہیئے منہ کی کھائیے گا   اِک ذرا سینک کر بجائیے گا

(باقی باقی)

حسنِ تخیّل

(مصوّرِ جذبات حضرت دردؔ شاہجہانپوری)

ترکِ بیداد سے دل ہو گا پشیماں میرا
آپ دیکھیں نہ کبھی حالِ پریشاں میرا

ضبط نے راز کیا اور بھی عُریاں میرا
میں تو سمجھا تھا کہ بن جائیگا درماں میرا

سوچتا ہوں کبھی تبدیل بھی ہو سکتا ہے
اُن کا اندازِ تغافل غمِ پنہاں میرا

ہے کوئی جس کو ہو اندازۂ تاثیرِ جنوں
حشر نکلا فقط اِک گوشۂ داماں میرا

دیکھئے تابِ بیاں جب وہ نظر رہنے دے
پُوچھنے آئی تو ہے حالِ پریشاں میرا

منزلت جوشِ جنوں تیری یہاں تک پہنچی
کوئی کھینچے لئے جاتا ہے گریباں میرا

اُن نگاہوں کے تغیر سے پتا چلتا ہے
حدِ تاثیر میں پہنچا غمِ پنہاں میرا

کچھ خبر شاخِ نشیمن کی بھی ہے اے صیّادؔ
تذکرہ کرتے ہیں کیوں سوختہ ساماں میرا

آپکے طرزِ تغافل پہ ہے دُنیا کی نظر
ایک افسانہ ہُوا چاکِ گریباں میرا

اے جنوں دیکھ لی آبادیٔ صحرا کی بہار
ہاں ذرا پھیر دے اب رُخ سوئے زنداں میرا

زندگی تیری امانت سہی اے چشمِ ستم
جورِ پیہم کہیں بن جائے نہ درماں میرا

تری یاد آتے ہی اب ہاتھ لرز اُٹھتا ہے
رازِ سربستہ ہُوا چاکِ گریباں میرا

اثرِ حُسن کی اک شکلِ مجسّم کہئے
آپ دیکھیں تو سہی دیدۂ حیراں میرا

ناصح اک اور قدم دیر و حرم سے آگے
نظر آئیگا تجھے حاصلِ ایماں میرا

اب یہ عالم ہے وہ نظریں بھی تڑپ اُٹھتی ہیں
دردؔ پہنچا ہے کہاں چاکِ گریباں میرا

(غیر مطبوعہ)

زندگی کا عرصہ

(سردار کرم سنگھ صاحب کیفؔ بی اے ہندو مسلم سکول ہریانہ)

انسانی جسم کو محنت سے بنائی ہوئی - نہایت نازک اور پیچیدہ مشینری سے تشبیہ دی جاسکتی ہے - اُس کی متحرک طاقت خصوصاً خوراک کے ایندھن کے اثر سے حاصل کی جاتی ہے اور بحال رکھی جاتی ہے - ہوا - پانی جیسے عناصر بھی اُس کو بہتر حالت میں رکھنے کے لئے ضروری ہیں - جیسا کہ بعض بے عُضو انسانوں کی حالت میں دیکھتے ہیں - بلکہ اُس سے بھی قدرے زیادہ -

پہیوں - بوجھ اُٹھانے اور تھپتھپانے والے پُرزوں - دُھروں اور تار برقی والے حصّوں معہ اُنکے منتقل مقاموں کی بجائے انسانی جسم میں جوڑ - پٹھے - رگیں - ہڈیاں - ناڑیاں اور اُن کے الحاق اور جُدا ہونے کی جگہیں ہیں - ایسی مطابقت شاید ہم کو یہ معلوم کرنے میں امداد دے سکے کہ اس پیچیدہ اور عمدگی سے تیار کردہ مشینری کا جس کو انسانی جسم کہتے ہیں - اچھی حالت میں رہنا - کام - پس ماندگی - تھکاوٹ اور تکمیلِ خواہشِ انسانی کی حالتوں پر انحصار رکھتا ہے -

ویل مچھلی اور ہاتھی کی مثال لے کر یہ کہنا کہ جتنا بڑا جسم ہو - اُسی قدر زیادہ دیر تک زندہ رہیگا - ڈارون کے اصول کو ظاہر کرتا ہے کہ مستحق اشخاص کامیاب ہوتے ہیں - بڑے اور مضبوط انسان کمزور انسانوں پر غالب آجاتے ہیں اور باقی تمام یکساں رہتے ہیں بڑے جانداروں کی زندگی چھوٹے جانداروں کی نسبت عموماً زیادہ لمبی ہوتی ہے کیونکہ اُنکے لئے خوراک حاصل کرنے اور چھوٹوں کو شکار کرنے کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں - لیکن اِس کا مطلب یہ نہیں کہ زیادہ دیر زندہ رہنے کے لئے انسانی جسم کو بڑا بنانا ضروری ہے - آدمی کی حالت میں ہزاروں باتیں ایسی ہیں جو علاوہ وحشیانہ طاقت کے اُس کو زیادہ دیر زندہ رہنے کے قابل بناتی ہیں - دوسرے جانداروں کی نسبت آدمی کے حالات علیحدہ ہیں - تہذیب یافتہ گروہوں میں، دوسرے لوگوں کے لئے اُس کو شکار کرنے کا کوئی موقعہ نہیں - اگرچہ ناشائستہ اور پس ماندہ فرقوں کی حالت میں اِس کا بھی امکان ہے - آدمی ہر جانور کا آقا ہے - لیکن دوسرے انسانوں پر اس کو مطلق فوق نہیں - اُس کی ساختہ اشیاء محدود نہیں اور بیشی تعداد پر زور دیا جاتا ہے - لیکن اگرچہ وہ جسمانی لحاظ سے اپنی جنس کا ایک نہایت زبردست دشمن ہوسکتا ہے - جبکہ کسی خاص دماغ کی بنائی ہوئی مشینری اُس کی مددگار ہو - وہ اپنی حفاظت کے لئے جان و مال کی تباہی کر سکتا ہے - تاہم وہ ہاتھی سے زیادہ زندگی بسر نہیں کر سکتا - اُس کی عمر کے عرصہ کے دشمن نرالی طرز کے ہیں - اور وہ خصوصاً بنی نوع انسان کی بیشی تعداد کی وجہ سے ہیں - انسان اپنی کامیابی

کے لیئے حیوانوں کے طریقے اختیار نہیں کرتا۔ انسانی جسم کے لئے خاص خوراک کی ضرورت ہے۔ اور خاص کام کرنے کے قابل ہے۔ اس لئے اگر اس کی پوری طاقت بحال رکھنا منظور ہو۔ تو تھکاوٹ دُور کرنے اور اُس کی کمی کو مناسب طریقہ سے پورا کرنے کا خیال رکھنا چاہیئے جسم سے مناسب کام لینا اور اُس کو مناسب طریقہ سے رکھنا ضروری ہے۔ اور جس قدر اِن باتوں کا خیال زیادہ رکھا جاتا ہے۔ یہ اُسی قدر زیادہ عرصہ زندہ رہتا ہے۔

زیادتی کام جسم کے موازنہ کو ہلا دیتی ہے اور عمر کی دشمن ہے۔ فطرت نے انسانی جسم میں بعض ایسی طاقتیں پیدا کی ہیں جو جسم کے ہر گوشے میں کمزور اعضاء کو تقویت پہنچاتی ہیں۔ اور عموماً ڈاکٹر لوگ اور اُن کے نسخہ جات اُنکی امداد کرتے ہیں۔ لیکن قدرتی حالت کے مقابلہ میں مصنوعی حالت دیرپا نہیں ہوتی۔ علالت کے بعد اعضاء بالکل پہلی حالت میں نہیں آسکتے۔ اگرچہ بعض اوقات کوئی نمایاں فرق نہیں ہوتا۔ تاہم اس کا اثر سالوں تک رہتا ہے۔ کسی خاص حد تک اس کا انحصار عرصۂ علالت پر ہوتا ہے۔ بے قاعدہ عادات جوانی میں بظاہر محسوس نہیں ہوتیں لیکن اُنکا نمایاں اثر بعد میں ہوتا ہے۔ بعض اوقات اُنکا اثر پُشت در پُشت ہوتا ہے۔ زیادتی کام جسمانی لحاظ سے جسم کی مستقل اور قبل از وقت کمزوری یا بظاہر عارضی نقصان کی ایک وجہ ہوتی ہے۔ اگر صرف جسمانی محنت ہی زندگی کا طول معلوم کرنے کے لئے کافی ہوتی تو زیادہ تشویش نہ ہوتی۔ اگر زندگی کو دیرپا بنانے کے لئے پوری خوراک اور روزانہ مقررہ حرکت کی ضرورت ہوتی اور اگر جسم کو اچھی حالت میں رکھنے کے لئے ہم میں سے ہر ایک کے لیئے خاص عرصہ کے دوران میں مقررہ خوراک مناسب اور پورا کام کرنے کے لئے کافی ہوتی۔ تو ہم بصد شوق تبدیلی کے خواہشمند ہوتے۔ انسانی جسم کی مشینری بناوٹ میں نہایت پیچیدہ ہے۔ اس لئے اس کی حرکت۔ کام خرابی اور تازگی کا مناسب موازنہ قائم رکھنا دشوار ترین ہے۔ کیونکہ جسم کے مختلف حصّوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ ایک حصّہ کی کامل واقفیت تمام جسم کی حالت میں ناکافی ہے۔ باقی حصّوں کو نظرانداز کر کے کسی ایک حصّے کی طرف متوجہ ہونا فوری خرابی کا موجب ہوسکتا ہے۔ اور پھر جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کوئی دو اجسم ایک سے نہیں۔ اور حیوانات ایک کی حالت میں دُرست ہوسکتی ہے دوسرے کی حالت میں نہیں ہوسکتی۔ تو ہم بخوبی سمجھتے ہیں کہ اس کے متعلق پوری واقفیت حاصل کرنے کے لئے کس قدر جدّ و جہد کی ضرورت ہے۔ مختلف اجسام کی حالت میں اُنکی مناسب ترتیب حاصل کرنے میں کامیابی اور اس کو قائم رکھنے کے وسائل زندگی کا عرصہ بتا سکتے ہیں۔ بعض اشخاص والدین کی طرف سے ایسے حالات میں پیدا ہوئے ہیں کہ اُن کو ان تمام باتوں کی تکمیل میں قدرے تکلیف نہیں ہوتی۔ لیکن بعض اصحاب اس کے برعکس قدم قدم پر ہزارہا تکالیف کا شکار ہوتے ہیں۔ انسان کی حالت میں اولاد کی تربیت اس قدر قدرتی اور سادہ طریقوں سے نہیں ہوتی جس قدر ہم بعض چھوٹے جانوروں کی حالت میں دیکھتے ہیں۔ پیدائش کے وقت جانور صرف تحریک طبعی کی ضرورت رکھتا ہے۔ جس کے ذریعے وہ اپنی ماں سے

خوراک حاصل کرتاہے۔ باقی ہر کام میں فطرت کی تقلید کی جاتی ہے۔ ناشائستہ فرقوں میں بھی کم و بیش ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ ایسے فرقوں کی رغبت انسانوں کی نسبت حیوانوں کی طرف زیادہ ہوتی ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے کہ انسان کی شائستہ زندگی کا مدار کس قدر نازک اور پیچیدہ ترتیب پر ہے۔ ہمیں سکولوں۔ اساتذہ۔ شفاخانہ جات اور اطباء جسمانی ورزش اور مختلف قسم کی ٹریننگ۔ فوجوں اور اُن کے مؤثر اور حیرت انگیز اسلحہ جات پر ایک نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ اور جانوروں کی حالت میں ان تمام اشیاء کی عدم موجودگی قابل غور ہے۔ جانور صرف تحریکِ طبعیٔ سے کام لیتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ وہ کھانے اور اپنی حفاظت کے طریقوں میں تجربہ سے کام لیتے ہیں۔ لیکن اگر اُن کا کوئی عضو ٹوٹ جائے تو اُن کی زندگی کا خاتمہ تصوّر کیا جاتاہے۔ کیونکہ انسانوں کی طرح اُن کی حفاظت کے لئے خاطر خواہ سامان موجود نہیں۔ اُن کی حفاظت کے ذرائع محدود ہیں۔ اور صرف خاص حالتوں میں وہ اپنے دانتوں۔ پنجوں اور دوسرے قدرتی ہتھیاروں کی مدد کے علاوہ کوئی اور امداد حاصل کرسکتے ہیں۔ خواہ انسان کی موجودہ حالت کا مقابلہ اس کی ابتدائی حالت سے کیا جائے اور نہایت غور و خوض سے کام لیا جائے۔ اس نتیجہ پر پہنچنا ضروری ہے کہ تہذیب یافتہ انسان فطری کاموں اور طریقوں اور مصنوعی کامیابیوں کی اعلےٰ ترین مثال ہے۔ اور اُس کے جسم میں ان تمام چیزوں کی آپس میں ٹھیک اور اعلےٰ ترتیب اِنکے مناسب اور مستقل توازن کو مضبوطی سے قائم کرتی ہے۔ جس سے زندگی کے عرصہ کا اندازہ لگایا جا سکتاہے۔

آبدار موتی

(۱) دوسروں سے غرور سے پیش نہ آ۔ پدرم سلطان بود ترا چہ؟ کے مقولہ کو پیش نظر رکھ۔

(۲) صداقت دیانت اور امانت کا نمونہ بن۔

(۳) خلوص۔ عجز و انکساری۔ سچی انسانی ہمدردی اپنے دل میں کوٹ کوٹ کر بھر۔ اور اپنی شہرت بڑائی اور عزت افزائی کا مطلق خواہاں نہ بن۔

(۴) انصاف پسند اور سلامت رو رہ۔ اپنی بات کی خواہ مخواہ حمایت نہ کر بلکہ اپنی غلطی کو جرأت کے ساتھ تسلیم کر۔

(۵) تقریر سے پیشتر دیکھ لے کہ جن خوبیوں کی تلقین تجھے مطلوب ہے تجھ میں خود موجود ہیں یا نہیں۔

(۶) مستقل مزاج بن۔ مشکلات سے ہرگز بھی ہراساں نہ ہو۔ اور کسی وقت بھی اپنی ناکامی پر ہمت نہ ہار۔

(۷) صبر و تحمل سے کام لے۔ دوست دشمن کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آ۔

(۸) اپنے آرام کو تکلیف سے بدل کر دوسروں کی تکالیف کے دُور کرنے کی فکر میں رہ۔

(۹) اثنائے گفتگو میں اپنی تعریف کرنا خلافِ تہذیب تصور کر۔ اور دھڑا بندی میں بالکل حصہ نہ لے بلکہ بمصداق آدمی کو چاہیئے دُنیا میں رہنا کس طرح۔ جس طرح تالاب کے پانی میں رہتا ہے کنول۔ بالکل الگ تھلگ رہ۔

(دتھورام شرما)

خیالاتِ سرور

(سید سرور علی صاحب سرور الہ آبادی)

کیا سیرِ چمن سے شاد ہو دل میں تو یہاں ناشاد ہوا
صرصر نے کیا برباد مجھے نکہت کی طرح برباد ہوا

ہر پھول بنا میرا دشمن ہر نخلِ چمن صیاد ہوا
میں کنجِ قفس سے چھوٹ کے بھی آزار سے کب آزاد ہوا

کیا موسمِ گل کی آمد ہے کیا فصلِ خزاں کی رخصت ہے
بلبل کا ترنم سن سن کر ہر پھول چمن میں شاد ہوا

گو چار ہی تنکے تھے لیکن وہ بھی نہ بچے فصلِ گل میں
اِس خانہ خرابی سے میری دل شاد بہت صیاد ہوا

گلشن میں بہار آئی بھی نہ تھی کھلنے بھی نہ پائی تھیں کلیاں
صیاد کے ہاتھوں سے کیا کیا میں خوار ہوا برباد ہوا

پھر رنگ پہ ہیں گلہائے چمن پھر اہلِ چمن پر عالم ہے
صیاد ترے اِس چرچے سے دل اور مرا ناشاد ہوا

کیا چین ملے آرام ملے ہر وقت جفا ہر وقت ستم
یاد اُس نے کیا فوراً مجھ کو جب ظلم نیا ایجاد ہوا

مرجانے پر اہلِ الفت کے روتا ہے جو کوئی عالم میں
یہ کہتے ہیں وہ تم کیا جانو اِس سے تو عدم آباد ہوا

تاکید ہے دے دو جان اپنی آزار اُٹھا کر مرجاؤ
یہ بات نئی ظالم نے کہی یہ اُسکا نیا ارشاد ہوا

ہر وقت نئے ہیں غم مجھکو ہر وقت نئے آزار مجھے
بے طور ستم پر آمادہ اب چرخِ ستم ایجاد ہوا

بجلی کا ستم گلچیں کا غضب صیاد کا ڈر آندھی کا خطر
میں گلشنِ الفت میں کیا کیا بیتاب رہا ناشاد ہوا

فریادِ ستم ہے آٹھ پہر ہنگامۂ غم ہے شام و سحر
کیا آئی خزاں گلزار میں پھر بلبل کا دل ناشاد ہوا

پھر مدرسۂ آزار میں ہم زانوئے ادب طے کرتے ہیں
بھولا ہوا وہ اُلفت کا سبق پھر یاد آیا پھر یاد ہوا

جو اہلِ وفا ہیں اے سرور وہ ذکر ابھی تک کرتے ہیں
شیریں کی محبت میں مٹ کر گمنام کہاں فرہاد ہوا

مبتدی اسکول کورس

مضمون مندرجہ عنوان کی کتاب طلبائے مدارس ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کو پڑھائی جاتی ہے۔ منجملہ دیگران اس پر مقابلہ ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ ایک ایسا مقابلہ بمقام مین پوری بتاریخ ۱۹ مارچ سنہ رواں بموقعہ نمائش و میلہ دیوی جی منعقد ہوا تھا۔ مقابلہ کا ایک سیکشن راقم مضمون ہذا کے سپرد بھی تھا۔ چنانچہ اُس میں سے "ٹیم ٹیسٹ" کے سوالات حسب ذیل تھے۔ انکو معہ صحیح و مکمل جوابات کے درج ذیل کیا جاتا ہے۔ اُمید ہے کہ مضمون مذکور کے پڑھنے والے طلباء اور پڑھانے والے مدرس صاحبان فائدہ حاصل کریں گے۔

(۱) پہلی ٹیم والے سوالات

(۱) بائیں ٹانگ کی ہڈیوں کے فریکچر (ٹوٹ جانے) کا مکمل علاج موجودہ مریض پر کر کے دکھلاؤ۔

ہر قسم کا مقصد یہ ہے کہ

(عام) مضروب کا معائنہ اُسی مقام پر کریں کہ جہاں وہ موجود ہے۔ ہٹانا یا ہلانا ضرب کو بڑھا کر خطرناک کر سکتا ہے۔

(۱) الف- اگر فریکچر سمپل ہے تو مضروب کو (جو غالباً کانپ رہا ہوگا) کپڑوں سے ڈھک دیں۔ گردن تک۔ (۲) مضروب کی ٹانگ اگر ترچھی ہو۔ تو لیٹے ہوئے مضروب کی لمبی اور سیدھی کر دیں یہی وضع قدرتی ہے۔ (۳) ب چار اسپلنٹ، پانچ پٹیوں (زیبر دو پتلی) (NARROW) کے ذریعہ قائم کریں (۴) "شاک" کا علاج کریں۔

(۲) اگر فریکچر کمپونڈ (معہ زخم) ہے۔ تو علاوہ مندرجہ بالا کے (۱) زخم کو کھولیں (۲) نگر کپڑے اور گرد نہ جانے دیں (۳) اگر خون جاری ہو تو حسب قاعدہ بند کریں (۴) کانچ کے ریزے کنکریاں دھول وغیرہ ہوں تو نکال دیں (۵) تب کا غذ اوپر رکھیں۔ اور پٹی باندھیں اگر کلاٹ (لوتھڑا) زخم ہو تو اُسے نہ چھوئیں (۶) پلاسٹر یا مرہم لگائیں ج۔ ڈاکٹری علاج کے لئے ہدایت کریں (د) ہر ہوشیاری مضروب کے بیچانے کی

(۲) اُسی مریض کی دائیں ٹانگ کی نی کیپ (چپنی ہڈی) پر زخم ہے۔ اُس کا پورا علاج کر کے دکھلاؤ۔

(۲) (الف) اگر خون جاری ہے تو سب سے پہلے بند کریں (ب لغایت ی) اوپر کے کمپونڈ فریکچر کی دفعات (۱ و ۳ تا) پر عمل کریں (ک) اگر مضروب کھڑا یا بیٹھا ہے اور ٹانگ مڑی ہوئی ہے تو لٹا کر سیدھی کر دیں (ل) ڈاکٹری علاج کی ہدایت کریں۔

(۳) انڈائرکٹ پریشر کے ذریعہ وہ سیلانِ خون بند کرکے دکھلاؤ کہ جو ران پر ہے۔ کا یعنی اس جگہ نہیں کہ جہاں خون نکل رہا ہے۔ خواہ بائیں یا دائیں

(۳) جنگاسی (چڈے) کے وسط میں اس کا پریشر پوائنٹ (فرضی نقطہ) ہے (ب) وہاں پر انگوٹھے سے دبائیں (ج) اگر بند نہ ہو تو ٹورنی کیٹ لگادیں (د) تب بھی بند نہ ہو تو ٹورنی کیٹ کے قینچے یا بند میں پنسل یا لکڑی ڈال کر گھمادیں اور پٹی کے ذریعہ باندھ دیں (الف) پیر کو جسم سے اونچا رکھدیں۔ (ح) تب ڈاکٹری علاج کی ہدایت کریں۔

(۴) تمہارے پاس کسی بھی قسم کا "اسپلنٹ" نہیں۔ اس حالت میں مضروب ٹانگ کو سہارا دو۔ بائیں کا سیدھی یا لکڑی کا (جھلی) اور نہ پمرود ائرہ ذکر کا پیٹھا ہے تو دو غیرہ

(۴) اس حالت میں (دائیں) ٹانگ کو بائیں (تندرست) کے ساتھ پٹیوں سے باندھ دیں۔

۲- دوسری ٹیم والے سوالات

(۱) دائیں ران کی ہڈی شکستہ ہے۔ پورا علاج کرکے دکھلاؤ۔ یا مکمل (سادہ) یا کمپونڈ (مع زخم)

(۱) عام - بشرح صدور
(الف) سمپل فریکچر " " بجز (۲) ٹانگ کی جگہ دائیں ران (۳) چار اسپلنٹ اور اشیاءات پٹیاں
(ب) کمپونڈ " " "
(ج) ہدایات " "

(۲) بائیں کہنی پر زخم ہے۔ اس کا مکمل علاج کرو۔

(۲) حسب علاج چپٹی ہڈی کے زخم مندرجہ بالا کے صرف یہ کہ کہنی پر علاج کریں بجائے "نی کیپ" اور (ک) بجائے سیدھے کے کہنی موڑ کر سینہ پر رکھیں۔

(۳) انڈائرکٹ پریشر کے ذریعہ اس سیلانِ خون کو بند کرو کہ جو پیشانی سے جاری ہے۔ کا یعنی خون نکلنے کی جگہ پر بند نہ کرو سے دائیں حصے پر یا بائیں پر

(۳) اسکا مقام کان کے سوراخ سے اوپر اور آگے ہے جس طرح ران کا علاج اوپر درج ہے کریں مریض لیٹا ہو تو بٹھادیں کہ سر اونچا ہو جائے۔

(۴) بازو مضروب ہے۔ اور کسی بھی قسم کا "اسپلنٹ" موجود نہیں ہے سہارا دیکر بتلاؤ۔

(۴) دائیں بازو کو کہنی پر موڑ کر جسم کے ساتھ باندھ دیں۔

خاص نوٹ ۱ء کتاب میں زخم کو ڈھکنے کے لئے کاغذ لکھا ہے۔ امتحان میں چار قسم کے کاغذ (۱) کورا (۲) ایک طرف چھپا ہوا (۳) ایک طرف لکھا ہوا اور ایک لفافہ پیش کئے گئے کہ چن لیں۔ صحیح یہ تھا کہ لفافہ لیا جائے۔ کیونکہ تحریر کردہ اور مطبوعہ کاغذات کے ایک طرف سیاہی اور دوسری طرف ممکن ہے گرد اور جراثیم ہوں اور سادہ کے دونو طرف گرد وغیرہ کا خوف ہے۔ جبکہ لفافہ کو کھولیں۔ اندرونی سطح بند ہونے کے باعث صاف پاک رہتی ہے۔ وہی زخم پر رکھی جائے۔ ۲ء آڑی سطور سوالات میں درج نہ تھیں۔ ۳ء امتحانی نمبروں میں سے دس نمبر "جنرل" ڈسپلن کے بھی ہیں جس سے مراد یہ ہے کہ (۱) جواب دہندہ موٹ دب (۲) خوش اخلاق اور (۳) سمجھدار ہو (۴) سوال کے ہر جز کا جواب اور ترتیب وار ہے (۵) نہ فضول لفظ کہے اور نہ لفظ دوہرائے (۶) حرکات و سکنات درست ہوں اور (۷) پوشاک صاف سادہ اور ایسی ہو کہ جوتہ تو نا تھا پیروں اور گردن کی جنبش میں مزاحم ہو اور نہ ڈھیلی کہ جس میں انگلیاں وغیرہ رکیں۔

شیاما چرن ورما

ترجمہ از پیامِ مشرق اقبال

(جناب محمد صدیق خانصاحب توقیر منشی فاضل ایس وی ٹیچر گوڑیانی)

کہیں ابر سے ایک قطرہ گرا — وہ پہنائے دریا سے نادم ہُوا
کہ دریا کے آگے میں ہوں چیز کیا — ہے ہونا نہ ہونا برابر مرا
وہیں قعرِ دریا سے آئی صدا — کہ کم مائگی پر نہ مت کو چھپا
بہت تو نے کی باغِ عالم میں گشت — کھنگالے ہیں صحراؤ کہسار و دشت
کبھی ابر بن کر فلک پر اُڑا — دیئے آب رحمت کے دریا بہا
گلوں کو کبھی تو نے دی تازگی — چمن کی زمیں گاہ سیراب کی
رگِ تاک میں بادۂ ناب تھا — کبھی خاک پر مائلِ خواب تھا
بہت تو نے دیکھے عروج و زوال — پھرا غرب و شرق و جنوب و شمال
رہا ایک مدت جو گرمِ سفر — بس اب گود میں میری آرام کر
گہر بن کے آغوش قلزم میں سو — فروزندہ تر ماہ و انجم سے ہو

(از نتیجۂ فکرِ فخرِ گجرات سید الشعراء منشی سید فخر الدین صاحب فخر قادری ہیڈ ماسٹر میونسپل اُردو سکول احمد آباد گجرات)

نالۂ شبِ فراق کوئی رائیگاں نہیں — اہلِ زمیں سمجھ لیں کہ اب آسماں نہیں
بہرِ کفن ہو دامنِ تیغِ ادا نصیب — کشتے کو تیرے خواہشِ آبِ رواں نہیں
لکھی ہیں جس میں تیرے ستم کی شکایتیں — رُودادِ غیر ہے وہ میری داستاں نہیں
ہر روز تازہ ظلم ہے ہر شب نئی جفا — مشقِ ستمگری ہے مرا امتحاں نہیں
بہرِ عیادت آئے ذرا ٹھہرے چل دیئے — یہ بھی نہ پوچھا درد کہاں ہے کہاں نہیں
غربت میں رہنمائے رہِ عشق کون ہو — نقشِ قدم نہیں جرسِ کارواں نہیں
اے فخر ہر کمال ہے کوشش پہ منحصر — دہلی میں جو رہے وہی اہلِ زباں نہیں

تشریح صحت کے سُنہری اصول

ماہ مارچ کے رسالے کے اُنیسویں صفحے پر ایک طبّی مضمون درج ہے۔ غالباً اس وجہ سے کہ مضمون نویس صاحب فنِ طب و علم صحت سے ناواقف ہیں۔ اس لئے عام لوگ بلا تشریح وغیرہ نفسِ مضمون سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے سطور ذیل ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں۔

(۱) حصہ الف خوراک اعتدال سے کھانا۔ مطلب یہ ہے کہ کھانا اتنا کھانا چاہئے کہ پیٹ میں کچھ جگہ خالی رہ جائے یعنی بھوک سے ¾ یا کم سے کم ⅞ غذا کھانا چاہئے۔ گو چار چپاتیوں کی بھوک ہو لیکن صرف تین یا زیادہ سے زیادہ ۳½ روٹیاں کھا کر کھانا ختم کر دینا لازم ہے۔

حصہ ب۔ دو وقتوں کے کھانے کے درمیان اور چیز نہ کھانا۔ انسان کے کھانے صرف دو ہیں۔ ایک دن کا کہ جو دوپہر کے وقت یا اس سے کچھ دیر قبل کھایا جاتا ہے اور دوسرا شام کا کہ جو عموماً شب کو کھایا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ (انگریزوں کے دستور کو نظر انداز کر کے) دو ناشتے اور ہیں۔ ایک تو علے الصبح کا اور دوسرا سہ پہر کا۔ پس اصول بتلانے والے کا مقصد یہ ہے کہ پہلے ناشتے اور دوپہر کے کھانے کے اور پھر اس کھانے اور سہ پہر کے ناشتے کے اور اس ناشتے اور شب کے کھانے کے درمیان میں کھانے کی چیز (غذا) نہ کھانی چاہئے مگر پانی اس حکم میں داخل نہیں۔ پی سکتے ہیں۔

(۲) حصہ الف۔ ایک ہی وقت کھانا اور پانی نہ استعمال کرنا۔ غرض یہ ہے کہ کھانے کے ساتھ درمیان میں یا بعد پانی نہ پینا چاہئے۔ ایک گروہ حکما کا خیال یہ ہے کہ جب کھانا کھائیں۔ تب ہم کو پانی پینا نہ چاہئے۔ مگر دوسرا گروہ اس کے خلاف ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ اگر ایسی شے کھائی جائے کہ جو خشک یا ثقیل ہو یا روکھی تو پانی پینا لازم ہے تاکہ مُنہ اور گلو صاف ہو جائیں اور معدہ کا ہاضمہ بآسانی اور مکمل ہو سکے۔ بحالت سیال (پتلی) غذا کے یا پھلوں وغیرہ کے کہ جن میں عرق ہوتا ہے پانی پینے کی کوئی حاجت نہیں۔

حصہ ب۔ اوقاتِ طعام کے درمیان میں پانی پینا چاہئے یعنی (جیسا کہ اوپر دفعہ (۱) حصہ ب میں کھانا جہاں جہاں منع کیا ہے۔ وہاں پر اگر تشنگی محسوس ہو تو پانی پی لینا چاہئے۔ اس سے چھوٹی بھوک بھی رفع ہو جاتی ہے۔ اور آلاتِ انہضام درست، اور صاف بھی ہو جاتے ہیں۔

حصہ ج۔ کافی پانی گھونٹ گھونٹ پینا۔ مطلب یہ ہے کہ پانی (اوپر کے بتائے ہوئے وقت پر) خوب سیر ہو کر پینا چاہئے۔ مگر یوں نہیں کہ کٹورہ یا گلاس منہ سے لگایا اور پانی ختم کر کے رکھ دیا۔ بلکہ ایک گھونٹ (یا دو تین) پیا اور آبخورہ مُنہ سے ہٹا لیا۔ اسی طرح کئی بار پیاس کے مطابق پانی پینا چاہئے۔

حصہ د ۔ شب کو سونے سے قبل پانی پینا۔ اس سے بہت سے فوائد ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ صبح اُٹھ کر اجابت صاف آجاتی ہے۔

حصہ ح ۔ صبح بیدار ہونے پر پینا۔ جونہی کہ آنکھ کھلے (اگر ممکن ہو تو تازہ ورنہ جیسا بھی ملے) پیٹ بھر کر پانی پینا چاہیئے۔ مگر پہلے کلیوں کے ذریعہ مُنہ صاف کر لینا ضروری ہے۔

نوٹ شارح ۔ جن صاحبان کو قبض ہو (جس کی شکایت عام طور پر پائی جاتی ہے) ۔ انکو رات اور صبح کو دونو وقت شیر گرم پانی پینا بیحد مفید ہوگا۔ ہزار دوا کی ایک دوا ہے۔ ایسے کرنے سے بلا حقہ پیئے پاخانہ ٹھیک آجاتا ہے۔

حصہ ط ۔ چاء موسم سرما پہاڑوں اور سرد جگہوں پر کارآمد ہوتی ہے۔ ہمارے گرم ملک اور خاص کر موسم گرما میں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے متعلق (نیز برف کے) شارح کا مضمون مندرجہ جوبلی نمبر ملاحظہ ہو۔ اگر ایسی مصروفیت ہو کہ کھانا دیر سے کھا سکیں۔ یا ایک دو رات سونا ناممکن ہو تو چاء پینا چاہیئے۔ اس سے بھوک اور نیند محسوس نہیں ہوتی اور کام برابر کر سکتے ہیں۔ علے ہذا تکان رفع کرنے کے لئے بھی چائے اچھی چیز ہے۔

(۳) نشاستی اغذیہ ٹھوس شکل میں کھانا۔ مراد یہ ہے حریرہ یا حلوا بنا کر کھانے کی نسبت چپاتی وغیرہ کھانا مناسب ہے۔ کیونکہ پتلی اور نیم سیال غذا کو چبانا نہیں پڑتا مُنہ سے فوراً حلق میں چلی جاتی ہے۔ لیکن جو غذا چبائی جاتی ہے اس میں لعاب دہن ملتا ہے۔ اور اس طور پر مُنہ والا اوّل اور مقدم ہاضمہ مکمل ہوتا ہے۔ اسی لعاب دہن کی آمیزش کے خیال سے پانی (بلکہ تمام سیال اغذیہ دودھ وغیرہ) کا گھونٹ گھونٹ پینا ضروری سمجھا گیا ہے۔

حصہ ب ۔ خوب چبا کر کھانے سے غذا پس جاتی ہے اور اس میں لعاب دہن کما حقہٗ مل جاتا ہے۔

(۴) اس دفعہ میں ترجمہ کرنے سے کچھ حصہ یا تو رہ گیا ہے۔ ورنہ اور کوئی بات ہے۔ لہذا جب تک اصل عبارت موجود نہ ہو۔ تشریح لکھنا ناممکن ہے۔

(۵) الف ۔ سبزیوں میں پکتے وقت پانی کم ڈالنا چاہیئے۔ کیوں؟ تاکہ پانی جلانے کے لئے دیر تک ترکاریاں . . . . آنچ پر نہ رہیں ورنہ حرارت ان کی "وٹامین" کو ضائع کر دیگی۔ اور برتن کا سرپوش ہٹانے پر بھاپ کے ذریعہ . . . . ترکاریوں کے لطیف اجزاء اُڑ جائیں گے۔

حصہ ب ۔ جو پانی ڈالو اُسے بصورت شوربا موجود رہنے دو۔ وجہ یہ کہ پانی جلنے سے اوپر بتلائی ہوئی کمیاں واقع ہو جائیں گی۔

حصہ ج ۔ مصالح کم استعمال کرنا ۔ بیشک واجب ہے۔ اور یہ اصول عوام کو معلوم ہے۔

(۶) ایسی چیز کھا کر کھانا ختم کرنا چاہیئے کہ جس سے مُنہ صاف ہو جائے۔ اس ضمن میں روٹی کا چھلکا سبزی یا

پھل بتلائے گئے ہیں ۔ لیکن ہمارے یہاں سب سے اچھی شے پاپڑ ہے ۔ علاوہ بریں وہ ہدایت سرد ملک والوں کے لئے ہوگی ۔ ہمارے یہاں بافراط پانی ہے ۔ ہمارا ملک گرم ہے ۔ ہم خلال اور خوب کُلیاں کرتے ہیں ۔ اور کھانے کے بعد پانی بھی پیتے ہیں ۔ ان تدبیروں سے مُنہ خوب صاف ہوجاتا ہے ۔

تشریح فوائد حفظان صحت (نو ترمیم)

یہ مضمون مارچ کے رسالے کے ۵۸ صفحے پر مندرج ہے ۔ اور نہ معلوم کہاں سے لیا گیا ہے ۔ تشریح طلب ہے ۔

(۱) غسل سے نہ صرف جسمانی صفائی ہی مقصود ہے بلکہ جلدی مسامات کا کھولنا کہ جن کے ذریعہ بصورت پسینہ جسم کے فضلات نکلا کرتے ہیں اور جلد اور پٹھوں کو مضبوط کرنا بھی ۔ موسم گرما سب سے اچھا وقت ہے کہ جب اُن صاحبان کو روزانہ غسل کی عادت ڈال لینا چاہیئے کہ جو عادی نہیں ہیں ۔ بچوں کو ابتدا ہی سے روزانہ غسل کا عادی ہونا چاہیئے ۔ ایسا کرنے سے انکو سردی کا خوف نہیں رہتا ۔

(۲) اگر سونے سے پیشتر دانتوں کو صاف نہ کیا تو غذا کے جو ذرے دانتوں کی درزوں میں گھُسے رہ جاتے ہیں وہ دانتوں کی سڑن (جس کو کیڑا کھانا کہتے ہیں) اور گندہ دہنی (پایوریا) وغیرہ امراض کے باعث ہو جاتے ہیں ۔

(۳) ناخن کٹوانا ۔ اس قدر کہ بے جان حصہ نہ رہنے پائے ۔ تاکہ سیال غذا میں ناخن کا میل شامل ہو کر ہمارے پیٹ میں نہ جانے پائے ۔

نوٹ شارح ۔ ناخن جاندار شے ہے ۔ مگر پوروے پر آگے والا حصہ بالکل بے جان ہوتا ہے ۔ اسی بیجان میں میل جمع ہوجاتا ہے ۔

(۴) "کھانا کھانا" ۔ غالباً اس جملے کے بعد لفظ "سے پہلے" طبع ہونے سے رہ گیا ہے ۔ پہلے ہاتھ مُنہ دھونے سے ہاتھوں اور مُنہ کا گرد و غبار اور بیرونی اشیاء جاتی رہتی ہیں ۔ اور کھانے کے بعد غذا کے ذروں سے پاک ہوجاتے ہیں ۔

(۵) تازہ پکا ہوا کھانا ۔ بہ نسبت اس کے کہ رکھا رہا ہو اور ٹھنڈا ہوگیا ہو جلد ہضم ہوتا ہے ۔ تازہ پھل اور سبزیات ۔ قدرتی اور زود ہضم اشیاء ہیں ۔ دُودھ نہایت عمدہ اور مکمل غذا ہے ۔ اور چبانے کا نفع دوسری تشریح میں بتلایا جا چکا ہے ۔

(۶) مکھیاں کھانے پانی اور شیرینیوں کو جھوٹا ہی نہیں کرتی ہیں بلکہ اُن پر پاخانہ کر دیتی ہیں ۔ اور پروں اور پیروں میں لگی ہوئی غلاظت چھوڑ جاتی ہیں کہ جن میں اور گرد و غبار میں جراثیم بانی امراض مہلک بھی پائے رہتے ہیں ۔

(۷) کھانے کے ساتھ پانی نہ پینا ۔ اس کے متعلق دوسری جگہ (اور تشریح میں) لکھا جا چکا ہے ۔

(۸) کھیل ایسی جگہ پر ضرور کھیلنا چاہیئے کہ جہاں ہوا صاف اور بکثرت ہو ۔ سانس مُنہ سے لینا بے فائدہ بلکہ مضر ہے ۔

نوٹ - اس دفعہ میں لفظ "سوراخ" غلط ہے - وہاں "سانس" ہونا چاہیئے -

(۹) دھیمی روشنی میں پڑھنے لکھنے اور ایسا کام کرنے سے کہ جس میں نگاہ پر زور پڑے بصارت کو خراب کرتا ہے -

(۱۰) سونے کی مدت (بالغ جوان شخص کے لئے ۶ سے ۸ گھنٹے کافی ہے - اور وقت رات کا مناسب ہے - بچّوں کو زیادہ اور مُسن شخص کو نیند کم آتی ہے - کھڑکیاں اور چہرہ اس وجہ سے کھُلے رہیں کہ بذریعہ تنفس ہوا جسم کے اندر جاتی ہے - مچھروں سے حفاظت کرنا' مرض ملیریا سے بچنا ہے -

(۱۱) نہ صرف رفع حاجت (بول و براز) کے ہی لئے بلکہ ہر کام (ستہ ضروریہ) کھانا' نہانا' سونا' کام کرنا' ورزش وغیرہ کے لئے مقررہ وقت ہونے چاہئیں -

(۱۲) حتے الوسع کھڑے ہونے اور بیٹھنے کے وقت ریڑھ کی ہڈی سیدھا رکھنا چاہیئے - اس کو جھکانا مضر ہے -

(۱۳) چھینکنے اور کھانسنے میں ناک اور مُنہ سے ذرات نکل کر باہر گرتے ہیں - کہ جو غلیظ اور ممکن ہے کہ جراثیم سے ملے ہوئے - اس لئے ایسا کرنا چاہیئے کہ ایک شخص سے دوسرے کو نہ لگ جائیں - فرش اور دیواروں پر تھوکنا بھی اسی وجہ سے منع ہے -

(۱۴) علےٰ ہذا بلغم اور غلاظت -

(۱۵) ٹیکہ لگوانے سے یا تو چیچک نکلتی ہی نہیں ورنہ کم از کم مرض کے نتائج بد (ہلاکت بھی اُن میں سے ایک ہے) رونما نہیں ہوتے

(۱۶) اپنا وزن کرنے اور قد ناپنے سے معلوم ہو گا کہ کمی تو نہیں ہوئی - بحالت کمی اس کی تدبیر کر سکو گے -

اخیر پر راقم نے مختصر تشریح کر دی ہے - جن صاحبان کو مزید واقفیت کی ضرورت ہو وہ معلوم کر سکتے ہیں - البتہ اگر بذریعہ خط و کتابت معلوم کرنا منظور ہو تو جواب کے لئے کارڈ یا ٹکٹ ضرور روانہ فرمائیں -

شیاما چرن ورما

غزل

ہم ہو گئے پریشاں فریاد کرتے کرتے
لیکن نہیں تھکے وہ بیداد کرتے کرتے

اے چرخ چھوڑ اب تو عادت ستم گری کی
تو پیر ہو گیا ہے بیداد کرتے کرتے

صیّاد کو ذرا بھی اس پر نہ رحم آیا
بلبل نے جان دے دی فریاد کرتے کرتے

وہ مہرباں ہو کر کیا جانے کیا کرے گا
جو دل کو لے گیا ہے بیداد کرتے کرتے

قسمت اگر بری ہو کوشش سے فائدہ کیا
خاموش ہو گیا ہوں فریاد کرتے کرتے

وارفتگی نے شاکر یہ شغل بھی نہ چھوڑا
اپنے کو بھول بیٹھے ہم یاد کرتے کرتے

گورو دین صاحب آشفتہ کھاریاں ضلع گجرات

گنتے جاؤ

کریم سر عظیم کو اُس وقت سے جانتا تھا جب وہ صرف عظیم تھے۔ دونو ہم سبق رہ چکے تھے۔ اختری عظیم کو چاہتی تھی اس لئے کریم کو نفرت ہوئی اور بڑھتی گئی۔

اختری کریم سے منسوب تھی مگر جب عظیم کی نسبت آئی تو کریم کو شبہ ہونے لگا۔

اور شبہ بڑھتا گیا۔

کریم کو عظیم سے نفرت تھی تو عظیم کو بھی کریم سے تھی، تکرار ہوئی، جھگڑے ہوئے ایسے کہ یہاں وہاں چرچے ہونے لگے۔

ایک روز اختری غائب تھی اور عظیم بھی بمبئی سے خبر آئی کہ عظیم نے اختری کو بیاہ لیا اور کریم کو چپ ہو جانا چاہئے۔ بھول جانا چاہئے۔

بھول!

گویا کریم کے لئے بھول جانا ممکن بھی تھا،

کریم نے دونو کی جستجو کی مگر دُنیا بہت وسیع ہے۔ اور کریم کے پاس دولت نہ تھی۔ وہ پھر اپنے کام پر لوٹ گیا، اور دن کاٹنے لگا۔

سال گذرتے گئے۔ پورے گیارہ برس ہو گئے۔ اب پھولپور ایسے قصبہ میں بھی ایک اشتہار کریم کو ملا جس میں اختری اور عظیم دونو کی تصویر تھی۔

کریم کے لئے یہی کافی تھا، اس نے اُودھم مچا دیا، روپیہ قرض لیا، جائداد گروی رکھی اور سر عظیم کا پتا جیب میں لئے ہوئے بمبئی پہنچ گیا۔

اُسی دن شام کو چوپاٹی کے پاس اُس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ سر عظیم اور اختری بیگم اپنے شاہانہ مکان میں داخل ہوئے۔

کریم چاہتا تو قصہ ہی ختم کر دیتا، مگر اُس کی طبیعت اور ہی قسم کی تھی۔

وہ بہت نازک مزاج اور نکتہ رس تھا، اس کا عقیدہ تھا کہ قرض کی کوڑی کوڑی ادا ہونی چاہئے۔ اس نے اپنے ہوٹل میں پہنچ کر سر عظیم کو ایک خط لکھا۔

خط گمنام تھا اور بہت مختصر صرف یہی الفاظ تھے۔

"تمہاری زندگی میں صرف تیس دن باقی ہیں گنتے جاؤ"

خط ڈاک خانہ میں ڈال کر وہ کئی سال کے بعد چین کی نیند سویا۔

صبح کو اُٹھا تو ہنس پڑا، وہ مسرور تھا، مست تھا، اس کی نگاہوں میں اس شخص کی صورت پھر رہی تھی۔ جس سے اس کو نفرت تھی۔ خط پڑھتے ہی عظیم کی کیا حالت ہوئی ہوگی؟

دوسرے دن کریم نے ایک اور خط لکھا، یہ بھی گمنام تھا اور بہت مختصر پیغام تھا، صرف ایک لفظ تھا۔

"دو"

تیسرے دن تیسری خبر گئی۔

"تین"

کریم کے نزدیک انتقام کا یہ طریقہ بہت ہی دلکش تھا' غرض یہی سلسلہ قائم رہا۔

چار پانچ چھ سات آٹھ نو دس'

ایک تہائی وقت ختم ہوگیا۔

آج اُس نے اپنی تفریح میں دیکھا کہ سر عظیم کے دروازے پر دو مسلح سپاہی پہرے دے رہے ہیں۔

کریم مسکرا اُٹھا' دُربھی عجیب چیز ہے'

گیارہ بارہ تیرہ چودہ پندرہ سولہ سترہ اٹھارہ اُنیس بیس۔

دو تہائی گذر گئی۔ ایک تہائی باقی ہے' اب سر عظیم کو بہت سی گنتی نہ گننی پڑیگی۔

سر عظیم خوب سمجھے تھے کہ کاتب کون ہے۔ کریم نے اپنے ہی ہاتھ سے سب چٹھیاں لکھی تھیں۔ اُس نے اپنا پتہ چھپا رکھا تھا اور صرف رات کو نکلا کرتا تھا۔

نہ سر عظیم کو پتہ چلا نہ سفید پوش جاسوسوں کو مگر سر عظیم جانتے تھے۔

کریم دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا کہ بمبئی کی آدھی پولیس اس کی فکر میں ہوگی۔

اب اس کی مسرتوں کی تکمیل ہو رہی تھی۔

اکیس۔

اب کی چٹھی ہنس کر لکھی۔　　بائیس

اور اسی طرح۔

تیئیس چوبیس پچیس

صرف پانچ دن باقی رہ گئے۔

چھبیس ستائیس اٹھائیس انتیس۔

اب تو کریم پھولے نہیں سماتا تھا' آج وہ سر شام ہی سیر کے لئے نکل کھڑا ہوا۔

دو موٹر لڑ گئے' کریم بیچ میں آگیا' ہوش آیا تو سر عظیم کے آرام کمرے میں پڑا ہوا تھا' ڈاکٹر کے ہاتھ میں نبض تھی اور وہ کہہ رہا تھا' ممکن ہے بچ جائے مگر چوٹ ایسی ہے کہ کوئی اُمید نہیں۔

سر عظیم نے جھک کر کریم کے کان میں کہا' گنتے جاؤ' گنتے جاؤ' ۔ ایک دو تین۔

کریم اچھا ہوگیا' عظیم نے پوری تیمارداری کی تھی' اب کریم کی یہ حالت ہے کہ عظیم کے پسینے پر خون بہانے کو تیار ہے اور سر عظیم کو کریم کی جدائی کسی طرح گوارا نہیں ہوتی اختری بیگم بہت خوش ہیں۔

تینوں کے دل ایسے صاف ہیں جیسے حلب کے آئینے' غبار ایسا دُھل گیا ہے جیسے برسات میں گلاب کی کلی۔

کاشی پریاگی

موج اور ساحل

ایک شب ہیبت فزا تاریکیوں کے درمیاں
جبکہ محوِ خواب تھا آرام سے سارا جہاں

بحر کی آغوش میں امواج تھیں گرمِ ستیز
کوہ کے دامن سے آتی تھی صدائے الاماں

ساحلِ دریا سے آتی تھی صدائے بازگشت
کانپتا تھا جس کے زیر و بم سے سارا آسماں

موج مضطر اُڑ رہی تھی ساحلِ اُفتادہ سے
ہر رگ و پے میں تھا جس کی ذوقِ حریت نہاں

اک سبق تھا عالمِ ادراک کو یہ اضطراب
ساحلِ سنگیں سے سر ٹکراتی ہے موجِ رواں

"ذوقِ آزادی" نے دیوانہ بنایا تھا اسے
ورنہ موجِ بحر میں اتنی کہاں تاب و تواں

اس کشاکش کا محرک تھا مگر "احساسِ غم"
جس نے موجِ بحر کو بخشا یہ احساسِ نہاں

موج تھی دست و گریباں ساحلِ افتادہ سے
برقِ لرزاں کی طرح گاہے یہاں گاہے وہاں

آخرش اک بار وہ ساحل سے سبقت لے گئی
بے عمل انساں کو درسِ استقامت دے گئی

آزاد انصاری بنگلوری

جذباتِ فضا

ناگفتنی فراق میں اب میرا حال ہے
دن کٹ گیا تو رات کا کٹنا وبال ہے

تم نے جب آنکھ پھیر لی پھر کیا امیدِ زیست
اب تو مریضِ عشق کا بچنا محال ہے

ہر دم تمہاری یاد میں رہتی ہے محویت
ہر وقت میرے دل میں تمہارا خیال ہے

مرجھا گئے سحر کو کھلے جو چمن میں پھول
سچ یہ ہے ہر کمال کو لازم زوال ہے

اظہارِ غم کی مجھ کو ضرورت نہیں رہی
سُرخ آنسوؤں سے پوچھئے دل کا جو حال ہے

اُردو زباں کو ناز ہو *دل پر نہ کیوں فضا
یہ تاجدارِ ملکِ سخن بے مثال ہے

دل محمد فضا

*حضرت دل شاہجہانپوری

جذباتِ بسمل

(منشی مدھر بہاری لال صاحب بی اے تلخ فتح پوری)

جناب سکھدیو پرشاد بسمل الہ آبادی کی ممتاز شخصیت تعارف کی محتاج نہیں۔ ہاں اتنا کہنا بے شک ضروری ہے کہ آپ ادب اُردو کے بڑے محسن ہیں۔ آپ نے ادب اُردو کی جو خدمات کی ہیں وہ اگرچہ بادی النظر میں نہیں آئیں لیکن اب دُنیا کو ایک ایسا گراں قدر موقع دستیاب ہُوا ہے جس کی بہ بدولت ان کے احسانات کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ حال میں انڈین پریس الہ آباد سے بسمل صاحب کے کلام کا کچھ نمونہ ایک مزین دیوان مسمّی بہ "جذباتِ بسمل" شائع ہُوا ہے شوق کی تیز دستیوں نے مجھے اتنا موقع نہ دیا کہ میں کسی قدر تامل کے ساتھ اس کا مطالعہ کر سکتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تامل کا موقع ملتا ہی کیسے وہ تو ایک رنگا رنگ گلستاں ہے جس کا ہر پھول اپنے خصائص جمیلہ و محاسن حمیدہ کی رو سے اپنی اپنی جگہ پر با موقع دل آویز ہے۔ ممکن نہیں کہ اس گلستاں میں کسی کو گلگشت کا موقع ملے اور وہ پھولوں کا حُسن دل فریب دیکھے بغیر اپنی نظر پھیر سکے۔

جذباتِ بسمل درحقیقت ایک پُرآب گلشن ہے جس کی حدود میں کہیں تو بزم کیف و سرور سجی ہے کہیں دورِ نشاط چل رہا ہے۔ کہیں مسرت و انبساط کی محفل ہے کہیں بزم رقص و سرود۔ ایک طرف حُسن کی شوخیاں ہیں دوسری طرف عشق کی گرمیاں ایک جانب گُل کے ناز و انداز۔ دوسری جانب بلبل کے راز و نیاز۔ کہیں پر کوئی متانت سے بحرِ فکر میں ڈوبا ہُوا ہے۔ کہیں کوئی فلسفیانہ تصورات میں کھویا ہُوا ہے۔ ایک گوشے میں چند صوفی صافی بیٹھے ہیں۔ دوسری طرف چند رند مشرب اپنی مستیوں میں بیخود بیٹھے جھوم رہے ہیں۔ اِدھر اُدھر مسخرے ظریف بھی نظر آتے ہیں جو عجیب عجیب پہلو سے باتیں کرتے ہیں۔ کبھی کسی کی ہنسی اُڑاتے ہیں۔ کبھی دل کی چٹکیاں لیتے ہیں کوئی مسخراپن کرتا ہے۔ کوئی طنز سے اپنا کام نکالتا ہے۔ الغرض مجموعہ کلام سے مستی شوخی بیباکی مسرت حیرت و استعجاب درد و غم وغیرہ کے جذبات و احساسات کی لذتوں کا لُطف اُٹھائیے۔ دُنیائے تخیل کی سیر کیجئے۔ دل بہلائیے۔ فلسفیانہ نکات پر نظر ڈالئے۔ تصوف کے بحرِ زخار سے دُرِ آب دار حاصل کیجئے۔ اخلاقیات معاشیات سیاسیات کے رموز سمجھئے۔ مختلف زاویہ نگاہ سے دُنیا و مافیہا کے نظاروں سے رُوحانی حظ اُٹھائیے۔ بسمل صاحب کے کلام کی سب سے زیادہ نمایاں خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے اظہارِ خیالات میں حتی الوسع رنگ تغزل سے باہر نہیں ہوتے۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ تمام لکھنو اور گرد و نواح کے مقامات پر تصنع و تکلف کا تسلط تھا۔ عیش و عشرت کا چرچا تھا۔ بناؤ سنگار

کا رواج تھا۔ وقت کا تقاضا تھا کہ شاعری بھی اپنے ماحول کی ہم شکل نظر آئے۔ چنانچہ ناسخ نے الفاظ کی تراش و خراش مصرعوں کی کتر بیونت۔ ترکیبوں کی نوعیت جدت پر اپنی پوری توجہ مبذول کی اور زبانِ اُردو کو نئے نئے گنجلک اور غیر مانوس الفاظ سے بجائے سنوارنے کے اُسے سخت و کرخت بنا دیا۔ زمانہ بدلا۔ مذاق میں انقلاب پیدا ہُوا طبیعت نے دوسرا رنگ دکھایا۔ لہٰذا عروسِ شعر نے تصنع و تکلف کا لباس اُتار کر برجستگی روانی صفائی کا جامہ زیب تن کرنا شروع کیا۔ ہوتے ہوتے اب ہمارے پیشِ نظر ایک ایسا زمانہ آگیا ہے۔ جب زبان نہایت صاف و شستہ رواں اور میٹھے سُریلے الفاظ سے مالا مال ہوگئی ہے اور ہوتی جا رہی ہے۔ وہ پُرانی وقت پسندی استعارات نادرہ تشبیہاتِ غریبہ و دور دراز کا استعمال جس پر متاخرین کو فخر و ناز تھا۔ آج بالائے طاق ہے۔ اِس روش کی ابتدا داغ دہلوی کے زمانے سے مستقل طور پر زیادہ نمودار ہوئی اور اکثر شعرا نے اس اہم کام میں ہاتھ بٹایا۔ چنانچہ ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی اور اُن کے شاگرد رشید جناب بسمل الہ آبادی اب تک اسی کام میں منہمک ہیں۔

بسمل صاحب اپنے کلام کی نسبت خود فرماتے ہیں:۔

سہل لکھ لکھ کر یہ کیا اچھا تماشا کر دیا حضرتِ بسمل نے تو اُردو کو بھاشا کر دیا

خدا کرے شعرا کی امداد و جدوجہد سے زبان اُردو نے جس جادۂ ارتقا پر قدم رکھا ہے۔ دن بہ دن اس راستے کو کامیابی کے ساتھ طے کرتی جائے اور منزلِ مقصود پر پہنچ کر اپنا حُسن لایزال دکھائے:۔

جناب سر عبدالقادر صاحب نے جن کا مقدمہ ڈاکٹر اقبال کے "بانگ درا" پر ہے۔ جذباتِ بسمل پر بھی ایک وقیع و بسیط مقدمہ لکھ کر اسے امتیازی خصوصیت بخشی ہے۔ یہ دیوان دو سو صفحات اور تقریباً بیس رنگین اور آرٹسٹک تصاویر پر مشتمل ہے۔ جس کی قیمت بہ لحاظ اس کی شان و شوکت و زیب و زینت قدر و منزلت کے ساڑھے چار روپیہ زیادہ نہیں:۔

اب میں مجموعہ "جذباتِ بسمل" کا کچھ نمونہ اور اس کی نسبت چند سخنورانِ روزگار کی رائے ذیل میں نقل کرتا ہوں اُمید کہ ناظرین اِسے پڑھ کر محظوظ ہونگے:۔

مولانا صفی لکھنوی

کلامِ منتخب جذباتِ بسمل مُصفا جوہرِ آئینۂ دل

ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی

جو تڑپائیں جگر کو چٹکیاں لینے لگیں دل میں بھرے ہیں وہ اثر جذبات کے جذباتِ بسمل میں

جناب شہیر مچھلی شہری مرحوم

گلوں میں ہیں نہ یہ دل چسپیاں صوتِ عنادل میں بھرے جذبات حُسن و عشق کے جذباتِ بسمل میں

مولانا عزیز لکھنوی

خہے دیوانِ رنگیں گُل بہ دامن — زہے جذباتِ بسمل سیرِ گلشن

غزلیات

پیشتر سے تھا مجھے روشن حسابِ زندگی — ڈوب جائیگا کسی دن آفتابِ زندگی

یہ نصیحت کر رہا ہے ساقیِ روزِ ازل — ہو نہ جانا مست پی پی کر شرابِ زندگی

زندہ رہنے والے کچھ اس کو بتا سکتے نہیں — مرنے والوں سے کوئی پوچھے حسابِ زندگی

کیوں نہ ہو درسِ جہاں میں اُس کو پورا تجربہ — عمر بھر اُلٹے جو اوراقِ کتابِ زندگی

سینکڑوں غم ہیں ہزاروں رنج ہیں لاکھوں الم — کیا بتاؤں آپ سے کیا ہے حسابِ زندگی

دل اگر خوش ہے تو سب کچھ خوش نہیں تو کچھ نہیں — یہ ثوابِ زندگی ہے یہ عذابِ زندگی

رہ نہیں سکتا کبھی اِس کا سرور اس کا خمار — پینے والے کیا کریں پی کر شرابِ زندگی

بام پر آنے کو اے بسمل ہے کوئی مہروش
آج ہے شائد لبِ بام آفتابِ زندگی

مشتاق ہم بھی جلوۂ کون و مکاں کے ہیں — پردے ذرا اُٹھاؤ یہ پردے کہاں کے ہیں

اِس کی خبر نہیں کہ ارادے کہاں کے ہیں — ہم ساتھ ساتھ توسنِ عمرِ رواں کے ہیں

بجلی کے جور ہیں کبھی بادِ خزاں کے ہیں — بدخواہ لاکھوں ایک مرے آشیاں کے ہیں

بنتے ہیں پھول صبح کو تو شام کو چراغ — آنسو یہ میری قبر پہ کس نوحہ خواں کے ہیں

اے رہ روانِ وادیِ غربت رُکے رہو — لے لو ہمیں بھی ہم بھی اِسی کارواں کے ہیں

ممکن نہیں کہ جمع نہ ہوں وہ بہار میں — تنکے اِدھر اُدھر جو مرے آشیاں کے ہیں

اے ہم نشیں جو نزع میں آتی ہیں ہچکیاں — معلوم ہے تجھے یہ بُلاوے کہاں کے ہیں

بسمل کھلائیں باغِ سخن میں نہ پھول کیوں
ہم سلسلے میں بُلبُلِ ہندوستاں کے ہیں

رُباعیات فلسفہ ہستی

جاتا ہے بہت جلد شبابِ ہستی — موت آکر اُلٹتی ہے نقابِ ہستی

مے خانۂ دُنیا میں سنبھل اے بسمل — بدمست نہ ہو پی کے شرابِ ہستی

کس واسطے ہے مدح و ثنائے ہستی ہے محو فنا لُطفِ بقائے ہستی
اِتراؤ نہ اِس خاک پہ تم اے بسمل مٹی میں ملا دے گی ادائے ہستی
کرتا ہوں بیاں سُنئیے بیانِ ہستی کچھ بھی نہیں کچھ بھی نہیں شانِ ہستی
اس سانس کی بُنیاد ہی کیا اے بسمل کندھے پہ ہوا کے ہے مکانِ ہستی
آنکھیں ہوں تو دیکھے کوئی رازِ ہستی دل ہو تو سُنے نغمۂ سازِ ہستی
کرتے ہیں وضو آبِ فنا سے بسمل ہوتی ہے ادا آج نمازِ ہستی

انتخاب از نظم

مُسدّس

سری کرشن

وہ کنہیا وہ مرے دل کا لبھانے والا وہ زمانے میں نئے روپ سے آنے والا
وہ بھجن نغمۂ الہام بنانے والا وہ بڑے پریم سے بنسی کا بجانے والا
جلوۂ نورِ ازل عالمِ تنویر میں تھا
یعنی جو کچھ بھی تھا بس خاک کی تعمیر میں تھا

جمنا جی

رِسٹ گیا لُطف ترا چھن گیا گہنا تیرا جب کنہیا نہیں بے لُطف ہے رہنا تیرا
غم اُٹھانا ستم و جور کا سہنا تیرا پانی ہو ہو کے شب و روز یہ بہنا تیرا
آتشِ ہجر کچھ اِس درجہ لگی ہے تن میں
دل نہ متھرا میں بہلتا ہے نہ بندرابن میں

ظریفانہ کلام

یہ ہیں اندھیرے میں رہتے ہیں وہ اُجالے میں بس اتنا فرق ہے گورے میں اور کالے میں
وقتِ آخر جان ہے کس صدمۂ جاں کاہ میں ریل یا موٹر نہیں ملتی عدم کی راہ میں
دعوے تو ہیں ہزار مگر گُن کوئی نہیں بے سُر کے گیت گاتے ہیں وہ دُھن کوئی نہیں
مولوی صاحب بجا کہتے ہیں قاضی کیا کریں حال کا یہ حال ہو تو ذکرِ ماضی کیا کریں

بے کار کے مضمون نہ بے کار نکالو	شہرت کی تمنا ہو تو اخبار نکالو
پڑھ کر انگلش بھول بیٹھے باپ کو	دیکھتے ہیں اب وہ اپنے آپ کو
لیڈری کے لئے یہ گھات ہے دُنیا بھر کی	کام تو کچھ بھی نہیں بات ہے دُنیا بھر کی
قیمہ نہیں ملتا ہمیں بوٹی نہیں ملتی	رونا تو اب اس کا ہے کہ روٹی نہیں ملتی
نظم میں یو نہیں جو الفاظ تراشی ہوگی	بالیقیں آپ کی بھی عغا نہ تلاشی ہوگی
کیا لطف مرگ و زیست کا اہل جفا کے ساتھ	بندوں کو چاہئے کہ رہیں وہ خدا کے ساتھ
ان کا مطلب ہے طبیعت کا بدلنا سیکھو	ہے یہ قانون کہ قانون پہ چلنا سیکھو
پاجامے کی عزت نہیں پتلون کے آگے	کیوں بحث عبث ہم کریں قانون کے آگے
چمن میں ایک ایک غنچہ خوشی سے پھول جاتا ہے	مگر جب خاک میں ملتا ہے سب کچھ بھول جاتا ہے
تہذیب مشرقی مسِ مغرب کے ساتھ ہے	بندر کی جست و خیز مداری کے ہاتھ ہے
اب پڑھے لکھوں کا یہ دستور ہے	جو کہے بی بی اُنہیں منظور ہے
یہ پنڈت اور واعظ تو ہمیں جینے نہیں دیتے	برا نڈی ہے مقدر میں مگر پینے نہیں دیتے
جو خوشامد میں اب ٹوڈیٹ ہوئے	آنریری مجسٹریٹ ہوئے
مانا کہ زمانے سے ہمیں بیر نہیں ہے	لیکن نہیں جینے میں بھی تو خیر نہیں ہے

مندرجہ بالا انتخاب سے کلام بسمل کا پورا اندازہ تو نہیں ہو سکتا ہاں ان کے نکتۂ خیال کا کچھ قیاس ضرور کیا جا سکتا ہے۔ صحیح رائے زنی کے لئے پورا دیوان دیکھنے اور اُس پر کافی وقت صرف کرنے کی ضرورت ہے اگر زمانے نے موافقت کی اور میں اپنے منصوبے میں کامیاب ہُوا تو آئندہ بسمل صاحب کے کلام کی نسبت کچھ اور عرض کرونگا۔ ابھی صرف اتنے ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

شاگردانِ حضرت داغؒ دہلوی

"رہنمائے تعلیم" کے ناظرین آج تک حضرت فوقؔ - سحرؔ - حسنؔ - ریاضؔ - عشقؔ - منیرؔ - المؔ - بازغؔ - شاگردانِ نواب داغ دہلوی سرورؒ کے حالات ملاحظہ فرما چکے ہیں - میں پیشتر عرض کر چکا ہوں کہ سنہ ۱۹۲۰ء میں میرا قیام سکندر آباد دکن میں تجارت کی غرض سے تھا - یوں تو حیدر آباد میں حضرت فصیح الملک نور اللہ مرقدہٗ کے کئی سو شاگردین ہیں - جملہ شاگردان کا رجسٹر عالیجناب طوطیٔ ہندوستان - ثانیٔ داغؒ - وقار الملک - نواب میرزا سراج الدین احمد خاں صاحب سائلؔ دہلوی مدظلہٗ - شاگرد رشید و برادر زادہ و داماد حضرت داغؒ دہلوی کے پاس ہے - دُنیائے شاعری میں آج تک حضرت داغؒ دہلوی کے علاوہ کوئی ایسا اُستاد نہیں گذرا جس کے شاگردین تعداد میں قریباً ڈھائی ہزار ہوں سلطنت آصفیہ میں رہنے والے ایک صوفی منش بزرگ کا تذکرہ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے جن کا اسم مبارک سیّد حاجی احمد حسین ہے - امجدؔ تخلص فرماتے ہیں - ابھی ابھی آپ حج و زیارت سے مشرف ہوئے ہیں صوم و صلوات کے سختی سے پابند ہیں - میں نے اپنے قیام دکن میں امجد صاحب قبلہ کو دیکھا تھا - اب ناظرین کی تفریح طبع کے لئے کلامِ امجد حاضر کرتا ہوں -　(ہارون ابنِ محمد انصاف از رنگون)

کلامِ امجد حیدرآبادی

(از سیّد احمد حسین صاحب امجدؔ حیدرآبادی شاگرد جناب داغؔ دہلوی)

رُباعی

اِس سینے میں کائنات - رکھ لی میں نے　　کیا ذکر - صفاتِ ذات - رکھ لی میں نے
ظالم سہی - جاہل سہی - نادان سہی　　سب کچھ سہی - تیری بات - رکھ لی میں نے

کس چیز کی کمی ہے مولا - تری گلی میں　　دنیا تری گلی میں - عقبےٰ تری گلی میں
جامِ سفال اُس کا تاج شہنشہی ہو　　آجائے جو بھکاری داتا تری گلی میں
دیوانگی پہ میری ہنستے ہیں عقل والے　　تیری گلی کا رستہ پوچھا تری گلی میں
اِک آفتابِ قدرت ہے جلوہ بخشِ کثرت　　نکلی ہوئی ہیں گلیاں صدہا تری گلی میں
گہری اندھیریوں میں ہے فیض کی تجلّی　　بکتا ہے رات ہی کو سودا تری گلی میں
سورج تجلیوں کا ہر دم چمک رہا ہے　　دیکھا نہیں کسی دن سایا تری گلی میں
موت و حیات میری دونو ترے لئے ہیں　　مرنا تری گلی میں - جینا تری گلی میں

امجدؔ کو آج تک ہم ادنےٰ سمجھ رہے تھے
لیکن مقام اُس کا دیکھا تری گلی میں

(رسالہ انصاف رنگون)

تاریخ ریاست جوناگڈھ

گذشتہ سے پیوستہ

از منشی انور خاں صاحب حکیم اُردو سکول کوڑینار

۱۷۵۸ء میں شیر خاں عرف نواب محمد بہادر خاں جی بابی گذر گیا۔ اس کے بعد اُس کے بڑے بیٹے مہابت خاں جی بابی کو سرداروں نے مل کر اس کے باپ کی جگہ تخت جوناگڈھ پر بٹھایا۔ سردار محمد خاں جی بابی جو کہ بالاسنور میں تھا۔ اُس نے وہاں نواب کا لقب اختیار کیا۔ چنانچہ اُس کی اولاد آج تک وہاں پر ہی حکمران ہے۔

نواب مہابت خاں جی بابی جوناگڈھ کی گدّی پر بیٹھے۔ کہ چاروں طرف سے جھگڑے اور فساد ہونے لگے۔ جن میں سب سے بڑا فساد اُس کی پھوپھی صاحبہ سلطان بی بی کا تھا۔ اِس کی شادی مرحوم نواب کے چچازاد بھائی شاہ محمد خاں بابی کے ساتھ ہوگئی تھی۔ اِس کا جعفر خاں بابی نام کا ایک بیٹا تھا۔ جو نواب مہابت خاں جی بابی کی گدّی نشینی ہی کے روز فوت ہوگیا تھا۔ اِس جعفر خاں بابی کے دو بیٹے بنام مظفر خاں بابی اور فتح خاں بابی تھے۔ اِن میں سے مظفر خاں بابی کو تخت جوناگڈھ پر بٹھانے کے خیال سے صاحبہ سلطان بی بی نے عرب جمعدار سلیمان کی مدد سے نواب مہابت خاں جی بابی کو گرفتار کرکے اوپرکوٹ کے تاریخی قلعہ میں قید کردیا۔ اور اپنے پوتے مظفر خاں بابی کو نواب کے لقب سے گدّی پر بٹھایا۔ اِس بدنظمی کی خبر سُنکر جوانمرد خاں دوئم جو اُس وقت سمی منجپور (رادھن پور) کے نواب تھے۔ نواب مہابت خاں جی بابی کو قید سے چھڑوانے کا بہانہ نکال کر ظاہراً مدد کے لئے روانہ ہُوا۔ اُس کا اصل مدعا دونو حکومتوں کو ایک کردینے کا تھا۔ اور مہابت خاں جی کو اسی طرح قیدی بنائے رکھنے کا تھا۔ اور مظفر خاں و فتح خاں کے مددگاروں کو سمجھا بجھا کر اپنے بیٹے غازی خاں بابی کو جوناگڈھ میں اپنا نائب مقرر کرکے خود رادھن پور چلے جانے کا خیال تھا۔ مگر بہت سی کوششیں کرنے کے بعد بھی قلعہ ہاتھ نہ آیا۔ اور اُس کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ جوناگڈھ سے دو میل دُور جاکر پڑاؤ ڈال کر دیکھنے لگا۔ کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ اِس اثنا میں گونڈل کے راجہ کونبھاجی نے جو اپنی طاقت بڑھانے اور جوناگڈھ کی طاقت گھٹانے کی فکر میں ہر وقت لگا رہتا تھا۔ یہ خیال کیا۔ کہ جوناگڈھ کا قبضہ جوانمرد خاں جی بابی جیسے بہادر کے ہاتھ میں جانا ٹھیک نہیں ہے۔ اس لئے کونبھاجی نے بیچ میں پڑکر رادھن پور کے نواب کو سمجھا بجھا کر واپس نکالا۔ اور نواب مہابت خاں جی بابی کو آزاد کروانے کا اِرادہ کیا۔ چنانچہ کونبھاجی کے سمجھانے سے مظفر خاں اور فتح خاں نے اپنے دعوے سے ہاتھ اُٹھا لیا۔ اس لئے اُنکو ران پور پرگنہ کی جاگیر دِلوائی۔ اور صاحبہ سلطان بی بی کو بھی جوناگڈھ چھوڑنے پر مجبور کیا۔

وہ بھی اپنے پوتوں کے پاس راں پور چلی گئی اور نواب کو آزاد کر کے سردست صرف کرنے کے لئے پینتیس ہزار کوری (یہ ایک چاندی کا سکہ چونی بھر کا ہے) قرض دی - اور اس کے عوض میں اُپلیٹا پرگنہ لے لیا - (یہ اب گونڈل کے قبضہ میں ہے) اس طرح فیصلہ کر کے اُس نے ظاہراً نواب پر بہت بڑا احسان کیا۔

اس وقت جوناگڈھ میں بدنظمی کی کچھ حد نہ رہی۔ خزانہ خالی ہونے کے سبب لشکر کی تنخواہیں کئی مہینوں کی چڑھ گئی تھیں۔ لشکر کی تنخواہیں ادا کرنے کے لئے اُپلیٹا پرگنہ کو بھاجی کو دے دیا۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے لیکن پھر بھی پورا نہ پڑا۔ اس لئے لشکر کے سپاہیوں نے اردگرد کا ملک لُوٹ کر اپنا پیٹ پالنا شروع کیا۔ ان لُوٹوں سے رفتہ رفتہ آس پاس کے ملک پر خراج (زورطلبی یہ رقم اب تک کاٹھیا واڑ کے بہت سے راجوں اور جاگیرداروں سے ہر سال وصول کی جاتی ہے۔ اسی طرح گائیکواڑ کی جمعبندی کے نام سے بھی دوسری رقم وصول کی جاتی ہے) وصول کرنے کا موقعہ ریاست جوناگڈھ کو اچھا ہاتھ آیا۔ عرب سپاہیوں نے اس طرح کی لُوٹ سے اجتناب کیا۔ انہوں نے تو اپنی تنخواہیں وصول کرنے کے لئے اوپر کوٹ پر قبضہ کر لیا۔ اور شہر جوناگڈھ کو ہر وقت توپوں سے اُڑا دینے کا ڈر بتانے لگے۔ صاحبہ سلطان بی بی نے بھی اپنا حصہ کھینچ لیا۔ یعنی اُس نے بندرگاہ ویراول پر اپنا قبضہ جما لیا۔ لیکن اُس کو قاضی شیخ میاں اور ملک شہاب الدین نے زبردستی نکال کر آزادانہ طریقہ پر وہاں اپنا عمل جمایا۔

اسی بدنظمی کے زمانے میں جوناگڈھ کے مشہور دیوان امرجی شروع شباب میں اپنے وطن منگروں سے تلاش روزگار میں جوناگڈھ آئے۔ اُن کو نواب نے کہا کہ اگر آپ واگھیشوری دروازہ (یہ اُوپر کوٹ کے بڑے دروازہ کا نام ہے) فتح کر سکتے ہیں۔ تو میں آپ کو ملازم رکھوں۔ اُس وقت امرجی کے ہمراہ سالمین نام کا ایک عرب جمعدار عربوں کی ایک ٹولی لے کر آیا تھا۔ چنانچہ امرجی نے اس مشکل کام کو پورا کر دکھانے کا بیڑا اُٹھایا۔ اور اوپر کوٹ کے مذکورہ بالا دروازے کے علاوہ قلعہ پر بھی اپنا پورا قبضہ جما لیا۔ اور باغی عربوں کو سمجھا بجھا کر اُن کی تنخواہیں جس قدر چڑھ گئی تھیں۔ اُن میں سے نصف کے لے لینے پر راضی کر لیا۔ اس مہم کے سر کر لینے پر نواب نے خوش ہو کر امرجی اور جمعدار سالمین کو بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کیا۔ امرجی نے بھی اپنے مفوضہ کاموں کا سرانجام خوش اسلوبی سے کیا جس پر نواب نے مطمئن ہو کر اُن کو ویراول بند فتح کرنے کا حکم دیا۔ خوبیٔ قسمت سے یہ بندرگاہ بھی بہت آسانی سے فتح ہو گیا۔ اور امرجی نے قاضی شیخ میاں اور ملک شہاب الدین کو وہاں سے نکال دیا۔ اس پر ۱۷۶۴ء میں قاضی شیخ میاں کے بھائی منگرول کے جاگیردار قاضی شیر میاں نے بغاوت اختیار کی۔ اُس وقت امرجی جوناگڈھ کا دیوان مقرر ہو گیا تھا۔ اس نے جا کر قاضی شیر میاں سے لڑ کر سیل۔ دیواسا، مہیرسا اور بگسرا لے لیا۔ اور پھر وہاں سے ہٹ کر اپنے وطن منگرول کے قلعہ پر

(۱۹۲۹ء) میں بندہ نے منگرول جاکر اِن تواریخی مقامات کو بچشم خود دیکھا) توپوں سے حملہ کردیا۔قاضی شیر میاں نے جب اپنے ہی گھر میں آگ لگی دیکھی تو مجبور ہو کر اُس نے اپنے راج کے نصف پرگنے دینے قبول کر کے صلح کرلی۔اس طرح دیوان امرجی کی طاقت اور بہادری دن بدن بڑھتی دیکھ کر نواب کو خوف دامنگیر ہوا۔ نواب کو خوفزدہ دیکھ کر دیوان امرجی کے مخالفوں کی بن آئی۔ لگے وہ نواب کو بہکانے۔نواب نے دیوان کے دو بھائی مسمیٰ دولبھ جی اور گوبندجی کو معہ دیوان ایک قلعہ میں قید کردیا۔اور اِن کے قوتِ بازو جمعدار سالمین کو قتل کروادیا۔پانچ ماہ کی قید کے بعد مبلغ چالیس ہزار "جام شاہی" کوری جرمانہ لے کر ان سب کو آزاد کیا۔ آزاد ہوتے ہی دیوان معہ کنبہ کے جیت پور کے کاٹھی راجہ کے پاس چلے گئے۔ منگرول کے قاضی شیر میاں کو جب اس کی خبر ملی۔ تو اُس نے پھر بغاوت اختیار کی۔اِس وقت نواب نے بذاتِ خود لشکر کی کمان ہاتھ میں لے کر منگرول پر دھاوا بول دیا۔لیکن جب کسی طرح اُس پر قابو نہ پاسکا واپس جوناگڑھ آیا۔اور مجبوراً دیوان امرجی کو جیت پور سے پھر واپس بلوایا۔امرجی اپنی جگہ بحال ہوئے۔کہ قاضی شیر میاں نے فوراً گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے سے خائف ہو کر منہ مانگا جرمانہ دینے اور جوناگڑھ کے تابع رہنے کے اقرار پر صلح کرلی۔اِس غیر معمولی فتح کے بعد دیوان امرجی نے ملک گیری کے لئے کمر کس کا۔ سب سے پہلے اُس نے کُتراپاڑہ پر چڑھائی کی۔وہاں کا حاکم ایک باغی جمعدار مسمیٰ چاند تھا۔اُس کو شہر بدر کر کے اُس قصبے پر اپنا قبضہ جمایا۔چاند وہاں سے بھاگ کر گورکھ منڈی (اصل گورکھ مٹھ یہ مقام اب تک ریاست جوناگڑھ کے تابع ایک کان پھٹے جوگی کی جاگیر میں ہے اور کوڈینار سے ویراول جاتے ہوئے راستہ میں آتا ہے) میں پناہ گزیں ہوا۔

۱۷۶۸-۶۹ء میں ریاست بھاؤنگر کے ٹھاکر راجہ وقت سنگھ جی نے تلاجہ کے بابریا کولیوں کے نکالنے کے ارادے سے اپنی مدد کے لئے دیوان امرجی کو جوناگڑھ سے طلب کیا۔اِس موقعہ پر دیوان جی نے بذات خود آگے بڑھ کر میدان میں خوب جوش سے لڑائی کی۔چنانچہ اُن کے پاؤں میں دو زخم بھی لگے۔آخر صلح ہوئی۔ اُس میں یہ قرار پایا کہ بابریا کولیوں سے جرمانہ لے کر تالاجا اُن ہی کے قبضہ میں بطور جاگیر کے رہے۔ باقی (ارد)

ناول

ہوائی سیر

ایک نہایت دلچسپ اور مفید ناول

نمبر ۴

اُردو مترجم ۔ کاشی پریاگی

فریکولن نوکر

ولڈن کلب والے عام طور پر جب مجلس ختم ہو جاتی اور گھر جانے لگتے تو سڑک پر بھی بحث اور تکرار کیا کرتے تھے اور اتنا تیز تیز بولتے تھے کہ آس پاس والے نیند سے چونک چونک اُٹھتے تھے۔ مگر آج تو وہ غل غپاڑہ ہُوا کہ کان پڑی آواز سُنائی نہیں دیتی تھی اور مجبور ہو کر پولیس نے روک تھام کی۔

مگر یہ شور و غل نہ ہوتا تو کیسے' بیچارے غُبارہ باز کہاں تو غبارے میں پنکھے لگانے اور گو اہڈ کے مکمل کرنے کی تجویزیں کر رہے تھے۔ کہاں ایک گستاخ اجنبی آ براجا جس نے ہوا سے بھاری ہونے' کو ٹھیک بتایا۔ کلب کے لوگوں کی توہین کی' غبارے کا مذاق اُڑایا۔ اور جب بدلہ لینے کی نوبت آئی تو جادو کا سا کر تب دکھا کر بے داغ نکل گیا۔

آج تو ایسا جوش تھا کہ ممبروں کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بن گئیں اور ہر ٹولی' چیخ پکار مچاتی ہوئی کہیں ہوٹل میں گھس گئی کہیں ہوٹل میں دھنسی کہیں اور کہیں لوگوں کے گھروں میں درّانہ جا پہنچے۔ غرض شہر فلیڈلفیا کا کونہ کونہ ڈھونڈھ ڈالا مگر رُوبر کو نہ ملنا تھا نہ ملا' اب تو ممبر غصے اور غم سے اور بھی بھڑک اُٹھے اور سب نے قسمیں کھائیں کہ رُوبر کو سارے امریکہ میں ڈھونڈ کر نکال لیں گے۔ اس عہد کے بعد انہوں نے اپنے اپنے گھر کی راہ لی۔

مگر کلب کے صدر انکل پرو ڈینٹ اور کاتب فِل ایوانس راستہ بھی چلتے جاتے تھے اور حجت بھی کرتے جاتے تھے آواز ہر لفظ پر تیز ہوتی جاتی تھی۔

فریکولن زنگی نوکر بھی بھیگی بلّی کی صورت اپنے مالک کے پیچھے پیچھے تھا۔ صدر اور کاتب کی تکرار بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

کاتب۔ اگر کلب کا صدر میں ہوتا تو ایسی ذِلّت جیسی آج ہوئی کبھی نہ ہوتی۔

خوب! جناب صدر ہوتے تو کیا کر لیتے؟

اس سے پہلے کہ منہ کھلے میں اس کی بات کاٹ دیتا۔
میں سمجھا نہیں، جب تک منہ نہ کھلتا بات کیسے کٹتی!

یونہی بیکار کی تکرار کرتے ہوئے دونو چل رہے تھے جو سڑک سامنے آجاتی تھی اسی پر ہو جاتے تھے اور فریکولن کا ڈر کے مارے برا حال تھا، وہ دیکھ رہا تھا کہ دونو بحث کی جھونک میں اپنے مکانوں اور محلوں سے کہیں دور نکل آئے ہیں۔
فریکولن کو یونہی سنسان جگہ اور سناٹے کے مقام پر کوئی خوشی نہیں ہوتی نہ کہ آدھی رات کے وقت جب گہری اندھیاری چھائی ہوئی ہو۔ چاند بہت گھٹ چکا ہے، چاندنی بالکل مدھم ہے۔ غریب فریکولن ہر آہٹ پر چونک پڑتا ہے، پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھ لیتا ہے، بھوت پریت اور دیو پری سبھی اسکو دکھائی دیتے ہیں۔
صدر اور کاتب اپنی تکرار میں ایسے کھو گئے تھے کہ انہیں تن بدن کا ہوش نہ تھا۔ دونو شہر سے نکل کر فرمون پارک سے ہوتے ہوئے جنگل میں آگئے اور رشتوٹیلکل پُل کو پار کر کے ایک میدان میں پہنچ گئے جس کے ایک طرف چمن زار تھا۔ اور دوسری جانب گھنے گھنے درخت تھے۔

فریکولن کا ڈر ہر قدم پر بڑھتا ہی جاتا تھا، خاص کر پُل سے پار ہوتے ہوئے اس کو محسوس ہوا کہ پانچ چھ آدمی پیچھا کر رہے ہیں۔ پھر کیا تھا سارا جسم بید کی طرح تھرتھرانے لگا۔
فریکولن زنگی ہے، دبلے پتلے بدن پر چھوٹا سا چپٹا سر صاف بتاتا ہے کہ دکھنی کیرولین کا رہنے والا ہے، سن اکیس برس کا ہے، پیٹ بہت بڑا ہے کھاتا بہت ہے مگر نہایت ڈرپوک ہے اور بڑا کاہل ہے۔
کاش دونو تکرار کرنے والے ذرا رُک کر داہنے بائیں دیکھتے تو انہیں دکھائی دیتا کہ جنگل کے ایک کونے میں ایک ڈراؤنا ڈھانچہ ہے جو گویا بہت سے ہوائی جہازوں کے پاٹ سے بنا ہوا ہے۔
غریب زنگی نے اسی ڈھانچے کے پہلو میں کچھ اور آدمی دیکھ لئے تھے جو تاک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اب تو اس کو پوری کپکپی آگئی، اور بے چین ہو کر کہہ اُٹھا مسٹر انکل! مسٹر انکل۔
مگر مسٹر انکل ایسا لڑ جھگڑ رہے تھے کہ جواب ہی نہیں دیا گویا سُنا ہی نہیں۔
فریکولن چیخنا چاہتا تھا مگر آواز گلے ہی میں پھنس کر رہ گئی اُدھر درختوں میں ہلکی سی سیٹی بجی اور پلک جھپکتے چھ مشٹنڈے آدمی ان تینوں پر ٹوٹ پڑے۔
پھرتیلے دشمنوں نے جھٹ پٹ آنکھوں پر پٹیاں چڑھا دیں۔ منہ میں کپڑا ٹھونس دیا۔ ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ لئے اور آٹے کے بوروں کی طرح پیٹھ پر لاد کر چلتے بنے۔
صدر اور کاتب پہلے تو یہ سمجھے کہ اُٹھائی گیرے اور ڈاکوؤں کے ہتھے چڑھ گئے ہیں۔ دونو کے جیب میں کئی ہزار کے طلائی سکے اگنیاں اور نوٹ تھے۔ مگر جب شکاریوں نے انکی جیبیں نہیں ٹٹولیں تو ادھر سے اطمینان سا ہو گیا۔

ایک ہی منٹ کے اندر انکو محسوس ہُوا کہ دشمنوں نے دو تین سیڑھیاں اُتر کر انکو ایک ہموار تختے پر ڈال دیا ہے۔
یہ تمام باتیں بڑی پھرتی سے ہوئی تھیں۔ اب کانوں میں طرح طرح کی عجیب آوازیں آئیں۔ بدن کو جھٹکا سا لگا اور کانوں میں گھڑ گھڑاہٹ سی ہوئی۔ فرر رر فرر رر فرر رر فرر رر کی مبہم صدا اس طرح گونج رہی تھی کہ اور کچھ سُنائی سجھائی نہیں دیتا تھا۔
صبح ہوتے ہی فلیڈلفیا اس وہل چل مچی کہ تو بہ بھلی بھلے ولڈن کلب میں اجنبی مظفر روبر کے آنے اور ذلت کرنے کے بعد غائب ہو جانے کی کہانی آگ کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی پھر جب صدر اور کاتب کے راتوں رات غائب ہو جانے کا حال معلوم ہُوا تو آفت برپا ہو گئی آفت۔
ہر طرف تار دیئے گئے۔ چپہ چپہ ڈھونڈھا گیا۔ اخباروں میں اشتہار چھپے مگر کچھ نہ ہونا تھا نہ ہُوا۔ بعض لوگوں نے شور مچایا کہ امریکہ بالکل محفوظ نہیں ہے۔ پولیس اور بڑھنی چاہیئے اور بعض لوگ جو حکومت کے خلاف تھے۔ کہنے لگے کہ جب آدمیوں کی چوری اس طرح ہونے لگی تو پولیس بیکار ہے فوراً نکال دینا چاہیئے۔
مگر نہ پولیس نکالی گئی نہ کھوئے ہوئے آدمی ملے۔ کلب والوں نے ذرا سی خبر مل جانے اور تھوڑا سا پتہ لگا لینے کے لئے بڑے بڑے انعام و اکرام کے اشتہار دیئے مگر افسوس۔ کچھ نہ ہُوا۔

عداوت ختم ہو گئی

صدر اور کاتب کی آنکھیں بند تھیں، مشکیں کسی ہوئی تھیں، مُنہ میں کپڑا ٹھونسا ہُوا تھا، بولنا، دیکھنا اور ہلنا ناممکن تھا دونو پرلے سرے کے جھلّے تھے۔ پھر یہ بھی پتہ نہ تھا کہ یہ آفت کیسے ڈھائی ہے یا جہاں وہ مال کی تھیلیوں کی طرح لا کر ڈالدیئے گئے ہیں۔ وہ کونسی جگہ ہے۔ نہ یہ خبر تھی کہ اب کیا مصیبت پڑیگی اور یہ فرر رر فرر رر کی آواز کیا بلا ہے وہ غم اور غصے سے پاگل ہو رہے تھے۔
غریب فریکوئن کی حالت اور بھی ردی تھی، سوچنے اور سمجھنے کی قوت ہی مٹ گئی تھی، جب سے اس بلا میں پھنسا ہوش ہی نہیں آیا۔ ایک گھنٹہ گذر گیا۔ کوئی بات نہیں ہوئی اور نہ کوئی انکے پاس آیا۔ غصہ ور قیدی آہیں بھر رہے تھے اور چاہتے تھے کہ منہ پر جو رومال بندھا ہُوا تھا۔ اسی میں سے بڑبڑائیں اور بکیں۔ آخر کچھ دیر بعد تھک کر چُپ ہو گئے اور دم سادھ کر لیٹے رہے کہ آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے تو کانوں ہی سے کچھ سُنیں مگر فرر رر فرر رر کو چھوڑ کر اور کچھ نہیں سُنائی دیا۔
فیل ایوانس کاتب نے جب دیکھا کہ زور اور غصے سے کام بن نہیں سکتا تو چُپکے چُپکے ہاتھ کی گرہیں ڈھیلی کرنے لگا بندھن ایک ایک جو کھسکنے لگی اور بڑی دیر کے بعد پھندا ایک ذرا سا ڈھیلا ہُوا، ایک ایک کر کے داہنے ہاتھ کی انگلیاں نکل آئیں اب کیا تھا اس نے جیب سے اپنا وہ چاقو نکالا جو ہمیشہ اسکے پاس رہتا تھا، آنکھوں کی پٹیاں کھولیں مُنہ سے کپڑا نکالا، بائیں ہاتھ اور دونو پاؤں کی رسی کاٹی اور فوراً ہی اندھیرے میں ٹٹول کر اپنے رقیب پروڈینٹ کے پھندے بھی کاٹ دیئے۔ صدر آزاد ہوتے ہی اُٹھ بیٹھا، مگر ایسی گھُپ اندھیاری تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔

صدر (بڑے غصے میں) آپ کا شکریہ -
نہیں - شکریہ بیکار ہے -
فیل ایوانس ؟
پروڈنیٹ ؟
ہاں - اب تو یہاں نہ کوئی کلب کا صدر ہے نہ کاتب! ہم میں جو لڑائی تھی وہ مٹ گئی
بیشک - ہم دونو پنٹ کے ساتھی ہیں جن پر ایک تیسرے نے آفت ڈھائی ہے اور جو ظالم سے بدلہ لینے پر مجبور ہیں -
مگر یہ تیسرا ہے کون ؟
روبر -
کیا کہا - روبر ؟
اس بارے میں کوئی تکرار نہیں ہوئی دونو مان گئے کہ ان کا دشمن روبر ہی ہے -
فیل ایوانس (انگلی سے فریکولن کو بتا کر) اس غریب کو بھی چھڑانا چاہئے -
نہیں - ابھی تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ - اس کا منہ کھلا اور چیخ پکار سے کھلبلی مچ جائیگی اور ہم کو ابھی بہت سے کام چپ چاپ کرنے ہیں -
کیا کام ؟
ہو سکے تو بھاگ نکلنا -
دونو کو یقین ہو گیا کہ روبر جب کلب سے بھاگا جبھی اپنے ساتھیوں کو لے کر پیچھے پیچھے لگا رہا اور گھات پر لانے ہی دبوچ بیٹھا - اگر کوئی چور اچکا ہوتا تو جو نقدی انکے جیبوں میں تھی نکال لیتا - کپڑے اُتار کر گلوں پر چھری پھیر دیتا اور چپکے سے شوئیلکل ندی میں لاشیں بہا دیتا -
پروڈینٹ - دیکھو فیل ایوانس اگر ہم لڑتے جھگڑتے اس جنگل میں نہ آتے تو یہ آفت بھی نہ آتی -
فیل ایوانس - بالکل سچ ہے -
اچھا یہ باتیں تو ہوگئیں - ذرا سوچو تو سہی جنگل میں پکڑنے اور اس کال کوٹھری میں ڈال دیئے جانے میں بس دو منٹ لگے تھے تو گویا ہم ابھی تک فرومون جنگل سے باہر نہیں نکلے -
سچ ہے - اگر چلتے تو محسوس ضرور ہوتا -
میرا خیال ہے کہ ہم حقہ بازوں کی سی ایک گاڑی میں بند ہیں -
ہاں ہاں یہی ٹھیک ہے - اگر کسی کشتی پر ہوتے تو تھپیڑوں کی صدا سُنائی دیتی یا لہروں کی حرکت محسوس ہوتی

تو پھر صاف ظاہر ہے کہ گاڑی ابھی چلی نہیں اور ہم جہاں تھے وہیں ہیں۔ اب ہم کو چاہئے کہ گاڑی چلنے سے پہلے ہی اپنے کو چھڑالیں یہ کہکر دونو اُٹھ کھڑے ہوئے۔ کال کوٹھڑی میں غضب کا اندھیرا تھا' ٹٹولتے ہوئے بڑھے' مگر دیوار کے پاس پہنچے تو ٹھٹھک گئے وہ مکان یا گاڑی کی سی نہ تھی۔ نہ لکڑی کے تختے تھے نہ کہیں کوئی دراز تھی نہ جوڑائی کا پتہ چلتا تھا دھیرے دھیرے آگے بڑھے تو چوکھٹ ملی دروازے کا پتہ چلا۔ مگر دونو پٹ زور سے بند تھے۔ کوئی سوراخ نہ تھا۔ کوئی دروازہ نہ تھا کھلے تو کیسے کھلے

فرر رر فرر ڈرر کی آواز پیہم آرہی تھی۔

فیل ایوانس۔ اچھا یہ نہ رُکنے والی آواز کس چیز کی ہے؟

ہوا ہوگی۔

دونو پھر چپ ہوگئے۔ کاتب نے اپنا چھوٹا مگر تیز اور مضبوط چاقو نکال کر دروازے پر زور سے مارا کہ وہیں سے سوراخ ہو جائے تو ہاتھ ڈال کر باہر کی سٹکنی کھول لیجائے۔ اس نے کئی منٹ تک برابر کوشش کی مگر خط تک نہیں پڑا۔

پروڈینٹ۔ کیا چاقو کام نہیں کرتا؟

نہیں۔

کیا دیواریں تانبے کی ہیں؟

نہیں چاقو کی چوٹ سے جو آواز نکلتی ہے وہ تانبے کی نہیں ہے۔

کیا لوہا ہے۔ یا پائدار لکڑی ہے؟

نہیں۔ نہیں۔ نہ تانبا ہے نہ لوہا ہے نہ لکڑی ہے۔

تو پھر کس چیز کی ہے۔

یہ تو نہیں جانتا مگر کسی ایسی چیز سے دیواریں بنی ہیں کہ چاقو ان پر کام نہیں کرتا۔

پروڈینٹ کو حد سے زیادہ طیش آگیا۔ اس نے چلا چلا کر دیوار پر لکے مارے گھونسے چلائے۔ چاقو لگائے مگر کوئی اثر نہ ہوا اب تو صدر اور کاتب دونو غصے کے مارے اپنے آپے سے باہر ہوگئے۔ اول فول بکنے لگے۔ منظفر رو بر بر گالیوں کی بوچھاڑ کردی۔

بیچارہ فریکولن ایک کونے میں جکڑا ہوا پڑا تھا' ڈر' بھوک' تھکن' غصہ اور بدحواسی کا شکار ہو رہا تھا۔

اور صدر نے اس کے منہ سے کپڑا نکالا ہی تھا کہ چلا اُٹھا۔

مسٹر انکل۔ کہاں ہو؟ یہ کیا رنگ ہے؟

پروڈینٹ۔ چُپ۔ ہم یہاں اسی لئے بند کئے گئے ہیں کہ بھوکوں مر جائیں۔ مگر جب تک بس چلے گا ہم اپنی جان بچائینگے چاہے کسی آدمی ہی کو کھا جانا پڑے۔

فریکولن۔ توبہ توبہ۔ کیا مجھ کو کھائیگا؟

بیشک۔ اور کیا بھوکوں مرینگے۔ ہاں اگر تم چپ چاپ پڑے رہو تو شائد بھول جائیں اور نہ کھائیں۔ جان بُری بلا ہے۔
بیچارہ زنگی دبک کر ایک گٹھڑی بنا ہوا دم سادھ کر رہ گیا اور چپکے چپکے رونے لگا۔ اب قیدیوں نے زمین پر پاؤں پٹکے تو آواز سے معلوم ہوا کہ نیچے کھوکھلا ہے۔ فرر رر فرر رر کی آواز بھی نیچے ہی سے آرہی تھی۔ اتنے میں فیل ایوانس نے چھت کی چھوٹی سی جھجھری پر نگاہیں جماکر کہا۔ پو پھٹ رہی ہے۔ جھوٹی (کاذب) صبح ہوگئی ہے۔ پروڈینٹ نے اپنی بجنے والی گھڑی کانوں سے لگاکر سُنا اور کہا۔ بھائی ابھی تو نونے تین بجے ہیں۔
فیل ایوانس۔ تو پھر رات ہونی چاہئے تھی، آپ کی گھڑی سُست معلوم ہوتی ہے۔
ہرگز نہیں۔ میری گھڑی بالکل ٹھیک ہے۔
کچھ سہی۔ سورج نکل رہا ہے۔ وہ دیکھئے جھروکے سے کرنوں کی جھلک آرہی ہے۔
فیل ایوانس۔ اگر کسی طرح ہم اوپر چڑھ کر اس جھروکے تک پہنچ جائیں تو باہر جھانک سکیں گے۔
صدر (زنگی سے) اُٹھو۔ اپنی پیٹھ دیوار سے لگادو (کاتب سے) آپ مجھ سے ہلکے ہیں۔ چڑھ جائیے۔ میں فریکولن کو سہارا دونگا کاتب صبشی کے کاندھوں پر چڑھ کر سیدھا ہوا تو جھروکے تک پہنچ گیا۔ جھجھری میں ایک شیشہ لگا تھا، وہ موٹا تو نہ تھا مگر بہت اُجلا بھی نہ تھا اور کاتب کو کم دیکھنے کی بیماری بھی تھی اسی لئے کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔
فیل ایوانس نے چاقو کی مُٹھیا کس کر لگائی، شیشہ جوں کا توں رہا۔ جھنکار سی ہوئی جیسے چاندی کے پتر پر چوٹ پڑی ہو۔ روشنی اس سے چھن رہی تھی مگر وہ ٹوٹ نہیں سکتا تھا، اب کاتب نے اسی میں سے نظر گڑوکر باہر جھانکا۔
صدر۔ کیا دکھائی دے رہا ہے؟ کچھ نہیں۔ پیڑ، پتے، یا ان کی سیاہی؟
نہیں۔ نہ جنگل ہے نہ درخت۔
اونچے گھروں کی اونچی چھتیں یا کارخانوں کی چمنیاں۔
نہیں۔ نہ چھتیں ہیں نہ چمنیاں۔ (جھلاکر) پھر آخر ہم ہیں کہاں؟
کون جانے۔ چٹیل میدان ہی میدان دکھائی دیتا ہے اور بس
اتنے میں دروازہ کھلا اور منتظر روبر نے اندر آکر کہا۔
میرے عزت والے غبارہ باز دوستو، اب آپکے پھرنے پھرانے اور سیر کرنے میں کوئی روک ٹوک نہیں۔
کیا ہم آزاد ہیں؟
ہاں۔ البا ٹروس کے اندر ہی اندر۔
پروڈینٹ اور فیل ایوانس لپک کر باہر نکلے۔ فرش پر دوڑتے ہوئے سرے والے کٹہرے تک گئے۔ اور دیکھا کہ دو تین ہزار میٹر زمین سے اونچے کھڑے ہوئے ہیں۔ (باقی آئندہ)

کلامِ اظہر شاہجہانپوری

(تلمیذ افضل الشعرا حضرت عابد صاحب شاہجہانپوری)

پردہ رہ جائے جنوں میں دلِ حیراں میرا ہاتھ اُٹھیں بھی تو نہ ہو چاک گریباں میرا

شوق سے کافرِ مطلق کہے دنیا مجھکو سجدۂ سنگِ درِ یار ہے ایماں میرا

آج کیا بات ہے کیوں پھرتے ہو گھبرائے سے آج کیوں پوچھتے ہو حالِ پریشاں میرا

آشنا اسکی حقیقت سے ہیں میری نظریں میں سمجھتا ہوں جو ہے چاک گریباں میرا

جوشِ حیرت سے اب اُٹھتی ہے زمانے کی نظر ترے جلووں کی ہے دنیا دلِ حیراں میرا

یہ نظر آتا ہے اے بیخودیِ شوق مجھے جیسے وہ پوچھتے ہوں حال پریشاں میرا

اثرِ حسن کے دیکھے تو کرشمے کوئی اُس کی تصویر ہؤا دیدۂ حیراں میرا

وجہ دیوانگیِ دل پہ ہیں سب کی نظریں حاصلِ عشق ہؤا چاک گریباں میرا

غور کرنے پہ بھی سمجھے گا نہ تو اے ناصح میں سمجھتا ہوں جو ہے حاصلِ ایماں میرا

آستانِ حرم و دیر پہ کب تک سجدے بڑھنا اس حد سے کچھ آگے دلِ حیراں میرا

جوشِ وحشت ہیں دُنیا کی نگاہیں اظہر

ایک افسانہ ہے ہر تارِ گریباں میرا

ڈرامہ

جوڈتھ

تاریخ ارض یہود کا ایک زریں ورق

مترجمہ

(جناب ایم سراج الدین احمد نظامی)

دوسرا باب

تیسرا منظر

(پلنگ کے پاس شراب اور کھانا رکھا ہے، ایک شمع روشن ہے)

باگوس (باہر خیمہ کے داخلہ پر کھڑا ہو کر پکارتا ہے) سب اپنے اپنے بستروں پر لیٹ جاؤ، یہاں کوئی نہ رہے۔ (چند لمحہ وہ یونہی کھڑا رہتا ہے دُور سے آوازیں سُنائی دیتی ہیں، پھر ہر طرف خاموشی چھا جاتی ہے، باگوس خیمہ میں داخل ہو کر پلنگ کی طرف آتا ہے) سب نوکر چاکر سو گئے ہیں عالیجاہ! آپ کی مسرت کو بدمزہ کرنے کے لئے کوئی نہیں رہا۔

ہولوفرنیس - کیا تم نے اُسے کہیں دیکھا ہے؟ **باگوس** - نہیں عالیجاہ -

ہولوفرنیس - کیا تم نے اُس کی تلاش کی ہے؟ **باگوس** - ہاں عالیجاہ -

ہولوفرنیس - کیا باہر چاندنی ہے - **باگوس** - چاند بادلوں میں چھپا ہے -

ہولوفرنیس - مجھے شراب دو (باگوس دیتا ہے) باگوس! **باگوس** - عالیجاہ -

(بائیں طرف سے خیمہ کا پردہ ہوا سے اُڑتا ہے)

ہولوفرنیس (تیزی سے دیکھتا ہے، تھوڑی سی شراب گرتی ہے) آندھی چل رہی ہے؟

باگوس - نہیں عالیجاہ یہ نسیم ہے -

ہولوفرنیس (پیتے ہوئے) وہ اپنے لوگوں کے پاس واپس بھاگ گئی ہے باگوس!

باگوس (علیحدہ) میری تو دلی آرزو ہے کہ بھاگ جائے کم بخت! ہولوفرنیس سے) وہ بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتی

وادی میں ہر جگہ پہرہ دار کھڑے ہیں۔ **ہولوفرنیس**۔کون پہرہ دار ایسی حسین عورت کو روک سکتا ہے؟

باگوس۔آہ عالیجاہ کون اُسے روک سکتا ہے؟ **ہولوفرنیس**۔تم میرے الفاظ دہراتے ہو؟

باگوس۔میں آپ کے خیال کو اپنا خیال سمجھتا ہوں۔ **ہولوفرنیس**۔ایسا کرنا ہے تو باہر جا کر کرو۔

(باگوس جھکتا ہے، اور خیمہ کے داخلہ کی طرف جاتا ہے، جوڈتھ وہاں کھڑی ہے۔دونو ایک لمحہ تک ایک دوسرے کو دیکھتے رہتے ہیں)

باگوس۔عالیجاہ! **ہولوفرنیس**۔اپنی جگہ پر چلے جاؤ!

(جوڈتھ خاموشی سے اندر آتی ہے، باگوس باہر چلا جاتا ہے)

جوڈتھ۔کیا سرداروں کی دعوت ختم ہوگئی؟

ہولوفرنیس۔سردار شراب اور غرور سے مدہوش ہو کر چلے گئے ہیں؛ لیکن ابھی میری دعوت شروع نہیں ہوئی (کھانے کی طرف اشارہ کرتا ہے) **جوڈتھ** (پراسرار طریق سے) اسی لئے میں آگئی ہوں۔

ہولوفرنیس۔کیا تم واقعی آگئی ہو یا میری آنکھیں مجھے دھوکا دے رہی ہیں؟

جوڈتھ۔کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ میں رات کو آجاؤنگی؟

ہولوفرنیس۔ہاں، میں نے تمہارے کہنے پر اعتبار کیا، اتنا اعتبار کہ میں نے سرداروں کو حکم دیدیا ہے کہ وہ تیار ہو جائیں کیونکہ علی الصبح میرے ساتھ بیتھولیا پر حملہ کرینگے اور میں نے اُن سے کہدیا ہے کہ دُنیا کی کوئی طاقت اسیریوں کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

جوڈتھ۔آپ کو یہ بات نہ کہنی چاہیئے تھی۔ **ہولوفرنیس**۔لیکن میں نے تو کہدی ہے۔

جوڈتھ۔کیا آپ خدا ہیں اور کیا آپ خدا کے احکام سے پہلے ہی حکم دینے کی جرأت کرتے ہیں؟

ہولوفرنیس۔تم نے کہا تھا کہ آج رات تم اپنے خدا سے دعا کروگی اور وہ تمہیں بتائیگا کہ اسرائیلیوں نے کب گناہ کیا، اور پھر تم میرے پاس میری فتح کا اعلان کرنے آؤگی۔

جوڈتھ۔میں نے کہا تھا کہ میں خدا سے دعا کرونگی؛ قبول کرنا نہ کرنا اُس کے اختیار میں ہے۔

ہولوفرنیس۔تو پھر کیا تم نے دعا مانگی ہے اور کیا تمہارے خدا نے کوئی جواب دیا ہے؟

جوڈتھ۔اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ **ہولوفرنیس**۔تو پھر وہ تمہارا خدا نہیں، آؤ بیٹھیں!

جوڈتھ (ہولوفرنیس کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر) اپنی کنیز کو ہاتھ نہ لگائیں اور شراب کے پیالہ کو نہ چھوئیں۔ (دائیں طرف کھالوں کے بستر کے قریب جاتی ہے)۔

ہولوفرنیس (آہستہ سے جوڈتھ کی طرف بڑھ کر) کیا تم خفا ہو جوڈتھ؟

جوڈتھ۔ہولوفرنیس وہیں کھڑے رہو اور اُس عورت کو ہاتھ مت لگاؤ جو خدا سے ہمکلام ہونے لگی ہے۔

(جوڈتھ دوزانو بیٹھ جاتی ہے۔ ہولوفرنیس پلنگ کی طرف جاتا ہے۔ ہر طرف خاموشی ہے۔ باگوس خیمہ کے دروازہ پر نظر آتا ہے اور نقاب پوش اسیری عورتیں پردوں میں نمودار ہوتی ہیں۔ اور ایک لمحہ ٹھہر کر پھر غالب ہو جاتی ہیں۔ جوڈتھ آہستہ سے اُٹھتی ہے)

ہولوفرنیس۔ کیا تم پر خدا کی طرف سے کوئی حکم نازل ہوا ہے۔

جوڈتھ۔ ہاں اسرائیل کے خدا نے ابھی میرے کان میں کچھ کہا ہے (ہولوفرنیس کے قریب جاتی ہے)۔

ہولوفرنیس۔ تمہارے خدا نے کیا کہا؟

جوڈتھ۔ بتھولیا کے اسرائیلی گناہ کے مرتکب ہو گئے ہیں۔ اور میرے خدا نے حکم دیا ہے کہ علی الصبح اسیری عساکر بتھولیا پر دھاوا بول دیں۔ کوئی اُنکا مقابلہ نہ کریگا۔

ہولوفرنیس۔ ایک معجزہ!

جوڈتھ۔ ہاں ایک معجزہ! اور پھر تمہارے خیمہ میں اے عظیم الشان سپہ سالار!

ہولوفرنیس۔ کل کا دن میری فتح کا دن ہے۔

جوڈتھ۔ ہاں۔

ہولوفرنیس۔ جوڈتھ سنو، تمہارا خدا میرا خدا ہے۔

جوڈتھ۔ واقعی اُس نے اپنا غلام بنانے کے لئے تمہیں اسیریوں سے الگ کر لیا ہے۔

ہولوفرنیس (قریب آکر) تمہارا جسم کانپ رہا ہے۔

جوڈتھ (مسکرا کر) کیا میں تمہارے انجام کے خیال سے خوفزدہ نہ تھی؟ میں واقعی خوفزدہ تھی، لیکن اب میرا خوف بالکل جاتا رہا ہے، اب میں تمہارے انجام سے بخوبی واقف ہوں۔

ہولوفرنیس (علیحدہ) کل کا دن میری فتح کا دن ہے۔ لیکن میں آج بھی لطف اُٹھاؤنگا (جوڈتھ سے) آؤ کھانا کھائیں اور شراب پیئیں، ہم اس وقت دونو موجود ہیں۔ اور تم نے وعدہ بھی کر رکھا ہے۔

جوڈتھ۔ ہاں آؤ شراب پیئیں۔

ہولوفرنیس۔ اپنا لبادہ اُتار ڈالو، تم اس وقت اپنے مکان میں ہو، میں تمہارا لباس پہنانے والا ہوں (قریب جاتا ہے)

جوڈتھ۔ نہیں! (ہٹ کے پلنگ کی دوسری طرف چلی جاتی ہے) تم میرے لباس پہنانے والے نہیں ہو۔ بلکہ میرے غلام ہو، شراب پلاؤ اے عظیم الشان غلام!

(ہولوفرنیس شراب ڈالتا ہے، جوڈتھ لباس میں سے خنجر نکال کر بستر کے نیچے رکھ دیتی ہے۔ ہولوفرنیس پیالہ لے کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اُس کی طرف دیکھتا ہے، دونو پلنگ کے درمیان ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ وہ اپنا لبادہ اُتارتی ہے اور ہولوفرنیس کے قریب آکر شراب لے کر پی جاتی ہے)

ہولوفرنیس۔ مجھے خوف تھا کہ تم اپنے عبرانی اعتقاد کی وجہ سے شراب نہ پیوگی۔

جوڈتھ - میں ایک دفعہ پھر پیونگی (پھر پیتی ہے)۔ **ہولوفرنیس** (پیالہ بھر کر اور پی کر) کیا تم اپنی طاقت سے واقف ہو
جوڈتھ (سادگی سے) ہاں اب میں اپنی طاقت سے اچھی طرح واقف ہوں -
ہولوفرنیس - آہ میں تمہارے لئے دیوانہ ہوگیا ہوں، اور تم نے میرے دل پر ہمیشہ کے لئے اپنی مہر ثبت کردی ہے۔ میرا دل تمہیں از حد چاہتا ہے، اُس کا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا ہے، میرے ماتحت ایک لاکھ بیس ہزار سپاہی ہیں جو میرے قدموں پر سر رکھتے ہیں، اور جو میرے ایک اشارے پر لڑنے مرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن میں تمہارے قدموں پر سر رکھتا ہوں اور تمہاری نگاہ کرم میری دلی راحت ہے، جوڈتھ مجھے حکم دو، کیونکہ تم جو حکم دوگی میں اُسکی فوراً تعمیل کرونگا، حکم دو اور کسی قسم کا خوف نہ کرو، میں عظیم الشان طاقت کا مالک ہوں اور دُنیا میں آقا بخت نصر کے سوا اور کسی کی طاقت میرا مقابلہ نہیں کرسکتی -
جوڈتھ - (ملائمت سے) میں حکم دیتی ہوں کہ خوش رہو، کیونکہ اس کے سوا تمہارے قیدی کو اور کوئی خواہش نہیں -
ہولوفرنیس - قیدی نہ کہو، کیونکہ وہ تو میں ہوں جو تمہارا قیدی ہوں - میں تمہیں تخت پر بٹھاؤنگا اور خود بھی تمہارے پہلو میں بیٹھنے کی جرات کرونگا۔ لیکن حکومت تمہاری ہوگی، اور ہم دونو اسیریا میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرینگے
جوڈتھ - قبر میں کوئی نہ پوچھیگا کہ تم سو سال زندہ رہے یا ہزار سال مگر اسرائیل کا خدا ایسا ہے جو اُسوقت بھی اپنے بندوں کا مددگار ہوگا۔
ہولوفرنیس - اور میں نے تم سے کہدیا ہے کہ تمہارا خدا میرا خدا ہے، لیکن یہ بات تمہارے میرے درمیان ایک راز ہوگی، کیونکہ میں بخت نصر کا ممنون احسان ہوں، تاہم دُنیا دیکھ لے گی کہ صرف تم ہی میرے لئے خدا ہو -
جوڈتھ - لیکن تمہاری اور بیویاں بھی تو ہیں؟ **ہولوفرنیس** - نہیں! کوئی نہیں!
جوڈتھ - ہاں! مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہاری بہت سی بیویاں اور بیشمار کنیزیں ہیں -
ہولوفرنیس - یہ سراسر بہتان ہیں، آج رات میں نے تمہارے سوا تمام عورتوں کو نکال دیا ہے - اُن میں سے ایک نہیں جو تمہارا مقابلہ کرسکے، اور چونکہ آج رات تمہارے خدا نے تمہارے ہاتھ سے ہولوفرنیس کے خیمہ میں ایک معجزہ دکھایا ہے۔ کیا تم اس حقیقت سے انکار کروگی کہ خود خدا نے مجھے تمہارا اور تمہیں میرا کردیا ہے؟
جوڈتھ - نہیں میں انکار نہیں کرتی اور تمہارے اطمینان کی خاطر میں تمہیں وہ بات بتاتی ہوں جو تم ابھی تک نہیں جانتے۔
ہولوفرنیس - مجھے بتاؤ -
جوڈتھ - بتھولیا سے بھاگنے سے پہلے ایک رات میں بستر پر لیٹی تھی کہ مجھے خواب میں کسی کی صورت نظر آئی اور یہ صورت اپنی شان و شوکت میں بالکل ہولوفرنیس سے مشابہ تھی، یہی وجہ ہے کہ میں نے یہ راز تمہارے سوا کسی اور کو نہیں بتایا ہولوفرنیس! **ہولوفرنیس** (فرط محبت سے) میں تمہارے نازک نازک ہونٹ چومونگا، تم میری جان لی راحت ہو جوڈتھ
جوڈتھ - ہاں میرے ہونٹ چومو، میں خود بھی بیتاب ہوں ہولوفرنیس!

(ہولوفرنیس چومتا ہے' اور فرط محبت سے جھوم کر لڑکھڑاتا ہے' ایک نقاب پوش اسیری عورت دائیں طرف نظر آتی ہے' باگوس اُسے کسی چیز سے مارتا ہے' دونو غائب ہو جاتے ہیں)

جوڈتھ (آرام سے خنجر کی طرف متوجہ ہو کر) اے طاقتور سردار تمہاری طاقت کیا ہوئی اور تمہاری وہ نخوت کہاں گئی ایک لمحہ پلنگ پر آرام کرو' تمہاری کنیز تمہاری خدمت کے لئے حاضر ہے۔

(ہولوفرنیس پلنگ پر گرتا ہے' جوڈتھ اُسے گلے سے لگاتی ہے)

ہولوفرنیس (بڑبڑاتا ہے) آہ مسرت نے مجھے بیخود کر دیا ہے!

(جوڈتھ خنجر نکالتی ہے اور ہولوفرنیس پر جھک کر اُسے مار دیتی ہے اور گلے لگائے رکھتی ہے)

جوڈتھ (آہستہ سے) تم ہی ہو جو خدائے واحد کی خوشی کے خلاف تھے تم ہی ہو جو یہودیہ کو تباہ و برباد کرنا چاہتے تھے تم ہی ہو جس نے مُنہ چوم کر ایک بیوہ کی بے عزتی کی! اور تم ہی ہو جس نے مجھے خدا کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے دغا فریب اور جھوٹ پر مجبور کیا؟ اب قبر تمہارا ٹھکانا ہو گی ہولوفرنیس! آہ ہولوفرنیس!

(بائیں طرف سے ہیگتھ داخل ہوتی ہے)

جوڈتھ (ہیگتھ کی طرف مڑ کر دلیری سے) میں نے وہ کام کر دیا جو مجھے کرنا تھا' اسیریا کی طاقت برباد ہو گئی' سر کو داڑھی سے پکڑ کر تھیلے میں ڈال لو اور چلو اب یہاں سے بھاگیں۔ پردہ

تیسرا باب
پہلا منظر

منظر۔ بالکل پہلے باب کی مانند **وقت**۔ دوسرے باب کے تیسرے منظر سے چند گھنٹے بعد

(دروازے کے محافظ دروازے پر کھڑے ہیں' باہر سے کوئی دروازہ پر دستک دیتا ہے' سپاہی دوڑتا ہوا داخل ہوتا ہے)

سپاہی (ایک محافظ سے جو باہر دیکھنے کے لئے اوپر چڑھتا ہے) بیوقوف' اوپر سے مت دیکھ نہیں تو تیرا چہرہ کسی اسیری کے تیر کا نشانہ بن جائیگا (محافظ جلدی سے نیچے اُترتا ہے)۔

(دوبارہ دستک کی آواز آتی ہے)

سپاہی (چلا کر) کوئی شخص سورج نکلنے سے پہلے شہر میں داخل نہیں ہو سکتا۔

ہیگتھ (باہر سے) میں ہیگتھ ہوں' بیگم جوڈتھ کی خادمہ! دروازہ جلدی کھولو'

سپاہی - ہیگتھ! ہاں یہ آواز تو ہیگتھ ہی کی ہے (ایک اور سپاہی سے جو داخل ہوتا ہے) دوڑو! اور آقا اوزیاس کو جگا دو۔ (سپاہی جاتا ہے)

ہیگتھ - میرے پاس پانی کے بہت سے برتن ہیں، تازہ پانی! ٹھنڈا پانی!

(محافظ زنجیریں کھولنے لگتے ہیں)

سپاہی - کیا کرتے ہو کتو! ذرا ٹھہر جاؤ اور آقا اوزیاس کا انتظار کرو۔

محافظ (اپنا کام جاری رکھتے ہوئے) پانی! پانی!

سپاہی - تو کھولدو کتو کھولدو! اگر پانی ہؤا اور تازہ پانی ہؤا تو میں بھی پیونگا، لیکن اگر نہ ہؤا تو خدا کی قسم جو شخص داخل ہوگا اُس کی خیر نہیں (دروازہ کھلنے لگتا ہے) ٹھہرو! زیادہ نہ کھولو!

(ہیگتھ دو برتن لئے داخل ہوتی ہے، محافظ برتن چھین لیتے ہیں - اور سپاہی سمیت سب پیتے ہیں)

سپاہی (پیتے ہوئے) ہاں یہ واقعی ہیگتھ ہے، تمہاری بیگم کہاں ہے اور تم کہاں سے آئی ہو میری پیاری

(ہیگتھ اُس کے مُنہ پر تھپڑ مارتی ہے) (بائیں طرف سے اوزیاس داخل ہوتا ہے)

اوزیاس (غصہ سے) دروازہ کیوں کھولا گیا ہے؟ یہ کیا بات ہے؟

سپاہی - عالیجاہ ہیگتھ پانی لے کر آئی ہے جو شراب سے زیادہ فرحت بخش ہے!

(اوزیاس کو خوش کرنے کے لئے ایک برتن دیتا ہے)

اوزیاس - تمہاری بیگم کہاں ہے؟ (پانی پیتا ہے)

ہیگتھ (تکلف سے) میں اپنی بیگم کی پیغامبر ہوں، وہ ابھی آیا چاہتی ہے۔ (دروازے کے باہر جا کر دیکھتی ہے)

اوزیاس - تم کیا کر رہی ہو؟ (انگر تھیلا اُٹھائے داخل ہوتا ہے)

آوازیں - اسیری! ایک اسیری! (آدمی انگر کی طرف جھپٹتے ہیں) **ہیگتھ** - اسے کچھ نہ کہو، یہ میرا غلام ہے۔

اوزیاس - دروازہ بند کر دو، میں اس کے متعلق تحقیقات کرونگا۔

ہیگتھ - دروازے کے باہر دس اور اسیری کھڑے ہیں اور اُنکے پاس پانی کے بہت سے برتن ہیں۔

اوزیاس - دس اسیری! یہ ضرور کوئی چال ہے!

ہیگتھ (غرور سے) میرے حکم سے اُن سب کی گردنیں ایک زنجیر میں بندھی ہیں - برتن اندر لے آؤ اور لوگوں کو پینے دو۔

(چیخوں اور نعروں کے درمیان برتن اندر لائے جاتے ہیں، اور لوگ لے کر بائیں طرف چل دیتے ہیں)

اوزیاس - میں کہتا ہوں دروازہ بند کر دو۔ **سپاہی** - لیکن وہ دس اسیری عالیجاہ؟

اوزیاس - اُنہیں وہیں کھڑا رہنے دو، اُنکے متعلق میں بعد میں حکم دونگا **سپاہی** - اور اگر وہ بھاگ جائیں تو؟

ہیگتھ ۔ چپ وہ بیوقوف! اگر تمہاری گردن نو آدمیوں کی گردنوں کے ساتھ زنجیر سے بندھی ہو تو کیا تم بھاگ سکتے ہو؟ علاوہ ازیں وہ بھاگ کر جائیں گے کہاں؟ اسیری عساکر کا تو شیرازہ بکھر چکا ہے اور سپاہی گھبراہٹ اور ابتری کی حالت میں ایک دوسرے پر گر رہے ہیں۔

(دروازے کے محافظ سرگوشیاں کرتے ہیں اور باہر اسیریوں کی طرف دیکھتے ہیں۔ دروازہ کچھ عرصہ کھلا رہتا ہے)

اوزیاس (بیتابی سے) یہ کیا بات ہے ہیگتھ؟

ہیگتھ ۔ میری بیگم نے رات کے وقت ہولوفرنیس کو اس کے خیمہ میں قتل کر دیا ہے اور اسیریا کی طاقت تباہ کر دی ہے۔

اوزیاس ۔ ہولوفرنیس کو قتل کر دیا ہے! تم دیوانی ہو گئی ہو!

ہیگتھ (انگر سے) تھیلے کا منہ کھولدو تاکہ میرا آقا اوزیاس اپنے دشمن ہولوفرنیس کا سر دیکھے اور معلوم کرے کہ میں دیوانی ہوں یا دانا ہوں (سپاہیوں سے) مشعل ادھر لاؤ تاکہ آقا اوزیاس کو میری بیہودہ گوئی اور دیوانگی کی حقیقت معلوم ہو جائے۔ (اوزیاس تھیلے میں سے ہولوفرنیس کا سر دیکھتا ہے)

اوزیاس ۔ بزرگ و برتر ہے اسرائیل کا خدا! **ہیگتھ** ۔ اور میری بیگم خدا کا دایاں بازو ہے!

اوزیاس ۔ عظیم الشان ہے اسرائیل کا خدا! **آوازیں** ۔ اُس کا نام ہمیشہ رہے گا!

اوزیاس ۔ تمہاری بیگم نے یہ خوفناک کام کس طرح کیا؟

ہیگتھ ۔ اس کے متعلق وہ خود آکر کہے گی کیا اب میرے آقا اُن احکام پر کان دھریں گے جو بیگم جوڈتھ نے مجھے دیئے ہیں؟ اور وہ یہ ہیں کہ پہلے ہولوفرنیس کا سر ایک برچھی کی نوک پر رکھ کر معبد کے سامنے بڑے چوک میں دیوار پر نصب کر دیا جائے، تاکہ بنی اسرائیل کو معلوم ہو جائے کہ خدا ابھی تک اُنکا حافظ و ناصر ہے۔ (سپاہیوں سے) تھیلا لے جاؤ اور میری بیگم کے حکم کے مطابق عمل کرو۔

اوزیاس (سپاہیوں سے جو پس و پیش کرتے ہیں) لے جاؤ، یہ میرا حکم ہے۔

(دو سپاہی تھیلا اُٹھا کر بائیں طرف جاتے ہیں)

ہیگتھ ۔ دوسرے یہ کہ لوگوں کو چشموں سے پانی لانے کے لئے نیچے وادی میں بھیجو تاکہ لوگ جی بھر کر اور سیر ہو کر پی سکیں، اسیری یہ معلوم کر کے کہ ہولوفرنیس قتل ہو گیا ہے۔ چشمے چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں، اور اپنا تمام لشکر وادی میں بھیجدو تاکہ وہ جاتے ہی اسیریوں پر ٹوٹ پڑے، اسیری از حد خوفزدہ ہیں اور وہ خدا کی برگزیدہ نسل کا بالکل مقابلہ نہیں کر سکتے۔

اوزیاس (سپاہی سے) شہر کے ہر مسلح آدمی کو جگا کر میرا حکم سُنادو کہ وہ فوراً دستے بنا کر خفیہ راستے سے اسیریوں پر حملہ کر دیں۔ (سپاہی خوشی کے نعرے لگاتے ہوئے بائیں طرف جاتے ہیں)

اوزیاس۔ تمہاری بیگم کہاں ہے؟ وہ کیوں نہیں آئی؟ ہیگتھ۔ یہ ہے میری زبانی میری بیگم کا پیغام!

ہیگتھ۔ وادی میں ایک جگہ چھپی بیٹھی ہے۔ کیونکہ ابھی تک اسیریوں میں ایک ایسا شخص موجود ہے جو خدا سے بالکل نہیں ڈرتا اور وہ ہولوفرنیس کا عالی مرتبہ خواجہ سرا باگوس ہے۔ اس نے میری بیگم کو قتل کرنے کی قسم کھائی ہے اور وہ وادی کے پیچدار راستوں میں میری بیگم کو تلاش کر رہا ہے۔ لیکن وہ اُسے ہرگز تلاش نہیں کر سکتا۔

اوزیاس۔ تم کس طرح جانتی ہو کہ وہ اُسے تلاش نہیں کر سکتا۔

ہیگتھ۔ اسرائیل کا خدا ایک تیز تلوار کی مانند ہے اور اپنے عبادت گذار بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔ میری بیگم نے اپنے تئیں بڑی ہوشیاری سے چھپا رکھا ہے۔ (بائیں طرف سے چارمس داخل ہوتا ہے)

چارمس (مسرت سے) اوزیاس وہ کونسا معجزہ ہے جس کی نسبت میں سُن رہا ہوں؟

اوزیاس۔ کوئی معجزہ نہیں، بس وہی ہوا ہے جو میں نے اور بیگم جوڈتھ نے مل کر تجویز کیا تھا، چارمس تم عورتوں اور بوڑھوں کو چشموں پر شہر میں پانی لانے کے لئے لے جاؤ، چشمے اب میرے قبضہ میں ہیں۔

چارمس (متامل) عورتیں اور بوڑھے؟ لیکن میں نے تو سُنا ہے کہ اسیریوں پر اسرائیلیوں کا حملہ ہونے والا ہے؟

اوزیاس (تحکمانہ) جلدی جاؤ، تمہیں اس سے کیا، شہر کا حاکم کون ہے؟ میں یا تم؟

(چارمس بائیں طرف جاتا ہے، شہر کے مرد و زن داخل ہوتے ہیں، اور خوشی سے اُچھل رہے ہیں)

آوازیں (انگر کی طرف اشارہ کر کے) اسیری! آہا ایک اسیری!

اوزیاس۔ اسے قید خانہ میں لے جاؤ اور اچیر کے ساتھ زنجیر میں جکڑ دو۔

ہیگتھ۔ آقا اوزیاس یہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ جس طرح میری بیگم نے ہولوفرنیس کو فریب دیا اُسی طرح میں نے انگر کو چکما دیا، اور اب یہ میرا غلام ہے، لیکن میں نے بیگم کی طرح اس کا سر نہیں کاٹا، یہ مجھے از حد پیارا ہے، اسے کوئی شخص ہاتھ نہ لگائے (سپاہیوں کی طرف دیکھ کر) نہیں تو میرے غصہ کی بجلی اُسے جلا کر ڈھیر کر دیگی، (ایک آواز سے چونک کر مکان کی چھت کی طرف دیکھتی ہے) ہیں یہ کیا؟ میری بیگم کے خیمہ میں فاحشہ عورتیں یہاں سے دُور ہو جاؤ! (غصہ سے مکان میں چلی جاتی ہے)

(انگر تیزی سے اُس کے پیچھے جاتا ہے، قاصد داخل ہوتا ہے)

اوزیاس۔ اور تم کون ہو؟

قاصد (سلام کر کے) کیا میں بتھولیا کے حاکم اوزیاس کے روبرو کھڑا ہوں؟ اوزیاس۔ ہاں۔

قاصد۔ ابھی صبح نہیں ہوئی، لیکن شہر کے تمام بازار لوگوں سے بھرے پڑے ہیں، اور راستہ میں مجھے کوئی شخص نہیں ملا جو مجھے آقا اوزیاس کے مکان کا پتہ دیتا، لیکن یہاں جب میں نے آپ کی صورت دیکھی تو

میرے دل نے فوراً گواہی دی کہ ہاں یہی میرا آقا ہے **اوزیاس**۔تمہیں مجھ سے کیا کام ہے؟ **قاصد**۔میں قاصد ہوں؟
اوزیاس۔جلدی بولو، کیونکہ اس وقت شہر کا انتظام کوئی معمولی کام نہیں۔
قاصد۔اور میں بھی کوئی معمولی قاصد نہیں ہوں، میں بیت المقدس کے اسقف اعظم یہوقیم کے پاس سے آرہا ہوں۔
اوزیاس۔اچھا! (لہجہ تبدیل کرکے اور قاصد کو ایک طرف لیجا کر) کیا خبر لائے ہو۔
قاصد۔میں یہوقیم کا اجازت نامہ لایا ہوں۔ **اوزیاس**۔کونسا اجازت نامہ؟
قاصد۔بتھولیا کے باشندوں کے لئے اُس شراب کے پینے کا اجازت نامہ جو معبد کے پجاریوں کے لئے مخصوص ہے۔
اوزیاس (جان بوجھ کر متذبذب ہوکر) یہوقیم سے یہ اجازت نامہ کس نے مانگا تھا؟
قاصد (حیران) آقا اوزیاس نے ایک قاصد بیت المقدس بھیجکر اِس اجازت نامہ کی درخواست کی تھی میرے آقا کا قاصد اسقدر تیزی سے گیا کہ وہ بیچارہ وہاں پہنچتے ہی بیمار پڑ گیا۔اب اُسکی جگہ میں آیا ہوں، اُس نے مجھے شہر کا خفیہ راستہ بتادیا تھا۔
اوزیاس (تحکمانہ) ہاں ہاں، اپنی بیشمار ذمہ داریوں کے باعث میں اِس اجازت نامہ کے معاملہ کو بالکل بھول گیا تھا
قاصد (رازداری سے) اور یہوقیم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے تخلیہ میں کہدوں کہ اگر کسی نے پیاس کی بیتابی میں وہ مقدس شراب پی لی ہے تو اُسے معاف کردیا جائے۔ **اوزیاس**۔آہ!
قاصد۔اور یہ لیجئے اجازت نامہ! (اجازت نامہ دیتا ہے)
اوزیاس۔دوست اسے اپنے پاس ہی رکھو اور یہوقیم کے پاس واپس چلے جاؤ، کیونکہ مجھے اب اِسکی ضرورت نہیں رہی، میں نے یہ صرف حفظ ماتقدم کے لئے مانگا تھا جیساکہ ہر ایسے حاکم کا فرض ہے جو محصور ہو اور جسکی رعیت پیاس کی وجہ سے جان توڑ رہی ہو، لیکن ہم بتھولیا والے وفادار اور ثابت قدم لوگ ہیں۔ہم نے خدا پر بھروسہ کیا اور اُس نے ہمیں مصیبت سے بچالیا، اگر کسی بدبخت نے وہ شراب پی لی ہے تو یہ اُس کی نالائقی ہے اور اُسے یہوقیم کے حکم کے مطابق معاف کردیا جائیگا۔
قاصد۔لیکن کیا آنیوالی مصیبت کے دنوں میں آپ کو اس کی ضرورت نہیں آقا اوزیاس؟
اوزیاس (تحکمانہ) یہوقیم کے پاس واپس جاؤ اور اُس سے کہو کہ خدا نے بتھولیا کو اپنے خادم اوزیاس کی مدد سے اسیریوں کے پنجہ سے نجات دلادی ہے۔ **قاصد** (حیران) میرے آقا آپ کیا کہہ رہے ہیں؟
اوزیاس۔آج رات ہولوفرنیس کا سر اُتار کر اور برچھی کی نوک پر رکھ کر معبد کے سامنے چوک میں نصب کردیا گیا ہے۔اسیری عساکر پریشانی میں بھاگ رہے ہیں اور میرا لشکر پیچھے اُتر کر اُنکے ٹکڑے کردینے کو تیار کھڑا ہے۔
قاصد۔لیکن یہ بات انسانی عقل سے بالاتر ہے! **اوزیاس**۔ہاں یہ واقعی حیرت انگیز ہے!
قاصد۔اور جب یہوقیم مجھ سے پوچھے کہ دُنیا کے عظیم الشان سپہ سالار ہولوفرنیس کا سر اُتارنے کا بیڑا کس نے اُٹھایا تو میں کیا جواب دوں؟

اوزیاس۔ تم کہنا کہ اوزیاس نے ہولوفرنیس کی کمزوری سے واقف ہوکر اُس کے پاس بتھولیا کی ایک عورت جوڈتھ کو بھیجا، جس نے اُس کے مشورہ کے مطابق ہولو فرنیس کو فریب سے قتل کر دیا۔

قاصد۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو باپ اپنے بچوں اور اپنے بچوں کے بچوں کو سُنائیں گے، دُنیا اس پر حیران ہو جائیگی۔ اب آپکا خادم آپ سے ایک بات کہنی چاہتا ہے جو گو اُس نے خود نہیں سُنی لیکن اُس کے کانوں تک ضرور پہنچی ہے۔ بیت المقدس کے اُمراء اور معززین میں یہ چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں کہ اگر آقا اوزیاس نے یہود یہ کو بت پرستوں کے پنجہ سے نجات دلا دی تو اُس کے عہدہ میں غیر معمولی ترقی ہوگی اور وہ بلند پایہ ہستیوں میں شمار ہونے لگے گا۔ (اوزیاس جھکتا ہے) تاہم یہوقیم کو حیران نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ بیت المقدس میں یہ پہلے ہی مشہور ہے کہ سارے بنی اسرائیل میں اوزیاس جیسا بہادر کوئی شخص نہیں جو اتنی دلیری اور استقلال سے شہر کی حفاظت کر سکے۔

اوزیاس۔ یہوقیم ضرور حیران ہوگا کہ ایسا حیرت انگیز واقعہ کیونکر ہو گیا، لیکن اُسے معلوم ہونا چاہئے کہ اسرائیل کا خدا بڑی طاقت کا مالک ہے۔

قاصد۔ اسرائیل کے خدا نے بنی اسرائیل کو بچا لیا!

اوزیاس۔ ہاں اسرائیل کے خدا نے بنی اسرائیل کو میری وجہ سے بچا لیا ہے! اب تم جاؤ اور کھانا کھا کر بیت المقدس کو روانہ ہو جاؤ (قاصد سلام کرکے بائیں جانب چلا جاتا ہے)

(بازار میں سے مرد و زن خوشی سے ناچتے گاتے گزرتے ہیں۔ صبح ہونے لگتی ہے، مشعلیں زرد پڑ جاتی ہیں، ہیگتھ اور انگر مکان سے باہر نکلتے ہیں)

اوزیاس۔ تم کہاں جا رہی ہو؟

ہیگتھ۔ میں صرف پانی پہنچانے اور خوشخبری دینے آئی تھی۔ آقا اوزیاس، اب میں انگر اور اُس کے آدمیوں کے ہمراہ بیگم کو تلاش کرنے اور اُسے شہر میں داخل ہونے کے لئے نئی پوشاک دینے واپس جا رہی ہوں، کیونکہ اب جبکہ اسرائیلی اسیریوں پر ٹوٹ پڑے ہیں، میری بیگم کو کوئی خطرہ نہیں۔ (اچیر داخل ہوتا ہے)

اوزیاس۔ تمہیں کس نے رہا کیا ہے؟

اچیر۔ وہاں کوئی محافظ نہ تھا، اس لئے میں باہر نکل آیا۔

اوزیاس (سپاہی سے) اسے پکڑ کر بیڑیاں پہنا دو۔ (مشعلیں بُجھ جاتی ہیں)

ہیگتھ۔ یہ نہیں ہو سکتا آقا، بیگم جوڈتھ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اچیر کو بھی حفاظت کے لئے اپنے ساتھ لاؤں، یہ نوجوان اسیریوں کی طرف سے اسرائیل کے خدا کے ایما سے بنی اسرائیل کو آرام اور میری بیگم کو خدا کا حکم پہنچانے آیا تھا۔

اوزیاس (توقف کے بعد) میں بھی تمہارے ساتھ چلونگا، کیونکہ یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حاکم شہر بیگم کی عزت افزائی کرے۔

ہیگتھ۔ بیگم کا فرمان ہے کہ آقا اوزیاس سے کہدینا کہ وہ استقبال کے لئے شہر کے دروازہ میں ٹھہرے (دروازہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اچیر خوشی سے آگے بڑھتا ہے۔ انگر کو کان سے پکڑتی ہے) قدم اُٹھاؤ!

اوزیاس۔ عورتوں کی مکاری تمام علوم سے بالا ہے۔

ہیگتھ (دروازے میں پہنچ کر) ہو گی! لیکن کیا میرا آقا میری بیگم کو ناراض کرنا چاہتا ہے؟ آج کا دن یادگار رہیگا، ذرا دھوپ

جوہر قابل

(از کوثر چاندپوری)

(۱)

سلیم خوبصورت تھا، اور اس کے اعضاء میں وہ تناسب بھی موجود تھا جو انسان کی خوبصورتی میں دلکشی اور دلربائی پیدا کر دیتا ہے۔ وہ ایک بڑے خاندان کا فرد تھا۔ لیکن باپ کا سایہ سر سے اُٹھ جانے کی وجہ سے تربیت اچھی نہ پا سکا جب تک انجام کار پر اس کی نظر نہ تھی وہ آزادانہ اپنی زندگی بسر کرتا رہا پہلے پہلے اُسے یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ اس کے مصارف کس طرح پورے ہوتے ہیں اور اس کی وجہ معاش کیا ہے۔ لیکن ذرا ہوش آنے پر اس نے محسوس کیا کہ وہ اپنی بہن کے گھر رہتا ہے اور ماں باپ کے بعد وہی اس کی کفیل ہے۔ کسی نے اُسے بتایا کہ اس کے ماں باپ نے صرف ایک پختہ مکان چھوڑا تھا جس کو اس کی بہن "رابعہ" نے دو ہزار میں فروخت کر کے اپنی ضروریات میں لگا دیا۔

سلیم، اب تک اپنی بہن کے پاس رہا اور وہ مادرانہ شفقت سے اس کی نگرانی میں مصروف رہی چونکہ رابعہ کا شوہر خود بھی تعلیم یافتہ نہ تھا۔ اس لئے سلیم کی تعلیم باقاعدہ نہ ہو سکی۔ تاہم وہ معمولی طور پر پڑھتا رہا۔

سلیم نے خیال کیا کہ جب تک میں مجبور تھا۔ اس وقت تک بہن کے سہارے زندگی بسر کرنے میں کوئی ہرج نہ تھا لیکن اب جبکہ میں اپنا پیٹ بھرنے کے قابل ہوں۔ میرے لئے ہرگز جائز نہیں ہے کہ میں اپنا بار دوسروں پر ڈالوں۔ چنانچہ اس نے طے کر لیا کہ جس طرح بھی ممکن ہوگا، بہن سے اجازت لے کر میں کسی کے یہاں ملازمت کر لونگا۔ ہرچند مجھ میں کسی کام کی اہلیت نہیں ہے۔ مگر پھر بھی دو چار روپے ماہوار کی ملازمت ہر جگہ مل جائیگی۔

ایک دن اس نے اپنی بہن سے کہا، آپا! اب میں اس قابل ہو گیا ہوں کہ اپنا پیٹ بھر سکوں، اس لئے میرا ارادہ ہے کہ ملازمت کر لوں۔

رابعہ۔ سلیم کیا تمہیں کوئی تکلیف ہے؟ کیا تمہارے بھائی نے کوئی ایسی بات کہدی، جس سے تمہیں یہ خیال پیدا ہوا میں نے تمہیں بھائیوں کی طرح نہیں اولاد کی طرح پرورش کیا ہے، اور جہاں تک قیافہ سے دوسرے شخص کے دل کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ تمہارے بھائی کو بھی تم سے وہی محبت ہے جیسی مجھے! یہ تم کیا کہتے ہو کہ ملازمت کر لوں میرے جیتے جی تمہیں ملازمت کی کیا ضرورت ہے۔ ابھی تو تمہارے کھیلنے کودنے کے دن ہیں تمہیں نوکری چاکری سے کیا واسطہ! کھاؤ پیو اور کھیلو کودو!

سلیم۔ اس میں شک نہیں آپا! کہ آپ نے مجھے بڑی شفقت سے پرورش کیا ہے اور بھائی صاحب نے بھی آج تک

مجھ میں اور اپنے بچوں میں کبھی کوئی فرق نہیں کیا لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ میں آپ کی اور انکی بزرگانہ عنایتوں کے بھروسہ پر ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ جاؤں۔ آپکی شفقت و محبت کا صحیح مصرف آپ کی اولاد ہے اور مجھے انکے لئے جگہ خالی کر دینی چاہئے۔ کھیلنا کودنا لڑکپن کے مشغلے ہیں۔ میرے واسطے ملازمت ہی بہتر ہے۔

رابعہ۔ سلیم! تم کیسی باتیں کرتے ہو کسی نے تمہیں بہکا دیا ہے۔ تم ہرگز ملازمت کے قابل نہیں ہو تم سے نوکری نہیں ہو سکتی۔

سلیم۔ آپا مجھے بہکانے والا میرا دل ہے جو میرے سینہ میں بیٹھا ہوا ہر وقت مجھے بہکاتا رہتا ہے۔ میں حقہ بھر سکتا ہوں۔ پانی پلا سکتا ہوں، بچوں کو کھلا سکتا ہوں۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ دو چار روپے ماہوار کی نوکری مجھے نہ مل جائے۔

رابعہ۔ توبہ کرو، سلیم توبہ! ماں باپ کا نام بدنام نہ کرو۔ خدا نہ کرے جو تم چلمیں بھرو اور لوگوں کے بچے کھلاؤ۔ ایسی باتیں میرے سامنے منہ سے مت نکالو۔

سلیم۔ آپا آپ منہ سے نکالنے کو کہتی ہیں۔ میں تو ان کے کرنے کو بھی ہر وقت تیار ہوں اگر آپ کو شرم آتی ہے تو زیادہ سے زیادہ آپ کی خاطر میں کہیں باہر چلا جاؤنگا۔

رابعہ۔ کیا مجھے چھوڑ دوگے!

سلیم۔ نہیں۔ چھوڑ نہیں دونگا بلکہ کچھ دنوں کے لئے الگ ہو جاؤنگا۔

رابعہ نے بہت چاہا کہ سلیم اپنے اس خیال سے باز آجائے مگر اس نے صاف کہدیا کہ آپ کا جو روپیہ مجھ پر صرف ہو رہا ہے اس کے مستحق دوسرے لوگ ہیں، آپ صاحب اولاد ہیں اور اولاد کا سب سے پہلا حق ہے کہ وہ اپنے والدین کی محبت اور ان کے سرمایہ سے مستفید ہو۔

(۲)

سلیم جب گھر سے نکلا ہے تو اس کے پاس صرف پانچ روپے تھے۔ لیکن اُسے ذرا بھی ہراس نہ تھا وہ نہایت اطمینان کے ساتھ اپنی بہن سے رخصت ہوا۔ اور جب رابعہ نے اس کے گلے میں باہیں ڈال کر بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ بیرن! بہن کو بھول نہ جانا۔ ماں باپ کی نشانی ہو، اللہ تمہیں اپنی امان میں رکھے۔ تو اس نے بہت استقلال کے ساتھ کہا۔ بہن رنجیدہ نہ ہو، دعا کرو کہ جس بھائی کو آنسوؤں کی جھڑی میں رخصت کر رہی ہو قہقہوں کی گونج میں اس کا خیر مقدم کرو۔

وہ بے پورے چل کر سیدھا ٹونک گیا۔ یہاں آکر پہلے تو اُسے سخت وحشت ہوئی لیکن پھر رفتہ رفتہ سکون ہوتا گیا، اور جس طرح ایک بلبل اسیر صحن باغ کو چھوڑ کر قفسِ تنگ میں پھڑ پھڑا کر رہ جاتا ہے۔ اسی طرح سرزمین وطن سے نکل کر اس کا دل سینہ میں تڑپا اور تڑپ کر ساکن ہو گیا۔

سلیم ایک ہفتہ تک ٹونک کی گلیوں اور بازاروں میں گھومتا رہا۔ اتفاق سے اس کا کرتہ پھٹ گیا۔ وہ ایک درزی کی دوکان پر گیا اور کرتہ سینے کی غرض سے اس نے سوئی مانگی۔ درزی نے غور سے سلیم کی شکل وصورت دیکھی اور غریب پردیسی سمجھ کر سوئی دیدی۔ سلیم کرتہ سینے بیٹھ گیا۔ بہت کوشش کے بعد اس نے اُلٹا سیدھا سی لیا اور ارادہ کیا کہ درزی کے یہاں سے چلا جائے، لیکن درزی نے کہا، برخوردار! تم نے دھاگہ بھی خراب کیا تمہیں سینا نہیں آتا۔ لاؤ کرتہ اُتار دو میں ٹھیک کئے دیتا ہوں، سلیم نے کرتہ اُتار دیا اور درزی نے درست کر کے واپس دیدیا۔

سلیم نے اس تجربہ کے بعد طے کر لیا کہ انسان کے لئے اس کام سے واقف ہونا بہت ضروری ہے۔ چنانچہ اس نے درزی سے کہا کہ اگر آپ کا کوئی ہرج نہ ہو تو میں تھوڑی دیر کے لئے آپ کی دوکان پر آجایا کروں اور آپ مجھے کچھ سکھا دیا کریں۔

درزی نے کہا میرا کوئی نقصان نہیں، تم شوق سے آیا کرو۔

سلیم اسی ہفتہ میں بدرالحسن انسپکٹر پولیس کے یہاں چار روپیہ ماہوار پر ملازم ہو گیا۔ کام صرف یہ تھا کہ صبح سے شام تک گھر پر حاضر رہے اور اس درمیان میں جو کام ہو وہ کر دیا کرے۔

سلیم نے اس کو بہت غنیمت سمجھا وہ صبح ۶ بجے سے بارہ بجے تک اور دو بجے سے شام کے ۶ بجے تک انسپکٹر صاحب کی ڈیوڑھی پر حاضر رہتا، اور فرصت کے اوقات میں بیٹھا ہوا پڑھا کرتا۔ دوپہر کو سینے کی مشق کے لئے درزی کی دوکان پر پہنچ جاتا۔

انسپکٹر صاحب نے پڑھنے لکھنے کی طرف سلیم کو اس درجہ ملتفت دیکھ کر اپنے ایک محرر سے کہدیا کہ وہ سلیم کو پڑھا دیا کرے، اب اس کی تعلیم میں ذرا باقاعدگی پیدا ہو گئی۔

علاوہ تنخواہ اور کھانے کے سلیم کو کپڑا بھی انسپکٹر صاحب دیا کرتے تھے۔ اگرچہ کپڑے کے متعلق انہوں نے شروع میں وعدہ نہ کیا تھا لیکن انہوں نے سلیم کی دیانت و محنت سے خوش ہو کر اس کے تمام مصارف اپنے ذمہ لے لئے

سلیم کی پوری تنخواہ بچ جاتی تھی جس کو وہ اپنی بہن کے پاس بھیجدیا کرتا تھا۔ تین سال تک سلیم انسپکٹر صاحب کے یہاں رہا۔ اور اس عرصہ میں اس نے معمولی حساب وکتاب، اور نوشت وخواند میں خاصا ملکہ پیدا کر لیا تھا۔ کپڑے کی قطع وبرید اور اس کے سینے پرونے میں بھی اُسے کافی مشق ہو گئی تھی، سلیم کی عمر بھی اب تقریباً بیس سال کی ہو گئی تھی اور اگرچہ وہ انسپکٹر صاحب سے جُدا ہونا نہ چاہتا تھا۔ مگر انسپکٹر صاحب نے اپنے پاس اس کا رکھنا اس کی حق تلفی پر محمول کیا اور باوجود اس کے مسلسل انکار اور نارضامندی کے انہوں نے سلیم کو پولیس میں بھرتی کرا دیا، جہاں دس روپے ماہوار اس کی تنخواہ مقرر ہوئی۔

اب سلیم کو شہر چھوڑ کر "افضل گنج" کے تھانہ میں اپنی ڈیوٹی پر جانا پڑا۔ افضل گنج اگرچہ معمولی قصبہ تھا۔ تاہم ضروریات کی تمام چیزیں وہاں مل جایا کرتی تھیں، سلیم سے تھانہ میں صرف تین گھنٹہ دن کو اور تین گھنٹہ رات کو پہرہ کا کام لیا جاتا تھا، ان چھ گھنٹوں کے علاوہ اس کا سارا وقت خالی تھا۔

اس نے دو تین مہینہ کی تنخواہ جمع کر کے پچیس، تیس روپے کا کپڑا منگا کر کوٹ، قمیص اور مختلف قسم کی ضروری اور زیادہ فروخت ہونے والی چیزیں تیار کیں اور پھر بازار میں مناسب جگہ پر انکی فروخت کا انتظام کیا۔ پہلی مرتبہ اس کو تیس، چالیس روپے کی خالص بچت ہوئی جس سے اس کا حوصلہ بہت بڑھ گیا، اور اس کے دماغ میں ارادوں کی ایک مستقل دنیا آباد ہو گئی۔ اب اس کا معمول ہو گیا کہ ہر مہینے تیس روپیہ کا کپڑا خریدتا اور کوٹ، بنڈیاں وغیرہ بنا کر بیچ دیا کرتا۔ رفتہ رفتہ اس کے پاس کافی رقم جمع ہو گئی، اور قرب و جوار میں اس کی دوکان خاص طور پر مشہور ہو گئی۔

عہد حاضر کے روشن دماغ مدبرین کہتے ہیں کہ دوسروں کی ناواقفیت سے فائدہ اُٹھانیکا نام تجارت ہے۔ لیکن سلیم کا مقولہ تھا کہ تجارت کہتے ہیں۔ لوگوں کی صحیح ضروریات کے احساس کو!

چنانچہ وہ ہمیشہ اس فکر میں رہتا تھا کہ اس وقت عام ذہنیت کیا مانگتی ہے، اور آنکھیں کس چیز کو زیادہ پسند کرتی ہیں۔ پہلے سادہ کرتے، زیادہ مقبول تھے اور قمیصیں صرف شہری لوگوں کے لباس میں داخل تھیں، اس نے ضرورت اور عام مذاق کا لحاظ کرتے ہوئے عمدہ قسم کی قمیصیں بازار میں مہیا کیں، بنڈیوں کی جگہ ویسکوٹ تیار کئے، افضل گنج میں کپڑے کی متعدد دوکانیں تھیں، لیکن کوئی دوکاندار ایسا نہ تھا جس کا تعلق براہ راست کسی تجارتی مرکز سے ہو، سب کے سب ٹونک کے بڑے دوکانداروں سے قرض خرید کر گراں قیمت پر فروخت کرنے کے عادی تھے۔ سلیم کی نکتہ رس طبیعت نے اس کمی کو محسوس کر لیا اور اس نے بمبئی کے بازاوں سے تعلق پیدا کیا، جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ وہ افضل گنج میں ٹونک کے مقابلہ میں بھی ارزاں کپڑا فروخت کرتا تھا۔ اس نے نیا کپڑوں کے علاوہ بزازے کی بھی ایک مستقل دوکان قائم کر دی۔

سلیم پانچ سال افضل گنج میں رہا اور اس مدت میں اس نے پانچ چھ ہزار کے قریب نقد سرمایہ جمع کر لیا۔ پانچویں سال کے ختم ہوتے ہی اس کا تبادلہ شہر میں ہو گیا۔ اس نے اپنا تمام کاروبار ٹونک میں منتقل کر لیا اور وہاں پہنچتے ہی اس نے استعفار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دینے کی طرف توجہ کی۔ اس نے سینے کی دو نئی مشینیں خریدیں اور عمدہ قسم کا کپڑا دوکان میں مہیا کیا۔ یہاں آکر اُسے سب سے بڑی دقت یہ محسوس ہوئی کہ وہ اچھی قسم کے کوٹ، پتلون اور شیروانیاں قطع نہ کر سکتا تھا اور یہ کمی ایسی تھی جو بہت حد تک اس کی ترقیوں میں حائل تھی، ایک مرتبہ اُسے کپڑا خریدنے کی غرض سے بمبئی جانے کا اتفاق ہُوا۔ وہاں اس نے ایک بڑی کمپنی کا پتہ

معلوم کر کے اُس کے منیجر سے گفتگو کی کہ کتنے عرصہ میں اُسے جدید وضع کے کپڑے کاٹنے کی تعلیم دی جاسکے گی۔

(۳)

سلیم کا روپیہ تو بہت صرف ہوا لیکن چھ مہینے میں وہ کپڑے کی کتر بیونت میں نہایت اچھی مہارت حاصل کر کے بمبئی سے واپس ہوا۔

سلیم کے پاس سرمایہ کی کمی نہ تھی اور ملازمت سے وہ مستعفی ہو چکا تھا' اس لئے اب ٹونک میں قیام کرنا اس نے بے سود خیال کیا۔ اِدھر حبِ وطن نے اس کا دامن کھینچا۔ چنانچہ پورے آٹھ سال کے بعد اس نے جے پور کا رُخ کیا۔

رابعہ کے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا وہ اپنے دو یتیم بچوں کے ساتھ گھر میں رہا کرتی تھی اور سلیم جو کچھ بھیج دیا کرتا تھا اس سے اپنی گذر کرتی تھی۔

ایک دن شام کو رابعہ کا دروازہ کھلا اور ایک خوبصورت کشیدہ قامت نوجوان عمدہ لباس پہنے ہوئے اس کے گھر میں داخل ہوا' رابعہ پہلے چونک کر کھڑی ہو گئی۔ پھر سلیم کو پہچان کر اس سے لپٹ گئی۔

سلیم نے ساری رات جاگ کر شروع سے آخر تک اپنی رام کہانی بہن کو سُنائی اور رابعہ برابر حیرت سے سلیم کا مُنہ تکتی رہی۔ حتے کہ سلیم نے یہ "داستانِ دراز" ختم کر کے بہن سے آئندہ کے لئے مشورہ کیا۔

رابعہ نے دوپٹہ کے آنچل سے پیشانی پونچھتے ہوئے کہا' سلیم آؤ اپنی امانت مجھ سے لے لو ممکن ہے میں مرجاؤں اور یہ بوجھ میرے سینہ پر رہ جائے۔

رابعہ سلیم کو کمرے میں لے گئی اور ایک جگہ اس نے زمین پر پاؤں مار کر کہا' سلیم دیکھو یہاں دو فٹ کی گہرائی پر پیتل کا چھوٹا سا گگرا دفن ہے جس میں تمہارے مکان کی قیمت اور والدہ مرحومہ کا زیور رکھا ہوا ہے' دو ہزار میں مکان فروخت ہوا تھا جس میں سے پانچسو روپے میں نے خرچ کر لئے تھے اور تمہارے حصہ کے ڈیڑھ ہزار اب تک محفوظ ہیں' یہ روپیہ میں نے تمہاری شادی کے لئے رکھا تھا ــــ یہ کہہ کر رابعہ ٹھنڈا سا سانس لے کر پلنگ پر بیٹھ گئی' اس کے ہاتھ پیروں میں لرزہ آ گیا' سلیم نے مشوش ہو کر چاروں طرف دیکھا قریب ہی پانی کا گھڑا رکھا ہوا تھا۔ سلیم نے بہن کے منہ پر سرد پانی کے چھینٹے دیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد رابعہ کو ہوش آیا تو اس نے کہا سلیم میں نے تین وقت سے کھانا نہیں کھایا۔ اس وقت ضعف سے مجھے چکر آ گیا۔ تم جو کچھ بھیجتے رہے اس کا زیادہ حصہ بچوں کی تعلیم پر صرف کرتی رہی جس قدر بچتا تھا اس میں تکلیف اور عسرت کے ساتھ بسر ہوتی تھی۔

سلیم نے زمین کی طرف اشارہ کر کے کہا اور یہ خزانہ کس دن کے لئے رکھا تھا۔

رابعہ نے پست آواز میں جواب دیا' جس دن کے لئے رکھا تھا خدا کی عنایت سے آج وہ دن ہی نصیب ہو گیا۔

(۴)

سلیم نے جے پور کے سب سے بڑے بازار میں پچاس روپیہ ماہوار کی ایک شاندار دوکان کرایہ پر لے کر اپنا کارخانہ کھول دیا۔ پہلے دن دس پندرہ ہزار کا کپڑا اس کی دوکان میں موجود تھا اور سینے کی چھ بڑی مشینیں کام کر رہی تھیں۔ بارہ کاریگر بحیثیت ملازم اس کے یہاں حاضر تھے، جس میں سے چار آدمی سو سے اوپر تنخواہ پاتے تھے۔

رابعہ نے نہایت شان و شوکت کے ساتھ سلیم کی شادی کی، مگر سلیم کی ہدایت کے موافق کفایت کو ہر قدم پر ملحوظ رکھا۔

سلیم دیانت دار تھا ذہین تھا اور حکام سے میل جول پیدا کرنے میں اسے خاص مہارت تھی، اس نے پہلے ہی سال ریاست جے پور کے عمالِ حکومت پر اپنے اخلاق، دیانت اور رسوخ سے قبضہ کر لیا، چھوٹے ملازم سے لے کر اعلےٰ عہدیدار تک اس کے کام، ایفائے عہد، پابندئی وقت اور کاروباری تجربہ کا مداح تھا، لیکن سلیم کے لئے صرف اسی قدر کافی نہ تھا وہ موقعہ کا منتظر تھا۔ چنانچہ وقت آنے پر اس نے سب سے پہلے فوج کی وردی کا ٹھیکہ لیا۔ اس کے مقابلہ میں دو چار حریف بھی تھے مگر سلیم نے سب سے کم نرخوں پر وردی تیار کرنے کا "عہدنامہ" داخل کر کے ٹھیکہ لے لیا۔ اس مرتبہ منفعت کے اعتبار سے تو وہ زیادہ اچھا نہ رہا لیکن سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ دوسرے محکمات نے بھی اس کے کام کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھ کر اپنے اپنے یہاں کے ٹھیکے اس کو دیدیئے، آخر میں مہاراجہ بہادر کے "محل خاص" اور درباری ضروریات کا بھی اُسے ٹھیکہ دیدیا گیا۔ اب گویا وہ تمام ریاست پر چھا گیا۔ اُسے اپنے کارخانہ کو وسعت دینا پڑی، مشینوں اور کاریگروں کی تعداد میں بھی اضافہ کیا گیا۔ دفتر کے لئے چند تجربہ کار آدمی ملازم رکھے گئے۔

اسی درمیان میں سلیم کو اطلاع ملی کہ اس کے مربی اور محسن بدرالحسن انسپکٹر کسی قانونی گرفت میں آگئے ہیں، وہ فوراً ٹونک گیا اور انسپکٹر صاحب کے مقدمہ کی پیروی کے لئے اس نے قابل قابل وکیل بلائے۔ بالآخر انسپکٹر صاحب کو عدالت نے چھوڑ دیا، لیکن محکمہ نے ان کو برخاست کر دیا، سلیم انسپکٹر صاحب کو اپنے ساتھ لے آیا اور تین سو روپیہ تنخواہ مقرر کر کے ان کو اپنے کارخانہ کا منیجر بنا دیا۔

(۵)

سلیم کی دوکان جو اب ریاست جے پور میں "سیونگ کمپنی" کے نام سے مشہور ہے۔ ریاست میں سب سے بڑی دوکان ہے، اور سلیم کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ ریاست میں سب سے زیادہ "انکم ٹیکس" ادا کرتا ہے۔

اس کی بہن رابعہ دو بچے چھوڑ کر مر گئی تھی۔ سلیم نے ان دونوں کی تعلیم کا اعلےٰ بندوبست کیا اور اب ان میں سے بڑا لڑکا ولایت سے ڈاکٹری کی سند لے کر آیا ہے، اور چھوٹا ریاست میں منصفی کے عہدے پر فائز ہے۔

سلیم کے دو لڑکے پیدا ہوئے جس میں سے ایک تو کم عمری ہی میں ماں کی گود اور سایہ پدر سے جدا ہو کر آغوشِ قبر میں پہنچ گیا۔ دوسرا جامعہ ملیہ دہلی میں پڑھ رہا ہے۔

سلیم جو کسی زمانہ میں بدرالحسن انسپکٹر پولیس کی ڈیوڑھی پر گدایانہ عجز و انکسار کے ساتھ تعمیل احکام کے لئے ہر وقت کمربستہ رہا کرتا تھا۔ آج دو لاکھ کی کوٹھی میں قیمتی مسہریوں اور خوبصورت صوفوں کے نرم نازک گدوں پر شاہانہ انداز سے پڑا ہوا نیرنگئ زمانہ کو نگاہِ عبرت سے دیکھتا رہتا ہے۔

کون کہہ سکتا ہے کہ سلیم جو صرف پانچ روپے لے کر گھر سے نکلا تھا کسی زمانہ میں ثروت و امارت کی اسقدر بلند سطح پر فائز ہو جائیگا اور کون باور کر سکتا تھا کہ بازار سے ترکاری خرید کر لانے والا معمولی نوکر مستقبل قریب میں اتنے بڑے کارخانہ کا مالک بن جائیگا۔ جس میں پچاس ہزار کی خطیر رقم ملازموں کی تنخواہ پر صرف کی جاتی ہے اور کیونکر یقین کیا جا سکتا تھا کہ ایک غریب بہن کا مفلس بھائی جو سرزمین جے پور سے جلیبیں بھرنے کی نیت سے روانہ ہوا تھا۔ دولت و اقبال کا تاجِ زریں پہن کر ارضِ وطن پر قدم رکھیگا!

وہ جن کی نگاہیں ظاہری اسباب سے آگے نہیں جا سکتیں اور وہ جو حال کے پردے کو مستقبل کے رُخِ زیبا سے اُٹھانے کی قدرت نہیں رکھتے، حیران تھے سلیم کے اس طرح ترکِ وطن کر جانے پر۔ لیکن قدرت جو ہمیشہ کام کرنے والے "جوہرِ قابل" کی تلاش میں رہتی ہے۔ اور جس کا موکارِ قلم حال کے ورقِ سادہ کو اُلٹ کر مستقبل کے زرنگار صفحہ پر گلکاریاں کرنے میں مصروف رہتا ہے، سلیم کی آوارہ وطنی اور بیکسی کو تمہید بنا کر ایک ایسی دلچسپ کتاب تصنیف کرنے میں مشغول تھی جس کا مقدمہ گو کتنا ہی بے مزہ اور بے کیف ہو مگر اصل کتاب کا مضمون بیحد شاندار خوش آئند اور پُر کیف تھا اور جس کی ہر سطر میں روحِ انبساط اور رنگینیِ عیش و نشاط سانس لے رہی تھی +

نیرنگئ تقدیر

(۱)

جون کا مہینہ ہے، دوپہر کا وقت۔ تمازتِ آفتاب سے تمام بدن جلا جا رہا ہے۔ گرمی قیامت خیز ہے۔ لُو کے تند و تیز جھونکے کائنات کی ہر شے کو جھلسا رہے ہیں۔ چرند پرند اور تمام صحرائی جانور اپنے اپنے آشیانوں میں پروں کے نیچے چونچیں دبائے بیہوش پڑے ہیں۔ چلتے مسافر بھی دھوپ کی بے پناہ جلن سے پناہ لینے درختوں کے سایہ میں بیٹھ گئے ہیں۔ لیکن اس دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں بھی سڑک پر روڑی کوٹنے والے مزدور بڑی تندہی اور جانفشانی سے اپنے اپنے کام میں مشغول ہیں۔

نزدیک ہی درخت کے سائے تلے ایک آدمی ان کے کام کی پڑتال کرنے والا بیٹھا ہُوا ہے، پانچ چھ قدم کے فاصلہ پر ایک نوجوان لڑکا میلا رام نامی ٹوکری میں کچھ پکوڑے اور دو تین اور چیزیں۔ جس کا لے دے کے سرمایہ یہی پانچ چھ آنہ کی مالیت کی ٹوکری ہے لئے بیٹھا ہے۔ میلا رام کی عمر اٹھارہ سال سے زیادہ نہیں ہے۔ وہ اپنی ضعیف العمر والدہ کا سرمایۂ نشاط۔ آنکھوں کا تارا، حیاتِ الم آگین کا سہارا اور خانۂ تاریک کا گوہرِ شب چراغ ہے، وہ خیالات کی اتھاہ گہرائیوں میں غوطے کھا رہا ہے۔

(۲)

آفتاب نہاں خانۂ مغرب میں گم ہو چکا ہے، پرند درختوں پر دیر تک چہچہاتے رہنے کے بعد گھونسلوں میں خاموش جا بیٹھے ہیں۔ ہوا میں خنکی پیدا ہو چلی ہے۔ مزدور اپنے اپنے کام سے فراغت پا کر گھروں کو جا رہے ہیں میلا رام بھی ان سب کے پیچھے اپنی مختصر سی جائداد سر پر اُٹھائے گھر کی طرف جا رہا ہے۔ آج وہ کچھ شکستہ دل معلوم ہوتا ہے۔ گھر پہنچ کر اس نے اپنی ٹوکری ایک کونے میں رکھی اور سرنگوں بیٹھ گیا، ماں نے وجہ پوچھی میلا رام نے کہا اماں اس سے پہلے تو روز دو تین آنے کے پیسے مل جایا کرتے تھے لیکن آج صرف چار پیسے کی آمدنی ہوئی ہے ماں نے شکستہ دل بیٹے کو تسلی و تشفی دی اور کہا۔ بیٹا غمگین نہ ہو۔ ایشور کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں، خوش بختی و بدنصیبی۔ کامیابی و ناکامی۔ عزت و دولت۔ شہرت و بدنامی، رنج و غم مصیبت و راحت اُمید و یاس سب مقدر کے کرشمے ہیں۔ بازار جا کر اِنکا کچھ آٹا دال خرید لا تاکہ میں تجھے پکا کر دوں۔ تو نے بھی صبح سے کچھ نہیں کھایا ہے۔

(۳)

چھ ماہ کا عرصہ گذر چکا ہے، سردی کا موسم ہے۔ میلا رام حسب معمول روزانہ اسی سڑک پر جاتا ہے۔ کئی بار جب

اُسے دیر ہو جاتی ہے اور اس کے جسم پر کوئی موٹا کپڑا نہ ہونے کی وجہ سے سردی اُسے ستاتی ہے تو وہ دوسرے دن وہاں نہ آنے کا تہیہ کر لیتا ہے لیکن ماں کی تکلیف کو گوارا کرتے ہوئے مجبوراً اُسے جانا ہی پڑتا ہے۔ آج بھی اُسے دیر ہو گئی ہے۔ مینہ برسنے لگ گیا ہے۔ وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا ہے۔ بارش کے تھمنے پر وہ گھر کی طرف روانہ ہوا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکے جب اس کے کپڑوں پر روح فرسا بوچھاڑ کرتے ہیں۔ تو اس کے دانت بجنے لگ جاتے ہیں۔ آج جاتے ہی میلا رام کو شدت کا بخار ہو گیا۔ اس کی ماں کے پاس تھا ہی کیا جو اسکی تیمارداری پر خرچ کرتی وہ اس بات سے سخت فکرمند ہوئی کہ لے دے کے ایک بچہ ہی مجھ بدبخت کی زندگی کا سہارا تھا وہ بھی آج بیمار ہو گیا۔ اس وقت رات کے نو بجے کا عمل تھا دنیا اور اس کے پُرشور ہنگامے اس خاموش تاریکی میں اس طرح غرق ہو چکے تھے۔ جس طرح کوئی کشتی معہ اپنے مسافروں کے طوفانی سمندر کی گرجتی ہوئی لہروں میں سما جائے وہ اسی وقت اندھیرے اور سردی کی پروا نہ کرتی ہوئی قریب کے گاؤں سے حکیم جی کو لینے کے لئے چلی گئی۔

آہ! اس محبت میں جو ایک ماں کے دل میں اپنے بچے کے لئے ہوتی ہے ایک ایسی غیرفانی لیکن اثر ریز نزاکت ہوتی ہے۔ جو دل کی باقی تمام محبتوں سے بلند اور ارفع ہوتی ہے۔ اس کی گرمیوں کو نہ تو خود غرضی سرد کر سکتی ہے اور نہ خطرے ہی اسے ڈرا سکتے ہیں نہ بےشعوری اور نااتفاقی اسے کمزور کر سکتی ہے۔

حکیم پرمانند بڑے شریف آدمی تھے انکو یہ بھی معلوم تھا کہ یہ ماں بیٹا کس کس مپرسی اور ناداری کی حالت میں اپنی زندگی کے دن گذار رہے ہیں۔ وہ اسی وقت اس کی والدہ کے ساتھ مریض کی حالت کا معائنہ کرنے کے لئے آ گئے۔ دوائی تجویز کر کے اپنی گرہ سے خرید کر ایک خوراک پلا گئے اور دوسری خوراکوں کی بابت کہہ گئے کہ ایک دو تین گھنٹے کے بعد اور دوسری صبح پلا دینا اُمید ہے کہ صحت ہو جائے گی۔

ایک دن گذرا۔ دو دن گذرے اس کے بعد پورا ایک ہفتہ گذر گیا۔ لیکن مرض میں کوئی کمی نہ ہوئی حکیم پرمانند دو وقت مریض کی حالت کا معائنہ کر جاتے ہیں اور دوائی بھی اپنی دوکان سے لا کر دیتے ہیں۔

(۴)

رات کا وقت ہے ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ ایک پھٹے پرانے بستر پر میلا رام بیمار مضطرب اور بےچین پڑا کروٹیں لے رہا ہے۔ بعض اوقات کرب و اضطراب میں چیخ اُٹھتا ہے۔ اس کی ماں سراپا مرقع یاس و غم بنی اس کے سرہانے چارپائی پر بیٹھی ہے۔ قریب ہی دھکتے ہوئے کوئلوں کی روشنی اس کے چہرے کے تغیرات کو نمایاں کر رہی ہے۔ وہ خیالات کے اتھاہ سمندر میں غوطے کھا رہی ہے اور انتہائی غم و یاس کی حالت سے مضطربانہ انداز میں کہہ رہی ہے کہ جس پودے کو میں نے اپنے خون جگر سے پالا جو میری خزاں نصیب زندگی کا

سدا بہار پھول تھا' ہائے جو میری شبِ تار کا چراغ' میری زندگی کی اُمید' میرے وجود کی کائنات' میری آرزو کی انتہا تھا خدایا اُسے صحت بخش اور مجھ بدنصیب کو اپنے لامتناہی فیوض واکرام سے محروم نہ رکھ"۔

اسے اتفاق کہئے یا غم نصیب ماں کے فلک تنگاف و عرش رسید' نالہ ہائے، الم کا اثر کہ میلا رام نے آنکھ کھول دی اور کمزور و نحیف آواز میں کہا۔

"اماں مجھے میرے سکوڑوں والی ٹوکری لادو تاکہ میں بیچ کر آپ کے واسطے کچھ آٹا دال لاؤں"۔

اور پھر بیہوش ہوگیا۔ ماں کے دل پر ایک شدید چوٹ لگی۔ ۔ ۔ ۔ دل سے دعا نکلی "اللہ میری جان کے صدقے میرے میلا رام کا بال بینکا نہ ہو"۔ رقت سے گلا بھر آیا۔ آبدیدہ ہوکر کہا۔ بیٹا تو تندرست ہوجا۔ پھر دیکھا جائیگا۔

صبح کا وقت ہے میلا رام چارپائی پر آنکھیں بند کئے پڑا ہے۔ اس کی ماں چارپائی پر بیٹھی حکیم جی کے مشورہ کے مطابق سینے پر تیل کی مالش کررہی ہے۔

ماں نے اس کی طرف چشم پُرنم سے دیکھ کر کہا۔ بیٹا آنکھیں کھولو۔ میلا رام نے آنکھیں کھول دیں' اُٹھ کر دوائی پی اور پھر لیٹ گیا۔ اندھیرے بیابان میں بھٹکتے ہوئے مسافر کو شمع کی جھلک نظر آئی۔ اس نے محسوس کیا کہ کوئی غیبی قوت اس کے کان میں کہہ رہی ہے۔ ۔ ۔ ۔ "وہ زندہ رہے گا"۔

سمجھی کہ اب میرا بچہ تندرست ہوگیا وہ اپنے مستقبل پر غور کررہی ہے اور ماضی کے دلشکن واقعات کو یاد کرکے اس کا دل بیٹھا جاتا ہے۔ لیکن جب وہ میلا رام کو دیکھ لیتی ہے تو تمام رنج وغم بھول جاتی ہے، اس کی غمی خوشی کی حالت میں تبدیل ہوجاتی ہے اور دل ہی دل میں کہتی ہے کہ بلا سے کھانا میسر ہو یا نہ ہو میرا بچہ تندرست ہوجائے۔

(۵)

آفتاب جہاں افروز نے اپنی نورانی شعاعوں سے جہان کو منور کرنا شروع کردیا۔ میلا رام بھی ٹوکری سر پر اُٹھا کر چلا گیا۔ لیکن جب وہاں پہنچا جہاں آج سے دو ہفتہ پیشتر جایا کرتا تھا تو کیا دیکھتا ہے کہ سڑک تیار ہوچکی ہے۔ نہ وہاں مزدور ہیں نہ انکا سامان ہے تو عالم حیرت میں سر جھکائے دو تین گھنٹے بیٹھا رہا۔ اس عرصے میں سورج کی شعاعوں میں کافی گرمی پیدا ہوچکی تھی اور زمین کو تپانے لگ گئی تھیں۔ میلا رام وہاں سے اُٹھ کر ایک درخت کی چھاؤں میں بیٹھ گیا۔ اسی حالت میں بیٹھے بیٹھے اُسے وہیں بارہ بج گئے۔ دُور سے اُسے ایک سائیکل سوار آتا ہوا دکھائی دیا جو ایک انگریز افسر تھا وہ میلا رام کے مقابل پہنچ کر بائیسکل سے اُتر پڑا دھوپ کی حدت اور پیاس کی شدت کی وجہ سے اس کا دم خشک ہورہا تھا۔ اُس نے کہا "او مین ہمیں پیاس لگ رہا ہے پانی پلاؤ" میلا رام دوڑ کر گاؤں میں گیا پانی وغیرہ لاکر پلایا اور چارپائی لاکر بچھادی۔ صاحب بہادر نے دوپہر سایہ تلے

کاٹی۔ چلتے وقت میلا رام نے اپنی الم انگیز کہانی صاحب بہادر کے سامنے بیان کی وہ اس کی خدمت اور اس کی حالت کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور اپنے پاس بطور چپراسی ملازم رکھ لیا۔

(۶)

چھ ماہ کا عرصہ گذر چکا ہے میلا رام صاحب بہادر کے ساتھ بطور ایک چپراسی ملازم ہے۔ ایک دن گرمی کی شدت معمول سے زیادہ تھی۔ صاحب بہادر کمرے میں سو رہے تھے۔ میلا رام برانڈے میں سٹول پر بیٹھا پنکھے کی ڈوری ہلا رہا تھا۔ عین اس وقت جبکہ اس کی آنکھ لگا چاہتی تھی۔ ماں کی سخت بیماری کا خط اُسے ملا۔ اس نے صاحب بہادر سے کہا۔ جناب میری والدہ بیمار ہے۔ مجھے نوکری سے سبکدوش فرما دیا جائے تاکہ میں جا کر علاج معالجہ کر سکوں۔ صاحب بہادر اس کی بے لوث محبت اور خودداری کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور جاتے وقت تنخواہ کے علاوہ بیس روپے اور علاج معالجہ کے واسطے مرحمت فرمائے۔ میلا رام گھر آیا اس کی ماں سخت بخار میں مبتلا تھی۔ بہت دوڑ دھوپ اور علاج معالجہ ہوا لیکن فرسودہ ہڈیوں کا ڈھانچ بیماری کے سخت حملے کی تاب نہ لا سکا۔

تیسرے دن اس کی بیماری نے خوفناک صورت اختیار کر لی وہ نزع کی حالت میں دم توڑ رہی تھی۔ اسکی آخری گھڑیاں تھیں اور اب وہ صرف چند ساعتوں کی مہمان تھی بیچارہ میلا رام ماں کی چارپائی کے ساتھ تصویر غم بنا بیٹھا تھا اُسے اپنے آپ کی کچھ سُدھ بُدھ نہ تھی۔ آنکھوں سے بے اختیار اشکوں کا ایک سیلاب بہ رہا تھا۔ بڑھیا کی آنکھوں سے بھی ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے اس مصیبت کی گھڑی میں تھرّاتی ہوئی زبان میں رُک رُک کر ہچکیاں لیتے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ کہے۔

"ہے پرماتمن! مصیبت ماری کا بچہ، کلیجہ کا ٹکڑا، آنکھوں کا تارا تیرے سُپرد ہے۔ تجھ سے اچھا نگہبان تجھ سے بہتر پالنے والا کون ہوگا؟ آہ زندگی کی کمائی۔ دُنیا کا حاصل عمر کا اثاثہ یہی ایک جان ہے جو تیرے سپرد کرتی ہوں۔ تو ہی اس کا وارث ہے تو ہی اس کا مالک ہے میری نذر قبول کر۔ میری دعا منظور فرما۔"

حسرت کی آخری نگاہ بیٹے کے غمگین چہرے پر ڈالی اور آخری ہچکی کے ساتھ دم توڑ دیا یہ جانکاہ واقع غریب میلا رام پر جو کچھ بھی بجلی نہ گرا تا فرطِ الم سے گھگی بندھ گئی ماں کی آخری ہچکی کے ساتھ دنیا اسکی نظر میں اندھیر ہو گئی۔ مہربان ماں کی موت ایک برق تھی جو اس کے خرمن دل پر گری اور جلا کر خاکستر کر گئی ایک سنان تھی زہر غم میں بجھی ہوئی جو کلیجہ کے پار ہوتے ہی اپنا کام کر گئی۔ آسمانی غضب تھا کہ بس کے سر پر ٹوٹ پڑا۔ عزیز ماں کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ محبت و شفقت کی نگاہیں پھر گئیں۔ ظلم و ستم کی گھنگھور گھٹائیں چاروں طرف منڈلاتی ہوئی نظر آئیں۔

(۷)

اس بات کو دو سال کا عرصہ گذر چکا ہے میلا رام اپنی سابقہ دُکان ہی میں اسی افسردگی، ناداری اور تنہائی کی

حالت میں زندگی کی تلخ ساعتیں گذار رہا ہے۔

ایک دن میلارام افسردہ و پریشان اپنی مرضی کی تاریک و دلخراش الجھنوں میں پھنسا ہُوا تھا کہ ہرکارہ آیا اس نے ایک لفافہ دیا اور چلا گیا۔ اسی ادھیڑبن میں اس نے لفافہ چاک کیا اور پڑھنے لگا ہر لحظہ اس کا رنگ بدل رہا تھا چہرے پر حیرت۔ شک اور مسرت کے ملے جلے جذبات رقص کر رہے تھے وہ بار بار لفافے اور کاغذ کو حیرت و استعجاب میں ڈوبے ہوئے بےچینی اور اضطراب کے جذبات میں کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اُلٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا جیسے اُسے اپنی بیداری پر خواب کا گمان ہو۔ پندرہ بیس منٹ اسی حیص بیص میں گذر گئے۔ بالآخر اس نے اپنے تمام حواس کو مجتمع اور دماغ کو ٹھکانے کر کے اپنے آپ کو امرِ واقعہ کا پورا یقین دلا کر بار بار پڑھتے ہوئے الفاظ کا مطلب سمجھنے کی کوشش کی۔ خط کا مضمون یہ تھا۔

ٹمپل روڈ لاہور　　　　مائی ڈیر میلارام!

میں ملازمت سے سبکدوش ہو کر ولایت جا رہا ہوں۔ اس مہینے کی ۲۴ تاریخ تک یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ جاتا جاتا تمہاری خدمات کا کچھ معاوضہ دیتا جاؤں۔ ۲۰ تاریخ تک میرے پاس پہنچ جاؤ۔

ای۔ ایف۔ بنسٹن سپرنٹنڈنگ انجینئر لاہور

معلوم نہیں مسٹر بنسٹن نے میلارام کو اسکی خدمات کا کیا معاوضہ دیا۔ اتنا معلوم ہے کہ اس سے دو ہی سال بعد میلارام "رائے بہادر میلارام" بن کر لاہور کے معزز رؤسا میں شمار ہونے لگے۔

اسے کہتے ہیں "نیرنگیٔ تقدیر"۔　　　　نذیر احمد ناظر مدرس لوئر مڈل سکول لکھنکے

نوائے راز

(ابوالفاضل راز چاندپوری (مصنف دنیائے راز وغیرہ))

بے آب و رنگ مطلق دُنیائے رنگ و بو ہے　　　　ساقی! کہاں ہے لا نا وہ گُل جو شعلہ رو ہے

اک جام روح پرور اک نغمۂ محبت　　　　اب اور کیا بتاؤں کیا میری آرزو ہے

اے شکوہ سنجِ قسمت! ناواقفِ حقیقت　　　　کیا داد دوں میں تجھکو بے لطف گفتگو ہے

اہلِ نگاہِ گلشن کب سے ہیں گُل بداماں　　　　صد حیف! تو ابھی تک پابندِ رنگ و بو ہے

میں اور فکرِ دُنیا "کیا خوب" توبہ توبہ　　　　محدود کیا اِسی تک دنیائے آرزو ہے

پیشِ نظر ہیں ہر سو صد جلوہ ہائے معنی　　　　لیکن نظر ابھی تک سرگرمِ جستجو ہے

اربابِ پاکِ باطن اے راز کیا سُنیں گے　　　　بے لطف ہے یہ نغمہ حق ہے نہ اِس میں ہُو ہے

سررشتہ تعلیم پنجاب کے تازہ احکامات

(۱) سی ایم نمبر ۱۳۳۴ مقام لاہور مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۳۳ء

منجانب رائے بہادر مسٹر من موہن ایم اے انسپکٹر مدارس لاہور ڈویژن

بخدمت چیرمین اصحاب ڈسٹرکٹ بورڈز ۔ پریزیڈنٹ اصحاب میونسپل کمیٹی ہائے ۔ ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب مدارس و مینیجر اصحاب امدادی وغیرہ ہائی سکولز لاہور ڈویژن باستثنائے صاحب چیرمین ڈسٹرکٹ بورڈ و ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب مدارس ضلع شیخوپورہ

مضمون ۔ تنسیخ احکام سابقہ دربارہ علیحدگی مدرسین

”جناب من! اطلاعاً عرض ہے۔ کہ لالہ پرمانند ہیڈ ماسٹر اور لالہ دھرم چند ٹیچر ڈی بی مڈل سکول گوبند گڑھ ضلع شیخوپورہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے ریزولیوشن نمبر ۵ مورخہ ۴ فروری ۱۹۳۳ء کے رو سے دوبارہ ملازمت میں لے لئے گئے ہیں ۔ کیونکہ ان کے برخلاف مقدمہ ثابت نہ ہوسکا تھا ۔ لہٰذا دفتر ہذا کا سی ایم نمبر ۱۵۰۳ مورخہ ۳ فروری ۱۹۳۱ء منسوخ سمجھا جائے“۔

سی ایم اینڈورسمنٹ نمبر ۴۳۳۲ ۔ نقل ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب مدارس و صاحب چیرمین ڈسٹرکٹ بورڈ شیخوپورہ اور صوبہ کے دیگر ڈویژنل انسپکٹر اصحاب کی خدمت میں بغرض اطلاع مرسل ہو۔

(۲) سی ایم نمبر ۱۹۴ ، R مورخہ ۶ / ۱ اپریل ۱۹۳۳ء

منجانب صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب ۔ بخدمت جملہ ڈویژنل انسپکٹر اصحاب پنجاب

اطلاعاً عرض ہے کہ ہمارے نوٹس میں آیا ہے کہ کسی امدادی سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے اپنے علاقہ کے نائب تحصیلدار کو معائنہ سکول کی اجازت نہ دی ۔ چونکہ نائب تحصیلدار اصحاب بمنشا دفعہ ۵۶ ضابطہ تعلیم پنجاب و پیراگراف نمبر ۲۶ سٹینڈنگ آرڈر مجریہ صاحب فنانشل کمشنر بہادر مجاز ہیں کہ

نمبر ۱۲ ۔ اپنی اپنی تحصیل میں اس قسم کے مدارس بلا روک ٹوک معائنہ کر سکیں ۔ لہٰذا جملہ متعلقین پر اس ہدایت کو واضح کر دیا جائے“۔

دفتر صاحب ڈویژنل انسپکٹر مدارس لاہور ۔ سی ایم اینڈورسمنٹ نمبر ۴۳۸۶ مورخہ ۱۱ / ۴ / ۳۳ نقل ہدایت مندرجہ صدر ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحبان و اصحاب امدادی ہائی سکولز لاہور ڈویژن کی خدمت میں بغرض آگہی و رہنمائی مرسل کی جائے ۔

(۳) سی ایم نمبر ۴۳۲۹ مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۳۳ء

منجانب رائے بہادر مسٹر من موہن ایم اے انسپکٹر مدارس ڈویژن لاہور

بخدمت ہیڈ ماسٹر اصحاب سیکنڈری مدارس لاہور ڈویژن

مضمون ۔ غیر منظور شدہ کتب کا استعمال

جناب من! ۔ اطلاعاً عرض ہے کہ میرے نوٹس میں آیا ہے کہ ضلع امرتسر کے بعض مدارس میں غیر منظور شدہ کتب درسی استعمال میں آتی ہیں ۔ جو محکمانہ ہدایات و قواعد کے خاص برخلاف ہے ۔ لہٰذا عنقریب ضروری انتظامات کئے جائیں گے تاکہ اس بے قاعدگی کا استیصال کیا جا سکے۔

سی ایم نمبر ۴۳۳۰ مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۳۳ء ۔ نقل بخدمت ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب ڈویژن ارسال کر کے لکھی ہے

کہ اس مضمون پر ایک سرکلر میمو جاری کر کے اپنے اپنے ضلع میں غیر منظور شدہ کتب کا استعمال بند کرا دیں سالانہ معائنہ کے موقعہ پر خاص نگرانی اس بیقاعدگی کے دُور کرنے کا موجب ہوگی۔

(۴) گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) حصہ اول گزٹ (۱) نوٹیفکیشن نمبر ۴۹۹۹ R مورخہ ۹ مارچ ۱۹۳۳ء
ضابطہ تعلیم پنجاب کی گیارھویں ایڈیشن (۱۹۳۲ء) میں مندرجہ ذیل ترمیم و تنسیخ بغرض آگہی عوام مشتہر کی جائے۔
دفعہ ۲۰۵ - رقومات سکول کی ادائیگی - اس دفعہ کی بجائے یہ احکام روا لکھے جائیں۔ "سکول کی تمام رقومات یعنی فیس مالیہ سائنس فیس بورڈنگ ہوس فیس۔ سکول کے منظور شدہ فنڈوں کے چندے اور جرمانہ اجتماعی طور پر اس ماہ کی دس تاریخ تک جس کے لئے وہ واجب الادا ہیں ادا کر دیئے جائیں ورنہ شرح ذیل کے مطابق ہر ماہ کی دس تاریخ کے بعد عدم ادائیگی رقومات کے لئے جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔
(۱) اینگلو ورنیکلر سیکنڈری مدارس ایک آنہ یومیہ (۲) ورنیکلر سیکنڈری مدارس ۶ پائی یومیہ
(۳) پرائمری مدارس یا سیکنڈری مدارس کی پرائمری جماعتیں ۳ پائی یومیہ - اگر تمام واجب الوصول رقومات اور جرمانہ یا جرمانے کی رقوم پورے طور پر اس ماہ کی ۲۰ تاریخ تک جس کے لئے وہ واجب الوصول ہیں ادا نہ ہوں تو طالب علم کا نام رجسٹر حاضری سے خارج کر دیا جائے۔ اور جب تک سوہ ان تمام رقوم کو اور سیکنڈری مدارس کی صورت میں از سر نو رقم داخلہ ادا نہ کرے اسے دوبارہ سکول میں داخل نہ کیا جائے۔

یہ دفعہ وظیفہ خوار طلباء پر صرف اس حالت میں عائد ہو سکے گی جب وہ رقم وظیفہ وصول کر کے واجب الوصول رقومات ادا کرنے سے قاصر رہے
(دستخط) فیروز خاں - منسٹر (دستخط) آر سینڈرسن انڈر سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب
نمبر ۱۰۵۵ R - نقل جملہ ڈویژنل انسپکٹر اصحاب کی خدمت میں بغرض آگہی ارسال ہو۔
دستخط عبد الحمید انسپکٹر ٹریننگ انسٹی ٹیوشنز منجانب صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب
(۲) نوٹیفکیشن نمبر ۳۹۳۲ R مورخہ ۲ مارچ ۱۹۳۳ء دفعہ ۱۳۲ کی بجائے مفصلہ ذیل عبارت کو پڑھا جائے۔
"وظیفہ خوار طلباء خاص حالات کے سوا معافی فیس کے مستحق نہ ہونگے اور اس حالت میں صاحب ڈویژنل انسپکٹر صاحب یا پرنسپل صاحب مجاز کی منظوری حاصل کی جائیگی۔
(۳) نمبر ۱۶۱۸ R دفعہ ۲۰۵ - دوسری سطر میں لفظ "جرمانہ" پر ستارہ کا نشان دیا جائے۔ تاکہ صفحہ ۳۴ کے فٹ نوٹ میں واضح ہو سکے کہ اس دفعہ کے روسے بھی جو جرمانہ کیا جائے وہ بھی محسوب ہوگا۔
(۴) نمبر ۸۲۷ R موجودہ دفعہ ۱۸۷ ضمیمہ ہفتم میں ایزاد کیا جائے۔
"امدادی مدارس کی صورت میں نا قابل استعمال اشیاء کو نیلام کیا جائے اور زر نیلام سکول ریزرو فنڈ میں جمع کیا جائے"

(۵) سی ایم نمبر ۴۲۹۰ مقام لاہور مورخہ ۸ اپریل ۱۹۳۳ء
منجانب رائے بہادر مسٹر من موہن ایم اے انسپکٹر مدارس لاہور ڈویژن
بخدمت ہیڈ ماسٹر صاحب سی ایس مشن ہائی سکول وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ
"جناب من! آپ کی چٹھی نمبر ۸۴۰ مورخہ ۴ مارچ ۱۹۳۳ء کے جواب میں قابل ہے کہ پریکٹیکل سائنس کے متعلقہ تمام اخراجات سررشتہ کے منظور کردہ سکیل کے بموجب آئندہ سکول کنٹنجنٹ سے ادا کئے جائیں"
سی ایم اینڈورسمنٹ نمبر ۴۲۹۱-۴۲ مورخہ ۴ - نقل مندرجہ صدر بخدمت ہیڈ ماسٹر صاحبان ایڈڈ بریگیتنا ئزڈ ہائی سکولز و ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب لاہور ڈویژن بغرض آگہی و رہنمائی ارسال ہو۔

گورنمنٹ گزٹ

(۱) بیدی نرنجن سنگھ صاحب اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس امرتسر اپنے گریڈ ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ میں گورنمنٹ ہائی سکول فاضلکا میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے

(۲) مس آئی ایم سمس صاحبہ ایم اے کوئین میری کالج لاہور میں ۲۰۰-۲۰-۴۰۰-۲۵-۵۰۰ کے پراونشل سروس گریڈ درجہ دوم میں قائم مقام اسسٹنٹ مسٹریس مقرر ہوئی ہیں۔

(۳) ایم کریم بخش صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول راجن پور اپنے گریڈ ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ میں ڈیرہ غازیخاں تبدیل ہوئے۔

(۴) ایم اکبر خان صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول فتح جنگ اپنے گریڈ ۲۰۰-۱۰-۲۵۰ میں راجن پور تبدیل ہوئے۔

(۵) ایم حسین احمد منشی فاضل مولوی فاضل ادئی اورینٹل ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول گوہانہ گورنمنٹ ہائی سکول حصار میں تبدیل ہوئے۔

(۶) چوہدری امراؤ سنگھ ایس وی منشی فاضل اورینٹل ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول حصار سے گوہانہ تبدیل ہوئے۔

نوٹ ۔ اس تبادلہ میں ایم حسین احمد صاحب کو اپنے خرچ پر حصار جانا ہوگا۔

(۷) ایم سردار خاں صاحب ورنیکلر ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول ساہیوال سے گورنمنٹ ہائی سکول خوشاب تبدیل ہوئے۔

(۸) ایم عبداللہ خاں صاحب ورنیکلر ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول شاہپور صدر گورنمنٹ ہائی سکول ساہیوال میں تبدیل ہوئے۔

(۹) لالہ پیران ناتھ صاحب ایڈیشنل کلرک دفتر صاحب ڈویژنل انسپکٹر مدارس لاہور بطور کلرک گورنمنٹ ہائی سکول ڈیرہ بابا نانک تبدیل ہوئے۔

(۱۰) پنڈت لالچند صاحب کلرک گورنمنٹ ہائی سکول ڈیرہ بابا نانک سے دفتر صاحب ڈویژنل انسپکٹر مدارس لاہور میں بطور ایڈیشنل کلرک تبدیل ہوئے۔

(۱۱) ایم چراغ الدین صاحب ڈرل ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول لیہ گورنمنٹ ہائی سکول مظفر گڑھ تبدیل ہوئے۔

(۱۲) ایم نذر محمد صاحب بی اے ایس اے وی قائمقام سینیئر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول پاک پٹن میں ۸۰-۴-۱۰۰ کے گریڈ میں مقرر ہوئے۔

(۱۳) باوا ہرکشن سنگھ صاحب ایم اے پرنسپل گورو نانک خالصہ کالج گوجرانوالہ پنجاب یونیورسٹی کے فیلو مقرر ہوئے۔

(۱۴) خان بہادر خواجہ عبدالرحمٰن صاحب ایم بی - سی - ایچ - بی - ڈی - پی - ایچ قائمقام ڈائرکٹر محکمہ حفظان صحت پنجاب و پروفیسر حفظان صحت میڈیکل کالج لاہور پنجاب یونیورسٹی کے فیلو مقرر ہوئے۔

(۱۵) گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) میمورنڈم نمبر ۱۹۳۱۱ ای مورخہ ۱۶ جولائی ۱۹۳۲ء جو لالہ سندر داس صاحب بھاٹیہ ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول کمالیہ کے پی ای ایس (۲۵۰-۲۵-۵۰۰-۲۵-۶۰۰) کے گریڈ دوم میں ۲۰۰-۱۰-۲۵۰ کے گریڈ کی اپنی تنخواہ پر بطور قائمقام ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول علی پور تقرر کے متعلق شائع ہوا تھا منسوخ کر دیا گیا ہے۔

(۱۶) مس ایس ای ٹاملنسن صاحبہ لیکچرار زنانہ کالج کو مندرجہ ذیل طریق پر رخصت ملی:-

(۱) نصف اوسط تنخواہ پر ۲۷ مارچ ۱۹۳۳ء سے ۳ جولائی ۱۹۳۳ء تک (۲) تعطیلات گرما ۴ جولائی ۱۹۳۳ء سے ۲۰ جولائی ۱۹۳۳ء تک

(۳) نصف اوسط تنخواہ پر ۳ اکتوبر ۱۹۳۳ء سے ۹ اکتوبر ۱۹۳۳ء تک

مختلف نوٹ اور کارروائیاں

گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ ضلع گوجرانوالہ صوبہ کے اس نامی سکول سے ذیل کی کارروائیاں موصول ہوئی ہیں جو سکول کی دلچسپیوں پر کافی سے زیادہ روشنی ڈالتی ہیں۔

(۱) زنانہ کفایت شعاری کی انجمن کا اجراء ۔ سکول کی مختلف النوع سرگرمیوں کی ذیل میں یہ نئی سرگرمی کم قابل تعریف نہیں۔ اگر سکول کا باغیچہ لارنس گارڈن ثانی کے خطاب سے ممتاز ہو چکا ہے۔ تو اس کا فارم زرعی درس گاہ لائل پور سے لگا کھاتا ہے۔ اس کے دیہاتی میلے اور دیگر دیہاتی تماشے دیہات والوں کے لئے بیحد جاذب توجہ ہیں۔ وہ ان سے محظوظ ہو کر نفع کثیر حاصل کرتے ہیں۔ خدمت عامہ کے لئے سکول اور اس کے کارکن پیش پیش ہیں۔ حفظان صحت کے اصولوں کی اشاعت کے لئے اس کی زندگی وقف ہے۔ امداد باہمی کا محکمہ اس کی امداد کا ثنا خواں ہے۔ اس کا نمونہ کا گاؤں کوٹلی ساہیاں حقیقتاً نمونہ کا گاؤں ہے۔ غرض اس سکول کے لئے یہ کہنا کہ وہ روشنی کا مینار ہے ہر طرح سے بجا اور مناسب ہے۔ سکول شاہراہ ترقی پر نہایت سرعت سے گامزن ہے۔ چنانچہ موجودہ تقریب یعنی اس کی زیر نگرانی زنانہ کفایت شعاری کی انجمن نہایت پختہ بنیادوں پر زندہ کی گئی ہے۔ یعنی سکول کے قابل ہیڈ ماسٹر صاحب نے گوجرانوالہ سے مسب انسپکٹریس صاحبہ زنانہ کوآپریٹو سوسائٹیز کو مدعو کیا کہ وہ معزز خواتین کو کفایت شعاری کا پیغام سنائیں چنانچہ ۱۲ فروری کو بارہ بجے دن کے سکول میں پردہ کا خاص انتظام کر کے خواتین کو مدعو کیا۔ صاحب موصوف کی ہر دلعزیزی اور حسن کارگذاری سے متاثر ہوتے ہوئے سکول کے گاؤں سے خاص فاصلہ پر ہونے کے باوجود معزز خواتین کا جم غفیر اس میں حصہ لینے آیا۔ اور بیس سے زائد خواتین اسی وقت سوسائٹی کی ممبر بن گئیں اور اس طرح سے یہ انجمن جو عرصہ تین سال سے سکون و جمود کی حالت میں یوم بسری کر رہی تھی از سر نو زندہ ہو گئی۔ جلسہ کے خواتین کی آرزو پر باغیچہ دکھانے کے لئے پردہ کا انتظام کر دیا گیا اور انکی آرزو کو پورے احترام سے بارآور کیا گیا۔ ازاں بعد ان کی تواضع خورش و نوش سے کی گئی۔ اسی ذیل میں سکول کا فیصلہ ہے۔ کہ ۱۹ مارچ کو کوآپریٹو ڈے منائے تحصیل وزیرآباد سے دو سے زائد سوسائٹیوں کے نمائندوں کی شرکت کی توقع ہے۔ اس روز کوآپریشن کے کام کو زیادہ اچھا اور ہر دلعزیز بنانے کی تجاویز پر غور کیا جائیگا۔

(۲) صاحب ڈویژنل انسپکٹر لاہور کی گرامی قدر رائے ۔ "آج مجھے سکول کا مختصر معائنہ کرنے میں کمال مسرت ہوئی اتنے کثیر التعداد اصحاب نے اس درسگاہ کی تعریفیں کی ہیں کہ ڈویژنل انسپکٹر کا انکے ہمنوا ہونا مناسب معلوم نہیں دیتا لیکن سکول زبردست شاہراہ ترقی پر گامزن ہے اور اس میں بہت سی مفید تحریکات رائج ہیں۔ مسٹر لارنس کے ہاتھوں سکول کی قابل تعریف روایات برقرار رکھی جا رہی ہیں اور میں کئی ایک اور قابل قدر اصلاحیں دیکھتا ہوں جو انہوں نے اپنی ذاتی قابلیت اور سرگرمی سے ایزاد کی ہیں۔ پھولوں کا باغ رنگ آمیزیوں سے گلزار شعلہ زار بنا ہوا ہے"۔

(۳) ایچ ڈبلیو ہاگ صاحب بہادر مشیر تعلیم جسمانی محکمہ تعلیم پنجاب کی رائے ۔ "میں نے آج صبح جے وی اور ایس وی کلاسوں کا ڈرل کے مضمون کا امتحان کیا معیار بلند ہے اور میں مطمئن ہوں کہ طلبا کی تربیت مسٹر لارنس ہیڈ ماسٹر اور پی ٹی صاحب کے ماتحت صحیح اصولوں پر ہو رہی ہے۔ درس گاہ کی اس اعلےٰ شان کا سہرا ہیڈ ماسٹر سکول کے سر ہے۔ میرا خیال ہے کہ سکول ہذا کے متعلمین جب دیہاتی مدارس میں اس تعلیم کو عملی جامہ پہنائیں گے تو کایا پلٹ دینگے۔

احاطہ سکول کی آراستہ روشیں۔ خوبصورت باغیچے اور تراشیدہ حدود بندی ایک شاندار تنظیم کے مظہر ہیں۔ اور عام خیالات

گلہائے رنگا رنگ کی یہ زبردست سج دھج جو یہاں دیکھنے میں آئی ہے مثال نہیں رکھتی جن روایات اور کمالات کے لئے سکول کی شہرت ہے۔ حقیقتاً یہ اسی کا حصہ ہیں۔ اور ان کی تصدیق میں انکا دیکھ لینا ہی کافی ہے۔ ہر اس شے سے جو میرے سامنے تھی متاثر ہوا سکول کی ترتیب کا اثر صرف سکول تک ہی محدود نہیں بلکہ ارد گرد دیہات میں بھی جہاں اس سکول کے متعلمین کام کرتے ہیں نمایاں طور پر ظاہر ہے۔ میں مسٹر لازرس ہیڈ ماسٹر سکول کو ایسی درسگاہ میں اس اعلےٰ معیار پر کام کرنے کے لئے تہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

(سیتا رام اہلووالیہ اکال گڑھی سیکرٹری)

ڈسٹرکٹ بورڈ سکول ڈچکوٹ ضلع لائل پور

مسٹر ایف ایل برین کمشنر ملتان ڈویژن ۲۹ جنوری کو صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس اور زراعت انسپکٹر صاحب کے ہمراہ سکول میں تشریف فرما ہوئے جو ہر طرح سے معزز حاکم وقت کی شان کے مطابق آراستہ و پیراستہ تھا۔ سکول کے دروازہ پر شرفائے شہر و علاقہ۔ تحصیلدار صاحب اور سب انسپکٹر صاحب کھڑے تھے۔ سکول بینڈ اور سکاؤٹس بھی منتظر تھے۔ آپ کی تشریف آوری پر استقبال کے تمام رسوم عمل میں آئے۔ تمام اشیاء کو دیکھ کر آپ اور لیڈی صاحبہ خاص محظوظ ہوئیں۔ فوارہ کا نظارہ قابل دید تھا عجائب گھر کی شان ہی نرالی تھی۔ جماعت اول کا آسمانی چھت والا کمرہ تھا جس کے فرش پر مختلف جانوروں کی شکلیں تھیں۔ ہر تصویر کے نیچے پر حالات لکھے تھے۔ درمیان میں پہاڑی اپنی شان دکھاتی تھی۔ زراعتی فارم کے گرد اگرد کھیتی کے متعلق ماٹوز آویزاں تھے سب سے بڑی مولی اور شلغم کو دیکھ کر ناظرین حیران ہوئے اور سردار سنتوکھ سنگھ زراعت ماسٹر کی محنت کی داد دی۔ میدان کھیل میلہ چراغاں کا نظارہ پیش کرتا تھا۔ ایک طرف دیہاتی بھائی رسہ کشی کر رہے تھے۔ دوسری طرف پہلوان نبرد آزمائی کر رہے تھے۔ تیسری طرف کبڈی تھی کشتی اور پڑ کبڈی کا نظارہ مزید براں دلکش اور روح افزا تھا۔ پریڈ لیٹرین دیکھ کر صاحب بہادر بہت خوش ہوئے۔ اس اثنا میں میم صاحبہ نے ماس ڈرل اور سکاؤٹوں کے ڈرامٹک سٹنٹ دیکھ کر مکرر حکم دیا۔ چڑیا گھر میں بندر کا سلام ایک عجوبہ تھا۔ ادھر موچیوں کے ڈیپوٹیشن نے اپنی اولاد کی سالم فیس کی معافی کی عرضداشت پیش کی۔ علاقہ کے زمینداروں نے سکول کو ہائی سکول بنانے کی درخواست دی۔ دیہات سدھار کا ڈرامہ دکھایا گیا۔ سردار سوہن سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر سکول کی نسبت رقمطراز ہیں" کہ یہ سکول اپنے باغات۔ زراعتی فارم چڑیا گھر اور جماعت اول کی تعلیم اور دیہاتی کھیلوں کے لحاظ سے اگر نورمل سکول لکھوٹر کو مات نہیں کرتا تو مقابلے کا چیلنج ضرور دے رہا ہے۔ کام نہایت حیرت انگیز سرعت سے ہو رہا ہے۔ بلاشبہ اسے زیارتگاہ اور معجزہ گاہ کہہ سکتے ہیں۔ ایک شاندار باغ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اور کم و بیش پانسو طالب علم اس ماڈل درسگاہ کے زندہ کن اثرات سے مستفید ہو رہے ہیں جس نے روشنضمیر زمینداروں کی بہتری کی قسم کھا رکھی ہے۔

صاحب کمشنر بہادر فرماتے ہیں" یہ ایک بہترین درسگاہ۔ اس میں بہت اچھا کام ہو رہا ہے۔ بہت سے نئے طریقے زیر عمل ہیں۔ طلبا اور اساتذہ چاق و چوبند ہیں جنہیں دیکھ کر میں بہت خوش ہوا۔ ضروری ہے کہ ایسے سکولوں کا دیہاتی زندگی پر بہت عمیق اثر ہو اور عامۃ الناس کو نئی زندگی کے لئے کماحقہ بیدار کرے"۔

ڈی بی ہائی سکول خانقاہ ڈوگراں

اگرچہ سکول صرف دس ماہ سے ہائی سکول ہوا ہے۔ اور موجودہ مالی مشکلات کے زمانے میں اُسے کئی تکالیف کا سامنا ہوا ہے مگر ابتدائی منازل کو جس خوش اسلوبی سے طے کر کے وہ اپنی ترقی کا ثبوت دے رہا ہے۔ اسی سے اس امر کی پیشین گوئی کرنا کہ وہ عنقریب خاص حیثیت کا مالک ہو کر نامی اسکولوں میں شمار ہو سکیگا۔ عجب نہیں۔ اس کی بڑھوتری کی چند مثالیں ہدیہ ناظرین ہیں۔

(۱) ضلع کے ٹورنیمنٹ میں چاندی کے کپ۔ تمغے اور کئی انعام اس سکول کے حصے میں آئے۔
(۲) تعلیم نسواں کی عام اشاعت کے لئے اس سکول نے زنانہ صحت کی نمائش اور کانفرنس منعقد کی۔

(۳) پروپیگنڈا ورک اور نمونہ کا گاؤں بنانے کے لئے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع شیخوپورہ نے موضع چھینہ کا انتخاب کیا۔ سکول سکاؤٹس نے اپنے عملی جوہر کارکردگی سے افسران بالا سے داد تحسین و آفرین حاصل کی۔

(۴) سکول کو فخر حاصل ہے کہ اس کی جماعت ہشتم اور نہم کے طالب علم سٹیج پر کھڑے ہو کر مسلسل تقریر کر سکتے ہیں۔ عنقریب عام مناظرے کے لئے ضلع بھر کے طلبا کو مدعو کیا جائیگا اور علمی روایات کی تجدید ہوگی۔

(۵) سکول کی سرگرمیوں کی ذیل میں سکاؤٹنگ۔ فرسٹ ایڈ کلاس۔ پیسہ بنک۔ ماس ڈرل۔ کواپریٹو سوسائٹی۔ تھرفٹ سوسائٹی۔ باغیچہ اور سکول کی ادبی مجالس خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(۶) سکول کی مسلسل سرگرمیوں کے نتائج کا اظہار جناب باوا برکت سنگھ صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس لاہور ڈویژن کی لاگ بک کے مطالعہ سے معلوم دیتا ہے ۱۵ ممبران سٹاف سے پانچ نے گڈ اور باقی دس نے سٹیسفکری ریمارک حاصل کئے اس نمایاں کامیابی کے لئے شیخ احمد الدین صاحب سہگل ایم اے بی ٹی مبارکباد کے مستحق ہیں۔　　(ممتاز)

مڈل سکول بھوانج تحصیل ہمیر پور ضلع کانگڑہ — اساتذہ کی نگرانی میں طلبا کا جلوس دیہات سدھار کے غرض سے ٹیکہ جات اپر بھوانج۔ سموین اور بھوٹی روانہ ہوا۔ چنانچہ سکول اور دکانوں کے مابین شکستہ راستہ کی مرمت کرائی گئی۔ نواحی دیہات میں بذریعہ راگ و لیکچر زبچپن کی شادی کے نقصانات علم اور صفائی کے فوائد بیان کئے گئے۔ سموین نال کے پر فضا مقام پر کھڑے ہو کر دیہات سدھار کے بھجن گائے جن سے متاثر ہو کر دیہات کے لوگ جوق در جوق جمع ہو گئے۔ اور ایک میلہ ہو گیا پنڈت نہجے رام نے چارٹس سے صحت بچگان پر تقریر کی۔ جادو سکاؤٹ ماسٹر نے مارچنگ ڈرل اور کئی دلچسپ کھیلیں کھلائیں اور پبلک سے اپیل کی کہ وہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی خواہش کے مطابق دیہاتی ٹیمیں بنا کر اس طرح ورزش کیا کریں۔ تین یوم کے بعد ٹیکہ بہلوائی تمیوہ ویلی کے یگیہ میں شریک ہونے کو جلوس روانہ ہوا۔ راستہ میں بھوانج۔ بسی۔ ٹیکری۔ بھجلا۔ جھنڈویں اور باہنویں وغیرہ دیہات میں پرچار کرتے ہوئے بھنوری پہنچے جہاں ہارمونیم باجے کے ساتھ دلچسپ کھیلیں کھلائی گئیں۔ ورزش کے عمدہ نمونے دکھا کر عوام کو تلقین کی گئی کہ اس طرح ورزش کیا کریں۔ پنڈت اندر لعل صاحب ہیڈماسٹر نے اہل یگیہ و دیگر کارکنان کا شکریہ ادا کیا اور گاؤں اور گھروں کی صفائی ستھرائی۔ بچوں کو زیور علم سے آراستہ کرنے کے متعلق نہایت عمدہ مشورہ دیا۔ رتی بھوجن کے بعد واپسی کی ٹھہری (نامعلوم)

لوئر مڈل سکول چھپار ضلع لدھیانہ — سردار ساد ھو سنگھ صاحب اے ڈی آئی نے سالانہ معائنہ فرمایا اور مدرسین کو مفید ہدایات سے مستفید فرمایا۔ جونیر ریڈ کراس سوسائٹی کے کام کی پڑتال سے بہت خوش ہوئے۔ آپ نے چیچک کے انسداد پر مفید لیکچر دیا۔ ٹیکہ شدہ طلبا کے ٹیکوں کی پڑتال کی اور ریمارک ۲ لاگ بک میں تحریر فرمائے کہ حاضری باوجود مطلع صاف نہ ہونے کے تسلی بخش تعلیمی حالت اعلیٰ ورزش جسمانی پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔ ڈرل پروگرام بنایا ہوا ہے۔ عملہ بالیاقت اور کافی سند یافتہ ہے۔ دیہات سدھار میں خاص حصہ لیا جاتا ہے۔　　(رام جیداس)

لبھو رام دوابہ ہائی سکول جالندھر شہر — آریہ کمار سبھا کا تیسواں سالانہ جلسہ۔ بالک رام ہال میں ہون کے بعد پنڈت دھنپتی جی نے پرماتما اور دھرم کی طرف دھیان دلایا۔ پنڈت بہاری لال جی کے بھجن ہوئے۔ برہمچریہ کی رکشا پر لیکچر اور تدابیر بتائی گئیں۔ آریہ کماروں کی میدان میں دوڑیں ہوئیں۔ لالہ رام لال جی ہیڈماسٹر آریہ ہائی سکول لدھیانہ نے سچائی ہمدردی نیک چلنی اور ادب کرنے وغیرہ نیک عادات کو کہانیوں کے ذریعے ذہن نشین کرایا۔ دوسرے دن آریہ سماج مندر اڈہ ہوشیارپور میں ہون کے بعد بھجن سندھیا پرارتھنا ہوئی۔ آریہ کماروں کی کانفرنس پردھان لالہ متھرا داس جی کی صدارت میں ہوئی۔ اپنے جیون کو اونچا بنانے کی تدابیر بتائی گئیں۔ لالہ کرپا رام جی ایم اے کی صدارت میں پنر جنم پر خاص بحث ہوئی۔ اور اسکے حق میں فیصلہ ہوا۔ پنڈت اندر جی نے برہمچاری کے دھرم سمجھائے۔ لالہ ہردیال جی چوہدری ہیڈماسٹر لوکل نارمل سکول نے جیتنے والے آریہ کماروں کو انعامات تقسیم فرمائے اور سکول کی کھیلوں میں دلچسپی پر اظہار پسندیدگی کیا۔ منتری سبھا نے رپورٹ پڑھی سالانہ خرچ کے علاوہ

شردھانند سیوادل کا قیام - اس کے ذریعے لڑکوں کے کیرکٹر کی نگرانی و دیگر مفید کاموں پر روشنی ڈالی - رات آریہ کماروں نے اچھوت ادھار
کھدر کے فوائد اور ہندو مسلم اتحاد پر ڈرامہ دکھایا - (متھرا داس جوہرہ)

ورنیکلر مڈل سکول گھنوری کلاں ریاست پٹیالہ جماعت ہشتم کے اعزاز میں الوداعی جلسہ ہوا طلباء سکول نے اپنے جدا ہونے والے بھائیوں کے لئے
اظہار محبت و اتحاد کیا - جماعت ہشتم کے طلبا نے اپنی درسگاہ اور شفیق اُستادوں سے اپنا سچا اُنس ظاہر کیا اور اپنے قابل اور
ہردلعزیز ہیڈ ماسٹر صاحب سے فرط عقیدت اور جوش محبت ظاہر کرتے ہوئے سکول کا معاون و مددگار بننے کا وعدہ کیا - ڈاکٹر پیارالال
صاحب - خاں صاحب محمد اصغر خاں اور منشی ریاض محمد نے طلبا کو نصائح مشفقانہ سے مالامال کیا - ہیڈ ماسٹر صاحب کی ہدایات کے
بعد شاندار دعوت دی گئی - (ریاض محمد سیکرٹری)

ڈی بی مڈل سکول بھیلووال تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر لالہ ایشر داس صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر کی صدارت میں جماعت ہشتم کے طلبا کا الوداعی جلسہ ہوا معززین
دیہہ کافی تعداد میں جمع تھے - دو طلبا جماعت ہفتم نے دعائیہ نظم پڑھی - شیخ امام الدین صاحب ہیڈ ماسٹر نے غرض و غایت بیان کی - غلام محمد
جماعت ہشتم نے اپنی تقریر میں اپنی جماعت کے جذبات کا اظہار کیا - سراج الدین نے الوداعی نظم پڑھی - محمد طفیل جماعت ہفتم نے سکول کی
طرف سے تمام بھائیوں کو الوداع کہا - ہیڈ ماسٹر نے طویل اور پرمعنی تقریر میں جدا ہونے والے بچوں کو زریں و مفید نصائح دیں - لالہ گوپال داس
ٹرینڈ نے علم کی لازوال دولت کو دنیاوی مال و دولت پر جو ہر دم موض زوال میں ہے ترجیح دی - پیسہ اور علم پر پنجابی نظم پڑھی دوسری
نظم میں علم کے فوائد بیان کئے - اور ایک پنسالو داعی نظم میں دی - صاحب صدر نے معززین دیہہ کی طرف سے الوداع کہی اور اعلان کیا کہ
اس مدرسہ کا جو طالب علم تاریخ کے مضمون میں اول رہے گا - اسے چاندی کا تمغہ ہر سال دیا کرونگا کہ مجھے علم تاریخ سے خاص شوق
ہے - (نامہ نگار)

ڈی بی مڈل سکول سپاٹو ضلع شملہ (۱) سرمائی تعطیلات کے بعد ہی معلمین سنٹر سپاٹو کا غیر معمولی اجلاس جناب مسٹر ایس ایف دین بی اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی صدارت اور
چودھری محبوب علی خاں صاحب تحصیلدار کی حاضری میں جلسہ ہوا - جس میں آنریبل ملک فیروز خاں صاحب نون وزیر تعلیم پنجاب کو "سر" کا
معزز خطاب عطا ہونے پر مبارکباد کا ریزولیوشن پاس ہوا - اور قرار پایا کہ اس قرارداد کی ایک نقل جناب ممدوح کی خدمت میں ارسال
کی جائے - (بھگوان سنگھ ہیڈ ماسٹر)

(۲) قرارداد بالا کے پاس ہو جانے پر صاحب صدر نے تعلیمی امور پر مؤثر تقریر فرماتے ہوئے ہیڈ ماسٹران و انچارج مدرسین پرائمری مدارس
سے خطاب کیا کہ فراہمی طلبا - اوسط حاضری اور زائد المیعاد طلبا کا خاص خیال رکھا جائے - پرائمری سکول کے مدرسین خیال رکھیں
کہ جس قدر طلبا جماعت چہارم سے کامیاب ہوں وہ سب مڈل سکول میں داخل ہو جائیں - کسی قسم کی کمی نہ رہے - لازمی تعلیم کے بارے
میں ہدایت دی کہ مقدمات بہت کم دائر کئے جائیں - حتی الامکان اپنے ذاتی رسوخ سے کام لیا جائے - خاص حالات میں مقدمات دائر
کئے جائیں - ضروری امورات دورہ کے موقع پر تحصیلدار صاحب کے گوش گذار کر دیئے جائیں - اُمید ہے کہ تحصیلدار صاحب ہماری امداد
فرما کر متعلقین کو خاص فہمائش کرینگے - آپ نے دیسی کھیلوں کے اجرا پر خاص زور دیا اور اسکے بسرعت اجرا کی تاکید کی - آخر مارچ میں
پرائمری طلبا کا مختلف سنٹروں میں ٹورنمنٹ ہوگا - ہیڈ ماسٹر صاحب نے صاحب صدر اور تحصیلدار صاحب کی دلچسپیوں کا شکریہ ادا کیا
تحصیلدار صاحب نے پوری امداد کا وعدہ فرمایا - (گوپی ناتھ گپتا)

رورل کمیونٹی کونسل امرتسر سال ۱۹۳۲ء سال زیر رپورٹ میں اس کونسل نے تحصیل ترن تارن کے تین مختلف

مقامات گوندوال ۔ سرہالی کلاں اور ترنتارن میں اجلاس کئے ۔ سرہالی کے اجلاس میں سب ڈویژن ترن تارن کی چیدہ چیدہ بھجن منڈلیوں کے دیہات سدھار گیتوں کے علاوہ خالصہ سکول کے طلبا نے دیہات سدھار ڈرامہ دکھایا ۔ دیہاتی کھیلوں کے میچ شاندار پیمانے پر ہوئے ۔ ترنتارن کا اجلاس نرالی شان لئے تھا ۔ بڑی دھوم دھام سے جلوس نکالا گیا ۔ سب سے آگے گتکا باز ۔ بعد بھنگڑا ۔ پھر بینڈ اور سکاؤٹس ڈی بی سکول ترنتارن ۔ سب سے پیچھے مختلف مدارس کی بھجن منڈلیاں ۔ جلوس شہر کی گلیوں اور بازاروں سے ہوتا ہوا جلسہ گاہ میں پہنچا ۔ دیہات سدھار کا کام سپری دربار صاحب کی پرکرماں میں ہوا ۔ محکم فیض رساں کے افسران نے دیہات سدھار کے لیکچر دیکر باشندگان کی کمزوریوں اور خامیوں و نقائص دور کرنے کی تدابیر بتائیں ۔ شہباز پور سکول کی بھجن منڈلی اول نمبر پر رہی اور صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے اس کا خاص اعتراف کیا اور ہیڈ ماسٹر صاحب کو خوشنودی مزاج کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا ۔ عمدہ کام کرنیوالی بھجن منڈلیوں ۔ جیتنے والی ٹیموں اور ڈرامیٹک کلبوں کو انعامات عطا کئے ۔ جناب لالہ بھانا رام صاحب پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس اور انکے دست راست سردار لابھ سنگھ صاحب اے ڈی آئی کونسل کی دلچسپیوں اور سرگرمیوں کے لئے مبارکباد کے مستحق ہیں ۔ (آتما رام شنگاری)

اینگلو ورنیکلر مڈل سکول کوٹ میلارام ضلع ملتان سکول کو اپر مڈل ہوئے دو سال ہوئے مگر سکول حیرت انگیز ترقی پر ہے ۔ امسال ورنیکلر فائنل کے امتحان کا سو فیصدی ریزلٹ ۔ تین مڈل سکول سکالرشپ ٹورنمنٹ پر تین چاندی کے اعزازی کپ اور پچاس روپے کے قریب نقد انعام ملا ۔ یہ شاندار کامیابی کسی ہمعصر مڈل سکول کو نصیب نہیں ہوئی ۔ اسے رائے بہادر آنریبل لالہ رام سرنداس صاحب سی آئی ای ممبر کونسل آف سٹیٹ رئیس لاہور نے اپنے مزارعان ملازمان اور تمام لوگوں کے فیض کے لئے کھولا ہوا ہے ۔ خوشی کی بات ہے کہ سکول ان تمام مقاصد اور نیک اغراض کو بطریق احسن پورا کر رہا ہے جو اسکے اجرا کے وقت ملحوظ تھے ۔ صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس ملتان ڈویژن نے سالانہ معائنہ پر مفصلہ ذیل ریمارک درج فرمائے ۔

"میں سکول کے کام کو دیکھ کر بہت خوش ہوا ہوں ۔ طلبا کے ہمراہ ۱۶ لڑکیاں بھی زیر تربیت ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ مخلوط تعلیم میں خاص دلچسپی لی جا رہی ہے ۔ سکول نے گذشتہ سال تین مڈل سکول وظیفے اور ٹورنمنٹ میں تین چاندی کے اعزازی کپ حاصل کئے ۔ سکول کے اعداد و شمار حوصلہ افزا ہیں تعلیمی کام تسلی بخش ۔ سٹاف محنتی ہیڈ ماسٹر سرگرم ۔ منیجر ہمدرد اور طلبا ہشاش بشاش و چست چالاک ہیں ۔ میں اس سکول کا مستقبل شاندار دیکھ رہا ہوں اور منیجر صاحب سکول کے عمدہ اور اعلے کام پر مبارکباد کہتا ہوں" (گیلا رام منوچہ)

گورنمنٹ ہائی سکول جگادھری صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب نے تقسیم انعامات کے اجلاس کی صدارت فرمائی ۔ جماعت دہم کے دو طالب علموں نے پنسل اور قلم کے متعلق گفتگو کی کئی طلبا نے اردو ہندی اور عربی نظمیں سنائیں ۔ بعض نے صفائی اور کتاب کے متعلق نظمیں گائیں ۔ لالہ موہن لعل صاحب ایم اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر نے سکول رپورٹ پڑھی اور سکول کی تعلیمی ورزش اور اخلاقی صفائی وغیرہ شعبوں کی ترقی کا ذکر کیا ۔ جناب لیڈی سینڈرسن صاحب نے انعامات تقسیم فرمائے ۔ جو اہل جگادھری کے اہل دول و اہل علم اصحاب نے طلبا کی حوصلہ افزائی کے لئے عطا کئے تھے ۔ صاحب صدر نے اپنی تقریر سے حاضرین کو مسرور کیا اور مفید نصائح اور نیک مشوروں سے مالا مال فرمایا ۔ آخیر میں تمام حاضرین نے ٹی پارٹی میں شرکت فرمائی ۔ (سجاد علی فرحاں)

انجمن معلمین بورڈ سکولز صدر بازار لاہور چھاؤنی ۱۴ر فروری کو بعد دوپہر بورڈ سکول ۲ میں سردار ودھاوا سنگھ صاحب ہیچر بورڈ سکول ۲ کی وفات حسرت آیات پر تمام بورڈ مدارس کے مدرسین کا غیر معمولی اجلاس منعقد ہوا ۔ اور ریزولیوشن پاس ہوئے ۔

(۱) انجمن معلمین بورڈ مدارس صدر بازار چھاؤنی لاہور کا یہ جلسہ سردار دھاوا سنگھ صاحب ٹیچر بورڈ سکول ۔۔ کی بے وقت اور ناگہانی وفات پر اظہار رنج والم کرتا ہے کہ خداوند کریم مرحوم کی روح کو شانتی دے۔ اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا کرے۔

(۲) قرار پایا کہ مذکورہ بالا ریزولیوشن کی نقل مرحوم کے وارثوں اور تعلیمی رسائل وجرائد کو بھیجی جائے۔

(۳) مزید قرار پایا کہ مرحوم کے اعزاز میں باقی وقت کے لئے بورڈ مدارس بند کئے جائیں۔ (ماسٹر غلام رسول جنرل سیکرٹری)

ڈی بی لوئر مڈل سکول ککڑ ہٹی ضلع شملہ

۱۳ فروری کی شام کو مسٹر ایس ایف ڈین ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع شملہ رونق افروز ہوئے۔ چوہدری بھگوان سہائے صاحب ایس وی ٹیچر سپاٹو اور ہیڈ ماسٹر صاحب لالہ سہج رام جی سکول دیگی ہمراہ تھے۔ قرب وجوار کے دیہاتی باشندے مرد اور عورتیں سکول میں جمع ہوئیں۔ حاضرین کی تعداد کافی سے زیادہ تھی۔ صاحب موصوف نے بذریعہ گراموفون۔ زیورات پہنانے کی خرابیاں متعدی امراض سے بچنے کے لئے ٹیکا کرانے۔ قماربازی اور قرضہ کے نقصانات وغیرہ کے متعلق دلچسپ راگ سنائے۔ ہر ریکارڈ کے خاتمہ پر اس کی تشریح کی بعد ازاں بذریعہ میجک لینٹرن شراب نوشی کے نقصانات بڑی وضاحت سے ظاہر کئے۔ امریکہ ایسے شائستہ ممالک کی مثالیں دیکر اور باشندگان کی تصاویر دکھلا کر شرابیوں کی صحت اور ان کی اولاد کی جسمانی حالت کا مقابلہ کرتے ہوئے فرمایا کہ صحت۔ دولت اور عزت حاصل کرنے کے لئے شراب نوشی کی تباہ کن عادت سے بچنا چاہئے۔ سامعین خاص متاثر ہوئے۔ (امرا رام ہیڈ ماسٹر)

لوئر مڈل سکول ریل تحصیل ہمیر پور ضلع کانگڑہ

میلہ جھنجیح کے موقعہ پر ٹھاکر رام سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں دیہات سدھار کا مندرجہ ذیل کام ہوا۔ سکول بھجن منڈلی نے ڈھولک اور ہارمونیم باجہ سے بھجن گا کر حاضرین کو محظوظ کیا جو بہت متاثر ہو کر سکول کے گن گاتے تھے۔ ہجوم کے جمع ہو جانے پر ٹھاکر صاحب نے دیہات کی بدرسومات کا ذکر کیا اور انہیں کے دور کرنے کی تلقین کرتے ہوئے بچوں کو تعلیم دلانے کی رغبت دلائی۔ سکول سکاؤٹس باوردی میلہ گاہ میں تمام دن کام کرتے رہے جسے پہلے دن ہی سجا رکھا تھا۔ اکھاڑہ کا انتظام اعلےٰ پیمانے پر کیا۔ والدین کے گم شدہ بچے ڈھونڈ کر لا دیئے۔ پانی پلایا۔ ٹھاکر صاحب جگہ بجگہ پھر کر بھجن منڈلی اور سکاؤٹس کی نگرانی کرتے رہے اور مناسب ہدایات دیتے رہے (بھگوان سنگھ ایس وی)

خالصہ ہائی سکول چکور صاحب ضلع انبالہ

گذشتہ امتحان میٹریکولیشن سنہ ۱۹۳۲ء میں گنگا بشن نے ۶۵۳ نمبر حاصل کر کے یونیورسٹی سکالرشپ حاصل کیا۔ مزید برآں اسی برخوردار نے ضلع بھر میں ریاضی میں اول رہ کر ۱۱ دادمیموریل پرائز حاصل کیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب سکول کو مبارک ہو۔ (منگل سنگھ)

مڈل سکول سپاٹو ضلع شملہ

مسٹر ایس ایف ڈین ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے رات کے سات سے نو بجے تک شراب پینے کے برے نتائج۔ ملیریا کے انسداد۔ روپے کا جائز استعمال۔ بچہ اور زچہ کی نگہداشت ٹرینڈ دائیوں سے مشورہ۔ دودھ پلانے کا درست طریق اور فیشن پرستی کی مذمت پر میجک لینٹرن اور گراموفون کے ذریعے ایک کثیر مجمع کے سامنے جن میں باشندگان سپاٹو کے علاوہ دیہاتی بھائی بھی شامل تھے لیکچر دیا۔ دوسرے روز لوئر مڈل سکول ککڑ ہٹی ضلع شملہ میں اسی عنوان پر لیکچر دیا۔ (سیکرٹری)

لونیاں والہ ۹۰ ارکھ ضلع لائل پور

عالیجناب خان بہادر شیخ نور الٰہی صاحب اسسٹنٹ ڈائرکٹر پنجاب بمعیت شیخ محمد ظہور الدین صاحب انسپکٹر مدارس ملتان ڈویژن۔ ملک غلام حیدر صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر زراعت۔ لالہ جگن ناتھ صاحب اے ڈی آئی علاقہ سکول میں تشریف فرما ہوئے۔ لڑکوں نے سکول کے دروازہ پر خیر مقدم کیا۔ ویلکم گیت گایا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اور شرفائے دیہہ نے پھولوں کے ہار پہنائے۔ ایک لڑکے نے خوش آمدید کی نظم گائی۔ سکاؤٹس نے یونین جیک کو سلامی دی۔ بعدہ صنعت وحرفت کا کام۔ دیہاتی زمینداروں کی رسہ کشی۔ طلبائے سکول کی ڈرل۔ پراپیگنڈہ پارٹی کا

دیہات سدھار گیت۔ ڈرامہ راہبر کسان دیکھ کر نہایت خوش ہوئے۔ ڈویژنل انسپکٹر صاحب نے پچھلے سال کے ورنیکلر فائنل امتحان کے خوش کُن نتائج کا اظہار کیا۔ جسے آپ سُنکر بہت محظوظ ہوئے۔ جماعت اول کے کمرہ میں ماسٹر غلام رسول نے گروپ سسٹم کا طریقہ تعلیم پیش کیا جسے دیکھ کر آپ نے اظہار مسرت کیا۔ رخصت کے وقت باغیچہ سکول اور پھولوں کی کیاریاں دیکھ کر خاص خوش ہوئے طلبا نے آپ پر پھولوں کی بارش کی۔ (الطاف حسین سیکرٹری)

دیہاتی ٹورنمنٹ بیگووالہ سنٹر سنٹرل سب ڈویژن سیالکوٹ

لوئر مڈل سکول بیگووالہ میں سنٹر ٹورنمنٹ ہوا۔ سوڈھی جگت سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس چوہدری بہاول خاں صاحب اے ڈی آئی ضلع۔ اور بخشی سنسار چند صاحب پی ٹی ایس وقت پر تشریف لائے۔ رؤسا و اُمراء علاقہ نے خیر مقدم کیا۔ کبڈی کے میچ ہوئے رسہ کشی ہوئی۔ کُشتیاں بھی ہوئیں سنٹر اور لوکل طلبا کا میچ ہُوا۔ نظارہ قابل دید تھا۔ تماشائیوں کی تعداد چار ہزار کے قریب تھی۔ دکانیں سجی ہوئی تھیں۔ سکول آراستہ تھا۔

کھیلوں کے بعد سوڈھی صاحب کی صدارت میں تقسیم انعامات کا جلسہ ہُوا۔ حمد کے گیت کے بعد پنڈت منشی رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے حاضرین پر واضح کیا کہ صحت کو کس طرح قائم رکھا جا سکتا ہے۔ ایسے دیہاتی ٹورنمنٹ سے کیا غرض ہے؟ افسران کی شکر گذاری کے بعد سکول کی مختصر رپورٹ پڑھی۔ صاحب صدر نے اخیر میں مبلغ ۳۲ روپے کے انعامات کبڈی نمبر اول پانچ روپے نمبر دوم تین روپے علیٰ ہذا القیاس رسہ کشی اول پانچ دوم تین۔ غلام قادر کھلاڑی ایک روپیہ۔ ڈھول والوں کو دو روپے۔ گویا اور طبلے والے دو روپے انعامات طلبا لوعہ ۱۹ متفرق اخراجات تین روپے۔ والی میچ کے کھلاڑیوں کو سنگترے اور گنڈیریاں دی گئیں۔ طلبا سکول میں گیارہ پگڑیاں تین قمیص آٹھ اول درجہ کی بنیان۔ ایک جوڑا پاپوش۔ اٹھارہ رومال۔ چار ریکٹ اور چار بال پنسلیں کاغذ دواتیں سیاہی۔ ساٹھ طلبا میں تقسیم ہوئے۔ صاحب صدر نے گورنمنٹ کی صحت عامہ قائم رکھنے کی سکیم کا مفصل ذکر کر کے اپنے ضلع کی دیہاتی کھیلوں کے سرانجام کا ذکر کیا اور تحصیلی ٹورنمنٹ کا پروگرام سُنایا گیا۔ سٹاف بیگووالہ سکول کی اسقدر رقم چندہ جمع کرنے پر تعریف کی۔ لالہ فتح چند ہانڈہ رئیس بیگووالہ نے رؤسا علاقہ افسران اور سنٹر کے مدرسین کو وسیع پیمانہ پر پرتکلف ٹی پارٹی دی جن کا شکریہ ہیڈ ماسٹر صاحب نے ادا کیا۔ (سیکرٹری)

تحصیل سپورٹس ٹورنمنٹ ضلع سیالکوٹ

اس شعبہ میں ضلع سیالکوٹ صوبہ بھر میں اول درجہ پر ہے حسب معمول امسال بھی سنٹر ٹورنمنٹوں کے بعد تحصیل ٹورنمنٹ قرار پائے۔ چنانچہ تحصیل سیالکوٹ بمقام اگوکی مورخہ ۱۲ فروری تحصیل ڈسکہ بمقام ڈسکہ ۱۷ فروری اور تحصیل پسرور بمقام پسرور ۱۹ فروری نارووال تحصیل ٹورنمنٹ میلہ بریار ۷ مارچ کے آخری دن میلہ گاہ میں ہوا۔ سیالکوٹ تحصیل کے لئے خاص سیالکوٹ موزوں جگہ نہ تھی۔ لہذا سوڈھی جگت سنگھ صاحب نے اس کے لئے اگوکی تجویز کیا۔ گذشتہ سالوں کی نسبت دیہاتی کثیر تعداد میں جمع ہوئے رائے صاحب چودھری برناب رائے صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ اور ہیڈ ماسٹر صاحب نے ہر طرح سے انتظامات بہم پہنچائے دیہاتی ٹیموں کے کھانے کا انتظام مُفت کیا گیا۔ ٹورنمنٹ کے خاتمہ پر جملہ مدرسین افسران کو چائے کی پُرتکلف دعوت دی گئی۔ کامیاب ٹیموں کو انعامات رائے صاحب نے بدست خود عطا کئے۔ یعنی کبڈی عدالت گڑھ۔ رسہ کشی گُنہ خورد۔ والی بال رحیم پور کھچیاں۔ ڈسکہ ٹورنمنٹ کی رونق بھی سال ماسبق سے دوچند تھی۔ سکاچ مشن ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے ہر طرح سے ممکن امداد کی چودھری محمد اکبر خان صاحب تحصیلدار نے پچاس روپے کی گراں قدر رقم ریڈ کراس سوسائٹی کے فنڈ سے ڈسٹرکٹ میں دینے کا وعدہ کیا۔ خانصاحب چوہدری قاسم علی صاحب خانصاحب چوہدری جہال خانصاحب اور سردار سردار رچھپال سنگھ صاحب نے انتظام میں خوب مدد دی۔ صاحب ڈپٹی کمشنر معہ میم صاحبہ ٹھیک چار بجے کھیلوں کے میدان میں تشریف لائے۔ ٹورنمنٹ کے خاتمہ پر لیڈی صاحبہ نے انعامات

تقسیم فرمائے۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے گرہ خاص سے عہ کے انعام مدارس دیہاتی کھلاڑیوں کو دیئے۔ انعامات کبڈی بیرڑھ رسہ کشی بھاڈے چک۔ والی بال بڈھا گورایہ تحصیل پسرور کا ٹورنمنٹ پیریڈ گراؤنڈ میں بدستور سابق ہوا۔ خانصاحب فضل قادر خاں صاحب تحصیلدار پسرور نے ہر طرح سے امداد باہمی۔ اور ڈسٹرکٹ ارنمنٹ میں مالی امداد کا وعدہ فرمایا۔ چوہدری میراں بخش صاحب افسر مال نے انعامات تقسیم عطا کئے۔ شیخ محمد نواز خانصاحب ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ انسپکٹر بھی موقع پر تشریف فرما تھے۔ کامیاب ٹیمیں کبڈی چھوکے۔ رسہ کشی نوکریاں والی بال

ان ٹورنمنٹوں کی کامیابی کا سہرا سودھی جگت سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر کے سر بندھتا ہے۔ بخشی سنسار چند صاحب بی ٹی ایس اور تمام اے ڈی آئی اصحاب کا دلی تعاون بھی سکیم کو کامیاب بنانے کا موجب ہے۔ (چوہدری بہاول خاں اے ڈی آئی)

گورنمنٹ انڈسٹریل سکول منٹگمری ۱۸ فروری کو سکول کے سینیئر طلبا نے فائنل انڈسٹریل کلاس کے طلبا کو الوداع کہا۔ نہایت عزت و احترام سے انہیں رخصت کیا گیا۔ سٹاف سکول بھی اس الوداعی میٹنگ میں شامل تھا۔ خوشی کی بات ہے کہ طلبا نے جدا ہونے والے برادران سے اسی محبت اور پریم کا ثبوت دیا جیسا خاندان کے ایک بزرگ بھائی کی جدائی پر چھوٹے بھائیوں کی طرف سے روا رکھا جاتا ہے۔ رخصت ہونے والے نوجوانوں سے محمد اسمٰعیل نے تمام اُستاد اصحاب کی قابلیت محنت اور شفقت کا فرداً فرداً ذکر خیر کرکے دل سے شکریہ ادا کیا اور اپنے بھائیوں کی طرف سے از خورداں خطا و از بزرگاں عطا کے مطابق عذر خواہ ہوا کہ ان کی غلطیوں شوخیوں اور بے باکیوں کو جو نادانستہ سرزد ہوئی ہوں معاف فرمایا جائے اور اپنے چھوٹے بھائیوں کا شکریہ ادا کیا جو ایسے پریم سے انہیں الوداع کہہ رہے تھے۔ جناب لالہ جگن ناتھ صاحب چوپڑہ ہیڈ ماسٹر نے رخصت ہونے والے بچوں کو زریں نصائح سے مالا مال کیا۔ سب کا فوٹو ہوا۔ ۱۸ فروری کا دن سکول کی تاریخ میں یادگار دن ہے۔ جب طلبا نے فیما بین اس یگانگت۔ محبت۔ مروت اور عزت پیدا کرنے کا بیج بویا۔ (اقبال احمد)

انجمن معلمین سنٹر جوڑیاں کلاں ضلع سیالکوٹ ۲۵ فروری کو مدرسین کا غیر معمولی اجلاس مولوی عبدالرحمٰن صاحب اے ڈی آئی علاقہ کی صدارت میں جمع ہوا۔ اور مندرجہ ذیل ریزولیوشن باتفاق رائے پاس ہوا۔

"عالیجناب شیخ محمد نواز خانصاحب ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع سیالکوٹ کی خدمت میں جن کا عہد نہایت خوشی کا عہد تھا۔ فرزند نرینہ پیدا ہونے کی خوشی میں ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کیا جائے اور خالق ارض و سماء سے استدعا کی گئی کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ مولود مسعود کو جملہ آفات سے محفوظ رکھ کر عمر نوح عطا فرمائے۔" (دہری چند شرما)

رہنمائے تعلیم بھی اپنے کرمفرما شیخ محمد نواز خاں صاحب کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتا ہے۔ (سمپادک)

انجمن معلمین ذخیرہ بیراں والہ چک نمبر ۲ ضلع گوجرانوالہ (۱) ۲۸ فروری کو پراپیگنڈا پارٹیوں کا جلوس نکالا گیا۔ مفید نظمیں گائی گئیں جن سے مجمع کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہو گئی۔ دوکانوں اور پانی کا انتظام کافی تھا۔ سکول کے بچوں نے دو ڈرامے بہت خوبی سے ادا کئے پہلا تعلیم کے اور دوسرا انسداد رسومات بد کے متعلق تھا۔ دونو ڈرامے مقبول عام و خاص ہوئے۔ ازاں بعد تین چار لیکچر ہوئے بابے سیادہ خاں نمبردار نے بحیثیت صدر تقریر کی، اور زمیندار بھائیوں سے سکول سے دلچسپی اور اس کی بہبودی کی اپیل کی۔ دیہاتی لوگوں کا کھیل سونچی کھیلا گیا۔ رسہ کشی اور دیگر کھیل ہوئے۔ اخیر میں رائے صاحب کی طرف سے طلبا میں شیرینی تقسیم ہوئی۔

(۲) ۲ مارچ کو سکول کے اُستاد اور طالب علم ایک میلہ پر جہاں مستورات کی کثرت جاتی ہے نمبردار اور دیگر رفقا کے ساتھ گئے۔ اور مستورات کو اس طرح میلہ گاہ میں آنے سے روکا اور ڈرامے اور نظموں کے ذریعے حصول تعلیم میں رغبت بُرے کاموں سے نفرت کی تلقین کی گئی۔ ۴ مارچ مولوی عبدالرسول صاحب اے ڈی آئی علاقہ کی صدارت میں عالیشان جلسہ ہوا۔ تعلیمی پراپیگنڈا کے علاوہ سونچی رسہ کشی اور دیگر مفید کرتب دکھائے گئے۔ (رحمت علی)

اے وی مڈل سکول سونی ضلع شملہ مسٹر ایس ایف ڈین ڈسٹرکٹ انسپکٹر شملہ نے ۲۰ تا ۲۶ ر فروری چند دیہاتی مدارس اور سکول ہذا کا سالانہ معائنہ فرمایا۔ آرٹ پرائمری سکول نسبت پور میں بذریعہ لیکچر میجک لینٹرن شراب نوشی کے نقصانات عام فہم اُردو میں واضح کئے۔ ۲۱ کو دربار ریاست میں تشریف لا کر ۲۲ ر کو سکول کا معائنہ کیا۔ اور رات کو دیوان متھرا داس صاحب کھوسلہ وزیر کی استدعا پر بذریعہ گراموفون و میجک لینٹرن لیکچر دیہات سدھار ہُوا۔ انتظام کافی تھا۔ اور لوکل حکام ریاست شامل تھے۔ طلباء کے راگ کے بعد صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر نے حالات حاضرہ پر روشنی ڈالی۔ اور حاضرین سے بد عادات کا اعادہ کرتے ہوئے آرزو کی کہ ان سے نفرت کریں۔ بُری عادات کو ترک کر کے کفایت شعاری سے کام لیں اور اپنی اولاد کو بہتر بنانے میں توجہ دیں۔ جہالت دُور ہونے پر ملک کا بیڑا پار ہو سکیگا۔ کئی ریکارڈ سُنائے گئے اور پوری تشریح کی گئی۔ میجک لینٹرن سے شراب کے نقصانات واضح کئے گئے۔ شہنشاہ سلامت شہنشاہ بیگم کی تصاویر دکھلانے کے بعد قومی راگ گایا گیا جسے کھڑے ہو کر سب نے سُنا۔ دوسرے دن پھر عوام کی آرزو پر آپ نے ریکارڈ سُنائے اور تپ دق کی تصاویر دکھائیں۔

(گنگا داس گپتا)

ہر بھگوان میموریل ہائی سکول فیروز پور شہر (۱) تقسیم انعامات کا جلسہ شیو راتری کے مبارک دن شری مہاتما ہنس راج جی بی اے پردھان آریہ پرادیشک پرتی ندھی سبھا کی صدارت میں ہُوا شہر اور چھاؤنی کے تمام بڑے بڑے رؤسا و وکلا۔ اعلےٰ افسر اور سکول کے پُرانے طالب علم بڑی کثرت سے جمع تھے۔ مہاتما جی کی آمد پر آپ کا استقبال ممبران کمیٹی اور ہیڈ ماسٹر صاحب نے کیا۔ پرارتھنا منتروں کے بعد طلباء کے سبق آموز بھجن اور ڈرامے ہوئے۔ لالہ سدانند صاحب ہیڈ ماسٹر نے رپورٹ پڑھی اور سکول کی ہر گونہ ترقی کا اظہار کیا۔ طلباء کی تعداد۔ نتائج کی خوبی۔ کثیر التعداد امیدواران کا امتحان یونیورسٹی میں جانا اور اپنی قدیمی شان کو برقرار رکھنا وغیرہ وغیرہ۔ انعامات اور تمغہ جات کی تقسیم کے بعد مہاتما جی نے فرمایا کہ لالہ سدانند جی کی جان توڑ کوشش اور دیگر اصحاب کی فیاضی اور امداد سے سکول بہت اچھا کام کر رہا ہے۔ تعداد طلباء نو سو سے بڑھ چلی ہے۔ نتائج تسلی بخش اور کارگذاری ہیڈ ماسٹر صاحب اور انکے سٹاف کے لئے باعث کریڈٹ ہے۔ طلباء میں دیانتداری کا احساس پیدا کیا جا رہا ہے۔ اس موقعہ پر آپ نے ایک شخص کے نوٹ گم جانے اور طلباء کی دوڑ دھوپ سے ملنے کا ذکر خیر کیا۔ اُمید ہے کہ سکول اسی طرح اپنی شہرت اور روایت کو قائم رکھتا ہُوا شاہراہ ترقی پر گامزن رہیگا۔ میری پرارتھنا ہے کہ سکول ہمیشہ پھلتا پھولتا رہے۔ اور اس کے ہونہار دیش سیوا میں لگے رہیں۔ آپ کی تشریف بری کے بعد باقی تقریب سکول کے پُرانے طالب علم لالہ جگن ناتھ جی سیال ایم اے ایل ایل بی رئیس اعظم چھاؤنی فیروز پور کی صدارت میں مکمل ہوئی۔ انعامات کی قیمت کا اندازہ چار سو روپیہ ہے۔ اور اس زر کثیر کے جمع کرنے اور سکول کو معراج ترقی پر پہنچانے کے لئے لالہ سدانند جی ہر طرح سے قابل مبارکباد ہیں۔

(۲) بیادگار سلور جوبلی لالہ سدانند جی بی اے ہیڈ ماسٹر اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کا اجلاس لالہ شادی لعل جی پلتہ بی اے ایڈوکیٹ فیروز پور شہر منعقد ہُوا۔ "پردہ سسٹم موجودہ صورت میں تباہی کا باعث ہوگا" مضمون پر ضلع بھر کے ہائی سکولوں کے طلباء کی تقریریں ہوئیں جس میں اسلامیہ ہائی سکول چھاؤنی فیروز پور کے دو طالب علم۔ ایم بی ہائی سکول مکتسر کے ایک طالب علم ڈی ایم کالج کے دو طالب علم اور دوسکولوں کے دو طالب علموں نے تقریروں میں حصہ لیا [illegible] اول الذکر سکول کو اوّل اور دیو پرکاش، طالب علم سکول ہذا کو دوم قرار دیا جن کو تمغے انعام ملے۔ تقاریر میں اسلامیہ ہائی سکول مقابلتاً اوّل رہا۔ اور اسے ایک ٹرافی انعام دی گئی۔ یہ جلسہ ہر سال اسی طرح سلور جوبلی کی یادگار میں ہُوا کریگا۔ اور ضلع کے تمام ہائی سکولوں کے دو دو طلباء اس میں تقریریں کر سکیں گے۔ اوّل اور دوم کو تمغے اور اوّل رہنے والے سکول کو ٹرافی ملا کریگی۔

(نامہ نگار)

ڈسٹرکٹ ٹورنیمنٹ ڈیرہ غازیخاں جناب ملک امام بخش صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کے ذاتی اثر اور رسوخ کا نتیجہ ہے کہ ایسی مالی مشکلات میں ڈیرہ غازیخاں جیسے غریب ضلع میں ٹورنیمنٹ ہوئے۔ تحصیلی ٹورنیمنٹوں کی فاتح ٹیمیں چار دن مقابلے کرتی رہیں۔ جلسہ انعام کی صدارت صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے

فرمائی جبکہ تمام ضلع کے اعلےٰ افسر اور ڈویژنل افسران رونق افروز تھے۔ مقامی معززین کی کافی تعداد نے شرکت فرمائی۔ پی ٹی ایس صاحب نے جسمانی ٹریننگ کا کام دکھا کر محظوظ کیا۔ مسٹر اللہ وسایا ڈرل انسٹرکٹر نے اپنے مزاحیہ پارٹوں سے حاضرین کو لوٹ پوٹ کیا۔ منشی غلام حسن خاں بلوچ منشی فاضل نے نظمیں پڑھیں جن میں سے ایک خود صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر کی تیار کردہ تھی۔ صاحب سشن جج کی سرپرستی میں موسیقی اور سکاؤٹ ماسٹر کے اشارات کے مقابلے ہوئے۔ اور آپ نے چھوٹے بچوں کو یہ فقرہ "چھچھوندر کے دانت کھٹے ہیں" اشارہ کر کے دیا۔ ملک صاحب نے رپورٹ پڑھی اور صاحب بہادر نے انعامات تقسیم فرمائے۔ مخفی نہ رہے کہ صاحب ڈپٹی کمشنر نے دو سو روپیہ کی رقم ٹورنمنٹ کے لئے منظور فرمائی۔ پہلے سالوں میں سات سو روپے خرچ آیا کرتے تھے مگر قلت رقم کا رونق جوش اور شوق پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ مفصلہ ذیل مدارس کامیاب ہوئے۔

کوٹ مٹھن فٹبال۔ فاضل پور والی بال۔ شیر ورسہ۔ لال گڑھ ایتھلیٹک۔ اور منگروٹھ ہاکی۔ آپ نے رپورٹ میں صاحب صدر ہیڈ ماسٹر صاحب گورنمنٹ ہائی سکول۔ اے ڈی آئی اصحاب سیکرٹری صاحب ڈسٹرکٹ بورڈ اور مولوی عبد اللہ خاں ریفری کی امداد کا خاص شکریہ ادا کیا ہے۔ آغا عبد اللہ خاں اخوند سیکرٹری ٹورنمنٹ کمیٹی کی چستی اور سرگرم خدمات بھی باعث صد تحسین و آفرین ہیں۔ (غلام حسن خاں بلوچ)

سقراط پنجاب کا ورود ڈیرہ غازیخاں

۱۲ دیہات سدھار کے مشہور ریفارمر اور سقراط پنجاب مسٹر ایف ایل برین کمشنر ملتان نے ملک امام بخش صاحب کی درخواست پر گورنمنٹ ہائی سکول ڈیرہ غازیخاں میں صدر اور مقامی مدارس کے یکصد مدرسین کو "دیہات سدھار اور دیہاتی مدرس کی کامیابی" کے مضمون پر اردو میں مخاطب کیا۔ پون گھنٹہ آپ تقریر فرماتے رہے جس سے پہلے مولوی عبد اللہ خاں اور مولوی غلام حسن خاں بلوچ کی نظمیں ہوئیں۔ صاحب بہادر کی تقریر پر شبہ ہوتا تھا کہ کسی ٹریننگ کالج کا پرنسپل اپنے شاگردوں کو مخاطب فرما رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مدرسہ دیہات میں روشنی کا واحد چراغ ہوتا ہے جس سے اس علاقہ میں روشنی پھیل سکتی ہے۔ تعلیم نسواں کی اہمیت نہایت لطیف پیرایہ میں ذہن نشین کرائی۔ اور امید ظاہر کی کہ مدرسین اپنی لڑکیوں کو تعلیم دیکر دیہات کے لئے نمونہ بنیں گے تاکہ مستقبل قریب میں لڑکوں کی پہلی جماعت استانیوں کے سپرد کی جاسکے جو بچوں کی مشکلات مدرسین سے کہیں بہتر سمجھتی ہیں۔ آپ نے بچوں کی صفائی اور صحت پر خاص زور دیا۔ انہیں ٹیکا کرانے اور خوب کھلانے کی تلقین کی۔ صفائی اور ورزش سے صحت طاقت اور فصل کی آمدنی بڑھتی ہے بچوں میں ہر ایک چیز مقررہ جگہ پر ڈالنے کی عادت پیدا کی جائے۔ مزید فرمایا کہ مدرسین اکثر کمی تنخواہ کا رونا روتے ہیں مانا کہ تنخواہیں قلیل ہیں لیکن دیانتداری سے اپنے فرائض انجام دیئے جائیں۔ یہ ملک کی پاک اور بے لوث خدمت ہے۔ ایک نادر نظریہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا میں فقط تین طاقتیں کارفرما ہیں۔ زمیندار۔ سرکار اور خداوندگار۔ نعایت کا ½ حصہ تو زمیندار کے اپنے بس میں ہے باقی ½ سرکار اور خدا دونو کے اختیار میں۔ اللہ میاں کی امداد کے طور طریقے کسی سے مخفی نہیں۔ اور سرکار بھی اپنی مدد کرنے والوں کی مدد کرتی ہے۔ خاتمہ پر آپ نے مدرسین سے دوبارہ اپیل کی کہ وہ باشندگان ضلع کے دماغوں سے حرف غلط کی طرح یہ نقوش باطل دھو دیں کہ ان کی فارغ البالی اور خستہ حالی کی ذمہ دار تقدیر ہے بلکہ انہیں اچھی طرح سے ذہن نشین کرایا جائے کہ ان کی ترقی فقط ان کے اپنے اختیار میں ہے اور بس۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے صاحب بہادر کا شکریہ ادا کیا۔

(غلام حسن خاں بلوچ)

ضلع ڈیرہ غازیخاں میں فزیکل ٹریننگ کا ریفریشر کورس

۱۴ فروری۔ صدر ڈیرہ غازیخاں میں ۳۵ مدرسین حلقہ صدر کی جسمانی تربیت کا سب سے پہلا ریفریشر کورس جاری کیا گیا۔ اس موقعہ پر جناب ملک امام بخش صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے آغا عبد اللہ خاں صاحب

اخوند اے ڈی آئی حلقہ صدر اور پی ٹی ایس صاحب کی موجودگی میں زیر تربیت مدرسین کو مفصلہ ذیل ہدایات دیں۔ اور اُستاد کی گذشتہ عظمت یاد دلاکر فرمایا کہ اولیا ولیا اور انبیا وغیرہ بزرگوار ایک قسم کے اُستاد ہیں۔ مگر اساتذہ کی موجودہ بے وقعتی متعلقہ فرائض سے حقیقی ذمہ داری کے احساس کا فقدان ہے۔ ہم نے حلف اُٹھایا ہے کہ اس پسماندہ اور دور افتادہ بلوچی ضلع کو دماغی اور جسمانی دونو پہلوؤں میں پنجاب کے مرکزی اضلاع لاہور اور امرتسر وغیرہ کی سطح تک پہنچا دینا ہے۔ یہ ریفریشر کورس ہمارے آئندہ عزائم اور مقاصد کی پہلی کڑی ہے۔ اس کے بعد بہت جلد یکے بعد دیگرے اس قسم کے سات اور کورسز ضلع میں جاری ہونگے۔ جن کی تکمیل کی جائز طور پر اُمید کی جاسکتی ہے۔ کہ آپ صاحبان کی معرفت اس طویل ضلع کے دور دراز اور گمنام گوشوں تک جسمانی تربیت کے مبارک اثرات پہنچ جائیں گے جن سے ضلع کی جاہل آبادی کے جملہ طبقات یکساں طور پر مستفید ہونگے۔ اور مستقبل قریب میں ہماری منتظر آنکھیں اس ضلع کی خاک پاک سے بھی کئی نامی پہلوان اور رستم ہند دیکھ کر ٹھنڈک حاصل کریں گی۔

آپ ہی کو اپنے شاگردوں کو چستی کا سبق دینا ہے مگر عملاً آپ تین ہتھا پانی پیتے ہیں جو ٹھیک نہیں۔ مغربی ممالک میں مدرسین اپنے شاگردوں کو مفید ایجادات کے قابل بناتے ہیں۔ لیکن آہ! یہاں وہی چرخہ اور وہی کھڈی ہے جو آج سے ایک صدی پیشتر رائج تھی۔

آپ کا پہلا فرض اپنے زیر اثر یا شتعدوں کی جسمانی تربیت ہے۔ کیونکہ صحیح دماغ تندرست جسم میں ہوتا ہے۔ یاد رکھیں مدرس کی صحت کا اثر اس کے شاگردوں پر پڑتا ہے جیسی روح ویسے فرشتے' ایک سچی ضرب المثل ہے۔ آپ کو ٹریننگ دینے اور صحت کی دولت سے مالا مال کرنے کے لئے ہمارے اے ڈی آئی صاحبان ابھی ابھی ملتان سے جسمانی ٹریننگ حاصل کر آئے ہیں۔ دوستو جو سکھایا جائے توجہ سے سیکھو وہ کھیلیں پسند کرو جو دیہاتی زندگی سے مناسبت رکھتی ہوں۔ کم خرچ ہوں منضبط اور منظم ہوں اور ان سے تمام اعضاء و جوارح کو یکساں تربیت ہوسکے' آخر میں میری دعا ہے کہ آپ اپنے پاک ارادوں میں کامیاب ہوں اور اپنے فرائض کو پہچانتے ہوئے اس غریب ضلع کے مخلص اور سچے خدمتگار ثابت ہوں۔ (غلام حسن خاں)

مڈل سکول کانوالی ضلع حصار

۲۵ر فروری کو یوم والدین منایا گیا۔ حاضرین کافی تعداد میں آئے۔ طلبا کے والدین نے بچوں کے تحریری کام اور ریڈنگ روم کا ملاحظہ کیا۔ بعد میں ریڈ کراس شو دکھایا گیا جس میں آنکھ دھونا۔ دانت صاف کرنا۔ ناخن کاٹنا وغیرہ شامل تھے۔ حاضرین خوب متاثر ہوئے۔

چوہدری دھوپن سنگھ صاحب نے مدرسین کی پول ڈرل اور مارچنگ دکھائی۔ لالہ ملن لال صاحب اے ایس ایم کی صدارت میں طلبا نے مضامین سُنائے۔ لالہ ملاوا رام صاحب انگلش ٹیچر نے یوم والدین پر موثر تقریر کی۔ پنڈت لچھمی نارائن صاحب ہیڈ ماسٹر نے یوم والدین کی اہمیت اور دیگر امورات متعلقہ والدین اور اساتذہ پر مؤثر مضمون پڑھا۔ (لچھے نارائن شرما)

ریفریشر کورس مڈل سکول کالانوالی ضلع حصار

۱۶ لغایت ۲۵ر فروری کو صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کے حکم کی تعمیل میں چوہدری دھوپن سنگھ صاحب پی ٹی ڈسٹرکٹ سپروائزر کے ماتحت منعقد ہُوا تحصیل سرسہ کے بیس مدرسین مستفید ہوئے۔ روزانہ صبح سات بجے سے پونے آٹھ بجے تک صبح کی ورزشیں یعنی سادہ مارچنگ دوڑنا اور سانس لینا دس بجے سے تین بجے بعد دوپہر تک صرف آدھ گھنٹہ کے وقفہ سے اُستادوں کو ورزش جسمانی پر لیکچر اور پروگرام نوٹ کرائے جاتے تھے۔ تین سے چار بجے تک اُستاد عملی طور پر طلبا کو ورزش کرا کر اپنا آموختہ دہراتے تھے۔ بعدہٗ مقابلے کے کھیل پونے پانچ بجے تک ہوتے تھے اور پھر میجر گیمز کے کھیلنے کی عملی تربیت دی جاتی تھی۔ گو پہلے روز چند اُستاد بوجہ عمر خائف دکھائی پڑتے تھے۔ مگر چوہدری صاحب کی قابلیت نے انہیں ایسا خوشگوار بنایا کہ ہر اُستاد بخوشی تمام اپنے کام میں حصہ لیتا رہا۔ ۲۵ر فروری کے جلسہ میں معززین منڈی و دیہہ ہذا کی شمولیت سے اساتذہ نے نہایت عمدہ پول ڈرل اور مارچنگ دکھائی۔ ہر دو پارٹیوں کو انعامات دیئے گئے۔ چوہدری صاحب نے نہایت مؤثر اور پُرزور لیکچر دیا۔ (لچھے نارائن شرما)

ڈی بی مڈل سکول کوٹ سارنگ ضلع اٹک } اینگلو ورنیکلر گرل سکول تلہ گنگ کی رسم افتتاح کے بعد ۲ مارچ کو صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر بہمراہی مسز کننگھم صاحبہ سکول ہذا میں تشریف فرما ہوئے۔ سر یرام ناتھ صاحب۔ لالہ گلاب شاہ صاحب۔ راجہ فتح علی خاں۔ ملک خدا بخش انعام خوار۔ خان محمد شرف خان صاحب سب انسپکٹر مدارس اور ملک غلام نبی صاحب اے ڈی آئی علاقہ کے علاوہ معززین شہر اور دیہات علاقہ بکثرت جمع تھے۔ عربی باجا بجایا گیا۔ احاطہ سکول خوب آراستہ تھا۔ صاحب بہادر نے ہر چیز کو خوشی خوشی ملاحظہ فرمایا۔

سکول کی صفائی اور آراستگی کی تعریف کی طلبا سکول نے نظمیں گائیں۔ سکاؤٹس نے خاموش ڈرامہ دکھایا۔ حضور نے بعد پسندیدگی بیس روپے کی شیرینی عطا کی۔ پبلک کی طرف سے سپاسنامہ پیش ہوا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے سکول کی مختصر روئداد بیان کی۔ سکول کی خصوصیات کا ذکر کیا۔ آپ کے اعزاز میں سر یرام ناتھ صاحب نے شہر کے غربا میں حلوہ روٹی تقسیم کی۔ لالہ گلاب شاہ کے پیش کردہ پارچات میم صاحبہ نے مفلس اور نادار لوگوں کو دیئے۔　(گوہر شاہ)

ہائی ڈہڑیالہ جالپ ضلع جہلم } سکول کے اساتذہ اور طلبا کا غیر معمولی اجلاس جناب ماسٹر محمد شفیع صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر کی اچانک اور بے وقت وفات حسرت آیات پر منعقد ہوا۔ اور حسب ذیل قراردادیں پاس کی گئیں۔

(۱) اساتذہ اور طلبا سکول اپنے محترم ہیڈ ماسٹر صاحب کی اچانک اور بے وقت وفات پر اپنے دلی رنج کا اظہار کرتے ہیں۔ اور ان کے لئے دعائے مغفرت مانگتے ہیں۔

(۲) اس حادثہ جانکاہ میں وہ مرحوم کے پسماندگان سے قلبی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ بالخصوص آپ کی اہلیہ محترمہ اور آپکے والدین کے ساتھ

(۳) اور یہ تجویز کرتے ہیں کہ ان قراردادوں کی نقل مرحوم کے پسماندگان اور صوبہ کے اخبارات کو بھیجی جائے۔ مرحوم گجرات پنجاب کے رہنے والے تھے۔ بڑے نیک سیرت اور شریف الطبع بزرگوار تھے۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی یادگار چھوڑ گئے ہیں۔　(خان محمد)

رہنمائے تعلیم مسٹر محمد شفیع مرحوم کے پسماندگان سے اظہار ہمدردی کرتا ہے۔　(سیدپوا)

لوئر مڈل سکول بدوکے ضلع سیالکوٹ } چوہدری بہاول خاں صاحب اے ڈی آئی نے سالانہ معائنہ فرمایا تعلیمی حالت ماسوائے جماعت اول بمقابلہ سالہائے گذشتہ بہتر۔ اس جماعت کے مدرسین کا دوران سال میں یکے بعد دیگرے تبدیل ہونا۔ چیچک اور خسرہ کا دور دورہ وغیرہ وجوہات اس ضروری جماعت کی کمزوری کا موجب ہوئیں۔ دوسرے روز آپ کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ حمد الہٰی کے بعد طلبا نے یونیفارم کے ساتھ ماس ڈرل کی اور کئی قسم کی کھیلیں دکھائیں۔ مستحقین میں ۱۲/۲ روپے کے انعامات اور شیرینی تقسیم ہوئی۔ آپ نے انعام حاصل کرنے والوں کو مبارکباد دی اور چوہدری نبی احمد صاحب ای اے سی برادر خورد خان صاحب چوہدری قاسم علی صاحب ذیلدار رجسٹرار جونیئر وائس چیئرمین ڈسٹرکٹ بورڈ سیالکوٹ اور چوہدری فضل حسین صاحب سفید پوش کا اپنی لڑکیوں کو سکول میں بغرض تعلیم بھیجنے اور اپنی برادری میں تعلیم نسواں کی مثال قائم کرنے پر شکریہ ادا کیا۔ باغیچہ سکول بھی دلخوش کن منظر پیش کر رہا تھا۔ خانصاحب چوہدری قاسم علی نے مدرسین کے کام کی داد دی۔ سکول کو ایک گھڑیال عطا کرنے کا وعدہ کیا۔　(مرید حسین)

لوئر مڈل سکول کلاسکے ضلع گوجرانوالہ } چوہدری عنایت اللہ خاں صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ حمد باری کے بعد ہیڈ ماسٹر صاحب نے بتایا کہ سال گذشتہ میں سکول کے طالب علم مراد علی کو ریڈ کراس سوسائٹی کی طرف سے ۱۰روپے کا انعام مع سند عطا ہوا تھا۔ خوشی کا مقام ہے کہ امسال بلبیر سنگھ جماعت ششم کو تپ دق پر اچھا مضمون لکھنے کے صلہ میں ۱۰روپے کا انعام مع سند ملا ہے۔ اور رورل کمیونٹی کونسل ضلع گوجرانوالہ کے جلسہ

منعقدہ ۲۰ فروری کو خان بہادر ملک زمان مہدی خاں صاحب ڈپٹی کمشنر گوجرانوالہ نے اسے اپنے ہاتھ سے مرحمت فرما کر اسکی حوصلہ افزائی کی۔ چنانچہ اس جلسہ میں بلبیر سنگھ کے والد صاحب لالہ مکند رام جی کو مبارک باد دی گئی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے مزید براں فرمایا کہ قصبہ ہذا کے نواح میں چیچک کی عام شکایت ہے۔ لالہ دیوانچند صاحب ویکسی نیٹر کی آمد پر عوام کو پروپیگنڈا کے ذریعہ چیچک کے ٹیکہ کے فوائد سے آگاہ کیا گیا۔ لالہ صاحب نے مہربانی کر کے سرپراہ ذیلدار نمبردار اور ہیڈ ماسٹر صاحب کے ہمراہ گلی گلی اور گھر گھر میں پھر کر ٹیکہ لگایا۔ چنانچہ ۲۸۸ طلبا مدرسین عام بچے بچیوں اور مرد عورتوں نے ٹیکہ کرایا۔ طلبا سکول نے قرض کی خرابیوں اور ہمدردی پر دلچسپ اور معنی خیز ڈرامے سٹیج کئے۔ دیہات سدھار صفائی اور تعلیم کے متعلق نظمیں گائیں۔ صاحب صدر نے ہیڈ ماسٹر صاحب کی کارکردگی اور فرض شناسی کی تعریف کی۔ لالہ مکند رام کی طرف سے طلبا میں شیرینی تقسیم ہوئی۔ (بجے گوپال داس شرما)

مڈل سکول چک نمبر ۳۰ ا ب گ پچھلے سال کی طرح اس سال بھی سب ڈویژنل ٹورنامنٹ سمندری میں سکول نے والی بال اور فٹ بال کے بجر کپ حاصل کئے۔ شبیر خاں نے والی بال اور اتھلیٹکس میں وہ نام پیدا کیا کہ حریف بھی شاباش کہے بغیر نہ رہ سکے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اور انکے قابل سٹاف کو مبارک ہو۔ (محمد امان خاں نمبردار)

تحصیلی ٹورنمنٹ گورداسپور کاہنوواں چار ہزار تماشائیوں کی موجودگی میں ۶ ر اور ۷ ر مارچ کو ہوا۔ مڈل سکول کاہنوواں ہرچووال۔ گھماں۔ جوڑہ چھتراں اور تبڑ شامل ہوئے۔ سو گز دوڑ میں تمام مدارس کے طلبا شامل ہوئے۔ محمد علی کاہنوواں سکول اول رہا۔ ایک میل دوڑ میں اللہ دادخاں جوڑہ چھتراں سکول اول رہا۔ رسہ کشی میں کاہنوواں کی ٹیم فاتح ہوئی۔ اسی طرح کبڈی کے کھیل میں بھی اسی سکول کی ٹیم غالب رہی۔ فٹ بال میں بھی یہی سکول غالب رہا۔ کیونکہ مدمقابل کوئی سکول نہ تھا۔ والی بال ہرچووال ٹیم جیتی۔ دیہاتی فٹ بال میں کاہنوواں ٹیم کے مقابلہ میں کوئی ٹیم نہ آئی۔ دیہاتی والی بال ہرچووال ٹیم نے جیتا . . . . کبڈی میں جوڑہ چھتراں کی ٹیم کاہنوواں کی شرکت سے فتحیاب ہوئی۔ رسہ کشی میں گھور پورہ کے مقابلہ پر کوئی ٹیم نہ آئی۔ ۱۰۰ گز کی دوڑ میں سید احمد اول رہا۔ اور ایک میل دوڑ میں جگت سنگھ گھوریواہ اول رہا۔ دونو دن لالہ دیوید یال صاحب مجسٹریٹ گورداسپور۔ چوہدری برکت علی صاحب اے ڈی آئی علاقہ اور لالہ جگیاسا صاحب نے خاص دلچسپی کو کام فرمایا۔ پہلے دن شام کو مڈل سکول کاہنوواں کی ڈرامیٹک کلب نے صفائی کی دیوی کا ڈرامہ سٹیج کیا۔ جس کے لئے پنڈت منگل داس صاحب ہیڈ ماسٹر اور منشی فرزند علی صاحب کی دلچسپی قابل داد ہے۔ (ہیڈ ماسٹر کاہنوواں)

ایم بی مڈل سکول چوہڑکانہ منڈی ضلع شیخوپورہ دی حسین ڈرامیٹک کلب نے منڈی مویشیاں کے موقعہ پر ۳ ر ۴ ر مارچ کو "دی لائٹ" اور "درس عبرت" نامی ڈرامے سٹیج کئے۔ حاضرین کی تعداد بکثرت۔ حکام ضلع اور دیگر معززین کی موجودگی۔ میاں فضل الٰہی صاحب ڈپٹی کلکٹر اور شیخ غلام حسین صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے تین تمغے ایکٹروں کو عطا فرمائے۔ دربار کے موقعہ پر صاحب کمشنر بہادر ڈویژن لاہور نے ایکٹروں کو بیس روپے کا انعام عطا فرمایا۔ پانچ روپے نقد راگ پارٹی کے پانچ طالب علموں کو ملے۔ لالہ کدار ناتھ صاحب بی ایس سی بی ٹی ہیڈ ماسٹر مستحق مبارک باد ہیں۔ (بجے دیال)

لوئر مڈل سکول بابکوال تحصیل شاہدرہ طلباء سکول نے یکم مارچ کی رات کو جہالت کا کرشمہ نامی ڈرامہ سٹیج کیا۔ باوجود عدم تشہیر پانسو کی حاضری ہوئی۔ مستورات نے کافی حصہ لیا۔ سرداری لعل اور پھولا سنگھ کے راگ نے حاضرین کو بیحد محظوظ کیا۔ منشی محمد یوسف صاحب قمر نے دیہاتی مستقبل اور تعلیم پر موزوں لیکچر دیا۔ سکول کے خستہ حال کنوئیں کی مرمت کی اپیل پر نور روپے نقد جمع ہوئے اور قریباً اسی قدر وعدے۔ ماسٹر سردار سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر مبارک باد کے حقدار ہیں۔ (ایم محمد یوسف قمر)

گورنمنٹ انڈسٹریل سکول قصور ڈائرکٹر صاحب بہادر مصنوعات پنجاب ۱۴ مارچ کو تشریف فرما ہوئے۔ سکول کے شاندار باغیچے۔ مشینری اور کام کو دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے۔ لاگ بک میں مسٹر ای این ڈیوڈ ہیڈ ماسٹر کی حسن کارکردگی کی شاندار الفاظ میں تعریف کی۔ (حویلی رام)

ڈی بی مڈل سکول فتح آباد ضلع حصار بعد اختتام سالانہ معائنہ ڈاکٹر غلام حیدر صاحب پی سی ایم ایس اسسٹنٹ سرجن کی صدارت اور لالہ پربھودیال صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر حصار چوہدری عبدالستار خانصاحب اے ڈی آئی۔ خانصاحب سید حسین خاں انسپکٹر کوآپریٹو سوسائیٹیز۔ بابو رگھو نندن لال صاحب پلیڈر اور بابو بیربل سنگھ صاحب پلیڈر کی موجودگی کے علاوہ دیگر محاکم کے افسر بھی موجود تھے۔ طلبا کی نظموں اور مضمونوں پر اظہار مسرت کیا گیا۔ مسٹر رتی رام ہیڈ ماسٹر صاحب نے رپورٹ پڑھی۔ اور تمام مروجہ تحاریک کا ذکر کیا۔ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب نے اپنی مختصر مگر فاضلانہ تقریر میں مدرسہ کی موجودہ حالت کا خاکہ کھینچتے ہوئے چند مفید اور کارآمد ہدایات سے مستفید فرمایا۔ بعد تقسیم انعامات صاحب صدر نے صحت کے اصولوں کی تشریح کرتے ہوئے آنکھوں کی حفاظت پر واضح تقریر کی۔ چھ روپے کا نقد انعام معززین نے عطا کر کے سکول اور طلبا کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ (رام سروپ سانڈل)

ڈی بی مڈل سکول ہرچووال ضلع گورداسپور ڈسٹرکٹ ٹورنمنٹ میں جو بمقام کاہنووان ہوا۔ اور تمام سکول ٹیموں اور دیہاتی کلبوں کے فائنل میچ ہوئے۔ دیہاتی والی بال کلب اور سکول والی بال کلب ہرچووال کو کامیابی حاصل ہوئی۔ اور چھلانگیں لگانے۔ گولہ پھینکنے اور سوگز کی دوڑ میں بھی سکول ہذا کے طالب علم اول رہے۔ چوہدری سنت رام صاحب ہیڈ ماسٹر کو مبارک ہو۔ (بھگت رام)

جین ہائی سکول انبالہ شہر امیدواران میٹرک کو الوداع کہنے کے لئے ان کا اور سٹاف کا اجلاس ہوا۔ فوٹو لی گئی۔ جماعت نہم کی طرف سے امیدواران میٹرک اور سٹاف کی پارٹی ہوئی۔ بعد ازاں تقاریر ہوئیں۔ جماعت نہم کی طرف سے تقریروں کے بعد جماعت دہم کے طلبا نے جوابی تقاریر کیں۔ اور ہیڈ ماسٹر صاحب و ممبران سٹاف کی توجہات کا شکریہ ادا کیا۔ محمد اسمٰعیل جماعت دہم نے سکول کو بیل دینے کا وعدہ کیا۔ برہمچاری شنکر داس نے نصیحتیں کیں۔ لالہ منشی رام کی تقریر کے بعد ہیڈ ماسٹر صاحب نے بہت مفید اور کارآمد پند و نصائح کیں اور دعا کی کہ خدا آپ کو آپ کی محنتوں کا اجر دے اور سب اپنے مقاصد اور ارادوں میں کامیاب ہوں۔ مگر سکول کی یاد کو ضرور تازہ رکھنا اور سکول چھوڑنے کے بعد اس کا مداح اور مددگار بنے رہنا۔ (رام چندر داس گپتا)

ڈی بی مڈل سکول ڈگشائی ضلع شملہ تقسیم انعامات کا جلسہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی صدارت میں ہوا۔ طلبا کے سرپرستوں کے علاوہ ڈگشائی کے تمام انگریز حکام اور معززین دھرم پور شامل ہوئے۔ کپتان آر ایچ سٹبس صاحب بہادر خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ سکاؤٹس نے اپنے کھیل دکھلائے۔ ادبی پروگرام یعنی دعائیہ نظمیں انگریزی ڈرامہ گفتگو ہندی چوپائیاں اور اردو لطائف پر مشتمل تھا۔ حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔ گولہ اندازی تھیلوں کی دوڑ۔ ٹنل بال۔ تین ٹانگوں کی دوڑ۔ ایپل ماؤس۔ آٹے میں منہ سے سکے ڈھونڈھنا وغیرہ سب نے بہت پسند کیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے رپورٹ پڑھی۔ اور سکول کی ہر شعبہ ترقی پر روشنی ڈالی۔ صاحب صدر نے انعامات تقسیم فرمانے کے بعد ٹروپ لیڈر کو بیجز عطا کئے۔ جنہیں بعد میں مسز سٹبس نے فرداً فرداً ہر سکاؤٹ کو دیا۔ شیرینی کے بعد جملہ معززین و انگریز حکام کو ٹی پارٹی دی گئی۔
دوسرے دن مسٹر ایس ایف ڈین ڈسٹرکٹ انسپکٹر نے سالانہ معائنہ فرمایا اور تعلیمی کام کو سراہا۔ آپ کی موجودگی ضلع کی جہالت دور کرنے کے ساتھ نئی تحاریک اور ورزش جسمانی کی باقاعدگی کی ضامن ہے۔ (منسا رام)

مڈل سکول تبڑ ضلع گورداسپور ۱۱ و ۱۲ مارچ کو زراعتی فارم گورداسپور میں محکمہ زراعت نے ہفتہ کسان پوری شان و شکوہ سے منایا۔۔۔۔۔۔۔ سکول کلب نے پہلی رات "صفائی کی دیوی" کا ڈرامہ دکھا کر حاضرین کو محظوظ کیا۔ محکمہ نے ۵۰ کا پہلا انعام عطا کیا۔ متعلقین کو مبارک ہو۔

(ہرکشن چند)

گورنمنٹ نورمل سکول گکھڑ ضلع گوجرانوالہ (۱) کواپریشن ڈے۔ ۹ مارچ۔ خان بہادر ملک زمان مہدی خاں صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی صدارت میں منایا گیا۔ حاضرین کی تعداد اور پروگرام کی گوناگونی کے باعث یہ تقریب لاثانی اور لاجواب ہوگئی۔ گوجرانوالہ اور وزیر آباد کے تمام حکام شامل ہوئے۔ علاوہ بریں حاضرین میں ہر گروہ اور ہر جماعت کے نمائندے کثیر تعداد میں شامل تھے۔ صحن سکول میں شامیانہ لگایا گیا۔ سکول سکاؤٹس نے معززین کی آسائش اور نشست و برخاست کے لئے ہر ممکن تیاری کی اور خدمتگذاری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ بائیسکلوں کے رکھنے کا انتظام اعلےٰ اور ایک پہلا تجربہ تھا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے پینے کے جداگانہ انتظامات اچھے تھے۔ زراعت۔ تعلیم۔ ڈیری فارمنگ اور پبلک ہیلتھ محکمہ نے اپنی نمائشی اشیاء سے کواپریشن ڈے کو حقیقی معنوں میں جلوہ گر دکھایا۔ حمد الٰہی کے بعد تمام پروگرام بتدریج عمل میں آیا۔ تمام تقاریر عامۃ الناس کے مفاد کو لئے تھیں۔ کواپریشن۔ زراعت۔ تعلیم۔ استعمال اراضی۔ صحت عامہ اور طب حیوانات کے لیکچر خاص پسند کئے گئے۔ پروگرام کو دلچسپ بنانے کے لئے درمیانی وقت میں سکول کے طلباء نے "رہبر کسان" نامی ڈرامہ کیا۔ چوہدری نور احمد صاحب کے گانے اور بھائی کشن سنگھ صاحب ڈیری فارمنگ اسسٹنٹ کی پنجابی نظمیں خاص پسند ہوئیں۔ صاحب صدر کی ہدایات جو عام زمینداروں کی بہتری اور بہبودی کے لئے تھیں بہت پسند کی گئیں۔ اخیر میں سکول کے طلباء نے اپنی جسمانی ورزش اور ڈرل دکھائی جس سے سب کے سب بیحد محظوظ ہوئے۔ گارڈن پارٹی چوہدری خوشی محمد صاحب ٹھیکیدار فوج کی طرف سے سکول باغ میں دی گئی۔

(۲) **سکول کی نسبت ریاست بڑودہ کی رائے** ہم نے نورمل سکول گکھڑ۔ ماڈل سکول۔ باغات زراعتی فارم۔ بورڈنگ ہوس اور کوٹلی ساہیاں نامی گاؤں جہاں یہ سکول دیہاتی زندگی بسر کرنے کا اعلےٰ معیار سکھاتا ہے۔ دیکھا گاؤں کی تمام اعلےٰ فضا متعلمین نورمل سکول گکھڑ کی اس سعی بلیغ کا نتیجہ ہے جو انہوں نے دیہات سدھار کے متعلق اپنے سکول سے حاصل کر کے انہیں عملی جامہ پہنایا ہے۔ شاندار زراعتی فارم کو دیکھ کر ہمیں انتہائی مسرت ہوئی۔ سکاؤٹس کو جس محنت سے کام سکھایا جاتا ہے ہماری طمانیت کا موجب ہوا۔ مسٹر لازرس ہیڈ ماسٹر نے اپنے سٹاف کی متفقہ امداد سے ان تمام اعلےٰ درجہ کی مفید تحریکات میں جو مدرسین و عامۃ الناس ہر دو کے لئے بیحد سودمند ہیں۔ پوری کامیابی حاصل کی ہے۔ ایسی درسگاہوں میں ذاتی شخصیت نمایاں اثر رکھتی ہے اور بکمال مسرت کہا جاتا ہے کہ دیہات سدھار کے سلسلہ میں ہیڈ ماسٹر صاحب کی ذات پیشۂ مدرسی اختیار کرنے والے طلباء کی جن پر نونہالان قوم کی آئندہ قسمت کا دارومدار ہے۔ رہنمائی دستگیری اور حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔ بورڈنگ ہوس کے اعلےٰ انتظام کے لئے بخشی ہردیال صاحب سپرنٹنڈنٹ تحسین کے مستحق ہیں۔ انکی خندہ پیشانی اور تعمیل ارشاد کی خو درسگاہ کے جملہ متعلقین میں ضو افگن ہے۔

(سیتا رام)

ڈی بی مڈل سکول جنڈیالی ضلع لودھیانہ سردار جوگندر سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے بہمراہی سردار سادھو سنگھ صاحب اے ڈی آئی سالانہ معائنہ فرمایا۔ کلاسوں کی ماس ڈرل۔ دیہاتی لائبریری۔ جونیر ریڈ کراس سوسائٹی۔ شفاخانہ۔ صابن۔ کنگھے برائے استعمال۔ منہ دھونے والے اور کیسوں کو کنگھا نہ کرنے والے طلباء وغیرہ انتظامات پر اظہار مسرت کرتے ہوئے تعلیمی مضامین کا معائنہ فرمایا۔ اخیر میں آپ کی صدارت میں تقسیم انعامات کا جلسہ ہوا۔ پنڈت جگن ناتھ مسافر نے پنجابی نظم پڑھی۔ طلباء نے

علم پرچار ڈرامہ کیا۔ پنڈت گوجر رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے سالانہ رپورٹ پڑھی۔ سکول کی عمارت مکمل ہوگئی ہے اور سردار جگندر سنگھ صاحب گل اور رسیور نے سوا سو روپیہ چندہ دیکر ہماری امداد کی ہے۔ بعد تقسیم انعامات صاحب صدر نے نہایت مفید معلومات پر روشنی ڈالی تعلیم کا مدعا محض حصول ملازمت نہیں بلکہ دیگر مہذب ممالک کی طرح دیگر شعبوں میں رجحان ہونا چاہئے۔ (جگن ناتھ)

ورنیکلر مڈل سکول نورہ ضلع کانگڑہ اگرچہ طلباء دیہات سدھار کے لئے خوب تیار تھے مگر چیچک کی وجہ سے پہلے بند ہوگئے اور انہیں مجبوراً اظہار خیالات کا موقع نہ ملا۔ ہولی کے دنوں میں یہ موقع مل گیا۔ راگ منڈلیوں کے راگ سننے کو ٹھٹ کے ٹھٹ آدمی جمع ہوگئے۔ سکاؤٹس نے ایسے موقع پر خوب انتظام کیا۔ دیہات سدھار کے راگ جاذب توجہ تھے۔ پنڈت کیسری لال صاحب ہیڈ ماسٹر نے دلچسپ پیرایہ میں قبیح رسومات کے نقصان اور انکے تدارک کے طریق دیہاتیوں پر واضح کئے۔ سکاؤٹس نے مختلف کھیلیں دکھا کر راغب کیا۔ (بشمبر چند)

ٹیچرز کانفرنس پالم پور ضلع کانگڑہ پنڈت مرلی دھر صاحب سود گل ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی صدارت میں منعقد ہوئی کنور ملاپ چند صاحب اے ڈی آئی نے نہایت دلچسپ پیرایہ میں حاضرین کو تعداد طلباء بڑھانے۔ ان کی جسمانی صفائی۔ فزیکل ڈرل اور دیہات سدھار کے متعلق مفید ہدایات دیں۔ اور مثال کے طور پر پرائمری سکول سنگھول اور ورنیکلر مڈل سکول نورہ کی برانچوں کا نام پیش کیا۔ رجسٹروں کے اندراجات کی خامیاں اور ان کی درستی کے طریق بتائے۔ مدرسین کو اجازت دی کہ اپنے شکوک پیش کریں۔ تعلیم کو دلچسپ اور مکمل بنانے کے لئے ڈائری کی تحریر پر زور دیا۔ آپ کے بعد صاحب صدر نے فرمایا کہ ہمارے مدارس کی تعداد روز افزوں حقیقی اور مستقل ہو۔ جو لڑکا سکول میں داخل ہو اسے انتہائی کورس ختم کئے بغیر چھوڑنے کا نام نہ لے۔ اگر ایسا ہو جائے تو بیڑا پار ہے۔ پہلی جماعت کا معیار یہ ہو کہ لڑکا صبح کی نسبت شام کو زیادہ باخبر نظر آئے۔ اس جماعت کے نوے فیصدی طالب علم دوسری جماعت کے لئے تیار ہوں۔ علےٰ ہذا القیاس دیگر جماعتوں میں بھی۔ یہ تعلیم کی رفتار آہستہ مگر پختہ ہو۔ مدرسین اپنے اخلاقی پہلو کا نمونہ پیش کریں۔ صفائی کے متعلق آپ کی تقریر مؤثر تھی۔ باطنی اور ظاہری صفائی کی ضرورت کو واضح کیا اور انکا فرق اور دونوں کیوں ضروری ہیں کو روشن کیا۔ سکول میں بچوں کی پوشاک۔ ناخن۔ کان۔ دانت اور آنکھ روزانہ دیکھے جائیں طلباء آنکھوں میں سرمہ لگا کر آئیں۔ جونیئر ریڈ کراس کے ممبران صرف آگ لگانے پر ہی اکتفا نہ کریں بلکہ گاؤں کی روڑیاں اٹھوا کر دور پھینکنا۔ گھروں میں کھڑکیاں اور روشندان رکھنا۔ دیہات میں درخت لگانے کا شوق پیدا کرنا وغیرہ بھی اپنا فرض جانیں۔ سکول احاطے میں صفائی کے علاوہ ہر سامان باترتیب ہو۔ سکول کے کمرے طرح طرح کے چارٹس سے مزین ہوں۔ سکاؤٹنگ تحریک صرف وردی پہن کر ڈنڈا ہاتھ میں لے کر پھرنا اور گانٹھیں دینا نہیں بلکہ خلق خدا کی عملی خدمت کرنا ہے۔ مثلاً گاؤں میں کوئی لاوارث مر گیا۔ بارش برس رہی ہے اور اس کے جلانے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ اس وقت جونیئر ریڈ کراس کفن بہم پہنچائے اور سکاؤٹس مردے کی آخری رسومات بجا لائیں۔ مزید براں فرمایا کہ تعلیم اس وقت مکمل ہوگی جب صحت جسمانی بھی بحال رہ سکے گی۔ اس کے لئے ایک شہری طالب علم وہاں چست و چالاک ہو جیسا اس کا ہم عمر دیہاتی۔ پنڈت چاند کشور صاحب پی ٹی نے ایک دلچسپ کھیل دکھایا اور اپنے تجربات نہایت عمدگی سے واضح کئے۔ تمام مدرسین کو بائیس بائیس منٹ کے دو پروگرام ورزش لکھائے اور مدرسین کو ان صاحب کی مدد سے اس کام کو وسیع پیمانے پر کرنے کے لئے فرمایا۔ اور میدان میں پریکٹیکل تعلیم دی۔ ہر سہ اصحاب متذکرہ صدر کی توجہ سے مدرسین بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ (کیسری لال)

گورنمنٹ نورمل سکول نجف گڑھ صوبہ دہلی دیہات سدھار ہفتہ میں نیو پل ٹیچران نے ایم مظفر حسین صاحب ایم اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر و عملہ کی زیر نگرانی قصبہ مہرولی کے گرد دیہات سدھار کا کام بڑی خوبی سے سر انجام دیا۔ زمیندار خاص مستفیض ہوئے۔ دیہات کے آوارہ بچوں کو سکول میں داخل کرایا۔

صفائی کے لیکچر دے کر مختلف اقسام کی بیماریوں سے بچنے کی تدابیر بتائیں۔ لطف یہ ہے کہ پیوپل ٹیچرز اپنے ہاتھوں سے دیہات کی غلیظ اور گندی نالیوں اور گلیوں کو صاف کرتے تھے اور نمونہ دیگر ہر بات واضح کرتے تھے۔ اہل دیہات اس سے بہت متاثر ہوئے اور اب اپنے ہاتھوں سے گھروں اور گلیوں کی صفائی کر رہے ہیں اور وہی گاؤں نمونہ کے گاؤں بن گئے ہیں۔ ڈرامیٹک کلب نے مؤثر ڈرامے عام بیماریوں اور بے روزگاری کے متعلق کئے۔ موضع چراغ دہلی کے ڈرامہ میں شیخ غلام محی الدین صاحب پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس بھی موجود تھے۔ دوسرے دن آپ کی صدارت میں لازمی تعلیم کے لئے جلسہ ہوا۔ تمام اے ڈی آئی اصحاب مسٹر اے آر افرار حسین سیکرٹری بوائے سکاؤٹس ایسوسی ایشن دہلی ہیڈ ماسٹر صاحبان و سربر آوردہ اشخاص رونق بخش تھے۔ پھر امن سبھا کا سالانہ جلسہ رائے بہادر ڈاکٹر ہیرا رام صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ دور دراز کے مدرسین نے شرکت فرمائی۔ طلبا نورمل سکول نے ان دونو جلسوں میں خوب انتظام کیا۔ پیر رحیم الدین صاحب سیکرٹری امن سبھا قاضی امان الحق صاحب ہیڈ ماسٹر ڈی بی ہائی سکول مہرولی اور دیگر عہدہ داران سبھا نے اپنی اپنی رپورٹیں سنائیں۔ سید حسن الزمان صاحب رضوی سیکنڈ ماسٹر سکول بنائے آزادی کا منارہ نامی مضمون پڑھا جو تمام سامعین نے پسند کیا۔ صاحب صدر نے ممبران کو کارکردگی کی سندات عطا فرمائیں۔ چنانچہ پیر صاحب اور ایک پیوپل ٹیچر کو بھی خاص سند ملی۔ قاضی امان الحق صاحب نے بیرونجات کے مدرسین وغیرہ کی آسائش اور رہائش کا قرار واقعی انتظام کیا۔ اور ان کے ہمراہ دیگر کارکنان بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔ (گوردھن داس پال)

نتائج امتحان ورنیکلر فائنل سال ۱۹۳۳ء

(۱) ڈی بی مڈل سکول کالا افغاناں ۳۰/۳۰ لڑکے وزیر احمد ۴۵۱ - محمد افضل الرحمن خاں ۴۲۴ اور عبدالکریم نے ۴۲۱ نمبر حاصل کئے۔ وظائف کی بھی توقع ہے۔ پنڈت بھاگ مل صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر ایم عبدالغنی خاں صاحب انچارج اور دیگر ممبران سٹاف کو مبارک ہو۔

(۲) ڈی بی ورنیکلر مڈل سکول کھاولہ صوبہ دہلی ۳۴/۳۴ دھرم سنگھ نے ۴۶۰ نمبر حاصل کئے اور صوبہ دہلی میں اول رہا۔ اس کامیابی کے علاوہ جونیر ٹورنمنٹ میں رسہ ایتھلیٹکس کے اول انعام حاصل کئے۔ پنڈت تلسی رام صاحب ہیڈ ماسٹر اور سٹاف کو مبارک۔

(۳) ڈی بی ورنیکلر مڈل سکول سنتوکھ گڑھ ضلع ہوشیار پور ۵۴/۵۴ ایک وظیفہ بھی ملنے کی توقع ہے۔ اس قدر تعداد کا سالم طور پر کامیاب کرانا شائد صوبہ میں کسی سکول کے ہی حصہ میں آیا ہو۔ چوہدری سند رام صاحب ہیڈ ماسٹر منشا رام جی اور ماسٹر رام کشن جی کو مبارک ہو۔ تحصیل کے مڈل سکولز ٹورنمنٹ میں ہمارے طلبا تمام ٹیموں سے کبڈی اور والی بال میں اوّل رہے اور بہت سے کھیلوں میں جیتے۔ کبڈی کا کپ متواتر تین سال سے سکول نے جیت کر اب اسے حاصل کر لیا ہے۔

(۴) مڈل سکول کلیان پور ۳۳/۳۵ رام کشن ۴۹۰ - لال محمد ۴۶۲ غالباً دو وظیفہ حاصل کریں گے۔ پنڈت لال چند صاحب ہیڈ ماسٹر قابل مبارک باد ہیں۔

(۵) ڈی بی ورنیکلر مڈل سکول سوکڑ ضلع ڈیرہ غازیخاں ۱۸/۲۰ سال گذشتہ ۲۲/۲۲ لالہ کیول رام صاحب منشی فاضل ہیڈ ماسٹر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

(۶) اے ایس مڈل سکول میترانوالی ضلع سیالکوٹ ۸/۸ محمد شریف ۴۷۳ نمبر لے کر اول رہا اسے ضرور اور شائد ایک اور وظیفہ بھی آئے۔ لالہ گردھاری لعل جی ہیڈ ماسٹر کو مبارک باد۔

(۷) ڈی بی ورنیکلر مڈل سکول نہال کھیڑہ ضلع فیروزپور۔ سالہائے گذشتہ کی طرح امسال بھی سو فیصدی۔ سردار ارور ڑا سنگھ صاحب اور ان کے سٹاف کی محنت قابل داد اور سب متعلقین مبارکباد کے مستحق ہیں۔ (دیوان سنگھ)

(۸) سب ڈویژن جڑانوالہ ضلع لائل پور - ۳۳۴ گ ب جھوک دتہ ۱۳/۱۴ - ۲۴۴ گ ب ۲۲/۲۲ - ۲۴۲ گ ب ۱۴/۱۴ - ۲۰۸ گ ب ۹ گ ب ۳۰/۳۰ - شیبال ۱/۱۲ - ۵۶۹ گ ب ۱۳/۱۴ میزان ۱۰۹/۱۱۶ اغلباً یہ سب ڈویژن ضلع بھر میں اول ہوگا - ۳۴۳ گ ب جھوک دتہ کے ایک طالب علم نے ۴۹۴ نمبر حاصل کئے ہیں اور صوبہ بھر میں ممتاز حیثیت لئے ہوگا - صوبہ کے ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل مدارس میں یہ طالب علم غالباً اول یا دوم یا سوم ہوگا تمام معزز متعلقین مبارکباد کے مستحق ہیں۔ (غلام نبی)

انتقال پُرملال

یہ خبر تعلیمی دنیا میں نہایت افسوس سے سُنی جائے گی کہ سردار امراؤ سنگھ صاحب اے ڈی آئی مدارس تحصیل شاہدرہ ضلع شیخوپورہ کا ناگہاں ۲۵ مارچ کو بوقت بارہ بجے دن کے انتقال ہوگیا۔ مرحوم اس دن صبح نو بجے مڈل سکول سدھانوالی میں جماعت چہارم کا امتحان لینے آئے۔ سوا گیارہ بجے حسب معمول خوش و خرم سٹیشن امبد پورہ سے پونے بارہ بجے کی ٹرین پر سوار ہونے کے لئے گھوڑے پر روانہ ہوئے۔ مدرسین سٹاف آپ کو الوداع کہنے کے بعد سالانہ کاغذات کی تیاری میں مصروف ہوگئے۔ آپ کی روانگی کے پون گھنٹہ بعد میل پیون نے خبر دی کہ سردار صاحب ریلوے سگنل کے پاس بیہوش پڑے ہیں۔ میں نے انکے مُنہ میں پانی ڈالا تھا مگر اندر نہ گیا۔ حالت تشویشناک ہے۔ یہ سُنتے ہی لالہ گیان چند صاحب ہیڈ ماسٹر سائیکل پر روانہ ہوگئے اور باقی مدرسین پیدل چلے۔ راستے میں خبر ملی کہ سردار صاحب رحلت کر گئے ہیں۔ مدرسین بیچارے ہوش و حواس باختہ ہوگئے اور گریاں و نالاں مقام حادثہ پر پہنچے اور مقامی تھانہ میں رپورٹ دی۔

وہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ سردار صاحب گھوڑا سرپٹ کئے ہوئے تھے کیونکہ گاڑی پلیٹ فارم پر کھڑی تھی۔ لالہ امرناتھ دکاندار سٹیشن نے دُور سے دیکھ کر ایک آدمی اس غرض سے بھیجا کہ سردار صاحب کو گاڑی پر سوار ہونا ہے۔ تم گھوڑا پکڑ لو۔ وہ شخص ابھی قریب نہ پہنچا تھا کہ گھوڑا ٹھہر گیا اور سردار صاحب نے اُترنا شروع کیا۔ ایک پاؤں رکاب سے نکال لیا مگر دوسرا نکالنے کی فرصت نہ ملی کہ آپ لڑھک گئے۔ اس شخص نے آگے بڑھ کر پکڑ لیا اور دوسرا پاؤں رکاب سے نکال زمین پر لٹا دیا۔ کئی آدمی جمع ہوگئے۔ آپ کے مُنہ میں پانی ڈالا مگر اندر نہ گیا۔ گویا آپ فوت ہو چکے تھے۔

مقامی تھانہ کے اسسٹنٹ انسپکٹر صاحب پولیس موقعہ پر پہنچے اور حسب ضابطہ کارروائی کے بعد نعش ہیڈ ماسٹر صاحب کے حوالہ کردی۔ مدرسین نے نہایت عقیدت اور احترام سے نعش کی حفاظت کی۔ شیخوپورہ اور مرحوم کے گاؤں دھاروالی متصل ڈیرہ بابا نانک تار بھیجے گئے۔ ڈاکٹر صاحب جنڈیالہ کلساں کو بلایا گیا۔ انہوں نے بعد ملاحظہ تصدیق کی کہ موت کا سبب دل کا فیل ہو جانا ہے۔ شام کو تحصیلدار صاحب شاہدرہ اور سردار پریتم سنگھ صاحب ہیڈ کلرک پہنچ گئے۔ ۲۶ کو صبح کی گاڑی مرحوم کے والد صاحب اور چند رشتہ دار آئے۔ بزرگوار ضعیف والد کا بچے کے گلے لپٹ کر رونا دلوں کو پاش پاش کرتا تھا۔ ہر آنکھ اشکبار تھی۔ ساڑھے بارہ بجے کے قریب آپ کی نعش بذریعہ موٹر لاری اپنے گاؤں لے جائی گئی۔ آپ نہایت رحمدل ہمدرد فرشتہ سیرت اور ہر دلعزیز افسر تھے۔ اپنی مثال آپ تھے۔ افسوس صد افسوس۔ (تیرتھ رام سیکرٹری)

رہنمائے تعلیم سردار امراؤ سنگھ صاحب کے ورثا اور پسماندگان سے اظہار ہمدردی کرتا ہے۔ (سید بوا)

لوئر مڈل سکول تیڑہ ضلع انبالہ

صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع انبالہ کی صدارت میں تقسیم انعامات عمل میں آئے۔ طلباء نے چند مکالمے۔ گرامر کے سبق۔ ڈرل و دیسی کثرت۔ ڈرامہ حقہ نوشی اور بہت سی باتیں حاضرین کے روبرو پیش کیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے رپورٹ پڑھی۔ سکول ہذا آٹھ آنہ کے تمسک پر اقرار نامہ تحریر کرکے بڑی مشکل سے جاری ہوا تھا اور اب پرائمری سے لوئر مڈل بن چکا ہے۔ عمارت بھی بن گئی ہے۔ نتائج عمدہ اور ایک دو وظائف بھی آتے رہے ہیں۔ چنانچہ اس حسن خدمت کے عوض ہیڈ ماسٹر صاحب کو دس روپے نقد انعام ملا اور ڈسٹرکٹ بورڈ اور پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے اسناد اور چٹھیات عطا ہوتی رہتی ہیں۔ صاحب صدر نے انعامات تقسیم فرما کر

چوہدری پورن سنگھ صاحب کی وفات پر جو علاقہ کے نامی بزرگوار اور سکول کے خاص معاون تھے ۔ افسوس ظاہر کیا اور پسماندگان سے ہمدردی ۔ مدرسہ کی حالت پر اظہار خورسندی فرماتے ہوئے حاضرین سے فرمایا کہ بچوں نے کیا عمدہ باتیں آپ کے روبرو بیان کی ہیں ۔ منشیات کا نقصان جتلانے کی ضرورت نہیں تحصیل ڈسکہ کے ایک چھوٹے سے گاؤں کی جس کی آبادی پانسو آدمی کی ہے ۔ مردم شماری کی بجائے حقہ شماری کی وہاں ۸۰ حقے تھے ۔ حساب کرنے پر معلوم ہوا کہ تمباکو چلم اُپلوں وغیرہ کا خرچ جو اس گاؤں میں اُٹھتا تھا سالانہ مالگذاری سے کہیں زیادہ تھا ۔ چاہیئے کہ آپ بچوں کا کہنا ہی مان جائیں اور منشیات سے نفرت کریں ۔ لالہ رام کشن صاحب ڈھانڈہ نے صاحب صدر کا شکریہ ادا کیا ۔ طلباء سکول وغیرہ میں شیرینی تقسیم کی گئی ۔ (رام کرشن)

پرائمری سکول ہردوخانپور ضلع ہوشیار پور سردار اندر سنگھ صاحب اے ڈی آئی نے سالانہ معائنہ فرمایا ۔ جس کی فراغت پر آپ کی صدارت میں جلسہ ہوا ۔ باشندگان دیہہ نے دلچسپی کا اظہار کیا اور طلباء میں انعامات تقسیم ہوئے یعنی $\frac{۴۶}{۱۶۴}$ طلباء کو انعام ملے ۔ مہاشہ لبھو رام جی نندا اس بارے میں خاص شکریہ کے مستحق ہیں ۔ تعلیم نسواں پر بھی خاص توجہ دی جاتی ہے ۔ حال ہی میں ایک غیر امدادی کنیا پاٹھ شالا کھلی ہے ۔ ۴۰ لڑکیاں زیر تربیت ہیں ۔ سال رواں میں دستکاری کا کام سکھانے کا مکمل انتظام ہو جائیگا ۔ (اوّل مدرس)

ورنیکلر مڈل سکول نرمند ضلع کانگڑہ ۲۷ مارچ کی رات کو چوہدری دھنی رام صاحب اے ڈی آئی کی صدارت میں ممبران جونیئر ریڈکراس سوسائٹی اور سکاؤٹس نے ڈرامہ صفائی کی پلے کیا ۔ چودری ایس چند صاحب وٹیرنری اسسٹنٹ پنڈت شیام چند صاحب وید ڈسٹرکٹ بورڈ ز فنڈ ممبران سکول ٹھاکر سین رام صاحب پٹواری ۸ اہل دیہہ بھی موجود تھے ۔ ڈرامہ کا بہت اچھا اثر ہوا صحت کے چند مفید مطلب امور سمجھائے گئے ۔ صاحب صدر نے فرمایا کہ یہ بچے جن کے اُلٹے سیدھے راگ اس وقت تمسخر کا موجب ہوتے ہیں ۔ ایک غیر معمولی انسان بن کر عمدہ شہری کی حیثیت سے زندگی بسر کرینگے ۔ ڈرامہ تقریر کرنے اور زباندانی کو بہتر بنانے کا ذریعہ ہے ۔ میں میاں اودھم سنگھ صاحب اور عملہ سکول کو مبارکباد دیتا ہوں ۔ امسال نتیجہ ورنیکلر فائنل ۸۱ فیصدی ہے ۔ لالہ گنگا رام صاحب ہیڈ ماسٹر اپنی علالت اور اپنی اہلیہ محترمہ کی رحلت کی وجہ نومبر سے پانچ ماہ کی رخصت پر ہیں ۔ انکے ایام رخصت میں میاں اودھم سنگھ صاحب انچارج نے سکول کی شان میں فرق آنے نہیں دیا ۔ (بنارسی داس اگروال)

لوئر مڈل سکول چھپار ضلع لودھیانہ موضع مذکورہ کے باشندوں کے اصرار پر ۲۲ مارچ کی رات کو لالہ راجمیداس صاحب ہیڈ ماسٹر کا تیار کردہ شاندار ڈرامہ کیا گیا ۔ حاضری ایک ہزار کے قریب تھی ۔ طلباء نے اپنے پارٹ عمدگی سے سرانجام دیئے ۔ دوران ڈرامہ میں لالہ راجمیداس صاحب اور منشی عمرالدین صاحب نے شراب نوشی اور بُری رسومات کے تباہ کن نتائج پر لیکچر دیئے ۔ نظمیں پڑھیں گانے ہوئے ۔ حاضرین نے ڈرامیٹک کلب کے ممبران کا شکریہ ادا کیا ۔ اہل دیہہ نے ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب اور علاقہ اے ڈی آئی صاحب کا شکریہ دل سے ادا کیا جنہوں نے دیہاتی ڈرامیٹک کلب بناکر عوام کو علم کی روشنی سے مالا مال کرنے کا انتظام کیا ہے ۔ (عمرالدین)

لوئر مڈل سکول کیسری ضلع انبالہ فزیکل ٹریننگ کا ریفریشر کورس ۲ اپریل لغایت ۱۱ اپریل کو خواجہ محمد تقی صاحب فزیکل اے ڈی آئی کی نگرانی میں عمل میں آیا ۔ آپ نے اپنی فنی قابلیت سے مدرسین کو پہلی جماعت سے آٹھویں جماعت تک کی اکسر سائز میں اور صاحب نے فزیکل ٹریننگ کورس کی مشق مارچنگ ۔ نوزنگ جوک شو ورک گیمز ترتیب پروگرام پروپیگنڈا وغیرہ ہر شعبہ میں تیار کرکے خاص خاص امراض کے لئے علیحدہ علیحدہ ورزشیں سکھائیں اور متعلقین کو ممنون فرمایا کہ راقم الحروف سردرد کا شکار اور مریض کو لاعلاج تصور کئے تھا مگر آپ کی خاص ورزشوں نے مدت کی ستائی

والی بیماری کو دور کر دکھایا۔ خواجہ صاحب اور جناب لالہ وشنو داس صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کا شکریہ کس زبان سے ادا کیا جائے کہ ریفریشر کورس تجویز فرما کر ہمیں راہ راست پر گامزن رہنے کا سنہری موقعہ دیا۔ (محمد صدیق)

ڈی بی۔ اے وی مڈل سکول ڈجکوٹ ضلع لائل پور میں میلہ بساکھی پر مسٹر محمد حیات خاں ڈرائنگ ماسٹر کی زیر سرکردگی طلبا کا جلوس نکالا گیا جس نے قصبہ کے مختلف مقامات پر صفائی کے لیکچر دیئے۔ بعض گلی کوچوں میں اپنے ہاتھوں سے صفائی کی جس سے پبلک خاص متاثر ہوئی۔ اور انہوں نے اپنے مکانات اور گلی کوچوں کو صاف کرنے کا وعدہ کیا۔ سکول کے طلبا کی پراپیگنڈا پارٹی نے ماسٹر سنتوکھ سنگھ جی کی نگرانی میں گاؤں کا چکر لگایا۔ دیہات سدھار پر نظمیں پڑھیں۔ دو بجے کے بعد میلہ گاہ میں سکاؤٹس پہنچے اور اپنی اپنی ڈیوٹی پر ڈٹ گئے۔ خوشی کی بات ہے کہ ان کی سرگرمی سے بھول کر بھی کوئی فساد وقوع پذیر نہ ہوا۔ پانچ بجے شام کو سردار عبد العلیم صاحب کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ ماسٹر سنتوکھ سنگھ جی زراعت ماسٹر نے اچھی اور بُری فصل اور عمدہ بیج پر مفصل لیکچر دیا۔ کھاد کو گڑھوں میں محفوظ رکھنے کی ہدایت کی۔ ڈاکٹر ٹھاکر داس صاحب نے ملیریا اور چیچک سے بچنے کی تدابیر بتائیں۔ شام کو آٹھ بجے سکول ہال میں شراب سے بچنے کا ڈرامہ دکھایا۔ (عبد الحق سلیم)

ماتمی جلسہ سردار امراؤ سنگھ صاحب اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس شاہدرہ ضلع شیخوپورہ کی وفات حسرت آیات پر سنٹر بوچیکی۔ بڑا گھر۔ قلعہ دھرم سنگھ اور ناتھ کے مدرسین شیخ غلام حسین صاحب بی اے بی ٹی ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع شیخوپورہ کی صدارت میں مڈل سکول بوچیکی جمع ہوئے۔ پنڈت تارا چند صاحب ہیڈ ماسٹر بوچیکی نے بشمولیت حاضرین دعا کی کہ پرماتما متوفی کی روح کو شانتی بخشے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی طاقت بخشے۔ صاحب صدر نے آنجہانی کے اخلاقِ حمیدہ پر تبصرہ کرتے ہوئے مرحوم کی بے وقت اور ناگہانی موت پر انتہائی اندوہ و قلق کے جذبات کا اظہار کیا۔ (ملکھا سنگھ)

مڈل سکول نروانہ ریاست پٹیالہ میں سردار لالہ اونکار ناتھ صاحب مجسٹریٹ درجہ اول نیابت نروانہ کی صدارت میں تقسیم انعامات کا جلسہ منعقد ہوا۔ سردار قاضی عبد العزیز صاحب بی اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر ضلع سنام رونق افروز تھے۔ طلبا نے اردو انگریزی نظمیں کہانیاں اور لطیفے سنائے۔ سکاؤٹس نے جھنڈیوں کے ذریعے پیغام پہنچائے۔ صاحب صدر اور ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب نے سکول کی سرگرمیوں کو سراہا۔ سردار امر سنگھ صاحب نے ایک طالب علم کو ایک روپیہ انعام دیا اور بابو کاکو رام صاحب پلیڈر نے ایک دوسرے طالب علم کو ایک روپیہ انعام دیا۔ سکول کی طرف سے عصہ کے انعامات طلبا میں تقسیم ہوئے۔ (بشیشر سروپ)

ہفتہ ایسٹر ۱۹۳۳ء لاہور میں تعلیمی چہل پہل کا ہفتہ تھا۔ آل انڈیا فیڈریشن آف ٹیچرس ایسوسی ایشن کا آٹھواں سالانہ اجلاس زیر صدارت ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب احمد بڑی شان و شوکت سے ہوا۔ تعلیمی نمائش جو اس اجلاس کے ہمراہ تھی اس کی افتتاح آنریبل ڈاکٹر گوکل چند صاحب نارنگ ایم اے پی ایچ ڈی بیرسٹرایٹ لاء وزیر لوکل سلف گورنمنٹ پنجاب نے فرمائی۔ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا شاندار اجلاس لفٹننٹ کرنل مقبول حسن صاحب قریشی ایم اے ایل ایل بی وزیر تعلیم ریاست بہاولپور کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس کی استقبالیہ کمیٹی کے صدر جناب خلیفہ ڈاکٹر شجاع الدین صاحب ایم اے ایل ایل ڈی بیرسٹرایٹ لاء لاہور تھے۔

عدم گنجائش کی وجہ سے ہر دو اجلاس کے اجمالی تذکرے اگلے نمبر میں ہونگے۔ (ایڈیٹر)

ریویوز

مسب رس یعنی قصۂ حسن و دل تصنیف مُلّا وجہی۔ اس کتاب کے لئے دعوےٰ ہے۔ کہ نثر کی پہلی کتاب ہے مولوی عبدالحق صاحب بی اے آنریری سیکرٹری انجمن ترقی اُردو کے حسن مذاق سے از سر نو زیور طباعت سے متحلی ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ افگن ہوئی ہے۔ اُردو ٹائپ میں تحریر ہے اور مُلّا وجہی کے زور قلم کو عیاں کرتی ہے پُرانی کتاب ہر جگہ پہنچ کر معلومات میں اضافہ کا موجب ہو گی۔ کتاب کی طباعت میں نہایت وفاداری کا حق ادا کیا گیا ہے اور کسی جگہ امانت میں خیانت نہیں ہوئی۔ کتاب مطالعہ کے ہی قابل نہیں بلکہ اُردو لائبریریوں کی زینت ہے اور اس کی اشاعت سے انجمن موصوف کی امداد ہر ایک تعلیم یافتہ کا فرض ہے۔ انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن سے مجلد کتاب ۸/۸ کو دستیاب ہو سکتی ہے۔

انجمن ترقی اردو کا وجود غنیمت ہے جس کے فیض دوام سے ... م

راز ترقی یہ ماہانہ رورل کمیونٹی کونسل لائل پور کی طرف سے تعلیمی ادبی زرعی اور صنعتی مضامین کا مجموعہ حال ہی میں شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ اس کے آنریری منیجنگ ڈائرکٹر سردار سوہن سنگھ صاحب پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لائل پور اور ادارہ میں اعزازی طور پر چھ اصحاب شامل ہیں۔ رسالہ زیر ریویو مطبع مفید عام لاہور میں طبع ہوا ہے جس کی کتابت طباعت وغیرہ کے لئے مطبع کا نام ہی کافی سے بڑھ کر ضمانت ہے۔ سالانہ چندہ تین روپے اور طلباء سے اڑھائی روپے قیمت کو دیکھ کر ضرور حیرت ہے کہ کاش رورل کمیونٹی کونسل اسے اپنے سرمایہ سے شائع کرتی اور راز ترقی کو دیہات سدھار کا ذریعہ مانتی یعنی رسالہ مفت تقسیم کر کے عوام کو مرہون منت بناتی۔ قیمت وصول کرنا اس کی شان کے شایاں نہیں ہے۔ حجم زیر ریویو رسالہ ۴۰ صفحے کاغذ بڑھیا۔ خریداری کے لئے ایڈیٹر رسالہ "راز ترقی" لائل پور اور ترسیل زر بنام منشی عنایت علی کلرک دفتر ڈسٹرکٹ بورڈ لائل پور۔

سلسلہ آفتاب ریڈرز پرائمر با تصویر ابجد خوان بچوں کے لئے حصہ اول و دوم بھارت ہاؤس بک سیلرز اینڈ پبلشرز لاہور نے اپنے سلسلۂ آفتاب ریڈرز کی پہلی قسط بنام پرائمر بغرض ریویو ارسال کی ہے۔ ہر دو حصص با تصویر اور مروجہ قاعدوں سے کئی امورات میں ممتاز۔ پہلے حصہ میں حروف تہجی کے بعد اعراب حرکات و سکنات سکھلانے کے لئے بھی تصاویر سے کام لیا ہے۔ اس طرح سہ حرفی الفاظ لیکر بچوں کی دلچسپی کا سامان پیدا کیا ہے۔ ہر دو حصص بچوں کی رہنمائی کے لئے بہتر رسالے ہیں۔ قیمت حصہ اول ۲ پائی حصہ دوم ملنے کا پتہ بھارت ہاؤس بک سیلرز اینڈ پبلشرز لاہور

تشنہ سپاٹو ضلع شملہ ماہ اپریل ۱۹۳۳ء سے عالم وجود میں آیا ہے اور طلبا کا اخلاقی علمی اور ادبی ماہوار رسالہ یا رفیق ہے۔ منیجنگ ڈائرکٹر مسٹر بی ایل سود۔ ایڈیٹر مسٹر پریم چندر اور مدیر معاون ایم محمد امین حال۔ ہر سہ اصحاب ادبی دنیا میں نامی بزرگوار ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کی دلچسپیوں کا نتیجہ طلبا کی بہتری کا ضامن ہو گا۔ زیر ریویو رسالہ ۱۶ صفحے کا ہے اور ۱۲/ سالانہ قیمت پرچہ اس ضمانت کے لئے زیادہ ہے۔ منیجنگ ڈائرکٹر صاحب تشنہ سپاٹو ضلع شملہ سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

قانونچۂ غذا مسئلہ غذا کے متعلق قواعد حفظ صحت کی عام تشریح جسے ڈاکٹر محمد انوار الحق ایل ایم ایس سابق مشیر طبی محکمہ جات انہار و کالونی نیلی بار پنجاب نے عام پبلک کے مفاد کے لئے شائع کیا ہے۔ موجودہ زمانہ

زمانہ میں عوام الناس کی صحت اس امر کی متقاضی ہو چکی ہے کہ انہیں غذا کے متعلق بھی ہدایات اور خاص علم کی ضرورت ہے۔ یہ قانونچہ اس کمی کو پورا کریگا اور ہر حاجت مند کی حاجت روائی کریگا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف سے کرم پور ضلع ملتان سے مل سکتا ہے۔

ہینڈورک (دستی کام) کی کتب کا سلسلہ نمبر ۱ تا ۸ کے مرتبہ لالہ اسا برشاد سری واستو ہینڈ ورک ٹیچر سٹوڈیس سکول قلعہ گوالیار شائع کردہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس بمبئی۔ زیر ریویو سلسلہ کتب قابل مصنف نے اپنے سکول میں عملی تجربات کے بعد مسٹر ایف جی پیرس کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی سے تیار کیا ہے۔ مسٹر موصوف خاص شہرت کے مالک اور تعلیمی دُنیا میں نامی ہیں۔ یہ سلسلہ سیکنڈری سکولوں کے پرائمری اور لوئر مڈل ڈیپارٹمنٹ میں خورد سال بچوں کی دماغی قابلیت بڑھانے میں خاص معاون ثابت ہوگا۔

تمام سلسلہ ابتدائی امورات سے انتہائی ضروریات پر حاوی ہے۔ یعنی شروع میں چار پانچ سال کے ننھے بچوں کی دلچسپی کے لئے کاغذ موڑ نا وغیرہ، پھر پرائمری کلاسوں کے لئے کاغذ کاٹنا سے لے کر گتے کے موڈل وغیرہ بنانے تک ستر کھانا کام سکھانے پر مشتمل ہے اور کام سکھانے کے لئے ضروریات نہایت سادہ یعنی معمولی کاغذ گتا اور مٹی اور کام اس قدر آسان ہے کہ کتابیں معمولی قابلیت کا مدرس بھی مطالعہ کر کے بچوں کو عملی طور پر سکھا سکتا ہے۔

ہر ایک کتاب میں دلچسپی قائم رکھنے کے لئے تجاویز دی گئی ہیں اور عملی اسباق دیئے گئے ہیں جن سے ثابت ہو کہ ہینڈورک کو باقی مضامین یعنی حساب۔ زبان دانی۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔ نیچر سٹڈی اور ڈرائنگ وغیرہ سے کیونکر وابستہ کیا جا سکتا ہے۔ شکلیں بڑی احتیاط سے بنائی گئی ہیں اور تعلیم مختصر سہل۔ ضروری اور بچوں کے مذاق کے مطابق۔ روزانہ عام اشیاء موڈل تیار کرنے کے لئے منتخب کی جاتی ہیں اور کاغذی کام میں ہر مدعا پر چستی سے قابو پایا جاتا ہے۔ اور وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ عملی تعلیم خورد سال بچوں میں دلچسپی اور علم سے محبت پیدا کرنے کا ذریعہ ہوگی۔

بلا شک و شبہ حالات حاضرہ میں ایسی عملی تعلیم کی خاص ضرورت ہے۔ اور توقع کی جاتی ہے کہ سررشتہ تعلیم ان کتب کو درسی نصاب میں جگہ دیکر یا کم از کم ان کی آزمائش کا موقعہ دیکر مصنف کی حوصلہ افزائی کریگا۔

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ دستی کام کی کتب کا یہ سلسلہ کسی ریاست کے محکمہ تعلیم کی ہدایات کے بموجب تیار ہوا ہے اور یوپی کے بعض حلقوں میں آزمایا جا رہا ہے۔

اٹھارہ سار کے ہندی زبان میں کنور کنہیا جی کی تصنیف ہے جس میں چندربنسی خاندان کے عالم وجود میں آنے کا ذکر مفصل درج ہے جو نہایت دلچسپ اور دلکش ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تغیر و تبدل دوران کہاں تک خاندانوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ کتاب تمام و کمال قابل مطالعہ اور زبان نہایت سلیس اور مزیدار ہے اور اس قابل ہے کہ ان تمام سکولوں میں جہاں ہندی زبان بطور ورنیکلر پڑھائی جاتی ہے۔ اس کتاب کو بچوں کے ہاتھ تک پہنچایا جائے جو انہیں علمی واقفیت میں اضافہ بخشنے کے علاوہ ایک مشہور عالم خاندان کی ابتدا اور انتہا سے آگاہ کریگی۔ حسب ضرورت اثنائے مضمون میں ضروری تصاویر بھی دی گئی ہیں جو کتاب کی دلچسپیوں میں مزید اضافہ کرتی ہیں۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب۔ لالہ رام نرائن لعل بک سیلر الہ آباد سے ۵؍ قیمت پر مل سکتی ہے۔

باغ و بہار یعنی قصۂ چہار درویش کے میر امن دہلوی مرحوم کی تالیف مع مقدمہ و فرہنگ سلسلہ انجمن ترقی اُردو کے یمن قدم سے مولوی عبدالحق صاحب بی اے آنریری سیکرٹری انجمن ترقی اُردو کی ترتیب دی ہوئی نئے لباس اور نئی صورت میں جلوہ گر ہوئی ہے۔ کاغذ نہایت بڑھیا جلی قلم اور مجلد۔ گویا کتاب ہذا کو ۱۹۳۳ سے اس قابل بنایا ہے کہ از سر نو اُردو لائبریریوں کی زینت کا موجب ہو اور شائقین کی خوشنودی کا باعث ہو۔ مجلد قیمت ۱؂ بلد عار ملنے کا پتہ (انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن)

دورِ جدید | رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۱۶ | بابت ماہ مئی ۱۹۳۳ء

رہنمائے تعلیم لاہور کا

گلدستۂ اطفال

یعنی

بچوں کا اخبار

(یہ بچوں کا شاندار گلدستہ اگست ۱۹۲۲ء سے باقاعدہ جاری ہے)

سالانہ چندہ ایک روپیہ (عہ ر)

جلد ۱۳ | بابت ماہ مئی ۱۹۳۳ء | نمبر ۵

عزیز بچو!

تم نے گلدستہ اطفال کا جوبلی نمبر نہ دیکھا ہو تو آج ہی ۴ر کے ٹکٹ لفافہ میں ڈال کر بھیج دیں۔ تاکہ یہ نادر اور باتصویر تحفہ آپ کو بھیجدیا جائے۔ آپ اس دلچسپ اور عمدہ عمدہ کہانیوں۔ لطیفوں اور دیگر مضامین کے مجموعہ سے ضرور خوش ہونگے۔ ٹکٹ اس پتہ پر ارسال کریں۔

ماسٹر جگت سنگھ پروپرائٹر رہنمائے تعلیم لاہور
(رام گلی) ۵۵

دلچسپ معلومات

امریکہ میں ایک اس قسم کا تباہ کن جہاز تیار ہو رہا ہے کہ اتنا بڑا ہوائی جہاز ابھی تک تیار نہیں ہوا۔ اس جہاز کے ساتھ سات اور ہوائی جہاز رکھے گئے ہیں جو سطح سمندر کے تمام بحری بیڑوں کو فوراً تباہ کر سکتے ہیں دُنیا کا کوئی ہوائی جہاز اس جہاز کے مقابلے میں کھڑا نہیں ہو سکے گا۔

گلدستہ اطفال ملنے کا پتہ۔ مینیجر رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) بلڈنگ نمبر ۵۵

واشنگٹن کے ایک کارخانہ میں ایک ایسا آلہ ایجاد ہوا ہے جو نہ صرف دھوپ ہی پیدا کرتا ہے بلکہ دیگر موسمی حالات مثلاً جاڑا گرمی اور برسات کی بھی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ یہ آلہ اس وقت وارنش رنگ اور روغن وغیرہ کی جانچ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور دیکھا جاتا ہے کہ اس پالش یا رنگ و روغن پر بارش یا گرمی اور سردی کا کیسا اثر پڑتا ہے۔ اگر جانچ میں کوئی خرابی نکل آئے تو اسے دور کر دیا جاتا ہے۔

بلجیین کانگو کے محکمۂ زراعت میں ہاتھیوں کو ہل جوتنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ دو سال سے دس سال تک کے بچے جنگل سے پکڑ کر لائے جاتے ہیں اور تجربہ کار ہاتھی بان تربیت یافتہ ہاتھیوں کی مدد سے انہیں یہ مفید کام کرنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ ایک ہاتھی ایک دو روز میں اڑھائی ایکڑ زمین جوت لیتا ہے

آسٹریا کے ایک صناع نے ایک عجیب و غریب کلاک تیار کیا ہے جو پورے سترہ سال میں بنکر تیار ہوا ہے اسکے پانچ حصے ہیں۔ ایک حصہ سب سے اوپر ہے جسمیں تاروں کی روزانہ ماہانہ اور سالانہ چالیں معلوم ہوتی ہیں۔ بائیں حصہ کے ڈائل سے ڈگریاں۔ بارہ مہینے دن کی درازی۔ چاروں موسم۔ چاند کی میعاد اور گہن وغیرہ کا حال معلوم ہوتا ہے۔ دائیں حصہ کے ڈائل سے وقت کا پتہ چلتا ہے اور اس کے نیچے جو حصہ ہے وہ پورے کلینڈر کا کام دیتا ہے۔ ایک حصہ سے سورج کے طلوع و غروب کا حال معلوم ہوتا ہے اور ایک حصہ سے سردی گرمی کا اندازہ ہوتا ہے اس کلاک میں چالیس پہیے اور کمانیاں ہر وقت کام کرتی ہیں۔

چند پند

(۱) ہمیشہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا شکریہ ادا کرو۔

(۲) برے وقتوں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا ثواب میں داخل ہے۔

(۳) نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہے۔

(۴) خود پسندی ذلت سے خالی نہیں۔

(۵) بیکار و جاہل لڑکوں کی صحبت سے بالکل دور رہنا چاہیئے۔

(۶) راستے میں اگر کوئی اپنے سے بڑا مل جائے تو انہیں سلام کرو

(۷) جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے۔

(۸) ہر ایک کام میں سادگی اختیار کرنا افضل ہے

(۹) سچ کی ہمیشہ فتح ہوتی ہے۔

(۱۰) دکھ سے جسم گھٹے اور فکر سے عقل گھٹے۔

(۱۱) برائی سے ہمیشہ پرہیز کرو۔

(۱۲) ہر ایک کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔

(از [illegible] ضلع [illegible])

زمانۂ حال کی دوستی

لڑکوں کے لئے

ہوگئی دنیا میں عنقا دوستی ۔۔۔ رہ گئی ہے یہ فقط اب نام کی
نام کے ہمدرد تو ہیں سینکڑوں ۔۔۔ کام کا نکلے گا صرف ایک آدھ ہی
دوست ایسا بزمِ عالم میں کہاں ۔۔۔ قلب پر جس کے نہ ہو رنگِ دوئی
اب تو ہے یہ حال خاص و عام کا ۔۔۔ مُنہ پہ ہے کچھ۔ دل میں ہے کچھ اور ہی
غور سے دیکھا تو یہ ظاہر ہُوا ۔۔۔ دوستی کا ہے نتیجہ دُشمنی
جس کو دیکھا اُس کو پایا کج ادا ۔۔۔ بیوفا۔ بے مہر۔ مقصد۔ مطلبی
ہے یقیں اس سے نہ ہوگا اختلاف ۔۔۔ قابلِ تسلیم ہے یہ بات بھی
دوست منعم کے تو بن جاتے ہیں سب ۔۔۔ اور مفلس کا نہیں ہوتا کوئی
ہو نہ کیسہ میں اگر پیسہ۔ تو پھر ۔۔۔ کوئی اتنا بھی نہ پوچھے کیستی؟ (تو کون ہے)
کیا ہی سچا کیا ہی اچھا شعر ہے ۔۔۔ قابلِ تعریف ہے یہ واقعی
دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست ۔۔۔ در پریشاں حالیُ و درماندگی
ہر کسی پر کیوں بھروسا ہم کریں ۔۔۔ کیوں پشیماں کہکے ہوں رازِ دلی (دل کا بھید)

دوستی میں جو نہ سمجھے نیک و بد
شاکر اُس کو تم نہ سمجھو آدمی

شاکر گوالیاری

جلّاد

مثل مشہور ہے "فلاں آدمی کا دِل جلّاد سا ہے" جس سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ اُس کا دل بے رحم ہے۔ یا اُس میں شرافت نام کو نہیں۔ مگر اِس میں صداقت کو بہت کم دخل ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک جلّاد بے رحم اور شرارت پسند ہی ہو۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جلّاد کو اپنا فرض پورا کرنے کے لئے بے رحمی اختیار کرنی پڑتی ہے۔

انسان کے دل میں ہمیشہ دو عنصر برسرِ پیکار رہتے ہیں "نیکی اور بدی" کسی دل میں نیکی غالب ہوتی ہے اور بدی مغلوب اور کسی دل میں بدی کی حکومت ہوتی ہے۔ کوئی شخص بیک وقت "نیک اور بد" نہیں ہو سکتا۔ بلکہ نیک آدمی میں بدی کا فقدان ہوگا۔ اور بُرے شخص میں نیکی کے عنصر کی کمی۔ لیکن جس شخص میں نیکی غالب ہوگی وہ اپنے فرض کی ادائیگی میں کبھی کوتاہی نہیں کریگا خواہ اُس کا فرض کیسا ہی ناپسندیدہ کیوں نہ ہو۔ جلّاد لوگوں کی نظروں میں ہمیشہ ہی حقیر سمجھا جاتا ہے۔ اگر اُس کی نیّت صاف ہوگی تو خدا کے سامنے ہمیشہ سچّا رہیگا۔ دُنیا اُس کو کچھ ہی سمجھے۔

کینیڈا میں ایک شہر ٹورنٹو ہے۔ وہاں ایک جلّاد جیری سٹوکس نامی رہا کرتا تھا "اگر اُس کے پیشہ کو نظر انداز کر دیا جائے۔ تو سٹوکس جیسا شریف آدمی دُنیا میں مِلنا مُشکل ہے"۔ اُس کی تعریف میں عموماً لوگ ایسا ہی کہا کرتے تھے۔ اور حقیقتاً وہ تھا بھی اِسی تعریف کا مستحق۔

اُسے دنیاوی قوانین اور اِس کے بنانے والوں پر مکمّل اعتماد تھا۔ اور وہ کہا کرتا تھا کہ "میں پھانسی کا رسّہ اِس واسطے کھینچتا ہوں کہ مجھے قانون اس امر کی اجازت دیتا ہے کہ جس شخص کو انجمنِ عدل نے مَوت کا حکم دیا ہو۔ وہ ضرور مارا جانا چاہئیے۔ اور میں ایسے شخص کو کیوں مَوت کی گھاٹ نہ اُتاروں جب یہ میرا فرض ہے"۔

جیری سٹوکس نے کبھی مقدمہ کی سماعت نہیں کی تھی۔ کیونکہ یہ اُس کا فرض نہ تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص اُگلوی نامی جس پر اُس کی بیوی کے قتل کا الزام تھا۔ جج کے سامنے لایا گیا۔ جیری کے دل میں سمائی کہ مقدمہ شروع سے آخر تک سُننا چاہیئے وہ صبر سے مقدمہ کی کارروائی دیکھتا گیا۔ وہ ہزارہا آدمیوں کو پھانسی چڑھا چکا تھا۔ مگر کسی کے چہرے پر اِس قدر بشاشت، شرافت اور رُعب نہ تھا جتنا کہ اُگلوی کے چہرے پر۔ جیری سوچتا تھا کہ "معاملہ کیا ہے؟" اُگلوی پر یہ الزام تھا کہ اُس نے اپنی بیوی کو زہر دے دیا تھا۔ جب ڈاکٹر کی شہادت ہوئی تو اُس نے دیکھا کہ اُگلوی کے ہونٹوں پر تبسّم کی ایک ہلکی سی لہر دوڑ رہی تھی۔ جس سے جیری نے اندازہ لگایا کہ اُگلوی بے گناہ ہے۔ دوسری بات جس نے جیری کے خیال کو اور پختہ کر دیا یہ تھی کہ ڈاکٹر نے عدالت کے کمرہ میں اپنا سر نہیں اُٹھایا اور دُزدیدہ نگاہوں سے ملزم کی طرف دیکھتا تھا۔

جیری سمجھ گیا کہ ملزم خواہ کوئی ہو مگر اُگلوی نہیں ہو سکتا۔ اُس کے دل میں ہیجان برپا ہو گیا۔ "کیا بے گناہ کو موت کا حکم ہو سکتا ہے؟" "نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا"۔ خود ہی اُس نے جواب دیا۔ یہ پہلا مقدمہ تھا جس کو دیکھنے کے لئے وہ عدالت میں آیا۔ اُس کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی۔ جب جیری نے اپنے کانوں سے جج کا حکم سُنا۔

"اُگلوی قتل کے جرم کا مرتکب ہے۔ استغاثہ یہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ کہ اُگلوی نے اپنی بیوی کو زہر دیکر ہلاک کر دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے بیان کے مطابق بیوی کو پوٹیشیم سائنائیڈ دیا گیا ہے۔ میں قانون کے نام پر اُگلوی کو موت کی سزا دیتا ہوں"۔

سامعین نے جج کے فیصلے پر تحسین و آفرین کہا۔ اور اُگلوی بھی خوب دِل کھول کر ہنسا مگر شکایت نہ کی۔

جیری سوچتا تھا اور خوب سوچتا تھا اُگلوی اتنا خوش کیوں ہے۔ ڈاکٹر اُگلوی سے آنکھ کیوں نہیں ملاتا۔ حکم دیتے وقت جج کی زبان لغزش کیوں کھاتی تھی۔ لکھتے وقت اُس کے ہاتھوں میں رعشہ کیوں تھا۔ ...." مگر اِس کا جواب سوائے بیچینی کے اور کچھ نہ پایا۔ اُسکی ذہنی اور قلبی حالت خراب ہوگئی تھی۔ وہ پاگلوں کی سی حرکات کر رہا تھا۔ اُگلوی بے گناہ ہے۔ ایسے ہی میں نے کئی بے گناہ مار دیئے ہونگے۔ اَے کاش۔ میں پہلے مقدّمے بھی سُنا کرتا۔"

پھانسی کا وقت آگیا۔ صبح کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا ہر ایک مُردہ میں نئی رُوح پھُونک رہی تھی مگر جیری سٹوکس کو ایک بے گناہ کو قتل کرنے کے لئے بُلایا گیا۔

کنگسٹن جیل کے سپرنٹنڈنٹ نے جیری کی توجہ اُس کے فرض کی طرف مبذول کی۔ مگر جیری خاموش کھڑا رہا۔

سپرنٹنڈنٹ ۔"جیری۔ وقت گذر رہا ہے۔ اپنا فرض پورا کرو"

جیری ۔"ہاں۔ یاد ہے۔ فرض ہی پورا کر رہا ہوں"

سپرنٹنڈنٹ ۔ وہ کیسے۔ مجرم کو ابھی تختے پر چڑھایا نہیں گیا"

جیری ۔"مُجرم ... مُجرم کہاں ہے۔ کدھر ہے۔ کون ہے؟

سپرنٹنڈنٹ ۔ تم کتنے نا فرض شناس ہو۔ وقت گذرنے میں صرف پانچ منٹ ہیں۔ جلدی کرو۔ اُگلوی کو تختے پر لٹکا دو۔

جیری ۔ معاف کیجئے۔ اُگلوی بے گناہ ہے۔ میں گنہگار ہوں۔ میں تختے پر چڑھونگا۔ میں نے کئی بے گناہ اسی طرح پھانسی چڑھا دیئے ہونگے۔ آہ۔ کم بخت پیٹ"۔

اُگلوی چلاّ اُٹھا۔ "جیری تم سچ کہتے ہو۔ میں بے گناہ ہوں۔ اصلی مُجرم وہ ڈاکٹر ہے جس نے شہادت دی تھی۔ فرق اتنا ہے۔ وہ امیر ہے۔ میں غریب ہوں اور غریبی گناہ ہے"۔

دیکھنے والوں پر سناٹا چھا گیا۔ ایک طرف سے آواز آئی۔ لوگو ہٹ جاؤ۔ مجھے بڑھنے دو میں پھانسی چڑھونگا۔ اصلی مجرم میں ہوں۔ میں اعتراف گناہ کرتا ہوں جیری سٹوکس تمہاری فتح ہے۔ تم نے مجھے گہری نیند سے جگایا ہے۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

لوگوں نے دیکھا کہ وہی ڈاکٹر آگے بڑھ رہا تھا اور اُس نے خود ہی تختہ پر چڑھ کر رسّہ گلے میں ڈال لیا۔

مقدمہ دوسری دفعہ چلایا گیا۔ جیری سٹوکس نے اپنے عہدہ سے استعفٰے دیدیا۔

پیارے بچو۔ نیکی کی فتح ہے۔ سچائی ضرور ظاہر ہوگی۔ انصاف کی بِنا اِن ہی دو چیزوں پر ہے۔

مندرجہ ذیل مُلکوں میں پھانسی کی سزا ممنوع ہے۔ کیا ہی اچھا ہو اگر دوسرے ملک بھی ان کی پیروی کریں۔

ناروے۔ سویڈن۔ ڈنمارک۔ ہالینڈ۔ بلجیم۔ آسٹریا۔ رومانیا۔ اٹلی۔ پُرتگال۔ امریکہ کی بعض ریاستیں اور سوئٹزرلینڈ کے چند حصص۔ (دیوگن صحرائی بی اے فریدکوٹ)

انعامی مقابلہ خوشخطی مندرجہ اپریل ۱۹۳۳ء کے انعام کا فیصلہ

مسٹر ویر سپاٹوی تحریر کرتے ہیں کہ اس مقابلہ میں بہت کم طلبانے حصہ لیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ خوشخطی کی طرف مدارس میں بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔ جو افسوس ناک ہے۔ معزز ججوں کا فیصلہ حسب ذیل ہے۔

پہلا انعام۔ محمد شمس العارفین بسارنتا لاب گیا۔ دوسرا انعام۔ بابو نوکھیا رام طالب علم سپاٹو

تیسرا انعام۔ کدارناتھ جماعت چہارم ڈیرہ (مینجر)

ساتویں جماعت کے لئے سوال معہ حل

$\frac{۴\text{لا}-۴۳}{۳} - \frac{\text{لا}-۳۴}{۶} - \frac{\text{لا}}{۴} = \frac{\text{لا}}{۲} + \frac{\text{لا}-۱}{۳}$ کو حل کرو۔

$\frac{۴\text{لا}-۴۳}{۳} - \frac{\text{لا}-۳۴}{۶} - \frac{\text{لا}}{۴} = \frac{\text{لا}}{۲} + \frac{\text{لا}-۱}{۳}$

کسر دور کی $۱۶\text{لا} - ۱۷۲ - ۲\text{لا} + ۶۸ - ۳\text{لا} = ۶\text{لا} + ۴\text{لا} - ۴$

عمل انتقال سے $۱۶\text{لا} - ۲\text{لا} - ۳\text{لا} - ۶\text{لا} - ۴\text{لا} = ۱۷۲ - ۶۸ - ۴$

یا $۱۶\text{لا} - ۱۵\text{لا} = ۱۷۲ - ۷۲$ یا $\text{لا} = ۱۰۰$ (جواب)

رتن پرکاش شرما جماعت ششم (سی) اے بی وی مڈل سکول انبالہ چھاؤنی

تم کیا بنو گے؟

ڈاکٹر

ایک بنگلے کے دروازے پر ایک سائن بورڈ لگا ہے۔

ڈاکٹر منظور حسین عابدی
ایم۔بی۔بی۔ایس (لکھنؤ) ایم۔ڈی (لندن)
اندر ‏ ‏ باہر

اندر ایک خوبصورت موٹر کھڑی ہے کیاریوں میں پھول لگے ہیں۔کوٹھی بہت بڑی ہے۔خوبصورت سامان سے سجی ہوئی بجلی کی روشنی اور بجلی کے پنکھے۔کوٹھی میں کئی کمرے ہیں۔ایک کمرے میں ڈاکٹر صاحب کا دواخانہ ہے۔اُس میں ایک نرس سفید ساری باندھے کھڑی ہے۔دوسرے کمرے میں بہت سی کرسیاں رکھی ہیں۔جن پر کئی مریض بیٹھے ہیں۔اس سے ملے ہوئے کمرے میں ڈاکٹر منظور بیٹھے ہیں۔اور ایک ایک مریض کو بلا کر غور سے دیکھ رہے ہیں۔

اُن کی میز پر تھرما میٹر۔سینہ دیکھنے کا آلہ۔دواؤں کے نمونے۔کاغذات اور کچھ کتابیں رکھی ہیں۔دوسری میز کے اوپر اسپرٹ سے جلنے والا لمپ شیشے کی نلکیاں۔خوردبین اور دواؤں کی شیشیاں رکھی ہیں۔ایک کونے کی میز پر ٹیلی فون بھی رکھا ہے۔

ٹن۔ٹن۔گھنٹی بجتی ہے۔"ہلو"۔"میں ہوں ڈاکٹر صاحب۔نواب معین الدولہ"۔"کیوں۔فرمایئے"۔"بیگم کو بخار آگیا ہے۔جلد آکر دیکھئے"۔

اتنے میں ایک شخص پریشان اور گھبرایا ہوا کمرے میں داخل ہوتا ہے۔"ڈاکٹر صاحب خدا کے لئے بچایئے۔میرا بچہ چھت پر سے گر کر بیہوش ہو گیا ہے۔میں بہت غریب آدمی

ہوں اور آپ کی عنایت کا امیدوار ہوں"۔ فوراً ہی باہر سے ایک لمبی چیخ کی آواز آتی ہے۔ آہ درد سے مرا جاتا ہوں۔

ڈاکٹر صاحب گھبرا کر ٹیلیفون ہاتھ سے رکھ دیتے ہیں۔ اور غریبوں کے دکھ دور کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ دیکھو کتنا عمدہ پیشہ ہے۔ کتنا نفیس کام ہے۔ دردمندوں کے دل کی دوا بن جانا۔

ہمارے ہندوستان میں ڈاکٹروں کی بہت کمی ہے۔ بہت سے شہر ایسے ہیں۔ جہاں اچھے ڈاکٹر نہیں ہیں۔ تم بھی کوشش کرو۔ تو ڈاکٹر منظور حسین عابدی کی طرح بن سکتے ہو۔ مگر یاد رکھو۔ کہ ڈاکٹر بننے کے لئے بہت محنت کی ضرورت ہے۔ آدمی کو سچا۔ ایمان دار اور با اخلاق ہونا چاہئے۔ اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب اسکی تندرستی بھی ہو اور دماغ بھی اچھا ہو۔

تمہارا ڈاکٹر بننے کو دل چاہتا ہے؟

تم یقیناً مجھ سے سوال کرو گے۔ کہ ڈاکٹر کس طرح بنتے ہیں؟ میں بتائے دیتا ہوں تم پہلے ساتویں درجے تک پہنچ جاؤ۔ خوب محنت کر کے پڑھو۔ سائنس کی تعلیم حاصل کرنا شروع کرو۔ انٹرنس پاس کرو۔ اور تین سال کسی ڈاکٹری کے اسکول میں داخل ہو جاؤ۔ اس طرح تم ایک چھوٹے ڈاکٹر ہو جاؤ گے۔ ایسا اسکول آگرہ اور امرتسر میں ہے۔ اگر بڑے ڈاکٹر بننا پسند کرتے ہو۔ تو انٹرنس پاس کرنے کے بعد ایف۔ اے میں پڑھو۔ ایف۔ اے میں سائنس لینا۔ سائنس میں بتایا جاتا ہے کہ درخت کیا چیز ہیں۔ اور جانور کون ہیں۔ زندگی کس چیز کا نام ہے۔ ہوا پانی اور خوراک زندگی پر کیا اثر کرتے ہیں۔ یہاں تم کو مینڈک مچھلی۔ سیپی۔ گھونگھا۔ بچھو۔ سانپ۔ خرگوش وغیرہ چیرنا پڑیگا۔ اور اُن کے بدن کے حصّوں کو غور سے دیکھنا پڑیگا۔ تم کو ایک خوردبین بھی ملے گی جس میں پانی کے ایک قطرے کو دیکھو گے۔ تو اس میں ہزاروں کیڑے نظر آئیں گے۔ پانی کا قطرہ ایک سمندر معلوم ہو گا۔ جس میں یہ کیڑے بڑی بڑی مچھلیوں کی طرح تیرتے ہونگے

الف اے کی پڑھائی دو سال میں ختم ہو جائے گی۔
اگر تمہارے نمبر اچھے آئیں گے تو تم لکھنؤ یا لاہور کے میڈیکل کالج میں داخل کر لئے جاؤ گے وہاں تم کو پانچ سال تک پڑھنا پڑیگا۔ ہسپتال میں کام کرتا ہوگا۔ پھوڑوں کو چیرنا جسموں پر آپریشن کرنا وغیرہ سکھایا جائیگا۔ تم جب انسان کے دل کو اپنے سامنے اپنی آنکھوں سے حرکت کرتے۔ پھیپھڑوں میں ہوا کی تھیلیوں کو پھیلتے اور سکڑتے اور رگوں میں خون کو دریا کے پانی کی طرح دوڑتے دیکھو گے۔ کھوپری کے اندر بجلی کی بیٹری اور جسم کے اندر نسوں کا پھیلا ہوا جال دیکھو گے۔ اور ماں کے پیٹ کی اندھیری کوٹھڑی میں ننھے سے بچے کو جھولا جھولتے ہوئے دیکھو گے۔ تو تمہیں خداوند کریم کی حکمت اور دانائی پر بہت تعجب ہوگا۔ تم اس قدر شوق سے کام کرو گے۔ کہ کھانا پینا بھول جاؤ گے۔
جب پانچ سال کے بعد وہاں سے نکلو گے۔ تو اپنے آپ کو ڈاکٹر منظور حسین ایم۔بی بی۔ ایس کی کرسی پر بیٹھا ہوا پاؤ گے۔ مریضوں کا جماؤ ہوگا۔ نوٹوں کی گڈیاں ہونگی۔ کوٹھی ہوگی۔ موٹر ہوگی۔ اور سب جھک جھک کر تسلیمیں کرینگے۔ (پھول)

سید ابو طاہر داؤد بی۔ ایس سی (ملک)

لطیفے

(۱) ایک اعرابی موسیٰ نام فجر کے وقت نماز پڑھنے گیا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک تھیلی صحن میں پڑی ہوئی ہے اُٹھالی اور جلدی میں وضو کر کے جس وقت کہ جماعت ہو رہی تھی۔ مقتدی ہوا۔ امام صاحب نے ایک آیت شریف پڑھی۔ جس کا مطلب تھا کہ اے موسیٰ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔ موسیٰ نے یہ سُنا تو تھیلی محراب میں پھینک سیدھا گھر کو بھاگا۔ اِس خیال سے کہ یہ مجھے چور نہ ٹھہرائیں۔ منظور احمد جماعت ہفتم ڈی بی ورنیکلر مڈل سکول جوڑہ

(۲) انسپکٹر۔ لڑکو! بتاؤ سورج پورب سے کیوں نکلتا ہے۔ اور پچھم میں غروب کیوں ہوتا ہے۔
ایک لڑکا۔ واہ انسپکٹر صاحب! یہ بھی کوئی سوالوں میں سوال ہے۔ اس کا جواب تو ایک بیوقوف سے بیوقوف لڑکا بھی فوراً دے سکتا ہے۔ انسپکٹر۔ اسی لئے تو میں نے تم سے پوچھا ہے۔

رہنمائے ریاضی

حل پرچہ جغرافیہ امتحان ورنیکلر فائنل ۱۹۳۳ء

(از قلم پنڈت دنی صاحب بانو سیکنڈ ماسٹر مڈل سکول فرمانہ ضلع روہتک)

(۱) ۱ - زمین ہموار دکھائی دیتی ہے - مگر دراصل ہموار اور چپٹی نہیں ہے - بلکہ نارنگی کی طرح گول ہے - اور قطبین کی طرف سے چپٹی ہے - جس کے جغرافیائی ثبوت مندرجہ ذیل ہیں -

(۱) اگر ہم سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر آتے ہوئے جہاز کو دیکھیں تو پہلے اسکی چوٹی دکھائی دیگی - جوں جوں وہ جہاز نزدیک آتا جائیگا - توں توں وہ تمام کا تمام دکھائی دیگا - کیونکہ پہلے اس کا نیچے کا سرا گولائی میں چھپا ہوا تھا -

(۲) اگر ہم کسی سمت کو سیر کرنے کے لئے چلے جائیں تو سیر کرتے کرتے آخر اسی جگہ پر آجائینگے - جہاں سے کہ پہلے چلے تھے - اگر زمین چپٹی ہوتی تو اس کا کنارہ ضرور آتا -

(۳) چاند گرہن کے وقت زمین کا سایہ جو چاند پر پڑتا ہے - وہ ہمیشہ گول ہوتا ہے اور گول سایہ گول چیز کا ہوتا ہے اس لئے زمین بھی گول ہوئی -

(۴) جو مقامات مشرق میں واقع ہیں - وہاں سورج پہلے طلوع ہوتا ہے - اور مغربی مقامات پر بعد میں - اگر زمین چپٹی یا ہموار ہوتی - تو ایک ہی وقت میں آفتاب طلوع ہوتا -

(۵) سمندر کے کنارے پر کھڑے ہو کر ایک شخص تھوڑی دُور تک سمندر دیکھ سکتا ہے - اگر زیادہ دیکھنا چاہے تو اُسے کسی اونچے مقام یا پہاڑی پر چڑھنا پڑتا ہے -

(۶) تمام اجرامِ فلکی گول نظر آتے ہیں - لہذا زمین گول ہے -

(۲) **بادل** - چونکہ موسم گرما جب کہ زیادہ گرمی پڑتی ہے - سمندر کا پانی گرم ہو کر بخارات بن کر اوپر کو اُٹھتا ہے - وہ بخارات دھند کی طرح بنتے ہیں - اور کسی سرد جگہ پہنچ کر منجمد ہو جاتے ہیں - جو بادل کی صورت میں نظر آتے ہیں - جو زمین سے بہت دُور ہوتے ہیں بادل -

کہر - چونکہ گرم ہوا میں ٹھنڈی ہوا کی نسبت زیادہ بخارات آبی سما سکتے ہیں - اس لئے جب کبھی ٹھنڈی و گرم ہوا کا میل ہوتا ہے تو ہوا کا درجہ حرارت گر جاتا ہے - اور بخارات آبی ہوا میں تیرتے ہوئے خاکی ذرات پر جم جاتے ہیں اور زمین کے نزدیک دھوئیں کی شکل نظر آتے ہیں - کہر -

اوس - رات کے وقت زمین اور اس پر کی چیزیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں - اور اس کے اوپر کی ہوا ٹھنڈی ہو جاتی ہے

اور ٹھنڈی ہوا کی نسبت گرم میں بخارات آبی زیادہ ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ زائد نمی عمل تکاثف کی وجہ سے پانی کے قطروں کی شکل میں زمین پر کی چیزوں پر نمودار ہوتے ہیں۔ ان قطروں کو اوس کہتے ہیں۔

برف۔ جب بارش یا دیگر پانی کسی ایسے سرد ہوائی طبقہ میں سے گذر جاتا ہے۔ یا اس جگہ کا ہوائی ٹمپریچر منفی ۵° سے بھی کم ہو جاتا ہے۔ تو پانی بالکل جم جاتا ہے۔ جو ایک سل کی شکل میں دکھائی دیتی۔ برف

(ب) **لاہور**۔ چونکہ لاہور پنجاب کے میدان میں واقع ہے۔ اور سمندر سے دُور ہے۔ جس پر سمندر کا اثر نہیں ہوتا۔ میدان کی آب و ہوا سردیوں میں سخت سرد اور گرمیوں میں سخت گرم ہوتی ہے۔

بمبئی۔ بمبئی سمندر کے نزدیک ہے۔ سمندر گرمی اور سردی کو جلدی جذب کر لیتا ہے۔ اس لئے ساحل پر کی ہوا معتدل ہے۔

دارجلنگ۔ چونکہ دارجلنگ پہاڑ پر واقع ہے۔ جو میدان کی نسبت زیادہ سرد ہوتے ہیں۔ اس لئے وہاں کی آب و ہوا سرد ہے۔

(۳) **دریا گنگا اور ڈنیوب**۔ **مشابہت**۔ دونو اپنے اپنے ملک کے مشہور دریا ہیں۔ دونو جہاز رانی کے قابل ہیں۔ دونو پہلے جنوب کو بہتے ہیں۔ بعد میں مشرقی رُخ اختیار کر لیتے ہیں دونو کے کناروں پر شہر ہیں اور زرخیز علاقہ کو سیراب کرتے ہیں۔

مقابلہ۔ دریائے گنگا کے معاون زیادہ ہیں دریائے ڈنیوب کے معاون کم ہیں۔

(۲) دریائے گنگا ایک تیرتھ کا کام دیتا ہے۔ دریائے ڈنیوب تیرتھ نہیں ہے۔

(۳) دریائے گنگا ایک خلیج بنگالہ میں گرتا ہے۔ دریائے ڈنیوب بحیرہ اسود میں گرتا ہے۔

(۴) دریائے گنگا ڈیلٹا بناتا ہے جو نہایت زرخیز ہے۔ دریائے ڈنیوب ڈیلٹا کم بناتا ہے۔

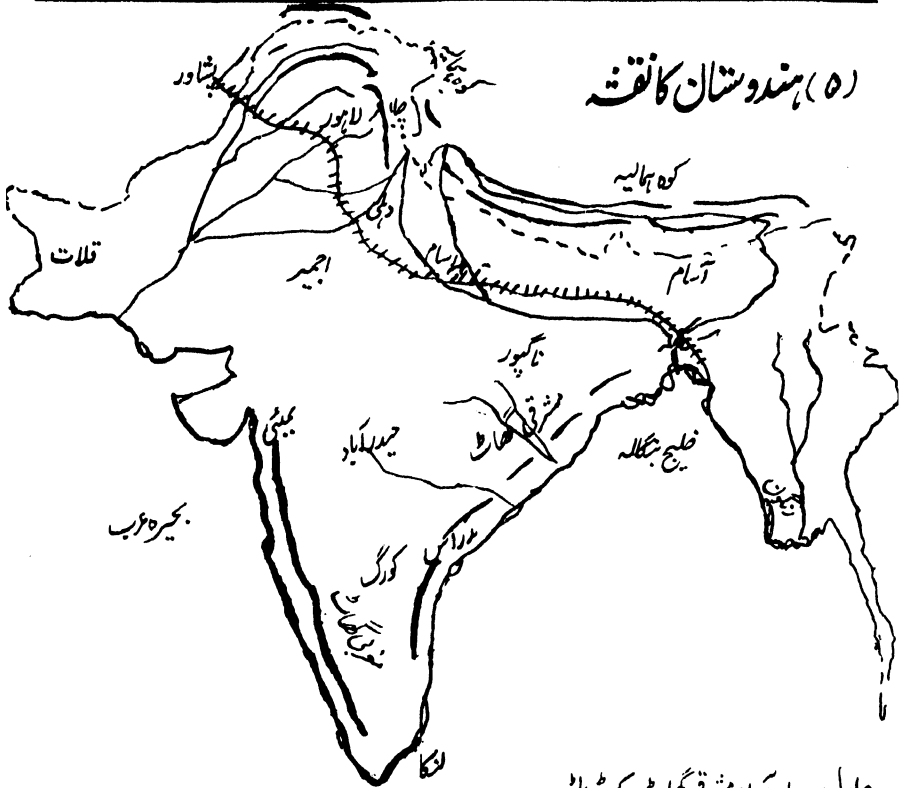
منبع۔ گنگا۔ دریائے گنگا کوہ ہمالیہ سے نکلتا ہے اور صوبہ پنجاب صوبجات متحدہ آگرہ آودھ اور بنگال کو سیراب کرتا ہؤا خلیج بنگالہ میں کلکتہ کے نزدیک گر جاتا ہے۔

ڈنیوب۔ کوہ بلیک فورسٹ سے نکلتا ہے جرمنی۔ آسٹریا ہنگری رومانیہ سے بہتا ہؤا بحیرہ اسود میں گر جاتا ہے۔ اور یہ دریا کئی ملکوں کی حد بناتا ہے۔ یورپ کا سب سے مشہور دریا ہے۔

اس لئے لاہور کی ہوا گرمیوں میں گرم ہوتی ہے اور بمبئی کی آب و ہوا معتدل اور دارجلنگ کی آب و ہوا سرد ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ صحت افزا مقام ہے۔ جو گرمی کے موسم میں امیر اور آفیسر لوگ وہاں جاتے ہیں۔

ب۔ پنجاب ہندوستان کا ایک صوبہ ہے۔ جو شمال مغرب میں واقع ہے۔ یہ صوبہ ماہ جون میں نہایت گرم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک ریتلا میدان ہے۔ دوسرا راجپوتانہ صحرا اس کے نزدیک ہے۔ تیسرے سمندر سے دُور ہے۔ اس لئے قدرتی اسباب سے جو اس کے موافق ہیں۔ ان سے محروم ہے۔ اس لئے یہ ماہ جون میں نہایت ہی گرم رہتا ہے۔

دوسرے موسم سرما میں بھی یہی حال ہوتا ہے میدان کی خاصیت ہے کہ وہ سردی میں نہایت سرد اور گرمی میں نہایت ہی گرم ہوتا ہے۔ سمندر دور ہے۔ صحرا نزدیک ہے۔ اس لئے ماہ دسمبر میں زیادہ سرد ہو جاتا ہے۔



چاول۔ برما۔ آسام۔ مشرقی گھاٹ کے ڈیلٹے

چائے۔ آسام۔ دارجلنگ۔ کانگڑہ۔ ڈیرہ دون **پتھر کا کوئلہ**۔ رانی گنج واقع بنگال۔

دریا۔ گنگا جمنا۔ پنجاب کے پانچوں دریا۔ امراوتی۔ مشرقی گھاٹ اور مغربی گھاٹ کے دریا۔

پہاڑ۔ کوہ ہمالیہ۔ مشرقی گھاٹ۔ مغربی گھاٹ — — — — —

ریل۔ کلکتے سے کراچی پشاور تک اور بھی چھوٹی لائن اور بھی مگر سب سے بڑی لائن بھی ہے۔ +++++++++++++

(۴) **فرانس**۔ یہ ملک براعظم یورپ کے میدان اعظم کا ایک حصہ ہے اور یورپ کے مغرب میں واقع ہے اور اس کا شمال اور مغربی حصہ میدان ہے۔

حدود اربعہ۔ شمال میں رودبار انگلستان جنوب میں بحیرہ روم مشرق بلجیم اور جرمنی مغرب خلیج بسکے اور سپین پرتگال واقع ہیں۔

دریا۔ دریائے سین۔ دریائے گارو۔ دریائے لوائر۔ دریائے رون۔

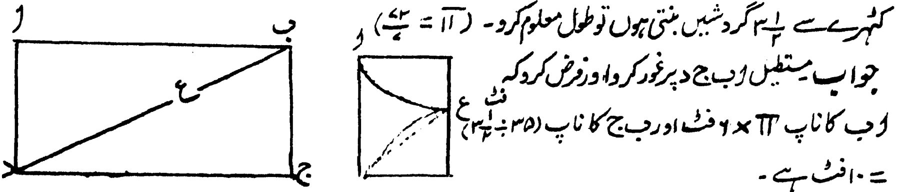
پہاڑ۔ کوہ آرڈین۔ کوہ پری نیز جو سپین اور فرانس کی حد بناتا ہے۔ کوہ ووژ۔

آب و ہوا - قدرے گرم آب و ہوا ہے۔ شمال اور میدانی حصے کی آب و ہوا سرد ہے۔ جنوبی حصہ کی آب و ہوا معتدل ہے۔ بارش کافی ہوتی ہے۔
پیشے - لوگوں کے پیشے مختلف ہیں۔ کاشتکاری۔ پہاڑی حصے پر بھیڑ بکریاں چرانا۔ اور کوئلہ کے میدان میں کانکنی ہے۔ دریائے رون کی وادی میں کارخانے پائے جاتے ہیں۔
صنعت و حرفت - باہر سے کچی روئی اور اُون آتی ہے۔ ان میں سوت کات کر کپڑا بناتے ہیں۔ جنوبی حصہ میں ریشم ہوتی ہے۔ وہاں ریشمی کپڑا بنایا جاتا ہے۔ ریشمی فیتے جرابیں ستانے وغیرہ بناتے ہیں۔ عمدہ عمدہ کھلونے۔ زیورات۔ چینی کے برتن و دستانے بناتے ہیں۔
مشہور شہر پیرس - بڑا خوبصورت شہر ہے۔ فرانس کا دارالخلافہ ہے۔ ریلوں کا مرکز ہے۔
لی اون - دریائے اون کی وادی میں واقع ہے۔ ریشم کے کپڑے بننے کے کارخانے پائے جاتے ہیں۔
وینس - بحیرۂ روم کے کنارے واقع ہے۔ موسم سرما کا صحت افزا مقام ہے۔
مارسلز - جنوب کی مشہور بندرگاہ۔ جہاں ہندوستانی فوجیں ٹھہری تھیں۔
(۵) **ہڑپا** - علاقہ منٹگمری میں واقع ہے۔ گورنمنٹ نے اسکی خاطر بہت روپیہ صرف کیا۔ کہ یہ علاقہ سرسبز ہو جائے۔ زمین دوز نہریں نکالی گئی ہیں۔
موگا - ضلع فیروزپور کی تحصیل ہے۔ بڑا ناکتب خانہ ہے۔ ریلوے سٹیشن ہے۔ آنکھوں کا علاج خوب ہوتا ہے۔
سیام - جزیرہ نما ہند چینی کا ایک حصہ ہے۔ گرم مصالح وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔
واشنگٹن - اضلاع متحدہ امریکہ کا دارالخلافہ ہے۔ مشہور بندرگاہ روئی باہر جاتی ہے مشہور شہر ہے
سان فرانسسکو - شمالی امریکہ کے مغربی کنارے پر بندرگاہ ہے۔ نیویارک کے ساتھ ریل سے ملا ہُوا ہے۔
چراپونجی - ہندوستان میں آسام میں واقع ہے۔ جہاں تمام دنیا میں زیادہ بارش ہوتی ہے۔
کراچی - ہندوستان کی مغربی ساحل پر بندرگاہ ہے۔ جس کے راستہ پنجاب کی پیداوار باہر جاتی ہے۔
ایمزن - جنوبی امریکہ کا سب سے بڑا دریا ہے۔ کوہ اینڈیز سے نکلتا ہے۔ بحیرہ او قیانوس میں گرتا ہے۔
لورپول - جزائر برطانیہ کے مغربی کنارے پر مشہور بندرگاہ ہے۔ نیویارک کے نزدیک ہے۔ سوتی کپڑا بنایا جاتا ہے۔
کانگو - افریقہ میں دریا ہے۔ جس کی وادی سے خط استوا گزرتا ہے۔ اس کا مقابلہ ایمزن کے طاس سے کر سکتے ہیں۔
سویز - یہ ایک نہر ہے جو ایشیا سے افریقہ کو جدا کرتی ہے۔ بحیرہ روم اور بحیرہ قلزم کو ملاتی ہے۔ ۱۸۶۹ء میں فرانسیسیوں نے بنائی۔
ٹوکیو - جاپان کا دارالخلافہ ہے۔ دیا سلائی کے کارخانہ پائے جاتے ہیں۔ مشہور بندرگاہ بھی ہے۔
پونا - احاطہ بمبئی میں ایک بڑی بھاری چھاؤنی ہے۔ جو بمبئی کے نزدیک واقع ہے۔ ہندوستان۔
وسوویس - سسلی میں کوہ آتش فشاں پہاڑ ہے جس کی ایک شاخ اٹلی میں نکلی ہوئی ہے۔
لکھنؤ - اودھ کا دارالخلافہ ہے۔ بڑی بھاری چھاؤنی ہے۔ تاریخی مشہور عمارتیں ہیں۔
خرطوم - افریقہ میں دریائے نیل اور ازرق کے مقام اتصال پر واقع ہے۔　**نانکن** - براعظم ایشیا ملک چین کے مشرقی کنارے

[illegible]

برائے امیدواران امتحان ورنیکلر فائنل

(۳) کسی مکان کی پیچ نما سیڑھیوں کے حلقوں کا قطر ۶ فٹ ہے اور اوپر کے فرش تک اُس کی بلندی ۳۵ فٹ ہے اگر کٹہرے سے $3\frac{1}{2}$ گردشیں بنتی ہوں تو طول معلوم کرو۔ ($\pi = \frac{22}{7}$)



جواب۔ مستطیل اب ج د پر غور کرو اور فرض کرو کہ اب کا ناپ $\pi \times 6$ فٹ اور ب ج کا ناپ ($35 \div 3\frac{1}{2}$) فٹ = ۱۰ فٹ ہے۔

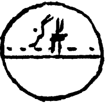
اگر اس کو موڑ کر ایک کھوکھلا استوانہ بنایا جائے تو وتر اج سے استوانہ کے گرد ایک کامل گردش بنے گی۔

اس لئے اگر استوانہ سے سیڑھیوں کی تراش ظاہر ہوتی ہو تو خط اج بلحاظ طول اور وضع کے کٹہرے کے متناظر ہوگا۔

اب بر بنائے سوال دستی سلاخ سے $3\frac{1}{2}$ گردش بنتی ہیں ∴ دستی سلاخ کا مجموعی طول = اج کا طول × $3\frac{1}{2}$

= $\sqrt{اب^2 + بج^2} \times 3\frac{1}{2} = \sqrt{36\pi^2 + 100} \times 3\frac{1}{2}$ فٹ = $\frac{1}{7}\sqrt{22324} \times 3\frac{1}{2} = \frac{1}{2} \times ...149.41$ فٹ = ۷۴٫۷۰ فٹ

(۴) ۴ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اگر ایک گول میدان کو محیط پر سے عبور کرنے کے بجائے قطر سے عبور کرنے میں ایک شخص کو نصف منٹ کم لگتا ہے۔ تو میدان کا محیط معلوم کرو۔ ($\pi = \frac{22}{7}$)



جواب۔ فرض کرو کہ محیط کا ناپ لا گز ہے۔ تب قطر کا ناپ $\frac{لا}{\pi}$ گز ہوگا = $\frac{7لا}{22}$ گز

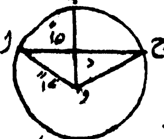
اب وہ شخص ۱۷۶۰×۴ گز چلتا ہے ۶۰ منٹ میں ∴ وہ شخص $\frac{لا}{2}$ گز چلتا ہے $\frac{60 \times لا}{2 \times 1760 \times 4}$ منٹ

∴ وہ شخص $\frac{7لا}{22}$ گز چلتا ہے $\frac{60 \times 7 \times لا}{22 \times 1760 \times 4}$ لیکن ان دونو وقفوں کا فرق صرف نصف منٹ ہے۔

∴ $\frac{60 \times لا}{2 \times 1760 \times 4} = \frac{60 \times 7 \times لا}{22 \times 1760 \times 4} + \frac{1}{2}$ ∴ $\frac{3لا}{176 \times 4} = \frac{21لا}{22 \times 88 \times 4} + \frac{1}{2}$ ∴ ۳۳ لا = ۲۱ لا + ۳۸۷۲

∴ ۱۲ لا = ۳۸۷۲ ∴ لا = $322\frac{2}{3}$ ∴ میدان کے محیط کا ناپ $322\frac{2}{3}$ گز ہے۔

(۵) ۱۷ انچ نصف قطر کے دائرہ میں ۳۰ انچ طول کے وتر سے ایک قطعہ کاٹا گیا۔ قطعہ کا رقبہ معلوم کرو۔



جواب۔ قطعہ اج ب = قطاع واب ج − △ واج　اب △ واج = $\frac{1}{2}$ × اج × و د مربع اکائیاں　یہاں اج = ۳۰ انچ اور و د = $\sqrt{وا^2 - اد^2} = \sqrt{17^2 - 15^2} = 8$

∴ △ واج = $\frac{1}{2} \times 30 \times 8$ = ۱۲۰ مربع انچ اور قطاع واب ج = $\frac{1}{2}$ × قوس × نصف قطر

= $\frac{1}{2}$ س ر مربع انچ　یہاں ر = ۱۷ اور س = $\frac{8ص - 2ت}{3} = \frac{8 \times 17.49 - 20}{3}$ = ۳۶٫۶۴ تقریباً

∴ قطاع واب ج = $\frac{1}{2}$ × (۳۶٫۶۴) × ۱۷ مربع انچ تقریباً

پس قطعہ اج ب = (۳۱۱٫۴۴ − ۱۲۰) مربع انچ تقریباً = ۱۹۱٫۴۴ مربع انچ تقریباً

= ۱۹۱٫۴۴　"　"

ہنسراج بہلوترہ طالب علم
بی اے (آنرز) ہندو کالج دہلی

بچوں کا دِل بہلاوا

حل طلب انعامی معما

نوٹ۔ مندرجہ ذیل حروف کو الٹ پلٹ کرنے سے ایک گیارہ حرفی نام بنتا ہے۔ نام بتاؤ۔

		نوٹ۔ جوابات کے لئے یہ حصہ کاٹ کر بھیجدیا جائے
(۱) ۶ + ۴ + ۱۱	ایک ملکہ ہوئی ہے۔	(۱)
(۲) ۸ + ۳ + ۷	ایک عضو بنتا ہے۔	(۲)
(۳) ۲ + ۶ + ۴	مشورہ کے معنی دیتا ہے۔	(۳)
(۴) ۱ + ۴ + ۲	ایک وزن کا پیمانہ	(۴)
(۵) ۹ + ۴ + ۲	بہادر کے معنی ہیں۔	(۵)
(۶) ۱ + ۵ + ۲	ایک مشہور خاندان ہوا ہے۔	(۶)
(۷) ۱۰ + ۴ + ۷	ایک دھات ہے۔	(۷)
(۸) ۲ + ۶ + ۹ + ۴	ایک دریا کا نام ہے۔	(۸)
(۹) ۸ + ۱۱ + ۱	ایک ظالم بادشاہ ہوا ہے۔	(۹)

نوٹ۔ جو صاحب اس معما کا درست حل بھیجینگے اُن کے نام ایک سال کے لئے گلدستہ اطفال مفت جاری کرایا جائیگا۔ انعام قرعہ اندازی سے دیا جائیگا۔ جوابات مندرجہ ذیل پتہ پر ۲۰ مئی تک آنے چاہئے لکشمی نرائن طالب علم جماعت دہم معرفت لالہ کلیانرائے گوپالداس انبالہ چھاؤنی

دلچسپ سوال معہ حل

رام اور شام کے پاس کچھ روپے ہیں۔ اگر رام شام کو ۱۲ روپے دیدے۔ تو دونو کے پاس برابر برابر روپے ہو جاتے ہیں اگر شام رام کو ۱۳ روپے دیدے تو رام کے پاس شام سے تگنے روپے ہوجاتے ہیں۔ بتاؤ دونو کے پاس کل کتنے روپے ہیں۔

فرض کرو شام کو ۱۲ روپے دینے سے ہر ایک کے پاس لا روپے ہوجاتے ہیں۔

شروع میں رام کے روپے = لا + ۱۲ شروع میں شام کے روپے = لا - ۱۲

دوسری صورت میں رام کے روپے = لا + ۱۲ + ۱۳ = لا + ۲۵

" " " شام " " = لا - ۱۲ - ۱۳ = لا - ۲۵

مساوات حاصل ہوئی ۳ (لا - ۲۵) = لا + ۲۵ یا ۳ لا - ۷۵ = لا + ۲۵

عمل انتقال سے ۳ لا - لا = ۲۵ + ۷۵ یا ۲ لا = ۱۰۰ لا = ۵۰

رام کے روپے = ۵۰ + ۱۲ = ۶۲

شام کے روپے = ۵۰ - ۱۲ = ۳۸

کل روپے = ۶۲ + ۳۸

= ۱۰۰ روپے جواب

کلول شرما ریاضی ٹیچر بی۔ ڈی ہائی سکول انبالہ چھاؤنی

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام مہتہ ایشرداس پرنٹر چھپا اور ماسٹر جگن سنگھ پروپرائٹر و پبلشر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور نے رام گلی سے شائع کیا

گلِ صد رنگ
(جوبلی نمبر)

یعنی

ادبی علمی تاریخی تعلیمی صنعتی اور حفظانِ صحت کے متعلق بہترین مضامین کا بہترین مجموعہ

حیرت انگیز فسانے دلچسپ ڈرامے۔ پاکیزہ نظمیں

نظم و نثر کے ۱۶۳ نادر مضامین، قدیم و موجودہ انشا پردازوں کے ایک سو نایاب فوٹو۔ متعدد سہ رنگی تصاویر۔ مشاہیر ادب اردو کے ہاتھ کی تحریروں کے قیمتی عکس اس مجموعہ کی زینت ہیں

(ملک کے قریباً ڈیڑھ سو فاضلوں اور ادیبوں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے)

سائز ۲۰×۳۰/۸ ضخامت قریباً ۷۵۰ صفحات۔ لکھائی چھپائی بہترین۔ متعدد صفحات رنگین

ہمارا پُر زور دعویٰ ہے کہ

اس سے زیادہ شاندار اور ضخیم مجموعۂ مضامین اب تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوا

اس کی تیاری میں آٹھ ہزار روپیہ نقد خرچ کیا گیا ہے۔

اگر آپ نے

ادب اردو کی اس انسائیکلوپیڈیا کو فوراً نہ منگوایا تو یقیناً آپ پچھتائیں گے

کسی وجہ سے بھی ناپسند ہو تو بلا تامل واپس فرماویں۔

قیمت باوجود اتنی بڑی ضخامت اور اس قدر فوٹوؤں کے صرف دو روپیہ آٹھ آنہ مجلد ۳؎

ملنے کا پتہ

ماسٹر جگت سنگھ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور رام گلی نمبر ۵۰

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶

دور جدید   بہ سرپرستی سررشتۂ تعلیم   رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶

سررشتۂ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا

اور بہترین خدمت گذار

رسالہ

رہنمائے تعلیم

لاہور

مینجنگ پروپرائٹر

ماسٹر جگت سنگھ

سالانہ چندہ [illegible]   قیمت فی پرچہ [illegible]

ششماہی چندہ [illegible]

قواعد و ضوابط

۱۔ رہنمائے تعلیم بالعموم ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ سالانہ چندہ چار روپے (للعہ) ششماہی تین روپے (سعہ) بدپیشگی۔ نمونہ کا پرچہ ۶ر کے ٹکٹ آنے پر ارسال خدمت ہوگا۔ کوئی صاحب نمونہ مفت طلب کرنے کی تکلیف نہ کریں۔

۳۔ خریدار اصحاب خط لکھتے وقت چٹ نمبر ضرور لکھا کریں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

۴۔ رہنمائے تعلیم میں تمام ایسے علمی۔ ادبی۔ اخلاقی۔ طبی۔ تاریخی۔ تحقیقی مضامین (نثر و نظم) ہوا کرتے ہیں جو شائستہ اور مفید ہوتے ہیں اور معیارِ ادب پر پورے اُترتے ہیں۔

۵۔ مذہبی اور پولیٹیکل مضامین ہرگز درج رسالہ نہیں ہونگے۔

۶۔ جو مضامین درج نہ ہوں گے اُن کے واپس کرنے یا نہ کرنے کا ایڈیٹر صاحب کو پورا اختیار ہوگا۔

۷۔ مدیران مضامین کی ترمیم و تنسیخ کے مختار ہوں گے۔

۸۔ جواب طلب اُمور کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہیئے۔

۹۔ مضامین نثر کے متعلق جملہ خط و کتابت لالہ آگیا رام صاحب سچدیو کے اور مضامین نظم کے لئے جناب پنڈت لبھو رام صاحب جوشؔ ملسیانی کے نام ہونی چاہیئے۔ اور دیگر امور و ترسیلِ زر منیجر کے نام ہونی چاہیئے

۱۰۔ مشتہرین اصحاب اشتہارات بھیج کر فائدہ اُٹھاویں۔ اُجرت نہایت معمولی جو ذیل میں درج ہے۔

نرخنامہ اشتہارات

پیمانہ صفحہ	ایک بار	تین بار	چھ بار	سال بھر
پورا صفحہ	۹ر	۲۷ر	۵۰ر	۹۰ر
نصف صفحہ	۵ر	۱۵ر	۲۷ر	۵۰ر
چوتھائی صفحہ	۳ر	۹ر	۱۵ر	۲۷ر

نرخنامہ اشتہارات سرورق (مستقل پورے سال کے لئے)

صفحہ ۲ و ۳ ایک سو آٹھ روپیہ سالانہ

صفحہ ۴ ایک سو بیس روپیہ سالانہ

(اُجرت ہر حال میں پیشگی آنی چاہیئے)

منیجر رہنمائے تعلیم لاہور، رام گلی نمبر ۵

بابت ماہ جون ۱۹۳۲ء

سررشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا اور بہترین خدمت گذار

نمبر ۶ — جلد ۱۸

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور

علمی، ادبی، اخلاقی، طبی، تاریخی، زراعتی، اور صنعتی مضامین کا ماہوار مجموعہ

زیر سرپرستی تاج الشعراء فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین داغ مرحوم

مدیر (اعزازی)

مسٹر لچھمی چند ودیارتھی بی اے۔ بی ٹی۔ ایم۔ او۔ جی۔ اے (لندن)

معاونین اعزازی

لالہ آگیا رام سچدیو منشی فاضل — جناب جوش ملسیانی

طالب کاشمیری ایم اے۔ ایم او ایل منشی فاضل ادیب فاضل

ماسٹر جگت سنگھ مینیجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) بلڈنگ نمبر ۵۵۰

سالانہ چندہ چار روپے (للعہ) — ششماہی تین روپے (سے) — فی پرچہ ۸ر

فہرست مضامین

غرض

(ناخدائے سخن تاج الشعراء فصیح العصر حضرت نوح ناروی)

آپ کو میرے ستانے سے غرض　　بے غرض بھی روٹھ جانے سے غرض

ہم کو ہے اُن کے بلانے سے غرض　　اور اُن کو ہے نہ آنے سے غرض

اور اُن کا مشغلہ کوئی نہیں　　رات دن میرے ستانے سے غرض

لے چکے سو بار میرا امتحاں　　پھر بھی اُن کو آزمانے سے غرض

توڑ کر پائے طلب بیٹھا ہوں میں　　اب نہ آنے سے نہ جانے سے غرض

تیغ اُٹھے یا ترا ناوک چلے　　خون میں ہم کو نہانے سے غرض

جب نہ آپس کا تعلق رہ گیا　　پھر تمہیں میرے ستانے سے غرض

کوئی سو جائے ہمیشہ کے لئے　　آپ کو جادو جگانے سے غرض

اپنے سر لیتا ہوں اوروں کا قصور　　عشق میں تعزیر پانے سے غرض

ہو وہ اچھی یا بُری میرے لئے　　ہر خبر کو پھیل جانے سے غرض

دَیر ہو کعبہ ہو کوہِ طور ہو　　ہے اُنہیں جلوہ دکھانے سے غرض

عشق میں حور و پری کی شرط کیا　　اہل دل کو دِل لگانے سے غرض

چاہتے ہو برق مجھ پر گر پڑے　　اور کیا ہے مُسکرانے سے غرض

شمعِ محفل کی اُنہیں حاجت نہیں　　ہے مرے دل کے جلانے سے غرض

وہ کبھی بے کار بیٹھیں کیا مجال　　اک نہ اک فتنہ اُٹھانے سے غرض

کیوں نہ وہ مجھ کو مٹا کر شاد ہوں　　تھی جنہیں میرے مٹانے سے غرض

رات ہو یا دن ہو سوتے جاگتے　　بس تمہیں ہے قہر ڈھانے سے غرض

وہ بُھلا کر یاد مجھ کو کیا کریں　　یاد کر کے بھُول جانے سے غرض

نوح کو آتا نہیں کچھ اور کام
لغرض طوفان اُٹھانے سے غرض

گیت گاتی ہوئی ساون کی ہوائیں آئیں

مے کشو جام اُٹھالو کہ گھٹائیں آئیں
اِشربو کہتی ہوئی سرد ہوائیں آئیں

جرمِ اُلفت کی سزا مل گئی آخر مجھ کو
میرے آگے مری معصوم خطائیں آئیں

اب توجہ تو مرے حال پہ ہوجاتی ہے
شکر کرتا ہوں کہ اُس بُت کو جفائیں آئیں

وہی مرنے کی تمنّا وہی جینے کی ہوس
نہ جفائیں تمہیں آئیں نہ وفائیں آئیں

خندہ زن داغِ معاصی پہ ہوئی جاتی ہے
لو مری شرمِ گنہ کو بھی ادائیں ہوئیں

باغ میں چھیڑ دیا سازِ مسرت کس نے
گیت گاتی ہوئی ساون کی ہوائیں آئیں

پھر وہ آمادہ ہوئے مجھ پہ برسنے کیلئے
پھر مرے سر پہ مصیبت کی گھٹائیں آئیں

کس کو پامالِ ستم آج کیا زیرِ لحد
دہنِ گور سے اُف اُف کی صدائیں آئیں

مل چکی حشر میں جب کردہ خطاؤں کی سزا
لیکے دعوے مری ناکردہ خطائیں آئیں

ڈوبنے والی ہے کیا کشتیِ اُمید اے جوشؔ
موج تڑپی۔ لبِ ساحل پہ دعائیں آئیں

جوش ملسیانی

حُسنِ اِصلاح

(۱۸)

(الف) کی ردیف ختم ہوگئی۔ اب دوسری ردیفیں ملاحظہ فرمائیے۔ ہمارے عنایت فرما جناب شاکر بریلوی نے اپنی جو اصلاحیں لطف فرمائی ہیں وہ حروف تہجی کی ترتیب سے مرتب فرماکر ارسال کی ہیں۔ واضح ہو کہ اصلاحات مذکورہ میں کُل حروف کی ردیفیں شامل نہیں ہیں۔ مثلاً (الف) کی ردیف کے بعد (ب) کی ردیف غائب ہے (پ) یعنی (بائے فارسی) کی ردیف کا ایک شعر حاضر کیا جاتا ہے۔

جناب شاکر ۔ کیوں قتل کرکے تم سمجھے بدنام خلق ہو　　مرجاؤں گا کبھی نہ کبھی میں قضا سے آپ

اصلاح ۔ کیوں قتل کرکے تم سمجھے رُسوائے خلق ہو　　مرجاؤں گا کبھی نہ کبھی میں قضا سے آپ

ہمارے نزدیک جناب شاکر کا شعر غلط نہیں تھا لیکن (بدنام) کی جگہ (رُسوا) رکھ دینے سے معنیٔ مطلوب مؤکد ہوگئے اور مصرع اولیٰ اور رواں ہوگیا۔ ردیف (ت)

شعر ۔ اپنے گھر کا رئیس ہے شاکر　　کیوں سُنے وہ کوئی تمہاری بات

اصلاح ۔ اپنے گھر کا رئیس ہے شاکر　　کیوں سُنے وہ کڑی تمہاری بات

ریاست کے لئے یہ ضرور نہیں ہے کہ آدمی کسی سے ہم کلام نہ ہو۔ جناب شاکر کا مطلب (کوئی بات) سے کوئی سخت بات" ہے لیکن دوسرے معنی کا شائبہ موجود ہے۔ اصلاح سے مطلب صاف ہوگیا۔ حضرت شاکر کی مُرسلہ اصلاحات میں (ٹ) اور (ث) کی کوئی ردیف نہیں ہے۔ (جیم) کی ردیف کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

شعر ۔ کوئی ٹوٹا ستارہ آسماں سے　　کہ اُن کے ماتھے سے افشاں جھڑی آج

اصلاح ۔ کوئی ٹوٹا ستارہ آسماں سے　　کہ افشاں اُنکے ماتھے سے جھڑی آج

ہمارے کرمفرما کے مصرع ثانی میں (ماتھے) کی (ے) دب رہی تھی۔ حضرت نوح مدظلہ کی اصلاح سے یہ عیب جاتا رہا۔ اب مصرع مذکور خوب رواں ہوگیا۔ اصلاح بالا کو ناظرین اسی طور کی دیگر اصلاحات سے مقابلہ فرمائیں تو معلوم ہو جائیگا کہ ترتیب الفاظ میں کن کن اُمور کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ (جیم) کے بعد (چ) یعنی (جیم فارسی) کی ردیف غائب ہے۔ (حائے حطّی) کی ردیف کا نمونہ۔

شعر ۔ آکر دکھاؤ خواب میں صورت کسی طرح　　کہ میری جس سے جاگ اُٹھے قسمت کسی طرح

اصلاح ۔ آکر دکھاؤ خواب میں صورت کسی طرح　　میں چاہتا ہوں جاگ اُٹھے قسمت کسی طرح

شاکر صاحب کے مصرع ثانی میں ترتیب الفاظ اصول کے خلاف تھی اور (کاف بیانیہ) غلط تلفظ کے ساتھ اور فضول نظم کیا گیا تھا۔ اصلاح سے یہ دونو عیب جاتے رہے (خائے معجمہ) کی ردیف نہ دارد۔ (ڈال مہملہ) کا نمونہ حاضر کیا جاتا ہے

شعر ۔ تم نے کچھ غور سے نہ دیکھا درد کس غضب کا ہے کس بلا کا درد

اصلاح ۔ آپ نے غور سے نہ دیکھا درد کس غضب کا ہے کس بلا کا درد

ہمارے عنایت فرما کے مصرع اولیٰ میں (کچھ) سے کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے خارج کر دیا گیا۔ اصلاح سے ایک ضمنی فائدہ یہ ہُوا کہ مصرع مذکور پہلے سے اور چُست ہو گیا۔ (ڈال) یعنی (دالِ ثقیلہ مخصوصۂ ہندی) کی ردیف۔

شعر ۔ ہو گا کسی کو خنجر و تلوار پر گھمنڈ اُن کو ہے اپنے ابروئے خم دار پر گھمنڈ

اصلاح ۔ ہو گا کسی کو خنجرِ خونخوار پر گھمنڈ اُن کو ہے اپنے ابروئے خم دار پر گھمنڈ

جناب شاکر کی ترکیب (خنجر و تلوار) غلط تھی۔ قاعدہ یہ ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں اگر ایک بھی لغت ہندی ہو تو اُن کو عطفِ فارسی کے ذریعے مُرکّب نہیں کر سکتے (ذال معجمہ) کی ردیف غائب ہے۔ (رائے مہملہ) ملاحظہ ہو۔

شعر ۔ کہیں جمتا ہے ترے حُسن کے آگے نقشہ رنگِ آئینہ اُڑا مدِّ مُقابل ہو کر

اصلاح ۔ آپ کے حسن کے آگے نہیں جمتا نقشہ رنگِ آئینہ اُڑا مدِ مقابل ہو کر

حضرتِ شاکر کا شعر صحیح ہے لیکن اُستاد کے رنگ سے ہٹا ہُوا ہے۔ حضرت موصوف نے اپنے مصرع اولیٰ میں استفہام انکاری برتا ہے یعنی لفظ (کہیں) کو (کسی جگہ نہیں) یا (ہرگز نہیں) کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ لیکن لفظ مذکور کے اصل معنی (کسی جگہ) کی بھی گنجائش ہے یا کم از کم گنجائش کا شک ہوتا ہے۔ اس لئے فصیح العصر حضرت نوح مدظلّہ نے لفظ (کہیں) کو (نہیں) سے تبدیل فرما دیا۔ اصلاح دیتے وقت حضرت نوح نے جناب شاکر کے مصرع اولیٰ میں ترتیب الفاظ بھی درست فرما دی۔ فعل کو اپنے فاعل سے اتنی دُور نہیں رہنا چاہئے تھا۔ (ڑ) یعنی (رائے ثقیلہ) کا نمونہ

شعر ۔ بہارِ باغ میں رکھا ہی کیا ہے چمن سے ہاتھ اُٹھا سیرِ چمن چھوڑ

اصلاح ۔ بہارِ باغ میں رکھا ہی کیا ہے چمن سے ہاتھ اُٹھا لُطفِ چمن چھوڑ

لفظ (سیر) کی جگہ (لطف) حضرت تاج الشعراء مدظلہ نے بنایا ہے۔ یہ اصلاح خاص توجہ کی مستحق ہے۔ فقرہ (رکھا ہی کیا ہے) مختلف معانی کا حامل ہو سکتا ہے اور ہر موقع استعمال پر اس کا معہود ذہنی مختلف ہو سکتا ہے۔ جناب شاکر کا لفظ (سیر) مرادِ قائل کی جانب کامل رہنمائی نہیں کر رہا تھا۔ (لُطف) سے معلوم ہو گیا کہ سیر کرنے والا (بہار باغ) میں کس چیز کا متلاشی ہے۔ حضرت شاکر کی عنایت فرمودہ اصلاحات میں (زائے عربی) اور (ژائے فارسی) یعنی (ز) اور (ژ) کی ردیفیں نہیں ہیں۔ (سین مہملہ) کی ردیف کا نمونہ حاضر کیا جاتا ہے۔

شعر ؎ ہم جو آتے ہیں کبھی بزم میں سرکار کے پاس　　آپ اُٹھ کر وہیں چل دیتے ہیں اغیار کے پاس

اصلاح ؎ میں جو آتا ہوں کبھی بزم میں سرکار کے پاس　　آپ اُٹھ کر وہیں چل دیتے ہیں اغیار کے پاس

جناب شاکر کے مطلع میں لفظ (آپ) ضمیر جمع حاضر کے معنی کے علاوہ (خود) کے معنی کا حامل ہو سکتا تھا۔ کیونکہ مصرع اولی میں (ہم) آنے کے باعث (چل دیتے ہیں) کی ضمیر ہر دو جانب پھر سکتی تھی یعنی متکلم اور جمع حاضر دونو کے ساتھ فعل مذکور منسوب ہو سکتا تھا۔ حضرت جانشین داغ یعنی جناب نوح مدظلہ العالی نے (ہم) کی جگہ لفظ (میں) رکھدیا اور اب وہ احتمال رفع ہو گیا۔

شعر ؎ بادِ صبا کو ہے گل و گلزار کی تلاش　　ہم کو ہے ایک شوخ طرحدار کی تلاش

اصلاح ؎ بادِ صبا کو ہے گل و گلزار کی تلاش　　اور اپنے دل کو انجمن یار کی تلاش

(گل و گلزار) کا اقتضاء یہ تھا کہ مصرع ثانی میں بھی کسی (انجمن) کا ذکر ہوتا کیونکہ ایک طرف محفل ہو اور دوسری طرف محض (ایک شوخ) ہو تو تقابل نہیں ہو سکتا۔ شاکر صاحب کے شعر میں ہر دو جانب لفظ (ہے) بُرا معلوم ہوتا تھا۔ حضرت ناصدائے سخن جناب نوح ناروی نے ایک طرف کم کر دیا۔

شعر ؎ ہم نے لوگوں کی زباں سے جو سُنا تھا شاکر　　حضرتِ نوح میں وہ پایا وہ دیکھا اخلاص

اصلاح ؎ ہم نے لوگوں کی زباں سے جو سُنا تھا شاکر　　حضرتِ نوح میں در اصل وہ دیکھا اخلاص

جناب شاکر نے ایک معنی کے لئے (وہ پایا) اور (وہ دیکھا) کہا تھا۔ حال آں کہ ایک ہی کافی تھا۔ حضرت فصیح العصر مدظلہ نے ایک کو کم کر دیا اور اس کی جگہ (در اصل) بنا دیا۔ اب مفہوم مؤکد ہو گیا۔

شعر ؎ مانا کہ تم کو غیر سے کچھ واسطہ نہیں　　بن ٹھن کے بزم غیر میں جانے سے کیا غرض

اصلاح ؎ مانا کہ تم کو غیر سے اُلفت نہیں رہی　　بن ٹھن کے اُسکی بزم میں جانے سے کیا غرض

ہر دو جانب لفظ (غیر) نظم کیا گیا تھا۔ حضرت نوح مدظلہ نے ایک طرف کم کر دیا۔ اصلاح سے شعر بلند ہو گیا کیوں کہ اب الزام کا پہلو خوب روشن ہے۔

ہماری خواہش تھی کہ غزلیات شاکر کی اصلاحیں موجودہ قسط میں ختم ہو جائیں لیکن چند ردیفیں باقی رہ گئیں۔

عابد مسیح بی اے مُرادآبادی

دَورِ جدید

جناب بسمل الہ آبادی

کیونکر جدا ہو رُوح بدن سے خوشی کے ساتھ — اُس کی بھی زندگی ہے اِسی زندگی کے ساتھ
ممکن نہیں غلط ہو یہ بسمل کا تجربہ — صاحب کے جتنے حکم ہیں وہ پالسی کے ساتھ

کثرتِ آزار و غم پر رنج و غم ہم کیا کریں — عمر ماتم ہی میں گذری اور ماتم کیا کریں
سب سمجھتے ہیں کہ اچھا زخمِ دل ہوتا نہیں — ڈاکٹر صاحب بھلا پھر فکرِ مرہم کیا کریں
اُن سے اے بسمل کہیں کیا واقعاتِ رنج و غم — وہ خفا ہو کر یہی فرمائیں گے ہم کیا کریں

اپنے مطلب کی سُنانے کو وہ سر دُھنتے رہے — بے دلی سے ہم بھی چُپ بیٹھے ہوئے سُنتے رہے

سازِ حقیقت کے چند نغمے

(از ادیب مالیگانوی)

اس سے پہلے کہ تم زمانے کی عدم مساعدت اور ناسازئ بخت کا شکوہ کرو، اور اپنی ناکامیوں پر خون کے آنسو بہاؤ، ایک مرتبہ اپنی صبح و شامِ زندگی پر نظر ڈالو، دیکھو کہ فطرت کے عام اصولوں اور اس کے اٹل قانون کی پابندیوں میں تم کتنے مستعد ہو نیز یہ کہ تمہاری "روشِ حیات" بد نظمی اور بے اعتدالی سے کس حد تک پاک ہے۔

خودداری کے معنی "غرور و سرکشی" اور انکساری کو "عجز و تملق" کے مرادف سمجھنا غلطی ہے اور ایسی مُہلک ترین غلطی جس سے ارتقائے حیات کے تمام دروازے پراسرار طریقہ پر مسدود ہو جاتے ہیں۔

پھولوں کی پرکیف اور نشاط انگیز بوئے جانفزا سے روح انسانی کیوں جھومنے لگتی ہے، زر و جواہر کی آرزو کس دل میں کارفرما نہیں ہے، رنگین پتھروں کے لئے انسان کیوں اپنا خون بہانے کو آمادہ رہتا ہے، کیا گل و گوہر کی عالمگیر مقبولیت میں ہمارے لئے کوئی درسِ بصیرت نہیں؟ شکستِ اُمید روحِ جذبات کے لئے پیامِ مرگ سے کم نہیں، لیکن کیا تم نہیں دیکھتے کہ شمعِ ہر شب "حیاتِ نَو" سے ہمکنار ہوتی ہے، چراغِ آرزو کو روشن رکھنا انسانی اختیارات سے باہر نہیں۔

علم و عرفان کی حقیقت افروز بجلیاں ہمیشہ جہل و گمراہی کی فضائے تاریک ہی میں نمودار ہوتی ہیں۔

عقرب کے زہر آلود ڈنک میں تریاق کی تلاش کھلی ہوئی نادانی ہے، فطرت کبھی تبدیل نہیں ہو سکتی۔

بہتر ہے کہ کسی مقصد کو شرمندۂ آغاز نہ کیا جائے۔ بہ نسبت اس کے کہ اس کو تشنۂ تکمیل ہی چھوڑ دیا جائے، زندگی نام ہے ایک سعیِ مسلسل کا ایک جہدِ پیہم کا، اس دار العمل میں فی الحقیقت وہی زندہ کہا جا سکتا ہے، جو "کشاکشِ حیات" سے ہر وقت گرم ستیز رہتا ہو۔

غزل

(از نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیزؔ)

بتانِ خوب رو سفاک نکلے | بڑے چلتے بڑے چالاک نکلے
تمنا اُن سے ملنے کی تمنا؟ | بھلا کیونکر تہِ افلاک نکلے
شکوہِ حسن کی نیرنگیاں ہیں | پہن کر وہ نئی پوشاک نکلے
کہاں ہے طاقتِ پرواز باقی؟ | قفس سے اب کوئی کیا خاک نکلے
بلائے عشق یارب کیا بلا تھی | ہزاروں بستۂ فتراک نکلے
نہ تھا بے فائدہ شورِ عنادل | قبائے گل میں کتنے چاک نکلے
بہارِ گل اِدھر آئی اُدھر ہم | سوئے صحرائے وحشت ناک نکلے
ہجومِ یاس طاری ہو تو کیونکر | تمنائے دلِ غمناک نکلے!
ہزاروں بار دامِ فکر سے ہم | برنگِ طائرِ اِدراک نکلے
بھرم تھا آشیانے کا بہت کچھ | مگر خار و خس و خاشاک نکلے
کہاں ساحل کہاں بحرِ محبّت | کہاں ڈوبے کہاں تیراک نکلے

عزیزؔ اپنی اعانت کو مدد کو
درِ مشکل شہِ لولاک نکلے

انگلستان کی مجلسی خدمات

(از لالہ کرشن چندر صاحب ملہن بی اے۔ بی ٹی سیکنڈ ماسٹر ڈی بی ہائی سکول نکودر)

ناظرین کرام کو اکثر اوقات رسالجات و اخبارات میں برٹش لیبر پارٹی اور سلسلہ ٹریڈ یونین کی ترقیوں اور کارکردگیوں کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہوگا۔ کہ انگلستان کے مزدوروں کو اپنے حقوق منوانے اور اپنی گری ہوئی حالت کو بہتر بنانے کے لئے کیا کیا تکالیف اُٹھانی پڑیں۔ اور کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیبر پارٹی کو موجودہ زندہ حالت میں لانے کے لئے سینکڑوں شیر مردانِ بلاکش اور ہزاروں ہی خواہانِ ملک وملت نے اپنی زندگیوں کو نثار کیا اور تب کہیں جاکر وہ مزدوروں کی حالت کو بہتر بنانے میں کامیاب ہوئے۔ بے غرض لیڈروں کی خدمات اور عوام الناس کے اُن پر اعتماد ہی نے یہ صورت دکھائی کہ انگلستان کی لیبر پارٹی وہاں ڈھائی سال تک برسرِ حکومت رہی اور وہ دن قریب تر ہے کہ جب پھر لیبر پارٹی نہ صرف یہ کہ برسرِ حکومت ہوگی۔ بلکہ پارلیمنٹ میں اُس کی کثرت رائے بھی ہوگی۔ لیبر پارٹی کا برسرِ اقتدار ہوجانا ایک حوصلہ بخش امر ہے۔ اور اس جماعت کا ہر ایک کارکن جس نے ٹریڈ یونین اور پارلیمنٹ کی لیبر پارٹی کو اس قدر مضبوط بنانے میں حصہ لیا ہے جائز طور پر فخر کرسکتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ نتائج کوئی چند سال کی کارکردگی کا نتیجہ نہیں بلکہ مزدوروں کی اپنی حالت کے بہتر بنانے کی یہ کوششیں کئی صدیوں پر مشتمل ہیں اور انہیں لیبر پارٹی کو موجودہ حالت میں لانے کے لئے کم از کم ایک صدی صرف ہوئی ہے۔

ایک معقول سوال پوچھا جا سکتا ہے کہ ان لگاتار کوششوں کا عملی طور پر کیا نتیجہ ہُوا ہے۔ اور ٹریڈ یونین اور پارلیمنٹ کی لیبر پارٹی نے مزدوروں کی اقتصادی حالت کو کس طرح بہتر بنایا ہے۔ یہ سوال جتنا سطحی طور پر آسان نظر آتا ہے اتنا ہی دراصل دقیق تر ہے۔ سب سے پہلا اور بڑا فائدہ جو ان سلسلوں سے حاصل ہُوا ہے۔ یہ ہے کہ ان کی وجہ سے مزدوروں کے کام کی عظمت بڑھ گئی ہے۔ امیر طبقہ کی عظمت و جبروت اور اُن کے دروازہ کی جبہ سائی خواب وخیال بن گئی ہیں۔ یہ مجلسی خدمات اب اتنی زیادہ اور اپنے اثرات میں اتنی دُور رس ہیں کہ اب مزدور کو اپنے پیشہ پر شرم کرنے کی بجائے فخر ہونے لگا ہے۔

ان مجلسی انجمنوں میں سے بہت سی تو اُس وقت شروع ہوئی تھیں کہ ابھی لیبر پارٹی وجود میں بھی نہیں آئی تھی۔ گو اِس میں شک نہیں کہ جس وقت لیبر پارٹی برسرِ اقتدار آئی۔ اسی وقت سے ہی انگلستان کے مختلف

طبقوں نے سنجیدگی سے مزدوروں کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے سوچنا شروع کیا تھا۔ جنگ عظیم سے کچھ عرصہ پہلے جب لیبر پارٹی نے پارلیمنٹ کی ۴۰ نشستوں پر قبضہ کر لیا تھا تو دیگر پارٹیوں نے محسوس کیا کہ اگر انہوں نے مزدور طبقہ کی آواز کو نہ سُنا اور اُن کے مطالبات کو وقعت کی نگاہ سے نہ دیکھا تو اُس کا نتیجہ کچھ عرصہ کے بعد اُن کی پارٹی کی یقینی موت ہوگا۔ چنانچہ دیگر پارٹیاں بھی اپنے زمانۂ اقتدار میں مجلسی توانین بنانے میں پیش پیش رہیں۔ لیکن بایں ہمہ وہ مزدوروں کے مطالبات کے ساتھ اپنا قدم تیزی سے نہ اُٹھا سکیں چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر نئے پارلیمنٹ کے انتخاب پر اُن کے ہاتھ سے نشستیں نکل کر لیبر پارٹی کے ہاتھ میں جاتی رہیں ہر طبقہ جانتا ہے کہ موجودہ تبدیل شدہ مجلسی حالات میں نئے قسم کے مجلسی نظام کی ضرورت بڑھگئی ہے اور مزدوروں کو سرمایہ داروں کی دستبرد اور ہر قسم کے استبداد سے بچانا ہوگا۔ جب ہم سب یہ جانتے ہیں۔ کہ دُنیا میں ہر طرف انقلاب رونما ہے۔ حتےٰ کہ زندگی کے درست معنے ہی انقلاب ہیں تو پھر یہ کب ممکن ہو سکتا ہے کہ مزدوروں کے نقطۂ نظر میں بھی کوئی تبدیلی نہ ہو۔

گو ہم سب اِس امر کے قائل ہیں کہ زمانہ میں تغیرات کا ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ لیکن یہ سچائی ہمارے دلوں کے اندر اِس طریقہ سے جاگزیں ہے کہ سچائی سمجھتے ہوئے بھی اُسے نظر انداز کر جاتے ہیں اور بعض اوقات تو اس سچائی سے ہی انکار کر دیتے ہیں اور یوں زندگی کی مشکلات کا مقابلہ کرنے اور اُس کا حل سوچنے کی بجائے اُن سے پرے ہٹتے ہیں۔ کسی نئے طریقہ صنعت کاری کے جاری ہو جانے سے عوام الناس کے طریقہ زندگی میں تبدیلی کا آجانا لازمی ہوتا ہے۔ اور اُس تبدیلی کے سبب اُن سب نئی بُرائیوں اور مشکلات کا مقابلہ کرنا ملک کے برگزیدہ دماغوں کا فرض اولین ہوتا ہے۔

جس وقت سٹیم انجن ایجاد ہُوا اُس وقت یہ ایک معمولی واقعہ سمجھا گیا تھا۔ لیکن اِس معمولی واقعہ نے انگلستان اور دیگر فرنگستانی ممالک کے مجلسی نظام کو تہ و بالا کر ڈالا۔ جہاں چھوٹے پیمانہ پر مختلف قسم کی صنعت کاری ہر گھر میں

(حاشیہ: ہوتی تھی اور اس طرح ہر صنعت کے کاریگر کو ایک الگ حیثیت حاصل ہوا کرتی تھی ۴)

۴ تھا۔ وہاں آج اس چھوٹے پیمانے کی صنعت کاری کی جگہ وسیع پیمانہ پر کارخانے جاری ہونے لگے ہیں۔ جن میں اس غریب لیکن آزاد کاریگر کو کارخانہ میں کام کرنے کے لئے مالک کارخانہ کی نوکری کرنی پڑتی ہے۔ اور اپنے آپ کو ایک حد تک اس کے رحم پر چھوڑنا پڑتا ہے۔ جوں جوں کارخانوں کی تعداد اور وسعت میں اضافہ ہوتا گیا کاریگروں اور مزدوروں کی تعداد بھی بڑھتی گئی۔ اور لاکھوں انسانوں کی قسمت کی باگ ڈور چند انسانوں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ اس وجہ سے مزدوروں کی حالت بالکل بیچارگی کی ہو گئی۔ وہ مالک کارخانہ کے رحم پر تھے۔ موخرالذکر اُنہیں جب چاہے نکال سکتا تھا۔ یا جو سلوک کرنا چاہے کر سکتا تھا۔ اگر صنعت کاری کے کارخانہ میں کوئی شے زیادہ مقدار میں بن گئی۔ اور مختلف منڈیوں میں اُسکی مانگ کم ہوئی تو مالک کارخانہ کے لئے ضروری تھا۔ کہ

وہ اپنے کارخانہ کو کچھ عرصہ کے لئے بند کردے یا کارخانہ میں مزدوروں کی کچھ تعداد گھٹا دے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ بیچارے مزدوروں کے لئے نہ رائے رفتن نہ جائے ماندن والا معاملا بن جاتا تھا۔ اور بیدردوں کی دُنیا میں اُس کا کوئی پُرسانِ حال نہ ہوتا تھا۔ اور سوائے بھیک مانگنے کے اُسے کوئی چارہ نہ تھا۔ چنانچہ ان ہنگامی حالات کے وجود میں آجانے ہی سے ملک کا دل و دماغ رکھنے والا طبقہ مزدوروں کی حالت کو بہتر بنانے کی طرف راغب ہُوا۔ پہلے پہل ہڑتالیں ہوئیں۔ کارخانجات کے مالکوں نے کارخانوں کو بند کر دینے کی دھمکی دی۔ اور چند ممالک میں انقلاب بھی ہوگئے۔ نتیجہ یہ ہُوا چند ہی سالوں میں ان کی کایا پلٹ گئی۔

لیکن انگلستان کی خوش قسمتی سمجھئے۔ کہ وہاں مزدوروں کی بہتری کی انجمنیں ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں تھیں کہ جو اپنے فرائض منصبی کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اور جو انقلاب کو قابلِ نفرین خیال کرتے تھے۔ پارلیمنٹ میں دیگر گروہوں کے ممبروں نے بھی مجلسی قوانین کی چنداں مخالفت نہیں کی۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ اُس ملک میں مزدوروں کی بہتری کے مختلف قوانین کافی سرعت کے ساتھ پاس کردیئے گئے۔ چنانچہ مزدوروں کی بیواؤں۔ اُنکے چھوٹے چھوٹے بچوں کو انشورنس یعنی بیمہ کے ذریعہ کافی معاوضہ دیا جانے لگا۔ جب کسی مزدور کی عمر ۷۰ سال کی ہو جاتی ہے تو اُسے خود بخود بڑھاپے کی پنشن ملنی شروع ہو جاتی ہے۔ اور وہ اپنے غریب کُنبہ پر بارگراں ثابت ہونے کی بجائے اُن کی آمدنی میں اضافہ کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ اور اِس بڑھاپے کی پنشن کا بوجھ گورنمنٹ برداشت کرتی ہے۔ بیمار ہو جانے کی صورت میں قانون کے ذریعہ اُس کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اُسے بدستور تنخواہ ملتی رہتی ہے اور ڈاکٹر کی خدمات مفت حاصل ہوتی ہیں۔ اور اگر مزدور بوجہ بیماری کام کرنے کے ناقابل ہو جائے تب بھی مالکِ کارخانہ اِس امر کا قانوناً پابند ہے۔ کہ وہ مزدور کو اُس کے گذارہ کے لئے معقول وظیفہ دے۔ مزدوروں کے چھوٹے چھوٹے بچوں کی خوراک و پوشش کا انتظام بھی خاطر خواہ کیا جاتا ہے۔ باایں ہمہ ایسے اعلٰے قوانین کے پاس ہو جانے باوجود انگلستان کے مزدوروں کے لیڈروں کو اطمینان نہیں ہُوا۔ اور وہ اب بھی اُن کی حالت کو بہتر بنانے میں کوشاں ہیں۔

جہاں ۱۸۰۱ء میں انگلستان کی آبادی دو کروڑ ۹۵ لاکھ نفوس پر مشتمل تھی۔ وہاں ۱۹۲۷ء میں چار کروڑ چالیس لاکھ ہوگئی۔ لیکن شرح اموات ۱۹٫۵ فی ہزار سے گر کر ۱۲٫۵ فی ہزار ہوگئی۔ اِسی ایک مثال سے پتہ لگ سکتا ہے کہ انگلستان میں مزدوروں کی حالت بہتر ہو جانے سے کیسے کیسے خوشگوار نتائج نکلے ہیں اور آئندہ نکلیں گے۔

زچہ خانوں اور بچوں کی غور و پرداخت کے مرکز عام ملک میں جا بجا کھُل رہے ہیں۔ اور یہ سب مرکز گورنمنٹ ہی کے زیرِ اہتمام ہیں اور جو پرائیویٹ سوسائٹیوں کے ماتحت ہیں۔ اُنہیں بھی گورنمنٹ امداد دیتی ہے۔ ایک

قانون کے ذریعہ جو حال ہی میں پاس ہُوا ہے۔ کونٹی کونسلوں کے لئے یہ امر لازمی طور پر قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے حلقہ میں زچہ خانوں اور بچّوں کی غور و پرداخت کے سنٹروں کا خاطر خواہ انتظام کریں۔

سکولوں میں لڑکوں کے ڈاکٹری معائنہ کا بھی خاطر خواہ انتظام کیا گیا ہے۔ ۱۹۲۹ء میں ۲۰ لاکھ طلبا سکول کا ڈاکٹری معائنہ ہُوا تھا۔ علاوہ ازیں لوگوں میں تہذیب اور تعلیم کی اشاعت اور مزدوروں کے لئے انواع و اقسام کے دیگر مشاغل جو پہلے صرف امیر طبقہ ہی کو نصیب تھے بہم پہنچ جانے سے زندگی کی اُنکے لئے بھی کچھ نہ کچھ قیمت بڑھ گئی ہے اور اُس کا نتیجہ یہ ہُوا ہے کہ اُنکا میلان بھی کم تعداد میں بچّے پیدا کرنے کی طرف ہوگیا ہے۔ اور وہ بھی اپنے کُنبہ کو کم سے کم ممبروں پر مشتمل رکھنا چاہتے ہیں۔ مثال کے طور پر جہاں ۱۸۸۱ء میں شرح پیدائش ...۱ آدمی کے پیچھے ۳۲۰۶ تھی۔ آجکل یعنی ۱۹۲۷ء میں شرح پیدائش اِس سے گر کر ۱۷۰۱ فی ہزار ہوگئی ہے۔ بچوں کے سکولوں میں اوسط حاضری آجکل ۵۵ لاکھ چونسٹھ ہزار ہے۔ اور یہ تعداد کُل آبادی کی تعداد کے لحاظ سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔

آؤ ذرا ہم انگلستان کے لوگوں کی بیمہ کی ہوئی زندگیوں پر بھی سرسری نظر ڈالیں۔ انگلستان کے تمام مزدور لازمی طور پر قانوناً۔ اوّل برائے بیماری۔ دوم بیوی کو بیوہ ہوجانے کی صورت میں خرچہ ملنے کے لئے اور تیسرے بڑھاپے کی پنشن کے لئے ہر ہفتہ اپنی تنخواہ سے کچھ حصہ کٹواتے ہیں۔ اور اُس حصہ کے برابر مالک کارخانہ اپنے پاس سے جمع کرواتا ہے اور اُتنا ہی حصہ گورنمنٹ کے خزانہ سے دیا جاتا ہے۔ ایک پورے بالغ مزدور کو کم از کم ۱۰ شلنگ فی ہفتہ بیمار ہوجانے کی صورت میں الاؤنس ملتا ہے۔ اِس کے علاوہ اُس کے بیوی اور بچوں کو علیحدہ الاؤنس دیا جاتا ہے۔ اور بیکار ہوجانے کی صورت میں اِس سے بھی زیادہ ملتا ہے اِس کے علاوہ ڈاکٹر کی فیس اور تیمارداری کا خرچ بھی گورنمنٹ اور مالک کارخانہ کو ہی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اگر دانت خراب ہوجائیں تو دندان ساز کی خدمات بھی مُفت حاصل ہوتی ہیں۔ اور نئے دانت بھی گورنمنٹ کے خرچ پر مُفت لگوائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس طرح سے انگلستان ہر سال ۴ کروڑ پونڈ بیکاری کے بیمہ پر خرچ کرتا ہے۔ لیکن ابھی تک مزدوروں کے ایک کافی حصہ نے بیکاری کا بیمہ نہیں کروایا۔ چونکہ ماسوا بیکاری کے مفلسی کی اور بھی وجوہ ہوتی ہیں۔ اس لئے ۴ کروڑ پونڈ کے علاوہ ۵ کروڑ ۸۰ لاکھ پونڈ ہر سال غریبوں کی امداد کے لئے قانون امدادِ مفلسان (POOR LAW) کے سبب خرچ کیا جاتا ہے۔ یہ اعداد ۱۹۲۷ء کے ہیں ۱۸۸۱ء میں اس مد میں صرف ۹۰ لاکھ پونڈ خرچ کئے جاتے تھے۔

مندرجہ بالا رقوم کوئی معمولی رقوم نہیں۔ اتنا روپیہ تو ہندوستان اپنی فوجوں پر ہر سال خرچ کرتا ہے۔ ناظرین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اگر اتنی رقم خرچ نہ کی جاتی تو انگلستان میں غربا کی کیا حالت ہوتی بلکہ

ہیں تقریباً ۱۲ لاکھ مزدور پیشہ لوگ ہیں ۔ اور ان میں سے تقریباً ۱۲ فیصدی بیکار ہیں ۔

مندرجہ بالا رقوم کے علاوہ گورنمنٹ ۳ کروڑ پونڈ بڑھاپے کی پنشن پر خرچ کرتی ہے ۔ جس شخص کی عمر ۷۰ سال سے زائد ہو جائے ۔ تو وہ گورنمنٹ کے خزانہ سے قانوناً ہر ہفتہ ۱۰ شلنگ حاصل کرنے کا حقدار ہے ۔ اِس پنشن کے علاوہ وہ مزدور پیشہ لوگ کہ جنہوں نے بیمہ کروایا ہُوا ہے اور جس کے لئے وہ اپنی زندگی میں اپنی تنخواہ سے کچھ نہ کچھ کٹواتے رہے ہیں ۔ ۶۵ سال کی عمر میں اُنہیں ۔ اُن کی بیوی اور بچوں کو پنشن ملنی شروع ہو جاتی ہے ۔ یہ ایک نئی سکیم ہے اور اِس پر بھی ایک کروڑ ۵۰ لاکھ پونڈ سالانہ خرچ ہوتے ہیں ۔

اب مندرجہ بالا رقوم ٹیکس کے ذریعہ امیر اصحاب سے وصول کی جاتی ہیں ۔ انفرادی طور پر یہ ٹیکس ایک بھاری ٹیکس ہوتا ہے ۔ لیکن انگلستان کے لوگوں کا قول ہے کہ امیروں کی دولت جمع کرنے کا ذریعہ غریب مزدور پیشہ لوگ ہیں ۔ اس لئے اُنکا بھی زندہ رہنے اور زندگی کو اگر پُر لُطف نہیں تو کم از کم اُسے آرام سے بسر کرنے کا حق ضرور ہے ۔ اس لئے گورنمنٹ کا یہ فرض اولین ہے کہ وہ امیر آدمیوں پر گراں ٹیکس لگا کر غربا کی پرورش کرے ۔ یہ کوئی بہت پُرانے زمانہ کی بات نہیں کہ جب ایک پونڈ میں ۹ پنس ٹیکس کو گراں تصور کیا جاتا تھا اور لوگ اُسے ادا کرتے ہوئے گھبراتے تھے ۔ لیکن آج اتنا ٹیکس ایک نہایت معمولی ٹیکس خیال کیا جاتا ہے ۔ آج کل کنوارے کی ۱۸۰ پونڈ سالانہ آمدنی پر ایک پونڈ میں ۴ شلنگ ٹیکس لگایا جاتا ہے ۔ اور کوئی چوں تک بھی نہیں کرتا ۔

اس کے علاوہ ۲۰۰۰ پونڈ کی سالانہ آمدنی پر ایک اور ٹیکس لگایا جاتا ہے ۔ اُسے Super Tax کہتے ہیں ۔ علاوہ ازیں ٹیکس ایک اور ذریعہ سے بھی وصول کیا جاتا ہے ۔ اُسے انگریزی میں Death Duties کہتے ہیں ۔ اُس کے معنے یہ ہیں کہ اگر کوئی امیر آدمی مر جائے تو اُس کی جائداد جہاں اُس کے پسماندگان کو ملتی ہے وہاں اُس کا کچھ حصہ گورنمنٹ بھی بطور ٹیکس وصول کرتی ہے ۔ مثلاً ۱۹۳۰ء میں ایک امیر آدمی کے مرنے پر اُس کی جائداد کا اندازہ ۴۹ لاکھ پونڈ لگایا گیا تھا ۔ اور اُس میں سے بطور ٹیکس موت ۲۰ لاکھ پونڈ گورنمنٹ نے لے لئے تھے ۔ چنانچہ ٹیکس کی صورت میں ۱۹۳۰ء میں مندرجہ ذیل رقوم وصول ہوئیں ۔

انکم ٹیکس	۲۳ کروڑ ۹۵ لاکھ پونڈ	زائد آمدنی پر ٹیکس	۵ کروڑ ۸۰ لاکھ پونڈ
ٹیکس اموات	۸ کروڑ ۱۰ لاکھ پونڈ		

پیشتر اس سے کہ مضمون کو ختم کیا جائے ۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کرام کو کچھ اُن رقوم کا بھی علم ہو جائے جو انگلستان میں عام آدمیوں کی مجلسی حالت کو سدھارنے کے لئے ہوتی ہیں ۔

کونٹی بورڈوں کو مختلف ہسپتال اور زچہ خانہ کھولنے کے لئے امداد ＝ ایک کروڑ ۴۵ لاکھ پونڈ

چندہ جو کونٹی بورڈوں کو وصول ہوا	= ایک کروڑ ۵۵ لاکھ پونڈ
تعلیم	= ۴ کروڑ ۶۵ لاکھ پونڈ
مزدوروں کے رہائشی مکانات کی تعمیر	= ایک کروڑ ساڑھے ستائیس لاکھ پونڈ
محکمہ حفظانِ صحت	= ۴ کروڑ ساڑھے ۶۷ لاکھ پونڈ
ریفارمیٹری سکول	= ساڑھے بارہ لاکھ پونڈ
مزدوروں کے لئے روزی بہم پہنچانے کی سکیموں پر غور کرنے کے لئے	= ۲۰ لاکھ پونڈ
ضعیف العمری کی پنشنیں	= ۳ کروڑ ۵۵ لاکھ پونڈ
جنگ عظیم کے زخم خوردہ لوگوں کی پنشنیں	= ۵ کروڑ چالیس لاکھ پونڈ
مزدور پیشہ لوگوں کی بیواؤں کی پنشنیں	= ۴۰ لاکھ پونڈ
صحت کا بیمہ کروانے کے لئے گورنمنٹ کی امداد	= ½۶۲ لاکھ پونڈ
بیکاری کے بیمہ کے لئے گورنمنٹ کی امداد	= ایک کروڑ بیس لاکھ پونڈ

مندرجہ بالا کوششوں کے باوجود انگلستان کے رہبر اور لیڈر یہی خیال کرتے ہیں کہ مجلسی خدمات کی مد میں ابھی روزِ اول کا معاملہ ہے۔ وہ لوگوں کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے سخت کوشاں ہیں۔ ابھی تک ہمارے ہندوستان کے لیڈروں کو انگلستان کے مقابلے میں مجلسی خدمات میں بہت کچھ کرنا ہے۔

شاعر

(از ادیب مالیگانوی)

شاہد فطرت کی رعنائیوں اور دلفریبیوں کا دیوانہ۔ ژرف نگاہی اور وسیع القلبی میں یکتائے روزگار سوز و گداز کا پیکر خاموش آغوشِ درد کا پروردہ۔ اسرارِ حیات کی عقدہ کشائی، رموز فطرت کی پردہ دری اسکی زندگی کا مقصد اولین۔ آبشاروں کا ترنم شیریں، غنچوں کا تبسم رنگین، ستاروں کی چمک، پھولوں کی مہک اسکی روح کے لئے نشاط و سرور کا گنجینہ۔ اس کے نغمہائے وجد آفرین کائنات کے لئے "پیام زندگی" اسکی سحر طرازیوں سے جلوہ زار و ہر ذرہ مسحور و پر کیف۔ اسکی شعلہ نوائی حجاب باطل کے لئے برقِ خرمن سوز، جمال حقیقت کا شیدائی۔

اس کی ذات گم گشتگانِ جادۂ ہستی کے لئے مینارۂ ہدایت، سفینۂ ارتقا کا ناخدا۔ گلستانِ ہست و بود کی دلکشی، محفل کون و مکاں کی جلوہ طرازی، خمکدۂ حیات کی سرمستی۔ اسکی رنگینئ بیان کی محتاج و منت پذیر۔ حسن و محبت کا پرستار، عشق کا بندۂ بے دام۔ ترجمانِ حقیقت . . . . "شاعر"

کیفیاتِ درد

سر دُھن رہا ہوں کیا کہوں عذرِ بیاں کو میں | پوچھا جب اُس نے کہہ نہ سکا داستاں کو میں

صیّاد آرزوئے رہائی نہیں رہی | سنتا ہوں تجھ سے تذکرۂ آشیاں کو میں

ہر جنبشِ نظر میں ہے دُنیاءِ اضطراب | یہ جانتا تو ضبط نہ کرتا فغاں کو میں

عذرِ ستم ہے بعد ستمہائے بے شمار | پہچانتا ہوں آپکے ہر امتحاں کو میں

کیا جانے کس خیال سے رودادِ مدعا | پیہم سنا رہا ہوں ترے آستاں کو میں

بربادیوں کے ساتھ یہ احساس مٹ گیا | پہچانوں کس نگاہ سے اب آشیاں کو میں

اے چشمِ عشوہ کار زباں بند ہو گئی | لایا تھا ساتھ ہمتِ شرح و بیاں کو میں

جس کے خیال کی بھی نہ دل تاب لا سکے | کوئی بتائے کیا کہوں اُس آستاں کو میں

صیاد ہے چمن میں نہ برق آسمان پر | تعمیر کیا سمجھ کے کروں آشیاں کو میں

جھکتی ہے ذرّہ ذرّہ پہ اے دردؔ یوں جبیں
کہتا ہوں جیسے آج کسی داستاں کو میں

درد

ابتدائی طریقۂ تعلیم پر ایک ناقدانہ نظر

غایتِ تنقید یوں تو ایک مدت کا تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ جماعت اوّل کے طلباء دو اڑھائی سال تک پہلی جماعت ہی میں وقت کھوتے رہتے ہیں جس کی ذمہ واری مدرسین پر عموماً عائد کی جاتی ہے۔ حالانکہ اس تضیع اوقات کا تمام بار افسرانِ تعلیم پر عموماً اور ٹیکسٹ بک کمیٹی پر خصوصاً عائد ہوتا ہے۔ جیساکہ آئندہ بیان سے واضح ہوگا اگر دہلی کے ایک میونسپل بورڈ سکول میں سنہ ۲۹ء میں جب جماعت اوّل میرے سپرد کی گئی تو باوجودیکہ طلباء جماعت اول پہلے اساتذہ سے قریباً ۲ سال تعلیم حاصل کر چکے تھے۔ مگر میرے امتحان میں وہی ڈھاک کے تین پات ہی اُترے۔ قریباً چھ ماہ تک میں نے بھی انتہائی کوشش کی۔ مگر طلباء کو نہ آگے بڑھنا تھا اور نہ بڑھے۔ بالآخر شبانہ روز کی سوچ بچار کے بعد میں نے بہ طرز بن و گو (دیکھو اور بولو) پڑھانا شروع کیا۔ لگاتار محنت اور کوشش کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ وہی طلباء جو قریباً اڑھائی سال میں قاعدہ کے گیارہ صفحات بھی ختم نہ کرنے پائے تھے۔ تین ماہ میں ۱۹ صفحات ختم کر گئے۔ اس پر طرفہ یہ کہ نہ صرف ۱۱ صفحات ہی ختم کر چکے بلکہ اکثر طلباء آموختہ کی امداد سے نیا سبق بھی پڑھنے لگے۔ تب یہ مجھے نہایت شدومد سے محسوس ہوا۔ کہ درحقیقت بقول علامہ قاضی ضیاءالدین صاحب موجودہ قدیم روائتی طریقہ (اصول تعلیم صفحہ ۱۲۸) بچوں کے لئے نہایت پریشان کن طریق خواندگی ہے۔

افسرانِ تعلیم کا قیاس اکثر میونسپل بورڈ سکولز کی پہلی جماعت کا نتیجہ جب ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب کے معائنہ میں ناقص رہا۔ اور جماعت اوّل کے اکثر طلباء کی مدتِ تعلیم دو ڈھائی سال دیکھی گئی۔ تو صاحب موصوف نے یہ اندازہ لگایا۔ کہ میونسپل بورڈ کے معلمین تن دہی سے کام نہیں کرتے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے سکولز کی پہلی جماعت تو بالعموم اچھی رہے۔ مگر میونسپل بورڈ کی جماعت اوّل ہمیشہ ناقص اُترے۔

مگر اصحاب بصیرت کے نزدیک افسرانِ تعلیم کا یہ خیال قیاس مع الفارق ہے۔ اوّل اس لئے کہ میونسپل بورڈ میں کثیر تعداد اُن تجربہ کار مدرسین کی ہے۔ جو ایک مدت ڈسٹرکٹ بورڈ میں کام کر چکے ہیں۔ لہذا کوئی وجہ نہیں کہ وہی مدرسین جو ڈسٹرکٹ بورڈ میں قابل چست اور ہوشیار ہوں۔ میونسپل بورڈ میں آتے ہی سست اور کاہل ہو جائیں۔ ثانیاً اس لئے کہ راقم الحروف کا ذاتی تجربہ ہے۔ کہ بجنسہ یہی حالت جماعت اوّل کی ڈسٹرکٹ بورڈ مدارس میں ہے۔ جو میونسپل بورڈ سکولز میں نظر آرہی ہے چنانچہ اصولِ تعلیم کی شہادتِ ذیل ہمارے تجربہ کی مؤید و مصدق ہے۔ وھو ھذا :-

"اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ ہمارے پرائمری مدارس میں طلباء کی تعداد سب سے نیچے کی یعنی اوّل جماعت میں خلاف تناسب بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور کئی لڑکوں کو دو سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ تک اوپر کی جماعت میں چڑھایا نہیں جاتا۔" (اصولِ تعلیم صفحہ ۹۲ اڈیشن ثانی)

پس معلوم ہوا کہ میونسپل بورڈ کے مدرسین پر غفلت اور نالائقی کا الزام صحیح نہیں ہے۔ بلکہ کوئی دوسری وجہ ہے۔ جو میونسپل بورڈ اور ڈسٹرکٹ بورڈ ہر دو محکموں کے عملۂ مدرسین پر محیط ہے۔ اور وہ وجہ موجودہ ابتدائی طریقۂ تعلیم کا ناقص ہونا ہے چنانچہ فاضل اجل حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب موجودہ ابتدائی طریقۂ تعلیم پر تنقید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ

"ایسے طالب علم بھی دیکھنے میں آئے۔ جو دو سال تک قاعدہ پڑھنے کے باوجود ایک سطر نہیں پڑھ سکتے تھے"۔ (اصول تعلیم صفحہ ۱۴۱)

الغرض عام تجربہ اور مشاہدہ سے یہ بات پایۂ تحقیق تک پہنچ چکی ہے کہ جماعت اول میں طلباء کا بہت سا وقت ضائع ہوتا ہے جس کی کئی ایک وجوہ ہیں۔ منجملہ دیگر وجوہات کے سب سے بڑی وجہ نصاب تعلیم کا صحیح نہ ہونا ہے۔

نصابِ تعلیم سے غفلت بھلا یہ امر کس قدر قابلِ افسوس ہے کہ محکمۂ تعلیم ایک طرف تو زر کثیر صرف کر کے ٹریننگ انسٹی ٹیوشنوں کے زیر تربیت طلباء کو موجودہ طریق تعلیم جسے "طریقِ ہجی" کہا جاتا ہے کے متعلق اصولِ تعلیم میں یہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ

"چونکہ اس کی (یعنی طریق ہجی کی صحت کی) ابتداء حروف اور اس کے ناموں سے ہوتی ہے۔ اور یہ نام اُنکی اصلی آوازوں کے قائمقام نہیں ہوتے۔ بلکہ اصلی آوازوں کے ساتھ دوسری آوازیں بھی ہوتی ہیں۔ اس لئے متعلم کو بسبب اس اختلاف کے جو آوازوں اور ناموں کے ہوتا ہے۔ پہلے پہل بہت حیرانی کا سامنا ہوتا ہے۔ اور کافی عرصہ تک حیران رہنے کے بعد اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نام میں اصلی آواز کونسی ہے۔ اور زائد کونسی۔ یہ تمیز بچے کا ایک ذہنی کرتب ہوتا ہے۔ . . . . (اس لئے) بہترین طریقہ یہ ہے کہ ابتداء میں حرفوں کے رسمی ناموں کو بالکل ترک کر (دیا جائے) تاکہ بچے کو حیرانی کی منزل پیش ہی نہ آئے"۔ (اصول تعلیم صفحہ ۱۴۱)

اور دوسری جانب تاکیداً ہدایت کرتا ہے کہ

"یہ لازم ہے کہ جن اصولوں پر اس کتاب میں بحث کی گئی ہے۔ انکی پیروی کرائی جائے"۔ (اصول تعلیم صفحہ ۲)

مگر عملی حالت یہ ہے۔ کہ ٹیکسٹ بک کمیٹی نے جو کئی سال کی کد و کاوش کے بعد جماعت اول کے لئے "قاعدہ" مرتب کیا ہے۔ اس کے شروع میں اسی قدیمی روایتی طریقہ کے حروف موجود ہیں۔ حالانکہ اسی طریق کے متعلق اصولِ تعلیم میں حسب ذیل ریمارکس موجود ہیں۔

طریق ہجی پر اصولِ تعلیم کی تنقید (۱) "یہ خراب طریقہ مدرسوں میں مدتوں مروج رہا ہے۔ اور اب تک مروج ہے"۔ (اصول تعلیم صفحہ ۱۴۰)

(۲) "اس طریق سے پڑھانے میں آوازوں اور الفاظ میں کوئی قدرتی تعلق نہیں ہوتا"۔ (اصولِ تعلیم صفحہ ۱۴۰)

(۳) "اس طریقہ سے بچہ کو پڑھنا لکھنا آسانی سے اور جلد نہیں آتا"۔ (اصولِ تعلیم صفحہ ۱۲۸)

(۴) "یہ طریقہ بوجوہات ذیل خراب ہے"۔ (اصولِ تعلیم صفحہ ۱۲۷)

پس جب ایک طریق نہ صرف بہ دلائل کثیر ناقص ثابت ہو چکا۔ بلکہ تجربہ اور مشاہدہ بھی اس کے مصدق اور مؤید ہیں تو ایسی حالت میں اسی راہ پر گامزن رہنا بقول شخصے

ترسم نرسی بہ کعبہ اے اعرابی کیں راہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

کا مصداق نہیں تو کیا ہے؟ بلکہ اگر محکمہ تعلیم کی توجہ کا چندے یہی حال رہا۔ تو وہ دن دُور نہیں۔ کہ ع کارِ طفلاں تمام خواہد شد کا مضمون صادق آئے۔

محولہ بالا شہادت سے یہ بات من کل الجہات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے۔ کہ جماعت اوّل میں طلبار کے دو دو تین سال تک رہنے کی ذمہ واری غریب مدرسین پر عائد نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی ذمہ واری افسرانِ تعلیم پر بالعموم ٹیکسٹ بک کمیٹی پر بالخصوص عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ ٹیکسٹ بک کمیٹی جس آسان ابتدائی طریقِ تعلیم کی پیروی کو "اصولِ تعلیم" میں لابدی ٹھہراتی ہے۔ اس کے مطابق کورس مہیا نہیں کرتی جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنے ہیں کہ ٹریننگ کی تعلیم ٹریننگ سکولز میں محض پڑھنے ہی کے لئے ہے۔ اس پر عمل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ مگر طرفہ یہ ہے کہ پیروی کی سخت تاکید بھی ہے۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ اگر بچے اس "قدیم روائتی طریقۂ تعلیم" کی دلدل کو عبور نہ کر سکیں۔ تو بمصداق "بلائے طویلہ بر سرِ میموں" مدرس کی شامت کبھی ترقی بند ہے۔ کبھی تنزلی کا نمبر ہے۔ کبھی معزولی تک کا مُنہ بھی دیکھنا پڑے۔ اس عجیب سختی کا جواب بیچارے مدرس کے پاس ماسوائے اس کے کچھ نہیں ہوتا کہ وہ جواباً یہ کہکر چپ ہو جائے کہ سہ

"درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہٖ باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش"

رجوع الی المقصد

ابتدائی طرقِ تعلیم پر محققانہ تبصرہ

ابتدائی مدارس میں ابتدائی تعلیم کا طریقہ جو عام اور مروج ہے جس میں شروع شروع میں الف۔ بے۔ پے وغیرہ حروف کے نام پڑھائے جاتے ہیں۔ اسے "طریقِ ہجی" کہتے ہیں۔

دوم "طریق الصوت" یعنی آواز کے مطابق حروف کی شکلوں کو پہچاننا۔ اسی کا دوسرا نام "طریق بین و گو" یا "دیکھو اور بولو" ہے:۔

ایک وقت تھا۔ جبکہ محکمہ تعلیم "طریق ہجی" کے اوصاف میں رطب اللسان تھا۔ مگر جب ایک مدت کے بعد تجربہ اور مشاہدہ سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ "طریق ہجی" ناقص اور بچوں کی عمر کو ضائع کرنے والا ہے۔ تو مجبوراً "اصولِ تعلیم" کے ایڈیشن ثانی میں "طریق ہجی" کی مذمت کرنی پڑی۔ اور حق تو یہ ہے۔ کہ "طریقِ بین و گو" ہی بچوں کو جلدی اور آسانی سے اُوپر کی منازل میں لے جاتا ہے۔ "مگر مشکل تو یہ ہے کہ ایک یہ لازم ہے کہ جن اصولوں پر اس کتاب میں بحث کی گئی ہے۔ انکی پیروی کرائی جائے۔" (اصولِ تعلیم صد ۲)

چنانچہ "اصولِ تعلیم" ایڈیشن ثانی میں "طریق بین و گو" پر ایک مفصل بحث موجود ہے۔ اور بہ دلائل کثیر ثابت کیا گیا ہے۔ کہ بچوں کے لئے یہ طریق مفید ہے۔ مگر دوسری جانب پیروی کرانے کی یہ حالت ہے کہ وہ نصاب جو جماعت اوّل کے لئے مقرر کیا گیا ہے اسے "بہ طریق ہجی" تیار کیا گیا ہے۔

اگرچہ اکثر اولڈ فیشن کے معلم اب تک بھی "طریق ہجی" ہی کو پسند کرتے ہیں۔ اور "طریقِ بین و گو" کے مخالف ہیں۔ مگر تجربہ اور مشاہدہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ "قدیم روائتی طریقہ" بچوں کے لئے نہایت پریشان کن ہے۔ اس لئے ذیل میں ہم چند ایک نقائص

لکھنے کے بعد طریق بین وگو کی جانب رجوع کرینگے"

"طریق تہجی کے نقائص"

(۱) پڑھانے کا یہ طریق قدرتی نہیں ہے۔ کیونکہ قدرت بچے کو ابتداء میں۔ آ۔ با۔ بابا۔ وغیرہ الفاظ سکھاتی ہے۔ نہ کہ الف۔ بے
پے تے۔ وغیرہ۔

(۲) ہجے کرنے میں جس طریق پر حروف ابجد کو اعراب کے ذریعے ملایا جاتا ہے۔ قدرتی طریق کے مخالف ہے۔ مثلاً ہم بچے کو
پڑھاتے ہیں۔ الف زبر ب (اَب) سنو۔
ظاہر ہے۔ کہ لفظ (اَب) اِن آوازوں یعنی الف۔ زبر۔ بے کا مجموعہ نہیں۔ پس اس طریق سے آوازوں اور الفاظ میں قدرتی
تعلق نہیں ہوتا" (اصول تعلیم صـ۱۴۰)

(۳) "الف زبر بے۔ الف زبر ج وغیرہ غیر متعلق آوازیں پڑھنے کے اصلی مدعا یعنی شناخت الفاظ میں سوائے تضیع اوقات
کے کچھ امداد نہیں کرتیں" (ملخصاً اصول تعلیم صـ۱۴۱)

(۴) اگر بچوں کی توجہ انہی تک محدود رکھی جائے۔ تو الفاظ کو پڑھنا انہیں کبھی نہیں آتا۔ ایسے طالب علم بھی دیکھنے میں آئے ہیں۔
جو دو سال قاعدہ پڑھنے کے باوجود ایک سطر بھی نہیں پڑھ سکتے۔ لیکن ہجے کرنے میں وہ ایسے مشاق تھے کہ جس لفظ
کے ہجے چاہے کروالو۔ یہ خراب طریقہ مدرسوں میں مدتوں جاری رہا اور اب تک جاری ہے" (بالفاظ اصول تعلیم صـ۱۴۱)

(۵) چونکہ اس کی (یعنی طریق تہجی کی صمدانی) ابتداء حروف اور اس کے ناموں سے ہوتی ہے۔ اور یہ نام اصلی آوازوں کے قائمقام
نہیں ہوتے۔ بلکہ اصلی آوازوں کے ساتھ دوسری آوازیں بھی ہوتی ہیں۔ اس لئے یہ غیر متعلق آوازوں کا مستزاد بچوں کے
لئے باعث پریشانی ہے" (ملخصاً اصول تعلیم صـ۱۴۲)

(۶) اس صورت میں بچے کو کچھ نشانات (یعنی حروف تہجی) سکھائے جاتے ہیں۔ جو ایک مدت کے بعد مفید اور دلچسپ اشیاء
(یعنی پڑھنے کے لئے) میں کار آمد ہونگے۔ نقد فائدہ کوئی نہیں۔ سوائے پریشانی کے مثلاً طریق بین وگو کے مطابق ہم
نے بچے کو "بَا" سکھایا بچہ اگر "بَا" دو دفعہ دہرائے تو بابا بن جاتا ہے۔ مگر "بَ" علاوہ قائمقام اصلی آواز کے نہ ہونے کے
بے معنی بھی رہتی ہے۔ اور ایک مدت کے بعد جاکر مفید ہو سکتی ہے" (اصول تعلیم صـ۱۲۸ ملخصاً)

(۷) یہ تمام نقائص بالآخر یہ رنگ لاتے ہیں۔ کہ
"اس طریق سے بچہ کو پڑھنا لکھنا آسانی سے اور جلد نہیں آتا" (اصول تعلیم صـ۱۲۸)

پس یہ ضروری ہے کہ پڑھنا سکھانے کے لئے ہم ایسا طریقہ برتیں کہ اس میں وقت و محنت کی کفایت ہو۔ تاکہ طالب علم
میں پڑھنے کی استعداد نہایت آسانی سے پیدا ہوجائے" (اصول تعلیم صـ۱۳۷)

طریقِ بین وگو (دیکھو اور بولو) پر ایک نظر

ہمارے نزدیک جس طرح طریق تہجی، ناقص ہے۔ اسی طرح وہ طریق تعلیم بھی جسے دیکھو اور بولو سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نقائص سے مبرا نہیں۔ کیونکہ اگرچہ وہ نسبتاً مفید ضرور ہے۔ مگر یقیناً اصلاح طلب ہے۔ چنانچہ اوّل ہم طریق بین وگو کی تعریف اصولِ تعلیم کے الفاظ میں بیان کرینگے اور مابعد اس طریق پر ایک اصلاحی اجمالی تبصرہ کرینگے جس سے ناظرین پر روشن ہو جائیگا کہ "طریق دیکھو اور بولو" کہاں تک اصلاح طلب ہے۔ اصولِ تعلیم کے الفاظ میں طریق بین وگو کی تعریف یہ ہے:-

"وہ طریقہ جسے دیکھو اور بولو سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اُس کی رو سے کل سے جزو کی طرف چلتے ہیں۔ یعنی ایک مسلسل بیان یا کہانی سے ابتداء کرتے ہیں۔ اور اس مسلسل کہانی یا بیان کے بعد اس کے جملات کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ اور پھر الفاظ کی طرف اور بعد حروف کی طرف اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ ایک عمدہ کہانی انتخاب کی جاتی ہے اور احتیاط سے مناسب الفاظ میں ڈھالی جاتی ہے۔ اور طلباء کے روبرو کہی جاتی ہے۔ اور اُن سے کہلوائی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ انکو اچھی طرح سے یاد ہو جائے تب معلم کہانی کو صاف اور جلی خط میں تختہ سیاہ پر لکھتا ہے۔ اور خیال رکھتا ہے کہ وہی الفاظ کئی مرتبہ مختلف عبارتوں میں آ جائیں۔ اور جب وہ کہانی پڑھتا ہے۔ تو ہر ایک لفظ کی طرف اشارہ کرتا جاتا ہے۔ اور کئی دفعہ ایسا کرتا ہے۔ اور پھر لڑکوں سے پوچھتا ہے کہ جملوں کے جداگانہ الفاظ بتائیں۔ اور یہ مشق جاری رہتی ہے۔ یہاں تک کہ لڑکے ہر ایک لفظ کو پہچاننے لگتے ہیں۔ ساری کہانی اس طرح ختم کی جاتی ہے۔ اسی اثناء میں بچوں کو الفاظ کے اجزاء ترکیبی یعنی حروف تہجی جاننے کی ضرورت محسوس کرائی جاتی ہے۔" (بلفظہ اصولِ تعلیم صفحہ ۱۳۸/۱۳۹)

تنقید

(۱) اس طریق میں کل سے جزو کی طرف جانا گویا مشکل سے آسان کی طرف آنا ہے۔ جو قدرت اور اصولِ تعلیم دونو کے خلاف ہے۔ کیونکہ قدرت ہر شے کو جزو سے کل کی طرف لے جاتی ہے۔ کل کی طرف سے جزو کی جانب نہیں لوٹاتی اور تعلیم کا اصول یہ ہے کہ آسان سے مشکل کی جانب چلو نہ کہ مشکل کی طرف سے آسان کی طرف پس جس طرح طریق تہجی قدرتی طریق نہیں۔ ٹھیک اسی طرح یہ طریق بھی قدرتی طریق نہیں کہلا سکتا۔ پس جہانتک حروفِ تہجی کا تعلق غیر قدرتی طریق سے ہے۔ اسے ترک کر دینا چاہئے۔ اور حروف تہجی کو قدرتی طریق پر ڈھالنا چاہئے۔ تاکہ آسان سے مشکل کی طرف جانیکا اصول بھی نہ چھوٹے اور قدرتی طریق بھی قائم رہے۔

ہم ذیل میں ایک مثال کے ذریعے اس اجمال کی تفصیل کرتے ہیں۔ اصولِ تعلیم میں یہ تو مسلمہ امر ہے۔ کہ "ابتداء میں حرفوں کے رسمی ناموں کو بالکل ترک (کر دیا جائے) تاکہ بچے کو حیرانی کی منزل پیش ہی نہ آئے۔" (اصولِ تعلیم صفحہ ۱۴۱)

گویا اصولِ تعلیم کا یہ مسلمہ ہے کہ حروف کے رسمی اسماء چونکہ غیر قدرتی اصوات پیدا کرتے ہیں یعنی ان کی قرأت اور کتابت یکساں نہیں ہوتی - اس لئے بچّے ایک مدت کے بعد اپنے ذہنی کرتب سے قرأت اور کتابت میں تمیز کرتے ہیں - جو خواہ مخواہ بچوں کے دماغ پر غیر مفید زور دینا ہے - لہٰذا ابتدا میں حرفوں کے رسمی ناموں کو ترک کرنا ضروری ہے -

اب ہمیں دیکھنا یہ چاہئے - کہ ہم کیا کریں - اس لئے ہم یہاں اصولِ تعلیم کا ایک دوسرا مسلمہ یاد دلاتے ہیں - وہ ہو ندا "پڑھنا سیکھنے میں ابتدائی قدم یہ ہے کہ طلباء صحیح آوازوں کو کتاب کے حروف کے ساتھ ملا سکیں - (اصولِ تعلیم ص۱۳)

پس ہمیں اس اصول کے مطابق ابتدائی قدم اُٹھانے کے لئے اولاً ایسی تہجی تیار کرنی چاہئے - جس میں قرأت اور کتابت یکساں ہو - ازاں بعد بتدریج مشکلات کی جانب قدم اُٹھانا چاہئے - مثلاً ہم الف - بے - پے کی بجائے تہجی یہ قرار دیں - آ - با - پا وغیرہ یہ وہ حروف یا الفاظ ہیں جن کی قرأت اور کتابت یکساں ہے - یا بالفاظ دیگر اگر پڑھنا سکھانے میں ابتدائی قدم آ - با - پا وغیرہ تہجی سے اُٹھایا جائے - تو یہ مدعا کہ طلباء صحیح آوازوں کو کتاب کے حروف کے ساتھ ملا سکیں" احسن طور پر پورا ہو سکتا ہے - اس میں نقد فائدہ یہ حاصل ہوگا - کہ اگر بچہ با کو دو دفعہ دہرائیگا - تو لفظ بابا بن جائیگا - اور اگر با اور جا کو ملا کر پڑھیگا - تو لفظ باجا بن جائیگا - حتیٰ کہ اگر اس طریق پر تمام تہجی سکھائی جائے تو طلباء ۶،۷ بامعنی الفاظ سیکھ لینگے - جیسا کہ ہم آگے چل کر بتائینگے - اور نہ صرف الفاظ بلکہ بہت سے بامعنی جملے بنانا سیکھ جائینگے جن کی قرأت اور کتابت یکساں ہوگی - اور یہ طریق قدرت کے عین مطابق رہیگا - کیونکہ قدرت بچّے کو اولاً آ - با - تا وغیرہ الفاظ سکھاتی ہے - بعدہٗ پورے الفاظ اس کے بعد فقرات - جملے اور عبارت پس رسمی حروف کے ناموں کو ترک کرنے کے بعد ہمیں پڑھنے کے مدعا کو صحیح طور پر حاصل کرنے کے لئے متذکرۃ الصدر تہجی سے قدم اُٹھانا چاہئے -

ہاں یہ یاد رہے کہ یہ طریق اُن عیوب اور نقائص سے قطعاً مبرّا اور پاک رہیگا - جنہیں اصولِ تعلیم میں "طریق تہجی" پر تنقید کرتے ہوئے بیان کیا گیا ہے مثلاً لکھا ہے کہ

"(اس) صورت میں تو بچّے کو کچھ نشانات (یعنی حروف تہجی) سکھائے جاتے ہیں - جو ایک مدت کے بعد مفید اور دلچسپ اشیا (یعنی پڑھنے - لکھنے) میں کارآمد ہونگے" (اصولِ تعلیم ص۱۳۸)

مگر یہ طریق ایک مدت کے بعد تو کیا قدم اُٹھاتے ہی اپنا فائدہ ظاہر کریگا!

(۲) چونکہ "طریق دیکھو اور بولو" مندرجہ اصولِ تعلیم میں اوّل کہانی یا بیان منتخب کیا جاتا ہے - جو لازماً کئی جملوں کا مجموعہ ہوگا - اور کئی جملوں کا ایک مربوط بامعنی اور مسلسل مجموعہ بمشکل اِس شرط کو پورا کر سکیگا - کہ

"طلباء صحیح آوازوں کو کتاب کے حروف کے ساتھ ملا سکیں" (اصولِ تعلیم ص۱۳)

(۳) اس طریق میں کہانی یا بیان طلباء کو اس لئے لفظ بہ لفظ رٹوایا جاتا ہے - کہ کہانی نہایت احتیاط سے مناسب الفاظ میں ڈھالی جاتی ہے" اور انہی الفاظ کی تجزّی مقصود ہوتی ہے - لہٰذا اگر طلباء الفاظ نہ رٹینگے - اور کہانی کو اپنے

لفظوں میں یاد کرینگے۔ تو کہانی یا بیان کا احتیاط سے مناسب الفاظ میں ڈھالنا بیکار ثابت ہوگا۔ پس خورد سال بچوں کو ابتداً
بہ قید الفاظ کسی کہانی یا بیان کا رٹوانا انکے دماغ پر نہ صرف ایک نہایت بھاری بوجھ رکھنا ہے۔ بلکہ ایک غیر قدرتی
طریق ہے۔ کیونکہ قدرت کسی مفہوم کا اظہار بہ قید الفاظ معینہ نہیں سکھاتی۔ بلکہ قوت گویائی کی آزادانہ تربیت کرتی ہے۔

(۴) چونکہ جماعت اول میں سال بھر داخلہ ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے ہر نووارد طالب علم کو لفظ بہ لفظ کہانی رٹوانا اس
امر کا مترادف ہوجائیگا۔ کہ سال بھر میں بہ مشکل تمام ایک کہانی ختم ہوسکے گی۔ اور بروقت معائنہ سست اور کاہل معلم کو
یہ کہنے کا موقعہ مل جائیگا۔ کہ صاحب!! بچوں کو کہانی ہی یاد نہیں ہوئی۔ الفاظ کی تجزی کس وقت سکھاتا۔

(۵) چونکہ یہ طریق گفتگو سے شروع ہوتا ہے اور الفاظ آنکھوں سے دیکھے نہیں جاتے۔ اس لئے یہ طریق مشکل ہے یا یوں
کہو کہ کتاب سے دیکھ کر پڑھنے اور زبانی رٹنے میں وہی فرق ہے۔ جو نقل نویسی اور املاء میں ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے۔ کہ
"نقل نویسی سے املاء زیادہ مشکل ہے۔ کیونکہ جو الفاظ املاء میں لکھنے پڑتے ہیں۔ وہ صرف کانوں سے سُنے جاتے ہیں۔
آنکھوں سے دیکھے نہیں جاتے"۔ (اصول تعلیم صفحہ ۱۶)

پس معلوم ہؤا۔ کہ وہ طریق خواندگی جس میں حروف یا الفاظ آنکھوں سے دیکھے نہیں جاتے۔ اگر ناقص نہیں تو مشکل
ضرور ہے۔ پس اس مشکل سے بچوں کو بچانا چاہئے۔

(۶) زبانی تعلیم کی ذمہ واری کا احساس نہ معلم کو ہوتا ہے۔ اور نہ طالب علم کو اس لئے بوجہ عدم احساس خاطر خواہ نتیجہ
برآمد نہیں ہوسکتا۔ مگر اس طریق میں ابتدائی تعلیم کو گفتگو یعنی زبانی تعلیم سے شروع کرنا بہترین طریق گردانا ہے چنانچہ لکھا ہے۔ کہ
"بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم دیسی زبان کی تعلیم گفتگو سے شروع کریں۔ نہ کہ پڑھائی اور لکھائی سے"۔ (اصول تعلیم صفحہ ۱۲۹)
حالانکہ اس میں ذمہ واری کے عدم احساس کے علاوہ نہ صرف دماغ پر زیادہ بوجھ پڑتا ہے بلکہ وقت بھی بہت
زیادہ صرف ہوتا ہے۔ جیسا کہ اصول تعلیم کے صفحہ ۱۳۱ پر یہ اقرار بھی موجود ہے کہ "واقعی اس طریق میں غیر معمولی طور پر وقت
زیادہ صرف ہوتا ہے"۔

(۷) یہ واقعہ ہے کہ زبانی تعلیم کا اندازہ کرنا نہایت مشکل ہے اور سست اور کاہل مدرسین کو زیادہ غفلت کا موقعہ دینے
کا موجب ہے۔ اور سب سے بڑی مشکل یہ ہے۔ کہ
"افسران معائنہ بچوں کی ترقی کا اندازہ پڑھنے اور لکھنے سے کرتے ہیں۔ نہ کہ گفتگو سے"۔ (اصول تعلیم صفحہ ۱۳۱)

الغرض اس طریق میں بھی متذکرہ بالا اسقام و نقائص موجود ہیں جن میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو طریق
تہجی سے زیادہ نقص پہنچنے کا احتمال ہے۔ دوسری قسط میں ہم اپنے طریق کو حسب ہدایات اصول تعلیم پیش کرینگے۔ (باقی باقی)

نوٹ۔ یہ مضمون جو کئی اقساط میں ختم ہوگا۔ مفصل تنقید کو چاہتا ہے۔ لہذا اگر اس مضمون کو پڑھ کر ذی علم حضرات بہترین رائے دے
سکیں تو شکریہ کے ساتھ قبول کی جائیگی۔ اس تنقید کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہمارے بچوں کی عمریں ابتدائی تعلیم میں ضائع نہ ہوں (صمدانی)

جذباتِ عابد

(حضرت عابد شاہجہان پوری)

ضبط خلش ہے حاصلِ سودا کہیں جسے
لب تک نہ آئے حرفِ تمنا کہیں جسے

دل کاوشِ وفا سے ہے اک آتشِ خموش
جذباتِ سوز و ساز کی دُنیا کہیں جسے

تصویرِ یار کھنچ گئی نظروں کے سامنے
رعنائیِ خیال کا نقشا کہیں جسے

اے جوشِ غم امید و تمنا کا ذکر کیا
مِٹتا ہے وہ بھی نقشِ تمنّا کہیں جسے

برباد کر رہا ہے کوئی میکدے کو آج
اک رندِ بادہ خوار کی دُنیا کہیں جسے

اہلِ نظر سمجھتے ہیں اُس کے وقار کو
ظاہر پرست نقشِ کفِ پا کہیں جسے

کہتا ہوں ذرّہ ذرّہ سے افسانۂ وفا
کوتاہیِ نصیب کا شکوا کہیں جسے

وہ سامنے ہیں پھر بھی ہے اک عالمِ حجاب
کوتاہیِ نگاہ کا پردا کہیں جسے

اب انتہائے غم سے وداعِ شکیب ہے
اِک بدنصیب دل کا سہارا کہیں جسے

ناکامیوں کا اب مجھے احساس ہو چلا
اندازۂ فریبِ تمنّا کہیں جسے

اے دل قدم قدم پہ طلسمِ فریب ہے
اِک واہمہ نظر کا ہے دُنیا کہیں جسے

ہر دل گرفتہ کے لئے ہے اک صلائے عام
کتنا جنوں نواز ہے صحرا کہیں جسے

اُستاد کا وقار ہے عابدؔ نگاہ میں
فرمانروائے کشورِ معنیٰ کہیں جسے

حضرت سرور آنجہانی

اور

شاعری و نحوست

سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ رہنمائے تعلیم بابت اپریل ۱۹۲۳ء

(از جناب پریم چند صاحب پریم سپاٹوی گولڈ میڈلسٹ چیف ایڈیٹر شتہ)

خط نمبر ۶

۱۴ ۔ نومبر ۱۹۰۹ء

مکرمی جناب سرور ۔ تسلیم

عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ منی آرڈر ارسال خدمت ہے ۔

کالیداس کی ایک نظم کا میں نے اُردو ترجمہ کیا ہے ۔ مگر اس کا نصف سے زیادہ حصہ پود و ں کے ناموں سے بھرا ہُوا تھا ۔ کہ جن کے نام باوجود تلاش مجھے معلوم نہ ہو سکے ۔ بدیں وجہ میں نے بالفعل اس حصے کو نظر انداز کر دیا ہے ۔ مگر میں کوشش کرتا رہونگا کہ بقیہ اشعار کا بھی ترجمہ جلد ہو جائے ۔ تاکہ نظم مکمل ہو سکے ۔ بقیہ ترجمہ جب کبھی ہو جائیگا ۔ آپ کو ارسال کردونگا ۔ وہ علیحدہ ایک نظم شمار ہو جائیگی ۔ اور میں دونو کو ایک کر لونگا ۔ آپ عنایت فرماکر ایکی دفعہ اس[2] (شبنم باری) پر طبع آزمائی کیجئے ۔ اور اس کے ساتھ (۱) راؤنڈ کا چرخہ (۲) امداد یکساں کو لیں اور جس قدر جلد ممکن ہو ۔ اُنہیں میرے نام ارسال کر دیجئے ۔

شبنم باری ملاکر آپ کے پاس ۱۳ مضامین ہوئے ۔

شبنم باری کو تو مثنوی کی صورت میں رہنے دیں اور دوسری نظم کو اگر راؤنڈ کا چرخہ نہو تو مسدس اور اگر امداد یکساں ہو تو اسی قسم کے ترجیع بند جیسا کہ آپ نے یاران رفتہ (مندرجہ مخزن) کہا تھا ۔ کہیں مگر اسباب کی کوئی ایسی بڑی ضرورت نہیں ہے ۔ کہ آپ خواہ مخواہ اس کی قید کریں ۔ اگر کوئی اور مرغوب طرز ہو تو اُس میں سہی ۔ مگر ہاں بحر بدل دیجئے ۔ آج ہم نشیں ۔ گل بے خار اور پرواز وقت ۔ کئی نظمیں ایک ہی بحر میں ہو چکی

سلے یہاں معاوضہ سے مراد ہے مدیر زمانہ ۔ شاکر صاحب نے حضرت سرور کا ہر صنف نظم کے لئے مختلف معاوضہ مقرر کر رکھا تھا ۔ پریم

سلے اسکا مسودہ خط کے ساتھ شاکر صاحب نے روانہ کیا تھا اور یہ میرے پاس موجود ہے ۔ (ایڈیٹر زمانہ)

ہیں۔ اب کوئی اور بحر سہی۔

راونڈ کا چرخہ میں نے فقط خاکہ ہی بھیجا تھا۔ آپ بلحاظ مضمون اس پر خود اضافہ کریں۔[1] ہمنشیں والی نظم خوب رہی۔ موسم خریف میں مجھے اُمید ہے کہ آپ نے جا بجا مناسب تبدیلیاں کردی ہونگی۔ رباعیات بھی میں نے زمانہ کو بھیجی ہیں۔ جب آپ کے پاس بغرض اصلاح آئیں تو ذرا عنایت کرکے زیادہ توجہ سے کام لیجئے گا۔[2] یہ گویا مجھ پر احسان ہوگا۔

"ہمنشیں" مخزن کو اور "پروازِ وقت" ادیب کو ارسال کی ہیں۔

نیرنگ[3] کی ایک نظم انسان کی فریاد مخزن میں چھپی تھی۔ پہلا شعر یہ ہے۔

ہاں اے مصافِ ہستی مت پوچھ مجھ سے کیا ہوں　　اک عرصۂ بلا ہوں اک لقمۂ فنا ہوں

میری خواہش ہے۔ کہ اس پر ایک خمسہ ہو جائے۔ یہ نظم گویا میرے دلی خیالات کا آئینہ ہے۔ اگر آپ کے پاس اس کی نقل نہ ہو تو تحریر فرمائیے گا۔ میں کسی وقت آپ کو بھیجدونگا۔

خاتمہ[4] بہت عمدہ رہا اور تنویر[5] المشرق میں اسے دیکھکر طبیعت بیحد متاثر ہوئی۔

مبلغات کی روانگی میں حسب معمول کچھ توقف ہُوا۔ اُمید کہ معاف کیا جاویگا۔ جواب سے جلد اطلاع فرمائیے گا میں دونو نظموں کا جلد انتظار کرونگا۔ اُمید کہ اب آپ کی طبیعت روبصحت ہوگی۔ کیا ابھی آپ کا الٰہ آباد آنے کا ارادہ نہیں۔ والسلام　　خاکسار شاکر

خط نمبر ۷

۳ر جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

مکرمی تسلیم۔ کارڈ ملا۔ مگر اس وجہ سے جواب نہیں دیا کہ آپ مفصلات میں تھے۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ بوجوہات چند میں آپ کے ارشاد کی تعمیل نہیں کر سکا۔ آپ نے رباعیات و نظمیں ارسال کیں۔ بہت انتظار ہے۔ اُمید ہے کہ جلد شکر گذاری کا موقع عنایت فرمائیے گا۔　　والسلام

خط نمبر ۸

الٰہ آباد ۲۵ر جنوری سنہ ۱۹۱۰ء　　جناب مکرمی حضرت سرور صاحب زاد لطفہٗ

کل آپ کا بیرنگ خط اور پوسٹ کارڈ ملا۔ تعمیل ارشاد میں ۵۰ عدد لفافے بذریعہ بیرنگ ڈاک

---

[1] اس خاکے کی بنا پر سرور صاحب نے جو نظم لکھی تھی۔ اسکا مسودہ اولیں خود سرور صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہُوا میرے پاس موجود ہے۔ ایڈیٹر زمانہ

[2] سنہ ۱۹۰۹ء میں زمانہ کے حصہ نظم کا انتخاب اکثر سرور صاحب کے مشورہ سے ہوتا تھا۔ ایڈیٹر زمانہ (منقول از زمانہ فروری سنہ ۱۹۱۵ء)

[3] سید غلام بھیک نیرنگ ایڈوکیٹ انبالہ معتمد انجمن تبلیغ اسلام انبالہ شہر۔ پریم۔ [4] سرور صاحب کی ایک اور نظم جو شاکر صاحب کے نام سے رسالہ مذکور میں چھپی۔ پریم۔ [5] یہ سنہ ۱۹۰۹ء میں کلکتہ سے شائع ہُوا کرتا تھا۔ مدیر زمانہ۔

ارسال خدمت ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ انکو پسند کرینگے۔ میں اس وقت ایک مضمون "میں نے کیسے دیکھا" آپ کو ارسال کرتا ہوں۔ عنایت فرماکر دو تین دن کے اندر نظم کرکے مجھے بھیجدیں۔ ایک بات کا خیال رہے کہ ہر ایک شعر با قافیہ و ردیف ہو۔ وزن میرے خیال میں وہ نہیں ہوگا جو چلمن کا ہے۔ یا جو آپ مناسب خیال کریں اور جا بجا آپ حسب ضرورت مضمون کا اضافہ کرسکتے ہیں۔ مگر یہ آپ مجھ پر احسان کرینگے۔ اگر بہت جلد اس کو بھیجدینگے۔

تم مجھ سے پوچھتے ہو میں نے کیسے دیکھا سنبھالو سنبھالو نہیں تو میں گرا

یہ ہر حصے کا پہلا اور آخری شعر ہوگا۔ لہذا اسے بہت چست لکھیں۔ تاکہ تکرار میں مزہ آئے بہتر تاکید ہے کہ آج ہی اسے شروع کردیں۔ اور بہت جلد مجھے بھیجدیں۔ احسان ہوگا۔ ہر ایک شعر با قافیہ و ردیف ہو

والسلام احقر پیارے لال شاکر (میرٹھی)

خط نمبر ۹

پوسٹ کارڈ[۱]

جناب مکرمی۔ کل شام آپ کا لفافہ پہنچا۔ مجھے بہت افسوس ہوا کہ آپ تکلیف میں ہیں۔ میں آپ کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں۔ میں آپ کی تعمیل ارشاد کے لئے ہر وقت حاضر ہوں۔ صرف پاس ہونا شرط ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے کیسے دیکھا کا سخت انتظار ہے۔ اگر ارسال فرماسکیں تو ممنون ہونگا۔

خاکسار پیارے لال شاکر از الہ آباد

خط نمبر ۱۰

میرے مہربان حضرت سرور زاد لطفہٗ

تسلیم۔ مجھے افسوس ہے کہ ہنوز مبلغات ارسال نہ کرسکا۔ مگر اس کو میری غفلت پر محمول نہ فرمائیے آپ میری طرف سے کسی قسم کا خیال اپنے دل میں نہ کیجئے۔ بلکہ اس کو مجبوری تصور فرمائیے۔ اُمید ہے کہ مزاج مبارک بخیریت ہوگا۔ "مجھ کو کوئی سنبھالو"[۲] کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ عنایت فرماکر مسودہ بھی ارسال کردیجئے۔ اگر تلف کردیا ہو تو خیر رباعیات کے لئے چشم براہ ہوں۔ اُمید ہے کہ لفافے مل چکے ہونگے آپ نے خط میں انکا کچھ ذکر نہیں کیا۔ اس دفعہ بیرنگ بھیجے گئے تھے۔ اُمید ہے کہ تلف نہ ہوئے ہونگے۔

---

[۱] اس پوسٹ کارڈ پر کوئی تاریخ نہیں۔ البتہ ڈاک خانہ الہ آباد کی مہر روانگی ۲۸ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء لگی ہوئی ہے۔ مدیر زمانہ

[۲] حضرت سرور نے شاکر صاحب کے مسودہ نثر "میں نے کیسے دیکھا" کو نظم کرکے اسکا عنوان یہ رکھ دیا تھا۔ پریم

مجھے بہت خوشی ہوگی ۔ اگر آپ الہ آباد آکر قیام فرمائیں ۔ اس وقت کوشش کی جائیگی کہ کوئی ٹیوشن آپ کو مل جائے ۔ میں آپ کی بہتری کو ذاتی بہتری سمجھ کر ہر قسم کی کوشش کرنے کو تیار ہوں ۔ زمانہ نے ہیمنت کو شائع کیا ۔ مگر نہ معلوم چھ بند کیوں چھوڑ دیئے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ میرے تحریری کاغذ کا ایک صفحہ گم ہوگیا ۔ میں نے ہر صفحہ پر چھ بند لکھے تھے اور ایک ہی صفحے کے چھ بند شائع نہیں ہوئے ۔ میں نے منشی دیا نرائن[1] صاحب کو خط لکھ کر استفسار کیا ہے ۔ زیادہ نیاز

اس قدر لمبی تمہید کے بعد ناظرین کرام نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ حضرت سرور کی محنت شاقہ کا عوض اُنہیں کیا ملا ۔ اور کس طرح ترسا ترسا کر اُنہیں کچھ دیا گیا ۔ اور جو کچھ دیا گیا وہ بھی اتنا ناکافی کہ وہ اس سے اپنی گذراوقات بھی اچھی طرح نہ کر سکتے تھے ۔ لیکن انہی خطوط سے آپ سرور کی بلند پروازی اور شاعرانہ تخیل کا اندازہ نہیں لگا سکتے اس لئے آئندہ قسط میں سرور صاحب کی زندگی کے دوسرے پُردرد واقعات اور نمونہ کلام پیش کیا جائیگا ۔ جسے پڑھ کر آپ سمجھ سکینگے ۔ کہ حضرت برق صاحب دہلوی کا شاگرد صاحب کے مندرجہ بالا خطوط پڑھ کر کس حد تک درست فرمایا تھا ۔

یوں پھریں اہل کمال آشفتہ حال افسوس ہے　　اے کمال افسوس ہے تجھ پر کمال افسوس ہے

[1] منشی دیا نرائن نگم منیجنگ پروپرائٹر و ایڈیٹر زمانہ سے مراد ہے ۔ پریم

جذباتِ پریم

(از جناب پریم چند صاحب پریم سپاٹوی چیف ایڈیٹر تشنہ)

روئے ساقی کو جو میخانہ سمجھ لیتا ہوں　　دیدۂ شوق کو پیمانہ سمجھ لیتا ہوں

اپنے نالوں میں نہیں دیکھتا جب میں تاثیر　　خود کو قدرت سے جداگانہ سمجھ لیتا ہوں

دیکھتا ہوں جو غم و رنج کی دل میں بہتات　　ہر دو عالم کو میں ویرانہ سمجھ لیتا ہوں

دیکھ کر مٹتے ہوئے راہِ وفا میں دل کو　　حسن کو عشق سے بیگانہ سمجھ لیتا ہوں

کوئی مے نوش اگر سوئے حرم آنکلے
میں اسے لغزشِ مستانہ سمجھ لیتا ہوں

گوالیار کے دار الریاست شہر لشکر میں ایک بیچینی

مدیر حصۂ نظم پر اعتراض کی ایک نظر

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور مطبوعہ ماہ مارچ ۱۹۳۳ء کے صفحہ (۶) مدیر حصہ نظم پر اعتراض کے مضمون سے تردید حضرت جوش ملسیانی مدیر حصۂ نظم کی شائع ہوئی ہے۔ فاضل معترض کا نام صابر بتایا گیا ہے۔ اِس نام صابر پر شہر کے لوگوں کا خیال تھا کہ استادی حضرت خدائے سخن عروضی مولانا حضرت صابر مدظلہ سے منسوب کیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ رسالہ اُن کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ممدوح نے رسالہ کے مضمون کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ کسی میرے ہمنام کا فعل ہے۔

میں اِس بارہ میں وثوق کے ساتھ حضرت جوش ملسیانی مدیر کے ہمخیال ہوں۔ اُنہوں نے جو کچھ لکھا ہے بجا لکھا ہے۔ معترض کا خیال سراپا غلط فہمی پر مبنی ہے۔ چونکہ یہ شعر معترضہ حضرت مدیر ہے

کسی پر مر کے پائی عمرِ جاوید خضر دیکھیں ہماری زندگی کو

لفظ خضر بتحریک دوم پر اعتراض کیا گیا ہے۔ معترض کا خیال ہے کہ بالسکون دوم چاہئے۔ مگر اِس لفظ کو شعرا نے دونو طرح باندھا ہے۔ صحت اس لفظ کی خضر جس کے معنی ایک پیغمبر مشہور کا نام ہے۔ یہ دو طرح صحیح ہے۔ اول بفتح خائے شخذ و بکسر ضاد منقوط و رائے بالسکون۔ اور دوسرے بکسر اول و سکون دوم غرضیکہ دونو طرح قطعاً درست ہے۔ قابل معترض کو غلط فہمی ہوئی ہے۔

حضرت جوش ملسیانی اپنے دعوے میں کامیاب ہیں۔ اُن پر کوئی غلطی کا اعادہ نہیں کیا جا سکتا۔ ممدوح نے یہ فیصلہ بالا فرمایا ہے۔ لہذا برائے اندراج رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور روانہ کرتا ہوں۔

نثار الفطرت محمد نبی خاں از لشکر

قیمتی باتیں

اگر تمہیں روپیہ کی قدر و قیمت معلوم نہ ہو۔ تو کسی سے قرض لے کر دیکھ لو۔ (بنجمن فرینکلن)

پڑھنے کے بعد اُس پر غور نہ کرنا ایسا ہی ہے۔ جیسا خوراک کھا کر اسے ہضم نہ کرنا۔ (برک)

میں اُس شخص کو اپنے دوستوں میں شامل نہیں کرونگا۔ جو بلا وجہ ایک چیونٹی پر پاؤں رکھدے۔ (کوپر)

دولت ایک پرند ہے (کوپر) اور شان و شوکت ایک خواب۔ (زمانہ)

حضرت عابد مسیح بی۔اے

قابل رشک نہ کیوں ایسوں کی قسمت ہوگی
جن کی حسرت تجھے جن سے تجھے اُلفت ہوگی

اور کیا ہوگا عداوت ہی عداوت ہوگی
تم نے اُلفت کبھی کی ہے جو اب اُلفت ہوگی

ساقیٔ بزم جو اچھی تیری نیّت ہوگی
چار چھ جام میں دس بیس کی وسعت ہوگی

میں نے دریافت کیا کب مرے گھر آؤ گے
مسکرا کر یہ کہا جب مجھے فرصت ہوگی

جان و دل کھونے کو اے شوخ ترے کوچے میں
ہم بھی آئیں گے جو آئی ہوئی شامت ہوگی

تری تصویر سے بہلے گا مرا دل کیونکر
یہی شوخی یہی نفرت یہی نخوت ہوگی

آیئے حضرتِ واعظ کبھی میخانے میں
بڑی توقیر بڑی آپ کی عزّت ہوگی

ہم اُٹھائیں گے ترے ظلم و ستم بھی لیکن
غم فرقت کے اُٹھانے سے جو فرصت ہوگی

رتبہ معراج کا تو مل نہیں سکتا زاہد
چار چھ روز میں اب تم کو اِمامت ہوگی

اُن سے دنیا یہی کہتی ہے کہ مِل جاؤ یہیں
حشر کے روز بڑی اس میں طوالت ہوگی

شاہد و مے کے بغیر اپنی گذرنی ہے محال
ہم کو جنّت نہ ملے گی تو مصیبت ہوگی

مے پرستوں کو پہنچ جائے گی مے آپ سے آپ
آج وہ ساقیٔ محفل کی کرامت ہوگی

جان جائے گی مری آپ اگر جائیں گے
آپ رخصت کبھی ہونگے تو یہ رخصت ہوگی

خوگرِ جور سے للّٰہ تغافل نہ کرو
ہم پر آفت جو نہ ڈھاؤ گے تو آفت ہوگی

جس کو غم سے نہ تعلّق نہ خوشی سے مطلب
یا الٰہی کوئی ایسی بھی طبیعت ہوگی

خوش خرامی کی ابھی آپ کو کچھ قدر نہیں
رفتہ رفتہ یہی رفتار قیامت ہوگی

تم کو بے درد کہوں تم کو دل آزار کہوں
کب یہ جرأت مری ہمت مری طاقت ہوگی

صورتِ آئینہ حیراں ہے دلِ زار اپنا
دیکھئے گا تو بہت آپ کو حیرت ہوگی

حضرتِ نوحؔ سے پہنچے گا اُسے فیض ضرور
جس کو عابدؔ کی طرح اُن سے عقیدت ہوگی

حضرت شاکر بریلوی

وہ نہ آئیں گے جو ہوگی یونہیں تقدیر خلاف
وہ ملیں گے جو موافق کبھی قسمت ہوگی

غیر کے بھیس میں جاؤنگا بدل کر صورت
اُن سے ملنے کی یہی اک نئی صورت ہوگی

داستانِ دلِ پرشوق سُناؤنگا ضرور
جب اُنہیں محفلِ اغیار سے فرصت ہوگی

جتنا جی چاہے ستائے ہمیں دُنیا میں مگر
حشر کے دِن تجھے معلوم حقیقت ہوگی

غزل

(از جناب محمد صدیق صاحب ہنر امرتسری ڈرائنگ ماسٹر مشن سکول گورکھپور تلمیذ حضرت نوح مدظلہ)

احباب کے طعنے کہ رقیبوں کی جفائیں　کیا کیا نہ سُنا عشق میں کیا کیا نہیں دیکھا
ہر وقت ہمیں اِس میں خزاں ہی نظر آئی　سر سبز کبھی باغِ تمنا نہیں دیکھا
آج ایک اور شکایت ہے تو کل اور شکایت　بیمار کو تیرے کبھی اچھا نہیں دیکھا
دیکھا نہ کبھی اُس نے مجھے آنکھ اُٹھا کر　دیکھا بھی تو اِس طور سے گویا نہیں دیکھا
کیوں دید کے قابل نہ ہو گل چیں کی حماقت　گُل دیکھ لیا شاخ میں کانٹا نہیں دیکھا

تربیت

اگرچہ تربیت کے متعلق مختلف رائیں ہیں۔ لیکن چونکہ ان میں سے ہر ایک کسی نکتہ کو مدِنظر رکھ کر قیاس کی گئی ہے۔ لہٰذا اگر انہیں پیش کیا جائے تو غیر مفید نہ ہوگا

(۱) بعض حکما کا خیال ہے۔ کہ تعلیم سے عادات کو اس قابل بنانا کہ انسان سوسائٹی کے قابل ہوسکے تربیت کہلاتا ہے۔ جیسا کہ ہر قوم اور مذہب کے عادات و اخلاق اور شرائط زندگی کی پابندی افراد کو اس قوم کی سوسائٹی کے قابل بناسکتی ہے۔

ان حکما کی نگاہ میں ہر فرد کا قوم کی شرائط زندگی کے مطابق زندگی گذارنا تربیت ہے۔ مگر ہم اس خیال سے متفق نہیں ہیں۔ کیونکہ ہم اس تعریف کو جامع تعریف تربیت نہیں سمجھتے۔ اس لئے کہ اگر تربیت کا مقصد محض کسی قوم کے آداب وعادات کی تحصیل ہے۔ تو اس کو ہر فرد بشر اپنے اپنے ہاں حاصل کرتا ہے۔ وحشی بھی اپنے ہاں ایسا ہی کرتے ہیں۔ اور اپنے ہر فرد کو اس قابل بنادیتے ہیں۔ کہ وہ اپنی زندگی بہ خیال قوم احسن طور پر سرانجام دے سکے۔ اس صورت میں تعلیم اور فنِ تربیت کی تخصیص نہیں رہتی۔ اگر وہ قوم کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ اور کولہو کے بیل ہی بنے رہتے ہیں۔ تو تربیت ایک موہوم چیز ہے۔ اور لفظ تربیت معنی میں عنقا۔ دراصل یہ تعریف فقط کسی فرقہ کی تربیت کی حامل ہے۔ کیونکہ صحیح اور کامل تربیت وہ ہے۔ جو ملی اور نوعی ہو۔

(۲) بعض حکما کہتے ہیں۔ کہ تربیت ایک فن ہے۔ جس سے قوائے انسانی ایک خاص تناسب سے نشو ونما پاتے ہیں۔ اس تعریف کی رو سے لازمی ہے۔ کہ تمام قوائے کی نشو ونما بغیر افراط وتفریط ہو۔ اور یہ ناممکن کے برابر ہے۔ دراصل یہ تعریف نہیں ہے۔ بلکہ فن تربیت کی ایک اہم شرط کا پتہ دیتی ہے۔ تمام قوائے کی یہ تناسبِ نشو ونما ایک اچھی بات ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ تربیت کی بے اعتدالی سے ہی بیماریاں تکلیفیں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔ مگر یہ تعریف مکمل نہیں ہے۔ کیونکہ اگرچہ قوائے کی مناسب نشو ونما کا حکم دیتی ہے۔ مگر یہ نہیں بتاتی کہ بغیر افراط وتفریط قوائے کی نشو ونما کیسے ہوسکتی ہے۔ یہ درست ہے کہ قوائے کی صحیح پرورش قوائے کا صحیح استعمال سکھا دیتی ہے۔

(۳) فلسفیوں کا ایک اور گروہ کہتا ہے۔ کہ حساب کی تعلیم تربیت کہلاتی ہے۔ مگر یہ تعریف بھی ناقص ہے کیونکہ انسانی زندگی کا انحصار صرف حساب پر ہی نہیں ہے۔ اور قوائے بدنی دماغی بھی اہم عناصر وجود سے

ہیں۔ اور ان کی پرورش بھی ایک اہم فرض ہے۔ دوسرے یہ تعریف حیات کی نشو و نما محض علم سے بتاتی ہے۔ مگر ایسی باتیں بھی ہیں۔ جو ہم شعور حیوانی، تقلید اور مجالست کے ذریعہ ایک دوسرے سے سیکھتے ہیں۔ جن میں علم کو دخل بھی نہیں ہوتا۔ لیکن وہ تربیت میں داخل ہیں۔

(۴) ایک گروہ یوں بھی کہتا ہے کہ کامل زندگی کے لئے اعمال کا یاد رکھنا تربیت ہے۔ اس تعریف میں تربیت کو اعمال میں منحصر کیا ہے اور قوائے معنوی اور روحی حیات کے لئے کوئی جگہ نہیں چھوڑی۔ درانحالیکہ تعلیم صرف اعمال کی پرورش ہی نہیں کرتی۔ بلکہ قوائے دماغی اور احساساتِ روحی کو بھی غذا کے ذریعہ سے پرورش کرتی ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ قوائے اور احساسات بھی ہمارے اعمال کے واسطہ سے خارجی وجود پیدا کر دیتی ہیں۔
اس لئے "کامل زندگی" کی تعریف قابلِ تفسیر ہے۔ کیونکہ اپنے اپنے نقطۂ خیال سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ شرائط زندگی مقرر کرتا ہے۔

(۵) افلاطون نے تربیت کی تعریف اس طرح کی ہے۔ کہ جسم اور روح کو بلند ترین پایۂ کمال و جمال پر پہنچانا تربیت ہے۔ ہم بھی اس تعریف کو کامل اور موافقِ معنی تربیت سمجھتے ہیں۔ کیونکہ پہلے جسم و روح کی پرورش ہے اور پھر نتیجہ آخری کے طور پر انہیں کمال و جمال انسانی قرار دیا ہے۔ جو کسی فرقہ، نسل اور زمانہ سے بے نیاز ہے۔
اگر ہم چاہیں کہ اس تعریف کو اس طرح بیان کریں کہ تربیت کے معنی روشن اور واضح ہو جائیں۔ تو ہم اس کی تعریف یوں کریں گے۔ کہ:-

"عضوہائے بدنی، قوائے دماغی اور احساساتِ روحی کو اس طرح پرورش کرنا کہ انسانی خوش بختی کا سرمایہ حاصل ہو سکے۔ تربیت کہلاتا ہے۔ اس سے فنِ تربیت کی غرض معلوم ہو جاتی ہے۔ کہ مقصود نوعِ انسان کو خوش بخت کرنا ہے۔ اور خوش بختی درجۂ کمال و جمال ہے۔ یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ خوش بختی جو ہر انسان کے لئے ہے۔ خارجی وجود نہیں رکھتی۔ کیونکہ خوش بختی بھی دیگر صفات کی طرح ایک صفت ہے۔ اور ہر فرد کے لئے کوئی خوش بختی مخصوص ہوتی ہے۔ جیسا کہ دیہاتیوں کی خوش بختی شہریوں کی خوش بختی سے جدا ہوتی ہے۔ یا جس طرح کہ مردِ دانا اور تندرست کی خوش بختی بے وقوف اور بیمار کی خوش بختی سے علیحدہ ہے۔ اور ہر قسم کی خوش بختیاں مطلق خوش بختی ہیں۔ اسی طرح کمال و جمال مطلق کمال و جمال کے مجموعہ کا نام ہے۔
اس تعریف و تفسیر سے تربیت کمال و جمال تک پہنچنے کا وسیلہ بھی سمجھا جاتا ہے۔ جس کا مطلب اعضائے بدنی، قوائے دماغی اور احساساتِ روحی کی کما حقہٗ نشو و نما ہے۔

اس تعریف کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگرچہ آج عالم خواہ وحشی ہے۔ خواہ متمدن۔ ہر ایک اپنے درجہ ترقی کی نسبت سے ایک تربیت ملی کا مالک ہے۔ اپنے جسم و روح کو پرورش کرتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ تربیت نوعِ بشری

کی خدمت کی سعادت سے محروم ہے۔ لہذا یہ تربیت اور تمدن ناقص ہے۔ اور قابل اصلاح و تکمیل ہم چاہتے ہیں۔
کہ یہاں یہ بیان کر دیں کہ انسانی جسم کو تین حصوں میں منقسم کیا گیا ہے۔ یعنی اعضائے بدن، قوائے دماغی۔
احساسات روحی۔

یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ ہمارا جسم ایک مشین کی طرح ہے۔ جو دن رات کام کرتی ہے۔ اور مشین کی طرح ہی
مختلف پرزے رکھتا ہے۔ اور ان پرزوں میں سے ہر ایک ایک خاص کام پر متعین ہے۔ جس طرح مشین کام
کرنے کے لئے آگ یا بجلی اور تیل کی محتاج ہے۔ اسی طرح ہمارا جسم کام کرنے کے لئے ایک قوتِ محرک کا محتاج
ہے جسے روح کہتے ہیں۔ پرزے جو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی خراب
ہو جائے تو دوسرے بھی ٹھیک طور پر کام نہیں کر سکتے۔ اور غالباً مشین بھی کام سے جواب دے بیٹھتی ہے۔ ہر سہ
حصص مندرجہ بالا کی تشریح یوں ہے۔

(۱) **اعضائے بدن**۔ جن میں سے بعض آنکھ سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ مثلاً ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان وغیرہ اور کچھ
ایسے بھی ہیں جنہیں تحلیلِ کیمیاوی کے ذریعے دیکھ سکتے ہیں۔ یا خوردبین کی مدد سے مثلاً اجزائے خون وغیرہ۔

(۲) **ایسی قوائے جن کا مرکز دماغ ہے**۔ مثلاً قوتِ فکر، تصور، تخیل، تعقل، ادراک، شعور، محاکمہ، حافظہ،
ارادہ وغیرہ یہ وہ ہیں جنہیں آنکھ کیا خوردبین سے بھی نہیں دیکھ سکتے۔

(۳) **احساسات روحی**۔ دماغ کی قوتوں کے علاوہ چند حسیات بھی ہیں جن کا قلب سے تعلق ہے۔ مثلاً
محبت۔ بغض۔ کینہ۔ خوشی۔ اندوہ، حسد وغیرہ۔ لیکن درحقیقت انکا مرکز بھی دماغ ہی ہے۔ اور جب اضطراب
یا خوشی ہمارے دل میں پیدا ہوئی ہے۔ تو اثرات ہمارے رخساروں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ لہذا ہم قلب کو
احساسات کا منبع سمجھتے ہیں۔ ارسطو بھی ان اثرات کا منبع قلب ہی بتاتا ہے۔ اور ابھی تک شعر و ادب
میں پیدا ہو کر ہماری روح کو متاثر کرتے ہیں۔ ہم بھی ان کو احساساتِ روحی اور قلبی سے تعبیر کرتے ہیں۔
اور یہ کہتے ہیں کہ انکا اجرا ہمارے بدن کی مشین میں دماغی قوائے کے اجزاء سے کم نہیں۔

اب ہم تربیت کی تعریف یوں کرینگے۔ کہ اعضائے و قوائے اور احساسات کو اس طرح پرورش کرنا کہ وہ ہمارے
اپنے لئے اور دیگر نوع انسان کے لئے مایۂ خوش بختی ہوں۔ تربیت ہے۔

* قوائے جسمانی، دماغی، روحانی کی تربیت دو طرح سے ہو سکتی ہے۔ اوّل فطرت ہماری اُستاد ہے۔ اور اس سے
مراد شعور حیوانی ہے جو پیدا ہونے کے دن سے ہی بچہ کو یہ سکھا دیتا ہے کہ ماں کے پستان سے دودھ پیئے۔
بچہ جس قدر بڑا ہوتا جاتا ہے، قوائے بدنی اور احساسات بھی پیدا ہو کر بیدار ہوتی جاتی ہیں۔ اور پرورش پاتی
ہیں۔ اور وہ تقلید کے ذریعے باتیں کرنا۔ چلنا۔ کھانا اور سونا وغیرہ یاد رکھتا ہے۔ اور اسی تربیت سے بڑا ہو

* [illegible]

جاتا ہے۔ اس قسم کی پرورش جو شعورِ حیوانی اور طبعی کا خاصہ ہو۔ تربیت طبعی کہلاتی ہے۔ زمانۂ سلف اور وحشی قبائل کی تربیت اسی طرح ہوتی ہے۔

لیکن اگر ہم اپنے بچہ کو شعورِ حیوانی کے ہاتھوں میں ہی سونپ دیں۔ اور بچہ خودرو جھاڑی کی طرح پرورش پائے۔ تو فائدہ اور غرض جو مقصودِ زندگی ہے۔ حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور بچے خودرو پھولوں کی طرح ہوتے ہیں۔ اگر وہ صرف طبیعت کے آغوش میں پرورش پائیں۔ اور ان کی آبیاری اور حفاظت کما حقہٗ نہ کی جائے۔ تو جیسا کہ خودرو پھولوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہی ان کے ساتھ بھی ہوگا۔ یعنی بہت جلد کملا جائینگے اور خس و خاشاک میں مل جائینگے طبعی رنگ و بو کو بھی ہاتھ سے کھو دینگے۔ اور جلدی خشک ہوکر جیسا کہ خودرو گھاس اور بوٹیوں سے باغ کو صاف کیا جاتا ہے۔ گھاس وغیرہ کے ساتھ ہی تباہ ہو جائینگے۔ لہٰذا اگر ہم انکی پرورش نہ کریں۔ اپنے حال پر چھوڑ دیں اور طبیعت کے ہاتھ میں سونپ کر تربیت سے مطلق بے توجہ ہو جائیں۔ تو وہ ایسے ہی ہو جائینگے۔ جیسے پہلے زمانہ کے لوگ تھے۔ اور اگر ہم اُنکی تربیت اس طرح کریں۔ کہ صحیح اور مطابق قواعد فن نہ ہو۔ تو بھی کوئی اچھا نتیجہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ ہوگا کہ ہم ان کی بدبختی اور نوعِ انسان کی بے نصیبی کے سامان فراہم کرنے والے ہونگے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض گروہوں کے بچے ابھی تک وحشی ہیں۔ اور متمدن طبقہ میں اور ان میں بہت بڑا فرق ہے۔ حالانکہ نوعِ انسان کے لحاظ سے سب اشرف المخلوقات ہیں۔

پس اگر ہم چاہتے ہیں کہ وہ حیثیت ہم سے دُور ہو جائے۔ اور ہم مہذب بن کر سوسائٹی کے اچھے فرد بن سکیں۔ اور اپنی زندگی خوش بختی کے ساتھ گذار سکیں۔ تو واجب ہے کہ جہالت کو چھوڑ کر ایسی ایسی راہیں پیدا کریں جن سے تربیت ہو سکے۔ آسان راستہ ایک ہی ہے۔ اور وہ تعلیم و تدریس ہے۔ آئندہ ہم اسی مضمون پر بحث کرینگے۔

دین محمد شفیقی (منشی فاضل)

حضرت فیاض ہریانوی کا منتخب کلام

شمع کا گُل ہو نہیں سکتا کبھی گُل کا جواب

ہے زمین و آسماں کا فرق اصل و نقل میں
غیر ممکن ہے گُلِ تصویر ہو گُل کا جواب

وہ تو ہے زینت فزائے شاخ، یہ ہے بارِ شمع
شمع کا گُل ہو نہیں سکتا کبھی گُل کا جواب

آ گیا ہوں بھُول کر مسجد میں اے زاہد معاف
نشّے میں حق حق کو سمجھا شورِ قلقل کا جواب

کلامِ بیخود

قیامت چھپتی پھرتی ہے تمہارے بیقراروں سے
اجل کا دم نکلتا ہے انہیں آفت کے ماروں سے

بہار اب کے نئی آئی ہے کچھ اگلی بہاروں سے
بجائے غنچہ نکلے شاخسانے شاخساروں سے

بگڑنا روٹھنا وہ اُن کا وہ میرا منا لینا
مگر یہ کس طرح کیونکر اشاروں میں اشاروں سے

یہاں سوزِ جگر پنہاں وہاں پابندیِ ظاہر
ترے عشاق کی بنتی نہیں پرہیزگاروں سے

نہ آنکھوں کو خبر تیری نہ دل آگاہ ہے تجھ سے
چھپایا راز تیرا ہم نے ایسے رازداروں سے

وہ دل کا ٹوٹ جانا وہ حواسوں کا بکھر جانا
چرا کر آنکھ وہ جانا ترا اُمیدواروں سے

جلایا خرمنِ گُل کو تری برقِ تبسم نے
یہ وہ بجلی ہے جو بچکر گری گلشن میں خاروں سے

مجھے منظور یہ ہے اے فلک آنکھیں تو ہوں تجھ کو
ملا کر دیکھ میرے دل کے داغوں کو ستاروں سے

لگائے تو ہیں دیوارِ چمن پر ہر طرف کانٹے
کہیں بادِ خزاں رکتی ہے ایسے ایسے خاروں سے

اُجاڑا گلشنِ ہستی کو کیا کیا تیغِ قاتل نے
خزاں آئی ہے میرے باغ میں کن کن بہاروں سے

اگر تخمِ محبت باغباں گلشن میں بو دیتا
بجائے برگِ گُل شعلے نکلتے شاخساروں سے

شہیدانِ وفا کی خاک پر کیسے گلِ نرگس
تمہارے شوق میں آنکھیں نکل آئیں مزاروں سے

نہ چھیڑو بیخودِ مضطر کو تم اچھا نہیں دیکھو
ستانا دلفگاروں کو اُلجھنا بیقراروں سے

بیخود دہلوی

اُستاد اور اُسکی جماعت

(از لالہ رام چند صاحب ترہین بی اے آنرز بی ٹی گورنمنٹ ہائی سکول قصور ضلع لاہور)

اُستاد جماعت سے کس طرح کام لے ایک ایسا مشکل مسئلہ ہے جو ہمیشہ اُستاد کے پیشِ نظر رہتا ہے کبھی اُستاد اِس مشکل کا حل سوچ لیتا ہے۔ اور اُس کی تسلّی بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ حل بچوں کو خوش نہیں کر سکتا مگر کبھی اُستاد کو کوئی حل سوجھتا ہی نہیں۔ کبھی خوش قسمتی سے ایسی جماعت مل جاتی ہے کہ بچّے اپنے اُستاد کی ہر کوشش کو کامیاب بنادیتے ہیں۔ یعنی جس طریقہ سے وہ کام لیتا ہے کامیاب ہو جاتا ہے۔ ایسے بچے اور ایسی جماعت شاذو نادر ہی ملتی ہے۔ عام طور پر یہ مسئلہ کہ بچّوں سے کس طرح کام لیا جائے۔ نہایت پیچیدہ نظر آتا ہے۔ میرے خیال میں کوئی وجہ نہیں ہے کہ اُستاد کو جو بھی جماعت ملے اُس سے کام لینے میں وہ کامیاب نہ ہو۔ اس مشکل مسئلہ کا حل ڈھونڈھنے کے لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم اوّل تو بچّوں کی طرح اپنے طرزِ سلوک پر غور کریں۔ اور دوسرے اُستاد کی طرف بچوں کے طرزِ سلوک پر غور کریں۔ اگر اُستاد اِن دو باتوں کو سمجھنا اپنا کام بنالے تو وہ اپنے روزمرّہ کام میں نہایت آسانی سے کامیاب ہو سکتا ہے۔ کبھی اُستاد سمجھتا ہے کہ اُس کو نکمے اور سُست لڑکوں سے پالا پڑ گیا ہے۔ اور اُسے اُن سُست اور خرد ماغوں سے ایک مُعیّنہ وقت کے لئے مقرّرہ کام لینا ہے۔ یعنی اِن نادان لڑکوں کے اندر ایک مقررہ وقت میں کسی نہ کسی طرح کچھ ٹھونسنا ہے۔ لیکن اس کے برعکس کبھی اُستاد کے پاس ایسے لڑکوں کی جماعت ہوتی ہے۔ جو اپنے اُستاد کی امداد اور رہنمائی سے آگے ہی آگے بڑھے چلی جاتی ہے۔

میرے خیال میں نہ تو کسی جماعت میں پہلی قسم کے سو فیصدی طلبا ہو سکتے ہیں۔ اور نہ ہی دوسری قسم کے بلکہ جماعت عام طور پر اِن ہر دو قسم کے طلبا کا مجموعہ ہوتی ہے۔ کبھی تو ایسی جماعت مل جاتی ہے جس میں پہلی قسم کے طلباء کی کثرت ہوتی ہے۔ اور کبھی ایسی جس میں دوسری قسم کے طلبا کثرت سے ہوتے ہیں۔ مگر اکثر اوقات اُستاد یہی خیال کرتا ہے کہ اسے ایک نالائق جماعت سے واسطہ پڑ گیا ہے۔ اور وہ ہمیشہ اسی خیال کے ماتحت کمرۂ جماعت میں داخل ہوتا ہے۔ اور کام شروع کرتا ہے۔ اب ہمیں یہ سوچنا ہے کہ جہاں اُستاد ایک خاص نقطۂ نگاہ سے جماعت میں داخل ہوتا ہے وہاں جماعت کے لڑکے بھی اپنے اُستاد کے متعلق ایک خاص خیال لے کر آئے ہیں۔ اور اس لئے اُستاد کے لئے یہ لازمی امر ہے کہ وہ اس بات کو بخوبی سمجھے کہ لڑکے

استاد کے ساتھ کس قسم کا طرزِ سلوک روا رکھتے ہیں۔ اس باریک بات کو سمجھنے کے لئے ایک نہایت آسان طریقہ یہ ہے کہ ہمیں اپنے ایام طالب علمی کو یاد کرنا چاہیئے۔ اور غور سے ہمیں اپنے اُستاد کے ساتھ اپنا اُس وقت کا طرزِ سلوک یاد کرنا چاہیئے۔ ایسا کرنے سے ہمیں اپنی موجودہ جماعت کے لڑکوں کے سلوک کا صحیح اندازہ ہو سکے گا۔ چونکہ ایسا کرنا ایک مشکل کام ہے۔ اس لئے ہمارا نتیجہ اس قدر قابل قدر نہیں ہوگا۔ تاہم اس گتھی کو سلجھانے میں ہماری امداد ضرور کریگا۔

غالباً ہم اس بات پر پہنچیں گے کہ لڑکے بے سمجھی سے اپنے اُستاد کو اپنا رفیق نہیں سمجھتے۔ اور ہمیشہ اُس کو خوف کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ نہ معلوم یہ صورت کس طرح وجود میں آجاتی ہے۔ لڑکے اپنے آپ کو لائن کے ایک طرف اور اُستاد کو اُس کے دوسری جانب کھڑا دیکھتے ہیں۔ یعنی اُستاد تو یہ چاہتا ہے کہ لڑکوں سے ہر ممکن ذریعہ سے زیادہ سے زیادہ کام لے سکے۔ لیکن طلبا اس بات پر تلے ہوئے ہوتے ہیں کہ وہ اوقاتِ درس کو جس طرح بھی ممکن ہو ہنسی خوشی میں گزار دیں۔ اب اگر طلباء کام کرنے سے ایک خاص مقدار میں خوشی حاصل کر سکیں تو بہتر ورنہ وہ حصول علم کے کام کو اس جھوٹی خوشی حاصل کرنے میں رکاوٹ خیال کریں تو اُس حالت میں وہ اول الذکر کو موخر الذکر پر نثار کر دیتے ہیں۔ اور ایسی صورت میں اُستاد اور طلباء دونو گھاٹے میں رہتے ہیں اور اُنکے درمیان سے قابل قدر خوشگوار تعلقات غائب ہو جاتے ہیں۔

ایک طرف اُستاد طلبا سے کام لینا چاہتا ہے۔ اور دوسری طرف طلبا اپنا قیمتی وقت مذاق وغیرہ میں ضائع کرنا چاہتے ہیں۔ اس طرح اُستاد اور طلبا کے درمیان ایک قسم کی جنگ شروع ہو جاتی ہے۔

اب اگر حصولِ تعلیم کے کام میں کامیاب ہونا ہو تو طلبا کو یہ جذبہ اپنے دل سے نکال دینا چاہیئے۔ اور اُستاد کو بھی سمجھنا چاہیئے کہ جب تک وہ اپنے اور اپنے طلبا کی درمیانی اختلافی خلیج کو پُر نہ کر سکیگا۔ اسے اپنے مشن میں کامیاب ہونا محال ہے۔

اب یہ سوچنا ہے کہ طلبا کے اندر یہ جذبہ کیوں پایا جاتا ہے۔ میرے خیال میں اوّل یہ جذبہ ہمیشہ سے طلبا کے اندر موجود دیکھا گیا ہے۔ اور پشت در پشت بہ قسیج جذبہ بڑوں سے چھوٹوں کو وراثت میں ملتا رہا ہے۔ اور سالہا سال سے یہی انتظام نظر آیا ہے۔ (دوم) کسی حد تک اُستاد بھی ایسے جذبہ کو پیدا کرنے کا ذمہ دار قرار دیا جا سکتا ہے۔ سوئم اُستاد کا طرز تعلیم بھی کسی حد تک قصوروار ہے۔ بہت کم دیکھنے میں آتا ہے کہ طالب علم اپنے اُستاد سے بلاوجہ گستاخانہ پیش آتا ہے۔

پہلی قسم کے نقص کو دُور کرنے کا واحد علاج وقت ہے۔ وقت گزرنے پر طلبا کے دلوں سے یہ جذبہ خود بخود دُور ہو جائیگا۔ اور جتنی جلدی اُستاد دوسرے دو نقائص کو دور کرنے میں کامیاب ہوگا۔ اُتنا ہی وقت کم لگیگا۔ لیکن سب سے آسان طریقہ وہ ہوگا جب جملہ اساتذہ مل کر سکول کا کرۂ ہوائی اس طرح تبدیل کریں کہ ایسے جذبہ کا

پیدا ہونا ہی ناممکن بنا دیں۔ بالفرض اگر اُستاد کو ایسی جماعت سے واسطہ پڑا ہے۔ جو یہ سمجھے ہوئے ہے کہ اُستاد اُن سے وہ کام لینا چاہتا ہے جسے وہ پسند نہیں کرتے تو اس صورت میں اُستاد کو اعتماد سے کام لینا چاہیئے۔ اگر اُستاد کے اندر پورا اعتماد ہے۔ کہ وہ اپنے کام میں کامیاب ہو جائیگا۔ تو لازمی ہے کہ وہ کامیاب ہو جائے لیکن اگر اُس میں اعتماد کی کمی ہے تو اُس کے فیل ہونے میں بھی شبہ کی گنجائش نہیں۔ اگر ہم یہ خیال کریں کہ لڑکے سُست اور نالائق ہیں اور کچھ کام نہیں کرتے تو ضروری امر ہے کہ اُستاد کا کام مشکل ہو جائے۔

اور اگر برعکس اس کے اُستاد یہ خیال کرے کہ لڑکے ضرور کام کرینگے۔ اور وہ ایک صحیح طریقہ سے کام شروع کرے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ کامیابی حاصل نہ کرے۔ اگر ہم بچوں کے دل میں یہ خیال پیدا کر دیں کہ وہ سُست ہیں۔ وہ نالائق ہیں تو خواہ وہ بچے مضبوط سے مضبوط قوتِ ارادے سے بھی کام لیں۔ تو بھی وہ سُستی اور نالائقی کا خیال اپنے دل سے دور کرنے میں کامیاب نہ ہونگے۔

تجویز کرنے کی طاقت دلی ارادے کی طاقت سے زیادہ زبردست ہے۔ اس لئے اُستاد کو لازمی ہے۔ کہ وہ ایسے بُرے خیالات طالب علم کے دل میں پیدا نہ کرے۔ دوسرے اُستاد کا سلوک دوستانہ و پدرانہ ہونا چاہیئے۔

(۱) لازمی امر ہے کہ اُستاد بعض بچوں کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ ان کے اندر کئی قسم کے نقص ہوتے ہیں۔ جو اُستاد کو بچے سے نفرت کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ لیکن ایسی حالتوں میں اُستاد کو اپنی نفرت کو پوشیدہ رکھنا چاہیئے۔ اور آہستہ آہستہ بچے کے نقائص کو دُور کر کے بچے کو اس قابل بنائے کہ اُستاد خود بخود اُس سے پیار کرنا شروع کر دے۔

جس حالت میں اُستاد لڑکے سے نفرت کرتا ہے لڑکے کو فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ اُستاد اُسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ کیونکہ "دل را بدل رہیست" لڑکا جب اِس امر سے واقف ہو جاتا ہے تو نتیجہ نہایت پریشان کُن اور نقصان دہ ہوتا ہے۔ . . . .

. . . . کیونکہ لڑکا ہمیشہ انصاف کا برتاؤ پسند کرتا ہے۔ لیکن جب اُستاد اُس سے نفرت کرتا ہے تو انصاف کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح طالب علم کے اندر بھی اُستاد کے لئے جذبۂ حقارت پیدا ہو جاتا ہے۔ اور کامیابی کی کوئی صورت نہیں رہتی۔ لیکن اگر ہم ذرا انصاف سے کام لیں تو ماننا پڑیگا کہ بُرے سے بُرے لڑکے میں بھی کوئی نا قابل قدر وصف ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اُستاد کا سلوک دوستانہ اور پدرانہ ہو۔ اور وہ ہمیشہ اس اعتماد سے کام لے۔ کہ لڑکا ضرور بڑھیگا۔ ترقی کریگا اور آخر کامیاب ہوگا۔ ایسا کرنے سے اُستاد سکول کے اندر ایک نیا اور خوشگوار کرہ ہوائی پیدا کر دیگا۔

(۳) کون سے ایسے طریقے ہیں جن کو اُستاد استعمال میں لاوے - اور اپنے مشن میں کامیابی حاصل کر سکے۔

اُستاد کا پہلا کام یہ ہونا چاہئے - کہ وہ جماعت کے لڑکوں میں اپنے لئے ہمدردی پیدا کرے - اور اُن کے دل سے ہر قسم کا شُبہ دُور کردے - یہ بات عام روشن ہے کہ ڈر ایک ایسا جذبہ ہے جو کبھی کام میں نہیں لانا چاہئے کیونکہ جو کام بھی ڈر کے جذبہ کے ماتحت کیا جاتا ہے - وہ کبھی درست نہیں ہوتا - جدید علم النفس اس امر کے سخت مخالف ہے کہ ڈر کے جذبہ سے کوئی کام لیا جائے یا کیا جائے - کیونکہ جہاں دُکھ اور درد ہو وہاں نسیان کا مرض بڑی سرعت سے کام کرتا ہے - یعنی جب کسی بات کے یاد کرنے یا کرانے میں دُکھ اور تکلیف ہو وہ بات فوراً بھُول جاتی ہے اس لئے جو بات لڑکا خوف کے جذبہ کے ماتحت یاد کریگا وہ اُسے بہت جلدی بھُول جائیگی - اس لئے ڈر کا جذبہ اُستاد اور لڑکے کے درمیان محبت اور ہمدردی پیدا ہونے میں بڑی بھاری سدِّ راہ ہے

اُستاد کو ہمیشہ یہ خیال رکھنا چاہئے - کہ وہ اپنے لڑکوں کو اس امر کا یقین دلادے کہ اُس کا سلوک اُن سے پدرانہ و ہمدردانہ ہے - ایسا کرنے کے لئے اُسے کسی نہ کسی شعبہ میں لڑکوں کا ساتھ دینا چاہئے - اور اُن سے مل کر کام کرنا چاہئے - ایسے بہت سے موقعے مل سکتے ہیں -

اوّل کھیلیں - جب اُستاد لڑکوں کے ساتھ پوری دلچسپی سے کھیلتا ہے - تو لڑکوں کو اس امر کی بہت خوشی ہوتی ہے کہ اُنکا اُستاد اُن کی خوشی میں شریک ہوتا ہے - لڑکے بھی اگلے روز سکول کے کام میں اُستاد کی اِس دلچسپی کا عوضانہ دینے کی غرض سے بڑی دلچسپی سے کام کرتے ہیں -

دوم - سکاؤٹنگ - جب کیمپ باہر جاتا ہے تو لڑکے اور اُستاد مل کر سب کام کرتے ہیں - اس طرح لڑکوں کے اندر اُستاد کے لئے محبت اور پیار پیدا ہو جاتا ہے - وہ سمجھتے ہیں کہ اُستاد اُن سے ہمدردی اور پیار کرتا ہے - بعض اوقات اُستاد کو لڑکوں کے ہمراہ کسی تاریخی مقام یا کسی اور اسی طرح کے دلچسپ مقام کو سیر و تفریح کے لئے جانا ہوتا ہے - وہاں بھی اُستاد کو موقع مل سکتا ہے - کہ وہ لڑکوں کے اندر اپنے لئے پیار پیدا کرے - وہاں اکٹھے کھانا کھانے سے اور اُس مقام کے متعلق آپس میں باتیں کرنے سے لڑکوں اور اُستاد کے درمیان پیار پیدا ہو جاتا ہے -

سوم - بورڈنگ ہاؤس میں سپرنٹنڈنٹ بیماری یا کسی تکلیف کے وقت جب کسی بورڈر سے ہمدردی ظاہر کرتا ہے - تو وہ لڑکا خود اور باقی تمام بورڈران ایسے سلوک کو دیکھ کر اُستاد سے محبت کرنا شروع کر دیتے ہیں - یہ جذبہ سکول کے درسی کام میں کامیابی حاصل کرنے میں اُستاد کی بہت امداد کرتا ہے - اسی طرح کئی اور موقعے ہو سکتے ہیں جہاں اُستاد لڑکوں کے ساتھ اظہار ہمدردی کر سکتا ہے -

کتب لائبریری پڑھنے پڑھانے میں اُستاد بچوں کے ساتھ ایسے مطالعہ میں دلچسپی ظاہر کر سکتا ہے -

خود کہانیاں سُنائے اور لڑکوں سے سُنے۔ کبھی کبھی تعریفی کلموں سے ان کی حوصلہ افزائی کرے اور ان کے دلوں میں اپنے لئے محبت پیدا کرے۔

ایسے طریقوں سے اُستاد جلدی محسوس کریگا کہ اس کی جماعت میں زیادہ تعداد محنتی لڑکوں کی نظر آنے لگتی ہے۔ اور وہ اپنے کام کو آسانی سے کرسکتا ہے۔ اور خود خوشی حاصل کرتا ہے اور بچوں کو بھی خوشی حاصل کرنے کے قابل بناتا ہے +

"تو نہ آیا"

(نرمل فتح آبادی کے قلم سے)

ماہ ساون آیا جس کا ہر فرد بشر ذوق سے منتظر تھا۔ اس میں کالی گھٹائیں آئیں برسیں اور چلی گئیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن پر تیری رحمتیں نازل ہوئیں۔ تیری قدرت سے سب کچھ ہُوا۔ ہر جگہ تیرا وجود پایا۔ تیرا انتظار کیا لیکن "تو نہ آیا"۔

موسموں میں سردی کا موسم آیا۔ اُس نے اپنا زور دکھایا۔ گرمی آئی اپنے ساتھ مخلوقِ خدا کی تباہی لائی۔ بہار آئی اشجار کے لئے پھولوں اور پتوں کا زیور لائی۔ خزاں کا دور آیا۔ جس نے باغِ جہاں کو سنسان بنایا۔ سب آئے اور اپنی اپنی روش دکھا کر چلے گئے۔ لیکن اے میرے خدا "تو نہ آیا"۔

صبح آئی ہر ذی روح کی فرحت کا سامان لائی۔ بادِ صبا آئی جس سے چمن میں مستی چھائی۔ جسے دیکھو اُس کے چہرے پر مسرّت چھائی۔ لیکن مجھے اُن سے کیا حظ حاصل۔ میرا دل اُنہیں دیکھ دیکھ کر بیٹھا جاتا ہے اور میں دل مسوس کر رہ جاتا ہوں۔

مجھے اطمینان ہے کہ صبح کے گئے شام کو واپس ہوتے ہیں۔ شام ہوئی پرندے اپنے گھونسلوں میں بسیرے کو آئے۔ معشوقوں نے اپنے عاشقوں کی دلبستگیاں کیں۔ لیکن تو اپنے عاشق کے پاس جسے تجھ سے عشقِ حقیقی ہے "نہ آیا"۔

رنگ و نشاط کے دن آئے۔ یاروں نے عنبر اور گلال اُڑائے۔ عیش و طرب کی محفلیں گرم ہوئیں۔ اربابِ نشاط کے جلسے ہوئے۔ سب کچھ ہُوا۔ لیکن مجھ حرماں نصیب کا رنج والم کے سوا کوئی ساتھی نہ ہُوا۔ بلکہ شب و روز آتشِ فرقت میں جلا کیا۔ احباب دوست رنگ رلیاں مناتے ہوئے فیمابین لطف اندوز ہوتے رہے۔ اور میں تیری یاد میں محوِ حیرت بُت بنا کھڑا رہا۔ لیکن "تو نہ آیا"۔

شاگردانِ حضرتِ داغؒ دہلوی

عالی جناب نواب رکن الدین جادو رئیس بڑودہ علاقہ بمبئی کو حضرتِ نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی مرحوم کی شاگردی کا فخر حاصل تھا۔ لالہ سری رام دہلوی منصف لاہور جن سے میں کئی بار دہلی اور لاہور میں مل چکا ہوں نے خم خانۂ جاوید (تذکرۂ شعرائے ماضی و حال) میں جناب جادو کو شاگردِ حضرت داغ لکھا ہے۔ لالہ صاحب موصوف سے میری خط و کتابت برسوں رہی ہے۔ اکثر شاگردانِ داغ کے متعلق لالہ صاحب مرحوم مجھ سے پوچھ گچھ کر لیا کرتے تھے۔ یہ شہر بڑودہ بہت بڑی ریاست ہے۔ مہاراجہ گائکواڑ وہاں کے حاکم ہیں۔ بڑودہ میں حافظ محمود حسین افسر مودودی اچھے کہنے والے شاعر ہیں۔ یہ پہلے جناب آرزو لکھنوی کے والد حضرت یاس لکھنوی سے اصلاح لیتے تھے۔ لیکن اُن کی اصلاح پسند نہ آنے پر راقم الدولہ خدائے سخن حضرت ظہیر دہلوی مرحوم یادگار جناب ذوق دہلوی سے فیضِ سخن اُٹھانے لگے۔ مجھے بڑودہ جانے کا دو تین وقت اتفاق ہُوا ہے۔ افسر صاحب قبلہ آج وہیں مقیم ہیں۔ حکیم امیر الدین صاحب آمام سورتی شاگرد حضرتِ داغ دہلوی نے مجھے حضرتِ نواب جادو کا بہت سا کلام مرحمت فرمایا تھا۔ جو عرصہ گذرا مجھ سے کہیں کھو گیا۔ چند اشعار ازبر ہیں۔ اُنہیں ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ جملہ شاگردانِ داغ و ظہیر دہلوی کو میں اپنا بزرگ جانتا اور مانتا ہوں اور یہ تذکرے تحریر کرنے سے میری غرض یہ ہے کہ دُنیائے شاعری میں کچھ نہ کچھ بزرگوں کی یادگار قائم رہے۔ (ہارون بن محمد انصاف)

کلام جادو

(از نواب رکن الدین صاحب جادوؔ رئیسِ بڑودہ علاقہ بمبئی شاگردِ حضرت داغ دہلوی)

سینے میں میرے زخم ہیں پنہاں۔ کہاں کہاں
خالی کروں میں ایک نمکداں۔ کہاں کہاں

دل میں۔ جگر میں۔ پہلو میں۔ آنکھوں میں غیر کے
چھُپتے پھرو گے مجھ سے مری جاں۔ کہاں کہاں

کس کس جگہ پھرا ہوں کسی کی تلاش میں
اے دِل کیا ہے تو نے پشیماں۔ کہاں کہاں

دل میں رکھوں اسے کہ جگر میں رکھوں اسے
رکھوں غمِ حبیبؔ کو مہماں۔ کہاں کہاں

الفت اِدھر بتوں کی۔ اُدھر ذوقِ مے کشی
اب میں کروں حفاظتِ ایماں۔ کہاں کہاں

محشر میں۔ بزمِ غیر میں۔ یا قتل گاہ میں
جادو نکلتے ہیں مرے ارماں۔ کہاں کہاں

رہنمائے تعلیم لاہور کا جوبلی نمبر

اور سال نامے کو دیکھ کر

(از جناب مولوی محمد یسین صاحب دلکش مدرس اسلامیہ سکول شہر ملتان علاقہ عرب)

رسالہ "رہنمائے تعلیم" شہر لاہور سے آج سے نہیں بلکہ ۲۸ برس سے بڑی پابندی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے سردار جگت سنگھ صاحب اُس کے مالک اور ابو الفصاحت حضرت جوش ملسیانی شاگرد حضرت داغ دہلوی اُس کے ایڈیٹر ہیں۔ اس پر طُرہ یہ ہے کہ تاج الشعرا جناب نوح ناروی الہ آبادی مدظلہ العالی جانشین حضرت داغ دہلوی نے اس رسالہ کو اپنی سرپرستی میں لے کر اور بھی چار چاند لگا دیئے ہیں۔ میرے خیال میں اُردو کا پُرانے سے پُرانا ماہوار رسالہ "زمانہ" کانپور اور "رہنمائے تعلیم" لاہور ہے۔ رسالے میں علمی۔ ادبی۔ اخلاقی۔ طبی۔ تاریخی زراعتی۔ صنعتی مضامین ایک سے ایک بڑھ کر ہوتے ہیں۔ حصۂ نظم میں تاج الشعرا حضرت نوح ناروی الہ آبادی فصاحت جنگ حافظ جلیل مانک پوری۔ حضرت ریاض خیر آبادی۔ نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیز حیدر آبادی جناب مہر گوالیاری۔ دل شاہجہانپوری۔ گوہر رام پوری۔ خسرو سخن حضرت انصاف۔ جناب بسمل الہ آبادی فضا جالندھری وغیرہم حصہ لیتے رہتے ہیں۔ اور حصۂ نثر میں محمد حسین ادیب ایم اے۔ حضرت عابد مسیح مراد آبادی بی اے۔ شیخ عبد اللطیف صاحب تپش ایم اے۔ محمد عبد اللہ صاحب کامل ایم اے۔ ڈاکٹر شیلا چرن صاحب ورما وغیرہم شریک ہوتے رہتے ہیں۔

رہنمائے تعلیم کا جوبلی نمبر آٹھ سو صفحوں پر ایک سو سے زائد تصویروں کے ساتھ شائع ہُوا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس نادر نمبر کے لئے سردار جگت سنگھ صاحب نے ہزاروں روپیوں کی قربانی کی ہوگی۔ تصویروں کے بلاک بنوانے میں مضامین نظم و نثر حاصل کرنے میں کن کن مشکلوں کا سامنا ہُوا ہوگا؟ اِسے تو سردار صاحب موصوف کا دل اچھی طرح جانتا ہے۔ "جوبلی نمبر" میں مشاہیر کی تصویریں اور اُن کے حالات بھی درج ہیں۔ حقیقت میں یہ نمبر ہر گھر اور ہر کتب خانے میں رکھنے کے قابل ہے۔ اس انسائیکلوپیڈیا کی قیمت باوجود اتنی خوبیوں کے صرف اڑھائی روپیہ رکھی گئی ہے۔ اب بھی اگر کوئی اِسے نہ خریدے تو صد درجہ کی ناانصافی ہوگی۔

قریباً ایک برس سے "رہنمائے تعلیم" میں ہر مہینے "حسن اصلاح" کے عنوان سے جناب عابد مسیح بی اے مراد آبادی کا مضمون شائع ہو رہا ہے۔ حضرتِ تاج الشعرا نوح ناروی الہ آبادی جانشینِ حضرت داغ دہلوی نے اپنے

شاگردوں کے کلام پر جو اصلاحیں فرمائی ہیں۔ اُن نمونوں پر جناب عابد مسیح نہایت قابلیت سے روشنی ڈالتے رہتے ہیں۔ فنِ سخن کی خوبیوں اور باریکیوں کو سمجھانا سہل نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ حقیقت میں "حسن اصلاح" والا مضمون منتہی اور مُبتدی شعرا کے لئے بے حد مفید ہے۔ میں حضرت عابد مسیح کی محنت کی داد دیتا ہوں اور یہ عرض کرتا ہوں کہ اس مضمون کو جہاں تک ممکن ہو جاری رکھنے کی کوشش کئے رہیں۔

رسالۂ رہنمائے تعلیم کے قابلِ احترام سرپرست تاج الشعرا حضرت نوح ناروی الہ آبادی جانشینِ جناب داغ دہلوی کے قدیمی عقیدت مند شاگرد خسروِ سخن حضرت انصاف رئیس رنگون کا تاریخی مضمون مذکور رسالے میں ایک برس سے شاگردانِ حضرت داغ دہلوی کے عنوان سے شائع ہو رہا ہے۔ جناب انصاف نے ہندوستان کے شہروں کی سیر کر کے اور جا بجا کا سفر اختیار کر کے جناب داغ دہلوی کے شاگردوں کا کلام اور حالات جمع کئے۔ اور انہیں نموننًا اختصار کے ساتھ رہنمائے تعلیم میں شائع فرماتے رہتے ہیں۔ اس سے یہ فائدہ ضرور ہوتا ہے۔ کہ جو بزرگ تاریکی میں تھے یا ہیں۔ اُن پر روشنی پڑتی ہے۔ اور اُن کے کارناموں سے دُنیا کو آگاہی رہتی ہے۔ میرے خیال میں اگر اِن تذکروں کو حضرتِ انصاف کتابی صورت میں شائع فرمائیں تو اور بھی بہتر ہو گا۔ ساتھ ہی ساتھ دُنیائے شاعری میں ایک تاریخی یادگار رہے گی۔ خسروِ سخن حضرتِ انصاف کی خدمت میں میری التماس ہے کہ اِس مضمون کو حتی الامکان رہنمائے تعلیم میں مسلسل جاری رکھیں تاکہ دُنیائے شاعری کو شاگردانِ حضرت داغ دہلوی سے آگاہی ہوتی رہے۔

اب جملہ ناظرین رہنمائے تعلیم کی خدمت میں میری عرض ہے کہ اس رسالے کو اپنے حلقۂ احباب میں وسعت دینے کی کوشش کریں۔ تاکہ رسالے کے مالک سردار جگت سنگھ صاحب کے سر پر جو قرض کا بار ہے ہلکا ہو جائے +

حضرت فیاض ہریانوی کا منتخب کلام

دل خراب نے رازِ نہاں کو فاش کیا
ہمارا شیشۂ ناموس پاش پاش کیا

تو شاہ رگ سے ہے نزدیک یہ خطا میری
کہ تجھ کو کعبہ و بتخانہ میں تلاش کیا

کوئی تو مصلحت اس میں نہاں ہے اے واعظ!
کہ پاک باز تجھے مجھ کو بد معاش کیا

جفائے بُت ہی نے توڑا ہے دل مرا فیاض!
یہ آئنہ اِسی پتھر نے پاش پاش کیا

(غیر مطبوعہ)

لمعاتِ لسان القوم

(رشحات فکر ملک الشعراء لسان القوم حضرت علامہ صفی لکھنوی)

حیلہ گر ساتھ ہیں کچھ باتوں میں اُلجھانے کو
لے چلے ہیں سوئے زنداں تیرے دیوانے کو

ایک مدت ہوئی گو طُور کے افسانے کو
آجتک شمع جلادیتی ہے پروانے کو

بزمِ ساقی میں جو دیکھا مئے گُلرنگ کا قحط
دِل نے لبریز کیا خُون کے پیمانے کو

کُشتۂ عشق ہی کا زندۂ جاوید ہے نام
زندگی کیوں نہ کہیں بات پہ مرجانے کو

دام میں دم میں ہم آنیکے نہیں اے دُنیا
جا کے پھانس اور کسی عقل کے بیگانے کو

ناصحوں سے کوئی کہدے نہ کریں اب زحمت
رات گذری کہ یہ پہنچے مرا سر کھانے کو

دیکھ کر شیخ و برہمن میں کشاکش باہم
لے لیا کعبہ نے آغوش میں بُت خانے کو

عالمِ نزع میں ہم اپنہ تحیّر طاری
کیا نتیجہ وہ اگر آئیں بھی یوں آنے کو

جانکنی ختم بھی کر جلد کہیں قصۂ زیست
اِس قدر طُول نہ دے مختصر افسانے کو

تنگ ہے تنگ یہ معمورۂ ہستی ہم پر
جائیں آباد کریں اب کسی ویرانے کو

ذکر شق القمر آیا تو صفیؔ ساقی نے
توڑ کر جوڑ دیا حسن سے پیمانے کو

تذکرہ خواتین

(۱۰) سلطانہ رضیہ بیگم

(سید محمود مورخ بی اے)

اگر تاریخ عالم کا بغور مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوگا کہ بہت سی ہستیاں صرف اس لئے ضائع ہو گئیں کہ وہ اپنے وقت سے پہلے یا بعد میں وجود میں آئیں - یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ ایک بات جو آج ہماری نظروں میں قابل پرستش ہے ممکن ہے کہ وہی بات آئندہ قابل نفرین ہو - اس کے علاوہ یہ بھی ضروری نہیں کہ ایک بات جو ایک ملک میں قابل تقلید خوبی تسلیم کی جاتی ہو وہ دوسرے ملک میں ویسی ہی مانی جائے -

مذکورہ بالا اصول کو ہر نقاد نے تسلیم کیا ہے مگر کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ جب کوئی کسی زمانہ پر خامہ فرسائی کی کوشش کرتا ہے تو اس زریں اصول کو فوراً نظر انداز کر دیتا ہے - ہم جب کبھی کسی قابل ہستی کے اخلاق یا عمل پر رائے زنی کرتے ہیں تو بجائے اس کے کہ اس کے زمانہ کے مسلمہ آئین اخلاق کے میزان پر اسے پرکھیں - ہم اس کے اخلاق کا اپنے زمانہ کے اخلاق سے موازنہ کرتے ہیں اور اس طرح ایک غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں - جن نامور ہستیوں کے متعلق اس زریں اصول سے انحراف کرنے کے باعث غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے - انمیں سلطانہ رضیہ کا نام خاص حیثیت رکھتا ہے -

رضیہ ایک ایسے زمانہ میں پیدا ہوئی تھی جبکہ تہذیب و تمدن کا ابھی بچپن تھا - اس وقت خواتین کو کسی طرح کی بھی آزادی حاصل نہ تھی - انہیں صرف عیش و عشرت کا ذریعہ تصور کیا جاتا تھا - مکان کی چار دیواری میں بند رہنا انکا فرض تھا - اپنی خواہشات اور اپنے نفس کی قربانی کر دینا انکی عصمت تھی تعلیم حاصل کرنا - دنیا کے معاملات میں دلچسپی لینا اور اپنے حقوق طلب کرنا - انکے چال چلن پر بدنما داغ تسلیم کئے جاتے تھے - لیکن اس وقت رضیہ نے اپنی طبیعت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کوشش کی اور یہی اس کا نا قابل تلافی جرم تھا - وہ مردوں کا سا دل و دماغ رکھتی تھی - اگر وہ یورپ میں پیدا ہوتی تو ضرور تمام ملک پر حکومت کرتی لیکن ہندوستان میں ساڑھے تین برس تک قابل تعریف حکمرانی کرنے کے بعد وہ ایک گمنام موت مر گئی -

رضیہ سلطان شمس الدین التمش کی بڑی بیٹی تھی - اس کا باپ ایک ترکی غلام تھا جسے سلطان قطب الدین ایبک نے سوداگروں سے خریدا تھا لیکن وہ اپنی خداداد قابلیت کی مدد سے ترقی کر کے سلطان قطب الدین ایبک کے

بعد مسند نشین ہُوا اور خاندان غلاماں کا بڑا نامی بادشاہ ہُوا۔ رضیہ نے ایمانداری۔ عالی حوصلگی۔ دور اندیشی اور تیز سمجھ اپنے باپ سے ورثہ میں پائی تھی۔ وہ اپنے باپ کی لاڈلی بیٹی تھی۔ اور گو اس نے شاہی محل کی چار دیواری میں ہی پرورش پائی تھی لیکن اس کے باپ نے اس کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھا تھا۔

اس نے ان علوم وفنون کی بھی جو مردوں کے لئے مخصوص تھے تعلیم پائی تھی۔ اسے گھوڑے پر سوار ہونے اور تلوار اور نیزہ چلانے میں کمال حاصل تھا۔ سلطان نے اسے ابتدا سے ہی رموز سلطنت کی تعلیم دی تھی۔ اور جب کبھی اسے کسی ضروری مہم پر دہلی سے غیر حاضر رہنا پڑتا تو رضیہ کو اپنا قائم مقام قرار دیتا اور وہ اس حسن و خوبی سے اپنے جملہ فرائض انجام دیتی کہ سلطان بہت خوش ہوتا۔ اور یہی وجہ تھی کہ سلطان نے اپنے بیٹوں کی موجودگی میں رضیہ کو اپنا جانشین قرار دیا۔ لیکن اُمرائے دربار نے اس فیصلہ کے خلاف آواز بلند کی' اس پر سلطان نے انکو بلا کر کہا کہ "میرے وفادارو! میرے بیٹے بدقسمتی سے عیش و عشرت کے دلدادہ ہیں اور سلطنت کی ذمہ واریوں کا بوجھ سنبھالنے کے اہل نہیں۔ میری وفات کے بعد تمہیں خود اس قول کی صداقت معلوم ہو جائیگی اور گو رضیہ بیگم عورت ہے لیکن انشاء اللہ

اُمرائے دربار نے اس وقت تو سلطان کی ہاں میں ہاں ملادی لیکن انہوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ ایک ناقص العقل عورت کی رعایا کہلانے کی ذلت ہرگز گوارا نہ کرینگے۔ اس لئے سلطان کی وفات کے بعد انہوں نے رضیہ کو قید کر دیا اور اس کے حقوق کو نظر انداز کرکے اس کے بھائی رکن الدین کو مسند نشین کر دیا۔ لیکن وہ صرف چھ ماہ حکمرانی کر سکا اور اس کی حیثیت شطرنج کے بادشاہ سے زیادہ نہ تھی۔ اور اس کی ماں شاہ ترکان سیاہ و سفید کی مالکہ تھی۔

رکن الدین کی ماں کو سلطان شمس الدین کی دوسری بیویوں سے سخت عداوت تھی۔ سلطانہ رضیہ کی ماں کی تو وہ خاص کر جانی دشمن تھی۔ جب تک سلطان شمس الدین زندہ رہا وہ اپنے حسد و عداوت کو عملی جامہ پہنانے سے ڈرتی تھی لیکن سلطان کی وفات کے بعد اسے روکنے والا کون تھا؟ اس کا بیٹا رکن الدین اس کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی تھا۔ اس نے رکن الدین کو اجازت دیدی تھی کہ حسب ضرورت روپیہ خزانہ سے لے لے جسے وہ عیش و نشاط کی مجلسوں میں پانی کی طرح بہاتا۔ اور اس نے امور سلطنت میں دخل دینا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ اور اس کی ماں نے اب اپنے دشمنوں سے انتقام لینا شروع کیا۔ سلطان کے چھوٹے بیٹے کو اندھا کروا کر آہستہ آہستہ موت کے گھاٹ اتروایا۔ اس کے بعد سلطان مرحوم کی کئی بیواؤں کو جن میں سلطانہ رضیہ کی ماں کا شامل ہونا قابل یقین ہے۔ اس کے حکم سے تہ تیغ کر دیا گیا۔ ظالموں کی طرح اس کے ظلم کی کوئی حد نہ تھی۔ اس کا آخری حملہ رضیہ کی زندگی پر تھا۔ اور غالباً اسی غلط حرکت کا سلطان رکن الدین کو خمیازہ بھگتنا پڑا۔ چند مقتدر اُمراء نے سازش کی فوج فراہم کی۔ اور رضیہ کو اپنا سردار مقرر کرکے علم بغاوت بلند کر دیا۔ سلطان رکن الدین نے باغیوں کا مقابلہ کیا۔ مگر پانی سر سے اونچا ہو چکا تھا۔ شکست کھا کر معہ اپنی ماں کے گرفتار کر لیا گیا۔ ان دونوں کو

ایک تنگ و تاریک قید خانے میں بند کردیا گیا اور وہیں انہوں نے انتقال کیا۔

سلطانہ رضیہ اپنی رعایا اور اپنے باپ کی خواہش کے مطابق مسند نشین ہوئی۔ گو وہ اپنے خاندانی دشمنوں کا قلع قمع کر چکی تھی اور رعایا نے اس کی تخت نشینی کے وقت جشن مناکر اپنی خوشنودی کا اظہار کیا تھا لیکن تخت نشینی اسکے لئے پھولوں کی سیج نہ تھا۔ اور گو اس نے اپنی سخاوت۔ رحم دلی اور شرافت سے اپنی رعایا اور اُمرائے دربار کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لیا تھا لیکن اسے بیرونی حملہ کا ہر وقت خطرہ رہتا تھا۔ سلطان شمس الدین کی ہی زندگی میں چند صوبوں کے گورنروں نے یہ سازش کی تھی کہ بادشاہت کا خاتمہ کرکے خود مختار ہو جائیں۔ سلطان شمس الدین نے اس سازش پر ضرب کاری لگائی تھی اور اگر وہ دوران جنگ میں مہلک بیماری کا شکار نہ ہو جاتا تو ضرور اس سازش کے ممبران کی قوت کا خاتمہ کر دیتا۔ رکن الدین کے عہد میں اس قدر بدنظمی پھیل گئی تھی کہ ان باغیوں کے خلاف کوئی مدافعانہ کاروائی نہ کی جا سکی بلکہ انہوں نے اپنی قوت بڑھائی۔ جب رضیہ تخت نشین ہوئی تو لاہور، ہانسی ملتان اور بدایوں میں علم بغاوت بلند ہوا۔ صوبہ داروں نے آپس میں صلح کرکے اپنی فوجیں ایک جگہ جمع کیں۔ اور دہلی کا محاصرہ کر لیا۔ رضیہ نے بہادری سے مقابلہ کیا لیکن غنیم کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس وقت رضیہ کے ایک وفادار خادم نے اودھ سے آکر مقابلہ کیا لیکن پسپا ہونا پڑا۔ جب رضیہ کو یقین ہو گیا کہ غنیم کے مقابلہ میں طاقت کا استعمال تحصیل حاصل ہے تو اس نے عیاری سے کام نکالنے کا فیصلہ کیا۔ اور اپنے چند وفاداروں کو اس کام پر مقرر کیا کہ غنیم کے سرداروں میں نفاق کی آگ سلگا دے۔ آخر سردار ایک دوسرے سے بدظن ہو گئے اور انہوں نے اپنے اپنے گھروں کی راہ لی۔ اس وقت شاہی فوج نے حملہ کرکے انہیں تہ تیغ کر دیا۔

اس کے کچھ عرصہ بعد حاکم گوالیار نے جسے سلطان شمس الدین نے شکست دی تھی خود مختاری کا اعلان کیا۔ سلطانہ نے اس کے خلاف لشکر کشی کی لیکن حاکم نے ڈر کر فوراً سر اطاعت خم کر دیا اور خراج ادا کرنے کا وعدہ کرکے صلح کر لی۔ ابھی قضیہ کا شافی فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ رتھنبور کے راجہ نے علم بغاوت بلند کیا۔ لیکن سلطانہ نے اپنے ایک سپہ سالار کو فوج دیکر مقابلہ کے روانہ کیا جس نے راجہ کو شکست دیکر بغاوت فرو کر دی۔ اس کے بعد لاہور کے جدید گورنر نے بغاوت کی۔ اس دفعہ پھر سلطانہ نے چالاکی سے کام نکالا۔ اسے خاص رعائتیں دی گئیں اور اس نے ایک مقررہ رقم بطور خراج ادا کرنے کا وعدہ کرکے صلح کر لی۔

گو سلطانہ رضیہ بیگم کا وقت زیادہ تر بغاوتوں کے فرو کرنے اور خود سر راجاؤں کی سرکوبی میں صرف ہوتا تھا لیکن وہ اپنی رعایا کی بہتری و بہبودگی سے بھی غافل نہ تھی۔ اس نے اپنے باپ کے زمانہ کے آئین کی اصلاح کی اور انتظام سلطنت میں جو خامیاں تھیں انکو دُور کیا۔ خطرناک رسوم و رواج کا تدارک کیا۔ وہ روز دربار میں آتی اور اپنی غریب رعایا کی شکائتیں سُنکر منصفانہ فیصلہ کرتی تھی۔ اس نے سودمند اور عاقلانہ آئین نافذ

کئے۔ وہ اپنے وزرا کو اپنا مطیع بنانے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ اور اُمرائے دربار کو بے کس رعایا پر ظلم کرنے سے باز رکھ کر ملک کے لئے فرشتہ رحمت ثابت ہوئی۔ لیکن اسے رعایا کی حالت سدھارنے اور ٹھوس کام کرنے کے لئے مہلت نہ ملی۔ علمائے دین اور اُمرائے دربار کو توقع تھی کہ رضیہ بیگم مسند نشین ہونے کے بعد خود گمنامی کے پردے میں چلی جائیگی اور سلطنت کے سیاہ و سفید کے مالک وہ ہونگے لیکن جب سلطانہ نے عنانِ سلطنت اپنے ہاتھوں میں لے لی تو وہ بہت ناراض ہوئے اور انہوں نے اسے سلطنت کے کاموں میں دلچسپی لینے سے منع کیا۔ سلطانہ نے پردہ کرنا ترک کر دیا تھا تاکہ عدل و انصاف کر سکے۔ اور ایک قابل حکمران ثابت ہو۔ وہ ہر محکمہ کی خود نگرانی کرتی تھی۔ میدان جنگ میں افواج کی رہنمائی کرتی اور بغیر شرم محسوس کئے گھوڑے پر سوار ہوتی تھی۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اس نے زنانہ لباس پہننا بھی چھوڑ دیا تھا اور مردوں کی طرح ٹوپی اور چغہ پہنتی تھی۔

علمائے دین اور اُمرائے دربار سلطانہ کی اصلاحات سے ناراض تھے۔ انہوں نے اسکا انتقام لینے کی بہت کوشش کی مگر انکا ہر وار خالی گیا۔ اس پر انہوں نے اوچھے ہتھیاروں سے کام نکالنے کا فیصلہ کیا اور سلطانہ کو بدنام کرنے لگے۔ انکے کارندوں نے عوام میں سلطانہ کے متعلق عجیب و غریب داستانیں پھیلائیں۔ وہ کہتے تھے کہ وہ عورت جو احکام الٰہی کو پس پشت ڈال کر دربار عام میں آئے اور جو شرم اور بے حیا بن کر مردوں کا لباس زیب تن کرے اس کا باعصمت و پاکباز ہونا غیر ممکن ہے۔ ضرور اس میں کوئی راز پوشیدہ ہے۔ اور ضرور کوئی مجرم ہے اور وہ کون ہے؟ ممکن ہے کہ جمال الدین یاقوت افسر اصطبل ہو۔ جو روز مجرا کرنے کے بہانے سلطانہ سے ملنے جاتا ہے اور وقت بے وقت آتا دیکھا گیا ہے۔ اور گھوڑے پر بھی وہی سوار کراتا ہے اور کیا وہ سلطانہ کو گھوڑے پر سوار کراتے وقت اسے بغل میں نہیں لیتا؟ اور کیا جب وہ گھوڑے پر سوار ہو کر سلطانہ کے ساتھ جاتا ہے تو سلطانہ اس سے مسکرا مسکرا کر باتیں نہیں کرتی؟ تو انکے مجرم ہونے کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ سلطانہ کو شرم آنی چاہئے کہ وہ ایک غلام سے ناجائز تعلقات رکھتی ہے۔

علمائے دین اور اُمرائے دربار نے ایسی ہی ناپاک داستانیں پھیلا کر رعایا کو سلطانہ کے خلاف بھڑکا دیا۔ یہ نہیں کہ خود غرض علمائے دین خود احکام کے پیرو تھے یا سلطانہ کو انکا پیرو کرنا چاہتے تھے بلکہ وہ اس کی جملہ خامیوں کو نظر انداز کرنے کے لئے بسر و چشم حاضر تھے۔ بشرطیکہ وہ انہیں رعایا پر حکومت کرنے اور شاہی خزانہ کو اپنی مرضی کے مطابق صرف کرنے کی اجازت دیدے۔ لیکن سلطانہ کو یہ بات گوارا نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنے قول کے مطابق بے شرموں بے حیاؤں اور اخلاقی مجرموں کو واصل جہنم کرنے کے لئے سازش کی۔

اس وقت ایک سازشی یعنی اختیار الدین التونیہ نے جو تبر ہند کا جاگیردار تھا۔ سلطانہ کے احکام کی تعمیل کرنے سے انکار کر دیا۔ اور صاف صاف الفاظ میں کہلا بھیجا کہ چونکہ سلطانہ کے عمل احکام الٰہی کے خلاف ہیں

اس لئے وہ دین فطرت سے خارج ہوگئی ہے اور اسلامی سلطنت کی حکمران نہیں ہوسکتی ہے۔ رضیہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ فوراً فوج فراہم کرکے باغی سردار کو قرار واقعی سزا دینے کے لئے دہلی سے روانہ ہوگئی۔ دوران سفر میں کوئی ایسی بات نہ ہوئی کہ سلطانہ کو خطرہ سے خبردار کردیتی۔ البتہ اسے یہ ضرور معلوم ہوگیا کہ اس کی رعایا اس کے خلاف ہے۔ اس لئے اس نے کسی اچانک حملے کے تدارک کا پہلے ہی بندوبست کرلیا۔ وہ بھڑکیلا لباس زیب تن کرکے اور سر پر لعل و جواہر کا تاج رکھ کر شاہی فیل پر سوار ہوتی تھی۔ اس کا لباس اور سنہری ہودہ سورج کی روشنی میں چمکتا تھا۔
شاہی فوجوں نے تبرہند کے قریب قیام کیا لیکن جنگ کے شروع ہونے سے پہلے ہی ترکی سرداروں نے کہ سازش میں التونیہ کے شریک تھے۔ علم بغاوت بلند کردیا اور سلطانہ کے کئی وفاداروں کو جن میں جمال الدین یاقوت بھی شامل تھا قتل کردیا۔ سلطانہ کو گرفتار کرکے تبرہند کے قلعہ میں بند کردیا اور التونیہ کو شاہی قیدی کا نگران مقرر کرکے دہلی واپس ہوئے۔
چالاک اور عقلمند رضیہ اپنے گرفتار کرنے والوں سے بازی لے گئی۔ وہ مصیبت اور مایوسی کے وقت بھی اپنی خداداد دوراندیشی اور دوربینی سے کامیاب ہوئی۔ اس نے قیدخانہ کی چار دیواری میں بند رہ کر بھی دہلی کے حالات سے باخبر رہنے کا بندوبست کرلیا۔ اسے معلوم ہوگیا کہ باغی سردار فتح و ظفر کے شادیانے بجاتے ہوئے دہلی پہنچ گئے ہیں۔ اور اس کے چھوٹے بھائی معزالدین بہرام شاہ کو مسند نشین کردیا ہے۔ جس نے اس موقعہ پر جشن منایا ہے۔ اور اسے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ باغی سردار سلطنت کے معزز عہدوں پر فائز ہوگئے ہیں اور خزانہ شاہی کو عیش و عشرت میں لٹا رہے ہیں اور بادشاہ حرم سرا میں شراب و کباب میں مصروف رہتا ہے۔
رضیہ نے سوچا کہ اب انتقام لینے کا موقعہ ہے۔ وہ التونیہ کو خوب جانتی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ وہ سمجھدار۔ بہادر۔ ایماندار۔ عادل اور سخی ہے۔ لیکن قدرے مغرور اور ترقی کا حد سے زیادہ خواہاں ہے۔ وہ گمنامی سے اس درجہ تک پہنچا تھا۔ وہ اس کے باپ کا زرخرید غلام تھا۔ لیکن اب جاگیردار اور گورنر۔ وہ پوشیدہ طور پر مزید ترقی کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ رضیہ نے ان باتوں پر ٹھنڈے دل سے غور کیا اور ایک نہایت عجیب کام کرنے کا فیصلہ کیا۔

اب اس نے التونیہ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن اس کے قاصد نے واپس آکر جواب دیا کہ اس وقت التونیہ کسی خاص کام میں مصروف ہے اور اس کی استدعا پر پھر کسی وقت غور کیا جائیگا۔ اس جواب سے وہ قدرے مایوس ہوگئی اور بستر پر دراز ہوکر سوچا کہ اسکا ایک وار خالی گیا اور اسی وار پر اسے فتح کی یقینی امید تھی۔ لیکن اسکے کچھ عرصہ بعد جب وہ کپڑوں میں لپٹی ہوئی غور کرنے کی فضول کوشش کررہی تھی۔ اس کے کمرہ کا آہنی دروازہ چوں چرخ کرتا ہوا کھلا۔ اور بہادر حسین اور مغرور التونیہ ریشمی لبادہ پہنے اس کے سامنے کھڑا تھا۔

رضیہ فوراً کھڑی ہو گئی - اس وقت وہ التونیہ سے زیادہ مغرور اور بارعب معلوم ہوتی تھی - اس نے التونیہ کو شکست دینے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا - اس لئے اس نے دہلی کے تازہ واقعات دہرا کر اسے بُرا بھلا کہا اور کہا کہ تمہیں یاد ہوگا کہ میرے والد مرحوم نے تم پر کسقدر احسانات کئے ہیں - اور میں بھی تمہارے ساتھ ہمیشہ مروت سے پیش آتی رہی ہوں - تبر ہندکی کی جاگیر تمہیں میں نے عنایت کی تھی - لیکن اسپر تم نے نمک حرامی کی اور میرے خلاف سازش کی - بتاؤ کس لئے ؟ تمہیں اس سے کیا نفع حاصل ہوا ؟ تمہارے ساتھی اس وقت سلطنت کے معزز عہدوں پر فائز ہیں - اور ایک طرح سے وہی حکمران ہیں - وہ شاہی خزانہ کو لہو ولعب میں اُڑا رہے ہیں - لیکن تم ...... تم صرف ایک عورت کے محافظ ہو - میں نے اور میرے باپ نے ہمیشہ تمہاری خدمات کی قدر کی اور انکا فوراً انعام دیا لیکن تم نے اپنے محسن کو غیروں کے ہاتھ فروخت کر دیا - سوچو کہ یہ سب کس لئے ؟ ... تم نے اس سازش میں ایک نہایت اہم حصہ لیا اور ہر خطرہ کو برداشت کیا لیکن فتح حاصل کرنے کے بعد تمہارے ساتھیوں نے تمہیں دُودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیا اور خود مال غنیمت تقسیم کر لیا -

اس طرح رضیہ نے سوچ سوچ کر تقریر کی اور اسکے غرور پر کاری ضرب لگائی - وہ پہلے ہی اپنے ساتھیوں کی ناانصافی سے آزردہ خاطر تھا - اور جب وہ رضیہ کے پاس سے واپس گیا تو اسکے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی اور انتقام کی آگ اسکے سینہ میں بھڑک اٹھی - جیساکہ رضیہ کا خیال تھا - اب اُسے کسی تحریک کی ضرورت نہ تھی وہ انتقام لینے کا فیصلہ کر چکا تھا - اور اپنی خواہش کو عملی جامہ پہنانے کی تدبیر سوچ رہا تھا - آخر اس نے سلطانہ سے شادی کر لینے کا فیصلہ کیا - اسنے خیال کیا کہ سلطانہ اس امر کے لئے جلد رضامند ہو جائیگی - کیونکہ وہ اس کی قید میں ہے اور انکار کرنا موت کے برابر ہوگا - اور اگر وہ اسکی بیوی بن گئی تو وہ اسکا طرفدار ہو جائیگا اور ترکی امیروں کو جنہوں نے اس سے ناانصافی کی تھی شکست دیکر رضیہ کو مسند نشین کر دیگا - اور اس طرح وہ اعلےٰ رتبہ پر پہنچ جائیگا اور اپنے صدمات کا انتقام بھی لے سکیگا -

التونیہ نے رضیہ کی رضامندی حاصل کرنیکے لئے ایک قاصد روانہ کیا - رضیہ فوراً رضامند ہو گئی اور دونو کا نکاح ہو گیا -

اب التونیہ فوجیں فراہم کر کے دہلی پر لشکر کشی کرنے روانہ ہوا - اسکے حملہ کی خبر اس سے پہلے دہلی پہنچ گئی - اور اُمراء دربار نے عیش و عشرت کے جلسوں کو ملتوی کر کے جنگ کی تیاریاں کیں - ۱۳ اکتوبر ۱۲۳۹ء کو دہلی کے قریب میدان کارزار گرم ہوا - اور ایک دن کی خونریز جنگ کے بعد التونیہ اور رضیہ کو پسپا ہو کر کیتھل واپس جانا پڑا - فاتح فوج نے انکا تعاقب کیا - اس عرصہ میں التونیہ کا ایک وفادار خادم تازہ دم فوج لے کر اسکی مدد کو آگیا - پہلی جنگ سے گیارہ دن کے بعد پھر خونریز جنگ ہوئی لیکن التونیہ کی فوج نے بروقت دھوکا دیا اور اسکی ایک کثیر تعداد میدان سے بھاگ گئی - اس لئے امیروں کو پھر فتح ہوئی اور التونیہ اور رضیہ نے راہ فرار اختیار کی - لیکن امیروں نے انکو گرفتار کر کے قتل کر دیا اور شہر دہلی سے تین میل دور دریائے جمنا کے کنارے مدفون کر دیا -

اس طرح علماء دین اور امراء دربار نے انتقام لیا - اگر رضیہ کی کہانی کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اگر اسکا کوئی قصور تھا تو صرف یہ کہ وہ عورت تھی ورنہ وہ ایسی عقلمند اور دُوراندیش تھی کہ اگر اسے موقعہ ملتا تو وہ ضرور ایک قابل حکمران ثابت ہوتی ☆

جذباتِ دل

(اعتبار الملک حکیم الشعراء لسان الہند حضرت دلؔ شاہ جہان پوری)

رات آنکھوں میں کٹ جاتی ہے پہروں مصیبت ہوتی ہے
میں تارے گنتا رہتا ہوں جب دنیا غافل ہوتی ہے

اے حسنِ ستم پرور تیری ہر چھیڑ قیامت ہوتی ہے
جس راہ میں سر دھنتا ہے کوئی اس راہ میں کانٹے بوتی ہے

قدرت کی چمن آرائی کا گو ایک اثر ہے دونو پر
غنچے ہیں کہ ہنستے رہتے ہیں شبنم ہے کہ پیہم روتی ہے

ہے جن کے مقدر میں ساحل کیا خوف انہیں طغیانی کا
جو ڈوب رہا ہو اسکو تو ہر موج قیامت ہوتی ہے

گو پیشِ نظر کوئی بھی نہ تھا گھبرا کے جدھر دیکھا یہ سنا
کیا صبر تغافل کا شکوہ تقدیر ہی تیری سوتی ہے

ناوک ہے پیکاں ناوک کا اے عشق اسے میں کیا سمجھوں
اک ٹیس سی دل میں اٹھتی ہے رہ رہ کے کھٹک سی ہوتی ہے

وہ جوشِ نمو تھا خواب و خیال اب دیکھ رہا ہوں یہ منظر
مرجھائے ہوئے پھولوں کی مہک ایک ایک سے رخصت ہوتی ہے

مغموم ہیں دونو یہ مانا اک بزم میں اے شمعِ سوزاں
میں ضبطِ الم کا خوگر ہوں تو شام سے اب تک روتی ہے

ہیں اشک رواں اور اشکوں میں شامل ہے عرق پیشانی کا
محشر میں ندامت قاتل کی دامن کا لہو اب دھوتی ہے

کشتی ہے مری محفوظِ فنا اسکی ہے بقا گہرائی میں
جس نے بھی کیا رخ ساحل کا وہ نذرِ تلاطم ہوتی ہے

ہنگامِ غمِ حسنین اے دلؔ ہر اشک کا یہ حاصل سمجھو
رہ جائے تو نوکِ نشتر ہے بہ جائے تو سچا موتی ہے

سوء ہضمی اور اس کا علاج

(ترجمہ انتخاب مضمون مسٹر بن رام کرشن صاحب ویلور مندرجہ رسالہ "ہیلتھ" بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

ابتدا میں مضمون نویس صاحب نے بتلایا ہے کہ ہاضمہ سے کیا مراد ہے۔ کھانا مناسب طور پر چبایا جانے کے بعد عرق معدہ کے ساتھ مل کر تبدیل ہوتا ہے اور تب سیّال حالت اختیار کرتا ہے۔ اس میں وہ حصّہ جذب ہو جاتا ہے کہ جس سے جسم بنتا ہے۔ اور باقی حصّہ آنتوں میں چلا جاتا ہے اور جسم سے نکال دیا جاتا ہے۔ اس کھانے میں سے جو اجزا خون میں مل جاتے ہیں جسم کی مرمت اور بناوٹ کے کام آتے ہیں۔ اسی کا نام ہاضمہ ہے۔ لہذا قوت ہاضمہ کی کمی کو "سوء ہضمی" کہیں گے۔ پھر لکھا ہے کہ یہ مرض ہندوستان میں عام ہوتا جا رہا ہے۔

اس کے سبب (۱) زیادہ کھانا (۲) جلدی جلدی کھانا (۳) غیر مناسب یا خراب غذا (۴) جسمانی ورزش نہ کرنا۔ (۵) قبض دوام (۶) کھانے کو اچھی طرح نہ پکانا (۷) اور مٹھائیوں، مصالحوں، شراب، قہوہ، چاء اور دیگر محرکات کا زیادہ استعمال لکھا ہے کہ انکے علاوہ چھوٹے چھوٹے سبب لاتعداد ہیں کہ جن کا ذکر کرنا ناممکن ہے۔

علامات (۱) ہاضمے کے وقت درد (۲) تے (۳) لعاب دہن کی زیادتی (۴) سینہ میں جلن (۵) اختلاج قلب۔ (۶) دردِ سر (۷) قبض یعنی بھاری پن (۸) کھٹی ڈکاریں (۹) زبان کا میلا ہونا (۱۰) منہ میں سے بدبو اور خراب بو کا آنا۔

علاج (الف) **کھانا** (۱) کھانا اعتدال کے ساتھ کھاؤ۔ اور تب کہ جب اشتہا ہو یعنی زندہ رہنے کے لئے کھاؤ نہ کہ کھانے کے لئے زندگی ہو۔ مترجم کو ایک فارسی مقولہ یاد ہے:-

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است　　　تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است؟

(۲) چبانے کے لئے وقت دو اور ہاضمہ کے لئے۔ کیونکہ چبانے سے ہی ہاضمہ ہوتا ہے۔

(۳) خمیر پیدا کرنے والی اشیاء مت کھاؤ۔ جیسے گوشت وغیرہ نیز مصنوعی مٹھائیاں (شیرینیاں) بیماری رہنے تک۔

(۴) اگر مرض سخت ہے تو ایک دو دن کھانا نہ کھاؤ۔ تاکہ اعضائے ہاضمہ کو آرام مل جائے۔

(۵) تازہ پکے ہوئے پھل کھاؤ۔ تاکہ عروق ہاضمہ کافی بنے

(ب) **پینا** (۶) صاف اور گرم پانی کافی پیو۔ خاص کر صبح اور سوتے وقت۔ اس سے ہاضمہ کو مدد ملتی ہے اور ایک حد تک دردِ شکم کو افاقہ ملتا ہے۔

(۷) نشے، قہوہ اور چاء اور دیگر محرک (گرم) چیزیں پینا بند کر دو۔

(۸) پانی یا کوئی رقیق غذا ہو تو اسکو گھونٹ گھونٹ کر کے پیو۔ اس سے تھوڑا تھوڑا پہنچ کر بآسانی ہضم ہوتا ہے۔

(۹) بجائے سرد کے گرم دودھ پسند کرو کہ جو زیادہ قابل ہضم ہے۔

(ج) **ورزش** (۱۰) جسمانی محنت کرو۔ گویا دن میں دو مرتبہ تیزی سے چہل قدمی کیا کرو کیونکہ کھانے اور ورزش ہی صحت کا دارو مدار ہے۔ اس کے بغیر انسانی کل میں زنگ لگ جاتا ہے۔ اسی طرح مرض لاحق ہوتا ہے۔ ورزش کھلے میدان میں کی جائے۔

(د) **عام** (۱۱) سکون سے اور خوش رہا کرو۔ کیونکہ ٹھنڈا دماغ اور فرحت ہاضمہ کے معاون ہیں۔ بحالت غصہ، پریشانی و تردد ہاضمہ کمزور ہو جاتا ہے۔

(۱۲) دانت صاف اور تندرست ہونے چاہئیں۔ اگر نہ ہوں تو دنداں ساز سے صاف کرا لو۔ کیونکہ خراب دانت بدہضمی کا باعث ہوتے ہیں

(۱۳) کھانا اور ورزش مقررہ وقت پر ہونے چاہئیں۔ اور جسم و دماغ پاک ہوں

(۱۴) کوئی دوا ہرگز نہ کرو۔ اس سے صرف عارضی نفع ہوگا۔ مترجمہ ڈاکٹر شیاما چرن ورما

جذباتِ فضا

(جناب سید دل محمد صاحب فضا جالندھری)

سینۂ نخچیر تک آنا تو دیکھا تیر کا
ناوک افگن دم نکلنا دیکھ اب نخچیر کا

دیکھنا یہ ہے کہ کس کی مشکلیں آساں ہوں
سینکڑوں جانباز ہیں اور ایک دم شمشیر کا

ٹوٹے پڑتے ہیں ہزاروں آرزومندانِ قتل
چلتے چلتے رک نہ جائے دم تری شمشیر کا

کس قدر برہم ہیں وہ محفل میں اپنی دیکھ کر
ربطِ شمع بزم سے پروانہ و گلگیر کا

رو رہی ہے خون چشم جوہر شمشیر بھی
آج سر کاٹا ہے قاتل تو نے کس دلگیر کا

سینکڑوں آئے ہیں اور آئینگے رشکِ انوری
نام دنیا میں فضا روشن رہے گا میر کا

کاش میں ایک باکمال ہوتا

اس کی خواہش تھی کہ وہ دُنیا میں ایک غیر فانی شہرت حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکے۔ اس مقصد کے لئے اس نے خوشنویسی کو بطور فن حاصل کرنا شروع کیا۔

اس کی متواتر پانچ سال کی مشق۔ نے اُسے اس قابل بنا دیا تھا کہ وہ بہت زیادہ خوشنویسوں سے اچھا لکھنے لگ گیا تھا۔ کیونکہ اس کا استاد تھا...... اُستادِ کامل وہ اس کو ہر وقت اس بات کی ترغیب دیا کرتا تھا کہ "کمال کی قدر ہوتی ہے۔ کسی ایک فن میں کمال حاصل کرو"۔

یہ بات سُن کر اس کے دل میں ایک ہیجان سا پیدا ہو جاتا۔ اس کا دل محشرستانِ جذبات بن جاتا۔ وہ دل ہی دل میں کہتا شائد یہ کام مشکل ہو لیکن اُستاد کے مشفقانہ نصائح سے اس کی ہمت بلند ہوتی اور وہ پھر اسی بات کو اپنا نصب العین قرار دے کر کوشش کئے جاتا۔ پانچ سال اور گذر گئے۔ لیکن وہ دُنیا میں ابھی تک ایک گمنام شخص تھا کہ اچانک اس کے اُستاد کی موت کی ہیبت ناک خبر اس کے کان میں پہنچی۔ اُسے حد درجہ ملال ہوا بہت رویا لیکن رونا بے سود تھا۔

چھ مہینے گذر گئے اب وہ پہلا سا نہیں رہا تھا۔ وہ خود ستائی کے عمیق ترین گڑھے میں گر چکا تھا اور گرتا چلا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے کمال کی خود ہی کافی سے زیادہ قدر کرنے لگ گیا۔

وہ سمجھتا تھا کہ میں نے کمال حاصل کر لیا ہے۔ لیکن وہ درجہ ابھی کئی مراحل طے کرنے کے بعد حاصل ہونے والا تھا۔

اب اُسے لوگوں کو دکانوں کے بورڈ لکھتے ہوئے دیکھ کر بورڈ نویسی کا شوق چرایا۔ پہلی ہی دفعہ جب اس نے لکھنے کی کوشش کی تو اس کی وہ کوشش کامیاب ثابت ہوئی۔

وہ اپنے آپ کو ایک کامیاب بورڈ نویس خیال کرنے لگا۔ لیکن اب تک وہ بدستور گمنام تھا اور حیران تھا کہ کیوں وہ باوجود باکمال ہونے کے گمنام ہے؟

آخر اُسے ایک تدبیر سُوجھی۔ اس نے اُردو انگریزی اور ہندی حروف میں مختلف دلکش رنگوں سے اپنے نام کا بورڈ لکھ کر اپنی دُکان کے سامنے بازار کے عین درمیان میں آویزاں کر دیا اور اس کا فوٹو بلاک لے کر مختلف اخبارات و رسائل میں شائع کروا دیا۔

چھ ماہ اور گذر گئے۔ لیکن وہ گمنامی کے گڑھے نہ نکل سکا۔

شائد وہ کمال حاصل کر لیتا لیکن ...... لیکن اس کا اُستاد فوت ہو چکا تھا جو اس کو دن رات اس بات

کی ترغیب دیا کرتا تھا کہ

"ہمیشہ کمال کی قدر ہُوا کرتی ہے۔ کسی ایک فن میں کمال حاصل کرو"

اب شہر میں کتابت کا کام کرتا تھا۔ اس کے پاس کام عام رہتا تھا۔ لیکن جو قدر اس وقت کے اہل کمال کی ہوتی تھی اس کی نہیں تھی۔ اس بات کو دیکھ کر وہ دل ہی دل میں بڑا پشیمان ہوتا وہ اپنے اُستاد کے ان کلمات کو فراموش کر چکا تھا کہ

"ہمیشہ دُنیا میں کمال کی قدر ہُوا کرتی ہے۔ کسی ایک فن میں کمال حاصل کرو"

اس نے حصول شہرت کے لئے کتابت۔ بورڈ نویسی۔ فوٹوگرافی۔ نقاشی اور مصوّری کو یکے بعد دیگرے اختیار کیا۔ لیکن وہ اپنے ہم پیشہ افراد میں کوئی ممتاز جگہ حاصل نہ کر سکا۔ حتےٰ کہ اس کی زندگی ہمیشہ کے لئے اس سے رخصت ہو گئی۔ اور وہ یہ حسرت اپنے ہمراہ لے کر گنج لحد میں جا سویا کہ

"کاش میں ایک باکمال ہوتا"

نذیر احمد ناظر نائب مدرس لوئر مڈل سکول لکھنکے

سالانہ نمبر ۱۹۳۳ء

سال رواں کا سالنامہ اس قدر مقبول عام ہُوا ہے کہ ہم خوشی کے مارے جامے میں پھولے نہیں سماتے ! جس کسی نے دیکھا۔ اس کی بڑی تعریف کی۔ نہ صرف اس لئے کہ اُس کا سرورق دیدہ زیب اور ایک نرالی شان کا ہے نہ صرف اس لئے کہ اس کے مضامین نثر و نظم اعلےٰ درجہ کے اور اچھوتے ہیں بلکہ اس لئے کہ اس کے جملہ مضامین ٹھوس دلچسپ اور اپنے اندر ایک عجیب و غریب شان رکھتے ہیں۔ کاغذ عمدہ۔ طباعت و کتابت دیدہ زیب ہے۔

ہمارے بعض دوستوں نے تو اس نمبر کی خوبیوں سے متاثر ہو کر یہاں تک لکھ دیا کہ یہ نمبر بحیثیت مضامین جوبلی نمبر سے کسی طرح کم نہیں۔ غرضیکہ سالنامہ ۱۹۳۳ء ہر طرح سے دیکھنے اور پڑھنے کے لائق ہے۔ بیسیوں دلچسپ مضامین فسانے۔ ڈرامے۔ ناول اور دلکش دلربا اور دل خوش کُن نظمیں اس کی رونق کو دوبالا کر رہی ہیں چند ایک رنگدار تصاویر ہیں جو رسالہ کی شان و شوکت میں معتد بہ اضافہ کر رہی ہیں۔

باوجود ان خوبیوں کے قیمت بہت ہی کم معمولی یعنے ۱۲ ر کی بجائے ۸ ر رکھدی گئی ہے۔ شائقین جلدی کریں اور ۹ ر کے ٹکٹ ڈاک بھیج کر سالنامہ ۱۹۳۳ء منگوائیں اور لطف اُٹھائیں۔

ملنے کا پتہ۔ **مینجر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی)**

برہمن دیوتا کے وِچار

(از قلم لالہ چونی لعل صاحب جَینی ہیڈ ماسٹر اینگلو ورنیکلر مڈل سکول باغ)

ویدک دھرمی۔ شاستر کے فرمان کا پابند مگر دُکھی برہمن ہوں۔ سُکھ نصیب نہیں۔ میرے آبا و اجداد خوشحال تھے۔ جب وہ وسط ایشیا کی گھاٹیوں میں زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ ہی اُنکی جائداد تھی۔ کھانے کو دُودھ مکھن۔ پہننے کو کپڑے اُن سے ہی مہیا کرتے تھے۔ ضرورت نے انکو آریہ ورت میں قدم رکھنے پر مجبور کیا۔ اب خوشحال تر تھے۔ رنج اور غم پاس نہ پھٹکتے تھے۔ شمال مغربی دروں سے ہند میں وارد ہوئے۔ تو آرین کہلائے۔

آرین کی زندگی قابل تحسین تھی۔ مال مویشی پالتے۔ کھیتی باڑی کرتے۔ نہ کوئی جج نہ کوئی وکیل نہ عدالت کی ہڑ بڑ نہ کھڑ کھڑ۔ گھر کا ہی بزرگ راجہ تھا۔ کیا مجال جو ادنےٰ سے اعلےٰ حکم کے فرمان کا پابند نہ ہو۔ عورتیں پرہیزگار تھیں۔ خوراک سادہ مگر زبان شیریں تھی۔ ذات پات کی تفریق نہ تھی۔ سب آسودہ حال تھے۔ سورج۔ اگنی۔ وایو۔ اندر وغیرہ اسکے دیوتا تھے۔ انکی پوجا کرتے اور پرماتما کی بھی پرستش کرتے تھے۔ سادہ منش تھے۔ سادگی ہی ان کا زیور تھا۔

منو کا زمانہ آیا۔ تو ذات پات کی تفریق نے اپنا زور دکھایا۔ ایک غریب برہمن دیوتا کہلایا۔ راجہ سے لیکر ادنےٰ انسان تک برہمن دیوتا کے فرمان کا تابع ہُوا۔ آجکل کا تعلیم یافتہ طبقہ ذات پات کی تفریق کو نقصان دہ گردانتا ہے۔ کہتا ہے۔ کہ ذات پات سے ہی آرین میں نفاق پیدا ہُوا۔ اونچی ذات والے مغرور ہوئے۔ نیچی ذات والوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے شودروں کے لئے علم کے دروازے بند ہوگئے۔ اُنکے لئے ترقی کرنا محال ہُوا۔ درست ہے۔ سچ کو کون جھوٹ ثابت کرسکتا ہے۔ مگر ہر جا کہ گل است خار است۔ سود و زیاں اکٹھے ایک ہی مسکن رکھتے ہیں۔ وقت وقت کی بات ہے۔ ذات پات نقصان دہ ہے مگر فائدہ سے خالی نہ تھی۔ سر زمین ہند سونے کی چڑیا کہلاتی ہے۔ دولت اگلتی ہے۔ دولت کا کون خواہشمند نہیں۔ سب جھگڑوں کی بُنیاد دولت ہی ہے۔ دشمنوں کے حملے شروع ہوئے۔ ہر وقت دشمن کا ڈر تھا۔ جو پرماتما کی یاد فراموش کئے دیتا تھا۔ ہر شخص ہراساں تھا۔ اس وقت بزرگانِ سلف ذات پات کی تفریق عمل میں لائے۔ برہمن پوجا پاٹھ کے لئے مقرر ہوئے۔ تو کشتری ملک کی حفاظت کے لئے کمر بستہ ہوئے۔ ویش نے تجارت اور کھیتی باڑی کا کام سنبھالا تو شودر سب کی خدمات بجالانے کے لئے تیار ہوئے۔ سب ذاتوں نے کمال کر دکھایا۔ مگر زمانہ کی گردش کسی کو چین لینے نہیں دیتی۔ سچ ہے کہ جب چرخ چرخ پر ہو۔ تو پھر کیوں کسی کو قرار ہو۔ کہاں وہ زمانہ۔ کہاں موجودہ زمانہ۔ اب منو کا زمانہ نہیں کل جگ کا زمانہ ہے۔ ہر دو میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ قبل الذکر میں برہمنوں کا زور۔ تو موخر الذکر میں شودروں کا شور۔ ایسا زمانہ بہ بانگ دہل سُنا رہا ہے کہ چار سے ایک بنو۔ ایکے ہی میں لطف ہے۔ ایکا ہی سُکھ دائیک ہے

تو کیا میں اپنا کرم دھرم چھوڑ دوں۔ نہیں۔ وچار کی ضرورت ہے۔ سہج پکے سو میٹھا ہو۔ اتنی جلدی کی ضرورت نہیں۔
بیٹا۔ چار بج چکے۔ پانچ بجنے میں کچھ منٹ باقی ہیں۔ اتنی دیری کی کیا وجہ؟
پتا جی۔ آخری پیریڈ سائنس کا تھا۔ تجربہ دلچسپ تھا۔ لہٰذا دیر ہو گئی۔
بتاؤ تو سہی کہ آج کیا پڑھا؟
پتا جی۔ اگر جست کے ٹکڑوں پر پانی ملا گندھک کا تیزاب ڈالا جائے تو ہائیڈروجن گیس پیدا ہوتی ہے۔ جو کہ خود جلتی ہے۔ مگر دوسری چیزوں کو جلنے نہیں دیتی۔ وزن میں ہوا سے ہلکی ہوتی ہے۔ اسی لئے انسان غبارہ میں بیٹھ کر ہوا میں پرندوں کی طرح اُڑ سکتا ہے۔ پوٹیشیم کلوریٹ اور میگنیز ڈائے اکسائیڈ کو چار اور ایک کی نسبت سے ملا کر آکسیجن مکسچر تیار ہوتا ہے۔ جس کو گرم کرنے سے آکسیجن گیس نکلتی ہے۔ یہ خود نہیں جلتی مگر دوسری چیزوں کے جلنے میں مددگار ہے۔ اس میں سلگتی ہوئی چیزیں جل اُٹھتی ہیں۔ شعلہ خوب پیدا ہوتا ہے۔ گندھک۔ فاسفورس وغیرہ اس میں جلانے سے نظارہ قابل دید ہوتا ہے۔ یہ دونو گیسیں نظر نہیں آتیں۔ مگر ہر دو کے کیمیائی ملاپ سے پانی بنتا ہے۔ جس کو تمام جاندار پیتے ہیں۔

بس بیٹا۔ بس۔ جاؤ۔ گھنٹہ بھر کھیل کود آؤ۔ تاکہ دن کی محنت کی تکان دور ہو۔ اور پڑھنا مرغوب ہو۔
سمجھا۔ آج ہی عقدہ حل ہوا۔ دونو گیسوں کے ملاپ سے ایک نئی شے کا ظہور ہوتا ہے۔ جس کے خواص ہر دو گیسوں کے خواص سے جداگانہ ہیں۔ جب پانی کو ہر دو گیسوں میں پھاڑ دیا جاتا ہے تو ہر گیس اپنے اپنے خواص رکھتی ہے۔ مگر اتفاق ہو جانے پر ہر ایک کے نئے خواص ہوتے ہیں۔ اسی طرح سے سب قوموں کو مل کر ایک قوم بننا چاہیئے۔ قوم بنکر قوم کی خدمت کرے۔ ملک کی خدمت کرے اپنے شہنشاہ کی خدمت کرے۔ مگر علیحدگی میں ہر ایک اپنے دھرم کرم کا پابند رہے۔

آہ۔ اتنی سردی۔ کیوں نہ ہو؟ آخر یہ ماگھ کا مہینہ ہے۔ ابھی مرغ نے اذاں بھی نہ دی تھی کہ بر لب جو تن تنہا بیٹھا پرماتما کی یاد میں مگن ہوا تھا۔ میرا جسم ٹھٹھر گیا تھا۔ بیہوشی کا عالم طاری ہوا تھا۔ نئے نئے خواب دیکھتا تھا۔
ایلو۔ سورج دیوتا کا ظہور ہوا۔
اے سورج دیوتا۔ سچ بتا۔ مجھ غریب پر کیوں ناراض ہے؟ صبح سے ٹھٹھر رہا ہوں۔ میری پوجا کو بھی خاطر میں نہ لایا پہاڑ کی چوٹیوں کو درشن دینے کی ضرورت کیا تھی؟ تجھے معلوم نہیں کہ ایک غریب برہمن۔ تیرا پجاری ندی کے کنارے پہاڑی کے دامن میں بیٹھا ٹھٹھر رہا ہے؟
اے برہمن دیوتا۔ سن۔ غور سے سن۔ پستی میں بیٹھ کر اپنی مقدس روح کو اتنا اوج پر پہنچا۔ کہ اونچے سے اونچے پہاڑ بھی بلندی میں مقابلہ نہ کر سکیں۔ درشن سب سے پہلے تجھے ہی دونگا اور ضرور دونگا۔ میری کرنوں کو حکم نہیں کہ ٹیڑھا راستہ اختیار کریں۔ جو بھی ٹیڑھا راستہ اختیار کرتا ہے۔ نہ خود تکلیف اُٹھاتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی تکلیف میں ڈالتا ہے۔ مجھے روزانہ سفر ختم کرنا مقصود ہے۔ زیادہ گفتگو بے سود ہے۔ لوداع۔ اے برہمن دیوتا۔ الوداع۔

چڑیوں کی چوں چوں اور کووں کی کائیں کائیں جب میرے کان میں پہنچی تو جھٹ اُٹھ بیٹھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ نہ ندی کا کنارہ ہے اور نہ پہاڑ کا دامن۔ رضائی اوڑھے اتنا گرم تھا۔ کہ نیند کی آغوش میں مزے سے پڑا رہا۔ نہ مرغ کی اذاں کان تک پہنچی۔ نہ گھڑی کے الارم کی صدا۔ سب بے سود ثابت ہوئے۔ رات کو خوب خواب کئے۔ مگر افسوس۔ اب کام کاج کا وقت ہے۔ کام کرنا ضرور ہے۔ اور وقت ٹالنا فضول ہے۔

سوالات

(۱) ہند کو سونے کی چڑیا کیوں کہا جاتا ہے؟ (جغرافیہ)

(۲) ذات پات کے نقصانات اور فوائد بیان کرو۔ (تاریخ)

(۳) سال ۱۹۳۲ء شودروں کی تاریخ میں کیوں یادگار رہیگا۔ "

(۴) آکسیجن مکسچر کس طرح تیار کرو گے؟ (سائنس)

(۵) آکسیجن اور ہائیڈروجن گیس کے خواص اور پیدا کرنے کا طریقہ لکھو۔ (سائنس)

(۶) خط کشیدہ فقروں کے معنی بتاؤ۔ (اُردو)

(۷) کسی خواب کا نقشہ قلمبند کرو (اُردو)

خمخانۂ ریاض

(لسان الملک خیام العصر حضرت ریاض خیر آبادی)

رنگ کیا کیا شام کو لائینگے آنے کے لئے
صبح سے بیٹھے ہیں جو مہندی لگانے کے لئے

سجدہ میں اُٹھ اُٹھ کے آجاتے ہیں اکثر گرد باد
میری اُجڑی گور پر بھی خاک اُڑانے کے لئے

حشر کا دن وعدہ کس کا کون کرتا ہے وفا
تھیں یہ باتیں مجھ کو دیوانہ بنانے کے لئے

تم ع کس کی موت کیسی اب مرے دشمن مریں
پاس آبیٹھے ہیں وہ باتیں بنانے کے لئے

چھیڑ دیکھو سوئے گلشن مجھ کو آتے دیکھ کر
کہہ گیا غنچوں سے کوئی مسکرانے کے لئے

کوثر و تسنیم حور و خلد کے ہوتے ہوئے
جائینگے ہم آگ دوزخ میں لگانے کے لئے

آستانِ یار سے کوئی اُٹھائے کیوں ہمیں
ہم بھی آبیٹھے ہیں قسمت آزمانے کے لئے

اِس نزاکت پر ہمارے قتل کا دعویٰ چہ خوش
کیوں کمر کستے ہیں وہ بیڑا اُٹھانے کے لئے

چھیڑ کیسی بات کہتے روٹھ جاتے ہیں ریاض
اک حسیں ہر وقت ہو ان کے منانے کے لئے

میکنزی اسکول کورس[۲]

یہ مضمون پہلے مضمون کی طرح قسط ثانی ہے۔ پہلی قسط شائع ہو چکی ہے "ٹیم ٹیسٹ" کے سوالات تو ٹائپ کردہ لفافوں میں رکھے گئے تھے۔ پوری ٹیم (چار طلباء) کو ایک شخص اس غرض سے دیا گیا تھا کہ آپس میں مشورہ کرکے ایک ایک سوال کا عمل اُس فرضی مریض پر کریں۔ سامان ضروری مہیا کر دیا گیا تھا۔ مگر امتحان کے اس حصہ کے سوالات جداگانہ ہر طالب علم پر علیحدہ علیحدہ کیے گئے تھے اور انکے جوابات درج کئے جاتے رہے۔

اوّل۔ ابتدائی مدد (فرسٹ ایڈ)

(۱) بحیثیت فرسٹ ایڈر ایک دم گھٹے شخص پر تم کیا عمل کرو گے؟

نوٹ۔ یہ سوال دراصل نامکمل تھا کیونکہ اس میں یہ اور ہونا چاہئے۔ جبکہ ناک، منہ، حلق کے اندر اور گردن، سینہ، پشت کے گرداگرد کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

(۱) الف۔ سببؔ کو رفع کرینگے (۱) اگر آگ جلنے کا دھواں ہوگا تو یا تو دھواں جلد الگ کر دینگے۔ مکان، کھڑکیاں وغیرہ کھول کر اور پنکھے ہلا کر اور اُس شخص کو اس طور پر لٹا دیں گے کہ اسکا سر نیچا رہے۔

(۲) اگر پٹرول گیس ہوگا۔ تو اس کو ہٹا دینگے اور مریض کو سیدھا لٹا دیں گے۔

(۳) تازہ ہوا (آکسیجن) کے نہ ملنے سے جیسے میلوں، برات کے انبوہ کثیر یا جاڑوں میں تنگ کمرے میں بہت سے اشخاص کا رہنا یا سونا وغیرہ اگر ایسا ہوگا تو مریض کو ایسی کھلی جگہ لے جائیں گے کہ جہاں تازہ ہوا بکثرت ہوگی۔

(ب) اگر سانس کا بند ہونا معلوم ہوگا تو مصنوعی تنفس (شیفر صاحب کا طریقہ) کا عمل کریں گے۔ اس طور پر کہ ہوا باہر نکالنے کا عمل تین سیکنڈ تک اور اندر پہنچانے کا دو منٹ تک۔ دو عمل یعنی پورا تنفس ۵ سیکنڈ میں کرا دیں گے یعنی ایک منٹ میں بارہ مرتبہ۔ تاوقتیکہ (۱) یا تو قدرتی سانس آنے جانے لگے یا (۲) ڈاکٹر آکر بتلا دیں کہ وہ شخص مر چکا ہے۔

(ج) اگر تنفس جاری نہ ہوتا نظر آئے (۲) یا بیہوشی ہو (۳) یا نبض کی رفتار کم و بیش (فی منٹ بالغ میں ۶۰ سے ۸۰ مرتبہ تک) یا کمزور ہو تو ڈاکٹر کو بلوا بھیجیں گے۔

[۱] سبب رفع کرنے میں پولیس، سیوا سمتی، اپنے ساتھی فرسٹ ایڈرس اور عام لوگ جو بھی مل سکیں اُنسے مدد لے سکتے ہیں۔

دوم ۔ ہائی جین

(۲) ہمارے بدن کے اندر ہوا کن دروازوں سے جاتی ہے۔

(ب) ان دو میں سے کونسا دروازہ درست ہے۔

(ج) اور کیوں؟

(۲) (۱) ناک (۲) منہ اور (۳) جلد[1] کے مسامات۔ ان میں سے اوّل دو راستے تنفس کے ہیں۔

(ب) جن دو میں سے ناک کا دروازہ تنفس کے لئے صحیح ہے[2]

(ج) اس وجہ سے کہ (۱) اگر باہر کی ہوا میں کسی مرض کے بانی جراثیم یا گرد کے ذرات وغیرہ شامل ہونگے تو ناک کے بال انہیں اندر جانے سے روکیں گے۔ (۲) اگر ہوا زیادہ گرم یا سرد ہوگی تو ناک کے اندر معتدل حرارت رہ جائے گی اور (۳) جراثیم وگرد وغبار منہ کے اندر نہ جاسکیں گے کہ جن کا جانا خطرناک ہے۔

سوم ۔ سینی ٹیشن

(۳) حصہ (۱) کسی متعدی (چھوت) بیماری کا مریض ہے۔ تم اس کی قے۔ پاخانہ کا مادہ وغیرہ کس طرح پھکواؤ گے؟

(۳) حصہ (۱) یا جلا دینگے، مٹی کا تیل، شراب کافور، خشک ردی کپڑا، پھوس اُن پر ڈال کر اور یا چونا یا راکھ ملا کر دُور پھکوا دیں گے یا گڑھا کھود کر دفن کرا دینگے (۲) اگر مل جاویں تو فنائل یا دوسرا دافع عفونت و کرم کش دوا ملا دینگے اور تب پھکوا دیں گے

حصہ (۲) حسب ذیل جانداروں کے کاٹنے سے کونسی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔

(۱) چوہوں کے پسو (۲) مچھر (۳) جوئیں

حصہ (۲) حسب ذیل:- (۱) چوہوں کے پسوؤں سے طاعون (پلیگ) (۲) مچھروں سے فصلی (ملیریا) بخار (۳) جوؤں سے عود کرنے والا بخار[3] اور کالا آزار[4]

---

[1] اسی وجہ سے ضروری ہے کہ روزانہ نہائیں اور کھردرے کپڑے سے بدن پونچھیں تاکہ جلدی مسامات میل اور پسینے سے صاف اور کھلے رہیں اور ہوا کے خراب و ناقص تموّلات سے بچنے کے لئے پوشاک پہننا چاہئے۔ اس طور پر صرف چہرہ اور ہاتھ کھلے رہیں گے۔ سر بالوں سے اور سرپوش سے پوشیدہ رہتا ہے اور جراب اور جوتے نہ پہننے کی حالت میں پیر کھلے رہیں گے۔

[2] جبکہ ناک ہی تنفس کا صحیح راستہ ہے تب حلق میں ہوا کی نالی کیوں کھولی گئی ہے؟ اگر نہ کھلتی تو کوئی بھی منہ سے سانس نہ لیتا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اگر کسی عارضی سبب سے ناک بند ہوجائے تاہم خراب ہوا کا جسم سے نکلنا اور اچھی کا اندر جانا بند نہ ہو۔ اگر ایک سیکنڈ بھی بند ہوگا تو دم گھٹ کر موت ہوسکتی ہے۔ زندگی کے لئے ہوا کے مقابل ضروری کوئی بھی شے نہیں۔ اگر کسی کو منہ سے سانس لینے کی عادت ہوگئی ہے۔ تب ہر روز کم ازکم دو مرتبہ ۱۵-۱۵ منٹ تک ناک سے (منہ بند کرکے) تنفس کا عمل کرانا چاہئے۔ اور اگر اس مشق سے کام نہ چلے تو اسے شخص کا علاج لائق حکیم یا ڈاکٹر سے کرانا چاہئے)

[3] عود کرنے والا بخار ایک خاص قسم کا بخار ہوتا ہے کہ جسے "ریلیپ سنگ فیور" کہتے ہیں

[4] کالا آزار ایک مرض ہے کہ جو ہمارے صوبے میں نہیں ہوتا ہے۔ اس میں جسم سیاہ ہو جاتا ہے۔ تلی بڑھ جاتی ہے اور کمزوری لاحق ہوتی ہے۔

چونکہ یہ امراض ہمارے صوبے میں نہیں ہوتے ہیں اسی وجہ سے اس امتحان میں لڑکوں نے غلطی سے امراض کا نام کالا بخار بتلایا تھا۔

نوٹ:- جنرل ایفی شنٹ سی کے لئے علیحدہ پانچ نمبر مقرر تھے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ جواب کافی، مکمل اور ترتیب وار ہو۔ اور زیادہ دیر بھی نہ لگائی جائے۔

شیاما چرن ورما

طلسمِ خیال

(پنڈت اندر جیت صاحب شرما پچھرہ ضلع میرٹھ)

عشق میں پیدا اگر سوزِ نہاں ہو جائے گا
پھر تو قلبِ مضطرب برقِ تپاں ہو جائے گا

آہ جب نکلے گی اک مظلوم کی بیساختہ
دیکھنا زیر و زبر سارا جہاں ہو جائے گا

نا اُمیدی دل کی بن جائے گی دنیائے اُمید
جب کسی کے قول پر حق کا گماں ہو جائے گا

دُور یا رب میرے گلشن سے رہے بادِ بہار
"موجِ گل کا جلوہ برقِ آشیاں ہو جائے گا"

دل ہی خود بن جائیگا آئینۂ تصویرِ دوست
راز کچھ دل کا اگر دل پر عیاں ہو جائے گا

کیوں کسی کے لب پہ آئے گی شکایت قتل کی
خنجرِ بیداد جاں بخشِ جہاں ہو جائے گا

آگیا ہے وقت اُن کی آزمائش کا قریب
باطل و حق کا ابھی سب امتحاں ہو جائے گا

اے دلِ ناداں یہ سودائے نمائش تابکے
حسرتِ شہرت میں گم نام و نشاں ہو جائے گا

دل کو سرگرمِ عمل رکھ لب کو تو جنبش نہ دے
ورنہ تیرا راز دُنیا پر عیاں ہو جائے گا

جس جگہ سجدہ کو عاصی کی جبیں جھک جائیگی
بس وہیں اک تیرا سنگِ آستاں ہو جائیگا

(ناول)

ہوائی سیر

ایک نہایت دلچسپ اور مفید ناول

نمبر ۵

اُردو مترجم ۔ کاشی پریاگی

غبارہ گری

غبارے کے پہلے موجد دو بھائی تھے ۔ مانٹگا لیفر۔ ایک دن وہ چھت پر بیٹھے ہوئے کچھ پڑھ رہے تھے۔ سامنے ایک بکس رکھا ہوا تھا جس میں کاغذ بھرے ہوئے تھے۔ اچانک ایک جلتی ہوئی دیا سلائی کا ٹکڑا بکس میں گر پڑا۔ کاغذ پہلے سُلگے دھواں نکلا شعلے اُٹھے اور پھر بکس اپنی جگہ سے اونچا ہوا' کھڑکی سے نکل کر ہوا میں اُڑنے لگا' جب تک کاغذ جلا کئے وہ اُڑا کیا' آگ بجھی تو گر پڑا۔ بس پھر کیا تھا چھوٹے چھوٹے غبارے ایجاد ہوئے ۔معلوم ہو گیا کہ غبارے کو ہوا سے ہلکا ہونا چاہئے۔ جو ہوا ہم کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے وہی گرم ہو کر ہلکی ہو جاتی ہے ۔بعض منچلے غبارے میں بیٹھ کر اُڑے بھی ۔اور دھیرے دھیرے لوگوں نے ہائیڈروجن گیس کا پتہ چلا لیا جو ہوا سے کہیں ہلکی ہوتی ہے ۔

مگر اِن غباروں کے بننے سے پہلے ۔بعض لوگ اس دُھن میں تھے کہ کوئی کل بنائی جائے اور ہوا میں سیر کی جائے ۔ڈینٹ ڈی بروز' لا بار' ڈیلس اور کیڈو نٹی ایسی کلیں بنانا چاہتے تھے جو پرندوں کے پروں کی طرح ہوں ۔

سنہ ۱۷۴۲ء میں مارکی ڈسی یاکوئل نے ایک کل بنائی' اس میں اُڑ کر وہ سن (نہر) کو پار کر رہا تھا کہ گر گیا اور اپنے ایک ہاتھ سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ سنہ ۱۷۶۸ء میں پوتنون نے ایک اور کل بنائی تھی جس میں دُم کی طرف دو پنکھے لگے ہوئے تھے۔ سنہ ۱۷۸۱ء میں میرون نے سیدھے پنکھ والے کیڑے مکوڑوں ۔مچھر اور بھنیریوں کے ڈھنگ پر چار پنکھوں کی ایک کل بنائی ۔سنہ ۱۸۰۸ء میں آسٹریا کے ایک انجنیر جیک ڈی جین نے ایک دوسری کل بنائی ۔سنہ ۱۸۵۴ء سے سنہ ۱۸۶۳ء تک ہوا سے بھاری کلیں بنانے اور اُڑانے کے لئے ایک کمپنی بھی قائم ہو گئی ۔کلیں بڑی سڈول بننے لگیں مگر ایسی قوت کی فکر پڑ گئی جو محرک ہو سکے ۔

مظفر روبر نے اپنا ہوائی جہاز البا ٹروس بڑی جانچ پرتال کے بعد تیار کیا ہے' صدر اور کاتب اسی کے کٹہرے

سے لگے کھڑے ہیں۔ انجنیر روبر نے بڑی کامیاب کل بنائی ہے۔ اس کے پاس نہ جادو ہے نہ منتر صرف علم اور فن کی بدولت آج تمام ہوائی سلطنت میں حکمرانی کر رہا ہے۔

مظفر روبر بھی ہوا سے بھاری کلوں کا ماننے والا ہے۔ اس کی ٹولی کے لوگ کہا کرتے ہیں۔

ہم کبوتر کی طرح اُڑ سکتے ہیں۔

ہم ہوا میں بھی پھدک پھدک کر چل سکتے ہیں۔

ہم (لوکوموٹیو) انجن بنا کر ہوا میں اُڑ سکتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ جب ایک ایسٹر مربع ہوا افقی صورت سے اُترتی ہے تو اپنے اتار سے ہلکی بھی ہو جاتی ہے اور اس میں ٹھہراؤ کی طاقت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

یہ بھی مانی ہوئی بات ہے کہ جن پرندوں کے پر بڑے بڑے ہوتے ہیں وہ خود ایسے بھاری نہیں ہوتے پرندوں کی نقل کر کے تین طرح کی کلیں بنی ہیں۔

(۱) وہ کلیں جن کے پنکھے، پروں کی جگہ ہوں اور جھکے ہوئے ہوں۔

(۲) وہ جس میں چار پھانک کے پنکھے لگے ہوں۔ (۳) وہ جن کے جھکے ہوئے پنکھے برابر گھومتے ہوں۔

مظفر روبر نے اپنا جہاز اسی تیسری شکل پر بنایا ہے، اور کئی نئی نئی اچھی ترکیبیں بڑھائی ہیں۔ الباٹروس میں جو پنکھے لگے ہیں وہ ہر طرح کی حرکت کر سکتے ہیں۔ کچھ تو جہاز کو ہوا میں سیدھے اُٹھا لیتے ہیں۔ کچھ آگے دھکیلتے ہیں یا کچھ پیچھے چلاتے ہیں۔ اور کچھ موڑنے اور گھمانے میں مدد دیتے ہیں۔

مشہور سائنس کے ماہر ویکوٹورن نے بتایا ہے کہ "بڑے بڑے پنکھے جو چوڑے ہوں اور گولائی میں ایک ہوں۔ اگر زور زور سے چکر لگائیں تو بڑے بھاری بھاری بوجھ سنبھال سکتے ہیں"۔

روبر کا یہ ہوائی جہاز بھی اسی قاعدے کے لحاظ سے اپنے پر پھڑپھڑا کر اور پنکھے ہوا میں مار مار کر اُڑتا ہے۔ البائٹروس کی بناوٹ بھی تین حصوں میں تقسیم ہو سکتی ہے (۱) ہوائی سواری (۲) بلند کرنے والے اور حرکت دینے والے آلے (۳) اور دوسری کلیں ہوائی سواری ۳۰ میٹر لمبی اور ۴ میٹر چوڑی ایک لمبی نکیلی ناؤ ہے۔ فرش تختوں سے پٹا ہوا ہے۔ یہ تختے ایک ملی جلی دھات کے ہیں جو خود روبر نے ایجاد کی ہے۔ اور اسی فرش پر کلیں، آلے۔ نعمت خانے۔ پانی کے ٹب اور بہت سے دوسرے ضروری اوزار لگے ہوئے ہیں۔

اس ہوائی جہاز کے گرد اگرد بہت دلکش اور بہت مضبوط کٹہرا ایک خاص قسم کی چاندی کا لگا ہوا ہے۔ فرش (ڈک) پر تین کمرے ہیں۔ بیچ والے کمرے میں وہ کل ہے جو البائٹروس کو چڑھاتی اُتارتی ہے۔ اگلے میں وہ کل ہے جس سے جہاز آگے جاتا ہے اور پیچھے لوٹتا ہے۔ پچھلے میں وہ کلیں ہیں جن سے جہاز چکر کھا کر مڑتا ہے۔

ہر کل الگ الگ ہے۔ فرش کے نیچے اگلے حصے میں کاریگروں کے رہنے کے کمرے ہیں اور باورچی خانہ ہے۔ پچھلے حصہ میں کھانا کھانے کا ایک کمرہ ہے۔ اور کئی معمولی کمرے ہیں۔ ایک خاص کمرہ انجنیر کا ہے۔ جس کی چھت پر ٹیشنوں کا کمرہ ہے، جہاں سکان دار ایک بڑا پہیہ چلاتا رہتا ہے۔ ان سب کو چھوڑ کر ایک کوٹھڑی اور بھی ہے جہاں تھکے ہوئے لوگ سستاتے ہیں۔ بجلی کی تیز روشنی ہر جگہ ہوتی ہے۔ جہاز کا پورا ڈھیر بہت مضبوط کمانیوں سے جکڑا ہوا ہے کہ اگر یہ جہاز کسی چیز سے ٹکرا جائے تو بھی کوئی نقصان نہ ہو۔

جہاز کو الگ سے دیکھئے تو ۱۳ چھتوں کی ایک ناؤ معلوم ہوتی ہے۔ اوپر لے جانے والی کل میں ۳۷ سیدھے پنکھے ہیں پندرہ دائیں پندرہ بائیں اور سات بیچ میں سجے ہوئے ہیں۔

اس ناؤ میں بال نہیں ہیں۔ ہر چھت میں دو سیدھے پنکھے لگے ہوئے ہیں۔ یہ دونو پنکھے ایک دوسرے کے خلاف سیدھے اور الٹے بہت تیز تیز گھومتے ہیں۔ اور الگ الگ چلتے ہیں۔ اسی لئے جہاز کے چڑھانے یا اُتارنے میں بڑی آسانی ہوتی ہے۔ جو پنکھے کھمبوں پر جھکے ہوئے ہیں وہ جہاز کو اوپر لے جاتے ہیں جو پنکھے اِدھر اُدھر سروں پر ہیں وہ آگے کھینچتے ہیں۔ ۳۷ کھمبے ہیں ۷۴ پنکھے ہیں۔ دو پنکھے اور بھی ہیں جو اُن سب سے بڑے ہیں اور انکی طاقت بھی بہت زیادہ ہے، ایک پچھلے حصے میں ہے دوسرا اگلے حصے میں اور ہر پنکھے میں چار چار پر ہیں۔ یہی پنکھے ہیں جو جہاز میں غیر معمولی رفتار پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ بہتر طاقت ور پنکھے بجلی سے چلتے ہیں۔ یہ قوت کچھ خاص کھٹی چیزوں سے پیدا کی جاتی ہے ورنہ بجلی کی ایسی زبردست قوت حاصل کرنے کے لئے جہاز میں بڑی بڑی کلیں موجود نہیں ہیں۔ صرف تھوڑے سے سیل ہیں اور تار بچھے ہیں مگر مظفر روبر نے موجد روبر نے اپنے تمام بھید سب سے چھپا رکھے ہیں اور ابھی مدتوں تک یہ بھید دنیا پر نہ کھلیں گے۔

اس ہوشیار انجنیر نے البائروس کا ڈھانچہ کاغذ اور نرے کاغذ سے بنایا ہے۔ کاغذ کے ورق کو ڈکسٹرین اور نشاستہ میں بھگو کر پانی کی کلوں سے دباتے اور کوٹتے ہیں تو فولاد کی طرح ایک نہایت مضبوط اور بڑی سخت چیز بن جاتی ہے جو بہت ہلکی ہوتی ہے اور نہایت پائدار ایسی کہ اس سے ریل کی پٹریاں، ڈبے اور گاڑیاں بنائی جاتی ہیں۔ یہی کاغذ صفائی میں شیشے کا کام دیتا ہے اور آگ اس پر کام نہیں کرتی۔

موٹر سلنڈر اور پنکھے جلائیں دھات کے ہیں۔ یہ بھی بہت ہلکے ہیں اور بڑے مضبوط۔ جہاز میں کل آٹھ آدمی ہیں جو تمام کاموں کے لئے کافی ہیں۔

البائٹروس میں بجلی کے قمقمے، شکار کی بندوقیں، مختلف علم و فن کے آلات۔ ضروری سامان۔ تھرمامیٹر۔ بارومیٹر اسٹورم گلاس۔ چھوٹی سی لائبریری، ننھا سا پریس، ایک ۴ سنٹی میٹر کی توپ جو چاروں طرف گھومتی ہے۔ گولے بارود، ڈائنامیٹ۔ باورچی خانہ جس میں بجلی سے کھانا پکتا ہے۔ اور ایک گودام ہے جس میں کھانے پینے کی چیزیں اور کپڑے رہتے ہیں۔ مچھلی کے شکار کا بھی سامان ہے اور گانے بجانے کا بھی۔ انہیں باجوں میں وہ باجہ بھی ہے جس میں

کبھی انگریزی اور کبھی امریکن گت بجتی ہے اور جس پر جھگڑا ہونے کے وقت غریب گائے کام آئی تھی۔
جہاز میں ربڑ کی ایک چھوٹی سی بالم بنیا بھی ہے جس پر آٹھ آدمی بیٹھ کر دریا کی سیر کر سکتے ہیں۔ البا ٹروس کو روبر نے ایسا مکمل بنایا ہے کہ کچھ پنکھے خراب بھی ہو جائیں تو بھی جہاز کو کوئی صدمہ نہیں پہنچ سکتا اور نہ کسی بلا یا طوفان میں پڑ کر ٹوٹ پھوٹ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی سلطنت ہوا میں بھی ہے اور پانچوں براعظم اور ساتوں سمندروں پر بھی ہے۔

نوک جھونک

آپ کو یاد ہوگا کہ برودنیٹ اور فیل الوانس ووکے دونو البا ٹروس کے روپہلے کٹہرے سے لگے ہوئے کھڑے ہیں۔
وہ حیران بھی ہیں پریشان بھی مگر دونو اپنی اپنی حالت چھپائے ہوئے ہیں۔
فریکولن پر بھی ڈر کا بھوت سوار تھا۔ ادھر قیدیوں کا یہ حال تھا ادھر جہاز کے پنکھے فر فر چل رہے تھے' ایک گھنٹے میں بیس کیلومیٹر کی اڑان تھی۔ پھر بھی انداز کہہ رہا تھا کہ ابھی پنکھوں کی چلت پھرت اور رفتار کی تیزی تین گنی زیادہ ہوسکتی ہے۔
البا ٹروس کے مہمان قیدی دیکھ رہے تھے کہ جیسے چلتا ہوا جہاز سمندر میں خط و بنا جاتا ہے ویسے ہی ہوائی جہاز کے پیچھے پیچھے گرد کی ایک لکیر ہوا میں بنتی جا رہی ہے۔ زمین کی سطح کا رنگ بھی مٹیالا تھا۔ اور ایک دریا دھوپ میں جھملا رہا تھا۔ دریا کے بائیں ہاتھ ایک گھنا جنگل تھا جو نگاہوں کی حد تک چلا گیا تھا۔
برودنیٹ (آواز غصے سے کانپ رہی تھی) روبر تم نہ بتاؤ گے کہ ہم ہیں کہاں؟
روبر۔ اس بتانے کی تو کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ **برودنیٹ**۔ آخر ہم کہاں جا رہے ہیں۔ کیا کر رہے ہیں؟
روبر۔ ہوا میں سیر کر رہے ہیں۔ **برودنیٹ**۔ یہ سیر کب تک رہے گی؟
روبر۔ جب تک ضرورت رہے گی۔ **برودنیٹ**۔ چاہے ہمارا کوئی کام نکلے نہ نکلے؟ **روبر**۔ نکلنا تو چاہئے۔
برودنیٹ ہونٹھ چاب کر رہ گیا۔ روبر ٹہلنے لگا۔ البا ٹروس کے مہمان قیدی کبھی جہاز کی اچھوتی صنعتوں کو دیکھتے تھے اور کبھی اپنے پاؤں کے نیچے والے قدرتی نظاروں میں کھو جاتے تھے۔
فیل الوانس (صدر سے) شاید ہم لوگ کناڈا کے بیچ سے گذر رہے ہیں۔ یہ دریا سینٹ لارنس ہے اور جو شہر پیچھے چھوٹ گیا ہے وہ کیوبیک ہے۔
ہاں ٹھیک ہے۔ مکانوں کی چھتیں بھی تو ٹین کے تختوں سے پٹی ہوئی ہیں۔
تو یہ کہئے کہ البا ٹروس اتر کی طرف ۴۶ درجہ طول البلد تک اونچا ہو کر آیا ہے۔
ہاں وہ دیکھئے انگریزی اور فرانسیسی گرجے بھی دکھائی دے رہے ہیں۔ چنگی گھر بھی تھوڑا بہت نظر آ رہا ہے۔
ابھی بات بھی پوری نہ ہوئی تھی کہ شہر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ جہاز بادلوں کی گود میں آ چھپا۔ زمین کا پتہ

بھی نہ تھا۔ اتنے میں مظفر روبر نے اکڑ کر کہا۔

غبارے کے خدائی دوستو! اب تو آپ ہوا سے بھاری کل میں اُڑنے کو مان گئے یا اب بھی کچھ شک باقی ہے؟

نہیں کہتے تو کیسے دونو شرما کر چُپ ہو گئے؟

روبر۔ آپ یہ چُپ کیوں ہو گئے۔ اچھا سمجھ گیا۔ آپ بُری طرح بھوکے ہیں۔ اطمینان رکھئے ہوا نہ کھلاؤ نگا۔ چلئے کھانے کے کمرے میں ناشتا آپ لوگوں کی راہ دیکھ رہا ہے۔

سچ بھی یہی تھا کہ بڑے زور کی بھوک لگی ہوئی تھی۔ خانساماں آکر دونو کو کھانے والے کمرے میں لے گیا۔ یہ کمرہ بہت سجا ہوا تھا۔ اسکے سامنے پیرس کے بہترین ہوٹل کے کمرے بھی مات تھے۔ کھانے کی میز پر رنگ برنگ کے کھانے چنے ہوئے تھے۔

فریکوین کو بھی کشتی کے سرے والے کمرے میں لاکر کافی کھانا سامنے رکھدیا تھا، بھوک اور ڈر سے اسکی ساری جان میں کپ کپی پڑی ہوئی تھی۔

ایک گھنٹہ بعد دونو قیدی پھر باہر آئے۔ روبر غائب تھا۔ سکا نڈار اپنے شیشوں والے کمرے میں بیٹھا ہُوا تھا۔ اسکی نگاہیں قطب نما پر جمی ہوئی تھیں۔ کل کا چلانے والا (ڈرائیور) مشینیں دیکھتا بھالتا کمرے کمرے پھر رہا تھا۔ بس اور ہر طرف سناٹا تھا۔

الباٹروس بھی بادلوں کے دَل سے نکل آیا تھا مگر اتنا تیز اُڑ رہا تھا کہ زمین کی کوئی چیز صاف دکھائی نہیں دیتی تھی۔

فیل الوانس۔ واہ رے طاقت! اللہ ری تیزی۔ اچھا دیکھئے تو یہ کوئی شہر تو نہیں ہے۔

ہاں ہاں کارخانوں کی اونچی اونچی چمنیاں دکھائی دے رہی ہیں۔

عمارتوں کے ڈھب اور بازار کے رنگ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مانٹریل ہے۔

یہ کیسے۔ ابھی دو گھنٹے بھی نہیں گذرے کہ ہم کیوبیک سے باہر ہوئے تھے۔

بیشک یہ شہر مانٹریل ہے۔ میں پارلیمنٹ کے دفتر کو خوب پہچانتا ہوں۔

تو معلوم ہُوا کہ جہاز کی رفتار ایک گھنٹے میں ۷۵ کوس ہے

فیل الوانس امریکہ اور کناڈا کے شہر اچھی طرح گھوم پھر چکا ہے۔ خوب پہچانتا ہے اور روبر سے پوچھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ تھوڑی ہی دیر بعد اٹاوا سے گذرے بڑے بڑے مشہور آبشاروں سے پانی اُبل اُبل کر گر رہا تھا۔

دو بجے کے قریب روبر پھر دکھائی دیا۔ میر کارروان ٹام ٹارنر بھی ساتھ ساتھ تھا۔ روبر نے کچھ کہا تمام خبر ہو گئی۔ اور جہاز پھیر دیا گیا اب دکھن اور پچھم کا کونہ لئے ہوئے تھا۔ قیدی سمجھے کہ جہاز کی رفتار بڑھائی گئی ہے۔ یہ نہ سمجھے کہ طلسمی البا ٹروس میں پہلے ہی سے غضب کی تیزی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔

ٹارپیڈو ناؤ ایک گھنٹہ میں پانی کے اندر ۴۰ کیلومیٹر چلتی ہے۔ فرانس اور انگلستان کی ریل گاڑیاں گھنٹہ بھر میں

سو کیلو میٹر اور بعض انجن ایسے ہیں جو ۱۲۷ کیلو میٹر تک چلتے ہیں۔
اور البا ٹروس اپنی پوری رفتار سے چلے تو گھنٹہ بھر میں ۲۰۰ کیلو میٹر چل سکتا ہے۔ یہ تیزی ایسی طوفانی آندھیوں کے برابر ہے۔ جو پیڑوں کو اپنے بہاؤ کے زور سے جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیتی ہیں۔

بس یوں سمجھ لیجئے کہ روبر کا ہوائی جہاز اپنی پوری طاقت سے چلے تو دو سو گھنٹے میں یعنی ۸ ۱/۳ دن میں زمین کے گرداگرد گھوم سکتا ہے۔

روبر۔ شائد آپ یہ سوچتے ہوں کہ البا ٹروس اس سے بھی زیادہ تیز چل سکتا ہے یا نہیں۔ سن لیجئے چل سکتا ہے۔ میں نے ہوا پر حکمرانی کرنے کے لئے ہوا سے زیادہ طاقت پیدا کرلی ہے۔ پھر بتائے دیتا ہوں۔ آپ کے پھولے پھلے غباروں کو یہ بات کبھی بھول کر بھی نصیب نہیں ہو سکتی۔ اور اگر آپ اس بھول میں پڑے ہوں کہ میرا جہاز ہوا میں بہت اونچا اڑ کر آپ کے گو اہڈ غبارے سے لڑ نہیں سکتا تو یاد رکھئے کہ آپ کو بڑا دھوکا ہے۔

دونو قیدیوں نے جھرجھری لی گویا بتا رہے تھے کہ وہ کمزور نہیں ہیں۔ روبر نے کچھ اشارہ کیا۔ کپتان نے دیکھ لیا۔ البا ٹروس کے سیدھے پنکھے رک گئے۔ جہاز ایک جھکولا لے کر تھم گیا۔ روبر نے دوسرا اشارہ کیا سارے پنکھے فر فر فر اور فر اور نہایت زور شور سے یکبارگی پھرنے لگے اور البا ٹروس شکاری عقاب کی صورت کندے جوڑ کر اوپر چڑھنے لگا۔ تھوڑے سے سکنڈ بھی نہ گزرے تھے کہ جہاز چار پانچ ہزار میٹر اونچا ہو گیا۔ یہ اونچان کیسے معلوم ہوئی؟ بارو میٹر کا پارہ ۴۸۰ ملی میٹر نیچے اتر آیا تھا۔

اب نائٹروجن کی مقدار ہوا میں کم تھی اس سے اونچے ہوتے تو انسانی جانوں کا ڈر تھا۔ البا ٹروس نیچے اترنے لگا اور اپنی معمولی اونچائی پر پہنچ کر تیزی سے روانہ ہو گیا۔

پروڈینٹ۔ آپ نے کس حق سے فرمون جنگل میں رات کو بارہ بجے ہم پر حملہ کیا اور کیوں جکڑ بند کر کے کوٹھری میں قید کیا اور پھر کس لئے ہم کو جہاں جی چاہتا ہے اڑائے لئے پھرتے ہیں۔

روبر۔ اس حق سے کہ میں آپ سے زیادہ طاقتور ہوں۔ **پروڈینٹ**۔ آپ نے بے تمیزی کی۔ شوخی کی۔

روبر۔ جو کچھ کیا کیا۔ اچھا ذرا نیچے تو دیکھئے۔

دونو نے بے ساختہ نیچے دیکھا فل ایوانس دیکھتے ہی بول اٹھا ہائیں یہ تو نیاگرا کا آبشار ہے!

البا ٹروس نیاگرا آبشار کے اوپر سے دو سو میٹر کی اونچائی لئے جا رہا تھا۔ ایری جھیل کا لہریں لیتا ہوا پانی عظمت اور ہیبت سے بھرے ہوئے گیت گا رہا تھا۔ جہازیوں کی آنکھیں جھک رہی تھیں۔ کانوں پر وجد کا عالم تھا۔ ہوا میں بڑی دلکش ٹھنڈک تھی۔ ڈوبتے ہوئے سورج کی پھسلتی ہوئی کرنیں آبشار کی چادروں پر گنگا جمنی بیل بوٹے بنا رہی تھیں۔ لہروں میں ہزاروں رنگ پیدا ہو گئے تھے ہیرے کی نہریں زمرد کے دہانے سے یاقوت لعل اور نیلم بہاتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ آبشار کے چاروں طرف ہرے بھرے ٹیلے اور سبز سبز جنگل اور بھی لطف دے رہے تھے۔ ایک گھنٹے کے بعد ہوائی جہاز سینٹ لارنس دریا کو پار کر گیا۔ یہی دریا امریکہ کے ممالک متحدہ کو کناڈا سے الگ کرتا ہے۔

(باقی دارد)

(ڈرامہ)

جوڈتھ

(تاریخ ارض و یہود کا ایک زریں ورق)

مترجمہ

جناب ایم سراج الدین احمد نظامی

تیسرا باب

دوسرا منظر

منظر۔ پہلے باب کی مانند

(چارمس شہر کے کھلے دروازے میں تنہا کھڑا ہے۔ دروازے سے باہر کے لوگ کبھی کبھی نظر آجاتے ہیں)

وقت۔ اُسی روز بعد از دوپہر

چابرس (داخل ہوکر چارمس سے) لوگ کہتے ہیں کہ اب بتھولیا میں پانی کی کوئی کمی نہیں۔

چارمس۔ ہاں میں نے آج ایک سو بیس مرد و زن کی معیت میں چشموں سے پانی لانے میں سات گھنٹے متواتر محنت کی ہے! کیا اچھا ہوتا اگر اوزیاس مجھے اُن کے دماغ درست کرنے کے لئے کوڑا استعمال کرنے کی اجازت دیدیتا! اور اب اوزیاس مجھے دروازہ کی حفاظت کے لئے چھوڑ گیا ہے۔

چابرس۔ اوزیاس اس وقت کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟

چارمس۔ وہ شہر سے باہر جاکر جوڈتھ اور اُن عورتوں کا جو اُس سے ملنے کے لئے آگے گئی ہیں، استقبال کرنے کھڑا ہے۔

چابرس۔ جوڈتھ نے کونسا کارنامہ کیا ہے جو استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں؟ (جلوس کے قریب آنے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ چارمس چابرس کو چھوڑکر دروازے سے باہر جاتا ہے۔ چابرس سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بلند آواز سے کہتا ہے) شہر کے بازار خالی ہیں۔ میں کہتا ہوں شہر کے بازار خالی پڑے ہیں چارمس!

چارمس۔ بیوقوف! شہر کے سارے لوگ باہر گئے ہیں۔ اور اسیری خوف سے مشرق کی طرف بھاگ گئے ہیں۔

چابرس۔ تو پھر میں گھر واپس جاتا ہوں اور خوب پیتا ہوں؛ نہیں نہیں میں یہیں ٹھیرونگا اور عورتوں کے جلوس کو دیکھونگا۔

(عورتوں کا جلوس (جس میں راحیل بھی شامل ہے) دروازے میں سے اندر داخل ہوتا ہے، جلوس کے خاتمہ پر انگر اور ہیگتھ ہیں۔ سب سے پیچھے جوڈتھ داخل ہوتی ہے۔ اُس کی ایک طرف اچیراور دوسری طرف اوزیاس ہیں، شہری اور سپاہی گلے میں ہار ڈالے جلوس کے پیچھے پیچھے ہیں)

(رقص)

اوزیاس (جوڈتھ سے) اے اسرائیل کی بیٹی! خدا تم پر دُنیا کی تمام عورتوں سے زیادہ برکت نازل کرے، تم یہودیہ کا فخر بیت المقدس کی عزت اور بنی اسرائیل کی آبرو ہو، کیونکہ خدا نے تمہیں ہمارے دشمنوں کے سردار کا سر کاٹنے کی ہدایت کی اور تم نے ہماری تباہی و بربادی کا انتقام لے لیا۔ **آوازیں**۔ طاقت والا ہے اسرائیل کا خدا۔

جوڈتھ۔ ہولوفرنیس شمال کی طرف سے آیا اور ہماری پہاڑیوں پر مسلط ہو گیا، اُس نے بڑے غرور سے دعوےٰ کیا کہ وہ بنی اسرائیل کے شہروں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیگا۔ اُنکے تمام نوجوانوں کو اپنی تلوار کے گھاٹ اُتاریگا۔ اور اُن کی دوشیزہ لڑکیوں کی عصمت خراب کریگا۔ لیکن تمہارے خدا نے اُنہیں ایک کمزور و ناتواں عورت کے ہاتھوں مایوس کر دیا۔ میرے جوتوں نے ہولوفرنیس کی آنکھوں کی سحر مستی کی اور میرے حسن نے اُس اسیری کے دماغ کو اسیر کر لیا بس پھر کیا تھا، میرا خنجر اُس کے گلے میں پیوست ہو گیا۔ اے لوگو سب اپنے خدا کی حمد و ثنا کرو!

آوازیں۔ عظمت والا ہے اسرائیل کا خدا!

اوزیاس۔ (چارمس سے) چارمس میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم سب لوگوں کو معبد کی جانب لے جاؤ۔ ہاں وہ اسیریوں کے جھنڈے کہاں ہیں جو ہم نے آج چھینے ہیں؟ ہر عورت ایک ایک جھنڈا پکڑ لے اور سب لوگ بیگم جوڈتھ کے مکان کے سامنے سے ہٹ جائیں۔

چارمس (غرور سے پھولا نہ سما کر) آقا اوزیاس میں اِس حکم کی تعمیل کے لئے بسر و چشم تیار ہوں۔

(جلوس بائیں جانب جاتا ہے، ہیگتھ انگر کے متکار سید کرتی ہے، اور وہ اُس کے ساتھ ہو لیتا ہے)

راحیل (چارمس سے) کیا ہے دادا؟ تم آج پھر گھر سے باہر ہو! (اُسے ایک نافرمان بچے کی طرح کھینچ کر لے جاتی ہے)

(جوڈتھ، اچیر اور اوزیاس کے سوا تمام لوگ چلے جاتے ہیں)

اوزیاس (اچیر سے) اور تم کیوں نہیں گئے؟ **جوڈتھ** (اچیر سے) نہیں اچیر تم یہیں ٹھہرو!

اوزیاس (بڑھتے ہوئے جوش کے ساتھ جوڈتھ سے) میں بیگم سے تخلیہ میں چند باتیں کرنی چاہتا ہوں۔

جوڈتھ۔ آؤ یہیں کریں۔ **اوزیاس**۔ کیا ہم آپ کے مکان میں نہ چلیں، میں اور تم؟

جوڈتھ۔ نہیں اوزیاس میرا مکان تمہارے استقبال کے لئے تیار نہیں۔

اوزیاس۔ یونہی سہی، لیکن میں اچیر کے روبرو کوئی بات نہ کرونگا۔

جوڈتھ۔ اچیر میرے مکان میں چلے جاؤ، اور میری جائے رہائش کو عزت بخش کر اُس میں آرام کرو۔
اچیر۔ بصد شوق خاتون! (مکان میں جاتا ہے)۔
جوڈتھ۔ وہ کونسی اہم باتیں ہیں جو تمہیں فتح و نصرت کی اس مبارک گھڑی میں تنگ کر رہی ہیں اوزیاس؟
اوزیاس۔ (آپے سے باہر ہوکر) یہ بت پرست اچیر کون ہے جسے تم مجھ پر ترجیح دیتی ہو اور اُس کے لئے محبت بھرے اور ملائم الفاظ استعمال کرتی ہو۔ **جوڈتھ۔** اچیر کو چھوڑو اور اصل معاملہ کے متعلق کہو۔
اوزیاس۔ اوہ! اب میں ملائمت سے نہ بولونگا! تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میری بدگمانی کا بے گناہ شعلہ اچیر کے خلاف بھڑک رہا ہے اور ہاں ہولوفرنس کے خلاف بھی! **جوڈتھ۔** لیکن ہولوفرنس تو مر گیا ہے؟
اوزیاس۔ کیا قتل ہونے سے پہلے وہ تمہارے ساتھ گناہ کا مرتکب نہیں ہُوا؟
جوڈتھ۔ خدا شاہد ہے، صرف میرا چہرہ اُسے تباہی کی غار میں لے گیا اور میری عزت پر کوئی دھبہ نہیں لگا۔
اوزیاس۔ برکت والا ہے ہمارا خدا!
جوڈتھ۔ لیکن تمہیں یہ بات کیوں متاثر کرتی ہے، اور میری نیکی کی تمہاری نگاہ میں کیا وقعت ہے؟
اوزیاس۔ بس بس کیا تمہارے لئے ہولوفرنس کافی نہیں؟ مجھے اپنی آواز کی شیرینی سے موت کے منہ میں لے جانے کی کوشش نہ کرو، میں ایسی کچی گولیاں نہیں کھیلا جو یوں آسانی سے تمہارے فریب میں آجاؤں، کیا تم اس حقیقت سے ناواقف ہو کہ میری روح تمہارے عشق میں ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی ہے۔ اُس میں انتظار کرنے کی طاقت نہیں، اور اب جبکہ تم نے ایک کارنمایاں سرانجام دیا ہے اُس کی بیتابی اور بڑھ گئی ہے۔
جوڈتھ۔ نہیں میں نے تو کچھ نہیں کیا بلکہ خدا نے تمہارے ذریعہ بنی اسرائیل کو بچایا۔ **اوزیاس۔** یہ کیا کسرنفسی ہے؟
جوڈتھ۔ جب میں اچیر کے ہمراہ شہر کی طرف آرہی تھی تو راستہ میں ہمیں بیت المقدس کا قاصد ملا، جو تمہاری باتوں سے ازحد خوش تھا۔ اُس نے ہمیں بتایا کہ تم نے بنی اسرائیل کو بچالیا ہے اور جو کچھ ہُوا ہے تمہارے حکم اور تمہاری حکمت عملی سے ہُوا ہے، لیکن افسوس کہ بیچارے قاصد کو یہ کہتے وقت معلوم نہ تھا کہ وہ جوڈتھ سے گفتگو کر رہا ہے۔ لیکن میں نے اُسے کچھ کہے بغیر چلا جانے دیا۔ **اوزیاس۔** جوڈتھ!
جوڈتھ۔ تاہم مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم میرے منصوبے سے بالکل بے خبر تھے۔
اوزیاس۔ میری بات کان دھر کر سنو جوڈتھ، میں قسمیہ کہتا ہوں کہ میں نے یہ شیخی صرف تمہاری خاطر ماری تھی۔ میرا مقصد یہ تھا کہ تم اپنے اس کارنامہ کی وجہ سے بیت المقدس میں بڑی عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھی جاؤگی۔ لیکن تم عورت ہو اور ایک عورت اس قدر عزت کی مستحق نہیں ہوسکتی! تاہم میں اپنی اس شیخی کے باعث ضرور ترقی کرونگا۔ اور کسی اچھے منصب پر فائز ہو جاؤنگا۔ اُس وقت سارے یہودیہ میں مجھ سے عالی مرتبہ کوئی نہ ہوگا۔

اور اس طرح تمہاری عزت بھی ہو جائیگی۔ **جوڈتھ**۔ مجھے کسی عزت کی خواہش نہیں۔

اوزیاس۔ لیکن میں یہ تمام چیزیں صرف تمہاری خاطر قبول کرونگا" میں شہرت اور سلطنت کا خواہشمند ہوں اور تمہارا بھی، میں تمہاری خدمت میں بھی شہرت اور سلطنت پیش کرونگا، کیونکہ میں یہ چیزیں صرف تمہارے حسن کو تحفہ دینے کے لئے حاصل کرنا چاہتا ہوں، اور اگر میں اُنہیں تمہیں نہ دے سکا تو میں بنی نوع انسان کو حقارت سے ٹھکرا کر اُنہیں خاک میں ملا دونگا۔ میری خواہشات اور ارمان خوفناک ہیں۔ کوئی شخص اُنکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میں آگ میں جل رہا ہوں۔ لیکن اس آگ کی گرمی مجھے طاقتور بنادیتی ہے۔ میں ماں کے پیٹ میں صرف عزت و عظمت کے لئے ڈالا گیا تھا۔ اور اُس نے مجھے صرف شہرت اور حکومت کے لئے جنا تھا۔ یہ وسیع دُنیا میرے احکام کے خوف سے کانپ اُٹھے گی۔ لیکن پیاری جوڈتھ ان تمام باتوں کے باوجود میرا دل تمہاری مٹھی میں ہے۔

جوڈتھ۔ میں تمہاری عزت و عظمت سے انکار نہیں کرتی۔

اوزیاس۔ یقیناً، کیونکہ تم بھی باعزت خاتون ہو، اور میری عزت و عظمت تمہارے سوا کچھ نہیں!

جوڈتھ۔ کیا تم میری ایک بات سنو گے۔ **اوزیاس**۔ یقیناً۔

جوڈتھ۔ تمہیں کتنی عزت و عظمت نصیب ہو جائے لیکن یہ دغا اور فریب ہمیشہ تمہارے ساتھ رہینگے۔

اوزیاس۔ اور کیا تم نے بھی اپنے اس کارنامہ میں ہولوفرنیس کے ساتھ مکر و فریب سے کام نہیں لیا؟

جوڈتھ۔ میں نے یہ کام اپنے لئے نہیں بلکہ بنی اسرائیل کے لئے کیا ہے۔ اور میرا یہ مکر و فریب اللہ تعالےٰ کی بزرگی کو قائم رکھنے کے لئے تھا۔ لیکن تمہارا صرف ذاتی شہرت اور عزت کے لئے ہے۔

اوزیاس۔ جوڈتھ کیا تم کسی طرح اپنے دل سے یہ نیکی و بدی کے خیالات میں نکال سکتیں؟ کیا تم ایک مرد کی حیرت انگیز عظمت کا خیال نہیں کرتیں؟ میں سوائے تمہارے اور کسی کے سامنے مغلوب نہ ہونگا۔ اور میرے کان سوائے تمہارے حکم کے اور کسی کا حکم نہ سنینگے۔ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں جوڈتھ! کیا تم قبول کروگی؟ اور کیا تم کسی قسم کے خوف کے بغیر میری محبت کے خوفناک شعلے کے سامنے مغلوب ہو جاؤگی؟ لیکن جواب دینے سے پہلے غور کرلو کہ اگر تم نے وعدہ خلافی کی تو میں دُنیا کی تمام قوموں کو تباہ و برباد کر دونگا۔

جوڈتھ۔ تم محبت میں بھی اپنی عظمت کی شان کو برقرار رکھنا چاہتے ہو؟

اوزیاس۔ کبھی تمہیں بھی مجھ سے محبت تھی۔ **جوڈتھ**۔ ہرگز نہیں، میں تمہارے ساتھ شادی نہیں کرسکتی۔

اوزیاس۔ تو کیا تم میرے غضب سے خوفزدہ نہیں ہو؟ **جوڈتھ**۔ میں جوڈتھ ہوں اوزیاس؟

اوزیاس۔ تم اچیر کے لئے بیتاب ہو، کیا ایک عبرانی عورت ہو کر تم ایک بت پرست کافر سے شادی کروگی؟

جوڈتھ۔ اگر میں خدا کا حکم نہ بجالاتی اور اگر تم گرفتار ہو کر بابل جاتے تو کیا تم خدائے واحد کو چھوڑ کر دوسرے

دیوتاؤں کی پرستش نہ کرتے؛ لیکن اچیبر ہمارے خدا پر ایمان رکھتا ہے اور آج وہ بنی اسرائیل کے مذہب میں شامل ہوجائیگا۔

اوریاس۔ (نفرت سے) اچیبر ایک بت پرست کافر ہے!

جوڈتھ۔ ہوگا! لیکن مجھے اُس سے محبت ہے اور صرف وہی مجھ پر حکومت کریگا۔

اوزیاس۔ اگر مجھے تم سے محبت نہ ہو تو کیا میں جبراً تمہاری عصمت برباد نہیں کر سکتا؟

جوڈتھ۔ تم؟ تم اوریاس ہو لیکن میں وہ جوڈتھ ہوں جس نے تم سے کئی گنا زیادہ طاقتور ہولو فرنیس کا سر اُس کے خیمہ میں کاٹا، اپنی راہ لو اوزیاس اور عزت وعظمت حاصل کرو، میں آرام سے اپنے مکان میں ہونگی اور وہاں صرف راستبازی اور انصاف کا دور دورہ ہوگا۔

(جلوس واپس آتا ہے۔ عورتیں اسیری جھنڈے اُٹھائے ہوئے ہیں، اچیبر مکان سے باہر آتا ہے)

جوڈتھ۔ پجاری اور معمر بزرگ میرے ساتھ مکان میں داخل ہوں تاکہ اچیبر کو بنی اسرائیل میں شامل کرکے قانون کے مطابق میری اُس سے شادی کردی جائے، وہ میرے پاس میرے خدا کا قاصد بن کر آیا تھا۔ اور شادی کے بعد میں اُس کی تابع فرمان ہو جاؤنگی۔

ہیگتھ۔ اور اگر کبھی بنی اسرائیل میں شامل کر لیا جائے، کیونکہ اُس نے بت پرستی سے توبہ کر لی ہے۔ اب وہ میرا خاوند بن جائیگا۔ لیکن مجھ پر حکومت نہ کر سکیگا۔

اوزیاس۔ بھائیو ستو! آج رات میں بیت المقدس جا رہا ہوں، مجھے چند اہم امور کے سلسلہ میں وہاں طلب کیا گیا ہے۔ کیونکہ میں نے بنی اسرائیل کو مصیبت سے نجات دلائی ہے۔ اور اب میں بتھولیا جیسے حقیر شہر میں واپس نہ آؤنگا۔ لیکن عنقریب تم میری بابت حیرت انگیز باتیں سنوگے اور شہر میں آنے والے مسافروں سے غرور کے ساتھ کہا کروگے کہ اوزیاس بتھولیا کا رہنے والا تھا اور کبھی ہم پر حکومت کیا کرتا تھا۔

جوڈتھ۔ اوزیاس کو عزت وعظمت بخشنے کے لئے بیت المقدس بلایا گیا ہے، خدا اُسے صحیح سلامت وہاں پہنچائے اور اُس کے مذہب میں ترقی کرے!

تمام لوگ۔ آمین!　　پردہ　　ختم شد

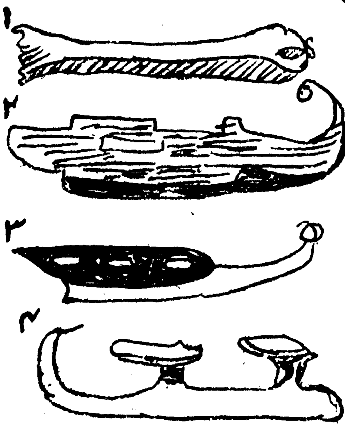
محترمی پنڈت اندرجیت صاحب شرما اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

آپ کا رہنمائے تعلیم بڑی سرعت کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔ اچھے ادبی رسائل سے اس کا معیار بڑھ چڑھ کر ہے آپ کی دریا دلی اور جوش صاحب کی سعی و کوشش نے اس کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

کھیلوں کی تاریخ

برف پر بھاگنا

مترجمہ۔ مسٹر عزیز احمد قریشی اسلامیہ ہائی سکول لاہور



ہر زمانے کے سکی بوٹ

ہمارے ہندوستان میں تو برف باری ہوتی ہی نہیں۔ اس لئے ہم لوگ اس کھیل سے قریباً قریباً نا آشنا ہیں۔ لیکن انگلستان میں جہاں سال میں اکثر دفعہ برف پڑتی ہے اور کوچے۔ بازار۔ پہاڑیاں سفید کپڑے کی کی چادر سے ڈھانپے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ لوگ اور کھیلوں کی بجائے سکیٹنگ۔ سکی انگ (برف پر چلنا) کھیلتے ہیں۔ دوسرے ممالک سوئٹزرلینڈ ناروے اور سویڈن میں ہفتوں لگاتار سفید۔ سرد برف پڑتی رہتی ہے۔ اور وہاں لوگ برف پر چلنے بھاگنے کی نئی نئی ترکیبیں ایجاد کرتے ہیں۔ اسی لئے وہ اس فن میں بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ انگلستان کے لوگ بھی اگرچہ اس فن میں کسی سے پیچھے نہیں۔ مگر انہوں نے کوئی اس قدر قابل قدر ترقی کھیل ہذا میں حاصل نہیں کی۔

سکی انگ بلاشبہ اس قدر پرانا کھیل ہے کہ اس کی تاریخ کا پتہ لگانا گویا جوئے شیر کا لانا ہے۔ آج سے ہزاروں برس پہلے بھی یہ کھیل شمالی یورپ کے ممالک میں کھیلا جاتا رہا۔ ٹنڈرا کے باشندوں کو شکار کھیلنے میں بہت تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا تھا کیونکہ جب وہ بھاگتے تو ان کے پاؤں ٹخنوں تک برف میں دھنس جاتے اور راستے میں جانور یہ جا وہ جا۔ اس دقت کو رفع کرنے کے لئے انہوں نے برف کے ایک قسم کے جوتے تیار کئے۔ یہ جوتے انہیں بھاگنے میں بہت مدد دیتے تھے اور برف میں دھنسنے سے بچاتے تھے۔ اس ترکیب سے شکار جلدی اور بلا تکلیف قابو آجاتا تھا۔ سکی (آٹھ فٹ لمبا اور چار انچ چوڑا برفانی جوتہ) غالباً اس وقت استعمال کی جاتی۔ جب ٹنڈرا کے باشندے لکڑیاں کاٹنے کے لئے جنگلوں میں جاتے یا دوسرے ملکوں کو ان کے کارواں روانہ ہوتے۔ اس طرح رفتہ رفتہ سکی کا رواج جنوبی ممالک میں بھی پھیلتا گیا۔

ناروے اور سویڈن میں لوگ صدیوں سے سکی کو استعمال کرتے چلے آتے ہیں۔ اور پرانی تصویروں۔ ترکشوں۔ برچھیوں۔ ڈنڈوں سے مسلح ہوکر پاؤں میں سکی پہنتے اور لڑتے۔ یہ تصویریں اور تحریریں جو پندرھویں صدی عیسوی کے بعد کی ہیں۔ ظاہر کرتی ہیں کہ اس زمانے کے سکی آج کل سے بہت کچھ مختلف ہوتے تھے۔ ان کی شکل بالکل خراب سی ہوتی تھی۔ اور سپاہی بسا اوقات کسی ڈھلوان پر سے اترتے ہوئے پھسل کر اپنی جان دے دیتے تھے۔ اس سے بچنے کے واسطے پھر اس قسم کے سکی پہنے جانے لگے۔ جنکا اگلا سرا اونچا ہوتا تھا۔ پچھلی طرف سے کم لمبے ہوتے تھے اور اگلی طرف سے کافی سے زائد لمبے۔

سکنڈے نیویا میں سکی کو پہلے پہل سپاہیوں نے رواج دیا۔ وہاں کے بادشاہ سوری نے چند آدمیوں کی ایک کمپنی ۱۲۰۰ء میں بنائی اور اسے شمالی ممالک میں سکی کو پہننے کے طریقے سیکھنے کے واسطے بھیجا۔ انہوں نے واپس آکر اور لوگوں کو بھی سکی پہننے کے

فوائد سے آگاہ کیا۔

سولھویں صدی کے آغاز میں یعنی ۱۵۰۹ء میں ایک تصویر بنائی گئی تھی جس میں فنس لوگوں کو سکی پہنے ہوئے دکھایا گیا تھا۔ گسٹاوس ایڈولفس" جو بڑا مشہور سکاؤٹ ماسٹر ہوا ہے۔ وہ اپنے شاگردوں کو نہایت شوق سے سکی سکھایا کرتا تھا جب جب ڈینز اور ناروے والوں کی لڑائیاں شروع ہوئیں۔ تو ایک لڑائی میں ناروے کے سولہ سپاہیوں نے ڈینز کے دو سو سپاہیوں کو شکست دے کر بھگا دیا۔ اس کی یہ وجہ تھی کہ ناروس سپاہیوں نے سکی پہنی ہوئی تھی۔ جس سے وہ منٹوں میں کہیں کے کہیں جا پہنچتے تھے۔

آج کل بھی اکثر یورپین فوجوں میں سکی کا رواج ہے۔ اور اس کے باقاعدہ دستے بنے ہوئے ہیں۔ پچھلی جنگ عظیم میں ان دستوں نے پہاڑی مقامات پر بڑے بڑے معرکے سر کئے۔

ابھی تک تو لوگ سکی کو ضرورت کے موقع پر استعمال کرتے تھے۔ مگر ۱۸۰۸ء میں ایک مقام کرسٹیانا (مستنر اکرنان) پر لوگوں کا جلسہ ہوا۔ جس میں سکی کو بطور کھیل" کے تصور کیا گیا۔ اگرچہ اُس وقت بہت کم کھلاڑی اس میں شامل تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ لوگوں نے اسے قومی کھیل" خیال کر لیا۔ ناروے والوں نے اسے اور ملکوں میں رواج دیا۔ اور سوئٹزرلینڈ۔ جرمنی۔ آسٹریا میں اس کی کلبیں قائم ہو گئیں۔ آئے دن جلسے ہونے لگے اور سکی کے بھاگنے دوڑنے۔ ناچنے کودنے کے مقابلے شروع ہو گئے۔

انگلستان میں پہلی سکی کلب ۱۹۰۳ء میں قائم ہوئی۔ جس کا نام "دی سکی کلب آف گریٹ برٹن" رکھا گیا۔ یہ بات بھی قابل یاد داشت ہے کہ تمام براعظم یورپ میں سوائے سکنڈے نیویا کے دوسری پُرانی کلب انگریزوں نے اپنے ملک میں ۱۹۰۷ء میں قائم کی۔ یہ "ڈیوس" کے مقام پر قائم کی گئی اور اس کا نام "دی انگلش سکی کلب" تجویز ہوا۔ سکاٹ لینڈ نے بھی انگلستان کی پیروی کی اور ۱۹۰۸ء میں اپنی کلب قائم کر لی۔

سکی کے واسطے بہترین اضلاع شمالی انگلینڈ میں ہیں۔ پیک۔ اور لیک ڈسٹرکٹ میں بھی برف کافی پڑتی ہے۔ مگر کھیلنے کے لئے تھوڑی ہوتی ہے۔ سکاٹ لینڈ اور سنٹرل ہائی لینڈ کے باشندے سکی کھیلنے میں خوش قسمت ہیں۔ کیونکہ وہاں برف اُمید سے زیادہ پڑتی ہے۔

سکی کھیلنے کے واسطے بڑی مشق کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی شخص سالوں اس کی مشق نہ کرتا رہے۔ اُس کے لئے سکی مجوزہ میں شامل ہونا اپنے آپ کو موت کے منہ میں دھکیلنا ہے۔ کیونکہ بھاگنے یا کودنے میں جہاں ذرا بھی پاؤں پھسلا۔ وہیں ٹانگ ٹوٹی اس لئے مشاق کھلاڑیوں کو ہی اس قسم کے کھیلوں میں شمولیت اختیار کرنی چاہئے +

اقوال بزرگاں

(۱) زندگی کے معاملات میں قول و فکر کو بہ نسبت فعل کے زیادہ قیمت دینی چاہئے۔ سر آرتھر ہیلپس

(۲) اگر ریاستی قلب اور دماغ کے فرض ہی انسانی زندگی کو بلند کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ اگر ان کے علاوہ باقی تمام سرگرمیاں فضول اور بے معنی ہیں۔ تو اخلاق اُن تمام حاجتوں کو پورا کرنے سے قاصر ہے جن کی اخلاق کو ضرورت نہیں اور جن پر اخلاقی تربیت کا حصر نہیں۔ آپ اسی پودے کی کاشت کرتے ہیں جس میں پہلے ہی زندگی موجود ہے۔ اگر آپ نے پتھر بویا ہو۔ اور اُمید پتھر کی کرتے ہوں تو یقیناً آپ عمر کو برباد کر رہے ہیں۔ اخلاقی زندگی حقیقی زندگی کے متوازی ہے۔ اس کا آغاز ویسا ہی پوشیدہ اور انجام ویسا ہی آشکارا ہے۔" جے۔ اے۔ فروڈ

پنجاب میں تعلیم کی رفتار ترقی

پنجاب میں تعلیم کی رفتار ترقی کی سالانہ رپورٹ بابت پانچ سال مختتمہ ۳۱ مارچ ۱۹۳۲ء سے مظہر ہے کہ مالی مشکلات کے باوجود محکمہ تعلیم نے اپنی سرگرمیوں کو نشوونما کی صحیح ڈگر پر قائم رکھا۔ اگرچہ ہر قسم کے تعلیمی اداروں کی تعداد میں ۳۰۱ کی کمی واقع ہوئی۔ لیکن اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ مدت زیر نظر میں ۸۹۵ ترقی پذیر پرائمری سکولوں کو لوئر مڈل سکولوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ یہ کمی حقیقی نہیں بلکہ ظاہری ہے۔ کل آبادی کے ساتھ زیر تعلیم طلبا کے تناسب میں بالاستقلال ترقی ہوئی۔ ۱۹۲۶-۲۷ء میں یہ تناسب ۵٫۰۱ تھا لیکن جدید مردم شماری کی بنا پر اب یہ تناسب ۵٫۶۱ ہے۔ تمام ذرائع سے تعلیمی مصارف کی مقدار تقریباً ۲۸۸ لاکھ سے بڑھ کر ۳۰۹ لاکھ تک پہنچ گئی۔ یعنی کل ۲۱ لاکھ کی بیشی ہوئی۔ ۵۰٫۳۲ فیصدی مصارف سوسائٹی محاصل سے۔ ۱۳٫۶۰۲ لوکل فنڈوں سے۔ ۲۶٫۳۴ فیس سے اور ۱۰٫۰۶ دیگر وسائل سے پورے کئے گئے۔

لازمی تعلیم

عوام کی عدم دلچسپی اور مقامی جماعتوں کی خراب مالی حالت کے باوجود اُن رقبوں کی تعداد جن میں لازمی تعلیم کا اجرا عمل میں آیا۔ بقدر ۲۰٫۶٪ کے اضافہ ہوا۔ اور اب اُن کی تعداد ۹۷۸ تک پہنچ گئی ہے۔ اُمید ہے کہ تعلیمی ضروریات کے متعلق عامۃ الناس کے شعور کی تدریجی بیداری اور مقامی جماعتوں کی طرف سے تعاون کا زیادہ ثبوت ملنے پر اس بارہ میں معائنہ کرنے والے عملہ کی مساعی ضرور بار آور ہوگی۔

ثانوی تعلیم

زمانہ زیر تبصرہ میں ہائی سکولوں۔ اینگلو ورنیکلر اور ورنیکلر مڈل سکولوں کی تعداد میں علے الترتیب ۵۸ اور ۵۳ فیصدی کی بیشی ہوئی۔ یہ اعداد اس امر کا ایک بیّن ثبوت بہم پہنچاتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ اور مقامی جماعتوں میں جن کو فیاضانہ امداد دی گئی۔ اینگلو ورنیکلر تعلیمی ترقی کے کام کو اس قدر وسیع پیمانہ پر جاری رکھا۔ کہ اس بات کی کوئی حقیقی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ کہ پرائیویٹ جماعتیں غیر ضروری اور اقتصادی حیثیت سے ناقص درسگاہوں کے اجراء و قیام میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرتی رہیں۔ اس کے باوجود کہ محکمہ مذکور کی توجہ توسیع سے زیادہ استحکام پر مرکوز رہی۔ یہ امر خوش کن ہے۔ کہ ہر قسم کے سکولوں کے تمام شعبوں میں طلبا کی تعداد میں مستقل اور مسلسل بیشی ہوئی۔

کالجی تعلیم

یہ امر غور و فکر کے لائق ہے کہ یونیورسٹی میں طلبا کی بہت زیادہ تعداد زیر تعلیم ہے۔ اور امتحانات کے ادنےٰ معیار اور اس نقدان قوت کے باوجود جس کے ساتھ اس معیار کو کام میں لایا جاتا ہے۔ امتحانات کے نتائج ناتسلی بخش ہوتے ہیں۔ یہ امر محتاج توضیح نہیں۔ کہ کوئی یونیورسٹی اپنی بڑی تعداد طلبا کی ضرورت کو پورا نہیں کر سکتی۔ اور نہ اُن کی قابلیت کی آزمائش کے لئے امتحان کا کوئی قابل اعتماد معیار قائم کر سکتی ہے۔ اس تاریکی میں اُمید کی صرف یہ جھلک نظر آتی ہے

کہ حقیقی طور پر قابل طلباکی صحیح صنعتی و فنی تعلیم کے لئے اور نیز اُن کی ترقی علم کے لئے نہایت سازگار حالات موجود ہیں۔

تعلیم نسواں

یہ امر نہایت درجہ اطمینان بخش ہے کہ پنجاب گورنمنٹ (وزارت تعلیم) نے ۱۹۲۸ء میں جو یہ توقع ظاہر کی تھی۔ کہ اعلیٰ تعلیم کے زمرہ میں ترقی حاصل کے تابناک آثار موجود ہیں۔ اور آئندہ چند سال کے دوران میں اُن طالبات کی تعداد میں جو ثانوی مدارس کا نصاب ختم کر رہی ہیں۔ بہت زیادہ اضافہ ہو جائیگا۔ وہ غلط ثابت نہیں ہوئی۔ اور یہ چاروں طرف ترقی کے آثار نمایاں ہیں۔ طالبات اور ہائی اور مڈل سکولوں کی تعداد نیز کالجوں میں طالبات کی تعداد بالاستقلال بڑھ رہی ہے اس بارہ میں مشنری سوسائٹیوں۔ اور دیگر پبلک جماعتوں اور نیز اُن مخیر افراد کی مساعی قابلِ تعریف ہیں جو تعلیم نسواں کے متعلق دستِ اعانت بڑھا رہے ہیں۔ اس میں کسی کو شبہ نہیں کہ تعلیم نسواں لازمی طور پر پھیلے گی۔ بایں ہمہ ضرورت اس امر کی ہے کہ کوشش رفتار ترقی کو تیز کرنے پر مرکوز کی جائیں۔ جداگانہ زنانہ درسگاہوں کے قیام کی راہ میں سب سے بڑی مشکل اُستانیوں کا فقدان ہے۔ اگر اُستانیوں کی بہت زیادہ تعداد میسر نہ ہوئی۔ تو لڑکیوں کی یکجائی تعلیم کا روکنا مشکل ہو جائیگا۔ گورنمنٹ مالی تنگی کی وجہ سے صوبہ بھر میں عورتوں کے لئے جداگانہ کالج اور ہائی سکول قائم کرنے سے قاصر ہے۔ (محکمہ اطلاعات)

رباعیات

عالیجناب افضل الشعرا مصوّرِ حقیقت حضرت عابد شاہجہانپوری

ہر ذرہ اک آئینہ ہے رعنائی کا
چھپ کر بھی لپکا ہے خود آرائی کا
دل گوش بر آواز ہے اے شاہدِ حور
سنتا ہوں ترانہ تری یکتائی کا

کوئی مجھے مخمور تمنا کر دے
طوفانِ خلش سینہ میں پیدا کر دے
اک عالمِ ہنگامہ رہے پیش نظر
ہر سانس کو جذبات کی دنیا کر دے

(غیر مطبوعہ)

پنجاب یونیورسٹی

(ا) نئے فیلوز یونیورسٹی (۱) ڈاکٹر ایچ بی ڈینکلیف ایم اے۔ ڈاکٹر سائنس۔ ایف آئی سی۔ آئی ای ایس ۶ رمئی ۱۹۳۳ء سے
(۲) مسٹر ڈبلیو ایچ ایف آرم سٹرانگ ایم اے ایف سی ایس وائس پرنسپل سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور ۲۶ر اپریل سے بجائے
مسٹر ڈبلیو اے بارنس۔
(۳) مس للین ایتھل تھامس بی اے سی ڈپٹی ڈائرکٹرس سررشتہ تعلیم پنجاب بجائے ڈاکٹر ای ایل پورٹر ۲۷ر اپریل سے

(ب) نئے کالجوں کی سفارش الحاق (۱) یونیورسٹی سینٹ نے پنجاب گورنمنٹ (وزارت تعلیم) سے ایم اے او
انٹرمیڈیٹ کالج امرتسر اور سٹرٹیفورڈ انٹرمیڈیٹ کالج (لڑکیوں کے لئے) امرتسر کی سفارش خاص خاص مضامین کے لئے کی ہے۔
(۲) سناتن دھرم ہائی سکول جیند کو میٹریکولیشن امتحان کے لئے انگریزی۔ تاریخ جغرافیہ۔ سنسکرت۔ فارسی۔ ریاضی۔
ڈرائنگ ہندی اور اُردو مضامین میں اس شرط پر الحاق کی منظوری دی کہ وہ دسمبر ۱۹۳۳ء تک سنڈیکیٹ کی چند شرائط
کو پورا کردے۔

(ج) نئے سنٹر امتحانات۔ ورنیکلر زبانوں کے امتحانات کے لئے پشاور۔ اور انٹرمیڈیٹ کے مضمون بیالوجی
کے پریکٹیکل امتحان کے لئے لدھیانہ۔

(د) قواعد میں ترمیم و تنسیخ۔ یونیورسٹی کیلنڈر صفحہ ۱۲۷ کے فٹ نوٹ کو اس شکل میں تبدیل کیا گیا ہے۔
"اگر کسی اُمیدوار کا نام امتحان میٹریکولیشن میں بھیجتے وقت اس کی حاضریاں مقررہ اوسط فیصدی سے کم ہوں تو ہیڈ ماسٹر
صاحب سکول اس کا نام عارضی طور پر یونیورسٹی کو بھیجدیں۔ اگر امیدوار تاریخ امتحان سے پہلے چودھویں دن تک اس کمی کو
پورا نہ کرسکے تو ہیڈ ماسٹر صاحب کو چاہیئے کہ حکام یونیورسٹی سے اس کے اخراج نام کے لئے رپورٹ کریں۔

(ھ) متفرق (۱) کیمبرج سنڈیکیٹ کی نگرانی میں ہائی سکول سرٹیفکیٹ کا امتحان یونیورسٹی ہذا نے اپنے انٹرمیڈیٹ
امتحان کے مساوی قرار دیا ہے۔
(۲) قرار پایا ہے کہ کوئی لیبارٹری اسسٹنٹ خواہ گورنمنٹ کالج میں کام کرتا ہو یا کسی پرائیویٹ کالج میں۔ یونیورسٹی کے امتحانات
میں بطور ایک ٹیچر کے پرائیویٹ شامل ہونے کا استحقاق نہیں رکھتا۔
(۳) قرار پایا ہے کہ تمام ممتحن اصحاب سے درخواست کی جائے کہ وہ امتحانات ۱۹۳۳ء کے معاوضہ کا پانچ فیصدی حصہ جوبلی
فنڈ کے لئے عطا کریں۔
(۴) میجر ڈی آر تھامس ایم بی۔ سی ایچ بی۔ ڈی پی ایچ۔ آئی ایم ایس کیمیکل اگزامینر پنجاب گورنمنٹ نے یونیورسٹی کی کیمیکل لیباریٹریز
کے لئے چند آلات مفت عطا کئے ہیں جس کے لئے انکا شکریہ ادا کیا گیا۔
(۵) سینٹ نے تھیسس ([illegible]) کے ممتحن اصحاب کی رپورٹوں سے قرار دیا ہے کہ ڈاکٹر آف سائنس کی ڈگری
مسٹر بی ایل بھاٹیہ ایم ایس سی پرنسپل گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج ہوشیارپور کو عطا کی جائے۔
(۶) سال ۳۲-۱۹۳۱ء کے دوران میں جوبلی کے لئے جو ۱۰۸۸ روپیہ وصول ہوا تھا۔ یونیورسٹی یونین کلب کی عمارت پر صرف کیا گیا ہے۔
جو جوبلی منانے کے لئے ایک منظور شدہ یادگار تھی۔

(۷) پروفیسر جے الفنسوس ایم اے یونیورسٹی پروفیسر (تاریخ) ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۳ء سے اپنی اسامی میں مستقل ہوئے۔

(۸) ڈاکٹر ایل سی جین ایم اے۔ پی ایچ ڈی یونیورسٹی ریڈر اقتصادیات اپنی اسامی پر مستقل ہوئے اور یکم اپریل ۱۹۳۳ء سے سات سو روپیہ ماہانہ پر اپنے موجودہ گریڈ میں مقرر ہوئے۔

(۹) مسٹر سی ایل ماتھر ایم اے بی ایس سی ایل ایل بی بیرسٹرایٹ لاء تمام وقت کے لئے لاء ریڈر یونیورسٹی لاء کالج جس کی میعاد ملازمت ۱۴ ستمبر ۱۹۳۳ء کو ختم ہوتی تھی مزید پانچ سال کے لئے اپنی اسامی پر مقرر ہوئے۔ وہ ساڑھے سات سو روپے جو ریڈر کا انتہائی گریڈ ہے لے رہے ہیں۔ انہیں امتحانات کے ایام اور ان کی تیاری کی تعطیلات میں حاضری سے معذور رکھا گیا ہے۔ اور فرلو عطا ہوئی ہے۔ جسے کالج کی تعطیلات گرما سے ملحق کریں۔

(۱۰) انڈین اورینٹل کانفرنس بڑودہ کی کارروائی کی اشاعت کے لئے اڑھائی سو روپیہ کی امداد منظور ہوئی ہے اور مفصلہ ذیل چار اصحاب یونیورسٹی ہذا کے ڈیلیگیٹ مقرر ہوئے ہیں۔

(۱) اے سی۔ وُولنر صاحب سی آئی ای۔ ایم اے ایف اے ایس بی (۲) پروفیسر محمد شفیع صاحب ایم اے
(۳) ڈاکٹر لکشمن سروپ صاحب ایم اے ڈاکٹر آف فلاسفی (۴) ڈاکٹر محمد اقبال صاحب ایم اے پی ایچ ڈی

(۱۱) ڈاکٹر ریورینڈ ای ڈی لوکس ایم اے ڈی۔ ڈی۔ پی ایچ ڈی اقتصادی تحقیقاتی بورڈ پنجاب کے لئے یونیورسٹی کے نمائندہ مقرر ہوئے۔

(۱۲) امپیریل سوشل ہائی جین کانگرس کے چھٹے اجلاس کے لئے جو لنڈن میں ۳ جولائی لغایت ۷ جولائی ۱۹۳۳ء کو منعقد ہوگا۔ مفصلہ ذیل اصحاب ڈیلیگیٹ مقرر ہوئے ہیں۔

(۱) لفٹننٹ کرنل اے ایم ڈک او بی ای۔ آئی ایم ایس (۲) ڈاکٹر جی میتھائی ایم اے ڈاکٹر آف سائنس۔ آئی ای ایس

(۱۳) یونیورسٹی نے اگنی ہوتری ہوسٹل کو سال ۱۹۳۳ء کے لئے رہائشی منظور شدہ مقامات کی ذیل میں منظور کیا ہے۔

(۱۴) مسٹر تاج احمد خاں یکم اپریل ۱۹۳۳ء سے یکصد پچاس روپیہ ماہوار پر ۱۰۰-۱۰-۲۰۰ کے گریڈ میں ڈائرکٹر آف فزیکل ٹریننگ کے اسسٹنٹ مقرر ہوئے ہیں۔

(۱۵) سردار پرتاپ سنگھ یکم اپریل سے اکونٹ برانچ سے بطور کریٹ کلرک اپنے سابقہ گریڈ ۴۵-۲-۵۵ اور ۷۵-۵-۱۰۰ میں تبدیل ہوئے۔

(۱۶) اور اس تاریخ سے لالہ برج لعل اکونٹ برانچ ۷۰ روپیہ ماہوار پر ۷۰-۵-۱۰۰ کے گریڈ میں جو سردار پرتاپ سنگھ نے خالی کیا ہے تبدیل ہوئے۔

---

(۱) ہز ایکسلنسی چانسلر صاحب پنجاب یونیورسٹی نے لالہ مہرچند صاحب ایم اے ایم ایس سی پروفیسر ڈی اے وی کالج لاہور کے رجسٹرڈ گریجوایٹوں کی طرف سے انتخاب کو منظور فرمایا ہے۔

(۲) سردار تیجا سنگھ صاحب ایم اے فیلو یونیورسٹی اورینٹل اور آرٹس فیکلٹی کے لئے۔

(۳) ڈی۔ پی جانسن صاحب اے آر سی آئی ایس۔ سی آئی ای ڈی اے سائنس اور زراعت فیکلٹی کے لئے نامزد ہوئے ہیں

(۴) فیصلہ کیا گیا ہے کہ جن اشخاص نے بی اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور سے او ٹی کی سند حاصل کی ہو انکو بی ٹی ایس ایل وی کی طرح امتحانوں کی نگرانی کی فیس تین روپے یومیہ دی جایا کرے۔

(اعلانات صدر بشرط امکان سابقہ چٹ میں شامل کرلئے جائیں)

مختلف نوٹ اور کارروائیاں

ڈی بی ہائی سکول نکودر کے اگرچہ اس سے پیشتر بھی اس سکول کا نتیجہ امتحان یونیورسٹی عموماً ۷۲-۷۳ فیصدی نکلتا رہا ہے۔ مگر اس سال ۹۳ فی صدی رہا ہے۔ ۵۵ طلبا میں سے ۵۱ کامیاب ہوئے۔ جن میں ۱۶ فسٹ ڈویژن میں ۳۰ سیکنڈ ڈویژن میں اور صرف ۵ تھرڈ ڈویژن میں ہیں۔ فسٹ ڈویژن اور سیکنڈ ڈویژن طلبا کی اوسط تعداد کو دیکھا جائے۔ تو یہ نتیجہ امتحان اور بھی شاندار ثابت ہوتا ہے۔ اس نمایاں ترین کامیابی پر ہیڈ ماسٹر صاحب اور انکا قابل سٹاف مبارک باد بلکہ تحسین و آفرین کے مستحق ہیں۔ (نامہ نگار)

ڈی بی اینگلو ورنیکلر مڈل سکول کھیم کرن کے نے اپنی سابقہ روایات کو قائم رکھتے ہوئے اس سال بھی شاندار نتیجہ دکھلایا۔ بیس میں سے ۱۹ طلبا کامیاب ہوئے۔ محمد حیات ۴۸۰ نمبر لیکر اول رہا اور موہن لال ۴۵۵ نمبر لے کر دوم رہا۔ اس طرح بہت سے لڑکوں نے تین سو سے زیادہ نمبر حاصل کئے۔ نتیجہ انگریزی سو فیصدی رہا۔ گذشتہ سالوں کی طرح ایک دو وظیفے آنے کی امید ہے۔ یہ محض لالہ ہری چند صاحب ہیڈ ماسٹر اور منشی چراغ دین سینیئر ورنیکولر ٹیچر کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ سکول کے کارکن اور منتظم ہیڈ ماسٹر لالہ ہری چند صاحب کے زیر اہتمام عرصہ بارہ سال سے سکول ہذا شاندار نتائج دکھا رہا ہے۔ ہر سال افسران معائنہ کے ریمارکس اس سکول کے متعلق دلخوش کُن درج ہوتے ہیں۔ (جی - ڈی شرما سکول ماسٹر)

الوداعی جلسہ سکاؤٹس گورنمنٹ نورمل سکول نجف گڑھ صوبہ دہلی کے مدرسہ ہذا کی سکاؤٹنگ نے اپنی چار سالہ زندگی میں روور زکرو اور سکاؤٹ ٹروپ کے عارضی چولے بدلنے کے بعد امسال مستقل و مستند کالبد اختیار کیا ہی تھا۔ اور ابھی دہلی سکاؤٹ ماسٹرز کیمپ میں مدرسہ ہذا سے سات امیدواران میں سے چھ کی کامیابی اور ٹروپ رجسٹریشن کی خوشی میں مدہوش ہی تھے کہ بانگ "الوداع والفراق" نے چونکا دیا۔ چنانچہ ۲۸ ر اپریل ۱۹۳۳ء کی شام کو یہ سکاؤٹ ٹروپ اس شان سے رخصت ہُوا۔ کہ مختصر مگر دلچسپ خورد و نوش و تقاریر وغیرہ کے پروگرام کے اختتام پر ایک گروپ فوٹو ہُوا۔ جس میں علاوہ ایم مظفر حسین خاں صاحب ایم اے - بی ٹی ہیڈ ماسٹر مدرسہ ہذا جناب شیخ غلام محی الدین بی اے - بی ٹی - پی ای - ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر بنارس صوبہ دہلی بھی زینت افروز تھے۔ (ایس - ایچ - زمان - سکاؤٹ ماسٹر)

ضلع حصار میں قحط اور سکول بچوں کا فرض کے قوم افراد سے مل کر بنتی ہے۔ اگر کسی قوم کے افراد اعلےٰ ہوں تو ساری قوم اعلےٰ بن جاتی ہے۔ افراد کو نیک بنانے کے لئے طلبا کو بچپن سے تربیت دینا ضروری ہے۔ چھوٹے بچے نرم شاخ کی طرح مُڑ سکتے ہیں۔ اس لئے جو خیالات اور جذبات ہم قوم میں پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ طلبا میں پیدا کردیں۔ کسی قوم کی ترقی کے لئے سب سے ضروری چیز قوم کے افراد میں پریم اور محبت کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔ پریم قوم کے لئے سیمنٹ کا کام دیتا ہے۔ اس کے بغیر ایک بچہ بھرے میلے کے اندر اکیلا ہے۔ جہاں محبت اور پریم ہوتا ہے وہاں لوگ دوسروں کے دُکھ کو اپنا دُکھ اور ان کے سکھ کو اپنا سکھ سمجھتے ہیں۔ جس طرح زندہ آدمی کے کسی عضو کی تکلیف سے تمام جسم دکھی ہو جاتا ہے۔ اور جب تک وہ رفع نہ ہو چین نہیں پاتا۔ مُردہ آدمی کے اعضا کاٹ دیں تو اسے محسوس تک نہیں

ہوتا۔ اسی طرح زندہ قوم کی یہ علامت ہے کہ اس کے کسی فرد کی تکلیف تمام قوم محسوس کرتی ہے۔ جنگ جرمن چھڑی تمام انگریزوں نے اس تکلیف کو محسوس کیا۔ مس ایلس کو پٹھان اٹھا لے گئے۔ جب تک انگریز قوم نے اسے واپس نہ لیا دم نہ لیا۔ ۱۸۷۳ء میں جب بنگال میں قحط پڑا اور کچھ بنگالی ولایت چندہ مانگنے گئے۔ زندہ انگریز قوم نے ساٹھ لاکھ روپیہ چندہ جمع کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ جب یہ بنگالی ایک انگریز کے ہاں چائے پی رہے تھے تو انگریز بچوں نے چائے میں چینی نہ ڈالی اور وجہ یہ بتائی کہ ہم نے عہد کیا ہے کہ جب تک بنگال میں قحط ہے ہم چائے میں چینی نہ ڈالیں گے اور اس طرح جو رقم بچے گی وہ بنگال کے قحط زدہ بھائیوں کی امداد کو بھیجیں گے۔ یہ زندہ قوم کی علامت ہے۔ کہ وہ نہ صرف اپنے دکھوں کو بلکہ وہ دوسری کے دکھوں کو بھی محسوس کرتے ہیں۔ کیا ہمارے ملک کے بچے بھی اس سے سبق سیکھیں گے۔

بھارت ورش کے ایک حصہ کو تکلیف ہے۔ ضلع حصار میں قحط پڑ رہا ہے۔ بھوک اور پیاس سے مویشی اور آدمی سب تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ جوں جوں گرمی بڑھ رہی ہے تکلیف بڑھ رہی ہے۔ جب تک دوسری فصل نہ ہو یہ تکلیف بڑھتی جائیگی۔ اس لئے طلبا کا فرض ہے کہ وہ قحط میں ضلع حصار کی امداد کریں اور ان کے احساس کا یہ نتیجہ ہو کہ وہ اپنے روزانہ خرچ سے پیسہ دو پیسے آنہ دو آنے بچائیں پھل کھانے میں کمی کر دیں۔ دودھ کی مقدار کم کر دیں اور یہ رقم جمع کر کے اپنے اُستاد صاحبان کی معرفت قحط فنڈ میں بھیجیں۔ اساتذہ کا بھی فرض ہے کہ وہ طلبا کو ان کے فرائض سے آگاہ کریں۔ ہمیں اُمید ہے کہ حصار کے کمزور بھوکے نادار لوگوں کی دردناک اپیل ہمارے سکول کے طلبا و اُستاد صاحبان پر اپنا اثر ڈالے گی۔　(سیکرٹری قحط ریلیف فنڈ حصار ضلع گورداسپور)

نتائج امتحان ورنیکلر فائنل ڈل

(۱) اے وی ڈل سکول مانک ریاست پٹیالہ۔ گذشتہ سال $\frac{9}{10}$ تھا۔ اور دو طلبا نے وظائف حاصل کئے تھے مگر امسال $\frac{6}{6}$ پاس اور ایک کو ترقی ملی پنڈت جاتی رام صاحب ہیڈ ماسٹر مستحق مبارکباد۔ تعلیمی اور جسمانی ترقی پہلو بہ پہلو نہایت شاندار۔ انتظام بورڈنگ ہاؤس معقول۔ طلباء بیرونجات کے لئے تمام سہولتیں آمادہ جماعت ششم کا نتیجہ بھی سو فیصدی۔　(بنیر سنگھ)

(۲) ورنیکلر مڈل سکول اچنبہ ریاست جیند $\frac{6}{6}$ شیخ ریاض محمد قریشی کو مبارکباد۔

نتائج امتحان میٹریکولیشن ۱۹۳۳ء

بخلاف سالہائے گذشتہ نئے ہاتھوں نے اس امتحان کے نتائج شائع کرنے کا پہلے باقاعدہ نوٹس دیا۔ اور لاہور کی مختلف جگہوں میں مختلف سنٹروں کے نتائج چسپاں کرائے۔ اخبارات اور دیگر شائقین کو ہر ضلع کے مدارس کی جداگانہ فہرستیں قیمتاً بہم پہنچائیں۔ تعداد امتحان دہندگان بھی بہ نسبت سابق زیادہ اور نتیجہ معمول سے پیشتر شائع کیا۔ اوسط فی صدی پاس شدگان ۷۰ اور ۷۱ فی صدی کے بین ہے جو گذشتہ سالوں سے کہیں زیادہ ہے۔ صوبہ بھر میں اوّل رہنے والے طالب علم نے اتنے نمبر حاصل کئے۔ کہ آج تک کسی نے اس امتحان حاصل نہ کئے تھے یعنی ۷۳۳ گویا امتحان ہذا کیا بلحاظ نتائج۔ کیا بلحاظ زیادتی حصول نمبر اور کیا بلحاظ اشاعت قبل از وقت تمام شعبوں میں بہترین رہا۔ جس کے لئے متعلقین مبارکباد کے مستحق ہیں۔　(سجدیوا)

(۱) کنگ جارج ہندو ہائی سکول گوجرانوالہ۔ $\frac{77}{79}$ سکول کی تاریخ میں اس نتیجہ نے کایا پلٹ کا نقشہ دکھایا۔ اکیس سال کی زندگی میں آج تک اتنی تعداد اُمیدواروں کی کبھی شامل امتحان نہ ہوئی تھی۔ نہ ایسا شاندار رزلٹ کبھی حاصل ہوا تھا۔ اگرچہ سکول اپنے لوکل اور مفصل سکولوں سے پہلے بھی شاندار حیثیت لئے تھا مگر سال ۱۹۳۳ء میں تو کمال ہی ہو گیا۔ لالہ رام سروپ صاحب بی اے بی ٹی کے عہد کا پہلا رزلٹ اُن سے ان کے رفقائے کار کے اتحاد۔ تعاون اور کارگذاری کا بہترین ثبوت پیش کرتا ہے۔ ۱۳ لڑکے فرسٹ ڈویژن میں۔ ۴۸ سیکنڈ ڈویژن میں اور ۱۶ تھرڈ ڈویژن میں۔ ایک وظیفہ کی قوی توقع ہے۔ جہاں سکول نے ۹۷.۵ فیصدی رزلٹ نکال کر پچھلا ریکارڈ مات کیا وہاں بالکشن رام مہندی رتہ نے اتنے نمبر حاصل کئے کہ سکول کے یادگاری بورڈ پر پہلے سالوں کے اول رہنے والے امیدواران سے کوئی حاصل نہ کر سکا تھا۔ لالہ رام سروپ صاحب اور ان کے ہمراہی کارکنان کی محنت اور دلچسپی کی داد جس طرح

پبلک دے رہی ہے۔ اپنی مثال آپ ہے۔ ہم بھی بے اختیار تمام متعلقین کو مبارک باد عرض کرتے ہیں۔

(۲) اے ایس ہائی سکول نکودر۔ ۲۵/۲۶ ۳ فرسٹ ڈویژن ۱۸ سیکنڈ اور ۴ تھرڈ ڈویژن۔ نتیجہ ۹۶ فیصدی۔ لالہ کرم چند جی ہیڈ ماسٹر اور سٹاف کی عرق ریزی کا زندہ ثبوت اور وہ سب ہماری مبارک باد کے مستحق۔ (گوردیال سنگھ ماہی)

(۳) ڈی اے وی ہائی سکول پٹی ضلع لاہور۔ ۳۱/۳۸ ۶ فرسٹ ڈویژن سردار ی لعل نے ۶۷۹ نمبر حاصل کئے۔ یونیورسٹی وظیفہ کی یقینی توقع۔ مہتہ رام نارائن صاحب سروانہ بی اے۔ بی ٹی ہیڈ ماسٹر اور انکے قابل سٹاف کو مبارک ہو۔ (وسندہ رام خوشدلیم)

(۴) منوہر لال میموریل ہائی سکول فیروز پور چھاؤنی۔ سکول اپنے متواتر پسندیدہ اور بہترین نتائج کی وجہ سے صوبہ بھر میں بالعموم اور ڈویژن جالندھر میں بالخصوص جو مدامی اور مستقل شہرت حاصل کر چکا ہے۔ محتاج بیان نہیں۔ امسال ۴۲/۴۴ یا ۹۴ فیصدی کامیاب ہوئے۔ ایسا شاندار نتیجہ ضلع ہذا کا کوئی سکول پیش نہیں کر سکا۔ لالہ شام نارائن صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر اور انکے محنتی و مستعد سٹاف کی متحدہ مساعی حسنہ قابل داد ہے۔ تمام متعلقین کو مبارک ہو۔ (جوندلال)

(۵) گورنمنٹ ہائی سکول ٹانڈہ اڑمڑ ۶۶/۸۴ یا ۷۹ فیصدی ۱۰ فرسٹ ڈویژن۔ ضلع ہذا میں ممتاز درجہ۔ جالندھر ڈویژن کے تمام گورنمنٹ سکولوں سے سکول بلحاظ نتیجہ نہ صرف اول نمبر پر ہے بلکہ دیگر مفید تحاریک میں بھی صف اول میں شمار ہونے کے قابل ہے۔ یعنی تعداد شامل شدگان قریبًا یکصد سالانہ۔ ڈسٹرکٹ ٹورنمنٹ میں ہاکی شیلڈ حاصل کرنا۔ سکاؤٹ ریلی کے موقعہ پر بعد مقابلہ بینڈ کی شیلڈ بھی اس سکول نے حاصل کی۔ مزید براں صنعت کاری اور زراعتی تعلیم کا بھی یہی سکول مرکز ہے۔ لالہ دھنپت رائے صاحب ایم اے ہیڈ ماسٹر اور انکے قابل رفقا کار کو مبارک ہو۔ (دوبربھان کالیہ)

(۷) گورنمنٹ ہائی سکول میانوالی۔ ۴۴/۵۱ ۹ فرسٹ ڈویژن ۲۷ سیکنڈ اور ۸ تھرڈ ڈویژن بلحاظ نتیجہ ضلع میں اول نمبر حاصل کیا۔ اور عجب نہیں کہ وہ ڈویژن میں بھی نمایاں حیثیت رکھے۔ خان غلام محمد خاں صاحب ہیڈ ماسٹر اور ان کے محنتی سٹاف کی قابلیت محتاج بیان نہیں۔ آپ کے وقت میں ہی یہ حیرت انگیز شاندار نتیجہ نکلا ہے۔

تقسیم انعامات کے جلسہ میں جو ۱۲ مارچ جناب سی ایچ بیری صاحب انسپکٹر مدارس ڈویژن راولپنڈی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ صاحب بہادر نے اپنے خطبہ صدارت میں اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ سکول ہذا راولپنڈی ڈویژن کے اول درجہ سکولوں سے ہے اور موجودہ ہیڈ ماسٹر صاحب کے عہد میں نمایاں ترقی کر رہا ہے۔ (نند لعل)

لوئر مڈل سکول کلاسکے ضلع گوجرانوالہ کا ۴ اپریل سید شاہ سوار صاحب انسپکٹر کوآپریٹو بنکس کی صدارت میں سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔ چار سب انسپکٹر صاحبان بنکس سیکرٹریان و حصہ داران بنک مقامی ذیلدار و نمبرداران۔ معززین دیہہ سٹاف سکول اور طلبا شامل ہوئے۔ حمد الٰہی کے بعد قرض کی خرابیوں اور زیور پہننے کے نقصانات پر گیت گائے گئے۔ اخلاقی نظمیں پڑھی گئیں۔ طلباء جماعت پنجم و ششم نے مشاعرہ کیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے چیچک سے بچنے کی تدابیر اور ٹیکہ کے فوائد بیان کئے۔ صاحب صدر نے کوآپریٹو بنکوں کے فوائد۔ مویشیوں کی پرورش۔ کھاد کی حفاظت کا عمدہ طریقہ۔ عمدہ بیج کی شناخت اور انگریزی ہلوں کے استعمال و فوائد پر جامع تقریر فرمائی۔ اور کفایت شعاری کی تلقین کی گئی۔ سالانہ رپورٹ ہر پہلو سے حوصلہ افزا تھی۔ زاں بعد فراہمی طلبا کے صلہ میں۔ جماعت میں اول رہنے زیادہ حاضریوں۔ اور زبانی دلچسپ مضمون سنانے کے صلہ میں مستحقین کو انعامات تقسیم ہوئے۔ صاحب صدر نے خندہ جبینی سے پنڈت سندر داس صاحب ہیڈ ماسٹر کی تعلیمی کارگزاری۔ ضبط مدرسہ اور ادائیگی فرائض کی تعریف کی بعد میں بچوں میں شیرینی تقسیم ہوئی۔ (رجے گوپال داس شرما)

گورنمنٹ ہائی سکول گوجرانوالہ میں ۵ اپریل کو ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں ماتمی جلسہ ہوا۔ جس میں جناب لالہ پرسرام صاحب بی اے بی ٹی ای ایس سابق ہیڈ ماسٹر سکول ہذا۔ حال ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ

ہائی سکول فیروز پور شہر کی ناگہانی اور بے وقت موت پر ہر ایک ممبر نے افسوس ظاہر کیا۔ مرحوم نیک طینت بردبار۔ خلیق اور ہمدرد انسان تھے۔ اپنے ماتحتوں سے انکا سلوک ہمیشہ برادرانہ رہا۔ ایسے نیک دل اور شریف النفس انسان کا دُنیا سے اُٹھ جانا دُنیا کی بے ثباتی کی پوری یاد دلاتا ہے۔ مرحوم کی شرافت کا چرچا آج ان کی موت کے بعد بھی باقی ہے۔

خیرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر ۔۔۔ زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

آخر قرار پایا کہ یہ جلسہ مرحوم کی بے وقت موت پر بیحد افسوس کرتا ہے اور بارگاہ الٰہی سے ملتجی ہے کہ مرحوم کی آتما کو خوش و خورم رکھے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی طاقت عطا فرمائے۔ (موہن سنگھ سیکرٹری)

رہنمائے تعلیم لالہ پرسرام صاحب کی بے وقت موت پر اظہار افسوس کرتا ہے اور انکے پسماندگان سے اظہار ہمدردی۔ (ایڈیٹر)

مڈل سکول چوہا خالصہ ضلع راولپنڈی

لالہ ٹھاکرداس صاحب پوری بی اے ہیڈ ماسٹر سکول کا تبادلہ اینگلو ورنیکلر مڈل سکول بُسانی میں ہوا۔ جس کو ہر قوم و طبقہ کے فرد بشر نے نہایت افسوس اور رنج سے سُنا۔ آپ اعلےٰ درجہ کے کارکُن ملنسار شریف اور علمی قابلیت میں بھی شہرہ آفاق تھے۔ آپکے زیر سایہ دو سال کے قلیل عرصے میں سکول نے ہر پہلو میں نمایاں ترقی کی تھی اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی تبدیلی نے پبلک کے دلوں پر گہرا اثر ڈالا۔ چنانچہ ۱۵؍ اپریل کو کرنل بخشی ہیمراج صاحب کی صدارت میں شاندار الوداعی جلسہ منعقد ہوا جس میں اہالیان دیہہ کے علاوہ علاقہ کے برگزیدہ اشخاص کافی تعداد میں جمع تھے۔ کوئی درجن سے زیادہ احباب نے صاحب موصوف کی قابلیت۔ شرافت۔ ملنساری اور سکول کی تعلیمی جسمانی اور اخلاقی ترقی پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اخیر میں صاحب صدر نے پبلک کی طرف سے آپ کی خدمت میں ایک ریشمی سروپا پیش کیا جسے آپ نے جوابی تقریر و شکریہ کے بعد قبول فرمایا۔ سب نے آپ کی درازی عمر اور اقبال کے لئے دعا کی اور ۱۶؍ اپریل کو صبح تمام اہل قصبہ نے پھولوں کے ہاروں سے آپ اور آپکے پروار کو الوداع کیا۔ (للا بھ سنگھ)

ایمرسن مڈل سکول اڑہال ضلع شملہ

۱۸؍ اپریل کو ٹھاکر تلسی رام صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں سکول ہذا کے بانی سر ہربرٹ ولیم ایمرسن کے پنجاب میں گورنری کے عہدہ جلیلہ کی تقرری کی خوشی میں جلسہ منعقد ہوا۔ آپ ریاست بشہر کے منیجر رہ چکے ہیں اور ۱۹۱۳ء میں اس سکول کی بُنیاد رکھ کر ریاست میں اپنی یادگار قائم کر گئے ہیں۔ خدا کرے کبھی سکول میں دوبارہ آپکے دیدار نصیب ہوں۔ اتفاق رائے سے مبارک باد کا ریزولیوشن پاس ہوا اور اس خوشی میں سکول میں آدھے دن کی تعطیل ہوئی۔ (امورت سنگھ)

گورنمنٹ ہائی سکول شرقپور ضلع شیخوپورہ

سکول یونین کے زیر اہتمام ۲۴؍ اپریل شام کو جناب ہیڈ ماسٹر صاحب کی صدارت میں میاں نثار احمد صاحب بی اے بی ٹی نے میجک لینٹرن لیکچر دیا۔ جس میں ہوائی پرواز کی تدریجی ترقی کی تاریخ بیان کی گئی۔ اور بتایا کہ ہوا بازی کی موجودہ سٹیج تک پہنچنے کے لئے کس قدر تجربے عمل میں آئے۔ اور کتنی قیمتی جانیں نہنگ اجل کا لقمہ ہوئیں۔ دوران تقریر میں آپ نے زمانہ قدیم کے بیلوں اور گلائیڈرز کا ذکر بھی کیا۔ اور ہوا سے ہلکے اور بوجھل طریق پرواز کا فرق وضاحت سے حاضرین کو سمجھایا گیا پردے پر ہوائی جہاز کی مختلف حالتوں کی تصاویر دکھائی گئیں۔ اور تمام مشینری سے پوری واقفیت دلائی گئی۔ مشہور ہوابازوں مثلاً لینڈن برگ۔ سر ایلن کابھم۔ لفٹننٹ اسٹیشن فورتھ۔ مسٹر و مسز مولین۔ مسٹر چاولہ وغیرہ کی شاندار کامیابیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے سامعین کی معلومات میں ایک معتدبہ اضافہ کیا۔ خاتمہ پر سردار ہزارا سنگھ صاحب پی اے ایس ہیڈ ماسٹر نے مجملاً مونٹ ایورسٹ کے گرد تازہ ترین کامیاب پرواز کا ذکر کیا اور اپنے پرواز کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے

تجربات کے اظہار اور ہوائی پرواز کی آئندہ امکانی ترقیوں کے بیان سے حاضرین کو خورسند کیا۔ (سید محمد صدیق شاہ)

اظہار ہمدردی کا جلسہ

۳ مئی کی صبح کو صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع کانگڑہ اور انکے عملہ نے اپنے خاص اجلاس میں لالہ بھگوانداس صاحب اے ڈی آئی مدارس کانگڑہ کے بہنوئی صاحب کی بے وقت موت کی منحوس خبر پر اظہار افسوس کیا۔ تمام حاضرین نے صدق دل سے دعا کی کہ پرماتما متوفی کی روح کو شانتی اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ تمام حاضرین لالہ بھگوانداس جی کے اس صدمے میں انکے شریک حال ہیں اور اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔ مزید قرار پایا کہ اس قرارداد کی ایک نقل مختلف اخبارات میں شائع کی جائے اور لالہ بھگوانداس صاحب کو بھی ایک نقل بھیجی جائے۔ (دین دیال)

رہنمائے تعلیم اور اس کے کارکنان لالہ بھگوانداس صاحب اے ڈی آئی مدارس ضلع کانگڑہ سے اس سانحہ روح فرسا میں اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔ (سیجدلوا)

گارنٹ مڈل سکول دولتالہ تحصیل گوجرخاں ضلع راولپنڈی

طلباء زیر تعلیم کی تربیت جسمانی کے صحیح انتظام کے لئے چیدہ مدرسین کو ریفریشر کورس میں دعوت شمولیت دی گئی۔ ۴۶ مدرس شامل تھے جن میں چھ اپر مڈل مدارس کے ہیڈ ماسٹر بھی تھے جو کسی قدر بڑی عمر ہونے کے باوجود ڈرل کا کام بڑی دلچسپی شوق توجہ اور مسرت سے سرانجام دیتے رہے۔ پنڈت رام رکھا مل صاحب بی اے ڈی آئی شعبہ فزیکل ٹریننگ نے اپنے فرائض کو ایک ہفتہ ۲۲ اپریل لغایت ۲۹ اپریل کے قلیل عرصہ میں ختم کر کے پختہ بھی کر دیا۔ آپ بڑے خوش اخلاق اور زندہ دل انسان ہیں۔ لالہ سوہن لعل صاحب بی اے بی ٹی اے ڈی آئی گوجرخاں کا انتخاب نہایت معقول تھا اور ہیڈ ماسٹر صاحبان مڈل مدارس کا شامل کرنا آپ کی حکمت عملی تھی تاکہ وہ اپنے ماتحت مدرسین سے بطرز احسن کام لے سکیں۔ رہائشی انتظام مدرسین کا ہر طریق سے معقول اور تسلی بخش تھا۔ اے ڈی آئی صاحب خود شامل پیش کر رہے تھے جس کا صریحی نتیجہ مدرسین کی بیش از بیش چستی کا اظہار اور توجہ سے کام لینا تھا۔ رات کو کیمپ فائر سے دن بھر کی دماغی اور جسمانی تکان کو رفع کیا جاتا تھا۔ ہارمونیم کی روح پرور سُریں۔ گانے والی کی دلکش زیر و بم اور ترنم نوازیاں پُرکیف سماں باندھتی تھیں۔ غرض اس طرح سے سال بھر کا پروگرام ہفتہ میں ذہن نشین کیا گیا۔ دلچسپ کھیلیں سکھائی گئیں۔ ضروری ہدایات تحریری بھی کرادی گئیں۔ یقین کہ مدارس میں طلباء کا جسمانی پہلو بھی جلد از جلد کما حقہٗ ترقی کریگا اور گورنمنٹ کا حقیقی منشا پورا ہو جائیگا۔ (سید علی قدر)

استفسار

میری تبدیلی گورنمنٹ ہائی سکول ٹانڈہ اُرمر سے ہمیر پور ہو گئی ہے۔ اگر کوئی صاحب مجھ سے باہمی تبادلہ کے لئے رضامند ہوں تو مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت فرمائیں۔

دیر بھان کالیہ بی اے منشی فاضل اورینٹل ٹیچر ہمیر پور ضلع کانگڑہ

نغمۂ دل

افتخار الملک لسان الہند حکیم الشعرا حضرت دل شاہجہان پوری کا دیوان لکھنؤ سے نہایت آب و تاب سے شائع ہوا ہے۔ نغمۂ دل بلحاظ طباعت و کتابت صوری و معنوی محاسن بہت دلکش کتاب ہے۔

حضرت دل ہندوستان کے مایۂ ناز شاعر ہیں۔ رنگ جدید میں ہندوستان کے شعرا کی صف میں آپ اپنا جواب نہیں رکھتے۔ آپ کا کلام فلسفیانہ حقائق و معارف سے لبریز ہے۔ اگر میر و مومن و غالب و امیرؔ کو ایک آئینہ میں دیکھنا چاہتے ہو تو کلام نغمۂ دل کا مطالعہ کیجئے۔ ملک بھر کے موقر رسائل نے اچھے اچھے ریویو کئے ہیں۔ ہم پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی سے پُرزور سفارش کرتے ہیں کہ نغمۂ دل کو مڈل مدارس۔ ہائی اسکولوں۔ اور کالجوں میں لائبریری بکسوں کے لئے منظور فرمائے۔

ورنیکلر مڈل سکول ملاپور ضلع انبالہ میں یوم والدین منانے پر حاضری نہایت کافی - لالہ گنداملل صاحب بازار چوہدری نے صدر کے فرائض انجام دیئے - ایم نظام الدین صاحب ہیڈ ماسٹر نے افتتاحیہ تقریر کی - دعائیہ نظم کے بعد سکول کی جماعتوں نے اپنا اپنا مقررہ کام یعنی گفتگوئیں - دیہات سدھار کے گانے - ڈرامے اور مضمون - اخلاقی کہانیاں - سائنس کے دلچسپ تجربے دکھائے - منشی امرناتھ اور منشی بھورام صاحبان نے تعلیم کی ضرورت پر لیکچر دیئے - منشی دیوراج نے ان کی تائید میں تقریر کی - [illegible] صاحب نے علم کی فضیلت اور ضرورت پر پُرزور تقریر کی - طلباء نے اساتذہ کی نگرانی میں جلوس نکال کر دیہات سدھار پر چار کیا - دلچسپ اور مفید گیتوں سے اہل قصبہ کو محظوظ کیا - شام کو میدان میں مختلف کھیل اور جسمانی کرتب دکھائے -

(رچھپال رام خورشید)

ورنیکلر مڈل سکول لنڈھالی ضلع جالندھر میں جناب امین الدین خان بہادر ڈپٹی کمشنر بنیادی پتھر نصب کرنے کو تشریف لائے - سکول خوب آراستہ تھا - آپ کی آمد پر تحصیلدار صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب اور اے ڈی آئی صاحب علاقہ - سب انسپکٹر صاحب پولیس - سردار کرتار سنگھ صاحب سفید پوش اور مختلف حضرات نے دروازہ تک استقبال کیا - پھولوں کے ہار پہنائے باجے نے سلامی دی - گولے سر ہوئے - صاحب ممدوح نے پہلے عمارت زیر تعمیر کا ملاحظہ فرمایا - پھر کرسی صدارت پر جلوہ افروز ہوئے - رنگ پارٹی نے خوش آمدید کا ترانہ گایا - چند طلباء نے مختلف موضوع پر نظمیں سنائیں - ہیڈ ماسٹر صاحب نے رپورٹ پڑھی - ورنیکلر فائنل نتائج اہل دیہہ کے شوق دلی کا ذکر کیا - صاحب صدر نے انعامات تقسیم فرمائے - اردو میں ایڈریس کی کاپیاں حاضرین میں تقسیم ہوئیں - آپ نے فرمایا کہ ہم اہل قصبہ کے تعلیمی شوق سے بہت خوش ہوئے ہیں - امید کہ ڈسٹرکٹ بورڈ کی حالت بہتر ہونے پر ان کی ہمت کی داد دی جائیگی - پھر بنیادی پتھر نصب فرمایا اور لاگ بک میں اعلیٰ ریمارک درج فرمائے - سردار کرتار سنگھ صاحب کی طرف سے ٹی پارٹی دی گئی - نئی عمارت کے چار کمرے - ایک کمرہ دفتر - ایک ہال گودام اور برآمدے جس پر تقریباً اڑھائی ہزار خرچ ہوگا - اور سب اہالیان قصبہ نے خوشی خوشی چندہ جمع کر دیا ہے -

(جسونت سنگھ آزاد)

ڈی بی ہائی سکول خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ یوں تو سکول اپنی نوعیت میں ضلع کے چوٹی کے سکولوں میں شمار ہوتا رہا ہے - پچھلے سال نتیجہ ورنیکلر فائنل سو فیصدی تھا - ایک لڑکے نے ضلع بھر میں اول رہکر اوپن وظیفہ حاصل کیا - امسال لاگ بک میں باوا برکت سنگھ صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس لاہور ڈویژن نے رقم فرمایا کہ نتیجہ ورنیکلر فائنل ہیڈ ماسٹر اور متعلقین کے لئے قابل فخر ہے - یکم اپریل ۱۹۳۳ء سے سکول ہائی درجہ کو حاصل کر چکا ہے - شیخ احمد دین صاحب سہگل ایم اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر نے ایک ہی سال کے عرصہ میں سکول کی فضا میں نرالی روح پیدا کر دی ہے - اس سال چہارم جماعت کا سنٹر نتیجہ سو فیصدی رہا - ورنیکلر فائنل مع انگلش سو فیصدی پانچ لڑکے فرسٹ ڈویژن باقی تو سیکنڈ ڈویژن - پہلے دو طالب علموں کے وظیفہ کی امید ہے - ۳ اپریل لغایت ۹ اپریل تک سکاوٹ پراونشل ریلی والٹن ٹریننگ سکول لاہور کی گراؤنڈ میں گورنر صاحب بہادر کو الوداع کہنے کو ہوئی - سکاوٹس کم و بیش ساڑھے تین ہزار کی تعداد میں تھے - سکاوٹ کرافٹ - ایمبولینس شیلڈز کے مقابلے ہوئے - باقی ڈویژنوں سے چیدہ سکاوٹس آئے - اس سکول کی سکاوٹ ٹیم دوسرے نمبر پر رہی - علاوہ بریں اس سکاوٹ ٹروپ کا ایک لڑکا گورنر صاحب بہادر کی گارڈ آف آنر کے لئے منتخب کیا گیا - سکاوٹ ٹروپ نے اپنی کھیلوں سے صوبہ بھر کے سکاوٹس اور افسران سے داد تحسین حاصل کی - تقریباً ہر کھیل کا علیحدہ علیحدہ فوٹو لیا گیا - ہیڈ ماسٹر صاحب اس تحریک کے روح رواں ہیں اور اس کے مقاصد کو عملی صورت میں دیکھنا چاہتے ہیں (محمد عبید اللہ)

گورنمنٹ مڈل سکول پسرور ضلع سیالکوٹ میں ۲ اپریل کو مس نور اہل صاحبہ اے آر - آر سی سیکرٹری انڈین ریڈ کراس سوسائٹی عین ۱۲ بجے سکول ہذا میں

تشریف لائیں۔ سکول ڈسپنسری۔ لائبریری روم اور تاریخ جغرافیہ کے متعلق تصاویر اور چارٹس دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ بورڈنگ ہوس اور باغیچہ کو بھی دیکھا۔ بورڈنگ ہوس کے احاطہ میں جلسہ ہوا تھا جہاں تمام عمائد شہر۔ مقامی افسر۔ تحصیل ریڈکراس اور مضافات کے جونیر ریڈکراس ممبران بکثرت شامل تھے۔ مسز کیمبل صاحبہ نے صدارت کے فرائض سر انجام دیئے۔ دعا کے بعد ماس ڈرل کا کامیاب شو ہوا۔ مبارک علی نے نظم میں اور کلونت سنگھ نے انگریزی میں مس صاحبہ کو خوش آمدید کہا۔ بلبیر سنگھ اور مقبول الٰہی نے صحت کے عام اصول اور متعدی امراض سے بچاؤ کی تدابیر پر تقریریں کیں۔ قاضی اکرام حسین صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر نے ایڈریس پیش کیا۔ مس صاحبہ نے جوابی تقریر میں سکول کے کام کی بیحد تعریف کی اور فرمایا کہ تمام ہندوستان کا دورہ کیا اور ہر صوبہ میں ریڈکراس کا کام دیکھا۔ تمام صوبوں میں پنجاب۔ پنجاب میں سیالکوٹ اور سیالکوٹ میں پسرور تمام جگہوں سے بازی لے گیا ہے۔ آپ نے ہیڈ ماسٹر صاحب اور سکول سٹاف کو اس اعلیٰ کارگذاری پر مبارک باد دی۔ کپتان صاحب سردار کرتار سنگھ نے مس صاحبہ کا ان کی تکلیف رہنمائی اور بہترین خیالات کے اظہار پر شکریہ ادا کیا۔ صدر صاحبہ نے ریڈکراس کے مقاصد بیان کرتے ہوئے کارکنان سکول کو ان کی حسن کارگذاری پر مبارک باد دی۔ چوہدری محمد ابراہیم صاحب رئیس کی طرف سے ممدوحہ کے اعزاز میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔ (نور حسین)

سنٹر امتحان مڈل سکول چونہی کلاں ضلع انبالہ لالہ رام کشن صاحب اے ڈی آئی مدارس نے اس موقعہ پر مفصلہ ذیل ہدایات طلبا اور مدرسین کو دیں۔

طلبا کو مخاطب کر کے فرمایا عزیز بچو! آج تم اپنی تمام سال کی محنت کا پھل حاصل کرنے یہاں آئے۔ بیشتر اس کے کہ تمہارا امتحان لیا جائے اور تمہیں میزان امتحان میں تولا جائے۔ یاد رکھو کہ کوئی طالبعلم کسی دوسرے سے امداد حاصل نہ کرے۔ اپنی خود اعتمادی۔ خودداری اور دیانت داری کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایمانداری سے اپنا کام کریں۔ کسی کو خیال نہ ہو کہ مجھے یا تمہارے استاد کو تم میں سے کسی بچے کے ساتھ دشمنی ہے۔ جیسا سال بھر تم نے کام کیا ہوگا ویسا نتیجہ تمہارے سامنے نکل آئیگا۔ ہم سب تمہارے خیر خواہ مددگار اور معاون ہیں اور تمہارے سچے رہبر۔ اگر تم میں سے کوئی امتحان کی کسوٹی پر پورا نہ اُترے تو وہ خیال نہ کرے کہ وہ کسی دشمنی کا شکار ہوا ہے۔ بلکہ اسے یاد رہے کہ اس نے محنت میں کمی کی اور آئندہ کے لئے کمر ہمت باندھ کر تیاری کرے اور باتعریف پاس ہو۔ مدرسین سے مخاطب ہو کر آرزو کی کہ آپ کو اب اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہئے۔ اور اپنا کام نہایت محنت اور تندہی سے کرتا چاہئے۔ کیونکہ اب کام کی اصلیت پر نظر خاص ہے۔ جو مدرس اپنے فرائض اچھی طرح پورے کرینگے وہ ترقی کے مستحق ہونگے۔ علاوہ بریں آپ نے فرمایا کہ زیر تربیت بچوں کو اپنے بچے تصور کرو۔ جماعت اول کے ننھے بچوں کو جو کسی دن بڑے ہو کر ناموری کا موجب ہونگے۔ نہایت پریم سے پڑھاؤ۔ ان کی بنیاد کو مستحکم کرو۔ افسران بالا کے احکام کی تعمیل میں کبھی غفلت نہ کرو۔ اور سکول کے اندر کبھی دکھاوے کا کام نہ کرو۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ افسر ہر وقت انکے کام کو دیکھ رہے ہیں اور فرمایا کہ افسران کو مدرسین کے ساتھ بھی سچی ہمدردی ہے۔ (برکت علی)

نتائج امتحان میٹریکولیشن ۱۹۳۳ء (۱) ڈی بی ہائی سکول موروثی پور ضلع لائل پور۔ $\frac{26}{27}$ اوسط فیصدی ۹۶۔ دو وظائف ملنے کی قوی اُمید۔ صرف اسی سال عمدہ رزلٹ نہیں نکلا بلکہ متواتر چار سال سے اسی طرح کی امتیازی پوزیشن حاصل ہے اور نہ صرف ڈویژن ملتان میں بلکہ صوبہ بھر میں نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ اس کامیابی کے لئے سکول موجودہ ہر دلعزیز قابل اور محنتی ہیڈ ماسٹر مستحق مبارکباد ہیں۔ (محمد حیات)

(۲) ایم بی ہائی سکول مکتسر $\frac{15}{15}$ دو فرسٹ ڈویژن بارہ سیکنڈ ڈویژن۔ لالہ کندن لعل صاحب جین بی اے ہیڈ ماسٹر اور سٹاف کو مبارک ہو۔ (محمد حسن)

(۳) گورنمنٹ ہائی سکول سرسہ - ۱۹/۲۱ آٹھ فرسٹ ڈویژن نو سیکنڈ ڈویژن دو تھرڈ ڈویژن - بلحاظ نتیجہ سکول ضلع حصار میں اول رہا ہے اور ڈویژن انبالہ میں بھی ممتاز جگہ حاصل ہے - شیخ محمد جان صاحب ہیڈ ماسٹر اور انکے قابل سٹاف کو مبارک ہو (چھجو رام)

(۴) رامجس ہائی سکولز دہلی - (ا) ہائی سکولز نمبرا ۶۹/۱۲۴ آٹھ فرسٹ ڈویژن (ب) ہائی سکولز نمبر ۲ آنند پربت ۱۳۴/۲۱۳ بارہ فرسٹ ڈویژن بلحاظ تعداد فرسٹ ڈویژن یہ سکول اول رہا - (ج) ہائی سکول نمبر ۳ کوچہ نٹواں ۳۱/۶۳ چار لڑکے فرسٹ ڈویژن (د) رام جس مڈل سکول چاوڑی ۳۷/۴۲ (رحیم جی لال)

(۵) گورنمنٹ ہائی سکول جہلم - اس سال سکول کا نتیجہ امتحان میٹریکولیشن نہایت شاندار رہا ہے - ۱۰۵ طلباء میں سے ۸۷ طلباء کامیاب ہوئے ہیں جن میں سے ۱۲ فرسٹ میں ۴۴ سیکنڈ ڈویژن میں اور ۳۱ تھرڈ ڈویژن میں آئے ہیں - اول رہنے والے طالب علم کے نمبر ۶۱۷ ہیں - اس کامیابی کے لئے تمام اساتذہ سکول اور ہیڈ ماسٹر صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں -

سیکرٹری ٹیچرز ایسوسی ایشن گورنمنٹ ہائی سکول جہلم

مڈل سکول مرچیپور ضلع حصار کے امتحان ورنیکلر فائنل سے ۱۳/۱۴ پاس ہوئے - پنڈت جگن ناتھ جی ہیڈ ماسٹر کو مبارک ہو - تمام سکول کا رزلٹ ۸۸ فیصدی ہے جو آپ کے حسن کارگذاری کا بیّن ثبوت ہے - (برہمیال)

لوئر مڈل سکول ٹورنامنٹ تحصیل خانیوال کے ان مدارس کے ٹورنمنٹ کا اجراء عرصہ چار سال سے ہوا ہوا ہے - جس کے لئے پبلک نے کپ عطا فرمائے ہوئے ہیں - اس سال کے ٹورنمنٹ کے لئے چک نمبر ۹۸/۱۰-آر گیان پورہ کا انتخاب ہوا جس میں ۱۱ لوئر مڈل شامل ہوئے - ٹورنمنٹ کے ساتھ دیہات سدھار کا کام بھی کیا گیا - دیہاتی لوگوں کی کھیلیں فٹ بال رسہ کشی اور دوڑیں بھی کرائی گئیں - دیہات سدھار کی وجہ سے رات کو ڈرامے ہوئے اور اے ڈی آئی صاحب نے تقریریں کیں - حضور کمشنر صاحب بہادر ڈویژن ملتان کے دیہات سدھار کے زریں اصول کو واضح طور پر بیان کیا گیا اور زمینداروں کو ان کی پیروی کی تاکید کی گئی - ٹورنمنٹ دو یوم رہا تیسرے دن تقسیم انعامات کی تقریب وقوع پذیر ہوئی - خوشی کا مقام ہے کہ کھیلوں کے معیار میں کافی ترقی ہوئی ہے - مقابلے سرگرمی سے ہوئے - فٹ بال اور والی بال کا کپ ہنومان گڑھ کے حصے میں آیا - رسہ کشی کا کوٹ سیداں نے جیتا - چک نیازی - بسنت پورہ جہانگیر آباد اور گیان پورہ کی ٹیموں نے بھی مقابلے کئے - ہنومان گڑھ کا ڈرامہ عوام نے بہت پسند کیا - ضبط اور انتظام کی عمدگی کے لئے تمام ہیڈ ماسٹر صاحبان مبارکباد کے مستحق ہیں - اس چک کے سردار صاحبان نے ساڑھے تین سو طلبا اور مدرسین کے کھانے کا انتظام نہایت دریادلی اور فیاضی سے کیا ہندو مسلم انتظامات علیحدہ علیحدہ تھے - جس کے لئے وہ ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں - خاص کر سردار پرتاب سنگھ صاحب ذیلدار اور لفٹنٹ سردار سادھا سنگھ صاحب زمیندار لوئر مڈل کے ٹورنمنٹ کے انعامات کے لئے پینسٹھ روپے چندہ اس چک اور گرد و نواح کے چکوک سے ملے جس کے لئے چندہ دہندگان کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے - لالہ مادھو رام صاحب ہیڈ ماسٹر اور انکا سٹاف بھی مبارکباد کا مستحق ہے کہ انہوں نے ٹورنمنٹ کے انتظام میں خاص حصہ لیا - اور قابل تعریف کام کیا - ملک حسن بخش صاحب فزیکل ٹریننگ سپروائزر کا ممنون ہوں کہ انہوں نے ٹورنمنٹ کا کام نہایت خوبی سے سرانجام دیا - جناب لالہ رام چند صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر کی رہنمائی امداد اور سرپرستی ہر طرح سے قابل شکریہ اور جلسہ انعامات کی صدارت کا سرانجام ہمارے لئے باعث فخر ہے -

(دستخط لالہ چمن لال صاحب اے ڈی آئی خانیوال)

گورنمنٹ ہائی سکول باغبانپورہ ضلع لاہور کے ۱۴ مئی کو مسٹر فیروز خاں یوسف زئی اور قاضی اکرام اللہ خاں صاحب نے سکول سکاؤٹس کے ہمراہ موضع لکھو ڈہیر تحصیل لاہور میں علی الصبح پہنچ کر گاؤں کے ہر گلی و کوچہ میں گشت لگا کر صفائی - تعلیم - ٹیکہ - ملیریا کے موضوع پر مناسب ہدایات دیں - نالیوں کی

پختگی کے لئے موثر گیت گائے اور لیکچر دیئے۔ اور سکول کے احاطہ میں چوہدری محمد عبداللہ صاحب سفیدپوش و ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ لاہور کی صدارت میں سکاؤٹس نے صفائی کا ڈرامہ دکھایا جو نہایت کامیاب رہا۔ حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔ صفائی کے متعلق لیکچر دیئے گئے۔ حاضرین نے حتمی وعدے کئے کہ گندگی اور اروڑیاں گاؤں میں نہ رہنے دینگے۔ (حسن الدین)

ورنیکلر مڈل سکول گھنوری کلاں ریاست پٹیالہ

(۱) تقسیم انعامات کے جلسہ سردار قاضی عبدالعزیز صاحب بی اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع سنام کی صدارت میں ہوا۔ حمد الٰہی کے بعد سرکضور مہاراجہ صاحب بہادر، اور سرکضور ٹیکاجی صاحب بہادر کے حق میں دعائیہ نظمیں پڑھی گئیں۔ کئی اصحاب نے قصیدے پڑھے۔ لالہ موہن لال صاحب ہیڈ ماسٹر نے رپورٹ پڑھی اور سکول کی ہر شعبہ میں ترقی ظاہر کی۔ چالیس روپے کے انعامات بچوں میں تقسیم ہوئے۔ صاحب صدر نے عالمانہ و زرین نصائح سے مالا مال کیا۔ رات کو شری شرون کمار کا نصیحت و سبق آموز ڈرامہ دکھایا گیا۔

(۲) ہیڈ ماسٹر صاحب کی صدارت میں سردار پنڈت بھگت رام صاحب چیف انسپکٹر آف سکولز ریاست پٹیالہ کے مشکوئے دولت میں فرزند ارجمند پیدا ہونے کی خوشی میں مبارک باد کا جلسہ منعقد ہوا۔ پرارتھنا کے بعد طلباء نے اخلاقی نظمیں پڑھیں۔ سرکضور مہاراجہ صاحب بہادر سرکضور ٹیکاجی صاحب بہادر اور مولود مسعود کے حق میں دعائیں کی گئیں۔ مبارک باد کا ریزولیوشن پاس کیا گیا۔ فٹ بال والی بال رسہ کشی کرکٹ لانگ و ہائی جمپ کی کھیلیں طلباء کو کھلائی گئیں۔ ایک نقل سردار ممدوح کی خدمت میں اور دوسرے رہنمائے تعلیم کو ارسال ہوئی۔ (ریاض محمد سیکرٹری)

قابل توجہ صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر ایجوکیشن دہلی و آنریبل چیف کمشنر صاحب بہادر صوبہ دہلی

گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) نے حصہ اول گزٹ نوٹیفکیشن نمبر ۵۴۹۹ R مورخہ ۹ $\frac{3}{32}$ ضابطہ تعلیم پنجاب کی گیارھویں ایڈیشن سنہ ۱۹۳۲ء میں مندرجہ ذیل ترمیم و تنسیخ منظور فرمائی ہے۔

(۱) "دفعہ ۲۰۵۔ رقومات سکول کی ادائیگی۔ اس دفعہ کی بجائے یہ احکام روا رکھے جائیں۔ سکول کی تمام رقوم یعنی فیس، سائنس فیس، بورڈنگ ہوس فیس اور سکول کے منظور شدہ فنڈوں کے چندے اور جرمانہ اجماعی طور پر اس ماہ کی دس تاریخ تک جس کے وہ واجب الادا رہیں ادا کر دیئے جائیں ورنہ اس کے بعد سیکنڈری ڈیپارٹمنٹ میں ار یومیہ۔ ورنیکلر سکولز میں ۶ پائی یومیہ اور پرائمری مدارس میں تین پائی یومیہ جرمانہ دینا ہوگا۔ . . . . الخ"

صوبہ دہلی کے لئے ہر دو اصحاب والاشان کی توجہ دلائی جاتی ہے کہ وہ بھی اپنے صوبہ کے مدارس میں اس رعایت کو روا رکھ کر متعلقین کو شکر گذاری کا موقعہ دیں۔ مزید براں ان سے یہ بھی درخواست ہے کہ براہ کرم نارمل سکولوں کے داخلے کے وقت اساتذہ کے بچوں کا سب سے پہلے خیال رکھا جایا کرے۔ اور انہیں کسی قسم کے مقابلے کے بغیر داخل فرمایا جایا کرے۔

(۲) سکول کے ادنے ملازمین چپراسی وغیرہ کے بچوں کی فیس بھی پچاس روپیہ ماہوار والے مدرسین کی طرح معاف ہو اور ان ملازمین کو بھی اگر پراویڈنٹ فنڈ میں حصہ دیا جائے تو علیحدگی کے وقت انکے پاس کچھ اندوختہ ہوسکتا ہے۔

(۳) **شکریہ**۔ پنجاب یونیورسٹی نے آخر دہلی کی لڑکیوں کی تکلیف کو محسوس کیا اور دہلی میں ہندی رتن۔ ہندی بھوشن وغیرہ امتحانات کا سنٹر منظور کر لیا جس کے لئے دہلی والے اس کے ممنون ہیں۔ اگر یونیورسٹی لڑکیوں کے امتحانات کیلئے بھی دہلی کو سنٹر مقرر کرے تو مزید احسان ہوگا۔

متفرق۔ رائے کلارناتھ صاحب ایم اے مینیجر رام جس ہائی سکول نے نمبر ۲ ہائی سکول نیو دہلی میں کناٹ پیلیس پر کھول دیا ہے۔ رام جس انسٹی ٹیوشن میں تین ہزار کے قریب طلبا تعلیم پا رہے ہیں۔ شمالی ہند میں اتنی بڑی کوئی انسٹی ٹیوشن نہیں جس کے ماتحت ایک انٹرمیڈیٹ کالج۔ چار ہائی سکول دو مڈل سکول پانچ پرائمری سکول ایک لوئر مڈل سکول اور ایک گرل سکول ہو۔ (دھیرجی لال)

ایڈیٹوریل نوٹ

اعتراف خدمات حسنہ سررشتہ تعلیم پنجاب کی طرف سے جو پنجسالہ رپورٹ حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں متعلقین کی حوصلہ افزائی کے لئے اُنکے حسن کارگزاری کا اعتراف نہایت موزوں الفاظ میں کیا گیا ہے۔ چنانچہ

(۱) ڈپٹی انسپکٹر اصحاب کی ذیل میں انبالہ۔ ملتان اور راولپنڈی ڈویژن کے ڈویژنل انسپکٹر صاحبان نے اپنے ڈپٹی صاحبان کے وفادارانہ اشتراک عمل اور دیانتدارانہ کارگذاری کا کھلے دلوں اقرار کیا ہے۔

مسٹر ولسن نے تو سردار دیوا سنگھ صاحب کی نسبت خصوصاً اس امر کا اظہار کیا ہے کہ سردار صاحب نے مسٹر موصوف کی رخصت کی اثنا میں پولیٹیکل شور و شر کے باوجود اپنے فرائض کو نہایت خوبی سے سرانجام دیا اور اپنے ماتحت سکولز کو اس شور و شر سے پورے طور پر محفوظ رکھا۔ اسی طرح خانصاحب شیخ اللہ رکھا صاحب کے تعاون اور حسن تدابیر کو دل سے سراہا گیا ہے۔

(ب) ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب کی حسن کارگزاری کا بحیثیت ایک ایگزیکٹو افسر ہونے کے پورے طور پر اعتراف کیا گیا ہے۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ مدارس میں تعداد طلبا کی بڑھوتری۔ حاضری روزانہ میں نمایاں ترقی لازمی تعلیم اور امداد باہمی کی اشاعت خاص طور پر مطمح نظر رہی ہے اصحاب ذیل اس بارے میں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

انبالہ ڈویژن۔ لالہ پربھدیال صاحب حصار۔ پیر محمد نواز خاں صاحب کرنال۔

جالندھر ڈویژن۔ لالہ دیوان چند صاحب ہوشیارپور۔ پنڈت مرلی دھر صاحب مودگل کانگڑہ۔ سردار جوگندر سنگھ صاحب فیروزپور

لاہور ڈویژن۔ لالہ بھانا رام صاحب امرتسر۔ میاں محمد الحسن صاحب گوجرانوالہ۔ باوا برکت سنگھ صاحب لاہور

ملتان ڈویژن۔ لالہ رام چندر صاحب ملتان چوہدری احمد حسن صاحب منٹگمری۔ چوہدری سردار عالم صاحب جھنگ

راولپنڈی ڈویژن۔ پیر محمد یعقوب شاہ صاحب جہلم۔ سردار بکرم سنگھ صاحب راولپنڈی۔ چوہدری غلام محی الدین صاحب گجرات۔

(ج) اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب (ڈویژن وار)

(۱) پنڈت سورج بل صاحب انبالہ۔ مسٹر ایس ایف ڈین رہتک۔ سردار اُجاگر سنگھ صاحب حصار۔

(۲) سردار اندر سنگھ صاحب و چوہدری گوردا س سنگھ صاحب ہوشیارپور۔ لالہ بھگوانداس صاحب کانگڑہ

(۳) پنڈت مہاراج نارائن صاحب رازدان گورداسپور۔ بیدی نرنجن سنگھ صاحب امرتسر۔ شیخ غلام محی الدین صاحب لاہور

(۴) مفتی محمد زمان صاحب منٹگمری۔ سید چمن شاہ صاحب جھنگ۔ سردار کاسا سنگھ صاحب لائل پور۔

(۵) ایم نجم الدین شاہ پور۔ سید شبیر حسین صاحب گجرات۔ سردار بنتا سنگھ صاحب راولپنڈی

رہنمائے تعلیم تمام متذکرہ صدر افسران بالادست کی خدمت میں اس کامیابی پر صدق دل سے مبارکباد عرض کرتا ہے اور وہ دل سے آرزو مند ہے کہ انہیں سررشتہ کے اعلےٰ حکام کی بارگاہ سے اسی طرح خوشنودی مزاج کے حوصلہ بخش ریمارک عطا ہوتے رہیں۔ اور وہ اپنے ہمعصروں سے ممتاز ہو کر شاہراہ ترقی پر گامزن رہیں۔

خوشی کی بات ہے کہ بعض ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب کو ڈپٹی انسپکٹری کے ممتاز عہدہ پر ترقی مل چکی ہے اور بعض اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب کو ڈسٹرکٹ انسپکٹری کا عہدہ حاصل ہو چکا ہے۔ رہنمائے تعلیم متمنی ہے کہ باقی اصحاب کو بھی اسی طرح اعلےٰ عہدوں پر فائز ہونے کا موقعہ ملے اور وہ اپنے حسن خدمات کے اجر اور صلے سے پورے طور پر بہرہ ور ہوں

امتحان میٹریکولیشن کے نگران اور ورنیکل ٹیچرس

اس عنوان پر اپریل نمبر میں اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر کسی قدر حقیقت کا انکشاف کیا گیا تھا کہ ورنیکل ٹیچرس کو امتحان میٹریکولیشن کے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ مقرر کرنے میں کس طرح بخل کو کام فرمایا جاتا ہے۔ اور اس کے لئے صاحب کنٹرولر بہادر سے آرزو کی گئی تھی کہ وہ اعداد اور شمار پر روشنی ڈالیں کہ کس قدر ورنیکل ٹیچرس کی سفارش ہیڈ ماسٹر صاحبان نے فرمائی اور ان میں سے کتنے کامیاب ہوئے دوسری جانب ورنیکل ٹیچرس سے بھی گذارش کی تھی کہ وہ اپنی نسبت اطلاع دیں کہ کبھی ان کی سفارش ہوئی اور انہیں امتحان کا نگران ہونے کا موقعہ ملا یا نہ؟ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہر دو جانب سے کوئی جواب یا اطلاع نہیں پہنچی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہت کم ورنیکل ٹیچرس کو امتحان میٹریکولیشن کا نگران ہونے کا موقعہ ملتا ہے۔ اسی سال صاحب کنٹرولر پنجاب یونیورسٹی نے ہمارے سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب سے درخواست کی کہ وہ امتحان انٹرمیڈیٹ سنہ ۱۹۳۳ء کے لئے اپنے سکول کے تین چار استادوں کی بغرض نگرانی سفارش کریں۔ ایس اے وی ٹرینڈ کو تین روپے روزانہ اور باقی اشخاص کو دو روپے روزانہ معاوضہ ملیگا۔ چنانچہ سکول نے ایک ایس اے وی سرٹیفکیٹ گریجوایٹ کے ساتھ ہماری بھی سفارش کی مگر صرف اول الذکر صاحب ہی لئے گئے۔ ہمیں اپنے ایک مہربان سے جو اس سال امتحان میٹریکولیشن کے سپرنٹنڈنٹ تھے پتہ چلا کہ کنٹرولر صاحب امتحان نے انکو ہدایت کی تھی کہ وہ اپنی امداد کے لئے اپنے سکول کے عملہ سے کسی قابل اعتماد ٹرینڈ گریجوایٹ کو بطور اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ اپنے آپ لے جا سکتے ہیں۔ مگر اس سے کم قابلیت آدمی کے لئے خواہ وہ کس قدر دل و دماغ کیوں نہ رکھتا ہو اجازت نہیں۔

کاش کہ یونیورسٹی اپنے مجوزہ احکام کی آپ پابندی کرنا سیکھے یا صاف طور پر اعلان کردے کہ صرف ٹرینڈ گریجویٹ ہی امتحانات کے نگران ہو سکتے ہیں۔ تاکہ دوسرے استاد آئندہ کے لئے مایوس ہو کر بالکل خاموش رہیں۔

پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کی ادب نوازی

سیکرٹری صاحب پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کی طرف سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ کمیٹی نے مندرجہ ذیل بزرگواروں کو ان کی ادبی خدمات کے صلے میں بیش بہا انعامات عطا فرمائے جو ان کے نام نامی کے مقابل درج ہیں۔

اردو علم ادب کے لئے

(۱) سید امتیاز علی صاحب تاج ریلوے روڈ لاہور مصنف "انارکلی" .. .. .. ۹۰۰ روپے

(۲) خان افضل خان صاحب مرحوم "تکمیل موسیقی" ۴۵۰ روپے

پنجابی

(۳) آنریبل خان بہادر چوہدری سر شہاب الدین صاحب بی اے ایل ایل بی (نائٹ) مسدس حالی کے پنجابی ترجمے کے لئے ۹۰۰ روپے

(۴) لالہ دھنی رام صاحب چترک مالک سدرشن پریس امرتسر "چندن واری" تصنیف کے لئے ۹۰۰ روپے

ہندی

(۵) پنڈت راجہ رام صاحب پروفیسر ڈی اے وی کالج لاہور مصنف اتھرون وید سنتا بھاشا بھاشیہ پرتھم بھاگ (کنڈا تائے) ۶۷۵ روپے

(۶) پنڈت بھگوت دت صاحب ایم اے پروفیسر ڈی اے وی کالج لاہور مصنف تاریخ ادبیات وید جلد اول و دوم "تشارجن وید" ۴۵۰

(۷) پنڈت اودے شنکر صاحب بھٹ لاہور مصنف "تکشا بشلا کو یا" ۴۵۰ روپے

(سپید لوا)

گورنمنٹ گزٹ

ہر ضلع میں ڈسٹرکٹ سپروائزر (فزیکل ٹریننگ) کی اسامی پر جو بزرگوار مقرر ہوئے ہیں۔ ان کا عہدہ اے ڈی آئی شعبہ فزیکل ٹریننگ ہوگا۔ ان کے نام نامی حسب ذیل ہیں:۔

(۱) چوہدری رام ہر صاحب ضلع رہتک (۲) لالہ بارو رام صاحب ضلع گوڑگانوہ (۳) چوہدری دھوپن سنگھ صاحب ضلع حصار
(۴) خواجہ محمد تقی حسین صاحب ضلع انبالہ (۵) ایم عبدالرحمٰن صاحب ضلع کرنال (۶) پنڈت چاند کشور صاحب ضلع کانگڑہ
(۷) بھائی اندرجیت سنگھ صاحب ضلع جالندھر (۸) ایم محمد علی صاحب ضلع ہوشیارپور (۹) بھائی سپورن سنگھ صاحب ضلع فیروزپور
(۱۰) پنڈت دینا ناتھ صاحب ضلع لدھیانہ (۱۱) لالہ وشوا ناتھ صاحب ضلع لاہور (۱۲) مسٹر اے بی داس ضلع امرتسر
(۱۳) مسٹر جے فرانسیس ضلع گورداسپور (۱۴) بخشی سنسار چند صاحب ضلع سیالکوٹ (۱۵) لالہ بہل چند صاحب ضلع شیخوپورہ
(۱۶) پنڈت درگا داس صاحب ضلع گوجرانوالہ (۱۷) لالہ سائیں دت صاحب ضلع میانوالی (۱۸) لالہ سوہن لال بالی ضلع شاہ پور
(۱۹) بھائی گوپال سنگھ صاحب ضلع جہلم (۲۰) ایم عبدالغنی صاحب ضلع گجرات (۲۱) لالہ ٹیک چند صاحب نندہ ضلع کیمبل پور (اٹک)
(۲۲) لالہ رام رکھا مل صاحب ضلع راولپنڈی (۲۳) ایم عبدالحکیم صاحب ضلع لائل پور (۲۴) لالہ ہنسراج صاحب ضلع ملتان
(۲۵) لالہ کشن پال صاحب ضلع مظفر گڑھ (۲۶) چوہدری اللہ دتا صاحب ضلع جھنگ (۲۷) لالہ گوردھن مہتانی ضلع منٹگمری
(۲۸) ایم ظفر علی صاحب ضلع ڈیرہ غازیخاں

خان بہادر شیخ نور الٰہی صاحب ایم اے آئی ای ایس عہدہ اسسٹنٹ ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب پر مستقل ہوئے۔

لالہ امیر چند صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج دھرم سالہ میں لیکچرار مقرر ہوئے۔ آپ نے ۳ر مارچ ۱۹۳۳ء قبل دوپہر اپنے عہدہ کا چارج لے لیا۔

لالہ رام لال صاحب نندہ ٹیچر انٹرمیڈیٹ کالج رہتک (حال زیر تربیت ٹریننگ کالج لاہور) اپنی تنخواہ پر ٹیچر گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج پسرور مقرر ہوئے۔

بھائی جسونت سنگھ صاحب اپنے گریڈ ۱۱۰ - ۵ - ۱۲۵ میں گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج پسرور سے سینیئر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول امرتسر کے عہدہ پر ۲۰ر مارچ سے مقرر ہوئے۔

مس ایل ای تھامس پرسنل اسسٹنٹ ڈپٹی ڈائرکٹرس زنانہ شاخ پی ای ایس کے گریڈ درجہ اول ۲۰۰ - ۲۵ - ۶۲۵ - ۶۵۰ - ۲۵ - ۸۵۰ میں ترقی پا کر قائمقام ڈپٹی ڈائرکٹرس سررشتہ تعلیم پنجاب مقرر ہوئیں۔

ایم شبیر محمد صاحب ترمذی بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول دہلی یکم اکتوبر ۱۹۳۲ء قبل دوپہر سے پی ای ایس کے گریڈ ۲۵۰ - ۲۵ - ۵۰۰ - ۲۵ - ۶۰۰ میں مستقل ہوئے۔

پیر محمد نواز صاحب بی اے بی ٹی ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع کرنال بھی پی ای ایس کے گریڈ میں مستقل ہوئے۔

لالہ گھنی شا داس صاحب بی ایس سی بی ٹی لیکچرار سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور بھی پی ای ایس کے گریڈ میں مستقل ہوئے۔

مس اے آر حسین صاحبہ شاخ زنانہ کے پی ای ایس کے گریڈ جماعت دوم (۲۰۰ - ۲۰ - ۴۰۰ - ۲۵ - ۵۰۰) تاریخ حاضری سے اسسٹنٹ مسٹرس کوئین میری کالج لاہور مقرر ہوئیں۔

مسٹر ڈبلیو اے ہارنس بی اے پروفیسر سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور ۲۳ اپریل یا یوم حاضری سے انسپکٹر مدارس ڈویژن راولپنڈی مقرر ہوئے۔

مس ڈی سٹینلے اسسٹنٹ مسٹرس کوئین میری کالج لاہور کو یکم جون ۱۹۳۳ء سے ۲۰ جولائی ۱۹۳۳ء تک سالم تنخواہ پر رخصت ملی جس کے بعد کالج کی تعطیلات سے بھی وہ بہرہ ور ہو سکیں گی۔

مسماۃ محمودہ بیگم صاحبہ (۳۵-۳-۵۰) ورنیکلر ٹیچر گرل سکول امرتسر سے گورنمنٹ ہائی سکول گورداسپور تبدیل ہوئیں۔

چوہدری محمد حسین صاحب قائمقام انسپکٹر ورنیکلر ایجوکیشن کو یکم اکتوبر ۱۹۳۳ء سے ضلع لاہور کی ڈسٹرکٹ انسپکٹری کا حق ملا۔ لیکن تا صدور احکام ثانی میاں محمد عطاء اللہ صاحب پی ای ایس کے دوسرے گریڈ میں ضلع لاہور کے قائمقام ڈسٹرکٹ انسپکٹر رہیں گے۔

مس اے پیرس یکم مارچ ۱۹۳۳ء سے ۱۳۵-۱۰-۱۸۵ کے گریڈ میں لارنس کالج گھوڑا گلی کی قائمقام اسسٹنٹ مسٹرس مقرر ہوئیں۔

مس جے وارڈے جینیس یکم مارچ سے ۱۳۵-۱۰-۱۸۵ کے گریڈ میں گھوڑا گلی لارنس کالج میں قائمقام اسسٹنٹ مسٹرس مقرر ہوئیں۔

مسز لے بیڈل ۱۵ مارچ ۱۹۳۳ء سے ۱۱۰-۴-۲۰۰ کے گریڈ میں گھوڑا گلی لارنس کالج کی قائمقام میٹرن مقرر ہوئیں۔

مس میری ایم سی کین یکم مارچ سے ۱۱۰-۶-۱۴۰ کے گریڈ میں لارنس کالج گھوڑا گلی کی قائمقام ہاسپٹل میٹرن مقرر ہوئیں۔

مسٹر سی ایچ بیری ایم اے انسپکٹر راولپنڈی ڈویژن پی ای ایس جماعت اول کے ٹائم سکیل (۳۶۰-۴۰-۷۲۰-۷۶۰-۴۰-۸۰۰-۵۰-۱۰۰۰ ایک سال کے وقفہ پر ۵۰-۱۱۵۰ روپیہ) میں اپنی اسامی اور گریڈ میں مستقل ہوئے۔ آپ اب چیفس کالج لاہور کے پرنسپل مقرر ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ صاحب (۱۴۰-۱۹۰) اپنی تنخواہ پر ڈیمونٹ مورنسی کالج شاہپور صدر میں لیکچرر مقرر ہوئے۔

ایم عبدالحی صاحب (۱۱۰-۱۲۵) اپنی تنخواہ پر گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج جھنگ تبدیل ہوئے۔

شیخ محمد شریف صاحب ایم اے ڈپٹی انسپکٹر مدارس جالندھر ڈویژن پی ای ایس گریڈ اول یونیورسٹی تحقیقاتی کمیٹی کے کام سے فارغ ہو کر ڈپٹی انسپکٹر مدارس لاہور ڈویژن مقرر ہوئے۔

باوا برکت سنگھ صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس لاہور ڈویژن اپنی اسامی اور گریڈ میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس جالندھر ڈویژن مقرر ہوئے۔

لالہ شام چند صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس جالندھر ڈویژن اپنی اسامی اور گریڈ میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس راولپنڈی ڈویژن مقرر ہوئے۔

مس جی ہیریسن بی اے آئی ای ایس پرنسپل زنانہ کالج لاہور کو علاوہ اس رخصت کے جو گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) کے حکم سے دی گئی تھی اور جس میں ہائی کمشنر صاحب لنڈن نے ایزادی فرمائی تھی۔ اس میں مزید توسیع ہوئی اور نصف اوسط تنخواہ پر ۲۵ ستمبر ۱۹۳۳ء تک کی رخصت منظور ہوئی۔

مس ڈی۔ ای۔ ایم رائٹ بی اے لیکچرار زنانہ کالج لاہور بدستور قائمقام پرنسپل رہیں گی۔

لالہ رام لال صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول پھلور لالہ پرسرام صاحب مرحوم کی جگہ تاریخ حاضری سے ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول فیروزپور مقرر ہوئے۔

ریویوز

سب رس یعنی قصۂ حسن و دل سب جانتے ہیں کہ اُردو زبان میں پہلے پہل زیادہ تر لوگوں کا میلان شاعری کی طرف تھا۔ اور زبان میں جس قدر وسعت اور صفائی پیدا ہوئی وہ انہی شعرائے متقدمین کی بے لوث خدمات کا نتیجہ ہے۔ نثر کی طرف اُس زمانے میں بہت کم توجہ تھی۔ بعض بزرگوں نے نثر نویسی کی طرف توجہ کی لیکن وسائل طباعت و اشاعت کی قلت کی وجہ سے اُن تصنیفات کی کافی اشاعت نہ ہوئی۔ چند قلمی نسخے لوگوں کے کتب خانوں کی زینت بنے رہے۔ جب علم اللسان کے محققین کو ایسی کتب کی جستجو ہوئی تو جو پہلے مل گئی وہی پہلی تصنیف سمجھی گئی۔ چنانچہ اُردو نثر کی پہلی کتاب آج تک میر فضلی کی "دہ مجلس" ہی مانی جاتی رہی ہے۔ آزاد مرحوم جیسے محقق شخص نے بھی دہ مجلس کے متعلق لکھا ہے کہ غالباً اُردو نثر کی پہلی تصنیف ہے۔ لیکن زمانۂ حال کے محققین نے اور آگے سراغ چلایا ہے۔ چنانچہ اُردو زبان کے مربی و محسن عالیجناب مولوی عبدالحق صاحب بی اے معتمد انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن کی مساعی جمیلہ نے کھوج نکالا ہے۔ کہ دہ مجلس سے بہت پہلے کی اور غالباً پہلی اُردو نثر کی تصنیف سب رس ملا وجہی گولکنڈے کے مشہور شاعر کے بہترین شاہکاروں میں شمار ہوتی ہے کہ جس کا ماخذ فتاحی نیشاپوری کی مثنوی "دستورِ عشاق" کا خلاصہ "حسن و دل" ہے۔ جس کی خوشہ چینی مختلف شعرا اور انشا پردازوں نے کی۔

مولوی عبدالحق صاحب نے سب رس مصنفہ ملا وجہی کے متعدد نسخے تلاش کر کے اُن کی مدد سے ایک صحیح نسخہ مرتب کیا۔ اور ایک مبسوط و محققانہ مقدمہ کے ساتھ بڑی خوبی کے ساتھ زیور طباعت سے مزین کر کے منصۂ شہود پر لا بٹھایا ہے ضخامت تین سو صفحات سے زیادہ ہے۔ جس کے مقابلے میں قیمت نہایت ہی کم ہے۔ مجلد چار روپے (للعہ) بے جلد تین روپے آٹھ آنہ (سہ۸ر) ہم مولوی عبدالحق صاحب کی خدمت میں ہدیۂ تہنیت پیش کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک بڑی قابلِ قدر ادبی خدمت انجام دی ہے جس کے لئے ادبی دُنیا اُن کی مرہون منت ہے۔

لمعاتِ برق مصنفہ ایم غلام جیلانی صاحب برق ایم اے ایم او ایل مولوی فاضل منشی فاضل آنرز اِن اُردو (ہیڈ ماسٹر) پچاس مضامین کا ایک بے نظیر مجموعہ ہے جس کا ہر مضمون آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ برق صاحب نے حقیقتاً اپنی تصنیف میں وہ نور اور روشنی بھر دی ہے۔ کہ ان سے آنکھوں کو روشن کرنا اور دل کو نورانی کرنا اسی کو نصیب ہوگا۔ جو اس کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوگا۔ حقیقت اور واقعیت کو ظرافت کے ساتھ جو چاشنی دی ہے ناظرین کی دلکشی اور دلچسپی کی نئی راہ کھول دی ہے۔ مضامین میں علمیت واقفیت اور آگہی کو کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ اگر ایک جگہ عرب کے زمانہ جاہلیت کی شاعری کو ظاہر کیا ہے اور اس کے کمالات طنطنت ازبام کئے ہیں تو دوسری طرف ملٹن اور ملک الشعراء لارڈ ٹینی سن کی شاعری کے اچھوتے خیالات کو اپنے الفاظ کا وہ جامہ پہنایا ہوا ہے۔ کہ ناظر چونک اُٹھتا ہے اور اسے شک ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ ہے یا اصل؟ مضمون نویسی کا مضمون ورنیکلر ٹیچروں کے لئے خضر راہ ہے۔ ادبیات عامہ کے چند دلفریب مناظر میں غالب۔ فردوسی۔ انیس اور اقبال کی بلند خیالیوں پر آپ کے قلم نے ایسی جولانیاں دکھائی ہیں کہ کیا کوئی دکھائیگا۔ غرض لمعاتِ برق ایک اسم بامسمیٰ نسخہ سیکنڈری مدارس کی ورنیکلر لائبریریوں کی زینت کا موجب ہوگا اور اس کی سرپرستی اور اشاعت نہ صرف قابل مصنف کی حوصلہ افزائی کا موجب ہوگی۔ بلکہ شائقین علم کی تشنگی بجھانے کے لئے آبِ زلال کی کبھی ختم نہ ہونے والی سبیل ہے۔ ہمارے بیان کی صداقت کتاب کے مطالعہ کے بغیر نہیں ہو سکتی جملہ حقوق بنام دیوان وزیر سنگھ اینڈ سنز تاجران کتب چکوال ضلع جہلم محفوظ ہیں اور یہ دلچسپیوں کا

بے بہا خزانہ مجلد عہ قیمت پر اور بلا جلد ۲ار ہیں ان سے مل سکتا ہے۔

سکھ بچوں کا اخلاقی مشیر حصہ اوّل } ماسٹر تھان سنگھ زنگلڑ ورنیکلر ٹیچر گورونانک خالصہ ہائی سکول گوجر خاں ضلع راولپنڈی نے خالصہ سکولوں کے طلبا کے لئے اخلاقی سبقوں کا مجموعہ تیار کیا ہے۔ ہماری دانست میں اسے صرف خالصہ سکولوں کے طلباء کیلئے مخصوص کرنا مصنف کے بخل میں دال ہے۔ کیوں اسے تمام زیر تربیت بچوں کے لئے عام نہ کیا جائے اور ہر ایک کو اس سے مستفیض ہونے کا یکساں موقعہ نہ دیا جائے؟ دھارمک تعلیم کے وقت میں گیانی اور گرنتھی صاحبان خالصہ سکولوں میں جو اُپدیش دیتے ہیں انکو اُردو کا جامہ پہنایا گیا ہے اور ہر اُردو دان بچہ اس سے لطف اندوز ہوسکتا ہے ۵۰ قیمت پر جو نسبتاً زیادہ ہے مصنف سے اور لالہ گلاب چند صاحب کپور اینڈ سنز تاجران کتب انارکلی لاہور سے مل سکتی ہے۔

رپورٹ ایجوکیشنل کمیٹی چیف خالصہ دیوان امرتسر سال ۱۹۳۲ء } رپورٹ کا ذکر کرنے سے پہلے ہمیں آنریبل سردار بہادر سردار تیجا سنگھ صاحب رئیس سیالکوٹ آنریری سیکرٹری چیف خالصہ دیوان ممبر انڈیا کونسل کی بے وقت رحلت کا ماتم کرنا ہے۔ سورگباشی سردار بہادر لگاتار بیس سال دیوان کے آنریری سیکرٹری رہے اور آپ کے عہد میں خالصہ پنتھ نے تعلیمی میدان میں شاندار ترقی کی۔ آپ کی دائمی جدائی سے پنتھ اپنا ایک بے بہا رتن کھو بیٹھا ہے اور اسے ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اکال پورکھ آپ کو سچ کھنڈ میں نواس دیں اور آپ کے چیف خالصہ دیوان کو طاقت عطا کریں کہ وہ آپ کی موت کے صدمے کو صبر اور شکر سے برداشت کرتا ہوا آپ کے خونِ جگر سے سینچے ہوئے پودے کو بدستور سرسبز و شاداب رکھے۔ رپورٹ زیر ریویو سے پتہ چلتا ہے کہ سال ۱۹۳۲ء میں سکھ پنتھ کے ۵۳ ہائی سکول اور ۶۵ اینگلو ورنیکلر مڈل سکول تھے اور سکھ بچوں اور بچیوں کی تعداد بمقابلہ دیگر اقوام (ہندو و مسلمان) ہر طرح سے بڑھ کر اور خاص تسلی بخش ہے۔ برٹش پنجاب میں سکھوں کی آبادی ۳۰۶۴۱۴۴ ہے جس میں سے ۱۸۶۰۴۳ بچے اور بچیاں زیر تربیت ہیں یعنی ۶۰۰۹ فیصدی۔ جو بلحاظ آبادی باقی دو نو اقوام سے بڑھ کر ہے۔ رپورٹ ہذا میں ان مشکلات کا ذکر کیا گیا ہے جو سررشتہ تعلیم کی طرف سے پرائیویٹ امدادی سکولوں کی ہستی کو خطرے میں ڈالنے کا موجب ہو رہی ہیں ان کے لئے انسدادی تدابیر کا بھی ذکر ہے اور ہر شعبہ پر کافی سے زیادہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ غرض رپورٹ چیف خالصہ دیوان کی تعلیمی دلچسپیوں کا ایک مرقع ہے اور سکولوں کی دنیا میں اس کا مطالعہ ہر طرح سے فائدہ بخش ہے۔ اخیر میں دیوان کی سالانہ آمدنی و خرچ کا نقشہ دیا ہے۔ اور اس کی امانتوں اور کفالتوں کا ذکر ہے۔ پنجاب یونیورسٹی تحقیقاتی کمیٹی کے سوالات کے جواب نہایت معقول اور مدلل طرز میں ہیں اور اس کے مرتب کنندگان کی محنت اور دلچسپی قابل داد ہے۔

سکاؤٹ گزٹ دہلی } مئی ۱۹۳۳ء سے عالم وجود میں آیا ہے۔ سید اظہر علی صاحب بی اے آنریری ایڈیٹر اور سید محمد عاصم صاحب شوق ایچ پی۔ ایل۔ بی اے۔ بی ٹی آپ کے معاون ہیں۔ نومولود کا نصب العین سلیس اور عام فہم اُردو میں مختلف صوبجات کے سکاؤٹ ہیڈ کوارٹرز کی اطلاعات شائع کرنا اور ماہران علم سکاؤٹنگ کے مضامین کی اشاعت کرنا ہے۔ کبنگ اور سکاؤٹنگ کی خوبیوں کا واضح کرنا۔ نئے نئے سکاؤٹ کھیل۔ سکاؤٹ ڈرامے اور پٹرول لیڈرز کے نام خطوط شائع کرنے اور ملک کی معزز اور قابل قدر ہستیوں کا ذکر خیر ان کے مضامین سمیت شائع ہونگے۔ انعامی مضامین بھی شائع ہونگے اور وہ ملک کا سکاؤٹر ہوگا۔ سالانہ چندہ تین روپے ۸ر ملنے کا پتہ۔ دفتر سکاؤٹ گزٹ نظام الدین دہلی۔ گزٹ بجائے خود کام کی چیز ہے مگر صفحہ اول کی نیک صلاح کی ذیل میں روا سطے اور استحقاق کے ٹائپ شدہ ہجے قابل اصلاح ہیں۔

مضمون نگاری کے لئے ایک شرط

معزز ہمعصر ایجوکیشنل گزٹ جالندھر نے ہمارے جوبلی نمبر کی اشاعت سے پہلے ہم سے تبادلہ بند کیا ہوا تھا۔ مگر اب اس نے اپنا مئی نمبر ہمیں بغرض ریویو و تبادلہ ارسال کیا۔ ہمعصر موصوف کی یہ غیر متوقع اور ہماری حیرت کا موجب ہوئی کہ اتنی مدت کے بعد خود بخود اس کا دفتر میں پہنچنا اور ریویو اور تبادلہ کی درخواست کرنا چہ معنی دارد؟ مگر اس کے کھولنے کے فوراً بعد ہی یہ عقدہ حل ہو گیا اور حیرت کافور ہو گئی۔ کیونکہ اس نمبر کے صفحہ ۱۵ پر عنوان مندرجہ صدر کے تحت میں اس نے ایم محمد عبد اللہ صاحب ہیڈ ماسٹر لوئر مڈل سکول عیدہ کے نام سے ہمارے ایک اعلان کے برخلاف زہر اُگلا ہے جو رہنمائے تعلیم کے مارچ نمبر میں منیجر صاحب کی طرف سے ابتدائی مدرسین اور عام شائقین کے مضامین کی اشاعت کیلئے چند شرائط لئے ہوئے تھا۔ عجب نہیں کہ اس مضمون پر ہمیں متوجہ کرنے کے لئے یہ آمد ظہور میں آئی ہو جس کے لئے ہم ہمعصر موصوف کے معزز اراکین ادارہ کی توجہ خود انہی کے مئی نمبر کے شذرات پر دلاتے ہیں جس میں انہوں نے بزم اقبال اور بزم ادب جالندھر کی باہمی رقابت اور خصومت کا رونا رو کر بزم ادب سے آخیر میں آرزو کی ہے کہ "اپنا موجودہ رویہ ترک کر دیں۔ اور فرقہ وارانہ جذبات اُبھار کر ہندو مسلم اختلافات کی خلیج زیادہ وسیع اور جالندھر کی پُرامن فضا کو خراب کرنے کی کوشش نہ کریں بلکہ بزم اقبال کی خوشنودی حاصل کر کے آپس میں پھر شیر و شکر ہو جائیں۔"

کاش کہ دیگراں را نصیحت خود را فضیحت کا مقولہ ہمارے ہمعصر کے شامل حال نہ ہوتا۔ اور وہ قولاً و فعلاً انہی خیالات کا پابند رہتا جن کا اظہار اس نے مندرجہ بالا شذرات میں کیا ہے۔

مسٹر عبد اللہ کی شکایت کہاں تک حق بجانب ہے وہ انکے مضمون سے ہی عیاں ہے۔ آپ نے جو بے جوڑ سطریں حوالہ قلم کی ہیں وہ آپکی مضمون نگاری اور انشا پردازی کی خامیوں کا کچا چٹھا ہیں جن سے تنگ آ کر منیجر صاحب رسالہ ہذا اس اعلان کی اشاعت پر مجبور ہوئے تھے۔ اس مضمون کے بعد "دوستوں کی یاد" نامی دوسرا مضمون بھی آپ کے نام سے اسی نمبر میں شائع ہوا ہے۔ شاید اس مضمون کے عطیہ کے شکریہ میں ایجوکیشنل گزٹ نے آپکی بے تکی شکایت شائع کی ہو۔ یہ مضمون جب ہمارے ہاں شائع نہ ہو سکا اور گزٹ نے بلا ترمیم و تنسیخ اسکے غلط سلط فقرات کی پروا نہ کر کے اسے اپنے ہاں جگہ دیدی تو عبد اللہ صاحب اپنے جلے پھپھولے کیوں نہ پھوڑتے؟ آپکی شکایت کی ایک ایک سطر کی تردید کی جاتی مگر اس تو تو میں میں میں پڑنا رہنمائے تعلیم کی شان کے شایاں نہیں اور نہ وہ اس شکایت کی شکایت کرتا مگر حق نشاید گفتن الا آشکار کے مقولہ کے مطابق وہ اسے ان مختصر الفاظ میں اشارتاً ذکر کر دیتا ہے۔ ایم عبد اللہ صاحب کو اگر اسی قسم کی خرافات کے عوض رہنمائے تعلیم کا جوبلی نمبر مُفت حاصل نہیں ہو سکا تو اس کے لئے انہیں گریبان میں مُنہ ڈالکر سوچنا چاہئے تھا کہ انہیں کیوں اس نمبر کا مستحق نہیں مانا گیا؟ تاکہ وہ آئندہ اس قابلیت کا اہل ہوتا کہ رسالہ اس کے ہاتھوں تک پہنچنا اپنے لئے فخر و مباہات کا موجب مانتا۔ . . . .

آپکی اس دریدہ دہنی کے جواب میں ہمیں چند مہربانوں کی طرف سے خاص تحریریں موصول ہوئی ہیں مگر انکی اشاعت سے مصلحتاً احتراز کرتے ہیں۔ ہاں اگر ضرورت محسوس ہوئی تو مجبوراً انہیں شائع کر کے ایم عبد اللہ صاحب اور انکے پٹھو کی حقیقت طشت از بام کی جائیگی۔ اگر عاقل را اشارہ کافیست کوئی سبق آموز فقرہ ہے تو ہم مسٹر موصوف اور ہمعصر موصوف سے اسکی پابندی کی بجا خواہش کرتے ہیں اور متوقع ہیں کہ وہ آئندہ بلا سوچے سمجھے اس قسم کے حرکات کا موجب نہ ہونگے (ایڈیٹر)

دورِ جدید | رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶ | بابت ماہ جون ۱۹۳۳ء

رہنمائے تعلیم لاہور کا

گلدستۂ اطفال

یعنی

بچوّں کا اخبار

(یہ بچوں کا شاندار گلدستہ اگست ۱۹۲۲ء سے باقاعدہ جاری ہے)

سالانہ چندہ ایک روپیہ (عه)

نمبر ۶ | بابت ماہ جون ۱۹۳۳ء | جلد ۱۳

عزیز بچوّ!

تم نے گلدستہ اطفال کا جوبلی نمبر نہ دیکھا ہو تو آج ہی ۴ر کے ٹکٹ لفافہ میں ڈال کر بھیج دیں تاکہ یہ نادر اور باتصویر تحفہ آپ کو بھیجدیا جائے۔ آپ اس دلچسپ اور عمدہ عمدہ کہانیوں۔ لطیفوں اور دیگر مضامین کے مجموعہ سے ضرور خوش ہونگے۔ ٹکٹ اس پتہ پر ارسال کریں۔

ماسٹر جگت سنگھ پروپرائٹر رہنمائے تعلیم لاہور
رام گلی نمبر ۵۵۰

دلچسپ معلومات

زمانہ حال کی ایجادات دُنیا کو محو حیرت بنا رہی ہیں لیکن آئندہ دس سال کے بعد کیا ہوگا یہ جاننا اس سے کہیں زیادہ دلچسپی کا موجب ہوگا۔

سُنئے

(۱) سڑکوں پر چھتیں بنائی جائینگی۔ جو دوسری سڑکوں کا کام دیں گی۔

(۲) مختلف رفتار کی سواریوں کے لئے مختلف

بغلی راستے نکالے جائیں۔

(۳) ہوائی جہاز چلتے چلتے غوطہ کھا کر جہاں ضرورت ہوگی مسافروں کو چڑھا لیا کریں گے۔

(۴) میدان زمین پر نہیں بلکہ چھتوں پر ہونگے کرکٹ۔ ہاکی۔ فٹ بال وغیرہ سب کھیلیں چھتوں پر ہوا کریں گی۔

(۵) مکانوں میں چوڑے برآمدے بنائے جائینگے۔ یہ برآمدے نیچے کے مکانوں کی روشنی بند نہ کرسکیں گے۔ ہر کمرہ اس طرح بنایا جائیگا۔ کہ اس میں باہر کی آواز نہ پہنچ سکے گی۔

(۶) عمارتی کام کے لئے ایسی دھات ایجاد ہوگی جو لوہے سے نصف ہلکی اور دوگنی مضبوط ہوگی۔

(۷) کھڑکیاں بند رہا کرینگی۔ لیکن روشنی آتی رہے گی۔ کمروں میں صاف ہوا نلوں کے ذریعہ پہنچائی جائیگی اور اس کا انتظام میونسپلٹیاں کرینگی

(۸) دروازہ کھولنے۔ کھانا بنانے۔ دسترخوان لگانے۔ جھوٹے برتن اٹھانے۔ گھر کا کام دھندا وغیرہ سارے کام مشینری کے ذریعہ ہی ہونگے۔

(۹) ڈکٹافون اور ٹائپ رائٹر کو ملا کر ایک نیا آلہ ایجاد کیا جائیگا جس سے شارٹ ہینڈ کی کوئی ضرورت نہ رہے گی۔

(۱۰) ریڈیو کے ذریعہ کالجوں کے طالب علم گھر بیٹھے تعلیم حاصل کریں گے۔ اسی طرح لیکچر سننے کے لئے کسی میدان میں اکٹھا ہونے کی ضرورت نہ رہے گی۔ گھر بیٹھے بٹھائے لیکچر بھی سنے جاسکینگے اور لیکچرار کی شکل بھی دیکھی جاسکے گی۔

(۱۱) ریل بجلی کے ذریعے چلائی جائے گی۔ اور ہوائی جہاز کی رفتار چھ میل فی منٹ ہوگی۔

(۱۲) مزدور ایک ہفتہ میں صرف چار دن کام کرینگے اور چھ گھنٹے روزانہ سے زیادہ کام نہیں کریں گے۔

(۱۳) کپڑے اون اور سوت سے نہیں بنائے جائینگے بلکہ کیمسٹری کے ذریعے کوئی ایسی چیز بنائی جائیگی جو گرمیوں میں ٹھنڈی اور سردیوں میں گرم رہے گی گویا سردیوں کے لئے گرم کپڑے اور گرمیوں کے لئے ٹھنڈے کپڑے بنوانے کی ضرورت نہ رہے گی۔

اپنی اپنی سمجھ

کلو۔ میاں بدھو سلام۔

بدھو۔ جناب! بھی بازار سے بینگن لایا ہوں۔

کلو۔ میاں بدھو آپکے بال بچے بھی راضی خوشی ہیں۔

بدھو۔ گھر جاکر بھرتا بنا کر کھاؤنگا۔

طالب علم کرپال سنگھ بیلا ودماً

عِلم کی دولت

(قاضی امان الحق صاحب انگلش ماسٹر گوڑیانی)

علم سیکھو کہ ہے بڑی نعمت — اس سے بہتر نہیں کوئی نعمت
علم اک بے بہا خزینہ ہے — جس کو مل جائے اک دفینہ ہے
خلعتِ علم بیش قیمت ہے — علم سے آدمی کی زینت ہے
علم ہی سے جہاں میں عظمت ہے — علم ہی سے یہ جاہ و ثروت ہے
علم ہی آدمی بناتا ہے — یہی اللہ سے ملاتا ہے
تار برقی جہاز اور ریلیں — علم کی پھیلی ہیں یہ سب بیلیں
علم ہی سے ہے آسماں پہ گذر — دیکھتے ہو جو رات دن منظر
پاس جس کے ہے علم کی دولت — ہر جگہ اس کی ہوتی ہے عزت
مال والے کو ڈر ہے چوری کا — علم والے کو کچھ نہیں کھٹکا
مال و زر کو چھپاتے پھرتے ہیں — رہزنوں سے بچاتے پھرتے ہیں
مال و زر ساتھ دے نہیں سکتا — علم کو کوئی لے نہیں سکتا
علم عالم کا ساتھ دیتا ہے — ہاتھ میں اس کے ہاتھ دیتا ہے
جس نے دُنیا میں علم و فن سیکھا — اس کی دُنیا بھی ۔ دین بھی اس کا
علم سے جو رہا مگر غافل — علم سیکھا نہیں رہا جاہل
فائدہ اس سے کس کو پہنچے گا — ملک کو اپنے کیا مدد دیگا؟
جس کو ہے علم سے یہاں نفرت — عمر گزرے گی اس کی بے لذت
علم حاصل کرو ۔ کرو کوشش — زیبِ تن ہو تمہارے یہ پوشش
علم کا ہر جگہ رہے چرچا — علم سیکھے ہر ایک چھوٹا بڑا

علم پڑھ کر عمل کرو بچو
یہ نصیحت امانؔ کی دل سے سنو

جادُو کی انگوٹھی

(طاہر غلام ناصر خاں فرسٹ ایئر گورنمنٹ کالج لاہور)

برسات کا موسم تھا۔ ابر چھایا ہُوا تھا۔ ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی۔ ہمارے گھر کے نیم کے درخت میں جھولا پڑا ہُوا تھا۔ اور سب بچّے بچیاں جھولا جھول رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ گا بھی رہے تھے۔ میں بیٹھا ہُوا خط لکھ رہا تھا۔ پاس ہی دادی (بہن بوا) بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ اور دل ہی دل میں بچوں کے گانے سے لطف اُٹھا رہی تھیں۔ جب ضبط نہ ہو سکا تو اُٹھیں اور لاٹھی لے کر جھولے کے پاس آئیں اور کہا سنو بچو! ہم جھونکے (پینگیں) دیتے ہیں۔ چنانچہ دادی پینگیں بڑھانے لگیں۔ یکا یک انجن کی سیٹی کی طرح آواز سُنائی دی۔ رفتہ رفتہ وہ آواز ایسی ہوگئی۔ جیسے بادل گرجنے کی ہوتی ہے۔ سر اُٹھا کر جو دیکھا۔ تو معلوم ہُوا کہ دادی سُر ملا رہی ہیں اور گانے کی تیاری کر رہی ہیں۔ سبحان اللہ۔ اس بڑھاپے میں جوانی کی موجیں . . . . مگر خبردار! کہیں دادی کو انکے سامنے بڑھیا نہ کہدینا۔ بہت ہی غصّہ ہوتی ہیں۔ خیر۔ تو وہ اس وقت کھڑی ہوئی سُر ملا رہی تھیں۔ میں بھی خط چھوڑ کر ان کے پاس جا کر کھڑا ہُوا۔ اتنے میں دادی نے ملہار شروع کی "ہا ہا آئی ہے برسات ہا آئی ہے برسات" واللہ بس ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے مینڈک ٹرا رہا ہے۔ یا تالاب میں جھینگر بول رہا ہے۔ ہنسی تو بہت آئی مگر ضبط کیا۔ اتنے میں ایک بچّہ گر پڑا۔ اس کے اوپر بات ڈال کر خوب دل کھول کر ہنسا۔ جب خوب ہنس چکا تو دادی سے کہا "دادی تم تو چھپی رستم نکلیں۔ واہ کیا خوب گلا پایا ہے۔ آج تو تم نے کمال ہی کر دیا۔ جب بڑھاپے میں یہ حالت ہے تو نہ معلوم جوانی میں کیسا گاتی ہوگی"۔ دادی ٹھنڈی سانس بھر کر بولیں "بیٹا جوانی کا کیا پوچھنا ہے؟ جب میں گاتی تھی۔ تو درخت جھومنے لگتے تھے۔ چلتا پانی ٹھہر جاتا تھا اب بھی بڑھیا ہوں تو کیا ہے . . . (چونک کر) نہیں۔ لو میں بھلا بڑھیا کہاں سے آئی۔ کل اسّی برس کی تو میری عمر ہے"۔ میں نے کہا "تو اچھا اب جھولے میں بیٹھ کر گانا۔ چلو میں تمہارے ساتھ بیٹھتا ہوں"۔ چنانچہ جھولے میں ایک طرف میں بیٹھ گیا اور دوسری طرف وہ بیٹھ گئیں۔ اب بھلا آپ غور کریں۔ میں سوکھا دبلا۔ ہلکا پُھلکا اور دادی پیل پیکر۔ لمبی تڑنگی۔ بھاری بھرکم۔ جونہی وہ بیٹھیں تو ان کی طرف بوجھ بڑھ گیا۔ وہ تو دھم سے زمین پر آ گئیں۔ اور میں رسی کے کھچ جانے سے نیم کی شاخ پر پہنچ گیا۔ اب وہ بیٹھی بیٹھی ادھر چیخ رہی ہیں۔ اور ادھر اوپر لٹکا ہُوا میں چیخ رہا ہوں۔ یکا یک مجھے خیال آیا کہ اگر دادی کھڑی ہو جائیں تو میں نیچے گر پڑونگا چنانچہ میں نے شور مچانا شروع کیا۔ "دادی کھڑی مت ہونا۔ کھڑی مت ہونا" دادی کچھ گھبرا گئیں اور بیٹھے بیٹھے اکدم کھڑی ہو گئیں۔ اور میں گر پڑا۔ میری خوش قسمتی کہئے یا دادی کی بدقسمتی۔ جونہی وہ اُٹھ کر چلیں۔ میں ان کے

سر پر گرا - اور دادی کو ساتھ لے کر زمین پر لڑھکنے لگا - سب نے مل کر اُٹھایا - ایک نے کہا "کیوں دادی چوٹ تو نہیں آئی؟" دادی جھلا کر بولیں "بس جی میں آتا ہے کچا ہی چاب (چبا) جاؤں - دیدے پھوٹ گئے مراتی کے - دکھائی نہیں دیتا کہ ایک تو خود گری اور پھر اوپر سے طاہر میری گردن پر گرا - پھر پوچھتا ہے چوٹ نہیں آئی"- غرض کچھ دیر بعد جب غصہ کم ہُوا - تو گردن چاروں طرف پھیر کر بولیں "اُوہ! گردن میں جھٹکا آ گیا - ارے گھسیٹا - خیراتی - غفورا چلو ادھر آؤ - مگر ذری تیل لیتے آنا - چنانچہ تینوں لڑکے تیل لے کر آئے - اب دادی گردن جھکا کر بیٹھ گئیں اور کہا "ذرا میری گردن میں مالش کر دو - رات کو کہانی سُناؤنگی"- کہانی کا نام سُنکر سب بچے دوڑ پڑے اور بہت سے چھوٹے بڑے ہاتھ دادی کی گردن پر پھرنے لگے - کبھی تم نے گھوڑے کی مالش کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ بس سب بچے اسی طرح ان کی گردن مل رہے تھے - لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئیں - اور برابر جمی بیٹھی رہیں - کیا مجال جو گردن ہلی بھی ہو؟

رات کو سب بچے کمرہ میں بیٹھے ہوئے دادی کی آمد کے منتظر تھے - اتنے میں دادی ہاتھی کی طرح جھومتی جھامتی تشریف لائیں - اور چارپائی پر دھم سے گر پڑیں - اس کے بعد بولیں "بھئی ذری ایک گلوری تو لا دو"- اگر کسی اور وقت کہیں تو شائد کوئی نہیں لاتا - لیکن اس وقت دباؤ کا موقعہ تھا - مجبوراً ان کا حکم ماننا پڑا - دادی نے کہانی شروع کی -

ایک تھا سوداگر - اس کا ایک بیٹا تھا - بہت ہی سُست اور بیوقوف - سوداگر چاہتا تھا کہ اسے کوئی کام سکھائے - چنانچہ ایک دن اپنے بیٹے کو جس کا نام جمیل تھا - سو روپے دیئے اور کہا "آپ تم جاؤ اور اس روپے سے تجارت شروع کرو - جمیل وہ روپے لے کر بازار گیا اور سب روپوں کی ایک بلی خرید لایا - سوداگر کو بہت غصہ آیا اور کہا - کمبخت تو نے سو روپوں پر پانی پھیر دیا - لے یہ سو روپے اور لے - ان کو کسی اچھے کام میں لگانا - جمیل بازار گیا اور ان روپوں کا ایک طوطا خرید لایا - سوداگر یہ دیکھ کر آگ بگولا ہو گیا اور سو روپے اور دیکر کہا - "یہ تیسری دفعہ ہے - اگر اب کی بار پھر تو نے کوئی ایسی چیز خریدی تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا"- اب جمیل نے دل میں سوچا چلو ذرا قسمت آزمائی کر لیں - سو روپے ایک غوطہ خور کو دیئے اور کہا تم غوطہ لگاؤ - اور جو نکلے گا وہ میرا ہوگا - غوطہ خور نے غوطہ مارا تو ایک صندوقچی نکلی - جمیل نے صندوقچی کھولی تو اس میں سے ایک سانپ نکلا - جمیل کو بہت رنج ہُوا لیکن کیا کر سکتا تھا - مجبوراً سانپ کو لے کر گھر آیا - اب سوداگر کے غصہ کی کوئی انتہا نہ تھی - اس نے جمیل کو گھر سے نکال دیا - جمیل بلی طوطے اور سانپ کو لے کر روانہ ہُوا - تینوں جانوروں نے جمیل سے کہا "دیکھو جمیل تم ہماری وجہ سے نکالے گئے ہو - ہم تمہاری مدد کرینگے"- جمیل کو کچھ تسکین ہوئی - اور اس نے تینوں کا شکریہ ادا کیا - سانپ بولا - میاں جمیل میرا باپ سانپوں کا بادشاہ ہے - تم مجھے اس کے پاس لے چلو - جب وہ یہ سُنے گا کہ تم نے مجھے رہائی دلائی

تو وہ تم سے بہت خوش ہوگا اور تمہیں بہت انعام دیگا۔ لیکن تم کچھ نہ لینا۔ جب وہ بہت اصرار کرے تو تم اس کے تاج میں لگی ہوئی انگوٹھی مانگنا۔ اس میں یہ خاصیت ہے کہ اگر تم زمین پر چوکا دیکر اسے رکھو اور کوئی خواہش کرو۔ تو وہ فوراً پوری ہو جائیگی۔ جمیل نے کہا بہت اچھا۔ الغرض جمیل سانپ کے بتائے راستہ پر روانہ ہُوا۔ ایک گھنے جنگل میں جاکر سانپ نے رکنے کو کہا۔ جمیل ٹھہر گیا اور سانپ کو چھوڑ دیا۔ سانپ نے جنگل میں جاکر ایک پھنکار ماری۔ جواب میں ایک پھنکار کی آواز آئی۔ کچھ دیر اسی طرح باتیں ہوتی رہیں۔ اور سانپ نے جمیل کے پاس آکر کہا میاں جمیل اب میرے والد صاحب تشریف لاتے ہیں۔ جمیل نے جو آنکھ اُٹھا کر دیکھا تو ایک زبردست اژدہے کے اوپر ایک نہایت خوبصورت سانپ بیٹھا تھا۔ اس کے پھن پر نہایت بیش قیمت ہیروں کا تاج تھا۔ جمیل نے اسے بہت ادب سے سلام کیا۔ سانپوں کے بادشاہ نے کہا اے نیک آدمی تو نے میرے بیٹے کی جان بچائی ہے۔ میں تیرا بہت مشکور ہوں اور کچھ انعام دینا چاہتا ہوں۔ جس جگہ تو کھڑا ہے اسی جگہ ایک خزانہ دفن ہے۔ تو اسے لے لے۔ لیکن جمیل نے جواب دیا۔ جناب مجھے انعام کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر آپ اصرار کرتے ہیں تو اپنے تاج کی انگوٹھی مجھے دیدیجئے۔ سانپوں کے بادشاہ نے کہا۔ اس انگوٹھی کی خاصیت سوائے میرے اور میرے بیٹے کے کسی اور کو معلوم نہیں۔ یقیناً اسی نے تمہیں یہ بات بتائی ہوگی۔ خیر تم نے میرے اوپر احسان کیا ہے۔ اس لئے میں یہ انگوٹھی تمہیں دیتا ہوں۔ مگر اسے احتیاط سے رکھنا۔ جمیل نے شکریہ ادا کیا اور وہ انگوٹھی لے کر انگلی میں پہن لی۔ اس کے بعد وہ آگے روانہ ہُوا۔ جب جمیل چلتے چلتے تھک گیا تو وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ ذرا انگوٹھی کا امتحان تو کریں۔ چنانچہ اس نے چوکا دیکر وہ انگوٹھی رکھی اور کہا میری خواہش ہے کہ اس جگہ نہایت عالیشان محل بن گیا۔ کہنے کی دیر تھی کہ جنگل میں ایک اتنا خوبصورت محل بن گیا کہ آج تک کسی بادشاہ نے خواب میں بھی نہ دیکھا تھا۔ جمیل کی حیرت ابھی دور بھی نہ ہوئی تھی کہ محل میں سے ایک آدمی نکلا اور اسے نہایت جُھک کر سلام کیا۔ جمیل حیران تھا کہ کیا معاملہ ہے وہ آدمی بولا حضور خاصہ تیار ہے تناول فرمایئے۔ جمیل اپنے طوطے اور بلّی کو لے کر محل میں داخل ہُوا۔ وہاں بہت سے نوکر چاکر بیٹھے ہوئے کام کر رہے تھے۔ جمیل کو دیکھ کر سب اُٹھ کھڑے ہوئے اور بڑے ادب سے جھک کر سلام کیا جمیل کو ایک آدمی کھانے کے کمرہ میں لے گیا اور نہایت لذیذ لذیذ کھانے اس کے سامنے لاکر رکھدیئے۔ کھانا کھاکر جمیل محل کی سیر کرنے لگا۔ محل کیا تھا۔ بہشت کا نمونہ تھا۔ چاروں طرف کیاریاں تھیں۔ جن میں مختلف قسم کے پھول لہلہا رہے تھے۔ جگہ جگہ فوارے لگے تھے۔ جو حوضوں میں پانی ڈال رہے تھے۔ اور حوضوں میں سے پانی نہروں میں جاتا تھا۔ جو تمام محل میں جال کی طرح بچھی ہوئی تھیں۔ جمیل کی یہ سب سامان دیکھ کر آنکھیں کُھل گئیں۔ غرض وہ تھک کر ایک نہایت سجے ہوئے کمرے میں سو گیا۔

اس ملک کے بادشاہ کو کسی نے جاکر خبر دی کہ آپ کے ملک پر دشمنوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ اور ایک محل

بھی بنا لیا ہے۔ بادشاہ نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ تم محل پر حملہ کر کے وہاں کے بادشاہ کو گرفتار کر لاؤ۔ غرض تمام فوج جمیل سے لڑنے کے واسطے روانہ ہوئی۔ ادھر جب جمیل کو یہ تمام واقعہ معلوم ہوا۔ تو وہ بہت گھبرایا۔ وہ انگوٹھی کی مدد سے سب کا مقابلہ کر سکتا تھا۔ لیکن وہ اتنے آدمیوں کی جان لینا نہ چاہتا تھا۔ آخر اس نے ایک ترکیب سوچی۔ جب بادشاہ کی فوج نزدیک آئی۔ تو اس نے انکے سپہ سالار سے کہا جناب میں آپ کا دشمن نہیں ہوں۔ نہ میں کوئی بادشاہ ہوں۔ میں بغرض سیاحت یہاں آیا تھا۔ اگر آپ کو بار خاطر ہو۔ تو چلا جاؤں۔ لیکن آپ اپنے بادشاہ سے کہدیں کہ آج شام کا کھانا مع اپنی تمام فوج کے غریب خانہ پر تناول فرماویں۔ سپہ سالار تمام فوج کو لے کر واپس چلا گیا اور بادشاہ کو تمام حال کہہ سُنایا۔ بادشاہ نے دعوت منظور کر لی۔ اور اپنی تمام فوج کو لے کر جمیل کے محل کو روانہ ہوا۔ جمیل نے آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ اور میز پر بٹھادیا۔ لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ دعوت کا کچھ بھی سامان نہ تھا۔ جمیل نے کہا۔ "دوستو! آپ نے بڑی مہربانی کر کے مجھ ناچیز کی دعوت قبول کی۔ میری التجا ہے کہ آپ صاحبان پانچ منٹ کے واسطے آنکھیں بند کر لیں۔ سب نے آنکھیں بند کر لیں اور جمیل نے زمین پر چوکا دیکر انگوٹھی کو رکھا اور کہا میری خواہش ہے کہ سب کے سامنے سونے کی رکابیوں میں نہایت لذیذ کھانا چُن دیا جائے"۔

گھڑی بھر میں سب کے آگے نہایت خوبصورت رکابیوں میں بہت ہی مزیدار کھانے چُن دیئے گئے۔ پانچ منٹ کے بعد سب نے آنکھیں کھولیں تو یہ انتظام دیکھ بہت حیران ہوئے۔ آخر بادشاہ سے نہ رہا گیا۔ اس نے کہا کہ آپ کے پاس نہ تو کوئی باورچی ہے اور نہ کچھ انتظام۔ پھر یہ کھانا اتنی جلدی کیسے چُن دیا گیا۔ جمیل نے مسکرا کر سب حال بتادیا۔ جب سب لوگ کھانا کھا چکے۔ تو جمیل نے کہا "صاحبان۔ آپ اپنی اپنی رکابیاں بھی ساتھ لیتے جائیے"۔ لوگ بہت خوش ہوئے اور جمیل کو دعائیں دیتے ہوئے چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد وہاں کے بادشاہ نے اپنی لڑکی کی شادی جمیل سے کر دی۔ اب جمیل بادشاہ ہو گیا۔ اور اسی محل میں ہنسی خوشی رہنے لگا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ جمیل کی ملکہ دریا پر نہانے گئی۔ وہاں اس کی ایک جوتی نکل کر بہہ گئی۔ وہ دریا ایک اور ملک کے بیچ میں سے گزرتا تھا۔ وہاں کا شہزادہ دریا پر بیٹھا ہوا شکار کھیل رہا تھا۔ کہ ملکہ کی جوتی سامنے سے بہتی ہوئی گذری۔ شہزادہ نے جھٹ جوتی پکڑ لی۔ اور قسم کھائی کہ جس عورت کی جوتی ہوگی اس سے شادی کرونگا۔ غرض اس نے چاروں طرف کٹنیاں بھیجیں اور بہت بہت انعام کے لالچ دیئے۔ بہت عرصہ کے بعد ایک کٹنی جمیل کے محل میں پہنچ گئی۔ وہاں اسے پتہ لگا کہ یہ جوتی اس کی ملکہ کا ہی تھا۔ اب اس نے جمیل کے محل میں اپنی آمدورفت شروع کر دی۔ یہاں تک کہ جمیل کی بیوی اس کا بہت لحاظ کرنے لگی۔ ایک دن یہ کٹنی ملکہ کے پاس گئی۔ اور سیر کے واسطے جانے کو کہا۔ ملکہ اس کا دل دکھانا نہ چاہتی تھی۔ اس لئے جانے کو تیار ہو گئی۔ جونہی وہ باہر نکلی چند آدمیوں نے اسے زبردستی پکڑ کر ایک گاڑی میں بٹھا دیا۔ اور شاہزادہ کے پاس چلے۔ جمیل شکار کو گیا ہوا تھا۔ جب واپس آیا تو

ملکہ کا پتہ نہیں۔ بہت گھبرایا۔ آخر طوطے نے بتایا کہ ایک بوڑھی عورت کے ساتھ سیر کو گئی ہیں۔ لیکن شام ہوگئی اور ملکہ نہ آئی مصیبت یہ تھی کہ جادو کی انگوٹھی بھی ملکہ کے پاس تھی۔ لیکن وہ اس کی خاصیت نہ جانتی تھی۔ آخر اس نے طوطے اور بلی سے کہا کہ تم جاکر ملکہ کا پتہ لگاؤ۔ غرض طوطا آسمان پر اور بلی زمین پر روانہ ہوئی۔ طوطا دوسرے طوطوں سے اور بلی دوسری بلیوں سے معلوم کرتی جاتی تھی۔ آخر پتہ لگا۔ کہ فلاں ملک کا شہزادہ ملکہ کو اٹھاکر لایا ہے۔ چنانچہ یہ دونو اسی بادشاہ کے محل میں پہنچے۔ ملکہ نے طوطے کو دیکھ کر پہچان لیا۔ اور جھٹ انگوٹھی نکال طوطے کو دیدی طوطا انگوٹھی لے کر روانہ ہوا۔ بلی بھی چلی۔ اتفاق سے انگوٹھی ایک ندی میں گر پڑی۔ اب دونو بہت حیران تھے کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ یکایک ایک مچھلی باہر نکلی۔ بلی نے جھپٹ کر اسے پکڑ لیا اور چیر کر کھانے کا ارادہ کیا جونہی اس کا پیٹ چیرا۔ اس میں سے جادو کی انگوٹھی نکلی۔ دونو بہت خوش ہوئے۔ اور مکان پر پہنچ کر جمیل کو تمام حال سنایا اور انگوٹھی دیدی۔ جمیل نے زمین میں چوکا دیکر انگوٹھی کو رکھا اور کہا "میری خواہش ہے کہ ایک اڑن کھٹولا آجائے" فوراً آسمان پر سے ایک تخت اترا۔ جمیل اس پر سوار ہوکر ملکہ کو لینے چلا۔ ملکہ چھت پر بیٹھی ہوئی تھی جمیل نے اس کو تخت پر بٹھایا۔ اور اپنے ملک کو روانہ ہوگیا۔ اس کے بعد وہ ہنسی خوشی رہنے لگے +

ورزش یعنی کسرت

گلدستہ اطفال عزیزو! منجملہ ان کاموں کے جو جسمانی تندرستی کے لئے ضروری ہیں تم کو روزانہ کسرت بھی کرنی چاہئے۔

کھیل تیرنا، دوڑنا یہ سب کسرتیں ہیں کسرت، جاڑوں کے دنوں میں تو دھوپ اور میدان میں کرنی چاہئے کہ جب نہ تو پیٹ خالی ہی ہو اور نہ بھرا ہوا اور گرمی کے دنوں میں سایہ کی جگہ ہوادار جگہ میں جس طرح کہ اور کسرتیں چپ چاپ کرنی لازم ہیں۔ اسی طرح چہل قدمی اور بدن کو ملوانا یا دبوانا بھی ہیں۔ جاڑوں میں خاص کر تیل کی مالش کرانا مفید ہے۔

اپنے سے چھوٹے بھائی بہنوں پڑوسیوں اور رشتہ داروں کے بچوں کو بتلاؤ کہ صاف رہیں، روزانہ نہاویں، کسرت کریں (کھیلیں) اور دھوپ اور ہوا میں جتنا ہو سکے رہا کریں۔

یہ خیال مفید بتلایا گیا ہے کہ چہل قدمی (ٹہلنے) کے وقت گفتگو کرنا چاہئے اس وجہ سے کہ بات چیت کرنے میں منہ کھلتا ہے اور ہوا بجائے ناک کے ہمارے جسم میں منہ میں ہوکر جاتی ہے کہ جو نقصان کی بات ہے۔

اگر کھیلنے کا موقع نہ ملے تو اکیلے ہی چہل قدمی (ٹہلنا) کر لیا کرو۔ ورنہ سونے سے پہلے بدن کو دبوا لیا کرو۔ یہ بھی ورزش ہی ہے۔ بیٹھک کرنا، ڈنڈ لگانا، کشتی، مگدر ہلانا وغیرہ سب ورزشیں ہی ہیں جس طرح روزمرہ کھانا پینا اور سونا ضروری ہے۔ اسی طرح کسرت کرنا اور سونا بھی ہر روز کا کام ہے۔ کسرت نہ تو اتنی کرو کہ بدن ہلکا نہ معلوم ہو اور نہ اتنی زیادہ کہ بہت تھکان آجائے۔ جتنے میں بدن ہلکا ہو جائے اور طبیعت کو فرحت معلوم ہو اتنی ہی کسرت کافی اور اچھی ہے۔ شیاما چرن رمآ

ایک کتا اور نقارہ

ایک کتے کی عادت تھی کہ وہ جب نوبت یا باجے کی آواز دُور سے سنتا تو دوڑ کر وہاں پہنچتا کیونکہ وہ خیال کرتا کہ وہاں شادی یا دعوت کی تقریب ہے۔ اور گوشت یا ہڈیاں کھانے کے لئے خوب ملیں گی۔

لوگوں کو جب کتے کی اس حکمت کا پتہ چلا اور انہوں نے معلوم کیا کہ کتا باجے کی آواز سے پہچان لیتا ہے کہ یہاں دعوت ہے۔ انہیں ایک مذاق سوجا۔ قریب قریب کے دو گھروں میں دو آدمی نوبت و نقارہ لے کر بیٹھے۔ ایک گھر والے نے نقارہ بجایا تو کتا اس آواز پر دوڑتا ہُوا پہلے گھر سے دوسرے گھر میں جا پہنچا۔ لیکن یہاں شادی یا ضیافت کا کوئی سامان نہ دیکھ کر اتنے میں جس گھر سے چلا تھا وہاں نقارہ بجا اور وہ وہاں پہنچا۔ وہاں بھی کچھ نہ پایا۔ غرض یہی ہوتا رہا۔ کہ جب کسی گھر کے نقارہ کی آواز پر کتا وہاں پہنچتا تو اس گھر والے باجا بجانا موقوف کر دیتے اور دوسرے گھر والے بجانا شروع کر دیتے اور جب وہ ادھر پہنچتا تو وہ موقوف کر دیتے اور اُدھر کے گھر والے بجانا شروع کرتے۔ اور کتا ہر وقت نقارہ کے پیچھے بھاگتا۔ یہاں تک کہ وہ اس قدر تھک گیا کہ تکان اور بھوک پیاس کے سبب راہ میں ہی گر کر جان دے دی۔

جو لوگ لالچی ہوتے ہیں ان کا حشر یہی ہوتا ہے کہ بے بُنیاد اور جھوٹی امیدوں کے پیچھے اپنی جان کھوتے ہیں۔

عبدالحی حیدرآباد (دکن)

چند نصیحت کی باتیں

(۱) انسان کی قدر اور عزت علم و ہنر سے ہے نہ کہ دولت اور زرق برق لباس سے۔

(۲) اپنے ہمسائیوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ۔

(۳) ہر روز علی الصباح اُٹھنا صحت کے لئے مفید ہے۔

(۴) کاہلی انسان کی جانی دشمن ہے۔

(۵) بلا ضرورت کسی کو جواب دینا بے ادبی کہلاتی ہے۔

(۶) کسی کو غیر حاضری میں بُرا کہنا سراسر عیب ہے۔

(۷) جب دو شخص آپس میں گفتگو کر رہے ہوں تو ہرگز ان کے درمیان نہ بولو۔

(۸) کسی کی بھلائی کرنے میں دریغ نہ کرو۔

(۹) ہمیشہ اپنے بڑوں کی نصیحت پر عمل کرو۔

(۱۰) غریبوں اور یتیموں پر ضرور رحم کرو۔

(۱۱) بُرے لوگوں کی صحبت سے ہمیشہ پرہیز کرو۔

(۱۲) بھوکوں کو کھانا کھلانا اور پیاسوں کو پانی پلانا ثواب میں داخل ہے۔

از ایچ اے۔ مومن ٹیچر شہر ہُبلی

بال بال جان بچی

کسی گاؤں میں دو لڑکیاں رہتی تھیں۔ ایک کا نام حسینہ تھا۔ دوسری کا نام جمیلہ۔ ایک دن دونو جنگل میں چلی گئیں۔ پاس ہی ایک پہاڑی تھی۔ اس پر چڑھ گئیں۔ پہاڑی پر اونچے اونچے درخت اُگے ہوئے تھے۔ خوبصورت پھول کھلے ہوئے تھے۔ لڑکیاں دیکھ کر خوش ہوگئیں وہ آہستہ آہستہ پہاڑی پر ٹہل رہی تھیں۔ اور آپس میں باتیں کرکے خوش ہو رہی تھیں۔ اچانک حسینہ چونک پڑی۔ اور بلند آواز سے کہنے لگی سنو! پہاڑی پر سے کسی بچے کے رونے کی آواز سُنائی دیتی ہے۔ کیا کوئی بچہ اپنے ماں باپ سے بچھڑ کر یہاں چلا آیا ہے؟ جمیلہ بولی بہن! اس قسم کی باتیں اکثر ہو جاتی ہیں آؤ آواز پر چلیں شائد کوئی مسافر پہاڑوں پر بھوکا مر رہا ہو۔ اب دونو لڑکیاں اس طرف کو چل پڑیں۔ جس طرف سے آواز آئی تھی۔ راستہ میں جمیلہ نے حسینہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا۔ بہن! ذرا پیچھے تو دیکھ شیرے کا کیا حال ہو رہا ہے۔ شیرا ایک بڈھا کتا تھا۔ اس میں جوانی کی سی چستی اور چالاکی نہیں رہی تھی۔ جب لڑکیاں نظارہ دیکھنے کے لئے ٹھٹک جاتی تھیں۔ تو شیرا زمین پر بیٹھ جاتا تھا۔ اور آنکھیں بند کر لیتا تھا۔ مگر اس وقت اس کی حالت بالکل بدلی ہوئی تھی۔ حسینہ نے مُڑ کر نظر کی تو کیا دیکھتی ہے۔ کہ کتا ٹکٹکی باندھے کسی دور کی چیز کو دیکھ رہا ہے۔ اس کا سر زمین پر جھکا ہوا ہے۔ بال بدن پر کھڑے ہیں۔ چہرے سے غصہ برس رہا ہے۔ اور سہج سہج غرا رہا ہے۔ اور کبھی کبھی بُری طرح دانت بھی نکالتا ہے۔ حسینہ بولی۔ شیرا چپ رہ تو کیا دیکھ رہا ہے۔ حسینہ کی بات سُن کر اس کا غصہ اور بھی بھڑک اُٹھا وہ لڑکیوں کے سامنے اِدھر سے اُدھر پھرا۔ پھر حسینہ کے پاؤں میں بیٹھ گیا۔ اور زور سے غرانے اور بھونکنے لگا۔ حسینہ بولی بہن جمیلہ! یہ کیا دیکھ رہا ہے؟ کیا اسے کوئی جانور نظر آتا ہے۔ جمیلہ کچھ نہ بولی۔ حسینہ نے جمیلہ کی طرف نگاہ کی تو حیران رہ گئی کیا دیکھتی ہے کہ جمیلہ کا چہرہ فق ہو رہا ہے۔ اور اُنگلی سے اوپر کو اشارہ کر رہی ہے

حسینہ نے اُنگلی کی سیدھ میں نظر دوڑائی۔ دیکھا ایک چیتا سامنے کھڑا ہے۔ غصّہ میں بھرا ہُوا ہے۔ آنکھیں چمک رہی ہیں۔ اور نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔ حسینہ نے جمیلہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا آؤ بہن! بھاگ جائیں۔ جمیلہ کچھ نہ بولی ڈر کے مارے زمین پر گر پڑی۔ حسینہ نے اپنی جان کا کچھ خیال نہ کیا۔ فوراً جمیلہ کے پاس بیٹھ گئی اور کتے سے کہنے لگی۔ شیرا ہمت کرو۔ ہمت کرو اب اچانک چیتے کا بچّہ ایک پودے کی شاخ پر سے زمین پر کود پڑا۔ اس کو اب تک کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ یہ بچہ بڑی شرارتیں کرتا تھا۔ پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہوتا تھا اور اگلے پنجوں سے درخت کی چھال اُتارتا تھا۔ کبھی بلّی کے بچے کی طرح کھیلتا تھا۔ دم ہلاتا تھا۔ غرّاتا تھا۔ پنجوں سے زمین کھُرچتا تھا اور اپنے باپ کے غصّے کی نقل کرتا تھا۔ شیرا ذرا نہ گھبرایا۔ اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ چیتے اور بچّے دونو کے کرتب دیکھتا رہا۔ اچانک بچے نے ایک چھلانگ ماری اور کتے کے سامنے آن کودا۔ کتے نے بچّے کو اُٹھا کر زور سے ہوا میں پھینک دیا۔ بچہ دھڑام سے زمین پر گر پڑا اور بیہوش ہو گیا۔ اب حسینہ کو اُمید ہو گئی کہ کتا ہم کو بچالیگا۔ مگر چیتے نے اُسی وقت ایک درخت سے چھلانگ ماری اور کتے کی طرف جھپٹ کر آیا۔ چیتے اور کتّے میں غضب کی لڑائی ہوئی جس کے بیان کرنے کا قلم کو یارا نہیں۔ حسینہ گھٹنوں پر کھڑی تھی اور جمیلہ پر جھکی ہوئی تھی۔ آنکھیں دونو جانوروں پر لگی ہوئیں۔ اسے لڑائی میں کچھ ایسا لطف آیا کہ وہ خطرے کو کسی قدر بھول گئی۔ چیتا زور سے چھلانگ مار رہا تھا۔ کبھی آگے کبھی پیچھے اُچھلتا تھا اور ہر چھلانگ پر کتا بڑی دلیری سے اس کا مقابلہ کرتا تھا۔ کئی دفعہ چیتا اُچھل کر کتے کے کندھے پر بیٹھ جاتا تھا مگر کتا اسے ہوا میں اُچھال دیتا تھا۔ اور اپنی پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو کر مقابلے کے لئے آگے بڑھتا۔ اور جبڑا کھول کر چیتے کا مقابلہ کرتا۔ آخر چیتے نے بھی کتے کو گردن سے پکڑ کر ہوا میں اُچھال دیا۔ کتے کو بہت زخم لگے ہوئے تھے۔ وہ زمین پر گرتے ہی مر گیا۔ اب چیتا حسینہ کے سامنے کھڑا تھا اور غصّہ سے اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ حسینہ نے نظر بھر کر چیتے کی طرف دیکھا چیتا گھبرا یا۔ شائد اس نے لڑکی کی آنکھوں میں خدا کے نور کا جلوہ دیکھا ہو گا۔ جس کی نسبت کہتے ہیں کہ اسے دیکھ کر جانور خوف کھا جاتے ہیں۔ پیچھے سے کسی نے دھیمی آواز سے کہا لڑکی سر نیچے کرلے۔ حسینہ نے

سر نیچے کر لیا۔ سر نیچا کرتے ہی سن سے گولی نکل گئی۔ چیتے نے ایک چیخ ماری اور پلٹا کھانے لگا۔ ایک بڈھا شکاری بھاگ کر لڑکیوں کے پاس آیا اور اپنے کتے کو کہا چلو کالو۔ چلو چیتے کو مارو۔ چیتا چھلانگیں مارتا تھا۔ اور اپنے جسم کو کاٹتا تھا۔ بڈھے شکاری نے پھر بندوق بھری اور چیتے کے سر کے پاس لیجا کر چلادی چیتا مر گیا۔ دونو لڑکیوں نے بڈھے شکاری کا شکریہ ادا کیا اور اپنے گھر کو چلی آئیں مگر پھر کبھی بھولے بھٹکے سے بھی پہاڑی کی طرف رخ نہ کیا۔

راقم محمد نصر اللہ جماعت ہشتم

چند مفید باتیں

(۱) دوسرے کا بُرا چاہنے سے اپنا نقصان ہُوا کرتا ہے۔

(۲) جس طرح لکڑی کو آگ جلاتی ہے اسی طرح حاسد کو اُس کا حسد جلاتا ہے۔

(۳) چغلخوری اور جھوٹی گواہی دینے سے ایمان میں خلل واقع ہوتا ہے۔

(۴) خود غرض آدمی دوسرے کو صلاح دینے وقت پہلے اپنا فائدہ ضرور سوچتا ہے۔

(۵) سچ بولنا نیک اخلاق کی نشانی ہے۔

(۶) جھوٹ بولنے والے کی ہر جگہ اور ہر وقت بے عزتی ہوتی ہے۔

(۷) نماز پڑھنے سے سب بُرائیاں مٹ جاتی ہیں۔

(۸) دوسرے کو گالی گلوچ کرنا بداخلاقی کی نشانی ہے۔

(۹) زبان کو اپنے قابو میں رکھو ورنہ زبان کا گھاؤ نشتر کے گھاؤ سے زیادہ اثر رکھتا ہے۔

لطیفے

(۱) ماسٹر۔ چینتو۔ اگر تم بادشاہ ہو جاؤ گے تو کیا کرو گے۔ چینتو۔ میں بادشاہ ہو کر گڑ اور چنے خوب کھایا کرونگا۔

(۲) نعیم۔ کیا نسیم قابل اعتبار آدمی ہے۔ حلیم۔ میرے خیال میں وہ دُنیا میں سب سے زیادہ قابل اعتبار شخص ہے مگر صرف اتنی بات ہے کہ جب وہ کوئی بات کہے تو اس کے عین اُلٹ بات کو درست سمجھنا چاہئے۔

(۳) ماں دیکھو بیٹا شریر لڑکوں کی صحبت سے الگ رہنا۔ بیٹا۔ اماں جان! اس وجہ سے تو میں مدرسے نہیں جاتا۔

(۴) ماں (غصہ سے) میں نے کتنی دفعہ کہا ہے کہ تم شور نہ مچاؤ۔ لڑکا (دوڑ کر) سات دفعہ۔

شائقین گلدستہ اطفال کے لئے چند آزمودہ اور مجرّب نسخے

پیارے بھائیو! اپنے آزمودہ کارآمد نسخے نذر کرتا ہوں۔ ان پر کاربند ہو کر فائدہ اُٹھائیں۔ اسی قسم کے اور بہت سے دیگر مفید نسخوں کو یکجا کرنے کے لئے آج ہی ایک خط رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور کے نام تحریر فرما کر گلدستہ اطفال کے خریدار بن جائیے اور کاپی منگانی شروع کر دیجئے۔ کوئی دن میں آپکے پاس اتنے نسخے جمع ہو جائیں گے جو شائد حکیم لقمان نے بھی اپنے مطب میں جمع نہ کئے ہوں۔

(۱) کسی دانشمند کا قول ہے کہ "اگر تو فرصت چاہتا ہے تو لمحہ بھر بھی خالی یا بیکار نہ بیٹھ۔ (۲) قدر کھو دیتا ہے روز کا آنا جانا۔

(۳) کمینہ یار اور اوچھا ہتھیار کبھی کام نہیں آتا۔ (۴) بغیر اپنے ہاتھ پیر ہلائے نیز خود محنت کئے کچھ نہیں ہوتا۔

(۵) بھروسہ ہر بات کا صرف اپنے دم پر رکھو دوسرے پر ہرگز نہ رکھو۔

(۶) جو کام آج کرنے کا ہے اُس کو ابھی فوراً شروع کر دو۔ کل پر ہرگز ہرگز نہ چھوڑنا۔

(۷) جو شخص مصیبت اور مشکلات کے دام کا اسیر ہو گیا ہے اُسکو ہمت و استقلال کا دامن مضبوطی سے پکڑ لینا چاہئے۔ گھبرانے کی مطلق ضرورت نہیں

(۸) حسد اور رشک دونو جدا جدا لفظ ہیں اور جدا ہی جدا اپنی خاصیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ کسی شخص میں کوئی وصف دیکھ کر ہرگز اُس سے حسد نہ کرو بلکہ اگر وہ وصف تمہارا پسند ہو تو اُس ہی جیسی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر وصف پیدا کرنیکی سعی و کوشش کرو۔ اسی کا نام رشک ہے

(۹) خاموشی سب سے اچھی خصلت ہے۔ مگر موقع کے مطابق۔ نہ اتنا خاموش رہو کہ لوگ چپ شاہ کے نام سے پکارنے لگ جائیں نہ اتنا بولو کہ لوگ باتونی یا گھپی کے نام سے تمہیں پکاریں۔

(۱۰) دوستی کی تلاش نہایت آسان ہے صرف چند قدم اُٹھانے ہی پر دوست پیدا ہو جاتے ہیں مگر اس لفظ کے معنوں کی باریکی کو پہنچنا از حد مشکل و دشوار ہے۔ (۱۱) اپنی آنکھوں اور اپنے کانوں پر پورا اعتبار رکھو دوسرے کی زبان پر اعتبار نہ کرو۔

(۱۲) انسان ایک مشت خاک کا پتلا ہے۔ خاک ہی سے پیدا ہوا خاک ہی میں اسکی جائے رہائش ہے۔ خاک ہی اسکی غذا اور خاک ہی میں اسکو ملنا ہے۔ پھر اس کا غرور میں قدم رکھنا؟ نادانی اور بے وقوفی نہیں تو کیا ہے؟

(۱۳) نیکی مانند ایک گھڑے کے ہے بدی گویا گھڑے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے۔ نیکی کا گھڑا بہت مدت میں تیار ہوتا ہے مگر بدی کی ذراسی ضرب ملکے کے ریزے ریزے کر دیتی ہے۔ اس لئے ایسی کوئی حرکت نہ کرو جس سے تمہارے گھڑے کو نقصان پہنچے بلکہ اس کی مضبوطی اور خوبصورتی کو بڑھانے کی کوشش کرو کہ لوگ تحسین و آفرین کہیں۔

(۱۴) جہاں ایک دفعہ ٹھوکر کھا چکے ہو دوبارہ پھر کوشش کرو اگر کامیاب نہ ہو سہ بارہ سعی کرو آخر قادر مطلق کامیابی کی صورت پیدا کر ہی دیگا۔ مگر اپنے بچاؤ کا خیال رکھو۔ اور دیدہ و دانستہ اپنی جان کو جوکھوں میں نہ ڈالو

ورنہ لوگ قہقہوں سے تمہارا دم پریشان کر دیں گے۔

(۱۵) اوّل تو کسی سے وعدہ نہ کرو اگر کرتے ہو تو خوب سوچ سمجھ کر۔ سوچتے وقت کسی کی پروا نہ کرو نہ کسی کا اندیشہ کرو اور جب وعدہ کر چکے ہو تو اُس کو فوراً پورا کرو اور ضرور کرو ایسی صورت میں اپنی جان کی بھی پروا نہ کرو ورنہ اپنا اعتبار واعتماد جاتا رہیگا اور جھوٹے۔ دروغ گو۔ باطل۔ کہلانے لگو گے۔

(۱۶) ادب وتہذیب، تعظیم وتکریم کا دامن مضبوطی سے پکڑو۔ اور ہر وقت اس کے سائے میں رہو۔ دیکھو کتنی جلد عزت دونعمت حاصل ہوتی ہے۔ (باقی آئندہ)

امیر پرشاد شرما قصبہ شاہدرہ صوبہ دہلی متعلم جماعت دہم اے۔ ایس۔ وی۔ جے ہائی سکول دریا گنج دہلی

برائے امیدواران ورنیکلر فائنل کی بابت

مندرجہ بالا عنوان سے دو ماہ سے ہنسراج بہلوترہ کا سلسلہ مضمون نکل رہا ہے۔ مجھے اسے پڑھ کر خوشی ہوئی ہے۔ عزیز ہنسراج بی۔ ڈی ہائی سکول کا سابق طالب علم ہے۔ عزیز کو سکول میں ریاضی سے خاص دلچسپی تھی۔ کالج کی ریاضی کی تعلیم نے سونے پر سہاگے کا کام کیا ہے (؟) اس سلسلہ مضمون کا عنوان تبدیل ہونا چاہیئے۔ ورنیکلر فائنل کے امیدواران سوالوں کے حل کو نہیں سمجھ سکتے۔ چوتھا سوال آٹھویں جماعت کے طلباء سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن الجبرے سے حل بہت لمبا اور مشکل ہو گیا ہے۔ اس سوال کا حل آسان طریق سے مندرجہ ذیل ہے۔

سوال ۔ ۴ میل فی گھنٹے کی رفتار سے اگر ایک گول میدان کو محیط پر سے عبور کرنے کی بجائے قطر سے عبور کرنے میں ایک شخص کو نصف منٹ کم لگتا ہے۔ تو میدان کا محیط معلوم کرو۔

حل ۔ محیط پر سے عبور کریں تو نصف محیط کے برابر اور قطر سے عبور کریں تو پورے قطر کے برابر فاصلہ طے کرنا پڑیگا۔

فرض کیا محیط = ایک میل

قطر $= 1760 \times \frac{7}{22} = 560$ گز   نصف محیط $= 880$ گز

۴ میل فی گھنٹے کی رفتار سے ایک گز جتنی دیر میں جائیگا $= \frac{60}{1760 \times 4} = \frac{3}{352}$ منٹ

۸۸۰ گز جتنی دیر میں جائیگا $= 880 \times \frac{3}{352} = \frac{15}{2}$ منٹ

۵۶۰ گز جتنی دیر میں جائیگا $= 560 \times \frac{3}{352} = \frac{105}{22}$ منٹ

فرق $= \frac{15}{2} - \frac{105}{22} = \frac{30}{11}$ منٹ

$\frac{30}{11}$ منٹ فرق پر محیط ۱۷۶۰ گز ہے $\frac{1}{2}$ منٹ فرق پر محیط

$\frac{30}{11}$ منٹ : $\frac{1}{2}$ منٹ :: ۱۷۶۰ گز : محیط مطلوب

محیط $= \frac{1760 \times 11}{30 \times 2} = \frac{968}{3} = 322\frac{2}{3}$ گز

کلومل شرما ریاضی ٹیچر بی۔ ڈی ہائی سکول انبالہ چھاؤنی

انعامی حل طلب معما مندرجہ رسالہ مئی ۱۹۳۳ء کا جواب سرالوان کوٹن ہے

انعام کے مستحق کشمیری لال چوپڑہ جماعت دہم سٹیٹ ہائی سکول بسی ریاست پٹیالہ اور چرنجی لال جماعت ہشتم مڈل سکول ملال ضلع سنگرور رہیں۔ دونو کے نام چھ چھ ماہ کے لئے گلدستہ اطفال جاری کر دیا ہے۔

لکشمی نرائن جماعت دہم بی ڈی ہائی سکول

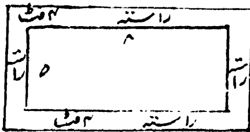
رہنمائے ریاضی

ایک دلکش سوال معہ آسان حل

(برائے امیدواران امتحان ورنیکلر فائنل)

سوال - ایک کھیت کے طول و عرض میں ۸ ، ۵ کی نسبت ہے - اس کے باہر چاروں طرف ۴ فٹ چوڑا راستہ بنا ہوا ہے جس کا رقبہ ۱۲۰۸ مربع فٹ ہے - طول و عرض بتاؤ -

حل - چونکہ (طول + عرض + دو چند چوڑائی راستہ) × دو چند چوڑائی راستہ = بیرونی راستے کا رقبہ



اس لئے (طول + عرض + ۲×۴) × ۲×۴ = ۱۲۰۸ مربع فٹ

(طول + عرض + ۸) × ۸ = ۱۲۰۸ مربع فٹ

(طول + عرض + ۸) = $\frac{۱۲۰۸}{۸}$ یا ۱۵۱ فٹ

طول + عرض = ۱۵۱ - ۸ یا ۱۴۳ " طول و عرض میں نسبت = ۸ ، ۵

نسبتی مجموعہ = ۸ + ۵ = ۱۳ پس طول = $\frac{۱۴۳}{۱۳}$ × ۸ = ۸۸ فٹ

اور عرض = $\frac{۱۴۳}{۱۳}$ × ۵ = ۵۵ فٹ بھگوان سہائے ورما سائنس و ریاضی ٹیچر مڈل سکول سپاٹو ضلع شملہ

دلکش سوال معہ حل

(برائے جماعت ہفتم)

رام شام ہرنام میں کچھ رقم ۲ : ۵ : ۹ کی نسبت سے تقسیم کی گئی اگر ہرنام کا حصہ کل تقسیم کردہ رقم کے نصف سے ۱۰ روپے زیادہ ہو تو کل رقم بتاؤ -

حل:- رام شام ہرنام کے حصوں میں نسبت : ۲ : ۵ : ۹

نسبتی مجموعہ = ۲ + ۵ + ۹ = ۱۶ نصف نسبتی مجموعہ = $\frac{۱۶}{۲}$ = ۸

ہرنام اور کل رقم کے نصف نسبتی مجموعہ کی نسبتوں میں فرق = ۹ - ۸ = ۱

پس ایک حصے کی قیمت = ۱۰ روپے اور ۱۶ حصوں کی قیمت = ۱۰ × ۱۶ = ۱۶۰ روپے

پس تقسیم کردہ کل رقم = ۱۶۰ روپے (جواب)

نند لال متعلم جماعت ہفتم مڈل سکول سپاٹو ضلع شملہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶

به سرپرستی سررشتہ تعلیم

دو روپیہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶

سررشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا

اور بہترین خدمت گذار

رسالہ

رہنمائے تعلیم لاہور

مینجنگ پروپرائٹر

ماسٹر جگت سنگھ

سالانہ چندہ دو روپیہ

قیمت فی پرچہ

ششماہی چندہ ۳/

قواعد وضوابط

۱۔ رہنمائے تعلیم بالعموم ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ سالانہ چندہ چار روپے (للعہ) ششماہی تین روپے (سے) بلا پیشگی۔ نمونہ کا پرچہ ۲ کے ٹکٹ آنے پر ارسال خدمت ہوگا۔ کوئی صاحب نمونہ مفت طلب کرنے کی تکلیف نہ کریں۔

۳۔ خریدار اصحاب خط لکھتے وقت چٹ نمبر ضرور لکھا کریں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

۴۔ رہنمائے تعلیم میں تمام ایسے علمی، ادبی۔ اخلاقی۔ طبی۔ تاریخی تحقیقی مضامین (نثر ونظم) ہوا کرتے ہیں جو شائستہ اور مفید ہوتے ہیں اور معیارِ ادب پر پورے اُترتے ہیں۔

۵۔ مذہبی اور پولیٹیکل مضامین ہرگز درج رسالہ نہیں ہونگے۔

۶۔ جو مضامین درج نہ ہونگے اُن کے واپس کرنے یا نہ کرنے کا ایڈیٹر صاحب کو پورا اختیار ہوگا۔

۷۔ مدیران مضامین کی ترمیم وتنسیخ کے مختار ہونگے۔

۸۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہیئے۔

۹۔ مضامین نثر کے متعلق جملہ خط وکتابت لالہ آگیا رام صاحب سچدیو کے اور مضامین نظم کے لئے جناب پنڈت لبھو رام صاحب جوشؔ ملسیانی کے نام ہونی چاہیئے۔ اور دیگر اُمور ترسیلِ زر مینجر کے نام ہونی چاہیئے۔

۱۰۔ مشتہرین اصحاب اشتہارات بھیج کر فائدہ اُٹھائیں۔ اُجرت نہایت معمولی جو ذیل میں درج ہے۔

نرخنامہ اشتہارات

پیمانہ صفحہ	ایک بار	تین بار	چھ بار	سال بھر
پورا صفحہ	لعہ ۹/	عہ ۲۷/	صہ ۵۰/	لہ ۹۰
نصف صفحہ	صہ ۵/	عہ ۱۵/	عہ ۲۷/	صہ ۵۰
چوتھائی صفحہ	سے ۳/	لعہ ۹/	عہ ۱۵/	عہ ۲۷

نرخنامہ اشتہارات سرورق (مستقل پورے سال کے لئے)

صفحہ ۲ و ۳ ایک سو آٹھ روپیہ سالانہ

صفحہ ۴ ایک سو بیس روپیہ سالانہ

(اُجرت ہر حال میں پیشگی آنی چاہیئے۔)

مینجر رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور نمبر ۵۵

بابت ماہ جولائی ۱۹۳۲ء

سررشتۂ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا اور بہترین خدمت گزار

رسالہ

رہنمائے تعلیم

جلد ۲۸ نمبر ۳

علمی، ادبی، اخلاقی، طبی، تاریخی، زراعتی، اور صنعتی مضامین کا ماہوار مجموعہ

زیر سرپرستی تاج الشعراء فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین داغ مرحوم

مدیر (اعزازی)

مسٹر لچھمی چند ودیارتھی بی اے۔ بی ٹی۔ ایم۔ او۔ جی۔ اے (لندن)

معاونین (اعزازی)

لالہ آگیا رام سچدیو منشی فاضل — جناب جوش ملسیانی

طالب کاشمیری ایم اے۔ ایم او ایل منشی فاضل ادیب فاضل

ماسٹر جگت سنگھ مینجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) بلڈنگ نمبر ۵۵

چندہ چار روپے (للعہ) .... ششماہی تین روپے (سے)

فی پرچہ ۸ر

فہرست مضامین

پنجاب یونیورسٹی کی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ

تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ کی نسبت جو پیشین گوئی کی تھی اسے مجملاً رہنمائے تعلیم کے ناظرین کرام تک پہنچایا گیا تھا۔ اب اصل رپورٹ کی سفارشات اور خاص حالات شائع کئے جاتے ہیں:۔

(۱) سفارشات

کمیٹی نے مندرجہ ذیل اہم سفارشات کی ہیں۔

(۱) ورنیکلر سکولوں کے سیکنڈری کورس میں ایک سال کا اضافہ کیا جائے۔ اور اینگلو ورنیکلر سکولوں کے سیکنڈری کورس میں ایک سال کی کمی کی جائے۔ یعنی ہر دو قسم کے سکولوں میں آخری امتحان نویں جماعت کے خاتمہ پر ہو۔

(۲) سیکنڈری کورس میں مضامین کی ترتیب ایسی ہو کہ تمام کورس لگاتار ہو تمام کورس میں ذریعہ تعلیم ورنیکلر ہو اور ذریعہ امتحان بھی ورنیکلر ہو۔ ظاہر ہے کہ اگر تجویز منظور ہوگئی تو طلباء کی ترقی کی رفتار موجودہ نسبت سے بہت بڑھ جائیگی۔ کیونکہ انہیں ایسی زبان میں تعلیم دی جائیگی جس پر انہیں کافی عبور حاصل ہے اور وہ ایک غیر زبان کے ذریعہ بہت سے مضامین تیار کرنیکی دقت سے بچ جائیں گے۔ مگر

دقت طلب امر یہ ہے کہ کیا ذریعہ تعلیم و امتحان سیکنڈری درجہ میں صرف ایک ورنیکلر ہو یا تقریباً تمام یعنی اُردو ہندی یا پنجابی۔ حالات حاضرہ میں عام رواج کے مطابق اپر مڈل تک ان تینوں زبانوں کا عمل دخل ہے اور میٹریکولیشن امتحان میں بھی امیدواران مجاز ہیں کہ وہ ہسٹری اور جاگرافی کے پرچوں کے جواب انگریزی میں دیں یا اُردو ہندی یا پنجابی میں البتہ سکولوں میں عام طور پر درسی کتابیں اُردو میں اور ورنیکلر فائنل امتحان کے جواب بھی اُردو میں ہوتے ہیں۔ کمیٹی کا اس تجویز سے اتفاق ہے کہ طلباء کو اس ورنیکلر کے ذریعہ تعلیم دی جانی چاہیئے جسے وہ اچھی طرح جانتا ہے مگر یہ تجویز اخراجات کی بیشی کا پیش خیمہ ہے اور اس سے فرقہ وارانہ تفرقات بھی بڑھ جائیں گے۔

دوسری تجویز رومن حروف میں اُردو تحریر ہے۔ ہم ڈائرکٹر صاحب محکمہ تعلیم کی اس تجویز کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ سکولوں میں رومن حروف میں لکھی ہوئی اُردو استعمال کی جائے۔ اُمید کہ اس طریق سے ایک ایسی ہندوستانی زبان ترقی پذیر ہو جائیگی جس میں اُردو اور پنجابی دونو کے الفاظ شامل ہونگے اور جو صوبہ کی عام زبان ہو جائیگی۔ رومن حروف میں ہندوستانی لکھنے کا جو طریقہ اس وقت رائج ہے اس میں پیشتر اس کے کہ اسے ادبی اور تعلیمی اغراض کے لئے استعمال کیا جائے ترمیم کی ضرورت ہے۔ جب یہ ترمیم ہو جائیگی تو سادہ رومن ہجے سکولوں میں تعلیمی اغراض کے لئے نہایت مفید ثابت ہونگے۔

(۳) ورنیکلر زبانوں کی تعلیم کا دائرہ وسیع کیا جانا چاہیئے۔ بطور ذریعہ تعلیم انگریزی کا استعمال مجوزہ سیکنڈری کورس کے اختتام کے

بعد تک ملتوی کیا جانا چاہیئے اور ورنیکلر زبان کی تعلیم کا بطور ایک مضمون کے دائرہ وسیع ہونا چاہیئے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اینگلو ورنیکلر سکولوں میں انگریزی کی تعلیم غیر ضروری ہے۔

(۴) تمام اینگلو ورنیکلر سکولوں میں انگریزی ضرور پڑھائی جانی چاہیئے اور اسکا دائرہ وسیع کیا جانا چاہیئے ہم یہ چاہتے ہیں کہ تعلیم کا دائرہ وسیع ہو کم نہ ہو۔ مگر ہماری یہ رائے ہے کہ بہت سے طلباء کو موزوں قسم کی تعلیم دی جانی چاہیئے۔

(۵) علیحدہ پرائمری صنعتی سکول بند کئے جانے چاہئیں۔ تمام بچے پرائمری سکولوں میں داخل ہوں۔ صنعتی سکولوں کی تعداد بڑھائی جائے۔ اور انہیں ہر طرح سے بہتر بنایا جائے۔ جب طلباء چھٹی جماعت میں ہوں تو وہ صنعتی سکولوں میں داخل ہو سکتے ہیں اور جب دسویں جماعت میں ہوں تو فنون کے سکولوں میں۔

(۶) انٹرمیڈیٹ کلاسیں یونیورسٹی کے کورس میں شامل نہ کی جائیں۔

(۷) موجودہ انٹرمیڈیٹ کلاسیں اور دسویں جماعت کے لئے ایک علیحدہ انسٹی ٹیوشن ہو جس کا کورس تین سال کا ہو۔ غریب طلباء کو وظائف دیئے جائیں اور داخلہ کے لئے عمر کی کم از کم حد مقرر کی جائے۔

(ب) مزید سفارشات

(۸) قانون کے ذریعہ اعلےٰ سیکنڈری تعلیم کا ایک بورڈ قائم کیا جائے جو اس کے لئے تعلیم کا نصاب مقرر کر دیگا۔ داخلہ کے اور آخری امتحانات کا انتظام کریگا۔ اور کامیاب امیدواروں کو ڈپلومے اور سرٹیفکیٹ عطا کریگا۔ اس بورڈ کا چیرمین گورنمنٹ کا نامزد ہوگا۔ اسی طرح سیکرٹری بھی گورنمنٹ کا مقرر کردہ ہو۔ سکولوں کے انسپکٹر اعلےٰ سیکنڈری سکولوں کا معائنہ کرینگے۔ انکے علاوہ بورڈ ایک کمیٹی مقرر کریگا جو وقتاً فوقتاً سکولوں کا معائنہ کریگی جس میں علاوہ دیگر ممبروں کے پنجاب کے باہر کا ایک ماہر تعلیم بھی شامل کیا جائیگا۔

پنجاب اور تعلیمی یونیورسٹیاں

(۹) یونیورسٹی کے دائرہ سے انٹرمیڈیٹ کلاسوں کے ہٹائے جانے سے کام بہت ہلکا ہو جائیگا۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس بات کی ضرورت ہے کہ یونیورسٹی کا ماتحتی رقبہ کم کیا جائے۔ پہلے یہ خیال تھا کہ لاہور میں ایک علیحدہ یونیورسٹی تعلیمی یونیورسٹی قائم کی جائے جیسے الہ آباد میں ہے۔ لیکن کمیٹی ایسی تجویز کی سفارش نہیں کر سکتی۔ اس سے اخراجات فوراً ہی بڑھ جائیں گے۔ کالجوں کی قدیمی روایات بھی رکاوٹ پیش کرتی ہیں۔ دوسری تجویز یہ ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کو دو یا دو سے زیادہ ملحقہ یونیورسٹیوں کی تعداد کا زیادہ ہونا پسندیدہ نہیں۔ اس کے علاوہ پنجاب میں کوئی ایسا شہر نہیں جو ایک نئی یونیورسٹی کا موزوں ہیڈ کوارٹر بن سکے۔

گذشتہ چند سالوں میں یونیورسٹی اور گورنمنٹ اس معاملہ میں بہت ڈھیلی رہی ہے کہ مضافات کے کالجوں کو بی اے تک لے جانے کی منظوری دی جائے۔ یہ مناسب نہیں مضافات کی ہر طرح سے حوصلہ افزائی ہونی چاہیئے۔ اس لئے ہم یہ زبردست سفارش کرتے ہیں کہ مضافات میں اعلےٰ تعلیمی ترقی کی دیرانہ پالیسی اختیار کی جائے۔ مضافات میں جو ڈگری کالج ہیں (یعنی جن میں بی اے تک تعلیم دی جاتی ہے) انکی حوصلہ افزائی ہونی چاہیئے جو کالج اچھے ہوں انکی امداد کی جائے۔ تاکہ وہ بالآخر آزاد یونیورسٹی یونیورسٹیاں بن سکیں لیکن فی الحال یا زمانہ قدم اٹھانے کی حالت میں نہیں۔

(۱۰) ملحقہ کالجوں کا ایک یونیورسٹی بورڈ قائم کیا جائے جس کا کام ان تمام معاملات میں یونیورسٹی کی قائم کردہ اکیڈیمک کونسل کو مشورہ دینا ہو جو ان ملحقہ کالجوں کے متعلق ہوں۔ کالجوں کے الحاق کی درخواستوں کے متعلق یونیورسٹی کو مشورہ دینا ہو۔ وائس چانسلر اس بورڈ کے صدر ہونگے۔ ممبروں میں تمام کالجوں کے پرنسپل تین ممبر وائس چانسلر کے نامزد ہونگے۔ انکے علاوہ دس ممبر اور ہونگے۔

خالصہ کالج امرتسر

جہانتک یونیٹری یونیورسٹیوں کے قیام کا تعلق ہے اور جسکا ذکر کیا جا چکا ہے خالصہ کالج امرتسر ایک مستثنےٰ ہے۔ کمیٹی قطعی طور پر یہ سفارش کرنے میں حق بجانب نہیں کہ اس کالج کو ایک آزاد یونیٹری یونیورسٹی میں تبدیل کیا جائے۔ مگر اسے اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ وہ جلدی ہی ایسی یونیورسٹی بن جائے۔ کمیٹی کالج کے منتظمان کی توجہ اس امر کی طرف دلائی ہے کہ ایک اعلےٰ کالج ایک ادنےٰ درجہ کی یونیورسٹی سے بدرجہا بہتر ہے۔ اس لئے ہم جلد بازانہ قدم اُٹھائے جانے کے حق میں نہیں۔

کالجوں کا الحاق

کالجوں کے الحاق کے لئے کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ وہ مندرجہ ذیل شرائط پوری کریں:۔

طلباء کی کل تعداد ۱۰۰۰ سے زیادہ نہ ہو۔ طلبا کی رہائش کا معقول انتظام ہو۔ شرح فیس یونیورسٹی مقرر کرے۔ ہر ایک کالج کا انتظام ایک انتظامیہ جماعت کے ماتحت ہو۔ جس میں پرنسپل کے علاوہ ٹیچروں کا بھی ایک نمائندہ ہو۔ ہر ایک ٹیچر کو یونیورسٹی کی مقرر کردہ تنخواہ دی جائے۔ ہر ایک ٹیچر کو ایک معاہدہ تحریر کرنا ہوگا جس کے سلسلہ میں اگر کوئی تنازعہ رونما ہو۔ تو اسے یونیورسٹی ٹریبیونل کے سپرد کیا جائے جس کا فیصلہ آخری ہوگا۔ اس ٹریبونل کا صدر وائس چانسلر ہوگا۔ یونیورسٹی کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ وہ کسی مقرر شدہ ٹیچر کے خلاف انضباطی کارروائی کر سکے۔

ڈگری کا نصاب

ڈگری (پاس و آنرس) کا کورس تین سال کا ہونا چاہئے۔ بی اے اور بی ایس سی کی ڈگری حاصل کر کے طلبا ایک سال تعلیم حاصل کرنیکے بعد ایم اے۔ ایم ایس سی کے امتحان میں شامل ہو سکیں گے۔ ریسرچ کا کام ایم اے وغیرہ کی ڈگری لینے کے بعد شروع کیا جائے۔ کمیٹی نے بیان کیا ہے کہ اسکے پاس اس امر کی شکایات موصول ہوئی کہ یونیورسٹی کلاسوں میں داخلہ کے متعلق کسی خاص فرقے یا فرقوں کے طلباء کو ترجیح دیجاتی ہے۔ یہ شکایات حق بجانب معلوم نہیں ہوتیں کمیٹی نے یہ بھی سفارش کی ہے کہ کالجوں میں باضابطہ لیکچروں کی تعداد کم کیجائے۔

ہندوستانی زبانیں

بی اے اور ایم اے کے امتحانات میں موجودہ ہندوستانی زبانوں کو بطور خود اختیاری مضامین کے شامل کیا جائے۔ جو طلبا ان زبانوں کے گریجویٹ ہوں۔ بی اے کی ڈگری اور ایس اے وی کا ڈپلوما حاصل کر سکیں اور انکی سنٹرل ٹریننگ کالج میں ٹریننگ حاصل کرنیکے لئے حوصلہ افزائی کیجائے۔ جب وہ ٹریننگ حاصل کرنیکے بعد سکولوں میں مقرر کئے جائیں تو انکی تنخواہوں کے وہی گریڈ ہوں۔ جو دیگر گریجویٹوں کے ہوں سنسکرت۔ فارسی اور عربی وغیرہ مشرقی زبانوں کے گریجویٹوں سے بھی یہی سلوک روا رکھا جائے۔ اعلےٰ سیکنڈری سکولوں میں سنسکرت۔ عربی اور فارسی کی تعلیم لازمی نہ ہو۔ مگر کسی طالب علم کو ڈگری کے امتحان کے لئے ایسی زبان لینے کی اجازت نہیں جس میں وہ اعلےٰ سیکنڈری کورس کے آخری امتحان میں کامیاب نہ ہوا ہو۔

لاء کالج لاہور

لاء کالج کا ذکر کرتے ہوئے کمیٹی نے لکھا ہے کہ اسکی حالت غیر تسلی بخش ہے۔ طلباء کی تعداد حد سے زیادہ ہے۔ اتنی گنجائش نہیں نہ ہی تعلیم کے لئے اتنی سہولتیں ہیں۔ اندریں حالات کمیٹی یہ ضروری خیال کرتی ہے کہ داخلہ کا معیار بلند کر کے طلباء کی تعداد کم کر دی جائے۔ ایل ایل بی کی ڈگری کا کورس تین سال کیا جائے۔ لیکن طلباء کو اس بات کی اجازت ہوگی کہ وہ پہلے سال کے کورس کے تعلیمی مضامین کو آرٹس ڈگری کے مضامین میں شامل کر سکیں۔ ان مضامین میں پولیٹیکل سائنس اور تاریخ ہوں مطلوبہ مضامین کا امتحان پاس کرنیکے بعد انہیں ایل ایل بی میں داخلکی اجازت ہوگی تمام وقت دینے والے ٹیچروں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ جماعتوں میں طلباکی تعداد بہت کم کر دی جائے۔

سنٹرل ٹریننگ کالج کا دائرہ وسیع کیا جائے اور ماسٹر آف ایجوکیشن کی ڈگری بھی دی جایا کرے۔ کالج میں ٹریننگ کا عرصہ ایک سال سے دو سال کر دیا جائے جہاں تک بی ایس سی (زراعت) کی ڈگری کا تعلق ہے۔ اعلےٰ سیکنڈری سکول کا آخری امتحان (موجودہ انٹرمیڈیٹ) کے پاس کرنے کے بعد اس ڈگری کا کورس تین سال کر دیا جائے۔

لڑکیوں اور عورتوں کی تعلیم

لڑکیوں اور عورتوں کی تعلیم کے متعلق کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ تعلیم کی توسیع کی ہر ایک سکیم میں لڑکیوں کی تعلیم کو ترجیح دی جائے۔ لڑکیوں کی تعلیم میں ترقی صرف روپیہ خرچ کرنے سے ہی نہیں ہو سکتی۔ اس کے لئے بہتر ٹیچروں کی بھی ضرورت ہے۔ لڑکیوں کے لئے ایک سنٹرل ٹریننگ کالج قائم کیا جائے۔ مگر خاص مضامین کی ٹریننگ کا انتظام سنٹرل ٹریننگ کالج کے ساتھ ہی کیا جائے۔ لڑکیوں کے لئے مشہور شہروں میں اعلےٰ سیکنڈری سکول کھولے جائیں۔ لاہور کے دو ڈگری کالجوں میں لڑکیوں کی تعداد زیادہ داخل نہیں ہو سکتی۔ انٹرمیڈیٹ کلاس بنانے سے سہولت ہو جائیگی

یونیورسٹی کا نظم و نسق

(۱) موجودہ سینٹ۔ کمیٹی کی رپورٹ۔ ہے کہ موجودہ سینٹ کی ہیئت ترکیبی غیر تسلی بخش ہے۔ کئی گواہوں نے جو کمیٹی کے سامنے پیش ہوئے۔ اپنی شہادت میں یہ بیان کیا ہے کہ یونیورسٹی میں قانون پیشہ عنصر بہت زیادہ ہے۔ بعض گواہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ سینٹ میں ٹیچروں کی نمائندگی ناواجب طور پر کم ہے۔ یہ شکایت غیر حق بجانب ہے کیونکہ ۸۵ ممبروں میں سے ۵۲ ٹیچر ہیں۔ ہندوؤں کے علاوہ اور بہت سے غیر مسلم گواہوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ یونیورسٹی میں فرقہ وارانہ امتیازات روا نہیں رکھے جانے چاہئیں۔ یونیورسٹی کے ۲۶ فیلوؤں نے جو میمورنڈم پیش کیا ہے۔ اس میں اس بات پر خاص زور دیا ہے۔ بخلاف اسکے مسلم گواہوں نے مسلم فیلوؤں کی موجودہ تعداد پر اظہار بے اطمینانی کیا ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ مسلم فیلوؤں کی تعداد صوبہ کی مسلم آبادی کے لحاظ سے ہونی چاہئے۔ انہوں نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ مسلم فیلوؤں کی تعداد ۵۵ سے ۶۳ فی صدی ہونی چاہئے۔

انجمن حمایت اسلام نے اپنے میمورنڈم میں لکھا ہے کہ چونکہ یونیورسٹی کا نظم و نسق بالکل غیر مسلموں کے ہاتھوں میں ہے۔ اس لئے اس نے بحیثیت مجموعی مسلم فرقہ کا اعتماد کھو دیا ہے۔

بعض گواہوں نے۔ تجویز پیش کی ہے کہ ٹیکسٹ بکس کے متعلق مشکل کا حل کرنے کے لئے یونیورسٹی پریس قائم کیا جانا چاہئے۔ مگر یونیورسٹی نے یہ تجویز بہت سی وجوہات کی بنا پر مسترد کر دی ہے۔ اس لئے اس پر مزید غور و خوض کی ضرورت نہیں۔

(ب) یونیورسٹی کی ہیئت ترکیبی کے متعلق کمیٹی کی رائے ہے کہ اسکی ساخت اچھی نہیں۔ ممبروں کی تعداد اتنی تھوڑی ہے کہ اس میں مختلف مفاد کے نمائندوں کی گنجائش نہیں۔ اسکے ساتھ اسکے اختیارات اور فرائض کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ سنڈیکیٹ کا بھی جو سینٹ کی انتظامیہ کمیٹی ہے۔ دائرہ اختیارات بہت وسیع ہے۔ اسکے فرائض تعلیمی اور انتظامی بھی ہیں۔ اس کے علاوہ پالیسی اور فنانس کے وسیع مسائل پر غور کرنیکے لئے بہت تھوڑا وقت ہے۔ اکیڈیمک کونسل کے چند خاص فرائض ہیں مگر اسے حقیقی طاقت حاصل نہیں۔ اندریں حالات یہ ضروری ہے کہ یونیورسٹی کی ان ہرسہ جماعتوں کے اختیارات و فرائض کی ازسرنو تقسیم کی جائے۔ موجودہ کانسٹی ٹیوشن نہایت ہی ناموزوں ہے۔ یہ ایسا ہونا چاہئے کہ موجودہ پنجاب کے مسائل کا مقابلہ کرنے کے قابل ہوسکے۔ خواہ یونیورسٹی کو انٹرمیڈیٹ جماعتوں سے سبکدوش کر دیا جائے اور بالآخر نئی یونیورسٹیاں قائم کر دی جائیں۔ مگر پھر بھی آئینی اصلاحات کی ضرورت ہوگی۔

نئے ایکٹ میں یونیورسٹی آئین کا ڈھانچہ دیا جائے۔ عام اہمیت کے معاملات سٹیچیوٹس کے ذریعے طے کئے جائیں۔

سینٹ کے فرائض اور ترکیب

سینٹ کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ وہ کوئی سٹیچیوٹ منسوخ کرسکے یا دوبارہ غور کے لئے سنڈیکیٹ کے پاس بھیج دے نصاب وغیرہ کے متعلق آرڈیننسوں پر غور کرے اور اگر انہیں موزوں خیال نہ کرے تو ۳/۲ کی اکثریت سے انہیں منسوخ کردے۔ قواعد وضوابط پر غور کرے اور انہیں منظور کرے۔ سالانہ بجٹ منظور کرے وغیرہ۔ سینٹ کے ممبروں میں مندرجہ ذیل شامل ہونگے

ممبر باعتبار عہدہ۔ چانسلر۔ وائس چانسلر۔ لاہور ہائیکورٹ کے چیف جسٹس پنجاب۔ گورنمنٹ کے وزراء۔ صدر پنجاب لیجسلیٹو کونسل۔ بشپ لاہور۔ ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم۔ ڈائرکٹر محکمہ تعلیم صوبہ سرحد۔ اعلےٰ سیکنڈری تعلیم کے بورڈ کا صدر۔ ڈپٹی ڈائرکٹریس محکمہ تعلیم پنجاب۔ پراونشل کالجوں۔ عورتوں اور کانسٹی ٹیوانٹ کالجوں کے پرنسپل۔ ملحقہ کالجوں کے ۵ پرنسپل (باری باری بجائیں گے یا جنہیں کالج خود منتخب کریں گے) پرنسپل خالصہ کالج امرتسر۔

منتخب ممبر۔ پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے پانچ ممبر۔ صوبہ سرحد کے نمائندے۔ پنجاب کے ڈسٹرکٹ بورڈوں کے ممبروں کے پانچ منتخب نمائندے۔ لاہور میونسپلٹی کا ایک ممبر۔ ایک ممبر جسے پنجاب کی درجہ اول کی میونسپل کمیٹیوں کے ممبر منتخب کرینگے۔ چار ممبر ایسے ہونگے جنہیں پنجاب کونسل کے زمینداروں کے حلقہ ہائے انتخاب منتخب کرینگے تین عورتیں جنہیں سینٹ مقرر کریگی۔ ۴۵ ممبر جنہیں رجسٹرڈ گریجویٹ منتخب کرینگے۔ یونیورسٹی کے دو پروفیسر جنہیں پروفیسر خود منتخب کرینگے۔ چار مقررشدہ لیکچرار اعلےٰ سکنڈری تعلیم کے

نامزد ممبر۔ ۴۰ ممبر جنہیں چانسلر نامزد کرینگے۔ ۷ ممبر جنہیں ہندوستانی ریاستیں (جو یونیورسٹی کے دائرہ کے اندر ہوں) نامزد کرینگی۔ سینٹ کی میعاد تین سال ہوگی۔ ۱۲ سال کے عرصہ کے لئے ۱۰ نشستیں مسلم گریجویٹوں کے لئے اور ۱۰ دیگر فرقوں کے گریجویٹوں کے لئے۔ طریق انتخاب مشترکہ ہوگا۔ تمام یونیورسٹیوں کے گریجویٹ رجسٹرڈ ہوسکیں گے۔ بشرطیکہ وہ پانچ روپے بطور فیس ادا کریں۔

سنڈیکیٹ

یونیورسٹی کے نظم ونسق اور مالیات کا انتظام سنڈیکیٹ کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس کا تعلق انتظامیہ معاملات سے ہوگا۔ تعلیمی

معاملات میں اسکی مداخلت محدود ہوگی۔ اس کے علاوہ اسکا کام آرڈی ننس اور سٹیچویٹ تیار کرنا۔ یونیورسٹی کی جائداد کا انتظام کرنا۔ امتحانات کا انتظام کرنا۔ حکام یونیورسٹی کا مقرر کرنا۔ انتظامیہ اسامیاں بنانا اور انہیں منسوخ کرنا قابل ذکر ہیں۔ اس میں مندرجہ ذیل اصحاب شامل ہونگے:
وائس چانسلر صدر۔ ڈائرکٹر محکمہ تعلیم۔ آرٹس۔ سائنس۔ علوم مشرقی۔ قانون اور میڈیسن کی فیکلٹیوں کے ڈین۔ ۶ ممبر سینیٹ اپنے ممبروں میں سے منتخب کریگی۔ ۶ ممبر چانسلر کے نامزد ہونگے۔

وائس چانسلر اور رجسٹرار

وسیع اختیارات اور ذمہ واریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے وائس چانسلر یونیورسٹی کا تنخواہ دار افسر ہونا چاہئے۔ اور وہ اپنا تمام وقت یونیورسٹی کے کام میں لگائے۔ یونیورسٹی کی کسی انسٹی ٹیوشن سے اسکا براہ راست تعلق نہیں ہونا چاہئے۔ نہ ہی یونیورسٹی کی کسی خاص پارٹی سے اس کا تعلق ہونا چاہئے۔ وہ چانسلر کا نامزد کیا ہوا ہو۔ اور کافی عرصہ تک اس عہدہ پر رہے نیز اسکی دوبارہ نامزدگی بھی ہو سکے۔ یونیورسٹی کے دفتر پر اس کا مکمل کنٹرول ہونا چاہئے۔ مجوزہ آئین میں لازمی طور پر رجسٹرار کے اختیارات محدود ہو جائینگے اور اسے وائس چانسلر کی مرضی کے ماتحت کام کرنا ہوگا۔ رجسٹرار تمام وقت کے لئے تنخواہ دار افسر ہوگا۔ اس کا تقرر سنڈیکیٹ کے اختیار میں ہوگا۔ دفتر کے متعلق فرائض کے علاوہ وہ سینٹ۔ سنڈیکیٹ۔ اکیڈیمک کونسل اور بورڈ آف فنانس کے سیکرٹری کے طور پر کام کریگا۔ یونیورسٹی کی تقرریوں کے لئے الگ کمیٹی ہوگی جس کا صدر وائس چانسلر ہوگا۔ مالیات کے انتظام کے لئے کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ ایک بورڈ مقرر کیا جائے جس کا نام بورڈ آف فنانس ہو۔

متفرق۔ تعلیم میں ترقی

صوبہ میں تعلیمی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے کمیٹی نے لکھا ہے کہ منظور شدہ انسٹی ٹیوشنوں میں طلبا کی تعداد جہاں سنہ ۱۹۱۷ء میں ۲۶۶۱۴۲ تھی وہاں سنہ ۱۹۲۷ء میں یہ تعداد ۹۶۶۵۷۰ تک پہنچ گئی۔ گویا دس سال کے عرصے میں ۲۶۲٫۷۱ فیصدی ترقی ہوئی۔ اس اضافہ میں تمام فرقوں کا حصہ ہے مگر مسلمانوں کا بہت زیادہ ہے۔ مسلم طلبا کی تعداد سنہ ۱۹۱۷ء میں ۱۹۶۹۲۱ تھی اور سنہ ۱۹۲۷ء میں ۵۹۰۸۳۴ تک پہنچ گئی اور سنہ ۱۹۳۱ء میں ۶۰۶۱۷۲ ہو گئی۔ اگرچہ مسلمان اعلےٰ تعلیم میں بہت پیچھے ہیں مگر وہ اس کمی کو آہستہ آہستہ پورا کر رہے ہیں۔

میسرز رحمان اور یوسف علی کے نوٹ

مسٹر رحمان اپنے نوٹ میں لکھتے ہیں کہ میرا اپنے ساتھیوں کی تجاویز سے اتفاق ہے مگر میں چند تخصیصات کی سفارش کرتا ہوں ہندوستان کے موجودہ حالات میں فرقہ وارانہ نیابت ضروری ہے سینٹ میں ان نمائندوں کی جنہیں رجسٹرڈ گریجویٹ منتخب کریں۔ نصف تعداد مسلمانوں کی ہو اور انہیں مسلم رجسٹرڈ گریجویٹ ہی منتخب کریں سینٹ کے ممبروں کے تقرر کے وقت چانسلر کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو غیر یوروپین ممبروں میں سے نصف مسلمان ہوں۔ سنڈیکیٹ کے ان ممبروں میں سے جنہیں سینٹ منتخب کرے نصف مسلمان ہوں۔ اس طرح ان غیر یوروپین ممبروں میں سے جنہیں چانسلر منتخب کرے نصف مسلمان ہوں۔
مسٹر اے یوسف علی نے بھی اس بات پر خاص زور دیا ہے کہ سنڈیکیٹ اور اکیڈیمک کونسل میں مسلمانوں کو کافی نمائندگی دی جائے اور نامزد ممبروں میں سے پچاس فی صدی مسلمان ہوں۔ (ماخوذ) (سچد یوا)

ناخدائے سخن تاج الشعرا فصیح العصر حضرت نوح ناروی

کب خلد ہے رتبے میں ترے در سے زیادہ
اس گھر کی سجاوٹ نہیں اس گھر سے زیادہ

خورشید ٹھہرتا نہیں دن بھر سے زیادہ
کیوں کر ہو ترے روئے منور سے زیادہ

شعلہ ہو کہ سیماب ہو بجلی ہو کہ آندھی
کوئی نہیں میرے دلِ مضطر سے زیادہ

صحرائے محبت میں کبھی دل نہ جدا ہو
پیارا ہے یہ رہزن مجھے رہبر سے زیادہ

گو کچھ بھی دلِ زار نہیں پھر بھی ہے سب کچھ
نشتر سے اگر کم تو بہتّر سے زیادہ

فریادِ ستم آج بھی ہم کر نہیں سکتے
حاوی ہے کوئی داورِ محشر سے زیادہ

تعریف کروں کیا تری بے باک نظر کی
چلتی ہوئی چلتے ہوئے خنجر سے زیادہ

مانا کہ رہا چرخ بھی آمادۂ بیداد
لیکن ہے گلہ مجھ کو مقدر سے زیادہ

بجلی کی طرح آئے بھی آ کر وہ گئے بھی
ٹھہرے مرے پہلو میں نہ دم بھر سے زیادہ

بے چین ہی رکھے گی ہمیں آپ کی حسرت
یہ پھانس کھٹکنے میں ہے نشتر سے زیادہ

مے کش کے لئے اور کوئی چیز نہیں ہے
دنیا میں چھلکتے ہوئے ساغر سے زیادہ

کیا ہو مرے نالوں کا اثر آپ کے دل پر
پتھر سے نہیں کم یہ ہے پتھر سے زیادہ

ہے وجہ یہی قبر میں دو گز کے کفن کی
پھیلائے کوئی پاؤں نہ چادر سے زیادہ

ہر روز نیا روز نئی صبح نئی شام
آرام سفر میں ہے مجھے گھر سے زیادہ

افسوس کہ ہے تشنگیٔ شوقِ شہادت
مقدار میں آبِ دمِ خنجر سے زیادہ

کیا جانے مرے گھر کوئی آئے کہ نہ آئے
بے تاب سرِ شام ہوں دن بھر سے زیادہ

ہو جائے جو ناوقت تو رک جائیں مسافر
رہزن ہیں رہِ عشق میں رہبر سے زیادہ

اے پیرِ مغاں رہنے بھی دے اپنا تکلف
چُلّو ہے مرے واسطے ساغر سے زیادہ

لازم ہے محبت کے لئے خانہ بدوشی
بے گھر وہی اس میں ہو جو ہو گھر سے زیادہ

طوفانِ مضامین کے اٹھانے میں کوئی بھی
مشہور نہیں نوحِ سخنور سے زیادہ

جذباتِ بسمل

(جناب بسمل الہ آبادی)

داغِ دل سے ہو گئے روشن تنِ زار میں چراغ
جیسے کعبے میں ہو یا دیرِ برہمن میں چراغ

یا گری چرخِ بریں سے آج بجلی ٹوٹ کر
یا جلا ہو نالۂ بلبل سے گلشن میں چراغ

میں کروں آہیں تو ڈالو روئے روشن پر نقاب
جب چلے آندھی چھپا لو جلد دامن میں چراغ

آ گئے چھٹ کر قفس سے کیا اسیرانِ چمن
جل رہا ہے آج کیوں اک اک نشیمن میں چراغ

دیدۂ باطن سے کوئی دیکھنے والا تو ہو
بن گئے انوارِ حق دیرِ برہمن میں چراغ

اس توقع پر کہ دیکھوں رات کو بھی حسنِ گل
بلبلِ شیدا لئے پھرتی ہے گلشن میں چراغ

دیدۂ تر سے کبھی ٹپکے جو آنسو گرم گرم
اُڑتے اُڑتے بن گئے وہ میرے دامن میں چراغ

چرخ سے بجلی گری گر کر منور کر گئی
ایک اک تنکا ہوا بجھ کر نشیمن میں چراغ

کیا تمہیں ڈر ہے ہوائے خنجر و شمشیر کا
تم لئے پھرتے ہو اے بسمل جو دامن میں چراغ

نظم و نسق مدرسہ

ایک دیرینہ سال ہیڈ ماسٹر کے خطوط ایک نو آموز کے نام

(از جناب سید اشفاق حسین صاحب بی اے۔ بی ٹی)

خط نمبر ۱۵

جناب من۔ تسلیم۔ خود میرا خیال تھا کہ "انعام والے خط" کے بعد دو چار خطوط میں سزا کے فلسفہ اسکی اقسام وغیرہ کے متعلق آپ کو لکھوں لیکن بعض ضروری اور وقتی مسائل نے ایسا کرنے سے باز رکھا۔ چونکہ اب آپ خود اس مسئلہ کو چھیڑ رہے ہیں۔ اس لئے اب پُرانے خیالات کو الفاظ کا جامہ پہنانا پڑا۔

نئی روشنی کے "رحم دل اور مہربان" ہیڈ ماسٹر سزائے جسمانی پر بہت ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور جسمانی سزا دینے والے ہیڈ ماسٹروں کو سنگ دل اور ناتجربہ کار بتاتے ہیں۔ اُن کا یہ عام قول ہے کہ جب اُستاد اپنے طریقۂ تعلیم کی خرابی۔ عدم توجہی اور نااہلی سے کسی تعلیمی مسئلہ کو طلباء کے ذہن نشین نہیں کر سکتا اور طلبا کورے ہی رہتے ہیں تو وہ بھناتا ہے اور دیوانہ وار پیٹنا شروع کر دیتا ہے۔ نئی تعلیم کی روشنی میں سزائے جسمانی کو تعلیمی دُنیا سے بالکل معدوم کر دینا چاہئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اکثر حالات میں طلباء واقعی اساتذہ کے انتقامی جذبات کی بھینٹ چڑھتے ہیں جو اُستاد کے واسطے ہرگز شایانِ شان نہیں اور اگر ہم واقعی ایمانداری اور سچائی سے سوچیں تو بعض حالات میں اساتذہ کی ناتجربہ کاری۔ طریقۂ تعلیم کی خرابی اور اسی قسم کی اور باتیں سزا کا باعث بن جاتی ہیں لیکن میں اُصولاً اس کو تسلیم کرنے کے واسطے تیار نہیں کہ جسمانی سزا دُنیائے مدارس سے جلاوطن کر دیجائے۔

میں اس کو تسلیم کرتا ہوں کہ بہترین ہیڈ ماسٹر وہ ہے جو جسمانی سزا کا کم سے کم استعمال کرے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جب ضرورت پڑے اور ہیڈ ماسٹر سزائے جسمانی دینے سے احتراز کرے۔ وہ بدترین ہیڈ ماسٹر ہے۔ وہ طالب علم جو ضدی سب سے بے پروا اور چھوٹے ہم سبق بچوں کو ستانے پر اصرار کرے اور ہیڈ ماسٹر اس کو سزا نہ دے وہ رحم دل نہیں بلکہ کمزور اور بزدل ہے جو اپنے آپ کو دھوکہ دیکر رحم دلی کی آڑ میں پناہ لینا چاہتا ہے۔

جب ایک طالب علم کی اصلاح کے دیگر وسائل ناکام رہیں اور صرف جسمانی سزا ہی اس کا واحد علاج متصور

ہو اور والدین اور سرپرست بھی جسمانی سزا کے خلاف آواز اُٹھائیں تو ہیڈ ماسٹر کا فرض ہے کہ پہلے لڑکے کو سزا دے
اور بعد میں والدین کو صدائے احتجاج بلند کرنے دے - اگر والدین یا سرپرست اپنے جگر گوشوں کو بگاڑنا چاہتے ہیں
اور ہیڈ ماسٹر کے سپرد وہ لڑکے ہیں جو مار سے ضرور اصلاح پذیر ہوسکتے ہیں تو اُس کا اخلاقی فرض ہے کہ سزا سے
دریغ نہ کرے اس لئے کہ ع　　جورِ اُستاد بہ زمہر پدر
غالباً میرے ان الفاظ کو سُن کر "نئے معلم" **Modern Educators** چراغ پا ہونگے - لیکن میں
بصد ادب عرض کرونگا کہ میں ہرگز اس کو تسلیم نہیں کرتا کہ جس مدرسہ میں دن رات ڈنڈا کھڑکتا ہے - اُنکی تعلیمی
حالت یا اخلاقی حالت یا ضبط و انتظام مدرسہ اُن سے بہتر ہوتا ہے' جہاں بید کا استعمال شاذونادر ہوتا ہے۔
بلکہ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ اُس مدرسہ کا ضبط خراب ہے اور ہیڈ ماسٹر کی حکومت نہایت کمزور جہاں بید سے
حکومت کی جاتی ہے - میں اِس کو بھی مانتا ہوں کہ اکثر حالات میں طلبا کے جرائم خراب ماحول اور مجبوریوں کی
بنا پر ہوتے ہیں - بجائے اس کے کہ وہ اُن کی فطری شرارت پر محمول کئے جائیں - لیکن یہ بھی بلا خوفِ تردید
کہتا ہوں کہ بعض اوقات ہر مدرسہ میں ایسے حالات ضرور پیش آتے ہیں کہ جب کوئی مفر اس سے نہیں رہتا -
سزا کے تین مقاصد بتائے جاتے ہیں - اوّل جرائم کی روک تھام - دوسرے اصلاحِ مجرم اور تیسرے بطور زجر
تعلیمی زاویہ نظر سے یہ تینوں مقصد حقیقت کا عنصر لئے ہوئے ہیں - اس میں کوئی شک نہیں کہ اولین مقصد محض اصلاح
ہے - لیکن سکول چونکہ ایک خاص قسم کی سوسائٹی ہے جس میں خاص قوانین پر عمل پیرائی ضروری ہے - اُن قوانین
کا توڑنے والا ضرور سزا کا مستوجب ہے تا کہ اس سوسائٹی کے دیگر افراد اس قسم کی جرأت نہ کریں - یہ مقاصد میرے
خیال میں صریح طور پر مظہر ہیں اور میرے خیال کے مثبت -　　　　رمزی

خط نمبر ۱۶

عزیز گرامی - نامہ اخلاص شمامہ موصول ہوُا - سکول کی چار دیواری میں حکومت خود اختیاری کے تجربات
واقعی اکثر مدارس میں ہو رہے ہیں - اور کم و بیش کامیابی بھی حاصل کی جارہی ہے - اس میں کوئی شک نہیں کہ
تعلیم کا اس سے بڑا مقصد اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس سے طلبا میں ذمہ داری کا احساس پیدا ہو جائے - میں نے
بھی یہ تجربہ چند سال پیشتر کیا تھا - حسب منشا چند موٹی موٹی باتیں جن کا خیال میں نے خاص طور پر رکھا
تھا لکھے دیتا ہوں - اُمید نہیں کہ آپ کی معلومات میں اُن سے کوئی خاص اضافہ ہو - اس لئے کہ جیسا آپکے خط سے
معلوم ہوتا ہے - آپنے اس کے متعلق کافی لٹریچر پڑھا ہے -
مجھے اصل میں یہ دِقّت پیش آئی کہ پُرانے مانیٹرز کے نظام میں اگر کوئی طالب علم ایسا ملتا تھا جو جماعت میں

ضبط قائم رکھ سکے تو وہ تعلیم میں صفر ہوتا تھا اور اگر کوئی تعلیمی حالت میں عمدہ ملتا تھا تو وہ صرف بودا نہ ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ ایک ہی لڑکے پر تمام بار پڑنے سے اس کی تعلیم کا ہرج ہوتا تھا اور اکثر حالات میں وہ بادل ناخواستہ کام انجام دیتا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہوتا بھی تھا حق بجانب۔

اس مشکل کا حل میں نے اس طرح کیا کہ ایک ایک جماعت سے دو دو تین تین ممبروں کا انتخاب بذریعہ ووٹس کرایا۔ پہلے اُن ممبروں کی مطلوبہ صفات طلباء کے ذہن نشین کر دیں۔ اور اُن کے فرائض اور منصب کی اہمیت طلباء کو سمجھا دی۔ اس کے بعد فوراً ہی انتخاب کرا لیا تاکہ بیجا اثر ڈالنے کا موقعہ نہ مل سکے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ایک ایک دو ممبر ذاتی رائے سے بھی مجھے رکھنے ضروری معلوم ہوئے۔ منتخبہ ممبروں میں سے جماعت کا ہوشیار ترین طالب علم تعلیمی اعتبار سے بھی تھا۔ اور جماعت کا سب سے ہر دلعزیز طالب علم بھی بلا لحاظ اس کے کہ وہ تعلیم میں کس درجہ پر تھا۔ کھیلوں کے کپتان بھی اس بورڈ میں شامل تھے۔ جب یہ انتخاب عمل میں آ چکا تو اُن تمام ممبروں کو میں نے اپنے دفتر میں جمع کیا۔ اُن کے انتخاب پر مبارکباد دی۔ اور انہیں بتایا کہ اب اُن کی حیثیت معمولی طلبا سے کہیں بڑھ کر ہے۔ وہ انتظام مدرسہ میں میرے دستِ راست میرے اعتبار کے حامل اور اپنے کمزور بھائیوں کے مدرسہ اور بیرون مدرسہ میں پشت و پناہ ہیں بشرطیکہ اُنھوں نے اپنے آپکو قابلِ اعتبار ثابت کیا۔ اُن کو خاص حقوق۔ خاص اختیارات اور خاص مراعات حاصل ہونگی۔

جماعت میں اُستاد کی غیر حاضری میں امن و امان اور ضبط و انتظام قائم رکھنا۔ قوانین مدرسہ کی خود انتہائی پابندی کرنا اور دوسروں سے کرانا۔ مظلوموں کی حمایت اور ضرورت مندوں کی امداد انکے خاص فرائض ہونگے مدرسہ کی شہرت کو قائم رکھنا اور اُس کی آن پر مر مٹنا اُنکا فرض اولین ہوگا۔

میں اُن کے چہرے بشرے سے اندازہ لگا رہا تھا کہ مسرت کی برقی لہریں اُن میں دوڑ رہی تھیں اور وہ اپنی شخصیت کی بالاتری کو محسوس کر رہے تھے۔ کلاس کی لائبریریوں کا انتظام۔ کھیل کے سامان کی خرید میں اُن کا مشورہ۔ جماعتوں کے باہمی ٹورنامنٹ کے پروگرام بناتے وقت اُنکا بلا لینا بیحد مفید ثابت ہؤا۔ ایک چھوٹا سا کمرہ ان کو دیدیا گیا۔

تھوڑے ہی عرصہ کے بعد میں نے محسوس کر لیا کہ بہت سے بار سے مجھے اور اساتذہ کو نجات مل گئی۔ چونکہ تجربہ کے طور پر صرف ایک سب سے بڑی اور ایک سب سے چھوٹی جماعت میں اس کو رائج کیا گیا تھا۔ دو چار مہینہ میں دوسری جماعتوں کی عرضداشتیں اس باب میں موصول ہونے لگیں۔ چنانچہ دو سال ہو چکے کہ میرے مدرسہ کی ہر جماعت کے ہر فریق میں یہ طریقہ رائج ہے اور مدرسہ کی ایک چھوٹی سی جمہوریت بیحد مفید کام کر رہی ہے۔

یہ خاص طور پر دیکھا گیا ہے۔ کہ سکول ضلع اور ڈویژن کے کھیل اور تعلیمی مقابلوں میں اس کے بعد خاص طور پر نمایاں حصہ لینے لگا۔

اسی ضمن میں ایک نکتہ اور قابل توجہ ہے اور وہ یہ کہ جماعت کے شریر لڑکوں کو اس سے محروم نہ کیا جائے۔ میں نے ان چند سالوں میں یہ خاص تجربہ کیا ہے کہ مدرسے کے چند بدنام ترین اور شریر ترین لڑکے جب اُن پر ذمہ داری کا بار ڈالا گیا۔ نہ صرف خود راہِ راست پر آ گئے۔ بلکہ مدرسے کے واسطے بہترین طور پر مفید ثابت ہوئے بلکہ جہاں مدرسہ کی آن کا سوال درپیش ہوا۔ یہی سب میں پیش پیش تھے۔

یہ پیش پا اُفتادہ معمولی باتیں ہیں جو آپ کے حکم کے مطابق ضبط تحریر میں لائی گئی ہیں ورنہ ان میں کوئی جدّت یا طبیعت کی اُپج نمایاں نہیں ہے۔

رمزی

ہدایات نصاب پرائمری مدارس

(از جناب پیرزادہ نور حسین صاحب آذری ایم اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع بنوں)

ضابطہ تعلیم صوبہ سرحد میں دیئے ہوئے نصاب کو مطالعہ کرو۔ اور اس کے مندرجہ مضامین کی سال رواں کے لئے ماہانہ تقسیم اپنے تجربے اور حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے کرو۔ حتی الوسع اپنی تقسیم کے مطابق چلو۔ تقسیم کار کرتے وقت اس اصول پر کاربند رہو کہ جو کچھ پڑھایا جائے پختہ اور مکمل ہو۔ اور اس خیال سے ہو کہ دوبارہ پڑھانے کی ضرورت نہ پڑے۔ اعادہ ہر سبق کے اختتام پر ہو۔ اور اگر ضروری خیال کرو۔ تو ہر ماہ کے آخری تین چار روز اس کے لئے وقف کر دو۔ مگر اس صورت میں دہرانا امتحانی ہو۔ اور جہاں ممکن ہو تحریری ہو۔ طلباء سے سوالات کے ذریعے مضمون پر عبور کراؤ۔ اعادہ کے ایام نہایت چستی اور مستعدی کے ہونے چاہئیں۔ سال کے آخری دو تین ماہ خانہ پری کے لئے "دہرانا" دہرانا کے الفاظ سے ضائع مت کرو۔ تقسیم کار کا نقشہ خوشخط اور خوبصورت تیار کر کے اپنے کمرۂ جماعت میں نمایاں موقعہ پر آویزاں کر دو۔ اور اس کے ساتھ مفصلہ ذیل ضروری نقشے جو آپ کے کمرے کی آرائش کا باعث ہوں۔ قرینے سے لٹکے ہوئے ہوں۔

(۱) ٹائم ٹیبل (اپنے سکول کے سٹاف کے مطابق ضابطہ تعلیم سے عمل کرنے کے لئے نقل کر لو) (۲) مضامین گفتگو جماعت سوئم (۳) نقشہ لوازمات خطوط نویسی جماعت چہارم (۴) فہرست ہائے اسباق مطالعہ قدرت جماعت وار معہ اشارات (۵) طلباء کے تیار کردہ جغرافیائی خاکے (۶) ہدایات سررشتہ تعلیم ضلع ہذا۔

حساب بنیادی اصول اس مضمون میں صحت عمل اور تخفیف وقت ہیں یعنی کم سے کم وقت میں صاف عمل کے ساتھ درست جواب نکالنا مدعا ہونا چاہیئے۔ اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے جماعت چہارم میں اعداد کو پورا پورا تقسیم کرنے کی شناخت کرنے کے طریقے۔ گر، کسری پہاڑے اور ہر قسم کے پیمانوں وغیرہ کی یادداشت میں طلباء کی کافی مشق کراؤ۔ زبانی مشقوں پر زیادہ زور دو تاکہ زندگی کے کاروبار کے لئے طلباء تیار ہو جائیں تحریری سوالات زبانی مشق کا پیش خیمہ بناؤ۔ سلیٹوں پر عمل کے علاوہ ہفتہ میں ایک آدھ بار کاپی کا استعمال بھی لازمی ہے۔ گھر کے کام کرنے کی بھی عادت ہونی چاہیئے۔ تختہ سیاہ کا استعمال کسی حالت میں بھی ناواجب نہیں پہاڑوں کی وقتاً فوقتاً "دہرائی" جماعت سوئم میں بھی مفید ثابت ہوگی۔ جماعت اول میں ذہنی جمع تفریق کی مشق جماعت دوئم کے نصاب کی کئی ایک مشکلات کا حل ثابت ہوگی۔

اُردو لہجہ قدرتی رائج کرو۔ ایسا کہ عبارت پڑھتے ہوئے دُور سے سُننے والا کتاب کی موجودگی کو محسوس نہ کرے۔ (طریقہ) متعلم سے اُس کی مادری زبان میں گفتگو کرو۔ اور گفتگو کے فوراً بعد عبارت پڑھنے کے لئے کتاب سامنے کر دو۔ خود نمونہ دو۔ اور اپنے بعد خوش خواں لڑکے سے پڑھواؤ۔ بدخوان سے ابتدا کبھی مت کراؤ۔ روانی کی مشق آسان اور اپنے سے کمتر درجے کی کتب خوانی سے کراؤ۔ خاموش مطالعہ نصب العین بناؤ۔ دنیا کے کاروبار میں تمہارے شاگردوں کو اسی پر عمل پیرا ہونا ہے۔

طرز ادا فہمیدہ بناؤ (طریقہ) کبھی کبھی عبارت کے چیدہ چیدہ ٹکڑے یاد کرنے کو دو۔ اور تقریر کی صورت میں بچوں کو ادا کرنے کا حکم دو۔ کتابی عبارت کو موقعہ مناسب پر باہمی مکالمہ کی صورت میں ڈھال کر چھوٹے چھوٹے ڈرامے کراؤ۔ مطالب بیانی کے لئے اگر مندرجہ ذیل طریقے پر عمل کیا جائے تو بہت مفید ثابت ہوگا۔ آج کے سبق کو وقت مقررہ سے پانچ سات منٹ پہلے ختم کر دو۔ اور اس وقفے میں طلبا کی تفریح طبع کے لئے قصہ کہانی یا بیان کی صورت میں (جیسی بھی ضرورت ہو) آج سے چار دن بعد کے سبق کی کہانی دلچسپ طور پر مادری زبان میں بیان کرنی شروع کرو۔ شرط اس میں آپ کی اپنی مکمل تیاری کی ہے۔ آپ کا بیان بناوٹ سے پاک ہو۔ اور پورے طور پر دلچسپ ہو۔ دوسرے دن سبق کے بعد پانچویں پر ایک دن بعد کی کہانی تفریح کے لئے سُناؤ۔ اسی طرح ایک ایک بیان آگے آگے چلتے جاؤ۔ حتےٰ کہ آپ معلوم کرینگے کہ جس دن کتاب میں آپ کی زبانی بیان کردہ سبق کی باری آجائیگی۔ طلبا کی توجہ اور تیاری پہلے سے موجود ہوگی۔ اور طلبا اس بیان کو بوجہ سابقہ واقفیت سمجھ کر پڑھینگے اور پڑھ کر بلادقت یاد رکھیں گے۔

نظم نظم کی طرز ادا مؤثر طور پر دلچسپ بنا کر بچوں میں شوق پیدا کرو۔ صحت تلفظ کا ہر حالت میں خیال رکھو۔

لُغت لُغت کے استعمال سے پرہیز مت کرو۔ گفتگو کے لئے دلچسپ اور عام فہم مضامین کی فہرست تیار رکھو اور حتی الوسع اُردو میں اظہار خیالات کو ترقی دو۔

اِملا تختی پر سطور سیدھی ہوں اور درمیانی فاصلہ برابر رکھیں۔ صفائی پر مُصر رہو۔ اور اصلاح کو کبھی مت بھولو۔ اصلاح کے بعد مشق لازمی ہے۔ خواہ وہ گھر کے کام کی صُورت میں ہی طلبا کو دی جائے۔ اِملا لکھوانے سے پہلے پڑھ کر سُناؤ۔ اور مشکل الفاظ تختہ سیاہ پر لکھ کر مٹاؤ۔ لائبریری کی کتب کا مطالعہ جہاں میسر ہو۔ بچوں کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگا۔ اِملا عموماً تختی پر ہو مگر کبھی کبھی کاپی پر بھی ضروری ہے۔ قلم کی موزونیت کو ہمیشہ مدِ نظر رکھو۔

لوازمات خطوط نویسی کا ایک نقشہ جماعت کے کمرے میں آویزاں کرو۔ جو خوشخط اور دلپذیر ہو۔ اور طلبا کو

مطالعہ پر مائل کرنے والا ہو۔ مخاطب کے مناسب القاب و آداب کی فہرست اس میں درج کرو۔ اور مقام و تواریخ کے مواقع نوٹ کی شکل میں واضح کرو۔ خطوط میں غیر ضروری فقرات مثلاً یہاں خیریت آپ کی خیریت وغیرہ سے پرہیز واجبی ہے۔ خطوط نویسی کے موٹے موٹے نکات کی تشریح کرو۔ خطوط آسان مگر مکمل لکھواؤ۔ آئندہ کی باری کے لئے مضمون آج بتا دو۔ تاکہ وقت مقررہ تک طلباء تیار ہو کر آ سکیں۔ اور اظہار خیالات خوبی سے کر سکیں۔

جغرافیہ اس مضمون میں یاد رکھو۔ کہ آپ کو معلوم سے نامعلوم اور نزدیک سے دُور کو چلنا ہے۔ ابتدا میں اپنے کمرے اور احاطے سے متعلم کے علم کی توسیع کرو۔ اور پانی کی لہروں کی طرح بتدریج آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ اطراف کا تصور نو آموز کے لئے مشکل ہے۔ اور نقشے کے تصوّر کے بعد نقشے کے اطراف کا تصوّر مشکل تر ہے نقشہ فرضیت ہے۔ اور فرضیت کو بچّہ کا عملی دماغ محنت سے قبول کریگا۔ اس لئے یہ ابتدائی مرحلہ مختلف دلچسپ طریقوں سے بچّوں کے ذہن نشین کرو۔ اصطلاحات ماڈل کے ذریعے واضح کرو۔ ضلع کے جغرافیہ میں مفید مطلب اور کارآمد مشغلوں پر زیادہ زور دو۔ اور اِس نقطۂ نگاہ سے کام کرو کہ اگر آپ کا متعلم دوسری جماعت میں تعلیم چھوڑ دے۔ تو وہ اپنے ضلع کے متعلق واقفیت حاصل کردہ سے اپنی آئندہ زندگی کے کاروبار میں پوری پوری امداد لے سکے۔ باشندے ان کے خصائل۔ پیشے۔ رسم و رواج۔ ذرائع آمدنی۔ تجارت۔ ذرائع آمد و رفت۔ دستکاری آب و ہوا۔ آبپاشی۔ زراعت وغیرہ وغیرہ۔ بہت زیادہ ضروری ہیں۔ بہ نسبت خشک جغرافیائی فہرستوں کے جو عام طور پر سکولوں میں طوطی وار رٹوائی جاتی ہیں۔ ضلع سے صوبے کو چلو۔ مگر اپنے ضلع کے بعد اپنے نزدیک کے اضلاع کو بالترتیب لو۔ اور آخر میں اضلاع کی مکمل جغرافیائی واقفیت دے چکنے کے بعد صوبہ کو اِن اضلاع کا مجموعہ ظاہر کرو صوبہ مکمل طور پر اپنے متعلقہ اضلاع کی حالت کا آئینہ ہے۔ پہلے اضلاع کا مطالعہ ضروری ہے۔ اسی طرح اپنے صوبہ سے نزدیک کے صوبہ کی واقفیت مکمل دلا کر تمام ہندوستان کو معلومہ صوبوں کا مجموعہ منواؤ۔ اور جزو کی تشریح سے کل کی حالت ظاہر کرو۔ خاکے بنوانے سے آپ کے کام میں سہولت ہو گی۔ اور مٹی کے ماڈل بچوں کے لئے مطلوبہ جغرافیائی واقفیت حاصل کرنے میں امداد کا باعث ہونگے۔

مطالعہ قدرت اگر بچوں کی دلچسپی کا باعث کوئی مضمون پرائمری نصاب میں ہے۔ تو یہ ہے۔ مگر افسوس یہ ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر اُستاد کی عدم توجہ کا شکار بھی کوئی اور مضمون نہیں۔ قدرت کے کھلے دفتر کو مشاہدہ اور تجربہ کی آنکھ سے خود پڑھو۔ اور اپنے طلباء سے پڑھواؤ۔ اپنے دل میں شوق پیدا کرو۔ اور اپنے ملک کے بچوں کو محض اپنی سہل انگاری کی وجہ سے اپنے تجربے اور علم سے محروم مت کرو۔ اور جہاں تک ممکن ہو اسباق میں اپنے قدرتی ماحول سے امداد لو۔ اول جماعت میں فقرات مت رٹواؤ۔ تمہارا شاگرد نووارد ہے۔ اُس کو سب سے پہلے قدرت کی سب سے بڑی عنایت جسم انسانی سے تعارف کراؤ۔ اور اپنے اعضاء کے خوش استعمال

کے طریقے سمجھاؤ۔ مدرسے میں نشست کے طریقے۔ سامان کی حفاظت۔ صحت کے ابتدائی اصول وغیرہ وغیرہ سب کچھ عملی صورت میں کراؤ اور دلچسپ پیرائے میں ان امور کے متعلق بنیادی اصول بچوں کے ذہن نشین کراؤ۔ دوسرے درجہ میں انسانی بناوٹ کے کمال کو اپنے اردگرد کے حیوانات کے فرداً فرداً مقابلے سے واضح کرو۔ اور حیوانی ضروریاتِ زندگی کو بناوٹ کی موزونیت سے وابستہ کرو۔ اس مطلب کے لئے کبھی دور اُفتادہ حیوان مت چنو۔ اپنے مقامی حیوانات جن کے دائرے کے اندر تمہارا شاگرد پرورش پا رہا ہے۔ اس مطالعہ کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور سب سے زیادہ مفصل واقفیت ہمارے بچوں کو اس جانور کی ہونی چاہئے۔ جو دوسروں سے کہیں بڑھ کر مفید اور روزی کمانے میں انسان کا ممد و مددگار ہے۔

گائے کا سبق نہ صرف بناوٹ کے مشاہدے تک ہی محدود ہونا چاہئے۔ بلکہ عادات و فوائد تجربہ سے بھی واضح کئے جائیں۔

مقامی حیوانات کے دائرے سے نکل کر مقامی نباتات بچے کی توجہ کی منتظر ہے۔ فصلوں کے علاوہ مقامی خودرو پیداوار کا مطالعہ بچے میں تحقیقات کا مادہ پیدا کریگا۔ مقامی پودوں کے نمونے بچوں سے جمع کراؤ۔ اُن کے مقامی نام ان کو سکھاؤ۔ ان کے متعلق جو جو مقامی کہانیاں یا روائتیں ہیں۔ اُن کو سناؤ۔ فائدے والے کے فائدے اور نقصان والے کے نقصان واضح کراؤ۔ قدرت کے ننھے ننھے بچاریوں کا شوق سے جمع کردہ پتوں اور پودوں کا خزانہ ایسے طریقے سے کمرۂ تعلیم میں ترتیب دو۔ کہ علم کے علاوہ زینت اور فخر کا باعث ہو۔ کھیتی باڑی میں اسباق کو اجناس کے مخصوص موسموں کے لحاظ سے تقسیم کرو۔ ملیریا کے اسباق ملیریا کے موسم میں شروع ہونے چاہئیں ضروریاتِ زندگی کی تشریح دلچسپ طریقے پر ڈرامے کی صورت سے دل نشین کراؤ۔

مطالعۂ قدرت کے اسباق کی فہرست بناؤ۔ اور ہر سبق کے محاذ میں اپنے مختصر عملی اشارات درج کرو۔ جن میں شوق کے علاوہ تدبر کا کافی دخل ہو+

اقوالِ بزرگاں

اپنی فطرت کو بدل۔ غلط کاریوں سے نجات حاصل کر۔ اپنے فرائض کو معرضِ التوا میں نہ ڈال۔ یہی کامیاب زندگی کا راز ہے اگر تو کہے "کل سے میں احتیاط رکھونگا" یہ بعینہ ایسا ہے اگر تو کہے کہ آج کا دن میں رذالت۔ بے شرمی۔ کمینہ پن۔ کینہ جوئی اور حرام کاریوں میں گذارونگا"۔ ذرا غور کر۔ تیری اتنی سی لغزش۔ تجھے گناہ کے کتنے عمیق گڑھے میں دھکیل رہی ہے۔

اگر (خدا کرے) تو اپنی حالت کو بدلنے کے قابل ہو جائے اور اپنی باطنی آنکھوں سے اپنی آرزوؤں اور خواہشات کا موازنہ کرنیکے قابل ہوسکے تو تجھ پر روشن ہو جائیگا کہ تیرے وہی الفاظ تیرے لئے کتنے مبارک ہونگے۔

اگر کوئی بات کل مفید ہوسکتی ہے تو آج وہ کتنی قرحت آگیں ہوگی! کیونکہ آج کی ابتدا کل کو انتہائی قوت بخش ہوگی اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اُسی کام کو کسی آئندہ التوا میں ڈالنے سے پرہیز کریگا"۔ (ایپی ٹیکٹس)

دیوگن صحرائی بی اے

حضرت صابر الہ آبادی مدظلہ

خدائے سخن عروضی کامل الفن صدرِ اعظم محقق علامۂ عصر مولانا محمد حبیب السبحان صاحب المتخلص بہ حضرت صابر الہ آبادی ان گراں مایہ بزرگوں میں سے ہیں جن کی ذات ستودہ صفات پر دنیائے علم و ادب جس قدر بھی ناز کرے۔ کم ہے۔ فنِ شعر اور عروض کی تحقیقات کے لحاظ سے ان کی بارگاہِ عالی بلاشبہ دارالاقتباس ہے۔ انجمن خیر المطلبین گوالیار نے انہیں خدائے سخن عروضی کامل الفن صدر اعظم کی سند بھی عطا فرمائی ہے اور ہلالی شکل کی ایک مہر بھی جس پر انکا نام نامی مشتمل بر خطابات مذکور کندہ ہے ان کے حوالے کی ہے۔ جو انجمن مذکور کسی حالت میں واپس نہیں لے سکتی۔

افسوس ہے کہ فن شعر اور علم عروض کی کس مپرسی اور ہیچ میرزی سے متاثر ہو کر صاحب موصوف مدت مدید سے گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ انتہا یہ ہے کہ اٹھارہ بیس سال سے انہوں نے اپنی تحقیقات اور نوادر افکار کی اشاعت بھی ملتوی کر رکھی ہے۔ رہنمائے تعلیم کی خوش نصیبی سمجھئے کہ اس کی نیازمندانہ درخواست کو انہوں نے قبول فرمایا اور اپنی چند عالمانہ تحریریں اشاعت کے لئے ارسال فرمائیں۔ اس عنایت کا شکریہ ہمارے امکان سے باہر ہے۔ ذیل میں صاحب موصوف کی عالمانہ تحقیقات کا کچھ حصہ شائع کیا جاتا ہے۔ جو بجائے خود اس امر کا شاہد ہے۔ کہ یہ باکمال بزرگ ہماری طرف سے کسی خاص تعارف یا مدح سرائی کے محتاج نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کی عالمانہ تحقیقات بذاتِ خود ان کے منتہی ہونے کا ناقابلِ تردید ثبوت پیش کر رہی ہے۔ {جوش ملسیانی}

آج یہ رسالہ شاعر آگرہ مطبوعہ ماہ ستمبر ۱۹۳۲ء کرم فرمایاں منشی جان محمد صاحب انور پرتاب گڈھی تلمیذ ناخدائے سخن تاج الشعراء معراج الکلام حضرت نوح ناروی و عزیز منشی حمید اللہ صاحب مائل الہ آبادی و جناب ہیڈ ماسٹر محمد نبی خاں صاحب نثار الفطرت ثمر وغیرہ میرے پاس اس غرض سے لائے ہیں کہ میں استفسار و جواب رسالہ شاعر آگرہ صفحہ (۲۶) حضرت سیمابی غلام سرور حاجی والوی کے سوال عروضی کا جواب ادا کروں اور مصر ہوئے کہ اپنے دست و قلم سے رقم کرکے بھیجدیجئے۔

چونکہ دنیائے شاعری کو میں نے اٹھارہ بیس سال سے ترک کر دیا تھا۔ اِس درمیان میں میں نے اپنے مقالات عروضی یا نظم کسی رسالہ میں نہیں بھیجی۔

۱؎ تاریخ ۱۷ دسمبر ۱۹۳۲ء کو حضرت ناخدائے سخن نوح ناروی کو معراج الکلام کا خطاب حضرت خدائے سخن صابر الہ آبادی نے اُن کے نام نامی کے ساتھ اور ملقب کرکے سند اسکی اپنی مہر خاص و ثبت دستخط سے سنہری حرفوں میں لکھ کر اُن کی خدمت میں بھیجدی ہے۔ لہذا تاج الشعراء فصیح العصر ناخدائے سخن۔ معراج الکلام حضرت نوح ناروی جانشین میں لکھنے کی تکلیف گوارا فرمایئے سند کی نقل سے ارسال خدمت ہوگی۔ فضل الرحمٰن

چونکہ یہ زمانہ ایسا ہے کہ میرے لئے گوشہ عافیت ہی مناسب ہے۔
اب باصرار احبا مجبور ہوکر حسب ذیل جواب تبصرہ رسالہ شاعر آگرہ ارسال رسالہ رہنمائے تعلیم کرتا ہوں۔

سوال حضرت سیمابی غلام سرور حاجی والوی

از رسالہ شاعر آگرہ

سوال مندرجہ ذیل شعر کا وزن کیا ہے اِسے کون سی بحر کہتے ہیں۔ **شعر**

بعونِ صنّاعِ مکین و مکاں　　بفضلِ خلاّقِ زمین و زماں

پھر حضرت سیمابی ذیل میں یہ عبارت رقم فرماتے ہیں۔
اگر شعر بالا کو متقارب مثمن محذوف میں شمار کیا جائے تو صنّاع کا نون اور خلّاق کا لام غیر مشدّد معلوم ہوتا ہے جو غلط ہے۔

الجواب۔ میرے نزدیک یہ شعر متقارب کا کسی عنوان سے نہیں ہو سکتا اور محذوف کا عمل یہ ہے۔

شعر　　حذف آخرِ رکن میں ورود کرے　　آخرِ رکن سے خفیف گرے

یعنی حذف سے دو حرف متوالی رکن کے آخر سے گرتے ہیں۔

پس اس صورت میں فعولن سے اگر (لن) ساقط کیا جائے۔ تو فَعُل بتحریک دوم رہ جائیگا۔ تو فَعُل سے اِس شعر کی تقطیع غلط ہو جائیگی پس یہ شعر بحر طویل مثمن صدر و ابتدا و حشو دوم و چہارم سالم اور عروض و ضرب بقول عوام اہتم اور بقول محقق ازل اور حشو اوّل و سوم مخبّق = فعولن مفعولن فعولن فعول دوبارہ **تقطیع**

بعونے فعولن صنّاعے مفعولن مکینو فعولن مکان فعول　　بفضلے فعولن خَل لاقے مفعولن زمینو فعولن زمان فعول

پس ایسے اوزان میں اکثر عروضیاں نے دھوکے کھائے ہیں اور اُن میں اکثر اختلاف بیانی ہے۔ گو یہ عمل محقق طوسی کا ہے تاہم یہ اُنکا بتایا ہؤا نہیں ہے وہ ایسے رکن کا نام ازل فرماتے ہیں۔ کیونکہ حضرت محقق علیہ الرحمہ اہتم ہی کو ازل کہتے ہیں۔

بعض عروضیان اس کو ہتم و خرم کا مجموعہ قرار دیتے ہیں۔

میرے نزدیک وصریح غلط راہ پر ہیں۔ اِن معنو ں میں کہ اہتم مخصوص عروض و ضرب ہے اور خرم صدر و ابتدا کے لئے خاص ہے۔ پس دونو کیسے باہم ہو سکتے ہیں۔ سر کو بغیر درمیانی جسم۔ پاؤں سے جوڑ کر آدمی نہیں کہا جا سکتا۔

مؤلف مُستہام محقق طوسی کے ہمزبان ہیں۔

چونکہ رکن اہتم ہمیشہ رکن مکفوف کے بعد آتا ہے۔ اِس صورت میں کف کے آخر اور اہتم کی ابتدا میں باہم تحقیق کر کے اُس کا نام زلل رکھ سکتے ہیں۔
الغرض ہمارا نام بتایا ہوا صحیح ہے اور اِسی پر عروضیاں مستندین کا اور ہمارا فتوےٰ ہے۔

کما قال النصیر

ایں محذوف مقصور است و بعضے متاخرین ایں را ازل نام نہادہ اند۔
چونکہ محقق طوسی کا قول باب اہتم کے متعلق ہے۔ پس اہتم کی کوئی اصلیت نہیں اور مفعولن کو اکثر عروضیان یا بقول اخفش اخرم برائے مہملہ بناتے ہیں۔
خرم صدر و ابتدا کے لئے مخصوص ہے۔ ہیچمدان قسم اوزان کو خرم کہنا گناہ ہے وہ قول محقق سے غافل ہیں۔

قال النصیر

اما انچہ باو ایں خاص بود اسقاط متحرک اوّل باشد از وتد آنرا اخرم خوانند۔
چونکہ باب خرم کی بابت حضرت محقق نے صدر و ابتدا کی قید لگا دی ہے۔ پھر خرم دوسرے ارکان میں اپنا حکم نہیں چلا سکتا۔
اِن کی کئی صورتیں جداگانہ ہیں کہ جو صدر و ارکان میں اپنا اپنا حکم نافذ کرتی ہیں۔ مگر عوام بیچارے خرم کی گردن موڑ توڑ کر کند چھری سے اس کے ارکان کو حلال کر دیتے ہیں۔ جو بالکل خلاف اقوال محققین عروض ہے۔
اور عوام برخلاف قول محققین کوئی ثبوت بھی پیش نہیں کرتے پھر اُن کی سرا پا غلط بیانی کو کیونکر تسلیم کر لیا جائے۔
لہٰذا ہم نے جو باب مفعولن کے بارہ میں زحاف بتایا ہے بالکل درست اور بے شبہ داخل تصحیح ہے۔
اِسی پر محققین کا اور ہمارا فتوےٰ ہے۔ فقط بقلم محمد فضل الرحمٰن صابری!

از قلم نثار الفطرت بابو محمد نبی خانصاحب ہیڈ ماسٹر ہندو مسلم ہائی اسکول شہر لشکر گوالیار گورنمنٹ
رسالہ شاعر آگرہ مطبوعہ ماہ ستمبر ۱۹۳۲ء صفحہ (۲۶) کے استفسار۔ محشر دہلوی سکرٹری انجمن مرات سخن بمبئی کے سوال کا جواب۔

سوال حضرت محشر دہلوی

(۱) ناصور کی صحت سین سے ہے یا صاد سے۔
الجواب۔ یہ لفظ بزبان تازی بسین مہملہ اور صاد غیر منقوط (جس کے معنی وہ زخم کہ جو کبھی بند نہ ہو) دونوں

سے صحیح ہے۔

سوال۔ لفظ یونہی صحیح ہے یا یوہیں۔

الجواب۔ اس کے املا میں اکثر اختلاف پایا گیا ہے یعنی واو کے بعد نون چاہئے یا نہیں۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ ہونا ہی چاہئے۔ کیونکہ یہ لفظ مرکب ہے۔ اس کا پہلا جُز "یوں" ہے اور لہجے میں بھی نون باقی رہتا ہے۔ پھر نہ لکھنے کی کوئی وجہ خاص معلوم نہیں ہوتی۔

بعض حضرات "یوہی" تحریر فرماتے ہیں یعنی آخر میں نون نہیں رقم فرماتے صحیح نہیں۔

ذوق۔ میں ہجر میں مرنے کے قریں ہو ہی چکا تھا ۔ تم وقت پر آ پہنچے نہیں ہو ہی چکا تھا

جو کچھ کہ ہُوا ہم سے وہ کس طرح نہ ہوتا ۔ حکم ازلی ذوق یونہیں ہو ہی چکا تھا

داغ زاہد مری تقدیر میں وہ دشمن دیں تھا ۔ مجبور ہوں اللہ کو منظور یونہیں تھا

جبکہ لہجے میں بھی نون ہے اور اساتذہ نے بھی زمین وغیرہ کے قافیہ میں لکھا ہے۔ اور آجتک کسی محقق اہل زبان نے بھی "ابھی" "کسی" وغیرہ کے قافئے میں نہیں استعمال کیا تو پھر نون آخر کا نہ ہونا کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ فقط

انعام

جو صاحب ذیل کے شعر ریختی از نتیجہ فکر خدائے سخن عروضی حضرت صابر مدظلہ کی تقطیع کر کے صحیح صحیح زحافات و بحر سب سے پہلے بذریعہ رسالہ رہنمائے تعلیم بتائینگے اُن کو ایک جلد زحافات انعام دی جاویگی۔

شعر

نیند میں پروسن جی ۔ ہیں تو لگی کہنے

میاں کے میاں گئے ۔ بُرے بُرے سپنے

المشتہر

محمد فضل الرحمن صابری محلہ منشیاں کمپو برگیڈ شہر لشکر

گوالیار گورنمنٹ

شرح تصحیح نور البلاغت (ترجمہ) حدایق البلاغت

مصنفہ حضرت فقیرؔ دہلوی (مترجمہ) منشی محمود الحسن خانصاحب گلشنؔ حکیمی منشی فاضل پنجاب و کامل الہ آباد یونیورسٹی مطبوعہ ۱۹۲۸ء

مدخلہ امتحان

منشی عالم و منشی فاضل پنجاب یونیورسٹی و کامل الہ آباد یونیورسٹی وغیرہ بابت امتحان ۱۹۳۳ء و ۱۹۳۴ء

کو

حسب فرمائش عزیز منشی حمید اللہ صاحب مائلؔ و برخوردار میاں محمد الیاس عارفؔ سلمہٗ کے

خدائے سخن عروضی کامل الفن صدر اعظم محقق علامۂ عصر مولانا محمد حبیب السبحان صاحب

المتخلص بحضرت صابر الہ آبادی حال محلہ لکڑ خانہ منشیان شہر لشکر گوالیار گورنمنٹ نے

تصنیف کیا





۱۸ نومبر ۱۹۳۲ء

نقل کاپی

دستخط و مہر سکرٹری انجمن

از دفتر انجمن خدام العلمین

شہر لشکر گوالیار گورنمنٹ

سکہ انجمن

دستخط پریسیڈنٹ انجمن

بخدمت شریف جناب مولانا محمد حبیب السبحان صاحب صابر الہ آبادی حال لکڑ خانہ منشیان شہر لشکر زاد لطفہٗ

چونکہ ۱۰ ستمبر ۱۹۲۰ء سے آپ تحریرات جاری کئے ہوئے ہیں کہ جمیع شعراء و عروضیان مجھ سے بحث عروضی کریں

مگر کوئی آپ کے مقابل کھڑا نہ ہوا۔ آخر جناب نے ۲۶ اپریل ۱۹۳۲ء کو اعلان عام بھی جاری کیا مگر کوئی شعراء و

عروضیاں سے آپکا مرد میدان نہ بنا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اپنے فن کے یکتا ہیں۔ لہذا انجمن ہذا نے جلسہ

کامل امروزہ میں علام رائے بہ کثرت رائے اراکین پر ایک مہر ہلالی چاند تارا کہ جس کی عبارت ستارے میں

(اللہ اکبر) اور چاند میں (خدائے سخن عروضی کامل الفن صدر اعظم مولانا محمد حبیب السبحان المتخلص بحضرت صابر الہ آبادی

۱۳۵۱ھ) کندہ ہے۔ آپ کو سنداً عطا کرتی ہے اُمید کہ جناب اس کو قبول فرمائینگے۔ ذیل میں آپکی مہر نمونۃً ثبت ہے

اس مہر مذکورہ کی پشت پر (عطیہ انجمن خدام العلمین گوالیار) درج ہے۔ یہ مہر آپکو سنداً عطا کی گئی ہے جو انجمن کسی حالت میں واپس نہیں سکتی

خدائے سخن عروضی کامل الفن صدر اعظم محقق علامہ عصر مولانا محمد حبیب السبحان المتخلص بحضرت صابر الہ آبادی حال گوالیار

منشی عالم و منشی فاضل پنجاب یونیورسٹی و کامل کلاس الہ آباد یونیورسٹی کی عروضی کتاب

مجھے اوائل عمر میں شاعری اور اس کے فن سیکھنے کا شوق ہوا۔ جن کو میں ماہر فن سمجھتا تھا اُن سے میں نے اپنا اظہار خیال کیا وہ حضرات اپنی وسیع معلومات کی بڑ ہانکتے رہے مگر جب اُن کے کیسۂ واقفیت کو ٹٹولا تو محض خالی پایا مجبوراً میں نے اِس فن کی بہت سی کتابیں مطالعہ کیں جس سے ظاہر ہوا کہ رسم استادی شاگردی سوائے ہندوستان کے عرب و عجم میں نہیں ہے۔ تاہم بڑے بڑے مشہور شعراء متقدمین و متاخرین سے اس عالم میں اپنا نام پیدا کر گئے اور تاقیامت اُن کا نام روشن و ہویدا رہیگا یعنی عنصری۔ عسجدی۔ فردوسی۔ سعدی۔ حافظ شیرازی وغیرہ شعراء عجم یا میر تقی۔ میر۔ غالب۔ مومن۔ ناسخ وغیرہ شعراء ہند۔ باوجود کسی کے شاگرد نہ ہونے کے اپنے وقت کے اُستاد زمانہ ہوئے

پس اس خیال شاگردی کو میں نے قطعی اُڑا دیا۔ اور کتب بینی کی طرف راغب ہو گیا۔

کیونکہ حال کے اُستادوں کا یہ رنگ دیکھا گیا کہ شاگردوں کے اچھے اچھے شعر کا ٹکڑا اُستاد نے اپنے رنگ کے بے کیف اشعار بھر دیئے اور شاگردوں کو اُن کی غلطیوں سے واقف نہ کر کے اپنی اُستادی کا رعب گانٹھ دیا۔ اور شاگرد اُن کے سامنے بُت بنے بیٹھے ہیں۔

اس کے دو معنی میرے نزدیک ہیں ایک تو یہ کہ اُستاد خود ناواقف ہیں (۲) واقف ہیں تو وہ فن بتانے میں بخل کرتے ہیں۔

اس بیان سے میرا یہ خیال نہیں ہے کہ دُنیا سے اُستادی شاگردی معدوم کر دی جائے بلکہ اس سے یہ مطلب ہے کہ اُستادوں کو اپنی کافی معلومات سے شاگردوں کو فیضیاب کرنا چاہئے۔

شاگردوں کو چاہئے کہ ایسے موقعوں پر اُستاد کا پاس ادب بالائے طاق رکھ کر مودب پیرائے میں اُن سے کافی بحث کریں۔

فن شاعری پہلے زمانہ میں بہترین فن اور غریب خاندان کے شعراء کو پہلوئے شاہان جلیل القدر تک پہنچانے کا کافی ذریعہ تھا۔

اب وہی علم ہے کہ ہمارے ہندوستانی بھائیوں کی جوتیوں کی نوک سے ٹھکرایا جا رہا ہے اور کوئی اس کی قدر نہیں کرتا جو شاعر ہیں وہ اس کے فن کی طرف راغب نہیں۔ اگر کسی نے توجہ دلائی تو نصیحت سے مولوی معنوی پر ہاتھ صاف کرتے ہیں۔

شعر من نہ دانم فاعلاتن فاعلات شعر میگویم بہ از آب حیات

یہ اُن بزرگوں کی انکساری تھی وہ ہماری طرح جاہل مطلق اور مثل ہمارے اُن کے کلام ٹھوکر نہیں کھاتے ہیں
میں یہ سُنتا رہتا ہوں کہ اکثر ذوقیہ موزوں طبع ناواقف فن اپنی منہ زوریوں سے کہا کرتے ہیں کہ عروض
تو ہم نہیں جانتے مگر عروض جاننے والوں سے اچھا کہہ لیتے ہیں اور مشاعروں میں کافی داد حاصل کر لیتے ہیں۔

مگر اُن ناواقفانِ فن کو یہ بھی تو نہیں معلوم کہ فن نہ جاننے سے ہمارے کلام میں موٹی موٹی غلطیاں رہ گئی
ہیں اور ہم اہل فن کے نزدیک بجائے داد حاصل کرنے کے ذلت حاصل کر رہے ہیں۔

چنانچہ جب میں نے اُستادی شاگردی اور شعراء و سامعین کی یہ حالت دیکھی تو شوق شاگردی کا سودا جو
سر میں گونج رہا تھا بالکل نکال دیا اور کتب بینی اور فن عروض کی معلومات میں جان توڑ کر کوشش کی۔

مجھے ہر موقعہ پر نا کامیابی ہوتی رہی اور خاک دھول کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا نہ کچھ آیا۔ آخر رات دن کی
تیس سالہ کوششوں نے آج مجھے اتنا ماہر فن بنا دیا ہے کہ اُن سے اُن مسائل عروض کو بلا امداد کتاب حل کر لیتا
ہوں۔ مجھے اب کتاب سے مدد لینے کی کم ضرورت پڑتی ہے۔ تاہم میں ہنوز اِس فن میں اپنے کو طفل مکتب ہی
تصور کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ علم عروض ایک بحر زخار بے کنار ہے۔

کتب عروض کے مطالعات سے ثابت ہوا کہ مؤلفین عروض من گھڑت اور بے اصل و بے بنیاد مسائل عروض
پر زور دیکر خود گمراہ ہوئے اور شائقین کو بھی گمراہ کر دیا۔ حتےٰ کہ ایک رسالہ دوسرے رسالہ سے بالکل الگ تھلگ ہے اور
ہر ایک کے احکام جداگانہ ہیں۔

جب میں نے رسائل عروض کا یہ حال دیکھا تو اصل مصنفین عروض و محققین کے مقالات کا موازنہ کرنا شروع
کر دیا اور جہاں جہاں اختلاف پائے گئے کثرت رائے پر اُنکا میں نے خود قطعی فیصلہ کر کے ایک رسالہ خیالات
صابری نو حصے میں تصنیف کر کے اُس میں درج کر دیا اور ہر بحر کے زحافات اُن کے مقاموں پر حل کر کے سمجھا دیا ہے
جس سے ہر مبتدی بلا امداد اُستاد خود اُستاد بن سکتا ہے۔ نیز جمیع رسائل سے زیادہ تر زحافات تلاش کر کے
اُن کو مختصراً نظم کر دیا ہے کہ جس سے اور بھی آسانی ہوگی۔

مگر میرے پاس ایسی رقم زائد نہیں کہ اُن کو اپنے صرف سے شائع کرا کر شائقین کی خدمت میں پیش کر سکوں۔
لہذا مثل دیگر کتابوں کے یہ رسالہ بھی میرے کتب خانہ میں قلمی موجود ہے۔

اوّل تو اِس فن عروض کی کوئی قدر نہیں تاہم گورنمنٹ ہند نے اس کی قدر فرما کر بطور حوصلہ افزائی اس کا کچھ حصہ
منشی عالم و منشی فاضل و کامل کلاس وغیرہ یونیورسٹی پنجاب و الہ آباد میں دیدیا ہے۔ لہذا یونیورسٹیوں کے
منتظمان کا فرض ہے کہ وہ ایسے راسخ مصنفین عروض کی کتابیں طلبا کو پڑھائیں نہ کہ اُن میں صحیح زحافات

درج ہوں اور وہ عیوب سے پاک ہوں تاکہ ہمارے ملک وقوم کے طلباء اِس فن کو سیکھ کر زحافات وعروض کے نامعتبر مسائل، اپنی تصانیف آئندہ سے خارج کر کے گمراہ بھائیوں کو راہ راست پر لا سکیں۔

حضرت فقیر دہلوی کی کتاب عروض حدایق البلاغت کہ جو پنجاب الہ آباد یونیورسٹیوں میں ۳۳ و ۱۹۳۴ء کے کورس میں داخل ہے۔ اُس کے مسائل عروض کو دیکھتے ہوئے میرے نزدیک اس قابل نہیں کہ طلباء کو پڑھائی جاوے کیونکہ وہ خود غلط راہ پر ہے۔

اُس میں اول تو زحافات بہت کم درج ہیں۔ تاہم اُن میں بہت سے زحافات سراپا غلط ہیں۔ جس کی وجہ سے فروحات وتقطیعات میں بھی غلطیاں موجود ہیں جس کی مختصراً تفصیل ایک دوسرے رسالہ تصحیح حدایق البلاغت کے نام سے موسوم کر کے میں نے اُس میں درج کردی ہے۔ نیز نور البلاغت کہ جو حدایق البلاغت کا تتبع ہے۔ اُس کی غلطیاں تصحیح ہذا میں مختصراً ومجملاً درج کی جاتی ہیں۔

امید کہ افیسران و منتظمان مدارس یونیورسٹی پنجاب والہ آباد اِس پر کامل غور فرما کر اپنی یونیورسٹیوں سے ایسی غلط کتابیں کہ جو قابل وثوق نہیں ہیں خارج فرما کر بجائے اُن کے راست گو مسائل عروض کی کتابیں مُدلل محققین سے انتخاب کر کے کورسوں میں داخل فرمائیں تو مناسب ہے۔

نیز نتیجہ اخیر سے بنظر حوصلہ افزائی راقم السطور کو مطلع فرمائیں تو بعید از بندہ نوازی نہ ہوگا۔

میں اپنے دوست مولوی ابوالولا اسبقی بلیح آبادی مترجم المعیار الاشعار طوسی اُردو کو مبارک باد دیتے ہوئے صرف اس قدر توجہ دلاتا ہوں کہ المعیار جناب کے نظر ثانی اور مطابقت معیار الاشعار کا محتاج ہے۔

شرح تصحیح نور البلاغت ترجمہ حدایق البلاغت مدخلہ امتحان منشی عالم ومنشی فاضل پنجاب وکامل الہ آباد یونیورسٹی بابت امتحان ۳۳-۱۹۳۴ء

از قلم فدائے سخن عروضی کامل الفن صدر اعظم محقق علامۂ عصر مولانا محمد حبیب السبحان المتخلص بحضرت صابر

الہ آبادی حال شہر لشکر گوالیار

خرم ۔ حضرت محمود الحسن صاحب مولف نور البلاغت فرماتے ہیں کہ (خرم مفاعیلن کے میم گرانے کو کہتے ہیں جیسے مفاعیلن سے فاعیلن بجائے منقول فعولن وغیرہ)

پس خرم سے فعولن نہیں بن سکتا بلکہ مفعولن بنے گا۔ کیونکہ مفاعیلن میں سات حرف ہیں خرم کے حکم سے میم گر گئی تو چھ باقی رہ گئے۔ چنانچہ تین سبب خفیف کو مفعولن کہینگے نہ کہ فعولن۔

تشکل ۔ حضرت مؤلف نورالبلاغت فرماتے ہیں کہ (تشکل رکن میں خبن اور کف کے جمع ہونے کو کہتے ہیں۔

پس فاعلاتن سے بحکم خبن الف اول گرا کر پھر کف کا عمل فرماتے ہیں اور کف کی تعریف میں ساتویں حرف ساکن کو گرادینا تحریر فرماتے ہیں۔ پس خبن کے بعد فعلاتن میں چھ حرف باقی رہتے ہیں۔ کف کے گرانے کو ساتواں ساکن سبب خفیف کا فعلاتن میں باقی نہیں رہتا پس یہ عمل بے ترتیب ہے۔

میری رائے میں کف وخبن کا مجموعہ کہنا چاہئے۔ اب الزام اعداد کا ہو سکتا ہے۔ یعنی ساتواں ساکن سبب خفیف کا نون کف سے گرا کر فاعلات بنایا پھر خبن سے دوسرا ساکن سبب خفیف ساقط کردیا تو فعلاتُ رہ گیا۔ یہ عمل بلاشک صحیح ہے۔

قطع حضرت مولف نورالبلاغت فرماتے ہیں کہ (قطع فاعلاتن کے آخر سبب خفیف (تن) کو اور مجموع (علا) کے الف کو گرادینے سے فاعل رہ گیا جس کو فعلن بولینگے۔ ۔ ۔ ۔ چونکہ قطع اُس وتد مجموعی عروض وضرب کے لئے مخصوص ہے کہ جس وتد مجموع کے بعد کوئی دوسرا جزو نہ ہو مثلاً مستفعلن یا فاعلن وغیرہ میں قطع کا حکم چل سکتا ہے۔ فاعلاتن یا مفاعیلن وغیرہ میں قطع کا حکم نہیں چل سکتا۔

حضرت مولف نورالبلاغت قصر کی تعریف میں اس سے قبل فرما چکے ہیں کہ (قصر سبب خفیف آخرہ کے حرف ساکن کو گرا کر مقصور کے متحرک آخر کو ساکن کرنا) ایسی صورت میں (قصر۔ حذف) قطع کے ہوتے ہوئے بالکل بیکار ثابت ہوتے ہیں) ۔ لہٰذا قصر و حذف کو نکال کر محض ایک قطع رکھ لیا جائے ۔ کیونکہ حضرت مولف نورالبلاغت کے عمل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ قطع سے فاعلاتن کا تن اور علا کا الف یعنی تین حرف گرا کر فعلن بنالو مگر پھر بھی لام متحرک رہتا ہے۔

یہ ترکیب ابوالحسن اخفش کی ہے اُنہوں نے مذہب شعراء کو ایسے زحافات جھوٹے اور منگھڑت بنا کر ناواقفان عروض کو گمراہ کردیا ہے۔ یہ تعریف قطع کی محض غلط ہے۔

اگر فاعلاتن سے فعْلُن بنایا جاوے تو اُس کی صورت یہ ہے کہ فاعلاتن کا (تن) حذف ہے ساقط کرو۔ اب فاعلا رہ گیا۔ چونکہ وتد مجموع رکن کے آخر میں آگیا۔ اب شوق سے محض عروض وضرب کے لئے قطع سے علا کا الف گرا کر ما قبل لام کو ساکن کرکے فاعل بسکون لام فعْلن سے بدل لو۔ اس کو بتر کے نام سے موسوم کرینگے اور اگر سوائے عروض وضرب کے اور کہیں آئیگا تو خبن وجوب مان کر مشعث محذوف یعنی مخبون محذوف مسکن کہلائیگا۔ یہ عمل بالکل صحیح ہے اور اسی پر عروضیان مستندین کا فتوےٰ ہے۔ باقی رسائل جو ہمزبان نورالبلاغت وغیرہ کے ہیں وہ غلط راہ پر ہیں۔

حدایق البلاغت حضرت فقیر دہلوی ہمزبان طوسی اور فاعلاتن میں ایسے رکن ۔ مزاحف کو بتر بتاتے ہیں

تو ابتر حذف اور قطع کا مجموعہ ہے۔

باب فاعلاتن میں قطع کا زحاف بقول نور البلاغت محض غلط ہے۔

قطع مستفعلن وغیرہ کے نون کو ساقط کرکے لام ماقبل کو ساکن کریگا جس سے مُسْتَفْعِلْ بسکون لام مفعولن بنائیگا۔

نحر حضرت مولف نور البلاغت فرماتے ہیں کہ (نحر مفعولات کے دونو سبب خفیف اور تا کو گرادینا۔ پس۔ لا۔ رہا جو منقول بہ فع ہوا)۔

گویا حضرت مولف موصوف نحر کو جدع اور کسف بسین مہملہ یا بقول طوسی بشین معجمہ کا مجموعہ قرار دیتے ہیں یعنی جدع سے سببین خفیفین اور کسف سے تائے جملہ پانچ حرف گرا کر۔ لا۔ بچا کر فع بناتے ہیں۔

مگر کسف کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ اصطلاح عروض میں ساتویں متحرک حرف کو رکن کے آخر سے گرانے کو کہتے ہیں)۔

جب مفعولات سے چار حرف بحکم جدع ساقط ہوچکے تو اب کسف کے گرانے کو ساتواں حرف نہیں مل سکتا۔

یا یوں فرماتے کہ پہلے ساتواں متحرک گرا کر پھر سببین خفیفین اوٹے گرادیئے جائیں تو سمجھنے والا سمجھ سکتا تھا کہ نحر مجموعہ کسف اور جدع کا ہے۔ مگر اُن کی بتائی ہوئی ترکیب تو محض غلط ہے۔ بلکہ نحر میرے نزدیک صلم اور حذف کا مجموعہ ہے۔ صلم سے لاتُ اور حذف سے۔ عو۔ یہ جملہ پانچ حرف عُولات گرا کر۔ مف۔ بچالیا۔ جو بروزن فع۔ کے ہوگیا۔ یہی عروضین مستندین کا مقولہ ہے۔ باقی اور عمل صریح غلط ہیں۔

جدع .... باقی آئندہ

بقلم محمد فضل الرحمٰن صابری

قیمتی باتیں

اگر تمہیں روپیہ کی قدر وقیمت معلوم نہ ہو تو کسی سے قرض لے کر دیکھ لو۔ (بنجمن فرینکلن)

پڑھنے کے بعد اس پر غور نہ کرنا ایسا ہی ہے جیسا خوراک کھا کر اسے ہضم نہ کرنا۔ (برک)

ہماری پیدائش کیا ہے؟ موت کی ابتداء (ینگ)

تم کسی جگہ ہو۔ موت تمہیں ضرور ڈھونڈھے گی۔ خواہ تم بڑے بڑے مضبوط قلعوں میں ہی کیوں نہ ہو۔ (قرآن مجید)

میں اس شخص کو اپنے دوستوں میں شامل نہیں کرونگا۔ جو بلاوجہ ایک چیونٹی پر پاؤں رکھ دے۔ (کوپر)

نیند کیا ہے؟ چند گھنٹوں کی موت؟ موت کیا ہے؟ ہزارہا سال کی نیند! (فلیچر)

دولت ایک پرند ہے اور شان وشوکت ایک خواب۔ (کوپر)

کسی حاجت مند کی دلی مراد برلانا ہزار قیدیوں کو آزاد کرنے سے بہتر ہے۔ (شیخ سعدی)

رحم ایمان کی بنیاد ہے اور غرور دوزخ کا راستہ ہے۔ جب تک جسم میں جان ہے۔ رحم کو کبھی ترک نہیں کرنا چاہئے۔ (گوسائیں تلسی داس)

جسم کی راحت تھوڑا کھانے سے۔ نفس کی راحت گناہ کی کمی سے۔ اور روح کی راحت فکر کی کمی سے ہے۔ (لقمان)

حسنِ اصلاح

(۱۹)

گزشتہ قسط میں ہم (ضادِ معجمہ) کی ردیف تک پہنچ چکے ہیں۔ واضح ہو کہ ہمارے عنایت فرما جناب شاکر بریلوی نے اپنے کلام کے جو نمونے لطف فرمائے ہیں اُن میں (طائے مہملہ) کی ردیف نہیں ہے۔ ظائے معجمہ) کا نمونہ حاضر کیا جاتا ہے

مطلع ؎ دلِ آوارہ کا خدا حافظ — پھر وہاں لے چلا خدا حافظ

اصلاح ؎ دلِ مشتاق کا خدا حافظ — پھر وہاں لے چلا خدا حافظ

غور فرمائیے کہ مصرع ثانی کے لفظ (وہاں) میں بہت وسعت ہے۔ اس کے معنی کا تعین صرف (دل) کی صفت سے ہو سکتا ہے۔ جناب شاکر نے مصرع اُولیٰ میں لفظ (آوارہ) کو (دل) کی صفت قرار دے کر نامناسب معنی کی گنجائش پیدا کر دی تھی۔ حضرت شاکر کا مطلب لفظ (آوارہ) سے یقیناً (مجنونِ الفت) تھا لیکن (اوباش) کے معنی کا شائبہ موجود تھا۔ اس وجہ سے فصیح العصر حضرت نوح مدظلہ نے اُس لفظ کو نکال دیا۔ کئی مرتبہ پہلے بھی ہم عرض کر چکے ہیں کہ جانشینِ داغ حضرت نوح ناروی مدظلہ اپنے شاگردوں کا کلام بناتے وقت اخلاقی پہلو کو کبھی نظر انداز نہیں فرماتے۔ ردیف (ع)

شعر ؎ دیکھنے والے کو حسرت رہ گئی دیدار کی — آپ نے جلوہ دکھا کر کیوں کیا پردا شروع

اصلاح ؎ دیکھنے والے کو حسرت رہ گئی دیدار کی — آپ نے ملنے سے پہلے کیوں کیا پردا شروع

جناب شاکر کے شعر میں ایک معنوی خرابی تھی۔ مصرع اولیٰ میں (حسرتِ دیدار) تھی اور مصرع ثانی میں (جلوہ)۔ اصلاح سے یہ عیب دُور ہو گیا۔ اصل لفظ (پردہ) ہے لیکن دیگر قوافی میں الف اصلی ہونے کے باعث لفظ مذکور کو (الف) سے لکھنا درست ہے۔ یہ قاعدہ پہلے دو تین بار بیان ہو چکا ہے۔ ردیف (غینِ معجمہ)

شعر ؎ اضطرابِ دل شبِ وعدہ نہ پوچھ — تھا کبھی گھر میں کبھی باہر چراغ

اصلاح ؎ شغل یہ اپنا رہا وعدے کی رات — تھا کبھی گھر میں کبھی باہر چراغ

(شبِ وعدہ) کی ترکیب جس طرح جناب شاکر کے مصرع اُولیٰ میں نظم ہوئی ہے اُس طرح تاج الشعراء جناب نوح مدظلہ کبھی نہیں فرماتے۔ اگر مضاف الیہ کا حرفِ آخر (ہائے ہوز) غیر ملفوظ ہو اور تلفظ میں اُس کی آواز کھنچ کر (الف) کے برابر نکلے تو اِس صورت کو حضرت موصوف غیر فصیح سمجھتے ہیں۔ امرِ مذکور حضرت کی خصوصیاتِ شاعری میں داخل ہے۔ (عین) کے بعد (ف) اور (ق) کی ردیفیں غائب ہیں (کاف تازی) کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

مطلع ؎ پہنچتے تھے جو دم میں آسماں تک وہ نالے اب نہیں آتے زباں تک
اصلاح ؎ پہنچتے تھے جو فوراً آسماں تک وہ نالے اب نہیں آتے زباں تک

حضرتِ نوحؔ کی اصلاح سے مصرع اُولیٰ فصاحت اور روانی میں ترقی کر گیا (کاف تازی) کے بعد (کافِ فارسی) یعنی (گ) کی ردیف اور (ل) کی ردیف دونو غائب ہیں۔ (م) کی ردیف کا نمونہ نذرِ ناظرین کیا جاتا ہے۔

مقطع ؎ مجھ سے شاکر کوئی یہ کہتا نہیں دے کے دم دم میں اُنہیں لاتے ہیں ہم
اصلاح ؎ مجھ سے شاکر کوئی یہ کہتا نہیں کیوں تڑپتے ہو اُنہیں لاتے ہیں ہم

وجہ اصلاح ظاہر ہے یعنی لفظ (دم) کی تکرار بُری معلوم ہوتی ہے۔ اصلاح مذکور میں حضرتِ نوحؔ مدظلہ نے اخلاقی پہلو کو ملحوظ رکھا ہے اور (دم) یعنی (فریب) کو نکال دیا ہے۔ ردیف نون

شعر ؎ جو قسمت میں لکھا تھا وہ ہو گیا مجھے کچھ کسی سے شکایت نہیں
اصلاح ؎ لکھا تھا جو تقدیر میں وہ ہُوا مجھے کچھ کسی سے شکایت نہیں

ازروئے محاورہ جناب شاکر کو اس موقع پر (ہو گیا) نہیں کہنا چاہئے تھا۔ اصلاح سے صلہ اور موصول قریب تر ہو گئے۔

مطلع ؎ خفا کیوں مجھ سے ہوتے ہو جو تم کو دیکھ لیتا ہوں تمہارا چاہنے والا ہوں دلدادہ ہوں شیدا ہوں
اصلاح ؎ خفا کیوں مجھ سے ہوتے ہو جو تم کو دیکھ لیتا ہوں تمہارا چاہنے والا ہوں میں عاشق ہوں شیدا ہوں

(دل دادہ) کی (ہ) کھینچنے کے باعث ترکیبِ مذکور کا جزوِ ثانی تلفظ میں (دادا) ہو گیا تھا۔ اس لئے کم کر دیا گیا۔

مطلع ؎ جب وہ بھرپور کوئی ہاتھ لگا دیتے ہیں ہم لبِ زخم سے ہنس ہنس کے دعا دیتے ہیں
اصلاح ؎ جب وہ بھرپور کوئی ہاتھ لگا دیتے ہیں تو لبِ زخم بھی ہنس ہنس کے دعا دیتے ہیں

(بھرپور ہاتھ) لگنے کے بعد کوئی کیا ہنسے گا۔ ہاں دہنِ زخم کے کھُلے رہنے کو مجازاً ہنسنے سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔

شعر ؎ یہ میرا کلیجا ہے میرا جگر جو میں کاٹتا ہوں یہ فرصت کے دن
اصلاح ؎ یہ میرا کلیجا ہے میرا جگر جو میں کاٹتا ہوں مصیبت کے دن

دونو طرف لفظ (یہ) موجود تھا۔ ایک طرف کم کر دیا گیا۔ اصلاح سے شعر عمیم الاطلاق ہو گیا اور وسعت کے علاوہ اخلاقی پہلو پیدا ہو گیا۔

شعر ؎ لکھا ہے میں نے خط میں نہیں حالِ اضطراب رستے میں نامہ بر بھی بھٹکتا نہ ہو کہیں
اصلاح ؎ لکھا ہے میں نے خط میں نہیں حالِ اضطراب رستے میں نامہ بر بھی تڑپتا نہ ہو کہیں

ظاہر ہے کہ (اضطراب) کی رعایت (تڑپنے) میں زیادہ ہے۔ ناظرین معلوم فرمائیں کہ اصل لفظ (رستہ) ہے۔ فارسی میں (راستہ) نہیں پایا جاتا۔

مطلع ردیف واو ؎ آنکھوں سے نہاں رہتے ہو پر دل میں مکیں ہو　　تم پردہ نشینوں میں عجب پردہ نشیں ہو

اصلاح ؎ نظروں سے نہاں رہتے ہو آنکھوں میں مکیں ہو　　تم پردہ نشینوں میں عجب پردہ نشیں ہو

جناب شاکر کے مطلع کی داد نہ دینا ظلم ہے لیکن حضرت فصیح العصر عالی جناب نوح مدظلہ نے لفظ (پر بمعنی لیکن) کو ترک فرما دیا ہے۔ اصلاح کے بعد مطلع مذکور جس بلندی پر پہنچ گیا ہے اُس کی قرار واقعی داد صرف اساتذہ دے سکتے ہیں۔ ہم سے کم سواد اِس کی تشریح و توضیح کا حق ادا نہیں کر سکتے (نظروں) اور (آنکھوں) کے فرق کو زیر نظر رکھ کر مطلع مذکور کی لطافت ملاحظہ فرمائیے اور خاقانی ہند حضرت ذوق علیہ الرحمہ کے مندرجہ ذیل مطلع کو پڑھ کر حُسنِ معنی کا لُطف اُٹھائیے۔ ؎

رہے تنزیہہ کے پردے میں پہلے جانِ جاں ہو کر　　پھر آئے خلوتِ چشم جہاں بیں میں جہاں ہو کر

مقطع ردیف (ہ) ؎ سبب اسکا بتاؤ شاکر نتیجہ رونے سے کیا ہے آخر　　یہ گرم نالے یہ آہ و زاری الٰہی توبہ الٰہی توبہ

اصلاح ؎ سبب تو اس کا بتاؤ شاکر نتیجہ رونے سے کیا ہے آخر　　وہی ہے گریہ وہی ہے زاری الٰہی توبہ الٰہی توبہ

مصرعِ اُولیٰ کے لفظ (آخر) کا اقتضا یہ تھا کہ مصرعِ ثانی میں گریہ و زاری کا کچھ دیر تک جاری رہنا بیان کیا جاتا۔ لیکن حضرت شاکر نے لفظ (یہ) کو جو بہ تکرار استعمال کیا تھا اُس سے آہ و زاری ایک خاص زمانے میں محدود ہو گئی تھی۔ اصلاح سے عیبِ مذکور رفع ہو گیا۔ ردیف یائے معروف

شعر ؎ بے نقاب آئیں گے وہ حشر کے دن سُنتا ہوں　　اِک نئی اور قیامت میں قیامت ہوگی

اصلاح ؎ یہ اگر سچ ہے کہ اُلٹیں گے وہ چہرے سے نقاب　　تو نئی اور قیامت میں قیامت ہوگی

یہ تو مشہور بات ہے کہ قیامت دفعتہً آئے گی۔ لہٰذا (قیامت میں قیامت) ہونے کے لئے پہلے سے کسی کا (بے نقاب) آنا درست تھا۔ ہاں یکایک نقاب کے (اُٹھنے یا اُلٹنے) سے یہ مضمون درست ہو سکتا تھا۔

شعر ؎ منکشف ہو جائے اُن پر حالِ دل　　آئنہ بن جائے حیرانی مری

اصلاح ؎ آئنہ ہو جائے اُن پر حالِ دل　　آئنہ بن جائے حیرانی مری

ہمارے کرم فرما کا شعر صحیح تھا لیکن (آئنہ ہو جائے) کا محاورہ اِس موقع پر نظم کرنے سے شعر میں آب آ گئی۔

مطلع ؎ عیش دیکھا کبھی دُنیا میں مصیبت دیکھی　　زندگی بھر نہ کبھی ایک سی حالت دیکھی

اصلاح ؎ عیش دیکھا کبھی دُنیا میں مصیبت دیکھی　　یہی صورت نظر آئی یہی صورت دیکھی

حضرت نوح مدظلہ نے لفظ (حالت) کو ترک فرما دیا ہے۔ صرف ایک لفظ بدلا جاتا ہے تو پڑھنے میں (ایک سی صورت) بُرا معلوم ہوتا۔ (یہی صورت) کی تکرار سے تاکید پیدا ہو گئی اور مصرعِ ثانی پہلے سے چُست ہو گیا۔

افسوس کہ اتنے اختصار پر بھی کل ردیفیں ختم ہو سکیں۔ ناظرین آئندہ قسط تک اور صبر فرمائیں۔ عابد مسیح عابد بی اے

عبداللہ مدرس عیدہ کی غلط فہمی اور اسکی قابلیت کا حشر

منشی عبداللہ مدرس عیدہ نے ایجوکیشنل گزٹ جالندھر مئی ۱۹۳۳ء میں مضمون نگاری کے لئے ایک نئی شرط کے عنوان سے اپنی غلط فہمی کا اظہار کیا ہے۔ یہ تحریر بائیس سطروں کی ہے۔ اس تحریر سے مندرجہ ذیل نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) منشی عبداللہ صاحب کی غلط فہمی (۲) منشی صاحب کی حماقت (۳) ادنے لیاقت۔

عبداللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ رہنمائے تعلیم کے مدیر نے یہ شرط عائد کی ہے۔ کہ ان اصحاب کے مضامین شائع ہونگے جو رسالہ کے خود خریدار بنیں یا خریدار پیدا کریں۔ ہم یہ غلط فہمی رفع کرنا چاہتے ہیں۔ رہنمائے تعلیم میں نہایت صفائی سے یہ شرط تحریر ہے کہ ہم نے مبتدی اور ابتدائی مدرسین کے لئے رسالہ ہذا کے چند صفحات مخصوص کئے ہیں۔ معمولی قابلیت (جن میں منشی صاحب بھی شامل ہیں) کے طبقہ کے افراد کے مضامین بعد مناسب ترمیم و تنسیخ شائع کیا کریں گے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ ایک معمولی قابلیت کے فرد کے مضامین کا پہلے خود مطالعہ کیا جائے پھر غور و فکر سے اس کی اصلاح کی جائے۔ یہ کام کتنا دشوار ہے۔ اور کس قدر وقت طلب ہے۔ اور ایڈیٹر کی اس مقصد سے اصلاح اور حوصلہ افزائی مقصود ہے۔ اور معمولی قابلیت کے طبقہ کے لوگوں کی حوصلہ افزائی اصلاح کے ساتھ ایڈیٹر کو اپنے اوراق کا کم از کم خرچ تو ضرور نکال لینا چاہئے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ رہنمائے تعلیم کو ادبی علمی اور تعلیمی رسائل میں جو مرتبہ حاصل ہے۔ وہ ہندوستان بھر میں باستثنائے چند رسائل کسی اور رسالہ کو حاصل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا معیار ادبی علمی اور تعلیمی بہت بلند ہے۔ اور اس میں ملک کے مایۂ ناز افراد اور فاضل اصحاب کے مضامین نظم و نثر شائع ہوتے ہیں۔ ہم آپ جیسے نو آموز اصحاب کے مضامین کے مشتاق نہیں ہیں۔ ہمارے رسالہ کے معاونین ماشاءاللہ اچھے سے اچھے نغز گو شاعر فاضل سے فاضل ادیب اور نثار ہیں ۲ افراد کی اصلاح ہے۔ بجائے اس کے کہ آپ ایڈیٹر کو حوصلہ افزائی اور شکرگزاری کا موقع دیتے۔ آپ نے پبلک میں غلط پروپیگنڈا کرنے کی تحصیل حاصل اور ناتمام کوشش کی۔

۲ ادنے قابلیت کا ثبوت [illegible]

آپ پر واضح رہے کہ میرے معاونین اور احباب کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ وہ مضامین میری غرض سے نہیں بھیجتے بلکہ رہنمائے تعلیم کو اپنا رسالہ سمجھ کر اپنے رسالہ کی آبیاری کرتے ہیں۔ کیونکہ ؎

قدرِ زر زرگر بداند قدرِ جوہر جوہری

بقول جلیل ؎ قدر کرتے ہیں محبت کی محبت والے

باقی رہی بات رسالہ بھیجنے کی سو میں اپنے تمام نامہ نگاروں کو رسالہ بھیجتا ہوں۔

سوال یہ ہے کہ آپ نے یہ غلط بیانی رسالہ میں کیوں کی۔ اس کا جواب ہم خود ہی دیتے ہیں۔

آپ کے دو چار مضمون ہمارے پاس اشاعت کے لئے آئے۔ مگر وہ چونکہ ہمارے معیار کے مطابق نہیں تھے۔ اس لئے اِن کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا گیا۔ چونکہ آپ ابھی انشاپردازی کے ادبستان کے طفل ابجد ہیں۔ آپ کو دنیائے صحافت میں ناموری کا خواہ مخواہ شوق پیدا ہو گیا ہے۔ اُردو ادب سے آپ کو مناسبت نہیں۔ آپ کا مذاق سلیم نہیں۔ اس لئے ہم آپ کے پھر خیالات شائع کریں تو کیونکر؟ جالندھر گزٹ میں جس مضمون میں رہنمائے تعلیم جیسے موقر اور مقتدر رسالہ کے خلاف آپ نے غلط بیانی اور یاوہ گوئی سے کام لیا ہے قطع نظر اُن سے اب ہم آپ کے جواہر نگار ٹکڑوں کو منظر عام میں لاتے ہیں۔ تاکہ آپ کی علمی قابلیت کا اہل نظر پر صحیح صحیح انکشاف ہو جائے۔

آپ لکھتے ہیں:۔

(۱) یعنی تین اچھے بھلے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو کند چھری سے ذبح کر کے منیجر کے آستانہ دولت تک پہنچا کر مبلغ بارہ روپے سے اُس کی مٹھی گرم کرے۔

اس مطلب کو جو صاحب مبتدی ہیں۔ اور عبداللہ جیسے انشاپرداز ہیں۔ وہ اپنے مضامین کی ترمیم و تنسیخ اور اشاعت کا معاوضہ اس طرح بھی ادا کر سکتے ہیں۔ کہ رسالہ کے لئے اہل ذوق خریدار پیدا کریں۔ عبداللہ صاحب نے جس انداز سے اور جن الفاظ سے اظہار خیالات کیا ہے وہ منتہی اور ادیب تو کیا مبتدی بھی پڑھ کر آپ کی زباندانی کا چٹخارہ لیں گے۔

دیکھئے اچھے بھلے کا استعمال۔ بُرے بھلے ہوتا ہے۔ چنگے بھلے زبان ہے نہ کہ اچھے بھلے۔ زبان کی اِس ترمیم کا عیدہ کی سرزمین ہی کو فخر حاصل ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ نوجوانوں کو کُند چھری سے ذبح کر کے منیجر کے گھر پہنچاتے ہیں۔ ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ کُند چھری کا استعمال کیونکر کیا۔ ممکن ہے کہ جناب نیاز فتحپوری مطلب سمجھ جائیں۔ نہیں یہ بھی ممکن نہیں۔ وہ تو دھجیاں اُڑا دینگے۔ عبداللہ ایسے انشاپردازوں اور شاعروں کا طبقہ نیاز سے پناہ مانگتا ہے۔

ایک جگہ لکھتے ہیں وہ انہیں مقر گمنامی سے نکال کر اُن کی شہرت کو چار چاند لگا دیتے۔ عبداللہ کی قابلیت کے متعلق ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ کہاں تک ہے۔ اس لئے آپ نے قعر گمنامی کی جگہ مقر گمنامی لکھدیا ہے۔

آخر میں ایک مشہور اُستاد کا مصرعہ یوں قلمبند کرتے ہیں۔ ؎

ایں ہم عاشقی غم ہائے بالادگر است

حالانکہ یہ مصرعہ صحیح یوں ہے ؎ ایں ہم اندر عاشقی غم ہائے بالائے دگر

الغرض، عبد اللہ نے بائیس سطروں میں یہ فحش غلطیاں کی ہیں۔
اس کے علاوہ باقی اغلاط کی اگر تشریح کی جائے تو آپ عیدہ کو چھوڑ کر بھاگ جائینگے۔ اور ایجوکیشنل گزٹ جیسے رسائل بھی آپ کے مضامین شائع نہ کریں گے۔
اب جالندھر گزٹ والوں کا کچا چٹھا سن لیجئے۔ کارکنان میں کوئی شخص بھی سخن فہم نکتہ فہم نہیں ہے بےسبب تک بندا و ربے ربط فقرات لکھنے والے لوگ ہیں۔ رسالہ کا معیار مضامین نظم و نثر بہت گرا ہوا ہے۔ کوئی فاضل ادیب اپنا کلام نہیں دیتا۔ کیونکہ یہ رسالہ عبد اللہ ایسے طفلِ ابجد افراد کا تختہ مشق بنا ہوا ہے۔
مارچ۔ اپریل ۱۹۳۳ء کے پرچہ صفحہ ۲۷ میں عبد الغنی سابق متعلم جے وی کلاس کی ایک غزل رنگ تغزل کے عنوان سے شائع کی ہے۔ اس غزل کے تمام اشعار عالی جناب نواب فصاحت جنگ جلیل صاحب کی غزل کے چند اشعار کا سرقہ بالجبر ہے۔

(۱) نظر میں کھب کے یہ کہتی ہے یار کی تصویر کہ دیکھتے ہی رہو آئینہ بنا کے مجھے
(۲) ملوں گا خاک میں آنسو کی طرح یاد رہے ملوگے ہاتھ بتو آنکھ سے گرا کے مجھے

غرضیکہ اس غزل کے تمام شعر حضرت جلیل کے اشعار کا سرقہ ہیں۔ ہم آئندہ پرچے میں مشوق اور جلیل کی سالم غزلیں شائع کر کے اپنے دعوے کی تصدیق کریں گے۔
اُمید ہے کہ اس مختصر سی تحریر سے عبد اللہ عبیدی اور گزٹ کے معاونین کی تشفی ہو جائیگی۔ اگر ضرورت ہوئی۔ تو آئندہ تفصیل سے اظہار خیالات کیا جائیگا۔

بلبل ہی کو معلوم ہیں انداز چمن کے کیا عالم گلشن کی خبر زاغ و زغن کو

(ایڈیٹر)

ریویوز

میں نے کتاب **رموزِ زندگی** عرف **مقبول عام سائنس** کا مطالعہ بغور کیا۔ یہ کتاب بطور سوال و جواب لکھی گئی ہے۔ اور پڑھنے والے کی خاص دلچسپی کا باعث ہے۔ عبارت سلیس اور عام فہم ہے۔ مضمون کی اہمیت کو طلباء سمجھ سکتے ہیں۔ اور نفسِ مضمون خود بخود دل پر نقش ہوتا چلا جاتا ہے۔ سائنس پڑھنے اور پڑھانے کا پورا مدعا اس سے حاصل ہوتا ہے۔ میرے خیال میں اگر کتاب ہذا درسی کتب جماعت پنجم (لوئر مڈل) میں داخل فرمائی جائے۔ تو طلباء اور مدرسین کے لئے ازحد مفید ہے۔
کتاب پنڈت جوالا رام ٹیچر ہائی سکول پٹیالہ سے مل سکتی ہے۔

(ودیارتھی)

جذباتِ عالیہ

(عالیجناب اعتبار الملک لسان الہند حکیم الشعراء حضرت دل شاہجہانپوری)

خونِ دل جب سرِ مژگاں نظر آیا مجھ کو
مِل گئی سُرخیِ عنوانِ تمنّا مجھ کو

قطعِ اُمید کی حد تک نہ پہنچنے پائے
پھر یہ اندازِ تغافل بھی گوارا مجھ کو

پندِ واعظ نظر آنے لگی پیمانہ بکف
آج ساقی نے اس انداز سے دیکھا مجھ کو

کیوں نہ اِس وہم کو اک شکل تمنا سمجھوں
سامنے وہ ہیں یہ اکثر نظر آیا مجھ کو

درسِ عبرت ہو زمانے کے لئے یہ منظر
ڈوب کر بھی ہے اُبھرنے کی تمنّا مجھ کو

ایک چُپ نے تو سرِ حشر قیامت ڈھائی
لبِ خاموش سے کرنا تھا نہ شکوا مجھ کو

اور دو چار قدم اے دلِ مایوس بڑھا
نظر آتی ہے پھر اک شکلِ تمنّا مجھ کو

دل میں ہے یادِ وطن حُبِّ وطن جان کے ساتھ
دشتِ غربت میں نہ سمجھے کوئی تنہا مجھ کو

التفاتِ نگہِ ناز یہ کیا ہے عالم
نہ رہا حوصلۂ عرضِ تمنّا مجھ کو

طعنہ زن شیوۂ بیداد ہے خود داری پر
آپ نے کیوں نگہ لُطف سے دیکھا مجھ کو

سوچتا ہوں کہ قیامت بھی رہے پیشِ نظر
کھینچنا ہے قدِ رعنا کا سراپا مجھ کو

کوچۂ عشق میں ہے خاک کے ذرّوں پہ نظر
یہی سمجھائیں گے مفہومِ تمنّا مجھ کو

ہمتِ شوق بڑھاتا رہا ہر گام پہ دل
نظر آتی رہی اک صورتِ زیبا مجھ کو

مُژدہ اے دل کہ حدیں ختم ہوئیں زنداں کی
کھینچتا ہے کوئی اب جانبِ صحرا مجھ کو

نہ ہوا دل کسی صورت سے بھی مانوس اے دلؔ
گو لبھاتی رہی نیرنگیِ دُنیا مجھ کو

نظام شمسی

(از لالہ کرشن چندر صاحب ملہن بی اے - بی ٹی - ڈی بی ہائی سکول نکودر)

ہماری زمین کی طرح اور بھی کئی سیارے اور ستارے سورج کے گرد گردش کرتے ہیں اور پھر ان میں سے کئی ستاروں کے گرد زمین کی طرح چاند گردش کرتے ہیں - ہماری زمین کی طرح یہ سیارے غیر روشن اجسام ہیں - ان سیاروں کی روشنی اور چمک سورج کی روشنی کا صرف عکس ہے - اگر ہم زمین کی بجائے کسی دیگر سیارہ پر ہوتے تو ہمیں زمین بھی اُسی طرح روشن نظر آتی - جیسے باقی سیارے روشن نظر آتے ہیں - خدا کی شان ایسے بھاری بھرکم اور دُور دراز مختلف سیارے یونہی منہ اُٹھائے سورج کے گرد چکر کاٹ نہیں رہے بلکہ ہر ایک کا خاص راستہ ہے اور یہ سب ایک ہی سمت میں گردش کر رہے ہیں - اور یہ سب کچھ ایک خاص نظام میں ہو رہا ہے اور اِس نظام کو نظامِ شمسی کہتے ہیں - اِس مضمون میں ہم نظام شمسی کے مختلف سیاروں کے حالات ہدیہ ناظرین کرینگے -

(۱) عطارد (Mercury) اِس امر میں اب کچھ شک نہیں رہا - کہ سورج سے نزدیک تر سیارہ عطارد ہے - اور اِس کے مقابلہ میں سورج سے اور زیادہ نزدیک کوئی اور سیارہ دریافت نہیں ہوا - ممکن ہے کہ آئندہ زمانہ میں دوربینیں اور بھی زبردست ثابت ہوں - اور ہم کسی اور سیارے کو عطارد سے بھی نزدیک دیکھ سکیں - لیکن اپنے موجودہ علم کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ عطارد سورج سے دیگر سیاروں کے مقابلہ میں سب سے تھوڑے فاصلہ پر واقع ہے -

گو علم ہیئت کے ماہر اِس سیارہ کو بہت عرصے سے جانتے ہیں - لیکن اِس کا مضبوط سے مضبوط ترین دُوربین کے ذریعہ بھی دکھائی نہ دینا ممکنات سے ہے - اور یہ امر موجب حیرت نہیں کہ کوپرنیکس (Copernicus) جیسے ماہر سائنس دان بھی اِس سیارہ کو دیکھنے سے قاصر رہے - اگر ہم جیسے تھوڑی عقل رکھنے والے انسان خوش قسمتی سے اِس سیارہ کو دیکھ سکیں تو اِسے ہلال کی شکل میں دیکھ سکینگے - یا زیادہ سے زیادہ کسی ایسی شکل میں کہ جن میں ہمیں چاند نظر آتا ہے - اور ایسی شکل میں ہمیں نہ صرف عطارد ہی بلکہ زہرہ بھی نظر آئیگا - کیونکہ یہ سیارے بھی ہماری زمین کی طرح غیر روشن ہیں - اور صرف سورج کی روشنی ہی اُنہیں روشن کرتی ہے - چونکہ عطارد زمین کے گرد گردش کرتا ہے - اس لئے اُس کا وہ نصف حصّہ جس کا رُخ سورج کی جانب ہوتا ہے روشن نظر آتا ہے -

. . . . لیکن ہم زمین کے رہنے والوں کو مختلف اوقات میں اِس نصف کا بھی تھوڑا سا حصہ ہی نظر آتا ہے۔ افسوس ہے کہ ہمیں ابھی تک اِس سیارے کی سطح کے متعلق کچھ بھی پتہ نہیں ہو سکا۔ اور یہ اس لئے نہیں کہ یہ سیارہ اتنا چھوٹا ہے بلکہ اس لئے کہ سورج کے نزدیک تر ہونے کے سبب اِتنا روشن ہے۔ اور اس کی روشنی اتنی تیز ہے کہ برہنہ آنکھ سے اُسے دیکھ ہی نہیں سکتے اور دوربین سے بھی وہ اتنا زیادہ چمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے کہ اُس کی سطح کے متعلق کچھ اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اس سیارے کی سطح کا درجۂ حرارت بھی اس قدر زیادہ ہے کہ ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہاں فی الحال کسی قسم کی زندگی کا وجود غیر ممکنات سے ہے۔

لیکن با ایں ہمہ ہمیں عطارد کے متعلق چند امور کا علم ہے یہ سیارہ کچھ بہت بڑا نہیں۔ ہمارے چاند سے کچھ ہی بڑا ہے۔ اس کا قطر تیس ہزار میل سے کچھ ہی کم ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ بمقابلہ اپنے حجم کے اِس کا وزن بہت زیادہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ ایک بھاری سیارہ ہے۔ بلکہ نظام شمسی کے تمام سیاروں میں حجم کے لحاظ سے سب سے بھاری وزن رکھتا ہے۔ اِس کا سال ہماری زمین کے مقابلہ میں صرف ۸۸ دنوں کے برابر ہے۔ یا بالفاظ دیگر یہ سیارہ سورج کے گرد ایک چکر ہماری زمین کے تقریباً تین ماہ کے عرصہ میں ختم کرتا ہے۔

سورج کے گرد مختلف گردش کرنے والے سیارے ایک دائرے میں گردش نہیں کرتے بلکہ اُن کی گردش کا راستہ ایک بیضوی شکل میں ہوتا ہے۔ لیکن اِن بیضوی شکل کے راستوں کے طول اور عرض میں اتنا تھوڑا فرق ہوتا ہے۔ کہ ہم اُنہیں دائرہ ہی تصوّر کرتے ہیں۔ سورج سے اوسطاً اِس سیارہ کا فاصلہ تین کروڑ پچاس لاکھ میل ہے۔ لیکن چونکہ گردش کا راستہ بیضوی ہے۔ اس لئے زیادہ سے زیادہ چار کروڑ بیس لاکھ میل ہوتا ہے۔ اور کم سے کم دو کروڑ پچاس لاکھ میل۔ چونکہ یہ سیّارہ بمقابلہ دیگر سیاروں کے اس قدر نزدیک ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ گرم بھی ہو۔ اور چونکہ اِن دونو فاصلوں میں کافی فرق ہے اور سیّارہ اتنی جلدی سورج کے گرد گھوم جاتا ہے۔ اس لئے کسی قسم کی زندگی کا اِس کی سطح پر نمودار ہونا۔ ناممکنات سے ہے۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہو چکا ہے۔ کہ اِس سیارہ کے اوپر زمین کی طرح کرۂ ہوائی کا غلاف بھی چڑھا ہوا ہے۔ اور ہوا نہایت کثیف حالت میں ہے۔ اغلبًا یہ اپنے محور کے گرد گھومتا ہے۔ اور محور کے گرد بھی ایک گردش کے لئے اُتنا ہی وقت لیتا ہے۔ کہ جتنا سورج کے گرد گھومنے میں اور اس حالت میں چاند سے مشابہت رکھتا ہے۔ عطارد کی سطح کے متعلق یا اُسکی بناوٹ کے متعلق کوئی پتہ لگانا ناممکن ہے۔ کیونکہ وہ روشنی جو ہم تک اِس سیارہ سے منعکس ہو کر آتی ہے اس کے کرۂ ہوائی کے اوپر ہی سے واپس آجاتی ہے۔ لیکن اِس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اِس کی سطح پر پانی کی بہت بڑی مقدار موجود ہے۔

(۲) **زہرہ**۔ دوسرا سیّارہ جو ہماری زمین اور عطارد کے درمیان سورج کے گرد گھومتا ہے۔ زہرہ ہے۔ یہ

سیارہ بھی ہمیں عطارد کی مانند چاند کی مختلف اشکال ہی میں نظر آتا ہے۔ لیکن حجم میں عطارد سے کہیں بڑا ہے۔ اور اس کا قطر ۷۷۰۰ میل ہے۔ اور زمین کے قطر سے بقدر ۸۰۰ میل کے کچھ ہی کم ہے۔ اس سیارہ کی اس قدر چمک کی وجہ اس کا دیگر سیاروں کے مقابلہ میں سورج کے قریب تر ہونا ہے۔ اس کا فاصلہ سورج سے صرف چھ کروڑ ساٹھ لاکھ میل ہے۔ زہرہ مشتری سے بھی زیادہ روشن ہے۔ گو مشتری کا حجم اس سے کہیں زیادہ ہے۔ لیکن بوجہ سورج سے دُور ہونے کے اتنا روشن نہیں۔ سورج اور چاند کو چھوڑ کر زہرہ آسمان کی ملکہ ہے۔ نہ صرف یہ کہ زہرہ مشتری سے زیادہ خوبصورت اور چمکدار ہے۔ بلکہ آسمان کے کُل دیگر ستاروں سے بھی زیادہ چمکدار نظر آتا ہے۔ جب یہ سیارہ زمین کے قریب تر ہوتا ہے تو بہت ہی چمکتا ہُوا نظر آتا ہے۔ اُس وقت ہمیں ننگی آنکھ سے بھی دکھائی دیتا ہے۔ اس شاندار اور خوبصورت چمک کی وجہ صرف سورج کی منعکس شدہ روشنی ہے کیونکہ زہرہ کا وہ حصہ جس پر سورج کی روشنی نہیں پڑتی بالکل سیاہ نظر آتا ہے۔ زہرہ کی مختلف اشکال کی دریافت گیلیلیو (Galeleo) کے مطالعہ کی شرمندۂ احسان ہے۔

زہرہ کی سطح کے متعلق بھی ہمیں کچھ معلوم نہیں لیکن ہمارے پاس اِس امر کی کافی وجوہ ہیں کہ اس کے اوپر کرۂ ہوائی کا غلاف ضرور چڑھا ہُوا ہے۔ اِس سیارہ کا سورج سے اوسطاً فاصلہ تقریباً چھ کروڑ ساٹھ لاکھ میل ہے اور اس کا راستہ بھی قریباً قریباً دائرہ کی صورت میں ہے۔ اِس کا ایک سال ۲۲۴ یوم کے برابر ہے۔ اور اغلباً زہرہ بھی اپنے محور کے گرد تقریباً اُتنے ہی دنوں میں گھوم جاتا ہے جتنے دنوں میں سورج کے گرد گھومتا ہے۔

عطارد کی طرح اِس سیّارہ کے گرد کوئی چاند گردش نہیں کرتا۔

(۳) **زمین**۔ اگر ہم سورج سے باہر کی جانب چلیں تو زہرہ سیّارہ کے بعد ہمیں ایک ایسا سیّارہ نظر آئیگا کہ جس کا حجم تقریباً زہرہ کے حجم کے برابر ہے اور جس کا سورج سے اوسطاً فاصلہ ۹ کروڑ ۳۰ لاکھ میل ہے۔ اور جو سورج کے گرد ۳۶۵¼ دنوں میں ایک چکر لگاتا ہے جس کا دن ۲۴ گھنٹوں سے بھی کم ہے۔ اور جس کا ایک چاند بھی ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ مریخ کے رہنے والے اِسے کس نام سے پکارتے ہیں۔ لیکن اس کے اوپر رہنے والے اِسے زمین کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

(۴) **مریخ**۔ اگر اس سے آگے باہر کی جانب چلیں تو ہمیں عجیب حیران کُن سیّارہ مریخ ملیگا۔ یہ سیّارہ زمین سے دیگر دُور اُفتادہ سیّاروں کی طرح چاند کی مختلف اشکال میں دکھائی نہیں دیتا۔ بلکہ پورا گول دکھائی دیتا ہے۔ لیکن زہرہ کی ہلالی شکل بھی مریخ کے بدر سے زیادہ روشن نظر آتی ہے۔ یہ سیارہ رنگ میں سُرخ ہے۔ سُرخ رنگ خون کا نشان ہے۔ اور خون لڑائی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ چونکہ یونانی زبان میں جنگ کے دیوتا کا نام (Mars) ہے اس لئے اِسی کے نام پر اِس سیّارہ کو اِس زبان میں Mars کہتے ہیں۔ لیکن

ہماری زبان میں مریخ کے نام سے مشہور ہے۔ اور ہندی میں اسے منگل کہتے ہیں۔ یہ سیارہ بھی زمین کی طرح غیر منور ہے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ اِس سیارہ کی روشنی کا رنگ اتنا سُرخ ہے۔ اِس کے معنے یہ ہیں کہ اس کی سطح پر کوئی ایسی چیز ضرور ہے کہ جو اِس روشنی کو سُرخ رنگ میں تبدیل کر دیتی ہے۔ اغلباً اس کی وجہ مریخ کی سطح پر ایک بہت بڑے حصّہ پر ریگستان کا ہونا ہے۔ مریخ کا راستہ دیگر سیاروں کی طرح بیضوی ہے۔ گو زمین کا راستہ بھی بیضوی ہے۔ لیکن اُس کے طول اور عرض میں اتنا تھوڑا فرق ہے کہ ہم اُسے دائرہ ہی مانتے ہیں۔ لیکن مریخ کی حالت میں ہم ایسا نہیں مانتے۔ کیونکہ اُس کے بیضوی راستے کے طول اور عرض میں بہت بڑا فرق ہے۔ چونکہ یہ بیضوی راستہ مدار ارضی کے باہر کی جانب ہے۔ اس لئے بعض اوقات تو یہ سیارہ زمین کے قریب تر آجاتا ہے۔ اور بعض اوقات دُور نکل جاتا ہے۔ مریخ کا ایک سال ہماری زمین کے ۶۸۶ دنوں کے برابر ہوتا ہے۔ اس لئے معین اوقات میں یہ سیارہ زمین سے کبھی دُور اور کبھی نزدیک آجاتا ہے۔ اس کا ہماری زمین سے نزدیک تر فاصلہ ۳ کروڑ ۵۰ لاکھ میل دُور رہ جاتا ہے۔ اگر ناظرین اپنے دماغ میں یہ تصوّر باندھیں کہ سورج کے گرد زمین چکر کاٹ رہی ہے۔ اور پھر زمین سے بھی باہر مریخ چکر کاٹ رہا ہے۔ اور پھر یہ خیال کریں کہ زمین بمقابلہ مریخ کے زیادہ تیزی سے گھوم رہی ہے۔ تو سمجھ سکتے ہیں کہ ایسا وقت بھی آتا ہے۔ کہ جب زمین مریخ اور سورج کے عین درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ جب سورج زمین اور مریخ ایک ہی سیدھ میں ہوتے ہیں تو مریخ کی ایسی حالت کو Opposition of Mars کہتے ہیں۔ اہل زمین کے نقطۂ نگاہ سے اُس وقت سورج ایک طرف ہے اور اُس کے ٹھیک دوسری طرف سامنے مریخ ہے۔ مریخ اور سورج ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہیں۔ بیشک اگر مریخ اور زمین گول دائرہ کی شکل میں چکر کاٹتے تو ضروری تھا۔ کہ مریخ کی Opposition کی حالت کے وقت اِس کا فاصلہ بھی ہمیشہ وہی ہوتا۔ لیکن جہاں زمین کا راستہ تقریباً گول ہے۔ وہاں مریخ کا راستہ بیضوی ہے۔ اس لئے ہر ایک Opposition کے موقعہ پر مریخ کا راستہ زمین سے یکساں نہیں ہوتا۔ بلکہ کبھی زیادہ اور کبھی کم ہوتا ہے۔ ۱۸۹۲ء کی Opposition کے وقت دونو سیارے ایک دوسرے کے بہت نزدیک تھے۔ اور ۱۸۷۷ء میں بھی۔ اِس موقعہ پر بڑی بڑی دُور بینوں سے پتہ لگا کہ اس سیارہ کے دو چاند ہیں۔ اِس کے بعد اگلی Opposition ۱۹۰۹ء میں تھی۔ جبکہ سائنسدان اپنی نئی اور مضبوط دور بینوں سے مریخ کے متعلق بہت کچھ جاننے کی توقع رکھتے تھے۔ مریخ کے متعلق سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ کیا اِس کی سطح پر عقلمند انسان بستے ہیں؟ ایک بات تو بالکل پایۂ یقین کو پہنچ گئی ہے کہ مریخ کی سطح پر پانی ضرور ہے۔ اور یہ جتلانے کی چنداں ضرورت نہیں کہ زندگی کے لئے پانی کس قدر ضروری شے ہے۔ مریخ کا سورج سے اوسطاً فاصلہ چودہ کروڑ میل ہے۔ چونکہ اس کا راستہ

بیضوی ہے۔ اس لئے اس کا کم ازکم فاصلہ ۱۲ کروڑ ۸۰ لاکھ میل ہوتا ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ پندرہ کروڑ ۵۰ لاکھ میل ان دونو فاصلوں کے مابین کافی فرق ہے۔ اس لئے ناظرین مریخ کے بیضوی راستہ کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس کا ایک سال ۶۸۷ دنوں کا ہوتا ہے۔ اس کا قطر صرف ۴۲۰۰ میل ہے۔ زمین کے قطر سے کچھ ہی زیادہ ہے۔ اس کا حجم بھی زمین سے کہیں کم ہے۔ اور یہ حجم اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جو حالت اس وقت مریخ کی ہے مدتوں بعد ہماری زمین کی بھی ہوگی۔ دو باتیں بوضاحت عیاں ہیں۔ اول یہ کہ مریخ کی سطح سے پانی کا بڑا حصہ ختم ہو چکا ہے۔ دوم یہ کہ اس کی سطح کے اوپر ناہمواریاں گھس گھس کر ہموار ہو گئی ہیں۔ یہی حالت زمین کی ہو رہی ہے۔ چاند کی سطح پر چونکہ نہ پانی اور نہ ہوا ہے۔ اس لئے اُس کے پہاڑ جوں کے توں کھڑے ہیں۔ کیونکہ پانی اور ہوا کے بغیر ناہموار سطح گھس نہیں سکتی۔

خوش قسمتی سے مریخ اپنے محور پر گھومنے کے لئے اِتنا وقت نہیں لیتا۔ جتنا کہ سورج کے گرد گھومنے میں۔ اس لئے ہم اُس کی ہر ایک جانب کی سطح کا اچھی طرح سے مطالعہ کر سکتے ہیں۔ یہ واقعی ایک حیران کُن بات ہے کہ ہم مریخ کے قطبین کا اچھی طرح مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اُن کا نقشہ بھی کھینچ سکتے ہیں۔ حالانکہ زمین کے قطبین کا ابھی تک اچھی طرح سے پتہ نہیں لگا۔

مریخ کا دن ہماری زمین کے دن سے صرف آدھ گھنٹہ بڑا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ سیارہ اپنے محور کے گرد ۲۴½ گھنٹہ میں گھوم جاتا ہے۔ اِس سیارہ کی سطح پر ایسے نشانات پائے جاتے ہیں کہ جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ شائد وہ حضرتِ انسان نے جان بوجھ کر بنائے ہیں۔ عرصہ تک سائنسدان یہ خیال کرتے رہے کہ یہ نشانات دراصل کچھ نہیں اور صرف وہم کا نتیجہ ہیں۔ لیکن اب ان کی تصویر کھینچ لی گئی ہے۔ بعض لوگوں کے خیال میں یہ دھاریوں کے نشانات آب پاشی کی مختلف انہار ہیں۔ لیکن پیشتر اس کے کہ ہم کوئی رائے صائب قائم کر سکیں۔ مریخ کے متعلق ابھی اور بہت سے علم کی ضرورت ہے۔ لیکن ایک بات کو کبھی نہیں بھولنا چاہئے۔ کہ سطح مریخ پر انہار کی کھدائی بمقابلہ سطح زمین کے کہیں زیادہ آسان ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ سیارہ کا حجم اور اُس کی کشش ثقل زمین کے حجم اور اُس کی کشش ثقل سے کہیں کم ہے۔ ایک اور دلچسپ بات یہ ہے۔ کہ اس کے گرد چکر کاٹنے والے دو چاند ہیں۔ اندر کی طرف چکر کاٹنے والا چاند دن میں تین دفعہ گھوم جاتا ہے۔

(باقی دارد)

ارشاداتِ عالیہ

(عالیجناب افضل الشعراء مصورِ حقیقت حضرت عابد شاہجہان پوری)

ہر قدم پر اک حجابِ نور ہے — اے دلِ ناکام منزل دور ہے

اُف رے رعنائی کھنچا جاتا ہے دِل — گو نگاہوں سے کوئی مستور ہے

بیخودیِ شوق اب اس عالم میں ہوں — ذرّہ ذرّہ جس کا برقِ طور ہے

دیکھتا اب تو کوئی دِل کا وقار — خاک ہو کر ایک موجِ نور ہے

جرأتِ عرضِ تمنّا ہو چکی — لن ترانی سے فضا معمور ہے

تیرے جلوے ہیں دلِ پامال میں — آئینہ خانہ ہے جب سے چور ہے

ذرّہ ذرّہ خاک کا لَو دے اُٹھا — حسنِ دلکش سے جہاں معمور ہے

گم جہاں ہو جائے احساسِ نظر — اے دلِ بے حس وہ حدِّ طور ہے

سعیِ پیہم پر بھی اے جوشِ طلب — یہ صدا آتی ہے منزل دور ہے

تیرے جلووں کا اثر ہے آجتک — نور میں ڈوبی فضائے طور ہے

مجھ سے پوچھو دلکشیِ گل کا راز — جوش پر رعنائی مستور ہے

آگے بڑھ کر کیا سمجھئے حسن کو — اِن حجابوں پر تو برقِ طور ہے

ہو چکی عابد شبِ غم کی سحر

شام ہی سے شمع جب بے نور ہے

باشندگانِ انگلستان کے اہم تجارتی کاروبار

(از قلم جناب سید محمد ہادی صاحب بی اے۔ بی ٹی)

برّ اعظم یورپ کے شمال مغربی گوشہ میں برطانوی جزائر واقع ہیں۔ اِن جزائر کا اہم ترین حصہ ملک انگلستان ہے جو تین طرف پانی سے گھرا ہوا ہے اور اُس کے شمال میں ملک سکاٹ لینڈ واقع ہے۔ اِس مضمون میں یہ بتلایا جائیگا کہ انگلستان کے اکثر باشندے اپنی روزی کس طرح پیدا کرتے ہیں۔

انگلستان کے کاروبار ہمارے ملک ہندوستان میں تقریباً اسی فیصدی باشندوں کا ذریعۂ آمدنی زراعت ہے۔ انگلستان کی حالت اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہاں زراعت پر صرف بیس فیصدی آبادی کا انحصار ہے۔ اور بقیہ اسی فیصدی باشندے دوسرے پیشوں میں مشغول و مصروف رہتے ہیں۔ یعنی کان کنی۔ ماہی گیری۔ آہنی کارخانوں اور سوتی و اونی پارچات کے کارخانوں کی مزدوری۔ جہازرانی و جہاز سازی۔ بغرض حصول اُون بھیڑیں پالنا اور ملازمت وہاں کے اہم پیشے ہیں۔

انقلاب صنعت وحرفت فی زمانہ انگلستان۔ جرمنی۔ فرانس۔ جاپان اور ریاستہائے متحدہ امریکہ روئے زمین پر سب سے ترقی یافتہ ممالک سمجھے جاتے ہیں۔ دو یا تین صدی پیشتر تک ہندوستان کی طرح انگلستان کے لوگوں کی نہایت غالب تعداد پیشۂ زراعت سے اپنی روزی حاصل کرتی تھی۔ گذشتہ دو صدیوں میں سائنس کی بکثرت ایجادات کی وجہ سے تمام یورپ میں عموماً اور انگلستان میں خصوصاً لوہے اور پتھر کے کوئلے کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ اتفاق حسنہ دیکھئے کہ خود سرزمین انگلستان لوہے اور کوئلے کی بکثرت کانوں کی حامل دریافت ہوئی۔ ایجاداتِ سائنس اور لوہے اور کوئلے کی بکثرت موجودگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اٹھارھویں اور انیسویں صدی عیسوی میں صدہا قسم کی صنعت وحرفت کے ہزارہا کارخانے انگلستان میں کھل گئے اور لوگ زراعت اور کھیتی کے کام چھوڑ کر اُن مقامات میں آکر مقیم ہو گئے۔ جہاں کلوں کے کارخانے قائم ہوئے تھے۔ اور اُن میں کام کر کے زیادہ اُجرت حاصل کرنے لگے۔ کلوں کے کارخانے کھلنے اور پُرانے گاؤں ویران ہونے اور نئے شہروں کی بیش از بیش ترقی کے تیز رفتار سلسلۂ واقعات کو کتب تاریخ و سیاسیات و عمرانیات میں "انڈسٹریل ریوولیوشن" یعنی "انقلابِ صنعت وحرفت" کے نہایت موزوں نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہ انقلاب یورپ اور امریکہ میں اٹھارھویں اور انیسویں صدی عیسوی

میں بتدریج وقوع پذیر ہوا۔ تقریباً پچاس ساٹھ سال سے یعنی اُس زمانہ سے جب سے کہ بمبئی۔ کلکتہ۔ احمد آباد اور کانپور جیسے مقامات میں کلوں کے کارخانے قائم ہوئے ہیں۔ صنعت وحرفت کا یہ انقلاب آہستہ آہستہ ہندوستان میں بھی اپنا کام کر رہا ہے۔ آپ دریافت کر سکتے ہیں کہ ہندوستان کے بعض قدیمی قصبوں اور گاؤں کی آبادی گذشتہ نصف صدی میں بہت گھٹ گئی ہے اور اُن شہروں کی آبادی بہت بڑھ گئی ہے۔ جہاں کلوں کے متعدد کارخانے قائم ہیں۔ مثلاً بمبئی۔ کلکتہ۔ جمشید پور۔ کانپور۔ احمد آباد۔ ناگپور۔ شولاپور وغیرہ وغیرہ۔ بعض ہندوستانیوں کا خیال ہے کہ انقلاب صنعت وحرفت ہندوستان میں اس قدر پُرزور اثرات ظاہر نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ اُس نے یورپ اور امریکہ میں ظاہر کئے ہیں۔ اِس خیال کے لوگ اپنے بیان کے حق میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہندوستان ایک زراعتی ملک ہے۔ اور ہمیشہ اسی کے ذریعہ سے یہاں کے باشندوں کی غالب تعداد اپنی روزی حاصل کرتی رہے گی۔ یہ دلیل دُرست ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہندوستان میں لوہے اور کوئلے اور دیگر معدنیات کا بڑا ذخیرہ دریافت ہو چکا ہے اور مُلک کی آبادی کا ایک کافی حصہ اِن کو کھودنے کے کام میں مشغول رہ کر اور کلوں کے کارخانوں میں کام کر کے اپنی روزی پیدا کرتا رہیگا۔ صوبہ بنگال۔ بہار اور صوبہ سرحد کے قریب بہت سے ایسے مقامات دریافت ہوئے ہیں جہاں لوہے۔ کوئلے۔ مٹی اور موٹر کے تیل کے کارخانے اور کنوئیں موجود ہیں۔ ہندوستان میں اِس قسم کی دریافت کا سلسلہ تا حال جاری ہے۔ اور کہا نہیں جا سکتا کہ زمین کے زیریں پردوں میں ہمارے لئے ابھی کس قدر اور دولت موجود ہے۔ اِن صورتِ حالات کو مدِنظر رکھ کر قدرے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان میں زراعت اور کلوں کے کارخانہ جات کی صنعت وحرفت دونو پیشے قائم او باقی رہنے والے ہیں اور اِن دونو میں عنقریب بڑی بڑی ترقیاں رونما ہونے والی ہیں۔

سرزمینِ سیاہ

انڈسٹریل ریوولیوشن کے متعلق یہ پیرا گراف بادی النظر میں ہمارے نفس مضمون سے ایک گونہ غیر متعلق دکھائی دیتا ہے۔ لیکن فی الحقیقت یہ اس لئے لکھا گیا ہے کہ ناظرین کو انگلستان کے دو عظیم الشان پیشے کان کنی اور کارخانہ جات آہن اور پارچہ جات سوتی و اونی کی مزدوری کی اہمیت کا پورا احساس ہو سکے۔ لیبر پارٹی جو دو مرتبہ برسرِ حکومت آ چکی ہے۔ زیادہ تر انہی مزدوروں کی نمائندہ سمجھی جاتی ہے۔ وسطِ انگلستان کے قریب غربی سمت میں سرزمین انگلستان کا ایک خطہ ہے۔ جس کو "بلیک کنٹری" یعنی "سرزمینِ سیاہ" اس وجہ سے کہنے لگے ہیں کہ اُس حصہ ملک میں اتنا کوئلہ زمین سے برآمد کر کے منظرِ عام پر فروخت کے لئے رکھا جاتا ہے کہ میلوں تک اس کے چبوترے نما ڈھیر نظر آتے ہیں۔ نیز کوئلہ کی شکست و ریخت سے اِتنے سیاہ ذرات گرد وپیش کی زمین پر گرتے ہیں کہ ہر طرف آپ کو شاہراہیں میدان اور مکانات سیاہ ہی سیاہ نظر آئینگے۔ اِس خطۂ ملک کا نام "بلیک کنٹری" ہو جانے کی تیسری

اہم ترین وجہ یہ ہے کہ اِس خطہ میں آہنی کارخانے اِس کثرت سے تعمیر کئے گئے ہیں کہ اُن کی لاتعداد چمنیوں سے نکلا ہوُا دھواں فضا کو دن بھر سیاہی مائل بنائے رکھتا ہے۔

انگلستان کے اہم ترین کاروبار مندرجہ بالا سطور میں اشارہ کیا گیا ہے اور اب قدرے تفصیل سے بتلایا جاتا ہے کہ انگلستان کے باشندوں کو کاروبار کے رُو سے تقریباً آٹھ پیشوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے جن میں سے اہم ترین پیشے پانچ ہیں۔ آہنی اور پارچہ جات سوتی واونی کے کارخانوں میں مزدوری کان کنی۔ زراعت۔ ماہی گیری۔ بھیڑیں اور دوسرے مویشی پالنا۔

آہنی کارخانوں کی مزدوری فولادی مشینری مثلاً ریلوے انجن۔ ریل کی پٹڑیاں۔ ریل گاڑیوں کے پہئے (چکّے) کلوں کے کارخانوں کے انجن اور بائلر۔ پُل تعمیر کرنے کے لئے لوہے کا سامان۔ موٹر اور بائیسکلیں۔ قینچیاں۔ چاقو۔ اُسترے اور پن وغیرہ ایسی اشیاء انگلستان کے کارخانہ جات آہن میں بکثرت بنائی جاتی ہیں شیفیلڈ اور برمنگھم کے آہنی کارخانے تمام دُنیا میں مشہور ہیں۔ اِن کارخانوں میں لاکھوں مزدُور شب و روز کام کرتے ہیں۔ اور ہر سال کروڑہا من فولادی مشینریاں اور دیگر اشیاء ممالک غیر مثلاً ہندوستان۔ چین۔ مصر اور جنوبی افریقہ کو بھیجی جاتی ہیں۔ ہندوستان کے ہر گھر میں خواہ وہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو کئی چیزیں اِن کارخانوں کی بنی ہوئی ملیں گی۔ آہنی اور فولادی مشینریاں اور دیگر اشیاء جرمنی اور امریکہ سے بھی بیرونجات میں جاتی ہیں۔ لیکن تجربہ سے ثابت ہوُا ہے کہ انگلستان کا مال بہترین اور پائیدار ترین ہوتا ہے اور اِس وجہ سے بہ نسبت دیگر ممالک کے مال کے قدرے گراں قیمت پر فروخت ہوتا ہے۔

سوتی پارچات کے کارخانے انگلستان میں کپاس بالکل پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن تعجب کا مقام ہے کہ وہاں کے کارخانوں میں سوتی کپڑا بکثرت تیار کیا جاتا ہے وہاں کے لاکھوں آدمی شب و روز اِن کارخانوں میں کام کرتے ہیں۔ علاقہ لنکاشائر کے شہرۂ آفاق شہر مانچسٹر کے کپڑے کے کارخانے دُنیا بھر میں مشہور ہیں۔ اِن کارخانوں سے کروڑہا روپیہ سالانہ کا کپڑا تیار ہو کر ممالک غیر میں فروخت ہوتا ہے۔ ہندوستان میں سودیشی کپڑے کی تحریک شروع ہونے سے پیشتر تقریباً ستر کروڑ روپیہ کا کپڑا ہر سال صرف اِس ملک میں آتا تھا۔ ایران۔ میسوپوٹامیا۔ مصر اور چند اور ممالک میں بھی انگلستان کا سُوتی کپڑا بکثرت پہنچتا ہے۔ انگلستان کے سُوتی کپڑے میں سے باریک ململ اور سفید اور چکنا لٹھا ایشیائی ممالک میں زیادہ پسند کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہاں کی آب و ہوا کے لحاظ سے وہ مفید اور دیدہ زیب سمجھا گیا ہے۔

باوجود اتنی کوشش کے ایشیائی ممالک اِس قسم کا باریک کپڑا (ململ اور لٹھا) تاحال تیار نہیں کر سکے۔ اگر دیدہ زیبی کو قطع نظر کیا جائے تو یہ درست ہے۔ کہ ہندوستان کے کارخانوں کا باریک کپڑا بسا اوقات قدرے ارزاں اور پائدار تر ہوتا ہے۔ انگلستان کے علاقہ لنکا شائر کی آب وہوا باوجود معتدل ہونے کے قدرے نمدار ہے اور اس وجہ سے وہاں کارخانوں میں سُوت کا لمبا اور باریک تار اِس قدر جلد نہیں ٹوٹتا جس قدر جلد ہندوستان کے کارخانوں میں۔

اونی کپڑوں کے کارخانے انگلستان کے بہت سے کارخانوں میں اونی کپڑا بکثرت بُنا جاتا ہے جس کے مشہور ترین کارخانے شہر لیڈز میں ہیں۔ یہ شہر انگلستان کی شمالی سمت میں اُس علاقہ میں واقع ہے جہاں بکثرت بھیڑیں اُون حاصل کرنے کے لئے پالی جاتی ہیں۔ انگلستان میں اُون بھیڑوں سے بکثرت حاصل کی جاتی ہے۔ لیکن پھر بھی خرچ کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ اس لئے مصر اور دیگر ممالک سے خرید کرتے ہیں۔ انگلستان کا اُونی کپڑا بیحد نفیس ہوتا ہے۔ لیکن اِس کپڑے کو زیادہ تر وہیں کے لوگ یا دیگر سرد ممالک کے باشندے خریدتے ہیں۔ ایشیائی اور افریقی ممالک میں بوجہ تقاضائے موسم اِس کپڑے کی زیادہ کھپت نہیں ہوتی۔

کان کنی اگر انگلستان کی زمین کے نیچے قدرت کے بیش بہا خزائن لوہے اور کوئلے کی شکل میں مدفون نہ ہوتے تو انگلستان کو موجودہ عروج تا قیامت حاصل نہ ہوتا۔ اسٹے فرڈ شائر۔ وارِوک شائر اور لیسٹر شائر کے علاقوں میں جو "بلیک کنٹری" میں واقع ہیں۔ اور جن میں سے ہر ایک کو بمنزلہ ایک ضلع کے سمجھنا چاہئے۔ کوئلہ بکثرت کھودا جاتا ہے۔ زمین کے اندرونی حصوں میں چٹانوں کی ترتیب قدرتاً کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ جہاں کوئلہ پایا جاتا ہے۔ ان کے قریب لوہا بھی دستیاب ہوتا ہے۔ انگلستان کے اِس حصہ میں آہنی کارخانے بکثرت قائم ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ کارخانوں کی سب سے زیادہ ضرورت کی اشیاء یعنی لوہا اور کوئلہ قریب ہی میسر آجاتا ہے اور وزنی اشیاء کی باربرداری کی زیادہ اُجرت ادا نہیں کرنا پڑتی۔ لوہے اور کوئلہ کی کانیں کھودنے کے کام میں انگلستان کے لاکھوں مصروف رہتے ہیں۔ اِن لوگوں نے اپنی انجمنیں بنا رکھی ہیں اور وہ لوگ اپنے نمائندوں پر زور ڈالتے ہیں کہ پارلیمنٹ میں ایسے قوانین پاس کرائے جائیں جن سے اُن کے حقوق کی حفاظت ہو۔ مثلاً مالکانِ معدنیات کو چاہئے کہ مزدوروں کو متواتر اتنی دیر سے زیادہ زیرِ زمین کام میں مصروف نہ رکھیں تاکہ اُن کی صحت خراب نہ ہو جائے۔ اور اُن سے ایک ہفتہ میں چالیس یا بیالیس گھنٹے سے زیادہ کام نہ لیا جائے۔ مزدوروں کو روزانہ اتنی اُجرت دی جائے۔ مدت ملازمت بڑھنے کے ساتھ فلاں شرح مقررہ سے اُن کی ترقی ہونی چاہئے۔ وغیرہ وغیرہ

(باقی دارد)

سنگترے۔ مالٹے کے تیلے کی سفید قسم اور اُس کا علاج

(از ڈاکٹر آر۔ ایل چوپڑہ صاحب پی۔ اے۔ ایس)

سنگترے مالٹے کے تیلے کی سفید قسم پر گذشتہ چند سالوں میں جو کام کیا گیا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہُوا ہے کہ یہ مذکورہ بالا پودوں کے لئے بہت نقصان رساں ہے۔ گو ویسے تو اس کیڑے کی سات قسمیں ہیں۔ جو تمام پنجاب میں پائی جاتی ہیں۔ لیکن تین ایسی ہیں جو بہت زیادہ نقصان پہنچاتی ہیں۔

چونکہ تمام اقسام کی زندگی کے حالات تقریباً یکساں ہیں۔ اس لئے اس جگہ صرف ایک ہی قسم کا بیان درج کیا جائیگا۔ اس قسم کے مکمل کیڑوں کا قد چھوٹا۔ زرد رنگ اور دو جوڑے پروں کے ہوتے۔ انکی مادہ سنگترے کے پتوں کی نچلی طرف چھوٹے چھوٹے انڈے دیتی ہے۔ جن میں سے موسم کے لحاظ سے ایک دو ہفتے میں بچے نکل آتے ہیں۔ یہ بچے جو گول شکل اور زرد رنگ کے ہوتے ہیں۔ پتے پر اِدھر اُدھر چلنے پھرنے کے بعد ایسی موزوں جگہ پر مقیم ہو جاتے ہیں۔ جہاں یہ اپنی زندگی کا باقی ماندہ عرصہ گزارتے ہیں۔ یہ پتوں کا رس چوس کر گزارہ کرتے ہیں۔ اور ایک قسم کا شیریں مواد خارج کرتے ہیں۔ جس سے پتے چمکیلے دکھائی دیتے ہیں۔ زاں بعد پتوں پر ایک سیاہ اُلّی سی پیدا ہو جاتی ہے۔ جو پتوں کی نشو و نما میں بُری طرح مخل ہوتی ہے۔ بچے ۱½ ماہ کے اندر مکمل ہو جاتے ہیں۔ اور پیو بنا لیتے ہیں۔ جن سے تین چار ماہ کے بعد۔ مارچ۔ اپریل یا جولائی سے لے کر نومبر تک مکمل کیڑے نکل آتے ہیں۔

ان کیڑوں کے بچے لاکھوں کی تعداد میں پودے کے پتوں سے متواتر رس چوستے اور انکے اندر غالباً کسی قسم کا زہر داخل کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے اکثر اوقات نقصان بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔ جس سے پودے کی طاقت بہت کم ہو جاتی ہے اور پھل یا تو لگتا ہی نہیں۔ اور اگر لگتا ہے تو بہت کم اور ناقص سا ہوتا ہے۔

اس کیڑے کی تمام اقسام کا مؤثر اور کم خرچ علاج یہ ہے۔ کہ حملہ شدہ پودوں پر بروزے کے صابن کا حل چھڑک دیا جائے۔ یہ ایک ایسا مرکب ہے جو زراعتی کالج کے انٹومالوجیکل سیکشن میں حال ہی میں تیار کیا گیا ہے۔ اور انٹومالوجسٹ گورنمنٹ پنجاب لائلپور سے بحساب دس روپیہ فی من مل سکتا ہے۔ ۶½ چھٹانک دوائی لے کر اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لئے جاتے ہیں۔ اور بیس سیر گرم پانی میں حل کر کے پودوں پر چھڑک دی جاتی ہے۔ اوسط قد کے پودوں پر چھڑکنے کا خرچ ایک آنہ فی پودا سے بھی کم آتا ہے +

اتفاق کے پھول

گلہائے اتفاق میں نکہت عجیب ہے　　یہ پھول وہ ہیں جن کی لطافت عجیب ہے
شکل انکی کچھ عجیب ہے صورت عجیب ہے　　رنگ انکا کچھ عجیب ہے نزہت عجیب ہے

باغِ جہاں میں خندہ کناں یہ جہاں رہیں
اقبال وعیش۔ دولت ونصرت وہاں رہیں

اُس گھر کا در ہی سجدہ گہِ روزگار ہے　　جس گھر میں ان کی قدر ہے۔ اِنکا وقار ہے
ہر عیش زندگی کا انہیں پر مدار ہے　　ان پر ہے انحصار اگر انحصار ہے

سرمایۂ نشاط ومسرت یہی تو ہیں
گنجینۂ سرور ومحبت یہی تو ہیں

یارب جہاں میں روح فزا انکی بُو رہے　　ہر دل میں انکی چاہ رہے۔ آرزو رہے
ان کی رہے کسی کو اگر جستجو رہے　　ان کی رہے زباں پہ اگر گفتگو رہے

نابود باغ دہر سے خار نفاق ہو
ہر شاخ پر شگفتہ گُلِ اتفاق ہو

اس اتفاق ہی سے رسن پائدار ہے　　کمزور ورنہ ہے وہ۔ اگر تار تار ہے
ہیں جس کے چار یار وہی باوقار ہے　　جاری سخن زباں پہ یہی بار بار ہے

بازوئے ناتواں میں بھی ہمت اسی سے ہے
بیمار و نیم جاں میں بھی طاقت اسی سے ہے

زور ایک کا تو پڑ نہیں سکتا ہے چار پر　　مل جائیں سَو تو اُن کا اثر ہو ہزار پر
سِکہ جمائیں اپنا وہ شہر و دیار پر　　اُن کا دباؤ پڑنے لگے کوہسار پر

اس اتفاق سے دم اشرار بند ہے
جس کو یہ ہے پسند وہی ارجمند ہے
اینٹیں کسی مکان کی جو کردے کوئی جُدا باقی رہیں ستون۔ نہ دریچہ۔ نہ سہ درا
اعضائے جسم میں جو نہ ہو میل اک ذرا بے سُود چشم و گوش ہوں۔ بیکار دست و پا
ہوش و خرد کا۔ تاب و تواں کا زوال ہو
وہ حال ہو کہ جان کا بچنا محال ہو
گلہائے اتفاق کی نکہت جہاں نہیں وہ لاکھ گلستاں ہو مگر بوستاں نہیں
فرحت وہاں نہیں ہے مسرّت وہاں نہیں رُخ سے کسی کے رنگ بشاشت عیاں نہیں
بُلبُل سے پھول۔ پھول سے بُلبُل کشیدہ ہے
شمشاد و سرو سے دلِ قمری کبیدہ ہے
ہر شخص مُبتلائے غمِ روزگار ہے افسوس ناک حالِ صغار و کبار ہے
آپس میں میل ہے نہ محبّت نہ پیار ہے سب کو وبال زندگیٔ مستعار ہے
کیا قہر ہے کہ ایک کو اِک پوچھتا نہیں
دِل میں کسی کے نام کو بوئے وفا نہیں
دیکھو جدھر اُدھر ہی شقاوت کا زور ہے بیداد کا۔ غرور کا۔ نخوت کا زور ہے
جہل و نفاق۔ کبر و عداوت کا زور ہے بغض و غبار۔ رنج و کدورت کا زور ہے
بارانِ بے کسی کی ہے بھرمار ہر طرف
ابرِ غم و الم ہے دھواں دھار ہر طرف
کچھ آج اہل ہند کا یہ خستہ حال ہے ہر روز تازہ رنج ہے۔ ہر دم ملال ہے
افلاس کا عروج ہے۔ زر کو زوال کو کیا کہئے انکا حال کہ صورت سوال ہے

شوکت ہے۔ دبدبہ ہے۔ نہ کچھ رعب داب ہے
گردِ الم سے حال نہایت خراب ہے

ادبار و رنج زور پہ ہیں۔ حال زار ہے	کوئی شفیق ہے نہ کوئی غمگسار ہے
اِک اِک امیر صورتِ ابرِ اشکبار ہے	اک اک غریب برق صفت بیقرار ہے

دیکھو جسے وہی ہے عجیب اضطراب میں
ہر وقت ہر گھڑی ہے نئے پیچ و تاب میں

یا رب نظر ہو رحم کی ہم سب کے حال پر	ہوں دل سے جہل و بغض و حسد دُور جلد تر
جتنے ہیں سنگ و خشت وہ بن جائیں سیم و زر	اکسیر کا ہو سب کو یقین خاکِ ہند پر

جل جائے تخم آتشِ غم سے نفاق کا
پھولے پھلے جہاں میں شجر اتفاق کا

پھیلے سخن سخن سے ضیا اتفاق کی	نکلے دہن دہن سے صدا اتفاق کی
ہر گھر میں سِل رہی ہو قبا اتفاق کی	ہر تن پہ کِھل رہی ہو عبا اتفاق کی

ہر گل میں رنگِ مہر و محبت بھرا ہے
باغِ مراد اس طرح اپنا ہرا ہے

شاکر کی اب دعا ہے یہ پروردگار سے	بزمِ جہاں میں ہم رہیں عزّ و وقار سے
صدق و صفا سے۔ حوصلہ و اقتدار سے	عزّت سے آبرو سے محبّت سے پیار سے

برپا نہ کوئی فتنہ نہ کوئی فساد ہو
آپس میں اتفاق ہو۔ حاصل مُراد ہو

خاکسار پنڈت شیو ناتھ کول شاکر از سکر گوالیار

تذکرہ خواتین

(۱۱) سنجوگتا

(سید محمود مورخ بی اے)

سنجوگتا کا نام تاریخ ہند میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس نام کے زبان پر آتے ہی ایک پرشورش زمانہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معمولی معمولی باتیں بھی قوموں کی تباہی اور ترقی کا باعث ہو سکتی ہے۔ سنجوگتا راجہ جے چند والئے قنوج کی اکلوتی بیٹی تھی۔ جو بارھویں صدی میں ایک زبردست حکمران تھا۔ سنجوگتا کے بچپن کے حالات پر ابھی تک پردہ پڑا ہوا ہے۔ لیکن یہ فرض کر لینا کچھ مشکل نہیں ہے کہ چونکہ وہ ایک باقتدار حکمران کی بیٹی تھی۔ اس لئے اس نے ضرور عیش و عشرت میں پرورش پائی ہوگی۔ اور چونکہ وہ اکلوتی تھی۔ اس لئے ضرور ماں باپ کی لاڈلی ہوگی۔ اسے ابتداء سے ہی بھاٹوں اور گویوں سے حسن و عشق کے افسانے اور جنگ و جدل کی داستانیں سننے کا بہت شوق تھا۔ غالباً گویوں سے ہی اسے چوہان خاندان کے پہلے اور آخری حکمران راجہ پرتھوی راج والئے دہلی کے وجود کا علم ہوا۔ راجہ پرتھوی راج اپنے عہد کا بہت مشہور حکمران تھا۔ اسے شہنشاہ ہند ہونے کا فخر حاصل تھا۔ وہ اپنی بہادری اور دُور اندیشی کے سبب عوام میں ہر دلعزیز تھا۔ راجپوتانے کے گوتے اس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملایا کرتے تھے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ سنجوگتا عالم بیخودی میں گویوں سے پرتھوی راج کی تعریف کے عجیب و غریب گیت سنا کرتی تھی۔ اور اسے پرتھوی راج کے کارنامے اور اس کی بہادری کی داستانیں سنکر قلبی راحت حاصل ہوتی تھی۔ اس نے اپنے دل میں عہد کر لیا تھا کہ سوائے اس بہادر چوہان کے اور کسی سے شادی نہ کریگی۔

سنجوگتا راجہ پرتھوی پر نادیدہ فدا تھی۔ لیکن اُسے معلوم تھا کہ اس خواہش کا بر آنا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ گویوں سے ہی اسے راٹھور اور چوہان خاندانوں کی خانہ جنگیوں کا علم ہو گیا تھا۔ راجہ جے چند اور راجہ پرتھوی راج ایک دوسرے کے حاسد اور بدخواہ تھے۔ سنجوگتا جوان ہو کر بہت حسین لڑکی نکلی۔ گو اس کی عمر بہت ہو گئی تھی۔ لیکن ابھی تک اس کے باپ نے اس کی شادی کا کوئی انتظام نہ کیا تھا۔

اس کی ماں کو یہ فکر جونک بن کر کھلئے جا رہا تھا۔ ایک دن وہ موقعہ پا کر اپنے پتی راجہ جے چند کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور دست بستہ دریافت کیا کہ "میرے سرتاج! کیا راٹھور خاندان اس قدر کمینہ و ذلیل ہے کہ

اس کی بیٹی سے کوئی راجہ شادی کرنے کے لئے تیار نہیں؟" راجہ جے چند نے اپنی اہلیہ کے فکر کا اندازہ لگاتے ہوئے جواب دیا۔"کہ نہیں! کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ مجھے سنجوگتا کی شادی کی فکر نہیں ہے؟ لیکن آریہ ورت میں ایسا جانباز کون ہے جو اس سے شادی کرنے کے لئے راٹھور خاندان کا مقابلہ کرسکے؟ البتہ میں نے ایک تجویز سوچی ہے۔ آج ہی ملک کے طول وعرض میں سفیر۔ برہمن اور رنائی بھیج دیئے جاوینگے کہ راجاؤں کو راج یوگ کی ادائیگی میں شرکت کی دعوت دے آئیں۔ اور اسی دن نہیں بلکہ اس رسم کی ادائیگی سے پہلے ہی دمینتی کی طرح سنجوگتا بھی اپنا شوہر خود پسند کریگی۔

ملک کے گوشہ گوشہ میں سنجوگتا کے حسن کا چرچا تھا۔ اس لئے راجپوتوں کے ہر خاندان کے حکمران سنجوگتا سے شادی کرنے کی اُمید موہوم میں قنوج آئے۔ شادی کی رسم ادا ہونے کے بعد فوراً راج یوگ کی رسم ادا کرنے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اور ہر راجہ کو اس کے رتبہ کے مطابق کام دیدیا گیا تھا۔ چونکہ راجہ پرتھوی راج نے قدیم بغض و عناد کی بنا پر اس رسم میں شریک ہونے سے انکار کردیا تھا۔ اس لئے راجہ پرتھوی راج کا سونے کا ایک مجسمہ تیار کرا کر اسے اس خوبصورت اور عالیشان پنڈال کے دروازہ پر جو اسی موقعہ کے لئے تیار ہوا تھا۔ بطور دربان کھڑا کر دیا۔ راجہ جے چند نے اس مجسمہ کو بنظر حقارت دیکھتے ہوئے کہا کہ "اس کمینے کو دربانی سے بہتر اور کیا خدمت دی جا سکتی ہے۔ بیشک وہ اسی لائق ہے کہ دروازہ پر پہرہ دیتا رہے اور جو راجہ اندر آئے یا باہر جائے اسے جھک کر سلام کرے"۔

سوئمبر کے دن مقررہ وقت پر پنڈال راجاؤں اور تماش بینوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ حسین شہزادی سنجوگتا پھولوں کی مالا ہاتھ میں لئے موجود تھی۔ یہ فیصلہ ہوا تھا کہ جس خوش نصیب کے گلے میں وہ مالا ڈالدے۔ وہی اسکا شوہر ہو۔ شہزادی ہر راجہ کے سامنے جاکر چند لمحوں کے لئے ٹھہر جاتی تھی۔ اور نقیب بآواز بلند اس راجہ کا حسب و نسب۔ خاندان کی مختصر تاریخ اور اس کے کارناموں کا مختصر الفاظ میں ذکر کرتا تھا۔ اس کے بعد شہزادی دوسرے راجہ کے سامنے جاتی اور نقیب وہاں بھی پہلے کی طرح اپنے فرائض انجام دیتا تھا۔ اس طرح وہ راجپوت قوم کے چیدہ اور نامور بہادروں کی قطار کے سامنے سے خاموش گذر گئی۔ دراصل اسے تو اسی شکل کی جستجو تھی جو اس نے مرتاض گویوں کی دی ہوئی تصویروں میں دیکھی تھی۔ آخر جب وہ دروازہ پر آئی تو اس نے وہاں چند منٹ ٹھہر کر مجسمہ کو غور سے دیکھا اور مالا اس کے گلے میں ڈال دی۔

یہ دیکھ کر حاضرین نے شور وغل مچانا شروع کیا۔ راجہ جے چند غصہ اور رنج سے بیتاب ہو کر اپنے تخت سے کودا اور وہیں سے للکار کر کہا۔ "کیا تم میرے جانی دشمن کی زوجہ بننا چاہتی ہو؟" بیخوف سنجوگتا نے اثبات میں سر ہلا کر جواب دیا۔ "ہاں! تم نے مجھے اجازت دی تھی کہ حاضرین میں سے کسی ایک کو پسند کرلوں۔ اور

میں نے اسے پسند کیا ہے"۔ راجہ جے چند بیبے پاکانہ جواب سُنکر شدت رنج سے کچھ کہہ تو نہ سکا لیکن سنجوگتا کو پکڑ کر باہر لے گیا اور قنوج سے دُور ایک گنبد میں قید کر دینے کے لئے بھیجدیا۔

سنجوگتا نے بھرے دربار میں راجہ پرتھوی راج کو اپنا شوہر تسلیم کیا تھا۔ اس لئے قدیم راجپوتی روایات کے مطابق راجہ پرتھوی راج کا فرض تھا۔ کہ اسے لے جاکر اس سے شادی کرے۔ کوئی بہادر راجپوت اس کا جواب نہ دینا برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن راجہ پرتھوی راج کو معلوم تھا کہ راجہ جے چند اور اس کے معاونین سے کھلے میدان میں زور آزمائی کرنا اگر تباہی کا باعث نہ بھی ہو تو فضول ضرور تھا۔ اس لئے اس نے عیاری سے کام نکالنے کا فیصلہ کیا۔ اور اپنے جان نثار دوست اور اس زمانہ کے نامور شاعر چاند بردائی کو حکم دیا کہ گیارہ سو سپاہی لے کر جس قدر جلد ممکن ہو سکے قنوج کی طرف کوچ کرے۔ وہ خود بھی چند معتبر درباریوں کے ساتھ خادموں کے بھیس میں فوج کے ساتھ روانہ ہوا۔ دہلی کی شاہی فوج ایک بڑی تعداد میں قنوج کی سڑک پر جگہ بہ جگہ چھپ گئی کہ موقعہ پر اپنے راجہ کی مدد کر سکے۔

لیکن اہل دہلی کی حرکتوں سے مخالفین کو انکے ارادہ فاسد کا شک ہو گیا۔ اور راجہ جے چند نے چاند بردائی اور اس کے ہمراہیوں کو گرفتار کر کے قید کر دینے کا حکم دیدیا۔ ادھر چاند نے بھی دو دو ہاتھ دکھائے بغیر سر اطاعت خم کر دینے سے انکار کر دیا۔ شہر کے باہر جہاں دہلی کی فوج خیمہ زن تھی۔ باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی۔ پہلے دن طرفین کے چھوٹے چھوٹے دستوں میں دست بہ دست جنگ ہوئی۔ اسی دن راجہ پرتھوی راج نے اپنا بھیس اُتار ڈالا اور ہتھیار بند ہو کر فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔

یہ جنگ کتنے عرصہ تک جاری رہی اور اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ اس کے متعلق مورخین میں اختلاف رائے ہے بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب راجہ جے چند کو راجہ پرتھوی راج کی قنوج میں موجودگی کا علم ہوا۔ تو اس نے سنجوگتا کو دلہن کا لباس پہنوایا اور ڈولے میں بٹھا کر میدان جنگ میں لے گیا۔ اور راجہ پرتھوی راج سے کہا۔ "اگر تم میں طاقت ہے تو اسے لیجاؤ"۔ راجہ پرتھوی راج کے ہمراہیوں نے ڈولہ پر قبضہ کر لیا۔ لیکن وہ اسے فوراً دہلی نہیں لے جا سکتے تھے کیونکہ راجپوتی روایات کے مطابق بہادر انسان بیوی کو چراتے نہیں بلکہ مخالفین کو مغلوب کر کے لے جا سکتے ہیں۔ اس لئے چوہان دہلی کی راہ میں ہر منزل پر ڈولے کو رکھ کر راٹھوروں کو مغلوب کرتے اور آگے بڑھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس طویل سفر میں ڈولے کے گرد بارہا سخت خونریز لڑائیاں لڑی گئیں۔

مذکورہ بالا روایت کے علاوہ چند مورخین نے ایک نہایت دلچسپ داستان تحریر کی ہے۔ انکے قول کے مطابق جنگ کے ابتداء میں ہی عاشق و معشوق کی شادی ہو گئی تھی۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ایک دن شام کے وقت راجہ پرتھوی راج راستہ بھول کر میدان جنگ سے دُور نکل گیا۔ جب وہ دریائے گنگا کے کنارے پہنچا تو ذرا استانے

کے لئے ٹھہر گیا۔ اتفاق سے وہ جگہ اس گنبد کے عین نیچے واقع تھی جہاں سنجو گتا مقید تھی۔ اسوقت وہ غلام گردش میں کھڑی غروب ہوتے ہی آفتاب کا سُنہری سایہ متبرک دریا کے شفاف پانی میں دیکھ رہی تھی۔ دونوں نگاہیں دو چار ہوتے ہی انہوں نے ایکدوسرے کو فوراً پہچان لیا۔ راجہ سنجو گتا کے بلانے پر اندر گیا اور اسی وقت گندھرو رسوم کے مطابق دونوں کی شادی ہوگئی۔ اس کے دوسرے دن راجہ پرتھوی راج اپنے ماتحتوں سے مشورہ کرنیکے بعد دہلی چلا گیا۔ اور اس کی فوج نے جو راستے میں ہر منزل پر چھپی ہوئی تھی بہادری سے دشمن کا مقابلہ کر کے اس نے بچایا۔ سنجو گتا کی اس طرح شادی سے جس خانہ جنگی کی بنیاد پڑی اس کا نتیجہ تمام ملک کے لئے بہت تباہ کن ثابت ہؤا اور طرفین کو سخت نقصان اُٹھانا پڑا۔

لیکن اہل دہلی اس خوفناک جنگ کو جلد بھول گئے اور چونکہ انکا حکمران بہت سی لڑائیوں میں دشمن کو مغلوب کر کے اپنی بیوی کو لے آنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے جشن شادی منانا ضروری خیال کیا۔ اور ان عاشق و معشوق کی شادی کی رسوم بڑی دھوم دھام اور شان و شوکت سے ادا ہوئیں۔ مگر جلد ہی اہل دہلی کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ راجہ پرتھوی راج اپنی نئی دلہن کے ناز و نخرے اور حسن کے تباہ کن اثر سے متاثر ہو کر بیرونی دُنیا سے بالکل بیگانہ ہو گیا۔ وہ اب شاذ و نادر ہی اپنی عشرت گاہ سے باہر آتا تھا۔ وہ تو سنجو گتا کا سایہ بن گیا زمام سلطنت نااہلوں کے ہاتھوں میں تھی۔ ملک میں چاروں طرف تباہی و بربادی کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ ایک ہی سال میں شاہی خزانہ میں جھاڑو پھر گئی۔ اُمرائے دربار ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے تھے اور سپاہی تنخواہ نہ ملنے کے سبب ملازمت چھوڑ گئے تھے۔

سلطان شہاب الدین غوری جو ایک سال پیشتر راجہ پرتھوی راج کے ہاتھوں شکست کھا چکا تھا۔ انتقام لینے کے لئے موقعہ مناسب کا منتظر تھا۔ جب اسے معتبر ذریعہ سے سلطنت دہلی کی تباہی و بربادی کی اطلاع ملی اور راجپوتوں کے باہمی تفرقہ کا حال معلوم ہؤا۔ تو اس نے ۱۱۹۲ء میں ایک لاکھ سپاہی ساتھ لے کر ہندوستان کی طرف کوچ کیا۔ سلطان کے حملے کی خبر بہت جلد راجستھان کے طول و عرض میں پھیل گئی۔ بہت سے راجہ سلطان کا مقابلہ کرنے کے لئے دہلی آئے لیکن راجہ پرتھوی راج کو نہ تو سلطان کے حملہ کی اور نہ اپنے دوستوں کی آمد کی خبر تھی۔ کسی کو اس کے محل میں جانے کی اجازت نہ تھی۔ یہاں تک کہ جب راجہ کے قدیم خاص چاند بردائی نے راجہ سے ملنے کی کوشش کی تو پہرہ داروں نے نہ صرف اسے اندر جانے نہ دیا بلکہ اس کی ہتک کی۔

آخر راجہ پرتھوی راج اپنی عشرت گاہ سے باہر آیا اور حالات سے آگاہی پا کر مقابلہ کی تیاریاں کرنے لگا۔ جب فوجیں روانہ ہونے لگیں تو راجہ سنجو گتا سے مشورہ کرنے اندر گیا۔ سنجو گتا راجہ پرتھوی راج کے میدان جنگ میں جانے کو اپنی ہتک خیال کرتی تھی۔ اس لئے اس نے جل کر کہا "عورتوں سے کون مشورہ کرتا ہے۔ دُنیا انکو ناقص العقل کہتی ہے اگر وہ سچ بھی کہیں تو بھی انکی بات پر توجہ کون دیتا ہے؟ لیکن تم ہی ایمان سے کہنا کہ عورتوں کے بغیر دُنیا کے دن چل سکتی ہے"۔

سنجوگتا کو معلوم تھا کہ اس کی موت سر پر منڈلا رہی ہے۔ کیونکہ جب وہ بچی ہی تھی تو ایک مرتاض جوتشی نے پیشنگوئی کی تھی کہ وہ ازدواجی زندگی تو بڑے عیش و عشرت سے بسر کریگی۔ لیکن اس کی مدت بہت مختصر ہوگی۔ اور وہ اپنے شوہر اور اپنے باپ کے خاندانوں کے لئے تباہی کا باعث ہوگی۔ ایک سال پیشتر جب اہل شہر اسکی شادی کی خوشی میں جشن منا رہے تھے۔ اس نے ایک خادمہ کو یہ کہتے سُنا تھا کہ اس کا شوہر صرف ایک سال اور زندہ رہیگا۔ کیونکہ بدقسمتی سے راجہ پرتھوی راج نے ایک عذار سیدہ بندہ کو اسکی عبادت میں ستایا تھا اور اس نے یہ بددعا دی تھی۔ اس پر سنجوگتا نے سوچا کہ اگر اس کے شوہر کی زندگی صرف ایک سال اور ہے تو اسے چاہئے کہ یہ قلیل مدت اسکے ساتھ عیش و عشرت میں گذار دے۔ وہ ضدی اور قوی ارادہ کی عورت تھی۔ اس نے اپنے حسن کے اثر سے راجہ پرتھوی راج کو دُنیا سے بیخبر اور اپنے فرائض سے غافل کر دیا۔ راجہ نے یہ سال اسی کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اور اب وقت آگیا تھا کہ قسمت کا لکھا پورا ہو۔ چند یوم پیشتر اسے باخبر کر دیا گیا تھا۔ راجہ نے ایک نہایت خوفناک خواب دیکھا تھا۔ جس نے اسے یاد دلایا کہ اس کی موت کا زمانہ سر پر آپہنچا ہے۔ راجہ کی آغوش میں سنجوگتا کو یہ سب باتیں یاد آئیں اور اسے یقین ہوگیا کہ وہ اپنے شوہر سے آخری مرتبہ ہم آغوش ہو رہی ہے۔

"اچھا خدا تمہیں خوش رکھے۔ ہم جلد ایک دوسرے سے ملینگے۔ میں تمہاری واپسی تک صرف پانی پر گذارہ کرونگی۔ اگر یہاں نہیں تو اگلے جہان میں تو ہم ضرور ملیں گے۔" سنجوگتا نے راجہ کو جاتے دیکھ کر کہا۔

راجہ پرتھوی راج نے ہاتھی۔ سوار تیر انداز اور پیدل فوج کے ایک لشکر عظیم کو ساتھ لے کر کوچ کیا اور ترائن کے میدان میں پہنچ کر خیمہ زن ہُوا۔ اسی میدان میں ایک سال پہلے اس نے سلطان شہاب الدین غوری کو شکست دی تھی۔ اور اس مرتبہ بھی عساکر اسلامیہ کو یہاں ہی اپنا منتظر پایا۔ طرفین نے سر کی بازی لگا کر ایک دوسرے کا مقابلہ کیا۔ قدیم رواج کے مطابق ہندوؤں کو اپنے ہاتھیوں پر جو فوج کے عقب میں کھڑے تھے۔ بھروسہ تھا۔ لیکن مسلمانوں کے قواعد دان سواروں کے حملہ کی ہاتھی تاب نہ لا سکے۔ میدان چھوڑ کر بھاگنے اور اپنے ہی دوستوں کو کچلنے لگے۔ مسلمانوں نے اس زرّیں موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اور سلطان شہاب الدین غوری کی سرکردگی میں بارہ ہزار تیر اندازوں نے ہندوؤں پر نہایت سخت حملہ کیا جس کی وہ تاب نہ لا سکے اور راجہ بھی مجروح ہوکر گرفتار ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے اسے اس کے دوستوں کے ساتھ تہ تیغ کر دیا۔

جب سنجوگتا کو راجہ کی موت کی خبر ملی تو وہ چتا میں بیٹھ کر آگ کی نذر ہوگئی۔ اس کے باپ نے اس جنگ میں کوئی حصہ نہ لیا تھا۔ اور وہ اپنے قدیم دشمن کی شکست سے ضرور خوش ہُوا۔ لیکن اس کی خوشی بھی بہت ہی مختصر ثابت ہوئی۔ کیونکہ اس کے ایک سال بعد مسلمانوں نے اس کی قوت کو بھی کچل دیا اور ہندوستان کی باگ ڈور ہندوؤں سے چھین کر مسلمان فاتحوں کے قبضہ میں آگئی۔

دُرِ یگانہ

(از حضرت ابو المعانی مرزا یگانہ لکھنوی)

روشن تمام کعبہ و بُت خانہ ہو گیا — گھر گھر جمال یار کا افسانہ ہو گیا

صورت پرست کب ہوئے معنی سے آشنا — عالم فریب طور کا افسانہ ہو گیا

اعجاز عشق دیکھو وہی پر غبار دل — آئینہ دار جلوہ جانانہ ہو گیا

پرچھائیں اپنی مُجھ پہ نہ ڈالیں جنابِ عشق — جس گھر میں جلوہ گر ہوئے ویرانہ ہو گیا

کیفیتِ حیات تھی دم بھر کی میہماں — لبریز ہوتے ہی مرا پیمانہ ہو گیا

کل کی ہے بات جوش پہ تھا عالمِ شباب — یادش بخیر آج اک افسانہ ہو گیا

آئینہ دیکھتا ہے گریباں کو پھاڑ کر — وحشی اب اپنا آپ ہی دیوانہ ہو گیا

کیا جانے آج خواب میں کیا دیکھا اس نے
کیوں چونکتے ہی آپ سے بیگانہ ہو گیا

میکنزی اسکول کورس[۳]

مضمون مندرجہ عنوان کی یہ تیسری قسط ہے - پہلی دو قسطیں اِس سے پہلے شائع ہوچکی ہیں - مِین پوری کی زراعتی نمائش منعقدہ ۱۹ر مارچ سنہ رواں کے امتحان کے لئے راقم نے جو سوالات تیار کئے تھے - ان میں سے پہلے طبع شدہ سوالات تو کارآمد ہوئے - اِس قسط کے بوجہ غلط فہمی تیار ہو گئے تھے - وہ پڑے رہے - مگر چونکہ متعلم اور معلم دونو گروہوں کے لئے بلکہ عوام کے لئے بھی مفید ہیں - اس غرض سے ہدیہ کئے جاتے ہیں - یہ سوالات عملی جواب کے لئے ہیں - تاہم انکی تحریری تشریح کارآمد ہوگی - کیونکہ کتابی عبارت واضح اور مفصل و مکمل نہیں ہے -

(۱) ایک شہد کی مکھی نے تمہارے دوست کی ہتھیلی میں ڈنگ مارا ہے - اسکا پورا علاج کرو -

(۱) (الف) اگر اندر موجود ہو (کہ جو سیاہ رنگ کا نظر آئیگا) تو ڈنگ کو نکالیں گے - مثلاً دیسی ساخت کی چابی کو دبا کر - ڈنگ خالی (سوراخ) کے اندر رہے - اس طور پر چابی ماؤف مقام پر رکھ کر دبا دیں - تو ڈنگ اُبھر آئیگا -

(ب) جسم کے ماؤف حصے پر اسپرٹ[۱] ایمونیا بیکنگ سوڈا سوڈا لوشن[۲] سال والے ٹائل وغیرہ لگائیں کہ درد سوجن اور جلن رفع ہو جائے اور زخم میں ریح نہ پڑے -

(ج) ویسلین یا تیل چھپڑ دیں تاکہ نرم اور سکون بخش ہو جائے -

(د) ہاتھ پیر یا انگلی پر ڈنگ لگا ہو تو اس کو گرم پانی میں رکھ سکیں

(ر) اگر شاک[۳] ہو تو اُس کا حسب قاعدہ (یعنی جیسا کہ شاک کے بیان میں پڑھایا گیا ہے) علاج کریں -

(۲) بازو کے زیرین حصے سے خون جاری ہے - فرضی نقطہ (پریشر پوائنٹ) دکھلاؤ -

(۲) (الف) چونکہ صرف بازو دیا گیا ہے لہذا دائیں پر عمل کریں خواہ بائیں پر - اب اِس نقطہ کا مقام یاد کریں - بازو کے سامنے والے اور اندرونی حصے پر وہ جگہ ہے کہ جہاں بازو کا بالائی تہائی اس کے زیرین تہائی سے ملتا ہے -

---

[۱] میتھی لیٹڈ یا ریکٹی فائڈ اسپرٹ یا انگریزی خواہ دیسی شراب [۲] سوڈا پنساری کے یہاں بھی ملے گا - اُسے پانی گھولیں تو سوڈا لوشن بن جائیگا - [۳] شاک (صدمہ) کا حال کتاب یا اپنے اُستاد سے معلوم کر سکتے ہیں -

(۳) (ب) مثلث پٹی سے) سکرٹی[۵] (نیرو) پٹی تیار کرو!

(۴) مصنوعی تنفس کرکے دکھلاؤ!

امور متعلقہ تنفس

ان کو سوال جواب سے اس جگہ کوئی تعلق ہرگز نہیں ہے۔ اور انکا جان لینا نہایت مفید اور ضروری ہے۔

(۱) بحالت تندرستی قدرتی تنفس فی منٹ ۱۵ سے ۱۸ مراتب تک ہوا کرتا ہے۔

(۲) تنفس کی تعداد فی منٹ سے نبض کی ضربات فی منٹ سے نسبت ایک و چار کی ہے (۱:۴) کیونکہ تنفس فی منٹ ۱۵-۱۸ مرتبہ ہوا کرتا ہے اور نبض فی منٹ ۷۰ سے ۸۰ بار تک چلتی ہے۔

(۳) جو تعداد نبض کی فی منٹ ہے وہی تعداد حرکتِ قلب کی ہے۔ کیونکہ دل کی حرکت ہی سے خون شرائیں میں جاتا ہے اور اُسی سے ضرب نبض پیدا ہوتی ہے۔ بازو پر جو نبض محسوس کرتے ہیں۔ وہ دراصل ایک شریان کی تڑپ ہے۔

(۴) علاوہ کلائی کے، نبض ٹخنہ کے درونی حصّے پر اور کنپٹی پر دائیں بائیں ہر دو طرف محسوس کی جاسکتی ہے جس کے بازو کٹے ہوں، اس کی ٹخنوں پر اور جس کے بازو اور پیر دونو کٹے ہوں اس کی کنپٹی پر نبض دیکھی جا سکتی ہے۔ کیونکہ کنپٹی کا ہونا ضروری ہے ورنہ سر کٹ جانے (کنپٹی نہ رہنے) پر نبض دیکھنے کی حاجت ہی نہ رہے گی۔

(۳) (ب) آٹھ تہ کرنے سے سکرٹی[۱] پٹی بنتی ہے اور جو کھلی مثلث پٹی کو تین بار موڑنے پر آٹھ پرت ہو جائینگے۔

(۴) شیفر صاحب کا طریقہ۔

(الف) اس عمل سے مراد یہ ہے کہ ناک یا مُنہ کے راستے سے ہوا آنے اور جانے لگے۔ اس لئے عمل کرنے سے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ ان میں اور حلق، ہوا کی نالی وغیرہ میں یا باہر سے کوئی شے راستہ روکے تو نہیں ہے۔ اگر ہے تو سبب کو یوں دُور کریں۔ (۱) اگر گیس ہو تو وہاں سے گیس نکال دیں یا مریض کو اُٹھا کر ہوادار مقام پر لے جائیں (۲) اگر ازدحام ہو تو یا تو بھیڑ ہٹوائیں، اور یا مریض کو ہوا کی جگہ کھلے میدان یا چھت پر لے جائیں (۳) مُنہ اور ناک میں اگر کوئی شے بھری ہو تو نکال دیں (۴) حلق میں (جیسے ڈوبے ہوئے میں مٹی پانی ہونگے) ہو تو اُلٹا کرکے لٹکا دیں یا قے کے ذریعہ نکلوائیں (۵) سینہ پر کوئی دباؤ ہو تو اسے دُور کر دیں (۶) گردن پر (جیسے کہ اسٹرینگیولیشن میں) اگر کچھ بندش ہو تو اسے کاٹ کر پھینک دیں (۷) اگر رسی وغیرہ سے پھانسی لگی ہو تو زیریں جسم کو اوپر اُٹھائیں اور اس طور پر رسی وغیرہ ڈھیلی ہو تو[۲] اسے کاٹ دیں (۸) غذا یا ہوا کی نالی میں (حلق سے نیچے) اگر کوئی شے اٹکی ہوئی ہو نکالیں یا اندر اُتار دیں۔ مُنہ کھول کر اُنگلی کی چٹکی یا لمبی چمٹی سے پکڑ کر کھینچیں اگر نہ نکلے تو نیچے کی طرف کو دھکیلیں۔ اگر قے ہو تو چہرہ ایک طرف[۳] کو کر دیں۔

(ب) (۱) مریض کو پیٹ لٹا دیں اور اس کا سر ایک (دائیں)

---

۱ narrow bendege اور چار تہ کی تنگ Broad bendege
۲ اس کے لئے اگر ایک اور شخص ہو تو تم مریض کو اوپر اُٹھا دو کہ بندش ڈھیلی ہو جائے اور دوسرے سے کہو کہ وہ بندش کاٹ دے۔ تب مریض کو آہستہ سے بٹھا کر لٹا دو۔ اور اگر تم اکیلے ہو تو کرسی، مونڈھا یعنی کوئی اونچی چیز لاکر رکھ لو۔ پھر مریض کو اُٹھا کر اس پر بٹھا دو کہ بندش ڈھیلی ہو جائے اور تب خود ہی اس کو کاٹ دو۔
۳ اگر ایسا نہ کریں گے تو قے کا مادہ ہوا کی نالی میں جا کر پھر رُکاوٹ پیدا کر دیگا۔

مثلث پٹی سے کیا کیا بنے گا؟

(۱) ٹورنی کیٹ } اِن کے لئے سکڑی (۸ تہ)
(۲) اسپلنٹ کے بندھان } پٹی بنائی جاتی ہے۔
(۳) سلنگ (الف) بڑے کے لئے کھلی پٹی اور چھوٹے آرم سلنگ کے لئے دو تہ کی ہوئی۔
(۴) زخم پر کاغذ وغیرہ قائم رکھنے کے لئے حسب ضرورت ہر قسم کی پٹی (پھیلی تنگ سکڑی)

یا بائیں) طرف کردیں کہ ناک منہ رگڑ نہ کھائیں۔

(۲) خود یا تو اس کے ایک طرف کولہے کے پاس یا مریض کے ایک طرف ایک ٹانگ اور دوسری طرف اپنی دوسری ٹانگ کرکے دوزانو بیٹھیں (۳) تب پیٹھ پر اپنی ہتھیلیاں جمادیں کندھوں سے نیچے اور دونو کے درمیان۔ تب ہوا باہر نکالنے کے لئے تین سیکنڈ تک جُھک کر اور اپنے جسم کا وزن ڈالکر مریض کا سینہ دبا دیں بعدہٗ سیدھے بیٹھ جائیں کہ دباؤ نہ رہے۔ دو سیکنڈ تک تاکہ ہوا اندر داخل ہوجائے۔ یہ عمل بارہ[1] مرتبہ فی منٹ کے حساب سے ہوگا۔

(ج) (۱) تب تک جاری رکھیں کہ جب قدرتی طور پر سانس آنے جانے لگے۔ اگر تکان ہوجائے تو اپنے ساتھی یا جو شخص بھی موجود ہو اُس سے ایسا ہی کرائیں۔ دیکھ کر یہ عمل ہر شخص سیکھ سکتا ہے۔ وقفہ ۳ اور ۲ سیکنڈ خود بتلانے ہیں۔

(۲) اگر تنفس کی آمدوشد قدرتی نہ ہوا اور کوئی ڈاکٹر یا حکیم آکر دیکھیں اور بتلادیں کہ وہ شخص مرگیا ہے تو مصنوعی عمل بند کردیں۔ ورنہ جاری ہی رکھیں۔

شیاما چرن ورما

[1] دیکھو اوپر امور متعلقہ تنفس کی (دفعہ ۱)

غزل

(از علی احمد علیؔ فرزند نواب فصاحت جنگ جلیلؔ)

آج بھی کیا کل پہ ٹالی جائیگی
یا مری حسرت نکالی جائیگی

اے دل مضطر ٹھہر اس قدر
راہ ملنے کی نکالی جائیگی

ہاں کرو ظلم و ستم پر سوچ لو
آہ بھی دل کی نہ خالی جائیگی

نازکی سے تیغ تو اُٹھتی نہیں
تم سے میری جان کیا لی جائیگی

باریابی ہوگی جب مشکل وہاں
شکل غیروں کی بنالی جائیگی

اک نظر میں ہوگیا بےخود علیؔ
آنکھ اب کس پر نکالی جائیگی

علیؔ

زمینداروں کے نمک حرام دوست اور ان سے نجات

(از جناب گیانی مہل سنگھ صاحب رتن بی ایس سی ہیڈ ماسٹر ڈی بی ہائی سکول دہریالہ)

اس سے پہلے زمینداروں کے دشمن پرندوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اب یہ بتلانا مطلوب ہے کہ اس بے آزار اور مرنجاں مرنج ہستی کے جو جیٹھ - اساڑھ کی سخت گرمیوں اور پوس کی سخت سرد راتوں کو بنی نوع انسان کی خاطر آرام نہیں کرتا۔ پودے بھی دشمن ہیں جو کہ اس کی شفقت کی گود میں پرورش پاکر اسی کا نقصان کرتے ہیں۔ ذیل میں مختصر طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔ جو فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

(ا) (۱) **پیازی** یہ پودا فصل ربیع کے ساتھ اُگتا ہے۔ شروع میں اس کے پتے یادیک یا باریک اور نازک معلوم ہوتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ دکھ دینے والا پودا نہیں ہے۔ بیچارے زمیندار کی محنت کھاد اور آب پاشی سے باقی اجناس کی طرح یہ خود رو پودا بھی فائدہ اُٹھاتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ بڑھ کر اصل فصل کو دبا لیتا ہے۔ اور کسان کا بہت نقصان کرتا ہے۔ جب یہ سبز ہوتا ہے تو اسے کوئی جانور نہیں کھاتا۔ گویا سب سے زیادہ نقصان دہ اور ناکارہ یہ پودا ہے۔ چیت کے آخر میں پک کر اپنا بیج آئندہ سال کے لئے حوالہ زمین کر دیتا ہے۔ اس کے بیج کو پرندے تک نہیں کھاتے۔

(۱) **علاج** ۔ چونکہ یہ پودا معمولی نمی سے بھی اُگ آتا ہے۔ اس لئے گندم وغیرہ کے لئے جو زمین تیار کی جائے اگر اس میں وہ اُگ آئے تو یہ فصل ربیع کی کاشت کے وقت خود بخود پیدا ہو آئیگا۔ اس لئے جب یہ پودا زمین میں اُگ آئے تو ہل کے ذریعے اس کی خود ہی بیخ کنی کی جائے۔ اور اگر نمی نہ ہو اور پانی دیکر بعد میں فصل بونا منظور ہو۔ تو اور بھی بہتر ہے۔ پانی کے اثر سے اس کے تمام کے تمام بیج قبل از کاشت خود بخود اُگ آئینگے۔ پھر ہل وغیرہ سے پہلے انکا ستیاناس کیا جائے پھر اصلی فصل بوئی جائے۔

(۲) جب فصل کو کاشت کئے ہوئے مہینہ یا ڈیڑھ مہینہ ہو جائے تو نلائی کرکے اس کے پودے اُکھاڑ دیئے جائیں۔ یہ اس وقت بہت آسانی سے اُکھڑ سکتا ہے۔ اور سبز کھاد کے کام آسکتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ اسے بھی باقی ناکارہ بوٹیوں کی طرح پھول آنے سے پہلے پہلے صاف کیا جائے ورنہ بعد میں قابو نہیں آئیگا۔

(۳) جب اس کے پودے ذرا خشک ہو جائیں تو کھڑے پودوں کو ہی کھیت میں آگ لگا دی جائے تاکہ بیج جل جائیں۔ اور آئندہ سال خطرہ نہ رہے مگر یہ طریق پہلے دو طریقوں کی طرح مفید نہیں ہے۔ البتہ فائدہ ضرور ہوتا ہے۔

(۲) **پیپولی یا کنڈیالی** ۔ یہ پودا بھی فصل ربیع کا دوست ہے۔ اس کا بیج یا تو آندھی وغیرہ کے ذریعے کسی دور کے

علاقے سے یا دریائی طغیانی کی وجہ سے آجاتا ہے۔ اس کے پیدا ہونے اور پرورش پانے کے اصول بھی پیازی کی طرح ہیں۔ اس کے علاج ذیل میں دیئے جاتے ہیں۔

علاج (۱) کھیت میں پہلے پانی دیا جائے۔ جب یہ پودا اُگ آئے تو ہل کے ذریعے مار ڈالا جائے۔ جیسا کہ پیازی۔

(۲) فصل بونے کے کچھ عرصہ بعد یہ پودے بھی شروع میں بہت نازک اور بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ صرف بعد میں اپنی شوخی ظاہر کرتے ہیں۔ جب اس کے پودے چار پانچ پتے نکال لیں تو اسے درانتی وغیرہ کے ذریعے جڑ سے نکالا جائے۔ ایک تو گوڈی ہو جائیگی۔ دوسرے یہ پودا چارے کے کام بھی آسکتا ہے۔ اسے بھی پھول آنے سے پہلے نکال لینا مفید ہوتا ہے۔ اس وقت تک اس کے کانٹے بھی نہیں چبھتے۔ اور مویشیوں کے چارے کے کام آسکتا ہے۔ بعد میں جب یہ پودا بڑھ گیا تو فصل اپنا بنا لیگا اور کاٹنا دُشوار ہوگا۔

(۳) پیازی کی طرح اسے بھی جلا دینا مفید ہوتا ہے۔ لیکن اتنا نہیں جتنا کہ سبز کو اکھاڑ دینا۔ محکمہ زراعت اس کے تلف کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ جب تک تمام زمیندار اسے پورے طور پر تلف نہ کریں۔ کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ دوسری جگہ سے اُڑ کر بیج آجاتا ہے۔

(۳) لِہ۔ یہ پودا بھی فصل ربیع کے ساتھ خودرو ہے۔ یہ ابتدا میں پیولی سے بہت کچھ برابری کرتا ہے۔ بعد میں اس کے سر پر نہایت خوبصورت رنگ کا ایک پھول لگتا ہے۔ جو کہ آنکھوں میں کھب کر دیکھنے والے کو توڑنے پر مجبور کرتا ہے۔ لیکن "جائے کہ گل است خار است" کے مصداق جونہی ہاتھ نزدیک گیا کانٹوں نے ہاتھ کی خبر لینی شروع کی۔ اور طبیعت میں کچھ جلن سی شروع ہوگئی۔ اس کے علاج بھی ذیل میں دیئے جاتے ہیں۔

علاج (۱) پیولی کی طرح یا تو پہلے فصل نہ بونے کی حالت میں اس کی بیج کنی کی جائے یا آبپاشی کر کے کاشت سے پہلے ضائع کیا جائے۔

(۲) بڑا ہونے پر آگ دی جائے۔ اس کے بیج آک کے بیج کی طرح ہوا میں مل کر اِدھر اُدھر پہنچ جاتے ہیں۔ کیونکہ ہر ایک بیج کے اگلے سرے پر روُاں سا ہوتا ہے جس کے ذریعے یہ اُڑتا ہے۔ یہ پودا اگر اس کے پھول بیج وغیرہ ضائع کر دیں تو بھی جڑوں سے پھر اُگ آتا ہے۔ اس لئے فصلوں کے ہیر پھیر میں اس کھیت میں کپاس یا کماد وغیرہ کاشت کرنا چاہئے۔

(۴) جوال یا جواہاں۔ یہ پودا ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ صرف سخت سردی کے دنوں میں اُوپر سے خشک ہو جاتا ہے۔ اس کے کانٹے ہر پتی کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی جڑ بہت ہی لمبی ہوتی ہے۔ بساکھ کے مہینے میں اس کے کانٹوں پر پھول لگتے ہیں۔ اور پھر پھلیاں بنتی ہیں۔ ایک ایک پھلی میں سات آٹھ تک بیج دیکھنے میں آتے ہیں۔ آک کی طرح زیادہ خشک سالی اس کے بڑھنے کے لئے اچھی ہے۔ علاج ذیل میں درج ہیں۔

علاج (۱) یہ بوٹی فصل کاشت کرنے سے پہلے ہی نکالنی ضروری ہے۔ اگر فصل بوئی جائے تو پھر اس کا نکالنا ناممکن ہوتا ہے۔ ایسی زمین جس میں یہ بوٹی ہو فصل خریف کے کام لائی جائے۔ کیونکہ فصل ربیع کے موقع پر یہ اپنے جوبن پر ہوتی ہے۔ کانٹوں کی وجہ سے فصل کاٹنا مشکل ہو جاتا ہے۔

(۲) ہر ایک پودے کو علیحدہ طور پر جڑ سے اُکھاڑنا بہت ہی مفید ہے۔ مگر اس میں محنت زیادہ کرنی پڑتی ہے اس لئے آسانی صرف اس میں ہے کہ راجہ ہل چلایا جائے۔ اس کا پھالا اس کی جڑوں کو نیچے سے کاٹتا جائیگا۔ اور دو تین دفعہ متواتر ہل چلانے سے اس کی تباہی ہو جائیگی۔

(۳) اگر کھیت خالی ہو تو اونٹ اور بکریاں جن کا یہ بوٹی من بھاتا کھاجا ہے چھوڑ دی جائیں۔ جب وہ اوپر سے کھالیں تو پھر ہل چلایا جائے۔ مگر یاد رہے کہ اسے جڑ سے اُکھاڑنے کا اچھا وقت سردیوں کے دن ہیں۔ اس وقت اس کا پودا اوپر سے خشک ہوتا ہے اور نیچے سے بھی سویا ہوا۔ اس لئے سوئے ہوئے دشمن پر آدمی آسانی سے قابو پا سکتا ہے اُکھاڑ کر آگ لگا دینا مفید ہوتا ہے۔

(۵) **دب یا دوب** - یہ پودا سب سے زیادہ نقصان دہ ہے۔ اس کی جڑیں زمین کی پتال تک پہنچی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور زمین کے نیچے اس کی جڑوں کا جال سا پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ سوائے سخت سردیوں کے ہمیشہ سبز رہتا ہے جانور اسے چرتے ہیں۔ اور جوں جوں اوپر سے کاٹی یا چرائی جائے توں توں زیادہ پھیلتی ہے۔ اس کا کوئی اصلی علاج تو ہے نہیں۔ البتہ گزارہ کے لئے ذیل میں طریق درج کئے جاتے ہیں۔

علاج (۱) راجہ ہل بار بار چلانے سے اس کی تباہی ہو سکتی ہے۔

(۲) دیسی ہل سخت گرمیوں کے دنوں میں چلائے جائیں تاکہ جو پودے اُکھڑتے جائیں وہ گرمی سے سوکھتے جائیں

(۳) زمین کے سخت ہو جانے سے اس کی تباہی ہو سکتی ہے عموماً دیکھا جاتا ہے کہ گھاس والے کھیت میں جہاں راستہ پڑ جائے یہ بالکل جاتی رہتی ہے۔ مگر یہ علاج ناممکن ہے اور سود مند بھی نہیں۔

مذکورہ بالا پودوں کے علاوہ اور بھی کئی قسم کی خود رو بوٹیاں کھیتوں میں پائی جاتی ہیں۔ لیکن وہ اتنا نقصان نہیں دیتیں جتنا کہ یہ نامراد۔ اس لئے ہمارے زمیندار بھائیوں کو ان سے باخبر رہنا چاہئے تاکہ محنت کرنے و بیج وغیرہ ڈالنے کے بعد فائدہ سے محروم نہ رہیں ٭

حضرت فیاض ہریانوی کا منتخب کلام

بکھرے ہوئے پھول

نظر اُٹھا کے نہ دیکھیں بہشت کی جانب　　تری گلی میں جو دھونی رمائے بیٹھے ہیں
کسی سے دل تو لگایا تھا دل لگی کے لئے　　یہ کیا خبر تھی کہ ہونگی قباحتیں اِس میں
وہ آنکھوں میں دِل میں سمائے ہوئے ہیں　　یہ سب گھر انہیں کے بسائے ہوئے ہیں
عشق میں جتنی ہوئی ہے میری رسوائی نہ پوچھ　　دربدر بدنام ہوں کوچہ بکوچہ خوار ہوں

حاضرہ تعلیم نے مذہب سے کورا کر دیا

سچ بتاؤں آپکو صاحب مجھے کیا کر دیا　　حاضرہ تعلیم نے مذہب سے کورا کر دیا
بھاری عہدوں کی جو لے لی ذمہ داری آپنے　　مہربانی کی کہ میرا بوجھ ہلکا کر دیا
خالقِ عالم کو بھی منظور تھی تفریقِ رنگ　　اُن کو گورا کر دیا اور ہم کو کالا کر دیا

داخل ہے ممکنات میں امرِ محال آج

جاہ و جلالِ دہر کا ہے اعتبار کیا　　کل تھا جسے کمال اُسے ہے زوال آج
وہ یار دوست کل جو شریکِ انجمن میں تھے　　ایسے مٹے کہ ہوگئے خواب و خیال آج
کل جن کا سلطنت سے فلک پر دماغ تھا　　عبرت کا ہے مقام وہ ہیں پائمال آج
اہلِ فرنگ کرتے ہیں سیرِ آسمان کی
داخل ہے ممکنات میں امرِ محال آج

(غیر مطبوعہ)　　(فیاض ہریانوی)

چودھویں صدی کے شاگرد

۱۴

ایک زمانہ تھا۔ کہ اُستاد اور گرو کی قدر اور رتبہ خدا سے دوسرے درجہ پر خیال کیا جاتا تھا۔ لوگوں نے سکندر اعظم سے سوال کیا کہ آپ اپنے والد سے اپنے اُستاد کی کیوں زیادہ قدر و منزلت کرتے ہیں؟ سکندر نے جو جواب دیا۔ اُسے ایک فارسی مورخ ان الفاظ میں بیان کرتا ہے "پدرم مرا از آسماں بزمیں آورد۔ استاد من ارسطو مرا باز از زمیں بآسمان برد"
اسی طرح ماموں رشید جو خلفائے عباسیہ میں بڑا علم دوست خلیفہ ہو گذرا ہے۔ اس کے دربار میں ایک فاضل آیا۔ آپ نے اس سے استفسار کیا۔ کہ آج بغداد میں کس کی قدر و منزلت زیادہ ہے۔ اس بزرگ نے جواب دیا۔ کہ امیر المومنین سے کس کی حیثیت اور رتبہ زیادہ ہو سکتا ہے۔ مقصد یہ تھا۔ کہ آج دُنیا میں آپ جیسا معزز اور ذی شان اور کوئی نہیں خلیفہ نے نہایت متانت سے جواب دیا۔

"مولنا صاحب! نہیں! بلکہ اسکی قدر و منزلت زیادہ ہے جس کی کفش برداری کو امیر المومنین کے لخت جگر اپنا فخر تصور کرتے ہیں"۔ یہ ایک واقعہ کی طرف اشارہ تھا۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ ماموں رشید کے دو بیٹے اُسی عالم سے پڑھا کرتے تھے۔ ایک دن مولوی صاحب جب حلقۂ درس سے اُٹھے۔ تو دونو شاہزادے دوڑے۔ تاکہ اپنے اُستاد کی جوتیوں کو سیدھا کرنے کی سعادت حاصل کریں۔ دونو کا تکرار ہو گیا۔ کیونکہ ہر ایک اس سعادت کے حاصل کرنے میں سبقت چاہتا تھا۔ آخر باہمی یہ تصفیہ ہوا۔ کہ ایک ایک پیزار دونو نے اُٹھا کر سیدھی کر دی۔ پرچہ نویس نے یہ خبر خلیفہ تک پہنچائی۔ ماموں بہت خوش ہوا۔ اور اس طرح اس واقعہ کا اظہار کیا۔

خیر یہ تو زمانہ سابق کے واقعات تھے۔ موجودہ زمانہ کی حالت اس کے برعکس ہے۔ ڈیرہ غازیخاں ہائی اسکول میں ایک مدرس نے ۱۰۸ روپے فیس کے وصول کئے۔ تفریح کے وقت وہ روپیہ ایک رومال میں باندھ کر گھر دے آیا تاکہ دوسرے دن خزانہ میں جمع کرا دے۔ ایک شاگرد رشید یہ سارا معاملہ دیکھ رہا تھا۔ منشی صاحب تو کلاس کو پڑھا رہے تھے۔ وہ چپکے سے جماعت چھوڑ کر اُستاد صاحب کے دروازہ پر پہنچا۔ اور کہا۔ کہ اُستاد صاحب فرماتے ہیں۔ ابھی میں نے جو ایک سو آٹھ روپیہ رومال میں بندھا ہوا تمہارے حوالہ کیا ہے۔ وہ دیدو۔ تاکہ خزانہ میں جمع کرایا جائے۔ نیک بخت عورت نے رومال شاگرد کے حوالہ کیا۔ دوسرے دن جب منشی صاحب نے روپیہ مانگا تب یہ راز کھلا۔

(۲) لالہ دیوداس صاحب ایک مدرس گورنمنٹ سکول میں تھے۔ انکے لڑکے نے تین سو روپیہ کے نوٹ بھیجے کہ سیونگ بنک میں جمع کرا دو۔ لالہ جی نے یہ رقم کوٹ میں ڈالی۔ اور گھر چلے گئے۔ وہ کوٹ بجنسہ ٹرنک میں جا کر رکھا۔ اور دوسرا کوٹ پہن کر مدرسہ میں آئے۔ ایک شریر لڑکا جماعت سے چلا گیا۔ اور دروازہ پر جا کر کہا کہ لالہ جی وہ کوٹ مانگتے ہیں۔ جو

ابھی وہ اُتار کر کھونٹی پر لٹکا آئے ہیں"۔ کھونٹی پر کوٹ نہ تھا۔ لڑکا بولا۔ کہ ٹرنک میں ہوگا۔ ٹرنک دیکھا گیا۔ اس میں نہ تھا۔ اس پر سمجھدار بیوی بولی کہ انکو خود بھیج دو۔ اس طرح بچاؤ ہو گیا۔

(۳) اسی قسم کا ایک اور واقعہ بھی ہؤا ہے۔ کہ ایک ماسٹر جی کے گھر چھوٹا سا لڑکا گیا۔ اور جا کر بولا۔ کہ ماسٹر جی دو روپے طلب کرتے ہیں۔ گھی تازہ مدرسہ میں کوئی آدمی لایا ہے۔ اتفاق سے اس دن واقعی گھی کی ضرورت تھی۔ ماسٹرانی سے دو روپے حوالہ کئے۔ آج تک پتہ نہیں لگا۔ کہ وہ لڑکا کونسا تھا"۔

اس واسطے جملہ مدرسین کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے گھر ہدایت کردیں کہ جب تک کوئی رقعہ نہ لائے۔ یا معاملہ کی چھان بین نہ کرلیں۔ دھوکا نہ کھائیں۔ اور اس طرح نقدی کسی کو نہ دیا کریں۔ ۔ ۔ ۔ بیچارے مدرسین عام طور پر سادہ لوح ہوتے ہیں۔ اور زمانہ کے اونچ نیچ سے واقف نہیں ہوتے۔ اس واسطے یہ سچے واقعات لکھے گئے۔ تاکہ مدرسین سبق حاصل کریں۔ بہرحال ایسے واقعات دیکھ کر بے اختیار کہنا پڑتا ہے۔ کہ چودھویں صدی کے شاگردوں سے خدا امان دے۔

(بلوچ کروڑ)

جذباتِ فضا

(سید دل محمد صاحب فضا جالندھری)

ذکر کرتا ہے تو اکثر واعظ　　پی بھی ہے بادۂ کوثر واعظ

اب تو دشوار ہے پاسِ توبہ　　سامنے آگیا ساغر واعظ

نظر آتے ہیں فضا میں جلوے　　دیکھ تو حاصلِ ساغر واعظ

ہوش اُڑتے ہیں جو آتا ہے یہاں　　بزمِ صہبا ہے کہ محشر واعظ

دمِ آخر تو مجھے پینے دے　　پھر کہاں گردشِ ساغر واعظ

اک تجلی ہے سرِ میخانہ　　دیکھنا آکے یہ منظر واعظ

مئے انگور ہے کچھ اور ہی شئے　　کیا پیوں بادۂ کوثر واعظ

اے فضا مٹ گئی میری دنیا
چل دیا توڑ کے ساغر واعظ

کھیلوں کی تاریخ

(مسٹر عزیز احمد قریشی اسلامیہ ہائی سکول لاہور)

ہاکی

ہاکی کے متعلق ہماری معلومات بہت محدود ہیں۔ اور جیسا کہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کی پیدائش کو ابھی پچاس یا ساٹھ برس سے زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ شروع شروع میں سکاٹ لینڈ میں اس کھیل کو شنٹی۔ ویلز میں بنڈی اور آئرلینڈ میں ہارلے کہتے تھے۔ اکثر تاریخیں بتاتی ہیں۔ کہ یہ فرانس کا ایک کھیل ہے اور ایک فرانسیسی لفظ ہاکیوٹ (hoquet) سے اس نے اپنا نام لیاہے۔ ہاکیوٹ فرانسیسی میں گڈریئے کی چھڑی کو کہتے ہیں جس کا ایک سرا گولائی پر مڑا ہوا ہوتا ہے۔ پہلے وقتوں میں اور آجکل بھی گنوار لوگ اسی طرح چھڑی سے کھیلتے ہیں۔

فرانسیسیوں کے علاوہ دوسرے ممالک کے لوگ بھی اس کھیل میں دلچسپی لیتے تھے۔ ڈنمارک میں کوپن ہیگن کے عجائب گھر میں ایک برتن پر ایک تصویر کھدی ہوئی ہے۔ اس تصویر میں دو کھلاڑی دکھلائے گئے ہیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک چھڑی ہے۔ جس کی شکل بعینہ ہاکی کی طرح ہے۔ زمین پر ایک گیند پڑی ہے۔ اور دونو کھلاڑی ایک دوسرے سے گیند چھیننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ تصویر چودھویں صدی عیسوی کے وسط کی یادگار ہے۔ انگلستان میں ہاکی اوّل اوّل ۱۵۲۷ء میں کھیلی گئی۔ پھر ایک عرصۂ دراز کے بعد ۱۸۵۷ء میں انگلینڈ کے باشندوں نے اس کھیل کو باقاعدہ طور پر کھیلا۔

پچھلی صدی میں سکولوں نے ہاکی کو اپنے ہاں رواج دیا۔ لیکن کسی قسم کے خاص قواعد مقرر نہیں کئے۔ ایک گیند چمڑے۔ لوہے۔ پتھر۔ لکڑی غرض کسی قسم کی ہوتی تھی۔ (کوئی تخصیص نہیں تھی) ہر کھلاڑی کے پاس ایک چھڑی ہوتی تھی۔ اُس کی بھی کوئی خاص شکل نہ تھی۔ اور کھلاڑی لاتعداد ہوا کرتے تھے۔ اگرچہ یہ بڑے مزے کا کھیل تھا۔ مگر اس میں بھی اکثر حادثات وقوع پذیر ہوتے۔ جب سب کے سب ایک ہی گیند پر پل پڑتے۔ تو کئی کمزور لڑکے کچلے جاتے۔ اکثروں کی ٹانگیں وغیرہ ٹوٹ جاتیں۔

۱۸۷۵ء کے قریب شہر لنڈن میں کئی ہاکی کلبیں قائم ہو گئیں۔ اور ہر ایک نے اپنے علیحدہ علیحدہ قوانین کھیلنے کے واسطے مقرر کر لئے۔ اس وقت ایک ایسوسی ایشن قائم ہوئی۔ جس کا مقصد ہاکی کے قواعد مقرر کرنا تھا۔ لیکن نامعلوم کن وجوہات کی بنا پر اس ایسوسی ایشن نے کوئی کام نہ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کے دلوں سے ہاکی کی

عزت جاتی رہی۔ آخر ۱۸۴۳ء میں وِم بلیڈن کلب اسی مقصد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے پیدا ہوئی۔ مگر اس کے کام بھی اس قابل نہیں کہ انہیں تاریخ میں جگہ دی جائے۔ ۱۸۸۶ء کا وہ سال تھا۔ جسے ہم ہاکی کی پیدائش کا سال کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اسی سال ہاکی کی ایسوسی ایشن قائم ہوئی۔ اس نے کئی قوانین بنائے۔ اور عوام نے ہاکی کھیلنے میں دلچسپی لینی شروع کی۔ ایسوسی ایشن ہذا نے خود کئی کلبیں ملک کے اکثر حصص میں قائم کیں۔ ہر کلب کے پاس کئی ٹیمیں ہوتی تھیں۔ اور وہ باقاعدہ آپس میں میچ کھیلا کرتی تھیں۔ یونیورسٹیوں نے تھوڑے عرصے بعد ہاکی کو سکولوں اور کالجوں میں لازمی کھیل قرار دیا۔ انگلستان کی بحری اور بری فوجوں نے بھی اپنی اپنی ایسوسی ایشن بنائیں۔ اور فوجیوں نے ہاکی کھیلنے میں بڑی دلچسپی کا اظہار کیا

۱۸۹۴-۹۵ء میں انٹرنیشنل (قومی) میچ کھیلے جانے لگے۔ اور اسی سال پہلا میچ انگلینڈ اور آئرلینڈ کے درمیان ہُوا۔ اس کے بعد اور کئی میچ ہوتے رہے۔ لیکن ان میچوں میں انگلینڈ میں انٹرنیشنل ہاکی بورڈ قائم ہُوا۔ اس بورڈ کے دس ممبر تھے۔ جن کا کام قومی میچوں کا انتظام اور قواعد و ضوابط قائم کرنا تھا۔ اُس وقت سے انگلستان کی تمام ہاکی ٹیموں نے انٹرنیشنل ہاکی بورڈ کے ماتحت کھیلنا شروع کیا۔ اور کئی ملکوں سے میچ بھی ہوئے۔

جب قانون بنائے گئے۔ تو ایک ٹیم میں گیارہ کھلاڑی رکھے گئے جیسا کہ آجکل بھی ہے۔ لیکن انکے کھیلنے کا طریقہ ذرا مختلف تھا۔ فارورڈ آٹھ۔ دو ہاف بیک اور ایک گول کیپر ہوتا تھا۔ اس طرح کھیلنے میں بہت تکلیف ہوتی تھی۔ پھر فارورڈ سات کردیئے گئے۔ اور ایک بیک رکھا گیا۔ مگر یہ طریقہ بھی موزوں ثابت نہ ہُوا۔ اور آخر کار پانچ فارورڈ۔ دو بیک اور تین ہاف بیک کردیئے گئے۔ یہی آجتک چلا آتا ہے۔ ہاکی کے ڈنڈے بھی اوّل کے مطابق ہلکے رکھے گئے۔ تاکہ کھلاڑیوں کو کھیلنے میں آسانی ہو۔

دُنیا میں کوئی کھیل نہیں۔ جس میں عورتوں نے حصّہ نہ لیا ہو۔ لیکن ہاکی میں انہوں نے کمال کر دکھایا۔ انگلستان کی ہر لیڈی کلب اور ہر گرل سکول نے ہاکی کو اپنے کھیلوں کا جزوِ اعظم قرار دیا۔ اور نہایت ذوق و شوق سے کھیلنے لگیں۔ کاؤنٹی اور انٹرنیشنل میچوں میں عورتیں باقاعدہ شمولیت اختیار کرتی ہیں۔ اور خوب خوب دادِ شجاعت دیتی ہیں۔ "آل انگلینڈ وومن ہاکی ایسوسی ایشن" عورتوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے قائم کی گئی۔ اور اس نے کئی قابلِ قدر خدمات سرانجام دیں۔

ہاکی کے کھیلنے کے لئے کئی خوبیوں کا ہونا لابدی ہے۔ اوّل عقلمندی۔ دوم نظر کی تیزی۔ سوم بازوؤں کی مضبوطی اور چہارم جسم کا سڈول ہونا۔ یہ کھیل اُس وقت ہی لُطف دیتا ہے۔ جب انسان فٹ بال کھیلنے کے قابل نہ رہے۔

ہاکی کی ہر دلعزیزی اب دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کے زینے طے کررہی ہے۔ اور ہم اس تاریک حال میں ہاکی کے ایک درخشاں مستقبل کو دیکھتے ہیں۔

حُسنِ عقیدت

کرشن کے بھگت کی التجا

سری کرشن پردہ اُٹھا دیجئے گا   مجُھے اپنا درشن ذرا دیجئے گا
مجُھے گیان کی مے پلا دیجئے گا   دوئی میرے دِل سے مٹا دیجئے گا
کبھی درسِ طاعت نہ بھُولوں نہ بھُولوں   سبق گیان کا کچُھ پڑھا دیجئے گا
ذرا اپنے چہرے سے پردہ اُلٹ کر   تماشائے قدُرت دِکھا دیجئے گا
منوّر ہوں سب دیدہ و دل ہمارے   تصوّر میں پردہ اُٹھا دیجئے گا
سما جائے میری آنکھوں میں بھگون   مجُھے اپنی جھانکی بتا دیجئے گا
تماشائی جِس سے تماشا بنے تھے   وہ لیلا (کرشن) پھر اپنی دکھا دیجئے گا
بسر ہونگی غفلت میں عمُریں کہاں تک   جو سوتے ہیں اُن کو جگا دیجئے گا
ہم اِک ناتواں اور سنسار ساگر   تلاطم سے کشتی بچا دیجئے گا
یقیں ہے کہ دامن میں اپنے چھپا کر   عذابوں سے مجُھ کو چھڑا دیجئے گا
سزا یا جزا میں ہوں دونو میں راضی   بتا دیجئے مجُھ کو کیا دیجئے گا

کرے گا ادا شکرِ دل سے شاکر
اگر اُس کی بگڑی بنا دیجئے گا

شاکر بریلوی

ڈراما خان بہادر

جلگاؤں
۱۹۳۳ء

محب ازلی پیارے نسیم
السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

کھنڈوہ سے روانہ ہوکر اپنے وطن نصیر آباد پہنچا - دوسرا روز عید کا مبارک روز تھا - صبح عید صبح مسرت کی متوالی گھٹا بن کر فضا کو معمور کر رہی تھی - خلق خدا عید کی خوشیاں منا رہی تھی - بچہ بچہ جامے میں پھولا نہ سماتا تھا - دوگانۂ عید کی ادائیگی کے بعد میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جلگاؤں میں آریا سولودھ ناٹک کمپنی اپنے مقبول خاص و عام اور ہر دلعزیز کھیل بڑی خوش اسلوبی سے کھیل رہی ہے - اور عید کی شب میں اسی کمپنی کا مشہور و معروف ڈراما خان بہادر پبلک کی خدمت میں پیش کیا جائیگا - چنانچہ میں جلگاؤں روانہ ہو گیا - اور اپنے مشفق شفیق محمد عثمان خاں صاحب نشتر کی معیت میں تماشا گاہ کو روانہ ہوا - معاً میری زبان سے یہ شعر نکلا - ؎

یہ ڈراما دکھائیگا کیا سین پردہ اُٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

اس شعر کو میں نے پوری طرح ادا نہ کیا تھا کہ آخری گھنٹی بجی اور ڈراپ سین اُٹھا دیا گیا - اس ڈراما کو دیکھ کر میرا دل اس قدر متاثر ہوا کہ میں نے اُس کا مختصر سا خاکہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے قلم اُٹھایا ہے - اس سے پیشتر کہ میں اُس کا مختصر خلاصہ لکھوں "ڈراما" کے متعلق کچھ تحریر کرتا ہوں -

ڈراما یونانی زبان کا لفظ ہے - اس کے معنی ہیں کر کے دکھانا - یہ ادب کی وہ شاخ ہے جس کے ذریعے انسان کی سیرت اور کیریکٹر بیان کرنے کے بجائے عملی طور پر کر کے دکھائے جاتے ہیں - شروع شروع میں ڈراما شاعری کا ایک حصہ قرار دیا جاتا تھا - اور نظم میں تحریر کیا جاتا تھا - مثلاً اندر سبھا - خدادوست - داغ حسرت وغیرہ لیکن رفتار زمانہ نے اُسے ایک مستقل ادبی صنف کی حیثیت میں پیش کر دیا - اور اب اُس کے لئے نظم کی کوئی قید یا شرط باقی نہیں رہی - بلکہ اب نظم میں ڈراما بہت کم لکھا جاتا ہے - ڈراما میں ڈراما نویس کو حسب ذیل باتوں کا پابند ہونا پڑتا ہے :-

(۱) اراکین ڈراما کو خود گفتگو کرنے دے - اور دورانِ گفتگو میں اُن کے جذبات، خیالات، سیرت و عمل صاف طور پر دکھا دے -

(۲) ڈراما اتنا بڑا لکھے کہ تین چار گھنٹوں میں دکھایا جا سکتا ہو -

(۳) قصے کے وقوع پذیر ہونے کا زمانہ قلیل سے قلیل رکھنا چاہئے -

علم ادب کی مشکل ترین صنف ڈراما نویسی ہے۔ کیونکہ اُس کے لئے نفسیاتِ انسانی کا پورا پورا ماہر ہونا نہایت ضروری ہے۔

اب ڈرامے کا خلاصہ پیش کرتا ہوں۔

خان بہادر فہیم الدین ایک دولت مند و صاحب ثروت شخص ہیں۔ اُن کے بڑے صاحبزادے مسٹر اثیم ولایت سے بیرسٹر ہو کر آئے ہیں۔ اور چھوٹے صاحبزادے مسٹر قسیم علی گڈھ کالج سے بی اے کی سند حاصل کرکے مکان کو لوٹے ہیں۔ مسٹر اثیم بیرسٹر چونکہ ولایت کے تعلیم یافتہ ہیں اور اُن کی عمر کا بیشتر حصہ انگریزی تہذیب' تمدن و معاشرت میں بسر ہوا ہے۔ اس لئے اُن کے خیالات اُسی سانچے میں ڈھل جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ تشریف لاتے ہی فرماتے ہیں۔ ؎

کافرِ عشق ہوں مذہب سے نہیں کام مجھے　　ہے خم ابروئے دلدار ہی اسلام مجھے

مذہب سے اُنہیں کوئی سروکار نہیں ہوتا اور خدا کی ہستی سے بھی انکار کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ خدا کوئی چیز نہیں (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ) یہ خیالات گویا اُس تعلیم کا آئینہ ہے جو اُنہیں یورپ میں دی گئی۔ عرصہ ہوا میں نے کسی اخبار میں پڑھا تھا کہ "انکار خدا کی تحریک کا نظریہ سارے یورپ بھر میں بُری طرح پھیل رہا ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں اس کے دفاتر کھل رہے ہیں۔ دُور دُور سے اس تحریک کو پھیلانے کے لئے مبلغ بلوا کر تیار کئے گئے ہیں۔ بلجیم اور جنیوا جو یورپ میں بین الاقوامی لحاظ سے غیر جانبدار علاقے ہیں اُن میں انکار خدا کی تحریک کے مرکز قائم کئے جا رہے ہیں۔ لسان العصر مولانا اکبر الہ آبادی مرحوم و مغفور فرما گئے ہیں۔ ؎

طریق مغربی کی کیا یہی روشن ضمیری ہے　　خدا کو بھول جانا اور محو ماسوا ہونا

سوسائٹی' جماعت ان کو آپ ایک سانچہ سمجھ لیجئے۔ سوسائٹی کے آداب و اخلاق تہذیب و تمدن جس طرز کے ہونگے اُسی شکل میں انسان تبدیل ہو جائیگا۔ مسٹر اثیم بیرسٹر بھی اسی کلیہ کے مطابق انگریزی سانچے میں ڈھل گئے۔ اور ماں کو پاگل باپ کو احمق بتانے لگے۔ لسان العصر مرحوم فرما گئے ہیں۔ ؎

ہم ایسی کُل کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں　　کہ جن کو پڑھ کے لڑکے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

خان بہادر صاحب کا روپیہ جس بینک میں جمع تھا وہ اُن کی شومئی قسمت سے دیوالیہ ہو جاتا ہے۔ خانصاحب پر گویا مصائب کا پہاڑ ٹوٹ جاتا ہے۔ بیرسٹر صاحب اپنے والد کو یہ رائے دیتے ہیں کہ آپ تمام جائداد میرے نام لکھ دیجئے اور دیوالہ نکال دیجئے۔ خانصاحب مشرقی خیالات کے سچے مسلمان ہیں۔ جواب دیتے ہیں کہ کیا ولایت سے ایسی ہی بیرسٹری سیکھ کر آیا ہے کہ لوگوں کو دھوکا دیا کرے"! آخر کار اثیم کی والدہ

اُنہیں مجبور کرتی ہے اور وہ اثیم کے کاغذات پر دستخط کر دیتے ہیں۔ یہاں اثیم اپنے باپ کو دھوکا دیکر تمام جائداد اپنے نام کر لیتا ہے۔ اور والدین کو مکان سے نکال دیتا ہے۔ چنانچہ خانصاحب اپنی بیوی اور بچّی کو اور ایک کنیز عائشہ کو ہمراہ لے کر اسلامیہ یتیم خانہ کے ایک کمرہ میں کرائے پر رہتے ہیں۔ اُن کی حالت اس قدر خراب و خستہ ہو جاتی ہے کہ وہ نانِ شبینہ کو محتاج ہو جاتے ہیں۔

خانصاحب کی وہی وفادار کنیز عائشہ اس مصیبت کے وقت زنانہ یتیم خانہ میں ملازمت کر کے اُنہیں امداد دیتی ہے۔ اور مسٹر نسیم کو ایک خط تحریر کر کے اثیم کے ظلم و ستم کی داستان اور خانصاحب کے مصائب سے مطلع کرتی ہے۔ وہ علی گڑھ سے روانہ ہو کر اپنے والدین کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ اِدھر مسٹر اثیم بوالہوسی اختیار کر کے فلاکت زدہ عائشہ پر اپنا دستِ ستم دراز کر کے اپنے اُن دوستوں کے ذریعے جو جی ہجوری جی ہجور کہہ کے اُس کے دسترخوان کی نعمتوں سے پیٹ بھر رہے تھے اور اُن کلیوں کی طرح جن کے شگفتہ ہوتے ہی شہد کی مکھیاں اور بھونرے ہر وقت بھن بھناتے رہتے ہوں، عائشہ کو جبراً اپنے خلوت خانہ میں حاضر کر کے اُس سے . . . . . کا اظہار کر رہے ہیں، اثیم کا اصرار ہے عائشہ کا انکار، یہ اُسے مفتوح کرنا چاہتے ہیں۔ وہ انکار کر رہی ہے۔ دفعتہً مسٹر نسیم مع پولیس کے وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ اور عائشہ کو اثیم کے پنجۂ ستم سے رہائی نصیب ہوتی ہے۔

پھر جب اثیم کا نسیم اور اُس کے والدین سے سامنا ہوتا ہے تو اثیم بیرسٹر صاحب باپ کو احمق اور ماں کو پاگل بتاتے ہیں تو خانصاحب افسوس سے فرماتے ہیں۔ ؎

یہی تہذیب اہلِ مشرق کو مغرب سکھاتا ہے کہ بیٹا ماں کو پاگل باپ کو احمق بتاتا ہے

لیکن علی گڑھ کالج کا مشرقی تعلیم یافتہ، مشرقی تربیت یافتہ، مشرقی تہذیب و معاشرت کی گود میں پلا ہوا نسیم اپنے والدین کا فرمانبردار، اطاعت گزار، خلیق و ملنسار، دردمند و غمگسار فرزند سخت سے سخت مصیبت میں بھی اُن کی خدمت گزاری سے گریز نہ کرنے والا فرزند ہر وقت اُن کا شریک حال ہے۔ ایک جگہ وہ کہتا ہے ؎

مثال خاک سرِ راہ خاک ہو جاؤں انہیں کے قدموں کی ٹھوکر سے پاک ہو جاؤں

اسی لئے میری دُعا ہے کہ خُدا اہلِ مشرق کو مغربی تہذیب کے طاعون سے محفوظ رکھے۔ اور اس نئی روشنی سے بچائے جو درحقیقت شبِ تار کی تاریکی سے تاریک تر ہے۔ آمین۔

اب بیرسٹر صاحب کی سُنئے، مسٹر نسیم اُن پر غالب آئے اور عائشہ کو اُن کے دستِ ستم سے چھڑا لائے اب اُن کی عقل صراطِ مستقیم کی طرف اُنہیں کھینچ لاتی ہے۔ چنانچہ وہ بارگاہِ ایزدی سے اپنے گناہوں کی

توبہ کے طالب ہوتے ہیں - اور گذارش کرتے ہیں کہ مجھے گناہوں کی معافی عطا فرما کہ تو خطا کار سے درگزر کرنے والا اور عاصیوں کو راہِ راست پر لانے والا غفور الرحیم ہے - بیرسٹر صاحب اپنے والد سے بھی اپنی گستاخیوں کی معافی کے طالب ہوتے ہیں - اور والدہ کی سفارش پر اس شرط پر معاف کر دیئے جاتے ہیں کہ یہ عائشہ سے خطا معاف کروائیں - عائشہ اُنہیں معاف کر دیتی ہے -

آخر میں نسیم اور عائشہ دونو کی شادی کر دی جاتی ہے -

تماشا ختم ہونے پر ہم صحن میں نکل آئے - کیا دیکھتے ہیں کہ مولانا حکیم فرخ صاحب دہلوی مصنف ڈرامہ ہذا احباب سے گفتگو کر رہے ہیں - اور پبلک اُن کی خدمت میں ہدیۂ تبریک و تہنیت، تحسین و آفرین پیش کر رہی ہے - میں نے اُنہیں مخاطب کر کے صرف اسی مصرعہ پر اکتفا کی - ع

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

اس سے پیشتر کہ میں یہ خط ختم کر دوں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ سے اتنا عرض کر دوں کہ عزیز من! ہندوستان کی موجودہ فضا کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اُس کی اصلاح کے لئے اس قسم کے ڈراموں کی اشد ترین ضرورت ہے - کاش ہمارے ملک کے ادباء اس طرف توجہ فرمائیں اور وہ ڈرامہ نویس حضرات جو حسن و عشق، زلف و ابرو کی داستان پبلک کی خدمت میں پیش کرتے ہیں - اس سے باز آکر اس طرف اپنی توجہ مبذول فرمائیں تو ہمارے عزیز وطن کو اُن کی ذات سے فائدہ کثیر پہنچنے کی اُمید ہے - فقط والسلام

ع　پھر ملیں گے اگر خدا لایا　　نیاز کیش غلام محمد ناظر مدرس جلکاؤں

پیکرِ تحمّل

(از ادیب مالیگانوی)

مانتا ہوں "قلعۂ سنگیں" کے استحکام کو — رفعت اس کے کنگروں کی آسماں پیما بھی ہے
دیکھنے والوں کو لرزاتی ہے یہ شانِ شکوہ — کیسا؟ ہیبت آفریں ہے، گو نظر آرا بھی ہے

خاک ہو جائے گا لیکن امتدادِ دہر سے
بچ نہیں سکتا زمانے کی نگاہِ قہر سے

استقامت حیرت افزا ہے "بنائے کوہ" کی — ذرہ ذرہ جلوۂ قدرت کا ہے، آئینہ دار
سینۂ گیتی پہ ہے اپنا علم گاڑے ہوئے — مستقر جس کی بلندی میں ہے اک شانِ وقار

پڑ گیا جس وقت لیکن زلزلوں کے پھیر میں
ہو گیا شامل یہ سنگ و خشت کے اک ڈھیر میں

عقل گم ہے، وسعتِ ارض و سما کو دیکھ کر — کتنی مستحکم ہے "بنیادِ نظامِ کائنات"
استواری سقفِ گردوں کی ذرا دیکھے کوئی — ہو نہیں سکتی کوئی شئے رخنہ اندازِ ثبات

وقت آتے ہی مگر یہ خود بخود ڈھ جائے گا
موجِ سیلابِ فنا میں مثلِ خس بہ جائے گا

وہ گلستانِ لطافت کی بہارِ دلکشا، — خامۂ قدرت نے بخشا جس کو "عورت" کا لقب
ہے، ازل کے زور سے پابند آئینِ وفا — فرق اس کے عزم و استقلال میں آتا ہے کب

شمع کو پروانہ اور پھولوں کو بلبل چھوڑ دے
غیر ممکن ہے کہ وہ خوئے تحمّل چھوڑ دے

(ناول)

ہوا میں سیر

ایک نہایت دلچسپ اور مفید ناول

نمبر ۶

اُردو مترجم۔ کاشی پریاگی

ایک سوال کا جواب

صدر اور کاتب کو جو سونے کا کمرہ ملا وہ بہت سجا ہُوا تھا۔ دو مسہریوں پر نرم گدے اور گرم بچھونے تھے۔ کپڑوں کی الماری میں طرح طرح کے لباس بھرے ہوئے تھے، خواب گاہ کے پہلو میں بغلی کمرہ تھا جس میں منہ ہاتھ دھونے، نہانے اور بننے سجانے کا سامان تھا۔

دونو آرام سے لیٹ گئے لیکن اس سوچ بچار میں کہ اب اور کیسی آفت پڑے کیا نئی مصیبت گذرے کروٹیں بدلتے رہے نیند نہ آئی۔ ڈرپوک فریکولن کو بارو جینانہ کے پاس جگہ ملی پٹبو تھا ہی بڑی خوشی ہوئی۔ مگر ڈر کے مارے نہ گلے سے نوالہ اُترا نہ نیند آئی۔ بڑی دیر کے بعد تھک کر سویا مگر بُرے بُرے ڈراؤنے خواب دیکھتا رہا کہ اب نیچے گرا جب گرا اور سونے میں چلا چلا اُٹھا۔

صبح ہوئی۔ قیدی باہر نکلے کوئی نئی بات دکھائی نہیں وہی پنکھے فرر رر فرر رر کی آواز اور وہی نگاہبان، نگاہبان کس لئے تھا؟ صرف اس لئے کہ البا ٹروس پہاڑ کی ان چوٹیوں سے نہ ٹکرائے جو اچانک سامنے آجاتی ہیں۔

صدر اور کاتب نے دیکھا کہ ایک بڑا سا تالاب ہے اور اس کے کنارے ایک شہر بسا ہُوا ہے۔

کاتب۔ یہ مچیگان جھیل ہے اور یہ شکاگو شہر ہے۔

پرو ڈنیٹ کو اپنے کمرے میں ایک بڑی اچھی دوربین ملی تھی، اسکو لگا کر دیکھا، تو ریل کی پٹریاں، کچہریاں، ہوٹل، گرجے سب الگ الگ نظر آئے اس نے کہا، تب تو ہم فلیڈلفیا سے بہت دُور نکل آئے ہیں۔

اور تھی بھی یہی بات! البا ٹروس پانسلیوانیا کی راجدھانی سے پرے ہوتا جا رہا تھا۔

آج روبر باہر نہیں آیا۔ سوتا ہو یا کام دھندے میں ہو۔ دونو نے اکیلے ہی کھانا کھا لیا۔ پھر باہر نکلے دو گھنٹے

کے اندر جہاز الینوائس سے گذر گیا اور مسی سی پی کو بھی پار کر گیا جس میں وبڑے بڑے جہاز چھوٹی چھوٹی ناؤ کی طرح دکھائی دے رہے تھے۔ وہ گیارہ کے قریب ایوآس پہنچے یہاں وہ لمبی چوڑی اور پیچیدہ پہاڑیاں ملیں جو اتر دکھن پھیلی ہوئی ہیں اونچی چوٹیوں سے پار ہونے کے لئے جہاز بھی اونچا ہوگیا وہ ہرے بھرے لمبے سبزہ زار نظر آئے جو روشنوز کے پہاڑوں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اب ہوا میں ٹھنڈک پیدا ہوگئی جو بتا رہی تھی کہ کوئی جنگل آیا ہی چاہتا ہے۔

تین چار بجے نبراسکا حکومت کی سرحد پر شہر اماہا ملا جو ریلوے کے کنارے بسا ہوا ہے اور یہ ریل نیویارک سے سان فرانسسکو تک ۹۰۰ میل تک برابر چلی گئی ہے۔

جیسے جہاز والے شہر کو دیکھ رہے تھے ویسے ہی شہر والے بھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر جہاز کو دیکھ رہے تھے اور غالباً شام ہوتے ہوتے اماہا والے تار پر تار بھیج کر تمام دنیا میں اس جہاز کی خبریں بھیج دینگے۔

پانچ بجے تھے کہ نبراسکا کے کالے کالے پہاڑ آنکھوں سے اوجھل ہوگئے۔ شام ہوئی تو پلاٹ دریا سے اور اس ساری زمین سے جو اس دریا سے سیراب ہوتی ہے گذر گئے۔ آج کی رات، انجنوں کی سیٹیاں اور گاؤں کے پالسو جانوروں کی آوازنے نیند میں رکاوٹ نہیں ڈالی۔ کبھی کبھی جب البا ٹروس زمین کے قریب آجاتا تھا تو خوشبو سے بھرے ہوئے پھولوں کی بھینی بھینی مہک سے جہازیوں کا دماغ مہک جاتا ہے۔

دوسرے دن صدر سے پہلے کا تب ۱۵ جولائی کی صبح کو نکلا روبر کا پتہ اب تک نہ تھا، مجبور ہو کر سکان دار ٹام ٹارنر سے جو اپنے شیشوں والے کمرے میں بیٹھا ہوا انجن کی دیکھ بھال کر رہا تھا پوچھا۔

کیا آج مسٹر روبر ہم سے نہ ملیں گے؟　　میں نہیں جانتا۔　　کیا وہ اپنے کمرے ہی میں ہونگے؟

شائد نکلے ہوں۔　　یہاں کب تک آئیں گے۔　　جب انکا کام ہوجائیگا تب آئینگے۔

ٹام ٹارنر یہ کہتے ہی کہتے اپنے کام میں لگ گیا۔ گویا اب وہ کسی بات کا جواب نہیں دینا چاہتا تھا اب برڈ ڈبنٹ بھی باہر آگیا تھا۔ دونو روشنوز کے درون اور وادیوں کو دیکھنے لگے، سکان دار کے کمرے میں بارومیٹر اور تھرمامیٹر اور بیچ میں دنیا کا ایک پورا نقشہ ٹنگا ہوا تھا اسی سے ہر جگہ کا نشان ملتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد روشنوز پہاڑ کی چوٹیاں دکھائی دیں جو سورج کی کرنوں سے انگاروں کی طرح دھک رہی تھیں مگر ٹھنڈک اتنی بڑھ گئی تھی کہ کاتب نے کہا "یہ ٹھنڈک اس لئے نہیں کہ ہم گرم منطقہ سے ٹھنڈے منطقہ میں آگئے ہیں بلکہ البا ٹروس چوٹیوں سے گذرنے کے لئے بہت اونچا اُڑ رہا ہے۔ اتنا کہ برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیاں بھی نیچی نیچی دکھائی دے رہی تھیں۔

گھنٹے بھر کے بعد ہوا معتدل ہوگئی، اب جہاز چوٹیوں کو پار کر کے پہاڑی میدانوں سے گذر رہا تھا۔ چند منٹ کے بعد البا ٹروس نے اسٹانسن پہاڑ کو داہنے ہاتھ چھوڑا اور بلوسٹن دریا اور بلوسٹن جھیل کو پار کرلیا۔

یہ جھیل سمندر کی سطح کے حساب سے دُنیا کی تمام جھیلوں سے زیادہ اونچی اور گہری ہے اور بڑی پیاری اور بھلی ہے۔ اس میں جو تکنے جسم ہیں ان پر سورج کی کرنیں پڑتی ہیں تو دیکھنے والوں کو چکاچوند سی ہونے لگتی ہے اور بیچ بیچ میں ہرے بھرے ٹاپو بہت بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ ٹاپو کے اندر جہاں کہیں تھوڑا سا پانی رہ گیا ہے وہ قلعی کئے ہوئے آئینے کی طرح چمکتا ہے اور کندن کی طرح دمکتا ہے۔ رنگ رنگ کی چڑیاں ہیں۔ قسم قسم کے پرندے ہیں۔ ہر طرف ننھے ننھے جھرنے ہیں بعض آبشاروں میں سے بھاپ (گیس) نکل رہی ہے۔ یہ بھاپ کیوں نکلتی ہے؟ زمین کی اندرونی گرمی اور کانوں کے کھولتے ہوئے پانی سے یہ بھاپ بنتی ہے اور لگاتار نکلتی رہتی ہے۔ یہاں کے اُبل اُبل کر نکلنے والے نیچرل فوارے بھی آئرلینڈ کے مشہور فواروں سے دلکشی میں کم نہیں ہیں۔ زمین کی مرکزی گرمی ان میں بڑا زور شور پیدا کر دیتی ہے۔ کچھ پنکھوں کی طرح کچھ کمان کی طرح کچھ تیر کی طرح اور کچھ گول چھلوں کی طرح چھوٹا کرتے ہیں۔

$\frac{1}{2}$ ۱ بجے کے لگ بھگ البا ٹروس برِیڈ جر میں آیا جو مشہور درہ ہے۔ یہاں سے امریکہ کی سب سے بڑی ریلوے لائن نکلی ہے۔ اب ہوائی جہاز اپنی تیزی چھوڑ کر بڑے اطمینان سے درّے کے اندر آیا اور لمبے چوڑے پیچدار راستہ میں بڑی آسانی سے اُڑ رہا تھا۔

$\frac{1}{2}$ ۲ گھنٹے میں یہ درّہ بھی پار ہو گیا۔ اتری امریکہ کے بیچوں بیچ میں روشنوز پہاڑ کا سلسلہ ہے۔ یہاں سے بھی نکل کر اوتاہ میں داخل ہوا۔ اب گھنٹہ بھر میں سو کیلو میٹر چل رہا تھا۔ اچانک ریل کے انجن کی تیز سیٹی سُنائی دی۔ جہازیوں نے نیچے دیکھا تو ڈاک گاڑی زناٹن سالٹ لیک سٹی کی طرف جا رہی ہے۔ البا ٹروس بھی کندھے جوڑ کر سو میٹر نیچے اُتر آیا جیسے باز کبوتر پر جھپٹتا ہے اور ریل کے برابر اُڑنے لگا۔ ریل کے ڈبوں سے تمام مسافر کھڑکیوں میں سے سر نکال نکال کر جھانکنے لگے۔ بعض لوگ تو ڈبوں کی چھتوں پر چڑھ آئے۔

پوری گاڑی سے واہ واہ اور ہرّے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ البا ٹروس نے سیدھے پنکھوں کا چکر کم کر دیا اور نیچے اُتر آیا۔ اور اس لئے کہ ریل پچھڑ نہ جائے۔ اس نے رفتار بھی کم کر دی۔ گویا ایک زبردست سیمرغ ایک لمبے زہریلے سانپ کو پنجوں میں دبوچ کرلے اُڑنا چاہتا تھا۔ ہوائی جہاز کبھی ریل کے دائیں ہاتھ کبھی بائیں ہاتھ اُڑتا تھا کبھی ریل کو آگے نکل جانے دیتا تھا۔ کبھی یکایک تیز ہو کر خود آگے نکل جاتا تھا اور کبھی برابر برابر چلنے لگتا تھا۔ اب جہاز کے جھنڈے کا پھریرا کھول دیا گیا اور ہوا میں لہرانے لگا۔ کالے کپڑے پر پیلا سورج خوب کھل رہا تھا۔ ریل کے ڈرائیور نے بھی اپنا امریکن جھنڈا ہوا میں کھول دیا۔

قیدی اپنے ہاتھ منہ پر لگا کر اور گلے پھاڑ پھاڑ کر چلائے۔

میں ولڈن کلب کا صدر ہوں۔

اور میں بھی اسی کلب کا کاتب ہوں۔

مگر ہتروں کی آوازمیں اُن بے چاروں کی آواز بھی مل کر کھو گئی سچ ہے نقار خانے میں طوطی کی صدا کون سنتا ہے ریل کے بعض مسخرے مسافروں نے رسّی دکھا کر دل لگی کی کہ بچّہ اپنی اپنی گردن پھندے میں پھنسا لو تو ہم گھسیٹ لیں جہاز پھر اپنی اصلی رفتار سے اُڑا اور آدھ ہی گھنٹے میں ریل سے اتنا آگے نکل گیا کہ انجن کا دھواں بھی کہیں دکھائی نہیں دیتا تھا۔ڈیڑھ گھنٹے بعد ایک بہت چمکتی ہوئی زمین دکھائی دی۔

صدر۔شائد یہ مارمن قوم کی راجدھانی ہے؟

کاتب۔ہاں ہاں سالٹ لیک شہر (کھاری جھیل) یہی ہے۔

اتنے میں مارمن کا بڑا گرجا بھی دکھائی دیا جس کا سنہرا کلس سورج کی کرنوں میں جگ مگ جگ مگ کر رہا تھا یہ شہر اسپاچ پہاڑ کی گود میں ہے۔پہاڑ سیب اور آڑو کے پیڑوں سے لدا ہوا ہے۔جارڈن دریا بھی اٹھکھیلیاں کرتا دکھائی دیا۔یہی دریا اوٹاہ جھیل کا پانی گریٹ سالٹ لیک میں لاتا ہے۔

یہ بڑا شہر آنکھوں ہی آنکھوں میں گذر گیا۔اب الباٹروس ہوا سے بھی تیز جا رہا تھا۔اور جہاز کے فرش پر کھڑا ہونا کٹھن ہو گیا تھا۔تھوڑی دیر بعد ہوائی جہاز نیواڈا میں پہنچ گیا۔یہی زمین سیرا پہاڑ کی چاندی کی کانوں کو کیلفورنیا کے سونے کی کانوں سے الگ کرتی ہے۔

جس وقت مسافر سونے کے لئے گئے تو شرپ شرپ کی آوازیں آرہی تھیں۔یہ آواز سمندر کے کنارے سے ٹکرانے والی لہروں کی تھی جو بتا رہی تھی کہ اب الباٹروس امریکہ کی تمام حدوں سے باہر آگیا ہے۔

خیالاتِ دل کش

(از جناب مولوی محمد یٰسین صاحب دل کش عدنی مدرس اسلامیہ سکول عدن)

اُس طرف دُھن ہے اُنہیں انجمن آرائی کی
اِس طرف دھیان مجھے بھی ہے جبیں سائی کا

راہِ اُلفت ہے کڑی اور ابھی سے اے دل
ڈگمگاتا ہے قدم صبر و شکیبائی کا

ساری دُنیا میں نہیں اُس رُخِ زیبا کا جواب
کیوں نہ قائل ہو زمانہ تری یکتائی کا

سچ کہا حضرتِ دل کش نے کہ دل کش ہے کلام
حضرتِ داغؒ و امیرؒ احمدِ مینائی کا

کلامِ واحد

(حضرت واحد سہسوانی تلمیذ افضل الشعراء مصورِ حقیقت حضرت عابد شاہجہانپوری)

ناکامِ آرزو دلِ حسرت نشاں رہا — جب تک جبیں سے دُور ترا آستاں رہا

زیرِ نقاب بھی رُخِ زیبا عیاں رہا — عالم یہ حُسن کا ہے تو پردہ کہاں رہا

جوشِ جنوں ہے گریۂ پیہم سے منفعل — ڈھلتے تھے جس پہ اشک وہ دامن کہاں رہا

رشک آفریں ہے جلوہ گہِ ناز کی فضا — اپنی نگاہ سے بھی تو دل بدگماں رہا

حیرت یہ ہے کہ تا حدِ منزل پہنچ کے بھی — پنہاں مری نظر سے ترا آستاں رہا

صبر آزما تھا کوئی نتیجہ پہ تھی نظر — اک جوشِ اضطراب دمِ امتحاں رہا

فطرت بدل دی طولِ اسیری نے ہم نشیں — فکرِ چمن رہی نہ غمِ آشیاں رہا

واحد فروغِ حُسن سے وہ جلوۂ لطیف
گو سامنے تھا پھر بھی نظر سے نہاں رہا

گلدستہ اشارات

بے رحم قاتل

(ایک تاریخی فسانہ)

(۱)

اس وقت ہندوستان عالم شباب پر تھا۔ چاروں طرف امن و امان کا دورِ دورہ تھا۔ رعایا خوشحال اور فارغ البال تھی۔ ہر ایک خوش و خرم نظر آتا تھا۔ علم و ہنر کی برابر ترقی ہو رہی تھی۔ رعایا ہی نہیں بلکہ بادشاہ خود انواع واقسام کے علوم و فنون میں شہرۂ آفاق تھا۔ ایسے بادشاہ کو پاکر رعایا کی حالت کا کیا پوچھنا۔ ہر طرف دولت برستی تھی۔ بادشاہ ہر ایک کی حالت کو مدِّنظر رکھ کر حکومت کرتا تھا۔ اس کا انصاف ہر ایک کے لئے برابر تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان کے تخت پر چندر گپت بکرماجیت رونق افروز تھا۔ بدھ مذہب رفتہ رفتہ نیست و نابود ہو رہا تھا اور ہندو مذہب میں جان ڈالی جا رہی تھی۔ برہمنوں کا بول بالا تھا۔ شاہی دربار سے لے کر غریبوں کی جھونپڑی تک انہیں کا طوطی بولتا تھا۔ یہ علم کے بانی مبانی قرار دیئے جاتے تھے۔ انکا کلام خدا کا کلام سمجھا جاتا تھا۔ بادشاہ خود بغیر برہمنوں کے صلاح و مشورہ کے کوئی کام نہ کر سکتا تھا۔

اُس وقت لنکا میں بھی ہر وقت علم و ہنر کا چرچا رہا کرتا تھا۔ وہاں کا بادشاہ علم جوتش میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ اس کے دربار میں عُلما اور فضلا کی قدر ہوتی تھی۔ بادشاہ اُن سے مل کر نہایت خوش ہوتا تھا۔ مگر افسوس! ہر طرح کا عیش و آرام ہوتے ہوئے بھی باذشاہ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ یہ ایک ایسی فکر تھی جو تمام خوشیوں کو غم میں تبدیل کرتی جا رہی تھی۔ اولاد سے اُجڑے ہوئے گھر کی بھی زینت ہوتی ہے۔ اُسے دیکھ کر والدین کو تسکین اور راحت ہوتی ہے۔ مگر لنکا کے بادشاہ کو اتنی آسائش ہوتے ہوئے بھی آرام نصیب نہ تھا۔ وہ ہمیشہ غمگین اور پریشان حال رہا کرتا تھا۔ اتنی بڑی سلطنت کا وارث کوئی نہ تھا۔ یہ فکر اُسے دن رات کھائے جاتی تھی۔

ایسی حالت میں اس کو تسکین دینے والی صرف کھنّا ہی تھی جس وقت بادشاہ کا عہد شباب تھا۔ اس وقت اُس نے جنوبی ہندوستان پر حملہ کرکے اِس نایاب ہیرے کو پایا تھا۔ کھنّا نہایت حسین تھی۔ اُس کا جسم حُسن کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ بڑی بڑی آنکھیں۔ گلابی رخسار اور چاند سی صورت پر ناگن کی طرح لہراتے ہوئے کالے بال ہر شخص کو اپنا شکار بنا لیتے تھے۔ وہ نہایت ذہین بھی تھی۔ علم جوتش میں ماہر ہونے کی وجہ سے بادشاہ نے اُسے بھی علم جوتش میں شہرۂ آفاق کر دیا تھا۔ کھنّا لنکا کی اندھیری رات میں مثل ماہتاب کے چمکا کرتی تھی۔

(۲)

اُسی وقت شاہنشاہ لنکا کے خاندان میں ایک دوسرے لڑکے کی پرورش ہو رہی تھی۔ یہ لڑکا بھی نہایت خوبصورت اور ذہین تھا۔ مورخوں کا قول ہے کہ یہ چندر گپت بکرماجیت کے دربار کے مشہور جوتشی براہ کا لخت جگر تھا جس وقت یہ پیدا ہوا اس وقت براہ نے اس کی عمر کا حساب لگایا۔ یہ معلوم ہونے پر کہ وہ صرف ۱۰ سال تک دُنیا میں رہ سکتا ہے۔ اس نے اپنے جگر پر پتھر رکھ کر اُسے سمندر میں بہا دیا۔ خدا کی قدرت۔ بہتے بہتے وہ لنکا کے کنارے جا لگا۔ شاہی گھرانے کی عورتیں اُس وقت سمندر میں موسم بہار کا لُطف اُٹھا رہی تھیں۔ بچّے کے رونے کی آواز کان میں پڑتے ہی چونکنی ہو گئیں۔ سامنے ایک چھوٹا صندوقچہ بہتا ہوا دیکھ کر انکو بہت تعجب ہوا۔ وہ کھولا گیا۔ اس کے اندر سے ایک نہایت ننھّا بچّہ نمودار ہوا۔ بچّے کی صورت دیکھتے ہی رانی کا چہرہ کھِل اُٹھا۔ اندھے کو آنکھیں مل گئیں۔ اندھیرے گھر میں اُجالا ہو گیا۔

بادشاہ نے بچّے کی دل سے پرورش کی۔ جب وہ تحصیل علم کے قابل ہوا۔ بادشاہ نے اُسے بھی علم جوتش کی طرف مائل کیا۔ بچّہ ہونہار تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے کمال حاصل کر لیا۔ رفتہ رفتہ ۱۰ برس بھی تمام ہو گئے مگر براہ کے نورِ چشم مہر کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔

کھنّا اور مہر کو پا کر بادشاہ کا افسوس جاتا رہا۔ وہ اب پہلے سے زیادہ خوشحال نظر آتا تھا۔ عہدِ پیری کا غلبہ طاری ہوتا ہوا دیکھ کر بادشاہ نے دونو کی شادی بڑے دھوم دھام سے کر دی۔ غریبوں کو خیرات اور عالموں کو خلعت تقسیم کی گئی۔ اُس دن لنکا بہشت کی طرح روئے زمین پر مہک رہا تھا۔ چاروں طرف خوشی اور فارغ البالی نظر آتی تھی۔ کسی کے چہرہ پر اُداسی دکھائی نہ دیتی تھی۔

اب شاہنشاہ لنکا کی پیری کا زمانہ تھا۔ جسم کے تمام اعضا بیکار ہو چلے تھے۔ یہ حال دیکھ کر بادشاہ نے دربارِ عام میں یہ اعلان کر دیا کہ میری موت کے بعد کھنّا اور مہر اس تخت کے وارث ہونگے۔ رعایا نے بڑی خوشی سے اس اعلان کا خیر مقدم کیا۔ کھنّا اور مہر کی قابلیت اور غربا پروری پر ہر غریب اور امیر کو کافی اعتماد تھا۔ اس لئے کسی نے مخالفت نہ کی۔

آخر وہ دن آ گیا جس دن ہر ایک ملک فانی سے ملک جاودانی کا سفر کرتا ہے۔ بادشاہ کچھ عرصہ بیمار رہکر چل بسا۔ ملک پر حسرت کی گھٹائیں چھا گئیں۔ چاروں طرف گریہ وزاری ہونے لگی۔ لنکا ماتم کدہ بن گیا مگر یہ ماتم صرف چندروز کے لئے تھا۔ کھنّا اور مہر کے مُسکراتے ہوئے چہرہ کے سامنے ظلمتِ غم کافور ہو گئی۔ دوسرے دن بڑے تزک و احتشام کے ساتھ مہر کی تاجپوشی ہوئی۔ لنکا پھر ہنسی خوشی کا گھر بن گیا۔

(۳)

دن جاتے دیر نہیں لگتی۔ ہنسی خوشی میں کئی سال ختم ہو گئے۔ لنکا میں رہتے رہتے کھنّا اور مہر کو ایک عرصہ

ہوگیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کبھی کبھی انکا دل گھبرا اُٹھتا تھا۔ دل کی اس پریشانی کو دُور کرنے کے لئے دونو نے سفر ہند کا ارادہ کیا۔ تیاریاں ہونے لگیں۔

مرحوم بادشاہ کی بیوہ رانیوں کا کھنّا اور مہر کے سوا کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ دونو کا یہ ارادہ سُنکر اُنہیں سخت افسوس ہُوا۔ کیوں نہ ہو اولاد کے جوش محبّت میں آکر جن رانیوں نے مادرانہ شفقت سے کھنّا اور مہر کی پرورش کی تھی۔ انکے لئے یہ ارادہ دردناک ضرور تھا۔ مگر انکو روکنا بھی بہتر نہ تھا۔ جاتے وقت رانیوں نے بڑا کہرام مچایا۔ محل ایک بار پھر ماتم کدہ بن گیا۔ مہر نے سلطنت کا انتظام وزیر کے ہاتھ میں دیکر اپنی ماؤں سے رخصت ہونے کی اجازت چاہی۔ اس وقت کا منظر نہایت دردناک تھا۔ کھنّا اور مہر دونو بچوّں کی طرح ماں کی گود میں پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔ آخر رخصت کا وقت آیا۔ دونو نے قدمبوسی کی اور چل پڑے۔

چوتھی صدی میں لنکا سے ہندوستان کا سفر کتنا نازک اور خوفناک تھا۔ یہ تواریخ جاننے والوں سے مخفی نہیں ہے۔ کھنّا اور مہر پہاڑوں اور جنگلوں کو طے کرتے ہوئے بمشکل تمام سمندر کے کنارے پہنچے کھنّا مہر سے کچھ پیچھے رہ گئی تھی۔ سمندر کے کنارے دیہاتیوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ لوگ نگاہِ حیرت سے ایک گائے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ گائے حاملہ تھی۔ اُس کے بچّہ پیدا ہونے والا تھا۔ مہر کے دل میں بھیڑ دیکھ کر کچھ پوچھنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اُس نے ایک دہقانی سے دریافت کیا۔ "بھائی کیا ماجرا ہے؟ تم لوگ اتنے پریشان حال کیوں نظر آتے ہو؟ دہقانی نے بے پروائی سے جواب دیتے ہوئے کہا "جاؤ۔ اپنا راستہ لو۔ تم کو اس سے کیا مطلب"؟ مگر مہر کو بغیر اطمینان کئے ہوئے چین کہاں۔ اس نے پھر پوچھا "بھائی صاحب! بتلانے میں آپ کا نقصان ہی کیا ہوگا۔ فائدہ ضرور ہو سکتا ہے"۔

دہقانی۔ "وہ کس طرح"۔

مہر۔ "میں جوتشی ہوں۔ ماضی۔ حال اور مستقبل کا حال مجھ سے چھپا نہیں ہے۔ اگر کوئی ایسی بات ہے جسے تم جاننا چاہتے ہو تو میں تم کو بخوشی بتلا سکتا ہوں"۔

دہقانی۔ "اگر ایسی بات ہے تو آپ براہ نوازش یہ بات بتلانے کی تکلیف کیجئے کہ اس گائے کے کب بچّہ پیدا ہوگا؟ اس کا رنگ کیسا ہوگا؟ اور وہ نر ہوگا یا مادہ"؟

مہر جوتش میں باکمال تھا۔ اُس نے حساب لگاکر بتلایا کہ اِس گائے کے ۱۲ بجے کے قریب بھورے رنگ کا بچّہ پیدا ہوگا۔ وہ نر ہوگا"۔ وقت قریب تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بچہ پیدا ہُوا مگر وہ کالے رنگ کا تھا۔ مہر یہ دیکھ کر دریائے تعجب میں ڈوب گیا۔ اس کے دل میں جوتش کی طرف سے نفرت ہونے لگی۔ غصّے میں آکر اس نے تمام کتابیں سمندر میں پھینک دیں۔ اتنے میں کھنّا بھی آپہنچی۔ شوہر کے چہرہ پر

ہوائیاں اُڑتی ہوئی دیکھ کر کھنّا نے بڑی ملائمت سے پوچھا - "پیارے شوہر! مسکراتے ہوئے چہرہ پر اداسی کیوں چھائی ہوئی ہے؟ وہ کونسا شخص ہے جس نے آپ کا دل دکھایا ہے؟"

مہر نے اپنی باوفا عورت کی محبت سے بھری ہوئی باتیں سُنکر کہا "پیاری! کچھ نہ پوچھو۔ غضب ہو گیا جس علم جوتش پر مجھے اتنا ناز تھا وہ آج غلط ثابت ہُوا"۔

کھنّا - "یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ آپ نے ضرور کوئی غلطی کی ہوگی"۔

مہر - "ممکن ہے"۔

کھنّا - "وہ کونسا واقعہ ہے جس پر آپ کو اس طرح شک وشبہ کرنے کا موقع ملا"۔

مہر نے از سرِ نو اپنی کہانی کہہ سُنائی اور پھر دریافت کیا "اب تم حساب لگا کر بچّہ پیدا ہونے کا وقت۔ اس کا رنگ اور اس کی جنس سے ہمیں آگاہ کرو۔ اگر جوتش درست ہے تو ابھی اس کی اصلیت کا پتہ لگ جائیگا"۔ بچّہ چھپا لیا گیا۔ کھنّا کو بچّہ کی نسبت کوئی بات نہ معلوم ہو سکی۔ تھوڑی دیر تک حساب لگانے کے بعد کھنّا نے سارا حال صحیح صحیح بتلا دیا۔ دیکھنے والوں کو سخت تعجب ہُوا۔ لوگوں نے کھنّا اور مہر کی بڑی آؤ بھگت کی اور بہت کچھ انعام دیکر رخصت کیا۔

(۴)

دونو انواع واقسام کی مصیبتوں کا سامنا کرتے ہوئے جنوبی ہندوستان ہو کر صوبہ مالوہ میں داخل ہوئے۔ شہرۂ آفاق مہاراجہ بکرماجیت یہاں کا حکمران تھا۔ اس وقت وہ جنگل میں شکار کھیل رہا تھا۔ اتفاقاً اس کی نظر کھنّا اور مہر پر پڑی۔ "قدر گوہر شاہ بداند یا بداند جوہری"۔ بادشاہ نے دیکھتے ہی اُن دونو کی علمیت اور قابلیت کا اندازہ اپنے دل میں لگا لیا۔ فقط اجازت کی دیر تھی۔ درباریوں نے دونو اجنبی شخصوں کو مہاراجہ کے سامنے پیش کیا۔ بکرماجیت انکو دیکھ کر نہایت خوش ہُوا۔ وہ اُن دونو کو اپنی دارالسلطنت اُجین میں لے گیا اور ان کی بود و باش کا معقول انتظام کر دیا۔

رفتہ رفتہ کھنّا اور مہر نے بادشاہ کے دل میں اپنا گھر کر لیا۔ انکی قابلیت اور علم جوتش کی لیاقت دیکھ کر بادشاہ نے مہر کو دربار میں جگہ دیدی۔ مہر سب سے بڑی محبت سے پیش آتا تھا۔ بادشاہ بھی مہر کے برتاؤ سے بہت خوش رہتا تھا اور دل ہی دل میں اس کے علم جوتش کی تعریف کیا کرتا تھا۔ اسی عرصہ میں مہر اور براہ سے اچھی طرح جان پہچان بھی ہو گئی تھی۔

براہ دربار کا بہت بڑا جوتشی تھا۔ ہندوستان میں وہ اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ مگر مہر کی قابلیت نے براہ کو تعجب میں ڈال دیا۔ دونو میں اکثر علم جوتش پر بحث مباحثہ ہُوا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن بات چیت ہوتے

ہوتے عمر کا حساب لگانے کا سوال پیش ہوُا۔ اس سوال پر دونوں میں کافی بحث ہوئی۔ براہ کو شکست ماننی پڑی۔ اسی وقت براہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ تھوڑی دیر میں وہ زار زار رونے لگا۔ مہر کو اس راز کا پتہ نہ چلا۔ وہ متعجب ہوکر براہ سے پوچھنے لگا۔ پنڈت جی! اگر اثنائے گفتگو میں مجھ سے کوئی ایسی غلطی سرزد ہوئی ہے جس سے آپ کے دل کو چوٹ لگی ہے تو میں اس کے لئے معافی کا خواستگار ہوں" براہ نے روتے ہوئے کہا۔ نہیں۔ میں اپنی غلطی پر ہی رو رہا ہوں" مہر نے کہا "وہ کونسی ایسی غلطی ہے جس کا آپ کو اس قدر افسوس ہے" براہ نے سرد آہ بھر کر کہا۔ "وہ ایسی غلطی ہے جس کی تلافی اب غیر ممکن ہے۔ کئی برس ہوئے میرے ایک لڑکا پیدا ہوُا تھا۔ میں نے اس کی عمر کا حساب لگایا۔ میرے حساب سے اس کی عمر ۱۰ سال کی ہوتی تھی مگر اب اس حساب سے اس کی عمر ۱۰۰ سال کی نکلتی ہے۔ یہ خیال کرکے کہ اس لڑکے کی عمر ۱۰ سال کی ہے۔ میں نے اُسے سمندر میں بہا دیا" مہر کا کلیجہ دہل گیا مگر پھر اس کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمودار ہوگئے۔ اس نے براہ سے کہا "پنڈت جی! اگر آپ کے لڑکے کا پتہ لگ جائے تو آپ مجھے کیا انعام دیں گے؟" براہ کا روتا ہوُا دل ہنس پڑا۔ اس نے کہا "جو کچھ مانگو گے وہی دیدونگا۔"

دوسرے دن صبح کو مہر اور اُس کی بیوی دونو براہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے وہ تانبے کا جنتر پیش کیا جس کو براہ نے اپنے لڑکے کے گلے میں پہنا کر سمندر میں بہا دیا تھا۔ کھوئی ہوئی چیزیں اس طرح ملتی ہیں۔ براہ کے اندھیرے گھر میں اُجالا ہوگیا۔ چاروں طرف یہ خبر مشہور ہوگئی کہ مہر براہ کا لڑکا ہے۔ بادشاہ نے براہ کو مبارک باد بھیجی۔ اجڑا ہوُا گھر آباد ہوگیا۔

(۵)

اسی طرح ہنسی خوشی سے کچھ دن گذر گئے۔ ایک دن دربار لگا ہوُا تھا۔ براہ اور مہر دونو موجود تھے۔ بادشاہ نے براہ سے جوتش کی نسبت ایک سوال پوچھا۔ سوال نہایت مشکل تھا۔ براہ اُسے حل کرنے سے قاصر تھا۔ مجبوراً براہ نے بادشاہ سے ایک مہینہ کی مہلت مانگی۔ ایک مہینے کی جگہ دو تین مہینے ختم ہوگئے۔ مگر سوال نہ حل ہوُا۔ براہ فکر کے مارے گھلنے لگا۔ یہ دیکھ کر ایک دن اس کی بہو نے پوچھا "پتا جی! آپ دن رات کس فکر میں مبتلا رہتے ہیں جس کی وجہ سے آپ کی تندرستی خراب ہوتی چلی جارہی ہے۔ اگر کوئی مرض ہے تو اس کا معقول علاج کرائیے اگر نہیں تو وہ بات بتلائیے جس سے آپ کی فکر دور کرنے کی تدبیر کی جائے" کھنا کے بہت ضد کرنے پر آخر کار براہ نے وہ سوال بتلا دیا۔

کھنا بھی جوتش میں ماہر تھی۔ اُس نے دوسرے دن اس کا جواب نکال کر براہ کو دربار میں بھیجدیا۔ مہاراجہ بکرماجیت صحیح جواب پا کر نہایت خوش ہوئے۔ اُنہوں نے براہ سے دریافت کیا "پنڈت جی! آپ نے اسے کس طرح حل کیا؟" یہ سُنتے ہی پنڈت جی کے اوسان خطا ہوگئے۔ اُنہیں صرف جواب معلوم تھا۔ اس کے حل کرنیکا

طریقہ کھنّا کو ہی معلوم تھا۔ براہ نے دیکھا کہ اب بغیر سچ بولے کام نہ چلے گا۔ سارا قصہ کہہ سُنایا۔ بادشاہ ایک عورت کی اس درجہ قابلیت دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس نے براہ کی بہو کو کافی انعام دیا اور دربار کے سب پنڈتوں سے اُسے اعلےٰ درجہ عطا فرمایا۔

ایک عورت کو مردوں پر اس طرح ترجیح دینا درباریوں کو سخت ناگوار گذرا۔ مگر بادشاہ کے حکم کے خلاف کوئی کر ہی کیا سکتا تھا۔ اس لئے سب نے براہ کو کھنّا کے خلاف بھڑکا دیا۔ براہ مزاج کا کینہ ور اور بغض رکھنے والا شخص تھا۔ اس کے دل میں بھی حسد کی آگ سلگ رہی تھی۔

رات کا وقت تھا۔ چاروں طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ آسمان کی آسمانی چادر پر ستارے بکھرے ہوئے تھے۔ چڑیاں اپنے اپنے گھونسلوں میں آرام کر رہی تھیں۔ اس وقت ایک عجیب خموشی کا عالم تھا۔ براہ نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے چھُری اُٹھائی اور سیدھا کھنّا کے کمرے کی طرف چلا گیا۔

بھولی بھالی شکل والی معصوم کھنّا خواب غفلت میں مصروف تھی۔ شائد وہ موت کا خواب دیکھ رہی تھی۔ پیر کی آہٹ پاتے ہی کھنّا چونک پڑی۔ اس نے کانپتی ہوئی آواز سے کہا "کون اور اتنی رات کو ہم سے کیا کام؟

براہ نے آہستہ سے کہا "بیٹی۔ ڈرو مت۔ میں ہوں"

کھنّا نے کہا "پتاجی! اس وقت اس خادمہ کو آپ نے کیوں یاد کیا ہے؟"

براہ نے سہمی ہوئی آواز سے کہا "ایک ضرورت ہے"۔　　وہ کونسی ضرورت ہے پتاجی!

"اگر تم مانو تو میں تم سے بتلا سکتا ہوں"

"پتاجی! میں ایک ہندو اور اپنے خاوند کی پیاری بیوی ہوں۔ اس لئے جس بات سے میری عصمت پر دھبّا لگ سکتا ہے اُسے میں کبھی منظور نہیں کر سکتی۔ اس کے علاوہ جان تک دے سکتی ہوں"

"تو کیا تو مجھ کو پاپی سمجھتی ہے"

"نہیں پتاجی! یہ صرف اُن کامی کتوں کی طرف اشارہ تھا جو دوسروں کی عصمت پر دھبّا لگانے میں اپنی شان سمجھتے ہیں" "اگر آپ کو اس سے بُرا معلوم ہوا تو میں معافی چاہتی ہوں"

"تو کیا تو اس کے علاوہ جان تک دینے کو تیار ہے"　"جی ہاں پتاجی!"　"دل سے کہتی ہو؟"

"جی ہاں"　　"تجھے میری بات سُنکر کچھ افسوس تو نہیں معلوم ہوگا؟"

"نہیں پتاجی! اگر آپ کی خدمت میں میری جان کام آجائے تو اس سے بڑھ کر میری خوشی کا باعث اور کیا ہو سکتا ہے"

"اچھا تو مجھے تیری زبان کی ضرورت ہے۔ تیرے جوتش نے ہم لوگوں کا سر نیچا کر دیا ہے۔ ہم لوگوں کے مُنہ پر لگی ہوئی سیاہی کو دھونے کا یہی ایک طریقہ ہے"۔

"حاضر ہے۔ پتاجی! زبان کیا۔ آپ کی خدمت کے لئے میں اپنے سوامی کی جان تک دے سکتی ہوں"!
کھنا کی زندہ دلی اور وفاداری پر براہ کی طبیعت مچل گئی۔ مگر مجبور تھا۔ درباریوں کی باتیں بار بار اس کے دل میں کانٹے کی طرح چبھ رہی تھیں۔ اس لئے اس نے اپنی آنکھیں بند کرکے چھری سے اس کی زبان تراش لی۔ خون کی ندی بہ گئی۔ وفادار کھنا نے وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے تڑپ تڑپ کر اپنی جان دیدی۔ اور اُجالے گھر میں پھر ایک بار اندھیرا ہوگیا۔

راوی۔ افسوس، حسد کا ستیاناس۔ ایک انمول رتن اس طرح حسد کا شکار ہوکر دنیا سے کھو یا گیا۔

(راجیندر پرشاد گوڑ سی۔ ٹی)

نغمۂ محبت

(از ادیب مالیگانوی)

میں جانتا ہوں کہ تو میری دسترس سے باہر ہے۔
کیونکہ تیری جلوہ گاہ تک کسی کی رسائی دشوار ہی نہیں بلکہ محال ہے۔
تیرے ذوقِ بے نیازی اور خود پسندی کو میں ہر لحہ ترقی پذیر پاتا ہوں۔
ہمارے درمیان جدائی کی ایک ایسی وسیع خلیج حائل ہے جسے میں کبھی عبور نہیں کر سکتا۔
پیکرِ حرماں .... ناکامِ آرزو

مجھے معلوم ہے کہ زمانے کی ہوا میرے موافق نہیں۔
ہر صبح میرے لئے "ستمہائے نو کا پیش خیمہ" ہر شام میرے حق میں پیامِ اندوہ۔
مسرت و کامرانی کا وجود میری نگاہ میں اک نقشِ باطل۔
پروانے کی کامرانی میرے لئے باعثِ صد ہزار رشک۔
مجبورِ محبت .... دردمندِ ازل

میں سمجھتا ہوں کہ میرے دل میں جذبات و احساسات کا ایک طوفان برپا ہے۔
نسیم ولولہ انگیز میرے "جنونِ شوق" کو چمکاتی ہے۔
زندگی کی شورشوں میں کوئی لذت کوئی کیف نہیں۔
مگر میری روح کی گہرائیوں سے ایک آواز آتی ہے۔

سامانِ تسکین .... نغمۂ شیریں

گلستانِ آرزو

(جناب ریاض شاہجہانپوری تلمیذ افضل الشعرا مصور حقیقت حضرت عالم بد شاہجہانپوری)

مشکل تھا ضبط کاوشِ پیکانِ آرزو
در پردہ تھے وہ سلسلہ جنبانِ آرزو

دیکھے تو کوئی وسعتِ دامانِ آرزو
ہر نقشِ رہگذر ہے گلستانِ آرزو

اب تو سکوں پذیر دلِ غم نصیب ہو
وہ چشمِ دلنواز ہے پرسانِ آرزو

ہنگامِ نزع جانبِ در دیکھتا رہا
اک غم نصیب شعلہ بدامانِ آرزو

دُنیائے دل بدل دی غمِ جانگزا نے
وجہِ سکوں ہے کاوشِ پیکانِ آرزو

بیگانہ کر دے ہوش سے اے چشمِ پُر خمار
آتش بجاں ہے سوختہ سامانِ آرزو

اک جنبشِ نگاہ کا اللہ رے اثر
رگ رگ ہے وقفِ کاوشِ پیکانِ آرزو

لایا ازل سے میں دلِ بے مدعا ریاض
ہوں ناشناسِ کاوشِ پیکانِ آرزو

مجموعۂ مضامین

انجامِ فریب

کیوں جی اب تو وہ کہتا ہے کہ تم لگتے ہی اس گھر کے کیا ہو؟ یہ گھر میرا ہے۔ تم حرام کھاتے ہو۔

(ظہور نے آہستہ سے باپ سے کہا)

یعنی بھانڈا پھوٹ گیا؟

جی ہاں!

تو کوئی تدبیر کرنی چاہئے جس سے یہ کانٹا نکل جائے۔

اس کا کھانا کون لے جایا کرتا ہے؟

سلیم خانساماں ہی تو لے جاتا ہے۔

پھر تو کام بنا بنایا ہے۔

کس طرح؟

اس کو اشرفیوں کا لالچ دیکر کھانے میں زہر ملا دیا جائے۔

بات تو ٹھیک ہے۔

(۲)

سلیم ادھر آؤ۔

(ظہور کے باپ نے تحکمانہ لہجہ میں کہا)

اور اُسے اپنے خاص کمرہ میں لے جاکر پوچھا۔

یوسف کی روٹی تم ہی لے جایا کرتے ہو نا؟

جی ہاں۔

تو ایک کام کرو۔

کیا؟

پہلے منظور کرو۔ کروگے نا؟ بہت سا انعام ملیگا۔

بتلائیے تو۔

یہ تو تمہیں معلوم ہے ہی کہ یوسف اس گھر کا وارث ہے۔ یعنی یہ گھر اس کے باپ کی ملکیت تھا اُسے تو کچھ علم نہ تھا لیکن موئی بڑھیا نے مرتے وقت تمام واقعات اُسے بتلا دیئے ہیں اور کل اس نے ظہور کو طعنہ بھی دیا ہے۔

تو۔

تو وہ کانٹا نکال دینا چاہئے۔

جس طرح حکم ہو۔

حکم کیا ہے۔ آج ہی کھانے میں زہر ملادو....

خوب انعام دیا جائیگا۔

بہت اچھا۔

(۳)

کھانے میں زہر ملا دیا گیا۔ یوسف نے کھا لیا اور زہر نے اس پر اپنا اثر کیا۔ اس وقت رات کے کوئی نو بجے کا عمل ہوگا یوسف نے گرتے پڑتے اپنے آپ کو بمشکل ڈاکٹر کی دُکان تک پہنچایا۔ ڈاکٹر نے فوراً مرض کے آثار معلوم کر لئے۔

اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ امیر گھر ہے اگر تندرست ہو گیا تو خوب انعام پاؤنگا۔ اس واسطے اس نے خوب اچھی طرح دوا دوش کی رات بھر تیمار داری کی اور صبح ہی صبح اُسے گھر پہنچا دیا۔ اب تک یوسف بیہوش تھا۔

لیکن ڈاکٹر کو کامل امید تھی کہ بچ جائیگا۔
کسی نے زہر دے دیا تھا۔ رات بھر تیمارداری کی ہے
خیال رکھنا کہ سردی نہ لگے۔ گرم لحاف اوڑھاؤ اور خوب پسینہ آجانے دو
(ڈاکٹر نے یہ فقرات بڑے فخریہ انداز میں کہے)
ظہور کا باپ ڈاکٹر کے مُنہ کی طرف تکتا رہا اور پھر ڈاکٹر کا
شکریہ اوپر دل سے ادا کرتے ہوئے دس روپے کا نوٹ دیا۔
ڈاکٹر خوش خوش گھر لوٹا۔ لیکن امیر حیران تھا کہ بنا
بنایا کھیل بگڑ گیا۔

(۴)

او سلیم
(امیر نے بے خودانہ لہجہ میں کہا)
حضور
ایک ہی کام بتلایا تھا۔ وہ بھی تجھ سے سرانجام نہیں ہو سکا۔
یعنی؟
کانٹا ابھی تک نہیں نکل سکا۔
ابھی تک مرا نہیں؟
ڈاکٹر نے دوائی دے دی ہے اور بتلا گیا ہے
کہ سردی نہ لگے۔
پسینہ آجانے دو۔ بچ جائیگا۔
بے ہوش تو ہے ہی۔
ہاں۔
اسے سردی میں رکھیں تاکہ زہر کا اثر زائل
نہ ہونے پائے۔ شام ہوتے ہی کہرام مچادینا کہ یوسف
مرگیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ اور دفن کردینا۔
خوب سوجھی۔

شور مچادیا گیا۔ شہر بھر میں مشہور ہوگیا کہ یوسف مرگیا ہے۔
اُسے زندہ دفن کردیا گیا۔ سلیم کو منہ مانگی رقم مل گئی۔
ظہور کا باپ اپنی جگہ خوش تھا کہ روز کا کھٹکا مٹ گیا۔
یوسف کو قبر میں دفن کرائے۔ اُسے آٹھ پہر تک حد
درجہ کا پسینہ آیا جس سے زہر کا تمام اثر زائل ہوگیا۔ اور
اُسے ہوش آگیا۔
وہ اپنے آپ کو اس اندھیری کوٹھڑی میں دیکھ کر بہت
ڈرا لیکن پھر ہمت کرکے قبر کو کریدنا شروع کیا۔ اس کی
ڈھارس بندھ گئی۔ جب اُسے سوراخ میں سے روشنی آتی
ہوئی دکھائی دی۔ اس نے اور ہمت کرکے کام شروع کیا
اور باہر نکل آیا۔
وہ جنگل میں ایک غار میں پڑا رہا دوسری شب کفن اوڑھ کر
رات کے بارہ بجے امیر کے کمرے میں آگیا اور اُسے
سر سے پکڑ کر ہلایا۔ امیر کو جب کسی کے ٹھنڈے ٹھنڈے
ہاتھ لگے تو وہ کھلبلا سا گیا۔ آنکھیں کھولیں تو ایک سفید
پوش سامنے کھڑا پایا۔
(امیر نے کسی قدر دل کو ڈھارس دے کر یہ الفاظ کہے)
تمیں ۔ ۔ ۔ ۔ ہوں ۔ ۔ ۔ یو ۔ ۔ ۔ سف
کی ۔ ۔ ۔ ۔ روح۔
امیر کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ بیہوش
ہوکر گر پڑا۔ اس کے سامنے وہی یوسف پھرنے لگا۔
وہ اپنے کئے پر نادم تھا اور پچھتا رہا تھا۔ کہ میں نے
کیوں ایک بے گناہ کی جان لی۔ لیکن کسی طرح دل کو
تسکین نہ ہوئی۔ اسی طرح ہر ایک کمرہ میں جاکر یوسف
نے سب کو ڈرایا۔ امیر مضمحل سا رہنے لگا۔ ہر دم اُسے

ایک دھڑکا سا لگا رہتا تھا۔ ظہور اپنی جگہ حیران ہونے لگ گیا۔ حتے کہ ایک رات امیر پر دہشت اتنی غالب آئی کہ اس کا مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ یہی حال اس کے بیٹے ظہور اور اس کی بہو بیٹیوں کا ہوا۔

یوسف محل میں آگیا۔ اس نے اپنی جائداد پر قبضہ کر لیا۔ تمام شہر میں یہ خبر مشہور ہو گئی۔

"مردہ دوبارہ زندہ ہو گیا"

اس سُرخی کے ماتحت اخبارات و رسائل نے بڑے بڑے آرٹیکل شائع کئے۔

نذیر احمد ناظر نائب مدرس لوئر مڈل سکول لکھنیکے تحصیل قصور

پھول برساتے ہیں مجھ پر سینکڑوں پتھر کے ہاتھ

(از لالہ لکشمی چند صاحب نسیم نور محلوی)

دل لگی میں دل کو بیچا ہے کسی کافر کے ہاتھ
کیا ہی پچھتانا پڑا ہے مجھکو خالی کر کے ہاتھ

کچھ تو ہونی چاہیئے نادان فکرِ عاقبت
تا بہ کے بیٹھا رہے گا ہاتھ پر یوں دھر کے ہاتھ

صبر پڑ جائیگا میرا تجھ پر اے قاتل کبھی
موم ہو جائینگے میرے حق میں یہ پتھر کے ہاتھ

یہ غرورِ مال و زر دیوانگی سے کم نہیں
چل دیئے دُنیا سے سب زر دار خالی کر کے ہاتھ

اس عنایت کے تصدق اس مروت کے نثار
حالتِ دل پوچھتے ہیں میرے دلپر دھر کے ہاتھ

مفلسوں کی دستگیری کوئی بھی کرتا نہیں
مالداروں کی طرف بڑھتے ہیں دُنیا بھر کے ہاتھ

اب کسی سے بھی نہیں مجھ کو امید انصاف کی
فیصلہ ہے تیرا میرا داورِ محشر کے ہاتھ

میں اگر ہوں سخت جاں قاتل بھی ہے نازک بدن
آبرو دونو کی ہے اب تیزیٔ خنجر کے ہاتھ

کیا گلہ تقدیر کا اب کیا شکایت بخت کی
میں نے کیوں سونپا تھا دل اپنا بُتِ کافر کے ہاتھ

آج ان کے سامنے طوفان اُٹھانا ہے مجھے
میرا ننگ و نام ہے اب میری چشم تر کے ہاتھ

میں تو خود ہی مر رہا ہوں کیوں تجھے ہے فکرِ قتل
ہاتھ کیا آئیگا اے قاتل لہو میں بھر کے ہاتھ

بو الہوس کو مرتے دم بھی رہ گئی حرصِ کفن
سونپ بیٹھا جسم اپنا چار گز چادر کے ہاتھ

خوب یہ مصرع جنابِ جوش کا ہے اے نسیم
پھول برساتے ہیں مجھ پر سینکڑوں پتھر کے ہاتھ

پنجاب یونیورسٹی

(۱) مسٹر ڈبلیو ایچ ایف آر مسٹر انگ ایم اے ایف سی ایس اور مس ایل ایف تھامس بی ایس سی آرٹس اور سائنس فیکلٹیز میں نامزد ہوئے۔

(۲) یونیورسٹی سینٹ نے گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) سے اسلامیہ کالج پشاور کے لئے سفارش کی ہے کہ زراعت کی فیکلٹی میں زراعت کے پہلے امتحان کے لئے مئی ۱۹۳۳ء سے اسے اجازت دی جائے۔

(۳) سری پرتاب کالج سری نگر کا پروگرام بغرض اجراء آنرز کلاس انگریزی بی اے امتحان کے لئے سال ۱۹۳۴ء کی بجائے ۱۹۳۵ء سے اکیڈیمک کونسل نے منظور کر لیا ہے۔

(۴) سینیٹ نے اپنی مقرر کردہ کمیٹی کی رپورٹ کو جو امتحانی سوالات کو جانچنے کے لئے کہ ممتحن اصحاب نے مقررہ سٹینڈرڈ سے تجاوز نہیں کیا اور سوالات مقررہ سلیبس میں سے ہیں ملحوظ رکھ کر مفصلہ ذیل قرار داد تجویز کی ہے کہ

(ا) جہاں کیلنڈر میں ٹیکسٹ بکس مندرج ہوں۔ ممتحن اصحاب کے لئے لازمی ہو گا کہ پرچے ارسال کرتے ہوئے ان ٹیکسٹ بکس کے نام اور ایڈیشن کو واضح کریں۔ (ایم اے کے امتحان میں یہ صرف ترجمے کے پرچوں تک محدود رکھا جائے)

(ب) جب کبھی کوئی تبدیلی ٹیکسٹ بکس میں ہو ممتحن اس امر کی تصدیق کرے۔ کہ وہ تبدیلی اس نے نوٹ کر لی ہے۔

(ج) اگر ٹیکسٹ بکس کی بجائے سلیبس ہوں تو ممتحن اصحاب کا فرض ہو گا کہ سلیبس بڑی احتیاط سے پڑھ لیا گیا ہے۔ اسے ملحوظ رکھا گیا ہے اور اگر اس میں کوئی تبدیلی تھی تو اسے پورے طور پر زیر نظر رکھا گیا ہے۔

(د) امتحانات کے کنٹرولر صاحب اپنے پاس ٹیکسٹ بکس کی لائبریری رکھے اور اس امر کی جانچ پڑتال کرے کہ حقیقتاً صحیح ٹیکسٹ بکس ملحوظ رکھی گئی ہیں۔

(ہ) اگر سلیبس کی تبدیلیاں کیلنڈر میں بذریعہ فٹ نوٹ دی جایا کریں تو ممتحن اصحاب کی اغلاط بہت کم ہو سکتی ہیں۔

(و) جن پرچوں میں کنٹرولر صاحب کو کوئی شک ہو۔ جبکہ ممتحن ناتجربہ کار یا پہلی دفعہ کام پر مامور ہوا ہو یا بورڈ نے پچھلے سال کے پرچہ کو ناطمانیت بخش قرار دیا ہو وہ (کنٹرولر) وایس چانسلر کو خفیہ طور پر آگاہ کرے اور پرچے کی دیکھ بھال کے لئے کسی قابل آدمی کو مقرر کرے۔

(ز) سکول بورڈ کی سب کمیٹی اور ہر ایک تعلیمی بورڈ کی سب کمیٹی دو ممبر جن میں سے ایک اس سب کمیٹی کا سیکرٹری ہو گا۔ مقرر کریگی تاکہ کنٹرولر ان سے متعلقہ پرچوں کی نسبت تبادلہ خیالات کر سکے۔ اگر پرچے کا معیار وہ منظور کریں تو پرچہ بطور نمونہ اگلے سال کے لئے انکے نوٹ سمیت ممتحن کو ارسال کیا جائے۔ بصورت عدم پسندیدگی اسے سکول بورڈ یا تعلیمی بورڈ کو ارسال کیا جائے تاکہ وہ پوری بحث کر سکیں۔ بعدہٗ بورڈ کی رائے ممتحن کو اگلے سال کے لئے ارسال کیجائے۔

(۵) یونیورسٹی سینٹ نے قرار دیا ہے کہ مسٹر رام نرائن ماتھر کو ڈگری ڈاکٹر آف سائنس عطا کی جائے۔

(۶) سنڈیکیٹ نے مارشس کے سکول ڈیپارٹمنٹ کے دوم درجہ کے استادوں کے امتحان کو اپنے ہاں کے میٹریکولیشن امتحان کا ہم پایہ قرار دیا ہے۔

(۷) مفصلہ ذیل تاریخوں کو ممتحن اصحاب کے عوضانے امتحانات کے مل سکیں گے۔

(۱) تمام سفر خرچ بل
(۲) ممتحن اصحاب کے سائر خرچ
(۳) اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹس یا اِن وجی لیٹرس
(۴) میٹریکولیشن امتحان کے معاوضے
} ۱۵ رجولائی کو

(۵) سپرنٹنڈنٹ اصحاب کے سائر خرچ اور معاوضے - ۱۵ اگست کو

(۶) لیبارٹری وغیرہ بل
(۷) ورنیکلر اور علوم مشرقی کے امتحانات
} ۱۵ ستمبر کو

(۸) ضروری رقوم
(۹) انٹرمیڈیٹ امتحان
(۱۰) متفرق بل
(۱۱) بی ٹی امتحان
(۱۲) انجنیرنگ امتحانات
(۱۳) زراعت کے امتحانات
} ۱۵ ستمبر ۱۹ ستمبر

(۱۴) میڈیکل امتحانات
(۱۵) بی اے بی ایس سی امتحانات
(۱۶) ایم اے امتحانات
(۱۷) لاء امتحان
(۱۸) متفرق امتحانات
} ۱۵ اکتوبر

(۸) تاریخ پیدائش میں تبدیلی کرنے کے لئے وائس چانسلر صاحب نے حکم دیا ہے - کہ ایسے امیدواران کی صورت میں جو کبھی کسی سکول کے طالب علم نہ تھے اور امتحان میٹریکولیشن میں بطور پرائیویٹ شامل ہوئے ہوں - وہ تاریخ تصور ہوگی جو اس امیدوار نے ایم ایس ایل سی امتحان کے فارم داخلہ پر تحریر کی تھی -

قطب شمالی کی سیر

ہوائی جہازوں کی ایجاد سے پہلے کئی جوانمردوں نے قطب شمالی تک پہنچنے کی سعی کی - مگر ناکامیاب رہے - اکثر برف میں دب کر مر گئے - ہوائی جہازوں کے ذریعہ وہاں کے جو فوٹو لئے گئے ہیں - ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کا سمندر بارہ مہینے منجمد رہتا ہے - اور اس برف کی تہ ایسی سخت ہوتی ہے کہ اس پر گھوڑے دوڑائے جا سکتے ہیں - انتہا درجہ کی سردی ہے جس میں انسان کا زندہ رہنا ناممکن خیال کیا جاتا ہے - ۱۹۲۲ء میں کپتان وارلن کو بحر منجمد شمالی میں ایک جہاز برف میں دبا ہوا ملا - اس میں ایک شخص کرسی پر بیٹھا ہوا تھا - جو شکل و صورت سے زندہ معلوم ہوتا تھا - اس کے ہاتھ میں قلم تھا - دونو بازو میز پر رکھے کچھ لکھ رہا تھا - میز پر ایک کاغذ پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے - "ہمارا جہاز ۱۱ر نومبر ۱۸۳۳ء میں روانہ ہوا تھا - یہاں پہنچ کر ہم برف کی زد سے نہ بچ سکے - ہمارا جہاز برف میں دب گیا - آج ۱۸ روز ہو گئے ہیں - کل جہاز کی تمام آگ بجھ گئی - متواتر اور سر توڑ کوششوں کے بعد بھی دوبارہ نہ جل سکی" - برف کی وجہ سے اس کی شکل و شباہت میں چنداں فرق نہ آیا تھا - اور مُردہ ہونے کے باوجود بھی زندہ معلوم ہوتا تھا -

سررشتہ تعلیم پنجاب

ضابطہ تعلیم پنجاب کی گیارھویں ایڈیشن ۱۹۳۲ء میں مفصلہ ذیل ترامیم ہوئی ہے

(۱) دفعہ ۱۱۷- فقرہ دوم کے خاتمہ پر یہ الفاظ ایزاد کئے جائیں۔ "اس فقرہ کے مطابق والد کی آمدنی شمار کرتے وقت طالب علم کو شریک حصہ دار خیال کیا جائے"

(۲) باب پنجم میں سیکشن [illegible] کے بعد مندرجہ ذیل سیکشن بڑھایا جائے۔

نمبر (ل) پراونشل سروسز کے جو ملازم پنشن لینے سے پہلے فوت ہو جائیں اور جن کی وفات کے بعد انکے خاندان کی حالت اچھی نہ رہے - ان کے بچوں کے لئے حسب ذیل وظائف مقرر کئے جاتے ہیں۔

(۱) چار پرائمری وظیفے جن میں سے ہر ایک تین روپے ماہوار کا ہوگا - پرائمری سکولوں میں یا منظور شدہ سیکنڈری مدارس کے پرائمری حصہ میں چار سال تک ملیں گے۔

(۲) تین تین روپے ماہوار کے چار مڈل سکول وظائف منظور شدہ سیکنڈری مدارس کے حصہ مڈل میں چار سال کے لئے ملیں گے۔

(۳) دس دس روپے ماہانہ کے تین وظائف جو منظور شدہ سیکنڈری مدارس یا انٹرمیڈیٹ کالجوں کی نائی کلاسوں میں دو سال کے لئے ملیں گے

(۴) پندرہ پندرہ روپے کے تین وظائف چار سال تک ایسی درسگاہوں میں ملیں گے جو پنجاب یونیورسٹی سے ملحق ہوں یا جنہیں اس غرض کے لئے سررشتہ تعلیم پنجاب نے منظور کر لیا ہو۔

ان وظائف کے لئے درخواستیں ڈائرکٹر صاحب سررشتہ تعلیم پنجاب کی خدمت میں اس افسر کی معرفت بھیجی جائیں جس کے ماتحت متوفی افسر وفات سے پہلے ملازم تھا اور وہ افسران درخواستوں کے ہمراہ مندرجہ ذیل سرٹیفکیٹس بھیجے۔

(۱) اس بات کا سرٹیفکیٹ کہ متوفی کے خاندان کو کسی قسم کا کوئی ترحمانہ انعام نہیں دیا گیا۔

(۲) متوفی کے خاندان کی جائداد اور قرضے کی تفصیل اور اس امر کی تصدیق کہ اس خاندان کی آمدنی دو ہزار روپیہ سالانہ سے کم ہے اور پانسو روپیہ سالانہ سے کم مالیانہ ادا کرتا ہے۔

(۳) اس بات کی تصدیق کہ مرحوم کے کسی اور بچے کو وظیفہ مل نہیں رہا۔

(۴) کالج کے وظیفے کی درخواست کے ہمراہ اس بات کی تصدیق کہ درخواست دہندہ ہر ترقی کے امتحان میں کم از کم دوسرے درجے میں کامیاب ہوتا رہا ہے۔

(۳) دفعہ ۱۲۲ کی بجائے مندرجہ ذیل عبارت پڑھی جائے۔

وظیفہ خواروں کو فیس کی کوئی رعایت نہیں دی جائیگی البتہ نہایت مستثنٰی صورتوں میں اور اس وقت بھی انسپکٹر صاحب یا انسپکٹرس صاحبہ یا پرنسپل صاحب کی منظوری سے۔

(محکمہ مالیات)

(۴) نمبر ۴۸ ۵۲ (خزانہ - عام) منجانب ایف انچ پکل صاحب بہادر سی آئی ای - آئی سی ایس سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب بخدمت افسران محاکم مال - کمشنر اصحاب قسمت ہائے پنجاب سیشن جج و ڈپٹی کمشنر صاحبان پنجاب

مضمون - جنرل پراویڈنٹ فنڈ میں سے حج وغیرہ کے لئے قرضہ دینا

جناب من! حکومت کی توجہ ایک مثال کی طرف دلائی گئی ہے جس میں کسی افسر کو حج کے اخراجات کے لئے جنرل پراویڈنٹ فنڈ میں سے قرضہ دیا گیا ہے۔ گورنر صاحب با جلاس کونسل کے خیال میں جنرل پراویڈنٹ فنڈ میں سے قرضے دینے کے قواعد اس قسم کے قرض کی اجازت نہیں دیتے ہیں اس لئے اس قسم کے قرض کے دینے کی اجازت نہیں۔ میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ ان ہدایات پر پوری طرح عمل کیا جائے۔ اور اپنے ماتحت محکموں کے جو افسر ہیں جنہیں ضابطہ اختیارات مالیات کے سلسلہ نمبر ۲ پیراگراف ۹ و ۱۹

مختلف نوٹ اور کارروائیاں

خطابات سالگرہ ملک معظم قیصر ہند اور سررشتہ تعلیم پنجاب حضور ملک معظم قیصر ہند کی سالگرہ کی مبارک تقریب پر جو فہرست خطابات شائع ہوئی۔ سررشتہ تعلیم پنجاب کے لئے مفصلہ ذیل خطابات لئے ہے۔

(ا) سردار صاحب: (۱) پروفیسر مول سنگھ صاحب وٹیرنری کالج لاہور
(۲) سردار سوہن سنگھ صاحب پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لائل پور
(۳) سردار ہردیال سنگھ صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری بوائے سکاؤٹس ایسوسی ایشن پنجاب

(ب) خان صاحب: (۱) شیخ غلام محی الدین صاحب پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس صوبہ دہلی

محکمہ انڈسٹریز پنجاب کے صاحب ڈائرکٹر جناب لالہ رام لعل صاحب کو رائے بہادر کے خطاب سے سرفراز کیا گیا ہے۔
رہنمائے تعلیم متذکرہ صدر افسران والاشان کی خدمت میں اس عزت افزائی پر صدق دل سے مبارکباد عرض کرتا ہے (ایڈیٹر)

ایمپائر ڈے سال ۱۹۳۳ء ۲۴ مئی کے مبارک دن یوم سلطنت کی یادگار میں صوبہ کے مدارس میں اظہار عقیدت میں خاص اجلاس ہوئے۔ اور خاص کارروائی عمل میں آئی۔ چنانچہ مشتے نمونہ از خروارے۔

(۱) **ڈی بی مڈل سکول لودی ضلع لدھیانہ** میں سردار تارا سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں طلباء اور سٹاف کا مشترکہ اجلاس ہوا۔ دعائیہ نظم کے بعد صاحب صدر نے اس یوم مبارک کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کرنے کے بعد اس کے منائے جانے کی غرض و غائت تفصیلاً بیان کی۔ ماسٹر اصحاب نے نظمیں پڑھیں۔ ماسٹر عبد العزیز صاحب اور بال کرشن جماعت ہشتم نے برکات انگلشیہ پر مضمون پڑھے۔ ماسٹر ناہر سنگھ نے جنگ اور بدامنی کے بُرے نتائج اور امن کی برکات بیان کیں۔ صاحب صدر کی نصیحتوں کے بعد سکول میں رخصت دی گئی۔ (ناہر سنگھ)

(۲) **خالصہ اے وی مڈل سکول ڈیڈیاں ضلع جہلم**۔ سکاؤٹس نے یونین جیک کو سلامی دی۔ سکاؤٹ راگ گایا۔ بعد ازاں مختلف میچ ہوئے۔ سکاؤٹس نے اچھے کرتب دکھائے۔ سردار ہری سنگھ صاحب ہیڈ کلرک ایس ایںڈ ٹی کی صدارت میں خاص اجلاس ہوا۔ سردار ایشر سنگھ صاحب نے وقت کے مطابق عمدہ تقریر کی۔ طلبا نے مضامین نظم و نثر پڑھے اور اساتذہ نے موزوں تقاریر کیں۔ شیرینی اور انعامات کی تقسیم کے بعد تعطیل منائی گئی۔ (جوگ سنگھ سرشار)

(۳) **گورنمنٹ ہائی سکول جہلم** میں سکول بینڈ کے ساتھ یونین جیک لہرایا گیا۔ جناب ہیڈ ماسٹر صاحب نے یوم مبارک پر موزوں تقریر فرمائی۔ اس کی اہمیت بتلا کر اس کے منانے کی غرض و غایت پر روشنی ڈالی۔ اپنے آپ کو برٹش راج کا باشندہ ظاہر کرنے اور ہونے پر فخر ظاہر کیا۔ ملک معظم کی درازی عمر و اقبال کے لئے دعا کی گئی۔ اور اس خوشی میں تعطیل منائی گئی۔ (محمد مطیع اللہ خاں)

(۴) **گورنمنٹ انڈسٹریل سکول فیروز پور شہر** میں لالہ برہما رام صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں پنڈت لیلا رام صاحب ڈرائنگ ماسٹر نے سلطنت برطانیہ کے برکات پر پُر جوش اور واضح لیکچر دیا۔ سردار بلونت سنگھ جی نے وفادار سرکار بننے کی ضرورت پر عمدہ تقریر کی۔ صاحب صدر نے سلطنت کے حکمرانوں کے اوصاف حمیدہ پر پُر اثر لیکچر دیا۔ اور قیمتی نصائح سے مالا مال کیا۔

ایم فضل قادر نے سلطنت کے حق میں دعائیہ کلمات پڑھے۔ حاضرین نے ایستادہ ہوکر آمین کہی۔ (فضل قادر)

سالگرہ حضور شہنشاہ معظم قیصر ہند ۳ جون حضور شہنشاہ معظم قیصر ہند کی سالگرہ کی مبارک تقریب پر حسب معمول اظہار خورسندی و عقیدت ہؤا۔ چنانچہ

(۱) **نورمل سکول گکھڑ ضلع گوجرانوالہ** کی بزم ادب نے جس کا وجود ۲ جون سے عالم ظہور میں آیا ہے۔ مسٹر ٹی لازرس ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں خاص اجلاس کیا۔ طلبائے مارچنگ اور بینڈ باجے کے ساتھ یونین جیک کی سلامی کی سکول سٹاف ایس وی اور جے وی کے متعلمین نے اپنے مضامین نظم و نثر میں اس دلی عقیدت کا اظہار کیا جو انہیں اپنے بادشاہ سلامت کے ساتھ ہے۔ مولوی محمدالدین صاحب ثاقب کی نظم بہت پسند کی گئی۔ صاحب صدر نے اس حسن عقیدت کا اظہار کیا جو حضور شہنشاہ معظم کی ہر دلعزیزی کی وجہ سے ان کی رعایا کے دلوں میں موجزن ہے۔ ایم طفیل احمد سیکرٹری نے پُرجوش الفاظ اور مؤثر لہجہ میں حضور شہنشاہ کے حق میں دعا کی۔ سردار ایشر سنگھ صاحب پی ٹی ایس نے ملک معظم کے حق میں دعا مانگی۔ اس وقت تمام حاضرین دست بستہ کھڑے تھے۔ خاتمہ پر ہپ ہپ ہرے کے نعرے لگائے گئے۔ (طفیل احمد)

(۲) **مڈل سکول چپراڑ ضلع سیالکوٹ**۔ چوہدری گوجر سنگھ صاحب نمبردار کی صدارت میں۔ بینڈ پارٹی نے بینڈ بجا کر حاضرین کو خورسند کیا۔ طلبا نے دعائیہ نظم سریلی آواز سے پڑھی۔ ماسٹر چونی لال نے اغراض و مقاصد اجلاس واضح کئے۔ محمد شفیع طالب علم نے مؤثر بھجن گایا۔ چوہدری دیوان چند صاحب غنچہ نے اپنی تیار کردہ نظم پڑھی۔ پنڈت جگت رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے گورنمنٹ انگلشیہ کی برکات کا نقشہ عام فہم زبان میں اس خوبی سے کھینچا کہ حاضرین عش عش کر اٹھے۔ مذہبی آزادی۔ صحت عامہ کی بہبودی اور دیگر مفید محاکم کے اجراء اور انتظامات کے ذکر سے حاضرین سے اپیل کی کہ سرکار کے فرمانبردار اور خیرخواہ شکر گذار رہیں۔ مولوی مبارک علی خاں شروانی سپروائزر سنٹرل کو اپریٹو سوسائٹی نے موجودہ وقت کی ایجادات اور سرکار انگلشیہ کی برکات بطریق احسن بیان فرمائیں۔ کفایت شعار بننے کے طریق اس کے فوائد۔ پیسہ بنک کی ضرورت پر روشنی ڈالی چوہدری فقیر محمد صاحب سینیٹری انسپکٹر نے صحت کے فوائد پر روشنی ڈالی۔ اس کی ضرورت کا احساس کرایا۔ متعدی امراض کے بچاؤ کی تدابیر وغیرہ بتائیں۔ سرکار انگلشیہ کی عنایات کا ذکر کیا۔ ورزش کے فوائد اور اس کی ضرورت جتلائی۔ سب نے کھڑے ہوکر بادشاہ سلامت کی درازی عمر و اقبال کے لئے دعا مانگی۔ صاحب صدر نے تمام حاضرین کی مٹھائی اور شربت سے تواضع کی۔ اجدھیا نواسی رام لیلا منڈلی کے منوہر بھجن بھی ہوئے۔ (سیکرٹری)

مبارک باد خطابات سالگرہ ملک معظم کی خوشخبری سے مسرور ہوکر مفصلہ ذیل اجلاس مبارک باد عمل میں آئے۔

(۱) **مدرسین سنٹر جودھا نگری گوجرہ** کا خاص اجلاس جناب سردار سوہن سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لائل پور کو ان کی خدمات حسنہ کے صلہ میں "سردار صاحب" کا خطاب گورنمنٹ عالیہ سے عطا ہونے پر صدق دل سے مبارک باد کا ریزو لیوشن پاس کرتا ہے اور سردار صاحب موصوف کی خدمت میں ہدیہ تہنیت پیش کرتا ہے اور مستدعی ہے کہ صاحب موصوف کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی نصیب ہو۔ (عبدالکریم)

(۲) **ورنیکلر مڈل سکول چک نمبر ۲۷۰ جھنگ دھرم کوٹ ضلع لائل پور** میں مسٹر محمد ابراہیم خلیل ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں طلباء اور اساتذہ کا اجلاس منعقد ہؤا۔ اور قرار پایا کہ

(۱) جناب سردار سوہن سنگھ صاحب پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر کی خدمت میں "سردار صاحب" کا خطاب ملنے پر تہنیت نامہ پیش کیا جائے۔

(۲) خداوند کریم کی درگاہ میں دعا کی جائے کہ ہمارے نیک رحمدل قابل اور مرنجاں مرنج افسر کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا کرے

(۳) پرارتھنا کی جائے کہ اکال پورکھ انکے اکلوتے فرزند ارجمند کی عمر دراز کرے اور انہیں زیور تعلیم سے آراستہ کرکے والد بزرگوار کے نقش قدم پر چلائے کہ وہ اپنی لیاقت شہرت اور قابلیت سے اپنے خاندان کو ماہ تاباں کی طرح روشن کرے۔

(۴) قرار پایا کہ ان ریزولیوشنوں کی نقل سردار صاحب کی خدمت میں اور ایڈیٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور و اخبار ہفتہ وار لائل کو ارسال کی جائے۔ (گنگا رام ایس وی)

(۳) گورنمنٹ انڈسٹریل سکول منٹگمری کے سٹاف کی میٹنگ لالہ جگن ناتھ صاحب چوپڑہ ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں منعقد ہوئی پاس ہوا۔ کہ عالیجناب لالہ رام لعل صاحب ایم بی ای ڈائرکٹر آف انڈسٹریز پنجاب کی خدمت میں انکی نیک نام خدمات کے صلہ میں "رائے بہادر" کا قابل قدر خطاب ملنے پر مبارک باد عرض کی جائے۔ اور اس ریزولیوشن کی ایک نقل صاحب ممدوح کی خدمت میں بھیجی جائے۔ (منوہر لعل شرما)

مڈل سکول منڈی ڈبوالی ضلع حصار

کے جونیر ریڈ کراس سوسائٹی کا اجلاس پنڈت چندر پرکاش صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر سکول کی صدارت میں سالانہ انتخاب عہدہ داران کی غرض سے ہوا۔ چنانچہ حسب ذیل نتیجہ برآمد ہوا۔ پریزیڈنٹ رجونت سنگھ طالب علم جماعت ہفتم۔ سیکرٹری ویر چند جماعت ہفتم۔ خزانچی بھگوانداس جماعت ششم۔ انتظامیہ ممبران ویدپرکاش۔ کشن چند اور دولا سنگھ صاحب صدر نے غریبوں کی حمایت کے متعلق ناصحانہ انداز اور محبت بھرے الفاظ میں تلقین کی۔ چھ سالہ رپورٹ آمد و خرچ سنائی گئی۔

سال ۱۹۲۷-۲۸ء

آمدنی		خرچ	
بقایا سابقہ	۵۰-۰-۶	امداد غریب طلبا	۵۱-۱۰-۹
چندہ ممبران	۳۷-۸-۶	ادویات	۲۴-۸-۹
امداد سینیئر ریڈ کراس سوسائٹی	۲۴-۳-۳	متفرق خرچ	۵-۱۳-۹
دان	۲۰-۹-۶	بقایا	۵۰-۴-۶
	۱۳۲-۵-۹		۱۳۲-۵-۹

سال ۱۹۲۸-۲۹ء

آمدنی		خرچ	
بقایا سابقہ	۵۰-۴-۶	امداد غربا	۵۲-۱-۰
چندہ	۴۸-۵-۶	ادویات	۳-۰-۶
امداد	۲۵-۲-۹	متفرق	۵-۸-۰
دان	۱۳-۱۰-۰	بقایا	۷۴-۱۲-۳
	۱۳۷-۶-۹		۱۳۷-۶-۹

سال ۱۹۲۹-۳۰ء

آمدنی		خرچ	
بقایا سابقہ	۷۴-۱۳-۳	امداد غربا	۲۰-۶-۶
چندہ ممبران	۴۶-۱۴-۶	ادویات	۹-۱-۶
امداد	۲۶-۲-۰	متفرق	۰-۴-۹
دان	۸-۱۱-۶	بقایا	۱۲۶-۱۲-۶
	۱۵۶-۹-۳		۱۵۶-۹-۲

سال ۱۹۳۰-۳۱ء

آمدنی		خرچ	
بقایا سابقہ	۱۲۶-۱۲-۶	امداد غربا	۲-۴-۶
چندہ	۴۵-۱-۶	خرچ صحت کلب	۱۰-۹-۳
سود ڈاکخانہ	۰-۹-۶	بقایا	۱۵۹-۹-۹
	۱۷۲-۷-۶		۱۷۲-۵-۶

سال ۱۹۳۱-۳۲ء

آمدنی		خرچ	
بقایا سابقہ	۱۵۹-۹-۹	امداد غربا	۲۶-۳-۶
چندہ ممبران	۴۱-۱-۰	خرچ صحت کلب	۱۱-۹-۰
سود ڈاکخانہ	۳-۳-۱	بقایا	۱۶۶-۲-۱
	۲۰۳-۱۴-۷		۲۰۳-۱۴-۷

سال ۱۹۳۲-۳۳ء

آمدنی		خرچ	
بقایا	۱۶۶-۲-۱	امداد غربا	۳
چندہ ممبران	۴۷-۷-۶	صحت کلب	۱۲-۱۵-۳
		بقایا	۱۹۷-۸-۱
	۲۱۳-۹-۷		۲۱۳-[illegible]

([illegible])

مڈل سکول کیلنگ لاہل ضلع کانگڑہ

کے گارڈن ڈے ۔ کیلنگ ضلع کانگڑہ کے شمال مشرقی گوشے میں انتہائی جگہ پر ہے جس کی بلندی سطح سمندر سے دس ہزار چار سو فٹ ہے گو وہ تحصیل کلو سے متعلق ہے مگر کلو اور اس کے درمیان تیرہ ہزار فٹ بلند پہاڑ رہتانگ پاس ہے۔ یہ کلو اور لاہل کی حد فاصل ہے۔ ایک طرف دریائے باس کا منبع اور دوسری طرف چندر ندی کا طاس ہے۔ یہاں کی آب و ہوا سردیوں میں سخت سرد اور گرمیوں میں بھی سرد ہے۔ ماہ اکتوبر سے یہاں سردی شروع ہو جاتی ہے۔ ماہ مئی کے تیسرے ہفتے کی حالت یہ ہے کہ پانی کم منجمد ہو رہا ہے۔ سطح صاف کی رات میں ککر پڑ

رہتا ہے۔ سال بھر مغربی ہوائیں چلتی ہیں۔ چونکہ خشکی کی جانب سے آتی ہے۔ لہذا موسم کو خشک بنائے رکھتی ہیں۔ بڑی اونچائی پر ہونے کی وجہ سے بادل یہاں خوب برف باری کرتے ہیں۔ سال حال میں اوسطاً پست علاقوں میں ۱۲ فٹ برف پڑتی ہے۔ ایسی آب و ہوا میں ظاہر ہے کہ یہاں صرف ایسی پیداوار ممکن ہے جس کی طبعی عمر چار ماہ ہو یا وہ درخت جو آٹھ ماہ خزاں اور سردی کی شدت میں زندہ رہ سکیں۔ تخم ریزی اور درخت لگانے کا کام وسط مئی کے بعد ہی شروع ہوتا ہے۔ پھلدار درختوں کی مقدار نفی کے برابر ہے۔

گارڈن ڈے کا کام (۱) پھلدار درختان حاصل نہ ہونے سے کشتو اور زردالو کے بیج بوئے گئے۔ (۲) احاطہ کی حفاظت اور زیبائش کی غرض سے بیلی کے درخت احاطے کی حدود پر نصب ہوئے۔ بیلی لوکل نام ہے۔ یہ سرد علاقے کا بید مجنوں ہے۔ اسکی چھال چارے کا کام دیتی ہے۔ لکڑی ایندھن اور عمارت کے کام آتی ہے۔ (۳) احاطہ سکول کے اندر مناسب فاصلے پر زیبائش کی غرض سے سفیدے کے درخت نصب ہوئے۔ اسے اگر سرد علاقے کا یوکلپٹس کہیں تو بجا ہے۔ اسی قسم کا بلند اور سفید چھال کا درخت ہے۔ مگر یہ چھال نہیں بدلتا۔ (۴) جھاڑیوں سے جن میں خوشرنگ پھول لگتے ہیں اور جنگلی خودرد پھول گلاب گل سوسن مسودرشن وغیرہ سے احاطہ کی حاشیہ آرائیاں کی گئی ہیں۔

خوشی کی بات ہے کہ مقامی مدرسین نے درختوں کی فراہمی اور انکے لگانے میں طلبا کی پورے طور پر مدد کی۔ (دھریا نند ہیڈ ماسٹر)

مڈل سکول بنجار تحصیل سراج } یوم والدین ٹھاکر کشن سنگھ صاحب نائب تحصیلدار کی صدارت میں بچوں کے والدین کے علاوہ کئی اور معزز بھی شامل ہوئے۔ طلبا نے لطائف وظرائف سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ علم کے فوائد گائے۔ سلالہ گنگارام ہیڈ ورنیکلر ٹیچر نے غرض وغایت اجلاس پر کافی روشنی ڈالی سدرسین اور والدین کے باہمی تعلقات پر کافی روشنی ڈالی۔ پنڈت رتن چند صاحب اگنی ہوتری سیکنڈ ماسٹر نے علم کی ضرورت پر پُر اثر لیکچر دیا یعنی طلباء کو وہ باتیں سکھائی جائیں جو انہیں سوسائٹی کا مفید رکن بنا سکیں۔

ہیڈ ماسٹر صاحب نے سالانہ رپورٹ پڑھی اور سکول کے قیام سے موجودہ وقت تک تمام ترقیوں کا مفصل ذکر تھا۔ پریزیڈنٹ صاحب نے تمام کارروائی پر تبصرہ کرتے ہوئے سکول رپورٹ پر اظہار خورسندی کیا۔ اور فرمایا کہ سکول تمام نواح ایک حافرہ میں نمایاں ترقی کر رہا ہے اور سکول میں طلبا کی جسمانی ذہنی اور اخلاقی تعلیم کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ عوام کے اعتراضات تعلیم دلانے سے متعلق فضول اور بے بنیاد ہیں۔ والدین کا فرض اولین بچوں کو زیور علم سے مزین کرنا ہے۔ اس لئے انکا فرض ہے کہ بچوں کو سکول میں داخل کرائیں اور ماسٹر صاحبان کی ہدایات پر پورے طور سے عمل پیرا ہوں۔ (بسنت رام شرما)

لوئر مڈل سکول چھپار ضلع لودھیانہ } ۱۵ مئی کو نواب سعید اللہ خاں صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر، شیخ عبدالرحیم صاحب تحصیلدار کے ہمراہ دیہہ ہذا میں تشریف لائے۔ باشندگان دیہہ اور معززین نے پرتپاک استقبال کیا۔ آپ نے شرفا اور عملہ مدرسین کے ہمراہ ایک میل کا فاصلہ پیدل چل کر پبلک کو صفائی اور تعلیم کے فوائد اور پولی کے نقصانات بیان فرماتے ہوئے میلہ گاہ میں پہنچے۔ کھیتوں کا ملاحظہ فرما کر ان میں پولی کو نہ پا کر بہت خوش ہوئے۔ واپسی پر لوئر مڈل سکول ہذا کا سرسری ملاحظہ فرمایا۔ طلبا ابھی بے وقت ہونے کی وجہ سے حاضر نہ ہوئے تھے۔ مدرسہ کے بارونق باغیچے۔ صفائی مدرسہ اور عمارت سکول کو دیکھ کر خوب تعریف ہوئی۔ جلسہ گاہ میں فرمایا کہ

(۱) پنچایتی کمیٹی کے ممبران و اہالیان دیہہ کو چاہیئے کہ سکول میں طلبا داخل کرائیں۔ سکول زیادہ بارونق ہو۔ ہر بچے کو گھر کے کام کے قابل بنانے کے لئے تعلیم دلانا ضروری ہے۔

(۲) پنچایتی کمیٹی کے جرمانہ کا جمع شدہ روپیہ رفاہ عام یعنی گاؤں کے نزدیک کھاد کے ڈھیر اٹھوانے۔ شکر [illegible] کنواں کی مرمت منڈیر

کے فوری اخراجات پر خرچ کیا جائے۔ روپیہ جمع رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

(۳) گاؤں کے قریبی کھاد کے ڈھیروں کو اُٹھوا کر کافی فاصلہ پر گڑھوں میں رکھا جائے۔

(۴) پنچایتی کمیٹی تعلیم اور صفائی پر خاص متوجہ ہو۔

عوام کی تکالیف اور ضروریات سُنکر معقول جوابات دیئے

(رامجیداس ہیڈماسٹر)

فزیکل ٹریننگ ریفریشر کورس جگادھری

کے خواجہ محمد تقی حسین صاحب فزیکل ٹریننگ اے ڈی آئی کی نگرانی میں ۹ مئی سے ۱۸ مئی تک قرار پایا۔ روزانہ ڈرل کے پروگرام کے علاوہ دن کے وقت دیہات سدھار۔ طریقہ تعلیم جغرافیہ۔ اُردو انشاپردازی اور نسل کشی مویشیاں پر مختلف مضامین کے لیکچر ہوئے۔ جن میں لالہ موہن لعل صاحب ہیڈماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول۔ لالہ بشمبر سہائے صاحب ایم اے۔ بی ٹی۔ مولوی سجاد علی فرحان۔ راؤ نواب علی خاں فزیکل ٹریننگ انسٹرکٹر نے حاضرین کو مستفید فرمایا۔ دیہات سدھار کا مضمون ہیڈماسٹر صاحب کے زور قلم کا نتیجہ اور نہایت ہی معنی خیز و موثر مضمون تھا۔ باقی مضامین بھی اپنی اپنی نوعیت و اہمیت کے لحاظ سے اعلےٰ اور فائدہ بخش تھے۔ چوہدری گیلارام صاحب وٹیرنری اسسٹنٹ کا مضمون نسل کشی مویشیاں پر اثر تھا۔ رات کو بیت بازی۔ مشاعرہ۔ مکالمہ ہوا۔ اور مدرس طلباء گورنمنٹ سکول اور مدرسین سکول دیہات خالی از دلچسپی نہ تھے۔ آنے والے مدرسین نے نہایت دلچسپی کا اظہار کیا۔ چنانچہ منشی عبدالرشید صاحب ارشد کی نظم قابل ذکر ہے۔ مشاعرہ میں حصہ لینے والے مدرسین اور طلبا کی دلچسپی قابل داد ہے۔ راؤ نواب علی خاں اور قاضی نیاز محمد صاحب کی نظمیں بہت دلچسپ تھیں۔ ریفریشر کورس کے دوران میں اتوار کو بمقام بوڑیہ تمام مدرسین۔ ہیڈماسٹر صاحب اور خواجہ صاحب کی نگرانی میں سیر و تفریح کو گئے۔ جہاں لوئر مڈل سکول میں ہیڈماسٹر صاحب جگادھری کی جانب سے تمام حاضرین کے لئے ناشتہ کا انتظام تھا ہر دو محل۔ رنگ محل اور قلعہ اور پُرانے کھنڈرات کی سیر کے بعد واپس ہوئے۔ دوسرے دن شام کو موضع گوبندپوری میں تمام مدرسین دیہات سدھار کی غرض سے گئے۔ جہاں طلباء۔ مدرسین نے تمام گاؤں میں نظموں اور گانے سے پرچار کیا اور انکا مطلب عوام کو سمجھایا۔ ذیلدار صاحب کے مکان پر لالہ موہن لعل صاحب ہیڈماسٹر کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ چودھری گیلارام صاحب ڈاکٹر مویشیاں نے دیہاتی پنچائتوں کے قیام پر توجہ دلائی۔ کھاد کے استعمال اور صفائی کے متعلق انہیں بخوبی سمجھایا۔ ڈرل انسٹرکٹر صاحب نے دیہات سدھار پر روشنی ڈالتے ہوئے رسومات قبیحہ کے انسداد اور اسراف بیجا کے متعلق سمجھایا۔ صاحب صدر نے یورپ کے دیہات کا اپنے ہاں کے دیہات سے مقابلہ کرتے ہوئے حاضرین کو ہدایت دی کہ صفائی کے عامل ہو کر اپنے گھروں گلی کوچوں کو صاف ستھرا رکھنے کی کوشش کریں۔ دوسرے دن گورنمنٹ ہائی سکول کے اساتذہ نے دیہات کے مدرسین کو الوداعی پارٹی دی جس میں قاضی نیاز محمد نے خواجہ صاحب اور ہیڈماسٹر صاحب کی شبانہ روز محنتوں کا ذکر فرمایا۔ مولوی سجاد علی فرحاں اور راؤ نواب علی خاں نے اپنی دلپذیر نظمیں سنائیں۔ ہیڈماسٹر صاحب اور سردار ہرنام سنگھ صاحب اے ڈی آئی جگادھری اور خواجہ صاحب کی تقریروں کے بعد جلسہ ختم ہوا۔ ۱۸ مئی کو اختتامی جلسہ سودھی درگا پرشاد صاحب سب جج کی صدارت میں ہوا۔ آپ نے مدرسین دیہات کے دس یوم کی کارکردگی پر اظہار مسرت فرمایا۔ اور خواجہ صاحب کی مساعی جمیلہ طلبا گورنمنٹ سکول کی مختلف ورزشوں اور حسن کارکردگی کی تعریف کی۔

(سجاد علی فرحاں)

اظہار شکریہ

کہ رہنمائے تعلیم کی دلی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ کہ اس کے دلی کرمفرما جناب سردار سوہن سنگھ صاحب بی ۔ اے ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لائل پور کو حضور ملک معظم قیصر ہند کی سالگرہ کی مبارک تقریب پر سردار صاحب کے خطاب سے مفتخر کیا گیا ہے۔ اس خوشی میں سردار موصوف الصدر کی خدمت میں اپنے احباب اور کرمفرماؤں کی طرف سے مبارک باد کے بے شمار خطوط موصول ہوئے ہیں۔ اگرچہ آپ نے انفرادی طور پر تمام اصحاب کا شکریہ ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اجتماعی طور پر

ان الفاظ کے ساتھ تمام مہربانوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ (سپدیوا)

مکرمی ایڈیٹر صاحب رہنمائے تعلیم لاہور۔ مندرجہ ذیل الفاظ اپنے موقر رسالہ میں شائع فرما کر مشکور فرماویں۔

میں جملہ ہیڈ ماسٹر صاحبان اور مدرسین کا مشکور ہوں۔ جنہوں نے مجھے "سردار صاحب" کا خطاب ملنے پر مبارک باد کی چٹھیاں ارسال کیں۔ میں نے انفرادی طور پر تمام اصحاب کے شکریہ کے اعتراف کی کوشش کی ہے۔ لیکن مناسب سمجھتا ہوں کہ اجتماعی طور پر ایسے تمام دوستوں کا شکریہ ادا کروں جنہوں نے میری عزت افزائی میں خوشی کا اظہار کیا ہے۔ یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اس عزت میں جملہ اراکین محکمہ تعلیم کا حصہ ہے۔ جن کی مدد و معاونت اور اشتراک عمل سے مجھے یہ عزت حاصل ہوئی اور یہ بھی چاہتا کہ میری مثال سب کے لئے قابل تقلید ہو۔ خدمت خلق خدا کے لئے نیک نیتی اور پورے انہماک سے کام کرنا وقت پر اپنا پھل ضرور لاتا ہے۔ نیاز مند (دستخط) سوہن سنگھ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لائل پور

مبارکباد ڈی بی اے وی مڈل سکول نجف گڑھ صوبہ دہلی کے اساتذہ و تلامذہ کا ایک جلسہ ۵ر جون کو بصدارت پنڈت امراؤ سنگھ صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر منعقد ہوا۔ مندرجہ ذیل تجویز اتفاق رائے سے پاس ہوئی۔

(۱) یہ جلسہ عالیجناب شیخ غلام محی الدین صاحب بی اے بی ٹی پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس صوبہ دہلی کی خدمت بابرکت میں گورنمنٹ عالیہ کی طرف سے ان کی احسن خدمات کے صلے میں "خان صاحب" کے معزز و مبارک خطاب عطا ہونے پر ہدیہ تہنیت و مبارک باد پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ آئندہ صاحب موصوف کو ایسے بہت بلند اعزاز نصیب ہوں۔ آمین ثم آمین"

(۲) اس خوشی میں تین نعرہ ہائے خوشی لگائے جائیں۔

(۳) نقل صاحب موصوف و رسالہ رہنمائے تعلیم اور پنجاب ایجوکیشنل جرنل کو ارسال کی جائے۔ (امراؤ سنگھ پریزیڈنٹ)

اظہار ہمدردی رہنمائے تعلیم نے یہ خبر بد اثر دلی رنج سے سُنی کہ رائے بہادر مسٹر من موہن ایم اے ڈویژنل انسپکٹر مدارس لاہور ڈویژن کے والد بزرگوار جناب ڈاکٹر کالو رام صاحب کافی علالت کے بعد رہگرائے عالم بقا ہو گئے ہیں۔ وہ اس سانحہ جاں فرسا میں رائے بہادر موصوف سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور داعی ہے کہ سورگباشی ڈاکٹر صاحب کو قادر مطلق اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی طاقت عطا کرے۔ (سپدیوا)

اس حادثہ میں رائے بہادر سے ہمدردی کے ریزولیوشن مفصلہ ذیل مدارس سے موصول ہوئے ہیں۔

(۱) انجمن معلمین مڈل سکول کھیم کرن ضلع امرتسر کا اجلاس ۱۲ر جون کو مسٹر ڈبلیو اے ساک اے ڈی آئی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں لالہ ہری چند صاحب ہیڈ ماسٹر نے عالیجناب رائے بہادر مسٹر من موہن انسپکٹر لاہور ڈویژن کے والد بزرگوار کے انتقال پُر ملال کی خبر بد اثر کا ذکر کیا۔ جس پر حاضرین نے دلی رنج و افسوس کا اظہار کیا پرماتما سے پرارتھنا کی گئی کہ سورگباشی کی روح کو شانتی دیوے اور رائے بہادر صاحب کو صبر جمیل اور استقامت کی طاقت عطا کرے۔ دگوردانش ما سیکرٹری

(۲) ۱۲ر جون کو معلمین دین آر ڈی بی ہائی سکول کرتار پور کا غیر معمولی اجلاس سردار گوردیال سنگھ صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں رائے بہادر مسٹر من موہن انسپکٹر آف سکولز لاہور ڈویژن کے محترم والد صاحب کی وفات حسرت آیات پر اظہار افسوس کیا گیا اور قرار پایا کہ اس کی ایک نقل صاحب موصوف کی خدمت میں ارسال کیجائے۔ اور ایک اُردو اخبار کو بھیجی جائے۔ (کانشی رام اگروال)

(۳) شری سناتن دھرم مڈل سکول لاہور چھاؤنی کی انجمن معلمین کا ایک خاص اجلاس ۱۸ جون کو منعقد ہوا۔ جس میں لالہ بہاری لال مسٹر من موہن ایم اے انسپکٹر مدارس حلقہ لاہور کے والد بزرگوار جناب ڈاکٹر کالو رام صاحب کی وفات حسرت آیات پر اظہار رنج و ملال کیا گیا اور دعا کی گئی کہ مالک ہر دو جہاں مرحوم کی روح کو تسکین عطا کرے اور انسپکٹر صاحب ممدوح و دیگر پسماندگان کو صبر و شکر کی توفیق دے۔ (کلونت رائے ہیڈ ماسٹر)

اظہار ملال و ہمدردی ریاست پٹیالہ کے چیف انسپکٹر صاحب مدارس سردار پنڈت بھگت رام صاحب بی اے کے فرزند کی نہایت بے وقت اور ناگہانی موت کی خبر سے رہنمائے تعلیم اور مدارس کے کارکنان خاص طور پر ملول ہوئے۔ وہ سب اپنی دلی ہمدردی کا اظہار سردار صاحب موصوف سے کرتے ہیں۔ خدائے پاک مرحوم کو اواگون کے مراحل سے نجات اور غمزدہ والدین اور اعزہ و اقارب کو صبر و شکر کی طاقت عطا کرے۔ (سپچدیوا)

آپ کے ماتحت مفصلہ ذیل مدارس سے اظہار ہمدردی کے خطوط موصول ہوئے ہیں۔

(۱) ورنیکلر مڈل سکول گھنوری کلاں ریاست پٹیالہ۔ لالہ موہن لال صاحب ہیڈ ماسٹر نے اپنے سٹاف اور طلباء سے اس حادثہ جانکاہ کا ذکر کرتے ہوئے اظہار رنج و ملال کیا۔ سربجے اتفاق رائے سے اظہار ہمدردی کا ریزولیوشن پاس کیا اور مرحوم کی نجات کے لئے دعا کی گئی اور آرزو کی گئی کہ پسماندگان کو صبر و شکر کی طاقت عطا ہو۔ (دزبجن سنگھ عاجز)

(۲) اے وی مڈل سکول دھموٹ۔ سٹاف مدرسہ اس صدمہ جانکاہ و دلخراش پر نہایت ہی رنج ظاہر کرتا ہے۔ اور ایشور سے مستدعی ہے کہ مرحوم کی روح کو شانتی بخشیں اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرماویں۔

(۳) مڈل سکول بنوڑ۔ یہ میٹنگ عالیجناب چیف انسپکٹر صاحب مدارس کے فرزند دلبند کی وفات حسرت آیات پر رنج و غم کا اظہار کرتی ہے اور دعا کرتی ہے کہ ایشور ان کی روح کو شانتی بخشے اور صاحب موصوف اور دیگر لواحقین کو صبر عطا فرمائے۔ ایک کاپی دفتر صاحب ممدوح اور دوسرے رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور میں بغرض اشاعت بھیجی جائے۔ (نانک چند ٹیچر)

رسالہ رموزِ صحت کا تصحیح نامہ ہماری مرتبہ کتاب "رموزِ صحت" کے پہلے ایڈیشن میں کچھ ایسی خامیاں رہ گئی تھیں۔ جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ڈاکٹر شیاما چرن صاحب ورما میڈیکل آفیسر بن پوری اس کے لئے ہمارے اور تمام خریداران رسالہ کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے ازراہِ کرم اپنا قیمتی وقت صرف کر کے اس کا صحت نامہ ترتیب دیا ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں تمام اصلاحات درست کر دی جائینگی۔ پہلے ایڈیشن کی باقیماندہ کاپیوں میں بھی صحت نامہ جو چھپنے کے لئے بھیجا جا رہا ہے۔ شامل کر دیا جائیگا۔ جو اصحاب ابتک اسے منگا چکے ہیں۔ وہ کتاب کو اپٹوڈیٹ بنانے کے لئے اِس صحت نامہ کے مطابق دُرست کریں۔ آئندہ خرید کرنے والے اصحاب کو کتاب مکمل اور اپٹوڈیٹ ملے گی۔

نمبر صفحہ	نمبر سطر	غلط	صحیح	نمبر صفحہ	نمبر سطر	غلط	صحیح
۲	۲	پسینوں	پسینے	۱۲	۱	فلٹریشن	فلٹر پیپر
۳	۷	آمدن	آمدنی	۱۵	۱	کا سفوف ہوتا ہے	کے سفوف کا جوہر (ست) ہوتا ہے
۳	۱۶	داخل ضرور ہے	داخلہ ضروری ہے	۲۰	۱۳	مُضر	مُہلک
۶	۲۲	باہر	دُور	۲۱	۱۹	نکوٹین	الکحل
۷	۱۱	اُگنا اور سڑنا	اُگ کر سڑنا	۲۲	۱۳	مضر صحت ہیں	مضر صحت ہے
[illegible]	[illegible]	[illegible]	تازہ ہوا کے آنے اور خراب		۱۵	افیون کا ست ہوتا ہے	بے حس کرنے والی شے ہے

تصحیح نامہ رسالہ رموز صحت

اجلاس ایمپائر ڈے

(۱) ایم بی مڈل سکول چوہڑ کانہ منڈی - لالہ کدار ناتھ صاحب بی ایس سی بی ٹی ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں۔ حمد الٰہی کے بعد پنڈت رام رکھامل کی تقریر ہوئی۔ لالہ جے دیال صاحب بھاٹیہ نے برکات انگلشیہ پر لیکچر دیا۔ شیخ بشیر حسین صاحب نے بادشاہ کی درازی عمر کی دعا کی۔ راگ پارٹی نے راگ گائے۔ (رحیم بخش)

(۲) گورنمنٹ انڈسٹریل سکول منٹگمری - لالہ جگن ناتھ صاحب چوپڑہ ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں حمد الٰہی کے بعد طلبا اور سٹاف نے برکات انگلشیہ پر مضمون پڑھے۔ صاحب صدر نے ایمپائر ڈے کی اصلیت اور اہمیت واضح طور پر بیان کی۔ حضور ملکہ وکٹوریا آنجہانی کے چار اصول ہمدردی۔ سادگی۔ پابندی وقت اور فرض شناسی بیان کئے۔ (منوہر لعل شہا)

(۳) ڈی بی ہائی سکول خانقاہ ڈوگراں - شیخ احمد الدین صاحب سہگل ایم اے بی ٹی کی صدارت میں دعائیہ نظم کے بعد ماسٹر ممتاز علی صاحب عامری نے اس دن کی غرض وغائت بتائی۔ ماسٹر محمد اسلم نے زمانہ ماضی وحال کا مقابلہ کرکے برکات انگلشیہ واضح کیں۔ دعا کے بعد طلبائے سکول نے مختلف کھیلوں میں حصہ لیا۔ (محمد اسلم)

(۴) مڈل سکول قاحہ دھرم سنگھ ضلع شیخوپورہ میں ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں۔ طلبا نے دعائیہ نظمیں پڑھیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے بادشاہ سلامت کی درازی عمر کے خود ساختہ شعر پڑھے اور طلبا سے کھلائے کھیلوں کے بعد جلسہ ختم۔ (دلیپ سنگھ)

(۵) این اے سی مڈل سکول بوڑیوالہ - سردار اقبال سنگھ صاحب ایس ڈی او کی صدارت میں۔ سکاؤٹس باوردی اور طلبا اعلےٰ لباس میں ملبوس تھے۔ یونین جیک لہرایا گیا۔ دلچسپ نظمیں پڑھی گئیں۔ لالہ جیونداس صاحب سیکنڈ ماسٹر نے ناصحانہ اور مفید مطلب تقریر کی۔ مولوی غلام اسد اللہ خاں افغانی نے نظام حکومت اور برکات برطانیہ پر ولولہ انگیز تقریر کرتے ہوئے حاضرین کو مسحور کیا۔ لالہ ہیرا نند صاحب کھنہ ہیڈ ماسٹر نے حضور ملک معظم کے سوانح حیات سے دلچسپ اور سبق آموز واقعات سنائے۔ بعد میں مندرجہ ذیل عطیات کا اعلان کیا گیا۔

(۱) دو روپے سکول کے اس طالب علم کو دیئے جائیں گے جو ستھرا پن پر عمدہ مضمون لکھ کر آئے۔

(۲) پانچ روپے موسم گرما میں طلبا کے لئے پانی پینے کا وسیع انتظام کرنے کو دیئے۔ لالہ جیونداس صاحب سیکنڈ ماسٹر بوڑیوالہ نے ایک ایک روپیہ دو طالب علموں کو عمدہ راگ گانے کے لئے انعام دیئے۔ (بہاول بخش)

گورنمنٹ ہائی سکول کلو ضلع کانگڑہ - لالہ دیوکی نندن صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر کی آمد سے سکول ہر پہلو سے ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ قلیل عرصہ میں اپنی حسن لیاقت اور خداداد قابلیت سے ظاہر وباطن سے پاک اور صاف کردیا۔ سال حال کے نتائج۔ ورنیکلر فائنل ۱۰/۱۰ ایک وظیفہ کی توقع۔ میٹریکولیشن ۱۱/۱۶ یہ نتیجہ اگر سکول کی فضا۔ علاقہ کی دور افتادگی اور پسماندگی کو ملحوظ رکھا جائے تو قابل تحسین ہے۔ زیر تربیت طلبا کی بہت کم تعداد کسی کو کسی جماعت میں فیل کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ مقابلہ ایسے سکولوں سے ہوا جو نہایت بہتر حالات میں ہیں۔ عوام کی تعلیمی دلچسپی بالکل صفر کے برابر ہے۔ ملازمتوں کا میدان نہایت محدود۔ علاقہ لاہول کے طالب علم بہت کم حاضر رہتے ہیں۔ سکول کی تعداد میں خاصہ اضافہ ہوا ہے۔

ایمپائر ڈے کی تقریب میں مسٹر مہرا ایس ڈی او کلو کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ برگزیدہ اصحاب اور گورنمنٹ سرونٹس شامل ہوئے۔ بینڈ نے سلامی اتاری۔ سکاؤٹ کھیل دکھائے گئے۔ اساتذہ نے مناسب موقعہ تقاریر کیں۔ گیت گانے اور طلبا کی تقریریں ہوئیں۔ رام چرن جماعت پنجم کو صاحب صدر نے عمدہ گانے پر پانچ روپے انعام دیئے۔ بادشاہ سلامت کی سلامتی کی دعا اور قومی گیت کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ (کرتار سنگھ سیکنڈ ماسٹر)

ڈی بی اینگلو ورنیکلر سکول دہرہ گوپی پور ضلع کانگڑہ - جناب پنڈت مرلی دھر صاحب مودگل ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع کانگڑہ۔ پنڈت رگھناتھ چند صاحب مہتہ

اے ڈی آئی وپنڈت چاند کشور صاحب اے ڈی آئی فزیکل ٹریننگ کی معیت میں تشریف فرما ہوئے۔
رات کو طلباء سکول نے قبیح رسومات اور انکے تدارک کے متعلق ڈرامہ دکھایا۔ باوجود بارش کے حاضری کافی تھی۔ دوسرے دن پہلے فار آل۔ ماس ڈرل بذریعہ گراموفون۔ میوزک فار آل اور دیسی کھیلوں کا ملاحظہ ہوا۔ عمدہ تنظیم سے ہر سہ اصحاب محظوظ ہوئے۔ جلسہ یوم الوالدین کی آپ نے صدارت فرمائی۔ حاضری پانچ سو کے قریب تھی۔ پرارتھنا کے بعد طلباء نے چند انگریزی ڈرامے دکھلائے۔ ٹھاکر اندر چند صاحب اور ڈاکٹر تارا چند صاحب نے تعلیم اور صفائی کے متعلق دلاویز تقریریں کیں۔ سردار سوجان سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر سکول نے سالانہ رپورٹ پڑھتے ہوئے فرمایا۔ کہ سکول ہر شعبہ میں ترقی کنال ہے۔ اور طلباء کی جو طرفہ نشوونما کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ نتائج بڑھ چڑھ کر نکل رہے ہیں۔ دراصل صاحب صدر کی آمد سے ضلع کی قسمت بیدار ہو چکی ہے اور وہ ہر پہلو میں ترقی کر تا رہا ہے۔ صاحب ممدوح نے اپنے ہاتھوں سے مستحق طلباء کو انعامات تقسیم فرمائے اور مؤثر تقریر کی۔

اب تحصیل دہرہ کے معلمین کے جلسہ کی کارروائی عمل میں آئی جس میں انجمن نے مفصلہ ذیل ریزولیوشن پاس کیا۔ "انجمن ہذا آقائے نامدار پنڈت مرلی دھر صاحب موونگل کی محترمہ والدہ ماجدہ کے سرگباش ہونے پر اظہار افسوس کرتی ہے۔ اور پرماتما سے ملتجی ہے کہ مرحومہ کی روح کو شانتی بخشیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کریں"۔ پنڈت دونی چند کلرک دفتر صدر نے رجسٹرز کے متعلق مدرسین کو چند ہدایات نوٹ کرائیں۔ پنڈت چاند کشور صاحب نے ورزش جسمانی کے متعلق مؤثر تقریر کی۔ اور ایک پروگرام مدرسین کو نوٹ کرایا۔ پنڈت رگھناتھ چند صاحب مہتہ نے اپنے وسیع تجربہ اور ذاتی معلومات کی بنا پر مدرسین کو انکے نقائص و علاج کے متعلق قیمتی مشورے دیئے۔ پنڈت چاند کشور صاحب نے تھوڑا سا پریکٹیکل کام ورزش جسمانی کا کرایا۔　　(ہیڈ ماسٹر سکول)

ڈی بی ہائی سکول خانقاہ ڈوگراں

کے (۱) سکول کی علمی اور عملی زندگی کے ہر پہلو اور ہر شعبہ کے متعلق سکول نتائج یہ ثابت کر رہا ہے کہ کیسی جلدی سے سکول نے صف اول میں جگہ حاصل کی ہے۔ دیگر سرگرمیوں کے علاوہ سکاؤٹس فرسٹ ایڈ کی باقاعدہ تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ چنانچہ صاحب سول سرجن بہادر کے امتحان میں ۱۱/۱ کامیاب ہوئے۔ صاحب ممدوح نے اظہار طمانیت کے بعد ایک اور کلاس جاری کرنے کی ہدایت کی۔ سکاؤٹ ٹروپ نے گرینڈ پراونشل ریلی لاہور میں صوبہ بھر میں دوم رہکر امتیازی شان حاصل کی ہے جس کی کامیابی کا سہرا شیخ احمد دین صاحب سہگل ایم اے بی ٹی کے سر ہے۔ جو تحریک سکاؤٹنگ کے بانی مبانی ہیں اور خاص دلچسپی لیتے ہیں۔
(۲) جناب سردار نونہال سنگھ صاحب رئیس ماتانوالہ وائس چیرمین اتفاقیہ تشریف فرما ہوئے۔ سکول بوجہ آخری ہفتہ بند رہا۔ آپ نے انجمن معلمین کے اجلاس میں شرکت فرما کر ممنون کیا۔ باغیچہ سکول۔ سپورٹس روم۔ سکاؤٹس روم۔ سائنس روم اور دیگر تعلیمی کمرے ملاحظہ فرمائے۔ اور لاگ بک میں تحریر فرمایا۔
"گذشتہ سالانہ معائنہ پر سکول کے پانچ اساتذہ کو گڈ ریمارکس ملے۔ جو نہایت حوصلہ افزا ہے۔ تعلیمی نتائج ایکسلنٹ ہیں چنانچہ جماعت کا سنٹر نتیجہ اور جماعت ہشتم کا ورنیکلر فائنل نتیجہ سو فیصدی ہے۔ یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ سکاؤٹس نے گذشتہ اپریل میں والٹن پارک کی ریلی میں صوبہ بھر میں دوم رہنے کا امتیاز حاصل کیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب سکول کے کام میں اچھی دلچسپی لیتے ہیں۔ سکول اعلےٰ پیمانے پر ترقی کر رہا ہے"۔　　(محمد اسلم)

ڈی بی مڈل سکول منڈی ڈبوالی ضلع حصار

کے ضلع ہذا میں کیا بلحاظ تعداد طلباء۔ اوسط حاضری اور فیس بلکہ تعلیم اور کھیلوں میں اس سکول کا ہم پایہ کوئی نہیں۔ امسال ڈسٹرکٹ ٹورنمنٹ کے موقعہ پر والی بال اور اسٹیبلٹکس میں اول رہ کر وہ نام پیدا کیا کہ حریف بھی آفرین آفرین کہے بغیر نہ رہ سکے۔

ورنیکلر فائنل امتحان میں مجموعی طور پر ۸۸ فیصدی بمقابلہ انگریزی اُردو ۔ جنرل تاریخ ہندی و سنسکرت میں سو فیصدی ریزلٹ دکھا کر اچھی ترقی کا ثبوت دیا ہے ۔ چھ طلبا کا نمبروں کے لحاظ سے صوبہ میں تھرڈ فورتھ اور ضلع میں فرسٹ سیکنڈ رہنا سکول کی شہرت کو نمایاں کرتا ہے ۔ ضلع کے تین ادپن وظائف سے دو اس سکول نے حاصل کئے ۔ سالانہ معائنہ کے موقعہ پر سکول کا حسب دلخواہ رہنا افسران بالادست کی خوشنودی کا موجب ہو رہا ہے ۔ اس ترقی کا سہرا پنڈت چندر پرکاش جی کے سر پر ہے ۔ پنڈت دھاری مل ہیڈ ورنیکلر ٹیچر کی سرتوڑ محنت بھی قابل داد ہے ۔ (پرمیشوری لعل)

مڈل سکول بڈھا گورایہ ضلع سیالکوٹ کے ۳۰ مئی کو ہیڈ ماسٹر صاحب کی صدارت میں جملہ ممبران سٹاف و طلبا کا مشترکہ جلسہ چوہدری جہان خاں صاحب آنریری مجسٹریٹ و جاگیردار ذیلدار بڈھا گورایہ کی وفات پر اظہار تاسف کرنے کو منعقد ہوا ۔ جو ۲۹ مئی کو رحلت فرما ہوئے تھے ۔ مرحوم اعلےٰ پایہ کے مدبر ۔ خلیق اور ہمدرد بنی نوع انسان تھے اور ہمیشہ رفاہ عامہ کے کاموں میں دلچسپی لیتے رہے ہیں ۔ آپ کی کوشش سے قصبہ ہذا میں اینگلو ورنیکلر مڈل سکول ۔ گرل سکول ۔ ہر دو ہسپتال یونین بنک ۔ پنچائت کمیٹی اور دیگر کئی مفید تحاریک جاری ہیں ۔ سب نے خدا سے دعا کی کہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ بخشے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی طاقت عطا کرے ۔ (گنپت رام سیکرٹری)

اظہار ہمدردی (۱) ۱۴ جون کو بصدارت جناب خواجہ عزیز الدین احمد صاحب بی اے ۔ بی ٹی ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع گورداسپور مدرسین تحصیل گورداسپور کی کانفرنس مڈل ٹیچر کے ہال میں منعقد ہوئی ۔ اور اتفاق رائے سے قرار پایا کہ

(ا) یہ کانفرنس اپنے مہربان اور ہردلعزیز افسر جناب رائے بہادر مسٹر من موہن ایم اے ڈویژنل انسپکٹر مدارس لاہور ڈویژن کے والد ماجد کی وفات پر رائے بہادر کے ساتھ اظہار افسوس کرتی ہے اور پرماتما سے دعا کرتی ہے کہ وہ مرحوم کو غریق رحمت کرے ۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔

(ب) قرار پایا کہ اس کی ایک نقل جناب رائے بہادر صاحب موصوف کی خدمت میں بھیجی جائے ۔ اور ایک نقل پریس میں بھیجی جائے ۔ (دیوان چند سیکرٹری)

(۲) **کنٹونمنٹ بورڈ سکول توپخانہ بازار لاہور کینٹ** ۔ انجمن معلمین کنٹونمنٹ بورڈ مدارس لاہور چھاؤنی رائے بہادر مسٹر من موہن ایم اے انسپکٹر مدارس قسمت لاہور کے والد بزرگوار کی وفات حسرت آیات پر اظہار رنج و غم کرتی ہوئی مالک ہر دو سرا سے مستدعی ہے کہ مرحوم کی روح کو دائمی سرور حاصل ہو اور پسماندگان کو صبر کی توفیق دے ۔ (منوہر لال شرما)

مبارکباد (۱) گورنمنٹ انڈسٹریل سکول قصور ۔ ۷ جون کو ہیڈ ماسٹر صاحب کی صدارت میں جلسہ ہوا اور قرار پایا کہ

(۱) جملہ سٹاف جناب لالہ رام لال صاحب پی سی ایس ایم بی ای ڈائرکٹر انڈسٹریز پنجاب کی خدمت میں رائے بہادر کا گرامی قدر خطاب عطا ہونے پر ہدیہ مبارک پیش کرتا ہے ۔

(۲) اس ریزولیوشن کی ایک نقل ڈائرکٹر صاحب بہادر انڈسٹریز پنجاب اور ایک نقل انسپکٹر صاحب بہادر انڈسٹریز پنجاب کی خدمت میں ارسال کی جائے ۔

(۳) ایک نقل بغرض اشاعت رسالہ رہنمائے تعلیم میں بھیجی جائے ۔ (امیر علی شاہ)

(۲) **مڈل سکول چک نمبر ۲۰۵ ج ب** کے زمیندار ان سکول سٹاف اور طلباء جناب سردار سوہن سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر ضلع لائلپور کی خدمت میں سردار صاحب کے خطاب پر مبارکباد عرض کرتے ہیں اور خداوند کریم سے ملتجی ہیں کہ سردار صاحب

دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کریں۔ (شاہ محمد بسمل)

قصبہ ہریانہ ضلع ہوشیارپور میں آنریبل وزیر تعلیم پنجاب کی آمد قصبہ کی خوش قسمتی ہے کہ آنریبل ملک فیروز خان نون وزیر تعلیم پنجاب بہمراہی خان بہادر سید بُنیاد حسین شاہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع و خانصاحب راجہ فاضل محمد خان صاحب انسپکٹر سکولز جالندھر ڈویژن و دیگر حکام ضلع ہریانہ میں تشریف فرما ہوئے۔ معزز مہمانوں کی شان کے مطابق اہل قصبہ نے استقبال کیا۔ خان بہادر رانا محمد علی خان صاحب ریٹائرڈ ای اے سی کی کوٹھی میں معزز اشخاص سے آپ کا تعارف کرایا گیا۔ اور پھر ہرچرنداس میموریل ہندو مسلم سکول کا معائنہ فرمایا۔ سکاؤٹس نے سلامی اُتاری۔ آپ نے کارکنان سکول اساتذہ اور طلبا کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ دوسرے مقامی سکول کی پلے گراؤنڈ کے متنازعہ موقعہ کو ملاحظہ فرمایا اور تشریف لے گئے۔ (نامہ نگار)

گورنمنٹ ہائی سکول شرقپور سکول یونین کے زیر اہتمام ۷ ارمئی کی شام کو ہیڈ ماسٹر صاحب کی صدارت میں پنڈت ہنسراج صاحب ایم اے بی ٹی نے میجک لینٹرن لیکچر دیا۔ جس کا موضوع "برطانیہ کلاں کے صنعتی شہر" تھا انگلینڈ کی ٹین کی کانیں اور کوئلے کے میدان عملہ سمیت دکھائے گئے۔ اور مزدوروں کی طرز زندگی پر روشنی ڈالی گئی۔ جو طبی اور تعلیمی سہولتیں انہیں بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ بیان کرکے اپنے ملک کے مزدوروں سے مقابلہ کیا گیا۔ بریڈفورڈ کے روئی اور اون کے کارخانے اور شیشہ گری کی مشینیں دکھائی گئیں۔ ظروف گلی بنانے کا کارخانہ۔ بھٹی۔ بھاپ سے چلنے والا ہتھوڑا اور آہن پوش جہاز کا سمندر میں تیرنا وغیرہ عجائبات سے طلبا کی واقفیت میں کافی اضافہ کیا گیا۔ غلے کے کارخانے اور بسکٹ سازی کی مشینیں۔ ریلوے ورکشاپ سفری ڈاکخانہ اور برقی ٹرین کی تصاویر دکھائی گئیں جن سے طلبا کو وہاں کی مختلف صنعتوں اور تحریکات سمجھنے میں سہولت ہو گئی۔ خاتمہ پر سردار ہزارا سنگھ صاحب نے لائل پور کی میدہ مشینوں۔ شاہدرہ کے کپڑے اور دیاسلائی کے کارخانوں پر حاضرین کی توجہ دلائی اور طلبا سے آرزو کی کہ انہیں دیکھنے کی کوشش کریں۔ دوران تقریر میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں کس طرح دو دو تین تین سو میل تک نہ ٹھہرنے والی ٹرینیں چلتی ہیں اور ان کو درمیانی سٹیشنوں پر سے ٹرینیں روانہ کرکے مسافر پہنچانے کا کیونکر انتظام کیا گیا ہے کا ذکر بھی ہوا۔ (سید محمد صدیق ایم اے)

گورنمنٹ کارونیشن ہائی سکول گوڑگانوہ سکول نے امتحان میٹریکولیشن میں نہ صرف انبالہ ڈویژن سے ہی ممتاز درجہ حاصل کیا ہے بلکہ صوبہ بھر کے مدارس سے گوئے سبقت لے گیا ہے $\frac{۴۴}{۴۴}$ یا سو فیصدی۔ ۱۶ فرسٹ ڈویژن ۵ اسیکنڈ ڈویژن اور صرف ۳ تھرڈ ڈویژن۔ سکول کی زندگی میں یہ پہلا شاندار رزلٹ ہے۔ یہ موجودہ تعلیمی معیار ترقی کی زندہ شہادت ہے۔ دیگر مفید تعلیمی گوناگوں تحاریک تمام و کمال جاری ہیں اور جن کی وجہ سے سکول کو خاص طرۂ امتیاز حاصل ہے۔ مسٹر ایم اظہار الحسن بی ایس سی بی ٹی ہیڈ ماسٹر کی محنت اور دلچسپی اور عملہ کے تعاون کا نتیجہ ہے۔ جس کے لئے تمام متعلقین مبارکباد کے مستحق ہیں۔ (محمد ابراہیم)

ضلع انبالہ میں فزیکل ٹریننگ ریفریشر کورس خواجہ محمد تقی صاحب اے ڈی آئی کی زیر تربیت ۱۴ مئی سے ۳۱ مئی تک ڈی بی ورنیکلر مڈل سکول بلاسپور تحصیل جگادھری میں آپ کی ہمدردی مستعدی۔ خوش خلقی اور بیحد تندہی قابل صد آفرین۔ آپ کی اس رہنمائی کا بہت بہت شکریہ۔ لالہ ...... صاحب ہیڈ ماسٹر سکول نے ہم ۲۲ مدرسین کی رہائش اور خورد و نوش کا نہایت معقول انتظام فرمایا۔ روانگی پر ہمیں ایک ٹی پارٹی دی۔ جس میں قصبہ کے معزز اصحاب بھی رونق افروز تھے جو ہمارے کرتب دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اور دیگر اصحاب کی تقریریں ہوئیں۔ آپ کے حسن لیاقت محنت اور خوبیٔ انتظام کے ہم سب مداح ہیں۔ آخری جلسہ کی صدارت چودھری

ظفریاب علی خانصاحب رئیس نے سرانجام دی۔ (عبد الرشید خاں و بابو رام گپتا)

(۲) قصبہ شہزادپور تحصیل نرائن گڑھ ۵ رجون سے ۱۴رجون تک۔ بیس مدرسین شامل ہوئے۔ وقت کی پابندی۔ اپنے جسم پر قابو اور اپنے اندر مادہ احساس وغیرہ فوائد حاصل کرتے ہوئے تربیت حاصل کی۔ ۱۳رجون کی شام کو کرنل رام سنگھ صاحب رئیس آنریری مجسٹریٹ کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ حمد الٰہی کی نظم کے بعد منشی عزیز الدین ایس ڈی نے افتتاحی تقریر کی۔ لالہ روپ لال صاحب جڈھا بی اے ہیڈماسٹر نے ورزش کے فوائد مفصل بیان کئے۔ طلباء سکول نے نظم گائی۔ زیر ٹریننگ مدرسین نے ماس ڈرل۔ مارچنگ اور گیمز دکھا کر سب کو محظوظ کیا۔ خاتمہ پر اے ڈی آئی صاحب نے ورزش کے فوائد بیان کئے اور صاحب صدر نے حاضرین کو ورزش کی طرف رغبت دلائی۔ گیمز اور قصبہ کی دیہاتی ٹیم کا رسہ کشی کا مقابلہ ہوا۔ اول الذکر جیتے۔ (کشوری لعل شرما)

ورنیکلر مڈل سکول بالانوالے تحصیل سنگرور ریاست جیند

۶/۶ امتحان مڈل میں پاس ہوئے۔ چھ وظائف سے دو وظیفے حاصل کئے تین سال سے نتائج بہت عمدہ ہیں۔ پرائمری اور لوئر مڈل کا نتیجہ بھی قابل تحسین۔ چنانچہ ہر دو میں ایک ایک وظیفہ حاصل ہوا۔ لالہ ملکھی رام صاحب ہیڈماسٹر اور سٹاف کی انتہائی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ انتظام بورڈنگ ہوس معقول۔ طلباء بیرونجات کے لئے تمام سہولتیں مہیا ہیں۔ (کیول رام)

خالصہ ہائی سکول شہر راولپنڈی

سکول ہذا کی اولوالعزمیاں محتاج بیان نہیں۔ صوبہ بھر کا بچہ بچہ اس کے نام نامی سے واقف ہے۔ یوں تو ہر شعبہ میں گوئے سبقت لے گیا ہوا ہے مگر سکاؤٹنگ کی تحریک نے سکول کی شہرت کو چار چاند لگائے ہوئے ہیں۔ جس کا سہرا سردار سندر سنگھ صاحب بی اے بی ٹی ہیڈماسٹر کے مبارک سر پر ہے۔ خوش قسمتی سے آپ کے مشیر سردار ہردت سنگھ جی سیکنڈ ماسٹر ہیں۔ جہاں ماہ مئی میں تمام پرائمری برانچوں کے اساتذہ کے لئے ڈرل ریفریشر کورس کھول کر فزیکل ٹریننگ میں ماہر کیا گیا۔ وہاں ۳رجون کو شہنشاہ معظم کی ولادت کی خوشی میں سکول سکاؤٹ ٹروپ سیر کو چلا گو بدقسمتی سے ہیڈماسٹر صاحب ہمراہ نہ تھے۔ ٹروپ پانچ بجے صبح کمپنی باغ سے سیکنڈ ماسٹر صاحب کی نگرانی میں چلا۔ کچہری اور ٹوپی رکھ سے ہوتے ہوئے دریائے سواں پر سات بجے پہنچے۔ راستہ میں سکاؤٹس نے سکاؤٹس گڈ ٹرن کے فرض کو دلچسپی سے سرانجام دیا۔ دریا میں تیرنے کی مشق کی گئی۔ بعض نے تیرنے کا امتحان بھی پاس کیا۔ ان کے پاس اپنے کیمرے بھی تھے۔ یہاں ایک فوٹو لی گئی۔ یہاں سے دو میل کے فاصلہ پر کیمپ لگائے گئے۔ ایک درخت پر تمام پروگرام لکھ کر لگا دیا گیا۔ سردار کلدیپ سنگھ بی اے سکاؤٹ ماسٹر کی نگرانی میں ایک نظم بطور مناجات پڑھی گئی۔ سکاؤٹس لاء بھی دہرائے گئے۔ سامان خورد و نوش موجود تھا۔ سب نے بڑی تندہی سے روٹیاں پکائیں جو خوب مزے سے کھائیں۔ اور کھانا پکانے کا امتحان بھی پاس کیا۔ ایک گھنٹہ آرام کے بعد سیکنڈ ماسٹر نے بڑا مفید و مؤثر لیکچر دیا جس کا موضوع "سچی خوشی ملک اور قوم کی خدمت میں ہے"۔ اس کے بعد سگنیلنگ۔ فرسٹ ایڈ۔ اور اسٹریچرز بیج وغیرہ کے ٹیسٹ ہوئے۔ سب سے بعد سراغرسانی کی گئی۔ جس کے جج لالہ سیتا رام صاحب بی اے بی ٹی ہیڈماسٹر کنٹونمنٹ بورڈ سکول راولپنڈی تھے۔ آپ نے بعد امتحان "خالصہ سکول راولپنڈی اور سکاؤٹ سپرٹ" کے عنوان پر لیکچر دیا۔ پھل وغیرہ کھائے گئے۔ جھنڈے اور خیمے اکھاڑے گراؤنڈ کو صاف کیا اور واپسی کی (اوتار سنگھ)

گورنمنٹ ہائی سکول باغبانپورہ

۱۷رجون کو سکول کے سکاؤٹ ماسٹر فیروز خاں یوسف زئی قاضی اکرام اور سکاؤٹس کے ہمراہ موضع آوان ڈھائیوالہ صفائی۔ ملیریا۔ زمیندارہ بنک تعلیم۔ نالیوں کی پختگی اور اروڑیوں کے متعلق پراپیگنڈا کرنے کی غرض سے آئے۔ مندرجہ عنوانات پر لیکچر ہوئے۔ ڈرامہ "عادی مجرم" کیا گیا۔ ہر ایک صاحب نے اپنا اپنا پارٹ خوبی سے ادا کیا۔ اہالیان دیہہ بہت محظوظ ہوئے۔ خاص کر مسٹر اکرام اور محمود علی نعماہ کا پارٹ قابل ذکر ہے۔ حاضری تین سو سے زیادہ تھی۔

گورنمنٹ گزٹ

ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب کے تبادلے

(۱) مفتی احمد سعید صاحب پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع گوڑگانوہ ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول مظفر گڑھ مقرر ہوئے۔

(۲) مولوی عبد الرحمٰن صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول مظفر گڑھ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع گوڑگانوہ مقرر ہوئے۔

(۳) چوہدری سردار عالم صاحب ایم اے بی ٹی پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع جھنگ ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول شیخوپورہ مقرر ہوئے۔

(۴) راجہ فضل الٰہی صاحب چشتی بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول شیخوپورہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع ملتان مقرر ہوئے۔

(۵) لالہ رام چندر صاحب بی اے پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع ملتان ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع کرنال مقرر ہوئے۔

(۶) پیر محمد نواز صاحب بی اے بی ٹی پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع کرنال ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع جھنگ مقرر ہوئے۔

(۷) لالہ دیوان چند صاحب بی اے پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع ہوشیارپور ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع راولپنڈی مقرر ہوئے۔

(۸) سردار بکرم سنگھ صاحب بی اے بی ٹی پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع راولپنڈی ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع ہوشیارپور مقرر ہوئے۔

(۹) شیخ محمد صفدر علی صاحب ایم اے ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول شملہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لاہور مقرر ہوئے۔

(۱۰) میاں عطاء اللہ صاحب بی اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لاہور ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع کیمبل پور مقرر ہوئے۔

(۱۱) پیر ولایت شاہ صاحب بی اے بی ٹی ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع کیمبل پور ہیڈ ماسٹر نارمل سکول لالہ موسےٰ مقرر ہوئے۔

(۱۲) پنڈت ہریش چندر صاحب بالی ایم اے لیکچرار گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج دھرم سالہ کو ۲۵ نومبر ۱۹۳۲ء سے ۳۱ دسمبر ۱۹۳۲ء تک اوسط تنخواہ پر رخصت ملی۔

(۱۳) مسٹر مدن گوپال سنگھ ایم اے پی ای ایس (درجہ اول) پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور مسٹر بارنس تبدیل شدہ کی جگہ یوم حاضری سے سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں پروفیسر ہوئے۔

(۱۴) مس ای ایم ڈکنس اسسٹنٹ مسٹریس کوئین میری کالج ۲۷ مارچ ۱۹۳۳ء سے مس ڈبلیو این کاکس کی جگہ جو رخصت پر گئی ہیں ۴۰۰-۲۵-۶۲۵-۶۵۰-۲۵-۸۵۰ روپے کے پی ای ایس کے معمولی ٹائم سکیل کی جماعت اول (زنانہ) میں کالج مذکور کی قائمقام پرنسپل مقرر ہوئے۔

منجانب لالہ دینا ناتھ صاحب دوساج بی اے بی ٹی

ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ مڈل سکول دھرم سالہ

بخدمت منیجر صاحب ایجوکیشنل گزٹ جالندھر نمبر ۲۲۵ - مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۳۳ء

جناب من! اس واضح کئے دیتا ہوں کہ ایجوکیشنل گزٹ میں شائع ہونے والے ہر مضمون اور رسالے کا خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو - اور آپ اُسے شائع کرنے کے قابل قرار دیں قبل از اشاعت بحیثیت چیف ایڈیٹر میرے ملاحظہ سے گذرنا اور میرے قلم سے اصلاح کیا جانا ضروری ہے - اگر آپ اس شرط کو پورا نہ کرینگے تو میں بحیثیت ایڈیٹران مضامین وغیرہ کی اشاعت کا ذمہ وار نہ ہونگا اور نہ میں آپ کو اجازت دے سکتا ہوں کہ آپ ایسے نمبر میں جسے قبل از اشاعت میں نے ملاحظہ نہ کر لیا ہو اور اصلاح نہ دے لی ہو - میرا نام مدیران کی ذیل میں شائع کریں - آپکا

ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ مڈل سکول دھرم سالہ

نمبر ۲۶۲ مورخہ ۹/۶/۳۳

نقل بخدمت سردار جگت سنگھ صاحب منیجر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور بغرض آگہی ارسال کی جائے -

دستخط انگریزی دینا ناتھ ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ مڈل سکول دھرم سالہ

ہم لالہ دینا ناتھ صاحب دوساج چیف ایڈیٹر ایجوکیشنل گزٹ جالندھر کے دل سے ممنون ہیں جنہوں نے اپنے رسالہ کے مئی نمبر کے مضامین متنازعہ پر اعتراض کیا اور اپنے منیجر صاحب کو آگاہ کر کے ان سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کیا اور آئندہ کے لئے اپنے ملاحظہ اور اصلاح کی شرط کو لازمی قرار دیا - اور ہمیں بھی باوقت اطلاع دی - اس میں اہمیت اس وجہ سے بھی قابل ذکر ہے کہ آپ نے ہماری شکایت کے بغیر خود ہی اس غلط کارروائی کو غلط قرار دیا اور کارکنان رسالہ کو متنبہ کرنا ضروری خیال کیا۔ (ایڈیٹر)

مارگزیدہ کا حکمی علاج

دَورِ جدید　　رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶　　بابت ماہ جولائی ۱۹۳۳ء

رہنمائے تعلیم لاہور کا

گُلدستۂ اطفال

یعنی

بچّوں کا اخبار

(یہ بچّوں کا شاندار گلدستہ اگست ۱۹۲۲ء سے باقاعدہ جاری ہے)

سالانہ چندہ ایک روپیہ (عہ)

جلد ۱۳　　بابت ماہ جولائی ۱۹۳۳ء　　نمبر ۷

عزیز بچّو!

تم نے گلدستہ اطفال کا جوبلی نمبر نہ دیکھا ہو تو آج ہی ۴ر کے ٹکٹ لفافہ میں ڈالکر بھیجدیں تاکہ یہ نادر اور باتصویر تحفہ آپکو بھیج دیا جائے۔ آپ اس دلچسپ اور عُمدہ عُمدہ کہانیوں۔ لطیفوں اور دیگر مضامین کے مجموعہ سے ضرور خوش ہونگے۔ ٹکٹ اس پتہ پر ارسال کریں۔

دِلچسپ معلُومات

چینی لوگ تعظیماً بجائے ٹوپی اُتارنے کے جوتہ اُتار کر تعظیم کرتے ہیں۔ اور دولہا جو شادی کا انگرکھا پہنتے ہیں وہ اُسوقت تک نہیں اُتارتے جب تک وہ پھٹ کران کے بدن سے نہ گرنے لگے۔

تبّت کے باشندے سال بھر میں ایک

یا دو مرتبہ کپڑے تبدیل کرتے ہیں۔ بیماری میں چینی لوگ عورت کا دودھ پیتے ہیں۔

جاپان میں بچوں کا دودھ اس وقت تک نہیں چھڑایا جاتا جب تک کہ وہ خود نہ چھوڑ دے۔

تبت میں یہ رسم بھی عجیب ہے کہ وہ مُردے کو آدھا جلا کر دفن کرتے ہیں۔

ہر شروع سال میں بادشاہ خود ہل چلاتا ہے۔ اس دن کو چینی لوگ عید کا دن خیال کرتے ہیں۔

برہما میں پہلے پختہ مکان بنانا قانوناً منع تھا۔

لنکا کے جنگلی لوگ جو کہ پہاڑوں پر رہتے ہیں جب کسی چیز کو فروخت کرنا چاہتے ہیں تو ایک مقام مقررہ پر اس کو رکھ کر چلے جاتے ہیں اور وہیں سے قیمت اُٹھا لاتے ہیں یہ لوگ پانچ سے زیادہ گنتی نہیں جانتے۔

چین میں جس کے کوئی لڑکا نہ ہو اُسے قرض نہیں ملتا۔

لنکا میں پہلے جوتہ پہننا قانوناً ناجائز تھا۔ اور سوائے راجہ کے کوئی جوتہ نہیں پہنتا تھا نہ عام لوگ سوائے راجہ کے کرسی پر بیٹھتے تھے۔

چین میں حکومت کے کاغذات تعویذ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔

تبت میں ہر ایک شخص اپنا نام کچھ عرصہ کے لئے تبدیل کر دیتا ہے اور سب کو اطلاع کر دیتا ہے کہ اُسے فلاں نام سے مخاطب کریں۔

لنکا میں اگر کوئی شخص عورت کو طلاق دیدے تو لڑکے مرد کو اور لڑکیاں عورت کو ملتی ہیں۔

چینی لوگ کسی دوست یا عزیز کو بجائے بغلگیر ہونے کے سونگھتے ہیں۔

لورخوک میں ایک لڑکی ہے جس کا قد ۹ فٹ ۵ انچہ ہے۔ گیارہ فٹ کی اونچائی تک اس کا ہاتھ جا سکتا ہے۔ اس کا وزن ۲ ٹن ۱۵ سیر ہے۔

انسانی دل دن میں بانوے ہزار ایک سو ساٹھ دفعہ حرکت کرتا ہے۔

ایک بچّے کی دعا

پھولوں میں بھی مہک ہے تیری　　تاروں میں بھی چمک ہے تیری

نشو و نما دی باغ کو تو نے　　دشت و جبل کی زینت تجھ سے

چاند اور سورج تجھ سے روشن　　تجھ سے مہکا سارا گلشن

چڑیاں لیتی نام ہیں تیرا　　کام یہی اک کام ہے اُن کا

ہندو مسلم تجھ ہی کو چاہیں　　تجھ سے مانگیں اپنی مرادیں

تو ہی سب کا مالک و آقا　　تو ہی سب کا پالن ہارا

میری دعا ہے ربّ اکبر　　علم کی دولت مجھ کو عطا کر

مجھ کو بچانا مکر و دغا سے　　دور ہی رکھنا مجھ کو ریا سے

مجھ کو دے اخلاق و ادب تُو

میرے مولا میرے رب تُو

از زبیدہ انصاری
ہالیپگلوری

لطیفہ۔ انسپکٹر (ایک لڑکے سے) تم ہوشیار معلوم ہوتے ہو کیا تمہیں پتہ ہے کہ وزیر اعظم بالڈون کہاں رہتا ہے۔
لڑکا۔ نہیں جناب۔ میرے خیال میں وہ ہمارے اس گاؤں میں نہیں رہتا۔

صحرائی الف لیلیٰ

حکایت اوّل

خوف

پُرانے زمانے کا ذکر ہے فیروزپور کے پاس ایک چھوٹے سے گاؤں میں سلطان سنگھ نامی ایک زمیندار رہا کرتا تھا۔ وہ ہر طرح سے فارغ البال تھا۔ خداوند کریم نے اُسے ہر طرح کی دولت سے مالا مال کیا ہُوا تھا۔ اُس کے پاس ایک دیوقد ہاتھی بھی تھا۔ جس طرح آجکل موٹر کار کا ہونا دولت کی نمائش کے لئے لوازمات کا ایک ضروری جزو ہے۔ اسی طرح اُن دنوں ہاتھی کا رکھنا دولت کا ایک لازمی عنصر قرار دیا جاتا تھا۔

اُسی گاؤں میں ایک شخص جسکی عمر ساٹھ سال سے تجاوز کر گئی تھی اور جو عرفِ عام میں "جہاندیدہ" کے نام سے مشہور تھا رہا کرتا تھا۔ اُس کا اصلی نام گُل بہار سنگھ تھا۔ دُنیا ابھی پُرانے رواجوں میں جکڑی ہوئی تھی اور ایسے ہی "قیود و رسوم" کی پابند تھی۔ طرح طرح کے توہمات اُن کے دلوں میں جاگزین تھے جن۔ بھوت۔ چھلاوے اور دیگر ارواح اُنکے لئے جیتی جاگتی تصویریں تھیں۔

گندم کے ہرے ہرے کھیت اب صاف اور کھرے سونے میں تبدیل ہو چکے تھے۔ ہر ایک شخص اپنے کھیت کی پوری پوری نگرانی کیا کرتا تھا۔ مبادا اُسکی سارے سال کی محنت رائگاں جائے۔ اندھیری رات، ہُو کا عالم، ہر طرف سائیں سائیں کی "خاموش" مگر پُرہول آوازیں بڑے بڑے دل گُردوں کو آب کئے جاتی تھیں۔ گُل بہار سنگھ بھی اپنے کھیت کے ایک مچان پر بیٹھا ہُوا نیند کو دعوت دے رہا تھا۔ مگر نیند نہ آنی تھی اور نہ آئی۔ اُس کی ایک چھوٹی سی کُتیا جس کو وہ بسنتی کہہ کر پکارا کرتا تھا۔ پاس ہی لیٹی ہوئی تھی۔ اچانک وہ ٹھٹکی اور اُس نے بھونکنا شروع کیا۔

گل بہار جو ابھی آنکھیں بند ہی کر رہا تھا اُٹھا۔ اس کا دل بے اختیار دھڑکنے لگا۔
گاؤں میں عام مشہور تھا کہ گُل بہار سنگھ کے کھیت میں رات کو آگ چمکا کرتی ہے اور گاہے گاہے چھلاوا بھی دیکھنے میں آیا ہے۔ لیکن گل بہار سنگھ کو ایسا واقعہ کبھی بھی پیش نہ آیا تھا۔ اس لئے اُسے اس پر فخر تھا۔ مگر آج کی اس قبر ایسی خاموشی و تاریکی نے اُس کے دل کو بھی طرح طرح کے وسوسوں کی آماجگاہ بنا دیا تھا۔ بسنتی کی اس بے ہنگام "بھوں بھوں" نے اُسے اور بھی پریشان کر دیا۔ ہمت کر کے اُٹھا اور اپنی لٹھ سنبھالی۔ ہر چہار طرف نظر دوڑائی۔ تو کوئی پچاس گز کے فاصلہ پر ایک سیاہ۔ ڈراؤنی ہیبت ناک شکل دیکھی۔ اُس کا دم نکل گیا۔ مچان سے چھلانگ ماری اور دھم سے نیچے آگرا۔ اور پیچھے پیچھے اُس کی کتیا بھونکتی ہوئی ہولی۔ کتیا متواتر چلا رہی تھی اور گل بہار پکی ہوئی گندم کے پودوں کو بے تحاشا چیرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ اس خیال سے کہ وہ مہیب سیاہ بادل اُس کا پیچھا نہ کرے۔ وہ رستے کو چھوڑ کر ایک پگ ڈنڈی پر ہو لیا مگر بسنتی چلاتی رہی اُس کے دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ کتیا پر آسیب کا حملہ ہو چکا ہے۔ اسی واسطے اس کی آواز میں یہ تسلسل ہے۔ اُس نے ہمت کر کے فوراً ہی کتیا کو گلے سے دبوچ لیا اور گھونٹ گھونٹ کر وہیں ہلاک کر دیا۔ اور اُس کی مُردہ لاش کو اُسی جگہ پھینک کر آگے بڑھا۔

شومئی قسمت گاؤں اور اُس کے کھیت میں ایک چھوٹی سی نہر حائل تھی جس پر صرف ایک پُل تھا۔ گل بہار اصلی رستہ چھوڑ چکا تھا۔ اس لئے اُسے مجبوراً نہر تیر کر عبور کرنا پڑی۔ لیکن اتفاق دیکھئے کہ وہی بھیانک شکل سامنے درختوں کے جھنڈ میں ٹہنیاں توڑ رہی تھی۔ اب تو گل بہار کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ حواس باختہ ہو گئے۔ اُلٹے پاؤں واپس لوٹا اور پُل کا رستہ لیا۔ پُل پر سے خیریت سے گذر گیا۔ دنیا و ما فیہا سے بے خبر سرپٹ بھاگا جا رہا تھا اور آخر کار گاؤں کی حد والے جوہڑ کے پاس پہنچ گیا۔ مگر آہ بدبختی! پانی کے عین بیچ میں وہی کالا بادل پانی کو

اوپر اُچھال رہا تھا۔ اب تو گُل بہار کے کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔ دم بخود وہیں سکتہ ہو گیا۔ آگے جُنبش کرنے کی تاب نہ پا کر غش کھا کر گِر پڑا۔

یہ اظہر من الشمس ہے کہ نا امیدوں کی آخری اُمید خدا ہے۔ وہی بے پناہوں کو پناہ دینے والا ہے۔ بے یار و مددگار کا وہی ایک حامی ہے۔ جب گُل بہار بے ہوش ہو گیا۔ پَو پھٹ چکی تھی عین اُسی وقت گاؤں کے نمبردار کا لڑکا اپنے کھیت کی طرف جا رہا تھا۔ اُس نے جوہڑ میں ایک ہاتھی پانی اُچھالتا ہُوا دیکھا اور آگے چلا گیا۔ چند قدم کے فاصلے پر اُس نے ایک شخص گِرا ہُوا پایا۔ سمجھا کہ مر گیا ہو گا۔ لیکن اُس نے جب اُس کے جسم کو چھُوا تو گرم پایا۔ اُس کے چہرے پر پانی کے چند چھینٹے دیئے۔ گُل بہار ہوش میں آگیا اور کہنے لگا "آہ۔ اے موت۔ اب تو طرح طرح کی شکلیں بدل کے سامنے آتی ہے۔ چل دُور ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو دلیپ سنگھ نہیں بلکہ وہی سیاہ مہیب اور کوہ پیکر جن۔ آہ۔ آہ۔ میں۔ ۔ ۔ ۔ ۔" اِس کے بعد وہ پھر بیہوش ہو گیا۔

دلیپ سنگھ تاڑ گیا کہ "جہاندیدہ" خوفزدہ ہے اور عین ممکن ہے کہ اس کے خوف کا باعث یہ ہاتھی ہی ہو۔ الغرض انہی خیالوں میں وہ گُل بہار سنگھ کو کندھے پر اُٹھا کر اُس کے گھر لے گیا۔

صبح اُس کو سخت بخار چڑھا ہُوا تھا اور اٹک اٹک کر پچھلی رات کا تجربہ بتا رہا تھا۔ اُس کے چھوٹے بھائی نے تمام بات سُنکر حقیقت کی تلاش کی۔ معلوم ہُوا کہ ہاتھی ہی اُس کے کھیت میں پھر رہا تھا اور وہی اُس کو نہر پر ملا تھا۔ اور اُس سے پہلے وہی جوہڑ میں نہا رہا تھا! اور بسنتی کی موت کا موجب بھی یہی ہاتھی تھا۔ ہزار کوششوں سے گُل بہار سنگھ کے سر سے اِس خوف کے بھُوت کو اُتارا۔ اُس گاؤں میں ابھی تک یہ کہانی زبان زد خاص و عام ہے۔ اور کوئی شخص بھی اِن توہمات پر یقین نہیں رکھتا۔

پس اے عزیزان! خوف صرف دِل کا ہے۔ اِسکو مضبوط کرو۔ تمہیں ڈر نہیں لگیگا۔　　دیوگن صحرائی بی اے

کوہ نور ہیرے کی تاریخ

(طاہر غلام ناصر خاں - سیکنڈ ایر - گورنمنٹ کالج لاہور)

آج سے کئی سو برس کا ذکر ہے کہ کوہ نور ہیرا دکن کے علاقہ گولکنڈہ میں دریائے کرشنا کے کنارے کلور کی کان سے نکالا گیا۔ جب شاہجہان نے اورنگ زیب کو دکن کا گورنر بنا کر بھیجا۔ تو وہاں کے ایک سردار میر جملہ سے اورنگ زیب کی دوستی قائم ہو گئی - اور ایک موقعہ پر اس نے میر جملہ کو شاہجہان کے دربار میں پیش کیا وہاں میر جملہ نے تحفہ کے طور پر شاہجہان کو یہ ہیرا پیش کیا۔ یہ واقعہ ۱۶۵۷ء کا ہے۔ اس وقت اس کا وزن ۷۵۶ (سات سو چھپن) قرط تھا۔ اس کے بعد تقریباً اسی سال ایک انگریز ہورٹنسو نے جو شاہجہان کے پاس رہتا تھا۔ ہیرے کو تراش دیا۔ جس سے اس کا وزن بہت کم ہو گیا۔

شاہجہان کی وفات کے بعد جب اورنگ زیب بادشاہ بنا۔ تو تخت طاؤس اور کوہ نور ہیرا اس کے قبضہ میں چلا گیا۔ اس وقت ایک انگریز "ٹےورنیر" نے ۱۶۶۵ء میں اس ہیرے کا وزن کیا۔ تو $268\frac{19}{5}$ قرط نکلا۔

اورنگ زیب کے مرنے کے بعد اس کے جانشینوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ اور سلطنت مغلیہ بہت کمزور ہو گئی۔ آخر کار دہلی کا تخت ایک عیش پرست بادشاہ محمد شاہ کے ہاتھ آیا۔ اور ساتھ ہی تخت طاؤس اور کوہ نور کا مالک بھی وہی بنا۔ اس کے عہد میں ملک میں بہت گڑبڑ مچی ہوئی تھی۔ چنانچہ نادر شاہ درانی نے جو ایران کا بادشاہ تھا۔ ۱۷۳۸ء میں ہندوستان پر حملہ کیا۔ محمد شاہ نے شکست کھائی۔ اور نادر شاہ نے دہلی میں داخل ہوتے ہی لوٹ مار شروع کر دی۔ اور

تخت طاؤس اور کوہ نور پر بھی قبضہ کر لیا۔ جب نادر شاہ واپس ایران گیا۔ تو ایک دن غصہ میں اپنے بیٹے رضا قلی مرزا کی دونو آنکھیں نکلوا دالیں۔

کچھ عرصہ کے بعد نادر شاہ کو کسی نے قتل کر دیا۔ اور لوگوں نے تخت اور ہیرا رضا قلی مرزا کے بیٹے شاہ رُخ مرزا کو دیدیا۔ اس زمانے میں احمد شاہ ابدالی نادر شاہ کے سواروں کا افسر تھا۔ اور فوجی خزانہ کا سارا انتظام بھی اسی کے سپرد تھا۔ نادر شاہ کے قتل کے بعد اس نے خزانہ پر قبضہ کر لیا۔ اور بہت تیزی سے قندھار کی طرف بڑھا۔ راستہ میں اسے طریقی خاں ملا۔ جو خراج لیکر آرہا تھا۔ احمد شاہ نے خزانہ چھین لیا۔ اور نادر شاہ کے فتح کئے ہوئے علاقوں یعنی قندھار کابل ملتان اور پشاور پر قبضہ کر کے افغانستان میں شامل کر لیا۔ اور خود بادشاہ بن گیا۔ لیکن اس عرصہ میں شاہ رخ مرزا کو باغیوں نے تخت سے اُتار کر اندھا کر دیا۔ احمد شاہ اس کی مدد کو چلا۔ اور باغیوں کو شکست دیکر اپنے لڑکے تیمور شاہ کی شادی اس کی لڑکی سے کر دی اور تیمور شاہ کو ہرات کا گورنر بنا دیا۔ شاہ رخ مرزا نے خوش ہو کر ۱۷۵۱ء میں کوہ نور احمد شاہ کو دیدیا۔ جو کابل میں رہتا تھا۔ احمد شاہ کے بعد ۱۷۷۲ء میں یہ ہیرا تیمور شاہ کے بعد ۱۷۹۳ء میں اس کے بڑے بیٹے زمان شاہ کو ملا۔ لیکن ایک سال کے بعد یعنی ۱۷۹۵ء میں اس کے چھوٹے بھائی محمود نے اسے بھگا دیا۔ شاہ زمان نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن گرفتار ہو گیا۔ اس نے زمین کھود کر کوہ نور ہیرا اور باقی جواہرات وہیں پر دفن کر دیئے۔ محمود نے جب ہیرا طلب کیا۔ تو شاہ زمان نے کہا۔ کہ میں نے وہ ہیرا دریا میں پھینک دیا ہے۔ اس کے دو سال بعد تیسرے بھائی شاہ شجاع نے محمود کو شکست دیکر گرفتار کر لیا۔ اور اس کی آنکھیں نکالنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اس کی ماں اور شاہ زمان کی سفارش کی وجہ سے بچ گیا۔ اب شاہ شجاع شاہ زمان کی اجازت سے بادشاہ بن گیا۔ شاہ زمان نے شاہ شجاع کی فرمانبرداری سے خوش ہو کر اسے ۱۷۹۶ء میں کوہ نور ہیرا دیدیا۔

ایک دن موقعہ پاکر محمود قید خانہ سے بھاگ نکلا اور کچھ فوج جمع کر کے شاہ شجاع کو نکال دیا۔ شاہ زمان اور شاہ شجاع دونو ہندوستان کی طرف چلے گئے۔ لیکن جب پنجاب پہنچے تو وہاں کے راجہ رنجیت سنگھ کو معلوم ہوگیا کہ شاہ شجاع کے پاس کوہ نور ہے۔ اس نے شاہ شجاع کو بڑی تکلیفیں دیں۔ مجبوراً شاہ شجاع نے اس کو ۱۸۱۳ء میں ہیرا دیدیا۔ رنجیت سنگھ کے مرنے کے بعد ۱۸۳۹ء میں یہ ہیرا کنور دلیپ سنگھ کے ہاتھ لگا۔ لیکن جب ۱۸۴۹ء میں پنجاب انگریزوں نے فتح کرلیا۔ تو کوہ نور جان لارنس کے ہاتھ لگا انہوں نے وہ ہیرا ملکہ وکٹوریہ کو دیدیا۔ اس وقت اس کا وزن ۱۸۶ ۱/۱۶ قرط تھا۔ ۱۸۵۲ء میں کوہ نور کو پھر تراشا۔ اور اس کا وزن ۱۰۶ ۱/۱۶ قرط کردیا گیا۔ ملکہ وکٹوریہ سے یہ ہیرا ایڈورڈ ہفتم کے پاس آیا۔ اور آج کل یہ ہیرا ملک معظم جارج پنجم کے تاج میں لگا ہے......

یہ ہے اس مشہور ہیرے کوہ نور کی داستان.....!!!

لطیفے

(۱) ایک دیہاتی کسی کام سے شہر میں آیا۔ واپسی پر اپنے دوستوں سے کہنے لگا کہ شہر کے ہوٹل والے بہت بدتمیز ہوتے ہیں۔ میرے کمرے میں رات بھر روشنی رہی اور میں بالکل سو نہ سکا۔ محض نیند کے لئے ہوٹل میں گیا تھا۔ سب پیسے ہی خراب گئے۔

ایک دوست نے کہا تم نے روشنی بجھا کیوں نہ دی۔

دیہاتی۔ واہ بجھاتا کیسے۔ وہ تو شیشے کی ایک بوتل کے اندر بند تھی۔

(۲) **پڑوسی**۔ تمہارے دونو بچے بہت شور مچاتے ہیں۔

باپ۔ ہرگز نہیں۔ چھوٹا بچہ اس زور سے چیختا ہے کہ دوسرے کا شور بالکل دب جاتا ہے۔

نوشیرواں

(سردار گوربخش سنگھ صاحب گوہر رام نگری)

نوشیرواں کا شمار ایران کے ممتاز ترین بادشاہوں میں ہے ۔ وہ اپنے عدل و انصاف کی وجہ سے اب تک مشہور ہے جس طرح سخاوت میں حاتم کا نام یادگار چلا آتا ہے اسی طرح نوشیرواں کا نام انصاف کی وجہ سے زندہ جاوید بن گیا ہے ۔ اگر اسکو ایران کا بکرماجیت کہیں تو بیجا نہ ہوگا ۔ چنانچہ شیخ سعدی نے اسی کی بابت لکھا ہے۔ ۵

قاروں ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت　　نوشیرواں نمرد کہ نامِ نکو گذاشت

نوشیرواں شاہ قباد کا بیٹا تھا جو کہ مذہب "منروک" کا معتقد تھا مگر وہ تخت نشینی سے پہلے ہی اس مذہب کو ترک کر چکا تھا ۔ اور "منروک" کا سخت دشمن بن گیا تھا ۔ "منروک" زرتشت کا ایک پیرو تھا جس نے اس مذہب میں اصلاح کر کے یا چند ایک اور تبدیلیاں کر کے پھر رائج کیا تھا ۔ نوشیرواں نے تخت نشین ہوتے ہی "منروک" کو قتل کرایا ۔ اسکے قتل کے بعد اسکے بہت سے پیرو مقتول اور مصلوب کر دیئے گئے۔

اس نے اپنی سلطنت کو چار حصوں میں تقسیم کیا ۔ حد بندی وغیرہ سے فارغ ہو کر اس نے سلاطین عالم کو پیغامات بھیجے جو تمام تر نصائح اور پند سے لبریز تھے ۔ اس طرح تمام بادشاہوں نے اسکی اطاعت قبول کر لی ۔ اس کے بعد اس نے سلطنت کا دورہ کیا ۔ لوگوں کو خوشحال اور ملک کو سرسبز دیکھ کر بہت خوش ہوا ۔ ایک جگہ لوگوں نے عرض کی کہ رومی بہت تنگ کرتے ہیں ۔ نوشیرواں نے بہت سا روپیہ خزانہ سے خرچ کر کے سرحد پر ایک مضبوط دیوار تعمیر کرا دی ۔

دورہ سے واپس دار الخلافہ پہنچا ہی تھا کہ معلوم ہوا کہ بلوچوں نے سر اٹھا رکھا ہے ۔ فوج لے انکی سرکوبی کو روانہ ہوا ۔ انہوں نے اطاعت قبول کی ۔ وہاں سے گیلانیوں کو ان کی شرارت اور فساد کی خاطر خواہ سزا دیکر مدائن پہنچا ۔ جہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ قیصر روم انکو بہت تنگ کرتا ہے ۔ نوشیرواں یہ

[illegible handwritten marginal note]

باز آجائے۔ قیصر خط پڑھ کر غصہ میں آیا اور اسکا جواب لکھا "رومی کسی سے ڈرنے والے نہیں۔ کیا ایرانی سکندر اعظم کو بھول گئے۔ اگر تم جنگ کرنا چاہتے ہو تو بسم اللہ۔"

نوشیرواں کے وقار کو سخت چوٹ لگی۔ فوراً لشکر جرار لیکر روم پر چڑھائی کی۔ کئی دن تک سخت ہنگامہ برپا رہا۔ آخر قیصر روم نے ہتھیار ڈال دیئے اور نوشیرواں سے معافی کا خواہاں ہوا۔ نوشیرواں نے اس کا ملک اُسی کو بخش دیا اور کچھ تاوان جنگ لے کر اور جزیہ مقرر کر نوشیرواں واپس آگیا۔ نوشیرواں کے حرم میں ایک عیسائی عورت بھی تھی۔ اس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اُس کا نام نوش زاد ہوا۔ اُس نے آئندہ زندگی میں باپ کو بہت تنگ کیا اور آبائی مذہب کے خلاف دین مسیحی اختیار کر لیا۔

نوشیرواں متواتر جنگ و جدل کی وجہ سے مضمحل ہو گیا تھا اور مدائن میں خستہ حال پڑا تھا۔ کسی دشمن نے خبر اُڑا دی کہ نوشیرواں کا انتقال ہو گیا۔ یہ خبر سُنتے ہی نوش زاد نے اپنے آپ کو بادشاہ مشہور کر دیا۔ نوشیرواں کو معلوم ہوا تو پہلے اُس نے ایک قاصد بھیجا کہ وہ ابھی زندہ ہے۔ اس لئے شرارت سے باز آجائے"۔ مگر نوش زاد بجائے خاموش ہونے کے فساد پر اُتر آیا۔ آخر شاہی فوجوں کے ہاتھوں شکست کھا کر مارا گیا۔

ان بڑی لڑائیوں کے علاوہ ایک اور جنگ خاقان چین کے ساتھ ہوئی۔ مگر خاقان چین نے بھی ہار مانی اور اپنی لڑکی نوشیرواں کے حرم میں داخل کر دی

نوشیرواں خود بھی بڑا عاقل، ذہین اور منصف مزاج بادشاہ تھا مگر اسکا وزیر اعظم بزرجمہر اس سے کہیں زیادہ لائق اور عقلمند تھا۔ اکثر مورخوں کا خیال ہے کہ نوشیرواں کے اقبال، دولت، اور وسیع سلطنت کا بنانے والا ہی وہ تھا۔ نوشیرواں کے دربار میں جس قدر مجوسی اور موبد رہتے تھے وہ سب بزرجمہر کے سامنے طفل مکتب ہی تھے۔ وہ نہ صرف ایک اچھا اور لائق وزیر ہی تھا بلکہ نوشیرواں کے لئے ایک ناصح مشفق بھی تھا۔ پند و نصائح سے ہمیشہ بادشاہ کے دماغ پر روغن کرتا رہتا + بزرجمہر کو اگر ہرفن مولا کہیں تو بجا ہے۔ اسکو ایجادات اور اختراعات میں بھی خاص ملکہ تھا۔

ذکر ہے کہ ایک دفعہ ہندوستان کے کسی راجہ نے نوشیرواں کے درباریوں کی قوت دماغ کا امتحان کرنے کی غرض سے ایک شطرنج دربار نوشیرواں میں بھیجا۔ جب تمام امراء و وزرا کی عقل عاجز ہو گئی تو نوشیرواں نے بزرجمہر کو دکھایا۔ بزرجمہر نے اس کے مہرے بنوا کر ہندوستان بھجدیئے جن کو دیکھ کر دانایانِ ہند دنگ رہ گئے۔

نوشیرواں کا زمانہ عدل و انصاف کے لئے خاص طور پر مشہور ہے۔ اُس نے عدل و انصاف کے ایسے پھول کھلائے کہ آجتک چمنستانِ عالم میں اُنکی خوشبو مہک رہی ہے۔ بادشاہ ہر وقت مظلوموں بیکسوں اور غریبوں کی فریاد سُننے کو تیار رہتا تھا اور حتی الامکان انکی تکالیف کو رفع کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ جو کوئی خزانۂ شاہی کی امداد کا محتاج ہوتا حسب ضرورت لے سکتا تھا۔ کیا مجال کہ کوئی اعلےٰ سے اعلےٰ افسر بھی کسی کو تنگ کرے۔ رشوت ستانی کا نام نہ تھا۔ ظالم حاکموں کو عبرتناک سزا دی جاتی تھی جس کی وجہ سے بہت جلدی ظلم کا خاتمہ ہو گیا۔ گویا اس وقت ایران بہشت بنا ہوا تھا۔ کیونکہ ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نہ باشد　　کسے را باکسے کارے نہ باشد

کوئی کسی کا محتاج نہ تھا۔ چین، روم، ترکستان ہر چہار اطراف سے لوگ جوق در جوق ایران میں آئے اور یہیں آباد ہو گئے۔ یہ کوئی مبالغہ نہیں کہ عہد نوشیرواں میں کوئی بھی غریب و بیکس نہ تھا۔ قصہ کوتاہ نوشیرواں ایک ایسا بادشاہ تھا جس کا جواب ایران میں آجتک پیدا نہیں ہوا۔ اس نے اپنے زمانۂ حیات میں ہی اپنے بیٹے ہرمز کو ولیعہد مقرر کر دیا اور ۴۸ سال حکومت کر کے راہی ملک عدم ہوا۔ نوشیرواں آج دُنیا میں زندہ نہیں ہے مگر اس کے عہد کے کارنامے ایک رعب پاش صدا سے نغمہ سرا ہیں۔ ع　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

لطیفہ

ایک صاحب کے ہاں چور گھس آئے۔ نوکر بھاگا بھاگا صاحب بہادر کے پاس آیا۔ اور گھبرا کر کہنے لگا۔ حضور۔ مکان میں چور گھس آئے ہیں۔　　صاحب بہادر۔ اُن کو کہو کہ صاحب گھر میں نہیں ہیں۔

رہنمائے ریاضی

آٹھویں جماعت کے لئے جیومیٹری کے دلچسپ سوالات معہ حل

(از لالہ بسنت لال صاحب ادیب عالم)

ایک مستطیل کھیت کے کچھ رقبہ میں گھاس لگوانے کا خرچ تین پائی فی مربع گز کے حساب ۳۷ روپے ۸ آنے ہے۔ باقی کے کچھ رقبہ میں گیہوں بوئی گئی ہے۔ جس کا کل خرچ ایک روپیہ فی سو مربع گز کے حساب ۴۸ روپے ہے۔ باقی کل زمین جو رقبہ میں ۲۴۰۰ مربع گز ہے۔ باغ کے لئے خالی چھوڑی ہوئی ہے۔ بتاؤ اس کھیت کا طول کیا ہوگا۔ جبکہ اس کھیت کے گرداگرد ناگ پھنی کی باڑ لگوانے کا خرچ نصف آنہ فی گز کے حساب ساڑھے بارہ روپے ہے۔

حل۔ جتنے رقبہ میں گھاس لگی ہوئی ہے = ۳ پائی یا $\frac{1}{64}$ روپیہ جتنے رقبہ پر خرچ آتے ہیں = ایک مربع گز

بشرط سوال ساڑھے سینتیس روپیہ جتنے رقبہ پر خرچ آئے ہونگے = $\frac{75}{2} \times 64$ = ۲۴۰۰ مربع گز

جتنے رقبہ میں گیہوں بوئے گئے ہیں = ایک روپیہ جتنے رقبہ پر خرچ آتا ہے = ۱۰۰ مربع

بشرط سوال ۴۸ روپے جتنے رقبہ پر خرچ آئے ہونگے = ۱۰۰ × ۴۸ = ۴۸۰۰ مربع گز

باغ کے لئے باقی ماندہ جتنا رقبہ خالی پڑا ہے = ۲۴۰۰ مربع گز

پس مستطیل کھیت کا کل رقبہ = ۲۴۰۰ + ۴۸۰۰ + ۲۴۰۰ = ۹۶۰۰ مربع گز

کھیت کا مجموعہ اضلاع = $\frac{1}{2}$ آنے جتنی باڑ پر خرچ ہوتے ہیں = ایک گز لمبی

بشرط سوال ساڑھے بارہ روپیہ جتنی لمبائی پر خرچ ہوئے ہونگے = ۲ × ۲۰۰ = ۴۰۰ گز

پس کھیت کا رقبہ (طول × عرض) = ۹۶۰۰ مربع گز پس کھیت کا مجموعۂ اضلاع (طول + عرض) ۲ = ۴۰۰ گز

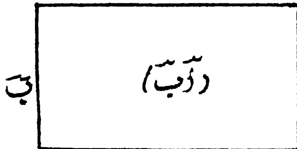
اب طول مستطیل دریافت کرنے کے لئے ہمیں (طول - عرض) معلوم کرنا ہوگا۔

چونکہ (ا + ب)^2 =

= (ا)^2 + (ب)^2 + ۲ ا ب = (اب) ۲ + (ا ب)^2 + ۲ ا ب

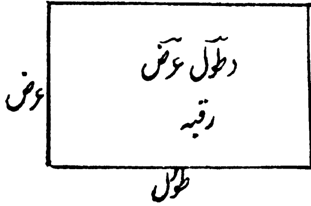
= (ا ب) ۲ + (ا ب) ۲ + (ا - ب)^2 = (ا ب) ۴ + (ا - ب)^2

پس (ا - ب)^2 = (ا + ب)^2 - (ا ب) ۴



طالب علموں کی آسانی کے لئے ا کو طول اور ب کو عرض فرض کر کے

(طول + عرض)^2 = (طول)^2 + (عرض)^2 + ۲ طول عرض



= (طول عرض)۲ + (طول - عرض)۲ + ۲ طول عرض

= (طول عرض) ۲ + (طول عرض) ۲ + (طول - عرض)۲

= (طول عرض)۴ + (طول - عرض)۲

پس (طول - عرض)۲ جو ہمیں مطلوب ہے -

= (طول + عرض)۲ - (طول × عرض)۴

(باقی حل) = (۲۰۰)۲ - (۹۶۰۰)۴ = (طول - عرض)۲ = ۴۰۰۰۰ - ۳۸۴۰۰ = (طول - عرض)۲ ۱۶۰۰

طول - عرض کے = " " " = √۱۶۰۰ یا ۴۰

مجموعہ طول عرض بشرط سوال = ۲۰۰ گز } طول مستطیل = (مجموعہ + فرق) کا نصف

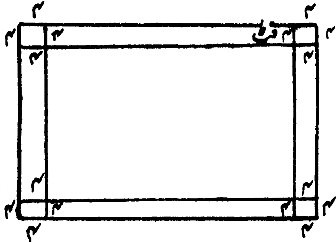
فرق طول عرض = ۴۰ گز

= (۲۰۰ + ۴۰) "

= ۲۴۰ کا نصف = ۱۲۰ گز جواب

ماسٹر بھگوان سہائے کے آسان حل کی بابت

ماسٹر صاحب نے جون نمبر کے صفحہ ۸۷ پر جو سوال حل کیا ہے وہ حل آسان کی بجائے طلباء کو اُلجھن میں ڈالنے والا ہے - آسان اور مختصر حل مندرجہ ذیل ہے :-



شکل سے ظاہر ہے کہ راستے کے رقبہ میں سے چاروں کونوں پر کے مربعوں کا رقبہ گھٹانے سے باقی رقبہ ایسی مستطیل کے رقبے کے برابر رہ جائیگا جس کا طول اندر کی مستطیل کا مجموعہ اضلاع اور عرض ۴ فٹ ہے -

چاروں کونوں کے مربعوں کا رقبہ = (۴)۲ × ۴ = ۶۴ مربع فٹ

راستے کا رقبہ = ۱۲۰۸ مربع فٹ   باقی رقبہ = ۱۲۰۸ - ۶۴ = ۱۱۴۴ مربع فٹ

اندر کی مستطیل کا مجموعہ اضلاع = ۱۱۴۴ ÷ ۴ = ۲۸۶ فٹ   طول + عرض = ۲۸۶ ÷ ۲ = ۱۴۳ فٹ

طول و عرض میں نسبت = ۸ : ۵   مجموعہ نسبت = ۸ + ۵ = ۱۳

طول = ۱۴۳ × $\frac{۸}{۱۳}$ = ۸۸ فٹ   عرض = ۱۴۳ × $\frac{۵}{۱۳}$ = ۵۵ فٹ جواب

کلول شرما ریاضی ٹیچر بی ڈی ہائی سکول انبالہ چھاؤنی

آٹھویں جماعت کے لئے سوال مع حل

ایک مستطیل شکل کے میدان کے گرد باڑ لگوانے کی مزدوری ایک پیسہ فی گز کے حساب ۱۷ روپے ۱۴ آنے دینی پڑتی ہے۔ بتاؤ اس کی گھاس ۶ روپے ۴ آنے فی ایکڑ کے حساب کتنے کی بکے گی۔ جبکہ طول و عرض میں ۸ ، ۵ کی نسبت ہو۔

باڑ لگوانے کی مزدوری = ۱۷ روپے ۱۴ آنے = ۱۱۴۴ پیسے

مستطیل کا احاطہ = ۱۱۴۴/۱ = ۱۱۴۴ گز   طول + عرض = ۱۱۴۴/۲ = ۵۷۲ گز

طول : عرض = ۸ : ۵   مجموعہ نسبت = ۸ + ۵ = ۱۳

طول = ۸ × ۵۷۲/۱۳ = ۳۵۲ گز   عرض = ۵ × ۵۷۲/۱۳ = ۲۲۰ گز

رقبہ = ۲۲۰ × ۳۵۲/۴۸۴۰ = ۱۶ ایکڑ   گھاس کا مول = ۱۶ × ۲۵/۴ = ۱۰۰ روپے جواب

رتن پرکاش شرما ہشتم سی بی ڈی ہائی سکول انبالہ چھاؤنی

پرچہ امتحان ترقی جماعت چہارم

جو عالیجناب چوہدری عبدالستار خاں صاحب اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ڈویژن فتح آباد ضلع حصار نے سنٹر بھٹو کلاں میں دیا۔

(۱) ڈاک خانہ میں شرح سود چار آنے سینکڑہ ماہوار ہے۔ اگر ایک آدمی ۶۷۵ روپے جمع کرائے تو اُسے دو سال چار ماہ بعد کل کتنا روپیہ معہ سود ملیگا۔

(۲) ایک ہیڑی ۹ سکنڈ میں ۶ انچ رسی بٹ سکتا ہے۔ تو ۹ گھنٹے ۱۰ منٹ ۳ سیکنڈ میں کتنے گز لمبا رسا بٹ سکے گا۔

(۳) (زبانی) ایک آدمی کے پاس دس روپیہ کا نوٹ تھا۔ اُس نے دو روپیہ کی مٹھائی اور ۲۰ کتابیں ساڑھے تین آنے فی کتاب خریدیں۔ بتاؤ اُس کے پاس باقی کیا رہا۔   نرمل فتح آبادی

لطیفہ

ماسٹر۔ تم اپنے سامنے والے لڑکے کی نقل مار رہے ہو!

لڑکا۔ نہیں جناب۔ سوال تو میں نے خود نکالا ہے۔ اس سے ملا کر دیکھ رہا ہوں کہ کہیں غلطی تو نہیں کی۔

ریڈ کراس سوسائٹیوں کے لئے

ہندوستان کے مشہور معالج کوی ونود وئید بھوشن پنڈت ٹھاکر دت شرما وئید موجد امرت دھارا کی تیار کردہ چند مجرب و آزمودہ ادویات جو کہ ریڈ کراس سوسائٹیوں کے لئے پاس رکھنی بہت ضروری ہیں۔ جن سے اس وقت تک ہزاروں بھائی فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ سب ریڈ کراس سوسائٹیوں کو چاہیے کہ منگوا کر پاس رکھیں اور بچوں اور دوسروں کو تکلیف خرچ اور دکھ سے بچا دیں۔

سکاوٹ بکس

سکاؤٹوں اور ریڈ کراس کے لوگوں کیواسطے ایک نعمت ہے۔ ایک پاکٹ بکس میں عام امراض و حادثات کا مکمل علاج موجود ہے۔ کوئی ولایتی سکاؤٹ بکس اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا ہے۔ قیمت بمعہ خوبصورت بکس ۲/عہ

گولی کھانسی

ان گولیوں کو منہ میں رکھ کر چوسنے سے کھانسی خشک ہو یا تر دونوں میں فائدہ ہوتا ہے قیمت ۴۰ گولی ایک روپیہ ۲۰ گولی ۸ر

باغ پھول تیل رجسٹرڈ

بالوں پر تمام تیلوں کا سرتاج ہے بالوں کو نرم و ملائم کرتا ہے سر کو ٹھنڈا رکھتا ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ (عہ)

دت ویریچن (گولی جلاب) رجسٹرڈ

یہ گولیاں جلاب کے حق میں بڑی بے نظیر ہیں۔ قیمت ۶۰ گولی ایک روپیہ ۳۰ گولی آٹھ آنے (۸ر)

امرت دھارا رجسٹرڈ

ایک ہی دوائی اور خوراک بھی چند بوند اور پھر دنیا کی امراض کا علاج کتنی عجیب بات ہے لاکھوں استعمال کرنیوالوں میں سے ۴۴ ہزار لکھ کر بھیج چکے ہیں کہ امرت دھارا ہر وقت ہر شخص کو موجود رکھنی چاہیئے کیونکہ یہ اکیلی دوائی کھانے اور لگانے سے تقریباً کل امراض کا جو عام طور پر گھروں میں بوڑھوں اور بچوں یا جوانوں کو ہوتی رہتی ہیں حکمی علاج ہے یہ سمجھو کہ ایک نعمت ہاتھ آگئی ہے قیمت فی شیشی ۲/عہ نصف عہ۱ نمونہ ۸ر

منجن ۱/۔

دانت کی کل امراض کو دور کرتا ہے اور دانتوں کی امراض سے محفوظ رکھتا ہے قیمت فی ڈبیہ چار آنے (۴ر)

ملیریا ناش

ملیریا بخار کی اکسیر دوائی ۹۹ فیصدی تین دن میں قطعی دور۔ قیمت ۸ر

سرمہ ۱/۔

روزانہ استعمال کے کرنے سے آنکھوں کی کل امراض سے محفوظ رکھتا ہے قیمت ۸ر

امرت دھارا کی میٹھی ٹکیاں

منہ میں رکھ کر چوسنے سے امرت دھارا کا فائدہ ہوتا ہے۔ مٹھائی کی مٹھائی اور دوائی کی دوائی ہے

ولایتی ٹکیوں اور گولیوں کی بجائے ان کا استعمال کریں۔ قیمت فی ڈبیہ ایک سو ٹکیہ چار آنے ۴ر

برہمی ارشٹ

حافظہ کے واسطے اس سے بڑھ کر کوئی دوائی نہ ہوگی۔ دماغی کمزوری اور سر درد وغیرہ کے لئے بے حد مفید ہے۔

ہر طالب علم کو یہ استعمال کرنی چاہیئے قیمت فی شیشی دو روپیہ نصف شیشی ایک روپیہ (عہ)

گولی بخار

ملیریا اور دیگر سب قسم کے بخار کو فوراً آرام کرتی ہے۔ قیمت آٹھ گولی آٹھ آنے

دت نسوار رجسٹرڈ

اس کے لینے سے زکام۔ درد کان۔ درد آدھا سیسی وغیرہ کو آرام ہوگا قیمت ایک روپیہ نمونہ ۴ر

درد شکن

اس کی ایک ہی پڑیہ کے استعمال سے ہر ایک قسم کی درد کو پانچ منٹ میں آرام آتا ہے ہر ایک کے پاس رہنی چاہیئے۔ قیمت ایک روپیہ۔ نمونہ چار آنے (۴ر)

کرن تیل

کان کی کل امراض کے لئے بے نظیر دوائی ہے۔ مثلاً۔ درد۔ پیپ۔ زخم کانوں میں شائیں شائیں وغیرہ آوازیں آنا سنائی کم دینا کو نافع ہے۔ قیمت عہ نمونہ ۴ر

لال جواہر (چورن ہاضمہ رجسٹرڈ)

نہایت اعلیٰ چورن ہے۔ بدہضمی متلی قے درد۔ اجیرن کا حکمی علاج ہے۔ قیمت دو روپیہ۔ نمونہ چار آنے

گندھارا رس (رجسٹرڈ)

مروڑ۔ دست۔ پیچش۔ ہیضہ کا مجرب علاج ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔ نصف آٹھ آنے

نوٹ :۔ ریڈ کراس سوسائٹی والے یہ لکھیں کہ ادویات مفت بانٹیں گے ان کو ہم اپنی ادویات پر ۲۵ فیصدی رعایت کردیں گے۔

خط و کتابت و تار کا پتہ :۔ امرت دھارا ۱۲/۷ لاہور

المشتہر

مینجر امرت دھارا اوشدھالیہ امرت دھارا بھون امرت دھارا روڈ۔ امرت دھارا ڈاک خانہ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶

به سرپرستی سررشتهٔ تعلیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶

سررشتهٔ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا

اور بہترین خدمت گذار

رسالہ

رہنمائے تعلیم لاہور

مینجنگ پروپرائٹر

ماسٹر جگت سنگھ

سالانہ چندہ [illegible]

قیمت فی پرچہ [illegible]

ششماہی چندہ ۳؍

قواعد وضوابط

۱۔ رہنمائے تعلیم بالعموم ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ سالانہ چندہ چار روپے (للعہ) ششماہی تین روپے (سے۳) بہرپیشگی۔ نمونہ کا پرچہ ۶ر کے ٹکٹ آنے پر ارسال خدمت ہوگا۔ کوئی صاحب نمونہ مفت طلب کرنے کی تکلیف نہ کریں۔

۳۔ خریدار اصحاب خط لکھتے وقت چٹ نمبر ضرور لکھا کریں۔ ورنہ عدمِ تعمیل کی شکایت معاف۔

۴۔ رہنمائے تعلیم میں تمام ایسے علمی، ادبی۔ اخلاقی۔ طبی۔ تاریخی۔ تحقیقی مضامین (نثر و نظم) ہوا کرتے ہیں جو شائستہ اور مفید ہوتے ہیں اور معیارِ ادب پر پورے اُترتے ہیں۔

۵۔ مذہبی اور پولٹیکل مضامین ہرگز درج رسالہ نہیں ہونگے۔

۶۔ جو مضامین درج نہ ہونگے اُن کے واپس کرنے یا نہ کرنے کا ایڈیٹر صاحب کو پورا اختیار ہوگا۔

۷۔ مدیران مضامین کی ترمیم وتنسیخ کے مختار ہونگے۔

۸۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہیئے۔

۹۔ مضامین نثر کے متعلق جملہ خط وکتابت لالہ آگیا رام صاحب سچدیو کے اور مضامین نظم کے لئے جناب پنڈت لبھو رام صاحب جوش ملسیانی کے نام ہونی چاہیئے۔ اور دیگر امور و ترسیلِ زر منیجر کے نام ہونی چاہیئے۔

۱۰۔ مشتہرین اصحاب اشتہارات بھیج کر فائدہ اُٹھائیں۔ اُجرت نہایت معمولی جو ذیل میں درج ہے۔

نرخنامہ اشتہارات

پیمانہ صفحہ	ایک بار	تین بار	چھ بار	سال بھر
پورا صفحہ	لعہ ۹/	عـــہ ۲۷/	صـــہ ۵۰/	لـــہ ۹۰/
نصف صفحہ	صہ ۵/	عـــہ ۱۵/	عـــہ ۲۵/	صـــہ ۵۰/
چوتھائی صفحہ	سے ۳/	لعہ ۹/	عـــہ ۱۵/	عـــہ ۲۷/

نرخنامہ اشتہارات سرورق (مستقل پورے سال کے لئے)

صفحہ ۲ و ۳ ایک سو آٹھ روپیہ سالانہ

صفحہ ۴ ایک سو بیس روپیہ سالانہ

(اُجرت ہر حال میں پیشگی آنی چاہیئے۔)

منیجر رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور نمبر ۵۵

بابت ماہ اگست ۱۹۳۲ء

سررشتۂ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا اور بہترین خدمت گذار

جلد ۴ — نمبر ۳

رسالہ

رہنمائے تعلیم
لاہور

علمی، ادبی، اخلاقی، طبی، تاریخی، زراعتی اور صنعتی مضامین کا ماہوار مجموعہ

زیر سرپرستی تاج الشعرا فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین داغ مرحوم

مدیر اعزازی

مسٹر لچھمی چند ودیارتھی بی اے۔ بی ٹی۔ ایم۔ او۔ جی۔ اے (لندن)

معاونین اعزازی

لالہ آگیا رام سچدیو منشی فاضل — جناب جوش ملسیانی

طالب کاشمیری ایم اے۔ ایم او ایل منشی فاضل ادیب فاضل

ماسٹر جگت سنگھ مینجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) بلڈنگ ۵۵

فہرست مضامین

اورینٹل ٹیچرز اور امتحان میٹریکولیشن

و دیگر امتحانات یونیورسٹی کی نگرانی

اس موضوع پر ہم نے ایک دفعہ اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر ایک مفصل مضمون سپرد قلم کیا اور جناب کنٹرولر صاحب امتحانات یونیورسٹی پنجاب سے آرزو کی کہ وہ ازراہ کرم یہ بتلانے کی تکلیف گوارا فرمائیں کہ سال ۱۹۳۳ء کے یونیورسٹی امتحان میں کتنے اورینٹل ٹیچروں کی بطور اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ امتحانات افسران مجاز نے سفارش کی اور یونیورسٹی نے کتنے ٹیچروں کو اس کام کے لئے منتخب فرمایا؟ دوسری طرف یہی آرزو ہم نے اپنی برادری سے کی کہ اورینٹل ٹیچر اصحاب انفرادی یا اجتماعی طور پر ہماری آگہی کا موجب ہوں کہ آیا کبھی ان کی سفارش بطور اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ ہوئی اور انہیں نگران ہونے کا کبھی موقعہ ملا یا نہ؟ مگر دونو طرف سے صدائے برنخاست کا سلوک ہوا۔ جون نمبر میں ایڈیٹوریل نوٹ کی ذیل میں ہم نے دوبارہ اسی سوال کو چھیڑا اور سرود بہ تان یاد دہانیدن کے مطابق صرف اورینٹل ٹیچر اصحاب سے خطاب کیا۔ بھلا ہو لالہ ویر بھان صاحب کالیہ بی اے منشی فاضل اورینٹل ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول ہمیر پور ضلع کانگڑہ کا کہ انہوں نے ازراہ ہمدردی ہماری آرزو پر لبیک کہا اور ایک مفصل بیان ارسال کیا جسے آج ہم اورینٹل ٹیچروں کی برادری کے حضور میں پیش کرتے ہیں اور ان کو یاد دلاتے ہیں کہ بقول شاعر ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی — نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

خدائے پاک بھی ہمت مرداں کا حامی ہے۔ اس لئے آپ یونیورسٹی کے اس قاعدہ سے جس کے رو سے آپ اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ امتحانات ہو سکتے ہیں۔ کیوں فائدہ نہیں اٹھاتے۔ جب سکولوں کی دنیا میں آپ کو وہی طالب علم یونیورسٹی امتحان کے لئے تیار کرنے ہوتے ہیں جنہیں آپ کے ہیڈ ماسٹر اصحاب اور دیگر سینیر انگلش سٹاف تیار کرتا ہے۔ مانا کہ آپ کے ماہانہ اور انکے مشاہرہ کا مقابلہ مقابلے کا منہ چڑاتا ہے۔ مگر کم از کم آپ کو اسی کمرہ میں اور اسی کرسی پر بیٹھ کر کام کرنا ہے۔ جہاں انگریزی سٹاف اور آپکے ہیڈ ماسٹر صاحب کام کرتے ہیں۔ پس ہمت سے کام لیں اور اپنے اس حق کے لئے افسران مجاز کی توجہ دلائیں۔ اور وقت مناسب پر اپنی سفارش کرائیں اور اگر مصلحت جانیں تو رہنمائے تعلیم کو اپنی سفارش ہونے سے آگاہ کریں۔ وہ کوشش کریگا کہ حکام یونیورسٹی کی توجہ موقعہ مناسب پر اس امر پر دلائے اور آپ کی حق رسی کے لئے آپ کا وکیل بے منت ثابت ہو۔ (اسچدیوا

آپ کا نوٹ اورینٹل ٹیچرز اور امتحان میٹریکولیشن کی نگرانی" مندرجہ رسالہ رہنمائے تعلیم ماہ جون ۱۹۳۳ء پڑھا - دونو باتوں میں بعد المشرقین نظر آتا ہے - ہماری حالت پر مندرجہ ذیل شعر بعینہٖ صادق آتا ہے - ؎

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے اِس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

پنجاب یونیورسٹی کا قاعدہ ہے کہ کوئی اُمیدوار مشرقی زبان کا اعلےٰ امتحان پاس کرنے کے بعد صرف انگلش کا امتحان بی اے تک دیکر بی اے کی ڈگری حاصل کر سکتا ہے - چنانچہ بہت سے شائقین علم اپنے عیش وآرام پر لات مار کر دُنیا وما فیہا سے بے خبر دن رات کی محنت شاقہ سے اِس دُشوار گذار منزل پر گامزن ہوتے ہیں - میں نے دشوار گذار اس لئے لکھا ہے کہ مشرقی اور مغربی زبانوں کو ایک دماغ میں جمع کرنا اجتماع ضدین سے کم نہیں ہے - لیکن یہ امر قابل غور ہے - کہ محکمہ تعلیم ایسے نونہالوں کے ساتھ کیا رعایتی سلوک روا رکھتا ہے - چنانچہ جہاں تک میرا تجربہ ہے مجھے معلوم ہے کہ ایسے اشخاص محکمہ ہذا میں کس مپرسی کی حالت میں پڑے ہیں - اور اس کس مپرسی کی حالت میں کوئی ان پر ہمدردی کے آنسو نہیں بہاتا - دوسرے محکموں میں اگر کوئی پروانہ محنت شبانہ روز سے شمع علم پر جانگدازی کرتا ہے - تو وہ دوسروں سے امتیازی سلوک کا مستحق سمجھا جاتا ہے - مثلاً وہ لا کالج میں داخل ہو کر دیگر گریجویٹ کی طرح امتحان پاس کر کے پلیڈر بن سکتا ہے - اگر وہ ڈاک خانہ کے محکمہ میں ہے - تو اپنے ہمعصروں کی نسبت جلدی عہدہ جلیلہ پر ممتاز کیا جاتا ہے - لیکن محکمہ تعلیم جو علوم کا منبع اور ملجاو ماوٰی ہے - ایسے ہونہاروں سے منصفانہ سلوک نہیں کرتا - اور اُن کا قعر ذلت میں پڑے رہنا گوارا کرتا ہے - مثال کے طور پر دیکھ لیجئے کہ ایک شخص صرف منشی فاضل ہونے کی حالت سے لیکر منشی فاضل بی اے تک پرشین ٹیچر کے درجے سے سرِ مو تجاوز نہیں کرتا - حتےٰ کہ ایم اے - ایم - او - ایل ہونے کی حالت میں بھی ہائی سکولوں کی پرشین ٹیچری جو قسامِ ازل نے روز ازل سے اُن کے مقدر میں لکھ دی ہے - اُن کے حصّے میں رہتی ہے - ایسی مثالیں عربی سنسکرت کے فضلا میں بھی پائی جاتی ہیں - جو شاستری اور مولوی فاضل کے امتحانات کے ساتھ بی اے اور ایم اے کی ڈگریاں سنبھالے ہوئے اورینٹل کے عہدہ جلیلہ پر بمشاہرہ ۵۵ - ۳ - ۷۰ پر زمیں جُنبد نہ جُنبد گل محمد کے مصداق بنے بیٹھے ہیں - کیا کریں - ع راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہے - میں نے پیشتر ازیں بھی ایک دفعہ اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا - کہ اگر محکمہ براہ شفقت وکرم گستری ایسے امیدواران کو سایۂ عاطفت میں لے کر اُنکی حوصلہ افزائی کرے - تو یقین واثق ہے کہ محکمہ بھی مالی تعلیمی اور دیگر لحاظ سے ترقی پذیر ہو گا -

(۱) ایسے اصحاب کو اگر اے - ڈی - آئی کی اسامی پر تعینات کر دیا جائے - تو وہ ہر طرح سے اہل ہیں بلکہ پرائمری تعلیم میں روز افزوں ترقی کے متعلق نئی نئی تجاویز اور وسائل سوچ کر پرائمری تعلیم کو زیادہ ہر دلعزیز بنا سکتے ہیں - پیشتر ازیں اِس سکیم پر برائے نام عملدرآمد کیا گیا تھا - اور متعینہ اشخاص پر انگریزی نہ جاننے کا الزام

لگاکر سکیم کو از خود ناکامیاب سمجھ لیا تھا۔ حالانکہ وہ ہر لحاظ سے قابل تھے۔ اور تعلیمی پہلو میں قابل تر۔ اور اب جبکہ ایک کافی تعداد ایسے انگریزی خواندہ اصحاب کی مل سکتی ہے۔ تو یہ اعتراض بھی رفع ہو سکتا ہے۔

(۲) نورمل سکولوں کی ہیڈ ماسٹری۔ یہ مسلمہ امر ہے۔ کہ جہاں تک ورنیکلر تعلیم کا تعلق ہے۔ ایسے اشخاص جو ہر دو زبانوں میں پوری دسترس رکھتے ہیں۔ کامیاب تریں ثابت ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ مشرقی علوم میں ماہر ہونے کے علاوہ انگریزی علوم کی کنجی بھی اُن کو خدا نے عطا کی ہے۔

(۳) انٹرمیڈیٹ کالجوں میں پرشین لیکچرر کا تقرر کرتے وقت ایسے اصحاب کو سب سے پہلے موقعہ دیا جائے۔

(۴) تقرری ممتحن۔ ورنیکلر فائنل جے۔ وی اور ایس۔ وی کے امتحانات میں ممتحنوں کے تقرر کے وقت اُن کے ساتھ خاص سلوک کریمانہ کا اظہار کیا جائے۔ کیونکہ دن رات انہی جماعتوں کو تعلیم دینے کے سبب سے وہ معیار امتحان اور طلبا کی لیاقت سے بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ اسی طرح یونیورسٹی کے امتحانات میں بھی اُن کی کافی تعداد ہونی واجب ہے۔

لیکن بدقسمتی سے رفتار زمانہ کچھ ایسی ناموافق ہے۔ کہ نہ تو وہ خود گڑھے سے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور نہ کوئی اُن کے لئے دستِ مدد دراز کرتا ہے۔ مثلاً یونیورسٹی امتحانات میں اسسٹنٹ نگران کی اسامی کو ہی لیجئے۔ جہاں تک مجھے تجربہ ہے کہ افسرانِ مجاز اوّل تو اورینٹل ٹیچرز کا نام بھیجنے سے گریز کرتے ہیں۔ اور عذر یہ پیش کرتے ہیں۔ کہ وہ نگرانِ اعلےٰ کے لئے چنداں مفید نہیں ہو سکتے۔ اور دوسرے یونیورسٹی کی طرف سے چونکہ اُن کو دو روپے روزانہ ملینگے۔ تو کیوں وہ کسی سینیر انگلش ماسٹر کو لگاکر ۳ روپے روز نہ دلوائیں۔ حالانکہ سینیر انگلش ماسٹر اورینٹل ٹیچروں سے پہلے ہی زیادہ تنخواہ لیتے ہیں۔ لیکن سچ ہے مایا کو مایا ملے کر کر لمبے ہاتھ۔ تلسی داس غریب کی کوئی نہ پوچھے بات۔

نہ صرف میٹرکولیشن کے امتحان بلکہ کلاسیکل اور ورنیکلر زبانوں کے امتحانات میں بھی نگران اعلےٰ وادنےٰ صرف یہی لوگ ہوتے ہیں۔ اور اورینٹل ٹیچروں کو کوئی پوچھتا بھی نہیں۔

اگر بفرض محال افسران مجاز کسی اورینٹل ٹیچر کی سفارش بطور اسسٹنٹ نگران کریں۔ تو یونیورسٹی سے منظوری نہیں آتی۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میری سفارش ہوئی تھی۔ لیکن جواب نفی میں بتایا گیا تھا۔ اب جبکہ یونیورسٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ بی اے اور اینٹل ٹیچروں کو ایام نگرانی میں حسب دستور تین روپے روز ملا کرینگے۔ اس لئے اگر افسران مجاز تقرری نگران کے وقت اورینٹل ٹیچروں کا بھی خیال رکھیں۔ تو سلوک کریمانہ سے بعید نہ ہوگا۔ مزید برآں یونیورسٹی میں کسی گریجوایٹ کی شرط نہیں ہے۔ اس لئے اگر ہر ایک سکول سے ایک دو اورینٹل ٹیچر (خواہ وہ گریجویٹ نہ ہوں) اسسٹنٹ نگران مقرر کئے جائیں۔ تو علاوہ غربا نوازی کے یونیورسٹی کے لئے باعثِ کفایت بھی ہے۔

آپ کا خادم ویر بھان کالیہ بی اے منشی فاضل اورینٹل ٹیچر گورنمنٹ سکول میرپور

نظم و نسق مدرسہ

ایک دیرینہ سال ہیڈ ماسٹر کے خطوط ایک نو آموز کے نام

(از جناب سیّد اشفاق حسین صاحب ایم اے ۔ بی ٹی)

خط نمبر ۱۷

عزیز گرامی ۔ سزا کے مقاصد ضمناً مکمل طور پر بیان کئے گئے ۔ انکے مطالعہ کے بعد قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ مقاصد کس طرح حاصل ہوں ۔ وہ کیا اُصول ہیں جن کی بنا پر سزا سے بہترین نتائج مترتب ہوں ۔

سب سے زیادہ اہم اُصول جو سزا دیتے وقت یا تجویز کرتے وقت پیش نظر رکھنا ضروری وہ "موزونیت" اور "مناسبت" ہے جرم کی ماہیت اور ارتکاب جرم کے درجے کے مطابق سزا ہونی چاہئے ۔ جب ہم اس سوال کے جواب کے واسطے بڑے بڑے معلمین کی تصنیفات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو عجیب عجیب خیالات منکشف ہوتے ہیں ۔ روسو کہتا ہے کہ سزا اس طرح دینی چاہئے کہ طلباء کو وہ سزا محسوس نہ ہو بلکہ وہ قدرتی نتائج کی شکل میں دکھائی دے ۔ سپنسر اپنے پُرزور انداز بیان میں کہتا ہے کہ جب کوئی لڑکا روشن شمع کے شعلہ میں اُنگلی دیتا ہے تو قدرت اُسے ایسا سبق سکھاتی ہے جو بھلایا نہیں جا سکتا ۔ وہ کہتا ہے کہ قدرت اعمال نیک کے اچھے اور اعمالِ بد کے بُرے نتائج فوری دیتی ہے اور یقینی طور پر دیتی ہے ۔ یہ ممکن نہیں کہ ایک صورت میں بھی مجرم اُن سے بچ سکے ۔ اس کا یہ قول ہے کہ والدین اور معلمین کو بھی قدرت کا اتباع کرنا چاہئے ۔ اگر بچہ چہل قدمی میں دیر لگا دے تو اُسے چہل قدمی کی اجازت ہی نہ دی جائے ۔ اگر وہ کھلونے توڑنے کا عادی ہے تو اُسے کھلونے دیئے ہی کیوں جائیں ۔ ایسے ہی چوری کی سزا تلافی اور تاوان کے علاوہ والدین کی ناراضگی اور ناخوشی ۔

لیکن جب ہم اس نظریہ پر ناقدانہ نگاہ ڈالتے ہیں تو بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ اکثر حالات میں یہ "اصول قدرت" بجائے رہنمائی کے گمراہی کرتا ہے ۔ موزونیت اور مناسبت یکسر اس کی سزاؤں میں سے مفقود ہوتی ہے ۔ مثلاً ایک بچہ جو بے پروائی سے پہاڑی کے ڈھلان پر دوڑنا شروع کرتا ہے ممکن ہے محض ذرا سی خراش اور معمولی چوٹ سے اس کو اس کی بے پروائی کی سزا ملے بہت ممکن ہے کہ وہ بالکل بچ جائے یا ایسی سخت سزا پائے کہ اپنی جان گنوا بیٹھے ۔ لڑکا جو نالا بند کے کنارے دوڑتا ہے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے ۔ اگر ان حضرات کے

ارشاد کے مطابق کسی بچہ نے کواڑ کے شیشے توڑ دیئے ہیں اور سخت سردی کا موسم ہے ۔ٹھنڈی ٹھنڈی خون جما دینے والی ہوائیں چل رہی ہیں تو اس کی چارپائی اس دروازہ کے سامنے بچھا دی جائے تاکہ نمونیہ سے وہ اپنی جان دیدے اور مرکر شیشے توڑنے کی سزا پائے ۔ اس کے علاوہ ذرا نظر غائر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ قدرت بعض بڑے بڑے جرموں کی سزا نہایت توقف کیا معنی سستی سے دیتی ہے ۔ جو شخص منشی اشیا کا استعمال کرتا ہے ۔ سالہا سال میں کیفر کردار کو پہنچتا ہے ۔

اصل بات یہ ہے کہ لفظ "قدرت" کا مفہوم کچھ مبہم کچھ بہت وسیع ہے جو اکثر مغالطوں کا موجب ہو جاتا ہے ۔ معلم کے لئے قدرت کا مفہوم صرف مشابہت اور مناسبت ہونا چاہئے ۔

دیر سے آنے کی سزا چھٹی بند کر دینا ۔ فرض وطمع کی سزا محرومی اور غفلت اور کام چوری کی سزا کام کی زیادتی "قدرت" کے مطابق ہے نہ یہ کہ بچہ کو شمع کے شعلہ پر انگلی رکھنے کے لئے چھوڑ دینا تاکہ وہ دور اندیشی سیکھے ۔ مناسبت اور موزونیت کا مفہوم غالباً امثلہ بالا سے واضح ہو گیا ہوگا ۔

دوسرا اُصول "تناسب اور توازن" ہے ۔ ایک جرم کی سزا مقرر کر دینا عقلمندی سے بعید ہے ۔ وہ حالات جن میں وہ جرم کیا گیا اور اُس مجرم کی فطرت اور اُس کے احساس کو پیش نظر رکھنا چاہئے ۔ بعض طلبا جو غیرت مند ہوتے ہیں سخت نگاہ کافی ہوتی ہے اور بعض کو سخت سے سخت جسمانی سزا کفایت کریگی ۔ سزا جسمانی ہو یا جرمانہ کی یا سلب مراعات کی سب حالات میں تناسب کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے ۔

تیسرا اُصول سزا کا یہ ہے کہ وہ خود اور اُس کے دینے کا طریقہ عبرت ناک ہو ۔ سزا پبلک میں دی جائے یا پرائیویٹ طور پر یہ اُن حالات پر منحصر ہے جن میں وہ سزا دی جاتی ہے ۔

چوتھا اُصول کفایت شعاری ہے ۔ معلم یا والدین کو کم از کم تکلیف کا سامنا ہونا چاہئے اور اس حد سے نہ بڑھنی چاہئے ۔ جتنی طالب علم کی اصلاح کے لئے ضروری ہے ۔

پانچواں یہ کہ سزا اصلاحی ہو ۔ جذبات و احساسات صالح کو اکسانے والی اور جذبات سیئہ کو دبانے والی ہو ۔

رمزی

غزل

(از نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیزؔ)

شوخی کا بھی لگاؤ ہے اُنکے حجاب میں — آتا ہے جب خیال تو آتے ہیں خواب میں

مشکل ہے امتیاز عذاب و ثواب میں — پیتا ہوں میں شراب ملا کر گلاب میں

اب کیا کروں زمانۂ ماضی کی آرزو — اب کیا بتاؤں گذری جو مجھ پر شباب میں

کیونکر کٹے گی منزلِ مقصود دیکھئے — جمتے نہیں قدم تو کہیں اضطراب میں

میرے قصور میری خطا کا شمار کیا — اِک صفر آپ اور بڑھا دیں حساب میں

حسرت جُدا ملال جُدا آرزو جُدا — کِس کی جگہ نہیں دلِ خانہ خراب میں

کیونکر مناؤں اپنے دلِ بیقرار کو — یاد آگیا کسی کا بگڑنا عتاب میں

ہم اسکو جانتے ہیں فرشتوں کو کیا خبر — کیا کیا خرابیاں ہیں جہانِ خراب میں

اِس احتمال نے مجھے خاموش کر دیا — بگڑے کہیں نہ کام سوال و جواب میں

دیکھے کوئی عزیزؔ کی حالت بقولِ داغؔ

ڈوبا ہوا ہے نشۂ جامِ شراب میں

تکان

(از جناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب ادیب ایم اے۔ بی ای ٹی دکن)

مدرسین کے لئے تکان کا مسئلہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ لیکن فن تعلیم میں شاید ہی کوئی مسئلہ ہوگا جو اس قدر متنازعہ فیہ ہو۔ خود لفظ تکان کا مفہوم مستقل و معیّن نہیں ہے۔ کوئی اسے خستگی و ماندگی کا مرادف سمجھتا ہے کوئی اسے کاہلی و کسالت سے تعبیر کرتا ہے۔ بعضوں کے نزدیک کسی کام سے طبیعت اُکتا جانے اور دل اُچاٹ ہوجانے کا نام تکان ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے کام کرنے یا جاری رکھنے کی ناقابلیت مراد ہے۔

تکان کی دو قسمیں ہیں، ایک ذہنی دوسری جسمانی۔ پہلے کا تعلق نظام عصبی سے ہے اور دوسری کا عضلات سے۔ اگرچہ دونو کا منبع یا جائے صدور مختلف ہے۔ . . . .

. . . لیکن ان میں اس قدر گہرا لگاؤ ہے کہ ایک کو دوسرے سے تمیز کرنا مشکل ہے۔ ایک ہمیشہ دوسرے پر اثر انداز ہوتی رہتی ہے۔ یعنی جسمانی تکان ذہنی تکان کا باعث ہوتی ہے۔ اور اعصابی تکان سے جسمانی قوت میں بھی انحطاط رونما ہوتا ہے۔ لیکن یہ امر قابل لحاظ ہے کہ سخت جسمانی محنت اعصاب پر اپنا فوری اثر ڈالتی ہے برخلاف اس کے اعصاب کی ماندگی و پستی سے عضلات بہت دیر میں متاثر ہوتے ہیں۔

تکان کی پیمائش

اعصابی و عضلاتی تکان کے باہمی استلزام کا لحاظ رکھتے ہوئے بعضوں نے جسمانی تکان کو ذہنی تکان کی پیمائش کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے متعدد آلے ایجاد کئے گئے ہیں۔ مثلاً تحسس پیما۔ سعی نگار۔ تضریب۔ کرب پیما۔ حرکت پیما وغیرہ۔ تحسس پیما کے استعمال کے وقت ہم فرض کرلیتے ہیں کہ تکان کے وقت ہماری جلد اتنی ذکی الحس نہیں ہوتی جتنی تازہ دم رہنے کی حالت میں جب انسان تازہ دم ہو اس وقت اگر اس کی جلد سے پرکار کی دونو نوکیں تھوڑی دوری پر رکھ کر مس کرائی جائیں تو وہ انہیں الگ الگ محسوس کریگا۔ لیکن تکان کی حالت میں اسے ایک ہی نوک کا احساس ہوگا۔ اور جب تک دونو نوکوں کا درمیانی فاصلہ نہ بڑھایا جائے۔ اس کی جلد ان کا علیحدہ علیحدہ دباؤ محسوس کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ تکان کی مقدار پرکار کی نوکوں کی دوری کے متناسب ہوتی ہے۔ کرب پیما کے استعمال سے ظاہر ہوتا ہے کہ جوں جوں تکان بڑھتی ہے۔ کرب و انقباض کا احساس تیز ہوتا جاتا ہے۔ سعی نگار کی مدد سے ہم اپنی تکان کی پیمائش اس کوشش کی مقدار سے کرتے ہیں۔ جو ہمیں اپنی انگلیوں کے سہارے کوئی وزن اُٹھانے میں صرف کرنی پڑتی ہے۔ اسی طرح تضریب اور حرکت پیما کے ذریعے ہم ان آلات کے پیدا کردہ جسمانی اثرات کی بنا پر دماغی

تکان کا اندازہ لگاتے ہیں۔

لیکن جسمانی تکان کے ذریعے ذہنی تکان کی پیمائش کے مندرجہ بالا طریقوں پر کئی قسم کے اعتراضات عائد ہوتے ہیں ان طریقوں کا استعمال تین مفروضات پر مبنی ہے۔ اول یہ کہ جسمانی عمل اور ذہنی عمل دونو مرکزی نظام اعصابی کے تابع ہیں۔ دوم یہ کہ جسمانی اور دماغی تکان کے عوامل و مؤثرات یکساں ہوتے ہیں۔ سوم یہ کہ بنائً علیہ دماغی تکان کی پیمائش جسمانی تکان کے ذریعے ممکن ہے۔ لیکن چونکہ اوّل الذکر دو مقدمات غلط اور بے بنیاد ہیں۔ اس لئے تیسرے مفروضہ کو جو ان سے بطور نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔ لازمی طور پر غلط ہونا چاہئے۔

مندرجہ بالا بالواسطہ طریقوں کی خامیوں کے مدنظر بعضوں نے ذہنی تکان کی پیمائش کے لئے چند راست طریقے تجویز کئے ہیں جو املا نویسی۔ نقل نویسی۔ عددوں کی گنتی۔ محذوفات کو پُر کرنے۔ الفاظ یا فقرے حفظ کرنے پر مشتمل ہیں ان جانچوں کا طریقہ یہ ہے کہ مدرسہ کے اوّل وقت میں بچوں کو مذکورہ بالا کاموں میں سے کوئی کام دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد مدرسہ برخاست ہونے کے وقت جب بچے خوب تھکے ہوتے ہیں۔ ان کو اسی قسم کا کام دیا جاتا ہے۔ دونو وقت کے کاموں کی جانچ کرنے پر غلطیوں کی تعداد میں جو اضافہ رونما ہوتا ہے۔ وہی تکان کی پیمائش کا معیار قرار دیا جاتا ہے۔ بظاہر ان طریقوں کو اوّل الذکر طریقوں پر ترجیح حاصل ہے۔ کیونکہ یہاں دماغی تکان کی پیمائش بالواسطہ نہیں بلکہ بطور راست ہوتی ہے۔ علاوہ بریں سادہ اور سہل ہونے کی وجہ سے بچوں پر انکا تجربہ نہایت آسانی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ تاہم یہ طریقے بھی نقائص سے خالی نہیں ہیں۔ کیونکہ (۱) کبھی کبھی معمول کی قوت ارادی اور کوشش تکان کے اثر کو زائل اور کام کی رفتار کو تیز بنا دیتی ہے جس کی وجہ سے پیمائش کے نتائج میں اختلال واقع ہوتا ہے (۲) تکان کی پیمائش کے لئے جو کام معمول کو دیا جاتا ہے۔ وہ خود بھی تکان آفرین ہوتا ہے۔ اس لئے جس تکان کی پیمائش مقصود ہوتی ہے۔ اس میں آزمائشی کام کی تکان کی آمیزش کی وجہ سے اصلی تکان کا صحیح اندازہ نہیں لگ سکتا (۳) مختلف تجربات کے وقت جو آزمائشی کام دیئے جاتے ہیں۔ انکا انتخاب کتنی ہی ہوشیاری اور احتیاط سے کیوں نہ کیا جائے لیکن وہ دقت اور دشواری کے لحاظ سے بالکل مساوی معیار کے نہیں ہو سکتے۔ (۴) آزمائشی کام کی انجام دہی میں وقت صرف ہوتا ہے۔ اس اثناء میں معمول کچھ مشاقی حاصل کر سکتا ہے جس کے اثرات تکان کی پیمائش میں دخل انداز ہو سکتے ہیں۔ یعنی معمول پر کئی تجربے ہونے کی وجہ سے وہ اس قسم کے کام انجام دینے میں کسی حد تک مشاق ہو جائیگا۔ اس لئے آخری تجربہ کے وقت تکان کے اثر سے غلطیوں کی جو تعداد واقع ہوتی۔ اس میں مشاقی و مہارت کی وجہ سے کچھ کمی ضرور رونما ہوگی۔

بہر کیف اس قسم کی مشق و مہارت کے اثرات سے بچنے کے لئے دو احتیاطی تدبیریں تجویز کی گئی ہیں۔ ایک مساوی قابلیت کے معمول کا انتخاب دوسرے اعادہ و تکرار۔ پہلی تدبیر اس بات کی مقتضی ہے کہ تمام آزمائشی کام بچوں کی ایک

ہی ٹولی کو نہ دیا جائے بلکہ مختلف تجربے مساوی عمر۔ ذہنی صلاحیت اور معاشری حیثیت کے لڑکوں کی مختلف جماعتوں پر کئے جائیں۔ لیکن ایسی جماعتوں کی تلاش و انتخاب اگر ناممکن نہیں تو سخت دشوار ضرور ہے۔ دوسری تدبیر کا اقتضا ہے کہ لڑکوں سے پہلے آزمائشی کام کی خوب تکرار کرائی جائے تاکہ وہ اس کی انجام دہی میں پوری طرح مشاق ہوجائیں اور جب مشق و مہارت اپنے شباب پر آجائے اس وقت تجربہ شروع کیا جائے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ مشق و مہارت کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ ہم نہیں بتا سکتے کہ کس حد تک ترقی کرنے پر وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اب مشق و مہارت اپنے منتہائے کمال کو پہنچ گئی۔۔

علاوہ بریں ایک قابل ذکر امر یہ بھی ہے کہ براہ راست یا بالواسطہ ہر دو طریقوں میں ہم فرض کر لیتے ہیں کہ معمول اپنی پوری قوت۔ کوشش اور توجہ کے ساتھ تجربہ کو کامیاب بنانے کے لئے مصروف عمل ہے۔ لیکن یہ مفروضہ صحیح نہیں ہے۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ پہلا تجربہ نیا اور انوکھا ہونے کی وجہ سے بمصداق "کلّ جدید لذیذ" معمول کی دلچسپی اور شوق کا محرک ہوتا ہے۔ لیکن تکرار و اعادہ کے باعث پہلا جوش اور ولولہ زائل ہوجاتا ہے اور خشکی و بے لطفی کی وجہ سے تجربہ ثانی معمول کے جلب توجہ کا موجب نہیں بنتا۔ الغرض تکان کی پیمائش کے لئے جتنے براہ راست یا بالواسطہ طریقے اختیار کئے گئے ہیں۔ وہ سب کے سب غیر مسکن و ناتشفی بخش ثابت ہوئے ہیں۔ اس لئے اکثر ماہرین فن نے تکان کی پیمائش کے سوال کو اہم تعلیمی مسائل کی فہرست سے خارج کر دیا ہے۔ انکا خیال ہے کہ پیمائش تکان کے متعلق ہم کوئی ایسا صحیح اور واضح نتیجہ اخذ نہیں کر سکتے جو کار مدرسہ کے لئے مفید و کارآمد ثابت ہو۔

تکان کی تعبیر بذریعہ ترسیم

تکان کی ترسیمی تعبیر تکان کی پیمائش کا لازمی نتیجہ ہے۔ ترسیم کھینچنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم کسی معمول کو کچھ کام دیدیتے ہیں اور اسے ہدایت کرتے ہیں کہ وہ اس کام کو مقررہ وقت میں نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دینے کی کوشش کرے۔ اثنائے کار میں ہم اس کی کیفیت و کمیت کا بنظر غائر مطالعہ کرتے ہیں۔ کام کی رفتار اور خوبی میں جو تبدیلیاں واقع ہوتی رہتی ہیں۔ انکا اظہار ہم ایک منحنی خط کے ذریعے کرتے جاتے ہیں۔ یہی منحنی خط تکان کی ترسیم کا کام دیتا ہے۔ خط کی ناہمواری اور اس کا اُتار چڑھاؤ چند مؤثرات کے تابع ہوتا ہے جن میں عادت۔ مہارت۔ جوش۔ امید۔ دلچسپی وغیرہ نہایت اہم ہیں۔ ان عوامل و مؤثرات کو نظر انداز کر دینے کے بعد تکان کے چار ارتقائی زینے نمایاں ہوتے ہیں۔ پہلے زینے میں کام کی کیفیت و کمیت ہر دو میں ترقی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ دوسرے زینے میں کام کی مقدار میں ترقی لیکن خوبی میں انحطاط رونما ہوتا ہے۔ تیسرے زینے میں کیفیت اور کمیت ہر دو میں انحطاط واقع ہوتا ہے۔ چوتھے زینے میں انحطاط کی رفتار بڑھ جاتی ہے۔ یعنی کام بہت تھوڑا انجام پاتا ہے اور غلطیاں کثرت سے ہوتی ہیں۔

تکان اور مضامین تعلیمی

تکان کے ضمن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدرسہ میں جتنے مضامین کی تعلیم ہوتی

ہے - انکے بہ لحاظ دقت و دشواری کیا مدارج ہیں ؟ یعنی کس مضمون کے مطالعہ سے دماغ جلد تھک جاتا ہے اور کس مضمون کی تعلیم دیر تک بغیر تکان محسوس کئے ہوئے جاری رکھی جا سکتی ہے ؟ بعض ماہرین فن نے تمام متداولہ مضامین میں علیحدہ علیحدہ تکان کی پیمائش کر کے بہ لحاظ دشواری ان کی حسب ذیل ترتیب قائم کی ہے - انگریزی ریاضی - السنہ قدیمہ (سنسکرت - عربی - فارسی وغیرہ) ورزش جسمانی - تاریخ و جغرافیہ - مادری زبان - دینیات و اخلاقیات - نقشہ کشی - لیکن فی الحقیقت یہ ترتیب ہر حال میں صحیح نہیں ہے - کوئی مضمون اپنی ماہیت و نوعیت کے لحاظ سے بذات خود نہ مشکل ہوتا ہے - نہ آسان بلکہ اس کی دشواری یا آسانی طلباء کے انفرادی میلانات - ذہنی صلاحیت - شوق و دلچسپی اور مذاق و پسند پر مبنی ہوتی ہے - ایک کیمیائی محقق بہت دیر تک کسی ادق مسئلہ کی تحقیق اور چھان بین میں مشغول رہ سکتا ہے - لیکن جمع و تفریق کے چند سوالات سے وہ فوراً اکتا جائیگا اور تکان محسوس کرنے لگے لگا - بابو ہری ناتھ دے سابق مہتمم کتب خانہ سرکاری کلکتہ باوجود اپنی زبردست و محیر العقول قوت حافظہ کے اہم واقعات کی تاریخیں یاد نہیں رکھ سکتے تھے - خشک تاریخوں کو یاد رکھنا انکے لئے سب سے دشوار کام تھا - بعض لڑکے ریاضی میں بہت تیز ہوتے ہیں - اور مشکل سے مشکل سوالات آسانی سے حل کر سکتے ہیں - انکے لئے تاریخ کا مضمون ریاضی سے زیادہ سخت معلوم ہوتا ہے - بعض لڑکوں کو جسمانی ورزش سب سے زیادہ آسان معلوم ہوتی ہے - جس خاندان میں انگریزی بحیثیت مادری زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے - ایسے خاندان کے لڑکوں کو انگریزی مضمون میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی بلکہ وہ اسے دینیات و اخلاقیات سے بھی زیادہ آسان سمجھتے ہیں - غرض کہ تمام طلباء کے لئے بہ لحاظ دشواری مضامین متداولہ کی کوئی معین اور اٹل ترتیب قائم نہیں کی جا سکتی -

تکان کی پیدائش کے اسباب

یہاں تک صرف تجربی نقطہ نظر سے مسئلہ تکان پر بحث ہوئی ہے - یعنی اوپر جو کچھ معلومات درج ہیں وہ تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر حاصل ہوئی ہیں - اب علم کی روشنی میں اس مسئلہ کا مطالعہ کرنا چاہئے - پہلے تکوین تکان کا مسئلہ غور طلب ہے - عضویاتی نقطہ نظر سے تکان کی پیدائش کے تین اسباب ہیں -

اوّل یہ کہ ہمارے تمام جسم میں اور بالخصوص عضلاتی ریشوں اور اعصابی خلایا کے اندر قوت آفرین اور طاقت بخش عناصر پائے جاتے ہیں عمل و حرکت کے دوران میں یہ عناصر تحلیل ہوتے رہتے ہیں - یہی تحلیل تکان کی ناشی ہوتی ہے - دوم ہمارے جسم کے اندر فاسد مادہ اور زہریلے اجزا کی موجودگی کی وجہ سے بھی تکان پیدا ہوتی ہے - سوم ہماری شریانوں کے گردش دموی میں مائین (آکسیجن) کی کمی کی وجہ سے بھی تکان نمودار ہوتی ہے -

اگرچہ ہر حرکت اور ہر عمل کے وقت کچھ نہ کچھ قوت صرف ہوتی ہے - لیکن ماندگی و تکان کے لئے یہ ضرور نہیں ہے کہ قوت کا تمام ذخیرہ ہی ختم ہو جائے - بلکہ تکان کا اصلی سبب قوت کا نہایت سرعت کے ساتھ صرف ہونا ہے - یعنی

اگر قوت کے جمع ہونے کی رفتار سے اس کے خرچ کی رفتار بڑھ جائے یا بہ الفاظ دیگر قوت کی تعمیر و ترکیب اس کی تخریب و تحلیل کے دوش بدوش قدم نہ رکھ سکے تو لازمی طور پر تکان پیدا ہوگی۔ ابتدا تکان مقامی و محدود ہوتی ہے۔ یعنی ہمارے نظام اعصابی کے کسی خاص حصہ میں قوت آفرین اجزا کی کمی یا عدم موجودگی کی وجہ سے پہلے اسی حصہ میں تکان رونما ہوتی ہے۔ لیکن بہت جلد یہ مقامی تکان عمومی و ہمہ گیر شکل اختیار کرکے ہمارے پورے اعصابی و عضلاتی نظام میں سرایت کرجاتی ہے۔ اس کو اور وضاحت کے ساتھ اس طرح سمجھایا جا سکتا ہے کہ ہمارے جسم کے عناصر متحللہ فوراً فاسد مادہ میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔ لیکن ہماری رگوں میں جو صاف اور خالص خون ہر وقت دورہ کرتا رہتا ہے وہ فاسد مادوں کو خارج کردیتا ہے۔ مگر خود خون کی صفائی کا انحصار مائین کی کافی مقدار پر ہے۔ جسے ہم تنفس کے وقت خارجی ہوا سے حاصل کرتے ہیں۔ اب اگر ہمارے آلات تنفس مائین کی کافی مقدار خون میں شامل نہ کرسکیں۔ اور بدل مایتحلل فراہم نہ ہوسکے تو خون مواد فاسدہ سے لبریز ہوجائیگا اور اثنائے دوران میں اس فاسد مادہ کو جسم کے ہر حصہ میں پھیلا دیگا جس کی وجہ سے تکان ہمہ گیر بن جائیگی۔

اندفاع تکان

اب ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ تکان دُور کرنے کی کیا تدبیریں ہیں؟ معمولی غور و فکر کے بعد معلوم ہوجائیگا کہ اندفاع تکان کے تین اہم ذرائع نیند۔ تبدیل کار اور آرام ہیں۔ نیند پر یہاں تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس کو مدرسہ کے کام سے بہت کم تعلق ہے۔ تکان دُور کرنے کے لئے مدرسہ میں طلباء کے سونے کا انتظام نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اتنا جان لینا چاہیئے کہ نیند کی حالت میں فاسد مادہ کی تولید نہیں ہوتی۔ کیونکہ جسمانی اور ذہنی ہر دو قوٰی اس وقت معطل رہتے ہیں۔ خون جلد جلد صاف ہوتا ہے اور حالت بیداری میں جو بھی اجزا تحلیل ہوئے تھے انکا بدل فراہم ہوجاتا ہے۔ لیکن تبدیل کار اور آرام کے لئے وقفہ کا انتظام مدرسہ میں کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے یہ ہر دو مسائل تفصیلی بحث کے متقاضی ہیں۔ یہ امر محتاج بیان نہیں کہ تمام وظائف ذہنیہ کا تعلق دماغ یا مُخ سے ہے۔ ہمارے تمام آلات حاسہ بذریعہ اعصاب مُخ کے مختلف حصّوں یا خانوں سے وابستہ ہیں۔ چنانچہ آلات حاسہ کے فرستادہ احساسات مُخ میں پہنچ کر اپنے مخصوص حصّہ پر منقوش ہوتے ہیں۔ پھر ذہن ان کی مناسب تعبیر کرتا ہے۔ اس لئے اگر ایک حصہ یا خانہ میں تکان محسوس ہو تو تبدیل کار کے ذریعے وہ آسانی سے رفع کی جا سکتی ہے۔ مثلاً اگر بصارت سے تعلق رکھنے والے مضمون سے لڑکے تھک جائیں تو اسے موقوف کرکے سماعت سے تعلق رکھنے والے مضمون کی تعلیم شروع کردینی چاہیئے۔ لکھنے پڑھنے سے بچے اکتا جائیں تو انکو قصہ یا تاریخی واقعہ سُنانا چاہیئے۔ اسی طرح غور طلب مضامین کے بعد لڑکوں کو تفریحی یا مشقی کام میں مشغول کرنا چاہیئے۔ تبدیل کار کے ضمن میں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ ایک ہی نوعیت کے مضامین کی تبدیلی سے تکان رفع نہیں ہوسکتی بلکہ کام کی نوعیت ہی بدل دینی چاہیئے۔ البتہ تکان کی بعض معمولی صورتوں میں

ایک ہی نوعیت کے مضامین کی تبدیلی بھی مفید ثابت ہوتی ہے ۔ مثلاً اگر ایک ہی مضمون پر دیر تک توجہ قائم رکھنے سے طبیعت اُکتا جائے تو اس اکتاہٹ کو دُور کرنے کے لئے محض تبدیل مضمون کافی ہے ۔ اگرچہ اس کی نوعیت پہلے مضمون ہی کی سی کیوں نہ ہو ۔

بہر حال معمولی و مقامی تکان کے اندفاع کے لئے تبدیل کار کافی ہے لیکن اگر تکان سخت ہو اور سارے نظام اعصابی میں سرایت کر گئی ہو تو اس کا واحد علاج آرام ہے ۔ آرام کا عام مفہوم تو یہی ہے کہ کچھ دیر تک لڑکوں کو کسی قسم کا کام کرنے نہ دیا جائے بلکہ انکو خاموش اور بیکار رکھا جائے لیکن چند وجوہات کی بنا پر اس قسم کا سکون و جمود اور بیکاری خلاف مصلحت ہے ۔

(۱) اول اعصاب کے خلیوں میں جو فاسد مادہ جمع ہو کر تکان کا موجب ہوتا ہے ۔ اس کو دفع کرنے کے لئے مائیں (آکسیجن) کی فراہمی کی ضرورت ہے ۔ لیکن مائین جماعت کے کمرہ کے باہر تازہ ہوا میں تیز جسمانی حرکت کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہے نہ کہ حجرہ میں بیکار اور خاموش بیٹھنے سے ۔

(۲) دوم چھوٹے بچوں کی حالت میں تکان بالعموم سخت دماغی کام کا نہیں بلکہ سکون اور نچلاپن کا نتیجہ ہوتی ہے بچے فطرتاً چونچالپن اور دھما چوکڑی کے عادی ہوتے ہیں ۔ وہ دیر تک ایک ہی کل بیٹھے بیٹھے اُکتا جاتے ہیں ۔ ایسی صورت میں آرام کا یہ منشا نہیں ہے کہ انہیں مزید سکون و جمود کی حالت میں رکھا جائے بلکہ ضرورت ہے کہ انہیں اُچھل کود اور دوڑ دھوپ کا موقع دیا جائے ۔

(۳) بعض بڑے لڑکے کتاب کے کیڑے ہوتے ہیں ۔ اگر ان سے ورزش نہ کرائی جائے تو وہ وقفہ میں بھی کتاب لے کر بیٹھ جائینگے یا کوئی مسئلہ حل کرنے لگینگے جس سے آرام کا مقصد فوت ہو جائیگا ۔

الغرض جب لڑکے دماغی کام کرتے کرتے تھک جائیں تو انکے دماغ کو آرام دینا چاہیئے لیکن انکو بیکار رکھنے کے بجائے جسمانی ورزش میں لگا دینا مناسب ہے ۔ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ جلد جلد تبدیل کار یا آرام کا وقفہ تضیع اوقات کا موجب ثابت ہوتا ہے ۔ کیونکہ تبدیل کار اور وقفہ کے بعد جماعت میں ضبط قائم کرنے اور طلباء کی منتشر توجہ کو موضوع سبق پر مجتمع کرنے میں وقت صرف ہوتا ہے ۔ واضح رہے کہ آغاز کار ہی سے تکان ظاہر نہیں ہونے لگتی بلکہ ابتدائی ساعتوں میں طلباء کی کارکردگی میں اور اضافہ ہوتا جاتا ہے اور بہت دیر کے بعد اس میں انحطاط رونما ہوتا ہے ۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کام بدلتے رہنے یا وقفہ دینے سے طلباء کی چُستی مستعدی اور دلچسپی زائل ہو جاتی ہے اور اس کا نتیجہ مفید کے بجائے مضر برآمد ہوتا ہے ۔ اس لئے ارباب مدرسہ کو غور کرنا چاہیئے کہ کس عمر کے لڑکوں کو کب اور کتنی دیر کا وقفہ دینا چاہیئے ۔ عام مدارس میں چوتھی ساعت کے بعد صرف ایک بار وقفہ دینے کا طریقہ بہت مناسب ہے ۔ بقیہ اوقات میں خستگی و ماندگی دور کرنے کا بہترین ذریعہ تبدیل کار ہے ۔ نظام الاوقات کی

ترتیب میں اس بات کا خاص لحاظ رکھنا چاہئے کہ ایک مضمون کے بعد اسی نوعیت کا دوسرا مضمون نہ آنے پائے۔

تکان کے مؤثرات تکان پر اثر ڈالنے والے عناصر بیشمار ہیں۔ یہاں چند اہم مؤثرات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جن سے ہر مدرس کو واقف ہونا چاہئے۔

(۱) عمر۔ ماہرین نفسیات کا بیان ہے کہ آٹھ۔ بارہ اور سولہ سال کی عمر میں دماغی تکان بہت جلد پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ لڑکوں کی غیر معمولی جسمانی بالیدگی اور نشو ونما کے زمانے ہیں۔ ان اوقات میں دماغ کا ارتقا معمولی رفتار سے ہوتا ہے۔ لیکن جسم تیزی کے ساتھ بڑھتا ہے۔ اس لئے جسم کی پرورش کے لئے مفید و مقوی اغذیہ کی سخت ضرورت ہے۔ دماغی تکان کی زودی کی وجہ یہ ہے کہ قوت آفرین اجزا کا اکثر و بیشتر حصہ جسم ہی کی پرورش اور تقویت پر صرف ہو جاتا ہے اور مقویات کا بہت کم جز دماغ کو پہنچتا ہے۔

(۲) جنس۔ جنس اناث کے بہ نسبت جنس ذکور پر تکان کا بہت جلد اثر ہوتا ہے۔ عورتیں کسی کام کو ایک ہی رفتار سے بہت دیر تک بغیر تکان محسوس کئے ہوئے انجام دے سکتی ہیں۔ انکو مرد سے جوش و خروش تو کم لیکن صبر و تحمل کا مادہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ تیمار داری جیسے صبر آزما کاموں میں مرد عورت کا کب مقابلہ کرسکتا ہے؟ لیکن مرد میں مستعدی اور گرم جوشی زیادہ ہوتی ہے۔ اگر وقت معین کردیا جائے تو اس مقررہ وقت میں مرد کا کام کیا بہ لحاظ کیفیت اور کیا بہ لحاظ کمیت عورت کے کام سے بہتر ہوگا۔

(۳) انفرادی خصوصیات۔ تکان کے اثرات مختلف امزجہ و مختلف طبائع پر مختلف ہوا کرتے ہیں۔ ایک ہی ماحول اور ایک ہی فضا میں کام کرنے پر بھی بعض آدمی جلد تھک جاتے ہیں اور بعض دیر تک کام جاری رکھ سکتے ہیں۔ جس شخص کو جس کام سے زیادہ دلچسپی ہوتی ہے۔ اس میں وہ بہت دیر تک مشغول رہ سکتا ہے۔ لیکن نامرغوب کام سے وہ تھوڑی دیر میں اکتا جاتا ہے۔

(۴) موسم۔ انسان کے دل و دماغ پر موسم کا بھی خاص اثر پڑتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ موسم سرما میں انسان بہت دیر تک سخت محنت کرسکتا ہے۔ لیکن گرما کی شدت سے وہ بہت جلد پریشان ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے گرمیوں میں بعض اہم دفاتر سرد پہاڑی مقامات پر منتقل کردیئے جاتے ہیں۔ موسم بہار کی ہریالی طبیعت کو شگفتہ بناتی ہے۔ کام میں خوب دل لگتا ہے اور تکان کا اثر بہت دیر میں نمودار ہوتا ہے۔ لیکن خزاں کے موسم میں طبیعت پر مردنی چھائی رہتی ہے اور کسی کام سے دل جلد اکتا جاتا ہے۔

(۵) اوقات یومیہ۔ تجربہ شاہد ہے کہ صبح اور سہ پہر کی ابتدائی ساعتیں کام کے لئے نہایت موزوں ہوتی ہیں۔ لیکن آخری ساعتوں میں ویسے مفید نتائج برآمد نہیں ہوتے۔ شائد اس کی وجہ یہ ہو کہ شب کی استراحت اور دوپہر کے وقفہ میں آرام کے بعد اگرچہ طبیعت کو روبکار لانے میں تھوڑا وقت تو ضرور صرف ہوتا ہے۔ لیکن جب

طبیعت میں چستی اور مستعدی اور توجہ میں یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے۔ تو کام کی خوبی اور مقدار یعنی کیفیت و کمیت دونو میں ترقی ہوتی ہے۔

(۶) ایام ہفتہ۔ جمعہ کی تعطیل کے بعد سنیچر کو لڑکے جوش اور مستعدی حاصل کرنے میں دقت محسوس کرتے ہیں۔ اتوار کو ان میں چستی اور مستعدی پوری طرح پیدا ہو جاتی ہے اور کام نہایت اطمینان بخش طور پر انجام پاتا ہے۔ سوموار کو یہ حالت قائم رہتی ہے۔ منگل کو پھر خستگی و ماندگی کے آثار ہویدا ہونے لگتے ہیں۔ اور کام کی رفتار مدھم پڑ جاتی ہے۔ بدھ کو اور انحطاط ہوتا ہے۔ اور جمعرات کو تو طبیعتیں بالکل پست ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے قدیم مکتبوں میں اس روز کوئی نیا سبق نہیں دیا جاتا بلکہ جمعرات کا دن آموختہ کے لئے وقف ہوتا ہے۔

(۷) مشق و مہارت۔ ہر شخص جانتا ہے کہ ایک نوآموز کسی کام کو بڑی دقتوں کے ساتھ انجام دیتا ہے۔ لیکن ایک کہنہ مشق اسے نہایت آسانی سے پایۂ تکمیل کو پہنچا دیتا ہے۔ بہرحال ابھی تک یہ طے نہیں ہوا ہے کہ مشق و مہارت فی الحقیقت ازالہ تکان کا باعث ہے یا اس سے تکان صرف ہنگامی طور پر پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ گمان غالب ہے کہ مشق مہارت سے تکان زائل نہیں ہوتی بلکہ صرف محض عارضی طور پر اس کے اثرات ظاہر نہیں ہوتے۔

(۸) وضع نشست۔ عضویاتی نقطہ نظر سے ذہنی فعلیت کا انحصار بڑی حد تک نخامی دوران خون پر ہے لیکن دوران خون کو جسمانی وضع سے گہرا تعلق ہے۔ اعضائے جسم اگر تناؤ یا کساؤ کی حالت میں ہوں تو خون کی آزادانہ گردش میں رکاوٹ پیش آئیگی۔ اس لئے اعضا ڈھیلے اور نقل و حرکت کے لئے آزاد رہنے چاہئیں۔ نشست کا وضع و طریقہ ایسا ہونا چاہئے۔ کہ تمام جسم میں بالعموم اور نخاع و مخ میں بالخصوص خون اپنی فطری سرعت کے ساتھ گردش کرے۔ قدیم وضع کی درسگاہوں اور مکتبوں میں جہاں بچے فرش پر بیٹھائے جاتے ہیں۔ ہل ہل کر پڑھنے کا طریقہ رائج ہے۔ تاکہ دوران خون میں رکاوٹ پیش نہ ہو۔ واضح رہے کہ خون کی سُست رفتاری سے طبیعت میں بھی سُستی اور کسلمندی پیدا اور غنودگی طاری ہوتی ہے۔ اور تھوڑی دیر کام کرنے سے تھکاوٹ محسوس ہونے لگتی ہے

(۹) غذا۔ کہا جاتا ہے کہ سبزی کھانے والے گوشت کھانے والوں سے زیادہ دیر تک بغیر تکان محسوس کئے ہوئے کام جاری رکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ نباتاتی غذاؤں سے فاسد مواد کی تولید کم ہوتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ حیوانی اغذیہ سبزی سے کہیں زیادہ مولد قوت ہوا کرتی ہیں۔ اسلئے اگر گوشت سے ایک جانب فاسد مادہ پیدا ہوتا ہے تو دوسری جانب اس سے قوت بخش عناصر کی بھی تولید ہوتی ہے۔ علاوہ بریں حیوانی غذاؤں سے چستی چالاکی اور جوش و ولولہ بھی زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے اگرچہ سبزی کھانے والے بہت دیر تک کام کر سکتے ہیں۔ لیکن مقررہ وقت میں گوشت کھانے والے بڑے بڑے کام نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے سکتے ہیں۔ الکحول یا غول کے استعمال سے نشاط و سرور پیدا ہوتا ہے اور تکان کے اثرات محسوس نہیں

ہوتے لیکن یہ امر ذہن نشین رہے کہ نشاط انگیز اغذیہ تکان کے اثرات کو زائل نہیں کرتیں بلکہ صرف ہنگامی طور پر انکا احساس ہونے نہیں دیتیں۔

مخزن قوت کا مفروضہ تکان کے متعلق بعض امور ایسے ہیں جن کی صحت و صداقت کا ہر شخص تجربہ کر سکتا ہے لیکن علمی اصول پر انکے علل و اسباب کی تحقیق و دریافت اگر محال نہیں تو سخت دشوار ضرور ہے۔ لیکن بعض حکما نے مخزن قوت کا نظریہ پیش کر کے ان مشکل مسائل کو عام فہم بنا دیا ہے۔ اس نظریہ کا مفاد یہ ہے کہ ہر نامیاتی جسم (organic body) میں ایک صدر مخزن ہے۔ جہاں محفوظ قوتیں جمع رہتی ہیں۔ خواب یا استراحت یا آرام کے وقت اس مخزن میں قوتوں اور توانائیوں کا پیہم تراکم ہوتا رہتا ہے۔ ہستی ذی حیات کے اعضا و جوارح میں اس صدر مخزن سے قوت کی سربراہی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ عرصہ تک اپنے وظائف انجام دے سکتے ہیں۔ لیکن جب قوت کی رسد کم ہو جاتی ہے تو اعضا میں تکان کے اثرات نمودار ہوتے ہیں اور وہ اپنے وظائف مقررہ کی سرانجام دہی سے قاصر ہو جاتے ہیں۔ بہرحال اس نظریہ سے ہمیں جن مسائل کی تشریح میں مدد ملتی ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) مہیجات کی قوت محرکہ یہ ایک بدیہی واقعہ ہے کہ بعض مہیجات کسی نامیات ہستی کے لئے محرک قوت ہوتے ہیں اور اس کی کارکردگی میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ جب ہم کسی کام کے شاندار۔ مفید و خوشگوار نتیجہ کا خیال کرتے ہیں تو ہمارے دل میں جوش و خروش کی لہر دوڑ جاتی ہے اور ہم نہایت تندہی اور چستی کے ساتھ اس کام کو انجام دینے لگتے ہیں۔ گویا اس مہیج سے ہماری قابلیت کار المضاعف ہو جاتی ہے۔ قدیم اہل اسپارٹا کے دلوں میں حب الوطنی کے جذبہ نے مردانگی و جانبازی کی ایسی روح پھونک دی تھی کہ ان کی مٹھی بھر فوج نے ایرانیوں کے ٹڈی دل لشکر کے دانت کھٹے کر دیئے۔ وصل معشوق کی اُمید نے فرہاد کے دست و بازو کو وہ قوت عطا کی کہ کوہ بیستون اس کے تیشہ کے آگے موم بن گیا۔ اور اس نے بالآخر پہاڑ کاٹ کر جوئے شیر کو شیریں کے محل میں پہنچا دیا۔ مخزن قوت کے مفروضہ سے ان واقعات کی اس طرح تشریح ہوتی ہے کہ مہیجات نے کوئی نئی محیر العقول قوت پیدا نہیں کی بلکہ صرف صدر مخزن کے چند نل کھول دیئے جن سے کثیر المقدار قوت سیلاب بن کر نکلی اور ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی۔

(۲) اہتزاز کار اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ہم کسی کام کو نہایت سرگرمی سے شروع کرتے ہیں۔ لیکن کچھ دیر کے بعد ہماری توجہ جانب منعطف ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے کام کی رفتار ڈھیلی پڑ جاتی ہے۔ معاً حصول مقصد کا خیال مہیج بن کر آتا ہے اور ہمیں تازہ دم بنا دیتا ہے۔ پھر پورے جوش کے ساتھ ہم کام کرنے لگتے ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ تکان محسوس ہوتی ہے اور کام کی رفتار سست ہو جاتی ہے۔ اس مرتبہ

کسی دوست یا بہی خواہ کی حوصلہ افزائی ہمارے جوش کو اُبھارتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر کام کی کیفیت و کمیت میں ترقی ہونے لگتی ہے۔ الغرض دورِ دوران کار میں کبھی ماندگی کی وجہ سے اُتار اور کبھی کسی مہیج کے زیر اثر چڑھاؤ واقع ہوتا رہتا ہے۔ اس اہتزاز کار یا کارکردگی کے نشیب و فراز کی تشریح مخزن قوت کے مفروضہ کی مدد سے یوں ہو سکتی ہے کہ تکان و ماندگی کبھی کبھی مخزن قوت کے نلوں کو بند کر دیتی ہے۔ لیکن رغبت و دلچسپی یا دوستوں کی شاباشی و ہمت افزائی انکو کھول دیا کرتی ہے۔

(۳) بیزاری اور اُکتاہٹ کوئی غیر مرغوب اور خشک کام کرنے سے انسان بہت جلد اکتا جاتا ہے۔ یہ اُکتاہٹ فی الحقیقت تکان کی علامت نہیں ہے۔ کیونکہ اگر کام بہت سخت نہ ہو تو محض اس کی غیر دلچسپی کے باعث انسان کی قوتِ کار زائل نہیں ہو سکتی۔ اگر کام دلچسپ ہوتا تو اسے بہت دیر تک جاری رکھا جا سکتا تھا۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ اگر روکھے پھیکے اور بے لطف کام کی انجام دہی کے لیئے انسان مجبور کیا جائے۔ تو تھوڑی ہی دیر میں اس کی بیزاری یا اُکتاہٹ تکان میں تبدیل ہو جائیگی۔ نظریہ مخزن قوت کے مطابق اس کی وجہ یہ ہے کہ بے لطف اور غیر دلچسپ کام سے صدر مخزن کے نل، بند ہو جاتے ہیں۔ اس لیئے قوت کا بہاؤ رُک جاتا ہے اور ہم بیزاری اور اُکتاہٹ محسوس کرنے لگتے ہیں۔

(۴) تبدیل کار اُکتاہٹ اور بیزاری کے برعکس تبدیل کار کا مسئلہ ہے۔ کچھ عرصہ تک ایک ہی کام کرتے رہنے سے دلچسپی زائل ہو جاتی ہے اور ہم تکان محسوس کرنے لگتے ہیں۔ لیکن کام تبدیل کر دینے سے دلچسپی عود کر آتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ قوت مؤثرہ میں اضافہ ہو گیا۔ حالانکہ نہ خارج سے کوئی قوت آئی اور نہ جسم میں کسی نئی قوت کی تولید ہوئی۔ لیکن مخزن قوت کے مفروضہ کی بنا پر اس کی آسانی سے یہ توجیہ کی جا سکتی ہے کہ جس طرح دل کو اُچاٹ کرنے والے کام مخزن قوت کے نلوں کو بند کر دیتے ہیں۔ اسی طرح تبدیل کار کی پیدا کردہ دلچسپی ان نلوں کو کھول دیتی ہے۔ جس سے قوت کی لہر ہمارے اعصاب و عضلات میں دوڑ جاتی ہے اور ہنگامی طور پر کارکردگی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

(۵) غیر معمولی جوش کار اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ کوئی جماعت سخت کام کرتے کرتے یا کوئی فوج لڑتے لڑتے بالکل خستہ اور چور ہو گئی ہے۔ لیکن اس وقت اگر اس کی حوصلہ افزائی کی جائے یا کوئی اعلےٰ نصب العین پیش نظر کر دیا جائے تو جماعت کے تمام افراد یا فوج کے تمام سپاہیوں کا دل غیر معمولی جوش و خروش سے لبریز ہو جاتا ہے۔ ان میں غیر متوقع چستی و چالاکی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ نہایت بے جگری سے کام کر کے مہم سر کر لیتے ہیں۔ مدرسہ میں بھی اس قسم کے نظارے دیکھنے میں آتے ہیں۔ مدرسہ کی بازی گاہ میں جب دو جماعتوں کا مقابلہ ہوتا ہے۔ اس وقت تماشائی طلبا اپنی اپنی جماعت کے تھکے ماندے کھلاڑیوں کی

تصفیق اور تحسینی نعروں کے ذریعے حوصلہ افزائی کرتے اور انکا دل بڑھاتے ہیں۔ مقصد یہی ہوتا ہے کہ تھکے ہوئے کھلاڑیوں میں نئے سرے سے جوش کار پیدا ہو اور وہ کامیابی حاصل کرنے کے لئے سرفروشانہ جدوجہد کریں۔ کارکردگی میں اس غیر متوقعہ اضافہ کی تشریح مخزن قوت کے نظریہ سے یوں ہو سکتی ہے۔ کہ حوصلہ افزائی یا انکشاف نصب العین صدر مخزن کے بڑے بڑے نلوں کو یکایک کھول دیتا ہے جس سے قوت کی برقی رو جسم و دماغ کے رگ و ریشہ میں نہایت سرعت کے ساتھ دوڑ جاتی ہے۔

محنت شاقہ تکان کے سلسلہ میں محنت شاقہ کا مسئلہ خاص طور پر ہماری توجہ کا محتاج ہے۔ محنت شاقہ کے مضر اثرات دیرپا ہونے کے علاوہ بعض حالتوں میں ناقابل اندفاع ہوتے ہیں۔ اس لئے ان مضر اثرات سے طلباء کو بچانا ہر مدرس کا فرض ہے۔ لگاتار محنت شاقہ کی وجہ سے دماغ بالکل معطل و مفلوج ہو جاتا ہے۔ تکان کیسی ہی سخت ہو اس کے اثرات قابل اندفاع ہوتے ہیں۔ تکان سے جو قوت زائل ہوتی ہے اس کی احیاء و تجدید آسان ہے۔ لیکن محنت شاقہ کے پیدا کردہ دماغی تعطل کا علاج مشکل ہے۔ طلباء کے لئے محنت شاقہ کے مرغبات بالعموم کامیابی امتحان کی ہوس یا مقابلہ و مسابقت کے جذبات ہوا کرتے ہیں۔ بعض بد شوق لڑکے سال بھر لہو و لعب میں مشغول اور تعلیم سے بے پروا رہتے ہیں لیکن جب سالانہ امتحان کا زمانہ قریب آتا ہے تو دن رات سخت محنت کرتے ہیں۔ اور بعض لڑکے امتحان میں اوّل آنے یا وظیفہ حاصل کرنے کے شوق میں شب بیداری کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انکی صحت خراب۔ جسم کمزور۔ ذہانت رخصت اور دماغ معطل ہو جاتا ہے۔ ان مضر اثرات کی آفرینش میں موجودہ نظام امتحانات کو بھی بڑا دخل ہے۔ کیونکہ آجکل کے امتحانات سے صحیح استعداد و قابلیت کی نہیں بلکہ بڑی حد تک قوت حافظہ کی جانچ ہوتی ہے۔ بہرحال طلباء کے ذہن نشین کرا دینا چاہئے کہ اگر وہ پورے تعلیمی سال میں پابندی کے ساتھ روزانہ گھر پر صرف ڈھائی یا تین گھنٹے مطالعہ کر لیا کریں تو امتحان کی قربت کے زمانہ میں انہیں سخت محنت کرنے یا دماغ پر غیر معمولی بارڈ النے کی ضرورت پیش نہیں آئیگی۔ ایسے مضامین کی تعلیم بڑی احتیاط سے دینی چاہئے جن کے سمجھنے میں دماغ پر زور دینا پڑے۔ جو مضامین یا مسائل خاص طور پر غور و فکر کے متقاضی ہوں۔ انکے بہ لحاظ دشواری مناسب مدارج قائم کر لینے چاہئیں اور کم مشکل سے زیادہ مشکل مسائل کی جانب آہستہ آہستہ بڑھنا چاہئے تاکہ دماغی بار میں یکایک نہیں بلکہ رفتہ رفتہ اضافہ ہو +

تاروں بھری رات

(ملک الشعرا علامہ سید علی نقی صاحب صفی لکھنوی)

نظر کے سامنے ہے اک طلسمات — تری کیا بات اے تاروں بھری رات

ستارے ہیں کہ نازک آبگینے — رواں یا بحرِ اخضر میں سفینے

یہ انجم، یہ فضائے چرخِ اخضر — سمندر میں بطیں جیسے شناور

ستارے جن کے ہر سو غلغلے ہیں — یہ سب بحرِ فنا کے بلبلے ہیں

ثبات انکو نہیں دنیا میں زنہار — یہ جتنے ہیں ثوابت اور سیّار

جواُن کی گردشوں پر کیجئے غور — فلک پر ان کا لا محدود ہے دور

لبوں پر ہے تحیّر کا ترانہ — کسی کا ہے یہ دہر آئینہ خانہ

خدا جانے کہ سر منزل کہاں ہے — رواں دن رات یونہی کارواں ہے

فلک ہے یا کوئی لوحِ زبرجد — مرصّع کاریاں جس پر ہیں بیحد

کواکب ہیں کہ نگ چھوٹے بڑے ہیں — یہ ہیرے دستِ قدرت نے جڑے ہیں

نجانے توڑ کر اک سلکِ گوہر — کئے ہیں کس نے یہ موتی نچھاور

یہ کس کا جلوہ یارب گلفشاں ہے — کہ پا انداز فرشِ کہکشاں ہے

فلک پر جمع ہیں جنّت کی حوریں — زمیں کے رہنے والے کیوں نہ گھوریں

ٹنکے ہیں پردۂ شب میں ستارے — نشاط انگیز ہیں دلکش نظارے

کسی کی سیج پر بکھرے اُدھر پھول ۔۔۔ تڑپ اُٹھا اِدھر دل حسبِ معمول
کبھی اک خندۂ دنداں نما پر ۔۔۔ گہر افشاں مسلسل دیدۂ تر
جراحت خیزِ صحنِ باغِ گردوں ۔۔۔ جوابِ سینۂ پُر داغ، گردوں
بساطِ چرخ پر تارے بچھے ہیں ۔۔۔ کہ خاکستر پہ انگارے بچھے ہیں!
ہے اندیشہ یہی آہِ رسا سے ۔۔۔ دھک اُٹھیں نہ یہ اخگر ہوا سے
بجا عقدِ ثریا کو گلہ ہے ۔۔۔ کہ پہلو میں دلِ پُر آبلہ ہے
بنات النعش! کیوں غم ہو نہ تازہ ۔۔۔ لئے ہو اپنے کاندھے پر جنازہ
خدا ہی جانتا ہے رازِ ہستی ۔۔۔ وہ ہو انجام یا آغازِ ہستی
ہوئے ہیں جس غرض سے خلق اختر ۔۔۔ کھلے وہ عقدۂ سربستہ کیونکر
جو ہے دل میں کہو کہدوں صفی میں ۔۔۔ یہ شمعیں جس لئے روشن ہوئی ہیں
کریں تا اِن مزاروں پر چراغاں ۔۔۔ نہیں جن کا جہاں میں کوئی پُرساں

ہماری خدمات

ناظرین کرام خوب جانتے ہیں کہ میں رہنمائے تعلیم کے ذریعہ انکی دلچسپی بڑھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا۔ ۲۸ سال سے اپنی بساط سے بڑھ کر میں ملک کی تعلیمی و ادبی خدمت کا فرض اہم ادا کر رہا ہوں اور مجھے فخر حاصل ہے کہ رہنمائے تعلیم کو نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اسکی باقاعدہ اشاعت و شاندار خدمات کی وجہ سے اسے وہ درجۂ قبولیت حاصل ہے۔ جو کسی دوسرے تعلیمی پرچہ کو نصیب نہیں ہُوا۔ کہنے کو تو کمہاری اپنے ہی برتن کی تعریف کرتی ہے۔ مگر کسی چیز کی حقیقی تعریف وہی ہُوا کرتی ہے جسے عام لوگ پسند کریں۔ رہنمائے تعلیم کی شان اس بارے میں بہت ارفع ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جس طرح میں ایثار اور قربانی سے اپنے معزز خریداروں کی خدمت کر رہا ہوں۔ وہ بھی اسی طرح اس رسالہ کی سرپرستی میں حصہ لیں گے اور اس سال بیش از بیش اس کے خریدار بنا کر میری حوصلہ افزائی کریں گے (مینیجر)

تعلیم بچگان

نرسری سکول (Nursery School)

(از جناب شیخ خادم محی الدین صاحب ایم ای ڈی بی اے بی ٹی)

جس طرح ہمارے ملک میں ہزاروں اندھوں، بہروں اور گونگوں کو عضو معطل سمجھ کر بیکار چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی فرض کر لیا گیا ہے کہ پانچ سال سے کم عمر کے بچے تعلیم کے قابل نہیں ہیں۔ اس لئے اس عمر تک ہمارے ملک میں ان کی تعلیم کے متعلق کوئی عملی کام نہیں کیا جاتا۔ اگرچہ معدودے چند امیر گھروں میں ایسے بچے کسی نرس، آیہ، یا گورنس، کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں۔ ہر چند کہ ان کی تربیت یعنی آداب و اخلاق کی درستی ہو جاتی ہے۔ لیکن تعلیمی لحاظ سے کوئی خاص کام بھی انجام نہیں دیا جاتا۔ مغربی ممالک میں اس عمر کے بچوں کے لئے علیحدہ قسم کی درسگاہیں یعنی نرسری سکول موجود ہیں۔ مدرس اور والدین کی آگاہی کے لئے ہم ذیل میں اس نوع کی ایک درسگاہ کا طریق کار درج کرتے ہیں جس کا ہم نے بچشم خود مشاہدہ کیا تھا۔

اول۔ بے بی کلاس (Baby Class) اس میں دو سے پانچ سال کی عمر تک کے بچے تعلیم پاتے ہیں۔ اس جماعت کی تعلیم کا مقصد یہ ہے۔ کہ جہاں تک ممکن ہو۔ سکول میں گھر کی سی فضا پیدا کی جائے مندرجہ ذیل مشغلوں کے ذریعے بچوں کی نقل و حرکت کی رہنمائی کی جائے۔

(۱) تعلیمی کھلونوں اور سامان کے ذریعے کھیل کود۔ (اس عمل کا مقصد حواس کی تربیت ہے)

(۲) کہانی، گیت، اور بات چیت کے ذریعے اظہار خیالات۔

(۳) پھولوں اور پودوں کی نگہداشت کے ذریعے مطالعۂ قدرت۔

(۴) خانگی مشغلے، مثلاً کھانے کے لئے دسترخوان بچھانا۔ برتن دھونا۔ کمرہ صاف کرنا، بستر بچھانا وغیرہ۔

(۵) عام کھیلیں۔

اس قسم کے سکول میں بچوں کی معلمہ ماں کے فرائض انجام دیتی ہے۔ اور بچے صبح آٹھ بجے سے سہ پہر کے چار یا پانچ بجے تک وہاں اوقات بسر کرتے ہیں۔ دوپہر کا کھانا سکول ہی میں بچوں کی مدد سے پکایا جاتا ہے۔ اور دوپہر کو کھانے کے بعد انہیں ایک گھنٹے تک سلایا جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ کھلنے اور

بیٹھنے کے آداب سکھائے جاتے ہیں۔

انفنٹ سکول یا حصۂ ابجد خواناں۔ نرسری کی منزل کے بعد پانچ سال کی عمر سے ابجد خوانوں کی تعلیم شروع ہوتی ہے۔ اس منزل کی تعلیم ہمارے ہاں کی پہلی جماعت کے مطابق سمجھنی چاہئے۔ لیکن اس کا طریق کار قدرے جداگانہ ہے۔ اس کا مختصر سا خاکہ حسب ذیل ہے:۔

(۱) قوتِ اظہار کی ترقی اس غرض کے لئے مختلف چیزوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً چکنی مٹی کے ذریعے چیزوں کا مشاہدہ یا مطالعۂ قدرت کے اسباق کے سلسلے میں گفتگو کے اسباق۔

(۲) کہانیوں اور نظم خوانی کے سلسلے میں ان کے متعلقہ نمونے تیار کرنا۔

(۳) کاغذ تراشی کے ذریعے تصویریں کاٹ کر البم میں لگانا۔ اور کنڈر گارٹن کے تمام ابتدائی مشغلے۔ کاغذوں کو شکن دے کر یا کاٹ کر چیزیں تیار کرنا وغیرہ۔

(۴) رنگدار چاک اور پنسلوں کے ذریعے نقشہ کشی یا تصویر کشی کرنا۔ اسی طرح حافظہ کی مدد سے تصویریں بنانا۔ (Froebel) فروبل صاحب کے تحفوں کے ذریعے سادہ کھیلیں کھلانا۔

(۵) جغرافیہ کے اسباق بھی اسی طریق سے پڑھائے جاتے ہیں۔ لڑکیوں کے لئے کشیدہ کاری سے پیشتر ابتدا طور پر (Raffia) کا کام ہے (یعنی جس طرح ہمارے ہاں صفیں یا پنکھے بُنے جاتے ہیں یا چھوٹے چھوٹے ٹوکرے بنائے جاتے ہیں) اس غرض کے لئے بچوں کو اکٹھا سامان دے دیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ اس میں سے ایک نمونہ ہدایات کے بموجب تیار کرسکیں اور ساتھ ہی ان کی قوتِ اندازہ اور قوتِ انتخاب اور ذوق کی تربیت بھی ہو۔

کشیدہ کاڑھنے کے دوران میں سادہ ٹانکے اور نمونے (Design) بنانے سکھائے جاتے ہیں۔

موسیقی۔ آواز کی تربیت کی غرض سے روزانہ مختلف گیتوں کی مشق کرائی جاتی ہے۔ اور ساتھ ہی کان کی تربیت، نیچی اور اونچی سُروں کی شناخت کے ذریعے کرائی جاتی ہے۔ لَے، تال کی حس بذریعہ میوزیکل ڈرل اور اُچھل کود اور اُن کھیلوں کے ذریعے سے پیدا کی جاتی ہے۔ جن میں گیت گائے جاسکیں۔

گنتی۔ اُن کھیلوں کے ذریعے جن میں گنتی کا تعلق ہو گنتی سکھاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ہندسے کا تعلق تصویروں کے ساتھ دلایا جاتا ہے۔ اس قسم کی مشقوں سے جن میں اکائی، دہائی، سینکڑہ وغیرہ کے تصوّر سے پہاڑے سکھائے جاسکیں۔ ہمارے مدرسین بخوبی واقف ہیں۔ اس کے بعد جمع، تفریق، ضرب، تقسیم سکھا کر دوکانداری کا کھیل کھلایا جاتا ہے۔ جس میں خرید و فروخت۔ تبادلہ اشیاء۔ وزن و پیمائش اور سکول کی ضروریات کے لئے چیزیں تیار کرائی جاتی ہیں۔ مثلاً جنتری۔ تھیلا وغیرہ بنانا۔ اسی طرح گھڑی کا وقت بتلانا سکھاتے ہیں۔

جغرافیہ۔ جغرافیہ کی ترقی یافتہ صورت مندرجہ ذیل ہے:۔

(۱) کھلی ہوا کی سیر اور مشاہدے۔ سکول کے سفر یعنی پہاڑی وادی، ندی، تالاب، جھیل، چشمہ، جنگل، جزیرہ وغیرہ کی سیر اور انہیں کے نمونے تیار کرنا۔ ہوا، مرغ باد نما، بادل، بارش اور اسی قسم کے مظاہر قدرت کا مشاہدہ دن کے مختلف اوقات میں سورج کی حالت۔ سکول اور اس کے گرد و نواح کے حالات۔ مثلاً ٹاؤن ہال، دوسرے ملکوں کے بچوں کا تصور مثلاً چین، جاپان کے بچے۔ یا عرب اور اسکیمو بچوں کے حالات۔

تاریخ۔ کہانیوں کے ذریعے انسان کی ابتدائی اور وحشیانہ حالت کا تصور دلایا جاتا ہے۔ مثلاً درختوں اور غاروں میں رہنے والے انسانوں کا حال بیان کرنا۔

مذہبی تعلیم۔ بچے صبح اور شام ہال کمرے میں جمع ہوتے ہیں اور انجیل کی کہانیاں سن کر دعا مانگنا سیکھتے ہیں ÷

شمع

تاثیرِ سوزِ دل سے ہوئی بیقرار شمع — پروانے جل رہے ہیں تو ہے اشکبار شمع
مہمان ایک شب کا ہوں میں بھی تری طرح — اس دہر میں ہے ہستیِ ناپائدار شمع
کیا جانے کس کی یاد میں اس کا یہ حال ہے — سوزِ دروں کو کیوں نہ کرے آشکار شمع
پروانوں کو تو شام ہی سے تو جلا چکی — اب کون بزم میں ہو ترا غمگسار شمع
کون آج بزمِ ناز میں جلوہ نما ہوا — گرد اس کے گھومتی ہے جو پروانہ وار شمع
کس شعلہ رُو کی یاد میں از شام تا سحر — تر کر رہی ہے دامنِ دل اشکبار شمع
جب خود نہ اپنے سوزِ دروں کو چھپا سکی — پھر کس الم نصیب کی ہو رازدار شمع
رونق فزائے بزم رہی شب سے تا سحر — لائی تھی صرف زندگیِ مستعار شمع

تاثیرِ عشق کا یہ نتیجہ ہے اے قضا
پروانوں کے فراق میں ہے سوگوار شمع

سید دل محمد رضا قضا
جالندھری

حسنِ اصلاح

(۲۰)

ردیف یائے معروف کے دو تین اور نمونے ملاحظہ ہوں۔

شعر ۔ پسند سب کو ہے میرا کلام اے شاکر | زبان لکھتا ہوں میں داغؔ کے گھرانے کی
اصلاح ۔ پسندِ خلق ہے میرا کلام اے شاکر | زبان لکھتا ہوں میں داغؔ کے گھرانے کی

جناب شاکر کے مصرع اولیٰ میں کوئی غلطی نہیں تھی لیکن اب مصرعِ مذکور اور رواں ہوگیا کیونکہ لفظ (کو) میں جو واوِ مجہول دب کر پڑھا جاتا تھا وہ نکل گیا۔

شعر ۔ سب ذرا دیر میں یہ عارضی پردے اُٹھ جائیں | دیدۂ دل سے اُسے دیکھے جو انساں کوئی
اصلاح ۔ جس قدر بیچ میں پردے ہیں وہ فوراً اُٹھ جائیں | دیدۂ دل سے اُسے دیکھے جو انساں کوئی

اصلاح بالا کو سمجھنے کے لئے اُمورِ ذیل قابلِ غور ہیں (۱) جناب شاکر کے مصرع اولیٰ میں لفظ (یہ) بالکل بیکار تھا (۲) لفظ (عارضی) کی (ی) دب رہی تھی۔ ہندی الفاظ کی (ی) دبانا جائز ہے لیکن الفاظِ فارسی یا عربی کی (ی) دب جائے تو وہ نامناسب متصوّر ہوتی ہے (۳) (ذرا دیر) کے مقابلے میں (فوراً) قابلِ ترجیح ہے۔

شعر ۔ علاج دردِ دل کرنا تو خیر اِک امر مشکل ہے | جو میرا حال پوچھا آپ نے مجھ پر عنایت کی
اصلاح ۔ علاجِ دردِ دل کرنا تو خیر اِک امرِ مشکل ہے | جو میرا حال پوچھا آپ نے یہ بھی عنایت کی

مصرع ثانی میں لفظ (میرا) کے ہوتے (مجھ پر) بے کار تھا۔ اِس لئے نکال دیا گیا۔ مصرع اُولیٰ میں ادائے مضمون کے لئے جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اُنکا اقتضاء تھا کہ مصرع ثانی میں (یہ بھی) کہا جاتا۔ اصلاح کے بعد شعر مذکور میں روزمرّہ کا جو لُطف پیدا ہوگیا ہے وہ قابلِ داد ہے۔

اب یائے مجہول کی ردیف کے چند نمونے حاضر کئے جاتے ہیں۔ اس وقت یائے مجہول سے ہماری مُراد وہ (ے) ہے جس میں دائرہ نہیں ہوتا۔

شعر ۔ اور ارمانِ دل نہیں کوئی | پھر تمہیں دیکھنے کی حسرت ہے
اصلاح ۔ اور ارمانِ دل نہیں کوئی | بس تمہیں دیکھنے کی حسرت ہے

(پھر) سے یہ مُراد تھی کہ دوبارہ لطفِ دیدار کا ارمان ہے۔ لفظ (بس) رکھ دینے سے معلوم ہوگیا کہ عاشق کے دل میں آرزوئے دید ہر وقت موجود رہتی ہے اور وہ اسی تمنا میں محو رہتا ہے۔

شعر ؎　بوسے لئے ہیں اُنکے تصوّر میں رات دن　　قربان لاکھ جان سے اپنے خیال کے
اصلاح ؎　ہر دم جمال یار ہے آنکھوں کے رُو برُو　　قربان کیوں نہ جائیں ہم اپنے خیال کے

جناب شاکر کے مصرع اُولیٰ میں ترتیب الفاظ درست نہ ہونے کی وجہ سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ "اُن کے بوسے لئے ہیں" یا "اُن کے تصوّر میں" کسی اور کے "بوسے لئے ہیں"۔ جناب موصوف کا مصرع ثانی تشنہ ہے۔ یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ قربان کون ہو رہا ہے۔ معنوی خرابی یہ ہے کہ حضرت نوح مدظلہٗ اِس طور کے مضامین کبھی نظم نہیں فرماتے اس لئے جناب شاکر کو بھی اخلاق سے گرے ہوئے مضامین سے پرہیز کرنا چاہئے تھا۔

مطلع ؎　اثر اتنا ہوا آہ و فغاں سے　　وہ گھبرا کر نکل آئے مکاں سے
اصلاح ؎　نہ ہوگا یہ کبھی میری فغاں سے　　نکالے اُن کو دشمن کے مکاں سے

ہمارے کرم فرما کے مصرع اُولیٰ کی ردیف نادرست تھی۔ (سے) کی جگہ (کا) ہونا چاہئے تھا۔ نیز یہ نہیں ظاہر ہوتا تھا کس شخص کی (آہ و فغاں) زیر بحث ہے۔ اصلاح میں جانشین داغ یعنی فصیح العصر حضرت نوح ناروی مدظلہ نے زبان کی غلطیاں درست فرما دیں اور اصل شعر کے مضمون کو بلند کر دیا۔

شعر ؎　نہ آئی کبھی میرے لب تک شکایت　　کئے تم نے مجھ پر ستم کیسے کیسے
اصلاح ؎　شکایت نہ آئی کبھی میرے لب تک　　کئے تم نے مجھ پر ستم کیسے کیسے

جناب شاکر کے پہلے مصرع میں ترتیب الفاظ قواعد زباں کے خلاف تھی۔

(کمال اچھا ہے۔ حال اچھا ہے) پُرانی زمین ہے اور اس زمین میں متعدد اساتذہ کا کلام موجود ہے۔ حضرت شاکر نے ۱۹۱۰ء میں رسالہ اصلاح سخن لاہور کے لئے اسی زمین میں غزل لکھی تو مطلع اس طرح کہا ؎

نہ خوشی اچھی ہے مجھ کو نہ ملال اچھا ہے　　آپ جس حال میں رکھیں وہی حال اچھا ہے

جناب شاکر نے اپنی یہ غزل ۱۹۲۵ء میں حضرت تاج الشعراء مدظلہٗ کی خدمت میں اصلاح کے لئے بھیجی تو حضرت موصوف نے مطلع بالا غزل سے کم فرما دیا کیونکہ یہ مطلع حضرت جلیل مانک پوری مدظلہٗ کے مطلع ذیل سے لڑ گیا تھا۔ ؎

نہ خوشی اچھی ہے اے دل نہ ملال اچھا ہے　　یار جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے

حضرت امیر مینائی لکھنوی مرحوم کا مشہور مصرع ہے۔ ع سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے ۱۹۲۳ء میں مصرع مذکور ایک مشاعرے کے لئے طرح ہوا تھا۔ جناب شاکر نے بھی غزل لکھی تھی۔ ایک شعر مع اصلاح حاضر کیا جاتا ہے۔

شعر ؎　مجروح کر گئی ہمیں مجروح کر گئی　　خنجر کی دھار آپ کی ترچھی نظر میں ہے

اصلاح ؎ مجروح کر گئی ہمیں مقتول کر گئی   خنجر کی دھار آپ کی ترچھی نظر میں ہے

(مجروح) کی تکرار سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ایک لفظ کے بدل جانے سے معنی میں اضافہ ہوگیا۔

امراوتی علاقۂ برار کے سہ ماہی رسالہ **بہارستان** کی اشاعت جنوری ۱۹۳۳ء میں ہمارا ایک مضمون "اصلاح سخن اور اخلاقیات" کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ مقالۂ مذکور کے ضمن میں حضرت نوح مدظلہ کی اس خصوصیت کا ذکر ہم نے کیا تھا کہ اپنے شاگردوں کا کلام بناتے وقت حضرت موصوف اخلاقی نقطۂ نظر سے بھی کلام کو بلند فرمایا کرتے ہیں۔حضرت ناخدائے سخن مدظلہ کی خصوصیتِ مذکورہ کی ایک عمدہ مثال جناب شاکر بریلوی کی اصلاح سے اس وقت نذرِ ناظرین کی جاتی ہے۔

مطلع ؎ شاکر وہ شوخ اِن دنوں بل رام پور ہے   دل سے مرے قریب ہے آنکھوں سے دور ہے

اصلاح ؎ یہ اپنی عقل اپنی سمجھ کا قصور ہے   دل سے تو ہے قریب وہ آنکھوں سے دور ہے

غور فرمایئے کہ اصلاح بالا میں حضرت نوح مدظلہ نے کس خوبی کے ساتھ جناب شاکر کے عشقِ مجازی کا رُخ عشقِ حقیقی کی طرف پھیر لیا ہے۔

مقطع ؎ شاکر خدا گواہ کہ اب فیضِ نوح سے   شہرت سخن کی میرے بہت دور دور ہے

اصلاح ؎ شاکر خدا گواہ کہ اب فیضِ نوح سے   میرے سخن کا شہرہ بہت دور دور ہے

ظاہر ہے کہ اصلاحِ زیرِ بحث میں مصرع ثانی کی ترتیب الفاظ درست کی گئی ہے۔

مقطع ؎ سب کہتے ہیں شاکر کو حسینوں کی نظر ہے   اس کو نہ شفا ہوگی طبیبوں کی دوا سے

اصلاح ؎ سب کہتے ہیں شاکر کو حسینوں کی نظر ہے   ہوگا نہ اِسے نفع طبیبوں کی دوا سے

دونوں طرف لفظ (کو) موجود تھا۔ایک طرف کم کر دیا گیا۔

مطلع ؎ کہو تو کیا کیا تم نے کہو تو ماجرا کیا ہے   زبانِ خلق پر ظلم و ستم کا یہ گلا کیا ہے

اصلاح ؎ کہو تو کیا کیا تم نے بتاؤ ماجرا کیا ہے   زبانِ خلق پر ظلم و ستم کا یہ گلا کیا ہے

حضرت شاکر کے مصرع اُولیٰ میں (کہو تو) کی تکرار مفید معنی نہیں تھی۔شکایت کے معنی میں اصل لفظ (گلہ) ہے۔لیکن قافیئے کی وجہ سے شعر زیرِ نظر میں لفظ مذکور کو الف سے لکھنا جائز ہے۔یہ قاعدہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اس قسط کے ساتھ ہمارے عنایت فرما جناب شاکر کی غزلیات کے اصلاحی نمونے ختم ہوتے ہیں۔آئندہ قسط میں کرم فرمائے موصوف کے خمسوں کے نمونے حاضر کئے جائیں گے۔

عابد مسیح عابدؔ بی اے مراد آبادی

ارشاداتِ عالیہ

(عالیجناب اعتبار الملک لسان الدہر حکیم الشعراء حضرت دِل مدظلہم العالی شاہجہانپوری)

اے جنوں راحت اثر دل کی پریشانی نہ تھی
ہم نے جب تک خاکِ کوئے یار کی چھانی نہ تھی

یاد ایامے جب اشکوں کی فراوانی نہ تھی
عشق کے انجام پر یہ مرثیہ خوانی نہ تھی

دشتِ وحشت میں خلافِ وضع عریانی نہ تھی
وجہ رسوائی کسی کی چاک دامانی نہ تھی

ضبطِ گریہ اک مصیبت ہو گیا دل کے لئے
یہ تو اس دریا میں ڈوبا جس میں طغیانی نہ تھی

مٹ گیا لیکن نمایاں ہوں بیاضِ دہر میں
اب یہ میں سمجھا کہ ہستی عشق کی فانی نہ تھی

ہر قدم پر نارسائی کا گلہ بڑھتا گیا
حدِ آخر تک مری منزل میں آسانی نہ تھی

چارہ گر اب غور کر کیا حاصلِ درماں ہوا
کاوشِ دل میں تو یہ تکلیف روحانی نہ تھی

ہمت افزا تھا کوئی گو مشکلیں بڑھتی گئیں
عشق کو ناکامیِ دل پر پشیمانی نہ تھی

تھا تقاضائے محبت جو ہوا انجامِ دل
کیا مرے پیشِ نظر یہ خانہ ویرانی نہ تھی

تجھ کو لے ڈوبا ہے اے دل پھر ابھرنے کا خیال
ورنہ بحرِ عشق کی تہ میں یہ طغیانی نہ تھی

بس یہ ہے میری نظر میں روح و تن کا تفرقہ
پھر وہیں پہنچی جہاں کی زندگی فانی نہ تھی

یہ نتیجہ عشق کا ہے اے دلِ شوریدہ سر
اس قدر جوش آفریں پہلے غزل خوانی نہ تھی

(تازہ و غیر مطبوعہ)

حضرت صابر الہ آبادی مدظلہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

واجب العرض مصنف

بعد حمد وثنائے خدائے دوجہان ونعت سرورِ کائنات فخرِ زمان ومناقب ائمہ ہدیٰ حقیر ناچیز محمد حبیب السبحان المتخلص بحضرت صابر الہ آبادی حال شہر لشکر گوالیار گورنمنٹ محلہ منشیاں شائقین عروضی کی خدمت میں عرض رساہے کہ فن عروض نہایت ادق اور بہت مشکل ہے۔ تاہم طالبان حریص علم اگر غور وتامل سے اس دریائے بے پایاں میں غواصی فرمائیں تو ممکن ہے کہ گوہرِ مقصود ہاتھ آئے اور اپنی مراد کو پہنچیں۔

یہ حقیر ناچیز کہ جو اِس فن سے بالکل بے بہرہ ہے اس کو ابتدا شوق عروض سیکھنے کا ہُوا اور اساتذہ وقت کی خدمت میں حاضر ہُوا مگر اس فن میں اُنکو محض خالی پایا۔ آخر کتب بینی اور اُس کے نکات پر غور وخوض کرنا شروع کیا۔ آخر تیس سالہ رات دن کی کوششوں نے مجھے اب اتنا ماہر فن کر دیا ہے کہ بلا امداد کتاب سخت سے سخت مسائل عروض کو زبانی حل کر لیتا ہوں تاہم اِس فن میں اپنے کو مبتدی خیال کرتا ہوں۔ جب اس حقیر نے کسیقدر اپنے میں استعداد پائی تو یہ خیال ہُوا کہ اپنے گمراہ بھائیوں کو راہ راست پر لائے۔ چنانچہ اس فن عروض کے متعلق ایک رسالہ دو حصوں میں تقسیم کر کے اُن میں تمام اوزان بکوشش بلیغ درج کر دیئے اور ہر وزن کے زحافات کو ان کے مقاموں پر حل کر کے بخوبی سمجھا دیا ہے۔ اور جہاں جہاں مصنفین عروض میں اختلافات پائے گئے۔ انکو کثرت رائے عروضیین پر حقیر نے فیصلہ کر کے اپنے اپنے مقام پر دکھا دیئے تاکہ شائقین دھوکا نہ کھائیں اور تمام دُنیا کی کتب عروض سے زیادہ زحافات ڈھونڈ ڈھونڈ کر اُنکو نظم کر دیا ہے جس سے علم عروض اب نہایت سہل اور آسان ہو گیا ہے۔ اگر اِن اشعار کو کوئی شخص زبانی یاد کرے تو انہیں چالیس پچاس شعروں سے پھر ممکن نہیں کہ مسائل عروض میں اُس کے پاؤں ڈگمگا سکیں۔ بلکہ وہ نہایت آسان طریق پر اُن مسائل مشکلہ کو زبانی حل کریگا۔

مشاغل شعر وسخن وعروضدانی ایک نہایت عمدہ کام ہے۔ بعہد سابق اس کی نہایت قدر ومنزلت تھی۔ اِس فن کے ذریعہ ادنٰے خاندان کے غریب شعراء جلیل القدر شاہان کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ اور اُن کی ہر طرح عزت افزائی کی جاتی تھی۔

اب وہی فن ہے کہ کوئی بات نہیں پوچھتا۔ واواہ کہنا تو بہت بڑی چیز ہے بلکہ اب تو شعر وسخن کے نام سے

ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور اس فن کو ہیچ سمجھتے ہیں۔ گو اس وقت شعراء کی دُنیا میں بہت بڑی تعداد موجود ہے۔ مگر اس فن کی طرف کسی کی توجہ نہیں۔ اس لئے میں اس فن عروض کی کتابیں متذکرہ بالا شائع کرا کر شائقین کی خدمت میں پیش نہ کر سکا بلکہ وہ قلمی نسخے بجنسہٖ میری لائبریری میں موجود ہیں۔

گو فی زمانہ اس فن کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہے۔ تاہم گورنمنٹ ہند نے عزت افزائی فرما کر اس کے کچھ حصے منشی عالم و منشی فاضل وغیرہ کے کورسوں میں داخل کر دیئے۔

تاہم اُن میں بعض ایسی کتابیں طلباء کو پڑھائی جاتی ہیں کہ جو محض غلط اور بے بُنیاد مسائل عروض کی منگھڑت اور عروضین محققین سے قطعی نہیں ملتی جُلتی ہیں۔ اگر اُنکو اقوال محققین سے موازنہ کیا جائے تو بالکل الگ اور بے بُنیاد ثابت ہونگی۔

حال کے زمانہ کی تصحیح کہ جو ہمارے منشی عالم و فاضل صاحبان نے کی ہیں وہ بھی محض غلط در غلط ہیں۔ اس کی یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ کورسوں میں غلط کتابیں عروض کی غیر مصدقہ پڑھائی جاتی ہیں۔ جبکہ وہ خود اس فن میں کمزور ہیں تو دوسرے بھائیوں کو کیا راہ راست پر لا سکتے ہیں۔

اس کے ثبوت میں چند مثالیں انشاء اللہ ہم ذیل میں دکھاتے ہیں۔

اس لئے منتظمان مدارس بالخصوص افسران یونیورسٹی پنجاب و الہ آباد کو توجہ دلائی جاتی ہے کہ طالبان عروض کو آئندہ جو کتابیں پڑھائی جائیں وہ مدلل محققین محدثین عروض سے ہونی چاہئیں تاکہ ہمارے بھائی ڈگری یافتہ منشی عالم و منشی فاضل وغیرہ کی آئندہ تصنیفات جدیدہ سے عروض کی صحت ہو کر غلط کتابیں دُنیا سے نابود کر دی جائیں اور اُن کی جدید مشعل عروض کی روشنی سے آب حیات معانی تک پہنچنے کا گمراہوں کو راستہ دکھائی دے۔

شرح تصحیح حدایق البلاغت مدخلہ امتحان منشی عالم و منشی فاضل پنجاب و کامل الہ آباد یونیورسٹی بابت امتحان ۱۹۳۳ء و ۱۹۳۴ء

از قلم خدائے سخن عروضی کامل الفن صدر اعظم علامۂ عصر محقق مولنا محمد حبیب السبحان المتخلص بحضرت صابر الہ آبادی حال شہر مشکر

خیابان دوم درمیان تغیراتے کہ در ارکان بجور واقعہ میشود

خبن۔ حضرت مصنف حدایق البلاغت رقم فرماتے ہیں کہ (خبن آنست کہ ساکن را از سبب خفیفے کہ در اوّل

رکن آید ساقط کنند پس در مفاعلن فعل بکسر عین در فاعلاتن ۔ متصل فعِلاتن بماند و در مستفعلن متصل و منفصل متفعلن بماند و منقول بمفاعلن میگردد و در مفعولات معولات ماند و منقول بہ فعولات شود و در فاعلاتن منفصل خبن نمی آید ۔ بجہت آنکہ خبن حذف ساکن سببے است درینجا وتد مفروق در اول رکن است نہ سبب خفیف) ۔

حضرت مصنف کا مقولہ ہے کہ خبن سبب خفیف کا پہلا ساکن ساقط کریگا تو مفاعلن میں کہ جو پہلا جزو وتد مجموع ہے ۔ اُس میں کیونکر اس کا عمل چل سکتا ہے ۔

اگر بالفرض مان لیا جائے کہ مفاعلن بقول عوام سہو کاتب ہے اور یہ در اصل فاعلن ہے ۔ تو فاعلن مخبون ۔ فَعِلن بتحریک عین بیگانہ فعِل بکسر عین ۔ وتد مجموع میں یہ عمل اُنکا محض غلط ہے ۔

طے ۔ حضرت مصنف حدائق البلاغت فرماتے ہیں کہ (طے آنست کہ ساکن چہارم را از سبب خفیف کہ در اول رکن واقع شود ساقط نمایند پس مستفعلن مستفعلن شود) یہ مستفعلن ثانی غلط ہے ۔ ممکن ہے کہ یہ سہو کاتب ہو پس مستعلن منقول بہ مفتعلن صحیح ہے ۔

تشعیث ۔ حضرت مصنف حدائق البلاغت فرماتے ہیں کہ (عبارت است از اسقاط متحرک وتد مجموع ۔ فاعلاتن و در اسقاط متحرک مذکورہ اختلاف کردہ اند بعضے برآنند کہ عین ساقط بشود و بعضے برآنکہ لام و بعضے گفتہ اند کہ ساکن وتد مجموع کہ الف است ساقط شدہ ماقبل او ساکن میگردد و در صورت اول فالاتن و دوم فاعاتن و سوم فاعلتن بسکون لام بماند و در ہر سہ صورت منقول بہ مفعولن میگردد) ۔

چونکہ فاعلاتن کا عین وتد مجموع کا پہلا متحرک ہے تو یہ ترکیب خرم کی ہے ۔ خرم کی تعریف یہ ہے کہ اُس کا پہلا جزو وتد مجموع ہو مگر ماقبل اُس کے اور کوئی جزو نہ ہو ۔ اس کے ماقبل ایک سبب خفیف ہے ۔ لہذا یہ ترکیب پہلی تو محض غلط ثابت ہوئی ۔

اب دوسری ترکیب کہ وتد مجموع کا دوسرا متحرک لام ساقط کیا جائے تو ایسا کسی زحاف مفرد کا کوئی حکم نہیں ہے نہ اِس قسم کا کوئی زحاف زحافات مروجہ میں پایا جاتا ہے ۔ لہذا یہ ترکیب بھی سراسر غلط ہے ۔

اب تیسری ترکیب کہ وتد مجموع کا ساکن گرایا جائے تو اس کے لئے قطع کا زحاف موجود ہے ۔ مگر قطع کی تعریف یہ ہے کہ قطع عروض و ضرب کے لئے مخصوص ہے ۔ نیز وہ ایسے وتد مجموع کا ساکن گرائیگا کہ جس کے بعد پھر کوئی جزو نہ ہو ۔ پس اِس وتد مجموع کے بعد ایک سبب خفیف = تن = موجود ہے ۔ پس یہ ترکیب بھی صریح غلط ہے ۔

اب تشعیث کی تعریف ہم سے سنئے یہ زحاف مرکب ہے ۔ پس فاعلاتن کا پہلا ساکن سبب خفیف کا الف خبن سے گرا کر فعِلاتن بتحریک عین کے عین کو تسکین سے ساکن کر کے فعْلاتن بسکون عین بنا کر مفعولن سے بدل لو ۔ یہ ترکیب بالکل صحیح ہے ۔ اسی پر عروضیان مستندین کا فتوٰے ہے اور قول مؤلف حدائق البلاغت نیز اُن کے

ہم خیال سراسر غلط راہ پر ہیں۔ تشعیث مخبون مسکّن کا مجموعہ ہے۔

نقص ۔ حضرت مصنف حدایق البلاغت کا مقولہ ہے کہ (نقص آنست کہ متفاعلن مضمر را مطوی کنند یعنی چہارم ساکن او را اسا قط نمایند دریں حال متفعلن بماند و منقول بہ مفتعلن میگردد و ایں نیز خاصہ بحر کامل است)۔

مگر نقص در اصل بقول فصحائے جمہور اجتماع عصب بہر دو اوائل غیر منقوط و کف کا مخصوص بحر وافر ہے۔ جو متفاعلن کو مفاعلن بناتا ہے۔

اور اجتماع اضمار و طے بحر کامل متفاعلن کو **مخزول** کہتے ہیں جو متفاعلن کو مفتعلن بناتا ہے۔

مصنف حدایق البلاغت مخزول کی تحقیقات نہ کر سکے اور مخزول کو نقص مان کر اپنے رسالہ میں درج کر دیا اور مخزول کا رسالہ میں کہیں ذکر نہیں فرمایا۔ لہذا

اضمار و طے کا نام بقول مصنف حدایق البلاغت محض غلط ہے بلکہ اس کا نام مخزول ہے اور یہی مخزول صحیح ہے۔

کسف ۔ بسین مہملہ کے متعلق حضرت صاحب حدایق البلاغت فرماتے ہیں کہ (کسف بسین مہملہ آنست کہ وقف وکف را در مفعولات جمع کنند۔ یعنی تائے اورا۔ اوّل وقف کنند و بعد ازاں ساقط نمایند)

یہ فرمانا اُنکا کہ کسف وقف وکف کا مجموعہ ہے۔ محض غلط ہے ان معنوں میں کہ فصحائے عروض جمہور کا مقولہ ہے کہ کسف بسین مہملہ و بسین معجمہ دونوں کا ایک حکم تائے مفعولات کے گرانے کا ہے اور یہی عمل بالتحقیق بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ کف ساتویں ساکن سبب خفیف کو صرف گرا سکتا ہے نہ کہ مفعولاتُ کہ جو وتد مفروق کا (ت) ہے اُس کو بھی گرا دے اور حضرت خود بھی کف کی تعریف میں یہ عبارت رقم فرماتے ہیں (کف عبارت است از اسقاط ساکن ہفتم سببے)

جبکہ کف سبب خفیف کے ساکن ہفتم کے لئے مخصوص ہو چکا ہے تو پھر وہ کسی ساتویں ساکن مثل مفعولاتُ یا مستفعلن یا متفاعلن وغیرہ کے ساکن ہفتم کو نہیں گرا سکتا پس حضرت مصنف حدایق البلاغت کا مقولہ متعلق کسف اجتماع وقف وکف محض غلط ہے۔ لہذا کسف باختیار حاصلہ خود تائے مفعولاتُ کو گرا سکتا ہے۔

شکل ۔ حضرت مصنف حدایق البلاغت رقم فرماتے ہیں کہ (شکل عبارت است از جمع میان خبن و کف در رکن فاعلاتن متصل و دریں صورت فعلاتُ بضم تائے بماند)۔

پس اگر بقول مصنف موصوف خبن سے فاعلاتن کا الف اوّل ساقط کیا گیا تو اب فَعِلاتن میں چھ۶ حرف باقی رہتے ہیں۔ کف کے گرانے کو ساکن ہفتم نہیں مل سکتا۔ یہ عمل اُنکا محض بے ترتیب ہے۔

میرے نزدیک شکل اجتماع کف و خبن کا ہے۔ اب کف سے ساتواں ساکن اور خبن سے پہلا ساکن سببین خفیفین بالترتیب گرا لیجئے اور یہی صحیح ہے۔

حذف۔ حضرت مصنف حدائق البلاغت فرماتے ہیں کہ حذف آنست کہ سبب خفیف را۔ از آخر رکن بیندازد پس در مفاعیل منقول بفعولن بماند)۔
اب بلاحظہ ہو مفاعیل میں چھ حرف ہیں اور فعولن میں پانچ حرف ہیں اور مفاعیل میں سبب خفیف آخرہ نہیں ہے۔ پس یہاں اُن کو سہو ہُوا ہے اس کو۔ بجائے مفاعیل کے مفاعی لُن سمجھو اور حذف سے (لُن) ساقط کر کے فعولن بنا لو۔
ابتر۔ . . . . (باقی آئندہ)　　بقلم محمد فضل الرحمٰن صابری

کلامِ ضیا

(منشی ہریش چندر صاحب ضیاؔ دیوانندپوری بی اے۔ ایل ایل بی)

ہر طرح سُلجھا رہا ہے گُتھّی تقدیر کی　　پیش چلتی ہی نہیں کچھ ناخنِ تدبیر کی
اور کیا گردش دکھائے آسمانِ پیر کی　　دربدر پھرتی ہے مٹی عاشقِ دلگیر کی
آہ کی ناکامیوں سے آج مُجھ پر کُھل گیا　　ڈھونڈھتی ہے راہ ہر پھر کر درِ تاثیر کی
خود بخود اُس کی طرف سب اہلِ دل کھنچنے لگے　　دِل کشی ضرب المثل ٹھہری تری تصویر کی
عہد باطل ہی سہی لیکن سہارا اِس سے تھا　　اُس تم نے توڑ دی کیوں عاشقِ دلگیر کی
دل نشیں ایسا ہُوا ہے دِل میں وہ دلکش سماں　　ہر ادا پھرتی ہے آنکھوں میں تری تصویر کی

اے ضیاؔ تاریکیِ مرقد کا مُجھ کو غم نہیں
میرے دِل میں ہے ضیا اک چاند سی تصویر کی

تربیت کا اثر

(از ادیب مالیگانوی)

والدین کا اپنے آنکھ کے تاروں اور دل کے ٹکڑوں سے محبت کرنا، انکی ذراسی تکلیف کے لئے اپنی جان ہلکان کرنا ان راحت و آرام کے لئے خود کو مصیبت میں ڈالنا، یہ اور اسی قسم کی باتیں ایسی ہیں جو انسان کو خدا ہی کی طرف سے عطا ہوتی ہیں، سنگدل سے سنگدل اور کٹر سے کٹر طبیعت کے ماں باپ بھی اپنے بچوں سے محبت اور پیار کا برتاؤ کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، کیونکہ اس فطری جذبہ کو دل سے نکال باہر کرنا، کسی کے قبضہ اور اختیار کی بات نہیں ہے۔ لیکن ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم نظر آتی ہے، جو اپنے اس معاملہ میں صحیح اور منفعت بخش محبت کے استعمال سے واقفیت رکھتے ہوں، اکثر دیکھا جاتا ہے کہ والدین کے بیجا لاڈ پیار کی بدولت بہت سے نونہالوں کی زندگیاں تباہی اور ہلاکت کا شکار ہوجاتی ہیں۔ والدین انجام کی طرف سے بالکل آنکھ بند کئے ہوتے ہیں، وہ ان باتوں سے یکلخت لاپروا اور لاعلم ہوتے ہیں، کہ ان کے بے محل اظہار محبت اور بڑھی ہوئی شفقت سے بچوں کے دل و دماغ پر کس قدر مہلک اور خطرناک اثرات مرتب ہوتے ہیں، اور ان کی آئندہ زندگی کی تمہید کیسے غلط اور افسوسناک طریقہ سے شروع ہوتی ہے۔

اگر تھوڑی دیر کے لئے غور و تحقیق کی نگاہ سے کام لیا جائے، تو اس امر کا اندازہ لگانے میں زیادہ زحمت کا سامنا نہ ہوگا کہ یہ ساری خرابیاں اور برائیاں محض جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے سرائیت کرگئی ہیں۔ جبکہ خود والدین ہی "تعلیم و تربیت" کے صحیح اصولوں اور طریقوں سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اور وہ نہیں سمجھتے کہ بچوں کی پرورش اور نگہداشت کی اہمیت اور ذمہ داری کیا ہے؟ تو ایسی صورت میں یہ لازمی بات ہے کہ وہ اپنی بے راہ روی کے ساتھ ساتھ اپنے نونہالوں کی تباہی اور گمراہی کا بھی سامان پیدا کرتے رہیں۔

جو لوگ "علم و اخلاق" کی بیش بہا دولت سے مالامال اور "اصول تربیت" کے نکات سے بہرہ ور ہیں، یقیناً وہ اپنے بچوں کی پرورش اور دیکھ بھال درست اور سودمند طریقوں پر کرسکتے ہیں، وہ انہیں اسی رنگ میں رنگنے کی کوشش اور اسی روش پر لانے کی تدبیریں کرتے ہیں، جن سے وہ خود بھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ زمانہ جانتا ہے کہ ایسے لوگوں کی اولاد دنیا میں کس قدر نیک نامی اور عزت و شہرت کی زندگی گذارتی ہے۔

مولوی خلیق الزمان ویسے تو کچھ زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے نہ انہیں علیگڈھ کے بورڈنگ ہاؤس میں رہنے کا فخر حاصل تھا، نہ دارالعلوم دیوبند کی چہار دیواری کے طواف کا شرف۔ البتہ میل جول ایسے لوگوں سے رکھتے تھے جنہیں

زبانِ خلق سے تجربہ کاری اور قابلیت کی سند مل چکی تھی، اور جن کی مہارتِ علمی اور معلومات کی ہر جگہ قدر و عزت ہوتی تھی، تاہم اُردو زبان پر تو انہیں بہت کچھ دسترس حاصل تھی۔ اور فارسی و عربی میں بھی معمولی سا دخل ضرور رکھتے تھے۔ اس کو گویا ان کے مطالعہ کا ذوق اور ذاتی استعداد کہنا چاہئے۔ اسی کے ساتھ ساتھ انہوں نے پروفیسر مسعود کے اصرار اور نوازش سے انگریزی بھی سیکھ لی تھی۔ جو اگر وقتی ضرورت کے لئے کافی نہیں تو نا کافی بھی نہ تھی۔

مولوی صاحب کو قدرت کی جانب سے اس قسم کے دل و دماغ ودیعت ہوئے تھے کہ وہ ہمیشہ کسی نہ کسی جستجو اور تحقیق میں مصروف رہا کرتے تھے۔ علمی مباحثات میں حصہ لینا ان کے لئے بڑی دلچسپی اور مسرت کی بات تھی۔ چونکہ فطرتاً متواضع اور خوش اخلاق واقع ہوئے تھے۔ ہر ادنے و اعلےٰ سے نہایت خلوص اور محبت سے پیش آتے تھے یہی وجہ تھی کہ خاص و عام اُن کی یکساں قدر و منزلت کرتے اور ان کی ہر آواز پر لبیک کہنے کے لئے ہر وقت آمادہ رہتے۔ مولوی صاحب کے خاص ملاقاتیوں میں قدیم و جدید دونو قسم کی تہذیب کے افراد شامل تھے۔ اگر ایک طرف پروفیسر مسعود اور مسٹر اکرام احمد تھے۔ تو دوسری جانب ملا عبدالرحمٰن اور حافظ عبدالرشید بھی تھے، اس خود پسندی کے زمانہ میں ایسے اجتماع ضدین کی مثالیں بہت کمیاب ہیں۔ روزانہ کا معمول تھا۔ کہ شام کے کھانے سے فارغ ہوکر تمام لوگ مولوی صاحب کے یہاں آموجود ہوتے۔ ہر شخص اپنے اپنے مشاہدات اور خیالات کا نہایت بے تکلفی سے اظہار کرتا۔ پروفیسر صاحب روزانہ کی تازہ اور اہم خبریں سُناتے۔ اکرام احمد جدید معلومات اور سیاسیات حاضرہ پر روشنی ڈالتے۔ ملا صاحب بھی بڑے طرّار اور لسان تھے۔ وہ بھی خاموش نہ رہتے اور مقلدین فرنگ کی بے عنوانیوں پر خوب دل کی بھڑاس نکالتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا۔ کہ پروفیسر صاحب اور ملا عبدالرحمٰن میں کسی مسئلہ پر چل پڑتی۔ دونو اپنے دعوٰوں کی صحت میں خوب خوب زور دکھلاتے۔ خوب گرما گرم مباحثہ ہوتا۔ اگر کوئی نیا آدمی دیکھے تو خیال کرے کہ ابھی دونو آپس میں لت پت نظر آئینگے۔ مگر چونکہ اس زور آزوری اور گرما گرمی میں "نفسانیت" کو مطلق دخل نہ ہوتا اور دوسری بات یہ کہ مولوی صاحب کی حکمت عملی کچھ ایسی تھی کہ کسی کو شکایت کا موقع نہ ملتا۔ اور کوئی ناخوشگوار صورت پیدا نہ ہوتی۔ دوسرے روز پھر وہی تپاک تھی وہی محبت اور وفاداری قائم رہتی۔

معمولی سے معمولی عقل و فہم کا آدمی بھی ان واقعات کی روشنی میں بہ آسانی یہ اندازہ لگا سکتا ہے۔ کہ جس شخص نے ایسے "علم آفرین" ماحول اور ایسی صاف و روشن فضا میں اپنی زندگی کا بیشتر حصہ گزارا ہو۔ اور جس کو ایسے ارباب علم و ذوق سے واسطہ رہا ہو۔ اس کی تجربہ کاری اور ذہنی و اخلاقی نشو و ارتقا نیز اسکی وسعت و بلندی کس درجہ ہونی چاہئے؟

"تجربہ" انسان کے لئے سب سے بڑا اُستاد ہے۔ دُنیا کے معاملات اور نشیب و فراز سے کما حقہٗ طور پر واقف

ہونے کے لئے اگر سب سے اہم اور مفید مطلب کوئی چیز ہو سکتی ہے تو وہ یہی تجربہ ہے جس کی بدولت مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل آسانی کے ساتھ حل ہو سکتے ہیں اور ایک کم علم آدمی بھی اچھے اچھے لوگوں کے مقابلہ میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ یہ تسلیم کر لینے کے بعد پھر اس میں حیرت و استعجاب کی کونسی بات ہے کہ مولوی خلیق الزمان "پرورش اطفال" کے مسئلہ کی اہمیت سے آگاہ تھے اور اپنے جگر پاروں کی غور و پرداخت اور تعلیم و تربیت کا انتظام نہایت قابل تعریف اور مستحسن طریقہ پر کرتے تھے۔

مولوی صاحب کے دو لڑکیاں تھیں اور ان کے علاوہ ایک لڑکا، عمر کوئی آٹھ سال ہوگی، وکیل احمد نام تھا۔ یوں تو بچوں کی پرورش اور تربیت ابتداً بڑی حد تک ماں کے ذمہ ہوتی ہے۔ لیکن مولوی صاحب نے دور اندیشی اور مصلحت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس اہم "فرض" کو شروع ہی سے اپنے ذمے لے رکھا تھا۔ کیونکہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی یہ گوارا کرنے کو تیار نہ تھے۔ کہ ان کے بچوں کی فطرت اور اخلاق پر کسی مسموم اور خطرناک اثر کا غلبہ ہو، اور دوسروں کے بچوں کی طرح وہ بھی آوارہ مزاجی، شرارت اور اخلاقی خرابیوں میں گرفتار رہیں۔ وہ انہیں پر لطف اور دلچسپ باتیں۔ اچھے اچھے قصے جو بچوں کی دماغی اور اخلاقی قوت کو اُبھارنے میں مؤثر ہوں سنایا کرتے تھے۔ وکیل گو سن و سال کے لحاظ سے کچھ زیادہ نہ تھا۔ لیکن اتنی ہی عمر میں وہ اتنی معلومات رکھتا اور دانشمندی کی باتیں کرتا کہ دیکھنے والے حیرت اور تعجب میں پڑ جاتے۔ باپ کی محبت اور دلجوئی نے اس کو پوری طرح اجازت دے رکھی تھی۔ کہ وہ دنیا کی جس چیز کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہئے۔ بلا روک ٹوک نہایت شوق سے دریافت کر سکتا ہے۔ اس کا اثر اور نتیجہ یہ ہوا کہ وکیل ہمیشہ اسی کھوج اور تفتیش میں لگا رہتا۔ کسی نہ کسی نئی بات کا انکشاف ہو۔ جب وہ اپنے شفیق باپ کی بتلائی ہوئی باتوں کا ذکر اپنے ساتھیوں اور سکول کے لڑکوں کے روبرو کرتا۔ تو سب اس کی ذہانت اور واقفیت سے حیران رہ جاتے۔ اپنے دماغ اور محنت و شوق کی وجہ سے وہ مدرسہ بھر میں ایک امتیازی شان رکھتا تھا۔ ادب و احترام اور سنجیدگی و شرافت میں تو بہت کم بچے اس کی صف میں لانے کے قابل تھے۔ جس قدر پڑھنے لکھنے کا شوق اور نئی نئی باتیں معلوم کرنے کی دُھن وکیل کو تھی اور شائد ہی کسی کو ہوگی۔ کیونکہ تجربہ سے یہ ثابت ہے کہ ایسے بچے جن کو بذات خود غور و تحقیق کا خیال ہو زیادہ تعداد میں نہیں ہوتے وکیل کو درسی کتب کے مطالعہ میں اپنے والد سے بہت امداد ملتی تھی۔ یہی نہیں کہ وہ ان کی توجہ اور اپنی کوشش سے روزانہ کے اسباق پر غالب رہتا تھا بلکہ ہمیشہ آگے بڑھنے کی فکر کیا کرتا۔ اُستاد اس کی اس روش سے بہت خوش رہا کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں وکیل کے معاملہ میں کبھی دِقت اور پریشانی نہ ہوتی تھی۔ اگرچہ وہ ابھی چوتھی جماعت میں تعلیم پا رہا تھا۔ لیکن اس کو دُنیا کے اکثر بڑے بڑے اور مشہور لوگوں کے حالات زندگی کا علم تھا۔ وہ واقف تھا، کہ غازی مصطفےٰ کمال کس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی پیدائش کب ہوئی، زندگی کا ابتدائی دور کہاں کہاں اور کس حالت میں گذرا، میدان جنگ میں اپنی جوانمردی اور بہادری کے کیسے کیسے کمال

دکھلائے اور رفتہ رفتہ محض اپنے قوت بازو اور عقلمندی کے ذریعے کس طرح اتنی زبردست قوت اور ایسی عظیم الشان اور قابل رشک شہرت وعزت حاصل کرلی کہ آج اس کے مخالفین بھی اس کے شاندار کارناموں کا نہایت فراخ دلی سے اعتراف کرتے ہیں۔ اس کو معلوم تھا کہ رضا شاہ پہلوی موجودہ فرمانروائے ایران ایک غریب اور معمولی زمیندار کا لڑکا ہے۔ لیکن اپنی حوصلہ مندی اور ہمت و استقلال کی بدولت کس طرح رفتہ رفتہ ترقی کرکے سارے ایران پر حکومت کررہا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ تار برقی، ٹیلی فون، فونوگراف وغیرہ وغیرہ تعجب انگیز ایجادات کا موجد کون ہے، اور مسٹر ایڈیسن کے ایام طفلی کے واقعات کتنے مایوس کن ہیں۔ لیکن انہوں نے کبھی اولعزمی اور ہمت کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ جس کا انعام ان کو زندگی ہی میں کافی طور پر مل گیا تھا۔ اور آئندہ نسلیں بھی ان کے کارناموں کو قدر کی نگاہ سے دیکھینگی اور ان کی ایجادات سے سبق لینگی۔ وکیل کے دل و دماغ میں اسی قسم کے سینکڑوں واقعات اور حالات محفوظ تھے۔ اور یہ تمام اس کے "شوق جستجو" اور مولوی صاحب کی دلچسپی اور فطرت شناسی کا اثر تھا۔ بچپن ہی میں وکیل ایک چھوٹا لکچرار، ایک ننھا مولوی معلوم ہوتا تھا۔ اور اپنی نیک اطوار اور شریف عادات و خصائل سے دیکھنے والوں کی نگاہیں ٹھنڈی رکھتا تھا۔ مولوی صاحب کی عادت تھی کہ اخبارات میں جب کوئی حیرت انگیز اور انوکھی بات دیکھتے یا کسی ایجاد کے متعلق تذکرہ ہوتا تو وکیل کو ضرور اس کی فہمائش کردیتے۔ ایک قابل ذکر اور خاص بات یہ بھی ہے کہ انہوں نے وکیل کو ہدایت کردی تھی کہ وہ جو کچھ معلومات ان کی زبان سے سُنے انہیں اپنی استعداد اور لیاقت کے مطابق قلمبند کرتا جائے تاکہ اس طرح وہ باتیں دل و دماغ میں محفوظ رہیں اور ان کے فراموش ہونے کا خطرہ نہ رہے۔ مولوی صاحب کے پیش نظر اس سے یہ فائدہ تھا کہ بچے کو ابھی سے "قلم چلانے" کی عادت ہوجائیگی۔ چنانچہ وکیل برابر والد کی ہدایت اور تاکید پر عمل کرتا رہا۔ اس طرح بہت قلیل عرصہ میں اس کی نوٹ بک دلچسپ اور کارآمد واقعات سے بھر گئی۔ وہ اسی سن و سال میں اپنے "قلم" کی جولانیاں بھی دکھلانے لگا تھا۔ واقعات کا انتخاب کرکے مولوی صاحب کچھ اپنی جانب سے ترمیم و تنسیخ کردیتے اور ان کو ہر ماہ ایک ماہانہ رسالہ میں جو بچوں کے لئے مخصوص تھا بھیجدیا کرتے تھے۔ وکیل کے مضامین بچوں کے حلقے میں بڑے شوق اور دلچسپی سے پڑھے جاتے تھے۔ چند ہی روز میں اس نے اچھی شہرت پیدا کرلی اور اسے جلد ہی دوسرے پرچوں کی طرف بھی توجہ کرنی پڑی۔ ایک مرتبہ معمول کے مطابق ایک رسالہ کا سالانہ نمبر نکلا جس میں سب سے اچھا اور دلچسپ مضمون لکھنے کے صلہ میں وکیل کو دس روپیہ کا انعام ملا۔ اگر وکیل کی بجائے کوئی اور بچہ ہوتا تو بہت ممکن تھا کہ وہ اس انعام کو اپنے لئے طرۂ افتخار سمجھتا اور خوشی خوشی قبول کرلیتا۔ مگر وکیل کی بات ہی نرالی تھی۔ اس نے ایڈیٹر کو اپنی خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے لکھدیا کہ انعام کی رقم سے بہتر ہے کہ غریب اور شوقین بچوں کے نام رسالہ جاری کردیا جائے۔ یہ تھا ایک قابل باپ کی "مستحسن تربیت" کا مبارک اثر، جس کی جھلک بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔

وکیل نیک نامی کے ساتھ ترقی کی منزلیں طے کر رہا تھا۔ اور دیکھنے والے ابھی سے اس کی نسبت یہ پیشین گوئیاں کر رہے تھے۔ جس طرح "وان بیتھوون" (جس نے اپنی فطری رومندی اور قومی و ملکی خدمات سے تمام یورپ میں احساس و بیداری کی ایک لہر دوڑا دی تھی اور جس کی یاد تازہ رکھنے کے لئے اب بھی ہر سال اس کے نام کا قومی ہفتہ منایا جاتا ہے) کے آقا نے اس کے ایام طفلی کے اطوار کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ لڑکا آئندہ چل کر ہمدرد خلائق، نمونۂ اخلاق اور ملک و قوم کا بہترین خدمت گزار ہوگا۔ لیکن آہ غیب کا حال کسی کو کب معلوم ہو سکتا ہے۔ اسی ضمن میں ایک ایسا دلگداز، روح فرسا اور اندوہناک سانحہ وقوع پذیر ہوا، جس کے بیان سے دل کانپ رہا ہے قلم تھرا رہا ہے۔ شیرازۂ حواس پراگندہ ہے۔ اور جس نے مولوی خلیق الزمان کی ساری امیدوں اور آرزوؤں پر یک لخت پانی پھیر دیا، ان کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے، یعنی . . . . وکیل . . . . کی . . . . موت۔

برسات کا موسم تھا گزشتہ سالوں کی نسبت امسال خوب بارش ہو رہی تھی۔ شہر سے قریب ہی ایک پہاڑی دریا بہتا تھا۔ عام طور سے آٹھ مہینے تو اس میں پانی گھٹنے گھٹنے دریا پایاب ہو جاتا تھا۔ لیکن برسات کے دنوں میں سیلاب کی وجہ سے ہمیشہ خطرہ لگا رہتا تھا۔ ایک روز بہت بڑا سیلاب آیا۔ اگرچہ لوگ یوں بھی تفریح کے لئے دریا جایا کرتے تھے۔ لیکن چونکہ سیلاب بھی اسی وقت زوروں پر تھا۔ تماشائیوں کا ہر طرف ٹھٹ کا ٹھٹ لگا تھا۔ پانی معمول سے زیادہ چڑھا ہوا تھا۔ تمام کنارے لبریز ہو گئے تھے، وکیل اتنی عمر میں کبھی تنہا کہیں نہ گیا تھا۔ مگر آج اس کے دماغ میں نہ معلوم کیا سمائی کہ تماشا دیکھنے کی غرض سے چل کھڑا ہوا۔ خلیق الزمان کسی ضرورت سے کہیں گئے ہوئے تھے۔ ماں نے کہا جاتے ہو تو جاؤ ساری خلقت ہی جا رہی ہے۔ لیکن میاں جلدی ہی لوٹ آنا، لیکن اس غریب کو کیا معلوم تھا کہ وہ ہمیشہ کے لئے اپنے "لال" کو رخصت کر رہی ہے اور وکیل فی الحقیقت سیلاب کا تماشا دیکھنے نہیں بلکہ موت کی خوفناک آغوش میں جا رہا ہے۔

وکیل خوشی خوشی دریا کے کنارے چکر لگا رہا تھا، لوگوں کا بڑا ہجوم اور ہنگامہ تھا۔ معلوم ہوتا تھا گویا سارا شہر امڈا چلا آیا ہے۔ پانی کا زور شور اور موجوں کی گرجدار آواز سے دیکھنے والوں کے کلیجے ہلتے تھے۔ دریا میں بہت سی چیزیں، لکڑیاں، چھپر، کپڑے اور معمولی برتن وغیرہ بے تحاشا بہے جا رہے تھے، جن کو دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ قریب کا کوئی گاؤں سیلاب کی تباہ کاریوں کی نذر ہو گیا ہے۔ وہ انہیں چیزوں کو دیکھتا ہوا لوگوں کے ہجوم سے کسی قدر فاصلہ پر چلا جا رہا تھا کہ دفعتہً اس کے کانوں میں ایک دھماکے کی آواز آئی، ایک لڑکا جونہی پانی میں کوئی چیز دیکھنے کی غرض سے جھکا، بس اس کا جھکنا قیامت ہو گیا۔ کنارے سے پاؤں پھسل گیا، اور چند لمحہ وہ پانی کے خوفناک گرداب میں ہچکیاں کھاتا ہوا دکھائی دیا۔ وکیل اس واقعہ سے یک لخت گھبرا گیا،

لیکن جلد ہی سنبھلا اور اس کی امداد کے لئے فوراً اپنا رومال بڑھا دیا۔ کہتے ہیں ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، لڑکے نے جھٹ رومال پکڑ لیا اور اوپر نکلنے کی بے سود کوشش کرنے لگا۔ وکیل نے ہمت کر کے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور امداد کے لئے چلانا ہی چاہتا تھا کہ موجوں کا ایک ریلا آیا اور دونو کو بہا لے گیا۔ حیرت ہے کہ یہ تمام معاملہ اسی سرعت سے ظہور پذیر ہوا، کہ جب تک لوگ پہنچیں دونوں کی زندگی انسانی اختیارات سے باہر ہو چکی تھی۔

آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مولوی خلیق الزمان پر اس حادثۂ جانکاہ کا کیا اثر ہوا ہوگا۔ وکیل کی والدہ کے کانوں میں جب یہ خبر پہنچی تو وہ فرطِ غم سے بیہوش ہو گئی۔ مکان میں ایک قیامت مچی ہوئی تھی، ہر طرف سے رنج و ملال اور تاسف کا اظہار کیا جا رہا تھا۔ مولوی صاحب کی دردناک کیفیت پر ہر اپنے اور بیگانے کا کلیجہ پھٹتا تھا۔ صد حیف کہ موت کے بے پناہ اور ظالم ہاتھوں نے ان کی "زندگی کا سرمایہ" لوٹ لیا، انکا راحت و سکون چھین لیا، ان کی کمائی برباد ہو گئی، وکیل کو انہوں نے کیسی محبت اور محنت سے پرورش کیا تھا۔ کس جانفشانی اور دلدہی سے وہ اس کی آئندہ زندگی کو روشن اور کامیاب بنا رہے تھے۔ وکیل کی ذات سے ملک و قوم کی کیا کیا اُمیدیں وابستہ تھیں، مگر "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"۔

وکیل اگرچہ دُنیا کی نگاہوں سے ہمیشہ کے لئے اوجھل ہو چکا ہے اور ہماری آنکھیں اس کی صورت کو تا قیامت دیکھنے سے محروم رہیں گی۔ لیکن اس کے سبق آموز کارنامے اس کی اخلاقی اور ادبی بلندی اس کی خدا ترسی اور فطری ہمدردی کہ جو اس کی موت کا بہانہ ہوئی، ایک زمانے کو "درسِ ہدایت" ہو گی اور اس کی یاد صفحۂ دل سے کبھی فراموش نہیں ہو سکتی۔

حسبِ معمول اس ماہ کا رسالہ . . . . . آیا، مولوی صاحب نے افسردہ دلی کے ساتھ اُٹھایا، معاً کوئی خیال آ گیا، دل بھر آیا اور ساتھ ہی گرم گرم آنسوؤں کے چند قطرے ٹپک پڑے اور ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا جب قدرت نے پڑھنے والے ہی کو اُٹھا لیا تو رسالہ اور اخبار!

مُژدہ

ناظرین کرام یہ سُنکر خوش ہونگے کہ رہنمائے تعلیم کا اکتوبر نمبر افسانہ نمبر ہوگا اور جملہ دلچسپیوں کا حامل ہوگا۔ افسانہ نگار اصحاب جلد از جلد عمدہ اور دلچسپ مذاحیہ و اخلاقی افسانے لکھ کر بھیجیں تا کہ وہ افسانہ نمبر کی زینت کا موجب بن سکیں۔

مجھے امید ہے کہ جس طرح جوبلی نمبر کے لئے مضامین کی طرف سے بڑی فیاضی برتی گئی تھی۔ اسی طرح افسانہ نمبر کو کامیاب بنانے میں میری امداد کی جائے گی۔

خادم جگت سنگھ مینیجر

گڈ مارننگ

یعنی

سہانی صبح

(از جناب غلام محی الدین صاحب مائل شاگرد نواب سائل دہلوی مدظلہ)

سحر کا وقت ہے اور موسم بہار بھی ہے
نسیم صبح رواں سوئے لالہ زار بھی ہے

وہ شاہِ شرق کہ ہے سر پہ جس کے زرّیں تاج
کہ جس کے نور سے ہر ذرّہ تابدار بھی ہے

اِسی کی ذات سے آئینہ پوش ہے عالم
اِسی سے خاک کا ہر ذرّہ مایہ دار بھی ہے

یہ وقت سات بجے کا عجیب ہے دلکش
جو دلفریبی میں یکتائے روزگار بھی ہے

بھرا ہے گوہرِ شبنم سے دامنِ گلشن
کہ جس سے سبزۂ روئیدہ مالدار بھی ہے

کہیں ہے نرگسِ شہلا کہیں گُلِ سوسن
کمر خمیدہ کہیں شاخِ میوہ دار بھی ہے

نظر فریب ہے نظّارہ اِک پہاڑی کا
کہ جس سے گرتی ہوئی ایک آبشار بھی ہے

"کوا" پھُدکتا ہؤا پھر رہا ہے شاخوں پر
اُدھر وہ گھاس میں گھونگوں کی اک قطار بھی ہے

چہک رہے ہیں درختوں پہ خوشنوا طائر
یہ وہ سرود ہے جو غیرتِ ستار بھی ہے

خوشی میں صبح کی در واکئے ہیں بخشش کے
"فلک نشیں" نے جسے کُل کا اختیار بھی ہے

وہ آپ اپنی ہی نیرنگیوں پہ ہے مائل
کہ جس کی ذات سراپا کرم شعار بھی ہے

مدرسین سے ہماری اُمیدیں

(از مولوی رحمت علی صاحب نازش منشی فاضل ادیب فاضل)

دُنیا کے کاموں کو بہ احسن وجوہ سرانجام دینے کی صلاحیت - خدائے لایزال کی معرفت - اپنے فرائض کی پہچان خالقِ اکبر کے دربارِ عالی میں سرخروئی حاصل کرنے کی سعادت اور اُن کاموں کا علم جس کی پہچان حضرتِ انسان کی شان سے متعلق اور اُس کی پیدائش وخلقت کا باعث ہے" - انسان کو از خود حاصل نہیں ہو سکتا - اور نہ ہی وہ بغیر تربیت اِن کاموں کے کرنے کے قابل ہو سکتا ہے بلکہ اِس کی تعلیم و تربیت کے لئے کسی مشفق رہنما قابل معلم اور لائق اُستاد کی ضرورت ہے - اور اُسی مبارک ہستی کو ہم مدرّس کے لقب سے ملقب اور اُستاد کے خطاب سے مخاطب کر رہے ہیں -

مدرّس کے معنی ہیں سبق پڑھانے والا -

جو مدرس کے اوصاف کے لحاظ سے جامع اور مانع لفظ ہے -

یعنی بچوں کو - نئی پود کو - اور قوم کے ہونہار نوجوانوں کو سبقِ زندگی پڑھانے والا - سبقِ عمل پڑھانے والا سبق پڑھانے والا - اور کام سکھانے والا -

نہ یہ کہ - کتابیں رٹوانے والا - پہاڑے حفظ کرانے والا - جھیلیں آبنائیں یاد کرانے والا - صرف آخری امورات کے سرانجام دینے والے کا نام مدرس اور معلم ہے - تو بقول کسے ؎ کارِ طفلاں تمام خواہد شد

مدرس صحیح معنوں میں اُستاد ہو - اُس کا سینہ علوم وفنون کا وہ گھر ہونا چاہئے جس کے کئی دروازے ہوں اور ہر ایک دروازے پر ایک صاحبِ کمال بیٹھا قوم کے نونہالوں کی تعلیم و تربیت کر رہا ہو - کسی ایک پر سکندر ذوالقرنین بیٹھا سلیقۂ ملک گیری و جہاں ستانی سکھا رہا ہو - اور دوسرے پر نوشیرواں رعیت پروری کا سبق پڑھا رہا ہو - اور کہیں علامہ اقبال اپنی پُرجوش نظموں سے دردِ قومی پیدا کر رہا ہو - کہیں امام ابوحنیفہ علم فقہ اور کہیں مولانا شبلی نعمانی تاریخی لیکچر سُنا رہا ہو -

غرضیکہ ہر قسم کی تعلیم و تربیت کا بہترین اہتمام ہو - اور وہ ایک جامع اوصاف انسان ہو - مدرس خود ایک مستعد جوان - تجربہ کار اور جہاندیدہ سیاح حالاتِ زمانہ سے پورا باخبر - خوددار - خوش گفتار - کفایت شعار - اطاعت گذار خداپرست - قوم کا ہمدرد - ملک کا خیرخواہ - بنی نوع انسان کا خادم - وقت کا پابند - اور طبیعت کا خوش وخرم ہو -

غرضیکہ وہ ایک کامل اور بہترین انسان ہو۔ اُس کی صورت دیکھنے سے بچوں میں سنجیدگی اور متانت پیدا ہو۔ اور اُسکی آواز میں کیمیائی تاثیر ہو۔ اُس کی کتب بینی طلباء میں مطالعہ کا اعلےٰ شوق پیدا کرے۔ اُس کی محنت طلباء کو ہمت و استقلال اور ریاضت کا سبق دے۔ غرضیکہ وہ اپنے طالب علموں کے لئے ایک بہترین نمونہ ہو اور اس پر ہر فن مولا کا مقولہ لفظاً و معناً صادق آسکے۔

اصولِ تعلیم سے واقف اور فنِ تعلیم کا ماہر ہونے کے علاوہ فنا فی التعلیم ہو۔ اپنے پیشہ سے قدرتی و فطرتی اُنس رکھتا ہو۔ اِجتہاد کرے۔ پڑھانے کے لئے نئے نئے طریقے۔ تربیت کے اعلےٰ وعمدہ اصول اپنی سوچ بچار اور تجربے سے پیدا کرے۔ اور اُن پر عمل پیرا ہو کر اپنے پیشے کو جلا دے۔ طلباء اُس کے شیدا و مفتوں ہوں۔ اور اُس سے اِس طرح مانوس ہوں کہ تعلیم و تعلّم ایک قدرتی اور فطرتی کام بن جائے۔ طلباء اپنا کام کرتے ہوئے چلے جائیں۔ عالم باعمل بن جائیں۔ مگر اُنہیں یہ معلوم نہ ہو کہ ہم کچھ پڑھ رہے ہیں یا سیکھ رہے ہیں۔

مدرس کے فرائض دُنیا کے تمام دیگر ذمہ وار عہدوں سے زیادہ اہم ہیں۔

قوموں کا بنانا یا بگاڑنا اِس کے ہی ہاتھ میں ہے۔ مدرس کے کام کی نگرانی نہ صرف محال بلکہ دُشوار ہے۔ مدرس کا کام اُس کی ایمانداری اور فرض شناسی پر منحصر ہے۔ فرض شناس اور کارکن مدرسوں کی جماعت مُلک اور اہلِ ملک کے لئے ایک بہترین نعمت ہے۔ اور تمام مُلک کی اُمیدیں اِسی جماعت سے وابستہ ہیں۔ ہم اس مبارک جماعت سے جو جو بھی اُمیدیں رکھیں بجا اور جس قدر بھی تمنائیں رکھیں روا ہیں۔

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ دُنیا سے ظلمت و جہالت کو دُور کرنا اور اس کی وجہ سے پیدا شدہ رسومات بد کی بیخ کنی کرنا۔ اس کو ظلم و ستم اور جنگ و جدال سے پاک کرنا۔ الغرض دُنیا کو خانۂ امن بنانا۔

مُعلّم اور صرف مُعلّم کے ہاتھ ہے

حضرتِ انسان کو اِس کی پیدائش کی غرض و غائت سے آگاہ کرنا۔ عملی دُنیا میں کامیاب کرنا۔ اسے اِس کے حقوق و فرائض سے باعلم کرنا معلم اور اُستاد کے ذمّے ہے۔

مَیں چاہتا ہوں کہ ذیل کی چند سطور میں ذراسی دیر کے لئے تمام دُنیا کو پیش نظر رکھ کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کروں کہ ہمارے مدرّس بھائی کس طرح سے تمام دُنیا کو اور کن ذرائع اور طرائق سے اپنے شاگرد پیشہ اصحاب کو ایک بہترین انسان بنا سکتے ہیں۔

اور اپنے مفوضہ فرائض کے بارِ گراں سے سبکدوش ہو کر دُنیا و عقبےٰ میں سرخرو ہو سکتے ہیں۔ پہلی کوشش جو مدرّسین کی ہونی چاہیئے وہ علم کی ہمہ گیری ہے۔ جس طرح بن آئے علم کو ایسا عام کر دینا چاہئے۔ کہ دُنیا میں بے علم ڈھونڈے سے نہ ملے۔ جہالت عنقا اور نادانی نیست و نابُود ہو جائے۔ جس طرح دُنیا کی تقسیم براعظموں۔ صوبوں۔ کمشنریوں اور

اضلاع میں کی گئی ہے ۔اُسی طرح ایک ایک قصبہ ۔دیہات ۔گلی کوچہ ۔غرضیکہ ہر ایک انسانی ہستی کسی مدرس اور مدرسہ کے ماتحت آجائے ۔تعلیم لازمی قرار دی جائے ۔

جوانوں ۔بوڑھوں اور پیشہ وروں کی تعلیم کا انتظام اڈلٹ سکولز ۔نائٹ سکولز کی صورت میں اس طرح کر دیا جائے کہ ہر پیر و جواں ۔بالغ و نابالغ آفتابِ علم کی ضیاء سے منوّر و روشن ہو جائے ۔لائبریریاں عام کر دی جائیں اخبارات و رسالہ جات کا عام رواج کر دیا جائے ۔میجک لینٹرن اور دیگر ذرائع سے دیہات اور اہلِ دیہات میں علم کا شوق پیدا کر دیا جائے ۔

مستورات کو بھی تعلیم سے مستفید و مستفیض کیا جائے ۔تاکہ بچّہ کا پہلا معلّم یعنی اس کی ماں بھی قابل اور بہتر ہو کیونکہ ماہرین تعلیم کا اِس مسئلہ پر اتفاق ہے ۔کہ بچّے کی پہلی تعلیم گاہ پیاری ماں کی گود ہے ۔

جب اِس بات سے تسلّی ہو جائے کہ دُنیا کا ہر ایک فردِ بشر نورِ علم سے منوّر اور مستفید ہونے کے لئے تیار و مستعد ہے ۔تو

دوسرا خیال جو دل میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے ۔کہ تعلیم کیا ہونی چاہئے؟ اور کیسی ہونی چاہئے؟

بہترین نصاب اور بہترین طرزِ تعلیم ہی بہترین طالب علم پیدا کر سکتی ہے ۔اور بہترین طالب علم ہی اعلےٰ تعلیم کے قابل ہو سکتے ہیں ۔اور اعلےٰ تعلیم ہی بہترین نتائج پیدا کر سکتی ہے ۔

تعلیم کیا ہونی چاہئے؟ یہ ایک اہم سوال ہے جس کا سمجھنا مدرسین کے لئے ضروری ہے ۔تعلیم کے معنی علم دینا ۔پڑھانا اور سکھانا ہے ۔

اب رہا یہ سوال کہ کیا پڑھایا جائے اور کیا سکھایا جائے؟ اِس کا صحیح حل یوں ہو سکتا ہے ۔کہ پہلے ہم انسانی ضروریات پر نظر ڈالیں ۔اِن ضروریات کا صحیح علم ہو چکنے کے بعد اُن کے پورا کرنے کی تجاویز و تدابیر سوچی جائیں ۔انسانی ضروریات مختلف ممالک کے مختلف ادوار میں جدا گانہ رہی ہیں ۔اور آج بھی یہ اختلاف باقی ہے اور ہمیشہ کے لئے قائم رہے گا ۔

قطع نظر اِس سے چونکہ دُنیا میں ہر ایک فردِ بشر ایک ہی کام کے لئے پیدا نہیں ہُوا ۔بلکہ مختلف طبیعتیں جداگانہ کاموں کو پسند کرتی ہیں اور یہی منشائے قدرت ہے ۔اِس واسطے بھی ہر ایک شخص کی تعلیم میں اختلاف واقع ہوگا ۔

مگر ہم اِن فروعات سے بچ کر اصول اور محض اصول کو لیتے ہیں ۔

اِنسانی جسم کے پُرزے جسم و عقل ہیں ۔اِن کی باقاعدہ تربیت ہونے پر صحیح اخلاقِ حسنہ پیدا ہوتے ہیں ۔اور اُن کی مدامی صحت اخلاقِ حسنہ کی پائداری کا مُوجب ہوتی ہے

اور یہ بات بھی مسلم الثبوت ہے کہ صحیح عقل تندرست جسم میں ہی پیدا ہو سکتی ہے ۔اِس واسطے لازم ہُوا کہ ۔

۔بچہ کی پیدائش سے لے کر اس کی جسمانی تربیت کے لئے کماحقہٗ کوشش کی جائے۔
مدرسین کہہ سکتے ہیں کہ ہم طلباء کے داخلہ سکول سے پہلے کیا کر سکتے ہیں۔ مگر اُنکا یہ اعتراض کسی حد تک ناجائز ہے۔ کیونکہ معمولی غور سے یہ سمجھ میں آجائیگا کہ جب تعلیم یافتہ والدین پیدا ہوجائیں گے تو وہ بچے کی پیدائش سے ہی اُس کی نگرانی شروع کر دینگے اور یہ بھی گویا مدرسین کی کارکردگی کا نتیجہ ہے۔ کہ اُنہوں نے تعلیمی توسیع سے ہوشیار اور فرض شناس والدین پیدا کر دیئے ہیں اور یہی جواب اُس اعتراض پر شافی ہوگا۔ جو وہ سکول ٹائم کے علاوہ دوسرے وقت کے لئے کرینگے۔
شروع شروع میں مزید کوشش۔ حفظانِ صحت کی عامہ سرسری واقفیت اور اُصولِ حفظانِ صحت کا عام اعلان اُنکا معالج و محافظ ہو سکے گا۔
مگر اندھیر تو یہ ہے کہ ہمارے سکولوں میں قطعاً اِس امر کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔ کھیلیں چند کھلاڑیوں تک محدود درہ کرشمیں پیدا کرتی ہیں۔ ڈرل دکھاوے کی اور بے وقت کرائی جاتی ہے۔ تعلیمی کمرے میں اور گھر کے کام میں اِس بات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔
امتحانات کا فکر۔ سبق کی رٹنت۔ ڈنڈے کی یاد۔ بیچارے طالب علموں کا خون خشک کئے دیتی ہے۔ سکول طلباء کو ایک ہوّا دکھائی دیتا ہے۔ والدین کا خوف اُن کو سکول کی طرف اُفتاں وخیزاں آنے پر مجبور کرتا ہے۔ ورنہ (گستاخی معاف) ہمارے موجودہ ہندوستانی مدرس میں وہ کشش ہرگز ہرگز نہیں جس کی موجودگی سے طلباء پروانہ وار اِس شمع کے لٹو ہوں۔ اور مجنونانہ اِس لیلٰے کے شیدائی ہوں۔ اگر کوئی نکتہ رس مدرس اِس بات پر کُڑھتا بھی ہے۔ اور چاہتا ہے کہ اپنے سکول کو اپنے طالب علموں کے لئے ایک روح پرور صورت میں پیش کرے۔ جس سے کہ وہ سکول کے دلدادہ وشیدا اور تعلیم کے شائق اور اُستاد کے دلدادہ نظر آئیں۔ تو ہمارا بیڈ صاحب کورس۔ بے قاعدہ امتحانات اور اُن کی نرالی طرز اُس کے خیال کو منصۂ شہود پر آنے سے روکتی ہے۔
ہونا یہ چاہیئے کہ طلبا میں صحیح مذاق پیدا ہوجائے۔ ریاضی کا ورک اور سوالات کے حل کرنے کی مشق بہم پہنچائی جائے۔ مگر یہاں افسرانِ امتحان کسی لفظ کے معنی نہ آنے اور متفرق نمبری کے بیسویں سوال کے غلط ہونے پر کام کو بُرا لکھتے ہیں۔ وہ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ مدرس کی محنت کیا ہے۔ بلکہ وہی مدرس کامیاب ہوتا ہے جس کے طوطے اچھے بولتے ہوں۔
محکمے اور یونیورسٹی کے امتحانات ہیں کہ اُن کی خاص خاص طرزیں ہیں۔ اُن کے مطابق فائنل کلاسوں کو تیار کرنا پڑتا ہے۔
سنٹر کی چوتھی اپر نوئر کی چھٹی۔ مڈل کی آٹھویں اور ہائی کی دسویں جماعت میں پڑھنے اور پڑھانے کے ڈھنگ

ہی ترانے ہیں۔ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟

صرف اسی لئے کہ ہمارے ملک میں تعلیم کی غرض و غائت امتحان اور صرف امتحان پاس کرنا ہی رہ گئی ہے اور اس پر طرہ یہ کہ وہ امتحان اگر صحیح امتحان ہوں تو ہرج ہی کیا ہے۔ مگر وہ تو تعلیمی نقطۂ نگاہ سے کوسوں دور ایک فرسودہ طرز لئے ہیں کہ عموماً ہندوستان اور خصوصاً پنجاب والے چھوڑنے کا نام نہیں لیتے۔

گو دن بدن امتحانات میں اصلاح ہو رہی ہے۔ نصاب تبدیل ہو رہے ہیں۔ مگر "ہنوز دلی دور است" والا معاملہ ہے۔ امریکہ اور یورپ ہم سے بہت بڑھ چکے ہیں۔ وہاں طرز تعلیم فطرتی ہے۔ امتحانات خاطر خواہ ہوتے ہیں۔ المختصر میں نہیں کہتا کہ امتحانات نہ ہوں۔ امتحان کرنا عیب نہیں ہے۔ امتحان کام کی جانچ ہے۔ قدرت خود اپنے بندوں کا امتحان کرتی ہے۔ مگر تعلیم تعلیم کے لئے ہے۔ اور پھر اس کا صحیح امتحان کیا جائے۔ تعلیم مقدم۔ امتحان موخر۔ تعلیم لازمی اور امتحان ضروری سمجھا جائے۔ مگر نہ یہ کہ امتحان ہمارا نصب العین ہو۔ امتحان تعلیمی منزل کا منشا و مولد نہ ہو۔ بلکہ تعلیم کا منشا تعلیم اور محض تعلیم ہونا چاہیئے۔ ہم علم کے لئے پڑھیں۔ نہ کہ امتحان۔ نوکری اور پنشن کے لئے۔ مگر یہاں تو علم کا صحیح مذاق مفقود۔ اس کا اصلی نام و نشان گم اور اس کے شیریں اثمار لاپتہ ہو رہے ہیں۔ علم "خود دانی اور خدا دانی" کے لئے ہے۔

دنیا میں کام کرنے کے قابل بنانا۔ اور آخرت میں سرخروئی حاصل کرنے کی کوشش کرنا علم کا منشا ہے۔ سینکڑوں برس ہوئے کہ ہندوستان میں سکولوں کی دھوم مچ رہی ہے مگر ایجاد و اختراع کا نام نہیں۔ صنعت و تجارت کا کام نہیں۔ نہیں سمجھ سکے کہ ہماری کشتی کس گرداب میں ہے؟ اور اس کے تھپیڑوں کا کیا علاج ہے؟

ویسے بی اے بھی ہیں۔ ایم اے بھی ہیں۔

مگر اگر کہیں۔ کہ سیاح کتنے؟ موجد کتنے؟ مخترع کتنے؟ کارخانوں والے کتنے؟ تجارت والے۔ کانوں والے۔ خود دوائیاں بنانے والے ہندوستان کو اپنی ضروریات میں غیر ممالک سے آزاد کرانے والے۔ اپنے گھر میں بیٹھ کر کمانے والے اور باہر جا کر نام پانے والے کتنے ہیں؟ تو بس خدا کا نام؟

اس کی وجہ اور سبب کیا ہے؟　　یہی کہ تعلیم حقیقی نہیں۔

خیر یہ جملات معترضہ ہیں۔ میرا اصلی مقصد یہ ہے کہ مدرسین اس عالم میں بھی کیا کر سکتے ہیں۔

اس کا جواب یہی ہے کہ سب کچھ یہی کر سکتے ہیں اور جب کچھ ہوگا انہی کے ہاتھوں ہی ہوگا۔

ان کو بسم اللہ کہہ کر اس نصاب و کورس کی موجودگی میں کام شروع کر دینا چاہیئے۔ کتابیں بھی پڑھائیں اور علم کا صحیح شوق بھی پیدا کریں۔ مڈل اور انٹرنس بھی پاس کرائیں مگر ساتھ ہی نوکریوں سے بے نیاز کر کے صنعت و حرفت۔ بنج و بیوپار۔ آزادی و خودداری کے شائق بھی بنائیں۔ اور یہ سب کچھ مفید لیکچرز۔ ایڈیشنل کتب کے

مطالعہ۔ ملکی ضروریات کے بتانے۔ اور تاریخ و جغرافیہ کے صحیح مطالعہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اپنی انجمنوں۔ رسالوں اور اخباروں کے ذریعے ملک میں وقتی ضروریات کا احساس پیدا کر کے اُن سے ایک مشترکہ سرمایہ جمع کرا کر اپنے فارغ التحصیل طلاب کو غیر ممالک میں جا کر مختلف علوم و فنون صنعت و حرفت اور بیوپاری کے کاروبار سیکھنے کی ترغیب و تحریص دلائیں۔ اور چند سالوں میں جب وہ کام سیکھ کر واپس آجائیں اور اپنے ملک میں سب کام کرنا شروع کریں تو ملک اُن کی اِس طرح مدد کرے کہ اُن کی کامیابی و نصرت لازمی ہو۔

پھر اُن کی دیکھا دیکھی دوسرے طلبا بھی اُن مفید کاموں کی طرف راغب ہونگے۔ اور جو زیادہ شائق ہونگے۔ وہ اپنے اخراجات پر دیگر ممالک میں جانے لگینگے۔

جب تک ایسا نہ ہوگا ملک افلاس و ادبار کے پنجے سے رہا نہیں ہو سکتا۔

علاوہ ازیں اساتذہ کو چاہئے کہ طلباء کو بچپن سے ہی روایاتِ قومی اور روایاتِ ملکی یاد کرائیں۔ اولوالعزم۔ مستقل مزاج۔ محنتی اور کارکن مشاہیر کی سوانح عمریاں پڑھائیں۔ اور طلبا میں جذبۂ قومی و ملّی پیدا کر دیں۔

تاریخ اور جغرافیہ کا مطالعہ ہی ملک کو جگا سکتا ہے۔ اور اِس مضمون کی بنیادی تعلیم ابتدائے عمر سے ہی شروع ہونی چاہئے۔ کیونکہ بچّوں کے قوائے نفسیہ پر جو اثر شروع عمر میں ہوتا ہے۔ وہی جوان ہو کر غلبہ حاصل کرتا ہے۔

اقوال بزرگاں

(۱) انکسار۔ شرافت۔ فراخ دلی۔ بہادری اور عقل کا خیال تجھے صرف انسان ہی نہیں بنایا بلکہ ان کا استعمال تجھے انسانیت سے بلند مرتبہ دلائیگا۔ (ٹھیکرے)

(۲) منکسر المزاج شخص اپنی رضا و رغبت پر قطعی اعتماد نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ اپنے احبا اور اخلاقی رہنماؤں کے اشاروں کو دیکھتا ہے۔ جب اُس پر جائز یا ناجائز اعتراض کیا جائے وہ خشک اور تُند جواب دینے سے احتراز کرتا ہے بلکہ نہایت تحمّل اور رخشندہ پیشانی سے اس پر غور کرتا ہے۔ (بشپ جرمی ٹیلر)

(۳) اپنی بہتری کے لئے مستعد رہ اور اپنی فطرت کو بدلنے کے لئے کوشاں۔ آج کو کل کے رحم پر نہ چھوڑ۔ اگر تیرا خیال ہو "میں کل اپنے آپکو سنبھال لونگا"۔ یہ بعینہٖ ایسا ہے اگر تو کہے "میں آج کمینہ۔ بے حیا نفس پرست اور کینہ توز رہونگا" ذرا غور کر کہ اس خوفناک "کل کل" سے تو اپنے لئے گناہ کا کس قدر عمیق گڑھا کھود رہا ہے۔ خدا تجھ پر رحم کرے۔ اگر تیری طبیعت بدل سکے اور اگر تو اپنے اقوال و افعال پر غور کرنے کے قابل ہو جائے تو تجھے ساعتِ رواں کس قدر خوشگوار نظر آئیگی۔ اگر آنے والے دن تو اپنی طبیعت کو بدلنے کا تجربہ کر سکتا ہے۔ آج کیوں نہیں کرتا۔ اگر اِس نیکی کا آغاز آج ہی ہو تو کل یہ کتنی استوار ہو جائے گی۔ اور پھر تو اسے آئندہ کل پر نہ چھوڑیگا۔ (ایپک ٹیٹس)

(مترجم [illegible])

موسم برسات

برسات کی ہے ادا نرالی
اُٹھی ہیں گھٹائیں کالی کالی

بادل کی گرج سُنا رہی ہے
دیکھو وہ بہار آ رہی ہے

بجلی کی چمک وہ اُس کی سرعت
آثار ظہورِ حُسنِ قدرت

بادل آئے گھٹائیں آئیں
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آئیں

سوندھی سوندھی مہک غضب ہے
جانداروں کو باعثِ طرب ہے

لو چھا گیا چار سُو اندھیرا
ہر سمت ہے بادلوں کا ڈیرا

فردوسِ بریں ہے گلستاں آج
ہے اس کی زمین آسماں آج

ہر کیاری پہ کچھ عجب پھبن ہے
پھولوں سے لدی ہوئی دُلہن ہے

میووں سے جھکے ہوئے شجر ہیں
نخلِ امید بارور ہیں

ہر شاخ پہ نغمہ بُلبلوں کا
مُنہ چومتی پھرتی ہیں گلوں کا

باندھا ہے ہوا نے زور ایسا
سر پر ہے اُٹھائے باغ سارا

ایک ایک نہال جھُومتا ہے
مُنہ ایک کا ایک چُومتا ہے

مُرغانِ چمن بھی گا رہے ہیں
پتّے جھانجھیں بجا رہے ہیں

بوندا باندی سی ہو کے ایسا
وہ تار بندھا کہ پھر نہ ٹوٹا

بارش کی ہوئی کچھ ایسی بھرمار ۔ سارا عالم ہُوا دھواں دھار
دریا اُمنڈ آئے مل کے یکسر ۔ دیکھو جس سمت ہے سمندر
چھوٹی ندی کو دیکھئے اب ۔ طغیانی پہ آرہی ہے بیڈھب
کیا پاٹ وسیع ہو رہا ہے ۔ سارا بیہڑ ڈبو رہا ہے
کچھ پیڑ بھی اُس میں آگئے ہیں ۔ جڑ سے سر تک سما گئے ہیں
واللہ عجب سماں بندھا ہے ۔ کچھ لطف عجیب آرہا ہے
کوسوں سُوکھا پڑا تھا صحرا ۔ اب اُس نے بھی اپنا رُوپ بدلا
ہے جسم زمیں پہ سبز ملبوس ۔ رقصاں ہر سمت اُس پہ طاؤس
پریوں کا ہے سبزہ زار دنگل ۔ جنگل میں بھی ہو رہا ہے منگل
رُت اور ہوئی ہوا سماں اور ۔ اب اور زمیں ہے آسماں اور
اب اور ہے صبح ۔ شام ہے اور ۔ اب شغل ہے اور ۔ کام ہے اور
دن اور ہے ۔ رات بھی ہے اب اور ۔ وقت اور ہے ۔ بات بھی ہے اب اور
اب اور ہے دل ۔ امنگ ہے اور ۔ اب رنگ ہے اور ڈھنگ ہے اور
اب شوق ہے اور ۔ آرزو اور ۔ اب ذوق ہے اور ۔ جستجو اور
اب اور ہے دھن ۔ خیال ہے اور ۔ اب اور ہے رٹ ۔ سوال ہے اور

اللہ سے یہ دعا ہے شاکر
قائم رہیں یوں ہی یہ مناظر

شیخ عبدالشکور شاکر

باشندگان انگلستان کے اہم تجارتی کاروبار

گذشتہ سے پیوستہ

(از قلم جناب سید محمد ہادی صاحب بی اے ۔ بی ٹی)

کانیں کس طرح کھودی جاتی ہیں انگلستان میں کانیں اس طرح کھودی جاتی ہیں کہ جس زمین کی کیمیا وی خصوصیات کو تحلیل کر کے ماہرانِ معدنیات اس نتیجہ پر پہنچیں کہ اس زمین کے نیچے اِس قسم کا کوئلہ یا لوہا دستیاب ہوگا تو مالکان معدنیات وہاں بڑے بڑے کنوؤں کی طرح لمبے گڑھے کھودتے ہیں جو حسب ضرورت فاصلہ تک سطح زمین سے ٹھیک نیچے کی طرف کھودے جاتے ہیں۔ اِن کو وہاں "شیفٹ" کے نام سے پکارا جاتا ہے ۔ مال برآمد ہونے کی حالت میں شیفٹ کے زیرین کنارے سے مزدور لوگ چاروں طرف کھودنا شروع کرتے ہیں اور مال بذریعہ لفٹ اوپر پہنچاتے رہتے ہیں ۔مزدور لوگ اندر کی زمین کو ہر چہار طرف اِس طرح کھودتے ہیں کہ چوڑی چوڑی دیواریں اور ستون چھوڑتے جاتے ہیں تاکہ اوپر کی زمین بطور چھت دیواروں اور ستونوں پر قائم رہے ۔ اِسی شیفٹ کے راستے سے مزدور لوگ اپنے کام پر روزانہ آتے جاتے ہیں ۔ جب شیفٹ کے زیرین حصہ کے ہر چہار طرف بہت دُور تک جگہ خالی ہو جاتی ہے تو "شیفٹ" کے بالائی حصہ پر تازہ ہوا پہنچانے کے لئے انجن قائم کئے جاتے ہیں ۔ بڑی بڑی کانوں میں متعدد "شیفٹ" بنائے جاتے ہیں اور کانوں کے اندر لمبے کمروں کی قسم کی میلوں جگہ خالی ہو جاتی ہے ۔ یہاں تک کہ اِن مقامات کا مال بہ آسانی شیفٹ کے زیرین کنارہ پر لانے کے لئے کانوں کے اندر ہی چھوٹی چھوٹی ریلوے لائینیں تعمیر کی جاتی ہیں ۔ اِن کانوں کے اندر برقی روشنی کا انتظام بھی کرنا پڑتا ہے ۔ بہت سی کانیں ایسی ہیں جو بیسیوں سال سے برابر کھودی جا رہی ہیں ۔ لیکن ابھی تک انکا ذخیرہ ختم نہیں ہوا ۔ بعض چھوٹی کانیں جلد ختم ہو جاتی ہیں ۔ کھودنے والے جب کھودتے ہوئے ایسے مقامات پر پہنچ جاتے ہیں کہ معمولی پتھر یا مٹی زیادہ مقدار میں برآمد ہونے لگے تو سمجھا جاتا ہے کہ اب اس کان کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔

زراعت انگلستان میں نسبتاً بہت کم زمین زیر کاشت ہے ۔ کیونکہ اِس ملک کا شمال مغربی حصہ تقریباً کلیتاً کوہستانی ہے ۔ انگلستان کے طبعی نقشے پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ وہاں کی قریب قریب تمام قابلِ ذکر ندیاں مغرب سے مشرق کی طرف بہتی ہیں ۔ انگلستان کے مشرقی میدانوں میں جہاں یہ ندیاں بہتی ہیں گندم ۔ جو ۔ آلو ۔ شلجم ۔ ٹوماٹر اور دوسری ترکاریوں کی کاشت ہوتی ہے ۔ انگلستان کا جو اور گیہوں بہت

اچھا ہوتا ہے۔ کیونکہ نہایت اچھا کھاد بکثرت استعمال کیا جاتا ہے۔ اور سب کام مشین کے جدید آلاتِ زراعت سے لیا جاتا ہے۔ اُن ہلوں سے زمین ملائم کی جاتی ہے جو مشین سے چلائے جاتے ہیں۔ ان کو "ٹریکٹ" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ "ٹریکٹ" اس قدر طاقتور ہوتے ہیں کہ اٹھارہ انچ نیچے تک زمین کی مٹی اُلٹ دی جاتی ہے۔ زمین ہموار بھی مشین کے ذریعہ سے کی جاتی ہے۔ تخم ریزی بھی مشین ہی کرتی ہے۔ آب پاشی میں مشین کی امداد شامل حال ہے۔ جب فصل پک کر تیار ہو جاتی ہے تو اس کو کلوں کی مدد سے کاٹا جاتا ہے۔ کھلیان میں مشین ہی غلے اور بھوسے کو جدا کرتی ہے۔ کیونکہ زراعت کے متعلق ہر کام مشین کی امداد سے کیا جاتا ہے۔ اس لئے تمام کام بہت جلد اور مزدوروں کی کم سے کم امداد سے پورا ہو جاتا ہے۔ فنِ زراعت کی ان ترقیات اور عظیم الشان انتظامات کے باوجود انگلستان اتنا غلہ پیدا نہیں کر سکتا کہ خود اُس ملک کے باشندوں کی خوراک کو کافی ہو۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وسائل پیداوار کافی نہیں ہیں۔ بلکہ اصلی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان، مصر، کنیڈا وغیرہ عظیم الشان زراعتی پیداوار رکھنے والے ممالک سے برطانیہ کے سیاسی تعلقات اس قسم کے ہیں کہ وہ ان ممالک سے بکثرت غلہ ارزاں نرخ پر خرید سکتا ہے۔ موجودہ حالات میں تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ انگلستان کے باشندوں کے لئے انفرادی طور سے زراعت اتنا منفعت بخش پیشہ نہیں جتنے وہاں کے اور پیشے اور کاروبار۔ اس لئے وہاں پیشہ زراعت زیادہ عام نہیں ہے۔ کنیڈا سے اس قدر غلہ گندم ہر سال انگلستان میں آتا ہے کہ لوگ کنیڈا کو انگلستان کا "غلہ گودام" کہنے لگے ہیں۔

ماہی گیری — جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ انگلستان کے تینوں طرف بڑے بڑے سمندر لہریں مارتے ہیں۔ اور کٹا پھٹا ساحل ہونے کی وجہ سے بسا اوقات سمندر کا پانی دور تک اندرونِ ملک میں در آتا ہوا چلا گیا ہے۔ اس وجہ سے باشندگانِ انگلستان کی کثرت کی پہنچ سمندر تک رہتی ہے۔ وہ بکثرت مچھلی بطور خوراک استعمال کرتے ہیں۔ انگلستان کا مشرقی ساحل اور خاص طور سے اُس ساحل کا وہ حصہ جو دریائے ہمبر کے دھانے کے قریب واقع ہے اور ڈاگر بینک کے نام سے مشہور ہے بہت کم گہرا ہے۔ یہاں سے لوگ بہ آسانی بکثرت مچھلی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس لئے ڈاگر بینک پر بہت مچھلی پکڑی جاتی ہے۔ شہر گرمزبائی جو دریائے ہمبر کے دھانے پر واقع ہے مچھلی کی تجارت اور اُس کے کارخانوں کے لئے مشہور ہے۔ ان کارخانوں میں مچھلیوں کو اس طرح کا مصالحہ لگایا جاتا ہے۔ کہ وہ ایک مدت تک قابلِ استعمال رہتی ہیں اور ان میں بدبو پیدا نہیں ہونے پاتی اور ان کو ٹین کے ڈبوں میں بند کر کے اندرونِ ملک میں نیز ممالک غیر میں بغرض فروخت بھیجا جاتا ہے۔

گائیں اور بھیڑیں پالنا — انگلستان کے شمال مشرقی خطوں میں بکثرت بھیڑیں اور گائیں پالی جاتی ہیں۔ بلکہ بعض مقامات پر اس کثرت سے کہ وہاں کے لوگ زمین کو کاشت

کے لئے نہیں بلکہ چراگاہ کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ انگلستان کی بھیڑوں اور گایوں کی نسل خاص طور سے بہت اچھی ہوتی ہے۔ بھیڑوں کے دُودھ کا مکھن اور پنیر لوگوں کے استعمال کے لئے بکثرت بنایا جاتا ہے۔ اور اُن کی اُون کارخانہ جات میں اونی کپڑے کے لئے خریدلی جاتی ہے۔ انگلستان کی گائیں ہندوستان کی بھینسوں سے بھی زیادہ اور بہتر قسم کا دُودھ دیتی ہیں۔ اِن کے دُودھ کا مکھن اور پنیر انگلستان میں ہر جگہ بکثرت استعمال کیا جاتا ہے۔ انگلستان کے لوگ عام طور سے بھیڑ۔ گائے اور سؤر کا گوشت استعمال کرتے ہیں۔ اِن جانوروں کے گوشت کا کچھ حصہ ٹین کے ڈبوں میں بند کرکے باہر کے ملکوں میں بھی بھیجا جاتا ہے۔ اِن جانوروں کا چمڑا فوج کا چرمی سامان تیار کرنے۔ بوٹ۔ گھوڑوں کے زین اور چرمی بکس اور بیگ اور دستانے بنانے کے کام آجاتا ہے۔

نتیجہ العرض شہر برمنگھم مشہور ہے۔ لوہے کی بڑی بڑی مشینیں بنانے کے لئے۔ شہر شیفیلڈ مشہور ہے لوہے کی چھوٹی چھوٹی چیزیں بنانے کے لئے۔ شہر مانچسٹر مشہور ہے سوتی کپڑوں کے کارخانوں کے لئے۔ شہر لیڈز مشہور ہے اونی کپڑوں کے کارخانوں کے لئے۔ شہر گرمز بائی مشہور ہے مچھلیوں کی تجارت کے لئے۔ شہر نارتھمپٹن مشہور ہے بوٹ سازی کے لئے۔

انگلستان کی آبادی صرف تین کروڑ ہے یعنی ہندوستان کا گیارھواں حصہ۔ انگلستان کا رقبہ ہے سولھواں حصہ۔ ایک ہندوستانی آدمی کی فی یوم اوسط آمدنی ڈیڑھ آنہ ہے۔ اور ایک برطانوی باشندہ کی فی یوم اوسط آمدنی دو روپیہ ہے۔ دولت وثروت شہرت اور جاہ وجلال میں انگلستان ہمارے ملک ہندوستان سے ہر طرح بڑھا ہُوا ہے۔ اِس فارغ البالی اور اقبال مندی کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ انگریز لوگ فطرتاً بہت محنتی اور جفاکش ہوتے ہیں۔

زندگانی کی حقیقت کوہ کن کے دل سے پوچھ
جُوئے شیر و تیشہ و سنگِ گراں ہے زندگی

جذباتِ فیاض

جو ہوتا تو نہ طالب، حسن کا بازار کیوں ہوتا؟
نہ ہوتا عشق تو دل مخزنِ اسرار کیوں ہوتا؟

اگر جلوہ نمائی صانعِ ارض و سما کرتا
تو صانع کی صنائع کا کبھی انکار کیوں ہوتا؟

اگر آپس میں شیخ و برہمن کی صلح ہو جاتی
کوئی جھگڑا میانِ کافر و دیندار کیوں ہوتا؟

نہ ہوتی بخل کی عادت جو زردارانِ دنیا کو
تو اتنا تنگ دل ہر غنچۂ زردار کیوں ہوتا؟

کوئی تو بات ہے زنجیرِ زلفِ یار میں، ورنہ
گرفتار اس میں ہر دیوانہ و ہشیار کیوں ہوتا؟

بُرے اچھوں کو گر ایذا نہ دیتے باغِ عالم میں
ہمیشہ پہلوئے گُل میں خلش کو خار کیوں ہوتا؟

فیاض ہریانوی
بی اے

کلامِ سلیم

دل مرا ہے دلربا کے واسطے
جان شمشیرِ ادا کے واسطے

رحم تیری اک صفت ہے اے کریم (خدا)
اور بندے ہیں خطا کے واسطے

ساقیا مجھ تشنہ لب کو ہو عطا (خدا)
ایک ہی ساغر خدا کے واسطے

سوتے فتنوں کو جگانا سہل ہے
تیری چشمِ فتنہ زا کے واسطے

فرش مخمل کی ضرورت کیا اُسے
بوریا بس ہے گدا کے واسطے

ہے یہی بیمارِ غم کا اب علاج
ہاتھ اُٹھاؤ تم دُعا کے واسطے

مشکلیں آسان کر دے اے خدا
حضرتِ مشکل کُشا کے واسطے

ایک بھی سُنتا نہیں وہ بُت مری
دے رہا ہوں میں خدا کے واسطے

ہو گیا مخصوص یہ رنگِ سخن
اب سلیم خوشنوا کے واسطے

محمد شرف الدین سلیم منگلوری

نظام شمسی

(گذشتہ سے پیوستہ)

(از لالہ کرشن چندر صاحب بلہن بی۔اے۔ بی۔ٹی۔ ڈی بی ہائی سکول نکودر)

(۵) چھوٹے چھوٹے سیارے جو مریخ اور مشتری کے درمیان چکر کاٹتے ہیں۔ اگر ہم مریخ سے باہر کی جانب سفر کریں تو ہمیں نہایت چھوٹے چھوٹے سیارے ملینگے۔ یہ سیارے مریخ اور مشتری کے درمیان چکر کاٹتے ہیں۔ ایک وقت فرض کیا جانے لگا تھا کہ یہ چھوٹے چھوٹے سیارے کسی بڑے سیارے کے ٹوٹ کر پاش پاش ہو جانے سے بنے ہیں۔ لیکن باوجود علم کے اتنی ترقی کر جانے کے ہم وثوق سے ان سیاروں کے متعلق کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔ پہلے کوشش کی گئی تھی کہ ہم سیاروں کا بھی نام رکھیں۔ لیکن دوربین نے جب سینکڑوں اِس قسم کے سیارے ظاہر کئے تو سائنس دانوں کے لئے نام رکھنا ناممکن ہو گیا۔ لہذا اب انہیں نمبروں کے ذریعہ بتلایا جاتا ہے۔ جہاں تک معلوم ہو سکا ہے۔ سائنس دان اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ سیارے بھی سورج کی روشنی ہی سے درخشاں ہیں۔

غالباً یہ بات بھی درست ہے کہ جوں جوں ہم ان چھوٹے چھوٹے سیاروں کے باہر کی جانب جائیں۔ ہمیں ایسے سیارے ملیں گے۔ سورج کی روشنی اور اپنی روشنی دونو ہی سے روشن ہیں۔ اور جوں جوں ہم باہر کی جانب چلتے جائیں۔ ان سے بھی زیادہ روشن سیارے ملیں گے۔ مشتری، زحل، یورینس اور نیپچیوں کا مقابلہ بلحاظ روشنی کے خالی از دلچسپی نہیں۔ جتنی روشنی اور ہائڈروجن گیس (Hydrogen gas) سیارہ مشتری میں ہے۔ اُس سے کہیں زیادہ زحل میں ہے۔ اس سے زیادہ یورینس میں اور سب سے زیادہ نیپچیوں (Neptune) میں ہے۔ یہ بھی عجیب و غریب بات ہے کہ باہر کی جانب کے سیاروں میں ہائڈروجن بہت زیادہ مقدار میں موجود ہے۔

(۶) مشتری۔ مریخ اور چھوٹے چھوٹے سیاروں سے بہت دور اور سورج سے کم از کم ۴۸ کروڑ تیس لاکھ میل کے فاصلہ پر سیارہ مشتری واقع ہے۔ اِس کا ایک سال ہماری زمین کے ۴۳۸۰ دنوں کے برابر ہوتا ہے۔ اگر ہم چاہیں تو اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس دوران میں زمین کتنی دفعہ سورج کے گرد چکر لگا جاتی ہے۔ اِس عظیم الشان سیارہ کا قطر ۸۷ ہزار میل ہے۔ گویہ اتنا بڑا ہے۔ لیکن پھر بھی ہماری زمین سے اس قدر فاصلہ ہمارے مطالعہ میں سدِراہ بن کر حائل ہے۔ دوران گردش میں اس کا زمین سے کم از کم فاصلہ ۳۶

کروڑ میل ہوتا ہے۔ یہ سیارہ دیگر سیاروں سے بہت سی باتوں میں مختلف ہے۔ مثلاً اِس کا حجم دوسرے سیاروں سے کہیں زیادہ ہے۔ دوسرے یہ ٹھوس بھی نہیں بلکہ مائع اور گیس سے بنا ہے۔ اِس سیارہ میں سے ہماری زمین جیسی ۱۲۰۰ زمینیں نکل سکتی ہیں۔

یہ سیارہ سورج کی روشنی کے علاوہ اپنی روشنی سے بھی روشن ہے۔ گو سورج کے گرد گردش لگانے میں اُسے زمین کے مقابلہ میں کہیں زیادہ وقت درکار ہے۔ لیکن یہ اپنے محوّر کے گرد صرف دس گھنٹہ میں گھوم جاتا ہے۔ اِس کے محیط کو مدِنظر رکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس سیارہ کے خط استوا پر ہر ایک چیز زمین کی نسبت ۲۷ گُنا تیزی سے گھوم رہی ہے۔ اور اس گردش کی تیزی کے سبب مشتری اپنے خطِ استوا پر باہر کی طرف اُبھرا ہُوا ہے۔ خط استوا پر تو اِس کا قُطر ۸۷۰۰۰ ہزار میل ہے۔ لیکن ایک قطب سے دوسرے قطب تک ۸۲۰۰۰ ہزار میل۔ یعنی ۵ ہزار میل کم اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ مشتری چونکہ مائع اور گیس سے بنا ہے۔ اس لئے اتنی تیزی سے اپنے محور کے گرد گھوم رہا ہے۔

گو یہ سیارہ زمین سے ۱۲۰۰ گنا بڑا ہے۔ لیکن اِس کی کششِ ثقل زمین کی کششِ ثقل سے صرف ۳۰۰ گنا زیادہ ہے۔ دیگر الفاظ میں بمقابلہ حجم کے اُس میں مادہ کی مقدار صرف ۳۰۰ گنا زیادہ ہے۔ مندرجہ بالا سطور سے ہم ایک ہی نتیجہ نکالنے پر مجبور ہیں۔ اور وہ یہ کہ جس طرح مریخ اور چاند کی سطح اس زمانہ کو ظاہر کرتی ہے کہ جس زمانہ میں ہماری زمین کروڑوں صدیاں گزر جانے کے بعد داخل ہوگی۔ اُسی طرح سے مشتری کی سطح وہ زمانہ ظاہر کرتی ہے جس میں سے ہماری زمین گذر چکی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مشتری کیوں ابھی تک زمین کی طرح ٹھنڈا ہو کر ٹھوس نہیں ہُوا؟ وجہ صاف ہے۔ کیونکہ وہ ہماری زمین سے بہت زیادہ بڑا ہے۔ جس سیارہ کا حجم چھوٹا ہوتا ہے وہ جلدی تمام منزلیں طے کر کے ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور جو بڑا ہوتا ہے وہ آہستہ آہستہ اپنی منزلیں طے کر کے ٹھنڈا ہوتا ہے۔ چاند۔ مریخ۔ زمین۔ مشتری۔ بتدریج ایک دوسرے سے بڑے ہیں۔ جہاں چاند سب سے چھوٹا ہے وہاں مشتری سب سے بڑا ہے۔ چنانچہ چاند سب سے پہلے ٹھنڈا ہو کر مردہ سیّارہ ہو چکا ہے۔ مریخ میں ابھی تک زندگی کے نشانات باقی ہیں۔ زمین کے ⅘ حصہ پر سمندر ہے اور زندگی اعلےٰ حالت میں ہے اور مشتری ابھی تک ٹھنڈا ہی نہیں ہُوا۔

مشتری کے ۹ چاند ہیں اور یہ امر ممکنات سے ہے کہ اس کا سب سے باہر کی طرف چاند کسی وقت میں ایک دُمدار ستارہ تھا۔ جو مشتری کی کشش ثقل کے سبب کھینچ کر اُس کے گرد گردش کرنے لگا ہے۔ یہ بات بھی ممکنات سے ہے کہ مشتری اپنے گردش کنندہ چاندوں کو بالکل ہی کھینچ کر اپنے ساتھ ملا لے۔

(۷) زحل۔ مشتری سے کہیں اور آگے اور تقریباً ۸۷ کروڑ میل کے فاصلہ پر سورج کے گرد چکر لگانے والا

سیارہ زحل ہے۔ اس کا ایک سال ہمارے ۳۰ سال کے برابر ہے۔ بالفاظ دیگر جب ہماری زمین سورج کے گرد ۳۰ چکر کاٹتی ہے۔ وہاں زحل ایک چکر کاٹے گا۔ اِس سیارہ کا حجم مشتری سے کچھ ہی کم ہے۔ اور قطر ہزار میل ہے۔ مشتری کی مانند یہ بھی خط استوا پر باہر کی جانب نکلا ہُوا ہے۔ اور اُنہیں مختلف عناصر سے بنا ہے کہ جن سے مشتری بنا ہے۔ اس کا ایک دن دس گھنٹہ کا ہے یعنی اگر زحل پر آبادی ہو تو وہاں کے لوگ تیس سال میں اِس قدر بُڈھے ہو جائیں کہ جس قدر ہماری زمین کا رہنے والا ۹ سال میں ہو۔ مشتری کی طرح زحل بڑا ہلکا اور گرم سیارہ ہے۔ اور تمام سیاروں میں سے اِس سیارہ کو بنانے والے عناصر لطیف تر حالت میں ہیں۔ لیکن بایں ہمہ زمین سے ۸۰ گنا بھاری ہے۔ زحل کے بھی ۹ چاند ہیں۔ اس کا نواں چاند حال ہی میں معلوم ہُوا ہے۔ اِس بات کے ماننے میں سائنس والوں کو تامل ہے کہ نواں چاند زحل ہی کا حصّہ ہے۔

لیکن اس سیارہ کے متعلق سب سے عجیب بات اس کے گرد حلقے ہیں اور زحل کی شکل یہ ہے

انہیں پہلے پہل گیلیلو نے دریافت کیا تھا۔ لیکن مدت تک وہ سمجھ میں نہ آسکے۔ یہ حلقے سیارہ پر سایہ بھی ڈالتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم سیارہ کو سورج کی منعکس شدہ روشنی ہی سے دیکھ سکتے ہیں۔ ہم یہ بھی ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ حلقے کسی ٹھوس مادہ سے نہیں بنے بلکہ گیس سے بنے ہیں۔ اور اِس بات میں بھی اب کچھ شک نہیں رہا کہ آجکل اِس سیارہ میں اہم تبدیلیاں ظہور پذیر ہو رہی ہیں۔ اور سائنس دان بڑے غور سے دوربینوں کا رُخ اِس سیارہ کی طرف کئے ہوئے اِن تبدیلیوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ ٹوٹ جائیں اور اُنکا سیال مادہ سیارہ کے اندر جذب ہو جائے۔

(۸) یورنیس (Uranus) زحل سے بھی کہیں اور آگے اور کم از کم ایک ارب ۷۰ کروڑ چالیس لاکھ میل کی دوری پر ایک اور سیارہ سورج کے گرد گردش کرتا ہے۔ سائنس دانوں نے اسکا نام یورنیس رکھا ہے۔ اس کو دریافت ہوئے ڈیڑھ سو سال سے زیادہ نہیں ہوئے۔ مشتری اور زحل کی طرح ابھی تک یہ بھی جم کر ٹھوس نہیں ہُوا۔ اس کا قطر تقریباً ۳۱ ہزار میل ہے۔ اور اس کا ایک سال ہمارے ۸۴ سالوں کے برابر ہے۔ یعنی دریافت ہونے کے بعد سورج کے گرد اِس سیارہ نے صرف ڈیڑھ چکر لگایا ہے۔

اِس سیارہ کو علم ہیئت کے بہت بڑے ماہر جرمن باشندہ ولیم ہرشل William Herschell نے دریافت کیا تھا۔ ولیم ہرشل گو پیشہ کے لحاظ سے گویّا تھا۔ لیکن اُسے علم ہیئت کے مطالعہ کا بہت شوق تھا دن بھر کی محنت کے بعد اپنا باقی وقت سیاروں اور ستاروں کے مطالعہ میں صرف کرتا تھا۔ اِن دنوں آجکل کی سی زبردست دوربین ایجاد نہیں ہوئی تھیں۔ اپنی عقلمند ہمشیرہ کی مدد سے اُس نے ایک دوربین بنائی تھی اور اُس کی مدد سے اُسنے اِس سیارہ کو ۱۷۸۱ء میں دیکھا تھا۔ اِس کے چار چاند ہیں۔ علم ہیئت کے ماہرین نے

یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ اس کا راستہ نہ تو دائرہ کی شکل میں ہے اور نہ ٹھیک ٹھیک بیضوی چونکہ سائنس دانوں کو قانون کشش کا علم تھا۔ اس لئے وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس سیارہ کا اس طرح دائرے اور بیضوی راستہ کے باہر چکر لگانا خالی از علت نہیں اور اس کی وجہ اس پر کسی اور ستارہ کی کشش کا ہونا ہے۔ چنانچہ بڑی بڑی دور بینوں کے ذریعہ ۱۸۴۶ء میں ایک اور سیارہ دریافت کیا گیا۔ جسے Neptune کہتے ہیں۔

(۹) نیپچون (Neptune) یہ یقین کیا جاتا ہے کہ نیپچون نظام شمسی کا سب سے باہر کی جانب کا سیارہ ہے۔ اس کا سورج سے اوسطاً فاصلہ دو ارب ۷۵ کروڑ میل ہے۔ یعنی یورینس سے بھی ایک ارب میل آگے۔ اس سیارہ کا ایک سال ہماری زمین کے ۱۶۵ سالوں کے برابر ہے۔ بالفاظ دیگر دریافت ہونے کے بعد اس سیارہ نے ابھی سورج کے گرد ایک پورا چکر بھی نہیں کاٹا۔ یہ یورینس سے قدرے بڑا ہے اور ابھی ہمیں معلوم نہیں کہ آیا اپنے محور پر بھی گھومتا ہے یا نہیں ۔

خیالاتِ حکیم

(از منشی عبد المجید خاں صاحب حکیمؔ ارنڈولی نائب مدرس مدرسۂ اردو ارنڈول)

جس سے ہو میخانۂ ساقیِ دریا دل قریب	اُس کی کشتی بے خطر ہے گو نہ ہو ساحل قریب
آنکھ کو مژدہ کہ ہنگامِ تماشا آ گیا	ہے بہت اب محفلِ ساقیِ دریا دل قریب
سارباں نے تیز رفتار اپنا ناقہ کر دیا	گورِ مجنوں سے ہوا لیلیٰ کا جب محمل قریب
کوئے جاناں کی ہوا سے گم ہوئے ہوش و حواس	کارواں غارت ہوا جب آ گئی منزل قریب
دیدۂ گریاں کا ہر آنسو ہے طوفاں در بغل	خاک ہو محفوظ کشتی، خاک ہو ساحل قریب
ہر نفس طے کر رہا ہوں جادۂ دشتِ فنا	رفتہ رفتہ آ رہی ہے خود مری منزل قریب
زندگی کی گود میں موت آئے تو وہ موت ہے	ڈوبنے کا لطف اس میں ہے کہ ہو ساحل قریب
سب ہیں لرزاں صبح کا تارا مریضِ غم کا سانس	شائد آ پہنچی سکوں کی آخری منزل قریب

سانس لینا بھی گراں ہے اب حکیمؔ زار کو
شائد آ پہنچی ہے اس کی آخری منزل قریب

انجامِ ہوس

کام ہمت شکن تھا۔ لیکن اس نے سر توڑ کوشش
سے ختم کر لیا اور پھر اسی بات پر آمادہ ہو گیا۔

(زہرا نے اپنی لونڈی سے کہا)

آؤ اس سرزمین سے نکل بھاگیں۔

کیوں؟

ہماری عفت و عصمت خطرے میں ہے

کیا وجہ؟

جو کام اُسے دیا تھا۔ اس نے ختم کر لیا ہے اور آیا
چاہتا ہے۔

تو پروا نہیں۔

کیا کوئی تدبیر سوچی؟

ہاں۔

کیا؟

وہ آئے تو اس سے کہنا کہ سمندر کے کنارے بڑا
عالیشان محل بنائے جس کی سیڑھیاں بالکل سیدھی ہوں

(۲)

تم مجھے تب تک نہیں چھو سکتے۔ جب تک میری تمام
شرطیں پوری نہ کرو۔

(زہرا نے وزیر سے ترش لہجہ میں کہا)

بتاؤ تو شرطیں کیا ہیں؟

سمندر کے کنارے ایک محل تعمیر کراؤ جس کی
سیڑھیاں بالکل سیدھی ہوں۔

(۳)

ایک ماہ امن و امان سے گذر گیا۔

ایک سہانی شام کو زہرا نے کھڑکی سے جھانک کر
دیکھا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب اس نے دیکھا
کہ محل تعمیر ہو چکا ہے اور وزیر اکڑا چلا آرہا ہے۔

(۴)

(زہرا نے لونڈی سے غمگین لہجے میں کہا)

آؤ اس معمورۂ جبر و اختیار کو چھوڑ کر کہیں بھاگ چلیں۔

کیوں۔

اس نے وہ کام بھی ختم کر لیا ہے اور وہ دیکھو آرہا ہے

میری پیاری غمگین نہ ہو۔

تو کوئی تدبیر سوچی؟

ہاں۔

کیا؟

وہ آئے تو اس سے کہنا کہ آج سے آٹھ دن کے بعد آئے
تمام شرطیں پوری کر کے تم اپنے دل میں تھوڑی سی
اُمید کر سکتے ہو۔

(زہرا نے وزیر سے ترش لہجہ میں کہا)

کیا شرطیں ہیں؟

آٹھ دن کے بعد آنا تب بتاؤں گی۔

(۵)

آٹھ دن گذر گئے۔

زہرا نے لونڈی سے کہا -

اب کیا کیا جائے ؟

کسی قسم کی فکر نہ کرو -

ہاں تو کیا کیا جائے ؟

جب وہ آئے اور ابھی ایک سیڑھی نیچے ہی ہو تو مصافحہ کے واسطے ہاتھ بڑھانا - وہ ہاتھ ملائیگا تو کھینچ کر پیچھے کو دھکا دے دینا - - - - - -

- - - گر کر مر جائیگا -

(وزیر آ پہنچا)

زہرا نے مصافحہ کے واسطے ہاتھ بڑھایا - وزیر نے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہی تھا کہ اس نے کھینچ کر پیچھے کو دھکا دے دیا -

وہ لڑھکتا ہوا زمین پر آ رہا -

(۶)

دو ماہ کے علاج معالجہ کے بعد پھر تندرست ہو گیا لیکن ضدی اپنی بات پر اڑا رہا -

(زہرا نے لونڈی سے کہا)

لو دیکھو وہ آ رہا ہے -

کون ؟

وہی کمبخت -

وزیر ؟

ہاں ؟

اب کیا کیا جائے ؟

مگر خدا کے واسطے اس کے متعلق کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے جلدی کچھ سوچو - کوئی ترکیب نکالو -

(دونو ہاتھوں سے سر پکڑ کر کچھ تامل کے بعد)

آہا - کیا خوب -

کیوں کوئی ترکیب سوچی ؟

کیوں نہیں -

کیا ؟

جب وہ آئے تو اس سے کہو -

کیا کہوں ؟

اس سے کہنا - کہ میں نہا چکی ہوں - تو بھی نہا لے -

ہاں تو پھر ؟

برف ہے کہ نہیں ؟

ہاں ہے -

اس کو پگھلنے کے لئے کسی برتن میں رکھ چھوڑو - اور ایک برتن میں پانی گرم کرنا شروع کر دو -

پھر ؟

پھر کیا جب وہ نہانے لگے تو پہلے اس پر سخت گرم پانی ڈال دینا پھر سخت سرد - مُوا وہیں ٹھٹھر جائیگا -

چہ خوب -

وزیر بھی آ پہنچا

تجویز پر عمل کیا گیا - - - - - - وزیر پیٹے پر حرف ساکن بن کر رہ گیا - دونو نے ہنستے ہوئے اُسے سمندر کی پُر شور طوفانی لہروں کے سپرد کر دیا - (طبعزاد)

نذیر احمد ناظر

تہذیبِ نو!

بادۂ تہذیبِ مغرب کا چڑھا جس دم خمار — عادتیں بدلیں طبیعت میں ہُوا اک انتشار

اپنے ملکی طور سب مضحک نظر آنے لگے — قوم انگلش کی انہوں نے وضع کی جب اختیار

قوم کا طرزِ تمدن ہو گیا نقصاں رساں — مغربی تہذیب کو جب سے بنایا ہے شعار

جدتِ یورپ کے شیدائی بنے ہیں بوالہوس — لیڈیوں کی چاہ میں پھرتے ہیں اکثر ہونہار

مغربی پریوں کا سایہ بھا گیا ایسا انہیں — اپنی ماں بہنوں کی صحبت ہو گئی ہے ناگوار

طبعِ نازک پر گراں ہے اپنی بیگم کا وجود — عارضی لطف و خوشی پر کر رہے ہیں دل نثار

محض استخراجِ خاطر کا بہانہ ڈھونڈھ کر — کوٹ شپ کی لطف اندوزی پہ ہیں بیقرار

شائق اب "گھوڑ دوڑ" کے دلدادہ ہیں فیشن کے ہیں — اور ترقی کا سمجھتے ہیں اسے دار و مدار

ہے "روایاتِ قدیمہ" سے تنفر اب انہیں — مغربی تقلید ہے بے شک گلے کا ان کے ہار

گفتگو اُردو میں کرنا آجکل ہے کسرِ شان — رات دن گٹ پٹ فقط ہے باعثِ صد افتخار

منتخب بنگلہ ہُوا ہے اب سکونت کے لئے — الغرض ہر فعل سے انگریزیت ہے آشکار

حرف زن ہیں پردہ سسٹم پر غرض ہے جسکی یہ — لُطفِ آزادی ملے اور حسنِ عریاں کی بہار

شعلہ رویوں کے نظارہ سے کریں تسکینِ قلب — حُسنِ دل افروز کی صحبت رہے لیل و نہار

ہوٹلوں میں اس لئے ہے انتظامِ خورد و نوش — لیڈیوں میں تاکہ ہو صورت کا انکی اشتہار

کھانے پینے اور سونے کے طریقے جزو و کل — قومِ انگلش کے انہوں نے کر لئے ہیں اختیار

تنگدستی ہم پہ غالب ہے نہیں اس کا خیال
اور مقلد جن کے ہیں وہ لوگ ہیں ذی اقتدار

حکمران اس وقت وہ ہیں انکو یہ زیبا ہے سب
پر ہمارا ہو رہا ہے آجکل کیا حال زار

سیر و تفریحات میں بھی وضع انگریزی کو دخل
ہو گیا ہے اسقدر جس کا نہیں حد و شمار

صنفِ نازک کے حسیں ہونے کا یہ معیار ہے
مُنہ پہ پوڈر بال انگریزی کٹے ہیں پٹے دار

زیب تن کرتے ہیں انگریزی ڈریس اس واسطے
ضلع کے حکام ان سے خوش ہوں بڑھ جائے وقار

پوچھنا کیا شادمانی و خوشی کا ان کی حال
ہو گئے گر خوبیٔ قسمت سے یہ تحصیلدار

تھیٹروں میں روز واجب حاضری دینا نہیں
سینما کا ہو گیا ہے ان کے سر پر جن سوار

اس سے جب فرصت ملی تو ناچ گھر کی راہ لی
الغرض کل شب تماشوں میں انہوں نے دی گذار

ہو چکے قلاش جب بالکل تو مجبوراً جناب
روزمرہ ہر مہاجن سے لگے لینے اُدھار

نبھ گیا نبش مگر جب قرض حد سے بڑھ گیا
ہو گیا دعوے عدالت میں ہوئی انکی پکار

بر سر اجلاس ناصر کچھ شکستہ حال سے
ہو رہے ہیں آج اپنی حرکتوں پر شرمسار

ناصر رضوی

تجلیات اختر

(از بخشی شوری لعل صاحب اختر امرتسری تلمیذ ممتاز الشعراء حضرت رونق دہلوی)

جب جمالِ شاہدِ معنی نظر آیا مجھے
جلوۂ حسنِ ازل کا ہو گیا سودا مجھے

حشر میں فرطِ ندامت سے ہوئے وہ آب آب
شکوہ سنجِ ظلم جب پیشِ خدا دیکھا مجھے

آپ مانیں یا نہ مانیں آپکا میں ہو چکا
ایک دُنیا کہہ رہی ہے آپکا شیدا مجھے

جب مزہ ہے دل میں دونوں کے کدورت کچھ نہ ہو
میں کہوں اپنا تمہیں اور تم کہو اپنا مجھے

(ناول)

ہوائی سیر

ایک نہایت دلچسپ اور مفید ناول

نمبر ۷

اُردو مترجم۔ کاشی پریاگی

دس ہزار کیلومیٹر کا سفر

قیدیوں نے طے کر لیا تھا کہ جیسے بھی بنے بھاگ نکلنا چاہئیے۔ جہاز میں آٹھ ہٹے کٹے آدمی تھے، اُن سے جیت کر البا ٹروس چھین لینا اور جہاں جی چاہے وہاں جہاز کو اُتار لینا کس طرح ممکن تھا

دونو گھات میں تھے تاک میں لگے ہوئے تھے۔ صبح کو خواب گاہ سے نکلے تو کنارے کا پتہ نہ تھا بے پناہ سمندر جہاں تک نظر جاتی تھی موجیں مار رہا تھا۔ رد برہی آج نہ جانے کیوں باہر جہاز کے پچھلے حصے میں ٹہل رہا ہے۔ فریکون بھی اپنی جان پر کھیل کر باہر آیا۔ جہاز کے خانساماں ٹاپچ نے اسے سنبھال لیا نہیں تو اتھاہ سمندر کو دیکھتے ہی وہ ایسا ڈرا تھا کہ بے تکان ہروں میں جا رہتا۔

زنگی نے اپنی نگاہ فرر۔زر فرر۔زر کرنے والے پنکھوں پر جمائی اور کہا۔

دُہائی ہے مسٹر ٹاپچ کی دُہائی ہے۔

کہتے کیا ہو؟

کیا یہ سب پنکھے ٹوٹ جائینگے؟

ابھی تو نہیں مگر کسی نہ کسی دن ٹوٹینگے ضرور۔

کیوں؟ کس لئے؟

کیونکہ ہمارے ملک کی کہاوت ہے کہ جو چیز چلتی ہے وہ ایک دن ضرور ٹوٹتی ہے اور بگڑتی ہے۔

لیکن ــــ (تھرا کر) آپ نہیں دیکھتے کہ نیچے سمندر ہی سمندر ہے۔

ہے تو ہونے دو۔ گروگے تو چوٹ نہ آئے گی۔

مگر ڈوب تو جاؤں گا۔

بلا سے ڈوب جاؤگے مگر ٹکڑے ٹکڑے تو نہ ہوگے۔

فریلوکن کی بہادری کا یہ ایک ہلکا سا نمونہ ہے۔

آج ۲۹ جون کو ابانڑوس اپنی معمولی رفتار سے اُڑ رہا ہے اور سمندر سے صرف سو میٹر اونچا ہے۔ اسی لئے پانی کی سطح اچھی طرح دکھائی دے رہی ہے۔

صدر اور کاتب کچھ باتیں کر رہے تھے کہ ٹام ٹارنر نے اشارہ کیا اور جہاز نیچا ہوکر ۵۰ فٹ کی اونچائی سے ٹھہر گیا۔

وہیل مچھلی کے سروں سے پانی کی بھاپ کے فوارے نکل کر ہوا میں چھوٹ رہے ہیں۔ ٹام ٹارنر اور انجن چلانے والے دو آدمی ہوائی جہاز کے اس سرے پر گئے۔ سب کے ہاتھوں میں کیلیفورنیا کی وہ بندوقیں تھیں جو صرف وہیل مچھلی کے شکار کے لئے بنائی جاتی ہیں۔ اس کے کارتوس سے پروں والے تیر نکلتے ہیں جسے چیکن کہتے ہیں کارتوس میں ایک ریشمی مضبوط ڈور بندھی ہوئی تھی جو جہاز کے فرش پر چرخیوں میں لگی ہوئی تھی۔ روبر بھی کھڑا اشاروں سے حکم احکام دے رہا تھا۔

اتنے میں ٹام ٹارنر نے چلاکر کہا۔ وہیل ہے وہیل۔ یہ رہی۔ ابانڑوس اچانک چلا اور مچھلی کے سر پر پہنچ گیا۔ ٹام نے نشانہ لے کر لبلبی دبائی۔ چیکن کارتوس سے نکل کر وہیل کے جسم میں اُتر گیا۔ بیچاری درد سے بے چین ہوکر تڑپ گئی۔ اور اس زور سے ڈبکی لی کہ بہت سا پانی اُچھل کر جہاز میں آگیا۔ وہ چرخی جس میں ڈور بندھی ہوئی تھی اس زور سے گھومنے لگی کہ اس پر پانی نہ ڈالا جاتا تو آگ لگ جاتی۔ پنکھے رُکے ہوئے تھے مگر ابانڑوس ایسے ہوائی جہاز کو وہیل مچھلی تھی کہ کھینچے لئے جاتی تھی۔ ٹام ٹارنر چھُری لئے ہوئے چوکنا کھڑا تھا کہ جہاز پر کوئی آنچ آنے لگے تو فوراً ریشمی ڈور کو کاٹ دے۔

آدھ گھنٹے تک ابانڑوس نے وہیل کو کھلایا۔ اب ذرا تڑپ اور پھڑکن کم ہوئی تو ٹام نے اشارہ کیا۔ سرے والے پنکھے گھومے۔ جہاز ۲۵ میٹر اونچا ہوا۔ وہیل اپنی دم تیزی سے پانی پر مارنے لگی۔ تڑپ تڑپ لہروں میں قیامت اُٹھانے لگی اور اچانک اوچھل کر اس زور سے ڈوبی کہ ٹام کو بھی سکتہ سا ہوگیا۔

لہریں اونچی ہوکر جہاز کے فرش پر گرنے لگیں۔ جہاں وہیل نے ڈبکی لی تھی۔ ایک بڑا بھنور پیدا ہوگیا اور جہازی جان جوکھم میں پڑ گئے۔ مگر ٹام ٹارنر نے بڑی پھرتی سے ڈور کاٹ دی۔ جہاز یکبارگی دو سو میٹر اونچا ہوگیا۔

تھوڑی دیر بعد وہیل مچھلی مر کر سمندر کی سطح پر آگئی، مردہ کھانے والے پرند اور پانی کے جانور ٹوٹ پڑے۔

جہازیوں نے بھی تماشہ دیکھا اور ایک طرف چل دیئے۔

شام تک دو ہزار کیلومیٹر کا سفر الیوشن جزائر سے کمچٹکا کی چوٹی تک تمام ہو گیا۔ مگر پروڈینٹ اور فیل ایوانس کو بھاگنے کا موقعہ نہیں ملا۔

جہاز کمچٹکا جزیرے سے ایک پھلانگ میں پار ہو گیا۔ پیٹرو پاولو وسک کے مکان اور کلوشو چالا مکھی پہاڑ جہازی قیدیوں کی آنکھ سے پلک جھپکتے اوجھل ہو گئے۔ پہلی جولائی کو اتری جاپان کی چوٹیاں اور سگھالین جزائر دکھائی دیئے اور لابیروس کی آبنائے بھی نظر آئی جو ان ٹاپوؤں کے بیچ میں ہے۔ اسی آبنائے میں سائبیریا کا سب سے بڑا دریا آمور آکر گرتا ہے۔ یہاں کی بھاپ بہت گاڑھی تھی مگر ابا ٹروس اور اونچا ہو کر صاف بچ نکلا۔ روبر نے اپنے مہمان قیدیوں سے کہا۔

جہاز اور کشتیاں آندھیوں کی زد میں آجاتی ہیں تو اس ڈر کے مارے کہ کہیں دوسرے جہاز یا پہاڑ سے ٹکرا نہ جائیں خطرے کی سیٹیاں اور بگل بجاتے ہوئے بہت دھیرے دھیرے چلتی ہیں۔ مگر ابا ٹروس دم بھر میں اونچا ہو کر صاف اڑ سکتا ہے۔

دن بھر آندھی چلتی رہی، دوسرے دن جب مٹی تو ایک شہر دکھائی دیا۔ منقش اور پالش کی ہوئی لکڑی کے چھوٹے چھوٹے مکان بہت اچھے معلوم ہو رہے تھے۔ سڑکیں سیدھی۔ بازار اُجلا، باغ ہرے ہرے۔ جنگل گھنے گھنے، اور دھان کے کھیت سنہرے روپہلے دکھائی دے رہے تھے۔ روبر نے بتایا کہ یہ شہر یدو ہے۔

ایک گھنٹے بعد الباٹروس کوریا کی آبنائے سے پار ہوا اور جزیرے سے ڈانک کر پہلے سمندر (دیلوسی) میں اڑنے لگا۔ ۷ جولائی کو چین کی راجدھانی پیکن میں پہنچا۔ بیچ شہر میں ایک بڑی دیوار تھی، جو شہر کو دو برابر کے حصوں میں بانٹ دیتی ہے۔ ایک چین دوسرا مانچو کہلاتا ہے۔ زرد اور سبز رنگ کے بڑے بڑے مندر، لانبا چوڑا بازار سب دکھائی دیا۔ شہر میں سرخ رنگ کا شاہی محل (شہر سرخ) بھی نظر آیا۔

ہوا میں ہزاروں پتنگیں اڑ رہی تھیں تکل تنے ہوئے تھے۔ اور ان کی مختلف آوازوں سے باجے بجتے ہوئے سنائی دے رہے تھے۔ جہاز پیکن سے چلا تو دس گھنٹہ بعد دیوار سد سے گذر کر چین کی حدود سے نکلا اور تبت کی طرف چلا تبت کے ایک چٹیل میدان میں برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑ اور ٹیلے ملے۔ برف کے گاؤدم کھمبے دکھائی دیئے۔ تالاب بھی جمے ہوئے تھے۔ اور ایسی غضب کی سردی تھی کہ دانت بج رہے تھے۔

بارومیٹر کا پارہ ساڑھے چار سو میلی میٹر تک اتر آیا، جہاز چار ہزار میٹر اونچا تھا۔ ٹھنڈک ایسی تھی کہ جہازی مجبور ہو کر اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

۱۱ جولائی کو جہاز نیپال ریاست کے اوپر اس اونچے پہاڑ کے سامنے جا پہنچا۔ جہاں زمین کی عجیب و غریب

شکلیں بن گئی ہیں۔ پہاڑوں کی چوٹیاں دو سو سے زیادہ تھیں۔ سترہ چوٹیاں ناپ چکی ہیں۔ ۲۵ ہزار قدم اونچی ہیں۔ سامنے ایورسٹ کی چوٹی ہے جو ۸۸۰۰ میٹر اونچی ہے۔ اس سے پہلے دھولاگری کی ۸۲۰۰ میٹر اونچی چوٹی دکھائی دی تھی اس سے پہلے کنچن چنگا کی چوٹی ۸۵۰۰ میٹر اونچی نظر آئی تھی۔ پہاڑوں کی یہ زنجیر ایشیا کو دو حصوں میں الگ کرتی ہے۔ بیچ میں ریڑھ کے چھلوں کی طرح دوڑی ہوئی ہے۔ اس کے پورب میں چین اور وسطی ایشیا ہے اور پچھم ہندوستان ہے۔ الباٹروس بڑی تیزی سے اپنی گاس کے درے میں آگیا۔ یہ رات جہازیوں پر بڑی سخت گذری۔ ٹھنڈک سے تھرتھری پڑی ہوئی تھی۔ ہوا کی کمی سے سانس گھٹی جا رہی تھی۔ روبر، ٹام، ٹارنر اور ڈرائیور سب بہت چوکس کام کر رہے تھے۔ ہوائی جہاز سات ہزار میٹر اونچا تھا۔

کوہستان بہت بھیانک اور ڈراونا تھا۔ پہاڑوں کی سفید نکیلی چوٹیاں برف کے دس دس ہزار قدم لمبے کھمبے اور گھنے گھنے اندھیرے گھپ کالے کالے جنگل دکھائی دے رہے تھے۔

رات گذر گئی جہاز نیچے اترا دو تین گھنٹے میں درے سے باہر آگیا تو ایک بڑی لمبی چوڑی وادی دکھائی دی۔ روبر نے قریب آکر مہمان قیدیوں سے کہا دوستو ہندوستان یہی ہے۔ (باقی دارد)

جوبلی نمبر

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ نمبر کیسا ہے اور مجھے اس کی تیاری میں کس قدر زیر بار ہونا پڑا۔ مگر یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اگر میں یہ خدمت کرتے ہوئے ۸ ہزار روپیہ کا زیر بار ہو گیا ہوں۔ تو کیوں؟ محض اپنے پیارے ناظرین کرام کی خاطر! کیونکہ مجھے ان کی دلچسپی اور محبت حاصل کرنے کا چاؤ ہے اور میں ۲۸ سال سے یہی تمنا لئے ہوئے ہوں کہ کسی طرح ملک میری خدمات کو اپنائے۔ لہٰذا ان حالات میں کیا یہ ضروری نہیں کہ ناظرین کرام میری امداد کریں اور مجھے زیر باری سے محفوظ رکھتے ہوئے اس قابل بنائیں کہ میں بیش از بیش اپنے مدعا کو پورا کر سکوں۔

اگر آپ کے پاس جوبلی نمبر پہنچ چکا ہے تو آپ کا فرض ہے کہ اپنے کم از کم دو دوستوں کو اس نمبر کے خریدنے کی ترغیب دیں اور ان کو سفارش کریں کہ یہ ۸۰۰ صفحہ کی مصور کتاب آپ کی لائبریری میں ضرور ہونی چاہئے۔ اگر آپ ایسا کرینگے تو بہت جلد میری زیر باری دور ہو جائیگی۔ جوبلی نمبر کی قیمت صرف دو روپے آٹھ آنہ (عہ) ہے معہ محصولڈاک دو روپے چودہ آنہ (عہ) ہے۔ مگر جذبہ خدمت گزاری سے متاثر ہو کر رسالہ ہذا کے خریداروں سے صرف دو روپے (عہ) لئے جائینگے۔ گویا چھ روپیہ میں سال بھر رسالہ حاصل کرنے کے علاوہ جوبلی نمبر ایسی مفید و نادر کتاب بھی انکو مل جائیگی۔

(منیجر)

دورِ جدید | رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶ | بابت ماہ اگست ۱۹۳۳ء

رہنمائے تعلیم لاہور کا

گلدستۂ اطفال

یعنی

بچوں کا اخبار

(یہ بچوں کا شاندار گلدستہ اگست ۱۹۲۲ء سے باقاعدہ جاری ہے)

سالانہ چندہ ایک روپیہ (عہ)

جلد ۱۳ | بابت ماہ اگست ۱۹۳۳ء | نمبر ۸

عزیز بچو!

تم نے گلدستہ اطفال کا جوبلی نمبر نہ دیکھا ہو تو آج ہی ۳ر کے ٹکٹ لفافہ میں ڈالکر بھیجدیں تاکہ یہ نادر اور باتصویر تحفہ آپکو بھیج دیا جائے۔ آپ اس دلچسپ اور عُمدہ عُمدہ کہانیوں۔ لطیفوں اور دیگر مضامین کے مجموعہ سے ضرور خوش ہونگے ٹکٹ اس پتہ پر ارسال کریں۔

دلچسپ معلومات

تیرتا ہوا جزیرہ۔ مسٹر لیون فنکینوس جو امریکہ کے ایک مشہور انجنیر ہیں۔ وہ ایک جزیرہ بنانا چاہتے ہیں جو بحرِ اوقیانوس میں تیرا کرے گا۔

بحر اوقیانوس میں ایک جگہ ہے جہاں پانی صرف ۲۰۰ فٹ گہرا ہے۔ وہاں لوہے

کے دائرے میں وہ اس جزیرہ کو بنانا چاہتے ہیں یہ جزیرہ بحر اوقیانوس کا بہت کارآمد شہر ہوگا کیونکہ یورپ جانے والے ہوائی جہازوں اور بحری جہازوں کو آرام لینے کے لئے وہاں ٹھہرنا پڑیگا۔ اس دائرے کی لمبائی چوڑائی ایک میل ہوگی۔ اس میں ایک اندرونی اور ایک بیرونی شہر ہوگا۔ اس میں نوٹے کے قریب بڑی سڑکیں ہونگی اور بازار ہونگے۔ تقریباً دو لاکھ آدمی اس میں رہ سکیں گے۔ تمام جزیرے کا مجموعی وزن ۲ کروڑ ٹن ہوگا اس لئے وہ تیز سے تیز آندھی میں بھی نہیں ڈگمگائے گا۔

دُنیا کی سب سے تیز روشنی۔ ایک برطانوی جہاز ران میجر جیک میو پنچ نے حال ہی میں ایک لیمپ ایجاد کیا ہے۔ جس کی روشنی میں ا ارب بتیوں کی طاقت ہے۔ زمین سے اوپر ۶۰۰۰ فٹ یا سوا میل کی بلندی تک بادلوں میں اس لیمپ کی روشنی پہنچ جاتی ہے۔ اس لیمپ کی روشنی کی مدد سے بڑے کاروباری اشتہار دکھلائے جا سکتے ہیں جو ایک ہی وقت میں تمام شہروں میں دکھائی دیا کرینگے۔

سب سے زیادہ سرد چیز۔ تجربوں سے ثابت ہوا ہے کہ دُنیا میں سب سے سرد چیز ہیلیم گیس ہے۔ ایک جرمن سائنسدان کا دعوےٰ ہے کہ وہ اس گیس کو اس حد تک جما سکتا ہے کہ اُس کا درجہ حرارت درجہ صفر سے ۴۸۸ درجے گھٹ جاتا ہے پانی کا درجہ جماؤ ۳۲ درجے ہے۔

آدمی کا دماغ۔ مرد کے دماغ کا اوسط وزن ۳ پونڈ ۸ اونس اور عورت کے دماغ کا اوسط وزن ۲ پونڈ اور ۱۱ اونس ہوتا ہے۔

دُنیا میں سب سے لمبی عمارت۔ نیویارک میں ایک عمارت جس کا نام ایمپائر سٹیٹ بلڈنگ ہے تیار کی گئی ہے۔ جو ایک سو دو منزل بلند ہے۔ دُنیا میں اس سے بلند عمارت کوئی نہیں۔

کشمیری لال پوری (بٹالوی)

باغ کی سیر

(از جناب ماہر القادری)

صبح کا ہے وقت سُہانا ڈُلہن بنا ہے ذرّہ ذرّا
آؤ گلے میں ڈال کے باہیں سامنے والے باغ میں ٹہلیں
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے دیتے ہیں پھولوں کو ٹھوکے
نرگس کی متوالی آنکھیں چُٹکی سی لیتی ہیں دِل میں
ڈالی ڈالی جھوم رہی ہے شاید دُنیا گھوم رہی ہے
دیکھ کے خوش منظر ہریالی کتنا خوش ہے باغ کا مالی
شان تو دیکھو فوّاروں کی برس رہے ہیں سچّے موتی
سرو پہ قمری بول رہی ہے رازِ فطرت کھول رہی ہے
لچک رہی ہیں نازک شاخیں ٹپک رہی ہیں اُس کی بوندیں
جوش خوشی کا دکھا رہے ہیں
پتّے تالی بجا رہے ہیں!

(غنچہ)

وقت کی قدر

رات کے دو بج چکے تھے ۔ گاؤں میں ہر جگہ تاریکی چھائی ہوئی تھی ۔ اور سنسان کا عالم تھا راجیندرا ایک بارہ سالہ لڑکا اپنی کتابیں تکئے کے پاس رکھ کر اپنے کمرہ میں سو رہا تھا ۔

راجیندر لڑکے باپ کی حیات نے وفا نہ کی ۔ وہ اُس کے غم میں ہر وقت پریشان و مغموم رہتا تھا ۔ اُس کے تعلیمی اخراجات نے اِس غم میں اور اضافہ کر دیا تھا ۔

راجیندرا اِس وقت ایک خواب دیکھ رہا تھا ۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک ضعیف بستر پر لیٹا ہُوا ہے ۔ اُس کے چہرے سے غم اور حسرت کے آثار نمودار ہیں ۔

کمرہ میں صرف ایک کھڑکی اور ایک ہی دروازہ تھا ۔ رات کی خوفناک تاریکی میں پتے ہوا کے چلنے سے کھڑکتے تھے ۔ اس کی زبان سے نکلا "ہائے وقت" اتنے میں اُس نے ایک حُور کو جنت سے اُترتے دیکھا ۔ دفعتہً اُس ضعیف کی نظر اُس حُور پر جا پڑی ۔ اُس کے بے نظیر حسن نے اُس کی آنکھیں چکا چوند کر دیں ۔

حُور نے کہا "میں تمہاری اِمداد کرنے کے لئے آئی ہوں اور اگر تم میرا کہا مانو گے تو میں تمہاری امداد کرونگی ۔ ضعیف نے پس و پیش کیا لیکن پھر کہا کہ "میں تجھ سے شادی کرنا چاہتا ہوں" ۔

حُور نے جواب دیا "نہیں ۔ ایک ایسا آدمی جو اپنے قیمتی وقت کو ضائع کرتا ہے اور اچھے موقعوں کو اپنے ہاتھ سے گنواتا اور بعد میں پچھتاتا ہے ۔ میرا شوہر نہیں بن سکتا ۔ جو شخص ہر لحظہ وقت کی قدر کرتا ہے وہی مجھ سے شادی کر سکتا ہے" ۔

ساڑھے پانچ بجے کے قریب کہیں راجیندرا کی آنکھ کھلی ۔ اُسے اپنے خواب کا خیال آیا ۔ اُس ماہ طلعت حُور کی شکل آنکھوں میں پھرتی تھی ۔ یہ اُداس تھا اور غمگین ! ماں نے لڑکے

کو متفکر دیکھ کر پوچھا کہ بات کیا ہے۔ لڑکے نے خواب کا حال سُنایا۔

ماں نے اپنے لڑکے کو جوش دلاتے ہوئے کہا "پیارے راجیندرا! اگر تم حُور کو اپنے قبضہ میں لانا چاہتے ہو تو پہلے اُس کا کہا مانو۔ وقت کی قدر پہلے ہی سے کرو تاکہ تمہیں اُس بڈھے کی طرح افسوس کرنا نہ پڑے۔"

میرے دوستو! اُس حور نے کیا اچھی بات بتلائی ہے۔ اس پر عمل کر کے ہم بھی اپنی زندگی سُدھار سکتے ہیں۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ نیک اور اچھے کام کریں۔ وقت کا جائز استعمال کریں، اور اُس کو کام میں لانے کی تدبیریں پہلے ہی سے سوچ رکھیں تاکہ ہمیں آئندہ افسوس نہ ہو۔

ایمانداری

امین غریب ماں کا بیٹا ہے اور ایک امیر کے ہاں ملازم ہے۔ ایک روز مالک نے اسے چوّنی دی کہ عبدالکریم دکاندار سے نارنگیاں لائے۔ ساتھ ہی کہہ دیا ہم کل اس سے چار آنہ کی تیرہ نارنگیاں لائے تھے۔ امین کو دوکاندار نے چودہ نارنگیاں دیں جنہیں لیکر وہ گھر چلا۔ راستہ میں ایک زیادہ نارنگی پر دل للچایا چاہا کہ اسے جیب میں رکھ لے۔ وہاں سے نکال جیب میں رکھنا چاہتا تھا کہ معاً خیال آیا۔ یہ بے ایمانی ہے اور بے ایمانی بُری ہوتی ہے۔ پس اس نے اپنے دلی جذبے پر قابو پا لیا اور چودہ نارنگیاں مالک کے پاس لایا جس نے اُسکی ایمانداری سے خوش ہو کر تمام نارنگیاں اسے انعام دے دیں!

گلدستہ اطفال بھائیو! دیکھا ایمانداری کیسی اچھی ہے۔ کوشش کرو اور اسکے پابند بنو۔

آپکا پیارا بھائی

کم ظرف نوکر کی کہانی

قدیم زمانے میں جبکہ یونان کے لوگ دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے۔ایک دو دیوتاؤں کی آپس میں تکرار ہوگئی۔ ایک تھا۔سورج کا دیوتا۔ دوسرا تھا۔جنگل کا۔سورج کے دیوتا کا یہ دعوٰے تھا۔کہ گیت گانے میں میرا درجہ سب سے بڑھ کر ہے۔جنگل کے دیوتا کا یہ دعویٰ تھا۔کہ گیت گانے میں میری کوئی برابری نہیں کر سکتا۔دونو لڑتے جھگڑتے ملک یونان کے بادشاہ کے پاس آئے۔اور اُس سے کہا۔کہ ہم دونو ایک دوسرے کے مقابلے میں راگ گائینگے۔آپ فیصلہ کریں۔کہ کون اچھا گاتا ہے۔بادشاہ کو منصف ٹھہرا کر دونو دیوتاؤں نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر راگ سُنائے۔بادشاہ نے جنگل کے دیوتا کے گلے کو پسند کیا۔اور اُس کے حق میں فیصلہ سُنایا۔لیکن یہ فیصلہ غلط تھا۔کیونکہ سورج کا دیوتا موسیقی میں بہت ہوشیار تھا۔اُس زمانے میں دیوتا آدمیوں کی بعض حرکات سے ناراض ہو کر انہیں عجیب عجیب سزائیں دیتے تھے۔بادشاہ کا یہ فیصلہ سُن کر سورج کے دیوتا کو سخت غصہ آیا۔اُس نے خیال کیا۔کہ اِس بادشاہ کو راگ سُننے کی تمیز نہیں۔اُس نے بدلہ لینے کی غرض سے منصف بادشاہ کے اصلی کانوں کو اُکھاڑ کر گدھے کے کان لگا دیئے یہ حالت دیکھ کر بادشاہ بہت گھبرایا۔

پہلے تو اُس نے یہ راز چھپانا چاہا۔لیکن آخر جب نوکر نے بادشاہ کے نئے کان دیکھ لئے۔بادشاہ نے نوکر کو ہدایت کی۔کہ خبردار یہ بھید کسی سے مت کہنا۔نوکر تھا پیٹ کا ہلکا۔بہتیرا ضبط کیا۔کہ کسی طرح بات کو دل میں رکھے۔آخر جب نہ رہ سکا۔تو اُس نے

زمین میں ایک گڑھا کھودا اور اپنا مُنہ اُس میں ڈال کر بولا۔ بادشاہ کے گدھے جیسے کان ہیں۔ گڑھے کے اِردگِرد بانس کے درخت تھے۔ ایک راہگیر اُدھر سے گزرا۔ تو اُس نے چاقو سے بانس کی ایک ٹہنی کاٹ کر اُس کی بانسری بنائی۔ اور اُسے بجانے لگا۔ بانسری میں سے یہ آواز آئی۔ کہ بادشاہ کے گدھے جیسے کان ہیں۔ جب راہگیر نے یہ سُنا تو اُس نے شہر کے ایک بازار میں جاکر بانسری بجائی۔ وہی آواز پھر آئی۔ اب تو یہ بھید سب پر کھُل گیا۔ جب بادشاہ کو معلوم ہُوا۔ تو اُس نے اپنے نوکر کو بلاکر کہا۔ کہ کیا وجہ ہے۔ کہ تمہیں قتل نہ کیا جائے۔ تم نے یہ راز فاش کیوں کیا۔ نوکر نے ہاتھ باندھ کر عرض کی۔ کہ بادشاہ سلامت میں نے کسی شخص پر یہ بھید ظاہر نہیں کیا۔ اصل وجہ یہ ہے۔ کہ بات کو چھپاتے چھپاتے میرے پیٹ میں درد ہونے لگا تھا۔ اس لئے میں نے زمین میں گڑھا کھود کر چپکے سے صرف اتنا کہہ دیا۔ کہ بادشاہ کے گدھے جیسے کان ہیں۔ بادشاہ ہنس پڑا۔ اور نوکر کی خطا معاف کردی۔

(پرشوتم لال آٹھویں جماعت ریاست جیند)

لطیفے

(۱) ایک شخص جو حال ہی میں مجسٹریٹ ہوئے تھے۔ راستہ میں ایک بوڑھی عورت سے ٹکرا گئے۔

عورت۔ کیسے آدمی ہو آنکھیں کھول کر نہیں چلتے۔

شخص۔ خبردار آیندہ ایسی بات نہ کہنا۔ تمہیں معلوم نہیں۔ اب میں آدمی نہیں مجسٹریٹ ہُوں۔

(۲) ایک بوڑھا مصنف جو دوسروں کی کتابوں پر تنقید لکھتے لکھتے اُکتا گیا تھا۔ اپنے کلرک کی طرف دیکھ کر بولا۔ "افسوس دُنیا بڑی بیوقوف ہے"۔

کلرک۔ حضرت بالکل درست فرمایا۔ ولی را ولی خوب مے شناسد۔

لالچ

(متعلم عبداللہ میاں۔ جی۔ ایچ سکول دھولیا)

پُرانے زمانے کا واقعہ ہے کہ کسی جنگل میں ایک بوڑھا شیر رہتا تھا۔ ضعف کا یہ حال تھا کہ ہرن کا تو کیا ایا ہج آدمی کا شکار کرنا بھی محال تھا۔ وہ ہمیشہ اس فکر میں رہتا تھا کہ کیا کھاؤں اسی سوچ میں آہستہ آہستہ جارہا تھا کہ ایک سونے کا کڑا نظر پڑا۔ دل میں سوچا کہ یہ میرے کس کام آئیگا۔ مگر ہاں لالچی آدمی کا شکار کرنے کے کام آئیگا۔ لہذا شیر اس کڑے کو لے کر چلتا ہُوا۔ اس جنگل کے نزدیک ایک راستے کے کنارے گہرا نالا تھا جس کا پانی خشک ہوکر جا بجا کیچڑ رہ گئی تھی۔ شیر نالے کے کنارے شکار کی تاک میں بیٹھ گیا۔ کڑے کو اپنے سامنے رکھ لیا۔ اور جو شخص وہاں سے گزرتا شیر کہتا کہ او میاں جانے والے سونے کا کڑا پڑا ہے۔ لیتے جاؤ۔ مگر جو شیر کو دیکھتا گھبرا کر بھاگ جاتا۔

ایک روز ایک حریص آدمی کا اس راستے سے گزر ہُوا۔ یکا یک اس نے شیر کی آواز سُنی چونک پڑا دیکھتا کیا ہے کہ شیر کے سامنے ایک سونے کا کڑا پڑا ہے۔ اس کے حریص دل نے کہا کہ یہ کڑا ضرور لینا چاہیئے۔ شیر نے دوبارہ کہا کہ میاں جی چاہے تو شوق سے لیجاؤ لالچی نے کہا اگر میں تیرے نزدیک آؤں تو تو مجھے مار ڈالیگا۔ شیر نے جواب دیا عالم جوانی میں میں نے بہتوں کی جانیں لیں اور دُکھ دیئے لیکن اب اس ظلم و ستم کی تلافی کیلئے لوگوں کے ساتھ کچھ نیک سلوک بھی کرنا چاہیئے اور اسی خیال سے یہ سونے کا کڑا لئے بیٹھا ہوں۔ شیر کی یہ باتیں سُنکر لالچ نے اُبھارا اور وہ بے دریغ کڑا لینے کو چلا۔ کیچڑ میں پاؤں پڑتے ہی کمر تک دھنس گیا۔ شیر نے کہا اور بڑھو تھوڑا فاصلہ باقی ہے۔ اس نے کہا ارے ارے میں

کیچڑ میں دھنسا جاتا ہوں آگے چل نہیں سکتا۔ شیر نے کہا اچھا یہ بات ہے ٹھہر میں وہیں آتا ہوں اور تجھے نکالتا ہوں۔ یہ کہتے ہوئے شیر اس کے سر پر آپہنچا اور دبوچ لیا۔

عزیزو! لالچ بہت بُری بلا ہے۔ اس سے ہمیشہ بچے رہو۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

منہ سے بس کرتے نہ ہرگز یہ خدا کے بندے گر حریصوں کو خدا ساری خدائی دیتا

کام کرو!

زندگانی کا تمہاری یہی انجام رہے آئے ہو دہر میں تو دہر میں کچھ نام رہے

نام ہوتا ہے جبھی کام سے بس کام رہے ہر کا یاد شب و روز یہ پیغام رہے

دوستو! کام کرو۔ کام کرو۔ کام کرو۔

حکایت۔ ایک دفعہ ایک جھینگڑا بھوک اور سردی سے تنگ ہو کر ایک چیونٹی کے پاس آکر التجا کرنے لگا۔ کہ ازراہ کرم مجھے سردی اور بارش سے پناہ دو۔ اور کچھ کھانے کے لئے اناج اُدھار دو۔ میں واپس دیدونگا۔ لیکن اگر نہ دوگی۔ تو میں بھوک اور سردی کی شدت سے مرجاؤنگا۔

چیونٹی نے جوابدیا میں تمہاری غلام ہوں لیکن یہ تو بتاؤ۔ کہ تم نے گرمیوں میں کیوں نہ کچھ فراہم کرلیا۔ کہ تمہارے سردیوں کے کام آتا۔ جھینگڑے نے جوابدیا۔ تب تو موسم خوشگوار تھا۔ میں دلفریبی میں شب و روز گانے میں مصروف رہتا تھا۔ اسپر چیونٹی نے کہا۔ جاؤ۔ پھر اب بھی گیت گاؤ۔ اتنا کہا۔ اور چھڑی لیکر بیچارہ جھینگڑے کو اپنے مکان سے باہر کردیا۔

نتیجہ۔ جو آدمی کام نہیں کریگا۔ وہ بھوکا مرے گا۔

بس عزیزو۔ اگر تم دنیا میں کام کروگے تو تم اپنی زندگانی چیونٹی کی مانند بڑی خوشی اور لطف سے بسر کروگے۔ اور اگر کاہلی کروگے تو بے آرام اور ذلیل و خوار ہو جاؤگے۔ بس آج ہی سے تم اپنا اپنا کام دل لگا کر کیا کرو۔ کیونکہ دنیا میں کام اور محنت سے ہی انسان معزز اور بافراغت بنتا ہے۔

وہی لوگ پاتے ہیں عزت زیادہ جو کرتے ہیں دُنیا میں محنت زیادہ

عبدالغنی خاں شوق

روضۂ تاج محل

اس مضمون کے لئے مسٹر چمن آدہا ر بابو جہ دہلی کو جامعہ ملیہ دہلی کی طرف سے ایک نقرئی میڈل انعام ملا تھا۔ ذیل میں ہم اسے اپنے گلدستہ بھائیوں کی ضیافت طبع کے لئے درج کرتے ہیں۔ (منیجر)

یہ عمارت شہر آگرہ کے شرقی جانب دریائے جمنا کے بائیں کنارے پر واقع ہے جس کا نظّارہ بہت دِلفریب ہے۔ یہ عمارت خالص بے پوری سنگِ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ یہ قطب صاحب کی لاٹھ سے صرف ۲۰ فٹ نیچی ہے۔ اس کی بابت یہ قصہ مشہور ہے کہ جس معمار نے اس کو بنایا تھا اُس کو شاہجہان نے مروا ڈالنا چاہا تھا معمار نے بہت معذرت کی لیکن بادشاہ نے ایک نہ سُنی۔ آخر کار معمار نے کہا کہ مجھے اِس عمارت کو ایک نظر دیکھنے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ معمار اُسے دیکھنے گیا۔ اور ایک ایسی خرابی پیدا کر دی۔ جو آجتک کسی سے درست نہ ہوسکی۔ وہ خرابی یہ ہے کہ جب اِس پر بارش ہوتی ہے۔ تو مزاروں پر پانی کے کچھ قطرے گر جاتے ہیں۔

بعض حلقوں میں اس بے نظیر عمارت کے کاریگر انگریز مانے جاتے ہیں۔ مگر یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ یہ صحیح نہیں بلکہ یہ عمارت ہندوستانی معماروں کی ہی بنائی ہوئی ہے۔ روضہ زیادہ تر بیجاپور واقع دکن کے بادشاہ ابراہیم کے محل سے ملتا جلتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ابراہیم شیعہ تھا۔ اور شاہجہان سُنی تھا۔ گنبد تو ابراہیم کے محل کی طرح بنایا گیا ہے۔ اور باقی ہمایوں کے مقبرے کی طرح ہے۔ اِس روضہ میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ نہایت خوبصورت ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ روضہ شاہجہان نے انتہائی خوبصورت اس لئے بنوایا تھا کہ دیکھنے والے غور کریں۔ کہ جس ہستی کی خاطر ایسی خوبصورت عمارت بنائی

گئی ہے۔ وہ خود کس قدر خوبصورت ہوگی۔ نیز یہ کہ شاہجہان مسلمان ہونے کی وجہ سے ممتاز محل کا بُت نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس لئے عمارت ہی کو خوبصورت بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور صرف وہی چیزیں استعمال کی گئی ہیں جو ممتاز محل کو اپنی زندگی میں زیادہ پیاری تھیں۔ جیسے پھول۔ ہیرے۔ سنگِ مرمر۔ جواہرات وغیرہ۔

تاج محل کے معمار اور کام کرنے والے

تاج محل کا نقشہ بنانے والا اسمٰعیل خاں رومی تھا۔ بالائی حصّے دہلی۔ ملتان قندھار کے معماروں نے بنائے ہیں۔ لکڑی کا کام دہلی کے بڑھئی لوگوں نے بنایا۔ قرآن شریف کی آئتیں شیراز۔ بغداد اور شام کے کاریگروں نے کھودیں۔ نگینہ جڑنے کا کام قنوج کے ہندو سادہ کاروں نے کیا۔ باغ کشمیر کے ماہر باغبانوں نے لگائے۔

سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اُس کی پیمائش یا تعمیری کمال میں کوئی کمی نہیں۔

صنعت دیدنی

اِس کی سنگِ مرمر کی جالی دُنیا کی بہترین جالیوں میں سے ہے۔ یہ بیجا پور کے معماروں نے بنائی ہے۔ پہلی محراب کے اوپر کلامِ مجید کی کچھ آئتیں لکھی ہیں۔ اِس میں عجیب بات یہ ہے۔ کہ حروف دُور و نزدیک سے یکساں نظر آتے ہیں۔ سنگِ مرمر پر سنگِ موسے کی پچی کاری کا کام ہے۔ لیکن جوڑ نظر نہیں آتا۔

عام منظر

روضہ میں ایک نہر جاری ہے جس کے دو طرفہ سرو کے درخت کھڑے ہیں۔ جو

بہت ہی خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ ہر سرو کے آگے ایک ایک فوارہ چھوٹتا ہے۔اور ہر قسم کے پھول کھلتے ہیں۔ چاروں کونوں پر چار بُرج بنے ہوئے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک تین سو تیرہ فٹ بلند ہے۔ جس چبوترے پر یہ بنے ہوئے ہیں۔ اس کے عین وسط میں ۹۶ فٹ مربع خاص روضے کی عمارت ہے۔ اِس کے گنبد پر ایک طلائی کلس ہے۔ گنبد کے وسط میں ایک جالی دار کٹہرا ہے۔ جہاں جہاں جالی نہیں وہاں عجیب وغریب پتھروں کی گلکاری ہے۔ اِسی کٹہرے کے اندر شاہجہان اور ممتاز محل کی قبروں کے تعویذ ہیں۔اور اصل قبریں نیچے تہ خانہ میں ہیں۔ یہ گویا ایک نگار خانہ ہے۔

بُرجوں کے متعلق ایک عجیب اور دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ چاروں طرف عمارت سے باہر کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ اِس کا سبب نہیں معلوم ہوتا تھا۔ لیکن ایک انجنیر نے جو بُرجوں کو دیکھنے کے لئے یورپ سے آیا تھا۔ بتایا۔ کہ یہ قصداً ٹیڑھے رکھے گئے ہیں۔ اس لئے کہ اگر وہ کبھی گریں بھی تو باہر کی طرف گریں اور اُن سے عمارت کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

الغرض یہ بے نظیر عمارت جو دُنیا کے عجائبات میں شامل ہے۔ جس کے بہترین بنانے میں فن تعمیر کے ماہرین نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ۱۶۳۱ء سے ۱۶۵۴ء تک کم و بیش ۲۳ سال میں تیار ہوئی۔

(چرن آدھار بابوجہ مبدُسٹ دہلی)

لطیفہ۔ اُستاد۔ کیوں ولیم تم لڑنے سے باز نہیں آتے۔ کیا تم نے اپنی مقدس کتاب میں نہیں پڑھا۔ کہ اگر کوئی تمہارے چپت مارے تو تم اپنا دوسرا گال بھی اُس کے سامنے کر دو۔

ولیم۔ ماسٹر صاحب یہ تو آپ درست فرماتے ہیں۔ لیکن جاوُلی نے میری ناک پر مُکا مارا تھا۔ میری دوسری ناک کہاں ہے۔ جو اُس کے سامنے کر دیتا۔

وفادار فیڈو

انگلستان کے ایک گاؤں میں ایک کسان رہتا تھا۔ اس کے پاس ایک چھوٹا سا وفادار کتا تھا جس کا نام فیڈو تھا جہاں کہیں کسان جاتا فیڈو بھی اس کے پیچھے پیچھے جایا کرتا تھا۔ کسان ہفتہ میں ایک مرتبہ شہر کو گھوڑے پر سوار ہو کر جایا کرتا تھا۔ جو کہ قریب قریب چھ سات میل کے فاصلہ پر تھا۔ وہ اپنے مزدوروں نیز اپنے خرچ کے واسطے کچھ روپیہ بینک میں سے اپنے جمع کئے ہوئے حساب میں سے لاتا تھا۔ جبکہ وہ شہر کو جاتا تو فیڈو ہمیشہ اس کے گھوڑے کے ساتھ جایا کرتا تھا۔ اپنی حفاظت کے لئے کسان ایک طمانچہ بھی لیجایا کرتا تھا۔ کیونکہ اس زمانے میں چور ڈاکو اکیلے مسافر کو لوٹ لیا کرتے تھے۔

جب کتا (فیڈو) زیادہ عمر کا ہو گیا اور اس کے جسم کے جوڑ کڑے پڑ گئے۔ تو بھی وہ ہمیشہ کسان کے ساتھ ساتھ جایا کرتا تھا۔ کسان کا گھوڑا بھی اسے خوب پہچانتا تھا۔

ایک خوشگوار صبح کو کسان شہر کی طرف گیا۔ فیڈو بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ دوپہر کے قریب شہر میں داخل ہوئے۔ کسان بینک سے روپیہ لے کر کچھ دیر آرام لینے کے لئے ایک سرائے میں ٹھہر گیا سہ پہر کو اس نے گھوڑا تیار کیا اور روانہ ہو گیا۔ فیڈو بھی چل دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ دیہاتی سڑکوں پر پہنچ گئے۔ دن گرم ہونے کی وجہ سے آدھے راستہ پر کسان دم لینے کو ٹھہر گیا۔ اور ایک دریا کے کنارے سایہ دار درخت کے نیچے آرام کے لئے لیٹ گیا۔ اور روپوں کی تھیلی اپنے سر کے نیچے رکھ لی۔ دریا کے کنارے کی ٹھنڈی ہوا نے اسے جلد ہی سلا دیا۔ فیڈو بھی اس کے پاس بیٹھ گیا۔ جب وہ جاگا تو اندھیرا ہو گیا تھا۔ پس وہ جلدی سے روانہ ہو گیا۔ لیکن گھبراہٹ اور جلدی کی وجہ سے وہ اپنی روپوں کی تھیلی وہیں ہی بھول گیا۔

ایک میل جانے پر کسان نے فیڈو کو چاروں طرف دیکھا۔ لیکن وہ غائب تھا۔ وہ کہاں ہے؟ کسان نے کہا وقت بہت ضائع ہو رہا ہے۔ لیکن فیڈو غائب ہے۔" پھر اس نے بڑبڑا کر کہا۔ اسی وقت فیڈو ایک طرف سے تڑپ کر آ گیا کسان نے کہا فیڈو چلے آؤ۔ یہ کہہ کر کسان نے گھوڑا بڑھا دیا۔ لیکن فیڈو نہیں آیا۔ بلکہ جیسے ہی اس نے اپنے مالک کو مخاطب دیکھا پھر پیچھے کی طرف بھاگا۔

کسان نے کہا کتے کو کیا ہو گیا ہے۔ اور اسکا نام لے کر زور زور سے پکارنا شروع کر دیا۔ فیڈو اپنے مالک کے پاس واپس آیا اور پھر بھاگنا شروع کر دیا۔ کسان نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ کتا آرہا ہے یا نہیں۔

اس مرتبہ کسان نے کتے کو پھر پکارا۔ اور کتا فوراً آ گیا اور اپنے مالک کے سامنے رونا اور بھونکنا شروع کر دیا۔ اور پھر پیچھے کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ "کتا ضرور پاگل ہو گیا ہے" کسان نے کہا۔ اور غصے میں لال ہو کر اس نے بیچارے فیڈو کے گولی مار دی۔ اتفاقاً گولی کتے کے پچھلے پیر میں پڑی۔ وہ بیہوش ہو گیا۔ کسان اپنے گاؤں کو واپس آ گیا۔

جب کتے کو ہوش آیا تو وہ گھسٹتے گھسٹتے وہیں پہنچ گیا۔ جہاں کسان تھیلی بھول گیا تھا۔ اور تھیلی کے اوپر سر رکھ کر کراہنے لگا۔ جب کسان گھر پہنچا تو اس نے تھیلی نکالنا چاہی۔ لیکن تھیلی غائب تھی۔ وہ ہکا بکا ہو گیا۔ اور جب ہوش ٹھکانے ہوئے تو فوراً گھوڑے پر بیٹھ کر شہر کو روانہ ہو گیا۔ راستہ بھر اسے یہ افسوس رہا کہ بیچارے فیڈو کو کیوں مارا۔ لیکن جب دودھ پھٹ جاتا ہے تو رونے سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔ آخر وہ اس جگہ پہنچا جہاں اس نے سہ پہر کو دم لیا تھا۔ وہاں اس نے کراہٹ کی آواز سنی۔ اور پھر کتے اور تھیلی کو پا لیا۔

ہمیں اس بات پر بہت خوشی ہے کہ وفادار فیڈو مرا نہیں۔ کسان نے اسے اپنے گھوڑے پر رکھا اور گھر لے آیا۔ علاج کرنے پر وہ اچھا ہو گیا۔ اور پھر کسان نے باقی عمر اس کو نہایت آرام سے رکھا۔

(محمد شبیر حسن خاں متعلم ہفتم کلاس شاہجہانپور خلف قبلہ اعتبار الملک لسان الدہر حضرت [illegible])

صحت وری کے چند اصول

آج کل اخبارات و رسالجات میں اس بات کا چرچا ہو رہا ہے کہ صحت برقرار رکھنے کے لئے کن کن امور کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ کوئی لکھتا ہے۔ کہ

(۱) بچوں کا بوسہ نہیں لینا چاہئے۔ اس سے کئی قسم کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اگر تم بچے سے پیار اور محبت کرنیکے لئے بوسہ کو ضروری سمجھتے ہو۔ تو بھائی جان بوسہ بچے کے منہ کا مت لو۔ بلکہ ہاتھ کو چوم لو۔ گود میں لے کر پیار کرلو مگر بھول کر بھی بچے کی گالوں پر بوسہ مت دو۔ اور دوسروں کو بھی اس حرکت سے باز رکھو۔

(۲) دوسرا لکھتا ہے کہ بچے جب کسی کتاب یا رسالہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ورق اُلٹتے وقت بار بار اپنی انگلی مُنہ میں ڈالتے ہیں۔ اس طرح ایک تو کتاب میلی ہوتی ہے دوسرے یہ عادت بڑی خراب ہے۔ تھوک میں میل شامل ہو کر بیماری پیدا کرتا ہے۔

(۳) ایک اور رئوف رقم طراز ہے کہ پنسل کی نوک کو مُنہ میں بار بار رکھنا چھوٹے بچوں کی عادت میں داخل ہے۔ بھئی بچوں کا کیا کہنا بڑے آدمی بھی تو اس عادت کے عادی ہوتے ہیں۔ بعض لوگ دوسروں کی پنسل لیکر لکھتے وقت بار بار منہ میں ڈالتے ہیں۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ پنسل کا سکہ یا سیسہ اور جست ایک طرح کی زہریلی چیزیں ہیں۔ بار بار مُنہ میں ڈالنے سے بیماری پیدا کرتی ہیں۔ لہذا اس بُری عادت سے بھی پرہیز واجب ہے۔

(۴) کوئی فرماتا ہے کہ یہ جو لفافہ ہوتا ہے نا۔ جس میں چٹھیاں بند کی جاتی ہیں۔ اکثر بچے اس کے گوند پر پانی نہیں لگاتے بلکہ مُنہ کے تھوک سے اُسکو گیلا کر کے بند کرتے ہیں۔ اس سے زبان کو تو درے گوند وچیپ ضرور رنگ جاتا ہے۔ لہذا یہ عادت بھی بہت خراب ہے۔ اور مُضر۔

(۵) پانچویں صاحب تو گویا بچوں کی عادت سے خوب واقف ہیں اور کچھ تعجب نہیں کہ وہ کسی وقت

اس بُری عادت کا مزا چکھ چکے ہوں۔ وہ لکھتے ہیں کہ بعض بچے دوسرے بچوں کے بدن پر دانت کاٹ لیا کرتے ہیں۔ جس سے دوسرے بدن کا میل اُن کے مُنہ میں بھر جاتا ہے۔ اور یہ بھی گونہ خرابی و بیماری کا باعث ہوتا ہے۔

(۶) چھٹے صاحب کی بات ہے تو ٹھیک مگر ہمارے مسلمان بھائی اس کا ضرور مضحکہ اُڑائینگے کیونکہ اُن میں اس بات کی چرچ بچار ہی نہیں کہ ایک ہی گلاس سے پانی یا شربت باری باری پینے سے کیا نقصان ہوتا ہے۔ اُن کی تو عام عادت ہے کہ ایک ہی برتن سے جو آتا ہے وہی پانی پیئے چلا جاتا ہے۔ مگر میں یہ ضرور کہونگا کہ محبّت یا پیار کا یہ تقاضا ہرگز نہیں کہ گلاس کو دھویا یا مانجھا نہ جائے۔ بھائی جان اس سے تو ایک دوسرے کی تھوک کا زہر اثر کرتا ہے۔ اور مُنہ میں چھالے پڑ جاتے ہیں۔

لہذا ایک دوسرے کا جوٹھا کھانا بھی ہرگز نہ کھانا چاہیئے۔ بعض بچے اپنے منہ میں پڑی ہوئی مٹھائی نکال کر دوسرے کو کھلا دیتے ہیں۔ کیا یہ کوئی اچھی عادت ہے؟ آخری اور ضروری ہدایت یہ کی جاتی ہے کہ سو کر اُٹھو تو اپنے مُنہ کو خوب صاف کرو۔ داتن کرو ورنہ تمہارے اپنے مُنہ کا زہر ملا لعاب تمہاری خوراک کے ساتھ پیٹ میں چلا جائیگا اور سخت نقصان پہنچائیگا۔ بادی النظر میں یہ باتیں معمولی دکھائی دیتی ہیں مگر ہیں سب کی سب مفید۔ لہذا عزیز بچو! تم ہمیشہ ان باتوں کا خاص خیال رکھا کرو۔ ان بُری عادتوں سے پرہیز کرو گے تو ہمیشہ تندرست رہو گے۔

جگت سنگھ

پنڈت کلو مل صاحب ایس۔ وی ٹیچر کے اعتراض کی بابت

ماسٹر صاحب جون نمبر کے صفحہ ۸۷ پر حل کئے ہوئے سوال کی نسبت جولائی نمبر کے صفحہ ۱۰۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میرا حل طلبا کو اُلجھن میں ڈالنے والا ہے۔ اور خود ایک حل پیش کرتے ہیں۔ جس کو آسان تر قرار دیتے ہیں۔

چونکہ ہمارا مدعا طلبا کے نکتہ نگاہ کو دیکھنا۔ اُنکی مشکلات کو دُور کرنا اور سوالات کو سریع الفہم طریق سے سمجھانا ہے۔ اس لئے جو حل طلبا کی اکثریت جلد قبول کرے وہی آسان قرار دینا چاہئیے۔ میں نے اپنی جماعت کو یہی حل کئی مختلف طریق پر سمجھایا۔ اور مذکورہ حل کو طلبا کی زیادہ تعداد نے پسند کیا۔ اور مفید ثابت ہؤا۔ لہذا اسی وجہ سے اپنے حل کو آسان تر کہنے میں حق بجانب ہوں۔

(بھگوان سہائے ورما سائنس و ریاضی ٹیچر مڈل سکول سیالو ضلع شملہ)

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام مہتہ ایشر داس پرنٹر چھپا اور ماسٹر جگت سنگھ پروپرائٹر و پبلشر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور نے رام گلی سے شائع کیا۔

بابت ماہ ستمبر ۳۳ ۱۹ء

سررشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا اور بہترین خدمت گزار

رسالہ

رہنمائے تعلیم لاہور

جلد ۲۲ نمبر ۹

علمی ادبی اخلاقی طبی تاریخی زراعتی اور صنعتی مضامین کا ماہوار مجموعہ

زیر سرپرستی تاج الشعرا فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین داغ مرحوم

مدیر اعزازی

مسٹر لچھمی چند ودیارتھی بی اے ۔ بی ٹی ۔ ایم ۔ او ۔ جی ۔ اے (لندن)

معاونین اعزازی

لالہ آگیا رام سچدیو منشی فاضل — جناب جوش ملسیانی

طالب کاشمیری ایم اے ۔ ایم او ایل منشی فاضل ادیب فاضل

ماسٹر جگت سنگھ مینجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) بلڈنگ نمبر ۵۵

سالانہ چندہ چار روپے (للعہ) ششماہی تین روپے (سے) فی پرچہ ۸ر

فہرست مضامین

ریویو

نیا میلاد نامہ — تحفہ عید میلاد نمبر ۲ سید اشفاق حسین صاحب ہیڈ ماسٹر گوڑیانی ضلع رہتک نے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے جو انہیں اپنے واجب الاحترام رسول کریم سے ہے۔ اس میں مجلس میلاد کی غرض وغایت اس کے آداب اور صاحب میلاد صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے حالات پیدائش سے ہجرت تک دلچسپ طرز سے بیان کئے گئے ہیں اور موقعہ بموقعہ دلچسپ نعتیہ نظمیں بھی درج ہیں۔ مفت لیکن بیرنگ طریق پر قابل مصنف سے پتہ بالا سے منگائی جا سکتی ہے۔ شائقین وقت ضائع نہ کریں۔

برسات کی گھٹائیں

اک فیل تیز رَو ہے نیلم کی ہے عماری　　چلتے ہیں اردلی میں دل بادلوں کے بھاری
لیکن کھلا نہ ہم پر یہ کس کی ہے سواری　　کس برق وش کے رُخ کی کرتی ہیں پردہ داری

تانے ہوئے ہیں چادر برسات کی گھٹائیں

ضبطِ نوا کے صدمے کب تک سہے پپیہا　　میکش چہک رہے ہیں کیوں چُپ رہے پپیہا
اب کیوں نہ دَورِ مے میں ہردم بہے پپیہا　　اب کیوں نہ مست ہو کر پی پی کہے پپیہا

برسا رہی ہیں ساغر برسات کی گھٹائیں

کس شان سے سجا ہے بزمِ طرب کا ساماں　　اِندر کا اک اکھاڑا دُنیا میں ہے نمایاں
حیرت سے پوچھتے ہیں عالم کے جِن و انساں　　سقفِ فلک کے نیچے یہ ناچتی ہیں پریاں

یا کاٹتی ہیں چکر برسات کی گھٹائیں

زانو پہ آپ حضرت کیوں سر دھرے ہوئے ہیں　　مُردہ دلوں کو چھوڑو وہ تو مرے ہوئے ہیں
باہر نکل کے دیکھو جل تھل بھرے ہوئے ہیں　　شاداب ہر چمن ہے جنگل ہرے ہوئے ہیں

برسی ہیں آج گھر گھر برسات کی گھٹائیں

بے فائدہ نہ حضرت یوں سر پہ چھت اُٹھاؤ　　اس بزم میں نہ تانیں بے وقت کی اُڑاؤ
باغِ وطن میں نغمے حُبِّ وطن کے گاؤ　　دُھر پت کو جوشؔ چھوڑو کچھ دیس میں سُناؤ

چھائی ہیں بندہ پرور برسات کی گھٹائیں　　{ جوشؔ ملسیانی

حضرت نوح ناروی پر تازہ مصیبت

نہایت افسوس اور قلق کا مقام ہے کہ ناخدائے سخن فصیح العصر حضرت نوح ناروی کا نواسہ جو کوئی اولاد نرینہ کے نہ ہونے یا نہ رہنے کے بعد ان کی تمام اُمیدوں کا سہارا تھا موت کے زبردست ہاتھ نے انکی گود سے چھین لیا۔ اولاد کے پے درپے صدمات نے حضرت فصیح العصر کو پہلے ہی بیدم کر رکھا تھا۔ کہ یہ تازہ مصیبت نازل ہوئی۔ موت کا شکاری اندھیرے میں تیر مارتا ہے۔ اور اکثر عزیز الوجود ہستیاں ہی اس کے ناوکِ قہر کا نشانہ ہوتی ہیں۔ اس قسم کے مصائب کو کوئی کہاں تک برداشت کر سکتا ہے۔ انسان کے پہلو میں آخر دل ہے۔ کوئی سنگ وخشت تو نہیں۔ کہ یوں ذرّت سے سنگِ یاراں کا متحمل ہو سکے۔ کارکنان رسالہ ہذا کو اس حادثہ جانکاہ وروح فرسا میں حضرت فصیح العصر سے گہری ہمدردی ہے۔ دعا ہے کہ خدائے کریم انہیں صبر جمیل و شکیب جزیل عطا فرمائے۔ اور اس معصوم بچے کی روح کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ { جوش ملسیانی

فسانہ نمبر کا التوا

وقت کی تنگی کی وجہ سے افسوس ہے کہ ہم رہنمائے تعلیم کا فسانہ نمبر اکتوبر میں شائع نہیں کر سکیں گے۔ بجائے اس کے جنوری ۱۹۳۵ء کا پرچہ فسانہ نمبر ہوگا۔ یہ پرچہ اپنی نوعیت اور ندرت میں دُنیائے ادب میں ایک نئی چیز ہوگا۔ اور جوبلی نمبر کی مانند ہندوستان میں واحد پرچہ ہوگا۔ یقین ہے کہ ناظرین کے لئے یہ پرچہ ایک معیاری پرچہ ہوگا۔ اور حد درجہ دلچسپ۔ ناظرین منتظر رہیں۔ پرانے خریداروں کو اُسی چندہ میں ملے گا۔ جنوری سے جو جدید سالانہ خریدار ہونگے۔ ان کی خدمت میں بھی مُفت نذر ہوگا۔ علیحدہ پرچہ کی قیمت ایک روپیہ (عہ/) ہوگی۔ **جگت سنگھ منیجر رسالہ ہذا**

جلوۂ عابد

یعنی

افضل الشعراء مصورِ حقیقت جناب عابدؔ شاہجہانپوری کے حالات

(از سید دل محمد صاحب فصاؔ فاضل ادب جالندھری)

اس دفعہ ہم افضل الشعراء مصورِ حقیقت حضرت عابدؔ شاہجہانپوری کے سوانحی حالات نہایت فخر و انبساط کے ساتھ ناظرین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ آپ کا بہترین کارنامہ تغزل ہے۔ ہم جناب فصاؔ جالندھری کے بیحد شکر گزار ہیں۔ جنہوں نے نہایت کاوش اور محنت سے افضل الشعراء مصورِ حقیقت ہندوستان کے مایۂ ناز شاعر حضرت عابدؔ کے حالات معہ مستند کلام ہمیں عنایت فرمائے۔ فصاؔ صاحب کی یہ کاوش یقیناً دنیائے ادب میں قابل داد کارنامہ ہے۔ ہمیں اس امر کا بھی بجا فخر حاصل ہے کہ رہنمائے تعلیم نے آپ کے حالات کی اشاعت میں پیش قدمی کی ہے۔ ہم محترمی عابدؔ صاحب کے خادم ہیں اور رسالہ انکا اپنا ہے بمصداق حسابِ دوستاں در دل ؎

تو سلامت رہے ہزار برس　　ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

آپ کی تصویر پرتنویر انشاء اللہ اگلے نمبر میں آپ کے کلام کے ساتھ شائع کی جائے گی۔　(ایڈیٹر)

آپ کا اسم گرامی عابد حسن ہے تخلص عابدؔ۔ آپ صحیح قریشی النسب ہیں۔ وطن شاہجہانپور بعمر ۲۸ سال۔ سخن گوئی کا دور سنہ ۱۹۲۰ء سے ہوا۔

اعتبار الملک لسان الہند حضرت دل شاہجہانپوری سے فخر تلمذ حاصل کیا۔ پانچ سال کی مشق میں شفیق اُستاد نے تمام مراحلِ فن سے آشنا کر دیا۔ غزل۔ قصیدہ۔ رباعی وغیرہ تمام اصنافِ سخن پر کامل عبور ہے۔ عرصہ سے آپ خود صاحب تلامذہ ہیں۔ جنکا کلام ملک کے نامور ادبی رسائل میں شائع ہوتا رہتا ہے۔

گو مدت سے آپ بے نیاز اصلاح ہیں لیکن اللہ رے اُستاد پرستی کہ اس وقت تک تمام کلام اُستاد کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

شاہجہانپور کے ایک حال کے مشاعرہ میں آپ نے قطعۂ ذیل پڑھا جس سے آپکے جوشِ عقیدت اور حسن خلوص پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ ؎

کفش برداریِ اُستاد کا یہ حاصل ہے　　دیکھتا ہوں جدھر اب پیش نظر منزل ہے

نام لینا ہے تو اک سوئے ادب ہے عابدؔ　　بس یہ کہدے کہ وہ اربابِ نظر کا دل ہے

وہ حضرات جو اپنے اساتذہ کو بہت جلد نظر انداز کر دیتے ہیں۔ انہیں مذکورۂ بالا قطعہ سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ ایک ایسی ہستی جو بے نیاز اصلاح ہے جس کے متعلق ملک کے مشاہیر نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ جس کے تلامذہ بھی مشاعرہ میں موجود ہیں۔ لیکن یہ مشاعرہ اس کو اظہار جذبات میں کوئی تکلف نہیں ہوتا۔ ایک مقطع اور ملاحظہ ہو۔ ؎

مجھکو بھی تلمذ ہے اُس خسرو معنیٰ سے　　　اے عابد خوشگو ہوں خاکِ کفِ پائے دلؔ

سچ ہے با ادب بانصیب۔

یہ اُستاد پرستی کا صلہ ہے کہ ملک کے بیشتر اہلِ نظر آپ کے مدّاح ہیں۔ ادب و تعظیم اُستاد کا یہ حال ہے کہ دیکھنے والے محوِ حیرت ہو جاتے ہیں۔ ابتدا ہی سے طبیعت تخیل گوئی سے مانوس ہے جس کا اندازہ اہلِ نظر انتخاب کلام کے مطالعہ سے خود کر لینگے۔

عروض میں انتہائی انہماک رہا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ تمام بحور کے حافظ ہیں۔ نازک سے نازک مسائل فن پیش نظر رہتے ہیں۔ مشق کا یہ عالم ہے کہ ایک روز میں گو کتنی ہی دشوار گذار زمین ہو۔ سیر غزل کہتے ہیں۔ کوئی تکلف نہیں ہوتا۔

تعلیم فارسی کی سند مدرسہ امداد دار السلام میرٹھ سے حاصل کی۔ عربی کی تعلیم بوجہ افکار و مشاغل دینوی ملاحسن مشکوٰۃ شریف۔ شرح وقایہ سے متجاوز نہ ہو سکی۔

اخلاق و عادات حضرت عابدؔ میں کمالِ شاعری کے علاوہ متعدد کمالات جمع ہیں۔ بلا مبالغہ خصائل و عادات کے لحاظ سے آپ ہندوستانی شرفا کا بہترین نمونہ ہیں۔ آپ کی طبیعت مرنجاں مرنج واقع ہوئی ہے۔ سادگی۔ پرہیز گاری۔ آزادہ روی خودداری ہر حال میں خوش رہنا آپ کا نمایاں وصف ہے۔

بزرگوں کا نہایت درجہ احترام کرتے ہیں۔ چھوٹوں پر بیحد شفقت فرماتے ہیں۔ یہ اس محبّت و ہمدردی کا حاصل ہے جو ان کی رگ رگ میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ آپ کی بزم کو دیکھ کر گلشن کی رنگینیاں بے کیف نظر آتی ہیں۔ اور بے ساختہ یہ شعر زبان سے نکلتا ہے۔ ؎

اُنکی محفل کم نہیں گلزار سے　　　پھُول جھڑتے ہیں بہت گفتار سے

آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع ہے۔ ہر فرد کے صفحۂ دل پر آپ کی سچّی محبّت اور مستور رعنائیوں کا گہرا نقش مرتسم ہے۔ اور زبان پر آپ کی نجابت و شرافت کا تذکرہ ہے۔

آپ اعتبار الملک لسان الہند حضرت دلؔ قبلہ کے تمام تلامذہ سے بہترین خوشگو ہیں۔ آپ کی مبارک ہستی پر نہ صرف آپ کے تمام خواجہ تاش بھائی بلکہ خاندان آمیر علیہ الرحمتہ کے تمام افراد جس قدر بھی ناز کریں بجا ہے۔

حضرت استاذی قبلہ مدظلہٗ سے چند عقیدت مند افراد نے باصرار دریافت کیا کہ آپ کا جانشین کون ہو گا۔ آپ نے بجوابًا فرمایا۔ کہ جناب "عابد"۔

بایں ہمہ فضیلت انکسار کا یہ عالم ہے کہ ہمیشہ اپنے آپ کو مستور رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی مایۂ نازہستی مستغنی عن التوصیف ہے۔ آپ ایسے جامع جمیع اوصاف آدمی بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں۔
وہ لوگ کیسے خوش قسمت اور مبارک ہونگے جن کو گاہ گاہ جناب عابد کی صحبت اور زیارت سے مستفید و مستفیض ہونے کا موقع ملا ہے۔

ع

عمرت دراز باد کہ تا دور مُشتری　　ما از تو برخوریم و تو از عمر برخوری

اب میں فن شعر کی ماہیت اور غزل گوئی پر ایک جامع مضمون پیش کرتا ہوں۔

شعروشاعری

شعروشاعری کی تعریف ماہرین فن نے اپنے جذبات و خیالات کے مطابق مختلف صورتوں میں کی ہے لیکن باوجود اختلاف پھر بھی اُن میں گونہ مشارکت و متجانست پائی جاتی ہے۔ چند آرا کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

(۱) کلام موزوں ہو۔ اور متکلم نے بالارادہ اُسے موزوں کیا ہو۔

(۲) کلام مملوبہ تشبیہات مناسبہ اور اس میں استدلال موزوں ہو۔

(۳) مقدمات متخیلہ کا ایک اچھی ترتیب کے ساتھ پیش کرنا اور غیر دلکش مناظر کی تصویر ہی اس انداز سے کھینچنا کہ اس میں ایک حُسن پیدا ہو جائے۔ شاعری ہے۔

(۴) جذبات محبّت و نفرت کو دلفریب انداز سے برانگیختہ کرنا شاعری ہے۔

(۵) مخفی نسبتوں اور تعلقات کا بطریقۂ مناسب ظاہر کرنا شاعری ہے۔

(۶) جذبات و احساسات کا موثر پیرایہ میں استدلال و استشہاد کی حدود میں لانا شاعری ہے۔

(۷) جس کلام سے جذبات برانگیختہ ہوں اور شاعر اپنا مخاطب آپ ہی ہو وہ شاعری ہے۔

(۸) شاعری ایک مصوری یا ایک نقالی ہے۔

(۹) شاعری ایک صداقت اور ایک حُسن ہے۔

(۱۰) قوت متخیلہ کا بذریعہ الفاظ و استعارات جوش میں لانا شاعری ہے۔

ملٹن (MILTON) کہتا ہے کہ شعر کی خوبی یہ ہے کہ سادہ ہو جوش سے بھرا ہوا ہو اور اصلیت پر مبنی ہو۔
فریڈرک رابرٹس کہتے ہیں کہ جذبات کی زبان کا نام شاعری ہے۔ یعنی شاعری تخیل کی تصنیف ہے جس کو

قوت متخیلہ جامۂ ہستی سے آراستہ کرتی ہے۔

رچسٹر (Rochester) کی رائے ہے کہ بہت سے نازک اور پاکیزہ جذبات جو مثل فرشتوں کے وجود کے ہماری باطنی دُنیا میں پائے جاتے ہیں۔ اور جسمانی لباس میں نمایاں نہیں ہوتے اور بہت سے خوبصورت اور خوش رنگ پھُول ایسے ہیں جن کے بیج نہیں ہوتے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔ کہ نظم ایجاد ہوئی جس کی بدولت وہ وجود عرصۂ ہستی میں نظر آتے ہیں۔ اور ان پھولوں کی خوشبو سے ہمارے دماغ تروتازہ ہوتے ہیں۔

اسٹرلنگ (Atterbury) کا قول ہے کہ شاعری فی نفسہٖ ایک قوت اور مسرت ہے۔ اس کی حالت یکساں ہے۔ خواہ بنی نوع انسان اس کو اپنے سر کا تاج بنائیں یا اس کو تن تنہا کسی جادو کے بنتے ہوئے مکان میں چھوڑ دیں۔

کولیرج کہتا ہے۔ کہ سرکار شاعری سے مجھ کو بڑے بڑے انعام ملے۔ شاعری نے میرے زخموں پر مرہم لگایا ہے۔ میری مسرتوں میں اضافہ کیاہے۔ اور ان پر صیقل کی ہے۔ گوشہ تنہائی سے مجھے موانست ہے اور یہ صفت مجھ میں شاعری کی بدولت ہے کہ جو کچھ اپنے قریب یا دُور دیکھتا ہوں اس میں خوبی۔ بہتری اور خوبصورتی نظر آتی ہے۔

شیلی (Shelley) کہتا ہے کہ شاعری حُسنِ مستور کے چہرے سے نقاب اُٹھاتی ہے۔ اور ہم ان خط و خال اور نقش و نگار کو دیکھتے ہیں۔ جو آنکھ سے اوجھل ہوتے ہیں۔

شیکسپیر (Shakespeer) کا قول ہے کہ دیوانہ۔ عاشق۔ اور شاعر قوت متخیلہ سے مرکب ہیں۔ ایک اس قدر شیطان نظر آتا ہے جس کی وسیع دوزخ میں بھی گنجائش نہیں۔ دوسرا ایسا دیوانہ ہے۔ جس کو ہیلن کا حسن ابروِ مصر میں نظر آتا ہے۔ شاعر کی آنکھ ایک دیوانی گردش میں عرش سے زمین اور زمین سے عرش تک دیکھتی ہے اور جونہی امیجنیشن (تخیل) ان اشیا کو پیدا کرتا ہے جن کی شکلیں غیر مرئی تھیں۔ شاعر کا قلم اُن کو لباسِ ہستی پہناتا ہے اور عدم کو وجود کر دکھاتاہے۔

ڈاکٹر جانسن (Johnson) فرماتے ہیں۔ کہ شاعر کے لئے کوئی شے بیکار نہیں ہے۔ کائنات میں جتنی خوبصورت مسرت خیز و لولہ انگیز اعلےٰ سے اعلےٰ اور ادنےٰ سے ادنےٰ چیزیں ہیں۔ قوت متخیلہ اُن سب سے آشنا ہے۔ باغوں میں درخت جنگلوں میں حیوانات۔ زمین میں معدنیات آسمان کے شہاب شاعر کے دماغ میں صدہا خیالات جمع کرتے ہیں۔ ہر خیال اخلاقی یا مذہبی صداقت کی تفریح یا زینت ہے۔ اور اپنے آغوش میں معلومات کی ایک وسیع دُنیا لئے ہے۔ وہ مختلف مناظر کو مختلف انداز میں بیان کر سکتاہے۔

بیلی (Belly) کہتا ہے۔ کہ شاعر خیالات پیدا نہیں کر سکتا بلکہ خیالات کی نشو و نما خود بخود ہوتی ہے جیسے دشت و دمن میں گل خودرو خود بخود کھلتے ہیں۔ شاعر کا دل اور اس کی روح نیچر سے وابستہ ہے۔ اس کے صفحۂ دل پر کائنات کے نقش سنہری حروف سے منقوش ہیں۔

یورپ کے ایک محقق کا قول ہے۔ کہ بوجہ انہماکِ مشاغل دنیوی جو قوتیں سوجاتی ہیں۔ شعر اُن کو بیدار کرتا ہے وہ ہم کو محسوسات کے دائرے سے نکال کر گزشتہ اور آئندہ حالتوں کو ہماری موجودہ حالت پر غالب کردیتا ہے۔ شعر کا اثر محض عقل کے ذریعہ سے نہیں بلکہ زیادہ تر ذہن اور ادراک کے ذریعہ سے اخلاق پر ہوتا ہے۔ ہر قوم اپنے ذہن کی جودت اور ادراک کی بلندی کے موافق شعر سے اخلاقِ فاضلہ اکتساب کرتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ تمام دُنیا شعرا کا ادب اور احترام کرتی ہے۔

مندرجہ بالا تصریحات سے ظاہر ہے۔ کہ جملہ اقوال اپنی اپنی جگہ پر دلفریب و دلکش ہیں۔ عام طور پر شاعری کا نمایاں وصف جذبات پر اثر پیدا کرنا ہے۔ یعنے شعر سُنکر دل انبساطی یا انقباضی کیفیات سے متاثر ہوتا ہے۔ اور وہ اثر ایک مدت تک باقی رہتا ہے۔ یہ خصوصیت شاعری کو دوسرے علوم وفنون یا فلسفہ سے ممتاز کرتی ہے۔ طبعیات کی تعریفیں معرفین کے مذاق کے تحت میں ہوتی ہیں۔ ہر معرف اپنے نظریہ کے مطابق تعریف کرتا ہے اور جو جذبات اُس پر غالب ہوتے ہیں۔ حسب مذاق اُنہیں سے بحث کرتا ہے۔ مثلاً ایک شاعر بالخصوص نیچر کے مناظر کے مشاہدات کا عادی ہے۔ وہ شاعری کی تعریف ان الفاظ میں کریگا "قدرتی مناظر کا دلچسپ اور موثر انداز میں اظہار کرنا شاعری ہے"۔

جو شاعر اندرونی جذبات کے مطالعہ کا زیادہ تر دلدادہ ہے وہ یوں مدح سنج ہوگا۔ باطنی جذبات کے اظہار کا نام شاعری ہے۔ کمتر تعریفیں ایسی ہیں جو صحیح معنی میں غیر مختلف ہیں۔

حسیات زیادہ تر مذاق سے متعلق ہیں۔ چونکہ مذاق مختلف ہوتا ہے۔ اس لئے مختلف کیفیات بھی مختلف ہوتی ہیں جیسے حُسن اور خوبصورتی کی تعریف جامع اور متفق نہیں ہے۔ ایسے ہی شاعری کی تعریف بھی ایک مفہوم کے تابع نہیں کی جاسکتی۔ اگر ہم جامع تعریف نہیں کرسکتے یا چند مختلف تعریفات میں سے یہ انتخاب نہیں کرسکتے کہ اُن میں سے کونسی تعریف افضل ہے۔ تو اس سے کوئی نقص پیدا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جو شخص اپنے مذاق اپنے جذبات کے مطابق ایک تعریف صحیح یا جامع سمجھتا ہے۔ وہ تعریف شاعری کے واسطے فی احد الجہت جامع یا کافی ہے۔ ہم نے یہ بھی کہا تھا۔ کہ باوجود اختلافات کے ان سب تعریفات میں ایک شارکت اور نسبت پائی جاتی ہے۔ جو تعریفیں ہمنے اوپر قلمبند کی ہیں وہ اسکی شاہد ہیں کہ ان میں باوجود اختلافات کے کہاں تک ایسی نسبت موجود ہے۔

مذکورہ بالا تعریفات سے مندرجہ ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے۔

(۱) شاعری ایک نیچرل جذبہ ہے۔　　(۲) شاعری ایک خاص مذاق کا نام ہے

(۳) شاعری احساسات اندرونی یا بیرونی کا ایک نقشہ ہے۔

(۴) شاعری جذبات یا احساسات کے موثر۔ دلچسپ اور نازک تصرفات کا منظر یا نمونہ ہے۔
(۵) شاعری قوت متخیلہ کے نقوش کو دلفریب اشکال میں پیش کرتی ہے۔

مذکورہ بالا محاسن سے ظاہر ہے کہ شاعری ہماری طبیعت اور ہمارے احساسات داخلی و خارجی سے کہاں تک وابستہ ہے۔

اب میں مرزا عزیز لکھنوی کی ایک نظم ماہیت شاعری سے چند منتخب شعر پیش کرتا ہوں۔ دیکھئے ان اشعار میں ایک طوفان بھرا ہوا ہے

شاعری کیا ہے فقط تصویرِ جذباتِ نہاں	قوت تخلیل کے ہمراہ تاثیرِ زباں
ساغرِ جذباتِ باطن میں جب آ جائے اُبال	دل کے سرچشمہ میں جب پیدا ہو جوشِ انفعال
دل پہ ہو جس وقت قدرت کے مناظر کا اثر	مُنہ سے کچھ باتیں نکل جائیں اثر میں ڈوب کر
صورتیں اس نے مجسم کیں امید و یاس کی	اس کی خاکستر میں ہیں چنگاریاں احساس کی
وارداتِ قلب کی تفسیرِ طوفانی ہے یہ	اک مجسم ہستیِ اغراضِ نفسانی ہے یہ
نغمۂ خوابیدہ کو اس نے جگایا خواب سے	سازِ ہستی اس نے چھیڑا ناخنِ مضراب سے
اک نگاہِ شوخ سے دل درد کا برما دیا	جلوۂ رنگیں دکھا کر روح کو گرما دیا
دل ہے یہ اور عالمِ ارواح اس کا سینہ ہے	شاعری تصویرِ روحانی کا اک آئینہ ہے
رزم کی یہ رُوح ہے اور بزم کی یہ جان ہے	عشق کا قرآن ہے اور حسن کا ایمان ہے
ظلمت اس کی شامِ گیسو صبح اس کی صبحِ عید	طبعِ قدرت کا لطیفہ قلبِ فطرت کی امید

جذبات بھی مختلف حیثیات کے ہوتے ہیں۔ اور ان سب کی نوعیت بھی مختلف ہوتی ہے۔ کسی طبیعت میں محض معمولی جذبات پائے جاتے ہیں اور وہ معمولی جذبات ہی سے متاثر ہوتا ہے اور کسی کی طبیعت میں ادنے و اعلےٰ ہر قسم کے جذبات کا مواد ہوتا ہے اور وہ دونوں سے اثر پذیر ہوتا ہے۔ شاعری کی جس قدر تعریفات بیان کی گئی ہیں۔ اُن سب میں جذبات کی روح موجود ہے یا یہ کہ باعتبار اُن تعریفات کے شاعری صرف جذبات یا ایک قسم کے جذبہ ہی کا نام ہے۔

شاعری کا مدار جذبات پر ہے۔ جب تک جذبات کی نشوونما کامل طور پر شاعر کے دل و دماغ میں نہ ہو۔ اُس وقت تک شاعری نہیں چمکتی۔ لہذا وہی شاعری جذباتی ہے۔ جس میں آرزو تمنا۔ جوش و مسرت یاس و غم۔ مایوسی و افسردگی۔ ہجر و فراق۔ شادکامی و ناکامی کی صحیح طور پر ترجمانی ہو سکے۔

ایک فلاسفر نے کیا ہی خوب کہا ہے۔ کہ شاعری احساسات میں طوفان برپا کرتی ہے۔ شعر گویا ایک آہِ پُر درد

ہے جسے سُنتے ہی حاضرین تڑپ جاتے ہیں۔ یا ایک ایسی تان ہے جس پر دل پھڑک جاتے ہیں۔

لارڈ بیکن (BEKUN) کا قول ہے کہ پیدا ہونا اور مرنا دونوا مرطبعی ہیں۔ ممکن ہے کہ عقل اِسے قبول کرے اور کوئی مفید یا غیر مفید اثر نہ ڈالے۔ مگر یہ کم بخت دل ہرگز ماننے والا نہیں کہ راحت و غم سے اثر پذیر نہ ہو۔ ممکن نہیں کہ کوئی غم انگیز واقعہ پیش آئے اور جذبات میں تلاطم نہ پیدا ہو۔ شاعر اگر صحیح معنوں میں شاعر ہے تو اُسے سامعین کے مذاق کی پروا نہیں ہوتی۔ وہ اپنی یا دوسروں کی حالت سے متاثر ہو کر ایسے تخیلات پیش کرتا ہے کہ سامعین کو وجد آجاتا ہے۔ لامحالہ اگر کسی کا دل اثر پذیر نہ ہو تو وہ خود اس کی کیفیت سے عزے اُٹھاتا ہے جیسے گانے والا خود بھی اپنے گانے سے محظوظ ہوتا ہے۔ شاعر ہر شے کی کیفیت مخصوصہ سے بھی جسے عام نگاہیں نہیں دیکھ سکتیں اثر پذیر ہوتا ہے۔

شاعری کا مقصد قوتِ متخیلہ جوش میں آکر ایسے جذبات وحسیات کا اظہار کرے جس سے دنیا و ما فیہا و مقصدِ حیات خوشی و غم اور سوز و گداز کا علمی اصول معلوم ہو سکے۔ عنانِ قوتِ متخیلہ ہمارے ہاتھ میں ہو اور ہم اُس کے ہاتھ میں۔ یہی شعر و شاعری کا مقصد ہے۔ اور یہی شعر و شاعری کی غرض جو افرادِ اس اصول پر چلتے اور اوروں اُسے اپنا راہنما بناتے ہیں۔ وہی حقیقی شاعری کے تاج ہیں اور وہی الشعرا تلامذۃ الرحمٰن کی تحت میں داخل ہیں۔ ورنہ یوں چند الفاظ کے اشتراک اور باہم ترکیب دے لینے سے کوئی شاعر حقیقی معنوں میں شاعر نہیں ہو سکتا۔

شاعری کے لوازمات

نقاشی مصوری موسیقی مماثلاتِ شاعری ہیں۔

نقاشی و مصوری جو بات یا جو مدعا ایک شاعر کے ذہن میں مرکوز ہوتا ہے۔ قریباً وہی ایک نقاش مصور موسیقی دان کے ذہن میں مرتسم ہوتا ہے۔ شاعر بھی زیادہ تر قوتِ متخیلہ سے کام لیتا ہے۔ اور وہی اس کی رہبر کامل ہوتی ہے۔ نقاش۔ مصور۔ موسیقی دان بھی اسی قوت سے مطلب برآری کرتے ہیں۔ شاعر کا عموماً یہ مدعا ہوتا ہے کہ وہ اپنی متخیلہ کیفیات کو دوسروں کے ذہن نشین کر سکے۔ یہی مفہوم ایک نقاش ایک مصوّر یا ایک موسیقی دان کا بھی ہوتا ہے۔ ایک شاعر ہمیشہ اسی خیال میں محو رہتا ہے کہ اُس کے خیالات و مدرکہ کیفیات میں اک حسن اک ایسی دلفریبی و دلکشی پیدا ہو جائے کہ سامعین سنتے ہی پھڑک جائیں۔ شعر کی بندش اور ترتیب ایسی ہو کہ وہ اسی کا حصہ سمجھا جائے۔ یہی اغراض و مقاصد ایک نقاش۔ ایک مصوّر۔ اور ایک موسیقی دان کے ذہن نشین ہوتے ہیں نقاش یا مصوّر ہمیشہ اس کوشش میں سرگرم رہتا ہے کہ اس کا نقشہ یا اس کی تصویر مُنہ سے بولے اور لوگ دیکھتے

ہی مبہوت ہو جائیں ۔ اور تصویر زبانِ حال سے اپنے محاسن خود بیان کرے ۔ ایک موسیقی دان ہمیشہ یہ کوشش کرتا ہے کہ وہ اپنے دلکش ترانوں میں سحر سامری کی کیفیات پیدا کرے ۔ نقاش و مصور ۔ ذہنی یا واقعاتی تصویریں کھینچتے اور ان کا مواد بہم پہنچاتے ہیں ۔ شاعر بھی واقعات مرئیہ کیفیات ذہنیہ کی تصویر کھینچتا ہے ۔ فرق یہ ہوتا ہے کہ نقاش یا مصور تصویریں خط و خال اور شان تصویر دکھاتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ نقل اصل سے مُو بمُو ملکر کھا جائے۔ شاعر زبان و الفاظ سے واقعات کا مرقع کھینچتا ہے ۔ اور وہ اتنا دلکش ہوتا ہے کہ نقاش و مصور کے کارنامے حسن و خوبی میں اُس تک نہیں پہنچتے ۔ اگر کوئی نقاش یا مصور شاعر کے اشعار سے تصویر بنانا یا نقشہ کھینچنا چاہئے ۔ تو بآسانی کھینچ سکتا ہے ۔ . . . . (مثالیں از کلام عابد)

اگر ایک مصور اور نقاش تصویر اور خط و خال کی درستی میں ایک زمانہ صرف کرتا ہے ۔ تو ایک شاعر بھی انتہائی کاوش سے شعر کہتا ہے ۔ اُسے کتنی دفعہ لفظوں کا جوڑ توڑ محاورات کا الٹ پلٹ ۔ بندشوں کی تبدیلی کرنا پڑتی ہے ۔ لیکن شاعر کی دُنیائے خیالات اس قدر نا محدود ہوتی ہے ۔ کہ اس کا کوئی تعین نہیں ہو سکتا ۔ تصویر تو صرف معابد و منادر یا کسی دریا کی زینت ہو سکتی ہے ۔ لیکن شاعر کا کارنامہ ساری دُنیا سے خراج تحسین حاصل کرتا ہے ۔ تصویر اور نقوش میں جو اثر اور جو جذب ہوتا ہے ۔ اس سے انکار نہیں ہو سکتا ۔ لیکن شعر کی کشش اس سے زیادہ دلنواز ہوتی ہے ۔ مانا کہ تصویر کی کشش کچھ دیر کے لئے نگاہوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے ۔ لیکن ایک دلنواز شعر کا اثر مدتوں اور برسوں دماغ پر رہتا ہے ۔

ہر حسین تصویر کو چند ساعت اور چند لمحوں کے دیکھنے کے بعد پھر نہ کوئی پوچھتا ہے نہ کچھ اُس کا اثر رہتا ہے ۔ لیکن شعر اور کیفیاتِ شعر کا اثر غیر فانی ہے ۔ حافظ ۔ نظیری وغیرہ کے اشعار میں آج تک یہ قوت موجود ہے کہ پڑھنے والے سر دُھنتے ہیں ۔

ظاہر ہے کہ تصویر اور نقش کی خوبی اس حالت میں کھلتی ہے ۔ جب اس میں اصلیت اور واقعیت کا رنگ اور عکس بھی ہو ۔ یا وہ خوبی اور کیفیت اُس سے مترشح ہو ۔ جو مصور کی نگاہ میں تھی ۔ مصور ایک تصویر میں آن ۔ شان ۔ رعنائی ۔ شرم و حیا ۔ شوخی و ادا ۔ سب کچھ دکھاتا اور ان سب نقوش کو نمایاں کرتا ہے ۔ جب تک یہ التزام نہ ہو ۔ تصویر تصویر نہیں ہوتی ۔ دیکھنے والے فوراً تاڑ جاتے ہیں کہ اس میں یہ کسر رہ گئی ہے اور یہ نقص ہے ۔ اسی طرح ایک شاعر کا فرض ہے ۔ کہ وہ اپنے کلام کو محاسن صوری و معنوی سے آراستہ پیراستہ کرے ۔ نشست الفاظ حسن بیان ایسا لطیف و دلکش ہو کہ سُننے والا تڑپ اُٹھے ۔

جس طرح ایک مصور یا نقاش کے لئے بدنما تصویر بنانا یا عُریاں انداز سے پیش کرنا موجب شرم ہے ۔ اسی طرح ایک خوشگو شاعر کے لئے غیر مہذب و غیر سنجیدہ الفاظ مبتذل و عریاں مضامین باعث رُسوائی ہیں ۔ سادگی شاعر

کے لئے ایک جوہر لطیف ہے۔ سادگی فصاحت و بلاغت کو اور نمایاں کر دیتی ہے۔ سادگی میں بجائے خود ایک کشش اور دلکشی ہے۔ جو مبالغہ اور تکلف میں نظر نہیں آتی۔

شاعری اور موسیقی شاعری و موسیقی میں اس درجہ مماثلت ہے کہ بادی النظر میں دونو کی دلکشی سادی معلوم ہوتی ہے۔ اگر شاعری دلوں کو تڑپا سکتی ہے۔ روحوں کو گرما سکتی ہے تو موسیقی بھی جذبات کو برانگیختہ کر سکتی ہے۔ دونو کے اغراض و مقاصد میں اس قدر تطابق ہے کہ بغیر کافی غور کئے اختلاف نوعیت ظاہر نہیں ہوتا۔ گو شاعری کی طرح موسیقی اور اس کے دلنواز نغموں کا اثر بھی عالمگیر ہے لیکن یہ تمام لفریبی و دلکشی فنونِ شاعری سے ہے۔

الفاظ کو جب تک نظم کا جامہ نہ پہنایا جائے اور جب تک وہ صدودِ اوزان میں نہ آجائیں اس وقت تک موسیقی کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ چونکہ موسیقی کے لئے نظم و وزن کا اشتراک لازمی ہے۔ اس لئے موسیقی بجائے خود مکمل نہیں۔ بلکہ نظم و وزن کے اتصال کا نام موسیقی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شاعری کو موسیقی پر نمایاں فوقیت حاصل ہے۔

نیز نقاشی مصوری وغیرہ جملہ محاسن کی جامع شاعری اور صرف شاعری ہے۔ لیکن اس کے ساتھ شاعر پر یہ فرض بھی عائد ہے کہ وہ نظم میں موسیقیت کا کافی لحاظ رکھے اور الفاظ و تراکیب ایسے ہوں جن میں کوئی ثقل اور کوئی غیر اعتدالی نہ ہو۔ کوئی لفظ نامانوس اور کوئی ترکیب غیر شگفتہ نہ ہو۔ ہر شعر میں ایک روانی و شگفتگی ہو اور کسی لفظ یا ترکیب سے ذہنِ سامع منغض نہ ہو۔

ہر شعر لطافت ذوق اور اعتدال صحیح کا حامل ہو۔ جن باکمال شعراء نے حسنِ موسیقی کو ملحوظ رکھا ہے اُن کا کلام زندہ جاوید اور روشناسِ زمانہ ہے۔

غزل گوئی

اب ہم غزل گوئی پر خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کے بعد جناب تمایذ کے کلام پر تنقید پیش کی جائیگی تغزل ن واردات قلبیہ کا نام ہے۔ جن میں انبساطی یا انقباضی جذبات کے ساتھ کیفیات حسن و عشق کی دلکش انداز سے تصویر کھینچی جائے۔ یعنی مفہوم درد آمیز ہو یا مسرت افزا۔

محاسن تغزل کی بہترین تعریف یہ ہے کہ مفہوم شعر کا اثر فوراً قلبِ سامع پر پڑے اور دماغ کو اس کے سمجھنے میں ئی زحمت محسوس نہ ہو یہی وجہ ہے کہ میر کی شاعری جو سادگی اثر اور واقعات پر مبنی ہے۔ دلفریب و دلکش و عام پسند ہے۔ میر نے حسن و عشق کی داستان کو چونکہ سادگی کے پیرایہ میں ادا کیا ہے۔ اس لئے اُن کی

شاعری تصنع سے پاک ہے۔ غالب کا وہی رنگ زیادہ مقبول ہے جو سادگی لئے ہوئے ہے۔ مومن کا رنگ تغزل بیشتر حدودِ مجاز میں ہے۔ ان کے تغزل میں یہ خاص انداز ہے کہ وہ معشوق کو ہر الزام سے دلکش انداز بیان کے ساتھ بچاتے ہیں۔ حضرت امیر و جناب داغ کا وہ رنگ جو ابتذال و عریاں جذبات سے محفوظ ہے۔ سرمایۂ افتخار و قابلِ احترام ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ انہوں نے زبان کو حدِ کمال تک پہنچا دیا ہے۔

ملک کے بعض شعرا زبان گوئی کے زعم میں اس قدر پست و مبتذل مضامین موزوں کر جاتے ہیں۔ جو متین نگاہوں میں غیر مقبول ہیں۔ اور مذاق ہمیشہ بدلتا رہتا ہے۔ شاعر کو زمانہ کا مقلد نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ اس کو اپنے صحیح مذاق سے دُنیا کو ہمنوا و ہم خیال بنانے کی ضرورت ہے۔ صنائع کا استعمال بھی تغزل میں اُسی حد تک دُرست ہے کہ شعر میں تصنع نہ پیدا ہو۔ مفہوم شعر سہل انداز میں ادا کیا جائے دقت مقصود نہ ہو۔ تغزل کی صرف دو راہیں ہیں ایک وہ جو درد و میر نے اختیار کی اور دوسری وہ جس کو (فرق مراتب کے ساتھ) مومن غالب مصحفی اور عہد آخر میں امیر و داغ نے اختیار کیا۔ جہاں میر و درد کا انداز دلکش ہے۔ وہاں تنوع جذبات کے لحاظ سے (جس میں شوخی معاملہ نگاری اور طنز وغیرہ شامل ہیں) مومن غالب اور متاخرین میں حضرت دل و جناب ریاض و جناب عابد شاہجہانپوری کا کلام بلاغت نظام بھی انتہائی دلفریب ہے۔ مومن طنزیاتی رنگ کا بادشاہ تھا۔ غالب معنی آفرینی کا تاجدار مصحفی کے یہاں ہر رنگ ہے۔ امیر نفاستِ خیال اور داغ شوخی و روزمرہ میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔

اب ہم تغزل میں کامیاب اساتذہ کے کلام پر مختصراً اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین پر صحیح معیار تغزل منکشف ہو جائے۔

یہ بات مسلم ہے کہ اُردو میں اعلےٰ درجے کے غزل سرا میر ہوئے۔ خواجہ درد نے مجاز سے نکل کر حقیقت کا رنگ اختیار کیا۔ معرفت و حقیقت پر اشعار لکھنے والا اُردو شعرا میں خواجہ صاحب سے بڑھ کر کوئی نظر نہیں آتا۔ اگرچہ ان کا فلسفہ تصوف پر مبنی ہے۔ جس کا موضوع عموماً دو پہلوؤں میں منقسم ہے۔ ایک "ہمہ اوست" دوسرے "دُنیا کی بے ثباتی" موخرالذکر پہلو کا موضوع ہنود کے مسئلہ "مایا" سے بھی ملتا جلتا ہے۔

خواجہ میر درد نے علاوہ فلسفہ کے اخلاق پر بھی طبع آزمائی کی ہے۔ مگر انہوں نے پندنامہ سعدی کا رنگ اختیار کرنے کی بجائے تنقیدی پہلو اختیار کیا ہے۔

(۳) سودا نے تغزل میں شکوہ الفاظ اور حُسن تراکیب کو پیش نظر رکھا۔ فرق یہ تھا کہ میر سوز و گداز کے والا و شیفتہ اور سودا بلندی معنی و شکوہ مضمون کے دلدادہ تھے۔ دونوں ہی اپنے اپنے رنگ میں اُستاد تھے۔ بقول حضرت امیر علیہ الرحمۃ ؎

سودا و میر دونوں تھے کامل مگر امیر　　ہے فرق واہ واہ میں اور آہ آہ میں

(۴) مصحفی کے متعلق مولانا آزاد رقمطراز ہیں کہ "غزلوں میں سب رنگ کے شعر ہوتے تھے۔ کسی طرز خاص کی خصوصیت نہیں"
(۵) مومن کے متعلق آزاد کی رائے ہے۔ کہ اُن کے خیالات نہایت نازک اور مضامین عالی ہیں جن کو استعارہ اور نُدرت تشبیہ نے انتہائے کمال تک پہنچایا ہے۔ ان میں معاملاتِ عاشقانہ عجیب لُطف سے ادا کئے گئے ہیں:۔ اسی واسطے جو شعر صاف ہوتا ہے اس کا انداز جرأت سے ملتا ہے اور اس پر وہ خود بھی نازاں تھے۔ وہ اپنے اشعار میں فارسی کی نازک و دل پسند ترکیبیں بھی بڑی خوش اسلوبی سے نظم کرتے ہیں۔ جو کہ اُردو کی سلاست میں اشکال نہیں پیدا کرتی ہیں۔ ان کی زبان میں چند وصف خاص ہیں جن کا جتنا لُطف سے خالی نہیں۔ وہ اکثر اشعار میں ایک شے کو کسی صنعتِ خاص کے لحاظ سے ذاتِ شے کی طرف نسبت کرتے ہیں (اسے تعبیر شاعرانہ بھی کہتے ہیں) اور اس ہیر پھیر سے شعر میں عجیب لُطف بلکہ معانی پیدا کر دیتے ہیں۔

غالب کے متعلق شمس العلما مولانا حالی کی رائے ہے کہ انہوں نے اپنی غزل کی بُنیاد ایسے اچھوتے مضامین پر رکھی ہے جن کو اُردو شعراء کی فکر نے مَس تک نہیں کیا۔ معمولی مضمون کو ایسے دلکش انداز سے ادا کرتے ہیں۔ جو بالکل نیا معلوم ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک مضمون نیا ہی ہو۔ سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ عام و متبذل تشبیہوں سے بچتے ہیں۔ اور نئی نئی تشبیہیں پیدا کرتے ہیں۔ یہ بھی اُن کی خصوصیت ہے کہ متانت اور سنجیدگی میں شوخی و ظرافت کا ایسا پہلو اختیار کرتے ہیں کہ دونو مل کر شعر میں تڑپ پیدا کر دیتے ہیں۔"

حقیقت یہ ہے کہ غالب میر کی فطری غزل سرائی کے بعد فرد کامل تھے۔ انہوں نے دو پہلو کلام میں اختیار کئے۔ پہلا دقت پسند فارسی تراکیب سے مملو ۱۲ دوسرا سادگی کے ساتھ غزل سرائی کا درد آمیز پہلو جس کی خلش تیر نیم کش کی طرح کسی دل سے نکل ہی نہیں سکتی۔

ان کے بعد حضرتِ امیرؒ و داغ کا تغزل مرغوبِ خاص و عام ہے جنہوں نے پرشکوہ اندازِ بیان کے ساتھ شادابیِ خیال حسن ترکیب لطافتِ زبان کے خوب خوب نقشے کھینچے مگر مذاقِ شعر کا انداز دَورِ گزشتہ کے دوش بدوش رہا۔

بقول حضرت اُستادی اعتبار الملک لسان الہند قبلہ دل مدظلہٗ:۔
تقریباً ایک صدی کے اندر انقلاب عظیم پیدا ہونے کے بعد بھی اُردو شاعری کی دُنیا میں کوئی تبدیلی نہیں واقع ہوئی کہیں ضرورت سے زیادہ شوخی اور کہیں عامیانہ انداز میں ہوس پرستی کے غیر موثر جذبات نظر آتے ہیں۔ زبان کے متعلق کچھ تصرف و اختراع ضرور کیا گیا مگر صحتِ مذاق کی طرف قطعًا توجہ نہیں کی گئی۔

اس وقت ہندوستان میں دو قسم کی جماعتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ ایک تو قدما کے نقشِ قدم چلنا پسند کرتی ہے۔ اور دوسری جماعت مومن و غالب و امیر و داغ کی پیرو کار ہے۔ جس نے حُسن تغزل میں معتدبہ اضافہ کیا ہے۔

پہلی جماعت کی غزل سرائی سے متاثر ہوکر شاید شمس العلماء حالی مرحوم نے اپنے مقدمہ شعر و شاعری میں غزل گوئی کی اصلاح کے متعلق مشورہ پیش کیا ہے۔

غزل کی اصلاح تمام اصنافِ سخن میں سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ قوم کے لکھے پڑھے اور ان پڑھ سب غزل سے مانوس ہیں۔ بچے جوان بوڑھے سب تھوڑا بہت اس کا چٹخارہ رکھتے ہیں۔ اس کے اشعار ہر موقع اور ہر محل پر بطور سند یا تائید کلام پڑھے جاتے ہیں۔ جو لوگ کتاب کے مطالعہ سے گھبراتے ہیں اور نظم یا نثر میں لمبے چوڑے مضمون پڑھنے کا دماغ نہیں رکھتے۔ وہ بھی غزلوں کے دیوان شوق سے پڑھتے ہیں۔ جس آسانی سے غزل کے اشعار ہر شخص کو یاد ہو سکتے ہیں۔ کوئی کلام یاد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس میں ہر مضمون دو مصرعوں میں ختم اور سلسلہ بیان منقطع ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو صنف قوم میں اسقدر دائرہ وسائرہ اور مرغوبِ خاص و عام ہو اسکا اثر قومی مذاق اور قومی اخلاق پر جسقدر بھی ہو تھوڑا ہے۔ اس لئے ہمارے نزدیک شعراء کو پہلے اصلاح غزل کی ضرورت ہے :-

اصلاحی اُصول } (۱) تغزل کو محض عشق و محبت اور جذباتِ ہوا و ہوس سے مخصوص کرنا درست نہیں بلکہ اس میں دوسری کیفیات مناظرِ قدرت وغیرہ کا اشتراک لازمی ہے۔

(۲) تغزل میں بیشتر عُریاں و سوقیانہ مضامین پائے جاتے ہیں۔ اس لئے روشِ تغزل میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔

(۳) وسعتِ صنفِ تغزل اِس کی مقتضی ہے کہ زبان اور طریقۂ بیان کو بھی بدلا جائے۔

شکر کا مقام ہے کہ شمس العلما حالی کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں۔ مقدمہ شعر و شاعری کی اشاعت کے بعد اہل ملک کے خیالات میں انقلابِ عظیم پیدا ہو گیا اور بیشتر اہلِ نظر رنگِ جدید کی طرف مائل ہو گئے۔

اب میں اندازِ تغزل کے متعلق ملک کے مایۂ ناز شاعر اعتبار الملک لسان الہند حضرت دل شاہجہان پوری کے خیالات پیش کرتا ہوں۔ بالفعل ملک میں ایک مسئلہ زیر بحث ہے۔ بعض اہل الرائے فرماتے ہیں کہ تغزل میں محض سادگی اور زبان کی خوبیاں مدنظر رہیں۔ بعض اہل مذاق کا خیال ہے کہ شاعری کے لئے تخیل رُوح ہے اور شکوہ الفاظ و نادر تراکیب قالب۔ شاعر اپنی قوت متخیلہ کو الفاظ کا جامہ پہنا کر عالم ظہور میں لاتا ہے۔ اور تخیل کو بذریعہ الفاظ سامع کے ذہن نشین کرتا ہے۔ ایسی حالت میں اگر الفاظ میں اغلاق ہوگا تو مفہوم ذہن نشین ہونا دُشوار ہے۔ لہذا ایسے اندازِ بیان کی ضرورت ہے جو مغلق و مُبہم اور المعنی فی بطن الشاعر کا مصداق نہ ہو۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ اُردو شاعری میں پیچیدہ تراکیب فارسی الفاظ کی کثرت اُردو شاعری پر بہت بار ڈالتی ہے۔ اُردو وہی ہے جس میں فارسیت کا رنگ نہ ہو۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اُردو۔ فارسی۔ عربی عبارت وغیرہ الفاظ کے اشتراک کا نام ہے۔ لہذا فارسی تراکیب اور شکوہ الفاظ سے کیوں احتراز کیا جائے۔ میں جہاں تک اِس مسئلہ پر غور کرتا ہوں بقول ابن رشیق، ۔ شاعری سادگی حقیقت اور اثر پر مبنی ہے مگر فارسی تراکیب کا صرف اس حد تک کہ شعر میں

کوئی ثقل نہ پیدا ہو۔ حقیقتاً شعر کا زیور ہے۔

نامانوس لفظوں، پیچیدہ ترکیبوں بعید از فہم استعاروں سے احتراز لازم ہے۔ بسا اوقات بغیر فارسی تراکیب اور صرف اضافات کے شاعر کو چارۂ کار ہی نہیں ہوتا۔ اور اکثر موقعوں پر ترکیب فارسی حاصل شعر سمجھی جاتی ہے۔ فارسی ترکیب کی خوبیاں اور صرف اضافات کی دلفریبیاں وہی حضرات خوب سمجھ سکتے ہیں۔ کہ جن کا دائرہ علم وسیع ہے اور وہ محل استعمال کو ذہن نشین کر چکے ہیں۔ ترکیب فارسی طویل مفہوم کو مختصر الفاظ میں ادا کرتی ہے۔ اور تذکیر و تانیث کی پیچیدگیوں سے نکال کر شاعر کو منزل مقصود تک پہنچا دیتی ہے۔ نادر ترکیب ایسا کنایہ پیدا کرتی ہے۔ کہ جس سے شعر کے مفہوم میں اور وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ فارسی ترکیب پست خیال کو اعلےٰ لباس پہنا کر اہل نظر کے سامنے پیش کرتی ہے۔ مثالاً ذیل کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

درد منت کش دوا نہ ہوا　　　میں نہ اچھا ہوا بُرا نہ ہوا

بوئے گل نالۂ دل دودِ چراغ محفل　　　جو تری بزم سے نکلا وہ پریشاں نکلا

عرضِ نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا　　　جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ　　　ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

اکثر موقعوں پر ردیف و قافیہ کے اختلاف سے بعض قافیہ قابلِ ترک ہو جاتا ہے مگر ترکیب فارسی اس مشکل کو آسان کر دیتی ہے۔ مذکورۂ ذیل شعر ملاحظہ ہو۔

افسوس اک اسیرِ قفس کی تمام عمر　　　وقفِ نظر شناسی صیاد ہو گئی

ظاہر ہے کہ اس موقع پر ردیف مونث اور قافیہ مذکر واقع ہوا تھا۔ اگر ترکیب فارسی استعمال نہ کی جاتی نظم شعر کے لئے کوئی چارۂ کار نہ تھا۔

ابتداً غزل کے معنی عورتوں سے ہمکلام ہونا مسلّم تھے۔ ازاں بعد یہ تبدیلِ مذاق با یار سخن گفتن قرار پائے مگر اب مہذب مذاق اس امر کا محرک ہے۔ کہ پیرایۂ بیان میں بوالہوسی اور ابتذال سے اجتناب برتا جائے گو اُردو شعرا نے بھی فارسی تتبع سے معشوق کو بحالت تذکیر مخاطب کیا ہے۔ ایسی حالت میں معشوق کے گیسوئے دراز کا یا کاکلِ خمدار کا وجود ممکنات سے ہے۔ لیکن یہ امر قطعی محال ہے۔ کہ وہ معشوق جس کو بالتذکیر مخاطب کیا جائے۔ اور اُس کا اُٹھتا ہوا جوبن بھی موجود ہو۔

شاعر کے دماغ میں موزوں گوئی کا مادہ فطرتاً پیدا ہوتا ہے۔ یہ جوہر اکتسابی نہیں ہے۔ لیکن عیوب سے پاک ہونے کے لئے فن دانی کی ضرورت ہے۔ شکوہ الفاظ اور اعلےٰ خیال موزوں کرنے کے لئے علمی قابلیت درکار ہے۔ سلاستِ بیان اور دلکش تراکیب کا حسن شاعر کی مشق پر منحصر ہے۔ مگر دلکش جذبات اور ان جذبات میں اثر اس وقت

تک نہیں پیدا ہو سکتا۔ جب تک کہ اس کے قلب میں تعشق کا مادہ نہ ہو۔ قدرت کے کرشمے اور حسن کی دل آویزیوں کا احساس بغیر لذت چشیدہ قلب کے غیر ممکن ہے۔

عموماً جملہ اصناف شعر اور خصوصاً تغزل میں شاعر کے لئے ترنم اور موسیقیت کی بھی اشد ضرورت ہے موسیقت ایک ایسا آلہ ہے کہ جس سے کلام کی فصاحت و سلاست کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ موسیقیت موزونیت کلام کو بخوبی پرکھ لیتی ہے۔ موسیقیت ہی ایسی قوت ہے کہ جو کلام میں اثر کی روح پھونک دیتی ہے۔

مجھ کو بعض اہل الرائے کے اس خیال سے اتفاق ہے۔ کہ محض تغزل کو موضوع شعر نہ قرار دیا جائے۔ رنگ تغزل محض تفنن طبع اور خصوصاً شاعر کے لئے جوش افزا ہے۔ فی زماننا اس امر کی ضرورت ہے کہ ہمارے جذبات میں ہیجان پیدا کیا جائے۔ اور ہماری افسردہ طبیعتوں میں شگفتگی کی روح اور قوم کے مُردہ دلوں میں ترقی کا جوش پیدا کیا جائے۔ پست ہمتوں کو عالی ہمت اور سوتوں کو بیدار کیا جائے۔ (باقی دارد)

آئندہ قسط میں موجودہ دور کے ممتاز غزل گو شعرا کے خصوصیات کلام پر خیالات کا اظہار کرنے کے بعد محاسن کلام معائب معہ انتخاب کلام پیش کیا جائیگا۔ ناظرین شوق سے انتظار فرمائیں ؎

سُوٹ کی برکتیں

اے سُوٹ تو نے انگرکھوں کو کھا کے چھوڑا — پوشاکِ مشرقی کا خاکہ اُڑا کے چھوڑا

شلوار تجھ سے ترساں اور دھوتیاں ہیں لرزاں — جُوتے کا نام تو نے آخر مٹا کے چھوڑا

جو کل تھی آج چھینی۔ پگڑی کی لاج چھینی — دوپلی ٹوپیوں کو نیچا دکھا کے چھوڑا

کیا پنڈتوں کی دھوتی۔ کیا مولوی کا جُبّہ — فیشن کی بھینٹ سب کو تو نے چڑھا کے چھوڑا

جس تن پہ تن کے بیٹھا تہذیب اپنی لے کر — اچکن سی چُست شے کو دل سے بُھلا کے چھوڑا

ڈاڑھی غریب کا بھی تو نے کیا صفایا — اور مُونچھ کی جڑوں پر "ریزر" چلا کے چھوڑا

ہے ذکر تیرا رنگیں اور شکل تیری دلکش — صاحب کے نوکروں کو صاحب بنا کے چھوڑا

اِک دسترس سے تیری کُرتا بچا ہُوا تھا
اس پر بھی تو نے آخر کالر لگا کے چھوڑا

(اقتباس)

زیادت فی الکلام

(از جناب حکیم عیش امروہوی)

بول چال کی اصطلاح اور جس طرز کلام پر اس کا اطلاق ہوتا ہے وہ بوضوح بیان ہو چکا۔ اور یہ بات بھی کہ بول چال میں جو زائد کلمہ آتا ہے وہ قابل اعتراض نہیں ہوتا بلکہ اسے زینت کلام کے لئے مانا جاتا ہے بسبب اہل السنہ کا اس پر اتفاق ہے۔

اردو زبان میں جو اس طرح کے زائد کلمات ہیں۔ ان تمام کا استقصا تو نہیں کیا گیا۔ البتہ ان کی ایک مختصر فہرست یہاں دی جاتی ہے۔ جس سے ان کی شناخت ہو جائے گی۔

"اس طرح سے" اس میں سے زائد ہے اور تمام فصحا کی زبانوں سے اس طرح ادا ہوتا رہا ہے۔

آسمان پر سے۔ چھت پر سے۔ سر پر سے وغیرہ بھی بول چال ہے۔ یہ زائد پر زینت کلام کے لئے ہے۔

داغ ؎ ہمسری تجھ سے کرے گر آسماں صدقے کر ڈالیں ترے سر پر سے ہم

داغ ؎ نالہ کرنا تو قیامت تھا کہ پہلی آہ میں آسمان پر سے [illegible] کی پکار آنے کو ہے

بول چال میں جو اسما و حروف زائد آتے ہیں اور فصحا کی زبانوں پر چڑھے ہوئے ہیں۔ اور برائے زینت کلام ہیں۔ ان کی اور مثالیں ملاحظہ فرمایئے۔

غالب ؎ کچھ تو جاڑے میں چاہئے آخر تا نہ دے بادِ زمہریر آزار

یہ آخر زائد برائے زینت کلام ہے۔

امیر مینائی ؎ موجود آ کے وصل میں بھی تو حیا ہوئی اِک جان کا عذاب ہوئی شرم کیا ہوئی

یہ اِک برائے زینت کلام ہے۔

داغ ؎ ہوئی ہے ہمتِ عالی مری معراج کی طالب میسر ہو طواف اے کاش مجھ کو تیرے مرقد کا

جھک کے ملتے نگاہ بت ہم سے ✣ ✣ ✣ اے تری شان کبریائی کی

نوٹ۔ دوسرا اے ندائیہ بھی ہو سکتا ہے جس کا منادیٰ محذوف ہے یعنے اے خدا اس حالت یہ مفید معنے ہوگا۔

داغ ؎ سنتے ہی داغ کل وہ آئے تھے یارے اب تو سلوک باہم ہے

یارے برائے زینت کلام ہے۔

امیر مینائی ؎ ازل سے ہے یاں تیرہ بختی امیر	بھلا ہم کو کیا آزمائے گی رات

اس جگہ پر۔ اس جا پہ۔ یہیں پر۔ کہیں پر۔ وہیں پر۔ یہاں پر۔ وہاں پر۔ یہ بھی بول چال میں فصحا کی زبانوں پر ہے۔ اس لئے برائے زینت کلام ہے۔

آرزو ؎ گویا ہے عین جامہ دری یہ رفوگری	جوڑے کہاں پہ جاتے ہیں پُرزے کہاں کہاں

آرزو لکھنوی ؎ پانی کا رنگ آتش غم سے بگڑ گیا	جو اشک جس جگہ پہ گرا داغ پڑ گیا

عزیز ؎ وہ سرزمین جہاں پر مزار ہے میرا	اُدھر سے اب کوئی درد آشنا نہیں جاتا

جلال ؎ تہ و بالا کیا کچھ ان کو ایسا بے قراری نے	جگر کی جا پہ دل پایا جہاں دل تھا جگر پایا

یہ پر برائے تزیین کلام ہے اور بول چال میں فصحا کی زبان پر ہے

تو۔ بھی زائد برائے زینت کلام آتا ہے۔

فقرہ لکھتے لکھتے تھک گئے اب تو آگے نہیں لکھا جاتا۔

فقرہ۔ واہ تم تو خوب آئے (دیکھو تو۔ سنو تو۔ ٹھہرو تو میں تاکید کا فائدہ دیتا ہے)۔

فقرہ۔ میں تو آتا تھا اُس نے روک لیا۔ ان دو فقروں میں زائد برائے زینت کلام ہے۔

آرزو لکھنوی ؎ عہد وفا کا آرزو اور تیرِ آسمان پیر	اس کی تو کم سنی تھی خیر آپ کا تو شباب تھا

خیر زائد برائے زینت کلام ہے۔

؎ خیر سے یہ بھی تو نہیں معلوم	کہ الف کیا ہے اور بے کیا ہے

محسن کاکوری ؎ چھوٹا سا فرس فرشتہ ہیکل	کھیت اِس کا بہشت خلد جنگل

سا زائد ہے اور کلام میں زینت کا باعث ہے۔

میر حسن ؎ سخاوت یہ ادنیٰ سی اُس بُت کی ہے	کہ اِک دن دوشالے دیئے سات سے

ادنیٰ سی میں سی برائے زینت کلام ہے۔

ع دھو رکھیں اپنے مُنہ کو ذرا چشم تر سے آپ

ذرا بھی زائد برائے زینت کلام بول چال میں آتا ہے۔

ناسخ ؎ یونہی ہے مدتوں سے حسینوں کا دَور دَور	کچھ آج سے زمانے میں دورِ قمر نہیں

کچھ بھی زائد برائے زینت کلام آیا کرتا ہے۔

؎ نہ ہُوا آج کو یہاں حاتم	دیکھتا آپ کی سخاوت کو

یہ کو زائد برائے زینت کلام ہے۔ اور اس کا یہ استعمال فصیح سمجھا جاتا ہے۔

فقرہ - اگر آج دان دہیز (دان جہیز بھی بولتے ہیں مگر فصیح دان دہیز ہے) میں اپنی حیثیت سے کچھ بھی کمی کرو تو کل کو تمہیں لوگ نکو بناؤ گے۔

یہ کو ظرف زماں میں سے آج اور کل کے ساتھ آتا ہے۔

دوسرا کو ظرف مکان کے ساتھ آتا ہے۔ اور زبان زد فصحا ہے۔

جلال لکھنوی ؎ ہر ایک بزم میں ہنگامہ خوبرویوں کا | ہر ایک سمت کو ہیں ہوشیانِ زہرہ جبیں
جدھر نگاہ گئی مجمع بتاں دیکھا | جدھر کو آنکھ اُٹھی پائے شاہدان حسیں
کسی طرف کو ہیں سرگرم رقص لولی قاص | کہ چونک پڑتے ہیں رہ رہ کے خفتگان زمیں

نوٹ بعض اسمائے ظرف جب مفعول ہوتے ہیں تو علامت مفعول ضرور آتی ہے۔ جیسے رات کو خواب دیکھا دن کو سویا۔

البتہ جب فعل مرکب ہو تو باستثنا لفظ دن کو کا حذف بہتر ہے۔

منتہی شاگرد آتش ؎ شب دیکھ لیا صبح قیامت کا تماشا | جس دم کہ نقاب بت ترسا کا کھلا بند

علیٰ ہذا علامت ظرف بھی فصحا لاتے ہیں۔ اور بہ ضرورت ترک بھی کر دیتے ہیں۔

داغ ؎ شمع پر سینک کے تکئے بھی بغل میں رکھے | گرم جب بھی تو شب ہجر میں پہلو نہ ہوا
کمال لکھنوی ؎ دل میرا تڑپ کر شب فرقت میں پکارا | بے جان ہوئے درد نہ جائے گا یہ ٹل کر
" ؎ لاکھ ڈھونڈھیں وہ شب وصل میں پہلوئے فراق | ان کے پہلو سے نہ ہوگا دل ناشاد الگ
" ؎ راستی بخت کی سیدھا اُسے کر دیتی ہے | وہ شب وصل میں جب ترچھی نظر کرتے ہیں
اشرف ؎ اخیر وقت تم آئے تو کیا ہوا اے یار | بشر ہی لیتے ہیں اس وقت میں بشر کی خبر

درمیان کے بعد بھی جو زائد ہے زینت کلام کے لئے آتا ہے۔

خواجہ وزیر ؎ زلف سے ہم اُلجھتے اے رخ یار | کیا کریں درمیان میں تو ہے

کہ بھی اُردو میں زائد آتا ہے۔ ؎ جبکہ ہونٹوں پہ اس کے دم آیا

منتہی شاگرد آتش ؎ اپنا بھی جن دنوں میں کہ عہد شباب تھا | جاتے تھے بزم یار میں نواب کی طرح
" ؎ شب دیکھ لیا صبح قیامت کا تماشا | جس دم کہ نقاب بت ترسا کا کھلا بند
آرزو لکھنوی ؎ تھک کر چمن میں بلبل جب سے کہ چپ ہوئی ہے | کلیاں چٹک چٹک کر باتیں بنا رہی ہیں
عزیز " ؎ ایسے سے کیا اُمید تسلی کی ہو بھلا | ہنستا ہو جو کہ گریۂ بے اختیار پر
ناسخ ؎ ناسخ کہیں جلد آ کے کہے قاصد جاناں | خط لیجئے دلوائیے انعام ہمارا

کہیں زائد برائے زینت کلام ہے۔

غالب ؎ تو وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے ننگ و نام ہے یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں
آتش ؎ تمام رات ہوئی کر گیا کنارا چاند لو اترو بام سے تم جیتے اور ہارا چاند
داغ ؎ ٹھکرا کے میرے سر کو وہ کہتے ہیں ناز سے لو اپنے مفت سجدے مرے آستاں کے ہیں
ناسخ ؎ آج سے وحشت فزوں ہر روز ہے تے مبارک ہو دلا نو روز ہے
منتہی شاگرد آتش ؎ کھلتا نہیں کون آ کے بیاباں میں یہ رویا اِک تختہ ہے پانی کا اِدھر سے جو اُدھر تک

پہلے مصرع میں یہ زائد برائے زینت کلام ہے۔

روزمرّہ

روزمرّہ ارکان زبان میں پانچواں رکن ہے۔

تعریف۔ روزمرّہ وہ کلمہ یا کلام ہے جو ایک مخصوص لہجے سے ادا کیا جاتا ہے۔

(ا) کبھی روزمرّہ کے معنے ادا کرنے میں بشرہ و اعضا کی حرکات بھی شامل ہوتی ہیں۔

(ب) تکرار بھی روزمرّہ ہی کی قسم سے ہے۔

(ج) جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ میں خبر و فعل کا محذوف رکھنا بھی روزمرّہ ہی کی پہچان ہے۔

(د) روزمرّہ میں لہجہ ہی سے مثبت بمعنے منفی ہو جاتا ہے۔ طنزیہ لہجہ میں۔ اچھے لفظ کے معنے بُرے بن جاتے ہیں

(ہ) روزمرّہ میں تعقید کلام جو عیب ہے وہ حسن و خوبی بن جاتی ہے۔

یہ امور پنجگانہ روزمرّہ کی پہچان ہیں ۔ سب کی مثالوں سے روزمرّہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیگا۔

(ا) فقرہ۔ اے یہ کیا چیز خراب کر رہا ہے۔ رہ تو سہی!

رہ تو سہی دھمکی ہے اور اس کے ادا کرنے کے لہجہ کے علاوہ بُشرے اور اعضاء کی حرکات بھی شامل ہو جاتی ہیں۔ اوپر کے نصف جسم کو جُھکاتے ہوئے جھٹکا دیتے ہیں۔

داغ ؎ اُلفت جتائیے تو غلط جھوٹ نادرست دل مانگیے تو کہتے ہیں کیسا؟ کدھر؟ کہاں!

اوّل مصرع میں تکرار معنوی ہے یہ بھی روزمرّہ ہے۔ اور دوسرے میں کیسا۔ کدھر کہاں روزمرّہ ہے۔

(ب) معنوی تکرار کی مثال گذر چکی۔ لفظی کی ؎ اپنی خوبی کی جب سنی تعریف بولے کیا خوب! یہ بھی خوب ہی

(ج) فقرہ۔ آپ نے اُسے ملاحظہ فرمایا؟ کچھ اچھا ہے؟ جواب کیا کچھ اچھا اور کیسا کچھ اچھا۔ واہ واسبحان اللہ۔
جواب میں خبر (ہے) محذوف ہے۔ فقرہ اچھا حضرت کدھر! یعنے کدھر جاتے ہو۔

آرزو ؎ کھو دیا لطف زندگانی کا صبر دل پر مری جوانی کا
یعنے میری جوانی کا صبر دل پر پڑے۔

نوح ناروی ؎ جس سے دُنیا میں بقائے ابدی حاصل ہو وہ قضا اچھی وہ موت اچھی وہ مرنا اچھا
یعنے وہ قضا اچھی ہے وہ موت اچھی ہے وہ مرنا اچھا ہے۔
(د) ؎ بڑے متقی ہیں بڑے پارسا ہیں ریاض آپ کو کچھ ہمیں جانتے ہیں
یعنے متقی بھی نہیں ہیں محض بنتے ہیں در پردہ جو آپ کے کوتک ہیں۔ وہ ہمیں معلوم ہیں۔ اثبات سے نفی کے معنے نکل رہے ہیں۔
یہی طنز و تشنیع کا لہجہ ہے۔ جس سے اچھے لفظ کے معنے بُرے بن جاتے ہیں۔ بڑے حضرت ہیں۔ بڑے اُستاد ہیں یعنے برائی میں بڑا مرتبہ رکھتے ہیں۔
داغ ؎ وہ کترا کر چلے ہیں میکدے سے حضرت زاہد بڑے مرشد ہیں ہاتھوں ہاتھ لانا انکو یاروں میں
بیخود دہلوی ؎ قد بھی کم۔ عمر بھی کم۔ مشق ستم اور بھی کم کر چکے قتل مجھے۔ جائیے گھر۔ دیکھ لیا
کر چکے قتل مجھے۔ یعنے قتل کرنا چاہا اور نہیں کر سکے۔ مثبت سے منفی کے معنے پیدا ہو گئے۔
(ہ) داغ ؎ ہمارے ہاتھ سے دامن بچا کر ارے بیداد گر جاتا کہاں ہے
جاتا کہاں ہے۔ کلام معقد ہے مگر روزمرہ ہونے کی وجہ سے اس میں تعقید ہی حسن و خوبی ہے۔
عبارت۔ شاباش! کیا کہنا ہے تیرا۔ وہ تو ایک ہی اوچھڑ میں بول گیا چیں۔ دم تو بہت بتاتے تھے اس میں پانی میں آکے کہاں گیا وہ دم
روزمرہ کی تعریف بوضوح عرض کردی گئی۔ روزمرہ میں بھی جو کلمہ زائد ہوتا ہے وہ زینت کلام سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً
غالب ع آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی۔ (نہ زائد اور داخل زبان ہے)
فقرہ۔ آؤ۔ جانے بھی دو بھی زائد زینت کلام ہے۔
غالب ؎ ہم پیشہ و ہم مذہب و ہمراز ہے میرا غالب کو برا کیوں کہو۔ اچھا مرے آگے
قلق ؎ یہی وعدہ تھا کیوں یہی اقرار خیر سمجھوں گی اچھا او ر مراد
ع اُس بُت کی گلی پھر نہ جانا اچھا! تینوں جگہ اچھا زائد برائے زینت کلام ہے۔
منتہی شاگرد آتش ؎ حسب دلخواہ تجھے دولت وصلت ملتی منتہی ہاں جو مقدر مرا یاور ہوتا
ع ارے بیداد گر جاتا کہاں ہے۔
انجم لکھنوی ؎ اسے تو سہی قرار انہیں بھی نہ آئے اب وہ بھی تڑپ نہ جائیں تو درد جگر نہیں
جلیل ؎ یہ رات ہے وصل کی مری جاں بھرے ہیں دل میں ہزاروں ارماں
نہیں نہ نکلے زباں سے ہاں ہاں۔ ارے یہ موقع نہیں۔ نہیں کا (باقی باقی)

فلسفی اور شاعر

(ایک دلچسپ مکالمہ)

فلسفی

میری تعلیم ہے تفسیرِ بہائے ہستی
ناخنِ عقل مرا عقدہ کشائے ہستی

فلسفے میں مرے پنہاں ہے جہانِ حکمت
جس کا ہر لفظ خرد پرور و جانِ حکمت

ذرۂ خاک مرا مہرِ درخشانِ شعور
بزمِ افلاک مری وسعتِ دامانِ شعور

"تجربے" خاص ہیں "افکار" ہیں گہرے میرے
"نظریے" بھی ہیں زمانے سے نرالے میرے

ارتقا اوجِ تمدن کا ہیں تنہا حامی
پئے انساں ہے تباہی مری ہر ناکامی

"انکشافات" مرے وِردِ زبانِ عالم
پیکرِ حسنِ عمل، رُوح و روانِ عالم

سازِ تحقیق مرا انجمن آرائے علوم
فرد ہو کر بھی مری ذات ہے دنیائے علوم

شاعر

تو ہے ہر بات میں پابندِ قیاس آرائی
نطقِ قدرت سے ہم آہنگ مری "گویائی"

میرا پیغام پُر از کیف و نوا سازِ حیات
میرے "جذبات" ہیں گنجینۂ اسرار و نکات

دیکھتا رہتا ہوں میں حسنِ ازل کا جلوا
تیری آنکھیں ہیں فقط محوِ طلسمِ دُنیا

لطف اندوز حقائق سے ہے فطرت میری — مگر ہی تجھ کو سکھاتی ہے ذکاوت تیری

عقل کے دائرے میں رہ کے تو سرگرداں ہے — میں ہوں آزاد تو بیدادکشِ زنداں ہے

فکر کوتاہ تری اور نظر بھی سطحی — ہے مری طبعِ رسا دونو جہاں پر حاوی

دلِ مخمور مرا حاصلِ خمخانۂ عشق — اور تو بے خبرِ لذتِ پیمانۂ عشق

تیرا ادراک ہے ناقص مرا احساس لطیف — زورِ گفتار میں میں کوہ ہوں تو کاہِ نحیف

عاشقِ قوم ہے تو اور میں غمخوارِ جہاں — وقف ہے عام اخوت کے لئے میری زباں"

دہر کے حق میں زباں تیری سیہ مستی ہے — راحت و امن کا معیار مری ہستی ہے

تازگی غنچۂ دل کی ہے تبسم میرا
رُوح کو وجد میں لاتا ہے ترنم میرا

محمود حسن رحمت

حسنِ تغزل

(منشی عبدالحمید صاحب حمید ایچ پی - ایچ پی یو - او - ٹی ایم - بی ہائی سکول جنڈیالہ ضلع امرتسر)

اب کوئی دم کا ہے مہماں ترا بیمارِ فراق — راس اُس کو نہ دوائیں نہ دعائیں آئیں

تیرے مجنوں نے جو زندانِ عناصر چھوڑا — در و دیوار سے ماتم کی صدائیں آئیں

نخلِ ماتم ہوں چمن زارِ زمانہ میں حمید
بجلیاں مجھ پہ گرانے کو گھٹائیں آئیں

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور دنیا کا ایک بہترین رسالہ ہے

(از جناب علامۂ عصر مولٰنا محمدؐ حبیب السبحان صاحب صابر الہ آبادی)

تاریخ ۲۳ مئی ۱۹۳۳ء کو زیر صدارت استاذی حضرت خدائے سخن عروضی کامل الفن صابر الہ آبادی شہر شکر کے ادیب اُردو کا مشاعرہ منعقد ہوا جس میں شہر کے اساتذہ اور معززین اصحاب نے کثرت سے شرکت فرما کر مشاعرہ کو کامیاب بنایا۔ اُن کا شکریہ

مشاعرہ شروع ہونے کے قبل اُستاذی حضرت خدائے سخن مدظلہٗ نے پہلوان سخن بابو مرتضےٰ حسین صاحب دعا کو فصیح الشعرا۔ اور جناب تاج الشعرا ناخدائے سخن نوح ناروی کو معراج الکلام اور حضرت غنی محمد صاحب غنی کو برق مضطر کے خطابات جو عطا فرمائے تھے وہ سندیں سنائی گئیں۔ اُس پر اہالیان جلسہ نے ممدوح کا شکریہ اور ہر سہ صاحبان کو مبارک باد پیش کی۔ ساتھ ہی ساتھ شہر کے جو اور قابل شعراء ہیں اُنکو خطابات عطا فرمائے جانے کے لئے اُستاذی حضرت خدائے سخن صابر صاحب سے استدعا کی گئی۔

پھر حضرت صدر نے اعلان فرمایا کہ رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور دنیا کا سب سے بڑا اور بہترین رسالہ بسرپرستی حضرت نوح ناروی بڑی آب و تاب سے شائع ہوتا ہے۔ اب اُس میں عروضی مضامین بھی شائع ہونے لگے ہیں۔ نیز گوالیار کے مشاعروں کی غزلیں بھی آئندہ شائع ہوا کرینگی۔ اس لئے شعراء و سامعین اُس کو طلب فرما کر لطف اندوز ہوں۔ یہ رسالہ اساتذہ کی اتالیقی اور نومشق شعراء کو سبق دینے کا آئندہ فخر حاصل کریگا۔

ازاں بعد مشاعرہ شروع ہوا۔ جو ڈیڑھ دو بجے رات تک قائم رہ کر نہایت صبر و سکون و کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔

اہالیان جلسہ نے بعد ختم مشاعرہ حضرت اُستاذی خدائے سخن صابر صاحب مدظلہٗ کو موجودہ خطابات کے علاوہ رستم الشعرا کا خطاب تجویز کرکے اعلان کیا۔ ممدوح نے الفاظ شکریہ پیش کئے۔

لہٰذا اُسی مشاعرہ کا انتخاب واسطے دلچسپی ناظرین رسالہ ذیل میں پیش ہے۔

مصرع طرح: ذوقِ نظر کو محوِ تماشہ نہ کیجئے

سخاوت خانصاحب سخا

تلمیذ حضرت مضطر خیرآبادی

کہتا ہے کون آپ سے پردہ نہ کیجئے — پردہ تو کیجئے مگر اتنا نہ کیجئے

عبد الواحد صاحب وفاؔ

وہ مجھ سے پوچھتے ہیں مرا ماجرائے دل کیا کیا بیان کیجئے کیا کیا نہ کیجئے

منوہر لال صاحب وفاؔ

ذکر بہار و بادہ و مینا نہ کیجئے بھولی ہوئی سی یاد ہے تازہ نہ کیجئے
کیوں سجدہ سوئے کعبہ و بت خانہ کیجئے جلوے جبینِ شوق میں پیدا نہ کیجئے

انعام الرحمٰن صاحب انعامؔ

تلمیذ تاج الشعرا فصیح العصر ناخدائے سخن معراج الکلام حضرت نوحؔ ناروی

آنکھوں میں سوزِ عشق سے آجائے دم مگر احسانِ چارہ ساز گوارا نہ کیجئے

اکبر علی صاحب فرحتؔ

جس طرح اِک نظر سے مجھے کردیا تباہ اب یوں کسی غریب کو دیکھا نہ کیجئے

جمیل احمد صاحب اخترؔ

رباعی

دُنیا والوں کی جا و بیجا کیسی دشمن ہوں جو اپنے اُنکی پروا کیسی
دُنیا ہمیں کہتی ہے بُرا ہم اسکو بتلاؤ کہ ہم کیسے ہیں دُنیا کیسی

جناب منشی جان محمدؐ صاحب انورؔ

تلمیذ جناب تاج الشعرا فصیح العصر ناخدائے سخن معراج الکلام حضرت نوحؔ ناروی

سچ یہ ہے میں نے ہجر میں مرمر کے صبح کی آپ اعتبار کیجئے اب یا نہ کیجئے
یہ کیا کہ آئے خواب میں آکر چلے گئے آنا اگر یہی ہے تو آیا نہ کیجئے
اب وقتِ نزع جایئے مجھ کو نہ چھوڑکر ساحل پر آکے مجھ سے کنارا نہ کیجئے
رکھ دیجئے حرم میں بھی کوئی شبیہِ ناز پھر امتیاز کعبہ و بُت خانہ کیجئے
ہو لطف میں خدا سے ہوں محشر میں دادخواہ وہ مجھ سے یہ کہیں نہیں ایسا نہ کیجئے

خلیل احمد صاحب ہاشمی

تلمیذ تاج الشعرا فصیح العصر ناخدائے سخن معراج الکلام حضرت نوحؔ ناروی

ہر دم یہ مشقِ جور گوارا نہ کیجئے لکھ لکھ کے میرا نام مٹایا نہ کیجئے

افتخار حسین صاحب فخرؔ

آنسو بہا کے رازِ دل افشا نہ کیجئے اِس طرح خشک نخلِ تمنا نہ کیجئے

ولی اللہ صاحب ولیؔ

تلمیذ حضرت ناخدائے سخن نوحؔ ناروی بالقابہ

ہر ایک کو کلیم ہی سمجھا نہ کیجئے — پردہ اُلٹ کے سامنے آیا نہ کیجئے

فیاض الدین خانصاحب فیاضؔ

تلمیذ تاج الشعرا فصیح العصر ناخدائے سخن معراج الکلام حضرت نوحؔ ناروی

یوں احترامِ جلوۂ جانانہ کیجئے — جب کوئی دیکھتا ہو تو دیکھا نہ کیجئے

میں عرضِ شوق کرکے پشیماں ہوں آپ ہی — چُپ رہ کر آپ بات بڑھایا نہ کیجئے

جناب حافظ غنی محمد صاحب برق مضطر حضرت غنیؔ گوالیاری

تلمیذ افتخار الشعرا سید افتخار حسین صاحب مضطرؔ

کہتے ہیں ہم کو دیکھئے دیکھا نہ کیجئے — ذوقِ نظر کو محوِ تماشا نہ کیجئے

خوابیدگانِ گور میں محشر بپا نہ ہو — مشقِ خرامِ ناز خدارا نہ کیجئے

ہر ایک پھول باغ ہے ہر ایک خار دشت — سادہ نظر سے دیکھئے۔ دیکھا نہ کیجئے

تاریکیوں کو خانۂ دل سے نکال کر — شمعِ تجلیات کا کاشانہ کیجئے

کہتا ہے داغِ دل کہ میں کام آؤنگا کبھی — روشن چراغ ہوں مجھے ٹھنڈا نہ کیجئے

جناب قاضی ریاض الدین صاحب ریاضؔ جیوری

تلمیذ تاج الشعرا فصیح العصر ناخدائے سخن معراج الکلام حضرت نوحؔ ناروی

یوں بے رُخی سے خونِ تمنا نہ کیجئے — ایسا غضب نہ ڈھائیے ایسا نہ کیجئے

یوں اپنے امتیاز کو رُسوا نہ کیجئے — دشمن کو دیکھ کر مجھے دیکھا نہ کیجئے

جناب بابو محمد مرتضےٰ حسین صاحب پہلوانِ سخن فصیح الشعرا متخلص دعاؔ

تلمیذ تاج الشعراء فصیح العصر ناخدائے سخن معراج الکلام حضرت نوحؔ ناروی

ہے جاذبِ نگاہ تو پردہ ہی آپ کا — پردہ کا ہے خیال تو پردہ نہ کیجئے

میں قابلِ سزا سہی دل تو ہے بےخطا — دل کا خیال کیجئے میرا نہ کیجئے

اب آپ بے نیاز بھی ہیں بےمثال بھی — مخصوص طُور جلوۂ زیبا نہ کیجئے

گھبرا کے اپنی جان نہ دیدے کوئی غریب — بیتاب کیجئے مگر اتنا نہ کیجئے

جناب جاں نثار حسین صاحب اختر صاحبزادہ اعتبار الملک افتخار الشعراء سید افتخار حسین صاحب مضطر خیرآبادی مرحوم

کیا وحدتِ جمال کا قائل نہیں ہے دل　　کیوں کثرتِ خیال گوارا نہ کیجئے
افسانۂ نگاہ یہ عنوانِ دل سہی　　تمہیدِ اضطراب گوارا نہ کیجئے

از قلم حضرت صابر محقق علامۂ عصر

مجبی .... من　　بعد سلام نگارش خدمت ہوں کہ آپ نے حضرت غالب کے اس شعر کی تقطیع دریافت فرمائی ہے۔ شعر

آکہ مری جان کو قرار نہیں ہے　　طاقتِ بیداد انتظار نہیں ہے

الجواب۔ یہ شعر بحر منسرح مثمنہ عروض وضرب اصلم محذوف مطوی = مفتعلن فاعلات مفتعلن فع + دو بار سے معلوم ہوتا ہے جس کی تقطیع حسب ذیل ہے۔

آ اک مری مفتعلن جان کو ق فاعلاتُ را ر نہی مفتعلن ہے فع
طاقتِ بے مفتعلن داد انتِ فاعلاتُ ظار نہی مفتعلن ہے فع

اکثر لوگ اِس کے عروض وضرب کو منحور کہتے ہیں۔ چونکہ محقق طوسی علیہ الرحمتہ کے عمل سے اِس کا مجموعہ اصلم وحذف ہے۔ کیا معنی کہ رُکن کے آخر میں وتد مفروق آتا ہے۔ اُس کو نیز بقیہ رکن کے ایک سبب خفیف آخرہ کو گرا دیتا ہے۔ .... اور حضرت سیفی اِسکو جدع اور کشف کا مجموعہ قرار دیتے ہیں گو انہوں نے اس کی تشریح نہیں کی۔ مگر اُن کے عمل سے یہی بات پیدا ہوتی ہے .... مگر یہ عمل رُکن میں ترتیب وار نہیں چل سکتا۔ اور محقق کا عمل چلانے میں کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔ .....

علاوہ ازیں حضرت سیفی دو سبب خفیف اور اس کان تائے مفعولات بلا وقف کا نام جدع اور حرف ہفتم۔ آخرہ وتد مفروق کے اسقاط کا نام کشف بتاتے ہیں .... بایں صورت اجتماع نقیضین لاحق ہوتا ہے۔ ..... یعنی کشف کا عمل حرف ساکن پر کیونکر چل سکتا ہے۔

پس ایسی صورت میں جبکہ یہ عمل یہاں نہیں چل سکتا تو اُن کے اجتماع نحر کا نام بھی غلط ہو گیا۔ بدیں سبب میں عمل محقق کو بہر صورت ترجیح دیتا ہوں اور انہیں کے اقوال پر اس کی تقطیع کا فتوے دیتا ہوں۔

ماخوذ از مباحثات صابری صفحہ ۸۵۔ جلد اول

کلامِ مضطر نعمانی

(اشعر الشعراء حضرت مضطر نعمانی شاہجہانپوری۔ ایچ۔ پی فاضل ادب)

اے جنوں! دل کی حقیقت کو نمایاں کر دے　　ایک قطرے سے بپا شورشِ طوفاں کر دے

خواہشِ حسن ہے مستورِ نظر ہو جانا　　شوق کا ہے یہ تقاضا اُسے عُریاں کر دے

وسعتِ دل میں اُڑا کرتی ہے خاکِ حسرت　　اب مقابل میں کوئی اِسکے بیاباں کر دے

ہوں وہ وارفتۂ الفت کہ مرا جوشِ جنوں　　متقاضی ہے شکستہ درِ زنداں کر دے

دیکھنا مجھ کو بھی ہے ذرّہ نوازی تیری　　جتنا چاہے مجھے آلودۂ عصیاں کر دے

فرطِ حیرت سے ہوں بیگانۂ حاصل پھر بھی　　شوق کہتا ہے کہ پورا کوئی ارماں کر دے

ذرّہ ذرّہ ترے کوچہ کا ہے وہ ہوش رُبا　　"جو" گذر جائے اِدھر سے اُسے حیراں کر دے

بے کسی کا یہ تقاضا ہے کہ اپنی ہستی　　صورتِ شمع سرِ گورِ غریباں کر دے

یوں تو رُوداد محبّت کی ہے تفصیل دراز　　میری تصویر کوئی شاملِ عنواں کر دے

بات تو جب ہے کہ اعجازِ جنوں اے مضطر
سر کی گردش کے مقابل درِ جاناں کر دے

ٹریننگ کالج کی یاد

(سید حسن الزمان صاحب رضوی گورنمنٹ ٹریننگ سکول نجف گڑھ)

"جی نہیں - اب ٹریننگ کو بھلایا نہیں جاتا - اور افسر بھی اس امر کا خاص خیال رکھتے ہیں"

یہ کس کے الفاظ ہیں ؟ کون ؟ یہ تو میرا شاگرد شہاب الدین کسی سے باتیں کر رہا ہے - نہیں نہیں !! یہ تو میں نے کہیں اور بھی سُنے ہیں ؟ ہاں یاد آیا ! یہ الفاظ ۱۹۲۹ء میں سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور کی ڈارمیٹری ۴ میں ادا کئے گئے تھے - لیکن کس سلسلے میں ؟ خوب یاد آیا !! ہم قریب پندرہ بیس ایس اے وی اور بی ٹی طلباء یکجا بیٹھے اپنے اپنے مستقبل کا اندازہ لگا رہے تھے - کثرت رائے یہ تھی کہ ہماری یہاں کی یہ گاڑھی کمائی یعنی ٹریننگ بیکار جاتی ہے - نہ دقیانوسی مدرسین اس جدید طریقہ تعلیم کی قدر کرتے ہیں - اور نہ انسپکٹر صاحبان ہماری ان جان توڑ کوششوں کی داد دیتے ہیں - اور اس طرح پر سنٹرل ٹریننگ کالج کا لگایا ہُوا قیمتی نونہال پُرانے مدرسین اور انسپکٹر صاحبان کے ہاتھوں پالیدہ ہوکر بارآور ہونے نہیں پاتا - اور ہمیں مجبوراً اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے سینے کے گڑھوں میں دفن کردینا پڑتا ہے - میں بھی بیٹھا ہُوا اس مسئلے کے روشن و تاریک ہر دو پہلوؤں پر غور وخوض کر رہا تھا - اور اور ابھی کسی خاص نتیجہ پر پہنچنے نہیں پایا تھا - کہ یکایک مجھے کسی کے ان الفاظ نے کہ "جی ہاں - اب ٹریننگ کو بھلایا نہیں جاتا - اور افسر بھی اب اس کا خاص خیال رکھتے ہیں" بیدار کردیا - ان الفاظ نے میرے خیالات کے ہیجان کو یک قلم برطرف کردیا - اور میں پوری مستعدی کے ساتھ ان الفاظ کے ادا کرنے والے کا ہم خیال ہوگیا - اس دوران میں مختلف ومتعدد خیالات کا اظہار ہُوا - اور چونکہ ازاں جملہ چند خیالات کا اس جا ذکر خالی از مفاد نہ ہوگا - لہذا ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں -

ٹریننگ کالج یا نارمل سکول کی تعلیم وتربیت بجنسہ کافی ومکمل نہیں ہوتی - انکا کام تو محض اس حد تک ہوتا ہے - کہ وہ امیدواران کو راہِ راست دکھاویں - باقی رہا اس صحیح راستہ پر گامزن ہونا - یہ خود امیدواران کا کام ہوتا ہے - اور یہ کام درحقیقت اس وقت شروع ہوتا ہے جبکہ امیدواران ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد مختلف مدارس میں پوری تندہی سے اپنی جماعتوں کی تعلیم وتربیت میں مصروف ہوتے ہیں - تعلیم ایک بحرِ زخار ہے کہ جس کا کنارہ ظاہر نہیں - اور جس کی تہ تک پہنچنا امر محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے - تعلیم خواہ کسی قسم کی ہو - کسی وقت بھی مکمل نہیں کہلائی جاسکتی - خصوصاً ایک ٹریننگ کالج یا سکول کی تعلیم تو اور بھی زیادہ ناممکن اور ناکافی ہوتی ہے -

کلامِ مضطر نعمانی

(اشعر الشعراء حضرت مضطر نعمانی شاہجہانپوری۔ ایچ پی فاضل ادب)

اے جنوں! دل کی حقیقت کو نمایاں کردے ایک قطرے سے بپا شورشِ طوفاں کردے

خواہشِ حسن ہے مستورِ نظر ہو جانا شوق کا ہے یہ تقاضا اُسے عُریاں کردے

وسعتِ دل میں اُڑا کرتی ہے خاکِ حسرت اب مقابل میں کوئی اِسکے بیاباں کردے

ہوں وہ وارفتۂ الفت کہ مرا جوشِ جنوں متقاضی ہے شکستہ درِ زنداں کردے

دیکھنا مجھ کو بھی ہے ذرّہ نوازی تیری جتنا چاہے مجھے آلودۂ عصیاں کردے

فرطِ حیرت سے ہوں بیگانۂ حاصل پھر بھی شوق کہتا ہے کہ پورا کوئی ارماں کردے

ذرّہ ذرّہ ترے کوچہ کا ہے وہ ہوش رُبا "جو" گذر جائے اِدھر سے اُسے حیراں کردے

بے کسی کا یہ تقاضا ہے کہ اپنی ہستی صورتِ شمع سرِ گورِ غریباں کردے

یوں تو رُوداد محبّت کی ہے تفصیل دراز میری تصویر کوئی شاملِ عنواں کردے

بات تو جب ہے کہ اعجازِ جنوں اے مضطر
سر کی گردش کے مقابل درِ جاناں کردے

ٹریننگ کالج کی یاد

(سید حسن الزمان صاحب رضوی گورنمنٹ ٹریننگ سکول نجف گڑھ)

"جی نہیں - اب ٹریننگ کو بھلایا نہیں جاتا - اور افسر بھی اس امر کا خاص خیال رکھتے ہیں"۔
یہ کس کے الفاظ ہیں؟ کون؟ یہ تو میرا شاگرد شہاب الدین کسی سے باتیں کر رہا ہے - نہیں نہیں!! یہ تو میں نے کہیں اور بھی سُنے ہیں؟ ہاں یاد آیا! یہ الفاظ ۱۹۲۹ء میں سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور کی ڈارمیٹری ع۲ میں ادا کئے گئے تھے - لیکن کس سلسلے میں؟ خوب یاد آیا!! ہم قریب پندرہ بیس ایس اے وی اور بی ٹی طلباء یکجا بیٹھے اپنے اپنے مستقبل کا اندازہ لگا رہے تھے - کثرت رائے یہ تھی کہ ہماری یہاں کی یہ گاڑھی کمائی یعنی ٹریننگ بیکار جاتی ہے - نہ دقیانوسی مدرسین اس جدید طریقہ تعلیم کی قدر کرتے ہیں - اور نہ انسپکٹر صاحبان ہماری اِن جان توڑ کوششوں کی داد دیتے ہیں - اور اس طرح پر سنٹرل ٹریننگ کالج کا لگایا ہوا قیمتی نونہال پُرانے مدرسین اور انسپکٹر صاحبان کے ہاتھوں بالیدہ ہوکر بار آور ہونے نہیں پاتا - اور ہمیں مجبوراً اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے سینے کے گڑھوں میں دفن کر دینا پڑتا ہے - میں بھی بیٹھا ہوا اس مسئلے کے روشن و تاریک ہر دو پہلوؤں پر غور وخوض کر رہا تھا - اور ابھی کسی خاص نتیجہ پر پہنچنے نہیں پایا تھا - کہ یکایک مجھے کسی کے ان الفاظ نے کہ "جی ہاں - اب ٹریننگ کو بھلایا نہیں جاتا - اور افسر بھی اب اس کا خاص خیال رکھتے ہیں"۔ بیدار کر دیا - ان الفاظ نے میرے خیالات کے ہیجان کو یک قلم برطرف کر دیا - اور میں پوری مستعدی کے ساتھ ان الفاظ کے ادا کرنے والے کا ہم خیال ہو گیا - اس دوران میں مختلف و متعدد خیالات کا اظہار ہوا - اور چونکہ ازاں جملہ چند خیالات کا اس جا ذکر خالی از مفاد نہ ہوگا لہذا ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں -

ٹریننگ کالج یا نارمل سکول کی تعلیم و تربیت بجنسہٖ کافی و مکمل نہیں ہوتی - انکا کام تو محض اس حد تک ہوتا ہے - کہ وہ امیدواران کو راہِ راست دکھا دیں - باقی رہا اس صحیح راستہ پر گامزن ہونا - یہ خود امیدواران کا کام ہوتا ہے - اور یہ کام درحقیقت اس وقت شروع ہوتا ہے جبکہ امیدواران ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد مختلف مدارس میں پوری تندہی سے اپنی جماعتوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہوتے ہیں - تعلیم ایک بحرِ زخار ہے کہ جس کا کنارہ ظاہر نہیں - اور جس کی تہ تک پہنچنا امر محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے - تعلیم خواہ کسی قسم کی ہو - کسی وقت بھی مکمل نہیں کہلائی جا سکتی - خصوصاً ایک ٹریننگ کالج یا سکول کی تعلیم تو اور بھی زیادہ ناممکن اور ناکافی ہوتی ہے -

وجہ یہ ہے۔ کہ فنِ تعلیم کتابی چیز نہیں۔ جو خود پڑھ کر یا کسی دوسرے کی زبانی حاصل کر لی جائے۔ اس کا تعلق تجربہ سے ہے۔ اور اس کی ترقی اور تکمیل کا دارومدار مدرسین کے اپنے اپنے تجربات پر ہے۔ حاصل کردہ خیالات کو کمرۂ جماعت میں عملی جامہ پہنانے میں وہ وہ انکشافات ہوتے ہیں جو ہزار سال کی کتابی اور زبانی تعلیم سے میسّر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ ضروری ہوتا ہے۔ کہ ٹریننگ کالج یا سکول میں حاصل کردہ واقفیت اور تجربہ کو کمرۂ جماعت اور میدانِ کھیل وغیرہ مشاغل سے وسیع و مکمل کیا جائے۔ ورنہ نتیجہ بے سود ثابت ہوگا۔

چنانچہ اس وقت بھی چند مثالیں ایسی موجود ہیں جس میں نئے ٹرینڈ مدرسین نے اپنے راستے کی صعوبتوں کی تاب نہ لاتے ہوئے۔ راہِ راست سے انحراف کیا۔ اور اپنے اس بیجا رویّہ سے اپنی بزدلی اور تنگ نظری کا ثبوت دیا لہذا دیکھنا چاہیئے کہ وہ کون سی دشواریاں اور رکاوٹیں ہیں جو ایک تازہ ٹرینڈ مدرس کے راستہ میں حائل ہو کر اس کو متروک و ناقص پرانے طریق پر گامزن ہونے پر مجبور کرتی ہیں۔ اگرچہ اس کی وجوہات متعدد ہیں۔ مگر اس جا بہ نظرِ اختصار محض پانچ پر اکتفا کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

وہ یہ ہیں۔

(۱) ذرائع و طریقہائے تعلیم جو مدارس میں عموماً اختیار کئے ہوئے ہیں۔ جدید طریقہائے تعلیم سے بالکل مختلف ہیں۔

(۲) جدید طریقہائے تعلیم پر عمل پیرا ہونا شروع شروع میں مروجہ پرانے طریق سے دشوار تر نظر آتا ہے۔

(۳) جدید طریقہائے تعلیم کی کلفت و جانفشانی کا صلہ قلیل ملتا ہے۔

(۴) اصول کے خلاف مدرس کی استعداد سے زیادہ تعلیمی کام اس کے سپرد کیا جاتا ہے۔

(۵) مبتدی اپنے تعلیمی کام میں اپنے ہم پیشہ اصحاب سے بجائے ہمت افزائی کے بسا اوقات زجر و توبیخ سنتا ہے اور افسرانِ بالادست خواہ وہ منیجر ہو یا انسپکٹر اس کی زیادہ ہمت افزائی نہیں کرتے۔

آخر میں یہ ظاہر کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا۔ کہ اب مندرجہ بالا حالات روزانہ زندگی سے نقش بر آب کی مانند معدوم ہو رہے ہیں۔ افسرانِ محکمہ تعلیم و بہی خواہانِ ملک اپنی ان تھک کوششوں سے اپنے ہمہ رس اثرات کو کام میں لا کر مدارس کی پرانی مکدر و ضرر رساں فضا کو خوشگوار و فائدہ مند بنا رہے ہیں۔ چنانچہ ریفریشر کورسز کا انعقاد۔ ٹرینڈ مدرسین کا چہار طرف سے مطالعہ۔ ایک مدرس چار جماعت والے مدارس کا انہدام۔ ایس۔ وی کورس کی توسیع۔ جے اے وی کلاسز کی موقوفی۔ تعلیم نسواں کی ترقی۔ تازہ گریجوایٹ کی میعادِ معلمی میں تخفیف موگا سکول میں بغرض مشاہدہ و مطالعہ ماہران و مشتاقانِ تعلیم و تدریس کا ورود۔ وغیرہ وغیرہ اس امر کی بین دلیل ہیں۔ کہ اب حالات اور ہیں۔ اور اس لئے نورمل سکول اور ٹریننگ کالجوں میں حاصل کردہ ٹریننگ رائیگاں نہیں جاتی۔ بلکہ اس کی قدر کی جاتی ہے۔

جذباتِ عابد

جناب عابد حسین خاں صاحب ایچ۔پی تلمیذ اشعرا الشعرا حضرت مضطر نعمانی شاہجہانپوری۔ فاضلِ ادب

حقیقت اِس دلِ پُر جوش کی کیا جانئے کیا ہے
کبھی ذرہ میں صحرا ہے کبھی قطرہ میں دریا ہے

جنونِ عشق میرے دل میں جب سے کار فرما ہے
رگِ جاں کیلئے راحت اثر خارِ تمنّا ہے

شرارِ عشق سے رگ رگ میں وہ شعلہ بھڑک اُٹھا
کہ اب حُسنِ ستم پرور بھی مصروفِ تماشا ہے

کہاں ہیں حضرتِ موسیٰ وہ دیکھیں میری دُنیا کو
کہ ہر ذرّہ فضائے دِل کا رشکِ برقِ سینا ہے

نگاہِ رشک سے اہلِ نظر دیکھیں نہ کیوں مُجھ کو
مری منزل کا جو ذرّہ ہے فردوسِ تمنّا ہے

سرِ بالیں ہی آ جاتے سکونِ مستقل بنکر
مجھے اُس شاہدِ رعنا سے مرتے دم یہ شکوہ ہے

خدا معلوم دیکھا اِس نے کس ناکام منزل کو
جو یوں اِک پیکرِ خاموش ہر نقشِ کفِ پا ہے

مرا دامن سرِشک آلود ہے اشکوں کے قطروں میں
جگر ہے۔ دِل ہے۔ پھر اللہ جانے اور کیا کیا ہے

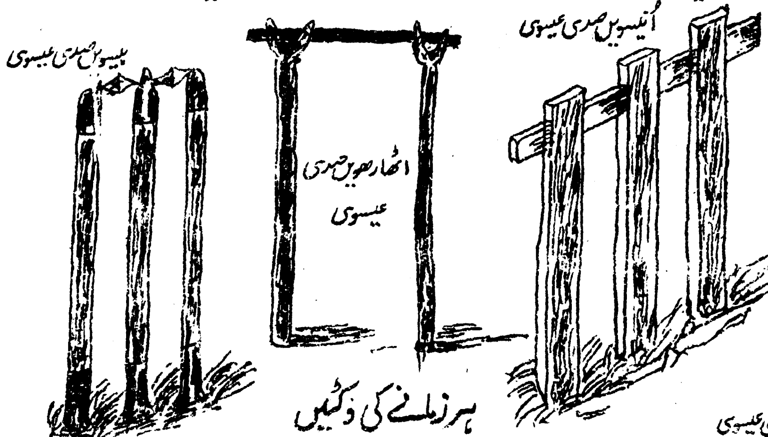
درِ زنداں کو اے جوشِ جنوں بیکار توڑا تھا
نئی کاوش سے دامنگیر اب ہر خلوۂ صحرا ہے

ہر اِک ذرّہ نمودِ حُسن میں مصروف ہے عابدؔ
جو اِن اسرار سے ہو آشنا وہ چشمِ بینا ہے

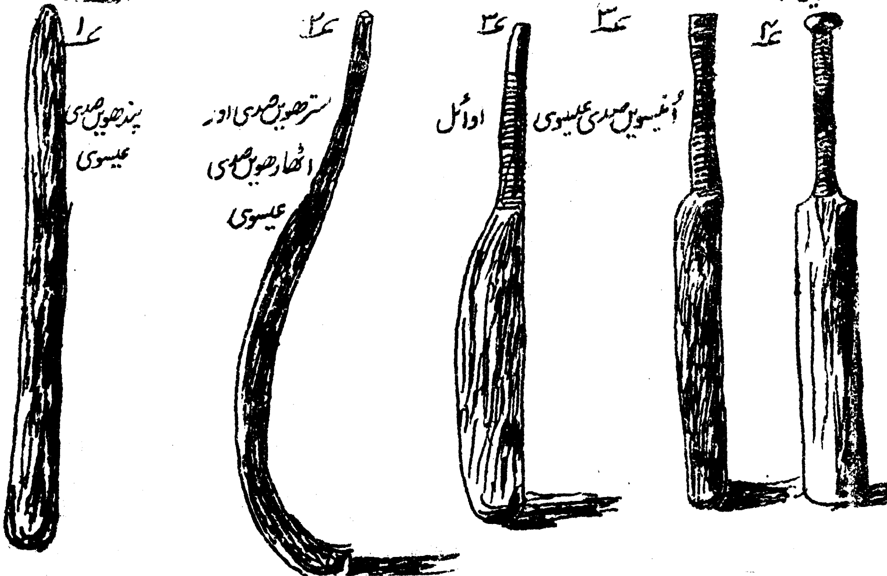
کھیلوں کی تاریخ

کرکٹ

مترجمہ۔ بابو عزیز احمد صاحب قریشی سابق جنرل سیکرٹری بزم ادب و لائبریری انچارج شیرانوالہ ہائی سکول لاہور



ہر زمانے کی وکٹیں



ہر زمانے کے بَیٹ

کرکٹ کو ہم انگلستان کا بلا مبالغہ قومی کھیل کہہ سکتے ہیں۔ گرمی کے دنوں میں انگلستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہر صوبے۔ شہر۔ گاؤں۔ دیہات۔ غرض ہر جگہ میں اسے کھیلا جاتا ہے۔ جہاں چند انگریز جمع ہوئے وہیں یہ کھیل شروع ہو گیا۔ کرکٹ کے کھلاڑی کو کئی خوبیوں کا مالک ہونا پڑتا ہے۔ مثلاً استقلال آنکھ اور ہاتھ کی تیزی جسم کا سڈول ہونا۔ بھاگنے میں تیز ہونا۔ تیز جتنا جسم پتلا ہو گا۔ اتنا کھلاڑی کو کھیلنے میں آسانی رہے گی۔

کرکٹ نے اپنا نام غالباً سیکسن زبان کے ایک لفظ کریک (cryc) یا [illegible] سے حاصل کیا ہے۔ اس لفظ کے معنی ہیں ٹیڑھی چھڑی۔ حال ہی میں تیرھویں صدی عیسوی کی ایک تصویر دستیاب ہوئی ہے۔ اس میں دو آدمی گیند اور بلے سے کھیلتے ہوئے دکھلائے گئے ہیں۔ ایک آدمی نے اپنے دائیں ہاتھ میں بلا پکڑا ہوا ہے۔ بلے کا دستہ نیچے کو اور دوسرا سرا اوپر کو ہے۔ دوسرا آدمی اپنے دونو ہاتھ پھیلائے کھڑا ہے۔ کہ کب گیند آئے اور میں اسے اوپر ہی اوپر پکڑ لوں ایک اور تصویر میں کھلاڑی نے اپنے بلے کو گیند پھینکنے والے کی طرف کر رکھا ہے۔ بلے کا دوسرا سرا چیتے کے سر کی طرح ہے۔

ایڈورڈ اوّل شاہِ انگلستان کے زمانے میں ۱۳۰۰ء میں لنڈن میں ایک کھیل کا انعقاد ہوا۔ اس کھیل کا نام کریگ [illegible] تھا۔ اس میں شہزادے۔ اُمراء وزراء اور بادشاہ نے بذاتِ خود شمولیت اختیار کی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس زمانے کے امراء بھی اس کھیل میں دلچسپی لیتے تھے۔

۱۳۴۴ء کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بیٹس مین (Batsman) کھیلنے والا جس کے ہاتھ میں بلا ہو اور بولر (Bowler) گیند پھینکنے یعنی کھلانے والا) کے علاوہ فیلڈرز (FIELDERS) وہ کھلاڑی جو کھلاتے ہیں) بھی ہوتے تھے۔ لیکن وہ بھاگتے اور گیند کو پکڑتے نہیں تھے۔ بلکہ بے جان بتوں کی طرح کھلاڑی کی طرف دیکھتے رہتے تھے۔ ایک اور تصویر سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹس مین نے بلے کو اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑا ہوا ہے (اُس وقت بائیں ہاتھ میں بلے کو پکڑ کر کھیلنا ایک رسم ہو گئی تھی) بلا کاہے کو ہے۔ ایک موٹی لمبی سی مُڑی ہوئی چھڑی ہے۔ جس کا ہینڈل زمین کی طرف کیا ہوا ہے۔ فیلڈرز (جو تعداد میں چار ہوتے تھے) ہاتھ پھیلائے گیند کو پکڑنے کے لئے کھڑے ہیں۔

۱۳۶۵ء میں انگلینڈ کے باشندوں میں ایک انقلاب پیدا ہوا۔ اور اُنہوں نے ہر قسم کے کھیل کو رواج دینے سے انکار کر دیا۔ کرکٹ کے متعلق یہ کہا گیا ہے۔ کہ یہ ایک فضول واہیات سا کھیل ہے۔ پیسے بھی اس میں خرچ ہوتے ہیں اور فائدہ بھی کچھ نہیں سٹول بال اور کیٹ اینڈ ڈوگ (کھیلوں کے نام ہیں) کو ہم کرکٹ کی ابتدائی شکلیں کہہ سکتے ہیں۔ سٹول بال کے کھیلنے کا یہ طریق ہوتا تھا کہ کھلاڑیوں میں سے ایک آدمی سٹول کے سامنے کھڑا ہو جاتا اور اُسکا مخالف کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر گیند کو سٹول کی طرف پھینکتا۔ اگر یہ گیند سٹول کو جا لگتا۔ تو کھلاڑی اپنی جگہیں تبدیل کر لیتے۔ اس کے برعکس اگر

سٹول والا کھلاڑی گیند کو اپنا ہاتھ مار کر واپس کر دیتا (یاد رہے کہ اس کھیل میں بلا نہیں ہوتا تھا۔ صرف ہاتھوں سے کام لینا پڑتا تھا) تو اس کا ایک "پوائنٹ" سمجھا جاتا۔ اس صورت میں اسے پوائنٹ بڑھانے کے لئے (جتنا کہ آجکل ہے) دوڑنا نہیں پڑتا تھا۔

"کیٹ اینڈ ڈوگ" میں بارہ گز کے فاصلے پر دو سوراخ زمین میں بنائے جاتے۔ اور ہر سوراخ کے پاس ایک کھلاڑی ہاتھ میں ایک موٹا ڈنڈا یعنی ڈوگ لئے کھڑا ہو جاتا۔ کیٹ یعنی چار انچ لکڑی کا لمبا ٹکڑا کسی ایک کھلاڑی کی طرف پھینکا جاتا۔ اگر وہ اسے اپنے "ڈوگ" سے مار کر واپس کر دیتا۔ تو دونو کھلاڑی اپنی اپنی جگہیں تبدیل کر لیتے۔ دوسرے لفظوں میں گویا رنز (Runs) لگاتے۔ اس طرح ایک "پوائنٹ" دونو کھلاڑیوں کا مشترکہ سمجھا جاتا۔ اگر کیٹ کسی سوراخ میں چلا جاتا۔ تو اسی سوراخ کے کھلاڑی کو وہی کیٹ دوسری طرف پھینکنا پڑتا (یعنی کھیلنے کی بجائے اسے کھلانا پڑتا۔

۱۵۰۰ء میں اس کھیل کو ہانڈن (Handyn) یا ہانڈا ڈوٹ ڈا (Handoun) کہتے تھے۔ اس میں ٹھونٹھوں (Stumps) کی بجائے گول سوراخ بنائے جاتے تھے۔ اور کھلاڑی کو اس امر پر فوراً آؤٹ کر دیا جاتا تھا۔ کہ گیند سوراخ میں جانے سے پہلے سوراخ کے منہ پر بلا کیوں نہیں رکھا گیا۔ اس سے اکثر دفعہ لڑائی جھگڑے پیدا ہو جاتے۔ کھلاڑی کہتا کہ میں نے بلا رکھ دیا تھا۔ اور دوسرے کہتے کہ نہیں۔ بس پھر کیا تھا۔ ڈنڈوں سے ایک دوسرے کی خوب خبر لی جاتی۔ دھینگا مشتی ہوتی۔ کسی کا سر پھٹ جاتا۔ کسی کا ٹخنہ ٹوٹ جاتا۔ کسی کا بازو الگ ہو جاتا۔ کوئی ایسی طرح زخمی ہوتا کہ مہینوں بستر پر پڑا رہتا۔ غرض اچھا خاصہ خطرناک کھیل تھا۔

۱۶۰۰ء کے آغاز میں لڑکوں نے بھی کرکٹ کھیلنا شروع کیا۔ اس کا بلا شکل ۲ کی مانند ہوتا تھا۔ لیکن یہ کھیل بھی ایک تماشا ہوتا تھا۔ زمینداروں نے قانون بنایا کہ کوئی لڑکا یا آدمی اگر ان کی زمین پر کرکٹ کھیلتا ہوا پکڑا گیا تو اسے دو اور تین سال کے درمیان قید اور دس اور بیس پونڈ کے درمیان جرمانہ ہوگا۔ آجتک کسی کھیل کو بند کرنے کے لئے اتنا سخت قانون کوئی نہیں بنایا گیا۔ لوگوں نے صدائے احتجاج بلند کی مگر بہت عرصے بعد۔

۱۶۵۰ء میں ون چیسٹر (Winchester) کے ایک سکول نے اور ۱۶۸۸ء میں ایٹونین (ETONIAN) کے ایک سکول نے کرکٹ کو اپنے ہاں رواج دیا۔ لیکن اسکا نام "ریم اینڈ بیٹ" (RAM & BAT) رکھا گیا۔ زمینداروں کا قانون ابھی تک چلا آتا تھا جس سے کھیلنے والوں کو بہت دقت پیش آئی۔ اس پر ۱۷۴۸ء میں کورٹ آف کنگس بنیچ (Court of King's Bench) منعقد ہوا۔ اور اس نے بہت غور و خوض کے بعد اس بات کا فیصلہ کیا کہ "یہ نہایت اچھا کھیل ہے۔ اور کسی قانون کے خلاف نہیں ہو سکتا۔"

۱۸۰۰ء میں کرکٹ نے عالمگیر ترقی حاصل کرنی شروع کی۔ اور لوگ نہایت دلچسپی سے اسے کھیلنے لگے۔ چنانچہ لارڈ چیسٹر فیلڈ

نے اپنے بیٹے سے کہا "اگر دُنیا میں ترقی حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو اپنے تمام ہم عمر دوستوں کو مجبور کرو۔ کہ وہ کرکٹ کھیلیں"۔ اسی سے نکتہ چیں حضرات کرکٹ کی خوبیوں کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ ایک اور حضرت جو کرکٹ کے سخت خلاف تھے۔ اُنہوں نے "جنٹلمین میگزین" میں ۱۷۴۳ء میں مجبور ہو کر لکھا۔ کہ کرکٹ یقیناً نہایت اعلےٰ اور پُر لطف کھیل ہے۔ لیکن اگر لوگوں نے اسے ذریعۂ معاش بنا لیا۔ تو پھر یہ قابلِ نفرت ہو جائیگا۔

کئی پُرانے ریکارڈوں سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ اوّل اوّل ایک وکٹ کے ساتھ ایک سٹمپ ہوتا تھا۔ جو زمین سے اٹھارہ انچ اونچا ہوتا۔ اور بولر سٹمپ کو اپنے گیند سے گرانے کی کوشش کرتا۔ اس کے بعد ایک اور سٹمپ کا اضافہ کیا گیا یہ سٹمپ ایک فٹ اونچا ہوتا اور دوسرے سے دو فٹ کے فاصلے پر لگایا جاتا۔ ہر دو سٹمپوں کو چوٹی پر ایک کراس بار سے ملایا جاتا۔ اور ان کے درمیان ایک بڑا سوراخ رکھ دیا جاتا جس میں سے گیند بآسانی گزر سکے۔ اٹھارھویں صدی عیسوی میں وکٹوں کے صرف دو سٹمپ ہوتے تھے۔ بائیس یا ئیس انچ لمبے اور چھ انچ ایک دوسرے کی دُوری پر ۱۷۷۵ء میں ایک اور سٹمپ کا اضافہ کر دیا گیا۔ اس کی یہ وجہ تھی کہ اکثر دفعہ گیند کراس بار۔ بیل وغیرہ کو لگنے کے بغیر بالکل پاس سے چھوتا ہُوا گزر جاتا۔ اس سے کھلانے والے بہت سر دُھنتے۔ اور کھیلنے والا گھنٹوں اوٹ نہیں ہوتا تھا۔ ۱۷۹۸ء میں وکٹوں کی بلندی چوبیس انچ اور اُنکا درمیانی فاصلہ سات انچ کر دیا گیا۔ اس سے بیس برس بعد یعنی ۱۸۱۸ء میں وکٹوں کی بلندی میں ایک انچ کا اور اضافہ کر دیا گیا۔ ایک وکٹ سے دوسری وکٹ تک کا فاصلہ شروع سے ہی بائیس گز رکھا گیا تھا۔

بیٹ کی شکل رفتہ رفتہ تبدیل ہوتی گئی۔ پہلے ایک سیدھا ڈنڈا سا ہوتا تھا۔ پھر ایک مُڑا ہُوا ڈنڈا جس کے لئے یہ شرط تھی کہ لمبائی میں کافی ہو۔ مضبوط ہو اور مُڑ سکتا ہو۔ اُنیسویں صدی عیسوی کا بیٹ آجکل کے بیٹ سے ذرا مختلف ہوتا تھا۔ جیسا کہ شکل ۳ میں دکھایا گیا ہے۔ ۱۹۰۰ء تک بغیر کسی تبدیلی کے یہی بیٹ استعمال ہوتا رہا۔ پُرانی وکٹیں بھی ۱۷۷۰ء تک مستعمل رہیں۔ لیکن اسی سال ملک کے شرفاء کی ایک کمیٹی "پال مال" میں سٹار اینڈ گارٹر (STAR and GARTER) کے مقام پر بیٹھی۔ اس نے چند ایک قوانین بنائے۔ قوانین بالکل ہمارے آج کل کی طرح تھے۔ فرق صرف یہ تھا۔ کہ وکٹوں اور بیٹوں کی شکل میں کچھ اختلاف تھا۔

لباس جو اُن زمانے میں کھلاڑی پہنتے تھے۔ زمانہ حال کے لباس سے بہت کچھ مختلف ہوتا تھا۔ بہت سی تحریروں اور ایک شخص کے قول کے مطابق مضبوط نکریں اور جبکی کیپ پہنتے تھے۔ ٹینس بال کے کھلاڑی اسوقت تک جبکی کیپ کو استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ اس کے سر پر رکھنے سے دھوپ سے بہت کچھ بچاؤ رہتا ہے۔ پچھلی صدی میں ایک عرصے تک کھیلنے والے لڑکے ٹاپ ہیٹ کو بھی استعمال کرتے رہے۔

بولنگ (Bowling) یعنی گیند پھینکنا۔ اوّل اوّل انڈر آرم (Under-arm) ہوتا تھا۔ اس کے بعد راونڈ آرم (Round-arm) شروع ہو گیا۔ مگر لوگوں نے اسکی مخالفت کی اور ایم۔ سی۔ سی یعنی "میری لے بون کرکٹ کلب"

(Marylebon Cricket Club) نے ایک قانون کے ذریعے یہ پاس کر دیا کہ آئندہ "راؤنڈ آرم" کوئی شخص گیند نہ پھینکے۔

سب سے پرانی مشہور کرکٹ کلب "ہیم بلیڈن کلب" (Hambledon Club) تھی۔ جو ہیمپ شائر میں قائم کی گئی تھی اس کلب نے قریباً ۱۷۹۵ء تک کئی اہم خدمات سرانجام دیں اور تمام انگلستان میں میچوں کا ایک سلسلہ جاری کر دیا۔ اس کے بہترین کھلاڑیوں کو بڑے بڑے لارڈ روپے پیسے سے امداد دیتے تھے۔ جب کلب کسی وجہ کی بنا پر ٹوٹ گئی اور تمام کھلاڑی اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ تو اُن بکھرے ہوئے کھلاڑیوں نے عام لوگوں کو بھی کرکٹ کے کرتب سکھلانے شروع کئے اس طرح ۱۸۰۰ء میں کرکٹ انگلستان کا "قومی کھیل" ہو گیا۔

اس وقت انگلینڈ میں مشہور کلب بلاشبہ "میری لے بون کرکٹ کلب" ہے۔ آرٹلری گراؤنڈ کلب (Artillery Ground Club) جس نے کہ فینس بری کے مقام پر آج سے پورے دو برس قبل میچ کھیلا سو اُٹھ کر وائٹ کونڈیٹ فیلڈز کو چلی گئی۔ اور وہاں جاکر اپنا نام "وائٹ کونڈیٹ (White Conduit) کرکٹ کلب" رکھ لیا۔ پھر ۱۷۸۷ء میں یہ کلب "اولڈ لارڈز گراؤنڈ" جہاں آجکل ڈورسیٹ سکوئر کی بستی ہے۔ چلی گئی اور وہاں "میری لے بون کلب" کے نام سے مشہور ہو گئی۔ اس کلب کو ہر قسم کے قوانین بنانے اور عمل دخل کے اختیارات دیئے گئے۔ گویا اسے دنیا بھر کی سب سے بڑی کلب تسلیم کیا گیا۔ دو دفعہ اور کلب ہذا نے نقل مکان کی۔ اور آخر کار "لارڈز گراؤنڈ" میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ یہاں "سینٹ جان وڈ" میں کئی میچ کھیلے گئے۔ اس مقام کو لارڈز گراؤنڈ اس لئے کہتے ہیں کہ لارڈ گراؤنڈ بذات خود کھلاڑی تھا۔ اور اس نے ایک میچ میں زمین کا یہ ٹکڑا جیتا تھا۔ اور اس کے بعد اس نے اسے کلب کی نذر کر دیا۔ جہاں کلب نے رہائش اختیار کر لی۔ بدقسمتی سے ۱۸۲۵ء میں "ہارو" اور "وِن چیسٹر" کے میچ کے بعد کاغذات کے بنڈل کو آگ لگ گئی اور پچھلے تمام ریکارڈ جل کر راکھ ہو گئے۔

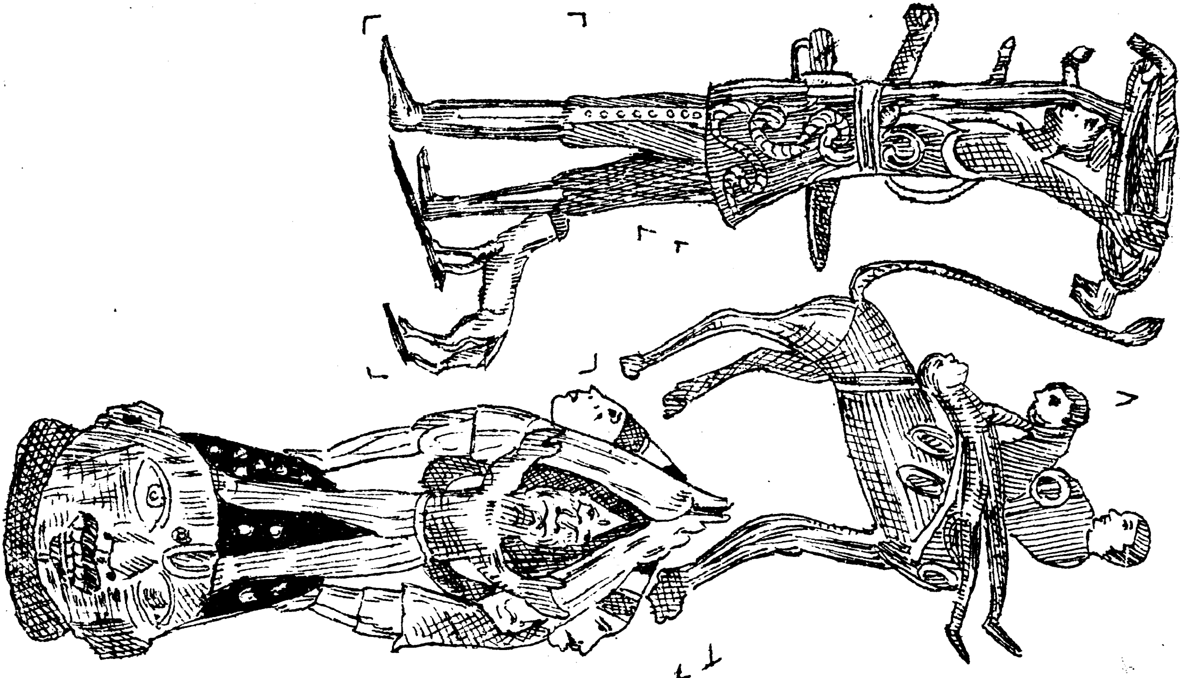
اوول میں "سرے کاؤنٹی کلب" اور "آئی زنگاری کلب" ۱۸۴۵ء میں قائم ہوئیں۔ "فری فاریسٹرز" اور ان کلبوں نے کرکٹ کو تمام ملک میں رواج دیا۔ اور ۱۸۴۶ء میں "آل انگلینڈ الیون" نے دوسری کلبوں کے ساتھ میچ کھیلنے شروع کئے۔ اس ٹیم کا "کیپٹن" دی نوٹنگھم بولر کلرک تھا۔

انگریزی کرکٹ کے کھلاڑیوں کو اُسوقت دنیا میں بہت فضیلت حاصل ہوئی۔ جب ۱۸۷۸ء میں اول اول آسٹریلیا کے کھلاڑی یہاں آئے اس سے پہلے انگریزوں کی چار ٹیمیں یکے بعد دیگرے آسٹریلیا والوں کو بُری طرح شکست دے چکی تھیں۔ اس لئے کوئی اُمید نہ تھی۔ کہ یہ لوگ کچھ کر کے دکھائینگے۔ مگر حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ جب ان لوگوں نے "میری لے بون کرکٹ کلب" کو نو وکٹوں پر ہرا دیا۔ آسٹریلیا والوں کو اس پر بھی صبر نہ آیا اور اُنہوں نے اس کے بعد یارک شائر، یکسر، مڈلیکس، لائی سیسٹر شائر، سسیکس اور گلوسٹر شائر کو خوب ہی شکستیں دیں۔ یقیناً یہ اُنکی بہترین ٹیم تھی اُسوقت سے کئی دفعہ انگریزی ٹیموں نے آسٹریلیا میں جاکر میچ کھیلے اور کئی آسٹریلین ٹیموں نے کئی دفعہ انگلستان میں آکر انگریزی ٹیموں کو شکست دی۔ باوجودیکہ اسوقت ٹینس، گولف وغیرہ کئی نئی کھیلیں نکل آئی ہیں۔ لیکن انگریز ابھی تک کرکٹ کو "قومی کھیل" ہی تصور کرتے ہیں کہ کرکٹ بہترین کھیل ہے۔

افریقی بیابان میں فنونِ لطیفہ کی حیرت خیز دریافت

شمالی مغربی افریقہ کے انتہائی جنوب میں گولڈ کوسٹ اور آئی وری کوسٹ دو ملک ہیں۔ ان دونو ممالک کے شمال میں ملک نائیجیریا واقع ہے۔ یہ سفید رنگت والے سیاحوں کے لئے بالکل تاریک ترین افریقہ ہے۔ افریقہ کا یہ قطعہ سفید رنگت والے انسانوں کے لئے نہایت خطرناک علاقہ ہے۔ وہاں کے نیم مہذب حبشی سفید رنگت والے لوگوں کے سخت دشمن اور مخالف ہیں۔ ان کے علاوہ عرب قزاق اور دریائی سارق ان سفید رنگت والے مسافروں پر نہایت ناراض ہوتے کہ جو ان کے علاقہ میں زبردستی تحقیقات کے لئے جاتے ہیں۔ بلکہ معاندانہ افعال سے سفید رنگت والوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ کچھ عرصہ گذرا ایک امریکن مسٹر سی سی رابرٹس اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر علاقہ نائیجیریا میں گیا۔ تاکہ امریکن مصنوعات کے کارخانوں کے لئے کھجور کے تیل کے جدید ذخیرے معلوم کرے۔ مگر اس نے وہاں کندہ کاری اور نقاشی کے چند ایسے نمونے دیکھے۔ کہ جو آجکل کے زمانہ کے فنون لطیفہ میں شامل ہیں۔ حالانکہ اس علاقہ کے لوگوں نے کبھی کسی سفید رنگت والے کو آجتک نہیں دیکھا۔ اور وہ موجودہ زمانہ کی نقاشی اور سنگتراشی سے بالکل نابلد تھے۔ وہ ان کے کچھ نمونے جو پیتل کے بنے ہوئے ہیں اپنے ہمراہ بھی لایا ہے۔ اس لئے اس نے دنیائے فنون لطیفہ میں نہایت حیرت خیز اضافہ کر دیا ہے۔

ذیل میں تین فوٹو دیئے جاتے ہیں۔ ان میں دو سنگتراشی یا کندہ کاری یا نقاشی کے نمونے اور ایک عجیب و غریب مقنع ہے۔ ادا کرنے کے وقت استعمال کیا جاتا ہے۔ حبشی قوم کے نقاشوں نے یہ نمونے بنائے ہیں۔ اس قوم کے لوگ ساحل سمندر سے ایک سو میل دور اندرون ملک میں اپنے گاؤں میں رہتے ہیں۔ وہیں یہ چیزیں بنائی جاتی ہیں۔ دو تو سنگتراشی کے نمونوں کے مقابلہ میں مقنع میں وہ تمام بے ڈھنگا پن پایا جاتا ہے۔ جو علے العموم افریقہ کی صنعت کاری میں پایا جاتا ہے۔ یہ مقنع کیا ہے۔ ایک نہایت ہیبت ناک سر ہے۔ جس میں بڑی بڑی آنکھیں ہیں۔ اور بہت بڑے دہانہ کے اندر تیز نوکدار دانت دکھلائے گئے ہیں اس مقنع کے اوپر بھدی طور سے تراشی ہوئی چار چوبی مورتیں ہیں جن کے موٹے موٹے چوبی بازو ان کے سروں کے اوپر آپس میں ملا دیئے گئے ہیں۔ نقاشی کے دو برنجی نمونوں میں سے ایک میں ایک شیر ببر دکھلایا گیا ہے۔ جس کے منہ میں ایک حبشی باشندہ کی نعش ہے۔ دوسرے نمونہ میں ایک دیسی شکاری کتے کو دکھلایا ہے جس کے ساتھ اس کا کتا بھی ہے۔ شکاری کے پاس منہ کی طرف سے بھری جانے والی ایک بندوق جس کا منہ نیچے کی طرف کر کے اس کو شکاری نے اپنی پیٹی میں بگار کھا ہے۔ اس کی پیٹی میں ایک شکاری چاقو بھی لٹک رہا ہے جو



تلوار سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ شکاری اپنے شکار کو جو بطخ کے مانند معلوم دیتا ہے۔ اپنے سر پر اُٹھائے ہوئے ہے۔

قدیم زمانہ کے فنون لطیفہ کے یہ نمونے امریکہ کے عجائب خانہ میں رکھدیئے گئے ہیں۔ صناع اور فنون لطیفہ کے دلدادہ لوگ ہی انکو بڑے شوق سے آکر نہیں دیکھتے۔ بلکہ ازمنۂ قدیم کی اقوام کے طلباء بھی انکو بڑے غور سے آکر دیکھتے اور طرح طرح کے ان سے نتیجے نکالتے ہیں۔

(انتخاب)

سرکلرات محکمہ

(۱) گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) چٹھی نمبر R۱۲۹۸۶ مورخہ ۲۹ ۶/۳۲ منجانب صاحب انڈر سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب بخدمت صاحب ڈویژنل انسپکٹر مدارس قسمت لاہور

"آپ کی چٹھی نمبر ۲۸۰ مورخہ ۲۴ ۱/۳۲ کے جواب میں التماس ہے کہ مجھے گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) سے ہدایت ہوئی ہے کہ آپکو آگاہ کروں کہ جو سکول ایک دوسرے سے دو میل کے فاصلہ پر واقع ہوں۔ ٹرانسفر سرٹیفیکٹس کے سلسلے میں لوکل سکول تصور کئے جائیں"

(۲) گزٹ حصہ اول - نوٹیفکیشن نمبر R۱۰۷۶۴ مورخہ ۱۹ ۵/۳۲

ضابطہ تعلیم پنجاب کی گیارھویں ایڈیشن (۱۹۳۲ء) میں مفصلہ ذیل ترمیم منظور ہوئی ہے۔

ضابطہ تعلیم پنجاب کے صفحہ ۳۴ کے فٹ نوٹ کی بجائے تحریر کیا جائے۔ "ہیڈ ماسٹر صاحب اور ہیڈ مسٹرس صاحبہ مجاز ہیں کہ خاص حالات میں انسپکٹر صاحب یا انسپکٹرس صاحبہ کی منظوری سے جیسی کہ صورت ہو جرمانہ معاف کرسکیں"۔

(۳) منجانب صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب بخدمت صاحب ڈویژنل انسپکٹر مدارس جالندھر ڈویژن چٹھی نمبر ۱۲۱۹۵ G مورخہ ۱۳ ۶/۳۲

آپ کی چٹھی نمبری ۱۱۳۲ مورخہ ۴ ۲/۳۲ کے جواب میں میں آپکی توجہ اپنے دفتر کی چٹھی نمبری ۹۵۴۴ G مورخہ ۵ ۶/۲۹ کے سب پیراگراف نمبر ۴ کی طرف دلاتا ہوں جس میں خالصہ اینگلو ورنیکلر مڈل سکول کھان کھانہ ضلع جالندھر کو ان شرائط پر جو اس میں مندرج ہیں۔ عارضی طور پر دو سال کے لئے منظوری دی گئی تھی۔ یہ عرصہ جون ۱۹۳۱ء کو ختم ہو گیا۔ چونکہ اس تاریخ سے آج تک منظوری از سر نو حاصل نہیں کی گئی۔ لہذا مذکورہ بالا سکول منظور شدہ تصور نہیں کیا جا سکتا اور اسی غرض سے اس کا نام سررشتہ تعلیم پنجاب کے منظور شدہ سیکنڈری مدارس کی فہرست میں ۱۹۳۳ء (زیر طبع) میں شامل نہیں کیا گیا"۔

(۴) چٹھی نمبر ۱۲۷۴۱ G مورخہ ۲۶ ۶/۳۲ منجانب صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب بخدمت صاحب ڈویژنل مدارس انبالہ ڈویژن

آپ کی چٹھی نمبر ۱۶۵ جی مورخہ ۳۴ ۵/۳۲ کے جواب میں قلمی ہے کہ لالہ تاراچند ہیڈ ماسٹر ایس ڈی ہائی سکول پونڈری ضلع کرنال بمنشا دفعہ ۱۷ باب سوم ضابطہ تعلیم پنجاب (۱۹۳۲ء) صوبہ کے کسی منظور شدہ سکول کی ملازمت سے تین سال کے عرصہ کے لئے محروم کیا گیا ہے۔ جو رجسٹر آپ کی چٹھی نمبری ۱۰۵ جی مورخہ ۱ ۳/۳۲ کے ہمراہ موصول ہوئے تھے واپس کئے جاتے ہیں"۔

(۵) چٹھی نمبر R۱۲۵۳۴ مورخہ ۲۱ ۶/۳۲ منجانب صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب بخدمت صاحب ڈویژنل انسپکٹر مدارس راولپنڈی ڈویژن

آپ کی چٹھی نمبر ۵۳۶۱ مورخہ ۱۷ ۵/۳۲ کے جواب میں قلمی ہے کہ سپورٹس فنڈ کے چندہ سے نصف چندہ کی رعایت ان چھوٹے بھائیوں کو بھی دیا کرے جنہیں بمنشا دفعہ ۱۲۱ ضابطہ تعلیم پنجاب گیارھویں ایڈیشن ۱۹۳۲ء فیس میں نصف رعایت دی گئی ہے"

(۶) چٹھی نمبر ۱۰۹۹۷ منجانب صاحب ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب بخدمت جملہ ڈویژنل انسپکٹر صاحبان صوبہ پنجاب

"مجھے آپ کو آگاہ کرنیکی ہدایت ہوئی ہے کہ زراعت پیشہ لوگوں کے بچوں کی فیس کی رعایت میں آپ سے مخاطب ہوں بمنشا دفعہ ۱۲۳ ضابطہ تعلیم پنجاب گیارھویں ایڈیشن (۱۹۳۲ء) زمین کا مالک یا مزارعہ جو بذات خود کاشتکاری کرتا ہے۔ نہ کہ اسے کارکنان کی معرفت (مزارعہ۔ ایجنٹ یا ملازم) فیس کی رعایت کے لئے کاشتکار تصور کیا جائے۔ پس ایک بونا فائڈ کاشتکار خواہ وہ کسی زراعت پیشہ قوم کا فرد نہ بھی ہو اس رعایت کا مستحق ہو سکتا ہے۔ اس بارے میں شکایات موصول ہوئی ہیں۔ کہ بعض جگہوں میں دکاندار اور شاہوکار لوگ گاؤں میں کسی شخص کو آدھ ایکڑ یا کم و بیش رقبہ کی کاشت پر مامور کرتے ہیں اور

اپنا نام کاغذات مال میں بطور کاشتکار مزارعہ درج کرا دیتے ہیں تاکہ وہ فیس کی رعایت حاصل کر سکیں جس کے وہ ہرگز مستحق نہیں ہیں۔

پبلک روپیہ میں اس جعلسازی کو بند کرنے کے لئے میں آپکی توجہ دلاتا ہوں کہ جب اس قسم کے لوگ جو کسی زراعت پیشہ قوم کے فرد نہ ہوں سکول فیس میں بحیثیت کاشتکار رعایت کے خواہشمند ہوں تو ان سے محکمانہ طور پر تقاضا کیا جائے کہ وہ اپنے علاقہ کے تحصیلدار صاحب کا سرٹیفکیٹ اپنی کاشتکاری کی تصدیق کے لئے پیش کریں کہ وہ اپنی اراضی خود کاشت کرتے ہیں اور اسکی آمدنی پر پورے طور پر انحصار رکھتے ہیں"۔

(۶) چٹھی نمبری ۱۲۲۴۵ مورخہ ۱۴ ۶/۳۴ منجانب صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم بخدمت جملہ ڈویژنل انسپکٹر صاحبان مدارس پنجاب

"عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ امتحان ورنیکلر فائنل کے داخلہ کی متعلقہ درخواستیں اور فارم "سی" جو اس کے ہمراہ آتی ہے۔ احتیاط سے پُر نہیں کی جاتیں جو ہدایات فارم سی کی خانہ پُری کے لئے طبع کی ہوئی ہیں اور جن مختصر الفاظ کی تحریر لازمی ہے۔ ان پر غور نہیں کیا جاتا۔ داخلہ کی درخواستوں میں بھی تاریخ پیدائش۔ منتخبہ مضامین اور امتحان دینے کی ورنیکلر (ذریعۂ امتحان) کی تحریر میں غلطی وقوع پذیر ہوتی ہے اور دفتر ہذا کو مجبوراً وہ درخواستیں اور فارم خود تیار کرنا پڑتی ہیں جس سے دفتر کا بڑا قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے اور امتحان کے انتظامات کی تکمیل میں توقف ہوتا ہے پس یہ نہایت ضروری ہے کہ داخلہ کی فہرستیں اور فارم سی پوری احتیاط سے پُر کی جائیں۔ براہ مہربانی اپنے اپنے ڈویژن کے ہیڈ ماسٹر اصحاب کی توجہ اس امر پر منعطف کرائیں کہ وہ اس کام کی اہمیت کو زیر نظر رکھیں اور انہیں متنبہ کیا جائے کہ ان کاغذات کی تیاری میں کسی قسم کا تساہل ہرگز معاف نہیں کیا جائیگا۔ اس فارم کے پُر کرنے کے لئے ہدایات مطبوعہ بغور مطالعہ کی جائیں۔ اور بعد میں اسے پُر کیا جائے۔ ہیڈ ماسٹر اصحاب مفصلہ ذیل امور خاص خیال میں رکھیں۔

داخلہ کی درخواست اور فارم میں اُمیدواران کے نام ایک ہی آرڈر میں لکھے جائیں۔ یہ نہایت ضروری ہے۔

فارم سی میں مختصر الفاظ صرف ذات اور امتحان کے مضامین میں استعمال کئے جائیں۔ یعنی انگلش کے لئے E۔ پرشین کے لئے P پنجابی کے لئے PA۔ سکھ جاٹ زراعت پیشہ کے لئے A.S.۔ اور نان براہمن ہندو کے لئے N.B.H. وغیرہ وغیرہ

(۷) سی ایم نمبر ۱۷۸۶ مورخہ ۲۷ ۶/۳۴۔ منجانب رائے بہادر مسٹر من موہن ایم اے انسپکٹر مدارس لاہور ڈویژن

بخدمت جملہ ہیڈ ماسٹر اصحاب گورنمنٹ تعلیمی انسٹی ٹیوشنز ڈویژن لاہور

مضمون۔ تعطیلات گرما

تمام گورنمنٹ سکولز تعطیلات گرما کے لئے چھ ہفتہ کے لئے ۱۴ اگست سے ۲۳ ستمبر ۱۹۳۴ء تک بند ہوں اور ۲۹ ستمبر ۱۹۳۴ء کو کھلیں۔ ۲۵ سے ۲۸ ستمبر ۱۹۳۴ء دسہرہ کی تعطیلات ہیں۔

اینگلو ورنیکلر مڈل مدارس ۱۴ اگست سے ۱۳ ستمبر ۱۹۳۴ء تک ایک ماہ کے لئے بند ہوں۔

امدادی اور غیر امدادی ہائی مدارس تعطیلات گرما کے لئے بند ہونے اور کھلنے کی اطلاع دفتر میں دیں۔

(۸) نقل چٹھی سی ایم نمبری ۱۲۷۱ مورخہ ۶ ۶/۳۴ منجانب ڈویژنل انسپکٹر مدارس انبالہ ڈویژن بخدمت جملہ ہیڈ ماسٹر صاحبان ریکگنائزڈ ہائی سکولز انبالہ ڈویژن

"میرے نوٹس میں آیا ہے کہ مسلم ہائی سکول سادھورہ کے طالب علم مسمی ودیا ساگر جماعت دہم کی ترقی دسویں جماعت میں درست نہیں۔ لہذا آپ کی اطلاع کے لئے قلمی ہے کہ طالب علم مذکورہ جس نے اس سکول سے جماعت دہم کا ٹرانسفر سرٹیفیکیٹ حاصل کیا ہے۔ آپکے کسی سکول کی جماعت دہم میں داخل نہ کیا جائے۔ اس کی نسبت مندرجہ ذیل امور قابل غور ہیں۔

والد کا نام۔ لالہ نورا تارام۔ تاریخ پیدائش ۱۸ ۱۲/۱۷۔ ذات اگروال۔ رہائش موضع ٹھول ڈاکخانہ شاہ آباد ضلع کرنال

باقی ڈویژنل انسپکٹر اصحاب کی خدمت میں بغرض آگہی مرسل ہو۔ (دستخط) مکندلال ہیڈ کلرک

منجانب صاحب ڈویژنل انسپکٹر مدارس لاہور۔ جملہ ہیڈ ماسٹر اصحاب ریکگنائزڈ ہائی سکولز کی خدمت میں نقل بغرض اطلاع مرسل ہو

(دستخط) عبد الحق ہیڈ کلرک

مختلف نوٹ اور کارروائیاں

سکول کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ } ۳ رجون کو شہنشاہ معظم کے جنم دن کی تقریب میں سید خادم حسین صاحب رضوی ایم اے بی ٹی کی صدارت میں جلسہ منعقد ہؤا - مولوی محمد بشیر صاحب نے نظم گائی - طلباء میں مٹھائی بانٹی گئی - سکاؤٹس نے اپنے کرتب دکھائے - آتشبازی اور بینڈ نے رونق کو اور بھی بڑھایا (ایم حسین سکرٹری)

مڈل سکول بڑوہ ضلع کانگڑہ } ۷ رجون کو میلہ سہتی تحصیل کانگڑہ پر جونیر ریڈکراس سوسائٹی کے ممبران نے دیہات سدھار کا پروپیگنڈا کیا - دیہات سدھار کے راگ گا کر حاضرین کو محظوظ کیا - ماسٹر جیسی رام جی نے تعلیم پر مدلل و موثر تقریر کی - پنڈت بادیو صاحب نے تعلیم کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے زچہ اور بچہ کی حفاظت اور ٹرینڈ دائیوں کی ضرورت محسوس کرائی - ممبران نے ٹھاکر راجندر سنگھ - ٹھاکر گیان سنگھ اور ماسٹر جیشی رام کے ہمراہ پانی پلانے کا کام کیا یہاں پانی کی سخت قلت ہے - ممبران نے بڑی جانفشانی اور تندہی سے کام سرانجام دیا - (جیشی رام)

مڈل سکول چیراڑ ضلع سیالکوٹ } میلہ ٹاہلی صاحب کے دیوان پر ۸ رجون سے ۱۰ رجون تک تین یوم طلباء اور سٹاف نے قابل تعریف امدادی کام کیا - طلباء کا جلوس بینڈ باجہ کے ہمراہ چیراڑ، صالح پور اور رہسوال سے گذرتا ہؤا میلہ گاہ میں پہنچا - منتظم کمیٹی کی فرمائش پر رہسوال میں جہاں گورو صاحب کی ٹہلی اور ٹوپی بطور یادگار رکھی ہوئی ہے واپس آیا - خالصہ ہائی سکول سیالکوٹ کی بینڈ پارٹی کے ہمراہ حاضرین کو بیحد خورسند کیا - یہاں سے واپسی پر پروپیگنڈا ورک کرتا ہؤا کیمپ میں پہنچا - جہاں افسران ضلع یعنی سوڈھی جگت سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ڈسٹرکٹ میڈیکل آفیسر صاحب ہیلتھ ضلع سیالکوٹ - مولوی عبدالرحمٰن صاحب اے ڈی آئی - بخشی ستسار چند صاحب اے ڈی آئی فزیکل شعبہ خاص قابل ذکر ہیں رونق افروز تھے - بینڈ بجایا گیا - گراموفون پر تعلیمی ریکارڈ بجا کر عوام کو سنائے - صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے تعلیم کی ضرورت - بخشی ستسار چند صاحب نے ورزش کے فوائد اور پلیگ کی بیماری پر ہیلتھ افسر صاحب نے متعدی امراض کی روک تھام پر موثر تقریریں کیں - طلباء سکول نے ڈھولک اور چمٹا سے دیہات سدھار گانے اور مکالمے نہایت خوبی سے گائے - پانچ بجے شام کو سوڈھی صاحب کی صدارت میں دیہاتی ٹورنمنٹ ہؤا - باہر کی دیہاتی ٹیموں کا کبڈی - رسہ کشی اور دوڑ وغیرہ میں مقابلہ ہؤا - طلباء مسنبڑ کی کھیلوں کے مقابلے ہوئے - کامیاب ٹیموں کو انعام ملے - سکول کے انعامات کے علاوہ ورل کمیونٹی کونسل کی طرف سے تیس روپے نقد انعام کھلاڑیوں کو ملے - آٹھ بجے رات کے بورڈنگ ہاؤس کے احاطہ میں میجک لینٹرن لیکچر ہؤا - چوہدری فقیر محمد صاحب سینٹری انسپکٹر نے پلیگ کے متعلق کافی واقفیت حاضرین کو دلائی - نو بجے رات کو سکول ڈرامیٹک کلب نے اپنا خاص ڈراما ثریمتی منجری اور دہیر کسان سٹیج کیا - چار ہزار سے زیادہ حاضری تھی - ڈرامہ کے دوران میں بچوں کو زیور پہنانے کے نقصان - بچوں کو تعلیم دلانے کے فوائد اور فضول اور بد رسومات کا انسداد اور استعمال اراضی پر کافی روشنی ڈالی گئی - ۲½ گھنٹے صرف ہوئے اور حاضرین بُت بنے ہوئے چشم حیرت سے دیکھتے رہے - جناب سوڈھی صاحب نے چھ روپے کا گراں قدر انعام مرحمت فرمایا - دیگر صاحبان نے بھی آپ کی تقلید میں حوصلہ افزائی فرمائی - سوڈھی صاحب نے ڈرامہ کی کامیابی پر اظہار مسرت فرمایا - مفید تحاریک پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی - پنڈت جگت رائے صاحب ہیڈ ماسٹر تمام کامیابی کے لئے مستحق مبارکباد ہیں - (دیسراج شرما)

مڈل سکول کنگڑت ضلع ہوشیار پور } ممبران جونیر ریڈکراس سوسائٹی نے گذشتہ سال جو کارہائے نمایاں کئے - جستہ جستہ نمونہ از خروارے درج ہیں -

(۱) باشندگان دیہہ کو چونکہ گاؤں ایک بلند ٹیلہ پر واقع ہے۔ پانی لانے کے لئے ایک عمیق نالہ میں اُترنا پڑتا ہے۔ برسات کی وجہ سے راستہ مسدود ہوگیا تھا۔ ممبران کمیٹی نے اپنی محنت شاقہ سے عمدہ سڑک تیار کی اور اس پر پتھر لگائے۔ اونٹ اور گھوڑے کے سوار بھی اس راستہ سے باآسانی گذر سکتے ہیں۔ اگر مزدوروں سے ٹھیکہ پر کام کرایا جاتا تو کم از کم پانچ سو روپیہ لاگت آتی۔

(۲) عمارت سکول ایسی جگہ بنی ہے جہاں ایک مربع فٹ صحن بھی نہ تھا۔ سطح ناہموار کے باوجود خاردار جھاڑیاں تھیں۔ ممبران نے بڑی دلیری اور شوق سے عمارت کے سامنے جانب جنوب ۱۵۰×۱۰۰ فٹ صحن اور گراؤنڈ کھیل کے لئے تیار کی اور اسے ہتھیلی کی مانند ہموار اور صاف کر کے اس میں کھبل گھاس لگائی۔ اس لاگت کا اندازہ سو روپیہ کیا جاتا ہے۔

(۳) سکول عمارت کے مشرق میں ایک بیرز رقبہ اور بنجر جگہ کو اکھاڑ اور صاف کر کے قریباً چھ کنال رقبہ قابل کاشت بنایا ہے۔ اس میں کیکر کے درختوں کا ذخیرہ بویا ہے۔ اس کا اندازہ ڈیڑھ سو روپیہ ہو رہا ہے۔

(۴) احاطہ سکول کے گرد اگرد خاربندی کر کے گراؤنڈ اور عمارت کو محفوظ کر لیا ہے۔ اس کا اندازہ یکصد سکم کیا ہوگا؟

(۵) سکول کے شمال میں سیلاب کی وجہ سے ۵۰×۸×۳ فٹ مٹی کا پشتہ باندھ کر اور پتھر لگا کر عمارت کو خطرہ سے محفوظ کیا جس کا اندازہ پچاس روپیہ لگایا گیا ہے۔

(۶) گاؤں کے ہر چہار طرف جانے والے راستوں کو ماہوار دو دفعہ صاف کیا جاتا ہے۔ جہاں پتھروں کی اتنی کثرت ہے کہ زمین دکھائی نہیں دیتی۔

(۷) موسم برسات میں دشوار گذار اور سخت خطرناک سیوا ندی کے عبور میں مسافرین کو جان جوکھوں کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے۔ دلدل اور پانی کی مقدار کی کمی بیشی کی ناواقفیت جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔ موضع سہڑی کے دو نوجوان لڑکوں نے دو بہتے ہوئے آدمیوں کو بڑی کوشش کے بعد بچایا اور انہیں صحیح سلامت گھروں میں پہنچایا۔

ان تمام رفاہ عام کے کاموں کے لئے پنڈت نند لال جی پارس ہیڈ ماسٹر کی ذات قابل مبارکباد ہے۔ (بھگوانداس)

ورنیکلر مڈل سکول چک نمبر ۵ بہ ج ب ضلع لائلپور میں مولوی کریم بخش صاحب سیکنڈ ماسٹر کے تبادلہ پر انہیں الوداع کہنے کو ڈاکٹر نور احمد صاحب کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ حمد باری کے بعد طلباء سکول نے مولانا کی سکول اور طلباء سکول کے ساتھ ہمدردی شفقت اور عنایت کا اظہار کیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے ان کی صفات حمیدہ اور اخلاق حسنہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ آپ ہر طرح سے میرے معاون اور مددگار ثابت ہوئے۔ مجھے اور میرے سکول کو آپ کی ذات پر بجا ناز تھا۔ مدرسین نے بھی اظہار خیالات کیا۔ مسٹر بسمل نے تین خود ساختہ نظمیں پڑھیں۔ چوہدری الٰہی بخش صاحب پریذیڈنٹ زمیندارہ لیگ ذیل کھوڑہ چوہدری محمد عبداللہ صاحب آزاد سیکرٹری نے زمینداران علاقہ کی طرف سے مولانا کے اوصاف پر روشنی ڈالتے ہوئے ضلع کے ڈسٹرکٹ انسپکٹر سردار صاحب سردار سوہن سنگھ صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے اس سکول کے قابل سیکنڈ ماسٹر صاحب کے کام کی داد دی اور انہیں ہیڈ ماسٹری کے عہدہ پر مامور فرمایا۔ ہماری آرزو ہے کہ قادر مطلق آپ کو بہت عرصہ تک ضلع ہذا کی رہنمائی کا موقع دیں۔ مولوی صاحب نے تمام احباب اور متعلقین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر کی عنایات کا اعتراف کیا۔ صاحب صدر کی معقول تقریر کے بعد کارروائی ختم پذیر ہوئی۔ (شاہ محمد بسمل)

لوئر مڈل سکول پرور ضلع کانگڑہ میں حضور شہنشاہ معظم کی سالگرہ کی تقریب میں مسٹر سی ای لڈلو بورہٹر کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ طلباء سکول نے پرارتھنا کی۔ سالگ کرپا رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے منیجر صاحب کا مع عیال تشریف فرما ہونے اور مسٹر بورہٹر کا صدارت کے لئے شکریہ ادا کیا۔ سکے ایل شرما نے انگریزی راج کی

برکات کا ذکر کرتے ہوئے شہنشاہ معظم کی درازی عمر کے لئے دعا کی۔ آتما سنگھ طالب علم نے راگ گایا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے دعائیہ نظم پڑھی۔ پنڈت مہانند جی نے طلبا اور لڑکیوں کی دستکاری کو دکھایا۔ سکاؤٹس اور گرلز نے اپنا اپنا کام اور کھیلیں دکھائیں۔ میجر صاحب اور محترمہ صدر صاحبہ بہت محظوظ ہوئے۔ محترمہ صدر اور میجر صاحب نے انگریزی تقریریں کیں جن کا ترجمہ لالہ رام چند صاحب بھنڈاری نے کیا۔ سکول کی طرف سے سب کو ٹی پارٹی دی گئی۔ (کے ایل شرما)

ڈی بی ہائی سکول موروثی پور ضلع لائل پور

۱۶ر جون کو نو بجے صبح صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لائل پور بہمراہی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس سکول ہذا میں تشریف لائے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اور معززین نے شاندار استقبال کیا۔ سکاؤٹس نے بطریق معمول سلامی اتاری۔ آپ نے عمارت سکول اور بورڈنگ ہوس کا جو ہر طرح سے آراستہ تھی ملاحظہ فرمایا۔ ہر چیز کو باقاعدہ اور منتظم دیکھ کر اظہار مسرت کیا۔ ماس ڈرل اور مختلف مارچنگ کی نمائش کے بعد آپ کی صدارت میں تقسیم انعامات کا جلسہ ہوا۔ جس میں دعائیہ نظم کے بعد چوہدری عبدالواحد صاحب ذیلدار اور ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ موروثی پور کے تمام زمینداروں کی طرف سے اُردو میں سپاسنامہ پڑھا جس میں پکی سڑکوں کے بنانے شفاخانہ حیوانات کھولنے اور سکول کی عمارت اور ہوسٹل کی عمارت میں توسیع کرنے۔ ہندو کچن اور سپرنٹنڈنٹ کوارٹر کی تعمیر اور سکول کو گورنمنٹ سکول بنانے کی پُرزور درخواست کی۔ چوہدری عمر دین صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر نے انگریزی رپورٹ پڑھی سکول کے گذشتہ چار سالہ میٹرکولیشن رزلٹ۔ روز افزوں تعلیمی رفتار اور دیگر سرگرمیوں پر مختصر روشنی ڈالی۔ جسے سُن کر صاحب ممدوح بہت خورسند ہوئے اور ہیڈ ماسٹر صاحب اور سٹاف کو مبارکباد دی۔ طلباء میں انعامات تقسیم ہوئے۔ اُردو میں جامع تقریر فرمائی۔ زمینداران کی تمام تکالیف کو بتدریج رفع کرنے کا وعدہ فرمایا۔ توسیع عمارت کے متعلق فرمایا کہ اب سکول کی شان دوبالا ہو جائے گی۔ (نامہ نگار)

مڈل سکول داکھ ضلع لدھیانہ

فزیکل ٹریننگ کلاس کی تعلیم کی باگ ڈور پنڈت دینا ناتھ صاحب اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر شعبہ فزیکل ٹریننگ کی نگرانی سنٹر داکھ۔ بدووال اور ہمبڑاں کے مدرسین کی کلاس قائم کی جس نے ہفتہ میں پروگرام ختم کیا۔ یعنی ۶½ بجے صبح سے ۷ بجے تک صبح کی ڈرل۔ ۷ بج کر ۴۰ منٹ تک مارچنگ ایک گھنٹہ تفریح ۷½ سے ۸½ بجے تک لیکچر - ۸ - ۳۵ سے ۹ - ۳۵ تک لیکچر۔ شام کو پانچ سے چھ بجے تک ارل صاحب ڈرل۔ بعد سات بجے تک گیمز۔ آپ نے فزیکل ٹریننگ کی ضرورت اور اصول واضح طور پر ذہن نشین کرائے۔ خاص خاص نکات نوٹ کرا دیئے۔ مارچنگ کی ٹریننگ خاص دلچسپی لئے تھی۔ ہر حکم کو بجالانا خصوصیت سے سمجھایا گیا۔ اتھلیٹک ٹریننگ کے اُصول مفصل نوٹ کرائے۔ بہت ورزشیں عملی طور پر سمجھائی گئیں۔ ارل صاحب کے تمام کورس پرائمری و مڈل کو وضاحت سے سمجھایا گیا۔ عملی طور پر پریکٹس کرائی گئی۔ خاص نوٹ لکھائے گئے۔ کلاس فزیکل پروگرام مرتب کرنے کا طریق سمجھایا گیا۔ فزیکل اگزامنیشن جو ہر سہ ماہی کے بعد ہونا ضروری ہے عملی طور پر کرایا گیا۔ ذیل کا ریکارڈ رکھنا بتایا۔

(۱) نام طالب علم (۲) جماعت (۳) عمر (۴) ٹیکہ چیچک کس سنہ میں کرایا گیا۔ (۵) نقائص چشم (۶) پچھلے دو سالوں میں بخار ملیریا کا حملہ (۷) کیا والدین کسی خاندانی مرض میں تو مبتلا نہیں (۸) کیا یہ طالب علم کھیل میں حصہ لیتا ہے؟ (۹) پیمائش دونان۔ چھاتی نمبر ا نمبر ۲ فرق۔ پیٹ۔ گردن۔ بازو۔ ران۔ پنڈلی) (۱۰) صفائی (دانت۔ آنکھ۔ بال۔ جسم۔ لباس) حصہ پرائمری کے ریکارڈ میں نمبر ۹ کے سوا باقی تمام خانے۔ ٹریک اینڈ فیلڈ سپورٹس۔ کھیلوں کے میدان کی مختلف شکلیں اور پیمائشیں لکھا کر عملی طور پر سمجھایا گیا۔ انتظام کے متعلق کافی نوٹ لکھائے گئے۔ مندرجہ ذیل کھیلیں عملی طور پر کھلوائی گئیں۔ فٹ بال والی بال ہینڈ فٹ بال اگر تیج۔ اوور ہیڈ۔ انڈر آرم۔ ٹنل بال۔ اولنگ بال۔ ڈریبلنگ بال۔ گنگبرو جیمپ۔ ٹاپ بال لیپ۔ اوور اینڈ ڈاؤن بال پاسنگ ریلے ریس لیپ فراگ گیمز۔ بچوں میں نقل کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ اس لئے ایسی حرکات پر خاص زور

دیا گیا ۔ فزیکل ایفی شینسی ٹیسٹ کے متعلق بھی عملی طور پر نوٹ لکھائے گئے ۔ جو خیال حسب ذیل ۔ نام طالب علم ۔ قد ۔ عمر ۔ لمبی چھلانگ ۔ اونچی چھلانگ ۔ ہٹ پہ ۔ سو گز کی دوڑ ۔ پچاس گز کی دوڑ ۔ سوالی بال تھرو ۔ کرکٹ بال تھرو ۔ ہر سکول میں فزیکل اگزامینیشن فارم حصہ پرائمری و مڈل اور فزیکل ایفیشینسی فارم کا ہونا ضروری ہے ۔ اور ایتھلیٹک گراونڈ ۔ کشتی کا اکھاڑہ ۔ چھلانگوں کا اکھاڑہ دوڑوں کی گراؤنڈ (والی بال ۔ فٹ بال گراؤنڈ) آخری دو نو قیمتی ہیں ۔ سکاوٹ لا کے متعلق کافی نوٹ لکھوائے گئے ۔ اسی طرح ٹورنمنٹ کے متعلق ہدایات واصول نوٹ کرائے گئے ۔ کورس کے اختتام پر زیر صدارت سردار جوگندر سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس الوداعی جلسہ منعقد ہو کر ذیل کی کارروائی عمل میں آئی ۔ نہایت سادہ اور موجودہ زمانے کے مطابق فیسٹ کی گئی ۔ عطا محمد ہیڈ ماسٹر ورنیکولر مڈل سکول چانگ پور نے شکریہ نامہ اور مختصر کیفیت پڑھ کر سنائی ۔ ماسٹر مولا بخش اور ایک طالب علم سکول نے نظم پڑھ کر سامعین کو

سنٹر جلال پور بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ

موضع بلوچہ وٹو کی دعوت پر رسومات بد کے انسداد کے لئے جو عملی کارروائی عمل میں آئی حسب ذیل ہے ۔ چوہدری عبد المجید صاحب بی اے سیکنڈ ماسٹر کی نگرانی میں جملہ سٹاف اور بیس چیدہ طالب علم موضع مذکور میں پہنچے ۔ مرکزی انجمن اشاعت کے معزز اراکین بھی اس جماعت میں شامل تھے ۔ ملک خان محمد صاحب وٹو رئیس اعظم نے پر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا اور چار سو مہمانوں کے لئے نہایت مکلف سامان مہیا فرمایا ۔ جلسہ آپ کے بنگلہ پر ہوا ۔ فرش دیگر سامان فرنیچر وغیرہ با فراط مہیا تھا ۔ پہلا اجلاس میاں محمد اسلم حیات خاں صاحب ذیلدار کی صدارت میں ہوا ۔ تلاوت قرآن شریف کے بعد طلبا سکول نے نظم گائی ۔ جس کی تشریح لالہ نند لال صاحب ہیڈ ورنیکلر ٹیچر کرتے گئے ۔ ملک خان محمد صاحب وٹو نے اس اجتماع کی اصلی غرض وغایت بیان کی کہ ہم با اتفاق مسلمان ہمہ جا میں جرائم کو ترک کریں تاکہ ناحق رشوت اور دیگر مقدمات سے نجات حاصل کر سکیں ۔ منشی نبی بخش صاحب امین آبادی نے مسلم کی تعریف اور ہدایت کی کہ صلح و اتفاق پر فیمابین بسر کریں ۔ اللہ تعالے کے ساتھ براہ راست تعلق پیدا ہوگا ۔ اور آیت قرآنی کی تشریح کرتے ہوئے مناسب روشنی ڈالی ۔ طلبا نے نظم گائی ۔ جس کی تشریح بدستور لالہ نند لال نے کی ۔ اور آپ ایک پنجابی نظم اصلاح دیہات کے متعلق نہایت خوبی سے پڑھی ۔ ملک صاحب نے ایک روپیہ طلبا کو مٹھائی کے لئے اور صاحب صدر نے ایک روپیہ پروپیگنڈا ورک کی تکمیل کے لئے عطا کیا ۔ اس سامان پروپیگنڈا کی خرید کا وعدہ ملک صاحب نے فرمایا ۔ میاں ہادی حسین صاحب نے پنجابی زبان میں بسیط مضمون پڑھا ۔ دو لڑکوں نے قرضہ کی خرابیاں پنجابی نظم میں دکھائیں ملک صاحب کی مہمان نوازی نے تمام حاضرین کو کھانا کھلایا ۔ چار بجے دوسرا اجلاس آپ ہی کی صدارت میں ہوا ۔ تلاوت قرآن مجید اور دعائیہ نظم کے بعد قاضی غلام نبی صاحب نے جامع تقریر کی ۔ ملک صاحب اور سامعین کے شکریہ کے بعد فرمایا کہ اسلام ایک ایسا مکمل نظام ہے جس کے لئے ریزولیوشن اور باتوں کی بجائے عمل کی ضرورت ہے ۔ انسداد جرائم کے لئے جن کی موجودگی میں قومی ترقی عنقا ہے ۔ اور ان کو مخصوص انداز سے قابل نفرت قرار دیکر سامعین سے حتمی وعدہ لیا کہ وہ ان کے مرتکب نہ ہوں اور عدالتوں کی بجائے پنچائتوں میں تصفیہ کرانے پر زور دیا ۔ گورنمنٹ خود اس امر کی متمنی ہے کہ ہم فیمابین پنچائتی فیصلے کر لیں ۔ لفظ مسلم کی حقیقت ظاہر کر کے ہر چیز کی حقیقت اس کے نام میں پوشیدہ ہے ۔ اس کے لغوی معنی بتا کر مسلم کے فرائض گنے اور اخلاق حمیدہ کی عظمت کو جتلایا ۔ جرائم سے بچنے کے لئے سامعین سے حلف لئے گئے ۔ فرض اور سنت کی تشریح کی ۔ صاحب صدر کی مدلل وبسیط تقریر ہوئی اور حاضرین سے اپیل کی کہ تمام بد اعتدالیوں کو ترک کر کے اپنے مستقبل کو شاندار بناؤ ۔ دس دیہات کے معتبر اور بارسوخ زمینداروں نے اقرار کیا کہ وہ چوری زنا رشوت کے لینے دینے اور دیگر جرائم کے ارتکاب سے اپنے آپ کو بچائیں گے ۔ اور پنچائتی فیصلوں کی حمایت کرینگے ۔ دعا ہے کہ ملک صاحب کو اپنے ارادوں میں کامیابی ہو ۔

(آغا عبد الحق)

لوئر مڈل سکول پروا ضلع کانگڑہ میلہ کنیا دیوی پر دیہات سدھار کمیٹی نے آب رسانی میں امداد دیکر پانی پلانے کا کام کیا اور دیہات سدھار کے گانوں سے عوام کا دل خوش کیا۔ پنڈت پرمانند نے تقریر کی۔ سکاؤٹس نے مستورات کو اشیا کی خرید و فروخت میں امداد دی۔ پنڈت شیو پرشاد ہیڈ ماسٹر نے اپنا سکاؤٹ ٹروپ بھیجکر ہماری امداد فرمائی۔ لہذا شکریہ کے مستحق ہیں۔ (رکے۔ دیل شرما)

گورنمنٹ مڈل سکول ہوشیار پور ۲۳ جون کی شام کو لالہ چرنجی لعل صاحب بی اے بی ٹی ڈیمانسٹریٹر ڈسٹرکٹ بک کمیٹی نے زیر صدارت مہتہ رام نارائن صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر سکول ہذا بذریعہ سینما ٹوگراف نہر پاناما۔ برما کے جنگلات۔ چین اور صحرائے دل کی طرز زندگی پر لیکچر دیا جس سے پہلے آپ نے بذریعہ نقشہ ہر جماعت کے طلباء کو ایک جگہ جمع کر کے سرسری واقفیت بہم پہنچا دی۔ تاکہ طلباء لیکچر سے مستفیض و محظوظ ہو سکیں۔ سکاؤٹس اور ممبران سٹاف نے انتظام میں کما حقہ مدد دی۔ ہر طبقہ کے لوگوں کے لئے ٹھنڈے پانی کا کافی انتظام تھا۔ مستورات کے لئے بھی خاص انتظام کیا گیا تھا۔ اور سامعین و حاضرین کی کثرت نے استفادہ کیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کی ہردلعزیزی کا نتیجہ ہے کہ شہر کے ہر طبقہ کے معززین نے شرکت فرمائی۔ (دھنپت رائے)

جین سکول مالیرکوٹلہ شہر مالیرکوٹلہ میں جہاں پہلے ایک ہی سٹیٹ سکول تھا۔ آج سٹیٹ کے مالک سرکار حضور نواب صاحب بہادر کی مہربانی سے ہر مذہب و ملت کا جداگانہ سکول ہے۔ خوش قسمتی سے سررشتہ تعلیم کا انتظام ہمارے نیک دل صاحبزادہ محمد ممتاز علی خانصاحب بہادر کے مبارک ہاتھوں میں ہے۔ آپ تعلیم کے سچے حامی ہیں اور گہری دلچسپی رکھتے ہوئے اس کو فروغ دینے میں کوشاں رہتے ہیں۔ شری آتما نند جین مڈل سکول کے ممبران کمیٹی کے استدعا پر سالانہ تقسیم انعامات پر آپ نے سکول میں تشریف لاکر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ سکول بلڈنگ خوب آراستہ پیراستہ تھی۔ احاطہ سکول حاضرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اراکین سلطنت معززین و شرفا شہر سے رونق دوبالا ہو گئی۔ حضور ممدوح صاحبزادہ صاحب ٹھیک چھ بجے مقررہ وقت پر رونق افروز ہوئے اور کرسی صدارت کو زینت بخشی طلباء نے پرارتھنا کی۔ ایڈریس پیش کیا گیا جس کے جواب میں آپ نے اظہار خورسندی فرماتے ہوئے انسٹی ٹیوشن کے مقاصد میں کامیابی کی آرزو کی اور جین سماج کے موروثی وفادار ہونے کے دعوے کو قائم اور صحیح رکھنے پر یقین کیا۔ اور یقین دلایا کہ دربار عالیہ اپنی پیاری رعایا سے بہتر سلوک مرعی رکھیگا۔ ہماری خوش قسمتی سے والئے ریاست نیک دل رعایا پرور اور منصف مزاج ہیں اور رعایا کے ہر فرد سے موزوں رعایت رکھتے ہوئے ہیں۔ ان کے ہاں مذہب و ملت کا لحاظ نہیں۔ ہندو مسلم کے تعلقات برادرانہ ہیں۔ میں اپنے فرائض یعنی تعلیم اور پولیس کو بہترین بنانے کی کوشش کرتا رہونگا۔ میری آرزو ہے کہ رعایا مالیرکوٹلہ کا ہر فرد تعلیم یافتہ اور مہذب ہو۔ اور میں تعلیم کی اشاعت میں ہر طرح سے حامی و معین ہونگا۔ میں اس سکول کو اپر مڈل کے درجہ تک تسلیم کرتا ہوں اور ہر ممکن امداد کا یقین دلاتا ہوں اور اس ایڈریس کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ایم جان محمد صاحب اور بابو بھگوانداس صاحب شعلہ نے اپنا اپنا قصیدہ پڑھا۔ چند طلباء نے انگریزی تقریریں کیں۔ سری حضور صاحبزادہ صاحب بہادر نے دست مبارک سے انعامات تقسیم فرمائے۔ جس کے لئے مینیجنگ کمیٹی ان کی دل سے ممنون ہے۔ (جگن ناتھ کوشل بی اے ہیڈ ماسٹر)

مڈل سکول چپراڑ ضلع سیالکوٹ میلہ بھدر کالی پر طلباء نے پبلک کو پمپ کا صاف ستھرا پانی پلانے کا کافی انتظام کیا۔ صبح ہی بذریعہ بینڈ گاؤں میں منادی کی کہ دو بجے میلہ گاہ میں جلسہ ہوگا۔ جہاں چوہدری فقیر محمد صاحب سینیٹری انسپکٹر کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ حاضرین کی تعداد کافی۔ طلباء نے دعائیہ اور

دیہات سدھار گیت جوب گائے۔ پنڈت جگت رام صاحب نے تاج برطانیہ کی برکات پر روشنی ڈالی۔ صاحب صدر نے صحت صفائی اور اس کے طریقوں پر بسیط لیکچر دیا۔ (برکت رام معین)

مڈل سکول کنجھاولہ صوبہ دہلی کی جونیر ریڈکراس سوسائٹی جنوری ۱۹۳۲ء سے قائم ہے۔ جماعت پنجم سے ششم تک کا ہر طالب علم اور آٹھ مدرسین ممبر ہیں۔ تعداد سال گذشتہ ۱۴۹ تھی۔ مدرسین نے چھ پائی اور طلبا سے تین پائی ماہانہ چندہ لیا جاتا ہے۔ انچارج سوسائٹی ایک مدرس ہیں۔ طلبا کی صحت و صفائی کا خیال رکھنے کے لئے ۴ ہیلتھ انسپکٹران سہ ماہی اجلاس پر منتخب کئے جاتے ہیں تاکہ ہر ممبر کو کام کرنے کا موقعہ ملے۔ دو طالب علم سیکرٹری اور اسسٹنٹ سیکرٹری ہوتے ہیں۔ سوسائٹی رجسٹرڈ ہے۔ سال گذشتہ میں مختلف اوقات آٹھ اجلاس ہوئے جن میں طلبانے صحت اور صفائی کی ضرورت اور غریب طلبا کی امداد کے مضمون پڑھے۔ ممبران سٹاف نے اپنے موثر لیکچروں سے طلباء کو محظوظ و مستفید کیا۔ مندرجہ ذیل طریق سے سوسائٹی مفید ہو رہی ہے۔

(۱) جماعت کے ایک طالب علم کی فیس چندہ معاف کر کے اس کے لئے سامان نوشت و خواند کا خاطر خواہ انتظام کیا۔

(۲) گذشتہ موسم گرما میں جوہڑوں کے خشک ہو جانے پر کھدائی کی کہ غریب مویشیوں کے لئے صاف پانی زیادہ مقدار میں جمع ہو سکے۔

(۳) اناج کی بوریوں سے لدا ہوا چھکڑا سکول کے پاس سے گذر رہا تھا جس کا ایک بیل تھک کر اور ہار کر بیٹھ گیا۔ سکول میں تفریح تھی۔ چنانچہ طلبانے مل کر دوسرا بیل بھی کھول دیا اور چھکڑا خود کھینچ کر منزل مقصود پر پہنچایا۔

(۴) مڈل سکول علی پور کے ایک طالب علم کو کتابوں اور کاپیوں کی امداد دی۔ یعنی چھ کتابیں اور چار دستے کاغذ دیئے گئے۔

(۵) سات روپے ایک آنہ تین پائی کی ادویہ غریب بیماروں میں تقسیم ہوئیں۔ آمدنی کل ۳۳ روپے ایک آنہ ۹ پائی ہے جس میں سے ۷ روپے ۱۳ آنہ ۹ پائی خرچ معافی فیس وادویہ ہوا۔ باقی ۲۵ روپے ۴ آنہ بچت۔ (شب نرائن انچارج)

اینگلو ورنیکلر مڈل سکول باغ (پونچھ) کی ۲۷ ر ماہ کو پنڈت اننت رام صاحب اسسٹنٹ سرجن ڈیسپنسری باغ کی صدارت میں تقسیم انعامات کا جلسہ ہوا۔ روسا شرفا معززین دیہہ سٹاف سکول اور طلبا شامل ہوئے۔ حمد الٰہی کے بعد سری حضور راجہ صاحب بہادر پونچھ کے حق میں دعائیہ نظم گائی گئی۔ تعلیم نسواں، دیہات سدھار اور تعلیم کے فوائد پر تقریریں ہوئیں۔ اخلاقی نظمیں گائی گئیں۔ کفایت شعاری کی تلقین کی گئی۔ انگریزی اردو ڈرامے کئے گئے۔ سالانہ رپورٹ پڑھی گئی۔ سردار رام سنگھ صاحب ساہوکار باغ نے سکول میں اول رہنے والے طالب علم کو انعام دیا۔ صاحب صدر نے خندہ پیشانی سے تعلیمی کارکردگی ضبط مدرسہ اور ادائیگی فرض کی تعریف کی اور بچوں میں پچاس روپے کے انعامات اور شیرینی تقسیم ہوئی۔

میونسپل بورڈ اردو سکول نمبر ۱ شہر ہبلی ضلع دھارواڑ کے استاد گرامی راجہ احمد ابن حضرت صاحب سنگد صدر مدرس ملازمت سے سبکدوش ہو کر پنشن یاب ہوئے ہیں۔ اگرچہ آپ سے جدا ہونا بدقسمتی اور افسوس کا موجب ہے۔ مگر ساتھ ہی خوشی ہے کہ اس قدر خدمت گذاری کے بعد آرام کا موقع ملا اور پنشن ملی۔ آپ کی تعریف میں ہر فرد بشر رطب اللسان ہے اور آپ کے سلوک حسنہ کو دل سے سراہ رہا ہے۔ ہماری دلی آرزو ہے کہ خدائے کریم آپ کو مع اعزہ و اقارب صحیح و سلامت اور شاداں و فرحاں رکھے۔ (اے ایچ انی مومن)

خوشخبری ہمیں بےحد مسرت ہوئی کہ ہمارے عزیز دوست اور رفیق کار محمد آدم صاحب جمعدار نے بمبئی یونیورسٹی کا ایم اے پاس کیا ہے۔ آپ کی کامیابی اس وجہ سے بھی مزید قابل تحسین و صد آفرین ہے کہ امتحان تیاری کے لئے آپ کو بہت تھوڑا عرصہ ملا تھا مگر آپ نے خداداد ذہانت سے شاندار کامیابی حاصل کی جو آپ کے احباب کے لئے باعث صد مسرت ہے۔

(اے ایچ انی مومن)

اظہار افسوس

(۱) تحصیلی تعلیمی کانفرنس مدارس سب ڈویژن بٹالہ زیر صدارت جناب خواجہ عزیز الدین صاحب احمد ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع گورداسپور بمقام پنج گرائیں اتفاق رائے سے پاس کرتی ہے۔ کہ یہ جلسہ عالیجناب رائے بہادر مسٹر من موہن صاحب ایم اے انسپکٹر بہادر مدارس ڈویژن لاہور کے والد بزرگوار کے انتقال پُرملال پر نہایت رنج وغم کا اظہار کرتا ہے۔ اور پرماتما سے ملتجی ہے کہ سورگباشی جی کو سورگ میں نہایت اعلیٰ قابل رشک جگہ نصیب ہو۔ تمام ضلع گورداسپور آنحضور کے ساتھ اس ناقابل تلافی افسوس میں شامل ہے۔ مزید قرار پایا کہ نقل رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور میں بھیجی جائے۔

(داناارام سیکرٹری)

(۲) سب ڈویژن تحصیل پٹھانکوٹ کے مدرسین کا اجلاس بمقام سوجان پور زیر صدارت خواجہ عزیز الدین صاحب احمد ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس جناب رائے بہادر مسٹر من موہن ایم اے ڈویژنل انسپکٹر مدارس لاہور کے والد بزرگوار کے انتقال پر تہ دل سے افسوس کا اظہار کرتا ہے اور داعی ہے کہ خدائے پاک مرحوم کو جنت الفردوس عطا کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل بخشے۔

(حسین بخش سیکرٹری)

انجمن معلمین سنٹر جلاڑی ضلع کانگڑہ

دوسرا جلسہ کنور ملاپ چند صاحب اے ڈی آئی ہمیرپور کی صدارت میں منعقد ہوا۔ سیکرٹری نے پرارتھنا کرائی۔ پنڈت پھمند اسسٹنٹ ماسٹر ریل نے جماعت چہارم کو سبق پڑھایا۔ ٹھاکر جگت سنگھ نے لطائف سنائے۔ ٹھاکر شیر سنگھ کا مضمون پند ونصائح سے پُر تھا۔ دفتر صاحب اے ڈی آئی کے آمدہ احکام سنائے گئے۔ صاحب صدر نے مفصلہ ذیل ہدایات دیں۔

(۱) جماعت اوّل میں زائد المیعاد کوئی لڑکا نہ ہو۔ نہ ہی کوئی لڑکا خارج ہو جب تک وہ پرائمری کورس ختم نہ کرے۔

(۲) حروف ابجد سکھانے کا آسان طریق یہ ہے کہ حروف کاٹ لئے جائیں اور جیسے بچے حروف سے آشنا ہو جائیں۔ تو دو حرفی سہ حرفی مرکبات کاٹ کر بچوں کو سکھائے جائیں۔ اس سے روانی اچھی ہو جائیگی۔ اور املا میں بھی مدد ملے گی۔

(۳) تعداد کی کمی جون میں ہی پوری کر لی جائے۔ تعداد کسی حالت میں کم نہ ہو۔ وہ روز افزوں حقیقی اور مستقل ہو۔

(۴) حاضری اور تعداد بڑھانے کے لئے بڑے بڑے لڑکوں کا ایک بورڈ بنایا جائے۔

(۵) صفائی۔ طلبا کے لباس وجسم بالکل صاف ستھرے ہوں۔ اور سکول میں ہر چیز قرینے سے رکھی جائے۔ سکول صفائی کا نمونہ ہو اور صفائی کا بورڈ بنایا جائے۔ (۶) ہر سکول میں ماڈل شاپ بنائے جائیں۔

(۷) سکول کی دیواروں کے ساتھ دیہات سدھار گانے ریڈکراس چارٹس۔ سکاؤٹنگ جھنڈے۔ ہدایات اور دیگر چارٹس لٹکائے جائیں۔

(۸) ہر سکول میں ایک پروپیگنڈا پارٹی بنائی جائے۔ جس میں کم از کم بیس سے پچیس طالب شامل ہوں۔ انہیں دیہات سدھار راگ یاد کرائے جائیں۔ تمام پارٹی دو رہبروں کے پیچھے چلے اور راگ گائے۔ اعلےٰ اعلےٰ موٹو چھڑیوں پر آویزاں ہوں۔

(۹) سکول کا احاطہ پھولوں۔ بیلوں اور پھلدار پودوں سے سجا ہوا ہو۔

(۱۰) تمام کام ترتیب سے انجام دیا جائے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب ایک سیٹی رکھیں۔ پرارتھنا وغیرہ مواقع پر سیٹی بجا کر کام ہوا کرے۔ طلبا کے ناخن اور دانت دیکھے جایا کریں۔ ناخن کاٹنے کے لئے اگر دو تین چاقو منگا لئے جائیں تو بہتر ہوگا۔

(۱۱) تعلیمی کام میں سے زیادہ وقت ریاضی کو دیا جائے۔

(۱۲) ڈرل کے ہفتہ واری پروگرام کمرے میں آویزاں ہوں۔ اول دوم کو ڈرل بطور کہانی یاد کرائی جایا کرے۔

(۱۳) جہاں سکاؤٹ ماسٹر موجود ہوں تحریک سکاؤٹنگ جاری کی جائے۔

(۱۴) جونیئر ریڈکراس سوسائٹی کے ممبران کے کام اپنے پاس لکھے جایا کریں مثلاً سڑک بنانا باولی صاف کرنا۔ غرض ہر کام باقاعدہ سیٹی پر ہوا کرے۔

(۱۵) تمام کام جو دکھلانے کے قابل ہو سکول میں کاغذ لکھ کر آویزاں رہے۔ یعنی ہر کام عملی طور پر ہوتا رہے۔

(۔۔۔ دھر سیکرٹری)

مُبارک باد ﴿ خان صاحب شیخ غلام محی الدین صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس صوبہ دہلی کو خان صاحب کے خطاب دیئے جانے پر مبارک باد کا جلسہ منعقد ہوا۔ آپ ۱۹۲۶ء سے صوبہ ہذا میں مامور ہیں۔ آپ نے پنج سالہ پروگرام کے مطابق تعلیمی احکام نہایت دانشمندی سے سرانجام دیا۔ آپ کے عہد میں ایک ورنیکلر سکول اینگلو ورنیکلر ہوا تین مڈل پرائمری ہو گئے اور پندرہ پرائمری گاریں کو لوئر مڈل بنایا گیا کئی نئے پرائمری سکول جاری کئے سکولوں کی تعداد بڑھنے پر دو اسسٹنٹ ڈی آئی اصحاب نئے مقرر ہوئے۔ لازمی تعلیم دیہات میں جاری کی گئی۔ اب دس حلقوں میں بڑی کامیابی سے تعلیم جاری ہے۔ آپ کے مجوزہ اصول بہت عمدہ ثابت ہوئے ہیں جنہیں تعلیمی کمیشن نے بھی پسند کیا۔ نارمل سکول نجف گڑھ مستقل ہو گیا۔ آپ نہایت با اصول اور منصف مزاج ہیں ماتحت ہر طرح سے مطمئن ہیں۔ آپ کو کسی سے دشمنی اور بغض نہیں۔ سب لوگ یکساں طور پر آپ کے ثناخواں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج ہر مذہب و ملت کے لوگ آپ کو مبارکباد دینے کے لئے جمع اور آپ کی خوشی اور عزت افزائی سے خوشدل ہیں۔ (آر اتما کپور نسا)

سناتن دھرم ہائی سکول لاہور ﴿ ہائی کلاس کے طلباء کا ایک جلسہ گروپ میٹنگ میں لالہ روشن لال صاحب آہوجہ ایم اے بی ٹی سینیئر انگلش ماسٹر کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اور قرار پایا کہ

(۱) سکول ہذا کے فارسی طلباء کا جلسہ مسٹر خورسند بہادر سیتاج ایم اے ایم او ایل کو ایم اے فارسی کے امتحان میں کامیابی پر مبارک باد کا ہدیہ پیش کرتا ہے۔ اور معترف ہے کہ آپ کا سلوک طلباء سے نہایت مشفقانہ ہے۔ فارسی کلاس کے طلباء ان کی دلچسپی محبت اور ہمدردی کے شکرگزار ہیں جو آپ کو اپنے زیر تربیت بچوں سے ہے۔

(۲) پاس ہوا کہ اس قرارداد کی نقل تعلیمی اخباروں میں بھیجی جائے۔　　(منوہر لال)

کنگ جارج ہندو ہائی سکول گوجرانوالہ ﴿ سکول کے نوجوان اور ان تھک عالم بے بدل شریمان سناتک اندر دیوجی بی اے شاستری ودیا النکار کے امتحان ایم اے سنسکرت میں اوّل درجہ میں کامیاب ہونے کی خوشی میں خاص چھٹی منائی گئی۔ پرنسپل صاحب نے پرارتھنا کرائی اور ایسے عالم متبحر کی سچا کامیابی پر پرماتما کا دھنباد ادا کیا۔ نوجوان اور قابل سناتک جی کو ممبران سٹاف اور طلباء نے دلی مبارک باد دی۔ آپ نے اسی سکول میں رہکر ایف اے کا امتحان اوّل درجہ میں پاس کیا اور یونیورسٹی وظیفہ حاصل کیا۔ اسی سال شاستری کا امتحان اول درجہ میں صوبہ بھر میں اوّل رہکر پاس کیا۔ دو سال بعد بی اے کا امتحان اول درجہ میں پاس کیا اور اس سال ایم اے کا امتحان اوّل درجہ میں بدستور اوّل پاس کر کے اپنی علمی روایت کو قائم رکھا۔ اب آپ ایم اے ایم او ایل شاستری ودیا النکار ہیں اور سنسکرت کے فاضل بے بدل ہیں۔ آپ کا وجود مغتنمات سے ہے کہ ایسے گئے گذرے زمانے میں آپ کو سنسکرت ودیا حاصل کرنے کا دلی شوق ہے اور آپ کی تعلیمی دلچسپی کی تعریف کسی طرح نہیں کی جاسکتی کہ باوجود کئی وسائل موجود ہونے کے آپ صرف سنسکرت پروفیسری پر قانع ہیں۔ ہماری دلی آرزو ہے کہ ایسا قابل نوجوان ملک کا سدھارک اور قوم کا بہی خواہ ثابت ہو اور اس کی آرزوؤں میں دن دگنی اور رات چوگنی ترقی ہو۔ اور وہ ملک بھر میں سنسکرت کی تعلیم اور تعلیم کے دلدادگان کی کثرت پیدا کرنے کا موجب ہو۔ (آمین)　　(سچدیوا)

مڈل سکول سنکھترہ ضلع سیالکوٹ ﴿ بخشی سنسار چند صاحب اے ڈی آئی شعبہ فزیکل ٹریننگ کی نگرانی میں فزیکل ٹریننگ ریفریشر کورس جس میں سنٹر سنکھترہ، مدوکا، بلوانوالہ، نونار اور دھم تھل کے مدرسین شامل تھے، مفصلہ ذیل پروگرام کے مطابق ختم ہوا۔ ۵½ بجے صبح سے ۶ بجے صبح تک ٹاؤننگ ڈرل ۶ سے ۷ بجے تفریح ۷ سے ۱۰ بجے تک لیکچر متعلقہ ڈرل و تربیت جسمانی وغیرہ۔ ۵½ بجے شام سے ۶½ بجے تک دیسی کھیلیں آپ کے ہمراہ قریشی غلام احمد صاحب اے ڈی آئی علاقہ جو حال ہی میں دھرم سالہ سے فزیکل ٹریننگ حاصل کر کے آئے ہی تھے

اور اپنے مفید اور کارآمد مشوروں سے زیر ٹریننگ طلبہ کو مستفید فرماتے رہے۔ بخشی صاحب نہایت خلیق اور مہربان افسر ہیں۔ آخری دن سکول سٹاف نے مدرسین زیر ٹریننگ کو نہایت شاندار پارٹی دی۔ جس میں ہردو اصحاب ممدوح الصدر نے مدرسین کو مخاطب کرتے ہوئے تلقین کی کہ یہاں کی تعلیم صرف آپ کی ذات تک محدود نہ رہے بلکہ اپنے سکولوں میں جاری کریں کہ بچوں کی جسمانی حالت میں نمایاں تغیر ظاہر ہو۔ یہ ہفتہ ہردو اصحاب کی رہنمائی سے پوری کامیابی سے اختتام پذیر ہؤا۔ (محمد شفیع سیکرٹری)

مڈل سکول ڈچکوٹ ضلع لائل پور

۲۷، ۲۸ جون کو بموجب سرکلر آمدہ سررشتہ تعلیم لائل پور یوم داخلہ منایا گیا۔ طلبا قطاروں میں منتظم ہو کر بازاروں میں سے تعلیمی اور اصلاحی گیت گاتے ہوئے نوشت خواند کس قدر ضروری ہے۔ لالہ شانتی پرکاش اور ایم فتح الدین نے حاضرین کے ذہن نشین کیا کہ ان کا بچوں کی تعلیم کے بارے میں اساتذہ سے تعاون کس قدر ضروری ہے۔ سردار سنتوکھ سنگھ زراعت ماسٹر نے مختصراً زراعت کے بہترین طریقوں کے استعمال پر زور دیتے ہوئے کہا کہ افلاس سے بچنے کا واحد طریقہ بہترین آلات کشاورزی کا استعمال ہے۔ دیسی کھیلوں کا دلچسپ پروگرام عمل میں لایا گیا۔ صفائی کے انعامات دیئے گئے اور ان کے والدین اور سرپرستوں سے التجا کی گئی کہ وہ اپنے بچوں کی جسمانی اور کیرکٹر کی صفائی کی طرف خاص توجہ مبذول فرمائیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے حاضرین سے اپیل کی کہ اپنے بچوں کی تعلیم میں گہری دلچسپی لیں۔ (بہاری رام ایس وی)

ضلع لائل پور کے مدرسین کا جلسہ مبارک باد

۲۷ جون کو زیر صدارت اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب مدارس تحصیل جڑانوالہ بمعیت جناب پی ٹی ایس مولوی عبدالحکیم صاحب جلسہ منعقد ہؤا۔ اس میں ریفریشر کورس کے لئے چار سنٹر ۲۸۲ گ۔ ۳۴۳ گ۔ ۴۲ گ اور سیال کے مدرسین شامل ہوئے۔ صاحب صدر نے فراہمی طلبا حاضری اور تعلیم سکول کے متعلق مؤثر تقریر کی۔ بعد ازاں مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس ہؤا۔

"ہم اساتذہ مندرجہ بالا سنٹرز اس اجتماع سے استفادہ حاصل کرتے ہوئے جو ہمیں فزیکل ریفریشر کورس کے موقع پر حاصل ہؤا ہے۔ نہایت مؤدبانہ طور پر جناب سردار سوہن سنگھ صاحب پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس لائل پور کی خدمت میں گورنمنٹ عالیہ کی طرف سے ان کی حسن خدمات کی وجہ سے "سردار صاحب" کا جو خطاب عطا ہؤا ہے۔ ہدیہ مبارک پیش کرتے ہیں۔"

گورنمنٹ ہائی سکول باغبانپورہ لاہور

سکول کے سکاوٹ ماسٹر فیروز خاں یوسف زئی قاضی کرام اللہ خاں اور سکاؤٹس موضع گنج (مغل پورہ) میں ملیریا۔ صفائی۔ تعلیم۔ نالیوں کی پختگی۔ اروڑیاں۔ شراب۔ زمیندارہ بنک اور ساہوکاروں کے ہتھکنڈوں پر پروپیگنڈا کی غرض سے آئے۔ قاضی صاحب نے تمام موضوعات پر اظہار خیالات کیا۔ "عادی مجرم" کا پروپیگنڈا بھی کیا گیا۔ پبلک خاص محظوظ ہوئی۔ قاضی صاحب اور ماسٹر فیروز خاں صاحب نے اپنا پارٹ خوبی سے ادا کیا۔ (سیکرٹری)

نارمل سکول گکھڑ ضلع گوجرانوالہ

۲۹ جون کو میلہ دھونکل پر دستور سوشل سروس کے لئے سکول گیا۔ جاتے ہی جگہ بجگہ ہندو مسلم سبیلیں لگائی گئیں۔ پبلک کی آمد و رفت کی سہولت کے لئے بہت سکاؤٹس تعینات کئے۔ چنانچہ دربار کمیٹی نے بھی خاص زیارت گاہ پر زائرین کے آرام کے سکاؤٹس طلب کئے صبح سے شام تک خدمت گذاری کی گئی۔ گیارہ بجے عین تمازت آفتاب میں جلوس نکالا گیا۔ بینڈ کے بعد پروپیگنڈا پارٹیاں سازو سامان سے گا رہی تھیں۔ جن کے دائیں بائیں ہر قسم کی بیماریوں کے چارٹ تھے۔ مختلف موقعوں پر ٹھہر کر لیکچر اور نظموں سے پبلک کو رسومات بد اور بیماریوں سے بچنے کی اپیل کی گئی جس کا پبلک پر خاص اثر ہؤا۔ ایک بجے ڈرامہ کیا گیا سادھی

کی وجہ سے وہ مکمل دکھایا نہ جاسکا۔ پبلک کمیٹی دھرونکل نے ہماری بے غرض سروس کو ملحوظ رکھتے ہوئے ۱۵ روپے نقد انعام دیئے مسٹر ٹی لازرس ہیڈ ماسٹر اپنی تعلیمی دلچسپیوں کی وجہ سے بخشی ہزدیال صاحب چیمبر موجد ڈراما کی وجہ سے اور سردار ایشر سنگھ پی ٹی ایس انچارج سوشل سروس مبارکباد کے مستحق ہیں۔ (عبد المجید)

ڈی بی مڈل سکول ترن تارن ضلع امرتسر

جناب اے بکفرکو ہر صاحب آئی سی ایس ڈپٹی کمشنر بہادر امرتسر کی صدارت میں ۳۰ جون کو جلسہ تقسیم انعامات منعقد ہوا۔ مختلف محاکم کے افسران۔ رؤسائے شہر طلباء کے والدین اور دیہاتی اشخاص جمع تھے۔ سکول ڈسپنسری کے سامان کی نمائش۔ دوسری طرف محکمہ ہیلتھ کی نمائش دونو کے درمیان سرسبز و شاداب پورے پھل دار اور پھولدار سکاؤٹس باوردی انتظام میں مصروف۔ صاحب صدر کی آمد پر شاندار استقبال ہوا۔ طلباء نے ڈرل دکھائی۔ بھنگڑا کا کھیل دکھایا گیا۔ ماسٹر فتح سنگھ صاحب ڈرل ماسٹر نے عجیب و غریب کرتب دکھائے۔ ویل کم کا گیت بہت پسند ہوا۔ اردو انگریزی مکالمے ہوئے پروپیگنڈا گیت گائے گئے۔ "شراب نوشی کے نقصان" کا ڈرامہ باعث صد تحسین و آفرین ثابت ہوا۔ لالہ ٹھاکر دت صاحب ہیڈ ماسٹر کے کام کو صاحب صدر نے بیحد سراہا۔ جنہوں نے سکول رپورٹ میں اعتراف کیا کہ سکول ہر پہلو سے ترقی کناں ہے۔ نتائج عمدہ۔ موجودہ تحاریک ماس ڈرل۔ پلے فار آل۔ ریڈ کراس سوسائٹی۔ سکاؤٹنگ۔ پروپیگنڈا ورک۔ تھرفٹ و کوآپریٹو سیلائی آئے دن شاہراہ ترقی پر گامزن ہیں۔ ہیلتھ آفیسر نے صحت پر مفید و عالمانہ تقریر کی۔ صاحب صدر نے بچوں کے چال چلن کو عمدہ بنانے کے لئے پُر تاثیر نصیحت کی جس کا ترجمہ لالہ بھانا رام صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر نے کیا۔ جوگندر پال نے حمد کا ترانہ گایا۔ انعامات تقسیم ہوئے۔ اور جلسہ بخیر و خوبی انجام پذیر ہوا۔ جس کے لئے متعلقین قابل مبارکباد ہیں۔ (آتما رام شنگاری)

مڈل سکول مہدی آباد

یہاں سے ایک میل کے فاصلہ پر چک نمبر ۳۰ ج ب میں ہر سال اساڑھ کی پہلی جمعرات کو میلہ لگتا ہے۔ قرب و جوار کے ہزارہا نفوس شامل ہوتے ہیں۔ میلہ متواتر تین دن لگتا ہے۔ پانی کی قلت بُری طرح سے محسوس کی جاتی ہے۔ لہٰذا اس سال ہیڈ ماسٹر صاحب نے سکاؤٹس کو ہدایت کی کہ ہر مذہب و ملت کے لئے سبیل لگائیں جس سے عوام پر روشن ہوگیا کہ تعلیم کے ساتھ خلق خدا کی خدمت گذاری کا مادہ بھی بچوں میں پیدا کیا جاتا ہے۔ سکول پروپیگنڈا پارٹی نے مختلف امراض اور رسومات بد پر نظمیں پڑھیں۔ مکالمے کئے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اور دیگر اساتذہ نے لیکچر دیئے۔ گندی اور گلی سڑی اشیاء میلہ میں بالکل فروخت نہ ہوسکیں۔ اس کار خیر کے لئے ہیڈ ماسٹر صاحب اور سٹاف مبارکباد کا مستحق ہے۔ (محمد گل حسین)

انیس احمد رشدی ایم اے آئی سی ایس

یہ معلوم کرکے دلی مسرت ہوئی کہ اس مرتبہ آئی سی ایس کے امتحان مقابلہ میں عزیزی انیس میاں نے تمام مسلم اقلیت میں نمایاں اور ممتاز کامیابی حاصل کی۔

عزیز موصوف اُردو زبان کے نامور ادیب اور ہمارے محترم و معزز دوست مولانا خلیقی دہلوی مصنف "ادبستان" کے صاحبزادے ہیں اور "الولد سر لابیہ" کے مصداق متعدد علمی و ادبی ذہانتوں کے مالک ہیں۔ علوم عربیہ میں دخل تام رکھتے ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی کے عربی فارسی امتحانات مولوی فاضل و منشی فاضل بہت کم سنی میں پاس کئے۔ بعد ازاں انگریزی زبان و ادب سے آشنائی پیدا کی اور گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے اور سینٹ سٹیفنز کالج دہلی سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔

عزیز موصوف کا تعلیمی دور ہر لحاظ سے ممتاز گذرا ہے۔ سینٹ سٹیفنز کالج میگزین کے ادارت کے زمانے میں انکی

جودت طبع نے میگزین کا معیار ان کے پیشروؤں سے کہیں زیادہ بلند کر دیا تھا۔ ادب و انشا سے دلچسپی انکو ورثے میں ملی ہے چنانچہ پنجاب کے بعض رسائل میں رشدی کے نام سے انکے مختلف مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔

عزیزی انیس میاں دہلی کے مسلمانوں میں سب سے پہلے مسلمان نوجوان ہیں جنہوں نے انڈین سول سروس کے امتحان مقابلہ میں کامیابی حاصل کی۔ اس امتیاز و عزت کا دہلی کے لئے ان کی ذات سے فتحیاب ہوتا ہے۔ امید ہے کہ مسلمان طلبا انکی اس کامیابی پر مسرور ہونگے۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرینگے۔

ہم مسلمان نوجوانوں کو عموماً اور اپنے محترم دوست مولانا خلیقی دہلوی اور جملہ اہل دہلی کو خصوصاً تہ دل سے مبارکباد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ عزیز محترم کی آئندہ منزلیں باعزت طے کرائے ؎ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

(اختر شیرانی ۱۸ ایلمینگ روڈ۔ لاہور)

رہنمائے تعلیم اور اس کے کارکنان مسٹر انیس احمد رشدی ایم اے۔ آئی سی ایس کو سول سروس کے اعلےٰ امتحان کی کامیابی پر دلی مبارک باد دیتے ہیں اور آرزومند ہیں کہ آپ اپنی ملازمت کے اعلےٰ معراج پر فائز ہو کر ملک اور اہل ملک کی خدمت گذاری کے کسی موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہ دینگے اور اپنے والد بزرگوار صاحب کی علمی روایتوں کو قائم رکھتے ہوئے تعلیم اور تعلم کے پوتر کاز کے ہمیشہ حامی رہیں گے۔ (ایڈیٹر)

ریفریشر کورس ضلع راولپنڈی ۲۶ر جون سے ۴ر جولائی تک ۶۲ مدرسین تحصیل راولپنڈی کا ریفریشر کورس بمقام بسالی مقرر ہوا۔ اگرچہ اس تحصیل میں یہ کورس اپنی نوعیت کے لحاظ سے اس قدر خوفناک تھا کہ اکثر مدرسین کی طبیعتیں اس بوجھ کی متحمل نہ تھیں۔ مگر جناب لالہ رام رکھا مل صاحب بی اے ایس ڈی آئی شعبۂ فزیکل ٹریننگ کی بلند ٹی مشرب۔ غیر جانبداری۔ زندہ دلی اور حسن تدبیر سے یہ کورس اس قدر دلچسپ ہوا۔ کہ آج ۳ر جولائی یوم اختتام کورس کسی متنفس کو محسوس تک نہ ہوا۔ حالانکہ مکمل ڈرل کا کورس (جس میں ہر قسم کی حرکات سنگینگ موشن سٹوریز اور ۲۴ کھیلیں جو بچوں کی فطرتی۔ دماغی اور جسمانی خواہش کے مطابق تھیں) صحیح اور عملی طور پر نو دن میں ختم کرنا آسان کام نہ تھا۔ مدرسین نے بسالی سکول کے سوا سو طلباء کو صاحب موصوف کی معیت میں ماس ڈرل سکھائی جو کامیاب رہی۔ طلبا نے دلچسپی اور دلی شوق سے کام کیا۔ ۳ر جولائی کی رات کو کیمپ فائر منایا گیا۔ ہارمونیم کے ساتھ صاحب موصوف کے سامعہ نواز نغموں کی یاد ہر وقت تازہ رہے گی۔ تربیت جسمانی کے علاوہ صاحب موصوف نے روحانی تعلیم کا وہ عمدہ درس دیا کہ غیر ہندو مدرسین بھی تا زیست نہیں بھول سکتے۔ چنانچہ اکثر مدرسین اس کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ مگر پھر بھی صاحب موصوف اس کو فرض منصبی سمجھتے رہے۔ اس کے بعد ایک اور دلچسپ طریق سے اس فن میں مدرسین کو کام کرنے کی ترغیب دلائی گئی۔ مدرسین کے شکریہ کے بعد آپ اپنے مکان کو تشریف لے گئے۔ (ملک گلزار خاں)

انجمن معلمین سنٹرل مڈل سکول داکھہ ضلع لدھیانہ ۲۴ر جون سنٹر کے تمام مدرسین کا اجلاس سردار جوگندر سنگھ صاحب بی اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی صدارت میں منعقد ہوا۔

منشی اندر سنگھ لوئر مڈل سکول بانگ پور نے منڈی ہائیڈرو الیکٹرک سکیم پر مضمون سنایا جو نامکمل تھا۔ منشی بیر سنگھ نائب مدرس نے جماعت اول کو پروجیکٹ طریقے پر سبق دیا لوٹا۔ دو۔ رول۔ کوٹ دو الفاظ سکھائے سبق کا طرز اعلےٰ تھا۔ رجسٹرات کی پڑتال کی گئی۔ چوہدری علی محمد صاحب اے ڈی آئی مدارس نے پروجیکٹ طرز تعلیم پر ایک جامع اور دلپذیر لیکچر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ جماعت اول مدرسہ کا بنیادی پتھر ہے۔ اگر اس جماعت کی تعلیم و تربیت میں تساہل

و تغافل سے کام لیا جائے۔ تو ہمارا نصب العین کبھی دلپسند پھل نہیں لا سکتا۔ آپ کی تقریر کا خلاصہ یوں تھا۔

(۱) کہ مدرسین نئے داخل ہونے والے طلباء کو حروف ابجد اور ہندسے لکھ کر دیتے ہیں کہ یاد کرو۔ جائے غور ہے کہ وہ گھر سے ماں۔ باپ۔ روٹی۔ پانی وغیرہ کہتا آیا ہے۔ مدرسہ میں ایسے اجنبی اور نامانوس اور اوپرے معلوم دیتے ہیں۔ اسے ان کے ساتھ دلچسپی کیونکر ہو سکتی ہے۔ چاہئے کہ اسے وہ بول چال۔ کہانی۔ تصویر یا چیز پیش کرو۔ جو اس کے روزمرہ کے استعمال دیکھنے سننے اور بولنے میں آتی ہو۔ کہانی بطرز بین و گو کہلاؤ ساتھ ساتھ تصاویر اور خاکہ پیش کرتے رہو۔ تختہ سیاہ کا استعمال سبق کی جان۔ اور مدرس کا ایمان ہے جس کے بغیر سبق مردہ اور مدرس کا فرض خفتہ ہے۔ کہانی خود ساختہ ہے یا ترمیم و تنسیخ کردہ ہو کسی کتاب رسالہ پمفلٹ یا اخبار کی اندھا دھند تقلید سے احتراز ضروری ہے۔ کہانیوں کے تسلسل قائم رکھنے میں جماعت پنجم کی انگلش پرائمر کو رہبر و رہنما کا بہترین ذمہ وار گردانا جا سکتا ہے۔

(۲) ہر ایک کہانی یا دوسرے معنوں میں سبق میں پہلے سبق کے الفاظ بطور مشق اور چار پانچ نئے الفاظ ہوں وہ بھی ہم شکل مشابہ اور ہم آواز ہونے ضروری ہیں۔ کوشش کی جائے کہ ہر ایک کہانی میں یکساں قسم کے الفاظ کا ذخیرہ بڑھے حتی الامکان پہلے چار پانچ ماہ میں لڑکوں کے پاس الفاظ کا کافی ذاتی ذخیرہ ہو جانا لابدی ہو۔

(۳) چار پانچ ماہ بعد جب لڑکے کافی الفاظ سیکھ چکیں تو دوسرا پہلو ان الفاظ کو مختلف آوازوں اور حصۂ الفاظ کے باہمی ملاپ سے نئے الفاظ بنوانے کا ہے۔ مثلاً طلباء لوٹا دو۔ لال کوٹ دو۔ آم وغیرہ الفاظ جان چکے ہیں۔ ایسے نہیں لوٹا دو۔ لال کوٹ دو اور کہلواؤ۔ ٹا۔ ٹ۔ ٹا۔ ل۔ پا۔ لو۔ آ۔ ٹا۔ ٹ مختلف آوازوں سے علیحدہ کر کے نئے الفاظ ٹاٹ۔ ٹال۔ پالو۔ آٹا۔ لا وغیرہ

میں مختلف آوازوں سے علیحدہ کر کے لکھو

(۴) اس کے بعد اگلا زینہ حصۂ الفاظ کو چیزوں۔ انسانوں یا میوہ جات سے تعبیر کر کے دلچسپی پیدا کی جائے۔ مثال کے طور پر بابا۔ باپ۔ بادام وغیرہ سے با کا تصور پختہ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ہر الفاظ کے پہلے اور دوسرے حصّہ کو دہرا کر پختگی اور دلچسپی کے دونو اصول یکجا ہو کر ممد و معاون ہو سکتے ہیں۔ استاد کو چاہئے کہ اپنے ذاتی تجربہ اور مکالمہ کی بنا پر اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کوشاں رہے۔

(۵) ان کی آوازوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے مکمل الفاظ کی اشکال میں لکھنا مثال کے طور پر ک۔ ا۔ ن۔ ک۔ ن۔ کان۔ بعد میں بتایا جائے کہ جس طرح انسان ٹانگوں دھڑ اور سر کے مجموعہ کا نام ہے۔ اس طرح کان ک۔ ا۔ اور ن کے ملانے سے بنتا ہے۔ بعد میں کاف۔ الف۔ نون بتایا جائے۔

(۶) چھٹے درجہ میں حروف تہجی سکھاؤ اور بتاؤ کہ یہ لفظ ان ان حروف سے مل کر بنتا ہے۔ یہ صورت تو ماہ کے بعد پیش آئے گی جس وقت لڑکوں کے پاس کافی ذاتی ذخیرہ الفاظ ہوگا۔

(۷) ان الفاظ کو ریت۔ ہوا اور کیچڑ پر انگلی سے لکھواؤ۔ مشق ہونے پر تختی کا استعمال کیا جائے۔

(۸) ڈرل کے ذریعہ حروف تہجی کی مشق۔ ب کی صورت میں کھڑے ہو جاؤ۔ ک۔ ل۔ س۔ ن وغیرہ کی صورتوں میں۔

(۹) لکھنے میں حروف کے گروپ بنا کر لکھاؤ۔ جو حسب ذیل ہوں۔

(۱) ا۔ م (۲) ب۔ پ۔ ت۔ ٹ۔ ک۔ گ۔ ف (۳) د۔ ڈ۔ ذ۔ ر۔ ڑ۔ ز۔ ر

(۴) ن۔ ل۔ س۔ ش۔ ص۔ ض۔ ق۔ (۵) ج۔ چ۔ ح۔ خ۔ ع۔ غ

(۶) ط۔ ظ۔ ہ (۷) ی۔ ے

صاحب صدر نے بطور نصیحت فرمایا کہ مدرسین کو اپنے فرائض کو خوش اسلوبی ایمانداری اور تندہی سے سرانجام دینا چاہئے۔ آج کل کساد بازاری کے دور دورہ میں اہل علم و ہنر بیکار ہیں۔ برسر روزگار ہونے کے لئے خدائے لم یزال کا شکر گذار رہنا چاہئے۔

ہیڈ ماسٹر صاحب سکول نے ہر دو بزرگواروں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مدرسین کو ان کی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی تاکید کی۔ (نامہ نگار)

خوش قسمتی ضلع لدھیانہ کے مدرسین نے انجمن معلمین سنٹرل ورنیکلر مڈل سکول ٹرونڈی تحصیل و ضلع لودھیانہ کے اجلاس میں اپنے ضلع کی تعلیمی کشتی کے ناخدا سردار جوگندر سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی موجودگی کو اپنے اور اپنے ضلع کے لئے نعمت غیر مترقبہ بتلایا اور سردار سادھو سنگھ صاحب کے تبادلہ پر افسوس کیا۔ اور ضلع کانگڑہ کے مدرسین اپنے ضلع کی تعلیمی زندگی میں دور جدید کے زیر عنوان جناب پنڈت مُرلی دھر صاحب مودگل ڈسٹرکٹ انسپکٹر کی آمد کو اپنے پسماندہ ضلع کے لئے ابر رحمت مانتے ہیں۔ اور آرزو مند ہیں کہ خدائے پاک پنڈت صاحب کو برکت دیں کہ ان کے عہد میں ضلع کانگڑہ صوبہ کے کسی دوسرے ضلع سے تعلیمی جد وجہد میں دوسرے نمبر پر نہ رہے۔

ہم ہر دو موضوعات کی تفصیلات میں جانے سے احتیاطاً پہلو تہی کرتے ہیں۔ یہ کیونکہ بعض حلقوں میں اسے بیجا خوشامد پر محمول کیا جائے۔ (سپہ دیوا)

صوبہ پنجاب کی تعلیمی بڑھوتری میں مختلف اقوام کی نمائندگی

(۱) مردانہ

نمبر شمار		ہندو		مسلم		سکھ		عیسائی	
		تعداد	اوسط فی صدی	تعداد	اوسط فی صدی	تعداد	اوسط فی صدی	تعداد	اوسط فی صدی
۱	ہر فرقہ کے آرٹس کالجوں کی تعداد	۹	۵۲٫۹۴	۱	۵٫۸۸	۳	۱۷٫۶۵	۴	۲۳٫۵۳
۲	گورنمنٹ گرانٹ جو کالج کی تعلیم کے لئے ہر فرقہ کو سال ۱۹۳۲-۳۳ میں دی گئی	۲۰۰۰۰ [illegible]	۱۲٫۱۴	[illegible]	۳۶٫۲۸	۲۵۰۰۰ [illegible]	۲۷٫۴۳	۲۰۰۰۰ [illegible]	۲۴٫۲۷
۳	گورنمنٹ اور نان گورنمنٹ کالجوں میں فرقہ وارانہ طلبا کی تعداد	۵۹۵۷	۵۳٫۸۱	۲۹۰۰	۲۶٫۲۰	۱۸۷۳	۱۶٫۹۲	۲۴۶	۲٫۲۴
۴	گورنمنٹ کالجوں کے سینیر سٹاف میں فرقہ وارانہ تناسب	۶۲	۵۱٫۶۷	۳۱	۲۵٫۸۳	۱۳	۱۰٫۸۳	۱۴	۱۱٫۶۷
۵	ہر فرقہ کے اینگلو ورنیکلر مدارس کی تعداد	۱۳۷	۴۵٫۲۱	۵۶	۱۸٫۴۸	۷۸	۲۵٫۷۴	۳۲	۱۰٫۵۶
۶	اینگلو ورنیکلر تعلیم کے گورنمنٹ گرانٹ جو ہر فرقہ کو ملی	۱۴۹۵۰۴	۳۶٫۶۶	۸۱۲۰۸	۲۰٫۴۵	۳۹۳۱۴	۲۴٫۶۷	۱۳۴۳۲۰	۱۵٫۲۷
۷	اینگلو ورنیکلر اور ورنیکلر سیکنڈری سکولوں میں فرقہ وارانہ طلبا کی تعداد	۹۲۷۹۴	۴۱٫۹۳	۸۰۰۱۹	۳۹٫۷۸	۳۶۳۱۴	۱۶٫۴۵	۲۱۶۸	٫۹۸
۸	گورنمنٹ اینگلو ورنیکلر مدارس کے سینیر سٹاف میں فرقہ وارانہ نمائندگی	۶۰	۴۵٫۶۸	۵۳	۴۰٫۴	۱۶	۱۲٫۲	۲	۱٫۵
۹	ڈویژنل انسپکٹر اصحاب کی اسامی میں فرقہ وارانہ تقسیم	۱	۲۰	۲	۴۰	×	×	۲	۴۰
۱۰	ڈپٹی انسپکٹر اصحاب کی اسامیوں کی تقسیم	۱	۱۲٫۵	۲	۲۵	۳	۳۷٫۵	۲	۲۵
۱۱	ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب کی اسامیوں کی تقسیم	۸	۲۷٫۶	۱۶	۵۵٫۲	۴	۱۳٫۸	۱	۳٫۴
۱۲	اے ڈی آئی صاحب کی ″ ″	۳۸	۲۵٫۳	۸۸	۵۸٫۷	۲۳	۱۵٫۳	۱	٫۶
۱۳	آئی ای ایس کی تقسیم	۳	۲۵	۱	۸٫۳۳	×	×	۸	۶۶٫۶۶
۱۴	پی ای ایس I کی تقسیم درجہ اول	۱	۱۱٫۱۱	۲	۲۲٫۲۲	۱	۱۱٫۱۱	۵	۵۵٫۵۵
۱۵	پی ای ایس II کی تقسیم درجہ دوم	۵۱	۴۵٫۹۵	۴۲	۳۷٫۸۴	۱۳	۱۱٫۷۱	۵	۴٫۵
۱۶	اینگلو ورنیکلر سیکشن ایس ای ایس کی تقسیم	۴۷۷	۴۷٫۴۳	۳۸۸	۳۸٫۶۵	۱۳۱	۱۳٫۰	۱۱	۱٫۱

(ب) زنانہ

نمبر شمار		ہندو		مسلم		سکھ		عیسائی اینگلو انڈین یورپین و دیگر	
		تعداد	اوسط فیصدی	تعداد	اوسط فیصدی	تعداد	اوسط فیصدی	تعداد	اوسط فیصدی
۱	ہر فرقہ کے آرٹس کالجوں کی تعداد	×	×	×	×	×	×	۱	۱۰۰
۲	گورنمنٹ گرانٹ سال ۳۳-۱۹۳۲ء کالجوں کو	×	×	×	×	×	×	۱۰۰۰۰ عہ	۱۰۰
۳	گورنمنٹ و دیگر کالجوں میں طالبات کی تعداد	۱۲۶	۴۶٫۰۴۹	۶۰	۲۲٫۳۱۴	۳۰	۱۱٫۰۷	۵۳	۱۹٫۵۶
۴	گورنمنٹ کالجوں کے سینیر سٹاف میں تناسب	×	×	۱	۷٫۱۴	۱	۷٫۱۴	۱۲	۸۵٫۷۱
۵	فرقہ وارانہ اینگلو ورنیکلر مدارس کی تعداد	۳۱	۳۹٫۷۴	۶	۷٫۶۹	۱۱	۱۴٫۱۰	۳۰	۳۸٫۴۶
۶	اینگلو ورنیکلر تعلیم کے لئے گورنمنٹ گرانٹ فرقہ وارانہ لحاظ سے	۹۴۳۶	۱۷٫۵۱	×	×	۵۵۶۸	۱۰٫۳۵	۳۸۸۴۳	۷۲٫۱۴
۷	اینگلو ورنیکلر اور ورنیکلر سیکنڈری ڈیپارٹمنٹ میں فرقہ وارانہ طالبات	۳۱۶۴	۴۴٫۳۴	۱۷۷۶	۲۵٫۱۱	۱۰۱۷	۱۴٫۳۸	۱۰۷۹	۱۵٫۲۵
۸	گورنمنٹ اینگلو ورنیکلر مدارس کے سینیر سٹاف میں فرقہ وارانہ تناسب	۱۶	۱۵٫۵۳	۵	۴٫۸۵	۵	۴٫۸۵	۷۷	۷۴٫۷۷
۹	انسپکٹرس اور اسسٹنٹ انسپکٹرس کی اسامیوں کی تقسیم	۱	۶٫۲۵	×	×	×	×	۱۵	۹۳٫۷۵
۱۰	آئی ای ایس کی تقسیم	×	×	×	×	×	×	۲	۱۰۰
۱۱	پی ای ایس درجہ اول کی تقسیم	×	×	×	×	×	×	۱	۱۰۰
۱۲	پی ای ایس درجہ دوم " "	۱	۱۰	×	×	×	×	۹	۹۰

(محکمہ اطلاعات پنجاب)

چیچک کے انسداد کے لئے قابل قدر وسائل

شہر بھکر میں سب ڈویژنل آفیسر کی قلبی ہمدردی اور ابنائے وطن سے حقیقی دلسوزی کا شاندار مظاہرہ

یوں تو چیچک کے ہلاکت آفرین اثرات کے ظہور پذیر ہوتے ہی محکمہ حفظان صحت نے شہر کے گلی کوچہ میں ٹیکہ کرنے والے ملازمین مامور کردیئے تاکہ پبلک میں حفظ ماتقدم کے طور پر ٹیکہ کا رواج عام ہو جائے مگر توہم پرستی اور دیرینہ خیالات کی متعصب جاہلیت (جس میں فرقہ نسواں کو کثرت ہے) کو ٹیکہ سے گریز تھا اور اُدھر چیچک اپنا روز افزوں اور برباد کن دست تطاول دراز کئے جارہی تھی۔ اس لئے خود ہیلتھ آفیسر یہاں آو اخر جون میں آئے اور ٹیکہ کا رواج عام کرنے کے لئے وسائل سوچتے رہے۔ اس کے لئے انہوں نے مخدوم صاحب سید غلام مصطفٰے گیلانی نازش ملتان سب ڈویژنل آفیسر بھکر سے استصواب کیا۔

جنہوں نے وفور نوازش سے ایک غیر معمولی جلسہ $\frac{۶}{۳۳}$ ۲۲ کو منعقد کرایا جس میں عمائد۔ وکلا۔ حکام اور ممبران کمیٹی کی شمولیت سے اس معرکتہ الآرا مبحث پر قابو پانے کے لئے تدابیر پوچھی گئیں۔ اور کثرت رائے سے یہ فیصلہ ہُوا کہ ممبران کمیٹی کی معیت میں تلقین پرچار کا کام (پراپیگنڈا ورک) شروع کیا جائے۔ اور قریشی محمد صادق صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول بھکر سے اس سوشل سروس میں استمداد کیا جائے۔ تاکہ صاحب ممدوح بہ نفس نفیس اساتذہ و اطفال کی خدمات سے ممنون کریں اور ۲۴-۲۵ جون کو مستقل جلوس نکالے جائیں۔

باوصف قلتِ فرصت کے قریشی صاحب نے جلوس و تبلیغ کی تمام ذمہ داریاں خود اُٹھائیں اور شبانہ روز میں تمام انتظامات مکمل کر دیئے بعدہٗ حسب تجویز ۲۴ - ۲۵ جون کو شاندار جلوس نکالے گئے جن کا طرزِ عمل یہ رہا کہ صبح چھ بجے جلوس کنگ گیٹ سے زیر قیادت مخدوم صاحب ایس ڈی او بقصد طنطنہ بازار میں داخل ہوتا سکول کی بینڈ پارٹی اپنی بلند آہنگ سے پبلک کی توجہ کھینچتا اور خوش الحال لڑکوں کی طبعزاد نظمیں اور پنجابی بھجن متعلقہ چیچک جاذب توجہ ہوتے - اہم و ضروری منازل پر اساتذہ کی طرف سے لیکچر ہوتے - ان کی نظمیں گائی جاتیں اور ترغیب و تحریص کا کوئی پہلو فروگذاشت نہ کیا جاتا - بازار عبور کر جانے کے بعد یہ جلوس مختلف گروہوں میں منقسم ہو جاتا - ہر پارٹی دو اُستادوں کی زیرِ ہدایت ہر گلی کوچے میں اپنی سامعہ فریب لَے سے داخل ہوتی اور فرقہ نسواں کے لئے بالخصوص وجہ حیرت بنتی - کیونکہ خود اُن کے خورد سال بچے انہیں ٹیکہ کرانے کی دعوت دے رہے تھے الغرض نہایت پُرجوش اور مؤثر ذرائع سے یہ جلوس شہر کا چکر لگاتا رہا - اور ٹیکہ کا پرچار کرتا رہا اور بلا شائبہ مبالغہ یہ اسی تبلیغ کا نتیجہ تھا - کہ فرقہ نسواں بخوبی ٹیکہ کرانے پر اتر آیا - اور ہیلتھ آفیسر صاحب بامراد لوٹے - یہ مساعی جو بہبودِ انام کے لئے حکام موصوف سے عمل میں آئیں - سوشل خدمت کا عملی مظاہرہ ہیں - ایسے حکام پر بجا طور پر ناز کرتا ہے -

ارکانِ کمیٹی میں سے رائے صاحب دیوان منالال آنریری مجسٹریٹ اور منشی نواب خاں وکیل کی عملی گرمجوشی مستحق ستائش ہے جنہوں نے ہر پہلو سے دلچسپی لی -

اختتامِ جلوس پر مخدوم صاحب نے دس روپیہ اطفال کی حوصلہ افزائی کے لئے بطور انعام دیا اور دیوان منالال صاحب نے مبلغ تیس روپے اور کمیٹی کی جانب سے ۲۵ روپے کا وعدہ مزید براں - بہر حال یہ جلوس گوناگوں دلچسپیوں پر ختم ہوا جسکی یاد مدتوں تک محو نہیں ہونے کی -

(فتح محمد فاتح)

مڈل سکول بنی ضلع کانگڑہ یکم جون کا میلہ کانکا دیوی پر سوشل سروس اور دیہات سدھار کے متعلق حسب ذیل کارروائی عمل میں آئی - میلہ گاہ میں جونیر ریڈ کراس سوسائٹی کی جانب سے بڑے پیمانے پر سبیل کا انتظام کیا گیا - ہیڈ ماسٹر صاحب سیکنڈ ماسٹر صاحب تمام دن سبیل کے نگران رہے اور اپنے ہاتھوں سے عوام کو پانی پلاتے رہے - بھجن منڈلی تمام دن دیہات سدھار کے متعلق پرچار کرتی رہی - سکاؤٹس نے اپنا کیمپ میلہ گاہ میں لگایا ہوا تھا - چند گم گشتہ بچوں کے والدین کو ڈھونڈا اور بچے انہیں پہنچائے - ہیڈ ماسٹر صاحب سکاؤٹ کیمپ اور بھجن منڈلی کے نگران بھی رہے - پبلک خاص محظوظ ہوئی -

(رام رتھ شرما)

مڈل سکول سبل ضلع انبالہ یہ سکول پرائمری سے ۱۹۲۷ء میں امتحاناً اپر مڈل ہوا - اپریل ۱۹۲۸ء سے چوہدری خورشید علی خاں نے اس کی باگ ڈور ہاتھوں میں لی - آپ کی محنت شاقہ اور فرض شناسی سے سکول آئے دن ترقی کرنے لگا - نئی عمارت کے لئے مفت زمین مل گئی - نتائج ورنیکلر فائنل اچھے آنے لگے سال گذشتہ ۵/۵ سال حال ۱۲/۱۴ ایک لڑکے کو وکٹوریہ ڈویژنل سکالرشپ ملا - ہیڈ ماسٹر صاحب قابل مبارکباد ہیں - (مکندلال)

مڈل سکول قلعہ دھرم سنگھ ضلع شیخوپورہ اس سال پہلی دفعہ سکول ہذا کے امیدوار ورنیکلر فائنل میں شامل ہوئے - ۴/۵ ریزلٹ رہا - سکول کی چہارم جماعت متواتر وظیفے حاصل کر رہی ہے - چنانچہ ۲۸-۲۹ء میں تین وظیفے سال ۲۹-۳۰ء میں تین - ۱۹۳۰-۳۱ء میں ایک - ۳۲-۳۳ء میں دو - صرف ایک سال وقفہ رہا - یہاں طلباء اور سٹاف نے مل کر ہندو مسلم اتحاد نامی ڈرامہ کیا - حاضری اُمید سے بڑھ کر - سردار کرتار سنگھ صاحب کنور ہیڈ ماسٹر نے موقعہ بموقعہ کئی نظمیں سنائیں - طلباء نے تعلیمی اور دیہات سدھار نظمیں گائیں -

(بلونت سنگھ)

لوئر مڈل سکول بونہی تحصیل ہمیر پور — ۲۰ جون کو آٹھ بجے صبح رائے بہادر میاں لال سنگھ صاحب ڈپٹی کمشنر کانگڑہ ٹھاکر گنگا سنگھ ذیلدار کے ہمراہ سکول میں تشریف لائے۔ سرسری معائنہ کیا۔ آپ کی صدارت میں جلسہ تقسیم انعامات جونیئر ریڈکراس سوسائٹی عمل میں آیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے سکول رپورٹ پڑھی۔ صاحب صدر کی خدمت میں رائے بہادر کے گرامی قدر خطاب کی عطائیگی پر مبارک باد پیش کی گئی۔ جو انعامات میلہ گسو یہ کمیٹی کی طرف سے ملے تھے صاحب موصوف نے تقسیم فرمائے۔ صاحب صدر نے دس روپے شیرینی کے لئے اپنی گرہ سے عطا کئے۔ آپ نے لاگ بک میں بڑے حوصلہ افزا ریمارک دیئے۔ (رام دتا مل)

آریہ کنیا پاٹھ شالا کلاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں — پاٹھ شالا کی گیارہ لڑکیوں نے پنجاب یونیورسٹی کا امتحان مڈل دیا۔ اور سب کی سب کامیاب ہوئیں۔ کامیابی کا سہرا شریمان لالہ چوکھا نند جی منیجر اور شریمتی کھیمو دیوی ہیڈ معلمہ اور لالہ درباری لال ماسٹر اور محنتی سٹاف کے سر ہے۔ دانی اور ہتیشی اصحاب دل کھول کر سہایتا کریں کہ پاٹھ شالا خوب ترقی کر سکے۔ (درباری لعل منیجر)

ہم بھی معزز کارکنان کی خدمت میں مبارک باد عرض کرتے ہیں اور مخیر اصحاب کی توجہ اس پاٹھ شالا کی طرف دلاتے ہیں۔ تعلیم نسواں کی اشاعت ملک سے جہالت دور کرنے کا اصل ذریعہ ہے۔ (ایڈیٹر)

گورنمنٹ مڈل سکول پسرور ضلع سیالکوٹ — مسٹر ایس ایس دلت ایم اے آئی سی ایس ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کی صدارت میں ریڈکراس سوسائٹی کا اجلاس منعقد ہوا۔ معززین و رؤسائے شہر اور لوکل آفیسر زرونق افروز ہوئے۔ حمد الٰہی کے بعد طلبا کے مختلف گروپوں نے ورزش جسمانی کے دل خوش کن نظارے پیش کئے۔ تین طالب علموں نے انگریزی اور اردو زبان میں ریڈکراس کے مقصد بیان کئے۔ قاضی اکرام حسین صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر نے بحیثیت پریزیڈنٹ سوسائٹی رپورٹ پڑھی۔ رائے صاحب ڈاکٹر نند لال۔ کپتان کرتار سنگھ اور شیخ محمد نواز خاں صاحب ریٹائرڈ ڈی ای ایس نے ہیڈ ماسٹر صاحب کی تعلیمی اور ریڈکراس کی سرگرمیوں کا اعتراف کیا اور فرمایا کہ آپ طلباء کی تعلیمی ترقی ہی میں کوشاں نہیں رہتے بلکہ طلبا کی جسمانی اور اخلاقی حالت سدھارنے میں بھی پیش پیش رہتے ہیں۔ صاحب صدر نے فرمایا کہ بلا شک و شبہ سکول ہذا کی یہ سوسائٹی مسز لوراہل کے قول کے مطابق عالی شان کام کر رہی ہے۔ میں قاضی اکرام حسین صاحب کو اس اعلےٰ پایہ کے کام کے لئے مبارک باد دیتا ہوں۔ بابو نصیر الدین صاحب میونسپل کمشنر نے پچاس روپے صاحب بہادر کی تشریف آوری کی خوشی میں سوسائٹی کے فنڈ میں غریب طلباء کو امداد کے لئے عنایت کئے اور ممبران ریڈکراس سوسائٹی میں مٹھائی تقسیم کی۔

(۲) ٹمپرینس جلسہ ۔ ۶ جون کی شام کو ٹمپرنس ایسوسی ایشن پسرور کی سرپرستی میں مس پے لال چند لیڈی ڈاکٹر زنانہ ہسپتال کی صدارت میں ٹمپرنس جلسہ منعقد ہوا۔ مشن گرل سکول کی طالبات اور استانیوں کے علاوہ ہسپتال کی تمام نرسیں اور دیگر مستورات تشریف فرما تھیں۔ قاضی اکرام حسین صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ مڈل سکول نے ایک گھنٹہ تک منشیات پر ایک بسیط لیکچر دیا۔ اعداد و شمار سے ثابت کیا کہ صرف پسرور شہر میں ہی پچاس ہزار روپیہ سالانہ منشیات پر ضائع کر کے ایمان اور جان کا نقصان کیا جا رہا ہے۔ نیز آپ نے منشیات سے جو نقصان پہنچتے ہیں۔ ان کو واضح کیا اور اپیل کی کہ ہر ایک خاتون اپنے اپنے خاندان میں ان دین و دنیا کی دشمن اشیا سے نوجوان بچوں کو بچانے کے لئے اپنے عقل اور رسوخ سے کام لیں۔ اخیر میں مس پھول ہیڈ ٹیچرس گرل مڈل سکول نے ہمارے نوجوانوں کے لئے ان موذی اشیا سے بچاؤ کی دعا مانگی۔ (محمد ابراہیم)

تاریخ اور زباندانی کی کتب کی پڑتال — محکمہ اطلاعات پنجاب سے اطلاع آئی ہے کہ پنجاب لیجسلیٹو کونسل کو ۲۲ نومبر ۱۹۳۲ء کو جو یقین دلایا گیا تھا۔ اس کے سلسلے میں پنجاب گورنمنٹ (وزارت تعلیم) نے سررشتہ تعلیم پنجاب کے تین افسران یعنی (۱) چوہدری محمد حسین صاحب انسپکٹر ورنیکلر تعلیم (۲) لالہ دنانک بہاری لال صاحب جسٹرار امتحانات محکمہ اور (۳) سردار بھگت سنگھ صاحب لیکچرار سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کی ہے۔ جو تاریخ اور السنہ کی درسی کتابوں کی پڑتال کریگی تاکہ ان کتابوں کے ان بعض حصص پر نظرثانی کی جائے جو کسی جماعت کے نزدیک قابل نفرت ہوں یا ان سے فرقہ وارانہ کشیدگی کے پیدا ہونے یا بڑھنے کا احتمال ہو۔ نیز کمیٹی مذکور اس موضوع کے متعلق ان شکائتوں پر غور کریگی جو عوام کی طرف سے صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب کی جائینگی۔ ایسی تمام شکائتیں صاحب موصوف کے پاس ۳۱ دسمبر ۱۹۳۳ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔

دامن سلیمان ضلع ڈیرہ غازیخاں میں والی بال میچ — خلیفہ غلام حمید صاحب اے ڈی آئی تحصیل جام پور کی تحریک سے بلوچ لوگوں نے انگریزی کھیلوں کی طرف توجہ کی ہے۔ چنانچہ ۸ جولائی کو ہرنند اور ہٹی لنڈان ٹیموں کا اول الذکر مقام پر مقابلہ ہوا۔ موخرالذکر ٹیم ہر دو بار بری طرح ہاری۔ ۱۲ جولائی کو ہرنند اور لال گڑھ ٹیموں کا اول الذکر مقام پر مقابلہ ہوا۔ ہرنند نے پہلی گیم جیت کر باقی دو گیمیں بری طرح ہاریں۔ ۱۳ کو لال گڑھ اور ہٹی لنڈان کا مقابلہ ہوا۔ ہر دو ٹیموں کے کیپٹن اپنے اپنے تمندار کے صاحبزادے تھے۔ پہلے ہٹی لنڈان فاتح تھی مگر دو گیموں میں وہ لال گڑھ سے سخت مغلوب ہوئی۔ (رہتیہ رام مدرس)

رورل کمیونٹی کونسل تحصیل پالم پور — نقل ریزولیوشن مورخہ ۸ جولائی کو زیر صدارت لالہ لچھمن لعل صاحب تحصیلدار پالم پور "یہ خاص جلسہ رورل کمیونٹی پالم پور ٹھاکر گنگا سنگھ صاحب ذیلدار جاگیردار ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ کی بے وقت اور ناگہانی وفات پر اظہار افسوس کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ پرماتما مرحوم کی روح کو شانتی نصیب کرے اور پسماندہ بیوگان کو صبر جمیل عطا فرمائے"۔ (پنڈت ہرلی دھر صاحب موگل سیکرٹری کونسل)

لوئر مڈل سکول بجھڑی تحصیل ہمیرپور ضلع کانگڑہ — ڈیوٹ سدھ کو بہت جاتری موسم گرما میں جاتے ہیں۔ چونکہ اس علاقہ میں اس موسم میں پانی کی سخت قلت ہوتی ہے۔ حتی کہ چار چار پانچ پانچ کوس تک کہیں پانی نہیں ملتا۔ اور سکول کے نزدیک کوئی سبیل وغیرہ نہ تھی۔ جاتریوں کی تکالیف کو محسوس کرتے ہوئے پنڈت لچھمن رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے ایک جلسہ منعقد کیا۔ اور ایک کمیٹی مقرر کی جس نے سکول کے سقہ کی مدد سے ایک سبیل کا انتظام کیا اور مئی اور جون کے دو مہینے بڑی تندہی سے اس فرض کو ادا کیا جس کی تقلید میں عوام الناس میں اس قسم کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے۔ بعض حالات میں بیمار اشخاص کی مدد ادویات سے بھی کی گئی اور دیگر قسم کی امداد سے بھی دریغ نہ کیا گیا۔ (بسنت رام)

پنجابی رسالہ "امرت" ترن تارن — راوی ہے کہ اس کا خاص پرچار نمبر شری گورو نانک دیو جی مہاراج کے جنم انسو پر بڑی آب و تاب سے شائع ہوگا جس کے لئے آج سے ہی تیاریاں شروع کر دی گئی ہیں۔ اس نمبر میں گورومت پرچار کے ہر پہلو پر گہری اور کھوج بھری وچار کی جائیگی۔ اور گورمکھ ودوانوں کے مشورے سے آئندہ کے لئے مناسب سکیمیں پنتھ کے پیش کی جائیں گی اور گورو تیرتھوں کے متعلق جو ضروری سوال عرض کئے جا رہے ہیں ان کے متعلق آپ اپنے خیالات کی صحیح ترجمانی کریں۔ جوابات میں کسی قسم کے دھڑے بندی یا تعصب کو گذر نہیں ہونا چاہئے۔ خط و کتابت ایڈیٹر امرت (پرچار نمبر) ترن تارن پنجاب سے کی جائے۔

سنٹر چک ۱۰۱ گ ب تحصیل جڑانوالہ ۲۰ جون کو سنٹر کے تمام اساتذہ کا جلسہ ماسٹر سندر سنگھ صاحب ہیڈماسٹر کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں ضلع کے قابل اور بیدار مغز ڈسٹرکٹ انسپکٹر سردار صاحب سردار سوہن سنگھ صاحب پی ای ایس کو گورنمنٹ عالیہ کی طرف سے سردار صاحب کے خطاب کے عطیہ پر مبارکباد کا ریزولیوشن پاس کیا گیا۔ صاحب صدر نے ممدوح الصدر سردار صاحب کی حسن کارکردگی بیدار مغزی اور نیک دلی پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ جہاں ہم جناب سردار صاحب کی خدمت میں مبارکباد کا یہ پیغام پیش کریں۔ وہاں گورنمنٹ عالیہ کا بھی شکریہ ادا کریں جس نے حق بحقدار رسید کے مسئلہ کو پیش نظر رکھ کر سردار صاحب کی عزت افزائی فرمائی۔ اور پریس میں کاپی بھیجنے کی قرارداد بھی پیش کی۔ (سری ناتھ سنگل)

اظہار افسوس مڈل سکول گھنولی کے سٹاف نے زیر صدارت لالہ مہابیر پرشاد صاحب ہیڈماسٹر گھنولی سکول ذیل کا ریزولیوشن پاس کیا "تمام سٹاف محترم پنڈت سورج مل صاحب اے ڈی آئی ایس روپڑ کی اہلیہ محترمہ کی وفات ناگہانی کے حادثہ جانکاہ میں اظہار رنج و افسوس کرتا ہے اور جو تکلیف روحانی پنڈت صاحب موصوف کو اس ناگہانی حادثہ سے ہوئی ہے۔ اس کے لئے دلی ہمدردی رکھتا ہے۔ ایشور پرم آتما کی بارگاہ عالی میں دعا ہے کہ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے کر مکتی پروان کرے اور پسماندگان خصوصاً جناب پنڈت صاحب کو صبر جمیل اور پورن شانتی عطا فرمائے۔"

اس ریزولیوشن کی ایک نقل جناب پنڈت صاحب کی خدمت میں روانہ کی گئی۔ (عبدالحمید بیگ)

رہنمائے تعلیم بھی جناب پنڈت سورج مل صاحب سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ (سیدیوا)

خالصہ ہائی سکول چمکور صاحب (۱) سکول کمیٹی۔ سٹاف اور طلبا مہاراجہ صاحب بہادر بررڑ رئیس والئے فرید کوٹ کے دل سے ممنون ہیں جنہوں نے اپنی شادی خانہ آبادی کے خورسندی بخش موقع پر مبلغ تین سو روپے کا دان سکول کو عطا کیا۔ اکال پورکھ مہاراجہ صاحب بہادر اور مہارانی صاحبہ کو عرصہ دراز تک اپنے ملک کا حکمران رکھے۔ نیز سردار بہادر سردار اندر سنگھ صاحب پریزیڈنٹ کونسل اور سردار بہادر سردار فتح سنگھ صاحب ممبر کونسل کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جن کی سفارش سے یہ روپیہ سکول کو ملا۔

(۲) یونین ٹورنیمنٹ میں والی بال کی نو دس ٹیمیں شامل ہوئیں اور کالجوں کے کھلاڑی بھی شامل تھے۔ مگر اکال پورکھ کی دیا سے سکول کلب نے تمام ٹیموں کو شکست دے کر والی بال کپ حاصل کیا۔ سکول جس طرح پڑھائی کے اعلیٰ نتائج دکھا رہا ہے۔ اسی طرح ورزش جسمانی کے معرکوں میں بھی گوئے سبقت لے جا رہا ہے۔ (منگل سنگھ)

مڈل سکول ملانہ ضلع انبالہ مدرسین سنٹر کا ماہواری اجلاس لالہ چونی لعل صاحب ہیڈماسٹر کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مدرسین نے "فراہمی طلبا کا امکان مدرس کی کوشش پر ہے" کے موضوع پر مدلل بحث کی موافق اور مخالف خوب اظہار خیالات ہوئے۔ آخر صاحب صدر نے فیصلہ دیا کہ اگر مدرس نمونہ کا مدرس ہے اور اسکی ذات سب اشخاص کے لئے یکساں مفید ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی کوشش پر طلبا جمع نہ ہو سکیں ورنہ خدا حافظ۔ (نظام الدین)

لوئر مڈل سکول بستی بزدار تحصیل سنگھڑ ضلع ڈیرہ غازیخاں آغا مولوی محمد بخش خاں صاحب اے ڈی آئی مدارس حلقہ تونسہ بستی بزدار میں تشریف لائے رات کے لیکچر کی منادی کرائی گئی۔ خاں شیر محمد خاں و غلام حیدر خاں نمبرداران۔ خان غلام حیدر خاں و احمد خاں زمینداران اور دیگر اہالیان شہر شریک جلسہ ہوئے۔ بستی ہذا چونکہ سالم مسلم اور بلوچ آبادی پر مشتمل ہے۔ اس لئے زیادہ تر خشک دقیانوسی ریا زدہ ملاؤں کا اثر ہے۔ صاحب ممدوح نے "ہر سخن وقتے و ہر نقطہ مقامے دارد" کو ملحوظ رکھتے ہوئے سدھار اور شادی بیاہ میں اسراف کے مضمون کو مذہبی لباس میں ملبوس فرماتے ہوئے اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ کی پوری

پوری تفسیر فرمائی۔ طرز ادا عام فہم اور کلموا الناس علیٰ قدر عقولہم کا مصداق تھی۔ سیدنا نوح بلوچوں نے بے دھڑک اظہار مسرت کیا۔ ان کے سیدھے سادے لفظوں سے بے لوث محبت جھلکتی تھی۔ رات کے گیارہ بجے جلسہ برخاست ہوا۔ (فدا محمد سیکرٹری کوٹ قیرانی)

گورنمنٹ ہائی سکول شرقپور میلہ شاہ بخاری کی تقریب میں سوشل سروس اور پروپیگنڈا ورک حسب معمول ۲۰ جولائی کو یہ میلہ وقوع میں آیا۔ شاہ صاحب کا روضہ شرقپور سے اڑھائی میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ زائرین کا اجتماع عظیم تھا۔ سکول کے بیدار مغز ہیڈ ماسٹر سردار ہزارہ سنگھ صاحب نے اس تقریب سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ سکاوٹس اور اعلیٰ جماعتوں کے طلباء کو میاں نثار احمد صاحب کی سرکردگی میں پروپیگنڈا ورک کے لئے مقرر کیا جنہوں نے بینڈ کے ہمراہ میلہ میں چکر لگایا۔ ازدحام کثیر جمع ہو جانے پر طلبا نے مقدمہ بازی۔ حفظان صحت۔ امداد باہمی۔ نئے آلات کشاورزی کے استعمال تعلیم نسواں اور تعلیم بالغان کے متعلق مختلف گیت نہایت دلکش آواز سے گائے۔ لوگوں نے بڑی توجہ سے سنا اور بیحد متاثر ہوئے۔ سکول نے ہندو مسلم سبیلیں لگائیں جہاں لوگ جوق در جوق گئے اور جلتی دوپہر میں ٹھنڈے پانی سے پیاس بجھا کر انتظام کو سراہتے تھے۔ میلہ گمشدہ اشیاء کا دفتر اور ایک چھوٹی ڈسپنسری بھی کھولی گئی جس سے تقریباً دو سو آدمیوں کو چھوٹی چھوٹی بیماریوں کی دوا دی گئی۔ چونکہ دور دور تک طبی امداد پہنچانے کا کوئی انتظام نہیں۔ اس واسطے ڈسپنسری مرجع خلائق بنی رہی۔ شام کو پنڈت ہنسراج صاحب نے "جاپان" کے موضوع پر میجک لینٹرن لیکچر دیا۔ طلبا اور [illegible] کے علاوہ اسے شہر کے بہت سے مقتدر حضرات نے سنا۔

(۲) لیکچر کے دوران میں جو تصاویر پردہ پر دکھائی گئیں۔ انہوں نے جاپان کے بڑے مشہور شہروں مثلاً ٹوکیو۔ کیوٹو وغیرہ کی شاندار عمارات باغات اور مندروں کے خوبصورت نظارے پیش کئے۔ جاپانی لوگوں کی طرز زندگی کا نقشہ حاضرین کے ذہن نشین کیا۔ لیکچر میں جاپانیوں کے دستکاری اور صناعی کے میدان میں گوئے سبقت لے جانے اور ارزاں سے ارزاں اشیا مہیا کرنے کا ذکر کیا گیا۔ جاپان کے فوجی نظام اور انکی حب الوطنی کے جذبہ کا صحیح خاکہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکچر بہت دلچسپ تھا اور حاضرین نے نہایت توجہ سے سنا۔ خاتمہ پر ہیڈ ماسٹر صاحب نے بحیثیت صدر جاپانیوں کی بہادری اور شجاعت کی ایک دو مثالیں سنائیں اور چین کی تازہ ترین جنگ میں انکا مردانہ وار صف آرا ہونا اور جانبازانہ کارنمایاں دکھانا۔ وہاں کے مختلف کارخانوں اور دھندوں کی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جاپان اپنے ملک کی تیار کردہ اشیا تمام دنیا میں بھیج رہا ہے۔ اور تجارتی لحاظ سے دوسرے ممالک کا نہایت کامیابی سے مقابلہ کر رہا ہے۔ (سید محمد صدیق شاہ ایم اے)

گورنمنٹ اینگلو ورنیکلر اردو ہائی سکول شہر بیلی ضلع دہار واڑ کے امتحان میٹریکولیشن میں ۲ طلبا کامیاب ہوئے ایک نے سرکاری وظیفہ بھی حاصل کیا۔ اس نمایاں کامیابی کے لئے سکول کے موجودہ ہر دلعزیز۔ قابل اور محنتی ہیڈ ماسٹر و معاونین مبارکباد کے مستحق ہیں۔

لوئر مڈل سکول بھورنج ضلع کانگڑہ کے جناب لالہ بالک رام صاحب گپتا اے ڈی آئی حلقہ کی صدارت میں لٹرز بھورانہ اور پاہڑہ تحصیل پالم پور کے مدرسین کا مشترکہ اجلاس منعقد ہوا۔ ممبران کے علاوہ قصبہ بھورانہ اور اس کے گرد و نواح کے چند معززین و عوام بھی شامل ہوئے۔ کارروائی جلسہ کے بعد صاحب صدر نے مدرسین کی رہنمائی کرتے ہوئے مفصلہ ذیل ہدایات دیں۔ مدرسین کا اعلیٰ فرض قوم کو بیدار کرنا ہے۔ بیداری اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ ملک کا ہر فرد واحد تعلیم یافتہ ہو۔ اس نیک مدعا کو انجام دینے کے لئے سکولوں میں عوام کی رغبت کے لئے پلے فار آل میوزک فار آل۔ فوڈ فار آل کا جاری کرنا اور (۲) احاطہ سکول کو ہر وقت پھولوں۔ کیاریوں۔ تعلیمی موٹوز عمدہ صفائی کو آراستہ رکھنا (۳) عوام پر تعلیم کا نیک مقصد ظاہر کرنا خواندہ ناخواندہ میں فرق بتانا (۴) واقعات شادی و غمی پر عوام کے ہاں جا کر انکی خوشنودی حاصل کرنا (۵) میلہ جات کی تقاریب پر عوام کے مفید مطلب پرچار کرنا (۶) سکولوں میں ادب آداب کی تعلیم۔ مودبانہ گفتگو سے آراستہ کر کے پسند عام بنانا۔ اگر مدرسین ان امورات سے فائدہ اٹھائیں گے تو وہ ضرور کامیاب ہونگے۔ (سالک رام)

ریویوز

اخبار ہفتہ وار "عروج" جھنگ

یکم جولائی ۱۹۳۳ء سے یہ نومولود معصر رورل کمیونٹی کونسل جھنگ مگھیانہ کا نمائندہ بنکر زیر سرپرستی جناب خانصاحب چوہدری غلام مصطفٰے خاں صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر و پریزیڈنٹ کونسل مذکور عالم وجود میں آیا ہے جس کا آغاز ہی اس کی ہونہاری پر دال ہے۔ کیونکہ بمصداق "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" معزز نومولود اپنے ساتھ چند خصوصیتیں رکھتا ہے جو اس امر کی ضامن ہیں کہ وہ پروان چڑھے بغیر نہیں رہ سکیگا۔ ان سب میں قابل قدر خصوصیت اسکے قابل ایڈیٹر جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی کا وجود ہے۔ جو رہنمائے تعلیم کے دلی کرم فرما ہونیکی وجہ سے اسکے قارئین کرام کے لئے کسی تمہید کے محتاج نہیں ہیں۔ آپ اعلٰے درجے کے انشاپرداز اور چوٹی کے اہل قلم ہیں۔ ملک کے تمام نامی ادبی رسائل وصحائف آپکے قیمتی مضامین کی موجودگی اپنی خوش قسمتی مانتے ہیں۔ ایسے قابل مدیر کا وجود مغتنمات سے ہے۔ عروج کی خوش قسمتی ہے اور اسکے قابل سرپرست صاحب کی مردم شناسی کہ انہوں نے اسکے لئے ایسے بزرگوار کا انتخاب منظور فرمایا۔ پہلا پرچہ زیر ریویو اس امر کی زندہ شہادت ہے کہ جناب شیخ صاحب جہاں اعلٰے پایہ کے ادیب اور مسلمہ قابلیت کے مضمون نگار ہیں وہاں اخبار کی ترتیب مضامین اور اسکی تمام ضروریات سے بھی نہایت باخبر ہیں۔ انہوں نے اپنے اخبار کو ایسے پیرایہ میں پیش کیا ہے کہ بایدوشاید۔ عروج کے بورڈ آف آنریری ایڈیٹرز میں بھی ملک کے نامی گرامی ادیب شامل ہیں یعنی شیخ محمد یوسف شاہ صاحب بی اے (آنرز) ایم ای اُڈی بیرسٹر ایٹ لا۔ سید شبیر احمد صاحب بی اے ایل ایل بی اور آغا مختار حسین صاحب ڈسٹرکٹ انجینیر اور آنریری منیجر ڈاکٹر محمد موسٰی خانصاحب ڈی پی ایچ (لنڈن) ڈسٹرکٹ میڈیکل ہیلتھ آفیسر ہیں گویا اس عناصر اربعہ کا اشتراک مزید براں شہادت دیتا ہے۔ کہ پرچہ ہر فن مولا ہوا کریگا اور دیہات سدھار کے ہر شعبہ کو علمی وعملی طور پر سراپا بنایا جائیگا۔ عروج زمینداروں کسانوں اور اہل دیہات کی اصلاح و ترقی کے متعلق مفید مضامین کا بیبہا مجموعہ ہوا کریگا۔ وہ انہیں حفظان صحت کے اصولوں سے باخبر کرنے والا۔ ان کی قابل اصلاح رسومات کے لئے مفید مشورے دینے والا۔ انکو اپنے گاؤں اور دیہات کو صاف ستھرا رکھنے کے طریق بتانے والا۔ قرض کے ہولناک نتائج سے خبردار کرنے والا خدمت گذار ہوگا۔ چنانچہ پہلا نمبر ہی اس امر کی صداقت کا آپ اپنا نمونہ ہے۔ ہم جہاں اہالیان ضلع جھنگ کو ان کے ہاں "عروج" کے اجرا پر مبارکباد دیتے ہیں۔ وہاں اخباری دنیا کو بھی صدق دل سے مبارکباد دیتے ہیں کہ شیخ محمد اسمٰعیل صاحب بحیثیت مدیر عروج اس میں شامل ہوئے ہیں۔ قیمت سالانہ چار روپیہ ملنے کا پتہ۔ منیجر صاحب ہفتہ وار اخبار عروج جھنگ مگھیانہ۔

دیوان ادب

دیوان آر۔ ایم صاحب اگروال ہیڈ پرشین ٹیچر رامجس ہائی سکول نمبر ۳ کمپنی باغ دہلی نے اردو اور فارسی پرچہ الف کے لئے گرامر کا ذخیرہ یکجا جمع کیا ہے اور یہ خوبی اسے خاص طور پر حاصل ہے کہ دونوں زبانوں کی گرامر کی جملہ مشکلات کو ایک ہی کتاب میں حل کیا ہے۔ اور یہ ایک نئی جدت ہے جس کے لئے قابل مصنف مبارک کے مستحق ہیں۔ تقریباً ڈھائی سو صفحات کی کتاب قیمت ۱۲ ارفی جلد۔ ملنے کا پتہ۔ مصنف سے سرائے برف خانہ کوارٹر نمبر ۱۷ نزد کوڑیا پل۔ دہلی۔

انکشاف راز معرفت بہ جواہرات اسلام

حصہ دوم مصنفہ سی۔ آر جین۔ گیارہ باب لطف دیوانگی۔ عقاید ننداں وغیرہ پر اہل تصوف کے کلام بلاغت نظام کو نہایت خوبی سے جمع کیا گیا ہے۔ اردو اور فارسی کا کوئی نامی اور صوفی منش استاد ایسا نہیں جس کے خیالات سے فائدہ نہ اٹھایا گیا ہو۔ یہ مجموعہ سر دوستان یاد جنا تیدن کا حکم رکھتا ہے اور پیر شنو بیا مونے کے مقولہ کے مطابق اس کا مطالعہ کئی طرح سے مفید مطلب ثابت ہوتا ہے۔ اردو ٹائپ میں یہ گنجینہ۔ ار قیمت پر میسرز ہیرالال پنالال دریبہ کلاں دہلی سے مل سکتا ہے۔

گورنمنٹ گزٹ پنجاب

مندرجہ ذیل اصحاب ۵۵-۳-۷۰ روپے کے گریڈ سے ۸۰-۴-۱۰۰ روپے کے گریڈ میں ترقی یاب ہوئے:-

لالہ حکم چند صاحب سونی جونیئر انگلش ماسٹر سنٹرل ماڈل سکول لاہور۔

لالہ کرم چند صاحب بی اے۔ ایس اے۔ وی جونیئر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول پاک پٹن۔

ایم امیرالدین صاحب بی اے۔ بی ٹی جونیئر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول چکوال

لالہ ہنسراج صاحب جونیئر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول فاضلکا۔ آپ گورنمنٹ ہائی سکول کمالیہ میں سینیئر انگلش ماسٹر مقرر ہوئے ہیں۔

سید نذر محمد صاحب بخاری بی اے۔ بی ٹی جونیئر انگلش ماسٹر ماڈل سکول لاہور

بھائی کرتار سنگھ صاحب بی اے۔ جونیئر انگلش ماسٹر گورنمنٹ مڈل سکول کیمبل پور

لالہ مکندی لال صاحب بی اے۔ ایس اے وی جونیئر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول گوجرانوالہ

ایم دلدار علی صاحب بی اے ایس اے وی انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول منٹگمری۔

لالہ صاحب رام صاحب بی اے۔ ایس اے وی جونیئر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول جالندھر

ایم نبی بخش صاحب بی اے۔ ایس اے وی جونیئر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول پھلور

لالہ ٹھورام صاحب بی اے۔ ایس اے وی جونیئر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول پھلور

لالہ گنیش لال صاحب بی اے۔ ایس اے وی جونیئر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول خانے وال

لالہ رنگ بہاری لال صاحب بی اے رجسٹرار ڈیپارٹمنٹل امتحانات کو ۲۴ جون ۱۹۳۳ء سے تین ماہ کی رخصت اوسط

لالہ شام چند صاحب بی۔ ایس۔ سی ڈپٹی انسپکٹر مدارس قسمت راولپنڈی ان کی جگہ یکم جولائی ۱۹۳۳ء سے رجسٹرار مقرر ہوئے۔

لالہ اگرسین صاحب ایم اے لیکچرار گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج ہوشیار پور ۲۲ جون ۱۹۳۳ء سے لودھیانہ گورنمنٹ کالج لودھیانہ میں لیکچرار مقرر ہوئے۔

مس سی۔ کے۔ مترا اسسٹنٹ انسپکٹرس حلقہ وسطی لاہور۔ مسز سی۔ ایچ او۔ گارمن کی جگہ جن کا تبادلہ ہو گیا ہے ۱ مارچ ۱۹۳۳ء سے جماعت اول (۱۰۰-۲۰-۲۵۰ روپیہ) سے پی۔ ای۔ ایس کے معمولی ٹائم سکیل (۲۰۰-۲۰-۴۰۰-۲۵-۵۰۰ روپیہ) میں ترقی پاکر اسی حلقے میں قائمقام انسپکٹرس مقرر ہوئیں۔

مسٹر آر سینڈرسن ایم اے ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن اور نائب سیکرٹری حکومت پنجاب کو تین ماہ نو روز کی رخصت (دو ماہ اور ۲۹ روز کی اوسط تنخواہ پر) ۱۰ جولائی ۱۹۳۳ء سے ہندوستان سے باہر جانے کے لئے ملی۔

مسٹر جے۔ ای۔ پارکنسن ایم۔ اے۔ آئی۔ ای۔ ایس پرنسپل سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور ان کی جگہ ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن اور نائب سیکرٹری حکومت پنجاب مقرر ہوئے۔

مس کے۔ بی۔ فیروز الدین پرنسپل سٹر نفورڈ انٹرمیڈیٹ کالج امرتسر مسز او گارمن تبدیل شدہ کی جگہ ۲۹ جون ۱۹۳۳ء سے وسطی حلقہ لاہور کی انسپکٹرس مدارس مقرر ہوئیں۔

مس لاجونتی سنت سنگھ لیکچرار انگریزی زنانہ کالج لاہور ۲۶ جون ۱۹۳۳ء سے مس کے۔ بی فیروز الدین تبدیل شدہ کی جگہ سٹر نفورڈ کالج امرتسر کی پرنسپل مقرر ہوئیں۔

(از گورنمنٹ گزٹ)

رہنمائے تعلیم لاہور کا

گُلدستۂ اطفال

یعنی

بچّوں کا اخبار

(یہ بچوں کا شاندار گلدستہ اگست ۱۹۲۲ء سے باقاعدہ جاری ہے)

سالانہ چندہ ایک روپیہ (عہ/)

نمبر ۹	بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۳ء	جلد ۱۳

عزیز بچو!

تم نے گلدستہ اطفال کا جوبلی نمبر نہ دیکھا ہو تو آج ہی ۴ر کے ٹکٹ لفافہ میں ڈالکر بھیجدیں تاکہ یہ نادر اور باتصویر تحفہ آپکو بھیج دیا جائے آپ اس دلچسپ اور عمدہ عمدہ کہانیوں، لطیفوں اور دیگر مضامین کے مجموعہ سے ضرور خوش ہونگے ٹکٹ اس پتہ پر ارسال کریں

دِلچسپ معلُومات

افریقہ میں ایک درخت ہے جس کی جڑ سے دُودھ ایسے سفید پانی کی ایک نہر جاری ہے جو پینے میں شیریں اور دودھ سا لذیذ ہوتا ہے۔ (خوب)

دُنیا میں سب سے زیادہ تیرنے والی مچھلی تارپون ہے۔ جو خلیج فلوریڈا میں ہوتی ہے

یہ مچھلی ایک گھنٹہ میں ۸۰ میل کی مسافت طے کرتی ہے۔

ابابیل ایک ایسا پرندہ ہے جو پہاڑوں میں پایا جاتا ہے۔ اور ایک گھنٹہ میں ۲۲۰ میل سفر طے کر لیتا ہے۔

علاقہ مدراس میں ایک جگہ ایک بھینس کے انسان نما بچہ (کٹا) پیدا ہوا ہے۔ جسے دیکھ کر لوگ حیران ہوتے تھے۔ اس کی دو آنکھیں تھیں لیکن سر پر چہرہ انسان کا سا تھا۔ پاؤں چمچہ کی طرح۔ زبان گولال تھی مگر باہر کو نکلی ہوئی۔ سر بہت بڑا لیکن صورت چھوٹی افسوس وہ بچہ پیدا ہوتے ہی مر گیا۔

ایک وقت تھا کہ الگزینڈر رسولڈ آئنکوف زار روس کے زمانہ میں کپتان تھا۔ کوئی بیس ہزار آدمی اس کے کارخانہ میں ملازم تھے۔ خود کروڑوں روپیہ کا مالک تھا۔ لیکن شومئے قسمت دیکھئے آج وہی شخص لنڈن کے ایک ہوٹل میں ملازم ہے۔ اور دوسرے ملازموں کے آگے ہاتھ باندھے کھڑا رہتا ہے۔ (قسمت)

ڈاکٹر ایگلوف مشہور سائنس دان امریکہ نے ایک نئی ایجاد نکالی ہے۔ جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ بنولے کے تیل سے پٹرول نہایت آسانی سے اور کافی مقدار میں حاصل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اگر پٹرول کا ذخیرہ ختم ہو جائے۔ تو سبزیوں سے بھی پٹرول حاصل کیا جا سکتا ہے۔

لطیفے

اُستاد (شاگرد سے) بتاؤ افریقہ دُور ہے یا چاند

شاگرد - افریقہ۔ **اُستاد** - کس طرح۔

شاگرد - جناب چاند تو نظر بھی آتا ہے مگر افریقہ نظر نہیں آتا۔ اس لئے وہ دُور ٹھہرا۔

(۲) **بڑا بھائی** (چھوٹے بھائی سے) کوئی بڑا لفظ بتاؤ تو میں تمہیں انعام دوں۔

چھوٹا بھائی - ربڑ۔

بڑا بھائی - یہ تو بہت چھوٹا سا لفظ ہے۔

چھوٹا بھائی - آپ اسے کھینچ کر جتنا چاہیں بڑھا سکتے ہیں۔

(۳) **قرضخواہ** - میں نے آپکو جوابی کارڈ لکھا تھا مگر آپ نے کوئی

مقروض - مہربان۔ آپکے ہی کارڈ پر آپکو مایوسی بخش جواب کیونکر لکھ دیتا کہ بھئی میرے پاس اسوقت روپے تیار نہیں۔

طالب علم سے خطاب

(از لالہ پریم چند صاحب پریمؔ)

یاد رکھ اے نورِ چشمِ والدین — آسرا تیرے سوا اُن کا نہیں
اُن کی اُمیدیں ہیں تیری ذات پر — زندہ ہیں وہ تیرے دم سے بالیقیں
ایک اُن پر ہی نہیں موقوف کچھ — آرزو تو خود بتا کس کی نہیں
تیرے مستقبل کو دل میں سوچ کر — ناز کرتی ہے وطن کی سرزمیں
اے بہارِ گلشنِ ہندوستاں — اے سرورِ خاطرِ اندوہگیں (غمگین)
جو اُمیدیں تجھ سے وابستہ ہیں آج — خاک میں آخر نہ مل جائیں کہیں
کام کر حرص (لالچ) و ہوا کو چھوڑ کر — ہو مشاہیر (دنیا کے مشہور آدمیوں) جہاں کا جانشیں

یعنی تحصیلِ ہنر کے واسطے
وقف کر دے اپنا عزمِ آہنیں (مضبوط ارادہ)

لطیفہ

ڈاکٹر۔ تمہیں کیا شکایت ہے۔
مریض۔ جناب مجھے پیٹ کی شکایت ہے۔
ڈاکٹر۔ یعنی تمہیں قبض ہے یا ہاضمہ خراب ہے۔
مریض۔ نہیں جناب!
ڈاکٹر۔ تو پھر پیچش ہوگی۔ دست آنے ہونگے؟
مریض۔ نہیں جناب!
ڈاکٹر۔ پھر آپکی شکایت تو کوئی عجیب ہی ہوگی۔ خدا کے واسطے جلدی کرو اور اپنا حال بیان کرو۔ کوئی ایسی ویسی بیماری نہ ہوگئی ہو۔ جلدی کرو جاری۔
مریض۔ جناب میں بھوکا ہوں۔ کچھ دلوائیے پیٹ کے لئے؟

کشمیری لال (پوری)

سمندروں کے فائدے

خداوند کریم نے روئے زمین کو دو حصوں میں تقسیم کر کے اپنی حکمت کاملہ کا اعلےٰ ثبوت دیا ہے اس تقسیم میں بڑا حصہ تری کا ہے۔ جو روئے زمین کے تین چوتھائی کے قریب ہے۔ باقی حصے جو کُل کے ایک چوتھائی کے برابر ہے۔ خشکی اور اس کے براعظم ہیں جن میں مختلف ملک آباد ہیں اور خلق خدا زندگی بسر کر رہی ہے۔ قدرت نے ان کے حسب حال اور ضرورت کے موافق تمام ضروریات مثلاً روزی رزق۔ پھل۔ سبزی۔ ترکاریاں اور آب وہوا وغیرہ نہایت خوبی سے مہیا کی ہیں۔ بعض اشخاص خدا کی حکمتوں پر غور نہ کرتے ہوئے اکثر بڑبڑانا کرتے ہیں کہ اسے اتنے بڑے اور ناپیدا کنار سمندر بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر سمندروں کی جگہ بھی ممالک آباد ہوتے تو کیا مضائقہ تھا؟ شائد وہ نہیں جانتے کہ خدائے ذوالجلال کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ ہر بات میں اس کی قدرت نمایاں ہے اور سمندروں کے وجود میں اُس نے اپنی مخلوق کے لئے بیحد فوائد اور کثیر التعداد منافع مضمر (پوشیدہ) کر رکھے ہیں۔ مثلاً

اوّل۔ چونکہ سمندروں کا طول عرض اور عمق (گہرائی) ایک بڑی مقدار پانی کی تھامے ہوئے ہے۔ جسے سورج کی گرمی بالکل خشک نہیں کر سکتی۔ پانی کی یہ مقدار نہ صرف سطح سمندر پر اعتدال ہوا کو قائم رکھتی ہے بلکہ ملحقہ (ساتھی) ممالک کی آب وہوا کو بھی معتدل بناتی ہے۔ معتدل آب وہوا میں ضروریات زندگی اور اشیائے خوردنی اس کثرت سے پیدا ہوتی ہیں۔ کہ وہاں کے باشندوں اور حیوانوں کی ضرورت کو پورا کر کے باقی ممالک کی ضرورت کے بھی کام آتی ہیں۔

دوم۔ سمندر میں سورج کی تیز شعاعوں سے جب عمل تبخیر پیدا ہوتا ہے تو پانی چھوٹے چھوٹے بخارات کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اور آسمان کی طرف رُخ کرتا ہے۔ جوں جوں عمل تبخیر زیادہ ہوتا ہے سطح سمندر اور روئے زمین پر کا پانی آسمان پر ہوا میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ جب تک

ان بخارات کی مقدار ہلکی اور خفیف ہوتی ہے۔ وہ ہوا میں معلق (لٹکے) رہتے ہیں۔ لیکن جب یہ مقدار بڑھ جاتی ہے اور ہوا ان کا بوجھ سہار نہیں سکتی۔ بخارات بادل بن کر بارش اولے اور برف کی صورت اختیار کرکے برستے ہیں اور نباتات وحیوانات کی زندگی کے لئے ایک بے بہا نعمت ثابت ہوتے ہیں۔

سوم۔ برف اور پانی سے دریا ندی نالے جاری ہو کر روئے زمین کو سیراب کرتے ہوئے پھر سمندر میں پہنچ جاتے ہیں۔ جہاں عمل تبخیر وقوع پذیر ہو کر سمندری پانی بخارات کی صورت اختیار کرتا اور بارش بن کر زمین پر برستا رہتا ہے۔ بارش کی آمد وشد کا یہ سلسلہ قائم ہو کر زمین کو تین طرح سے تقویت بخشتا ہے۔

(ا) پانی کا ایک حصہ زمین پر برس کر ندی نالوں اور دریاؤں کے ذریعے اپنے اصل ذخیرے کو محفوظ اور قائم رکھنے کے لئے سمندر میں جا پہنچتا ہے۔ اور سمندر کے راستے میں یہ پانی ہمارے کھیتوں باغوں اور کیاریوں کو مالا مال کر دیتا ہے۔ رنگا رنگ کے خوشبو دار پھول۔ انواع واقسام کے شیریں پھل اور لذیذ میوہ جات اور طرح طرح کے اناج اسی پانی کی طفیل پھولتے۔ پھلتے اور پکتے ہیں۔ بارش کے پانی کا یہ حصہ ہماری زندگی کے قائم رکھنے کا پہلا ضامن (ذمہ دار) ہے۔

(ب) بارش کے پانی کا دوسرا حصہ زمین کے اندر چلا جاتا ہے جو غلاظتیں روئے زمین پر اس کے ساتھ مل جاتی ہیں۔ وہ دھوئی دھائی سطح زمین پر پڑی رہتی ہیں۔ پانی زمین جذب ہو جاتا ہے۔ یہ مصفا اور مقطر پانی ہمیں کنوؤں اور چشموں کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ ریت اور مٹی کا قدرتی فلٹر اسے ایسا ٹھنڈا اور شیریں بنا دیتا ہے کہ پی پی کر پیٹ بھر جاتا ہے۔ مگر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ خالص پانی ہماری زندگی کا دوسرا ضامن ہے۔

(ج) بارش کے پانی کا تیسرا حصہ کچھ تو سطح زمین کو ٹھنڈا کرنے میں خرچ ہو جاتا ہے۔ اور زائد پانی تالابوں۔ چھپڑوں اور جوہڑوں میں جمع ہو جاتا ہے۔ ہمارے بہت سے کام اس پانی سے چلتے ہیں۔ یعنی وہ ہمارے نہانے۔ دھونے۔ برتنے اور مویشی کے پینے کے کام آتا ہے۔ اسی

پانی کے کیچڑ اور گارے سے ہماری رہائش کے لئے عالی شان عمارتیں بنتی ہیں۔ یہی پانی ہمارے غلیظ کپڑوں کے دھونے میں استعمال ہوتا ہے اور اس طریق سے یہ پانی ہماری زندگی کا تیسرا ضامن ہے۔

چہارم۔ سمندر کی ہوا معتدل ہوتی ہے۔ بہت سی بیماریوں میں مسیحائی دم کا دم بھرتی ہے۔ متعدد امراض کا علاج صرف سمندری آب و ہوا میں زندگی بسر کرنا ہے۔ بحری سفر نہایت فرحت بخش اور جانفزا ہوتا ہے اور بدن کو طاقت اور روح کو زندگی بخشتا ہے۔

پنجم۔ ہماری بحری تجارت کی موجودگی سمندروں سے وابستہ ہے۔ لاکھوں کروڑوں من بوجھ جہازوں کے ذریعے ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچتا ہے۔ اگر سمندر نہ ہوتے تو ایک ملک کی بے شمار نعمتوں سے دوسرے ممالک کے لوگ محروم رہتے۔

ششم۔ سمندر بذات خود بیشمار موتیوں اور دیگر قیمتی اشیا، کا ایک غیر محدود خزانہ ہوتا ہے ہمارے موتیوں کے ہار اور مالائے مروارید (جنکی جمع ہے) سمندر سے نکلے ہوئے موتیوں سے بنتے ہیں۔ بادشاہوں کے تاجوں کو درشاہوار (موتیوں کی مالا) سے سجانے کے لئے انہیں سمندروں کا ممنون ہونا پڑتا ہے۔ یہ سمندر کا قیمتی خزانہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ اسے چھاتیوں سے لگائے رکھتا ہے۔ بعض موتی بڑے بڑے اور نہایت آبدار ہوتے ہیں اپنی آب و تاب کی وجہ سے بڑی قیمت پاتے ہیں۔ چھوٹے موتی بعض لاعلاج امراض میں دوائی کے طور پر استعمال کئے جاتے ہیں۔ مخفی نہ رہے کہ سمندر سے موتیوں کا نکالنا ایک خاص غوطہ خور سمندری قوم کا کام ہے۔ جو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر سمندر کی تہ میں جاتے ہیں اور موتی نکال لاتے ہیں۔

ہفتم۔ سمندروں میں طرح طرح کے بحری جانور اور مچھلیاں پائی جاتی ہیں۔ بعض اتنی بڑی اور طاقتور ہیں کہ انکی ایک ہی ٹکر بڑے سے بڑے جہاز کو چکنا چور کر دیتی ہے۔ کوڈ مچھلی اور ویل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ انکی چربی بڑے کام کی چیز ہے۔ ایک ویل مچھلی سے کئی من چربی برآمد ہوتی ہے۔ یہ انسانی دل اور جگر کو طاقت بخشتی ہے اور جگر کی بیماریوں کے لئے تیر بہدف دوائی ہے۔

مندرجہ صدر برکات جو مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ اس امر کا ثبوت ہیں کہ سمندروں کو خدائے پاک نے جانداروں کے لئے بیحد مفید اور سودمند بنایا ہے۔ سمندر نہ ہوتے تو بارش نہ ہوتی اور بارش نہ ہوتی تو جہان نہ ہوتا۔ گویا سمندر جہان کے قیام اور رونق کا باعث ہیں +

ڈیوڈ اور گولیدھ

پُرانے زمانے میں فلسطائن اور ازرالائٹ دو قومیں تھیں۔ فلسطینیا والے ازرالائٹ والوں سے بڑھ گئے تھے۔ کیونکہ ان کا ہیرو ایک جن تھا۔ ان قوموں کے درمیان دو پہاڑ تھے یہ دونو قومیں ہر روز ان پہاڑوں پر آیا کرتی تھیں۔ اس کے کچھ دیر بعد فلسطینیا والوں کا ہیرو جن آتا تھا۔ اور ازرالائٹ والوں کی فوج سے کہتا تھا۔ کہ جس سپاہی کا جی چاہے مجھ سے لڑے۔ لیکن ازرالائٹ کی فوج کا کوئی سپاہی بھی اس جن کے مقابلے میں نہ آتا تھا۔ کیونکہ وہ دس فٹ لمبا تھا۔ زرہ بکتر پہنے رہتا تھا۔ اس کے پاس ایک تلوار تھی جو کم از کم ایک لمبے درخت کے برابر تھی۔ اور ایک ڈھال تھی۔ جو اتنی بڑی اور بھاری تھی۔ کہ ایک آدمی اس کے آگے ڈھال کو اُٹھائے ہوئے چلتا تھا۔ اس کے سر پر ایک پیتل کا خود رکھا ہوتا تھا۔ پاؤں میں لمبے لمبے جوتے پہنے ہوئے ہوتا تھا۔ اس جن کا نام گولیدھ تھا۔

اُدھر ازرالائٹ والوں میں ایک چرواہا تھا۔ اس کے تین بھائی تھے۔ وہ سب کے سب ازرالائٹ کی فوج میں نوکر تھے۔ اس چرواہے کا نام ڈیوڈ تھا۔ نوجوان لڑکا ہی تھا۔ لیکن بہت بہادر اور مضبوط تھا۔ ایک دفعہ یہ اپنے باپ کی بھیڑیں چرا رہا تھا۔ کہ اس کا ایک دوست آگیا۔ ڈیوڈ نے اس سے کہا۔ کہ اگر میں جن کو مار دوں تو بادشاہ مجھے کیا دیگا؟ اس نے کہا۔ کہ بہت امیر کر دیگا۔ اور اپنی لڑکی کی تم سے شادی کر دیگا۔ یہ خبر بادشاہ کو بھی ہو گئی۔ اس نے ڈیوڈ کو بلایا۔ اور پوچھا کہ کیا اس جن سے لڑو گے؟ ڈیوڈ نے کہا جی ہاں حضور۔ بادشاہ نے کہا تم اس جن سے کس طرح لڑو گے؟ ابھی طفلِ مکتب ہو۔ ڈیوڈ نے کہا۔ حضور میں اپنے باپ کی بھیڑیں چرا رہا تھا۔ کہ ایک شیر اور ایک ریچھ آئے۔ میں نے جس طرح ان دونو کو مار ڈالا۔ اسی طرح یہ جن بھی میرے ہاتھوں مارا جا سکتا ہے۔

بادشاہ بہت خوش ہؤا۔ اور زرہ بکتر اور پانچوں ہتھیار دے کر کہا۔ اب جاؤ۔ اور دیو سے لڑو۔ چونکہ ڈیوڈ ہتھیاروں کا استعمال بخوبی نہ جانتا تھا۔ اس لئے اس نے ان کو اُتار دیا۔ اور اپنا پُرانا برچھا جس سے وہ اپنی بھیڑوں کو ہانکا کرتا تھا۔ نکال لیا۔ جب دیو (جن) کے مقابلے میں آیا۔ تو جن برچھے کو دیکھ کر بولا۔ ارے میں کوئی کتا ہوں۔ جو مجھے برچھے سے ماریگا۔ یہ کہہ کر جن ڈیوڈ پر لپکا۔ ڈیوڈ نے وار خالی دیا۔ اور اپنے برچھے سے گولیدھ جن کو زخمی کر دیا۔ گولیدھ غش کھا کر گر پڑا۔ ڈیوڈ بھی کود کر گولیدھ پر آرہا۔ اور اس کی تلوار نکال کر گولیدھ کا سر قلم کر دیا۔ یہ دیکھ کر فلسطینیا والے بھاگے۔ لیکن ازرالائٹ والوں نے انکا پیچھا کیا۔ بادشاہ نے ڈیوڈ کو بہت مالا مال کر دیا۔ اور اپنی لڑکی کی اس سے شادی بھی کر دی۔ یہ اپنے ماں باپ کے ساتھ آرام کی زندگی گزارنے لگا۔

صابر غلام ناصر خاں صابرؔ آٹھویں ٹی سنٹرل ماڈل سکول لاہور

اقوال زرّیں

(۱) بڑوں کی غلطیوں پر ہمیشہ چشم پوشی کرو۔ اور چھوٹوں کی خطا کو معاف۔

(۲) نفرت۔ عداوت اور کینہ کسی شخص کے خلاف نہ رکھو۔

(۳) ہر کام اتفاق سے سرانجام پاتا ہے۔

(۴) جو شخص لوگوں پر ظلم کرتا ہے۔ دُنیا و آخرت میں کبھی خیر کا مستحق نہ ہوگا۔

(۵) بزرگوں کے روبرو ہنسی ٹھٹھا یا مسخری کرنا بے ادبی ہے۔

(۶) دور اندیش آدمی کبھی افلاس میں مبتلا نہیں ہو سکتا

(۷) نفاق کا نتیجہ ہمیشہ بُرا نکلتا ہے۔

(۸) اپنے فائدے کی پروا نہ کرکے دوسروں کو فائدہ پہنچانا نیک نامی ہے۔

(۹) عالم کی صحبت بجز فائدے کے نقصان نہیں ہے۔

(۱۰) اوروں سے نیکی کرنا ثواب ہے۔ برخلاف اسکے کسی کو تکلیف دینا گناہ میں شامل ہے

(۱۱) علم تمام ترقیوں کی بُنیاد ہے۔

(۱۲) بزرگی۔ عمدہ عادات و اطوار کا نام ہے نہ کہ بیڈھنگے چال چلن کا۔

(ایچ۔ اے۔ مومن۔ ٹیچر شہر ہُبلی ضلع دھاڑواڑ)

مسٹر لٹمس کی داستان اس کی اپنی زبانی

(از قلم لالہ چونی لعل صاحب جینی ہیڈ ماسٹر اینگلو ورنیکلر مڈل سکول باغ (پونچھ)

گرمی کا موسم اور جیٹھ کا مہینہ تھا۔ روشنی کا دیوتا الوداعی سلام کہنے کے لئے تیاریاں کر رہا تھا۔ گاہ گاہے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے میرے دل کو خوش کرتے تھے۔ میں خوشی سے جھوم رہا تھا کہ میرے کانوں میں لڑکوں کے گانے کی آواز آئی۔ گانا مجھے یاد نہیں۔ مگر اتنا یاد ہے کہ لڑکے کہہ رہے تھے

ہر جگہ موجود ہے پر وہ نظر آتا نہیں

میں اُن کے مفہوم کو نہ سمجھ سکا۔ غالباً وہ دل لگی کر رہے تھے۔ ان کے ہمراہ ان کے سائنس ماسٹر صاحب بھی تھے۔ قطار باندھے چلے آ رہے تھے۔ لیفٹ اینڈ رائیٹ۔ لیفٹ اینڈ رائیٹ کی صدا کبھی کبھی سُنائی دیتی تھی۔ حتےٰ کہ وہ میرے نزدیک آ گئے۔ ان کی ایک ایک بات کو سُننا میرے لئے زیادہ آسان ہو گیا۔ لڑکوں نے دریافت کیا کہ مسٹر لٹمس صاحب کی کہاں جستجو کی جائے ان کی کہاں قیام گاہ ہے؟ کہاں تشریف رکھتے ہیں؟ اُستاد صاحب نے فرمایا "آپ ہر جگہ موجود ہے تمہاری نظروں کے سامنے ہے۔ ڈھونڈو تو ضرور پاؤ گے۔ ملاقات ہو گی۔ اور ضرور ہو گی۔

طلبا نے بہت سر پاؤں مارے۔ مگر بے فائدہ۔ مسٹر لٹمس نظر سے غائب ہی رہے۔ واہ رے علم! تو ایک روشنی ہے۔ تجھ بن سب جگہ اندھکار ہے۔ اندھیرے میں چیز آنکھوں کے سامنے پڑی ہوتی ہے۔ مگر نظر نہیں آتی۔ مسٹر لٹمس سامنے کھڑے لڑکوں پر ہنس رہے ہیں۔ علم کی تعریف کر رہے۔ اور پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔ "اے علم والو! آؤ اور میرے ساتھ بغلگیر ہو" لڑکوں کی دیکھ بھال بیکار ثابت ہوئی۔ اُستاد صاحب سے مدد کے خواستگار ہوئے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ مسٹر لٹمس نملووں میں بود و باش رکھتے ہیں۔ کبھی اُنکی جائے رہائش ہے۔ پھر تو یہ پہاڑی باشندے

ثابت ہوئے"۔ لڑکوں نے کہا "نہیں" اُستاد صاحب نے فرمایا "آنکھوں والے اور علم والے پنجاب میں بھی ان کے درشن کر سکتے ہیں۔ جامن اور سیاہ توت ان کے رہنے کی دلپسند جگہ ہے۔ ان میں بھی یہ اپنا ڈیرہ جمائے رکھتے ہیں۔ اسی واسطے تو میں نے تم کو کہا تھا کہ گاؤ" ہر جگہ موجود ہے۔ پر وہ کہیں ملتا نہیں"۔

مجھے علم نہیں تھا کہ بچے میرے اتنے دلدادہ ہیں۔ جب انہوں نے مجھے شیریں زبان پایا۔ تو انکی الفت اور محبت پہلے سے بھی زیادہ ہوئی۔ ریشم کے کیڑے کی طرح میری مٹھاس ہی میری قید کا باعث ہوئی۔ مگر میری قید لڑکوں کو کب گوارا تھی۔ انہوں نے فوراً ثملووں کو ایک ململ کے کپڑے میں پوٹلی کی صورت میں بنا کر آہستہ سے اپنے نرم ہاتھوں سے دبایا اور میرے جیل کی دیواروں کو توڑ دیا۔ میری رہائش کے لئے ایک شیشے کا مکان انتخاب کیا۔ میں ان کا شکر گذار تھا کہ مجھے روشنی کا منہ دیکھنا نصیب ہوا۔ اب جونہی کہ آفتاب نکلتا۔ روشنی میرے قدم چومتی۔

لڑکوں کو میری جدائی نہ بھائی مجھے اپنے ہمراہ سکول لے گئے۔ میں بھی خوش تھا کہ مجھے ان کی درسگاہ دیکھنے اور ان کے سبق سننے کا موقع نصیب ہوا۔ لڑکوں نے اپنے اُستاد صاحب سے دست بستہ عرض کی کہ ہمیں آپ مسٹر لٹمس کی ہسٹری سنائیں۔ اُستاد صاحب نے فرمایا۔

عزیز بچو۔ یہ ایک نباتاتی رنگ ہے۔ اس رنگ سے ہی بلیو لٹمس کی ڈلیاں بنائی جاتی ہیں لٹمس پیپر تیار کئے جاتے ہیں۔ آج تمہیں لٹمس پیپر بنانے کی ترکیب بتاتا ہوں۔

ترکیب۔ بلاٹنگ پیپر کو اس حل میں ڈبو دو جو کہ تم نے کل ثملووں سے حاصل کیا ہے۔ یہ دیکھو سُرخ لٹمس پیپر تیار ہو گیا۔ اب اگر نیلا لٹمس تیار کرنا چاہو۔ تو اس سُرخ پیپر کو کسی الکلی کے حل میں غوطہ دو۔ تو نیلا لٹمس پیپر تیار ہو جائیگا۔

لڑکے خوش ہو کر بول اُٹھے "جناب۔ ہم تو بے فائدہ لٹمس پیپر قیمتاً منگواتے ہیں۔ یہ تو ہمارے گھر میں ہی گنگا بہتی ہے"! اُستاد صاحب نے فرمایا "بچو۔ لٹمس پیپر بڑے کام کی چیز ہے۔ یہ دیکھو

تجربہ۔ میز پر تین گلاس ہیں۔ ایک میں خالص پانی۔ دوسرے میں تیزاب ملا پانی اور تیسرے میں کاسٹک سوڈا ملا پانی ہے۔ تمہیں پانی پینے کی خواہش ہے۔ کس طرح پہچانو گے کہ فلاں گلاس میں پانی ہے؟

سنو۔ ہر ایک گلاس میں ایک ایک سُرخ لٹمس ڈالو۔ جس گلاس میں لٹمس کا رنگ سُرخ سے نیلا ہو جائیگا اس کو سوڈا کاسٹک ملا پانی جانو۔ اب نمبرا۔ نیلا لٹمس پیپر ہر ایک گلاس میں ڈالو۔ جس گلاس میں نیلا لٹمس سُرخ ہو جائیگا۔ اس کو تیزاب ملا پانی سمجھو۔ تیسرے گلاس میں خالص پانی ہے۔ اس میں نہ سُرخ لٹمس نیلا اور نہ نیلا لٹمس سُرخ ہوگا۔ اب پانی کو بلا شک وشبہ پی سکتے ہو۔ پس یاد رکھو کہ یہ لٹمس پیپر تیزاب اور الکلی کی پہچان میں مستعمل ہوتے ہیں"

لڑکوں نے فوراً کہا جناب۔ ہم اس حل کو سُرخ سیاہی اور بلیو بلیک سیاہی کی جگہ بھی استعمال کر کے تجربہ کرینگے"

"شاباش۔ لڑکو۔ تجربے کرنے سے انسان مکمل ہوتا ہے۔ زندگی پُرلطف معلوم ہوتی ہے۔ اُستاد صاحب نے فرمایا۔ اتنے میں سائنس کا پیریڈ ختم ہوگیا۔ طلباء انگریزی پڑھنے کے لئے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ بچے مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ مگر یہ اُن کی خوش قسمتی ہے کہ وہ میرے درشن موسم سرما میں نہیں کر سکتے۔ ورنہ اُن کو مدرسے جانا اور سبق تک یاد کرنا بھول جاتا۔ لاچار سکول بند کرنے پڑتے۔ مدرسین کی ایک بڑی جماعت بیکار ہو جاتی۔ اور بیکاری کی صدا اور زیادہ بلند سنائی دیتی۔

سوالات

(۱) ثملوؤں وغیرہ میں سُرخ لٹمس کا حل پایا جاتا ہے۔ تو ثملو وغیرہ کھانے سے ہونٹوں کا رنگ نیلا کیوں ہو جاتا ہے؟

(۲) علم کے فوائد بیان کرو۔

(۳) سُرخ لٹمس پیپر اور نیلا لٹمس پیپر کس طرح تیار ہوتے ہیں؟

(۴) لٹمس پیپر کا فائدہ بیان کرو؟

(۵) چند ایسی نباتات کے نام لو۔ جو کہ لٹمس پیپر کے تیار کرنے میں معاون ہیں *

ثابت ہوئے"۔ لڑکوں نے کہا "نہیں" اُستاد صاحب نے فرمایا "آنکھوں والے اور علم والے پنجاب میں بھی ان کے درشن کر سکتے ہیں۔ جامن اور سیاہ توت ان کے رہنے کی دلپسند جگہ ہے۔ ان میں بھی یہ اپنا ڈیرہ جمائے رکھتے ہیں۔ اسی واسطے تو میں نے تم کو کہا تھا کہ گاؤ" ہر جگہ موجود ہے۔ پر وہ کہیں ملتا نہیں"۔

مجھے علم نہیں تھا کہ بچے میرے اتنے دلدادہ ہیں۔ جب انہوں نے مجھے شیریں زبان پایا۔ تو انکی الفت اور محبت پہلے سے بھی زیادہ ہوئی۔ ریشم کے کیڑے کی طرح میری مٹھاس ہی میری قید کا باعث ہوئی۔ مگر میری قید لڑکوں کو کب گوارا تھی۔ انہوں نے فوراً ثملوں کو ایک ململ کے کپڑے میں پوٹلی کی صورت میں بنا کر آہستہ سے اپنے نرم ہاتھوں سے دبایا اور میرے جیل کی دیواروں کو توڑ دیا۔ میری رہائش کے لئے ایک شیشے کا مکان انتخاب کیا۔ میں ان کا شکرگذار تھا کہ مجھے روشنی کا مُنہ دیکھنا نصیب ہُوا۔ اب جونہی کہ آفتاب نکلتا۔ روشنی میرے قدم چومتی۔

لڑکوں کو میری جدائی نہ بھائی مجھے اپنے ہمراہ سکول لے گئے۔ میں بھی خوش تھا کہ مجھے ان کی درسگاہ دیکھنے اور ان کے سبق سُننے کا موقع نصیب ہُوا۔ لڑکوں نے اپنے اُستاد صاحب سے دست بستہ عرض کی کہ ہمیں آپ مسٹر لٹمس کی ہسٹری سُنائیں۔ اُستاد صاحب نے فرمایا۔

عزیز بچو۔ یہ ایک نباتاتی رنگ ہے۔ اس رنگ سے ہی بلیو لٹمس کی ڈلیاں بنائی جاتی ہیں لٹمس پیپر تیار کئے جاتے ہیں۔ آج تمہیں لٹمس پیپر بنانے کی ترکیب بتاتا ہوں۔

ترکیب۔ بلاٹنگ پیپر کو اُس حل میں ڈبو دو جو کہ تم نے کل ثملوں سے حاصل کیا ہے۔ یہ دیکھو سُرخ لٹمس پیپر تیار ہو گیا۔ اب اگر نیلا لٹمس تیار کرنا چاہو۔ تو اس سُرخ پیپر کو کسی الکلی کے حل میں غوطہ دو۔ تو نیلا لٹمس پیپر تیار ہو جائیگا۔

لڑکے خوش ہو کر بول اُٹھے "جناب۔ ہم تو بے فائدہ لٹمس پیپر قیمتاً منگواتے ہیں۔ یہ تو ہمارے گھر میں ہی گنگا بہتی ہے"۔ اُستاد صاحب نے فرمایا "بچو۔ لٹمس پیپر بڑے کام کی چیز ہے۔ یہ دیکھو

تجربہ۔ میز پر تین گلاس ہیں۔ ایک میں خالص پانی۔ دوسرے میں تیزاب ملا پانی اور تیسرے میں کاسٹک سوڈا ملا پانی ہے۔ تمہیں پانی پینے کی خواہش ہے۔ کس طرح پہچانو گے کہ فلاں گلاس میں پانی ہے؟

سنو۔ ہر ایک گلاس میں ایک ایک سُرخ لٹمس ڈالو۔ جس گلاس میں لٹمس کا رنگ سُرخ سے نیلا ہو جائیگا اُس کو سوڈا کاسٹک ملا پانی جانو۔ اب نہار۔ نیلا لٹمس پیپر ہر ایک گلاس میں ڈالو۔ جس گلاس میں نیلا لٹمس سُرخ ہو جائیگا۔ اس کو تیزاب ملا پانی سمجھو۔ تیسرے گلاس میں خالص پانی ہے۔ اس میں نہ سُرخ لٹمس نیلا اور نہ نیلا لٹمس سُرخ ہوگا۔ اب پانی کو بلا شک و شبہ پی سکتے ہو۔ پس یاد رکھو کہ یہ لٹمس پیپر تیزاب اور الکلی کی پہچان میں مستعمل ہوتے ہیں۔"

لڑکوں نے فوراً کہا جناب۔ ہم اس حل کو سُرخ سیاہی اور ریلیو بلیک سیاہی کی جگہ بھی استعمال کر کے تجربہ کرینگے۔"

"شاباش۔ لڑکو۔ تجربے کرنے سے انسان مکمل ہوتا ہے۔ زندگی پُرلطف معلوم ہوتی ہے۔ اُستاد صاحب نے فرمایا۔ اتنے میں سائنس کا پیریڈ ختم ہو گیا۔ طلباء انگریزی پڑھنے کے لئے اپنے کمرے میں چلے گئے۔

بچے مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ مگر یہ اُن کی خوش قسمتی ہے کہ وہ میرے درشن موسم سرما میں نہیں کر سکتے۔ ورنہ اُن کو مدرسے جانا اور سبق تک یاد کرنا بھول جاتا۔ لاچار سکول بند کرنے پڑتے۔ مدرسین کی ایک بڑی جماعت بیکار ہو جاتی۔ اور بیکاری کی صدا اور زیادہ بلند سنائی دیتی۔

سوالات

(۱) ثملووں وغیرہ میں سُرخ لٹمس کا حل پایا جاتا ہے۔ تو ثملو وغیرہ کھانے سے ہونٹوں کا رنگ نیلا کیوں ہو جاتا ہے؟

(۲) علم کے فوائد بیان کرو۔

(۳) سُرخ لٹمس پیپر اور نیلا لٹمس پیپر کس طرح تیار ہوتے ہیں؟

(۴) لٹمس پیپر کا فائدہ بیان کرو؟

(۵) چند ایسی نباتات کے نام لو۔ جو کہ لٹمس پیپر کے تیار کرنے میں معاون ہیں۔

ایشور کے احکام کی خلاف ورزی

(از لالہ بالکشن داس صاحب آریہ ودیارتھی انبالہ چھاؤنی)

(۱)

صبح کا وقت تھا۔ پرندے چہچہا رہے تھے۔ بادِ نسیم کے جھونکوں سے دل خوش ہو رہا تھا۔ اُس وقت پلنگ چھوڑنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ اور یہی جی چاہتا تھا کہ لیٹے رہیں۔ موتی ایسا غافل سویا ہُوا تھا۔ کہ اُس کو صبح ہونے کی کچھ خبر نہ تھی۔ اُس کی ماں نے کہا "بیٹا اُٹھو اور نہا دھو کر پوجا پاٹ کرو۔ اور اُس پرم پتا پرمیشور کو بھی یاد کر لو۔ جس نے تمہیں اتنا بڑا کیا اور اچھے اچھے لذیذ کھانے مہیا کئے ہیں" موتی آنکھیں ملتا ہُوا اُٹھا اور بولا اماں جان مجھے نیند آ رہی ہے۔ سونے دو۔ میں ابھی نہیں اُٹھتا" یہ کہہ کر دوبارہ لیٹ گیا۔ اور اپنی ماں کے جگانے پر بھی نہ اُٹھا۔ تھوڑی دیر میں سورج دیوتا اپنی سُنہری کرنوں کے ساتھ نمودار ہوئے۔ اور انہوں نے اپنی روشنی موتی کے چہرے پر پھینکی۔ موتی گھبرایا۔ آنکھیں ملتا انگڑائی لیتا ہُوا چارپائی سے اُٹھا۔ ضروری حاجات سے فارغ ہو کر غسل خانے میں گیا۔ اُس نے اپنے ہاتھ سے گھڑی اُتار کر رکھدی۔ جب ہاتھ منہ دھونے سے فارغ ہُوا تو گھڑی اُٹھانا یاد نہ رہی۔ تھوڑی دیر میں برتن مانجنے کے لئے کہاری آئی۔ اُس کے ساتھ اُس کا لڑکا بھی تھا۔ وہ لڑکا اتفاق سے غسل خانے میں چلا گیا۔ گھڑی پر اُس کی نظر پڑی۔ اُسے دیکھ کر اُس کے مُنہ میں پانی بھر آیا۔ گھڑی کو اُس نے چپکے سے اُٹھا لیا اور اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

۲

موتی نے اپنی ماں سے روٹی مانگی۔ ماں بولی کہ "بیٹا کچھ دیر ایشور کو تو یاد کر لینے" موتی نے جواب دیا "کیسا ایشور رہوتا ہے۔ تم مجھے روٹی دو" ماں نے کہا "بیٹا تم سے اچھے تو پرندے ہی ہیں جو صبح اُٹھ کر اپنے ایشور کی یاد میں گیت گاتے ہیں" خود سر لڑکے نے جواب دیا "اماں جان! وہ گیت نہیں گاتے بلکہ وہ صرف میرے سُلانے کے لئے لوریاں گاتے ہیں" ماں نے کہا "وہ لوریاں سُلانے کی

نہیں ہوتیں۔ بلکہ وہ لوریاں جگانے کی ہوتی ہیں۔ ایشور نے رات تم پر خیریت سے گذاری۔ تم کو واجب ہے کہ کچھ ایشور کی پرارتھنا کرو۔ اور اُس کا شکر کرو کہ اُس نے تم کو انسان اور دیگر حیوانات پر ترجیح دی۔ اور اُس کے ساتھ دنیا بھر کے سامان مہیا کئے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ کچھ دیر اُس پرم پتا پرمیشور کی یاد کرتے۔ اُلٹے تم اُس کو بُرا بھلا کہتے ہو؟ موتی بولا" میں کوئی مصیبت میں تو مُبتلا ہوں ہی نہیں۔ جو اس کے لئے دُعا مانگوں کہ یہ میری مصیبت دُور ہو جائے"!

(۳)

تھوڑی دیر بعد ڈاک میں خط آیا کہ موتی امتحان میں فیل ہو گیا ہے۔ اُس کو اُس خبر کے سُننے سے بہت رنج ہُوا۔ اُس نے کھانا کھانا چھوڑ دیا۔ اور کمرے میں اُداس لیٹ گیا۔ لیٹا ہی تھا کہ اُس کو گھڑی کا خیال آیا۔ اُس کی نظر فوراً کلائی کی طرف گئی۔ مگر گھڑی نہ پاکر ہکا بکا رہ گیا گیدڑ کی طرح اِدھر اُدھر جھانکنے لگا۔ وہ دوڑا ہُوا غسل خانے کی طرف گیا۔ گھڑی تلاش کی مگر وہاں نہ پائی۔ پٹڑا اُٹھا کر جو دیکھنے لگا۔ ایک کنکھجورا جو کہ پٹڑے سے چمٹا ہُوا تھا۔ موتی کے چمٹ گیا۔ اُس کے چھُڑانے میں موتی کو بہت تکلیف ہوئی۔ اُس کے مُنہ سے یہ کلمہ نکلا کہ"ایشور واقعی تیری درگاہ میں ایسا ظلم ہوتا ہے جو تو کسی مظلوم کی کچھ سُنتا ہی نہیں۔ موتی کی ماں بولی بیٹا! موتی فوراً اپنی ماں کے پاؤں پر گر پڑا اور معافی کا خواستگار ہُوا۔ اُس کی ماں بولی"بیٹا ایشور کو یاد کرنے سے سب کچھ ہو جاتا ہے۔ تب سے موتی ایشور کا سچا سیوک بن گیا۔

پیارے بھائیو! تمہیں واجب ہے کہ کچھ دیر ایشور کو بھی یاد کیا کرو۔ ورنہ تمہارا بھی موتی کی طرح حشر ہو گا۔



لطیفہ۔ کسی دوکاندار کے پاس شام کو بہت سی پُوریاں بچ رہیں۔ اُس نے اُنکو بیچنے کے خیال سے پیسے کی دو دو لگادیں دوکاندار۔ پُوریاں پیسے کی دُو دُو۔ مسافر (اپنے ساتھی سے) یار اب تو اس نے پیسے کی دُو دُو کر دی ہیں تھوڑی دیر کے بعد دھیلے دھیلے بیچنی شروع کر دیگا۔ ظفر علی دہم اے سنٹرل ماڈل سکول لاہور

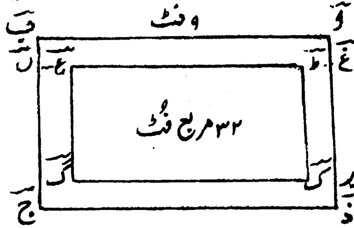
گذشتہ سے آگے

رہنمائے ریاضی

گذشتہ سے آگے

آٹھویں جماعت کے لئے جیومیٹری کا دلچسپ سوال۲ معہ حل

ایک میز ۹ فٹ لمبی ۵ فٹ چوڑی ہے بتاؤ اُس کے چاروں طرف سے کتنی لکڑی کاٹ دی جائے کہ باقی میز کا رقبہ ٹھیک ۳۲ مربع فٹ رہ جائے۔



حل۔ طول میز یا آ ب = ۹ فٹ عرض میز یا ب ج = ۵ فٹ

فرق طول عرض یا (طول - عرض) = ۹ - ۵ = ۴ فٹ

چونکہ ط ع گ ک مستطیل شکل کی میز سے چاروں طرف سے برابر برابر لکڑی آ ب ج د کاٹی گئی ہے۔ اِس لئے جو فرق آ ب

بیرونی مستطیل شکل میز کے طول اور ب ج عرض میں ہے وہی ط ع اندرونی میز کے طول و عرض میں ہوگا۔ کیونکہ اگر دو رقوم میں علیحدہ علیحدہ کوئی ایک رقم گھٹا یا بڑھا دی جائے بسابقہ رقوم کے پہلے اور گھٹانے یا بڑھانے کے بعد جو فرق ہوگا ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی یعنی وہ ہر حالت میں برابر ہوگا۔

اب چونکہ آ ب ، ب ج یعنی بیرونی مستطیل کے طول عرض میں ۴ فٹ (۹ فٹ - ۵ فٹ) فرق ہے۔ اِس لئے ط ع ، ع گ یعنی اندرونی مستطیل کے طول و عرض میں بھی وہی فرق (۴ فٹ) ہوگا۔

پس اندرونی مستطیل کا رقبہ بشرطِ سوال = ۳۲ مربع فٹ۔ پس اندرونی مستطیل کے طول و عرض (ط ع ، ع گ) میں فرق ۴ فٹ ہے

اب ہمیں ط ع + ع گ یعنی طول ، عرض کا مجموعہ معلوم کرنا ہے

چونکہ ہم معلوم کر چکے ہیں کہ (ا + ب)۲ = (ا ب)۴ + (ا - ب)۲ یا (طول + عرض)۲ = (طول عرض)۴ + (طول - عرض)۲

پس (ط ع طول + ع گ عرض)۲ = (ط ع × ع گ)۴ + (ط ع - ع گ)۲

= (ط ع طول + ع گ عرض)۲ = (۳۲)۴ + (۴)۲ = ۱۲۸ + ۱۶ = ۱۴۴

= ط ع طول + ع گ عرض = √۱۴۴ = ۱۲

مجموعہ طول عرض = ۱۲ فٹ } طول = (۱۲ + ۴) کا نصف

فرق " = ۴ فٹ } " = ۱۶ ÷ ۲ = ۸ فٹ

بیرونی مستطیل آ ب ج د یا اصلی میز کا طول بشرطِ سوال = ۹ فٹ } طول کی طرف سے جتنی لکڑی کاٹی گئی = ۹ - ۸

اندرونی " ط ع ک گ یا بعد کاٹنے لکڑی میز کا طول = ۸ " } غ ط + ع ل = ۱ فٹ

چونکہ ایک فٹ لکڑی دونو طرفوں سے کاٹی گئی ہے۔ اس لئے غ ط یا ع ل یا جتنی لکڑی چاروں طرف سے کاٹی گئی۔ ۱ فٹ کا نصف = ۶ انچ

سوال معہ حل

(۱) کسی رقم کا کُل زر ۴ فی صدی فی سال کی شرح سے ۱۲۰۰ روپے ہے۔ اگر شرح سود ایک فیصدی زیادہ ہو تو کل زر ۱۲۵۰ روپے ہو جاتا ہے۔ اصل زر اور مدت بتاؤ۔

۴ فیصدی فی سال سود کے حساب سے کل زر = ۱۲۰۰ روپے۔ ۱ فیصدی سُود زیادہ ہونے سے کل زر = ۱۲۵۰ روپے

۱ فیصدی سود زیادہ ہونے سے خاص مدت کا سُود = ۱۲۵۰ - ۱۲۰۰ = ۵۰ روپے

اس لئے ۴ فیصدی فی سال کے حساب سے سود = ۵۰ × ۴ = ۲۰۰ روپے ∴ اصل زر = ۱۲۰۰ - ۲۰۰ = ۱۰۰۰ روپے

مدت = (سود × ۱۰۰) / (اصل زر × شرح)   پس مدت = (۲۰۰ × ۱۰۰) / (۴ × ۱۰۰۰) = ۵ سال

∴ اصل زر = ۱۰۰۰ روپیہ اور مدت = ۵ سال

(۲) ایک آدمی نے اپنے روپوں کا ⅓ حصہ ۱۰ فیصدی سود پر اور ⅙ حصہ ۵ فیصدی سود پر اور باقی ۴ فیصدی سود پر قرض دیدیا۔ اگر وہ اپنے تمام روپوں کو ۵ فیصدی سود کے حساب پر قرض دیتا تو اس کو ۲۱ روپے پہلی صورت کی نسبت کم سود آتا تو بتاؤ کہ اس کے پاس کس قدر روپے تھے؟

حل۔ فرض کیا رقم = ۱۰۰ روپیہ   رقم کا ⅓ حصہ = ۱۰۰/۳ روپیہ   رقم کا ⅙ حصہ = ۱۰۰/۶ = ۵۰/۳

باقی رقم = ۱۰۰ - (۱۰۰/۳ + ۵۰/۳) = ۱۰۰ - ۵۰ = ۵۰ روپیہ   ۵ فیصدی کے حساب ۱۰۰/۳ روپے کا سود ...

۱۰ فیصدی کے حساب ۱۰۰/۳ روپے کا سود = (۱ × ۱۰ × ۱۰۰) / (۳ × ۱۰۰) = ۱۰/۳

۵ فیصدی کے حساب ۱۰۰/۶ روپے کا سود = (۱ × ۵ × ۱۰۰) / (۶ × ۱۰۰) = ۵/۶

۴ فیصدی کے حساب سے ۵۰ روپے کا سود = (۱ × ۴ × ۵۰) / ۱۰۰ = ۲ روپے

∴ ۱۰۰ روپے کا سود = ۱۰/۳ + ۵/۶ + ۲ = ۳۷/۶   دوسری صورت سے سود کی زیادتی = ۳۷/۶ - ۵ = ۷/۶

اس لئے رقم = ۲۱ × ۱۰۰ × ۶/۷ = ۱۸۰۰ روپیہ   چیند سنگھ جماعت ہفتم بھگتہ

چھٹی جماعت کے لئے سوال معہ حل

۹۲ آدمیوں کے لئے ۶۱ دن کی خوراک موجود ہے۔ ۱۳ دِن کے بعد کچھ آدمی اور شامل ہوگئے جس سے باقی خوراک ۲۳ دِن میں ختم ہوگئی۔ بتاؤ کتنے آدمی اور شامل ہوئے؟

۹۲ آدمیوں کے لئے خوراک = ۶۱ دِن   ۹۲ آدمیوں کے لئے باقی خوراک = ۶۱ - ۱۳ = ۴۸ دن

ایک آدمی کے لئے خوراک = ۴۸ × ۹۲ دِن تک   ۲۳ دِن میں = (۹۲ × ۴۸) / ۲۳ = ۱۹۲ آدمی شامل ہوئے

آدمیوں کی تعداد = ۱۹۲ - ۹۲ = ۱۰۰ آدمی (جواب)   رتن پرکاش شرما ہشتم رسی) بی ڈی ہائی سکول انبالہ چھاؤنی

ریڈ کراس سوسائٹیوں کے لئے

ہندوستان کے مشہور معالج کوی ونود وئید بھوشن پنڈت ٹھاکر دت شرما وئید موجد امرت دہارا کی تیار کردہ چند مجرب آزمودہ ادویات جو کہ ریڈ کراس سوسائٹیوں کے لئے پاس رکھنی بہت ضروری ہیں۔ جن سے اس وقت تک ہزاروں بھائی فائدہ اٹھا چکے ہیں سب ریڈ کراس سوسائٹیوں کو چاہئے کہ منگوا کر پاس رکھیں اور بچوں اور دوسروں کو تکلیف حرج اور دکھ سے بچاویں ۔

سکاوٹ بکس

سکاوٹوں اور ریڈ کراس کے لوگوں کے واسطے ایک نعمت ہے۔ ایک پاکٹ بکس میں علم امراض و حادثات کا مکمل علاج موجود ہے۔ کوئی ولایتی سکاوٹ بکس اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا ہے۔ قیمت بمعہ خوبصورت بکس ۱۲؍

گولی کھانسی

ان گولیوں کو منہ میں رکھ کر چوسنے سے کھانسی خشک ہو یا تر دونوں میں فائدہ ہوتا ہے قیمت ۶۰ گولی ایک روپیہ ۳۰ گولی ۸؍

باغ پھول تیل (رجسٹرڈ)

بالوں پر تمام تیلوں کا سرتاج ہے بالوں کو نرم و ملائم کرتا ہے سر کو ٹھنڈا رکھتا ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ (عہ)

دت ورچن (گولی جلاب) (رجسٹرڈ)

یہ گولیاں جلاب کے حق میں بے نظیر ہیں۔ قیمت ۶۰ گولی ایک روپیہ ۳۰ گولی آٹھ آنے (۸؍)

امرت دھارا (رجسٹرڈ)

ایک ہی دوائی اور خوراک بھی چند قطرہ پھر دنیا کی بعض امراض کا علاج کتنی عجیب بات ہے لاکھوں استعمال کرنیوالوں میں سے ہم ہزار لکھ کر بھیج چکے ہیں کہ امرت دھارا ہر وقت ہر شخص کو موجود رکھنی چاہئے کیونکہ یہ اکیلی دوائی کھانے اور لگانے سے تقریباً کل امراض کا جو عام طور پر گھروں میں مریض عورتوں بچوں یا جوانوں کو ہوتی رہتی ہیں کامل علاج ہے یہ سمجھو کہ ایک نعمت ہاتھ آگئی ہے قیمت فی شیشی ۲؍۸ نصف ۱؍۴ ۔ نمونہ ۸؍

منجن ۱؍

دانت کی کل امراض کو دور کرتا ہے اور دانتوں کی امراض سے محفوظ رکھتا ہے قیمت فی ڈبیہ چار آنے (۴؍)

ملیریا ناش

ملیریا بخار کی اکسیر دوائی ۹۹ فیصدی تین دن میں قطعی دور۔ قیمت ۸؍

سرمہ ۱؍

روزانہ استعمال کے لیے ہے آنکھوں کی کل امراض سے محفوظ رکھتا ہے قیمت ۱؍

امرت دھارا کی میٹھی ٹکیاں

منہ میں رکھ کر چوسنے سے امرت دھارا کا فائدہ ہوتا ہے۔ مٹھائی کی مٹھائی اور دوائی کی دوائی ہے

ولایتی ٹکیوں اور گولیوں کی بجائے ان کا استعمال کریں۔ قیمت فی ڈبیہ ایک سو ٹکیہ چار آنے ۴؍

برہمی ارشٹ

حافظہ کے واسطے اس سے بڑھ کر کوئی دوائی نہ ہوگی۔ دماغی کمزوری اور سر درد وغیرہ کے لئے بے حد مفید ہے۔ ہر طالب علم کو یہ استعمال کرنی چاہئے قیمت فی شیشی دو روپے نصف شیشی ایک روپیہ (عہ) ۔

گولی بخار

ملیریا اور دیگر سب قسم کے بخار کو فوراً آرام کرتی ہے۔ قیمت آٹھ گولی آٹھ آنے ۔

دنت نسوار (رجسٹرڈ)

اس کے لینے سے زکام۔ درد کان۔ درد آدھا سیسی وغیرہ کو آرام ہوگا قیمت ایک روپیہ نمونہ ۴؍

درد شکن

اس کی ایک ہی پڑیہ کے استعمال سے ہر ایک قسم کی درد کو پانچ منٹ میں آرام آتا ہے ہر ایک کے پاس رہنی چاہئے۔ قیمت ایک روپیہ۔ نمونہ چار آنے (۴؍)

کرن تیل

کان کی کل امراض کے لئے بے نظیر دوائی ہے۔ مثلاً درد۔ پیپ۔ زخم کانوں میں شائیں شائیں وغیرہ آوازیں آنا سننا کم دینا کو نافع ہے۔ قیمت عہ نمونہ ۴؍

لال جواہر چورن ہاضمہ (رجسٹرڈ)

نہایت اعلیٰ چورن ہے۔ بدہضمی۔ متلی قے۔ درد۔ اپھارہ کا حکمی علاج ہے۔ قیمت دو روپے۔ نمونہ چار آنے ۔

گندھار رس (رجسٹرڈ)

مروڑ۔ دست۔ پیچش۔ ہیضہ کا مجرب علاج ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔ نصف آٹھ آنے ۔

\+ + + + +

نوٹ :۔ ریڈ کراس سوسائٹی والے یہ لکھیں کہ ادویات مفت بانٹیں گے ان کو ہم اپنی ادویات پر ۲۵ فیصدی رعایت کریں گے۔

خط و کتابت و تار کا پتہ :۔ امرت دھارا ۳۲ لاہور

المشتہر

مینجر امرت دھارا اوشدھالیہ امرت دھارا بھون امرت دھارا روڈ امرت دھارا ڈاکخانہ لاہور

رجسٹر ایل نمبر ۵۱۶

گلِ صد رنگ

(جوبلی نمبر)

یعنی

ادبی علمی تاریخی تعلیمی صنعتی اور حفظانِ صحت کے متعلق بہترین مضامین کا بہترین مجموعہ

حیرت انگیز فسانے دلچسپ ڈرامے۔ پاکیزہ نظمیں

نظم و نثر کے ۱۶۳ نادر مضامین، قدیم و موجودہ انشا پردازوں کے ایک سو نایاب فوٹو۔ متعدد سہ رنگی تصاویر۔ مشاہیرِ ادبِ اُردو کے ہاتھ کی تحریروں کے قیمتی عکس اس مجموعہ کی زینت ہیں

(ملک کے قریباً ڈیڑھ سو فاضلوں اور ادیبوں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے)

سائز ۲۰×۳۰/۸ ضخامت قریباً ۷۵۰ صفحات۔ لکھائی چھپائی بہترین۔ متعدد صفحات رنگین

ہمارا پُر زور دعویٰ ہے کہ

اس سے زیادہ شاندار اور ضخیم مجموعۂ مضامین اب تک اُردو زبان میں شائع نہیں ہوا

اس کی تیاری میں آٹھ ہزار روپیہ نقد خرچ کیا گیا ہے۔

اگر آپ نے

ادبِ اُردو کی اس انسائیکلوپیڈیا کو فوراً نہ منگوایا تو یقیناً آپ پچھتائیں گے

کسی وجہ سے بھی ناپسند ہو تو بلا تامل واپس فرماویں۔

قیمت باوجود اتنی بڑی ضخامت اور اس قدر فوٹوؤں کے صرف دو روپیہ آٹھ آنہ ۲/۸ مجلد ہے

ملنے کا پتہ

ماسٹر جگت سنگھ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور رام گلی نمبر ۵۵

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶

بہ سرپرستی سررشتۂ تعلیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶

سررشتۂ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا

اور بہترین خدمت گذار

رسالہ

رہنمائے تعلیم لاہور

مینجنگ پروپرائٹر

ماسٹر جگت سنگھ

سالانہ چندہ للعہ

قیمت فی پرچہ

ششماہی چندہ ۳؎

قواعد و ضوابط

۱- رہنمائے تعلیم بالعموم ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوتا ہے۔

۲- سالانہ چندہ چار روپے (للعہ) ششماہی تین روپے (سے۳) بمد پیشگی۔ نمونہ کا پرچہ ۶ر کے ٹکٹ آنے پر ارسال خدمت ہوگا۔ کوئی صاحب نمونہ مفت طلب کرنے کی تکلیف نہ کریں۔

۳- خریدار اصحاب خط لکھتے وقت چٹ نمبر ضرور لکھا کریں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

۴- رہنمائے تعلیم میں تمام ایسے علمی۔ ادبی۔ اخلاقی۔ طبی۔ تاریخی۔ تحقیقی مضامین (نثر و نظم) ہوا کرتے ہیں جو شائستہ اور مفید ہوتے ہیں اور معیارِ ادب پر پورے اُترتے ہیں۔

۵- مذہبی اور پولیٹیکل مضامین ہرگز درج رسالہ نہیں ہونگے۔

۶- جو مضامین درج نہ ہوں گے اُن کے واپس کرنے یا نہ کرنے کا ایڈیٹر صاحب کو پورا اختیار ہوگا۔

۷- مدیران مضامین کی ترمیم و تنسیخ کے مختار ہوں گے۔

۸- جواب طلب اُمور کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہیئے۔

۹- مضامین نثر کے متعلق جملہ خط و کتابت لالہ آگیا رام صاحب سچدیو کے اور مضامین نظم کے لئے جناب پنڈت لبھورام صاحب جوشؔ ملسیانی کے نام ہونی چاہیئے۔ اور دیگر امور و ترسیل زر مینیجر کے نام ہونی چاہیئے۔

۱۰- مشتہرین اصحاب اشتہارات بھیج کر فائدہ اُٹھاویں۔ اُجرت نہایت معمولی جو ذیل میں درج ہے۔

نرخنامہ اشتہارات

پیمانہ صفحہ	ایک بار	تین بار	چھ بار	سال بھر
پُورا صفحہ	لعہ ۹	عہ ۲۷	صہ ۵۰	لصہ ۹۰
نصف صفحہ	صہ ۵	عہ ۱۵	عہ ۲۷	صہ ۵۰
چوتھائی صفحہ	سے ۳	لعہ ۹	عہ ۱۵	عہ ۲۷

نرخنامہ اشتہارات سرورق (مستقل پُورے سال کے لئے)

صفحہ ۲ و ۳ ایک سو آٹھ روپیہ سالانہ

صفحہ ۴ ایک ۱۲۰ سو بیس روپیہ سالانہ

(اُجرت ہر حال میں پیشگی آنی چاہیئے۔)

مینیجر رہنمائے تعلیم لاہور رام گلی نمبر ۵

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۳ء

سررشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا اور بہترین خدمت گزار

جلد ۲۴ نمبر

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور

علمی، ادبی، اخلاقی، طبی، تاریخی، زراعتی اور صنعتی مضامین کا ماہوار مجموعہ

زیر سرپرستی تاج الشعراء فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین حضرت داغ مرحوم

مدیر اعزازی

مسٹر لچھمی چند ودیارتھی بی اے۔ بی ٹی۔ ایم۔ او۔ جی۔ اے (لندن)

معاونین اعزازی

لالہ آگیا رام سچدیو منشی فاضل جناب جوش ملسیانی

طالب کاشمیری ایم اے۔ ایم او ایل منشی فاضل ادیب فاضل

ماسٹر جگت سنگھ مینجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) بلڈنگ نمبر ۵۵

سالانہ چندہ چار روپے (للعہ)

ششماہی تین روپے (سے/) فی پرچہ آٹھ آنہ (۸/)

فہرست مضامین

اورینٹل ٹیچرز اور امتحانات پنجاب یونیورسٹی کی نگرانی

اقلیتوں کی سرپرستی کی خاص ضرورت ہے

قابل توجہ جناب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم و ڈویژنل انسپکٹر اصحاب پنجاب

حضور والا! پنجاب یونیورسٹی نے اپنے امتحانات (ایم ایس ایل سی وغیرہ) کی نگرانی کے لئے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹوں کی تقرری کے لئے مفصلہ ذیل شرائط مقرر کی ہوئی ہیں۔

(۱) انٹرمیڈیٹ کالجوں کے پروفیسر اور ایس اے وی ٹرینڈ ٹیچرز　　تین روپے روزانہ

(۲) سال گذشتہ میں اسی قدر معاوضہ مشرقی زبانوں کے ڈپلوما ہولڈرس کے لئے جو انگریزی میں بی اے کا امتحان پاس ہوں منظور کیا گیا ہے۔

(۳) ایف اے جے اے وی مدرسین　　دو روپے یومیہ

(۴) مشرقی زبانوں کے ڈپلوما ہولڈرس بشرطیکہ وہ انگریزی زبان میں میٹرکولیشن امتحان پاس ہوں　　دو روپے یومیہ

مگر جہاں تک ہمارا تجربہ ہے۔ اور جو معلومات ہمارے پیش نظر ہیں وہ اس امر کے شاہد ہیں کہ اورینٹل ٹیچرز کو اس نگرانی کا بہت کم یا محض برائے نام حصہ ملتا ہے اور ان کو اس حق سے جو ان قواعد کے رو سے انہیں حاصل ہے محروم رکھا جاتا ہے۔

اورینٹل ٹیچرز بڑے پیمانے کے ہائی سکولوں کے علاوہ جہاں تعداد طلباء بہت زیادہ ہے عام طور پر ایک سیکشن والے ہائی سکول میں بشرطیکہ وہاں ہر سہ زبانہائے مشرقی پڑھائی جاتی ہوں زیادہ سے زیادہ تین اور کم از کم ایک ہوا کرتے ہیں۔ اور سب کے سب ایسے نہیں ہوتے جو یونیورسٹی کی مقرر کردہ شرائط کو پورا کر سکیں گویا بعض سکولوں میں ایک یا کسی خوش نصیب سکول میں دو تین اورینٹل ٹیچر ایسے ہو سکتے ہیں۔ جو یونیورسٹی امتحانات کی نگرانی کی بجاآوری کی قابلیت رکھتے ہیں۔ اور اس طرح سے ہائی سکولوں کے سٹاف کے مقابلہ میں انکی اوسط فیصدی بہت تھوڑی ہے اور وہ بجا طور پر اقلیتوں کی ذیل میں محسوب ہوتے ہیں۔

رہنمائے تعلیم تین چار ماہ سے اس سلسلہ پر اظہار خیالات کر رہا ہے اور اس کا مطالبہ ہے کہ ان قواعد کی موجودگی میں جن خال خال اورینٹل ٹیچرز کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ حق بحقدار رسید کے مقولہ کے مطابق انہیں وہ فائدہ پہنچایا جائے۔

مگر ابھی تک جو واقفیت اسے حاصل ہو چکی ہے۔ اس کی بنا پر بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ صوبہ بھر میں بہت کم اورینٹل ٹیچر ایسے ہیں جن کی سفارش سکولوں کی طرف سے نگرانی کے لئے کی جاتی ہے اور اکا دکا سفارش جو ہوا کرتی ہے یونیورسٹی ادھر متوجہ ہی نہیں ہوتی اور اورینٹل ٹیچروں کے ساتھ بے اعتنائی برتی جاتی ہے۔

اگرچہ رہنمائے تعلیم کا مسلک اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی خاص شعبہ مدرسین کی نمائندگی پر حد سے زیادہ زور دے۔ اور اپنے آپ کو فرقہ داری کی رو میں بہنے دے مگر موجودہ حالات میں اورینٹل ٹیچرز سے اس قسم کا سوتیلی ماں کا جو سلوک روا رکھا جا رہا ہے۔ وہ اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ ان کی بجا طور پر وکالت کرے اور آپ کے حضور میں یہ استدعا کر حاضر ہو کہ بذریعہ خاص سرکلر ہیڈ ماسٹر اصحاب ہائی سکولز کی توجہ اس امر پر دلائی جائے۔ کہ وہ یونیورسٹی میں نگرانوں کا نام تجویز کرتے وقت اپنے اپنے اورینٹل ٹیچروں کی قابلیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی سفارش سے ان کے محض اورینٹل ٹیچر ہونے کی وجہ سے کبھی پہلو تہی نہ کیا کریں۔ بلکہ تلافی مافات کا موجب ہو کر انہیں چند سال آئندہ کافی سے زیادہ حصہ دیں اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو کم از کم حصہ رسدی سے انہیں ہرگز محروم و مایوس نہ رکھا جائے۔

اسی سرکلر کی ایک نقل حکام یونیورسٹی کی خدمت میں بھیج کر ان کی توجہ اورینٹل ٹیچرز کو نگران مقرر کرتے وقت بخل کو کام نہ فرمائیں بلکہ ان کی سرپرستی فرما کر یونیورسٹی کو بھی حقیقی طور پر کفایت دلانے کا موجب ہوں۔

مزید برآں حضور والا کی توجہ اس امر پر مبذول کرانے کی جرأت بے جا نہ ہوگی۔ کہ اگر اورینٹل ٹیچرز انگریزی میں قابلیت بہم پہنچا کر بی اے ہو جائیں یا اپنے اپنے مضامین (فارسی۔ عربی و سنسکرت) کے ایم اے اور ایم او ایل ہو جائیں تو انہیں اس اعلےٰ قابلیت کی تحصیل کا اجر ہائر گریڈ دیکر کیا جائے اور انہیں دیگر ڈپلوما ہولڈرس اورینٹل ٹیچرز سے ترجیحی حقوق عطا کئے جائیں یعنی وہ انٹرمیڈیٹ یا دیگر کالجوں میں اپنے اپنے مضامین کے لیکچرز مقرر ہوں یا انہیں اس خیال سے کہ وہ عموماً ایس وی ٹرینڈ ہوتے ہیں اور انگریزی میں انہوں نے کافی مہارت پیدا کرلی ہے۔ ایس اے وی سند عطا فرما کر انگلش سٹاف کا ممبر بنا کر ترقی کرنے کا موقعہ دیا جائے تاکہ وہ ہائی سکول کی ہیڈ ماسٹری اور ڈسٹرکٹ انسپکٹری کے درجہ تک پہنچ سکیں اور ورنیکلر دنیا کے لئے ایک قابل تقلید شاہراہ پیش کر سکیں جس طرح ایک جونیر انگلش ماسٹر قابلیت بہم پہنچا کر گریجوایٹ او سینیر ٹرینڈ ہو جاتا ہے۔ اس پر ترقی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اسی طرح اورینٹل ٹیچرز پر بھی ترقی کا دروازہ کشادہ کر کے انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی جرأت دلائی جائے۔ امتحانات سررشتہ تعلیم میں وہ ممتحن مقرر کئے جائیں نورمل سکولوں کی ہیڈ ماسٹری ان کے لئے وقف ہو اور براہ راست اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹری کی اسامی پر فائز ہونے کے لئے ان کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ رہے۔ کیونکہ اب وہ ورنیکلر اور انگریزی دونوں زبانوں کے ماہر ہیں

اُن کی طرف متوجہ نہ ہونا اور اُن کے گاڑھے پسینے کی کمائی یعنی اعلےٰ قابلیت کی داد نہ دینا اور انہیں بدستور اور ینٹل ٹیچر کا اور ینٹل ٹیچر رہنے دینا دوسرے الفاظ میں انہیں مایوس فرمانا ہے۔ آپ ایسے زود رس اور نصفت شعار حکام سے معدودے چند اور ینٹل ٹیچروں کی سفارش کسی اعتراض کا موجب نہ ہوگی۔ (کیونکہ ایسے اعلےٰ پایہ کے بزرگوار صوبہ بھر میں بہت تھوڑے ہیں) بلکہ اس کے معنی بجا طور پر یہی ہونگے۔ کہ چند مستحقین کے حقوق ذمہ دار حکام کے حضور میں پیش کئے گئے ہیں کہ وہ ان کی طرف متوجہ ہوں اور حقدار کو جائز حق پہنچا کر انہیں مدام ممنون فرمائیں۔　　(سچدیوا)

ارشادات عالیہ

(عالیجناب اعتبار الملک لسان الہند حضرت دلؔ مدظلہٗ شاہجہان پوری)

کیا سُناؤں ماجرائے دردِ دل
ہر نفس ہے آشنائے دردِ دل

میں نوائے غمخوار اُس عالم میں ہوں
زندگی ہے انتہائے دردِ دل

عمر بھر کوئی تڑپتا ہی رہے
کیا یہی ہے مدعائے دردِ دل

کاوشِ پیہم ہوئی راحت اثر
چارہ گر ہے انتہائے دردِ دل

پاؤں تھراتے ہیں منزل دُور ہے
اب مری ہمت بڑھائے دردِ دل

میری خاموشی ہے تشریحِ الم
کہہ رہا ہوں ماجرائے دردِ دل

اور تڑپاتا ہے اُن کا یہ سوال
کیا تمہیں ہو مُبتلائے دردِ دل

وائے نادانی کہ اُس بیدرد سے
پُوچھتا ہوں میں دوائے دردِ دل

ابتدا ہے انتہا کی جانستاں
کِس کو سمجھوں انتہائے دردِ دل

یاد ہیں وہ عشوہ ہائے دلفریب
ہے جہاں سے ابتدائے دردِ دل

اے دلؔ اُن سے چارہ سازی کی اُمید
وہ تو ہیں ناآشنائے دردِ دل

(غیر مطبوعہ)

ایڈیٹوریل نوٹ

رہنمائے تعلیم اور اس کا جوبلی نمبر سال ۱۹۳۳ء ڈویژنل انسپکٹر اصحاب لاہور و جالندھر کے حضور میں

کسی استاد کا یہ شعر کہ ؎

ہنر شناس کو دکھلا ہنر کہ خوبیٔ زر
اگر کھلے ہے تو صراف کی نظر چڑھ کر

رہنمائے تعلیم اور اس کے جوبلی نمبر پر صادق آ رہا ہے۔ کیونکہ اس کے جذبۂ خدمتگذاری اور اس کے جوبلی نمبر کی اہمیت سے متاثر ہو کر سررشتہ تعلیم پنجاب کے معزز اراکین جناب رائے بہادر مسٹر من موہن ایم اے اور خان صاحب راجہ فاضل محمد خاں صاحب بی اے اپنے اپنے ڈویژن میں اس کی سرپرستی اور توسیع اشاعت کے لئے متعلقین کی توجہ ان الفاظ میں دلاتے ہیں۔

(الف) سی ایم نمبر ۶۴۷۸ مقام لاہور ۱۸ مئی ۱۹۳۳ء۔ منجانب رائے بہادر مسٹر من موہن ایم اے انسپکٹر مدارس ڈویژن لاہور

بخدمت جملہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحبان مدارس و ہیڈ ماسٹر اصحاب گورنمنٹ بورڈ امدادی مدارس ڈویژن لاہور

جناب من! آپ کی توجہ رسالہ رہنمائے تعلیم پر مبذول کرائی جاتی ہے جسے ماسٹر جگت سنگھ صاحب رام گلی لاہور سے شائع کرتے ہیں۔ یہ رسالہ بہت دلچسپ مضامین اور قابل مطالعہ ادبی مسالا کا بیش بہا مجموعہ ہوا کرتا ہے اور گذشتہ ۲۸ سال سے پبلک کی عموماً اور تعلیمی انسٹی ٹیوشنز کی خاص طور پر خدمت بجا لا رہا ہے۔ رسالہ سررشتہ تعلیم کا منظور شدہ ہے۔ اس کا جوبلی نمبر جو سال ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا۔ مدارس کی لائبریریوں میں قابل قدر اور مفید اضافہ کا موجب ہوگا۔

(ب) سی ایم نمبر ۳۲۷۵ بی مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء

منجانب خانصاحب ایم فاضل محمد خاں صاحب بی اے بی ٹی ای ایس انسپکٹر مدارس جالندھر ڈویژن

بخدمت جملہ ہیڈ ماسٹر اصحاب ہائی سکولز ڈویژن جالندھر و ہیڈ ماسٹر اصحاب گورنمنٹ مڈل سکول ہوشیارپور و دھرم سالہ و نارمل سکول جالندھر

جناب من! میں آپ کی توجہ رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور کے جوبلی نمبر ۱۹۳۲ء کی طرف مبذول کراتا ہوں جو تعلیم اور تعلیم کے متعلق نہایت مفید اور ضروری مضامین کا مجموعہ ہے اور اسکے مدارس کی لائبریریوں میں نہایت مفید اضافہ کا موجب ہوگا۔

اس کی نقل بغرض اطلاع بخدمت ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحبان جالندھر ڈویژن مرسل ہو۔

ہر دو سرکلر اس امر کا ثبوت ہیں کہ رسالہ رہنمائے تعلیم کی خریداری اور سرپرستی کے ساتھ اس کے شہرہ آفاق جوبلی نمبر کی متعدد کاپیاں سکول لائبریری کے لئے خریدنا جہاں اس کے پروپرائٹر کی حوصلہ افزائی کا موجب ہے۔ وہاں

مدارس کی لائبریریوں کی زینت اور اس کے متعلقین کی واقفیت اور رہنمائی کے لئے قابل قدر ذخیرہ کی بہم رسانی کا موجب ہونا ہے اور ان سرکلرات کی تعمیل میں سرگرمی کا اظہار ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہے۔

تھوڑا عرصہ ہوا ہماری توجہ اس امر پر مبذول کرائی گئی تھی کہ ڈویژنل انسپکٹر صاحب لاہور نے چند نئے میگزینوں کی خریداری کے لئے ہیڈ ماسٹر اصحاب سے آرزو کی تھی۔ چونکہ اس میں رسالہ رہنمائے تعلیم کا نام درج نہیں تھا۔ لہذا بعض اصحاب اس کی خریداری کو جاری رکھنے سے ہچکچانے لگ گئے تھے۔ یہ سرکلر ان بزرگواروں کی طمانیت کا موجب ہونگے۔ اور اس امر کی بھی شہادت ہونگے۔ کہ رہنمائے تعلیم ایسے رسالہ کے لئے ایک دفعہ کی منظوری کافی ہے۔ اور ہر سال اسکی سفارش یا منظوری کا محتاج رہنا ضروری اور مناسب نہیں۔ سررشتہ تعلیم کا یہ خادم جو مدرسین کا وکیل اور رفیق صادق ہے اس قابل ہے کہ اس کی سرپرستی کھلے داموں کی جائے اور اسکی مدد اپنی مدد تصور کی جائے۔

یقین واثق ہے کہ ان ہر دو سرکلرات کی بنا پر صوبہ بھر سے جوبلی نمبر کی خریداری کے آرڈر موصول ہونگے اور اسکی زائد کاپیاں اپنی مناسب جگہ پر پہنچ کر متعلقین کی شکرگذاری کا موجب ہونگی اور لاہور اور جالندھر ڈویژن میں انکی سرپرستی خصوصی طور پر فرمائی جائیگی۔ (سجیدیوا)

پنجاب ٹکسٹ بک کمیٹی کی ادبی سرپرستی

سال ۳۲-۱۹۳۳ء کی ورنیکلر دُنیا کی نئی پیداوار کو معزز پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کی سرپرستی سے مفصلہ ذیل قابل قدر انعامات عطا ہوئے ہیں۔ ہم ان کتب کے قابل مصنفین کو اس کامیابی پر دلی مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

(ا) اُردو۔ (۱) سید امتیاز علی صاحب تاج ریلوے روڈ مصنف "انارکلی"　　۹۰۰ روپے

(۲) خان محمد افضل خاں صاحب مرحوم مصنف "تکمیل موسیقی"　　۴۵۰ روپے

(ب) ہندی (۳) پنڈت راجا رام صاحب پروفیسر ڈی اے وی کالج لاہور مصنف اتھروید سنہتا بھاشا بھاشیہ حصہ اول کنڈز ۱-۷　　۶۷۵ روپے

(۴) پنڈت بھگوت دت صاحب ایم اے پروفیسر ڈی اے وی کالج لاہور مصنف ہسٹری آف ویدک لٹریچر جلد اول حصہ دوم ویدوں کے متعلق　　۴۵۰ روپے

(۵) پنڈت اُدے شنکر بھٹ صاحب نوشو نورس ملکھی رام روڈ لاہور مصنف تکشا شیلا (نظم)　　۴۵۰ روپے

(ج) پنجابی (۶) آنریبل خان بہادر چوہدری سر شہاب الدین صاحب بی اے نائٹ مترجم مسدس حالی بزبان پنجابی　　۹۰۰ روپے

(۷) لالہ دھنی رام صاحب چاترک مالک سدرشن پریس امرتسر مصنف چندن واڑی　　۹۰۰ روپے

سال حال میں اطلاع آئی ہے کہ سردار ایس ایس چرن سنگھ صاحب شہید ایڈیٹر موجی دہنس وغیرہ کو پنجابی زبان میں "بادشاہیاں" نامی کتاب کی تحریر پر ٹیکسٹ بک کمیٹی پنجاب نے اول درجہ کا انعام دیا ہے۔ (مفصل کارروائیوں کی ذیل میں) (سجیدیوا)



افضل الشعرا 'مصور حقیقت' حضرت عابد شاہ جہان پوری

ارشاداتِ عالیہ

(عمدۃ الشعرا ناثر الملک افضل الشعرا پروفیسر نارائن پرشاد صاحب ورما مہر جانشین فصیح الملک حضرت داغ دہلوی)

جیسی صورت تری حسیں دیکھی	تو بتا۔ تو نے بھی کہیں دیکھی
دلِ شیدا جہاں نہ ہو پیدا	کوئی ایسی بھی سرزمیں دیکھی
بات جو دیکھنی ہے اُلفت میں	سچ تو یہہ ہے کہیں نہیں دیکھی
فتنے اُٹھتے ہیں اُنکے کوچے سے	اِس قیامت کی بھی زمیں دیکھی
اُف وہ کافر نگاہِ سحر آگیں	نازنیں ناز آفریں دیکھی
خوش نہ ہو دل یہہ ہے نگاہِ کرم	ابھی چینِ جبیں نہیں دیکھی
جو کہی تو نے چبھ گئی دل میں	تیری ہر بات دلنشیں دیکھی
کب شبِ غم ہمارے نالوں سے	آسماں نے زمیں نہیں دیکھی
واہ رے صبر۔ اُف رے ضبط اپنا	اُن کے لب پر بھی آفریں دیکھی
آئینہ دیکھ کر وہ کہتے ہیں	ایسی صورت کہیں نہیں دیکھی
صاف ہے دل ترا کسے معلوم	بات میں تو چناں چنیں دیکھی
دل دکھا کر اُنہیں کہا میں نے	اب بھی دل کی لگی نہیں دیکھی
کیا تصور ہے ہم نے وہ صورت	دور رہکر بھی تو قریں دیکھی
تمہیں کہدو کہ دل سی شے تم کو	کہیں آئی نظر۔ کہیں دیکھی
ماہ نے جب وہ ماہوش دیکھا	اپنی چمکی ہوئی جبیں دیکھی
حسرتِ دل نے گھر بنانے کو	میرے سینے ہی میں زمیں دیکھی

مُہر کی سی وفا زمانے میں
نہیں دیکھی۔ کہیں نہیں دیکھی

حُسنِ اصلاح

(۲۱)

جناب شاکر کی غزلیات کے اصلاحی نمونے ختم ہوگئے۔ اب کرم فرمائے موصوف کے مُخَمّسات کے نمونے ملاحظہ فرمایئے۔ ایک خمسے کا آخری بند ؎

تہمتیں عاشقوں پہ دھرتے ہیں　　اُڑتی چڑیوں کے پر کترتے ہیں
ہم تو شاکر بُتوں پہ مرتے ہیں　　داغ اُن سے دماغ کرتے ہیں
نہیں معلوم کیا سمائی ہے

جناب شاکر کا مصرع اوّل بالکل بے جوڑ ہے۔ ظاہر ہے کہ اصل شعر کے مصرع اولیٰ میں جو (دماغ کرنے) کا ذکر آیا ہے اُس کی تشریح ہمارے عنایت فرمانے اپنے مصاریع میں کی ہے اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کسی معشوق سے اگر کوئی عاشق دماغ کرے گا تو دوسرے عُشّاق پر الزام لگانے سے اُس کو کچھ مطلب نہ ہوگا۔ یعنی اگر وہ الزام لگائے گا تو معشوق پر الزام لگائے گا۔ جانشین حضرت داغؒ یعنی فصیح العصر عالی جناب حضرت نوح مدظلہ نے شاکر صاحب کے پہلے مصرع کو اس طرح بنادیا۔ ؎ تہمتیں روز گھڑ کے دھرتے ہیں

ایک مخمس کا پہلا بند ؎

خاک چھانی عُمر بھر جن کے لئے　　وہ کہیں عاشق ہو تم کن کے لئے
مر مٹے ہم تم سے کم سن کے لئے　　تم نے بدلے ہم سے گن گن کے لئے
ہم نے کیا چاہا تھا اِس دن کے لئے

شاکر صاحب کے مصرع دُوم میں (تم کن کے لئے عاشق ہو) خلافِ محاورہ تھا۔ مصرع سوُم میں قافیہ یعنی لفظ (کم سن) برائے بیت تھا۔ اصلاح کے بعد بند مذکور حسب ذیل ہوگیا۔ ؎

خاک چھانی عمر بھر جن کے لئے　　وہ کہیں مرتے ہو تم کن کے لئے
ایسی باتیں تم سے کم سن کے لئے　　تم نے بدلے ہم سے گن گن کے لئے
ہم نے کیا چاہا تھا اِس دن کے لئے

اسی خمسے کا ایک اور بند ؎

ہو چکا بس وعدہ پورا آپ کا　　اب نہیں مجھ کو بھروسا آپ کا

میں نہیں سُنتا یہ جھگڑا آپ کا   فیصلہ ہو آج میرا آپ کا
یہ اُٹھا رکھا ہے کس دن کے لئے

اس بند کے مصرع سوم کی اصلاح ملاحظہ ہو۔ ع میں سُنوں کیوں روز جھگڑا آپ کا۔ غور فرمائیے کہ لفظ (روز) مصرع مذکور میں داخل فرما کر حضرت نوح مدظلہ نے کس خوبی کے ساتھ جناب شاکر کے مصاریع کو روشن کر دیا ہے اس لفظ کے رکھ دینے سے اصل شعر کے مصرع اُولیٰ کے لفظ (آج) کی رعایت بھی خوب ہو گئی۔ حق تو یہ ہے کہ لفظ (روز) نے اس بند میں جان ڈال دی ہے۔

ہمارے اس مُسلسل مضمون میں اب تک جتنے دیگر شاگردان نوح مدظلہ کے اصلاحی نمونے شریک اشاعت ہو چکے ہیں اُن میں کسی صاحب کا کلام تین اقساط سے زائد میں نہیں آیا۔ لیکن منشی کالکا پرشاد صاحب شاکر بریلوی کی اصلاحیں سات قسطوں میں، نذرِ ناظرین ہو چکی ہیں، اور حضرت شاکر کی اتنی اصلاحیں ہنوز راقم الحروف کی تحویل ہیں کہ بے تکلف چھ سات اقساط اور ان سے پُر ہو سکتی ہیں۔ کسی دیگر احباب کے عنایت فرمودہ اصلاحی نمونے ہمارے پاس چند ماہ سے محفوظ رکھے ہیں۔ لہذا احبابِ مذکور کے خیال سے جہاں تک رہنمائے تعلیم کا تعلق ہے۔ اب ہم اصلاحاتِ شاکر کی اشاعت ختم کرتے ہیں۔ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں اور اب دوبارہ گزارش کرتے ہیں کہ حضرت شاکر نے اپنی جس قدر اصلاحیں عنایت فرمائی ہیں اُتنی اصلاحیں کسی دیگر شاگرد حضرت نوح نے اب تک لطف نہیں فرمائیں نہ ہمیں یہ اُمید ہے کہ اور کوئی صاحب راقم سطور کے لئے اتنی زحمت گوارا فرما سکیں گے۔ جناب شاکر صاحب کا ذخیرۂ اصلاحات ہمارے پاس بہت حفاظت کے ساتھ رہے گا۔ اور اُس سے انتخاب کر کے کرم فرمائے موصوف کے اصلاحی نمونوں کو ہم دیگر صحائف و جرائد کے ذریعے شائع کرتے رہیں گے۔ جہاں تک اس مضمون کا تعلق ہے اب ہم اپنے مُحبِ صادق سے رخصت طلب کرتے ہیں۔ حضرت شاکر کا شکریہ ادا کرنے کے لئے راقم الحروف کو الفاظ نہیں ملتے۔ اُمید ہے کہ جناب منشی صاحب موصوف اسی طرح اس ہیچ مداں پر نیز رسالہ رہنمائے تعلیم پر کرم فرماتے رہیں گے۔

وعدے کے بموجب اب جناب قتیلؔ گورکھپوری کے اصلاحی نمونے نذرِ ناظرین کئے جاتے ہیں۔ معلوم فرمائیے کہ گورکھپور صوبہ مُتحدہ میں پانچ حضرات ایسے تشریف رکھتے ہیں جنہوں نے پہلے حضرت ثمرؔ گورکھپوری شاگرد حضرت سائلؔ دہلوی و حضرت نوحؔ ناروی مدظلہما سے اصلاح لی اور پھر جناب ثمرؔ موصوف کی وساطت سے خود حضرت نوحؔ مدظلہ کی غلامی کا شرف حاصل کیا ہے یعنی (۱) حکیم امجد حسین صاحب نظرؔ (۲) منشی عبدالرشید صاحب رشیدؔ جنرل مرچنٹ (۳) سید محمد حنیف صاحب قتیلؔ (۴) سید زاہد علی صاحب اثرؔ (۵) محمد صدیق مرزا صاحب مُضطرؔ۔ مؤخر الذکر باشندۂ پنجاب ہیں اور بسبیل ملازمت گورکھپور میں تشریف رکھتے ہیں۔ باقی

چار صاحبان گورکھپور کے رہنے والے ہیں۔ مفصلۂ صدر حضرات سے جناب آثر کے اصلاحی نمونے ہم پہلے پیش کر چکے ہیں اور جناب قتیل کا کلام مع اصلاح اب حاضر کیا جاتا ہے۔ ہم کو اُمید ہے کہ حضرت عمر اور دیگر احباب گورکھپور یعنی جناب رشید۔ جناب نظر اور جناب ہنر بھی اپنے اصلاحی نمونے اس مضمون کے لئے ہمیں لُطف فرمائیں گے۔

جناب قتیل نے سب سے پہلے بے کس تخلص اختیار کیا تھا۔ پھر اپنے نام کو یعنی (ضیف) کو بہ طور تخلص استعمال فرمایا اُس کے بعد مستقل طریقے سے تخلص بہ قتیل ہو گئے۔ جناب موصوف کے کلام میں کہیں کہیں ضیف تخلص بھی ناظرین کی نظر سے گذرے گا۔ ایک عجب طریقے سے جناب قتیل کے وہ کاغذات گُم ہو گئے جن میں اصل کلام اور حضرت نوح مدظلہ کی اصلاحیں درج تھیں اور جہاں تک راقم الحروف کو علم ہے۔ اُن مسودات کی کوئی نقل بھی ہمارے کرم فرما کے پاس اب نہیں ہے۔ صرف چند کاغذات محض اتفاقاً بچ رہے ہیں وہ بھی اس وجہ سے کہ وہ کاغذات دیکھنے کے لئے مُحبّ موصوف نے نیاز مند کو دے دیئے تھے۔ لہذا ان گنتی کے تبرکات سے انتخاب کر کے جناب قتیل کا کلام پیش کیا جاتا ہے۔

ع دیکھ کر میرا دِل صد پارہ گل ہیں چاک چاک | اُوس شبنم پر پڑی ہے مجھ کو گریاں دیکھ کر

اصلاح ع دیکھ کر میرا دِل صد پارہ گل ہیں چاک چاک | اُوس شبنم پر پڑی آنکھوں کو گریاں دیکھ کر

حضرت نوح ناروی نے (مجھ کو) کی جگہ (آنکھوں کو) اس لئے رکھا کہ مصرع اولیٰ میں شاعر نے اپنے جسم کے ایک (عضو) یعنی دل کا ذکر کیا تھا۔ لہذا مصرع ثانی میں اُس کے مقابل کوئی عضو ہونا چاہئے یعنی مثلاً (آنکھیں) نہ کہ شاعر کی ذات اس غزل کے مقطع میں تخلص ضیف آیا ہے۔ یہ ۱۹۱۹ء کی تصنیف ہے۔

مطلع ع نہ آہیں لب پہ آتی ہیں نہ میں فریاد کرتا ہوں | وفورِ ضبط عشق بار سے گھٹ گھٹ کے مرتا ہوں

اصلاح ع نہ آہیں لب پر آتی ہیں نہ میں فریاد کرتا ہوں | وفورِ ضبط عشق یار سے گھٹ گھٹ کے مرتا ہوں

جس جگہ لفظ (پر) کی گنجائش ہو وہاں لفظ مذکور کا مخفف یعنی (پہ) نظم کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

شعر ع اِدھر زنجیر مجھ کو پاؤں پڑ کر منع کرتی ہے | جنوں سے اُس طرف میں قصد سیرِ دشت کرتا ہوں

اصلاح ع اِدھر زنجیر مجھ کو پاؤں پڑ کر منع کرتی ہے | جنوں میں اُس طرف میں قصد سیرِ دشت کرتا ہوں

اس موقع پر (جنوں میں) مناسب تھا (جنوں سے) کے معنی ہیں (جنوں کی وجہ سے) نتیجہ تو اِس ترکیب کا بھی وہی تھا لیکن بات گویا گھما کر کہی گئی تھی۔

مقطع ع قتیل خوش بیاں جن کو فصیح العصر کہتے ہیں | میں اُنکا دل سے شیدا ہوں اُن پر ناز کرتا ہوں

اصلاح ع قتیل خوش بیاں جن کو فصیح العصر کہتے ہیں | اُنہیں کا دل سے شیدا ہوں اُنہیں پر ناز کرتا ہوں

مضمون میں کوئی خرابی نہیں تھی۔ مصرع ثانی میں اس لئے اصلاح کی ضرورت پڑی کہ جناب قتیل نے دو مرتبہ لفظ (میں) کو اس طرح نظم کیا تھا کہ اُس کی یائے ماقبل مفتوح دب رہی تھی۔ عابد مسیح عابد (بی اے) مُرادآبادی

جذبات بسمل

(فخر الشعرا جناب بسمل الہ آبادی)

یہ میری دشمنِ جانی بہت ہے
تمہاری چال مستانی بہت ہے

نہ ہوتا دل تو مضطر ہم نہ ہوتے
ہمیں دل سے پشیمانی بہت ہے

کہوں گا ایک دن میں داورِ حشر سے
کہانی میری طولانی بہت ہے

محبت میں بہت مشکل ہے جینا
مگر مرنے میں آسانی بہت ہے

تمہارے تیر خوش رہتے ہیں دل میں
یہاں سامانِ مہمانی بہت ہے

میری میت پہ تم آئے پریشاں
تمہاری یہ پریشانی بہت ہے

جسے کہتے ہیں دیوانی جوانی!
جوانی اُن کی دیوانی بہت ہے

نہ وہ حسرت نہ وہ ارماں نہ وہ شوق
کہ دل میں خانہ ویرانی بہت ہے

تمہارے دیکھنے کو ساری دُنیا
قیامت میں بھی دیوانی بہت ہے

جناب نوحؔ کا شاگرد بسملؔ
نہ ہو کچھ پھر بھی طوفانی بہت ہے

ریویو

جلوہ زار۔ پنڈت اندرجیت صاحب شرما کی نظموں کا دوسرا مجموعہ **جلوہ زار** کے نام سے شائع ہوا ہے۔ جس کی ضخامت ۱۰۰ صفحے کی ہے۔ کاغذ۔ کتابت و طباعت پر کسی حرف زنی کی گنجائش نہیں۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ ہے۔ مینجر اُردو بک ڈپو (ماچھرہ۔ ضلع میرٹھ) کے پتے سے مل سکتی ہے۔

نظمیں پاکیزہ مضامین کی ایک دلکش لڑی ہیں۔ ادبی۔ اخلاقی۔ قومی اور نیچرل عنوانات پر مشتمل ہیں۔ کوئی نظم ایسی نہیں جو اخلاق کے معیار سے خارج ہو۔ شرما صاحب کی پُرگوئی کا یہ ایک نمایاں ثبوت ہے کہ نوجوانی ہی کے عالم میں انکی نظموں کے دو مجموعے شائع ہوکر دُنیائے ادب کی زینت ہو چکے ہیں۔ ہم شرما صاحب کو ان کی مساعی جمیلہ پر مبارکباد کہتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

کلام کی نوعیت پر بہت کچھ لکھنے کی گنجائش اور ضرورت ہے۔ مگر یہاں صرف چند اشعار بطور نمونہ کلام درج کئے جاتے ہیں۔ جن کو پڑھ کر خاص مسرت حاصل ہوتی ہے۔

زندگی کا لطف یارانِ وطن کے ساتھ ہے　　　غم کی لذت غمگسارانِ وطن کے ساتھ ہے
شبِ مہتاب بھی غم کے سبب تاریک ہوتی ہے　　　اُجالے میں بھی اک ظلمت مرے نزدیک ہوتی ہے

پھلینگے دیکھنا آنسو ہی کشتِ آرزو بن کر　　　کسی کی زندگی مستور ہے ان بکھرے دانوں میں

خوشامد سے نکلتا ہے نہ مطلب چاپلوسی سے　　　طبیعت جب بگڑ جاتی ہے پھر کب ٹھیک ہوتی ہے

آنکھ سے آنسو نکل کر رہ گئے　　　دیکھ کر نقش و نگارِ زندگی
راز کھُل جاتا حقیقت کا اگر　　　سر پہ ہم رکھتے نہ بارِ زندگی
عرش سے تا فرش کیا آتا نظر　　　اُڑ رہا ہے اک غبارِ زندگی

ہر شے میں ترا یارب جلوہ نظر آتا ہے　　　جس کوہ پہ جاتا ہوں سینا نظر آتا ہے
معلوم یہ ہوتا ہے بس فرق جزو کل میں　　　قطرہ کی مجھے نہیں دریا نظر آتا ہے
مجنوں کی نگاہوں سے تو دیکھ تو اے غافل　　　یعنی کہ ہر اک ذرّہ لیلا نظر آتا ہے

آیا پیام ہوش پیامِ اجل کے ساتھ　　　کیا خاک زندگی کی تمنا کرے کوئی

نغمہ زار حفیظ جالندھری کے نغمہ زار کی طرح جلوہٗ زار میں بھی بعض گیت شامل کئے گئے ہیں۔ انکا اندازِ بیان بہت چستہ اور شگفتہ ہے۔ مثلاً جوگن اور پپیہا کے عنوان سے ایک گیت ہے جس کا پہلا بند یہ ہے

سن لے میرا گیت ۔ پپیہے سن لے میرا گیت

جوگن ہوں میں گانے والی ۔ پریم کا راگ سنانے والی

پی پی کرنا پریم سے پیارے ہے یہ تیری ریت ۔ الفت کا ہے جام پپیہے سُن لے میرا گیت

پپیہے سُن لے میرا گیت

اسی طرح "بیڑا کون لگائے پار" کے عنوان سے ایک گیت ہے ۔ جس کا پہلا بند یہ ہے ۔

تریا کے چو پاٹ کھلے ہیں

دھرتی امبر روٹھ رہے ہیں

پاپی منوں میں پاپ بسے ہیں

نیّا ہے منجدھار

بیڑا کون لگائے پار

دوسرا بند بھی قابل داد ہے ۔ کیا خوب لکھا ہے ؎

کوسوں ہے اب دور کنارا

لہریں مار رہی ہے دھارا

بے بس نیّا کھیون ہارا

کام نہ دے پتوار

بیڑا کون لگائے پار

رطب کے بعد یابس کی مثالیں بھی قابل غور ہیں ۔

۱۔ چار دن کی یہ ہوا ہے چار دن کا جوش ہے　　کام لے تو گوش شنوا سے اگر ذی ہوش ہے

شنوا کا نون متحرک ہونا چاہئے ۔

۲۔ رنگ کیا لائیں دل مضطر کی بیتابیاں　　کس جگہ چھوڑیں تخیل کی فلک پیمائیاں

یہاں قافیہ میں ایطائے جلی ہے ۔

۳۔ ہیں زمانے میں کہاں دل کی بجھانے والے　　آگ میں آگ ہیں سب اور لگانے والے

یہاں بھی قافیہ میں ایطا ہے ۔

۴۔ تاریکی ہی تاریکی ہے آتا ہی نہیں کچھ نظر مجھے

یہاں نظر کو بہ سکون ثانی لکھا ہے ۔ حالانکہ یہ لفظ بفتحتین ہے ۔

۵- جفائے چرخِ کیس نہ تھی یستم کش زمیں نہ تھی　　سراپا ایک نور تھی - میں رشکِ کوہِ طور تھی

چرخِ کیس کی ترکیب مہمل ہے - سراپا کا آخری الف اصلی ہے - اسے گرا دینا بہت معیوب ہے -

۶- فلسفۂ موت کے عنوان سے ایک نظم بحرِ رجز مطوی مخبون میں لکھی ہے - اس کے اکثر شعر خارج از بحر ہیں -
مثلاً دورِ خزاں گزر گیا فصلِ بہار آگئی (یہ وزن درست ہے) لیکن ان مصرعوں کو کیا کہئے -

جس وقت دُور نشۂ دورِ شباب ہوگیا　　بیدار کہتے تھے جسے وہ محوِ خواب ہوگیا
قیدِ غمِ حیات سے آزاد روح کیا ہوئی　　فکرِ مآل کار کا ہی سدِ باب ہوگیا
روشن ہر ایک دل ہوا عشقِ وطن کے طور سے　　ہر ذرہ آفتاب کا گویا جواب ہوگیا
ذوقِ خمار ہی میں وہ جوشِ خمار آگیا　　جو خون جسمِ زار میں تھا وہ شراب ہوگیا

بہتر ہوتا کہ یہ نظم اس مجموعہ سے خارج کر دی جاتی جس میں تقطیع کی خرابی کے علاوہ بندش کی خرابی بھی کئی مصرعوں میں موجود ہے - معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مصنف کی طبیعت اس بحر میں چلنے سے عاجز ہے - بندش کے سقم اگرچہ تقریباً ہر ایک نظم میں موجود ہیں - مگر با ایں ہمہ مصنف کی سادگی پسند طبیعت کا جوہر ہر جگہ نمایاں ہے - تعلیمی و اخلاقی لحاظ سے بھی ہر شخص کو شرما صاحب کی محنت کی داد دینی چاہئے - کیونکہ ان کی نظموں کے دونو مجموعے طالب علم لڑکوں بلکہ لڑکیوں اور تمام مستورات کے ہاتھوں میں بہ غرض مطالعہ دیئے جا سکتے ہیں - اور وہ اس کے اخلاقی نکات اور نصیحت آموز انداز سے مستفید ہو سکتے ہیں - قیمت ڈیڑھ روپیہ کے بجائے اگر ایک روپیہ ہوتی - تو زیادہ مناسب تھی +

{ جوش ملسیانی

جذباتِ فضا

(از جناب سید دل محمد صاحب فضاؔ منشی فاضل جالندھری)

رہِ طلب میں ہوں خاموش نقشِ پا کی طرح
کہ ابتدا ہی میں کاوش ہے انتہا کی طرح

قدم قدم پہ جھکی ہے مری جبینِ نیاز
کہ ہر صدا اٹھی نظر میں تری صدا کی طرح

مآلِ کاوشِ دل سوز دیکھتا کوئی
مٹے جو اس بھی احساسِ مدعا کی طرح

کوئی تو عشق میں ہوتا اثر سے ہم آغوش
پھرا ہے نالۂ دل آہ نارسا کی طرح

مجھے مٹا کے لیا تم نے اپنے سر الزام
مری حیات تو خود ہی تھی نقشِ پا کی طرح

فریبِ شوق نے دیوانہ کر دیا اے دل
کہ ہر خلش کو سمجھتا ہوں مدعا کی طرح

رہِ وفا میں یہ الزامِ زندگی کب تک
مٹا دے اے نگہِ شوخ نقشِ پا کی طرح

ستم ظریفیِ ناصح کی انتہا یہ تھی
سنا فسانۂ دل دردِ آشنا کی طرح

فضا میں بھی نظر آنے لگے ترے جلوے
تڑپ رہا ہوں دلِ راز آشنا کی طرح

کرشمۂ نگہِ عشوہ گر کو کیا کہئے
کہ ہر جفا کو بھی سمجھا کوئی وفا کی طرح

مری جبیں پہ ہیں ناکامیوں کے داغ فضاؔ
پھری وہ چشمِ کرم بختِ نارسا کی طرح

حضرت صابر الہ آبادی مدظلہ

عزیز القدر بابو مرتضیٰ حسین صاحب المتخلص دعا تلمیذ حضرت ناخدائے سخن نوحؔ ناروی ضلع الہ آباد بتعافیت باشندہ چونکہ آپ کے کلام شعر و سخن کو میں مدت سے سُن رہا ہوں۔ آپ عمدہ کہنے والوں میں ہیں۔ میں آپکے کلام سے بہت خوش ہوں۔ چونکہ آپ کو پہلوانِ سخن کا خطاب اِس سے پہلے مل چکا ہے تاہم آپ اِس سے زیادہ کے مستحق ہیں۔ آپ جمیع شاگردانِ حضرت ناخدائے سخن نوحؔ ناروی سے عمدہ خوشگو۔ ہونہار شاگردوں سے ہیں۔ گو ابھی جوان العمر تو ہیں مگر آپ کا کلام نہایت کُہنہ مشق اور پاکیزہ اور سُتھرا اور سنہرے حرفوں سے لکھنے کے قابل ہے۔ لہٰذا میں آپ کو پہلوانِ سخن کے ساتھ (فصیح الشعرا) مُلقب کر کے جلسہ عام امروزہ محلہ دولت گنج شہر لشکر گوالیار میں اپنے دست و قلم سے بخط جلی لکھ کر بہ ثبت مُہر و دستخط خود حاضرین جلسہ کامل کو سُنا کر بعد داشت نقل سندِ عطا کرتا ہوں تاکہ آپ کی حوصلہ افزائی ہو۔ فقط۔ دستخط نائب سکریٹری انجمن

نوٹ۔ یہ سند سُنہری سکہ و سنہرے حرفوں میں دی گئی ہے۔ ماخوذ از مباحثات صابری صفحہ ۱۳۷

منبع فصاحت و بلاغت مخزن شرافت رفعت تاج الشعرا ناخدائے سخن محمدؐ نوح صاحب بہ متخلص حضرت نوحؔ ناروی جانشین حضرت داغؔ دہلوی بعافیت باشند

گو آپ سے ظاہرا میری شناسائی نہیں ہے۔ تاہم میں آپ کے شعر و سخن کو اکثر رسائل میں دیکھتا ہوں آپ کا کلام درجہ کمال کو پہنچ چکا ہے۔ میرے نزدیک آپ اساتذۂ وقت سے ہیں۔ لہٰذا میں آپ کے خطابات مندرجہ تمہید کو منظور و قبول کرتے ہوئے (معراج الکلام) کو آپ کے نام نامی کے ساتھ اور ملقب کرکے بعد داشت نقل اپنی مُہر خاص و ثبت دستخط سے بطور حوصلہ افزائی مندرجہ بالا چند الفاظ مسطورہ سنداً عطا کرتا ہوں۔ فقط

نوٹ۔ یہ سند سنہرے سکہ و سنہرے حرفوں میں دی گئی ہے۔ ماخوذ از مباحثات صابری

انتخاب مشاعرہ غیر طرح ۲ جون ۱۹۳۳ء شہر لشکر گوالیار

جناب شاد صاحب

محبت کو بُرا کہتا ہے واعظ توبہ کر توبہ ۔۔۔ محبت جب نہ ہو دل میں محبت ہو نہیں سکتی

جناب انعام الرحمٰن صاحب انعام تلمیذ تاج الشعرا معراج الکلام حضرت نوح ناروی

ابتدائے عشق میں یہ جذب ہی کچھ کم نہ تھا میرے تالے سن کے وہ گھر سے نکل آتے تو ہیں

جناب ولی اللہ صاحب ولی تلمیذ تاج الشعرا ناخدائے سخن معراج الکلام حضرت نوح ناروی

موافق اپنی حالت کے اگر تقدیر ہوتی ہے تو کیا کہنا ہے پھر تدبیر ہی تدبیر ہوتی ہے

جناب فیاض الدین صاحب فیاض تلمیذ تاج الشعرا ناخدائے سخن معراج الکلام حضرت نوح ناروی

یہ پستیاں ہی نگاہوں میں ڈھونڈتا ہوں میں گدا نوازیاں شاہوں میں ڈھونڈتا ہوں میں

جناب افتخار حسین صاحب فخر وکیل ہائی کورٹ

تبسم زیر لب انکا دلیل کامیابی ہے مبارک مجھ کو قبضے سے مرے دل کا نکل جانا

جناب عبدالرحمٰن صاحب دریا تلمیذ حضرت مضطر خیرآبادی

بار احساں سے مری لاش دبی جاتی ہے دوش نازک سے مری نعش اٹھانے والے

جناب منشی جان محمد صاحب انور تلمیذ تاج الشعرا ناخدائے سخن معراج الکلام حضرت نوح ناروی

مری طرح کوئی دنیا میں بیقرار نہ ہو یہ واقعہ ہے تمہیں ہو کہ اعتبار نہ ہو

جو بجھ گیا ہے ہواؤں کے تند جھوکوں سے کہیں وہ میرا چراغ سر مزار نہ ہو

کبھی یہ شوق طبیعت کا حال کہہ بھی دو کبھی یہ وہم کہیں ان کو ناگوار نہ ہو

جناب منشی حمید اللہ صاحب مائل

دل دیوانہ کو جوش جنوں تدبیر وہ بتلا جو گھر بیٹھے ہوئے منظر بیاباں کا نظر آئے

جناب برق مضطر حافظ غنی محمد صاحب غنی گوالیاری تلمیذ اعتبار الملک افتخار الشعراء حضرت مضطر خیرآبادی

تمنا ہے کہ مر مٹ کر کچھ ایسا بن کے رہ جاؤں نہاں خورشید ہو جس میں وہ ذرہ بن کے رہ جاؤں

نہ ہونے پر بھی ہوتا ہے مرا محسوس دنیا کو بگڑنے پر بھی تصویر تمنا بن کے رہ جاؤں

رواں دریا کی صورت موج میں آکر ہو عالم میں اگر رہنے کا ایسا ہو تو صحرا بن کے رہ جاؤں

غنی جذبات ہستی مجھ کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ میں اک بولتی تصویر گویا بن کے رہ جاؤں

جناب پہلوان سخن فصیح الشعرا بابو مرتضیٰ حسین صاحب دعا تلمیذ تاج الشعرا ناخدائے سخن معراج الکلام حضرت نوح ناروی جانشین حضرت داغ دہلوی

دن تو ہو کوئی مقرر حشر کا دن ہی سہی کب تک آخر انتظار وعدۂ فردا کریں

یہ نئی ضد ہے کہ اپنا دل ہمیں دید یجئے آپ نے کہنا کیا جو آپ کا کہنا کریں
بات تو یہ ہے کہ تم کو مجھ سے ملنا ہی نہیں تم اگر ملنے پر آجاؤ تو دشمن کیا کریں

گذشتہ سے پیوستہ

شرح تصحیح حدائق البلاغت مدخلہ امتحان منشی عالم و منشی فاضل پنجاب و کامل الہ آباد یونیورسٹی

بابت امتحان ۱۹۳۳ء و ۱۹۳۴ء

از قلم خدائے سخن عروضی کامل الفن صدر اعظم محقق علامہ عصر مولانا محمد حبیب سبحان المتخلص بحضرت صابر الہ آبادی
حال شہر لشکر گوالیار گورنمنٹ

ابتر۔ صاحب حدائق البلاغت فرماتے ہیں کہ (ابتر آنست کہ حذف و قطع در فعولن جمع کنند دریں صورت فع میماند و نیز رکن مفاعیلن اجتماع جب و خرم است)

حضرت مصنف حدائق البلاغت کے قول اول یعنی اجتماع حذف و قطع سے ظاہر ہے کہ بتر عروض و ضرب کے لئے مخصوص ہے اور فعولن میں اِنکا حکم جائز چلا یا گیا ہے۔

مگر مفاعیلن میں بتر کا نام جب و خرم کے اجتماع کو بتاتے ہیں۔

جب۔ مخصوص عروض و ضرب ہے اور خرم صدر و ابتدا کے لئے خاص ہے یعنی حضرت فقیر فرماتے ہیں کہ خرم عبارت است از اسقاط متحرک اول از وتد مجموعی کہ در صدر رکن واقع شود) اور پھر بتاکید فرماتے ہیں کہ (ایں زحاف در ہر موضعے بقی خاص باعتبار آں موضع می یابد و وقوع ایں اکثر صدر و ابتداء میباشد)

مگر پھر تعجب ہے کہ صدر کے زحاف خرم کو قطع حذف جب کہ جو مخصوص عروض و ضرب ہیں بیوسط فرماتے ہیں محض غلط ہے بلکہ بجائے خرم کے عروض و ضرب میں تحقیق یا تخنیق فرماتے تو مناسب تھا۔ لہذا میری رائے میں بتر ہزج مفاعیلن

میں جیب و تجبیق کا مجموعہ ہے۔

تسبیغ۔ حضرت مصنف حدائق البلاغت فرماتے ہیں کہ تسبیغ آنست کہ الف در سبب خفیف آخر رکن بیفزایند دریں صورت فاعلاتن منفصل و متصل فاعلاتان منقول بہ فاعلیان گردد)

چونکہ فاعلاتن میں سات حرف ہیں اور تسبیغ نے ایک ساکن اور زائد کر دیا۔ تو آٹھ حرف ہو گئے۔

لہذا بقول حضرت مصنف فاعلاتان میں آٹھ حرف موجود ہیں مگر منقول بفاعلیان میں سات کے سات ہی باقی رہ گئے۔ پس یہ لفظ بجائے فاعلیان کے فاعلییان بدو یائے تحتانی و حرکت چہارم صحیح ہے۔

اذالہ۔ حضرت مصنف حدائق البلاغت کا قول ہے کہ (اذالہ انست کہ الف در وتد مجموع آخر رکن زیادہ کنند ایں زحاف در عروض و ضرب بیشتر وقوع می یابد و در حشو کمتریں و صدر و ابتدا ممنوع)

چونکہ اذالہ مخصوص عروض و ضرب ہے۔ یہ صدر و ابتدا و حشو میں قطعی نہیں آسکتا اور اسی پر عروضیین مستندین کا فتوے ہے۔ اگر درمیان میں آگیا ہے تو اُس کو وزن مربع کا مضاعف خیال کرنا چاہیئے۔ جیسے فخر زمان بدر چاچ۔ ؎

اک شاہد تپ لرزہ دار سر طانش چوں ساز و تزار

آتشش ستو دہر خاک خار از تف حمی ریخت

تقطیع

اشاہدے مستفعلن تپ لرزہ دار مستفعلان۔ ساز و تزار مستفعلان۔ ہر خاک و خار مستفعلان اُردو کے عروض و ضرب میں بلاذن مُغنّہ اذالہ ناروا ہے۔ اگر آئیگا تو بقول محقق طوسی وہ خارج از دائرہ کہلائیگا۔

جدع۔ حضرت مصنف حدائق البلاغت فرماتے ہیں کہ (جدع بدال مہملہ آنست کہ ہر دو سبب خفیف از رکن مفعولاتُ بیند ازند و تائے او را ساکن کنند لاتْ ماند)

جدع کو بعضوں نے بدال مہملہ اور بعضوں نے بذال معجمہ لکھا ہے۔ اُس کی تعریف یہ کی ہے کہ جب دو سبب خفیف متوالی کسی رکن کے آغاز میں واقع ہوں تو اُن دونوں کو نکال دینا مگر حرکت دوم وتد مفروق باقی رہتی ہے اگر تائے متحرک کو ساکن کیا جائیگا تو اُس کا اور کچھ نام مرکبات سے رکھا جائیگا۔ محقق طوسی نے اس کا کوئی نام نہیں بنایا بلکہ وہ ہر جگہ ایک علیحدہ نام سے پکارتے ہیں۔ وہ مفعولات میں اصلم مقصود اور مستفعلن مخبون احذ فرماتے ہیں۔

لہذا مفعولات میں اصلم مقصور بقول محقق حضرت نصیر الدین طوسی صحیح ہے۔

اثرم۔ حضرت مصنف حدائق البلاغت فرماتے ہیں کہ (اگر قبض را با خرم در فعولن جمع نمایند اثرم شائے مثلثہ خوانند)

حضرت صاحب حدائق البلاغت اِس سے پہلے خود فرما چکے ہیں کہ (اگر فعولن را خرم کنند بے تغیر دیگر

آنرا اثلم گویند) پھر فعولن میں خرم کا لفظ کیوں استعمال فرمایا۔ یہاں لفظ خرم غلط ہے بجائے خرم کے ثلم چاہیئے کیونکہ خرم صرف مفاعیلن ہی کیلئے مخصوص ہو چکا ہے۔ جس کی نسبت مصنف موصوف خود فرماتے ہیں (وسباعی غیر فاصلہ دار کہ وتد مجموع در اول او باشد چوں خرم کنند فقط اخرم نامند) لہذا متقارب فعولن میں اثلم کا زحاف چلیگا اور خرم محض غلط ہے۔

اقصم۔ حضرت مصنف حدایق البلاغت فرماتے ہیں کہ (اگر خرم را باعصب در او جمع نمائند اقصم نامند و دریں حالت فاعلتن بسکون لام میشود منقول بمفعولن میگردد)

یہاں بھی خرم کا استعمال غلط واقع ہوا ہے قصم۔ عصب و عضب کے اجتماع کا نام ہے اور حضرت مصنف بھی اس کو مان چکے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ (چوں سباعی فاصلہ دار راکہ مفاعلتن باشد خرم کنند فقط آنرا اعصب گویند) پھر عصب کے بجائے اخرم استعمال فرمانا محض غلط ہے۔

اجم۔ حضرت مصنف حدایق البلاغت فرماتے ہیں کہ (اگر فعل را باخرم در و جمع سازند اجم گویند دریں صورت فاعلن می ماند)

اجم دراصل اجتماع عقل و عضب ہے اور عقل۔ اجتماع عصب و قبض کا ہے۔ چونکہ مفاعَلْتُن میں عصب سے عَلَتُن کا لام جو متحرک ہے اوسکو ساکن کرکے اُسی لام کو قبض سے ساقط کرکے مفاعلن بنالیا پھر عصب سے میم مفا۔ کا سقوط کرکے فاعلن بنایا۔ لہذا بجائے خرم کے یہاں لفظ عضب استعمال کرنا چاہئے اور اُن کا لفظ فعل غلط ہے بجائے فعل کے عقل سمجھو۔

اشتر۔ حضرت مصنف حدایق البلاغت فرماتے ہیں کہ (وچوں خرم را باقبض در و جمع کنند اشتر خوانند و دریں حال فاعلن می ماند)

یعنی اُن کا فرمانا ہے کہ قبض اور خرم کے اجتماع کو اشتر کہتے ہیں۔

اب ہم سے سُنئے کہ اگر مفاعیلن میں پہلے خرم کیا جائیگا تو قبض کیلئے پانچواں حرف ساکن سبب خفیف کا جو مشروط ہے نہیں مل سکتا۔ خرم کرنے کے بعد مفاعیلن کی صورت مفعولن شش حرفی بن گئی ہے۔ اب مفعولن میں پانچواں ساکن سبب خفیف کا کہاں ہے کہ جس کو قبض سے گرایا جاوے۔ اور وہ خود قبض کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ (قبض اسقاط پنجم سببے را گویند در مفاعیلن مفاعلن و در فعولن فعول بضم لام بماند) پس یہ ترکیب بے ترتیب ہے۔ شتر قبض و خرم کا مجموعہ ہے اب ترتیب درست ہو گئی مفاعیلن سے فاعلن بلا خرخشہ بنالو۔

اخرب۔ اخرب کی تعریف میں حضرت مصنف ممدوح فرماتے ہیں کہ (چوں خرم را بکف در و جمع

سازند اخرب گویند۔ دریں صورت فاعیل بضم لام بماند منقول بمفعول بضم لام میگردد)
اس کی بھی ترتیب غلط ہے وہ خرم اور کف کا مجموعہ قرار دیتے ہیں۔ مثل شتر کے اس کو بھی خرم کے بعد ساتواں ساکن سبب خفیف کا کف کو نہیں مل سکتا۔ مفعولن میں چھٹا ساکن باقی رہتا ہے۔ لہذا خرب اجتماع کف و خرم کا

ابتر۔ حضرت مصنف حدایق البلاغت فرماتے ہیں کہ (وچوں جب را با خرم در و جمع نمایند ابتر نامند دریں حال فا میماند و منقول بفع میگردد و وقوع ایں زحاف در بحر متقارب و طویل و ہزج و وافر و مضارع است)
چونکہ جب عروض و ضرب کے لئے اور خرم صدر و ابتدا کے لئے مخصوص ہے۔ پھر یہ پیوند کیونکر لگ سکتا ہے کیونکہ حضرت خود فرما رہے ہیں کہ (خرم عبارت است از اسقاط متحرک اوّل از وتد مجموعے کہ در صدر رکن واقعہ شود) اور جب کے لئے فرماتے ہیں کہ (ایں در غیر ہزج بحر نمی آید) اور ابتر کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ (وقوع ایں زحاف در بحر متقارب است)
پس اُن کا مقولہ بہر صورت غیر مستند اور بالکل بے بنیاد ہے۔ کیونکہ رکن مفاعیلن کے عروض و ضرب میں خرم نہیں آسکتا۔ اور فعولن میں دو سبب خفیف کہاں ہیں ؟ کہ جن کو جب سے ساقط کیا جائے۔
اب ہم سے سُنئے کہ جن بحروں کے عروض و ضرب میں مفاعیلن اور فعولن واقعہ ہوں اُن کے لئے ایک مرکب زحاف جُداگانہ نام سے پکارا جائیگا۔ مثلاً۔ مفاعیلن میں مجتق مجبوب اور فعولن محذوف مقطوع کہلائیگا۔ پس اسی پر عروضیان مستندین کا فتوے ہے۔
حضرت مصنف حدایق البلاغت فرماتے ہیں کہ (چوں خرم با ہتم جمع کنند فاع میماند مگر اسکے رکن مزاحف کا کوئی نام نہیں بتاتے اور ہتم کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ (اجتماع حذف و قصر را در مفاعیلن اہتم گویند)
پس حذف و قصر دونوں عروض و ضرب کیلئے مخصوص ہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ اہتم عروض و ضرب کیلئے خاص ہے۔ پھر خرم و ہتم کا اجتماع ایک جگہ کیسے ہوسکتا ہے۔ کیونکہ خرم صدر و ابتدا کیلئے وہ خود مخصوص فرما چکے ہیں لہذا یہ بیان اُنکا محض غلط ہے
پس میرے نزدیک یہ زحاف کہ جس کا وہ ذکر فرما کر نام نہیں بتاتے ہیں۔
زلل ہے اور یہ اجتماع بقول اُن کے خرم کا نہیں ہے۔ بلکہ ہتم و تجبیق کا مجموعہ ہے۔
حضرت مصنف حدایق البلاغت نے اپنے رسالہ میں پینتیس[۳۵] زحافات اور دو حکم جملہ سینتیس[۳۷] دکھائے ہیں۔ جنمیں اٹھائیس[۲۸] غلط ہیں۔ جن کی تفصیل میں اُوپر دکھا چکا ہوں۔
اب میں حضرت مصنف کے رسالہ حدایق البلاغت کے فصل خیابان چہارم کی شائقین کو انشاءاللہ سیر و بہار دکھاتا ہوں کہ جسمیں اُنہوں نے تفصیل اوزان و بحور و امثلہ کا ذکر کیا ہے۔

بقلم محمد فضل الرحمن صابری

جذباتِ عظامی

شب کہ من بیدار بودم بخت ہم بیدار بود
ہر دو دستِ من حمائل در گلوئے یار بود

آں پری وش از گریباں ہم چو سر بالا کشید
تا ز تار پیرہن صد مطلع انوار بود

لخت لخت دل ز مژگاں بر سر پایش فتاد
سر زباں در حسرت پابوسی دلدار بود

برق حسن بے حجابش خرمن زہدہ سوخت
تیغ چشم تیز نگہش در نہاں خونبار بود

در نقاب خامشی بس گفتنیہا گفتہ شد
خود تبسم در تبسم جوہر گفتار بود

دی عظامی من بملک حسن بودم شہریار
دولت من از بدخشاں تا حد تاتار بود

الراقم عظامی تلمیذ ملک الشعراء حضرت مولینا گرامی مرحوم

نظم و نسق مدرسہ

ایک دیرینہ سال ہیڈ ماسٹر کے خطوط ایک نو آموز کے نام

(از جناب سید اشفاق حسین صاحب ایم اے - بی ٹی)

خط نمبر ۱۸

مکرمی - وعلیکم السلام - مقاصد سزا اور اس کے اُصولوں کا بیان اس امر کا مقتضی ہے - کہ اقسام سزا کے متعلق بھی کچھ عرض کروں - سزا کی متعدد اقسام ہیں - ان میں سب سے زیادہ محتاج بیان زجر و توبیخ ہے مدرسہ کی چار دیواری کے اکثر مجرموں کے واسطے یہ قسم کافی طور پر مؤثر ثابت ہوتی ہے - اور میں تو یہاں تک کہنے کو تیار ہوں - کہ جس مدرسہ کے معلمین اور متعلمین کے تعلقات خوشگوار ہیں - اساتذہ کی دل سوزی اور خیر خواہی کے جذبات کے گہرے نقوش طلبا کے دلوں پر مرتسم ہیں - وہاں صرف یہی کافی ہے - لیکن گو بادی النظر میں یہ قسم نہایت معمولی معلوم ہوتی ہے - لیکن سب سے زیادہ اہم اور نازک معاملہ ہے - صرف قابل اُستاد ہی جانتا ہے کہ اس حربہ کو کہاں اور کس طرح استعمال کرے - اِسلئے کہ دوران گفتگو میں ذرا لہجہ کا بدل دینا - نظر کا ذرا کڑای کر دینا - ذرا منہ پھیر لینا - سخت سُست الفاظ کا استعمال - ملامت کرنا وغیرہ صدہا باتیں ایسی ہیں - جو اس تحت میں آجاتی ہیں - اور اپنی اپنی جگہ مفید - مؤثر اور مثمر ہوتی ہیں -

اُستاد سبق پڑھا رہا ہے ایک طالب علم متوجہ نہیں ہے - سب سے بھدا طریقہ تو یہ ہے کہ اُستاد سبق بند کر دے - منہ کو غصے سے لال کر لے - کف لے آئے - اور سخت ملامت آمیز الفاظ استعمال کرنے لگے - نوجوان اساتذہ کو اس بات کا ضرور خیال کرنا چاہئیے کہ ملامت آمیز الفاظ کے استعمال میں نہ صرف کفایت شعاری پر کاربند رہے بلکہ بخل کو کام میں لائیے - اس حالت میں ایک لائق اور تجربہ کار اُستاد صرف کڑای نظر سے اس طالب علم کی طرف دیکھے گا - اور اپنے مقصد کو حاصل کرلے گا - اُس سے اچانک کوئی سوال کر بیٹھے گا جس سے اُسے ضرور متوجہ ہونا پڑے گا - آگے بلا کر نقشہ پہ کوئی مقام دکھانے کیواسطے کہے گا - بورڈ پر بلالے گا - اکثر حالات میں یہ حربے پورا پورا کام کرینگے - اور اُستاد کو پورا توپ خانہ لگانے کی ضرورت نہ پڑیگی - اس میں کوئی شک نہیں کہ ملامت آمیز الفاظ - درشت لہجہ اور کرخت آواز کی بھی ضرورت پڑے گی - لیکن بعض اوقات ہمیشہ نہیں - مہذب اور گلابی مذاق بھی کام دے جائے گا - لیکن یہ خیال رہے - کہ

ہتک آمیز اور تمسخر انگیز الفاظ سے قطعی طور پر احتراز لازم ہے۔ ان تمام حربوں کے استعمال میں طالب علم کی عمر طبیعت۔ مزاج اور جرم کی نوعیت کا پورا پورا خیال نہایت ضروری ہے۔ عام ملامت جس کا کوئی خاص مرکز نہ ہو لایعنی اور فضول ثابت ہوتی ہے۔ اسلئے کہ اصل مجرم اس سے بچ جاتے ہیں اور بیگناہوں کو وہ ندرتاً ناگوار گذرتی ہے۔

جو سزائیں طلبا کے مادۂ غیرت کو ہیجان میں لائیں مفید ثابت ہوتی ہیں۔ لیکن اس قسم کی سزائیں کم اور کبھی کبھی استعمال کی جائیں۔ تاکہ شرم وغیرت کا مادہ آہستہ آہستہ فنا کی راہ اختیار نہ کرلے۔ توہین آمیز الفاظ یا نشانات پیشانی پر یا ٹوپی پر۔ یا پُشت پر لگا دینا طالب علم کے جذبۂ غیرت کو فنا کردیتا ہے۔ اور بعض مرتبہ خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو اس سے پرہیز کرنا چاہئیے۔ خودداری جیسے جوہر کو فنا کرنا دُنیا میں سب سے بڑا ظلم ہے۔

چھٹی بند کرنا بھی ایک عام سزا ہے۔ جو خاصی مفید ثابت ہوتی ہے۔ لیکن اُستاد کو یہ پیشِ نظر رکھنا چاہئیے کہ وہ صرف طالب علم کی چھٹی بند نہیں کر رہا ہے۔ بلکہ اپنی چھٹی بھی ساتھ ہی بند کر رہا ہے۔ اس لئے کہ بلا نگرانی یہ سزا بجائے فائدہ کے بہت سے نقصانات کا موجب بن جایا کرتی ہے۔ تاوان کے طور پر کام کرانا بھی فائدہ بخش ہے۔ لیکن کام اس قسم کا ہو کہ جس کا براہ راست سبق یا مدرسہ کے کام سے کوئی گہرا تعلق نہ ہو۔ اور مفید بھی ہو مثلاً ڈکشنری کے ایک دو صفحات خوشخط نقل کرالیے اس میں بھی جرم کی نوعیت کا خیال رکھنا چاہئیے

جرمانہ کرنا ایک اور سزا ہے لیکن اتنا خیال اس میں رکھنا چاہئیے کہ یہ سزا طالب علم کو نہیں بلکہ اُس کے سرپرستوں کو دی جاتی ہے۔ بعض حالات میں جرمانہ کی سزا طلباء میں جھوٹ بول کر پیسے وصول کرنے کی بُری عادت بھی ڈال دیتی ہے۔ سب سے خطرناک صورت جرمانہ کی یہ ہے کہ طلباء میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ چلو دو چار آنے کی ہی بات ہے اور بس۔

عزیزی۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ میں ایک خط میں عرض کرچکا ہوں کہ جسمانی سزا مدرسے کی دنیا سے بالکل جلاوطن نہیں کی جاسکتی۔ گو مطمحِ نظر ہر اُستاد کا یہی ہونا چاہئیے کہ جسمانی سزا نہ دی جائے اور یہ آپ جانتے ہی ہیں کہ سطحِ نظر اتنا بلند اور رفیع ہونا چاہئیے کہ اس کا حصول انتہائی کوشش کے بعد بھی مزید سعی کا محتاج ہو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ قدیم ظالمانہ سزائیں جن کو سُن کر کلیجہ کانپ اُٹھے قابل لعنت ہیں اور نہ ہی کسی مشہور آدمی کا یہ مقولہ پھر کسی طالب علم کی زبان پر آنا چاہئیے کہ میری تمام تعلیمی عمر میں کوئی کمبخت دن ایسا نہیں گذرا کہ میں ایک دفعہ نہ پِٹا ہوں سوائے اس ایک دن کے کہ میں دو مرتبہ پِٹا میرے خیال میں کوئی لڑکا ایسا نہیں جو پِٹنا چاہتا ہو۔ اور کوئی اُستاد ایسا نہیں جو سزا دے کر خوش ہوتا ہو یا بادِل ناخواستہ

ایسا نہ کرنا ہو- بڑی سے بڑی جسمانی سزا بے کار ہے۔ اگر غیرت کے جذبات کو اُس سے ٹیس نہ لگے۔ اور معمولی سے معمولی سزا کافی ہے۔ بشرطیکہ اس سے رگِ غیرت جوش میں آ جائے۔ اس اصُول کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ جسمانی سزا شاذونادر ہی دینی چاہیئے۔ اس لئے کہ آئے دن کی سزا سے اگر غیرت کا مادہ فنا ہو گیا تو پھر چاہے آپ طالب علم کو کتنی ہی سخت سزا دے لیں بیکار ثابت ہو گی۔

دوسری بات جسمانی سزا میں یہ ملحوظ خاطر رکھنی چاہیئے کہ صرف سنگین جرموں میں اس کا استعمال ہونا چاہیئے مثلاً نافرمانی۔ اور ضد وغیرہ میں اور ان حالات میں بھی اُس وقت جب کہ تمام دیگر سزائیں پہلے آزمائی جا کر بے کار ثابت ہو چکی ہوں۔ نہ صرف جسمانی سزا کی حالت میں بلکہ کسی سزا میں بھی جلدی ہرگز نہ کرنی چاہیئے۔ غصہ کی حالت اور انتقامی جذبات کے ہیجان کے وقت سزا دینا اُستاد کے لئے سب سے زیادہ شرمناک کارروائی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جب سزا ضروری ہو۔ اس میں اتنی دیر کر دی جائے کہ وہ غصہ کینہ کی شکل اختیار کر لے۔ یہ خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ بچے قانون اور قاعدہ کا احترام نہیں کرتے بلکہ اس ہستی کا احترام کرتے ہیں۔ جو اُن پر عمل کرانے کی ذمہ دار ہے۔ اس لئے اس کی کوشش کرنی چاہیئے کہ بچہ یہ محسوس کر لے کہ میرا اُستاد جو قابل احترام اور واجب التعظیم ہے۔ اس حرکت سے ناراض اور بجا طور پر ناراض ہے۔ جسمانی سزائیں ضابطہ تعلیم کی پوری پوری پابندی کرنی چاہیئے اور سوائے ہتھیلی کے اور کسی عضو پر بید نہیں لگانی چاہیئے۔ اور ریکارڈ بھی رکھنا ضروری ہے۔

عزیزی و مکرمی۔ تسلیم۔ سزا کے سلسلۂ خطوط کے جواب میں جو گرامی نامہ آپ کا موصول ہوا واقعی وہ ایسے مسائل پر مشتمل ہے جو روزانہ ہیڈ ماسٹر کے لئے سوہان روح ثابت ہوتے رہتے ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ اکثر اساتذہ ہیڈ ماسٹر کو کام کرنا حرام کر دیتے ہیں۔ جب دیکھو طلباء کے غول کے غول ہیڈ ماسٹر کے دفتر کی طرف ہنکائے لائے جا رہے ہیں۔

ایسا کرنے والے اساتذہ کئی طبقوں میں منقسم کئے جا سکتے ہیں۔ اوّل تو وہ طبقہ ہے جو جسمانی سزا دینے کے عادی ہیں۔ اور جو بار بار کی تاکید سے جھنا کر محض ہیڈ ماسٹر کو تنگ کرنے کے واسطے ایسا کرتے ہیں۔ دوسرے وہ کہ جو بعض وجوہ سے اپنا رعب و وقار کھو بیٹھتے ہیں۔ اور طلباء سے کام لینا اُن کے بس کا نہیں رہتا۔ ایک طبقہ ایسا ہوتا ہے جو طلباء سے اتنا زیادہ کام لینا چاہتا ہے۔ جو ان سے مشکل سے بھی بن نہ پڑے۔ بعض سلیبس کو جلد جلد ختم کرنے کی وجہ سے اسباق کو طلباء کے ذہن نشین نہیں کرتے اور جب ان کی پڑتال کرتے ہیں تو قریب قریب سب کورے نکلتے ہیں۔

آپ اس کو ایک اُصول قرار دے لیں کہ جو ماسٹر زیادہ لڑکے آپ کے پاس سزا کے واسطے اور بار بار

بھیج رہا ہے۔ وہ لڑکوں کی نسبت زیادہ خطاوار ہے۔ اُس کے طرزِ تعلیم میں اُس کے رویہ میں۔ اُس کے ارادہ میں اُس کے اندازہ میں کچھ نہ کچھ کمی ہے۔ اور لڑکے ایک حد تک خطاوار نہیں ہیں۔

ایسا اُستاد ہیڈ ماسٹر کا بدترین دشمن ہے۔ اس لئے کہ وُہ اُس کی شخصیت اور اُس کے رعب و داب کی جڑیں کاٹ رہا ہے۔ ہیڈ ماسٹر کو چاہئے کہ ایسے اُستاد کو بغور مطالعہ کرے کہ اُس کے طریقۂ تعلیم میں کمی ہے یا اُس کے طلباء کے ساتھ رویہ میں۔ پُراخلاص رویہ اور ہدایات سے ایسے شخص کو راہ راست پر لانا چاہئے۔ اگر اُستاد کی نیت کچھ اور ہے تو پتہ چلایا جائے کہ آیا وہ کسی غلط فہمی کی بنا پر ایسا کر رہا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اُس کو رفع کیا جائے۔ لیکن اگر ضد اور ہٹ دھرمی سے ہیڈ ماسٹر کو تنگ کرنا چاہتا ہے تو موقعہ کے مطابق نرم گرم ہو کر اس خوفناک مرض کو رفع کرنا چاہئے۔

طریقۂ تعلیم اور رویہ کی کمی تو جماعتوں میں دورہ کرنے سے عموماً پُوری کی جاتی ہے۔ اس مصیبت کا علاج بھی جماعتوں کا باقاعدہ دورہ ہے۔ مثلاً ہر ہفتہ یا ہفتہ میں دو بار اور اگر کسی مدرسہ میں یہ مرض زیادہ ہے تو روزانہ ہیڈ ماسٹر ہر جماعت میں جائے اور طلباء کی موجودگی میں اُستاد سے کہے کہ ایسے طلباء کو باہر نکال دیں جنہوں نے بیقاعدگی۔ غیر حاضری۔ بے پروائی یا کسی اور وجہ سے شکایت کا موقعہ دیا ہے۔ پہلی مرتبہ اُن مجرموں کا محض نام نوٹ کر کے فہمائش کر دی جائے کہ آئندہ ایسا نہ ہو۔ اگلی مرتبہ پھر دورہ کیا جائے۔ اور اگر وہی طلباء دوبارہ اُسی جرم کے مرتکب ہوئے ہوں۔ تو اُنکو خفیف سزا دی جائے۔ سہ بارہ اگر پھر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیں تو سزا اور بڑھا دی جائے۔ اگر یہ دورہ نہایت باقاعدگی سے جاری رہا تو قوی اُمید ہے کہ اُستاد صاحبان کو ہیڈ ماسٹر کے پاس طلباء کو بھیجنے کی ضرورت ہی نہ رہیگی۔

ایک اور بات کا خیال ہیڈ ماسٹر کو رکھنا ضروری ہے۔ وُہ یہ کہ یہ بات اساتذہ صاحبان کے ذہن نشین کرے کہ غبی اور کمزور طلباء کو بار بار سزا کے واسطے پیش نہ کیا کریں۔ اس لئے کہ سزا دینے سے غبی طالب علم کو پیٹ پیٹ کر ذکی نہیں بنایا جا سکتا۔ ایسے طلباء کو سزا دینا جو کام کرتے ہیں لیکن کر نہیں سکتے۔ صریح اور بدترین ظلم ہے۔ اس لئے کہ کسی دوسرے کے جرم کی سزا اُن غریبوں کو دی جا رہی ہے۔ ممکن ہے کہ خود ہیڈ ماسٹر ہی اُس کا ذمہ دار ہو۔ اور غیر معقول جماعت بندی کی بنا پر لڑکا اس قدر کمزور ہو کہ وہ اس جماعت کے قطعی ناقابل ہو۔ کام چور۔ شریر۔ فسادی۔ اور بے پروا طلباء سزا کے مستحق ہیں۔

رمزی

سکولوں میں دُعا خوانی

(از لالہ کوٹو رام صاحب گپتا بی اے بی ٹی سیکنڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول بیٹہ)

سرکاری سکولوں میں مذہبی تعلیم تو دی نہیں جا سکتی۔ البتہ گورنمنٹ کا شکریہ ادا کرنا چاہئیے کہ اُس نے عام اجازت بخشی ہے کہ صبح سکول لگنے سے پہلے تمام طلباء و سٹاف اکٹھے ہو کر خدا کی تعریف میں شامل ہو سکتے ہیں۔ نہ صرف یہ اجازت ہے۔ بلکہ ایک عام حکم ہے۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ اگر ہم خدا کے سچے تابعدار ہوتے تو بلا لحاظ قومیت اس کی تعریف میں ہم اس زریں موقعہ سے کماحقہٗ مستفید ہوتے۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ میں سب سکولوں کا تو نہیں کہہ سکتا مگر اکثر سکولوں میں جہاں مجھے جانے کا موقعہ ملا ہے۔ عام کلیہ جو اس مشاہدہ کی بنا پر میں نکال سکا ہوں وُہ نہایت ہی مایوسی بخش ہے۔ ہم چیخ پکار تو بہت کرتے ہیں۔ اور ہمارے لیڈر بھی طلبا کے اس گرتے اخلاق کو دیکھ کر اس کوشش میں ہیں کہ کونسل کے ذریعے مذہبی یا اخلاقی تعلیم کی کسی حد تک اجازت حاصل کر لیں مگر سوال یہ ہے کہ جس حد تک ہم کو مستفید ہونے کے پہلے ہی مواقع حاصل ہیں۔ اُن سے ہم نے کیا فائدہ اُٹھایا ہے؟ کون نہیں جانتا کہ گھنٹہ ختم ہونے ہی جب طلباء دُعا کے لئے ایک کھلے میدان میں کھڑے ہوتے ہیں۔ تو بعض لڑکے ابھی کمروں میں خاموش مطالعہ یا سکول کے کام میں ہی مصروف ہوتے ہیں۔ کئی طلباء حاضری سے پہلے دُعا ہونے سے یہ ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ کہ وُہ گھر سے ہی لیٹ چلتے ہیں۔ اس خیال سے کہ حاضری میں تو شامل ہو ہی جائینگے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ چھوٹی جماعتیں دُعا خوانی میں بڑے ذوق شوق سے حصہ لیتی ہیں مگر جُوں جُوں اُدپر کی جماعتوں کا خیال کرو آواز مدھم ہوتی جاتی ہے۔ گویا خدا کی تعریف کے لئے گیت میں شامل ہونے کو وُہ اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔ عام طور پر ایک دو طالب علم ہی دُعا کے لئے مخصُوص ہوتے ہیں۔ اگر وُہ لیٹ ہو گئے یا نہ آئے تو دُعا خوانی کے لئے کوئی باہر ہی نہیں نکلتا۔ نظمیں جو عام طور پر رائج ہیں اُن کی پڑتال نہیں کی جاتی کہ آیا سکولوں کے لئے موزوں بھی ہیں یا نہیں۔ کھڑا ہونے کا طریق بھی مختلف سکولوں میں مختلف ہے۔ کہیں کہیں علیحدہ علیحدہ ڈیپارٹمنٹ کی علیحدہ ہی دُعا ہوتی ہے۔ حالانکہ تعداد بہت نہیں ہوتی۔ کہیں دُعا نثر میں بھی سُنی گئی ہے۔ کہیں کہیں دُعا کے بعد ایک مختصر سا اخلاقی سرمن بھی ہوتا ہے۔ بعض اوقات یہ بات نہایت ہی افسوس سے نوٹ کی گئی ہے۔ کہ طلباء تو درکنار بعض مدرسین بھی اثنائے دُعا میں مصروف گفتگو ہوتے ہیں۔ گویا وُہ اس وقت یادِ دُعا کی سنجیدگی و ضرورت سے مستغنی ہیں۔ بعض کا

دھیان صرف راگ پر ہی ہوتا ہے۔ کہیں دُعا سے پہلے حاضری ہوتی ہے۔ اور کہیں بعد میں۔ وغیرہ وغیرہ ایسی چھوٹی چھوٹی کئی ایک باتیں ہیں۔ جو اس مُبارک ساعت اور دُعا کو گرہن لگاتی ہیں۔ خدا کا شکر ہے اور گورنمنٹ کی مہربانی ہے کہ سکول لگنے سے پہلے ہندو مسلمان سکھ عیسائی سب بھائی ایک ہی جگہ کھڑے ہو کر بلا لحاظ قومیت کسی طالب علم کے پیچھے دُعا میں شامل ہوتے ہیں۔ یا اُن کو شامل ہونا پڑتا ہے۔ یہ ایسی مُبارک گھڑی ہوتی ہے کہ اگر ہم آنکھیں کھول کر کھڑے ہوں تو محسوس کریں کہ ہندوستان جیسے مُلک میں ایک معجزہ سے کم نہیں اِس اور صرف اس گھڑی میں ہی ہم چاہیں تو یگانگت اُلفتِ برادرانہ و حقیقی اتفاق و قومیت اور سچی خدا پرستی کا سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ جن سکولوں میں اس تحریک سے حقیقی فائدہ اُٹھایا گیا ہے وُہ بتا سکتے ہیں کہ یہ کہنا کہ ہندو مسلم اتفاق ناممکن ہے۔ یا مذہب آپس میں صرف لڑنا ہی سکھاتے ہیں۔ ایسے سکول کے کرۂ ہوائی میں یہ باتیں فضول نظر آتی ہیں۔ محکمہ تعلیم نے چند ماہ ہوئے ایک سرکلر کے ذریعے اس امر کو پھر واضح کر دیا تھا کہ اِس دُعائیہ طریقے سے کماحقہٗ فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور ہیڈ ماسٹر اصحاب اس امر کو خاص طور پر دیکھیں کہ تمام طلباء و مدرسین اس میں حصہ لیں اب گورنمنٹ اور محکمہ تو اپنی ذمہ داری سے بری ہو گئے۔ ساری بات اب مدرسین طلباء اور سب سے بڑھ کر ہیڈ ماسٹر پر انحصار رکھتی ہے۔ اگر اُن کے دلوں میں خدا ترسی ہے تو وُہ دُعا سے پہلے حاضر ہونے اور دُعا میں شامل ہونے میں فخر ہی محسوس نہیں کرتے بلکہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ سب طلباء اس دُعا میں شامل ہوتے بھی ہیں یا نہیں؟ اِن کے ذرا سے اشارے سے ہی طلباء کے دلوں میں ایک بجلی دوڑ سکتی ہے۔ مثال ایک عمدہ نمونہ ہوتا ہے لیٹ آنے والوں کو چند منٹ کے لئے الگ ہی ٹھیرا کر شرم دلائی جا سکتی ہے۔ گھنٹہ ختم ہوتے ہی کمروں کا ایک چکر لگا کر دیکھ لیا جاتا ہے کہ سارا سکول شامل ہے یا نہیں۔ بلکہ ادنٰے ملازمین بھی شامل ہوتے ہیں۔ ہفتہ کے چھ دنوں میں باری باری ہر ایک جماعت کے نمائندہ طالب علم کو دُعا خوانی میں حصہ لینا پڑتا ہے۔ اور ورنیکلر ٹیچر دُعا کی صحت سنجیدگی نظم کی خوشخوانی و خوش الحانی کے ذمہ دار گردانے جاتے ہیں۔ طلباء قطار وار ایک دوسرے کے پیچھے یا ایک چکور حلقہ میں جماعت وار اپنے اپنے ماسٹر صاحب کی نگرانی میں کھڑے ہوتے ہیں۔ دُعا والے دو لڑکے سامنے یا مرکز میں ایک شعر پڑھتے ہیں۔ تمام طلباء ہم آواز صد قدل اور انکساری سے میٹھی گونج میں شامل ہوتے ہیں! ور پھر یہ اِس قدر پُر اثر نظارہ ہوتا ہے کہ راہ چلتا مسافر ٹھیر جاتا ہے درختوں کے پتے ہلنے بند ہو جاتے ہیں۔ پرندے بھی اس گیت کو دھیان دے کر سُنتے ہیں۔ خدا کی محبت کا ایک سمندر صدہا دلوں میں موجزن ہوتا ہے اور ایسی دُعا میرا یقین ہے۔ خدا کی درگاہ میں روز باریابی حاصل کرتی ہے۔ کیونکہ بلا تمیز ملت و مذہب سکول کے ایک مشترک و متبرک معبد سے اُٹھتی ہے بے شک مُبارک ہے وُہ سکول اور خوش قسمت ہیں وہ ہستیاں جو واقعی سنجیدگی دیانتداری سے اس مُبارک ساعت کو اس طرح نبھاتے ہیں گویا ہندوستان میں بھی وُہ عملی طور پر محبت و خدا ترسی کا بیج بو رہے ہیں اور خدا اُن کو ضرور اس کا اجر بھی بخشے گا۔ ورنہ بصورت دیگر ہماری شرم سے گردنیں جُھک جانی چاہئیں کہ ایسے زریں وقت کو بھی ہم نے محض تفریح طبع میں گذار کر ایک گناہ عظیم کا بوجھ اپنی گردنوں پر دھر لیا اور

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے کا مقولہ ہمارے حال پر عائد ہوگا

صبحِ وطن

(پنڈت اندرجیت صاحب شرما ماچھرہ ضلع میرٹھ)

غیب کے پردہ سے جس وقت نکل آتی ہے نور برسا کے شب تار پہ چھا جاتی ہے
گلشنِ ہند کی ہر بزم کو گرماتی ہے دلِ بیمار کو پیغامِ شفا لاتی ہے
محو ہو جاتا ہے ہر ذرہ ضیا باری پر
دل تڑپ جاتے ہیں سب نغمۂ بیداری پر

تیرے دیدار سے ہو جاتی ہیں آنکھیں روشن نور سے تیرے چمک اُٹھتا ہے ایوانِ کہن
کاہ کیا کوہ بھی ہو جاتے ہیں سرگرمِ سخن وجد میں جھومنے لگتے ہیں جوانانِ چمن
شور ہوتا ہے ترا دَیر میں بت خانے میں
رنگ کھلتا ہے ترا جام میں پیمانے میں

غنچۂ دل کو کھلاتی ہیں ہوائیں تیری مست کر دیتی ہیں روحوں کو نوائیں تیری
خُفتہ بختوں کو جگاتی ہیں فضائیں تیری گھر بنا لیتی ہیں آنکھوں میں ادائیں تیری
کلفتِ زیست مٹا دیتے ہیں تیرے منظر
یاد جنت کی بھلا دیتے ہیں تیرے منظر

جسمیں تیرا نہ گذر ہو کوئی گلزار نہیں تیرا جلوہ نہ ہو جس پر کوئی کہسار نہیں
کونسی بزم ہے جسمیں تو ضیا بار نہیں تو نہیں ہے تو کہیں گرمئی بازار نہیں
زینتِ صحنِ چمن ہے تیرے دم سے باقی
نغمۂ حُبّ وطن ہے تیرے دم سے باقی

تیرا ہی جوش ہے ذرّوں کا تلاطم کیا ہے
تیرا ہی حُسن ہے پھولوں کا تبسم کیا ہے
تیرا ہی ذکر ہے کلیوں کا تکلم کیا ہے
تیرا ہی راگ ہے چڑیوں کا ترنم کیا ہے

یہ صبوحی ہیں جو مشغول ہیں پینے والے
نظر آتے ہیں تیرے جام کے سب متوالے

آسماں پر جو ترا روئے دلارا چمکا
بھاٹ گنگا کا تو جمنا کا کنارا چمکا
بے نواؤں کا غریبوں کا سہارا چمکا
مادرِ ہند کی قسمت کا ستارا چمکا

نگہِ لطف سے سب غمزدہ دل شاد ہوئے
غیر آباد جو جنگل تھے وُہ آباد ہوئے

ہم نے ہر حال میں اپنا تجھے رہبر پایا
غار پر ہاتھ جو ڈالا تو گُل تر پایا
آنکھ سے ٹپکے ہوئے اشک کو گوہر پایا
جب کھلی آنکھ تیرا سامنے منظر پایا

درد میں دکھ میں کبھی ساتھ نہ چھوڑا تو نے
خدمتِ خلق سے مُنہ ہی نہیں موڑا تو نے

تیرے ہی فیض سے معمور ہے امانِ وطن
رشکِ جنت ہے تیرے نور سے میدانِ وطن
ہے تو ہی روحِ وطن اور تو ہی جانِ وطن
خاک میں دیکھ نہ مل جائے کہیں شانِ وطن

باغِ ہستی میں تیرے دم سے بہار آئی ہے
تجھ پہ سو جان سے قربان دلِ سودائی ہے

کھنچ گئی دل پہ تیری نقشِ وفا کی تصویر
دم غنیمت ہے ہمیں تیری ہوا کی تاثیر
چھوڑ کر اب تجھے ہوں کس سے بھلا دامنگیر
تو ہی تدبیر ہماری ہے تو ہی ہے تقدیر

زندگی بھر نہ چھٹے ہاتھ سے تیرا دامن
بعد مرنے کے ملے تیرے ہی سائے کا کفن

جماعت اوّل کا طریقہ تعلیم

(از جناب باوا برکت سنگھ صاحب بی اے پی ای ایس)

تمہید

مدرس کے لئے سب سے مشکل کام جماعت اول کو تعلیم دینا ہے۔ کیونکہ تعلیمی عمارت کی بنیاد اسی جماعت میں رکھی جاتی ہے۔ اگر اس وقت بچوں کے قوائے ذہنی اخلاقی اور بدنی کی باقاعدہ ترقی کا خیال چھوڑ دیا جائے تو ساری قوم کو مدرس کی اس غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ بقول شاعر:۔

خشت اول چوں نہد معمار کج — تا ثریا مے رود دیوار کج

چنانچہ ایک دفعہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ سے کسی نے دریافت کیا۔ کہ آپ چھوٹے بچوں میں کس لئے اپنا زیادہ وقت گذارتے ہیں۔ اور انہی کی وعظ و نصائح میں جوانوں کی نسبت کیوں زیادہ وقت دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ

چوب تر را چنانکہ خواہی پیچ — نہ شود خشک جز بآتش راست

پس جو تحریک چھوٹے بچوں میں شروع کی جاتی ہے وہ آئندہ نسلوں میں اچھی طرح سے پہنچ جاتی ہے۔ بوڑھے اور جوان نئی تحریکوں سے زیادہ موثر نہیں ہوتے۔ لہذا دانا اور ہوشیار مدرس وہی ہے۔ جو چھوٹے بچوں میں عقلی۔ بدنی اور اخلاقی تعلیم کے تاثرات نمایاں طور پر پیدا کر سکے۔ کیونکہ یہ چھوٹے بچے کسی ملک کے انسانی باغیچے کا ذخیرہ ہیں۔ جو باغبان ذخیرہ کے پودوں کا اچھا خیال نہیں رکھتا وہ اچھے نہال یا درخت پیدا نہیں کر سکتا۔ پس چھوٹے بچوں کا **مدرس** تجربہ کار عمر رسیدہ۔ خوش دل۔ بشاش۔ حلیم اور عاقل ہونا ضروری ہے۔ وہ بچوں میں بچہ بن جاوے۔ وقت اور موقعہ کے لحاظ سے ان کا ہمدرد۔ دوست۔ مہربان باپ اور اچھا نگران کہلا سکے۔ باوجود اچھا مدرس ہونے کے **سامان مدرسہ** کا جماعت اول کے لئے۔ وافر۔ موزوں۔ اور دلچسپ ہونا ضروری ہے۔ مثلاً کئی قسم کے نقشے چارٹ۔ حروف اور ہندسوں کی تاشیں۔ کوڑیاں۔ ریٹھوں کی گولیاں۔ تیلیوں کے مٹھے۔ وصلی اور وصلی کے ٹکڑے۔ رنگدار کاغذ۔ دلچسپ تصویریں۔ مختلف کھلونے بال فریم۔ گنتی کا صندوقچہ۔ حروف کے سروں کے نقشے۔ باغیچہ مدرسہ جس میں مختلف قسم کے پھول۔ پودے سڑکیں۔ روشیں۔ گملے اور اینٹیں موجود ہوں۔ گھر اور کھلونے بنانے کا سامان مثلاً گیلی مٹی۔ اپنی بنائی ہوئی چھوٹی چھوٹی اینٹیں۔ لکڑیاں جو نیزوں اور شہتیروں کا کام دیں اور جو گھٹے وغیرہ بنانے کے کام آ دیں۔ ریت مٹی جس پر لڑکے حروف اور ہندسے انگلیوں سے لکھ سکیں۔ رنگین چاک۔ سرکنڈے کے گودے وغیرہ۔

مگر یہ سامان اُس وقت تک کارآمد اور دلچسپ ثابت نہ ہوگا۔ جب تک جماعت اول کے طلبہ کے لئے **مکان** ہوادار۔ صاف ستھرا اور موزوں مُہیا نہ کیا جا سکے۔ اور اُس میں بیٹھنے والے طلبہ کی صفائی بدن ولباس وسامان وسامانِ نوشت وخواند کا بھی ساتھ ہی ساتھ خیال نہ رہے۔ وہ مکان مختلف تصویروں اور کھلونوں اور چارٹوں وغیرہ سے آراستہ کیا جاوے اور وہ سامان جس کا ذکر ہو چکا ہے اُس میں مناسب اور موزوں جگہ پر رکھا ہوا۔ ترتیب وار لگایا ہوا۔ یا لٹکایا ہوا ہونا چاہیئے۔ اور اس کے سامنے بناتاتی سامان جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ یعنی پھول۔ پودے۔ رَوشیں۔ سڑکیں۔ اور گملے اس مکان کی زینت کو بڑھا کر بچوں کے ساودیوں کو اپنی طرف کھینچ رہے ہوں۔

عام ہدایات

(۱) چھوٹے بچوں کا ٹائم ٹیبل ایسا ہو، جس میں دیر تک وُہ ایک طرف متوجہ نہ رہیں۔ یعنی ایک دو گھنٹے کے بعد تفریح ڈرل۔ گروپ گیمز۔ وغیرہ کے ذریعہ ان کے جسم ودماغ کو تروتازہ کر لیا جاوے۔

(۲) شروع شروع میں صرف گفتگو کے سبق ہوا کریں۔ مثلاً مختلف تصاویر کا دکھانا اور ان کی نسبت گفتگو کرنا۔ مختلف کھلونے دکھا کر ان پر بات چیت اُس کے لباس اور اعضائے جسمانی کی نسبت گفتگو اُس کے خاندان اور رشتہ داروں کی گفتگو۔ ان کی دیکھی بھالی اشیاء پر بات چیت کرنا۔ مدرسہ کی اشیاء اور گردوپیش آنے والی اشیاء پر گفتگو کرنا۔ یہ طریقہ ایک ماہ تک جاری رہے۔

(۳) مدرس شروع میں ان کو کھیل کا عادی جانے کر ان کے ساتھ کھیلنے اور باتوں باتوں میں ہی تعلیمی کام کرتا رہے دوکان۔ گھر۔ کھیت۔ مٹی کے کھلونے وغیرہ ان پر گفتگو کرتے کرتے تعلیمی کام کرتا جاوے تاکہ طلبا کو مدرسہ اور باہر کی حالت میں چنداں فرق معلوم نہ ہو۔

(۴) طلبہ کی آزادی کو چھیننا پسند نہ کرے بلکہ ان کی چلبلاہٹ کے جذبہ سے کام لے۔ جس طرح انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر بچے دوست بن جایا کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی اُن کا دوست بن جاوے۔ اور دوستانہ سلوک سے دوستی کا ثبوت دیتا رہے۔

(۵) چونکہ بچوں میں کچھ نہ کچھ کرتے رہنے کی عادت ہوتی ہے۔ اس لئے ان کی ذاتی سعی سے کام لے کر تعلیمی نتایج اخذ کرتا رہے۔

(۶) طبعی جذبات سے دسوائے بدنی سزا کے) حسب موقعہ کام لیتا رہے۔ مثلاً بڑھ چلنے کا خیال انعام شاباش مقابلہ کا خیال۔ نمبر حاصل کرنا۔ وغیرہ وغیرہ پس جو مدرس ان ہدایات کا خیال رکھیگا وہ بچوں کی فراہمی۔ سنبھال۔ اور تعلیم میں کامیابی حاصل کرے گا۔ بچے بھی مدرس کو ھوّا اور مدرسہ کو قید خانہ خیال نہیں کریں گے۔

بلکہ دوڑ دوڑ کر اپنے آرامگاہ کو مدرسہ) اور دوست (اُستاد) کے پاس آئیں گے۔ بقول شاعر ؎

ہر کُجا بوَد چشمۂ شیریں   مردم و مور و مُرغ گرد آیند

اب میں جماعت کے طریقۂ تعلیم کو اپنے تجربہ اور کامیابی کی بنا پہ تحریر کروں گا۔ کیونکہ میں کتابی عبارتوں کا نقل کرنا اور دوسروں کے چبائے ہوئے نوالے کا چبانا پسند نہیں کرتا۔

پڑھنا

پڑھنا سکھانا۔ اس کے تین طریقے داناؤں نے بتلائے ہیں۔

(۱) بین وگو   (۲) طریق تہجی   (۳) طریق الصوت

بین وگو کا طریقہ قدرتی ہے کیونکہ بچہ پہلے الفاظ اور فقرات سیکھنا شروع کرتا ہے مگر یہ طریقہ اُس زبان میں زیادہ تر آسانی سے چل سکتا ہے۔ جس میں حرکات بالحروف ہوں۔ مثلاً انگریزی اور اُس زبان میں کامیابی بمشکل ہوتی ہے۔ جس میں حرکات بالاعراب ہوں۔ مثلاً اُردو۔ میں نے اس طریق کو بوتالہ مڈل سکول میں عرصہ دو سال تک تجربہ کر کے دیکھا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں۔ کہ جب تک مدرس سخت محنت نہ کرے اور آخر میں طریق تہجی کی امداد نہ لیوے اس کی پوری کامیابی مشکل ہے۔ ہاں اگر مدرس محنتی دانا اور ہوشیار ہو۔ تو ذیل کے طریق پر چلنے سے کامیاب ہو سکتا ہے۔

(۱) میکملن کمیٹی کے نقشوں کے سیٹ کے ذریعے جو کہ باقاعدہ بنائے گئے ہیں۔ پہلے دو حرفی مرکبات پھر سہ حرفی مرکبات اور چار حرفی کی تعلیم دیوے۔

(۲) کچھ اپنے فقرات بھی بنانے کی قابلیت رکھتا ہو۔ اور اشیاء یا تصویر مہیا کر کے کام چلا دے۔ مثلاً رام۔ رام آیا۔ آم لایا۔ ان فقرات سے میم کی آواز اخذ کرے اور اسی طرح رات آئی۔ راگ آیا۔ رام آیا میں سے رَ کی آواز اور آ کی آواز کو اخذ کیا جا سکتا ہے۔ اب اسی طرح ارم رام کے الفاظ بن سکتے ہیں۔

(۳) پس جب مدرس اپنی دانائی اور ہوشیاری سے تقریباً تمام حروف اور اُن کی آوازیں اخذ کر دیوے اور ان کے نام مثلاً (ب) پ، ت ہٹ، ٹ وغیرہ گویا سارے حروف تہجی پڑھا کر اُن کی آوازیں بنا دے۔ ان کے سُر سمجھا دے اور اعراب بتا کر تجزی کرنا اور ہجے سمجھا دے۔ اب دونو طریقے ملا کر چلے۔ یعنی مشکل جگہ کو طریق تہجی سے چلا دے اور آسان کو بین وگو سے چلاتا رہے۔ مگر جہاں تک ہو سکے تعلیم بذریعہ مقرون اشیاء کرتا رہے۔ یعنے فقرات میں جو نام آویں۔ ان کی اشیاء اور تصاویر دکھاتا رہے۔ اور اپنے جسم اور اعضاء کی حرکات سے فقرات کا مفہوم سمجھاتا رہے۔ مثلاً میں اندر آتا ہوں۔ اندر آ کر۔

میں باہر جاتا ہوں باہر جاؤ۔ میں قلم پکڑتا ہوں قلم پکڑ کر سمجھا وے۔ پس آہستہ آہستہ بچہ چل نکلے گا۔ کتاب استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۴) پھر کوئی قاعدہ جو ہین وگو کے طرز پر لکھا گیا ہو۔ طلبہ کو پڑھاوے اس طریقہ سے تین چار ماہ کے اندر اندر بچہ کتاب پڑھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

طریق تہجی یہ طریقہ بھی میرے تجربہ میں آیا ہے۔ گو یہ قدرتی نہیں اور بچوں کے لئے غیر مانوس ہے۔ مگر دانا مدرس اس کو دلچسپ بنا سکتا ہے۔ اور جب چل پڑے۔ تو بہت کامیابی سے چلتا ہے اور اندھے کی لاٹھی کی طرح یہ طریقہ ان کا عمدہ سہارا بن جاتا ہے۔ اور پڑھنے کی کوئی مشکل نہیں ہے۔ جس میں اس طریق کا تیار کردہ بچہ گھبرا جائے۔ مگر اس کے لئے مفصلہ ذیل ہدایات پر کاربند رہنا ضروری ہے۔

(۱) حروف بطور اسباق الاشیاء پڑھائے جاویں۔ مثلاً مٹی کے بنا کر۔ کھانڈ کے کھلونے بنا کر۔ ریت کے بنا کر۔ موم کے بنا کر۔ تاش کے ذریعہ اور تختہ سیاہ پر فرداً فرداً لکھ کر اس کی نقل زمین پر طلباء سے کرا کر۔

(۲) جب حروف سیکھ جاویں۔ تو ان کی آوازیں سکھائی جاویں۔ اور تصاویر کے ذریعے یا اشیاء کے ذریعے ذہن نشین کراوے۔ ک۔ کتا۔ ب بلی۔ الف آلو۔ پ۔ پ ش س وغیرہ۔

(۳) اس کے بعد اعراب زیر۔ زبر۔ پیش پڑھائی جاویں۔ اور ان کی آوازوں کو سمجھایا جاوے۔ اور مشق کرائی جائے مثلاً ب۔ ج۔ ص۔ م۔ ن وغیرہ وغیرہ

(۴) پھر حروف کے سر اور ان کا شروع و آخیر اور درمیان میں آنا سمجھاوے اور اس قسم کا ایک نقشہ تیار کر لیا جاوے یا چھاپہ شدہ شیٹ میں ایک نقشہ موجود ہے۔ اس سے امداد لی جاوے۔ مثلاً س اس کا سر اور شروع میں سا بیچ میں کسیل اور آخر پر س۔ اسی طرح تمام کو سمجھاوے۔ اس کے مد۔ شد اور نون غنہ والے الفاظ کی مشق یکے بعد دیگرے کرائے۔

(۵) دو حرفی مرکبات بعد سہ حرفی مرکبات چہار حرفی مرکبات جو بامعنی ہوں فقرات میں ڈال کر سکھاوے۔

(۶) اس کے بعد چھوٹی چھوٹی کہانیاں اور لطیفے تیار کرے۔

(۷) اس ترتیب پر اکثر قاعدے بنے ہوئے ہیں۔ مثلاً قاعدہ طرز جدید۔ اس سے کام لیوے۔ اور مدرس خود بھی زائد مثالیں خود ساختہ تختہ سیاہ پر مشق کرا کر ان کے ذخیرۂ خیالات و ذخیرۂ الفاظ کو بڑھاتا رہے۔ پس آہستہ آہستہ بچہ ایسا چل نکلے گا کہ کبھی جنبش نہیں کھائے گا۔

لکھنا لکھنا پڑھنے کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ طریق ہین وگو میں ایک لکیر پر فقرات کو نقل کرنا سکھایا جاوے پہلے مدرس تختہ سیاہ پر نمونہ دیوے۔ پھر لڑکے زمین پر انگلیوں سے لکھیں اور مدرس دیکھے۔

پھر تختی پر نقل کرائی جائے پس جس طرح پڑھنے میں بچے حروف کی آوازیں اخذ کرتے جاویں گے۔ لکھنے میں بھی کرتے جاویں گے۔ اور ساتھ ہی ساتھ لکھنا سیکھ جاویں گے۔

مگر طریق نہجی کے ذریعے چلنے والے مدرس جوں جوں حروف پڑھاتے جاویں۔ اس کی مٹی۔ موم۔ یا پٹ کی شکلیں بناویں۔ طلباء سے بھی اس قسم کی بنواویں اور پھر اس شکل کو تاش پر دکھاویں اور تختہ سیاہ پر اُن کے سامنے بناویں اور طلباء کو تختیوں پر ایک لکیر کھینچ کر نقل کراویں۔ جب حروف سیکھ لیویں۔ تو دو تین اور چار حرفی مرکبات اور فقرات کی نقل نمونہ دیکر ایک لکیر پر کرنا سکھاویں۔ مگر لکھنا سکھانے میں حسب ذیل ہدایات پر کاربند رہنا چاہیئے۔

(۱) طلباء کا سامان نوشت و خواند درست ہو۔ مدرس پڑتال کر لیا کرے۔

(۲) ان کی طرز نشست اچھی ہو اور قلم پکڑنے کا طریقہ ٹھیک ہو۔

(۳) جب لکھیں تو دیکھتا رہے۔ بعض لڑکے اُلٹا لکھ کر حرف یا لفظ کو پورا کر دیتے ہیں۔ ایسی غلطیوں میں فوراً روک کر رہنمائی کی جایا کرے۔

(۴) کاپی سلپ کے ایک صفحہ کو تین چار دن تک تھوڑا تھوڑا کر کے سکھایا جاوے۔ جب صفحہ مکمل ہو جاوے تو پھر سارے صفحہ کا نمونہ دیوے۔

(۵) ہر روز عام غلطیاں تختہ سیاہ پر لکھوا کر نقائص تحریر کو درست کرتا رہے۔

(۶) مٹانے اور میلا کرنے سے اور ہاتھ پاؤں اور منہ کالا کرنے سے باز رکھے۔

(۷) حروف کے حصص کی تجزّی میں ان خطوط سے کام لیویں۔

پہلے کھڑا خط۔ پڑا خط۔ ترچھا خط۔ اُلٹے دائرے۔ سیدھے دائرے کا تصور دلاؤ۔

(۸) ایک لکیر کی پابندی خوب سکھاوے۔ بعض لڑکے لکیر کھینچ کر اس سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ اس بات کا خیال رہے۔ اور ان کو سمجھا دیا جاوے کہ الف نما حصے لکیر کے اُوپر رہیں اور دائرے دار نیچے اور چھوٹے حروف اُوپر اور ب نما حصے لکیر پر لیٹتے ہیں۔ مثلاً اب ج د ر ک م ل وغیرہ۔

(۹) متشابہ حروف کے گروہ بنا لیا کرے مثلاً (۱) ع ج (۲) ص ۔س ۔ن ۔ل وغیرہ۔

(۱۰) حروف کے حصص کا موٹا اور باریک کرنا سمجھاوے اور قلم کے قط اور قلم کا آدھا۔ چوتھائی اور صرف نوک یا پورا قط لگانا سمجھاوے۔

(۱۱) حسب موقعہ رنگدار چاک سے اسباق لکھنے کے حروف کو دلچسپ بناوے مثلاً موٹا حصہ کسی رنگ سے اور باریک کسی سے یا ایک حرف کسی ایک رنگ سے اور دوسرا دوسرے رنگ سے چاک کے ساتھ

بناوے اور طلباء کی توجہ کو اپنی طرف کھینچتا رہے۔

(۱۲) ان میں ایک دوسرے کا لکھا ہوا دکھا کر خوبصورتی اور موزوں نوشت کا مذاق بڑھاتا رہے۔ اور اپنے نمونہ سے سونے پر سوہاگے کا کام کرے تاکہ لکھنے کے ساتھ خوش خطی بھی عمدہ ہو جاوے۔

حساب کے یہ مضمون گولیوں۔ پنسلوں۔ کوڑیوں۔ کنکروں۔ رنگدار کاغذوں کی پٹیوں کے ذریعے سکھائے غرضیکہ اُن اشیاء کے ذریعے سکھاوے جن کو وہ دیکھتے ہیں۔ یا جن سے وہ کھیلا کرتے ہیں۔ یا جن کو وہ کھاتے ہیں۔ مثلاً لڈو۔ بیر۔ بادام وغیرہ۔

پہلے قرأت سکھاوے۔ پھر کتابت سکھاوے۔ مثلاً ایک گولی اُن سے نکلوائے۔ ایک کوڑی۔ ایک تیلی ایک لڈو۔ مختلف طلباء سے اُٹھوائے یا نکلوائے۔ اسی طرح مقرون اشیاء کے ذریعے ایک کی قرأت سکھاوے۔ پھر ایک تیلی لیکر اس کی شکل تختہ سیاہ پر بناوے اور کہے ایک کی آواز کو ایک تیلی کی شکل میں لکھتے ہیں۔ پھر ان سے زمین پر لکھواوے اور پھر تختی پر نقل کرائے۔ اسی طرح ایک گولی یا تیلی یا لڈو وغیرہ اشیاء اور شامل کرکے دو کی قرأت سکھاوے۔ اور دو تیلیوں یا رنگدار کاغذ کی پٹیوں سے دو کے ہندسے کی شکل سامنے تختہ سیاہ پر بنادے۔ اور پھر وہی شکل رنگدار چاک سے تختہ سیاہ پر بنا کر کہے یہ دو کی شکل ہے اس کو زمین پر سکھاوے۔ اور پھر تختی پر نقل کرائے۔ اسی طرح بذریعہ اشیاء ایک ایک زیادہ کرکے نو اکائیاں سکھاوے۔ اس کے بعد صفر سکھائے۔ دس دس اشیاء کی ڈھیریاں بنا کر دھائی کا تصور دکھائے اور نو مٹھے دس دس تیلیوں کے باندھے۔ اس طرح پھر ایک مٹھے کی مدد سے ایک دھائی کی قرأت ا ور ایک کے آگے دائیں طرف صفر بڑھا کر اس کی کتابت سکھاوے اور پہلی طرح طلباء سے مشق کرائے۔ اسی طرح نو دھائیاں سکھالیوے۔ پس ۹ اکائیاں دھائیاں سکھا کر پہلی دھائی کے ساتھ ۹ اکائیاں ملا کر ان کی قرأت اور کتابت سکھاتا جاوے اسی طرح ۹۹ تک سکھا کر پہلی دھائی کی دائیں طرف ایک اور صفر بڑھا کر ۱۰۰ کا ہندسہ سکھاوے۔ اور مشق کراوے۔

عام ہدایات

(۱) ۹ تک ہندسہ سکھانے کے ساتھ ساتھ ہی اُن کی جمع و تفریق بھی بذریعہ اشیاء اور بالفریم سکھاتا رہے

(۲) سَو تک پہاڑے بھی بالفریم پر بنا بنا کر سکھاتا جاوے اور جمع۔ تفریق ضرب و تقسیم کی مثالوں کی مشق بذریعہ اشیاء کراتا رہے۔ اور چھوٹے چھوٹے عبارتی سوال ان کی مادری زبان میں سکھایا کرے۔

(۳) نو اکائیوں کا نو اکائیوں میں جوڑنا اور ان کا تفریق کرنا سکھاوے۔ اس سے لڑکے انگلیوں پر گننے کی عادت

بد سے چھوٹ جاویں گے۔

مثلاً:- ۱+۱=۲ ۱+۲=۳ وغیرہ   ۲+۱=۳ ۲+۲=۴ وغیرہ

اور اسی طرح تفریق کرنا = مثلاً

۹-۱=۸ ۹-۲=۷ وغیرہ   ۹-۲=۷ ۹-۳=۶ وغیرہ

(۴) لکھتے وقت مدرس دیکھتا رہے کہ لڑکے اُلٹا تو نہیں لکھتے۔ اور مٹانے اور دھبّہ لگانے سے باز رکھے۔

(۵) ۱۹-۲۹-۳۹-وغیرہ نو والے ہندسوں کی مہارنی اور مشق علیحدہ کروائی جاوے۔

(۶) بتاوے کہ دھائی کا صفر اکائی کا مونڈھا دائیں طرف ہوتا ہے۔ اور اکائی اس پر بیٹھتی ہے۔ لڑکے اس طرح اُلٹے ہندسے لکھنے سے بچ جاویں گے۔

مثلاً ۱۰+۱=۱۱ اس میں ایک دس کے صفر پر جو اس کا مونڈھا ہے بیٹھ گیا ہے۔ اس طرح اور ہندسوں کی مشق کرائے۔

(۷) جس قدر سکھاوئے۔ اتنے میں سے انفرادی لکھوا کر دیکھ لیا کرے اور جو ہندسے غلط ہوں اُن کو تختہ سیاہ پر لکھ کر پھر نقل کرائے پھر دوسری دفعہ کے انفرادی ہندسوں میں وہی غلط ہند. ڈال کر مشق کرائے۔

(۸) مہارنی کے لئے ہر روز کچھ نہ کچھ وقت نکالے۔

پس جماعت اوّل کے ہر سہ مضامین کے تجربہ کردہ طریقوں کو قلم بند کر کے التماس ہے۔ کہ اگر مدرس ان پر چلے گا تو ضرور کامیابی کا منہ دیکھے گا۔ اور اگر حکام بالا قبول فرمائیں گے۔ تو زہے قسمت۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

رباعی

مر مر کے میں جیتا ہوں اسی حسرت میں
صد حیف کہ سب عمر کٹی غفلت میں
کی میں نے نہ کچھ لائق عبادت میں ہا
سنتا ہوں کہ وسعت ہے بڑی رحمت میں

نتیجۂ مسکین عتیق
لہیا

غزل شاکر

(از جناب پنڈت شیو ناتھ صاحب شاکر گوالیار)

شب ہجر نغمۂ غم فزا وہ سُنے جو اس دلِ زار کا
رہے شوق پھر نہ ستار کا۔ سُنے زمزمہ نہ ہزار کا

ہدف اُنکی تیر نگاہ کا کروں کیوں نہ طائرِ دل کو میں
یہ سُنا ہے میں نے کہ اندنوں اُنہیں شوق بھی ہے شکار کا

کوئی پُوچھے گا نہ پسِ فنا کہ گیا کہاں وہ جو تھا یہاں
نہ پتہ ملے گا مکان کا نہ نشان رہے گا مزار کا

نہیں بچتے نقش و نگار یہ۔ جو بنے ہیں چادر چرخ پر
مرے دل پر ایسا ہے کچھ اثر۔ ترے در کے نقش و نگار کا

ارے نامہ بر تو چلا کدھر تجھے کچھ خبر بھی ہے بیخبر
جو جناب دل نے چھپا لیا۔ وہ پتہ ہے منزلِ یار کا

جو سُنائی شاکر خستہ نے غزل اپنی جذبۂ شوق میں
کہیں آہ تھی کہیں واہ تھی۔ یہ تھا نقشہ محفلِ یار کا

نقشِ پا

(از جناب غلام محی الدین صاحب المتخلص بہ نائل شاگرد سائل دھلوی مدظلہ)

ہے کس قدر نحیف تن و توشِ نقشِ پا
بارِ گراں اُٹھائینگے کیا دوشِ نقشِ پا

ہے خاکِ پائے یار مرا جوہر وجود
اس واسطے ہوا ہوں میں ہم دوشِ نقشِ پا

تلو بار لے چکا ہوں قدم نقشِ پا کے میں
پھر بھی کھلے نہیں لبِ خاموشِ نقشِ پا

گرتے ہیں اشکِ غم جو مری چشم زار سے
بنتا ہے قطرہ قطرہ دُرِ گوشِ نقشِ پا

اُفتادگانِ خاک بھلا جی اُٹھیں نہ کیوں
کھولے تو لب ذرا لبِ خاموشِ نقشِ پا

جس جا پڑا پڑا ہی رہا حشر تک یونہی
کس درجہ مضمحل ہے تن و توشِ نقشِ پا

وہ خوش نصیب ہیں وہ مسرت نصیب ہیں
ہوتی ہے جنکی خاک ہم آغوشِ نقشِ پا

اے میری آرزو مجھے ملنے دے خاک میں
میں چاہتا ہوں۔ گوشۂ آغوشِ نقشِ پا

(نتیجہ فکر نائل انبالوی)

گذشتہ پیوستہ — سلسلہ کیلئے دیکھئے

جلوۂ عابد

خصوصیاتِ کلامِ مشاہیر

(از سید دل محمدؐ صاحب فضا فاضل ادب جالندھری)

(۱) اعتبار الملک لسان الدہر حکیم الشعرا حضرت دلؔ شاہجہانپوری - آپ کا کلام حقیقی معنی میں رنگِ تغزل سے لبریز ہے - بلندیِ تخیل معنویت - موسیقیت حسن تراکیب بے ساختگی - ندرتِ بیان کا آئینہ دار اور ابتذال و عریانیت سے محفوظ ہے - آپ نے جو لفظی و معنوی احتیاط اپنے کلام میں برتی ہے - وہ اہلِ ذوق کے لئے جاذبِ نظر ہے - جذبات نگاری و محاکات آپ کا رنگِ مخصوص ہے -

(۲) لسان الملک خیام العصر حضرت ریاضؔ خیر آبادی - صفائی زبان - دلکشی طرزِ ادا باعتبار مذاق رندانہ دورِ حاضرہ میں آپ کا کوئی حریف نہیں - آپ کی خمریات حافظ و خیام کا جواب ہیں -

(۳) نواب فصاحت جنگ جلیل القدر حضرت جلیلؔ جانشین امیر مینائی - صفائی زبان چستی بندش - رنگِ قدیم کے ساتھ جدتِ طرزِ ادا بھی آپ کے کلام میں نمایاں ہے - اپنے اُستاد کے اندازِ بیان کی تقلید فرماتے ہیں -

(۴) ابو العلا حضرت ناطقؔ لکھنوی - جدید رنگِ تغزل کے ساتھ شستہ ترکیبیں صفائیِ زبان کا لحاظ آپ کا خاص رنگ ہے - بلندیِ تخیل کے ساتھ آپ کے کلام میں اُستادانہ رنگ پایا جاتا ہے -

(۵) لسان القوم مولٰنا صفیؔ لکھنوی - لکھنؤ میں آپ کی ذات بہ اعتبار رنگِ تغزل قابلِ ستائش ہے - آپ ایک کہنہ مشق اور نغز گو شاعر ہیں - فارسی تراکیب کو حسن کے ساتھ نظم فرماتے ہیں - آپ کا کلام جذبات سے لبریز ہے -

(۶) افضل الشعرا حضرت عابدؔ شاہجہان پوری - آپ کا رنگِ تغزل جذبات سے لبریز متانت و سنجیدگی سے معمور اور دلکش تراکیب سے مملو ہے - مذاقِ سلیم کا لحاظ اور پست خیال سے آپ کو غیر معمولی اجتناب ہے - سطحی مضامین آپ کے یہاں نہیں پائے جاتے -

(۷) ابو المعانی حضرت یگانہؔ (یاس) لکھنوی سب رجسٹرار عثمان آباد - آپ کا رنگِ تغزل جدت آفرینی سے لبریز ہے - بیشتر ناصحانہ اور فلسفیانہ رنگ بھی اختیار فرماتے ہیں - آپ کے کلام میں معنویت بکثرت پائی جاتی ہے -

(۸) لسان الہند مرزا عزیزؔ لکھنوی - بلاغتِ خیال اور جدید رنگِ تغزل میں آپ کی ہستی قابلِ فخر ہے -

آپ کا کلام سوز و گداز سے لبریز ہے۔

(۹) ثاقب لکھنوی ۔جدید رنگِ تغزل کے ساتھ آپ کے کلام میں منیر شکوہ آبادی کا رنگ زیادہ نمایاں ہے ۔وقت پسندی آپ کے کلام میں زیادہ پائی جاتی ہے ۔

(۱۰) فرید الدہر جانشین داغ حضرت بیخود دہلوی ۔آپکی ذات دہلی میں غنیمت ہے ۔خیال بلند۔زبان صاف۔اپنے اُستاد کی پیروی فرماتے ہیں ۔

(۱۱) ابوالمعظم جناب سائل دہلوی ۔آپ کی ذات بھی شعرائے دہلی میں ارفع ہے پیروی اُستاد کے ساتھ آپ رنگِ میر بھی برتتے ہیں۔

(۱۲) سید حسین احمد صاحب بیباک شاہجہانپوری ۔آپ حضرت داغ کے تلامذہ میں ایک امتیازی منزلت رکھتے ہیں ہیں ۔آپکا کلام اعلےٰ جذبات مذاقِ سلیم کے ساتھ بلندیِ خیال سے مملو ہے۔آپکے رنگِ تغزل میں سطحی مضامین نہیں ہیں۔

(۱۳) ناخدائے سخن جناب نوح ناروی جانشین حضرت داغ دہلوی ۔آپ رنگِ تغزل میں بلحاظ زبان اپنے اُستاد کی بہترین تقلید فرماتے ہیں۔کہنہ مشق۔پُرگو ہیں۔آپ اپنے مقطع میں ہمیشہ طوفان برپا کرتے رہتے ہیں ۔

(۱۴) جناب فانی بدایونی ۔جدید رنگِ تغزل میں جذبات نگاری اور اس کے ساتھ بلندیِ خیال اور کلام میں تاثیر پیدا کرنا آپ کا رنگ ہے ۔

(۱۵) طوطیِ نازک خیال حضرت جگر مرادآبادی ۔تغزل میں جدت ۔کلام میں چستی اور شانِ تغزل نمایاں ہے۔اکثر صفائی زبان کے لحاظ سے حضرت داغ کا رنگ بھی اختیار فرماتے ہیں ۔

(۱۶) جناب اصغر گونڈوی ۔آپکا کلام صوفیانہ مذاق اور جدید رنگ تغزل سے لبریز ہے بلندی تخیل اور بلاغت خیال آپکا نمایاں وصف ہے

(۱۷) جناب آرزو لکھنوی جانشین حضرت جلال مرحوم ۔قدیم رنگِ تغزل میں آپنے لفظی اور معنوی جدت کی ہے مشّاقی اور محاورات کا برمحل استعمال زبان کی لطافت آپکے کلام میں ہر جگہ نمایاں ہے۔آپ حقیقی معنی میں حضرت جلال کے جانشین ہیں

(۱۸) حسرت موہانی ۔آپکا رنگِ جدید بھی قابلِ ستائش ہے۔کہیں کہیں جرأت کا رنگ بھی اختیار کر لیتے ہیں۔فارسی تراکیب کے استعمال میں غالب کی تقلید فرماتے ہیں۔آپکا کلام اکثر قومی نظموں اور ناصحانہ مضامین سے معمور ہے نیز بلندی خیال اور رنگینی طرز ادا بھی آپ کی خصوصیات ہیں

(۱۹) جناب بیخود موہانی ۔آپ بیشتر غالب کی تقلید فرماتے ہیں۔صفائی زبان بلاغت خیال اور حُسن ترکیب آپ کا رنگِ خاص ہے سطحی خیال آپ کے کلام میں نظر نہیں آتے۔

(۲۰) ابوالفصاحت حضرت جوش ملسیانی ۔آپکے تغزل میں قدیم و جدید دونو رنگ پائے جاتے ہیں ۔ہندو شعراء کی صف میں آپ کا کوئی جواب نہیں ۔

(۲۱) خان بہادر رضا علی وحشت کلکتوی ۔آپکا کلام بھی رنگِ جدید کی شان لئے ہوئے ہے ۔آپ فارسی تراکیب حُسن کے ساتھ برتتے ہیں

مجھے افسوس ہے کہ بخیالِ تطویل میں دیگر مشاہیر کی خصوصیات کلام قلمبند نہ کر سکا ۔طالبِ معذرت ہوں *

افضل الشعراء مصورِ حقیقت حضرت عابد شاہجہانپوری

حضرت عابد شاہجہانپوری دُنیائے شعر و سخن میں کسی خاص تعارف کے محتاج نہیں حضرت دل شاہجہانپوری سے جس محنت و قابلیت سے ان کی تربیت فرمائی ہے - وہ حضرت عابد کے کلام میں جا بجا مشکور نظر آتی ہے - ان کی غزل گوئی کا انداز بالکل وہی ہے - جو آج کل ہر جگہ مقبول ہو رہا ہے - ان کے میخانۂ تخیل کا ہر ایک جام شعریت و معنویت کے بادۂ سرجوش سے ہر وقت جھلکتا نظر آتا ہے - سید دل محمد صاحب فضا جالندھری نے اس تبصرہ میں ان کے کلام کے محاسن بڑی قابلیت سے واضح کئے ہیں - انہوں نے جو کچھ لکھا ہے - اس میں حسنِ عقیدت یا مبالغہ کو مطلق دخل نہیں - بلکہ محض اظہارِ حقیقت ہے - اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ - {جوشؔ ملسیانی

ہندوستان کے مشہور شاعر افضل الشعرا مصورِ حقیقت حضرت عابد کے اشعار تشنہ لبانِ ادب کے لئے آبحیات کا حکم رکھتے ہیں - آپ کی بلندی تخیل پاکیزگی خیالات حُسنِ بیان محاکات و جذبات نگاری سے اہلِ نظر معترف ہیں -

عہدِ حاضرہ میں شاعری نے ایک نئی کروٹ بدلی ہے - روشِ سخن میں انقلاب پیدا ہو گیا ہے اور نظریۂ شاعری تبدیل ہو چکا ہے - انگریزی ادب کے استفادے نے ہندوستان کے ایک مخصوص طبقے میں رنگِ جدید کی رُوح پھونک دی ہے - اس طبقے کے نزدیک گُل و بُلبل زُلف و کاکل خال و خط - نزع و ماتم - نیز اس قبیل کے دوسرے شاعرانہ مصطلحات ایک دفترِ بے معنی سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتے - رنگِ جدید کے سربرآوردہ اصحاب میں سے جو شہرت اور افتخار عالیجناب اعتبار الملک لسان الدہر قبلہ حضرتِ دلؔ شاہجہان پوری اور افضل الشعراء مصورِ حقیقت حضرت عابد شاہجہانپوری کو ہے - اُس سے اہلِ نظر آشنا ہیں - جناب عابد کی شاعری رعنائی تخیل - بلند پروازی - سنجیدگی - سوز و گداز - اسرار و معارف سے لبریز ہے - آپ خصوصیات شعری کے لحاظ سے اپنے معاصرین میں سب سے بلند اور نمایاں مقام پر فائز ہیں - اور ہر شخص آپ کے کمالاتِ شاعری کا معترف ہے - آپکی نمایاں خصوصیت سے موجودہ انگریزی ادب کا سربرآوردہ طبقہ آشنا اور آپ کے مذاقِ سلیم کا گرویدہ ہے - یہ گروہ کمالِ شوق سے آپ کے کلام کا مطالعہ کرتا ہے - اور اُس کے وجد آفرین تخیلات پر اسی طرح سر دُھنتا ہے - جس طرح کوئی مشرقی ذہنیت کا آدمی آپ کے کلام میں وصل - شباب - رقیب - عدو - دشمن وغیرہ کے مبارک نام کہیں نظر نہیں آتے - جہاں کہیں شوخی پائی جاتی ہے - متانت و سنجیدگی کا پہلو لئے ہوئے ہے - آپ کا کلام خصوصیاتِ ذیل سے لبریز ہے -

(۱) مبتذل اور عریاں مضامین سے اجتناب (۲) خارجی مضامین یعنی خال و خط سے احتراز
(۳) صفائی - برجستگی - سادگی (۴) رفعت و بلندی (۵) سوز و گداز (۶) جوش و مستی

(۷) محاکات و مصوری۔ (۸) فلسفہ و تصوف۔ (۹) تاثیر بیان وغیرہ

مجھے مسرت ہے۔ کہ جناب عابد کا کلام عام سطح سے بہت بلند اور رنگ جدید سے لبریز ہے تمام مجموعۂ کلام میں کوئی غیر مہذب۔ غیر سنجیدہ۔ مبتذل ورکیک لفظ یا عریاں مضمون نہیں ملتا۔ ڈوبی ہوئی نبضیں پتھرائی ہوئی آنکھیں۔ عالم نزع کے مصائب کہیں نظر نہیں آتے۔ چنانچہ ایک جگہ خود فرماتے ہیں۔

عابد یہی اب رہ گیا معیار تغزل ڈوبی ہوئی نبضیں ہیں دمِ بازپسیں ہیں

صوفیانہ فلسفیانہ اور محاکاتی عنصر بہت زیادہ ہے۔ ہر شعر جوش و سرستی صفائی و برجستگی۔ شوکت و بلندی حُسنِ ادا کا آئینہ وار ہے۔ ملک کے چند اہل الرائے کے اقوال پیش کرتا ہوں۔ جس سے یہ اندازہ ہو سکیگا کہ نگہ اہلِ نظر میں حضرت عابد کی منزلت کہاں تک ہے۔

ابو العلا حضرت ناطق لکھنوی۔ میں آپ کے کلام میں کامل بلندی محسوس کرتا ہوں۔

رئیس التحریر علامہ حضرت نیاز فتحپوری۔ میں آپ کی بلند خیالی کا مداح ہوں حضرت دل کے تلامذہ میں آپ کی ہستی مایۂ ناز اور قابلِ افتخار ہے۔

لسان الہند مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی۔ مجھے سخن گوئی کے ساتھ ساتھ آپ کی سخن سنجی کا بھی اعتراف ہے۔

حضرت ندرت میرٹھی خلف حضرت شوکت میرٹھی مجدد السنۂ شرقیہ۔ آپ کے کلام کی رنگینی اور بلندی تخیل انتہائی دلکش ہے۔

ابو الفصاحت حضرت جوش ملسیانی تلمیذ حضرت داغ دہلوی۔ اعتبار الملک لسان الدہر حضرت دل اور افضل الشعراء حضرت عابد شاہجہانپوری کا رنگِ تغزل ٹکسالی ہے۔ اور ہندوستان بھر میں دو حضرات بہترین غزل گو ہیں۔

اب میں آپ کا کلام بلاغت نظام محاسنِ صوری و معنوی کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔

جناب عابد کا رنگِ تغزل

آپ کے کلام میں تغزل کے تمام عناصر موجود ہیں۔ ہر صنف پر ایک تفصیلی نظر ڈالنے کی کوشش کرونگا۔

محاکات کسی چیز کے ہو بہو نقشہ کھینچنے کو محاکات کہتے ہیں۔ شاعر قوت مدرکہ کی استعانت سے مرئی اور غیر مرئی مناظر کی تصویر کھینچتا ہے۔ اور کوشش کرتا ہے۔ کہ تمام جزئیات و کلیات کا نقشہ اُتر آئے جس طرح مصور تصویر کشی کے لئے مختلف سامان فراہم کرتا ہے۔ اسی طرح ایک شاعر التزام محاکات کے لئے تشبیہ و تمثیل اختیار کرتا ہے۔ مگر فرق یہ ہوتا ہے کہ مصور صرف مرئی مناظر کو رنگ و روغن سے چمکا سکتا ہے اور شاعر مرئی وغیرہ

مرئی ہر دو مناظر کو پیش کر سکتا ہے جس کے کلام میں یہ وصف جتنا نمایاں ہوگا اُسی قدر اُس کی شاعری مقبول ہوگی میرے محترم دوست کا کلام سرتاپا محاکات سے لبریز ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:۔ ؎

تیری رعنائی مستور پہ جب غور کیا ۔ ایک دُنیا نظر آئی پس دُنیا مجھ کو

رعنائی مستور پیش نظر ہے جس کے جلووں سے ذرہ ذرہ رشکِ آفتاب اور ایک موج نُور بن گیا ہے۔ عالم غیر محسوسات کے مناظر بے نقاب ہو کر دلکشی نظر کا سامان ہو رہے ہیں۔ نگہ شوق ایک ایسی دُنیا سے آشنا ہے۔ جہاں عام نگاہوں کی رسائی نہیں ہوتی۔ ہر طرف جلوے ہی جلوے نظر آتے ہیں۔ دل و دماغ پر ایک کیف طاری ہے۔ ہر منظر اس قدر جاذب نظر ہے کہ دل تڑپ اُٹھتا ہے۔ جناب عابد کی قوتِ مدرکہ اور احساسِ لطیف کے کرشمے دیکھئے اور شعر پڑھ کر لُطف اُٹھائیے۔ ؎

جوش پر ہیں بہار کے جلوے ۔ آ گیا پھر پیام رخصتِ ہوش

بہارِ گل کے جلووں کا سامنے اور مآل کا پیشِ نظر ہو کر آ گیا پھر پیام رخصتِ ہوش بے اختیار زبان پر آ جانا۔ رنگِ محاکات کی بہترین مثال ہے۔ تمام واقعات کا تفصیلی طور سے اس دلکشی کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے کہ شاعر کی قوتِ مشق پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ اور تصویر آغاز و انجام نظروں کے سامنے کھنچ جاتی ہے۔ محاکات کے ساتھ ندرتِ تخیل اور تاثیرِ بیان کا یہ عالم ہے۔ کہ شعر پڑھ کر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ؎

دیکھ تو اے نگاہِ بے پروا ۔ اشکِ پیہم ہیں شکوۂ خاموش

دل جوشِ غم سے تڑپ رہا ہے۔ آنکھوں سے اشکِ پیہم رواں ہیں۔ ہر طرف اک عالمِ یاس چھایا ہوا ہے۔ احترامِ عشق مدِ نظر ہے۔ دلِ غمگین نا آشنائے نالہ و فریاد ہے۔ نگہِ بے پروائے محبوب۔ بیگانۂ التفات ہے۔ اس لئے اُس کو مخاطب کر کے توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ ہر اشکِ رواں ایک شکوۂ خاموش اور کیفیاتِ حُزن و ملال کا آئینہ ہے۔ دیکھئے یہ تصویر اس رنگِ تخیل سے پیش کی گئی کہ تمام جُزئیات و کُلیات کا نقشہ نظروں کے سامنے کھنچ جاتا ہے شکوۂ خاموش کی معنویت قابلِ ستائش اور شاعر کی وسیع النظری کی ایک تفسیر ہے۔ میں اپنے محترم دوست کا یہ شعر اہلِ نظر کے سامنے فخر کے ساتھ پیش کر رہا ہوں۔ ؎

بیٹھا ہے سر جھکائے سرِ رہگذر کوئی ۔ نقشہ نگاہ میں ہے دلِ پائمال کا

شعر پڑھتے ہی ایک حرمان نصیب کی سرگزشت سامنے آجاتی ہے۔ غمزدہ عاشق رہگذرِ محبوب میں جدھر دیکھتا ہے دلِ پامال کے ذرّے نظر آتے ہیں۔ بربادی و تباہی کا منظر سامنے کھنچ جاتا ہے۔ جوشِ غم سے سر جھکا کر فرشِ خاک پر بیٹھ جاتا ہے۔ اور گذشتہ واقعات پر غور کرتا ہے۔ وہ تمامی کیفیات حزن و ملال جو امتدادِ زمانہ سے بھول چکا ہے۔ از سرِ نو تازہ ہو جاتی ہیں اور دلِ پامال کی یاد خون کے آنسو رلاتی ہے۔ میرے

عزیز دوست نے ایسا بہتر نقشہ کھینچا ہے۔ کہ تمام واقعات بیک وقت نظروں کے سامنے آجاتے ہیں جس سے اُنکی فطری شاعری کا کامل احساس ہوجاتا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں بخوفِ طوالت اس موضوع پر زیادہ اشعار نہ پیش کرسکا۔ حقیقت یہ ہے کہ اُن کا سارا کلام حُسنِ محاکات کی بہترین مثال ہے۔

تخیل تخیل در اصل قوتِ اختراع کا نام ہے۔ یہی وہ قوت ہے کہ جو ہر رازِ پنہاں کو بے نقاب کرتی ہے۔ شاعر کے لئے تمام غیرذی روح اشیا جاندار بن جاتی ہیں۔ اُس کے کانوں میں ہر طرف سے خوش آئند صدائیں آتی ہیں۔ زمین آسمان ستارے کائنات کا ذرہ ذرہ اُسے مخاطب کرتا ہے۔ وہ سب سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اور ہر خاموش داستان سُنتا ہے۔ وہ فطرت سے ایک ایسا احساسِ لطیف لے کر آتا ہے۔ جو دوسروں کو نصیب نہیں ہوتا۔ شاعر دو مصرعوں میں جذبات وکیفیات اور مناظرِ فطرت کو اس حُسن سے ادا کرجاتا ہے۔ کہ بڑے بڑے معجز بیان اتنی دلکش تصویر ایک دفتر میں نہیں کھینچ سکتے۔ اُس کا پیرایہ اتنا خُوشنما اور دلکش ہوتا ہے کہ ہر شعر واردات ذہنیہ کی ایک مبسوط شرح ہوتا ہے۔ رزم بزم۔ ملال وخوشی انبساط وانقباض کی ایسی مکمل تشریح کرتا ہے۔ کہ تمام جُزئیات و کُلّیات بے نقاب ہوکر نظر کے سامنے آجاتے ہیں۔ جناب عابد کا کلام رعنائی تخیل کا ایک دلکش مرقع ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔ ؎

اُس کا نقشِ قدم ہے پیشِ نظر سُن رہا ہوں فسانۂ خاموش

لطافتِ تخیل وجد آفرین لفظ لفظ موجِ فصاحت ہے۔ دیکھئے شاعر غیرذی روح شے یعنے نقشِ پا سے فسانۂ خاموش سُن رہا ہے۔ اور مفہوم کو سمجھ رہا ہے۔ نقشِ پا کہکر فسانۂ خاموش کا ثبوت پیش کرنا حضرتِ عابد ہی کا کام ہے۔ میری نظر سے ایسا نازک تخیل آج تک نہیں گزرا۔ ؎

نگہ شوخ نتیجہ یہ ذرا غور تو کر دیکھنے آتے ہیں سب چاک گریباں میرا

شاعر شکوۂ چاکدامانی کے ساتھ الزام بے صبری سے بھی بچنا چاہتا ہے اور ایسا لطیف پیرایہ اختیار کرتا ہے کہ بظاہر محبوب کا فائدہ متصوّر ہے۔ اندازِ بیان ملاحظہ کیجئے۔ نگہِ شوخ مجھے تو گلہ چاکدامانی نہیں لیکن اس کا غم ضرور ہے کہ دُنیا کی نظریں میری چاک گریبانی پر اُٹھ رہی ہیں۔ میں یہ ڈرتا ہوں کہ کہیں تو بدنام نہ ہوجائے۔ دیکھئے اس ایر پھیر سے شکوہ بھی ہوگیا۔ اور کوئی الزام بھی نہ آسکا۔ رنگِ مومن کی بہترین مثال ہے۔ ؎

دیوانہ کردے اب مجھے اے چشم سحر کار کھنچنے لگا نگاہ میں نقشہ مآل کا

نقشۂ مآل نگاہوں میں کھنچ رہا ہے۔ اندیشۂ لغزش ہوچلا ہے۔ خوف ہے کہ کہیں قدم رہِ منزل سے نہ ہٹ جائے۔ تباہی وبربادی کی تصویر پیش نظر ہے۔ لیکن اللہ رے جوشِ محبت کہ چشم سحر کار سے دیوانہ بنانے کی استدعا کی جاتی ہے۔ بحالتِ دیوانگی خطرۂ مآل کار محسوس نہیں ہوتا۔ اس لئے یہی ایک ایسی صورت ہے کہ جس سے منزل تک

رسائی ہو سکتی ہے۔ ایسا والہانہ تخیل وہی کہہ سکتا ہے۔ جو فطرتاً شاعر ہوتا ہے۔ ؎

جانے کیا سامنے نظروں کے ہے اے جوشِ وفا　　کہ نہیں دل کی تباہی کا بھی شکوا مجھ کو

دنیائے محبت میں دل ہی اسرار و معارف کا حامل ہے۔ دل ہی ایسی شے ہے کہ جس کو سرمایۂ عاشق کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے اُس کی تباہی پر غمگین و فکرمند ہونا لازمی اور یقینی ہے۔ لیکن نظروں کے سامنے ایک ایسا روح نواز منظر ہے کہ دل کی بربادی پر بھی لب آشنائے شکوہ نہیں ہوتے۔ شاعر نے منظرِ پیشِ نگاہ کو کنائتاً بیان کیا ہے۔ جس سے معنویت کا ایک بحرِ ناپید اکنار نظروں کے سامنے آجاتا ہے۔ لطافتِ تخیل پر سر دُھنتا ہوں اور حضرت عابدؔ کی شیوا بیانی کی داد دیتا ہوں۔

؎ ہر خلش حدِّ ہوش تک ہے خلش　　آگے بڑھے تو مدعا کہئے

میرے محترم دوست نے اس شعر میں فلسفۂ عشق بیان کر کے ایک ایسے رازِ پنہاں کو بے نقاب کیا ہے جس سے عام نگاہیں ناآشنا ہیں۔ خلش کا حدِّ ہوش سے گذر کر مدعا بن جانا ایسا نازک تخیل ہے۔ کہ دل مزے لیتا ہے۔ اندازِ بیان کی دلکشی تڑپائے دیتی ہے۔ ؎

میں یہ ڈرتا ہوں کہیں وقتِ رہائی تو نہیں　　اے جنوں کھول رہا ہے درِ زنداں کوئی

عموماً درِ زنداں کھُلنے پر ہر اسیر جوشِ مسرت سے تڑپ اُٹھتا ہے! وہ رہائی کا متوقع ہوتا ہے۔ لیکن جناب عابدؔ کی دُنیائے تخیل سب سے جدا ہے۔ آپ کو جب درِ زنداں کھُلنے کا احساس ہوتا ہے۔ تو آپ جوشِ غم سے تڑپ اُٹھتے ہیں۔ اور جنون کو مخاطب کر کے درِ زنداں کھُلنے کا واقعہ انتہائی حسرت سے بیان کرتے ہیں۔ اور اس خیال سے کہ کوئی رہا کرنے کے لئے نہ آیا ہو بیتاب ہو جاتے ہیں۔

جنون کے تخاطب میں ایک دُنیائے معنی پنہاں ہے۔ درِ زنداں کھُلتے ہی آپ کو یہ خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ شاید جوشِ جنوں کم ہو چلا ہے۔ اور اسی وجہ سے کوئی رہا کرنے کیلئے آیا ہے۔ اس لئے آپ جنون کو مخاطب کر کے سرگذشت سُناتے ہیں۔ مدعا یہ ہے کہ جنون ترقی پذیر ہو کر حالات و واقعات کا آئینہ بن جائے۔ اور رہا کرنے والے کو یہ محسوس ہو جائے۔ کہ اسیر ابھی قابلِ رہائی نہیں۔ اللہ رے نازک خیالی۔

جدت و لطفِ ادا

شاعری کے لئے یہ سب سے مقدم چیز ہے۔ بعض اہلِ فن کی رائے ہے کہ جدتِ ادا ہی کا نام شاعری ہے۔ ایک بات سیدھی طرح سے کہی جائے تو وہ لطیف نہیں ہوتی اور اگر اُس کو جدید انداز اور نئے اسلوب سے پیش کیا جائے۔ تو وہ دل نشین ہو جاتی ہے۔ اور اسی کا نام شاعری ہے۔ اس کا احساس اُنہیں کو ہوتا ہے جو ذوقِ صحیح سے آشنا ہیں۔ اس کا پیرایہ انتہائی دلفریب و دلکش ہوتا ہے۔ جناب عابدؔ اس لطیف انداز کے ماہر ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ سیدھی بات کو بھی اس انداز سے پیش کرتے ہیں۔ کہ سننے والوں پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔ دل کی بربادی ہمارے شعرا کا عام موضوعِ سخن ہے۔ جناب عابدؔ نے اس پامال

مضمون کو بھی ندرتِ ادا سے معراجِ کمال تک پہنچا دیا ہے حُسن بیانی ملاحظہ فرمایئے۔ ؎

انجام یہ ہُوا دلِ آشفتہ حال کا آئینہ بن گیا تری شان جمال کا

منزلِ عرفان میں دلِ آشفتہ حال کا انجام دیکھئے۔ کہ محبوبِ حقیقی کی شانِ جمالی کا آئینہ بن گیا ہے۔ شاعری کا معیارِ کمال یہ ہے کہ جو مضامین جس انداز میں پیش کئے جائیں۔ اس سے زیادہ مُوثر اور دلپسند طریقہ باوجود تلاش نہ مل سکے۔

؎ رعنائیاں نظر میں ہیں اُس جلوہ گاہ کی ہر ذرہ طور ہے مری بزمِ خیال کا

عاشقِ کامل کی نگاہ میں رعنائی حسن سمائی ہوئی ہے۔ اور جلوہ گاہ ناز کی تجلیاں بزمِ خیال میں تڑپ رہی ہیں محفل کا ذرہ ذرہ برق طور کا منظر پیش کر رہا ہے۔ دیکھئے جناب عابدؔ نے "ہمہ اوست" کے فلسفیانہ مسئلہ کو جس اسلوب اور جدت وندرت کے ساتھ بالاختصار بیان کیا ہے۔ وہ قابلِ داد ہے۔ ؎

خاک ہو کر پہنچئے اُس در تک اِسی پردہ میں داستاں کہئے

باوجود سعی پیہم زندگی میں نا درِ محبوب رسائی نہ ہو سکی۔ دیکھئے کس طریقہ سے بزمِ جاناں تک رسائی کا پہلو نکالا ہے اور کس والہانہ انداز سے جذبات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ یہ شعر نہیں بلکہ الہام ہے۔ ؎

دیر و کعبہ ہیں سامنے اے دل اب کسے اُس کا آستاں کہئے

دیر و کعبہ نگہ شوق کے سامنے ہیں۔ دونو کی دلکشی جاذب نظر ہے۔ قوتِ مدرکہ فیصلہ سے عاجز ہے .... یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آستانِ محبوب کس کو کہا جائے۔ مجبور ہو کر دلِ وارفتہ کو منصف ٹھہرا کر دریافت کیا جاتا ہے کہ آپ ہی بتائیے کہ ہم آستانِ محبوب کس کو سمجھیں۔ اندازِ بیاں انتہائی دلکش اور نزاکتِ تخیل وجد آفریں ہے۔

؎ رہگذارِ وفا میں اے عابدؔ ہر قدم پر اک آسماں کہئے

عشق میں ہزارہا صعوبتیں پیش آتی ہیں۔ بہت سے دشوار گزار مقام آتے ہیں۔ منزل کا پتہ نہیں ملتا۔ اس وسیع مضمون کو حضرت عابدؔ کس بداعتِ اسلوب سے باندھتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

تاثیر فلاسفہ یونان کا قول ہے۔ کہ دُنیا میں دو چیزیں نہایت عجیب وحیرت انگیز ہیں۔ اوّل تو نبض انسانی کہ بے گویائی حالِ باطن بیان کرتی ہے۔ دوم شعر کہ الفاظ کے پس و پیش سے کلام میں موزونیت اور اس سے ایک تاثیر عجیب دل پر طاری ہوتی ہے۔ جناب عابدؔ کی طبیعت دریائے مَوّاج ہے جس کی لہریں پنجاب دکن لکھنؤ اور کلکتہ تک اہل دل کو تڑپا چکی ہیں۔ کلام کی پاکیزگی اور اس کے ساتھ بداعتِ اسلوب اور جوشِ بیان کا عنصر بھی بدرجۂ اتم موجود ہے۔ اشعارِ ذیل ملاحظہ فرمایئے۔ ؎

جب سامنا ہُوا کوئی شکوہ نہیں رہا تاثیر دیکھئے نگہِ شرمسار کی

تغافلِ محبوب کا شکوہ لب پر ہے۔ لیکن حُسنِ اتفاق سے جب سامنا ہو جاتا ہے۔ تو نگاہِ یار شرمسار ہو جاتی ہے۔ تاثیر کا

یہ عالم ہے کہ عاشق شکوہ نہیں کرسکتا۔ اس وسیع مضمون کو ایک شعر میں پیش کرنا آپ کے کمالِ شاعری کی دلیل ہے۔ شاعری درحقیقت نام ہے۔ اظہارِ جذبات کا۔ یعنے شاعر پر کوئی جذبہ طاری ہو اور وہ اُس کو اِس طرح ادا کردے کہ دوسروں پر بھی وہی اثر چھا جائے۔ اشعار ذیل دیکھئے اس سے بڑھ کر جوش کا کیا اظہار ہو سکتا ہے۔ ؎

اب وہ نگاہِ شوخ ہے کیوں گردش آشنا　　دُنیا تو مٹ چکی ہے شکیب و قرار کی

اب اُٹھ چکی نگاہِ طلب جانبِ حرم　　جُزوِ جبیں ہے خاک ترے رہگذار کی

؎ دُنیائے امتیاز رہی حدِ ہوش تک　　اب کچھ خبر نہیں مجھے انجام کار کی

انسان پر جب تجلیاتِ انوارِ الٰہی چھا جاتی ہیں۔ تو دنیا کا منظر اُس کی نگاہ میں بالکیف نہیں رہتا۔ وہ بیخودی میں عالمِ بالا کی سیر کرتا ہے۔ اور مآل سے بے خبر ہوتا ہے۔ یہ مضمون دیکھئے کس حُسن سے ادا ہوا ہے۔ شعر سراپا تاثیر میں ڈوبا ہوا ہے

؎ اُبھر آئی ہے سطحِ بحر پہ لاش　　ڈوب کر بھی تلاشِ ساحل ہے

جنابِ عابد کا مندرجہ بالا شعر بلندیِ تخیل اور لطافتِ خیال کے ضمن میں آنا چاہیئے تھا۔ مگر بلحاظ تاثیر و جوش نمونہ کے طور سے اس جگہ پیش کیا جاتا ہے۔ عموماً لاش ڈوبنے کے بعد سطحِ دریا پر آجاتی ہے۔ عابد صاحب نے اس کلیہ سے فائدہ اُٹھا کر اس کے اُبھرنے کی ایسی نازک وجہ پیش کی ہے کہ اُن کی فکرِ رسا اور رعنائیِ خیال پر جہاں تک فخر کیا جائے بجا ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ لاش محض تلاشِ ساحل کے لئے سطحِ دریا پر اُبھری ہے۔ ایسا دلکش پیرایۂ بیاں ہے کہ ایسے اچھے انداز سے پیش کرنا دشوار ہے اور ایسی والہانہ وجہ ظاہر کی گئی ہے کہ ہزار بار پڑھنے پر بھی شعر کا لطف کم نہیں ہوتا۔

اِن اشعار میں بندش کی چستی۔ الفاظ کا تناسب۔ موسیقیت۔ آرٹ۔ خیالات کی رفعت ملاحظہ فرمایئے۔

ہے مئے فردوسِ نظر خاک کے ہر ذرہ کو　　آج پہنچا ہے کہاں دیدۂ حیراں میرا

آج تک یہ نہ کھلا رازِ مقید ہوں کہاں　　حدِ ادراک سے کچھ آگے ہے زنداں میرا

شکوۂ آبلہ پائی ہے نہ احساسِ خلش　　ان حدوں سے بہت آگے ہے بیاباں میرا

مئے کوثر گری نگاہوں سے　　ہائے کیا شے ہے بادۂ سرجوش

جناب عابد کا کلام بلاغت نظام سرتاپا جوشِ بیاں سے لبریز ہے۔ یہ چند اشعار سرسری طور پر پیش کردیئے۔ مذاقِ سلیم رکھنے والے اصحاب آپ کے ہر شعر میں مئے دو آتشہ کا کیف پائینگے۔

جذبات نگاری

عشق و محبت کا جذبہ فطرت انسانی کا خمیر ہے۔ اس لئے شاعری میں جذباتی شاعری اور اصناف سے زیادہ مقبول اور پسندیدہ ہے۔ جذبات نگاری کا حاصل یہ ہے کہ شاعر عشق و محبت کے نازک سے نازک جذبات اور احساسات کی تصویر ایک دلفریب انداز سے کھینچ دے۔ جناب عابد زبان کی صفائی کے ساتھ جذبات و تخیل جوش و کیف اور پاسِ ندرتِ ادا مدِنظر رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے معاصرین میں بھی ایک

انتہائی حیثیت کے مالک ہیں۔ ؎ اُٹھ گیا ہر حجاب نظروں سے　اب جدھر دیکھتا ہوں منزل ہے
منزلِ عرفان میں جب عاشق کی نگاہ سے حجابات اُٹھ جاتے ہیں۔ اس وقت ہر طرف منزل ہی منزل نظر آتی ہے۔ جناب عابد نے اس مضمون کا مرقع عجیب دلکش انداز سے کھینچا ہے۔ ؎

اِک برق سی تڑپ گئی نظروں کے سامنے　اُٹھا جہاں غبار دلِ پائمال کا

شاعر کہتا ہے کہ جب دلِ پامال کا غبار نظروں کے سامنے آتا ہے تو مجھے ایک برق سی تڑپتی ہوئی معلوم ہوتی ہے تشبیہ نے شعر کو اتنا پُر کیف کر دیا ہے۔ کہ دل تڑپ اُٹھتا ہے۔ عالمِ یاس میں بجلیوں کا ہر طرف کوندتا ہوا نظر آنا محاکات کی ایسی بہترین بہترین مثال ہے کہ داد نہیں ہو سکتی۔

شاعر ایک ایسا مصور ہے کہ وہ غیر مرئی اشیا کی تصویر بھی کھینچتا ہے۔ اور بسا اوقات اپنی رنگینیٔ فصاحت سے عکسِ نقش کو اصل سے بھی زیادہ رنگین کر دیتا ہے۔ وہ چیزیں جن کی تصویر قلمِ مصور کھینچنے سے عاجز ہے۔ یہ زبان سے کھینچتا ہے اور انتہائے کمال یہ ہے کہ جب چاہتا ہے رلا دیتا ہے ہنسا دیتا ہے۔ انبساطی پہلو کے ساتھ جناب عابد کے کلام میں انقباضی جذبات بھی بکثرت ملتے ہیں۔ لیکن آپ اعتدال کو ضرور ملحوظ رکھتے ہیں پتھرائی ہوئی آنکھیں ڈوبی ہوئی نبضیں۔ دمِ نزع اکھڑی ہوئی سانس آپکے مجموعہ کلام میں کہیں نظر نہیں آتی ہیں۔ آپ اُس روشِ سوز و گداز سے جو مرثیہ کی حد تک پہنچ جائے۔ ہمیشہ محترز رہتے ہیں۔ ؎ وہ چشمِ عشوہ گر پیش نظر تھی　میں حدِ ہوش میں رہتا کہاں تک

دلِ عاشق میں تابِ نظارۂ جمال نہیں جس وقت محبوب سے سامنا ہوتا ہے نظر ملتے ہی حواس و ہوش رخصت ہو جاتے ہیں اور بیہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ جناب عابد نے اس مضمون کو انتہائی جوش اور براعتِ اسلوب کے ساتھ نظم کیا ہے۔ اے سبحان اللہ۔ ؎ نظر بیگانۂ انجام ہوتی　کوئی دیوانہ کر دیتا یہاں تک

عام طور پر فکرِ انجام پیش نظر رہتی ہے اور ہر وقت ایک خلش سی محسوس ہوتی رہتی ہے۔ لیکن جناب عابد اس حد سے آگے گزر جاتے ہیں۔ اور اک نیا تخیل پیش کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ کاش شاہدِ حقیقی اپنے حُسن کے جلوے ڈالکر اتنا دیوانہ کر دیتا کہ مآل کار کی طرف نظر نہ اُٹھتی۔ سبحان اللہ کیا نازک تخیل ہے۔ ؎

قدم قدم پہ فریب نظر تھا ہر جلوہ　اگر خموش نہ رہتے تو اور کیا کرتے

مجھے جناب عابد کی فکرِ رسا پر ناز ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ شعر آپ کے غیر فانی کارناموں میں سے ہے۔ ؎ اگر خموش نہ رہتے تو اور کیا کرتے۔ ایسا جملہ ہے جو اپنی آغوش میں ایک دُنیائے معنویت لئے ہوئے ہے۔ قدم قدم پر ہر جلوہ کا فریب نظر ہونا اور سالکِ منزل کا متحیر ہو کر خاموش ہو جانا ایسی نازک اور معنی خیز تخیل ہے۔ کہ جس کا جواب مشکل سے مل سکیگا۔ ؎ یہ مانا جنتِ نظارہ ہے خاکِ درِ کعبہ　مری نظروں میں تو رعنائیاں ہیں کوئے جاناں کی

آپ کا کلام دیکھنے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ دو نو مصرعے بیک وقت زبان سے نکلے ہیں۔ جناب عابد کا انتہائی

کمال یہ ہے کہ آپکے دونو مصرعے کڑیوں کی طرح پیوستہ ہوتے ہیں اور باہم اسقدر تطابق ہوتا ہے کہ غور و خوض کرنے کے بعد بھی اس سے اچھا مصرعہ لگنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ وصف ایک امتیازی خصوصیت کے ساتھ اعتبار الملک حضرت دل شاہجہانپوری مدظلہ اور جناب عابد کے کلام میں پایا جاتا ہے۔

جن حسن پرستوں نے کوچہ جاناں کی خاک چھانی ہے انکی نگاہوں میں خاک در کعبہ بھی نہیں جچتی۔ مندرجہ بالا شعر میں حسن بلاغت ملاحظہ کیجئے۔ شاعر احترام خاکِ در کعبہ کے ساتھ ساتھ دبی زبان سے مقصد کا اظہار بھی کر جاتا ہے پیرایۂ بیان اس قیامت کا ہے کہ شعر کو بار بار پڑھ کر بھی سیری نہیں ہوتی۔ ؎

طلسم حسن کہئے اس نظر کو　　نقاب اٹھنے پہ بھی راز نہاں ہے

نقاب اٹھنے پر توقع تھی کہ چشم شوق جلوۂ رعنائے محبوب سے آشنا ہوگی۔ لیکن تجلی کا یہ عالم ہے کہ کچھ نظر نہیں آتا اب اس کے سوا اور کیا سمجھا جائے کہ حسن ایک ایسا طلسم ہے جو نقاب اٹھنے پر بھی بے پردہ نہیں ہوتا۔ اس نازک مضمون کو جس لطافت سے بیان کیا گیا ہے وہ قابل توجہ ہے۔ ؎

لن ترانی کی صدا گونج رہی ہے پیہم　　کیا کرے حوصلۂ عرضِ مکرر کوئی

تقاضائے دیدار پر لن ترانی کی صدا آئی۔ جو فضا میں گونج کر ایک سلسلہ لاانتہا ہی ہو گئی۔ جس وقت عرضِ مکرر کا ارادہ کیا جاتا ہے تو وہی صدائے لن ترانی کانوں میں آتی ہے۔ جس سے حوصلہ پست ہو جاتا ہے اور عرض مکرر کی ہمت نہیں رہتی۔

سادگی جناب عابد کے کلام میں قیامت کی سادگی بھی پائی جاتی ہے۔ سادگی کے متعلق ہر شخص یہ خیال لئے ہوئے ہوتا ہے۔ کہ اس کا برتنا کوئی دشوار نہیں۔ لیکن یہ ایک فریب خیال ہے۔ ہر متنفس یہ سمجھتا ہے۔ کہ وہ اُن تمام اشیاء کو کہ جو اس کے پیش نظر ہیں۔ خوب جانتا ہے۔ اور سادگی کے ساتھ اُن کے من و عن بیان اور اظہار کی قابلیت رکھتا ہے۔ حالانکہ چند منتخب افراد کے سوا یہ قدرت عام طور سے ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتی۔

بقول فرانسس ٹامپسن (FRAIV<IS TAAMPSON) سادگی انتہائے مشکل ہے۔ جب مصور نقوش کو حوالۂ تصویر کرنے کے لئے مُوقلم اٹھاتا ہے۔ یا شاعر اس مضمون کو جس کو ناواقف بزعم خود آسان جانتے ہیں۔ ادا کرتا ہے تو نگاہوں کے سامنے ایک نئی دنیا آتی ہے۔ جس کو کولمبس (COLAMBAS) کی طرح کوشش اور انتہائی جستجو سے دریافت کرنا پڑتا ہے۔

میکائل آنجلو (MEKHOLL ANJLLO) کا قول ہے۔ کہ تصویر ہاتھ سے نہیں بلکہ دماغ سے کھینچی جاتی ہے یعنی اہل نظر کے عام نگاہیں عالم کے مظاہرات خارجی اور باطنی کو حقیقی طور سے نہیں دیکھ سکتیں۔ یہی وجہ ہے کہ رموز فطرت عام طور سے بے نقاب نہیں ہوتے۔ حضرت عابد کے اشعار ذیل کو دیکھ کر بے اختیار ابن رشیق کا قول یاد آتا ہے۔

۵ فاذا قیل اطمع الناس طراً وإذا ارید انجز المعجزینا

یعنے جب پڑھا جائے تو ہر شخص کو یہ خیال ہو کہ میں بھی ایسا کہہ سکتا ہوں۔ مگر جب ایسا کہنے کا ارادہ کیا جائے تو عجز بیان عاجز ہو جائیں۔

۵ دیکھ کر حسن ازل ہی سے ہے مضطر کوئی اب پسِ پردہ نہ ہو پردہ اُٹھا کر کوئی

راز کھلتا ہے اگر کچھ بھی زباں سے کہئے لئے جاتا تھا ابھی شیشہ و ساغر کوئی

حاصلِ جوشِ تمنا ہے نظر کے آگے آج دم توڑ رہا ہے ترے در پر کوئی

اور سب کچھ تو ہے فردوس میں عابد لیکن نہ ملا بادۂ سرجوش کا ساغر کوئی

وہ بھی منزل اب آگئی ہے دل کوئی کہتا ہے ماجرا کہئے

ہر خلش صد ہوش تمنا ہے خلش آگے بڑھئے تو مدعا کہئے

مجھے انجام سے بیگانہ کہئے یہ عالم ہے کہ اب دیوانہ کہئے

صدائے بازگشت آتی ہے پیہم مرے ہر لفظ کو افسانہ کہئے

یہ حاصل ہے مری سعیِ طلب کا مجھے خاکِ درِ بُت خانہ کہئے

ہر آہِ سرد اک شرحِ خلش ہے یہاں سے راز کو افسانہ کہئے ——— (اے سبحان اللہ)

مئے کوثر ملی جنت میں عابد یہاں تک سرحدِ میخانہ کہئے

دیکھئے حضرت عابد کا میخانہ کہاں تک پہنچتا ہے۔ ایسی نازک تخیل نظر سے نہیں گزری بارک اللہ۔ آپ کا سارا کلام فصاحت التیام سہل ممتنع اور سادگی سے لبریز ہے۔ جس کا اندازہ انتخاب کلام سے بآسانی ہو سکیگا۔

برجستگی کلام جناب عابد کے کلام میں ایک اور نمایاں وصف یہ ہے کہ آپ کی غزل میں ایک شعر کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ ہر شعر بجائے خود انتخاب ہوتا ہے اور تمامت کی یکسانیت ہوتی ہے۔ اور یہی آپ کے انتہائے کمال قادر الکلامی اور معجز بیانی کا بین ثبوت ہے۔ یہ وصف سوائے اعتبار الملک حضرت دل اور جناب عابد کے کہیں پایا نہیں جاتا آپ کی ایک پوری غزل پیش کرتا ہوں جس سے یہ ظاہر ہو سکے گا۔ کہ میں اپنے دعوٰی میں کہاں تک حق بجانب ہوں۔ (مطلع) ہر قدم پر اک حجابِ نور ہے اے دلِ ناکام منزل دُور ہے

یہ مضمون کہ عاشق راہِ شوق میں جب قدم رکھتا ہے۔ تو ہر قدم پر اک حجاب نور پیش نظر ہوتا ہے۔ جس سے اُسکی منزل کی دُوری بڑھتی جاتی ہے۔ کس خوبی سے ادا کرتا ہے۔ (دیکھئے دریا بحباب اندر) پڑھئے اور سر دھنئے۔

۵ بیخودیٔ شوق اب اُس عالم میں ہوں ذرّہ ذرّہ جس کا برقِ طور ہے

منزلِ عرفان میں پہنچ کر جہاں ماسوا اللہ اور کچھ نظر نہیں آتا اس عالم کی کیفیت جس دلکش انداز سے بیان کی ہے اُسکی داد نہیں دی جا سکتی۔ بالکل اچھوتا خیال ہے۔

سہ　دیکھنا اب تو کوئی دل کا وقار　　خاک ہوکر ایک موجِ نور ہے

مندرجہ بالا شعر میں دروبست الفاظ۔حسن ترکیب۔موسیقیت۔رعنائی بیان دیکھئے اور نازک خیالی کی داد دیجئے۔ میں نے سوائے افضل الشعرا حضرت عابد کے آج تک یہ تخیل کہیں نہیں دیکھا۔مضمون کتنا بلیغ ہے۔فرماتے ہیں۔وفا میں دل خاک ہوگیا۔لیکن خاکِ دل کا ذرہ ذرہ پرتوِ حسن محبوب سے آفتاب بن گیا ہے۔خاک دل کو موجِ نور سے تشبیہ دیکر جو نزاکت پیدا کی گئی ہے وہ اہلِ نظر ہی سمجھتے ہیں۔شعر پڑھئے اور لُطف اُٹھائیے۔

سہ　سعیِ پیہم پر بھی لے جوشِ طلب　　یہ صدا آتی ہے منزل دُور ہے

راہِ معرفت میں تجلیاتِ پیہم سالک کو بیخود اور متحیر کر دیتی ہیں۔باوجود سعی و جستجو جب منزل تک رسائی نہیں ہوتی تو اک گم گشتہ منزل خستہ دل سے عالمِ یاس میں بے اختیار کہہ اُٹھتا ہے "منزل دُور ہے"!

سہ　مجھ سے پوچھو دل کشیِ گُل کا راز　　جوشش پر رعنائیِ مستور ہے

گو ہر شخص کائنات کا مطالعہ غور سے کرتا ہے۔اور بلند مضامین باندھنے کی کوشش کرتا ہے۔لیکن بہت تھوڑی ہستیاں کامیاب ہوتی ہیں۔جو قدرت سے احساسِ لطیف اور ذوقِ صحیح لے کر آتی ہے جس کے دل و دماغ پر نشاطِ محبت کی رنگینیاں چھائی ہوئی ہیں۔وہی مناظر و مظاہر کی صحیح اور سچی تصویر کھینچ سکتا ہے۔شعر درحقیقت اک طلسم محسوسات ہے۔ جس طرح گلہائے تر کے رنگ و بُو سے دماغ تر و تازہ ہوتا ہے۔اسی طرح شعر سے رُوح شاداب ہو جاتی ہے۔جیسا کہ پھولوں کی بُو سے مختلف خوشبوئیں دماغ کو محسوس ہوتی ہیں۔اسی طرح مضامین شعری مختلف حالتوں اور مختلف اشکال میں جلوہ نما ہوتے ہیں۔مندرجہ بالا شعر میں جناب عابد نے جس دل کش انداز سے مظاہر قدرت کا نقشہ کھینچا ہے۔وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔اس شعر کا ایک ایک لفظ آپ کے کمالِ شاعری کا مرقع ہے۔آپ کی نگاہِ شوق حُسن کی گہرائیوں تک پہنچتی ہے۔ندرتِ ترکیب قابلِ ملاحظۂ اہلِ ذوق ہے۔مصرعِ اولیٰ میں کہا گیا ہے۔کہ "دلکشیِ گُل" کا راز مجھ سے پوچھو دوسرے مصرع میں راز کو بے پردہ کیا گیا ہے۔اور بتایا گیا ہے کہ درحقیقت پردۂ گُل میں رعنائی مستور کے جلوے تڑپ رہے ہیں۔اور یہی دلکشی گُل کا راز ہے۔اے سبحان اللہ

سہ　آگے بڑھ کر کیا سمجھئے حسن کو　　اِن حجابوں پر تو برقِ طور ہے

اس شعر پر صرف نقاد بلکہ دُنیائے شاعری جس قدر ناز کرے بجا ہے۔اعجازِ شاعری۔کمالِ مصوری۔رعنائیِ خیال کے کرشمے دیکھئے۔جادو نگاری اِسی کو کہتے ہیں۔اُف کتنی نازک اور بلند تخیل ہے۔شاہدِ مستور کے جلوے جب حجابوں پر بھی برقِ طور ہیں۔تو اس سے آگے بڑھ کر یعنی جہاں کوئی حجاب حائل نہ ہو وہاں حُسن کو کیا سمجھا جائے۔

مقطع　ہو چکی عابد شبِ غم کی سحر　　شام ہی سے شمع جب بے نور ہے

شمع شام کو روشن کی جاتی ہے۔جوں جوں تاریکی بڑھتی جاتی ہے۔شمع کا حُسن اور شعاعیں تیز ہوتی جاتی ہیں۔لیکن

صبح ہوتے ہی قدرتی روشنی عالم پر محیط ہو جاتی ہے۔ اور منزلِ شمع طے ہو جاتی ہے۔ شمع کی عمرِ طبعی صبح تک تسلیم کی گئی ہے بقول حضرت ذوقؔ مرحوم ؎ اے شمع تیری عمرِ طبعی ہے ایک رات　ہنس کر گذار یا اسے رو کر گذار دے

شاعر نے اس مضمون سے ہٹ کر ایک نیا مضمون پیدا کیا ہے۔ کہ صبح کا ذکر کیا ہے۔ لیکن شام ہی سے شمع بے نور نظر آتی ہے۔ اے سبحان اللہ

کنایات کنایہ کی مختصر تعریف یہ ہے۔ کہ شاعر جو کچھ کہنا چاہتا ہے۔ اُس پر اک ہلکی سی نقاب ڈال دیتا ہے۔ جس سے معنویت بڑھ جاتی ہے۔ اور مفہوم میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت عابدؔ کا کلام سراسر کنایہ سے لبریز ہے۔ آپ اکثر بند مصرع لگاتے ہیں۔ جن میں باعتبار معنویت اتنی ترقی ہو جاتی ہے۔ کہ دُنیائے مطالب غیر محدود ہو جاتی ہے۔ کنایہ حضرت عابدؔ کا خاص رنگ ہے۔ آپ کے نزدیک بہتر شاعری وہی ہے جو کنایہ سے معمور ہو۔ آپ "الکنایۃ افضل من البداہتہ" کا صرف اس دلکش انداز سے کرتے ہیں۔ کہ روح تڑپ اُٹھتی ہے۔ چند شعر پیش کرتا ہوں جس سے آپ کی معجز بیانی اور قادر الکلامی کا جوہر نمایاں ہے۔

دیر و کعبہ سے تو بیگانہ ہُوا　التجا سے کوئی بیگانہ ہُوا
عشق افسانہ در افسانہ ہُوا　اب کہاں جائیگا شوقِ نظر
اور کیا آگے داستاں کہئے　کوئی ہے ناکامیوں پر مطمئن
اک طلسم راز افسانہ ہُوا　وہ ہُوا عشق میں جو ہونا تھا
دل تو کہتا تھا ماجرا کہئے　یوں تو کہنے کو نقش پا کہئے
جو حقیقت ہے اسکو کیا کہئے　کچھ سمجھ کر میں ہوگیا خاموش
دیکھ کر اُسکی صورتِ دلکش　جو کہا تھا نظر نے کیا کہئے

حقیقت میں وہ تیری داستاں ہے　آگے بڑھ کر کیا سمجھے حسن کو
ان حجابوں پر تو برقِ طور ہے　مرا افسانہ سب سمجھے ہیں جسکو
نظر آتی ہیں لہراتی ہوئی کچھ بجلیاں مجھ کو　کہی جاتی نہیں روداد اب آگے گلستاں کی

سوز و گداز صنفِ شاعری میں جو ممتاز حیثیت سوز و گداز کو حاصل ہے۔ وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔ یہی وہ چیز ہے جس نے میرؔ کو میرؔ بنا دیا اور غیر فانی زندگی کا مالک کر دیا۔ حضرت عابدؔ کا کلام سراپا سوز و گداز ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہے کہ وہ دُنیائے نزع و ماتم سے ہٹ کر انقباضی جذبات کی آوارگی میں کمال مہارت رکھتے ہیں۔ میں بلا تکلف یہ کہنے کے لئے آمادہ ہوں کہ انہوں نے فلسفۂ سوز و گداز کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس میدان میں بھی بہت آگے ہیں۔ سوز و گداز کے ساتھ بلندیِ تخیل ندرتِ معنی بے ساختگی سادگی صفائی کا عنصر بھی بکثرت نظر آتا ہے۔ آپ کے اشعار سُن کر دل کی رگیں کھنچنے لگتی ہیں۔ اور جس حد تک آپنے صحیح معنی میں مفہوم سوز و گداز کو سمجھا ہے۔ وہ منزل سامنے آجاتی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

یہ وقتِ انتہائے امتحاں ہے　ہوا کے رخ پہ خاکِ آشیاں ہے
اُٹھا جاتا ہے ہوش التجا بھی　یہاں سے ابتدائے امتحاں ہے

اسیری نے مری دنیا بدل دی　مٹی جاتی ہے یادِ آشیاں تک
دل بے تاب خاک رہگذر ہو　نیاز عشق کی حد ہے یہاں تک
فنا ہو کر بھی ہوں محرومِ جلوہ　کھینچا ہے پردۂ حائل یہاں تک

عشق میں انجام دل تو دیکھئے　رازداں ہوتے ہی دیوانہ ہوا
صدائے بازگشت آئی ہے پیہم　مرے ہر لفظ کو افسانہ کہئے
جنبشِ لب سے راز کھلتا ہے　مجھکو معذورِ مدعا کہئے
خاکِ پامال پر ہے انکی نظر　آخری آج امتحاں کہئے

اب وہ پوچھیں بھی تو امید تسلی کی نہیں　عابد اک راز ہوا حال پریشاں میرا

تصوف و حکمت

جناب عابد نہ صرف شاعر و ادیب بلکہ ایک ہی حکیم بھی ہیں۔ آپ فطرت سے غیر معمولی طاقت وصلاحیت لے کر آئے ہیں۔ اور کائنات کا مطالعہ نہ صرف ایک آرٹسٹ (مصور) کی طرح جمالیات کی حیثیت سے اور نہ محض ایک نامیٹ کی طرح "افادیت" کی حیثیت سے بلکہ ایک حکیم او رفلسفی کی حیثیت سے بھی کرتے ہیں۔ حق یہ ہے۔ والہانہ کیفیات او پرجوش جذبات جو فطرت نے انکے دل ودماغ میں ودیعت کی ہیں۔ اپنی ہمہ گیر اثرات کے ساتھ انکی روحانی زندگی پر محیط ہیں۔ اور ہر رنگ میں اک متین و محکم مذہب کے مبلغ ہیں۔

اُردو شاعری اس وقت تک قالب بیجان تھی۔ جب تک اس میں تصوف کا عنصر شامل نہیں تھا۔ شاعری دراصل اظہارِ جذبات کا نام ہے۔ تصوف کا اصلی خمیر عشق حقیقی ہے۔ جو سرتا پا جذبہ اور جوش ہے عشق حقیقی کی بدولت مجاز کی بھی قدر ہوئی اور اس آگ نے سینۂ ودل کو گرما دیا۔

تصوف کے بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کی سرحد فلسفہ سے ملتی ہے۔ مثلاً وجود باری وحدت وجود۔ جبر و اختیار۔ حقیقت روح وغیرہ اس لئے تصوف اور فلسفہ باہم مزوج ہو گیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ صوفیانہ شاعری زیادہ وسیع اور زیادہ دقیق وعمیق ہو گئی۔ تصوف کے مقامات میں سے اکثر مقامات ایسے ہیں جن سے جذبات کو تعلق ہے۔ مثلاً رضا۔ فنا۔ محویت۔ وحدت۔ استغراق۔ اس لئے ان کیفیات کے ادا کرنے میں خود بخود کلام میں زور جذبہ اور اثر پیدا ہوتا ہے اور یہی چیزیں شاعری کی روح ہیں۔ اہل فلسفہ کے نزدیک ادراک واحساس کا ذریعہ حواس ظاہری ہیں۔ حواس کے مدرکات دماغ میں پہنچتے ہیں۔ اور دماغ ان پر مختلف طریقوں سے عمل کرتا ہے۔ جزئیات سے کلیات بناتا ہے مقدمات سے نتائج نکالتا ہے۔ تحلیل و ترکیب سے کام لیتا ہے۔ غرض ہمارا علم اور ادراک جو کچھ ہے صرف حواس اور دماغ کے مجموعی عمل کا نام ہے۔ لیکن اربابِ تصوف کے نزدیک اس کے علاوہ ایک اور روحانی قوت ہے جو مشقت و ریاضت سے پیدا ہوتی ہے۔ اور بتدریج ترقی کرتی ہے۔ اس کو توسط حواس کی ضرورت نہیں۔ بلکہ حواس کا تعطل اس کے لئے مفید ہوتا ہے۔ اس دنیا کو مختلف ناموں یعنی کشف۔ مشاہدہ۔ الہام وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

میرے عزیز دوست جناب عابد کا کلام سرتاپا معرفت کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ جوش۔ مستی۔ کیف وغیرہ تمام محاسن شعری سے مملو ہے۔ میں اس موضوع پر چند اشعار پیش کرکے اپنے مضمون کو ختم کردونگا۔

شکوۂ آبلہ پائی ہے نہ احساسِ خلش   اِن حدوں سے بہت آگے ہے بیاباں میرا

عشق جب حدِ کمال تک پہنچ جاتا ہے۔ تو جنوں کا آغاز ہوتا ہے اور پھر اُس منزل میں پہنچتے ہیں۔ دل آبادی سے متنفر ہو کر بادیہ گردی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ پاؤں میں آبلے اور آبلوں میں خلش پیدا ہو جاتی ہے مگر ہمارے دوست کی نظر اس حد سے بہت آگے ہے۔ انکے جنوں کا بیاباں عام بیاباں سے الگ ہے۔ وہاں نہ احساسِ خلش ہے۔ نہ آبلہ پائی کی شکایت۔ ایسی بلند تخیل ہے جس کو میں دُنیائے ادب میں فخر کے ساتھ پیش کر رہا ہوں۔ رعنائی تخیل کے ساتھ حسن ترکیب اور بداعت اسلوب کی دلکشی بھی ملاحظہ فرمایئے ؎

تیری رعنائی مستور کے یہ ہنگامے   ہوش ہی میں نہیں آتا دلِ حیراں میرا

تصوف کی اعلیٰ بُنیاد علم باطن ہے۔ اہلِ باطن کے نزدیک تمام اشیا اور خصوصاً معارف الٰہیہ کے ادراک کے دو ذریعے ہیں۔ ایک عقل جو حواس کے ذریعہ سے معلومات بہم پہنچاتی ہے۔ اور پھر اُن کو باہم ترکیب دیکر نتائج کا استنباط کرتی ہے۔ اس کو علم ظاہر کہتے ہیں۔ دوسرے قلب یا رُوح جو بغیر اعانتِ حواس کے قوتِ مُدرکہ پیدا کرتے ہیں۔ اور یہ ادراک نہایت راسخ ہوتا ہے جو ایک تسلی بخش کیفیت پیدا کر دیتا ہے اور خطراتِ شکوک سے پاک ہوتا ہے۔ عارف بند آنکھوں سے بھی جمالیات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اُس کے ساتھ ایک لذت محسوس کرتا ہے۔ اور بالآخر دُنیائے ہوش و حواس سے گزر جاتا ہے۔ دیکھئے جنابِ عابد نے یہ مضمون کس اختصار سے نظم کیا ہے۔

؎ شور محشر ہو یا نوائے سروش   عشق میں ہر صدا ہے نغمۂ گوش

دیکھئے اس شعر میں حضرت عابد نے کس اختصار کے ساتھ فلسفۂ عشق بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ عشق اُس وقت معراجِ کمال تک پہنچتا ہے۔ جب غم و ملال میں بھی سکونِ رُوح کی کیفیت پیدا ہو جائے۔ اور جو صدا کانوں میں آئے وہ نغمۂ گوش بن جائے۔ اس والہانہ تخیل کی کیا داد ہو سکتی ہے۔

؎ اُٹھ گئی جب سے قیدِ ہوش و حواس   تیرے جلووں سے ہوں میں ہم آغوش

منزلِ عشق میں جب حجابات ہوش و حواس اُٹھ جاتے ہیں۔ تو اس وقت "ہمہ اوست" کا نظارہ آنکھوں میں سما جاتا ہے اور ہر چیز میں وہی وہ نظر آتا ہے۔ لیکن یہ کیفیت اُس وقت پیدا ہوتی ہے۔ جب دل سے ہر احساس اُٹھ جاتا جاتا ہے۔ اور سالکِ منزل بیخود ہو جاتا ہے۔

؎ ہر نقشِ قدم عشق میں اک درسِ فنا ہے   پامالِ وفا ہو کوئی یہ حدِ وفا ہے

منزلِ عشق میں ہر نقشِ فنا کا سبق دیتا ہے۔ ہر قدم پر نقشہ مآل نظروں کے سامنے کھنچ جاتا ہے۔ معراجِ محبت یہی ہے کہ عاشق عشق میں فنا ہو جائے۔ جنابِ عابد نے اس مضمون کو کس کیف سے بیان کیا ہے۔

؎ دیوانہ کئے دیتی ہے یہ کاوشِ پنہاں   کیوں محوِ سکوت آج مرا راز نہاں ہے

منزلِ عشق میں رہنما کی ہستی اک دنیائے سکون اور اسکا ہر لفظ آبحیات ہوتا ہے۔ اُس کے سہارے کامیابی کی اُمید ہوتی ہے اور گرتے پڑتے اُس کے پیچھے چلے جاتے ہیں۔ لیکن ایک مقام ایسا بھی آتا ہے۔ جہاں حضرت رہنما پر بھی عالم یاس طاری ہوجاتا ہے۔ اُس وقت غریب عاشق مآل کار پر نظر کر کے جوشِ غم سے دیوانہ ہو جاتا ہے۔ دیکھئے حضرت عابد نے اس مضمون کو کس لطیف انداز سے کہا ہے۔

یہ جوشِ تجلی ہے کہ اُٹھتی نہیں نظریں　　ڈوبی ہوئی اک نور کے عالم میں فضا ہے

وحدت وجود کا مسئلہ سرتاپا شاعری ہے۔ ہر چیز خدا ہے۔ تمام عالم اس کے اشکال گوناگوں ہیں۔ ایک ہی ہستی عام بھی ہے خاص بھی۔ مطلق بھی مقید بھی۔ کلی بھی جزئی بھی۔ جوہر بھی ہے۔ عرض بھی ہے۔ سیاہ بھی ہے۔ سفید بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیائے تخیل اسقدر غیر محدود ہے کہ نہ کبھی ختم ہوئی ہے۔ نہ اس کی دل آویزی میں کمی ہوتی ہے۔ صوفیانہ شاعری کی تمام کائنات یہی ہے۔ دیکھئے عابد صاحب نے کس لطف سے یہ مضمون باندھا ہے۔ آپکی وجہ آفرین کاوش قابلِ صد ہزار ستائش ہے۔

اب میں مضمون ختم کرتا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ کلام حضرت عابد پر اس شرح و بسط کے ساتھ نقد و نظر نہ کر سکا جس کے درحقیقت وہ مستحق ہیں۔ تاہم اس مختصر اظہارِ خیال سے اربابِ نظر اندازہ کر سکتے ہیں کہ جناب عابد شاعرانہ حیثیت سے کس عظمت و احترام کے مستحق ہیں۔ اب میں آپکے کلام فصاحت التیام کا اقتباس ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

انتخاب کلام عابد

آپ پوچھے گا کوئی حالِ پریشاں میرا　　غم کی حد تک بھی تو پہنچے غمِ پنہاں میرا

فطرتِ حسن نظر سوز ہے اب تک اک راز　　اور کچھ آگے بڑھے چاکِ گریباں میرا

آوازِ بازگشت کو سمجھا تری صدا　　یہ حد تھی اضطرابِ دلِ بیقرار کی

اے دل وداعِ ہوش کا پیغام آگیا　　رعنائیاں فضا میں ہیں جوشِ بہار کی

ہر گام پہ جھکتی تھی جبیں پاسِ ادب سے　　اکثر ترا دھوکا مری نظروں کو ہوا ہے

اُٹھ جائے یہ الزام بھی اے جوشِ محبت　　اب تک دلِ ناکام کو احساسِ جفا ہے

مٹ کر ہے وہی سجدۂ پیہم کی تمنا　　ہر ذرہ مری خاک کا دنیائے وفا ہے

تصویر بزم ناز ہے نظروں کے سامنے　　رعنائی خیال کا نقشا کہیں جسے

برباد کر رہا ہے کوئی میکدہ کو آج　　اک رندِ بادہ خوار کی دنیا کہیں جسے

اہلِ نظر سمجھتے ہیں اُس کے وقار کو　　ظاہر پرست نقشِ کفِ پا کہیں جسے

وہ سامنے ہیں پھر بھی ہے اک عالم حجاب　　کوتاہی نگاہ کا پردا کہیں جسے

حاصلِ عشق دیکھتا کوئی　　دل کا ہر آبلہ بھی اک دل ہے　　اب کھلا راز غرق ہونے پر　　ڈوب جانے کا نام ساحل ہے

خاموشیاں بھی عشق میں اک شرح راز ہیں　　مفہوم تو سمجھئے لبِ بے سوال کا

یہ سوچتا ہوں تم ہو نگاہوں کے سامنے   یا ہے کوئی کرشمہ فریبِ خیال کا
اک برق سی تڑپ گئی نظروں کے سامنے   اُٹھا جہاں غبارِ دلِ پائمال کا

یہ عالم ہے مرے جوشِ طلب کا   کھینچا آتا ہے سنگِ آستاں تک   یہ کیا عالم ہے اے جوشِ تمنا   کہ رازِ دل نہیں آتا زباں تک

اک اضطراب کا عالم ہے ذرہ ذرہ میں   رہا نہ ہوش کہ تقلیدِ رہنما کرتے
کچھ آگے حدِ تمنا سے ہے دلِ بیخود   نگاہ جانبِ منزل اُٹھا کے کیا کرتے

کہیں تکمیل ہو جاتی جنونِ فتنہ ساماں کی   رگِ جاں تک پہنچ جاتیں حدیں چاکِ گریباں کی
دلِ بیخود حدِ جوشِ جنوں سے بڑھ گیا آگے   وہاں پہنچا جہاں قید اُٹھ گئی چاکِ گریباں کی
نظر کے سامنے تھا کوئی سرگرمِ خرام اے دل   بس اتنی یاد ہے ہنگامۂ چاکِ گریباں کی
پھریں ناکام جلوے جب نگاہیں اُسکی محفل سے   یہ عالم تھا کہ جیسے روح کھچتی ہو رگِ جاں کی
مآلِ جوشِ وحشت پر نظر اُٹھی جہاں عابدؔ   جنونِ فتنہ زا نے کھینچدی تصویر زنداں کی

نظر ہے مطمئن ناکامیوں پر   دلِ حیراں یہ کیا رازِ نہاں ہے   قریبِ شوق تھا وجہِ تسلّی   یہ کس نے کہدیا دور آستاں ہے

دل کی آواز ہوئی جب آواز   خود اُٹھائیگا کوئی پردۂ راز   اُبھر آئے نشان سجدوں کے   ذرہ ذرہ ہے شرحِ جوشِ نیاز
جو صدا آشنائے گوش ہوئی   میں یہ سمجھا کہ ہے تری آواز   سامنے آگیا جو نقشِ قدم   تڑپ اُٹھی مری جبینِ نیاز
دل کے نالوں میں روح دوڑ گئی   کوئی دیکھے ترا تبسمِ ناز

غمِ ناکامیٔ دل سے ہے پریشاں کوئی   اب یہ موقع تھا کہ ہو سلسلہ جُنباں کوئی
میں سمجھتا ہوں قریبِ حدِ منزل پہنچا   نظر آتا ہے جہاں شعلۂ عریاں کوئی
ایک ہنگامہ ہے صحرائے جنوں میں برپا   لئے جاتا ہے مجھے جانبِ زنداں کوئی
کہا جاتا نہیں افسانۂ ناکامیٔ دل   سر جھکائے ہوئے بیٹھا ہے پشیماں کوئی
جوشِ سجدہ سے تڑپ اُٹھی جبیں اے عابدؔ   سامنے آگیا جب ذرۂ تاباں کوئی

پلٹی ہے اس کے در سے مری آہِ بے اثر   ناکامیوں کی ساتھ میں دنیا لئے ہوئے
اے احترام توبہ مجھے ہوش اب کہاں   بیٹھا ہے کوئی ساغر و مینا لئے ہوئے
بیٹھا ہوں سر جھکائے میں اُس آستاں کے پاس   ناکامیٔ نصیب کا شکوا لئے ہوئے
کوئی حدودِ دیر و حرم سے گذر گیا   نظروں میں تیرا جلوۂ رعنا لئے ہوئے

عابدؔ فریبِ شوق سہی اُس کا آستاں
پھر بھی ہوں اک سکون کی دُنیا لئے ہوئے

بچہ اور بھنبیری

(از جناب مضطر نعمانی)

اِک بھنبیری حُسن کی نیلم پری
دستِ قدرت کی عجب کاریگری

مائلِ پرواز تھی محوِ چمن
سازِ ہستی کی صداؤں میں مگن

اُڑ رہی تھی جس جگہ وہ شوخ ادا
تاک میں تھا اُس کی اِک بچہ کھڑا

بیٹھتی تھی جب وہ نوکِ خار پر
ڈالتا تھا اُس پہ وہ گہری نظر

پھر وہ ہوتا تھا اُدھر کو گامزن
جس جگہ بیٹھی تھی وہ زیبِ چمن

آتشِ شوق اور بھڑکاتی تھی وہ
ہاتھ کے اُٹھتے ہی اُڑ جاتی تھی وہ

دیکے دھوکا اُڑ گئی جب ایک بار
یُوں لگا کہنے وہ رو کر زار زار

اے سراپا حسن و وجہِ دلکشی
میری جانب سے نظر ہے کیوں پھری

جسمِ نازک پر قبائے زر نگار
اُف ترا مسکن بنے پھر نوکِ خار

کیوں نہیں آتی مرے دامن میں تو
ایک رنگین پُر سکوں مامن میں تو

حُسنِ فانی پر عبث ہے تجھ کو ناز
کھیل تیرا ہے مرا سوز و گداز

سُن کے وہ مہوش ہوئی گوہر فشاں
کھول کر اِک ناز سے دُرجِ دہاں

ہے یہ منشا میری خلقت کا تجھے
درسِ عرفاں دوں جہاں تک ہو سکے

دے نہ دھوکا تجھ کو نیرنگِ مجاز
اِس لئے مطلوب ہے سوز و گداز

میرا اُڑ جانا نہیں دھوکا ذرا
کوششِ پیہم کا دینا ہے پتا

تو جُدائی سے ہے میری بیقرار
میں ہوں تیرے حُسنِ رعنا پر نثار

ایک ہی در پر ہیں حاضر باش ہم
ایک آقا کے دو خواجہ تاش ہم

جس نے یہ بوٹا سا قد تجھ کو دیا
میری صورت پہ تجھے شیدا کیا

عالمِ طفلی میں جو مضطر ہوا
اضطرارِ دل اُسے رہبر ہوا

تو نہ تھا واقف رازِ کُن فکاں
تیری ہستی میں ہیں مضمر دو جہاں

"مضمون نگاری کیلئے ایک نئی شرط" پر ایک لطیف تنقید

آنکس کہ نہ داند و بداند کہ داند
درجہل مرکب تا ابد الدہر بماند

یونان میں ایک مقبرہ تھا۔ نہایت خوشنما اور بیحد خوبصورت۔ مختصر یہ کہ ہفت عجائبات عالم میں شمار ہوتا تھا۔ بدقسمتی سے ایک صاحب کو جو شہرت کا ہیضہ ہُوا۔ تو آپ سوچنے لگے کہ کوئی کام ایسا کرنا چاہیئے جو ساری دنیا میں مشہور ہو جاؤں اور جدھر نکل جاؤں لوگ کہیں "وہ آرہا" سوچتے سوچتے آخر آپ کو ایک ایسی تدبیر سوجھی جس میں کامیابی ایک سو ایک فیصدی یقینی تھی۔ یعنی آپ نے اُس فخرِ یونان مقبرہ کو آگ لگادی بس مطلب حاصل ہوگیا۔ اب یہ جناب جدھر جاتے تھے لوگ اُنگلیاں اُٹھا اُٹھا کر کہتے تھے "وہ جارہا جس نے مقبرہ کو آگ لگائی تھی"

بالکل یہی حال آجکل اُن شوقین اصحاب کا ہے جن کو شہرت کی خواہش ہر وقت بیچین رکھتی ہے ایسے اصحاب کی خوش قسمتی کہیئے کہ اس زمانہ میں پریس ایک ایسا ذریعہ ایجاد ہوگیا ہے کہ آدمی بغیر ہلدی پھٹکری لگے فوراً مشہور ہو سکتا ہے بس اب ؎

دیکھو جسے وہ پائنیر آفس میں ہے ڈٹا
بہرِ خدا مجھے بھی کہیں چھاپ دیجئے

اس آرزو کو پورا کرنے کیلئے لوگ اڈیٹروں کی منتیں کرتے ہیں خوشامدیں کرتے ہیں اور گڑ گڑا کر کہتے ہیں ؎

اپنی گرہ سے کچھ نہ مجھے آپ دیجئے
اخبار میں تو نام میرا چھاپ دیجئے

مضمون خواہ کتنا ہی لغو بیہودہ اور بے سروپا ہو (اور ۹۵ فیصدی ایسے ہی ہوتے ہیں) لیکن اُن کا اصرار ہوتا ہے کہ "دیکھنا ان بیش قیمت افکار کو اگلی اشاعت کیلئے مت اُٹھا رکھنا ورنہ دنیا ایک محیر العقول علمی شاہکار سے ایک ہفتہ یا ایک ماہ تک محروم رہیگی اور اس کا گناہ آپ کے سر ہوگا"

اب آگے چل کے اڈیٹروں کو لیجئے اُن میں سے بعضے تو بالکل اس مثل کا مصداق ہوتے ہیں۔ کہ "جیسے ہم ویسے ہمارے سگے" جیسے مضمون نگار احمق کندہ ناتراش اور جاہل محض ہوتے ہیں ایسے ہی بیخبر سے اڈیٹر صاحب فن ادب سے کورے اور انشاء پردازی سے بے خبر نہیں ملتے ہیں یعنی نہ انہیں لکھنے کا سلیقہ ہوتا ہے اور نہ لکھے ہوئے کو سمجھنے کی لیاقت ہوتی ہے۔ بلا مبالغہ نہ وہ دو سطریں صحیح لکھ سکتے ہیں نہ چار سطریں روانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں اور ایسے موقع پر بعینہٖ وہ مثل صادق آتی ہے۔ کہ ع

ہیں مردود شاگرد استاد دونوں

ان حالات میں اگر ایک "خدا کے بندے" کا مضمون "مضمون نگاری کیلئے ایک نئی شرط" ایجوکیشنل گزٹ کے اولین صفحات میں جگہ پاگیا تو تعجب کا کونسا مقام اور حیرت کی کونسی جگہ ہے؟ نہ اس کی اردو ٹھیک نہ املا درست۔ نہ فقرے صحیح من اولہٖ الیٰ آخرہٖ لغو ترین مضمون کا کامل ترین

نمونہ ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ چیز جسے شئے لطیف کہتے ہیں جس وقت تقسیم ہو رہی تھی تو یہ صاحب اتفاق سے موقع پر تشریف نہیں رکھتے تھے اس لئے اُس سے محروم رہ گئے۔

سیدھی سی بات تھی کہ منیجر صاحب رہنمائے تعلیم نے مبتدی مضمون نگاروں کی حوصلہ افزائی کی خاطر لکھا تھا کہ اُنکے مضمون درست کر کے چھاپ دیئے جایا کرینگے اگر وہ رسالے کے خود خریدار رہیں یا خریدار دیں۔ آخر جو وقت اور محنت اُنکے مضامین کی اصلاح میں صرف ہوگی اُس کا کچھ تو معاوضہ ملنا چاہیئے اس طرح دونوں گھر دیوا جل جائیگا۔ دفتر کو کچھ امداد مل جائیگی اور مبتدی مضمون نگار کی حوصلہ افزائی اور اصلاح ہو جائیگی۔ مطلب صاف تھا اور مفہوم واضح۔ مگر سمجھتا کون نہ سمجھنے کی لیاقت تھی نہ سمجھنے کی کوشش کی۔ لیاقت تو اس لئے نہیں تھی کہ لیاقت پیدا نہیں کی اور بازار میں ملتی نہیں جو لے آئیں۔ کوشش اسوجہ سے نہیں کی کہ بنائے فنی صمت اگرچہ مضمون تھا مگر منیجر کا نہیں۔ بلکہ خود بدولت کا جس کو رہنمائے تعلیم میں اس لئے جگہ نہ مل سکی کہ شائع کرنیکے قابل نہ تھا بس سارا غصہ تجویز یا شرط کے شائع ہونیکا نہیں بلکہ اس کا ہے کہ رہنمائے تعلیم نے کیوں ایسے علامۂ عصر کا مضمون شائع نہ کیا جس کے شائع ہوتے ہی علمی دنیا میں ایک انقلاب عظیم آجاتا اور قابل مضمون نگار کے ساتھ منیجر صاحب کا رسالہ بھی فوراً ساری دنیا میں مشہور ہو جاتا میں کہوں گا کہ منیجر صاحب رہنمائے تعلیم نے خدا کے بندے کا مضمون شائع نہ کر کے خوفناک غلطی کا ارتکاب کیا ہے اُن کو اس معذرت کے ساتھ مضمون واپس کرنا چاہیئے تھا۔ کہ مضمون درحقیقت نہایت اعلےٰ نہایت لطیف اور اپنی نوعیت میں بے نظیر ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اگر ہم نے یہ مضمون شائع کر دیا تو محکمہ تعلیم فوراً حکم بھیجدیگا۔ کہ آئندہ اس معیار سے کم کوئی مضمون شائع نہ کیا جائے! اور ہمارا وسیع تجربہ ہے کہ ایسے اعلےٰ پایہ کا مضمون نگار جیسا کہ آپ ہیں دس ہزار سال کے بعد صرف ایک پیدا ہوتا ہے تو اب تبلائیے کہ ہم اور مضمون نگار کہاں سے لائیں گے۔ جو رسالہ کو ایسے اعلےٰ مضامین لکھ کر دینگے۔ جیسا کہ آپ نے دیا ہے اس مجبوری اور لاچاری کی وجہ سے نہایت افسوس کیساتھ آپکا مضمون واپس کرتا ہوں۔ مگر آپ کی محنت۔ قابلیت اور لیاقت کی جو قدر و عزت میرے دل میں ہے وہ مرتے دم تک قائم رہیگی۔ اگر اس طرح معذرت کی جاتی تو نوبت باتوں سے لاتوں تک نہ پہنچتی۔ لہٰذا اب آپنے جو کچھ کیا ہے اُسے بھگتیئے۔ اور "خدا کے بندے" کے بے پناہ قلم سے بچنے کیلئے کوئی جیب کابل تلاش کر رکھئے۔

نفسِ مضمون کی لغویت ثابت کرنیکے بعد اب خدا کے بندے کی انشاپردازی پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ تو وہاں ایسے ایسے عجیب نمونے نظر آتے ہیں کہ مذاقِ سلیم بے اختیار اپنا منہ نوچ لیتا ہے۔ ادب انشاپردازی کے ایسے شہ پارے چراغ لیکر بھی اہل ذوق ڈھونڈیں گے تو نہیں پائینگے۔ لہٰذا یہاں تبرکاً کچھ پیش کئے جاتے ہیں۔

صفحہ ۱۵ سطر ۵ میں "مقرِ گمنامی" ایک لفظ فاضل ادیب نے لکھا ہے لیکن میں نے تو اپنے بیس سالہ مطالعہ میں یہ لفظ کہیں دیکھا نہیں۔ علامہ اقبال سوچکر بتائیں کہ اسکے لئے جس ڈکشنری کی ضرورت ہوگی کیا وہ انڈیا آفس میں مل جائیگی؟

"صدات" (صفحہ ۱۶) بھی اسی ٹائپ کا لفظ ہے۔ جو قیدِ معنی سے آزاد ہے۔

دنیا بھر کے ادیب بنجارہ روڈ پر مولانا عبدالحق سیکرٹری انجمن ترقی اردو کے دولتکدہ میں جمع ہو جائیں میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اُنکی متفقہ کوشش بھی مندرجہ ذیل فقرے کا مطلب بتلانے سے قاصر رہیگی۔ سنئے ارشاد ہوتا ہے:۔

"کون نہیں جانتا کہ رہنمائے تعلیم ایک تعلیمی رسالہ ہے اسمیں بالعموم تعلیمی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ اگر کوئی آدمی ز نقل کفر کفر نباشد۔ اسمٰعیل (مضمون

نکلتا ہے تو ایک آہ۔ اس صدائے رہنمائے تعلیم سے اُنہیں اصحاب کو دلچسپی ہوگی جو محکمہ تعلیم سے وابستہ نہیں دوسرے اصحاب کی ذوقِ ادب کی تشنگی کو یہ ہرگز نہیں بجھا سکتا۔"

آخر میں "خدا کے بندے" نے لگتے ہاتھوں فارسی کی بھی ٹانگ توڑ کر رکھ دی ہے یعنی ایک مصرعہ لکھا ہے ع ایں ہم عاشقی غم ہائے بالا دگر است
اب اس عقلمند انسان کو کون سمجھائے کہ بھائی اصل مصرعہ یوں ہے کہ ع ایں ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر

یہ تو ہوا مضمون نگاری کی نئی شرط پر نوٹ اب لگتے ہاتھوں ذرا اُس مضمون کو بھی ملاحظہ فرمایئے جو دراصل بنائے مخاصمت ہے اور جس کے رہنمائے تعلیم میں شائع نہ ہو سکنے پر یہ سارا طوفان کھڑا ہوا اور جو بعد ازاں ایجوکیشنل گزٹ کی زینت بنا مضمون مذکورہ میں وہ وہ ادب و انشا کے موتی بکھیرے ہیں کہ سحبان وائل اور حسان بن ثابت کی روحیں پچھتا رہی ہونگی کہ کاش ہم اس زمانے میں ہوتے تو مضمون "دوستوں کی یاد" کے مطالعہ کا فخر ہمیں بھی نصیب ہو جاتا۔ آپ یقین کیجئے کہ اگر اُن کی نہیں تو آزاد اور حالی کی روحیں تو ضرور اس مضمون کے مطالعہ کے ملاءِ اعلیٰ پر سے نکل بھاگی ہونگی۔ خدا یا تیرا ہزار ہزار شکر ہے کہ ہم نے یہ بیش بہا مضمون مطالعہ کر لیا ورنہ یہ حسرت قبر میں ساتھ جاتی۔

اب ذرا مضمون کی گلکاریاں سُنئے۔ آپ نے مضمون کی ابتدائی سطروں میں ایک لفظ "البقیاع" تحریر فرمایا ہے نہ معلوم کم بخت کس زبان کا لفظ ہے کہ کسی ڈکشنری میں نہ ملا۔ تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں کے مقولے کے ماتحت ہم خود مصنف ہی سے اُسکے معنی پوچھتے ہیں۔ اگر تبلا دیئے تو جو چور کا حال سو ہمارا حال۔

آگے تو میرے شیشے نے کمال ہی کر دیا۔ فرحان کو فرہان لکھ دیا۔ اعتراض ہو ہی نہیں سکتا۔ جھٹ کہہ دیا جائیگا کہ یہ کاتب کی غلطی ہے۔

صفحہ ۷ پر ایک بڑا عجیب و غریب محاورہ استعمال کیا ہے جو آج تک پڑھا نہ سُنا۔ سُنئے ارشاد فرماتے ہیں "اب مجھے جس قسم کے پارہ ہائے سنگ کے ہاتھ تباہ کرنا پڑتا ہے"۔ ہم سے قسم لے لیجئے جو ہم اس فقرہ کا مطلب سمجھے ہوں "ہاتھ تباہ کرنا پڑتا ہے"۔ دنیائے ادب میں ایک جدید محاورہ ایجاد ہوا ہے اور موجد اس پر جس قدر بھی ناز کرے بجا ہے۔

آگے چلکر اپنے متعلق کمال بے ساختہ پن سے ارشاد ہوتا ہے۔ کہ "میں دیوانہ وار ناچنے لگا" اس ناچ پر میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں قبول فرمایئے۔ آگے جاکر ذرا طبیعت میں وحشت بھی آگئی ہے"۔ اللہ پاک رحم فرمائے۔

ذرا آگے بڑھکر نہ معلوم کو "نا معلوم" لکھا ہے۔ لیکن ہم حسنِ ظنی کو کام میں لاکر تسلیم کئے لیتے ہیں کہ ایسی بدیہی غلطی فاضل مصنف سے نہیں ہوسکتی اُنہوں نے بیشک "نہ معلوم" ہی لکھا ہوگا۔ لیکن ستم ظریف کاتب نے اُن کی علمیت کی پردہ دری کیلئے اُسے نا معلوم کر دیا۔

آگے بڑھیں تو ایک لفظ "حلیم الطبع" پڑھتے ہیں۔ خدا جانے یہ کس زبان کا لفظ ہے۔ کم سے کم اردو۔ عربی اور فارسی کی لغات تو اسکے معنی بتانے سے عاجز ہیں۔ ہاں اگر جناب مصنف جھٹ سے بول اُٹھیں کہ میں نے تو "حلیم الطبع" لکھا تھا۔ خدا کا تب سے سمجھے کہ وہ لام کھا گیا تو بیشک اُن کا یہ عذر قابل قبول ہوگا۔ مگر دو سطر آگے بڑھ کر شکریے کا کلمہ زبان سے نکالنے لگے یہ عجیب و غریب محاورہ سنکر ہم تسلیم کئے لیتے ہیں کہ ہماری بھی عقل چکرا گئی اور ہمارے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔ کہ ع اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

صفحہ ۱۸ پر ایک لفظ تمدّ لکھا ہوا ہے۔ دراصل فاضل مصنف کو اس امر میں کمال حاصل ہے کہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر آپ اپنے مضمون میں ایسے

الفاظ استعمال فرماتے ہیں کہ جو کسی ڈکشنری میں ملیں اور نہ کوئی شخص اُن کا مطلب اور معنی سمجھ سکے۔

دوسری ہی سطر میں آپ اپریل کے مہینے اور ۷ بجے صبح کے وقت کو منحوس فرما رہے ہیں۔ ہماری سمجھ میں مطلق نہ آیا کہ آخر اپریل کے مہینے اور ۷ بجے صبح کے وقت نے کیا قصور کیا ہے کہ فاضل مصنف کی بارگاہ سے وہ منحوس قرار دیئے گئے۔

نئے پیرے کو شروع کرتے ہوئے آپ نے ایک بڑے مزے کا فقرہ لکھا ہے "ایک فرد جو ضلع کانگڑہ کے رہنے والے تھے بھی قابل فخر ہیں" لفظ بھی اگر اپنے موقع پر ہوتا تو بھلا اس میں وہ لطف کہاں باقی رہتا۔ جواب موجود ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ قمر صاحب نے جناب مصنف علام کا نام "صحرائی" بہت سوچ کر رکھا تھا رہی یہ بات کہ بقول قمر ایک "صحرائی" نے تہذیب تمدن کے ارتقائی منازل کس طرح طے کر لئے۔ یہ فقرہ ہی اپنے رنگ اور طرز کو بخوبی ظاہر کر رہا ہے۔ زیادہ صاف الفاظ میں ہمیں کہنے کی کیا ضرورت ہے۔

صفحہ ۱۹ شروع ہوتے ہی لکھا ہے "چار ہزار کتب میں سے شاید ہی کوئی ایسی کتاب ہو" ہائے قسمیں! اگر مصنف اس شاہد کو بھی کاتب کے سر پر چیپک دیں تو ہم سوائے اسکے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ بگڑا شاہد یہاں آ کے کاتب وا۔ مصنف کو کاتب بھی ملا تو اپنے ہی جیسا۔

دوسری سطر میں "خود را علاج نیست" کو تو ہم قیامت تک بھی کاتب کی غلطی نہیں ماننے کے۔ یہ انوکھا فقرہ تو خاص الخاص آپ ہی کی تراوش طبع کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔

پانچویں سطر میں فقرے اور چھٹی سطر میں تا کتخدا کے الفاظ رقم فرما کر آپ نے ناحق اپنے مبلغ علم کا اظہار کیا ورنہ شاید کچھ پردہ ڈھکا رہتا آپ کو یقین تو نہیں آئیگا۔ مگر میں ادب کے ساتھ حضور کی خدمت میں عرض کرونگا۔ کہ فقرے میں ایک ی کی مزید ضرورت ہے۔ اور تا کتخدا میں آپ کی تشدید ہی نے لفظ کو ایسا قابل مضحکہ بنا دیا۔ ورنہ صحیح بغیر تشدید کے تھا۔

غلط نویسی ایسی ہاتھ دھو کر مصنف کے پیچھے پڑی ہے کہ نہ نثر میں ساتھ چھوڑتی ہے اور نہ نظم میں چنانچہ آخر میں آپ نے جو شعر لکھا ہے۔ اُس میں رکھنا کو رکھتا بنا کر بیک جنبش قلم سارے شعر کو لغو بنا دیا۔

غرض یہ ہیں عجائبات آپ کے مضمون کے۔ اب ناظرین بخوبی سمجھ گئے ہونگے۔ کہ کیوں غریب منیجر رہنمائے تعلیم نے اس مضمون کو شائع کرنے سے احتراز کیا تھا۔

مبارک ہے وہ مضمون نگار جو ایسے اعلےٰ پایہ کے مضامین لکھتا ہے۔ قابل ستائش ہے وہ منیجر جو ایسے مضامین اپنے رسالہ میں درج کرتا ہے۔ اور پھوٹ گئی اُن طلباء کی قسمت جن کے ہاتھوں میں یہ ادب و انشاء کا مخزن بصد فخر دیا جاتا ہے۔

خود منیجر صاحب رسالہ کی اردو کا نمونہ دیکھنا ہو تو اسی رسالہ کے صفحہ ۵ پر یہ عبارت ملاحظہ ہو "جو صاحب ایجنسی گرنٹ کے دس دس خریدار پیدا کرے گا اُس کو ایک سٹ واچ مفت انعام دی جائے گی"۔ بھلا جب منیجر اس قدر لائق ادیب ہوں تو مضمون نگاروں نے کیا قصور کیا ہے کہ وہ اُن سے بڑھ کر نہ رہیں۔ فقط

خاکسار محمد اسماعیل اڈیٹر اخبار عروج جھنگ

نوائے درد

(از حضرت درد شاہجہانپوری)

دیکھتا اب تو کوئی جوشِ بیانِ زندگی
خود تڑپ اُٹھتا ہوں کہہ کر داستانِ زندگی

اے دلِ دارفتہ برہم ہو گئی اُن کی نظر
ختم ہوتی ہے یہاں سے داستانِ زندگی

گم ہوئے جاتے ہیں عرضِ حال سے پہلے حواس
پوچھ کر تم نے بھلادی داستانِ زندگی

دل کے ذرے ڈھونڈھتی ہے وہ نگاہِ منفعل
کہئے اُس کو انتہائے امتحانِ زندگی

سامنا مشکل کا ہے اب تو دلِ راز آشنا
پوچھنے آیا ہے کوئی داستانِ زندگی

وہ تغافل آشنا بھی گوش بر آواز ہے
جب سے اُٹھا امتیازِ داستانِ زندگی

کیا بتاؤں پوچھنے والے کو اب وجہِ سکوت
میں تو سمجھا تھا کہ دل ہے رازدانِ زندگی

جنبشِ لب نے تو اے دل حشر برپا کر دیا
کس توقع پر سناؤں داستانِ زندگی

دور تک اب تو پہنچتی ہے زمانے کی نظر
بن گیا چاکِ گریباں داستانِ زندگی

جس نے پوچھی سرگزشتِ دل میں سمجھا آپ ہیں
ایک دُنیائے سکوں ہے اب بیانِ زندگی

میں تو آگے بڑھ چکا ہوں امتیازِ زیست سے
اور دُنیا پوچھتی ہے داستانِ زندگی

کوئی سمجھے تو سہی گو پیکرِ خاموش ہوں
ہر نگاہِ مضطرب ہے داستانِ زندگی

التجا سوئے ادب ہے اے دلِ پر آرزو
وہ نظر ہو گی کبھی تو رازدانِ زندگی

دل کے ذروں کو پریشاں اور کر جوشِ جنوں
ہو ہی جائے گی مکمل داستانِ زندگی

درد ہر ذرہ ہے اک آئینۂ رازِ سکوت
آگے کیا کہئے مآلِ داستانِ زندگی

ایثار کا دیوتا

(از جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی ایڈیٹر اخبار "عروج" جھنگ)

(۱) غدر ۱۸۵۷ء ایک معمولی بغاوت نہیں تھی بلکہ خدا تعالیٰ کے غضب اور غصہ کی آگ تھی۔ جو شدت کے ساتھ عیش پسند مسلمانوں پر بھڑکی اور سینکڑوں نہیں۔ ہزاروں خاندانوں کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ بڑے بڑے امیر نان شبینہ کو محتاج ہو گئے۔ اُن کا مال و اسباب لٹ گیا اور مکانات کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ محلات میں پھولوں کی سیج پر سونے والی بیگمات کے پاؤں جنگلوں میں بھاگتے بھاگتے لہولہان ہو گئے مگر پھر بھی کہیں چھپنے کو جگہ نہ ملتی تھی۔ اسی پر بس نہیں بغاوت کے شبہ اور سازش کے الزام میں گنہگاروں کے ساتھ بہت سے بے گناہ بھی پھانسیوں پر چڑھا دیئے گئے اور دہلی اور اُس کے قرب و جوار کا سارا علاقہ ایک ہیبت ناک قتل گاہ بن گیا۔ غرض باشندوں پر وہ مصیبت آئی۔ کہ اب بھی اُس کی کیفیت پڑھ کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

بغاوت اور غدر میں آخر اور ہوتا بھی کیا ہے؟

باوجود اس خوفناک تباہی اور قتل و غارت کے پُر جوش مسلمانوں میں جہاد کا شوق اور دین پر جان فدا کر دینے کا ولولہ بہت زور کے ساتھ لہریں مار رہا تھا۔ کیونکہ شیطان نے اُن کے کانوں میں پھونک دیا تھا۔ کہ اسلام کے نام کو زندہ کرنے اور خدا کو خوش کرنے کا اس وقت واحد ذریعہ یہی ہے کہ فرنگی کو جہاں پاؤ جان سے مار دو +

(۲)

سونی پت مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی بستی ہے اور دہلی سے پچیس چھبیس میل کے فاصلہ پر آباد ہے۔ کوئی وجہ نہ تھی کہ وہاں کے لوگ جہاد میں شریک ہو کر ثواب نہ کماتے۔ کیا اُن کے پہلو میں دل اور دل میں دین کی خدمت بجا لانے کا شوق نہ تھا؟ چنانچہ دہلی میں غدر ہو جانے کی خبر سنتے ہی یہاں سے بھی پندرہ پُر جوش اور بہادر نوجوان تیار ہو گئے کہ چل کر حضرت ظلِ الٰہی بہادر شاہ ثانی کی فوج میں شامل ہوں اور کفار کو مار کر خدا کی رضامندی حاصل کریں۔ اگر خدا کی راہ میں مارے گئے تو شہید ہو کر سیدھے جنت میں جائیں گے اور اگر بچ کر آ گئے تو غازی کہلائیں گے +

شہر کے تھانہ کے انچارج میرے نانا شیخ جلال الدین تھے۔ جب اُنہیں غازیوں کے اس ارادے کا حال معلوم ہوا تو وہ فوراً اُن کے پاس گئے اور کہنے لگے۔ "میں نے سنا ہے کہ آپ میں سے بعض لوگ دہلی جانے کا قصد کر رہے ہیں؟"

"ہاں ہاں داروغہ صاحب! بیشک کر رہے ہیں۔ آپ سے رُک سکیں تو روک لیں" ایک دلیر نوجوان نے جواب دیا +

شیخ جلال الدین۔ بھائیو! میں اس وقت آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں۔ کہ اس مہم کے نشیب و فراز اور

اس قصد کی خرابیاں آپ پر واضح کر دوں ۔ میں ممنون ہوں گا اگر چند منٹ کے لئے آپ مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیں!
اس پر مجاہدین نے اُس مولوی نما نوجوان کی طرف دیکھا جو اس متبرک مہم کا سردار منتخب کیا گیا تھا ۔ مولوی صاحب اپنی تلوار صاف کر رہے تھے ۔ ہاتھ روک کر انھوں نے نہایت حقارت کے ساتھ تھانیدار صاحب کی طرف دیکھا اور درشت لہجے میں فرمانے لگے :-

"ایک کافر اور فرنگی سلطنت کی حمایت کرنے کے علاوہ تم اور کیا کہو گے ؟ اور کیا کہہ سکتے ہو ؟ تم تو تنخواہ ہی اس بات کی پاتے ہو ۔ کہ فرنگیوں کی غلامی کرو اور اپنے بھائیوں کا گلا کاٹو ۔ تم جیسا دشمن قوم ۔ عیار اور غدار دوسرا نہ ہو گا ۔ اس وقت تو ہم تم سے کچھ نہیں کہتے ۔ ذرا فتحیاب ہو کر آجائیں پھر تمہیں اس غداری، اور قوم فروشی کی ایسی سزا دیں گے ۔ کہ تم بھی یاد کرو گے ۔ ایک لنگڑا گدھا اور توے کی سیاہی تیار رکھنا ۔ واپس آتے ہی تمہیں گدھے پر اُلٹی طرف سے سوار کر کے اور تمہارا منہ کالا کر کے سارے شہر میں پھرایا جائیگا ۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ جو شخص اپنی قوم کا بدخواہ اور اسلام کا دشمن ہوتا ہے ۔ اُس کا یہ حشر ہوا کرتا ہے ۔ اور اس کے بعد تمہارے ناک کان کاٹ لئے جائیں گے ۔ اس وقت بجائے اس کے کہ تم ہماری مدد کرتے اور اُلٹا ہمیں اس نیک کام سے منع کرنے آئے ہو ۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ سب فرنگی کے پیسے کا اثر ہے ۔ مگر وقت آئیگا کہ یہ سارا پیسہ پھوٹ پھوٹ کر نکلیگا ۔ اُس وقت ہم دیکھیں گے کہ کون فرنگی بچہ تمہاری مدد کو آئیگا ۔ جاؤ یہاں سے دفع ہو جاؤ ہم تمہاری منحوس شکل تک دیکھنا گوارا نہیں کرتے ۔"
یہ کہا ۔ اور دھکے دے کر داروغہ جی کو وہاں سے نکال دیا ۔

(۳)

دوسرا دن مجاہدین کی روانگی کا تھا ۔ داروغہ جی کے پاس نہ اتنے سپاہی تھے جن کی مدد سے وہ اس طوفان کو روک سکتے ۔ نہ کوئی کمک باہر سے انہیں اس وقت پہنچ سکتی تھی نہ شہر میں کوئی ایسا سمجھدار اور بااثر مسلمان تھا ۔ جس سے ان لوگوں کے روکنے اور سمجھانے میں مدد لی جا سکتی ۔ کیونکہ اس وقت ہر شخص پر جہاد کا جن سوار تھا اور اس قسم کا فعل خالص مداخلت فی الدین سمجھا جاتا تھا ۔ لہذا کسی میں اتنی ہمت اور جرأت تھی کہ ان مجاہدین کو روکنے کا خیال تک دل میں لاتا ۔

غرض یہ مقدس قافلہ شہر سے روانہ ہوا ۔ آگے آگے سپہ سالار تھے اور پیچھے پیچھے تمام مجاہدین ہتھیاروں کی کثرت سے اونچے بنے ہوئے ایک دوسرے کے پیچھے چل رہے تھے ۔ دروازۂ شہر تک پہنچانے اور مبارکباد دینے کے لئے سارے شہر کے دیندار مسلمان ساتھ تھے اور اس طرح ایک بڑا اجم غفیر بن گیا تھا ۔ جو بار بار اللہ اکبر کے نعرے لگا رہا تھا ۔ ان میں سے ہر شخص کو یقین تھا ۔ کہ فرنگی کی سلطنت اب گئی اور اب گئی ۔ پھر اسلامی دور دورہ ہو گا ۔ اور ہم مزے اُڑائیں گے ۔

یہ انبوہ چلتا چلتا تھانہ شہر کے پاس پہنچا۔ داروغہ جی سامنے بیٹھے تھے۔ اُنہیں دیکھتے ہی مولوی صاحب جو سالارِ لشکر تھے رک گئے۔ نہایت تمسخرانہ انداز میں جھک کر داروغہ جی کو سلام کیا۔ اور فرمانے لگے۔ کہیے داروغہ صاحب! کوئی فوج ہمیں روکنے کے لئے اپنے آقاؤں سے آپنے نہیں منگائی؟ لعنت ہے تم پر اور تمہارے فرنگیوں پر۔ اب تم اور تمہارے ولی نعمت ہندوستان میں صرف چند دنوں کے مہمان ہو۔ پھر دوائی کے لئے بھی کوئی فرنگی نہیں ملا کریگا۔ ذرا دہلی سے واپس آجائیں پھر اطمینان سے بیٹھ کر تمہیں بھی فرنگی کی نوکری کا مزا چکھائیں گے۔ ہمارے ہاتھوں سے بچ کر کہاں جاؤ گے؟

داروغہ جی بیچارے اس جمِ غفیر کے سامنے بھلا کیا بول سکتے تھے۔ خون کے گھونٹ پی کر خاموش ہو گئے۔ اور مجاہدین اُن کا مذاق اُڑاتے اور فرنگیوں کو گالیاں دیتے ہوئے جہاد کو چل دیئے +

(۴)

بہادر شاہ کی فوج اور بد قسمت باغیوں کا جو کچھ حشر ہوا آج سب کو معلوم ہے۔ نہ بیان کرنے کی حاجت ہے اور نہ تفصیل کی ضرورت! مختصر یہ کہ بہت ہی کم خوش نصیب ایسے ہونگے جو زندہ سلامت واپس پھرے ہوں گے۔ ورنہ سب یا تو لڑائی میں کام آئے یا ڈاکوؤں اور چوروں کے ہاتھوں سے ہلاک ہوئے۔ جب دہلی پر سرکار انگریزی کا قبضہ ہو گیا تو بقیۃ السیف یا تو گرفتار ہو کر تلوار کے گھاٹ اُتارے گئے یا بھاگ کر ویرانوں اور کھنڈروں میں اُنھوں نے اپنی جانیں بچانے کی کوشش کی۔ وہاں سے بھی ہزاروں پکڑ پکڑ لائے گئے اور دار پر کھینچ دیئے گئے۔ جس پر ذرا بھی شبہ ہوا کہ یہ باغیوں میں شریک تھا فوراً گرفتار کر لیا گیا۔ جس کے متعلق کسی نے جھوٹ موٹ بھی کہہ دیا کہ یہ بھی باغیوں سے ہمدردی رکھتا تھا فوراً پکڑ لیا گیا۔ جس کے متعلق معلوم ہوا کہ قلعہ سے اس کا ذرا بھی تعلق تھا۔ فوراً سپاہیوں کے ہاتھوں محبوس تھا اور جس کے متعلق پتہ لگا کہ اس نے اپنے گھر میں کسی باغی کو پناہ دی تھی یا کسی انگریز کو پناہ دینے سے انکار کیا تھا۔ فوراً اُس کے مکان کا محاصرہ کر کے ہر چیز بحق سرکار ضبط کر لی گئی اور خود اُسے جلاد کے حوالے کر دیا۔

غرض فتح کے بعد عجب دار و گیر اور قیامت کا نظارہ برپا ہوا۔ اب باغیوں اور غازیوں کے لئے کہیں بھی کوئی ٹھکانا باقی نہ رہا۔ زمین اُن کی دشمن تھی اور آسمان قاتل۔ نہ سر چھپانے کو جگہ تھی۔ نہ چھپ کر بیٹھ رہنے کے لئے کوئی مامن تھا۔ ہزاروں قتل اور لاکھوں تباہ ہو گئے اور خدا کا غضب اور فرنگیوں کا غصہ پھر بھی ٹھنڈا نہ ہوا۔ بد باطن۔ خبیث طینت اور قوم فروش شیطانوں کی بن آئی۔ جھٹ سرکاری جاسوس بن گئے اور لگے لکھوانے کہ حضور فلاں جی لڑائی میں شریک تھا۔ فلاں بھی لڑائی میں شریک تھا۔ فلاں بھی قلعہ سے خفیہ ساز باز رکھتا تھا۔ فلاں نے بھی باغیوں کو اپنے ہاں پناہ دی تھی۔ فلاں نے بھی جہاد کے فتوے پر دستخط کئے تھے۔ فلاں نے ایک میم کو مارا تھا۔ فلاں نے ایک انگریز کو قتل کیا تھا۔ پس جس بدنصیب کے متعلق ان سرکاری سانڈوں نے معمولی سا اشارہ بھی کر دیا۔ اُس کے موت کے فرشتے فوراً آسمان سے روانہ ہو گئے اور کوتوالی کے سامنے اُسے پھانسی دیدی گئی +

(۵)

ہمارے ہیرو سونی پت کے مجاہدین بڑے خوش قسمت تھے کہ پندرہ میں سے بارہ بچ کر بھاگ آئے۔ جہاد کا ولولہ

اور خدمتِ دین کا شوق اب سرد پڑ چکا تھا۔ اب تو اُن کو اپنی جانوں کی فکر پڑی ہوئی تھی۔ رات کے اندھیرے میں بڑی خاموشی اور احتیاط کے ساتھ سونی پت میں داخل ہوئے اور گھروں میں چھپ کر بیٹھ رہے۔ مگر وہاں بھی مارے خوف کے اُن کا برا حال تھا۔ ہر وقت بیٹھے ہوئے کانپا کرتے اور ڈرتے رہتے کہ اگر داروغہ کو ہماری واپسی کی خبر ہو گئی تو گھر تک کھدوا کر پھنکوا دیگا۔ اور ہمیں گرفتار کر کے فوراً دہلی روانہ کر دیگا +

جان بھی انسان کو کتنی پیاری ہوتی ہے۔ کہاں جہاد کا وہ شوق۔ کہاں گرفتاری کا یہ خوف۔

شیخ جلال الدین کو مجاہدین کے آنے کی اطلاع اُسی صبح ہو گئی تھی۔ جس کی شب یہ ناکام قافلہ قصبہ میں داخل ہوا تھا مگر وہ خاموش رہے اور اُن سے کوئی تعرض نہ کیا۔

(۶)

مجاہدین کی واپسی کو ایک مہینہ گذر چکا تھا۔ مگر ابھی تک وہ سارے بہادر جان کے خوف سے بدستور گھروں میں چھپے بیٹھے تھے +

ایک روز صبح کے وقت شیخ جلال الدین تھانہ کے آگے ٹہل رہے تھے کہ ایک سانڈنی سوار سامنے سے آتا دکھائی دیا اور تھانہ کے سامنے آکر اُتر پڑا +

شیخ جلال الدین۔ کیوں بھئی تم کون ہو؟

سانڈنی سوار۔ میں سرکاری قاصد ہوں۔ دہلی سے آیا ہوں اور تھانیدار صاحب کے نام ایک چٹھی لایا ہوں۔

شیخ جلال الدین۔ لاؤ میں ہی تھانیدار ہوں۔

سانڈنی سوار نے ایک سرکاری لفافہ داروغہ صاحب کے ہاتھ میں دیا اور کہنے لگا "میں آگے بہت ضروری کام جا رہا ہوں اور پرسوں واپس آؤنگا اس کا جواب تیار رکھیں"۔

یہ کہکر سانڈنی سوار چل دیا۔

داروغہ نے گھبرا کر جلدی سے لفافہ کھولا۔ اندر سے حکم نکلا کہ "معتبر ذریعہ سے سُنا گیا ہے کہ سونی پت سے چند باغی سرکار کے خلاف لڑنے کے لئے دہلی آئے تھے۔ تم کو مطلع کیا جاتا ہے کہ فوراً اُن تمام باغیوں کو گرفتار کر کے معقول حراست کے ساتھ دہلی روانہ کر دو۔ تعمیل میں توقف نہ ہو"۔

(۷)

آن کی آن میں یہ منحوس خبر سارے قصبہ میں پھیل گئی کہ باغیوں کی گرفتاری کا حکم دہلی سے آیا ہے۔ مجاہدین پہلے ہی اس کے منتظر بیٹھے تھے۔ خون سرد ہو گیا اور موت کا بھیانک نظارہ اُن کی آنکھوں کے آگے پھرنے لگا۔ کیونکہ اُن کے کانوں میں یہ بھنک پڑ چکی تھی کہ ہمارے یہاں آنے کا پتہ داروغہ کو لگ گیا ہے۔

شہر کے دوسرے باشندے بھی خوف سے کانپنے لگے کہ نہ معلوم داروغہ اپنی خیر خواہی ثابت کرنے کے لئے کس کس بے گناہ کو پکڑ کر دہلی بھیجدے۔ کون تحقیقات کرنے بیٹھا ہے کہ حقیقتاً یہ مجرم ہیں یا نہیں؟

غرض سونی پت کا کوئی باشندہ نہ تھا جس کے چہرے پہ ہوائیاں نہ اُڑ رہی ہوں۔

باشندوں کا یہ خطرہ بہت حد تک بجا بھی درست۔ کیونکہ عام طور پہ یہی ہو رہا تھا۔ اور اپنی نفسانی اغراض کی خاطر بہت سے بدباطنوں نے جھوٹی مخبریاں کر کے ہزاروں بے گناہوں کو پھانسی پر چڑھوا دیا تھا۔ اور ہزاروں جیل میں بیٹھے ہوئے حسرت کے ساتھ موت کا انتظار کر رہے تھے۔

(۸)

ضروری سرکاری کام سے فارغ ہو کر شیخ جلال الدین دوپہر کا کھانا کھانے گھر گئے۔ جو تھانے کے قریب ہی تھا۔ والدہ کو ادب کے ساتھ سلام کیا۔ ماں نے دعا دی۔ اور داروغہ جی ماں کے پاس بیٹھ گئے۔ بیوی سامنے پلنگ پر بیٹھی کچھ سی رہی تھی۔

شیخ جلال الدین نے والدہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا "آج دہلی سے سرکاری حکم آیا ہے کہ جتنے باغی لڑنے کے لئے دہلی گئے تھے اُن سب کو گرفتار کر کے فوراً بھیجدو"۔

والدہ (چونک کر) سچ!

شیخ جلال الدین۔ جی ہاں! آج ہی صبح کو تو سانڈنی سوار آیا تھا وہ حکم دے گیا ہے۔

والدہ۔ پھر اب کیا کروگے؟

شیخ جلال الدین۔ کرونگا کیا۔ جیسا ان کم بختوں نے کیا تھا اُسے بھگتیں گے۔

والدہ۔ بیٹا! ہم ایک شریف خاندان سے تعلق رکھتے ہو۔ عربی خون تمھاری رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ مجھے تمھارے منہ سے یہ کلمے سن کر بڑا رنج ہوا۔ یہ کلمے ایک شریف آدمی کے مُنہ سے نہیں نکلنے چاہئیں۔

شیخ جلال الدین۔ اماں! آپ نے سن ہی لیا ہوگا۔ کہ جب اِن لوگوں کو محض خیر خواہی کی نیت سے سمجھانے کے لئے میں ان کے پاس گیا تھا تو یہ مجھ سے کس بُری طرح پیش آئے تھے۔ پھر تھانے کے سامنے آکر انھوں نے جتنی میری تحقیر کی اُس کا رنج ابتک میرے دل پر ہے۔ بدلہ لینے کا وقت تو اب آیا ہے۔ آخر اُن کو بھی تو معلوم ہو کہ کس طرح دوسرے کی ذلت کیا کرتے ہیں۔ اور میں نے تو پھر بھی بہت کچھ درگذر کی۔ جس روز یہ چھپ کر شہر میں داخل ہوئے تھے میں چاہتا تو اُسی وقت سب کو گرفتار کر کے سرکار کے حوالے کر دیتا۔ مگر میں خاموش رہا۔ لیکن اب جب کہ سرکاری حکم ان کی گرفتاری کا آیا ہے۔ تو بہر حال اُس کی تو تعمیل کرنی ہی ہے"۔

والدہ۔ بیٹا! ایسے الفاظ منہ سے نکالتے تمھیں شرم نہیں آتی؟ کیا شریف آدمی اپنے دشمن سے اسی طرح سلوک کیا کرتے ہیں؟ کیا تمھارے پاک رسولؐ نے اپنے خون کے پیاسے دشمنوں سے اسی طرح بدلہ لیا تھا؟ تم اُسی رسولؐ کے صحابی اور

حواری زبیرؓ کی اولاد ہو۔ کیا اپنے جدِ امجد کی شرافت اور شجاعت سے تمہیں کوئی حصہ نہیں پہنچا؟ مرتے ہوئے کو مارنا شجاعت نہیں بزدلی ہے۔ اور اپنی ذرا سی تحقیر پہ بدلہ لینے پر اُتر آنا شرافت نہیں کمینگی کی علامت ہے۔ جانتے ہو آج کل مسلمانوں پر کیا قیامت ٹوٹ رہی ہے اور وہ کس مصیبت میں گرفتار ہو رہے ہیں؟ ایسے وقت میں اُن کی ہمدردی اور دلدہی کی ضرورت ہے اور تم اُلٹا اور اُن کو موت کے منہ میں دے دینے کا ارادہ کر رہے ہو۔ جن لوگوں کو تم گرفتار کر کے دہلی بھیجو گے اُن کی مائیں۔ بہنیں۔ بیویاں اور بچے کلپ کلپ کر تمھیں بد دعائیں نہیں دیں گے؟ اور کیا اُن کی بد دعائیں خدا کے عرش کو نہیں ہلا دینگی؟

شیخ جلال الدین۔ اماں! یہ تو تمہارا کہنا سب سچ ہے۔ لیکن کیا اُنھوں نے سرکار کی بغاوت نہیں کی؟ کیا اُنھوں نے سرکار کا مقابلہ نہیں کیا؟ پھر کیا وہ باغی اور مجرم نہیں ہیں؟ اب اگر اُن کو بغاوت اور فساد کی سزا دی جاتی ہے تو اس میں کونسا گناہ ہے۔

والدہ۔ بیٹا! بات یہ ہے کہ یہ فعل دراصل اُن سے جان بوجھ کر عقل و ہوش کی سلامتی میں سرزد نہیں ہوا۔ بیوقوف اور جاہل تھے لوگوں کے بہکانے میں آ گئے۔ اور اب اپنے کئے پر پشیمان گھروں میں چھپے بیٹھے ہیں۔ خدا بھی ان گناہگاروں کو سزا نہیں دیتا جو اپنے گناہوں پر پشیمان ہوتے ہیں۔ پس تم بھی اُن سے درگذر رو۔ اس کے بدلہ میں بہت سے بیکسوں اور معصوم بچوں کی دعائیں تمہارے ساتھ ہونگی۔ اور خدا بھی اپنی بیکس اور ستم رسیدہ مخلوق پر رحم کرتے دیکھ کر تم سے خوش ہوگا۔

شیخ جلال الدین۔ اماں! اچھا یہ تو بتاؤ کہ اگر میں لکھ دوں کہ یہاں سے کوئی آدمی لڑنے کے لئے نہیں گیا۔ تو کیا یہ صریح جھوٹ نہ ہوگا؟

والدہ۔ بیٹا! ایسا جھوٹ جس سے بارہ آدمیوں کی جانیں بچتی ہوں۔ اُس سچ سے لاکھ درجے بہتر ہے۔ جس سے کسی کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

شیخ جلال الدین۔ اماں بات یہ ہے کہ اگر میں نے باغیوں کو نہ بھیجا تو یہ یقینی امر ہے کہ فوراً میری گرفتاری کا وارنٹ آئیگا اور میں دہلی پہنچتے ہی اُسی وقت قتل کر ڈالا جاؤنگا۔

ماں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اُس نے روتے ہوئے کہا "ہاں بیٹا! یہ تیرا کہنا ٹھیک ہے۔ اور اسے میں پہلے ہی سوچ رہی تھی۔ مگر یہ تو خیال کر کہ بارہ آدمیوں کی جان جانے سے یہ بہتر ہے کہ ایک آدمی سب کی طرف سے قربان ہو جائے۔ اِس حالت میں صرف میرا ہی گھر بے چراغ ہوگا۔ اور اُس حالت میں بارہ گھروں میں ماتم پڑیگا۔ اگر خدا کی مرضی اسی طرح ہے تو میں اُس کی مرضی پر راضی ہوں اور تجھے خدا کے سپرد کرتی ہوں۔" یہ کہتے کہتے ماں کی آواز گلوگیر ہو گئی اور وہ آگے نہ بول سکی۔

شیخ جلال الدین نے نظر اُٹھائی تو آنیوالے خطرہ کے خوف سے بیوی کی بھی ہچکی بندھی ہوئی تھی۔ اِس المناک نظارہ کو دیکھ کر اُن کے بھی آنسو نکل آئے۔ مگر ضبط کرتے ہوئے اُنھوں نے ماں سے کہا "اماں! میں آپ کے حکم کی تعمیل کرونگا۔ اور

بارہ آدمیوں کی زندگیوں پر اپنے اکیلے کی جان قربان کر دونگا۔شاید خدا میری یہ قربانی قبول کرلے۔
ماں نے فرطِ محبت سے سعادت مند بیٹے کو گلے لگا لیا۔مگر وہ رو رہی تھی۔

(۹)

اُسی رات کو داروغہ جی سونے کے لئے پلنگ پر لیٹے ہی تھے کہ کسی نے گھر کی کنڈی کھٹکھٹائی۔اُنھوں نے سمجھا۔ تھانہ کا کوئی سپاہی ہوگا۔اور کسی واردات کی اطلاع دینے آیا ہوگا۔کواڑ کھول کر باہر آئے۔کیا دیکھتے ہیں کہ بارہ کے بارہ مجاہدین کھڑے ہیں۔داروغہ جی کو دیکھتے ہی سب بے تحاشا اُن کے پاؤں پر گر پڑے اور کہنے لگے "ہم نے سُن لیا ہے جو حکم آج دہلی سے آیا ہے۔اب ہماری جانیں صرف آپ کے رحم پر موقوف ہیں۔ہم نے نہایت نامعقولیت کی۔ کہ اُس روز آپ سے ایسی گستاخی سے پیش آئے۔ہاتھ جوڑ کر اب معافی خواہ ہیں۔خدا کے لئے اور اپنے بچوں کے صدقے میں ہمیں معاف کر دیں اور ہمیں موت کے منہ میں سے بچالیں۔ہمارا اس وقت کوئی بھی حامی اور مددگار نہیں۔ہم بڑی اُمید لے کر آپ کے پاس آئے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ آپ ہمیں مایوس نہیں لوٹائیں گے۔"

داروغہ جی نے بڑے اصرار سے سب کو اُٹھایا اور کہنے لگے کہ آپ صاحبان خوفزدہ نہ ہوں اور خاطر جمع رکھیں اگر میں اپنی جان دے کر بھی آپ لوگوں کو بچا سکا تو اس میں قطعاً دریغ نہ کرونگا۔آپ نے اس وقت ناحق رات کو آنے کی تکلیف کی۔میں تو پہلے ہی اس کے متعلق فیصلہ کر چکا تھا۔جائیں۔گھروں میں آرام کریں اور میری طرف سے بےفکر رہیں جب تک زندہ ہوں آپ لوگوں پر آنچ نہیں آنے دونگا۔اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی دونوں کی مدد فرمائے۔

داروغہ جس کو وہ لوگ اسوقت تک عذاب کا پیغام بر سمجھ رہے تھے۔اب وہ اُن کی نظروں میں رحمت کا فرشتہ تھا۔

(۱۰)

تین دن گذر گئے اور سانڈنی سوار واپس آگیا۔داروغہ جی نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے قلم اٹھایا۔اور یہ لکھ کر کہ "حضور! میرے قصبہ سے کوئی آدمی دہلی لڑنے کے لئے نہیں گیا اور نہ یہاں کوئی شخص باغی ہے۔سب لوگ سرکار کے خیرخواہ اور تابعدار ہیں" لفافہ میں بند کر سانڈنی سوار کے حوالے کیا۔اور اپنے آپ موت کے لئے تیار ہو کر بیٹھ گئے۔

(۱۱)

جیسی کہ توقع تھی اس واقعہ کے چوتھے دن ایک سب انسپکٹر اور چار سپاہی ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لئے تھانے میں موجود تھے۔گرفتاری کا وارنٹ داروغہ جی کے حوالے کیا اور کہنے لگے "ہمیں ہدایت ہوئی ہے کہ اگر اب بھی آپ باغیوں کو گرفتار کر کے ہمارے حوالے کر دیں تو آپ کو کچھ نہ کہا جائے۔"

(۱۲)

موت کا تمام نظارہ داروغہ جی کی آنکھوں کے آگے پھر گیا۔اور لمحے کے لئے اُن کے پائے استقلال کو لغزش ہوئی۔

سوچنے لگے۔ بیوی جوان ہے اور بچے چھوٹے۔ ان بیکسوں کی زندگی کس طرح بسر ہوگی اور یہ کہاں کہاں کی ٹھوکریں کھاتے پھرینگے۔ مگر معاً خیال آیا کہ بصورت دیگر بارہ گھر ویران ہونگے۔ بارہ عورتیں بیوہ ہونگی اور خبر نہیں کتنے بچے دربدر کی خاک چھانتے پھرینگے۔ اس لئے یہی بہتر ہے کہ ایک ہی آدمی سب کی طرف سے فدیہ ہو جائے۔

یہ خیال آتے ہی اُن میں نئے سرے سے ہمت پیدا ہوگئی اور بڑے ہی استقلال کے ساتھ انہوں نے سب انسپکٹر کو جواب دیا۔ "کس کو بیگناہ پکڑ کر سرکار کے حوالے کر دوں۔ اور جب کوئی دہلی گیا ہی نہ ہو تو کس کا نام لے دوں؟ میں حاضر ہوں۔ گرفتار کر لو اور لے چلو۔

سب انسپکٹر نے اشارہ کیا۔ سپاہی آگے بڑھے اور انھوں نے داروغہ جی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا دیں۔

جب یہ ہو چکا تو شیخ جلال الدین سب انسپکٹر کی طرف مخاطب ہوئے اور کہنے لگے۔ "آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی سمجھتا ہوں کہ دہلی سے زندہ بچ کر نہیں آؤنگا۔ اگر آپ اجازت دیں تو گھر والوں سے رخصت ہو آؤں؟

سب انسپکٹر نے کہا "ضرور"

(۱۳)

گھر سامنے ہی تھا اور وہاں پہلے ہی واقعہ کی خبر پہنچ چکی تھی۔ جس وقت بیوی نے شوہر کو ہتھکڑیاں پہنے آتے دیکھا وہ بیچاری تو اُسی وقت گر کر بیہوش ہوگئی۔ ماں نے اُٹھ کر فوراً گلے سے لگا لیا۔ اگرچہ انتہا سے زیادہ ضبط کیا۔ مگر آنسو نہ تھم سکے اور بہہ نکلے اور بھرائی آواز میں بولی "بیٹا! اللہ کو اسی طرح منظور تھا کہ پال پوس کر تمھیں اپنے ہاتھ سے موت کے حوالے کروں۔ مگر بیٹا! بہادری کی موت کمینگی کی زندگی سے بہتر ہے خلقت کی بھلائی میں اگر مرنا بھی پڑے تو اُسے گوارا کرنا چاہئے۔ اچھا جاؤ تمھیں خدا کو سونپا۔ اب میدان حشر میں ملیں گے"۔

بیوی تو بیہوش پڑی تھی۔ بچے باپ کو چمٹ گئے اور رو کر کہنے لگے "ابا ہمیں کس پر چھوڑ چلے"؟ باپ نے بچوں کو پیار کیا۔ اور کہا "خدا پر"

یہ دردناک منظر دیکھ کر پتھر کا کلیجہ بھی پانی ہوتا تھا۔ مگر شیخ جلال الدین نے بڑے ہی استقلال سے اس نظارہ کو دیکھا آنکھوں میں آنسو بیشک تھے۔ مگر دل طمانیت کی دولت سے بھرا ہوا تھا۔ سمجھتے تھے میں کسی جرم کی علت میں موت کی طرف نہیں جا رہا بلکہ چند بھائیوں کی جانیں بچانے کے لیے مارا جا رہا ہوں۔

بہت مشکل سے بچوں نے دامن چھوڑا۔ داروغہ جی نے بیہوش بیوی پر ایک حسرت کی نظر ڈالی۔ اتنا وقت کہاں تھا کہ اُسے ہوش میں لاتے۔ ماں کو سلام کیا اور باہر نکل آئے بچی گیارہ برس کی تھی۔ روتی روتی پیچھے بھاگی اور کہنے لگی۔ ابا مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو تمھارے بعد زندہ رہ کر کیا کرونگی۔ اور آن کر بے تحاشا باپ کو چمٹ گئی۔

جتنے آدمی باہر کھڑے تھے اس دلدوز نظارہ کی تاب نہ لا سکے اور رونے لگے۔ سب انسپکٹر سے بھی نہ رہا گیا۔ کہنے

لگا" شیخ صاحب! اگر اپنے حال پر تمھیں رحم نہیں آتا تو اس معصوم بچی ہی کے حال پر رحم کرو اور بتا دو کون کون سے آدمی لڑنے گئے تھے۔ تم صرف نام اور پتے بتا دو گرفتار کر لینا ہمارا ذمہ ہے۔ پھر تم پر کوئی آنچ نہیں آئیگی"۔

شیخ صاحب جو بچی کو دلاسا اور تسلی دے رہے تھے کہنے لگے۔" اپنی جان کسے دوبھر ہوتی ہے۔ اگر کوئی گیا ہوتا تو پہلے ہی نہ بتا دیتا۔ ناحق کس کا نام لے دوں"۔

قافلہ روانہ ہوگیا اور بچی پچھاڑ کھا کر سڑک پر گر پڑی۔ شیخ جلال الدین نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ کلیجہ منہ کو آ رہا تھا۔ مگر طبیعت پر جبر کیا اور منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

(۱۴)

چاندنی چوک میں فوارہ کے سامنے کوتوالی ہے۔ اُس کے باہر ایک انگریز افسر جس کی آنکھوں سے خون ٹپک رہا ہے۔ کرسی پر بیٹھا ہے۔ بہت سے مجرم ہتھکڑیاں لگی ہوئیں اُس کے سامنے کھڑے ہیں۔ جلاد تلوار تولے حکم کا انتظار کر رہا ہے اور قیدیوں کے چہروں سے انتہائی حسرت اور انتہائی بیکسی ٹپک رہی ہے۔ منتظر ہیں کہ ابھی ایک منٹ میں سر تن سے جدا ہوتے ہیں۔ افسر قتل کا حکم دینے ہی والا تھا کہ اتنے میں شیخ جلال الدین ہتھکڑیاں ہلاتے چار سپاہیوں کے ساتھ آتے دکھائی دیے۔ سب انسپکٹر آگے بڑھا۔ ادب کے ساتھ فوجی سلام کیا اور کہنے لگا " حضور کے ارشاد کی تعمیل میں سونی پت کا تھانیدار جلال الدین حاضر ہے"۔

انگریز افسر نے خشونت انگیز لہجے میں پوچھا" جلال الدین تیرا ہی نام ہے"۔

شیخ صاحب۔ جی حضور! میرا ہی نام ہے۔

افسر۔ ہمیں ہمارے ایک بہت معتبر جاسوس نے خبر دی تھی کہ کچھ آدمی سونی پت سے سرکار انگریزی سے لڑنے دہلی آئے تھے۔ تم کیوں اُن کے نام نہیں بتا دیتا۔ اس میں تیرا کیا حرج ہے؟

شیخ صاحب۔ حضور! آپ نے غلط سُنا۔ سونی پت سے کوئی آدمی لڑنے کے لئے دہلی نہیں آیا۔

افسر۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ ہمارا جاسوس بہت معتبر ہے۔ مگر اُسے نام معلوم نہ ہوسکے ورنہ اب تک وہ سب مجرم گرفتار بھی کر لئے جاتے۔

شیخ صاحب۔ حضور گرفتار اسی لئے نہ ہوسکے کہ دراصل کوئی مجرم تھا ہی نہیں

افسر۔ نہیں نہیں! ہمیں پورا یقین ہے کہ آدمی ضرور آئے تھے اور تم اس بات کو چھپاتا ہے۔

شیخ صاحب۔ حضور کو ٹھیک اطلاع نہیں ملی۔ سونی پت سے ہرگز کوئی آدمی نہیں آیا۔

افسر۔ تم جانتا ہے جھوٹ بولنے اور غداری کرنے کی آج کل کیا سزا ہے؟ اور جلاد کی طرف اشارہ کیا کہ سب کی گردنیں مار دو۔ دس منٹ کے اندر اندر سامنے کھڑے ہوئے تمام قیدیوں کے لاشے زمین پر تڑپ رہے تھے۔

یہ ہیبت ناک منظر دیکھ کر شیخ جلال الدین کانپ اُٹھے۔

انگریز افسر پھر اُن کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا "دیکھا تم نے باغیوں کا انجام؟ یا تو تم باغیوں کا نام بتادو۔ ورنہ ایک دن اسی طرح تمھاری بھی گردن ماردی جائیگی۔ اچھا سپاہی اس کو سامنے کی حوالات میں بند کردو۔"

(۱۵)

روز مرّہ اسی طرح کا تماشا نظر آتا اور شیخ جلال الدین دیکھتے کہ اُن کی آنکھوں کے سامنے روز سینکڑوں ہی آدمی قتل کئے جاتے۔ یہ بیٹھے ہوئے سوچتے رہتے کہ ایک دن تیری بھی باری آنی ہے۔ مگر اُن کے پائے استقلال میں لغزش یا ارادے میں کسی طرح کی کمزوری پیدا نہ ہوئی بلکہ وہ زیادہ دلیری کے ساتھ روز بروز اس کے لئے تیار ہوتے گئے۔ جو گھڑی کل آنے والی ہے آج ہی آجائے۔ تاکہ روز روز کے ان ہولناک نظاروں کے دیکھنے سے نجات ملے۔

(۱۶)

دو دو تین تین دن کے بعد انگریز افسر ان کو بلاتا اور پوچھتا۔ "جلال الدین اگر اپنی خیر چاہتا ہے تو اب بھی مجرموں کے نام بتادے ہم تجھے چھوڑ دیگا۔ اور کچھ نہیں کہیگا"۔ مگر ہر مرتبہ شیخ جلال الدین یہی جواب دیتے کہ "حضور! کوئی مجرم ہو تو اُس کا نام بتاؤں۔ بے گناہوں کو کس طرح پھنسادوں"؟

انگریز افسر کہتا۔ "اچھا تم جانے۔ ایک روز ہم تمھارے قتل کا حکم بھی اسی طرح دے دیگا۔ جس طرح تم ہر روز لوگوں کو قتل ہوتے دیکھتا ہے"۔

شیخ جلال الدین جواب دیتے۔ "حضور! مجھے تو اپنی اس تقدیر کا یقین سونی پت ہی میں ہو چکا تھا۔ مگر کیا کروں۔ اپنا پیچھا چھڑانے کے لئے بے گناہوں کو کس طرح گرفتار کرادوں! نہیں حضور! مجھ سے یہ نہیں ہوگا۔

ہمیشہ اسی طرح ہوتا اور ہمیشہ شیخ جلال الدین یہی جواب دیتے۔ ایک دن جو انگریز افسر کو غصّہ آیا تو اُس نے جلّاد کو حکم دیا کہ "اچھا اس کے زور زور سے بیس بینتیں ہمارے سامنے لگاؤ"۔ حکم کی تعمیل ہوئی اور شیخ جلال الدین کا سارا جسم لہو لہان ہوگیا۔ سپاہی نیم مردہ حالت میں اُٹھا کر حوالات میں ڈال گئے۔

(۱۷)

ماں نے گھر کے ملازم فتّو کو بیٹے کے پیچھے پیچھے خفیہ طور پر دہلی روانہ کر دیا تھا۔ تاکہ وہ دور کھڑا ہو کر دیکھ آئے کہ لختِ جگر کا کیا انجام ہوا؟ چنانچہ جس وقت پہلے پہل شیخ جلال الدین انگریز افسر کے سامنے پیش ہوئے تو اُنھوں نے دیکھا۔ کہ فتّو بھی سامنے سڑک پر ٹہل رہا ہے۔ سمجھ گئے۔ امّاں نے بھیجا ہوگا۔

فتّو واپس سونی پت پہنچا اور کہا "قتل تو نہیں ہوئے مگر بچنے کی اُمید نہیں۔ فرنگی نے حوالات میں بند کردیا ہے۔

ماں نے کہا "فتّو! میرے لال سے جیل کی روٹیاں کس طرح کھائی جائینگی۔ ایسا نہیں کرسکتا کہ روز گھوڑے پر سوار ہو کر چلا جایا کرے اور کسی ترکیب سے چھپ کر روٹی دے آیا کرے۔"

فتو نے جواب دیا "کام بڑا خطرناک ہے مگر میاں کے لئے سب کچھ کرلوں گا۔ اس موقع پر بھی حقِ نمک ادا نہیں کیا تو اور کونسا موقع آئیگا۔ خدا ہمارے میاں کو سلامت لے آئے۔

ماں نے بیتابی سے کہا "آمین آمین! خدا تمہارے منہ کا کہنا کرے"۔

بیوی جلدی سے اٹھی اور جلدی جلدی کھانا تیار کیا۔ اتنی دیر میں ماں نے بیٹے کے نام خط لکھ لیا اور فتو دونوں چیزیں لے کر روانہ ہوگیا۔ وہاں پہنچ کر داروغہ جیل سے ملا اور کہنے لگا " میرے آقا ناحق گرفتار کرلئے گئے ہیں اُن کا کچھ بھی قصور نہیں ہے۔ جیل کی روٹی اُن سے نہیں کھائی جائیگی۔ میں اُن کے لئے گھر سے کھانا پکوا کر لایا ہوں۔ اس میں آپ کا کچھ حرج نہیں اگر آپ اجازت دیں کہ یہ کھانا اُن کو دیدوں اور یہ کہتے کہتے ایک روپیہ نکال کر داروغہ جیل کی مٹھی میں دیا اور آہستہ سے کہا " روز اسی طرح"

جیلر نے سوچا۔ ایک روپیہ روز آتا ہے اور پھر مفت میں۔ بُرا کیا ہے۔ اور اس میں میرا نقصان بھی کونسا ہے۔ اِدھر اُدھر دیکھ کر چپکے سے کہنے لگا "دیکھو حوالات کی پشت کی دیوار میں ایک سوراخ ہے اُدھر سے جاکر روٹی اپنے آقا کو دیدو۔ مگر احتیاط رکھنا۔ اگر کسی نے دیکھ لیا تو جان سے مارے جاؤگے۔ اور پھر تمھیں کوئی شخص بچا نہیں سکیگا۔ میں بھی صاف انکار کردوں گا۔ ورنہ تمھارے ساتھ مجھے بھی پھانسی ملیگی"۔

روٹی کے ساتھ خط بھی شیخ جلال الدین کو مل گیا۔ اُس میں لکھا تھا " بیٹا! گھبرانا مت۔ اللہ پر توکل رکھنا میں تمھارے لئے ہمہ تن دعاگو ہوں۔ اللہ پاک اپنا فضل کریگا۔ مگر تم مستقل مزاج رہنا"۔

(۱۸)

اسی طرح ہوتا رہا اور روزمرہ ایک روپیہ جیلر کو اور کھانا قیدی کو پہنچتا رہا۔ سوئے اتفاق سے ایک روز دیوار جیل کے پاس کھڑے ہوئے ایک سپاہی نے دیکھ لیا۔ فتو روٹی دے چکا تھا اور خط دینے کے لئے نکال رہا تھا۔ کہ سپاہی سر پر پہنچ گیا اور کہنے لگا "تو کون ہے؟ یہاں کیوں آیا؟ اور کھڑا ہوا یہاں کیا کر رہا تھا؟ خیریت یہ ہوئی کہ اُس نے فتو کو روٹی دیتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

فتو نے گھبرا کر جواب دیا "کچھ نہیں ویسے ہی کھڑا ہوگیا تھا"۔

سپاہی۔ کیوں باتیں بناتا ہے۔ یہ کوئی شاہراہِ عام ہے جو ویسے ہی چلتے چلتے کھڑا ہوگیا تھا ضرور نو یہاں کسی بُری نیت سے آیا تھا۔ چل افسر کے پاس۔ وہاں تیری تلاشی لی جائیگی تو کوئی جاسوس معلوم ہوتا ہے۔

فتو کے پاس خط ہنوز موجود تھا۔ سوچا یہ تو بُری ہوئی۔ اگر میرے پاس سے خط نکل آیا تو میاں کو اور مجھے فوراً قتل کردیا جائیگا۔

یہ خیال آتے ہی اُس نے سپاہی سے کہا "میں تو ایک غریب آدمی ہوں۔ ویسے ہی یہاں کھڑا ہوگیا تھا۔ تم کہاں لے چلتے

ہوئے چلو مگر مجھے زور کا پیشاب لگ رہا ہے اگر اجازت دو تو پیشاب کر لوں۔ پھر تمہارے ساتھ جہاں تم لیجاؤ گے چلا چلونگا۔

سپاہی نے کہا "اچھا پیشاب کرلے"

فتو پیشاب کے بہانے سے ایک طرف کو زمین پر بیٹھ گیا۔ اور فوراً جلدی جلدی ذرا سا گڑھا کھود کر خط اُس میں دبا مٹی برابر کر دی۔ ذرا سا ہٹ کر کچھ پیشاب کیا اور پھر اُٹھ کھڑا ہوا۔

روٹی پہنچنی بند ہوگئی اور شیخ جلال الدین نے سمجھ لیا۔ کہ فتو بھی گرفتار ہوگیا۔ جب واپس سونی پت نہ پہنچا تو گھر والوں نے خیال کیا کہ کہیں مارا گیا۔ ورنہ ضرور پہنچتا۔ ایک ہی سہارا قیدی کی خیر و عافیت معلوم ہونے کا تھا وہ بھی نہ رہا۔ گھر والوں کی بے قراری کا کیا حال ہوگا؟

دو تین دن کے بعد معمول کے موافق انگریز افسر نے پھر جلال الدین کو باغیانِ سونی پت کے نام پوچھنے کے لیے بلایا تو اُنھوں نے دیکھا کہ فتو اس بدنصیب گروہ میں کونے پر کھڑا ہے۔ جس کو ابھی موت کا حکم ملنے والا ہے۔ آقا نے نوکر کو دیکھا اور نوکر نے آقا کو شیخ صاحب دل ہی دل میں افسوس کر کے رہ گئے کہ فتو ناحق میری وجہ سے جان مارا جاتا ہے۔ مگر چارہ کیا تھا اور کر کیا سکتے تھے۔

فتو کی وفاداری پر آفریں ہے۔ ہرگز اس بات کو ظاہر نہیں کیا کہ میں قیدی کے لئے کھانا اور خط لے کر آیا تھا اور بڑی خوشی کے ساتھ مرنا گوارا کر لیا۔

انگریز افسر شیخ صاحب کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا "کہو تم مرنے کے لئے تیار رہے ہو؟"

شیخ جلال الدین۔ حضور! موت تو ایک دن آنی ہی ہے۔ پھر اُس سے ڈرنا کیا۔ میں ہر وقت تیار ہوں۔

انگریز افسر۔ مرنا منظور۔ مگر باغیوں کا پتہ بتانا منظور نہیں؟

شیخ جلال الدین۔ حضور جب کوئی باغی ہو بھی۔ جھوٹ موٹ کس کا پتہ بتا دوں۔

انگریز افسر۔ دیکھو تمہارے سامنے یہ مجرم کھڑے ہیں۔ ابھی ابھی سارے قتل کئے جائیں گے۔ اگر تم نہیں بتاتا تو تمھیں بھی انہی کے ساتھ کھڑا کر دیا جاتا ہے۔

شیخ جلال الدین۔ حضور کو اختیار ہے۔

انگریز افسر۔ اب بھی کچھ نہیں گیا۔ نام بتا دو تو ہم تمھیں فوراً چھوڑ دے گا۔

شیخ جلال الدین۔ حضور اگر کوئی باغی میرے علم میں ہوتا تو سونی پت سے ہی گرفتار کر کے نہ بھیج دیتا۔ اپنی جان کسے دوبھر ہوتی ہے۔ اپنی زندگی کو خطرہ میں ڈال کر دوسرے کی جان کوئی نہیں بچایا کرتا۔ جو بات ٹھیک تھی وہ میں نے عرض کر دی۔ اب آگے جو کچھ حضور چاہیں کریں۔

انگریز افسر۔ نہیں نہیں! تم جھوٹ بول رہا ہے۔ ہماری اطلاع غلط نہیں ہوسکتی۔ ضرور سونی پت سے کچھ آدمی لڑنے کے لئے دہلی آئے تھے۔ تم چھپا رہا ہے۔ اپنی قوم کی ہمدردی بیشک اچھی بات ہے۔ مگر باغیوں اور مجرموں کو پناہ دینا ہرگز اچھا کام نہیں اور پھر تم تو سرکاری ملازم ہے۔ سرکاری ملازم کے لئے یہ بہت بڑا جرم ہے کہ وہ سرکار کے باغیوں کو پناہ دے۔ اس جرم کی سزا موت کے سوا کچھ نہیں۔

شیخ جلال الدین۔ حضور میں خود بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ مگر جب کوئی مجرم نہ ہو تو کہاں سے پیدا کروں؟

اتنے میں انگریز افسر نے حکم دیا "اچھا یہ مجرم جو کھڑے ہیں۔ ان کی گنتی کی جائے"۔

جلاد نے بڑھ کر گنا تو ۱۰۱ تھے۔

نہ معلوم کس خیال سے افسر نے حکم دیا "ان میں سے ایک آدمی کو چھوڑ دو اور باقی ایک سو کی گردن مار دو۔

جلاد نے تعمیلِ حکم میں کونے پر کھڑے ہوئے ایک آدمی کی ہتھکڑی کھول اُسے پرے دھکا دے دیا۔

رہا ہونے والا خوش قسمت شخص فتو تھا۔

(۲۰)

جب سب لوگ قتل ہو چکے تو انگریز افسر نے کہا "جلال الدین اب بھی اپنے حال پر رحم کرو اور نام بتا دو۔ ہم اب تک کبھی کا تمہیں قتل کر چکا ہوتا۔ مگر خبر نہیں کیا بات ہے کہ تیرے قتل پر ہمارا ہاتھ نہیں اُٹھتا۔ لیکن اگر تو نے نام نہ بتائے تو مجبور ہو کر ایک نہ ایک دن تیرے لئے بھی قتل کا حکم دینا پڑیگا۔

شیخ جلال الدین۔ حضور! اگر نصیب میں اسی طرح موت لکھی ہے تو پھر مجھے کون بچا سکتا ہے۔ بہرحال میں قسمت پر راضی ہوں۔

انگریز افسر۔ اچھا اب تم جاؤ اور اچھی طرح سے اپنا بھلا بُرا سوچ لو

(۲۱)

چار مہینے اسی امید و بیم کی حالت میں گذر گئے اور اس عرصہ میں شیخ جلال الدین کی آنکھوں کے سامنے ہزاروں آدمی تلوار کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ شیخ جلال الدین اپنے قتل کے بھی منتظر تھے۔ اُن کو ہرگز اُمید نہیں تھی کہ میں کسی دن رہا ہوسکوں گا۔ مگر اس دوران میں ہر قسم کی سختی اور تشدد اور ڈراوے دھمکاوے کے باوجود بھی جب شیخ جلال الدین نے کسی باغی کا نام نہیں بتایا تو ایک روز آخری فیصلہ کرنے کے لئے انگریز افسر خود جیل میں چلا آیا۔ مگر اس ہیئت کے ساتھ کہ ایک جلاد ننگی تلوار کھینچے اُس کے ایک طرف تھا اور دوسرا شخص پانی میں بھیگی ہوئی بیت ہاتھ میں لئے دوسری طرف۔ آتے ہی اُس نے کہا۔ "دیکھو جلال الدین! ہم تم سے بہت نرمی سے کہتا ہے کہ اب بھی باغیوں کے نام بتا دو۔ ورنہ آج تمہارا آخری دن ہے۔ پہلے تمہیں ننگا کر کے سو ضرب بیت لگائی جائیں گی اور پھر تمہاری گردن تلوار سے اُڑا دی جائیگی۔ دونوں آدمی ہم اپنے ساتھ لیتا آیا ہے۔ بولو زندگی منظور ہے یا موت؟

اس ہیبت ناک منظر کو دیکھ کر شیخ جلال الدین کانپ اُٹھے۔ اُن کو موت سامنے نظر آنے لگی اور اسی حالت میں گھر سے روانگی کا سماں اُن کی آنکھوں کے آگے پھر گیا۔ بیوی کا بے ہوش پڑا ہونا۔ ماں کا زار و قطار رونا۔ بچوں کا بلکنا۔ اس کا خیال آتے ہی بے اختیار اُن کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ سوچنے لگے کہ اب کوئی دم میں بچے یتیم ہو جائیں گے۔ بیوی بیوہ ہو جائیگی۔ اور ماں کا غم میں خبر نہیں کیا حال ہو۔ مگر وہ کھڑے ہو گئے اور بڑے ہی استقلال کے ساتھ اُنہوں نے آنسوؤں کو جذب کرتے ہوئے صاحب سے کہا۔ "حضور! موت ہی تقدیر میں لکھی ہے اور وہی چار و ناچار مجھے منظور کرنی پڑیگی۔ حضور قتل کا حکم دیں تاکہ اس روز روز کے عذاب سے جان چھوٹ جائے۔

انگریز افسر۔ دیکھو اپنی جان کے دشمن مت بنو۔ ہم تمھیں ایک بار پھر سمجھاتا ہے۔ ہماری نصیحت مانو اور نام بتا دو۔ ہم نے آج تک اتنی نرمی کسی قیدی کے ساتھ نہیں کی۔

شیخ جلال الدین۔ حضور کی مہربانی۔ مگر میں کس کا نام بتا دوں؟

انگریز افسر۔ (خشمگیں ہو کر) اچھا اگر تم نہیں مانتا تو پھر مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ اور یہ کہہ کر اُس نے حکم دیا۔ کہ اس کے کپڑے اتار کر پہلے سو ضرب بیت اس کے ہمارے سامنے لگائی جائیں اور پھر فوراً تلوار سے گردن اُڑا دی جائے۔

شیخ جلال الدین نے اطمینان کے ساتھ اس حکم کو سُنا اور کہا "حضور! میں مرنے کے لئے بالکل تیار ہوں۔ لیکن قتل ہونے سے پہلے اس بات کی اجازت چاہتا ہوں کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں"۔ انگریز افسر نے اجازت دی اور شیخ جلال الدین انتہائی محویت اور انتہائی رقت کے ساتھ نماز میں مشغول ہو گئے اور بڑے ہی خضوع و خشوع کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں۔

انگریز افسر کے دل پر جو اُنھیں غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس وقت کی نماز کے منظر کا بہت گہرا اثر پڑا اور اُسے یقین ہو گیا کہ یہ شخص درحقیقت بے گناہ ہے اور ہماری اطلاع غالباً غلط ہو گی۔ ورنہ ایسا کون شخص ہے جو یوں وسرور کے لئے مرنے کو تیار ہو جائے۔ چنانچہ دو رکعت پڑھ کر جب شیخ جلال الدین نے سلام پھیرا تو انگریز نے ان کو اشارے سے اپنے پاس بلایا اور کہنے لگا "جلال الدین! جاؤ ہم تمھیں چھوڑتا ہے۔ ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ تم بے گناہ ہے۔ اور غالباً یہی وجہ تھی کہ ہمارا دل تمہارے قتل پر آمادہ نہیں ہوتا تھا۔ جاؤ! سونی پت واپس جاؤ اور وہاں پہنچ کر اپنے عہدہ کا چارج لے لو تمھیں اس چار ماہ کی تنخواہ بھی سرکار سے مل جائیگی۔ ہمیں بہت افسوس ہے کہ تم کو ناحق اتنی تکلیف اُٹھانی پڑی۔ ہم تمھیں حکم لکھ دیتا ہے ابھی روانہ ہو جاؤ"۔

(۲۲)

سارے شہر کے لوگوں نے تعصب سے باہر نکل کر اپنے محسن اور شفیق بہی خواہ کا دلی خلوص اور عقیدت کے ساتھ استقبال کیا اور ایسے احترام و عزت کے ساتھ اُن کو لیکر شہر میں داخل ہوئے جیسے کوئی بڑا ہی مقدس اور محبوب مذہبی پیشوا

آ رہا ہو۔ وہ بارہ مجاہدین بھی آگے بڑھے اور آنسوؤں سے روتے ہوئے انھوں نے شیخ صاحب کے ہاتھ چومے اور کہنے لگے۔
"داروغہ جی ہماری زبان میں ہرگز طاقت نہیں کہ آپ کا ذرا بھی شکریہ ادا کرسکیں۔ جو احسان آپ نے ہمارے ساتھ کیا اور جو ناقابل برداشت تکلیف ہمارے لیئے برداشت کی اُس کا اجر صرف خدا ہی دینے والا ہے۔ آپ نے جس بے نظیر بہادری اور استقلال کے ساتھ اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے ہماری جانیں بچائی ہیں ہم نے تو اُس کی کوئی نظیر دیکھی نہیں آپ نے اس بے پایاں احسان سے ہمیں اپنا زرخرید غلام بنا لیا ہے اور جب تک ہم زندہ رہیں گے آپ کے بندۂ بے دام بنے رہینگے"۔
داروغہ جی بڑے سخت امتحان میں پاس ہو کر نکلے تھے۔ بے انتہا خوش اور مسرور تھے۔ ہنستے ہوئے کہنے لگے۔ "آپ لوگ میرے بھائی ہیں۔ ہرگز خیال نہ کریں کہ میں نے آپ پر کوئی احسان کیا ہے۔ اس بات کو بالکل بھول جائیں اور مجھے بدستور اپنا خادم اور خیرخواہ سمجھیں۔ باقی اصلی اور حقیقی شکریہ کی مستحق دراصل میری والدہ صاحبہ ہیں۔ میں نے تو صرف اُن کے حکم کی تعمیل کی ہے اور بس۔
جلوس آہستہ آہستہ مکان پر پہنچا اور شیخ صاحب اہل شہر سے رخصت ہو کر اپنے گھر میں داخل ہوئے۔ سب لوگ پہلے ہی چشم براہ تھے۔ ماں نے دوڑ کر بیٹے کو گلے سے لگالیا۔ اور آنسوؤں کی جھڑی اُس کی آنکھوں سے جاری ہو گئی۔ یہ خوشی کے آنسو تھے۔
بچے بھی باغ باغ تھے اور بیوی نے بھی اپنا کھویا ہوا دل آج پالیا تھا۔ آج اس گھر ہی میں نہیں سارے سونی پت میں عید کا دن تھا۔

(۲۳)

اطمینان سے بیٹھے تو داروغہ جی نے والدہ سے پوچھا۔ "فتو یہاں نہیں آیا؟"
والدہ۔ نہیں تو۔ یہاں تو نہیں آیا۔ بہت دن ہوئے ایک روز روٹی اور خط لے کر تمھارے پاس گیا تھا۔ پھر اُس کا پتہ ہی نہیں لگا کہاں گیا؟ ہم اُس کی طرف سے اس وقت تک سخت پریشان ہیں +
بیٹے نے کہا "میں نے ایک روز اُسے قیدیوں میں دیکھا تھا اور میرے سامنے ہی وہ محض اتفاق سے چھوٹ بھی گیا تھا۔ میرا خیال تھا۔ سیدھا گھر پہنچا ہوگا۔ مگر تعجب ہے کہ یہاں نہیں آیا۔ نہ معلوم اُس پر کیا اُفتاد پڑی؟

(۲۴)

سونی پت واپس آنے کے پندرہ دن بعد ایک روز داروغہ جی تھانہ میں بیٹھے تھے کہ فتو سامنے سے آتا دکھائی دیا۔ داروغہ جی اُسے دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے اور بڑی محبت سے کہنے لگے "میاں فتو! کہاں تھے؟ ہم تو سارے گھر والے تمھاری طرف سے بہت فکر مند تھے"۔
فتو۔ میاں اُس روز جب میں آپ کے سامنے اچانک چھوٹ گیا۔ تو مجھے گھر واپس آتے ہوئے بڑی شرم

معلوم ہوئی کہ اماں کہیں کی ہانپنے آپ تو چھوٹ کر چلا آیا اور اپنے آقا کو قید میں چھوڑ آیا۔ بس میاں! میں اسی شرم کے مارے سونی پت نہیں آیا اور ادھر اُدھر پھرتا رہا اب جب دہلی سے معلوم ہوا کہ آپ چھوٹ کر سونی پت چلے گئے ہیں۔ تو میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور بھاگم بھاگ یہاں چلا آ رہا ہوں۔ اللہ میاں کا بڑا احسان ہے کہ اُس نے پھر آپ کی شکل دکھائی۔ میں ذرا اماں جی کو سلام کر آؤں۔

(۲۵)

بہت دن سونی پت میں رہنے کے بعد شیخ جلال الدین کا تبادلہ کرنال کا ہو گیا۔ حکام اُن کے کام سے نہایت خوش و مطمئن تھے۔ مجرموں کا پتہ لگانے اور پیچیدہ مقدمات کو سلجھانے کی حیرت انگیز قابلیت قدرت نے اُن میں ودیعت کی تھی۔ کچھ عرصہ بعد وہ حسنِ کارکردگی کے صلہ میں انسپکٹر پولیس بنا دئے گئے اور "خان بہادر" کا خطاب سرکار سے مرحمت ہوا۔ جب پنشن کا زمانہ آیا تو حکام اُن سے اتنے خوش تھے کہ پوری تنخواہ (دو سو روپے ماہوار) اُن کی پنشن مقرر کر دی گئی۔ علاوہ ازیں ایک سپاہی مستقل طور پر اُن کی اردلی میں دیا گیا۔ جسے تنخواہ سرکار سے ملتی تھی۔ پنشن کے بعد بھی حکام کو اُن پر اس قدر زیادہ اعتماد تھا۔ کہ جب کبھی ضلع میں کوئی اہم اور پیچیدہ مقدمہ آتا اور معمولی افسران سے نہ سلجھ سکتا تو ہمیشہ خان بہادر شیخ جلال الدین ہی کے سپرد اُس کی تفتیش کی جایا کرتی تھی۔

(۲۶)

یہ گھڑی ہوئی کہانی اور "طبعزاد فسانہ" نہیں حقیقی واقعہ اور سچا قصہ ہے اور آج بھی اُن کے وطن پانی پت میں محلہ شیخان کی اُس مسجد کو جو ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔ جس کا کنواں داروغہ جی نے اُس روپے سے بنوایا تھا۔ جو زمانہ قید کی تنخواہ کا اُن کو سرکار سے ملا تھا۔

کیا مخلوق کے ایسے ہمدرد اور بہی خواہ افسر اب بھی پائے جاتے ہیں؟ اور کیا ایسی عالی حوصلہ اور بہادر خواتین اب بھی موجود ہیں؟

ریاض سخن

حضرت فیاض ہریانوی اُردو علم و ادب کے گوشہ نشین خادموں میں سے ہیں۔ سُلجھا ہُوا مذاق اُور غیر معمولی تحقیق و تدقیق علمی رکھنے کے علاوہ آپ ایک باکمال ادیب اور شیریں مقال شاعر بھی ہیں۔ آپ اپنی غزلوں اور نظموں کے الگ الگ مجموعے مرتب کر چکے ہیں۔ مجھے اس وقت موخر الذکر مجموعے پر لکھنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے اِس مجموعہ کا نام "ریاض سخن" ہے۔ اور درحقیقت جو جو گلکاریاں آپ کے خامۂ رنگین نگار نے کی ہیں۔ اُن کے لئے اس سے بہتر نام تجویز نہیں کیا جا سکتا۔ "ریاض سخن" واقعی ریاض سخن ہے۔ آپ اس میں ایک فطری شاعر کی شگفتہ طبعی ایک فلسفی کی دقیقہ رسی اور ایک مصلح قوم کی حریت پسندی غرضیکہ جن جن لوازمات کی ضرورت ہے احسن طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ اس مجموعہ کے پینسٹھ عنوان ہیں۔ جن کو مندرجہ ذیل حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے

(۱) مناظر فطرت (۲) ادبِ لطیف (۳) تراجم (۴) ملکی اور قومی نظمیں (۵) متفرقات

مناظرِ قدرت کی دلاویز تصویر کھینچنے میں آپ یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔ یوں تو ہزاروں خود رو شاعر اس صنف میں "صاحب طرز" ہونے کے دعویدار ہیں۔ لیکن حضرت فیاض کو جو ملکہ اس میں حاصل ہے۔ وہ آپ بعد تجسس بھی کہیں اور نہ پا سکیں گے۔ اس صنف میں آپ کی متعدد نظمیں "صبح کا وقت اور باغ کی کیفیت" "کرشمہ آرائی بہار" تلاطم جذبات اور متفرق عنوانات کے تحت ہیں۔ جن کا تھوڑا بہت انتخاب کر کے مجھے یہ ثابت کرنا مدنظر ہے کہ آپ کی شگفتہ طبعی نے کیسے گلہائے مضامین پیش کیئے ہیں۔

صبح کا وقت

ہے صبح کا وقت کیا سُہانا		مست مئے عیش ہے زمانا
گردوں کا ہے رنگ اب دگرگوں		کرتے ہیں خروس ککڑوں کوں
ہونے لگے ماند چاند تارے		ظاہر ہوئے صبح کے نظارے
ہر سنتری کو ہے نیند آئی		آتی ہے جمائی پر جمائی
مطرب کی زبان پر ہے آسا		پھرتے ہیں فقیرے کے کاسا

مناظر صبح کو قریب قریب ہر فطرت پسند شاعر نے نظم کیا ہے۔ لیکن آپ کے ہاں اور ہی رنگ ہے۔ دوسرے شعر میں گردوں کے رنگ کا دِگر گوں ہونا اور خروس کا ککڑوں کوں کرنا آپ کی واقعہ نگاری کی دلچسپ مثال اور قادر الکلامی کا بیّن ثبوت ہے۔ چوتھے شعر کے لئے میں آپ کو اس تلاش پر مبارک باد دیتا ہوں۔ پانچواں شعر تو کچھ ایسا بے ساختہ اور صبح کی وجدانی کیفیات کا آئینہ وار ہے۔ کہ سبحان اللہ۔

کرشمہ آرائی بہار کے تحت چند اشعار ہیں۔

سبز تر بہت پہاڑیاں شاداب | بن تر و تازہ وادیاں سیراب
چشمے مُنہ سے اُگلتے ہیں چاندی | آبشاروں کی دھاریں سیمابی
لگئے ابر گرم سیر فضاء | یا کہ گردوں کی پھٹ گئی ہے رداء
تھم گیا مینہ گھٹا ہوئی روپوش | نیلگوں آسماں ہے جلوہ فروش

آبشاروں کی سیمابی دھاریں چشموں کا چاندی اُگلنا پانی کے صاف شفاف اور سفید ہونے کی نادر تشبیہیں ہیں بادل کے ٹکڑے کا اِدھر اُدھر اُڑنا اور اُسے گردوں کی رداء کے پھٹنے سے تشبیہہ دینا آپ کی خوش کلامی کا ایک نمایاں جوہر ہے۔ پڑھئے اور سر دھنئے۔

باغ و بہار

اللہ اللہ رے اِمناظرِ باغ | خلد بھی کھا رہا ہے دیکھ کے داغ
غنچۂ و گل ہر ایک خندہ فروش | بلبل خوش ترانہ زمزمہ کوش
عطر آگیں ہے موجِ بادِ نسیم | عنبر افشاں ہے گلکدہ میں شمیم
نہر ہر ایک آب سے لبریز | منظر موج ہے مسرت خیز
ہر چمن پر چمک رہی ہے دھوپ | ہر خیاباں کا ہے نرالا روپ

اُردو شاعری میں مناظر قدرت کی کمیابی کا گلا کرنے والوں اور ورڈزورتھ کی فطری شاعری کے دلدادوں کے لئے دعوتِ عام ہے۔ آئیں اور دیکھیں کہ آپ کا ایک ایک شعر اس صنعت میں ایک بیش بہا شاہکار ہے۔

غنچۂ و گل ہر ایک خندہ فروش | بلبل خوش ترانہ زمزمہ کوش

غنچۂ و گل کی خندہ فروشیاں بلبل اور بلبل خوش ترانہ اور پھر اُس پر اُس کا زمزمہ کوش ہونا برمحل الفاظ اور اُن میں ایک خاص موسیقیت معنی آفرینی نہیں تو کیا ہے۔

تلاطم جذبات کے عنوان سے آپ نے نہر سے مخاطب ہو کر ایک معرکتہ آلارا نظم لکھی ہے۔ جس کو میں مناظر قدرت کے ضمن میں ایک لاجواب نظم کہنے کو تیار ہوں۔ یہ نظم بہت طویل ہے۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ خوف طوالت سے میں اس کا انتخاب نہایت بخل کے ساتھ کر رہا ہوں۔ ورنہ اس کا ہر شعر لاجواب تشبیہوں برمحل الفاظ اور لطف کلام کے ہر جوہر سے مالا مال ہے

غضب ہیبت بھری لہریں ہیں اے نہر رواں تیری | بٹھا دیتی ہیں دل پر رعب طوفاں خیزیاں تیری
نشیں تیری جو بن جاتی ہیں موجوں کے تصادم سے | قیامت ڈھا رہی ہیں دل پہ آپس کے تلاطم سے
تیری ہر لٹ ہے یا بلور کا پُر پیچ استادہ | وہ اِستادہ دلوں کے پیچ میں لانے کو آمادہ

تیری ہر لٹ ہے جھالر ہے روپہلی ہر لڑی جس کی
کوئی زنجیر ہے یا نقرئی ہے ہر کڑی جس کی
یہ لٹ ہے یا کہ موسیٰ نے ید بیضا نکالا ہے
خضر نے یا عصائے لُولُوءِ لالا سنبھالا ہے
کسی ایوان کافوری کے دروازے ہیں محرابی
کھلی ہے نور کی رحلوں پہ یا تفسیر بیضاوی
کسی نقاش نے یہ نقرئی لوحیں بنائی ہیں
دکانیں جوہری نے یا جواہر سے سجائی ہیں
کوئی موتی محل کا منظر دیوار پیشین ہے
نظر افروز یا فردوس ہیں اورنگ سیمیں ہے

یہ نظم میری داد سے مستغنی اور توصیف سے بے نیاز ہے۔ اہل ذوق خود اس کی قدر و قیمت کا کماحقہٗ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ صرف ایک مضمون اور اُس کی اس قدر بے مثال تشبیہیں "کسی ایوانِ کافوری کے دروازے ہیں محرابی" اور "کوئی موتی محل کا منظرِ دیوارِ پیشیں ہے"۔ اِس کے علاوہ ہر مصرع اور اُس کا ہر لفظ اپنی مناسب نشست پر زینت افزائے شاعری ہے۔ یہ وہ لآلی آبدار ہیں کہ جن کے آگے دُرِّ عدن ہیچ اور یہ وہ جواہر ہیں کہ جن کے آگے لعلہائے رُمانی کی کچھ قدر و منزلت نہیں۔ ذرا آگے چلیئے۔

تیری ہر لہر ہے یا کف بلب ہے کوئی دیوانہ
ترا موجہ ہے یا ہے محو ہذیاں کوئی دیوانہ
کوئی سرمست صہبا ہر قدم پر لڑکھڑاتا ہے
کوئی مجذوب ہے جو منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا ہے

لہر کا کف بلب ہونا اور اُس کے ساتھ دیوانگی۔ الفاظ ہیں کہ موتیوں میں تولنے کے قابل ہیں۔ نہر کی لہروں کا خوش منظر بہاؤ۔ کسی سرمست صہبا کے لڑکھڑانے کے مانند ہے۔ وہ بے معنی اور مہمل آوازجو لہروں کے تصادم سے پیدا ہوتی ہے۔ کسی دیوانے کی ہذیاں گوئی یا مجذوب کے بڑبڑانے کی مانند۔ اِس تلاش مضمون کے قربان اور سحر نگاری کے صدقے۔ کیسا اچھا سادہ اور پُرکیف اسلوب بیان ہے۔ یہ دونوں شعر، شعر نہیں بلکہ سلکِ مروارید ہیں کہ الفاظ کی صورت میں پیش نظر ہیں۔ اس سے اور آگے چل کر لکھتے ہیں۔

لڑائی گرم موجوں کی ہیں تیغیں شعلہ ریز اس جا
یہ آبی معرکہ ہے لہریں ہیں گرم ستیز اس جا

"آبی معرکہ" کیا خوب ترکیب نکالی ہے۔ اور یہ معرکہ پیدا کیا تو لہروں کا گرم ستیز ہونا بھی ظاہر کیا۔ لیکن لڑائی بغیر ہتھیار کے کس کام کی۔ موجوں کی تیغیں اور اُن کا شعلہ ریز ہونا بھی ظاہر کر دیا۔

تموج جس جگہ ہر وقت پیہم غُل مچاتا ہے
تلاطم جس جگہ طوفان کو پہلو میں دباتا ہے
جہاں سیماب کی افراط ہے چاندی کی ارزانی
لآلی کی جہاں کثرت جواہر کی فراوانی

وہاں نام خدا خوش منظری کا لاکھ عالم ہے
میرے صناع کی صنعت گری کا لاکھ عالم ہے

تلاطم جس جگہ طوفان کو پہلو میں دباتا ہے۔ خوب کہا ہے۔ سیماب کی افراط اور چاندی کی ارزانی بھی خوب ہے

الغرض یہ نظم متواتر اسی روش پر چلی جارہی ہے۔ آخیر میں اس منظرِ دلکش سے طبیعت میں جو جذبات پیدا ہوئے ہیں۔ اُنہیں اس طرح ظاہر کیا ہے۔

تری پُر جوش تقریریں دلوں میں جوش بھرتی ہیں　　مسیحائی سے محسوساتِ مُردہ زندہ کرتی ہیں
کہوں کیا دیکھ کر تیرا یہ رعب و داب شاہانہ　　مجھے بے ساختہ یاد آگیا ماضی کا افسانہ

ادب لطیف اور **تراجم** کو میں ساتھ ساتھ پیش کرونگا۔ کیونکہ بعض ترجمے ادب لطیف سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضرت فیاض نے انگریزی نظموں کے کئی ترجمے اپنے مخصوص انداز میں کئے ہیں "ننھی سی پری"۔ "اندھا غریب لڑکا"۔ "ترانہ ظلمت"۔ "بہشت" اور کیپینکا انگریزی نظموں کے چربے ہیں۔ مگر ان پر بھی طبع زاد ہونے کا دھوکا ہوتا ہے۔

بہشت کے عنوان سے ایک نظم ہے۔ جسمیں ایک کم سن بچہ اپنی ماں سے طفلانہ انداز میں بہشت کا محل وقوع دریافت کرتا ہے۔ کہ وہاں تو نہیں۔ وہاں تو نہیں۔ اور ہر بار نفی میں جواب پا کر بے تابانہ چلا اُٹھتا ہے

بتا بھی دے وہ سرزمین ہے کہاں

ماں اُسے مندرجہ ذیل جواب دیتی ہے ؎

مرے لال اس کا پتا ہے یہی　　نہیں آنکھ نے اس کو دیکھا کبھی
نہیں اُسکے نغموں سے گوش آشنا　　وہ دنیا نئی ہے وہ عالم نیا
لطافت میں ایسا ہے وہ لاجواب　　کہ تصویر سے اُسکی عاجز ہے خواب
ستم اس پہ ڈھاتا نہیں روزگار　　خزاں سے ہے بے فکر اُس کی بہار
عیاں ہیں خدا کے نظارے جہاں　　وہاں ہے وہ میرے دُلارے وہاں

بچے کے سامنے بہشت کی تشریح کیسے عمدہ پیرائے میں کی گئی ہے ؎

لطافت میں ایسا ہے وہ لاجواب　　کہ تصویر سے اُسکی عاجز ہے خواب

اس سے زیادہ لطیف خیال اور کیا ہوسکتا ہے۔ کہ بہشت کی تصویر خواب میں بھی دماغ میں نہیں آسکتی

ع　"وہاں ہے وہ میرے دُلارے وہاں"۔ کیسا پیارا اور سادہ انداز بیان ہے۔ "وہاں" کی تکرار نے اس میں ایک خاص لطافت بھر دی ہے۔

ترانۂ ظلمت

کُنتُ کنزاً مخفیا کے اقتضا سے پیشتر　　فطرتِ کون و مکاں کی ابتداء سے پیشتر
خلقتِ چرخِ بریں سے پیشتر از پیشتر　　خلق و تخلیق زمین سے پیشتر از پیشتر

اجتماع عالم علوی کے دن سے پیشتر　　انعقاد مجلس قُدسی کے دن سے پیشتر
اولیں شب کے ستاروں کی ضیاء سے پیشتر　　طائر صبح نخستیں کی نواء سے پیشتر
جب نہ تولید زماں تھی اور نہ تخلیق مکاں　　جب نہ تھی گوش آشنا راز ازل کی داستاں
سکہ بیٹھا تھا ترا ہی اس خراب آباد میں　　تُو ہی تھی ظِلّ الہٰی اِس خراب آباد میں

پہلے چاروں شعر جن میں تخلیق عالم کے متعلق تلمیحات اور ابتدائے آفرینش کا فلسفہ مجتمع ہے۔ فیاض صاحب کے نادر شاہکاروں میں سے ہے۔ اجتماع عالم عُلوی اور انعقاد مجلس قُدسی نہایت غنا آمیز ترکیبیں ہیں۔ جنہوں نے شعر کو ایک نغمہ بنا دیا ہے "طائر صبح نخستیں کی نوا سے پیشتر" آپ ہی کی ایجاد اور آپ ہی کا حصہ ہے پانچواں شعر پہلے چار شعروں کا جامع خلاصہ ہے۔ مکان و زماں کے کتم عدم سے منصۂ شہود پر آنے سے پہلے ؎

سکہ بیٹھا تھا ترا ہی اِس خراب آباد میں　　تُو ہی تھی ظِلّ الہٰی اِس خراب آباد میں

ظُلمت کو ظلّ الہٰی کہنا بھی خوب ہے۔ سایہ بھی تو آخر تاریک ہی ہوتا ہے۔

تصویر یاس

میرے پہلو میں خلشگر نوک تیز خار یاس　　میرے سینہ میں بہار زخم دامندار یاس
نااُمیدی کی میں جیتی جاگتی تصویر ہوں　　یاس ہو جس پر فدا وہ یاس کی تصویر ہوں
نقش محرومی کا خاکا دیکھنا ہو مجھ کو دیکھ　　شکل مایوسی کا نقشا دیکھنا ہو مجھ کو دیکھ!

نااُمیدی اور یاس کی ایسی اچھی تصویر کھینچنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ع

میرے پہلو میں خلشگر نوک تیز خار یاس

یاس ایک کانٹا ہے۔ اور وہ بھی تیز۔ اُس کی نوک کا پہلو میں خلشگر ہونا نامرادی کے ہاتھوں آلام و حُزن کا تختۂ مشق بننے کو پورے طور پر ظاہر کرتا ہے۔ ہر چیز دنیا میں اپنی مناسب جگہ پر زیب دیتی ہے جس گلدستے کے لئے کوئی پھُول بنا ہو۔ وہ وہیں زیب دیتا ہے۔ عیش و نشاط کے دوران میں اِسی قسم کے لوازمات مرغوب خاطر ہوتے ہیں۔ جن کا تعلق انبساطِ روح اور راحتِ قلب سے ہو۔ عزا خانے میں ہمیشہ غم و اندوہ کی باتیں ہوتی ہیں۔ شاعر کا کمال اِسی میں ہے۔ کہ وہ موضوع کے مطابق الفاظ اور مضامین تلاش کرے۔ یہ مصرع بھی تصویر یاس کے عنوان کے ماتحت اپنی مناسب نشست پر نہایت زوردار مصرع ہے ؎

نقش محرومی کا خاکا دیکھنا ہو مجُھ کو دیکھ　　شکل مایوسی کا نقشا دیکھنا ہو مجُھ کو دیکھ

اجتماع عالم عُلوی اور انعقاد مجلس قُدسی کی خوشنما تراکیب کی طرح "نقش محرومی کا خاکا" اور "شکل مایوسی کا نقشا" یہ ٹکڑے بھی اپنی نوعیت کے لحاظ سے بے مثال ہیں۔ "نقش" اور "شکل" "محرومی" اور "مایوسی" "خاکا" اور "نقشا" ہموزن

اور ہم معنی الفاظ کا یہ بالترتیب استعمال کمال شاعری ہے۔

شبِ ہجر

رات کیا ہے یہ درازی میں ہے روزِ محشر   میں ہوں اور سامنے تاریک فضاء کا منظر
نہ اذاں ہوتی نہ پھٹتا ہے گریبان سحر   بولتا مُرغ سحر اور نہ بجتا ہے گجر
مر گئے طائرِ گلشن کہ نہیں گرم نوا   سو گئی آج کہاں صبح کی وُہ تازہ ہوا

"رات کیا ہے یہ درازی میں ہے روزِ محشر"۔ رات اور روزِ محشر کا اجتماع ضدین اور تشبیہہ میں ان کی یکسانیت قابل دید ہے۔ شبِ ہجر میں انتظار صبح کا مایوسی خیز نقشہ اس مصرع سے پورے طور پر ظاہر ہے "نہ اذاں ہوتی نہ پھٹتا ہے گریبان سحر" آخر میں دامن صبر کے چاک چاک ہونے پر کیا خوب کہا ہے۔ ع

مر گئے طائرِ گلشن کہ نہیں گرم نوا

ننھی سی پری

کرتے ہیں اہل جہاں رَین بسیرا جس دم   پھیل جاتا ہے زمانے میں اندھیرا جس دم
اُتر آتا ہے بلیات کا ڈیرا جس دم   ڈالتے بھوت بیاباں میں ہیں گھیرا جس دم
عرش سے فرش پہ آتی ہے بصد جلوہ گری   ایک ننھی سی پری لاکھ نزاکت سے بھری

شکسپئیر کی "کوئین سیب" کا آزاد ترجمہ ہے۔ اس بند کی روانی قابلِ ملاحظہ ہے۔ بند کے پہلے دو شعر اپنی دلچسپ اور خوبصورت قوافی کے ساتھ نہایت پُر لطف واقع ہوئے ہیں۔ "رین بسیرا" سارے بند کی جان ہے۔ ترجمے میں تصنع اور آورد سے بے نیاز رہ کر اس طرح آمد کا پہلو برقرار رکھنا نہایت مشکل ہے۔

کیسینکا۔ انگریزی میں مسز ہیمنز کی ایک مشہور نظم ہے۔ جس میں ایک فرانسیسی امیر البحر کے دو سالہ فرزند کی اطاعت اور شجاعت کا ذکر ہے۔ فیاض صاحب نے نظم کے نفسِ مضمون کا لحاظ رکھتے ہوئے اس میں کافی اضافہ بھی کیا ہے۔ پہلا بند یہ ہے۔

شرر اُگلنے لگا شعلہ زار جنگ وجدل   ہوا جو عالم اسباب میں زُحل کا عمل
قیامت آگئی مغرب میں پڑ گئی ہل چل   نظامِ امن ہوا وقف اختلال و خلل
لڑائی نیل کی کہتے ہیں اس کو خُرد و کلاں   شروع ہو گئی جنگِ فرانس وانگلستان

جنگِ نیل کے آغاز کا بیان ہے۔ الفاظ بھی ویسے ہی جنگی استعمال کئے ہیں۔ "شعلہ زار جنگ وجدل کا شرر اُگلنا" "عالم اسباب میں زُحل کا عمل" "نظام امن کی برگشتگی یہ سب الفاظ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ شاعر ایک خوفناک محاربے کی تصویر کھینچنے کے لئے آمادہ ہے۔ اسی نظم میں ایک مقام ہے۔ کہ جب جہاز کو آگ لگ گئی تھی۔ امیر البحر کے کہنے پر اس کا لڑکا کیسینکا

ایک خاص مقام پر کھڑا تھا۔ باپ دشمن کی توپ کے گولے کا نشانہ ہو چکا تھا۔ لڑکے نے آوازیں دیں۔ اور باپ سے اجازت طلب کی کہ وہ کھڑا رہے یا چلا آئے یہ سب ذیل کے دو بندوں میں بیان کیا ہے۔

مقام چھوڑ گئے اپنا بادباں سارے — مقر سے ہل گئے مستول و رسیاں سارے
جگہ سے ہٹ گئے تختے یہاں وہاں سارے — قیام گاہ سے جنباں ہوئے نشاں سارے
ہلا نہ پائے ثبات اُس کا مستقر سے مگر — وقار و حلم کا تھا وہ مجسم اِک پیکر
جو اپنے آپ کو آفت میں مبتلا پایا — اُسی سوالِ اجازت کو اُس نے دُہرایا
کہیں سے اور تو اُس کو نہ کچھ جواب آیا — صدائیں آئیں وناون کی اور دھواں چھایا
بلائیں لینے کو شعلوں نے ہاتھ پھیلائے — بقائے نام کا سہرا لئے شرار آئے

پہلے بند میں اِس فرمانبردار اور بہادر لڑکے کے اپنی جگہ سے نہ ہلنے کا ذکر ہے۔ اِس کے مقابلے میں جنگی سپاہی جو جاندار تھے۔ اُن کا تو کیا ذکر ہے۔ آفات و مصائب سے گھبرا کے بے جان چیزیں بادباں مستول اور اُسکے رسّے جھنڈے اور جہاز کے تختے سب اپنی اپنی جگہ چھوڑ گئے۔ لیکن نہ ہلا۔ تو اُسی جانباز اور فخرِ روزگار لڑکے کا پائے ثبات نہ ہلا۔ دوسرے بند کا ٹیپ کا شعر ؎

بلائیں لینے کو شعلوں نے ہاتھ پھیلائے — بقائے نام کا سہرا لئے شرار آئے

خوش کلامی کا ایک قابلِ رشک نمونہ ہے۔ اہلِ ذوق خود اِس کی داد دیں۔ ع بقائے نام کا سہرا لئے شرار آئے کو مَیں بار بار پڑھتا ہوں اور قندِ مکرّر کا مزا لیتا ہوں۔ لیکن طبیعت ہے کہ سیر نہیں ہوتی۔ کسی جانباز کی بہادرانہ موت کا کیا خوبصورت اور حسین نقشہ ہے۔

آپ کے کلام کا ایک معتدبہ حصہ قومی اور ملکی رنگ میں بھی ہے۔ جس سے آپ کی صلح پسندی اور خلوص قلبی جو تعصب کی کدورتوں سے مکدّر نہیں صاف نظر آتی ہے۔

نوجوان سے خطاب

اتحادِ باہمی کی نَے نوازی تم سے ہے — مفلسوں کی بیکسوں کی چارہ سازی تم سے ہے
ہر طرف اصلاح کی نغمہ طرازی تم سے ہے — شاہدِ حُبِّ وطن کی پاک بازی تم سے ہے

حاضرہ تعلیم کے تم ہی عَلَم بردار ہو
حزب الاحرارِ وطن کے تم ہی تو سردار ہو

یہ وہ صحیح اور پاکیزہ جذبات ہیں۔ جو ایک مصلحِ قوم نوجوانوں کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔ جس سے اتحادِ باہمی اصلاحِ عوام اور غربا پروری کی تلقین مقصود ہے۔

تحریک برائے تکمیل جامع اسلامیہ

اے قوم نگوں طالع گتھی تیری کیا سلجھے　　حاصل نہیں جمعیتِ افراد پریشاں کو
چھوٹ سے شیخ و برہمن باز آتے ہی نہیں　　رہنما تھک تھک گئے دونو کو سمجھاتے ہوئے
اُسی کا گھر ہے مسجد میں اُسی کی شان مندر میں　　خدا جانے عداوت کیوں ہے ہندو سے مسلماں کو
شیخ کو یارب برہمن کا بنا دے رشتہ دار　　ایک رشتے میں پرو دے سبحہ و زنار کو

آئے دن کی ہندو مسلم کی باہمی چپقلش اور تنافر جذبات دُور کرنے کے لئے اگر کسی رہنمائے صادق کی تلاش ہو تو کلام نیاض ہر قدم پر مشعل ہدایت کا کام دیتا ہے۔ اشعار بالا میں اتحاد اور یک جہتی کا سبق دے کر آپ اپنے ایک انسانی فرض کو احسن طور پر انجام دے رہے ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے۔ کہ اس میدان میں بھی آپ کا قلم موقع اور محل کے مطابق اپنے جوہر دکھانے میں پیش پیش ہے۔

اجُدھیا کے عنوان سے ایک مسدّس ہے۔ جس میں عہدِ ماضی میں اس شہر کی خوش حالی کا ذکر ہے۔

بزم کے بھی تھے لوازم عُود بھی تھا چنگ بھی　　بین تھا بربط بھی تھی ڈھولک بھی تھی مردنگ بھی
رقص تھا نغمہ تھا رقاصانِ خوش آہنگ بھی　　عیش کی بھی انجمن تھی راگ بھی تھا رنگ بھی
کیف آور تھی ترنم ریزیٔ چنگ و رباب
وجد آتا تھا کسی کو کوئی وقفِ اضطراب

رقص و سرود کی پُر رونق بزم کا نقشہ اس سے بہتر کیا کھینچا جا سکتا ہے۔ کمال عشرت کے لئے موسیقی رقص اور اُس کے تمام لوازمات جمع ہیں۔ بند کا بند ایک دریائے مّواج ہے۔ جس میں موسیقیت اپنی نغمہ طرازیوں کی پوری ٹھاٹھ میں بہی چلی جارہی ہے۔

گل بانگ عندلیب و نوائے ہزار ہیچ　　گُل ہیچ خار ہیچ نسیم بہار ہیچ
مے خانہ وہم رونق میخانہ اِک فریب　　خُم ہیچ شیشہ ہیچ مئے مشکبار ہیچ

نمود ہستی کے عنوان سے یہ شعر روانی اور بندش الفاظ کے لحاظ سے نہایت اعلےٰ ہیں۔ مصرع ثانی دو تو شعروں میں کیسا ٹھوس اور حشو و زوائد سے پاک ہے۔

اظہارِ حقیقت

یہاں ہر لوحِ تربت دے رہی ہے درسِ بیداری　　نہیں شہر خموشاں ہے مرقع ایک عبرت کا
بڑا ہے انقلاب آسماں سے قحط دُنیا میں　　وفاداری کا ہمدردی کا اخلاص و محبّت کا
وجود اس عالم فانی میں اے نیاض عنقا ہے　　خوشی کا خرمی کا عیش کا فرحت کا راحت کا

پہلا شعر قابلِ صد توصیف و تعریف ہے۔ لوح تربت درس بیداری شہر خموشاں یہ الفاظ نہیں نگینے ہیں۔ کیا تقابل کیا استعارہ کیا تشبیہ اور کیا کیا ہے۔ دوسرے اور تیسرے شعر الفاظ کی برجستگی بندش اور اُن کا بر محل استعمال قابلِ داد ہے۔

عید

کرتی ہے دل سے دورِ غم روزگار عید　　گویا کہ ہے سرور سے خوشگوار عید
ساغر بکف ہے کوئی قدح نوش ہے کوئی　　میخانے میں مناتے ہیں یوں میگسار عید

دنیاداروں کی عید تو سب جانتے ہیں۔ لیکن بادہ آشاموں کی عید آپ نے خوب لکھی ہے۔

مطائبات

اہلِ فرنگ کرتے ہیں سیرِ آسمان کی　　داخل ہے ممکنات میں امرِ محال آج
اعجاز کا منکر ہوں سائنس پہ ایماں ہے　　طیارہ سمجھتا ہوں اورنگِ سلیماں کو
جسم کی ماہیتِ پنہاں عیاں ہو یا نہ ہو　　فلسفی کو روح کی گتھی کے سلجھانے سے کام
بی۔ اے ہُوا تو دین کی لے۔ بی رہی نہ یاد　　میرے کمال میں بھی ہے صورت زوال کی
انور کی اب کہاں ہیں وہ شب زندہ داریاں　　وہ صبح خیزیاں ہیں کہاں شام لال کی

اس ضمن میں آپ کے مندرجہ بالا اشعار سے ظاہر ہے کہ اس رنگ میں آپ کو قدرتِ اکمل حاصل ہے لسان العصر اکبر مرحوم کا رنگ اس قدر غالب ہے کہ ہو بہو اُن کا کلام معلوم ہوتا ہے۔ آخری دونو شعر تو واقعی اُن کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

اِن تمام عنوانات پر جداگانہ نقد و تبصرہ سے مجھ کو صرف یہی دکھانا مقصود تھا۔ کہ ایک فطری شاعر بوقلموں خیالات اور گوناگوں مضامین کو نظم کرنے کے لئے کس قدر قدرت رکھتا ہے۔ چشم بد دُور آپ اس فن میں پورے طور پر کامیاب ہی نہیں۔ بلکہ قادر ہیں۔ رزم و بزم مناظر قدرت ملکی و قومی او ظریفانہ غرضیکہ ہر رنگ میں آپ نے شعر کہے ہیں۔ اور ہر جگہ دادِ سخن دی ہے۔ آپ کے کلام میں دلکش اسلوب بیان روح افزا تقابل نادر تشبیہیں اور قیمتی استعاروں کی فراوانی ہے اور اُردو زبان کے لئے یہ ایک شگفتہ سرمایہ خیال کیا جائیگا۔ مجھے افسوس ہے کہ خوف طوالت اور اپنی محدود علمیت کی وجہ سے میں اتنا ہی لکھ سکا ورنہ ابھی بہت کچھ لکھے جانے کی گنجائش ہے۔ دعا ہے کہ جناب فیاض کو درازی عمر کی نعمت عطا ہو۔ تاکہ آپ اِسی طرح گوہر فشانیوں سے اُردو کے دامن کو مالا مال کرتے رہیں۔

بال مکند عرش ملسیانی

یگانہ آرٹ

(میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی)

حیدری اسپرٹ

اے ہمت مردانہ دکھادے وہ کمال
کہتے ہیں جسے جہادِ نفس اہل کمال
بہتر ہے دیو کو پکڑے زندہ
قابو میں کرے نفس کو مار نہ ڈال

چنگیزی اسپرٹ

ارمان نکلنے کا مزہ ہے کچھ اور
اور رشک سے جلنے کا مزہ ہے کچھ اور
ہاں یاد ہے دوست سے لپٹنا لیکن
دشمن کو کچلنے کا مزہ ہے کچھ اور



طبع زاد

پڑتی ہے جب نگاہ ہمارے کلام پر
کہتے ہیں شاعر آہ ہمارے کلام پر

کیوں کر ملے نہ داد زمانے میں ہر جگہ
دنیا کی ہے نگاہ ہمارے کلام پر

حاسد کے دل کے واسطے وہ آہ بن گئی
نکلی جو دل سے واہ ہمارے کلام پر

فکرِ سخن سے ہم نہ کبھی باز آئیں گے
ہو اعتراض خواہ ہمارے کلام پر

شاکر ہم اس کو حسنِ طبیعت سمجھتے ہیں
کہتے ہیں لوگ واہ ہمارے کلام پر

شاکر سبلوی

(ناول)

ہوا میں سیر

ایک نہایت دلچسپ اور مفید ناول

نمبر ۸

اُردو مترجم۔ کاشی پریاگی

غریب زنگی

مظفر روبر کو ہندوستان کے بڑے بڑے مقامات کی سیر نہیں کرنی تھیں۔ صرف یہ جتانا تھا کہ اسکا مکمل جہاز ہمالیہ کے ایسے بھیانک دروں سے بھی صاف نکل سکتا ہے یا نہیں نتیجہ کیا ہُوا؟ آگے چل کر آپ خود دیکھ لینگے۔

ہمالیہ کے دامن میں ایک چمن زار ہے جو ترائی کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں کیچڑ اور دلدل ہمیشہ رہتی ہے جس سے بخار اور جاڑا گذرنے والوں پر چڑھتا ہے مگر البا ٹروس بہت اونچا اُڑکر ترکستان اور چین کی سرحدی وادی تک پہنچ گیا ہے۔

۱۲ جولائی کو صبح تڑکے بہشت نظیر کشمیر کی ہری بھری وادی دکھائی دی۔ یہ وادی ہمالیہ کے چھوٹے بڑے پہاڑوں کی گود میں ہے اور سہانے آبشار اور دلکش نہروں سے گھری ہوئی ہے۔

جہاز کشمیر کی راجدھانی سری نگر میں پہنچا جو ڈل جھیل کے پہلو میں جہلم کے دائیں بائیں بسا ہُوا ہے۔ جھیل کے کنارے سبزہ زار اور ہرے بھرے پیڑ بہت بھلے معلوم ہو رہے تھے۔ اور نقشین لکڑی کے مکان بھی اپنا جلوہ دکھا رہے تھے۔

البا ٹروس وہاں سے فوراً چلا۔ جو دریا ڈل جھیل میں گرتا ہے۔ اسی کے خط پر اُڑنے لگا' ایک سنسان جگہ پہنچ کر دریا سے صرف ۱۰ میٹر کی بلندی پر رک گیا۔ ربڑ کے نل دریا میں ڈالے گئے اور جہاز میں پانی کے جتنے برتن تھے بھر لئے گئے۔

اس کے بعد معمولی چال سے کابل سے پار ہُوا۔ چار دہی وادی اور شاداب کوہستان کو دیکھ کر بڑی فرحت ہوئی۔

چار بجے کے قریب ہوائی جہاز ہرات سے گذرا خیوہ اور ترکمان سے نکل گیا۔ یہاں ریت کے طوفانی بگولے بہت اُٹھا کرتے ہیں۔ اس لمبے راستے میں صرف دو پہاڑ ملے دماوند جو دس ہزار میٹر اونچا ہے اور البرز جو گیارہ ہزار میٹر اونچا ہے اور جس کے دامن میں ایران کی راجدھانی طہران آباد ہے۔ شام ہوتے ہوتے جہاز بجلی کی طرح ان سے بھی گذر گیا۔

دوسرے دن البا ٹروس بحیرہ خضر (خزر) (کیسپین سی) پر سو میٹر اونچا اُڑ رہا تھا۔

فریکولن زنگی نے جب دیکھا کہ جہاز ایک گہرے ڈراؤنے اتھاہ سمندر پر جا رہا ہے تو مارے ڈر کے چیخ دھاڑ' رونا دھونا اور چلانا اور بکنا شروع کر دیا کہتا تھا میں یہاں نہ رکوں گا' نہ ٹھہرونگا' اللہ سے ڈرو' مجھے باہر نکال دو۔ میں چڑیوں کی طرح ہوا میں اُڑنے کے لئے پیدا نہیں ہُوا مجھے سوکھے میں پہنچا دو۔ زمین پر اُتار دو۔ میں کہتا ہوں مجھے یہاں سے نکالو۔ نکالو۔ نکالو۔

مالک نے نوکر کو سمجھانا بجھانا کیا اور اُبھار دیا کہ جی کھول کر شور غل کرے۔ البا ٹروس چھ سو میٹر اونچا اُڑ رہا تھا۔ جہازی لوگ مچھلیوں کا شکار کھیل رہے تھے۔ زنگی کی چیخ پکار سے کان کے پردے پھٹے جارہے تھے۔ رو بر کے حکم سے فریکولن ایک کوٹھری میں بند کر دیا گیا مگر وہ در و دیوار پر ٹکے اور گھونسے برسانے لگا اور چلا چلا کر سارے جہاز کو سر پر اُٹھا لیا۔

جہاز اپنا جال سمندر میں ڈال کر چند میل سیدھا اُڑتا تھا اور جب جال نکلتا تھا تو ہزاروں چھوٹی بڑی مچھلیاں رنگ رنگ کی ہاتھ آتی تھیں۔

جب تک شکار ہوا کیا۔ فریکولن نے بھی دم نہیں لیا، دیواریں مکوں سے کوٹتا رہا اور چلاتا رہا۔

روبر نے کہا۔ اب تو سر میں درد ہونے لگا میں زیادہ بک بک نہیں سُننا چاہتا۔

اشارہ کی دیر تھی۔ فریکولن کو کوٹھڑی سے نکال کر ایک بڑی ٹوکری میں باندھا اور کئی سو قدم نیچے ہوا میں لٹکا دیا۔

اور کہا ہاں اب جتنا چلا سکو چلاؤ۔

پروڈینٹ اور روبر میں بڑی سخت سخت باتیں ہوگئیں اور صدر نے صاف کہدیا کہ میں بھی ایسا بدلہ لونگا کہ تم دیکھتے ہی رہ جاؤ گے۔

ایک ہی گھنٹہ بعد ہوا میں بڑے زور شور کا برقی طوفان آگیا۔ بڑی تیز آندھی آئی گھنگھور گھٹائیں چھا گئیں، بادل گرجنے لگے۔ بجلیاں کڑکنے لگیں۔ ایک بجلی کڑک کر غریب زنگی کی ٹوکری کے پاس ہی پانی میں گری۔ سمندر میں تلاطم مچ گیا اور لہریں اُٹھ اٹھ کر فریکولن کی ٹوکری تک آنے لگیں۔

حبشی کی بُری حالت تھی سب جہاز کی کلوں میں لگے ہوئے تھے اور طوفان سے بچنے کے لئے البا ٹروس کو کبھی اوپر کبھی نیچے کبھی دائیں اور کبھی بائیں اُڑاتے تھے۔

آخر کسی کو خیال آہی گیا اور فریکولن کی ٹوکری اوپر کھینچی گئی وہ آیا تو پانی سے شرابور تھا، ٹوکری سے نکلتے ہی اپنے کمرہ میں چلا گیا اور ایک کونے میں ایسا چُپ چاپ بیٹھ رہا گویا سانس بھی نہیں لے رہا تھا۔

اب بجلیوں کی چمک دمک اتنی بڑھ گئی تھی کہ بادلوں کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں پانی شیشے کی طرح چمک رہا تھا۔ پنکھے بھی دھیمے ہوگئے تھے۔

روبر۔ تیز کرو بڑھاؤ طوفان بڑھنے سے پہلے ہمیں اونچا ہو جانا چاہئے۔

ڈرائیور۔ مجبوری ہے۔ ہماری برقی قوت خراب ہوگئی ہے۔

طوفان اور آندھی میں جیسے تار گھروں کی برقی قوت خراب ہو جاتی ہے ویسے ہی جہاز کا برقی مخزن بھی خراب ہوگیا تھا۔ اور ڈر تھا کہ البا ٹروس گر نہ جائے۔

روبر (چلاکر) جہاز کو چھوڑ دو، نیچے اُترنے دو آپ سے آپ طوفانی حد سے نکل جائیگا۔

جہاز کئی سو قدم نیچے اُتر آیا لیکن ابتک بجلیاں برسانے والے بادلوں میں تھا۔ پنکھے اور بھاری چلنے لگے۔ جہاز

پانی سے صرف پچاس قدم اوپر تھا' ایک بجلی دائیں طرف سے زن سے نکل گئی۔ اگر جہاز پانی میں جا رہتا تو پھر بچنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ مگر یکایک طوفان کا رُخ بدل گیا۔ البا ٹروس اس کی حد سے نکل آیا' پنکھے اپنی پوری قوت سے چلے۔ جہاز رفتہ رفتہ اونچا ہُوا اور اپنی معمولی چال سے اُڑنے لگا اور ۷ ارجولائی کو جہازی بحر خضر کے اُتری حدوں سے باہر نکل آئے۔

صدر کا غصہ

رو بر بحر خضر کو پار کرتے ہی اُتر کی طرف چلا۔ وہ یورپ کو جا رہا تھا' شائد اسے قیدیوں کے بھاگ نکلنے کی کچھ سن گُن مل گئی تھی۔ اسی لئے البا ٹروس آندھی کی طرح تیز چل رہا تھا۔

آج تک ہوا سیدھی چل رہی تھی۔ اب الٹی چلنے لگی' اسپر البا ٹروس کی یہ اندھا دُھند تیزی اور بھی ستم ڈھا رہی تھی۔ جہاز کے فرش پر کھڑا ہونا کیا سانس لینا بھی مشکل تھا' پروڈینٹ اور فیل ایوانس اگر کٹہرے سے چمٹ نہ جاتے تو اُڑ کر زمین پر ہوتے مگر وہ تو کیئے تمام تے اپنے شیشے والے کمرے سے انکی حالت دیکھ لی' برقی گھنٹی بجائی اور چار آدمیوں نے آکر دونوں کو ہٹانا چاہا۔ مگر ہمت نہ پڑی مجبوراً البا ٹروس دھیما کیا گیا تب دونو مہمان اپنے اپنے کمرے میں آئے۔

مگر واہ رے البا ٹروس اسپر اثر تک نہ تھا' پنکھے اس زور سے گھوم رہے تھے کہ دکھائی نہیں دیتے تھے۔ قیدیوں کو سب سے بعد میں استرخاں شہر نظر آیا تھا جو بحر خضر کے دوسرے سرے پر ہے۔ اس شہر کا پانچ گنبد والا بڑا گرجا جسکو روسی شاعر جنگل کا ستارہ" کہتے ہیں۔ دکھائی دیا مگر جھپک کر ایسا چھپ گیا جیسے بہت تیز بجلی۔

یورال پہاڑ سے بھی البا ٹروس بڑی جلدی گذرا اور جھٹ پٹے کے وقت ماسکو سے بھی نکل گیا۔ یعنی دس گھنٹے میں دو ہزار کیلو میٹر طے کر لئے۔

آدھی رات کو پیٹرسبرگ میں پہنچے مگر جون کی رات تھی اور روس کا ملک کچھ دکھائی نہ دیا۔ اندھیرا گھُپ تھا۔ پھر فنلینڈ کھاڑی' المنڈ ٹاپو بالٹک سمندر۔ سوئیڈن کا ملک اور اسٹاک ہالم شہر' ناروے کا ملک اور کرسٹینیا شہر سب نظر آئے۔ یہ سفر بھی دو ہزار کیلو میٹر کا تھا اور دس ہی گھنٹے میں پورا ہُوا اب ہوائی جہاز ناروے کے مشہور آبشار رنجوکن سے بڑی تیزی سے گذرا اور دکھن کی طرف مڑ گیا۔

قیدیوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ اگر زمین تک نہیں پہنچ سکتے تو زمین تک اپنی خبر تو پہنچا ہی سکتے ہیں۔ پروڈینٹ کو ناس لینے کی لت تھی۔ مگر ڈبیہ خالی ہو چکی تھی۔ اس نے ایک مہین کاغذ کے ٹکڑے پر کچھ لفظ لکھے۔ اپنا اور وطن کا پتہ لکھا اور ڈبیہ پانے والوں سے آرزو کی کہ دوستوں کو خبر کر دیں۔

کاغذ کو موڑ کر ڈبیہ میں بند کیا اور گھات میں لگا رہا۔

جب البا ٹروس دکن کو چلا اور سیدھے پیرس کی راہ لی تو بحر شمالی سے گذرتے وقت روبر نے سمندر کے بہتیرے جہازوں اور دھوئیں کی کشتیوں کو اپنے جلوے دکھائے۔

رات کو دس بجے جہاز ڈنکرک کی سرحد سے فرانس کے اندر آیا۔ اندھیرا گھرا تھا مگر انگریزی بندرگاہ ڈووَر کی رہنما روشنی (سرچ لائٹ) کے ہنڈے گھومتے ہوئے دکھائی دیئے۔ البا ٹروس گولی کی رفتار سے جارہا تھا وہ اسے ممتنس اور ڈینس کو پار کرکے آدھی رات کو پیرس پہنچ گیا۔

البا ٹروس نے یہاں پہنچ کر ایک بڑے باز کی طرح دھیرے دھیرے شہر پر اُترنا شروع کیا۔ اتنا نیچے اُترا کہ گاڑیوں کی سیٹیاں اور موٹر کے بھونپو سُنائی دینے لگے۔ بجلی کی تیز روشنی ایفل کی چوٹی سے نکل کر تمام شہر کو جگمگا رہی تھی۔ جہاز بھی تین میٹر پر آکر بجلی روکنے والی چھڑ کے برابر ٹھہر گیا۔

البا ٹروس نے کوئی گھنٹے بھر پیرس کی سیر کی بازار میں پہنچ کر اس نے اپنے بجلی کے سارے ہنڈے جلا دیئے۔ ٹام ٹارنر کے بگل سے بھی قومی گیتوں کی موہ لینے والی صدائیں نکل کر تمام اطراف میں گونجنے لگیں۔ پیرس کے لوگ تالیاں بجانے لگے ہُرّے ہُرّے چلانے لگے۔ پروڈینٹ تاک میں تھا ہی کٹہرے سے لگ کر جُھکا۔ مُٹھی چپکے سے کھولدی اور نمدے میں لپٹی ہوئی ڈبیا سرسراتی ہوئی نیچے چلی گئی۔

البا ٹروس نے بھی اپنے ہنڈے بجھا دیئے اور ایک گھنٹہ میں دوسو کیلومیٹر کے حساب سے اپنی راہ ہو لیا۔ وہ الپس اور پیری نیز ایسے اونچے اونچے پہاڑوں کو پار کرنے میں اپنا وقت برباد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے ایک سیدھ میں اُڑ کر فرانس سے نکل گیا۔

نو بجے دن کو روما کے مشہور گرجا سینٹ پیٹر سے لوگوں نے اس ہوائی جہاز کو دیکھا دو گھنٹے بعد نیپلس کھاڑی سے نکل کر ویسوویس جوالا مکھی کے دھوئیں میں اُڑتا رہا۔ پھر بحر روم سے ذرا کترا کر نکل گیا۔ ۳ بجے کے لگ بھگ اس کو ٹیونس والوں نے دیکھا یہ شہر اتری آفریقہ کے کنارے ہے۔ یوں طلسمی البا ٹروس نے کل ۲۳ دن میں امریکہ ایشیا اور یورپ کی سیر کرلی اور ۳۰ ہزار کیلومیٹر کا سفر پورا کرلیا۔

آپ لوگ پروڈینٹ کی ناس والی ڈبیہ کا حال سُننے کے لئے بے چین ہیں تو سُنئے یہ ڈبیہ یولی سٹرک پر ۱۲ نمبر کے مکان کے سامنے گری تھی۔

صبح کو ایک بھنگن نے جھاڑ دیتے میں اُٹھایا اور سیدھی کوتوالی میں لے آئی۔ پولیس ڈری کہ کہیں بم کا گولہ نہ ہو۔ نمدہ بہت ہوشیاری سے الگ کیا اور ڈبیہ کا ڈھکن بہت دھیرے دھیرے کھولا۔

ڈبیہ نے کھلتے ہی آفت کردی ناس کی تیز خوشبو جھکے ہوئے لوگوں کی ناک میں پہنچی آچھیں آچھیں چھینکوں کی بھرمار ہوگئی۔ ڈبیہ سے جو کاغذ نکلا اس پر لکھا تھا۔

فلیڈلفیا میں جو ولڈن کلب ہے۔ اس کے صدر اور کاتب روبر کے ایجاد کئے ہوئے ہوائی جہاز البا ٹروس میں موجود ہیں۔ مہربانی کرکے انکے دوستوں اور عزیزوں کو خبر کردیجئے۔ فقط ۔ پروڈینٹ فیل۔ ایوانس

۲۱ چھوٹے سے بونے نے بڑا کام لیا۔ ساری دُنیا میں ہوائی جہاز کے بارے میں جو ہلچل مچی ہوئی تھی وہ بہت کچھ کم ہوگئی +

درسِ ہمت

(از ایم آزاد انبالوی)

چھپ کے راتوں کو ہمیشہ درد سے رویا نہ کر
ضبط کو دُنیا میں اے دل اس طرح رُسوا نہ کر

منزلِ مقصود پر تجھ کو پہنچنا ہے اگر
عازمِ صحرا ہو راہِ کارواں دیکھا نہ کر

لاکھ ٹوٹیں خار تلووں میں پڑے چھالوں سے خون
پھر بھی ستانے کو تھک کر راہ میں بیٹھا نہ کر

ہو بلا خوف و خطر مستغرقِ بحرِ وفا
کہنے سُننے کی زمانے کے کبھی پروا نہ کر

کامیابی کے لئے قربانیاں مطلوب ہیں
امتحاں کی سُن کے خبریں دل کو آزردہ نہ کر

ہمنے یہ مانا کہ صحرائے عمل ہے لق و دق
خود کو اے آزاد وقفِ ہمتِ مردانہ کر

غزل

(از پنڈت کیشودت صاحب شاکی از نکودر)

کوئی مطلوب نہ تھا کوئی طلب گار نہ تھا
کیا زمانہ تھا کہ اُلفت نہ تھی آزار نہ تھا

آج ہیں اُن کی جدائی میں مرا جاتا ہوں
وہ بھی دن تھے کہ مجھے اُن سے سروکار نہ تھا

آج زاہد نے مرے ہاتھ سے پی لی ہوتی
خیر گذری کہ میں مدہوش تھا ہُشیار نہ تھا

قتل کرنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی اُس نے
ورنہ سر دینے سے ہرگز مجھے انکار نہ تھا

مجھ کو بیمار کیا اُن کی مسیحائی نے
ورنہ اے چارہ گرو ہیں کوئی بیمار نہ تھا

اور تو مل نہ سکا کوئی بہانہ اُن کو
اِس خطا پر سبب مجھے مارا کہ گنہگار نہ تھا

جانتے تھے کہ شکایت پہ شکایت ہوگی
ورنہ شاکی سے بگڑنا اُنہیں دُشوار نہ تھا

رباعی

شیرازۂ ہستی کا بکھرنا ہے ضرور
دُنیا سے بہر حال گذرنا ہے ضرور

وہ کام کریں کہ نام باقی رہ جائے
مرنے کے لئے آئے ہیں مرنا ہے ضرور

(محمد عبدالحکیم انصاری)

پنجاب یونیورسٹی

(۱) شیخ اصغر علی صاحب بی اے بیرسٹرایٹ لا سی بی ای - آئی سی ایس (ریٹائرڈ) ۱۹۳۳ء سے سردار ذوالفقار علی خاں صاحب کی بجائے یونیورسٹی کے فیلو نامزد ہوئے۔

(۲) ڈاکٹر جی میتھائی صاحب ایم اے ڈاکٹر آف سائنس ایف زیڈ ایس - ایف ایل ایس - ایف آر ایس ای - آئی ای ایس اور لفٹننٹ کرنل جے جے ہارپر نیلسن صاحب او بی ای - ایم سی - آئی ایم ایس یکم جون ۱۹۳۳ء سے دوبارہ فیلو نامزد ہوئے اور سردار بہادر سردار اسندر سنگھ صاحب مجیٹھیا نائٹ سی آئی ای ۲۰ جون ۱۹۳۳ء سے۔

(۳) مسٹر ڈبلیو ایچ ایف آرمسٹرنگ ایم اے - ایف سی ایس - آئی ای ایس وائس پرنسپل سنٹرل ٹریننگ کالج اور مس ایل ای تھامس بی ایس سی ڈپٹی ڈائرکٹرس آف پبلک انسٹرکشن پنجاب - پنجاب گورنمنٹ (وزارت تعلیم) کے ایما سے سکول بورڈ کے ممبر مقرر ہوئے۔ مسٹر آرمسٹرانگ جون ۱۹۳۳ء سے بورڈ کے سیکرٹری منتخب ہوئے۔

(۴) پنجاب گورنمنٹ (وزارت تعلیم) نے مفصلہ ذیل کالجوں کو یونیورسٹی سے ایف اے تک کا الحاق فرمایا ہے۔

(ا) ایم اے او انٹرمیڈیٹ کالج امرتسر برائے انگریزی - ریاضی - اکنامکس - فلاسفی ہسٹری - عربی - فارسی اور اردو۔

(ب) سٹفرڈ فورڈ انٹرمیڈیٹ کالج برائے مستورات امرتسر - انگریزی - فارسی سنسکرت ہسٹری - ریاضی - فلاسفی - ہندی اور پنجابی بمنشا شرائط مجوزہ سنڈیکیٹ اور منظور کردہ سینٹ۔

مفصلہ ذیل کالجوں کو ان مضامین میں مزید الحاق کا حکم حاصل ہوا۔

(ا) ڈی اے وی کالج لاہور } بی اے کے امتحان میں پولٹیکل سائنس کی شمولیت
(ب) " " " جالندھر

(ج) اسلامیہ کالج لاہور ایم اے " " " " " "

(د) زنانہ کالج لاہور۔ بی اے کے امتحان میں فارسی کی شمولیت

(ھ) سناتن دھرم کالج لاہور (و) مہندر کالج پٹیالہ } بی اے کے امتحان میں پولٹیکل سائنس کی شمولیت
(ز) خالصہ کالج امرتسر (ح) اسلامیہ کالج لاہور

(ط) ڈی اے وی کالج لاہور انٹرمیڈیٹ امتحان تک فرینچ کی شمولیت

(۵) وائس چانسلر صاحب نے قرار دیا ہے کہ موجودہ قواعد کے مطابق جو طالب علم امتحان تک اپنے کالج کو تبدیل نہ کرے یونیورسٹی رجسٹر میں نام درج کرانے کے لئے ایک روپیہ ادا نہ کرے گا۔

(۶) مفصلہ ذیل تین کلرک وائس چانسلر صاحب نے اکونٹ برانچ کے لئے یونیورسٹی کی ملازمت میں لئے ہیں جو ۴۵-۲-۵۵ کے گریڈ میں ۴۵ روپے سے شروع ہونگے۔

لالہ خیراتی لال اور ایم حفیظ الرحمٰن بی اے یکم جون ۱۹۳۳ء سے اور سردار اقبال سنگھ ۹ جون ۱۹۳۳ء سے

(۷) وائس چانسلر صاحب نے قرار دیا ہے کہ مسٹر تاج احمد خاں اسسٹنٹ ڈائرکٹر فزیکل ٹریننگ ایسے افسروں کی ذیل میں شمار ہونگے جو تعطیلات سالانہ کے مجاز ہوتے ہیں - البتہ اگر کسی سال خاص ضرورت سے وہ تعطیلات سے مستفید نہ ہوسکیں تو اس سال کے لئے ایسے افسروں میں شمار ہونگے جو تعطیلات سے مستفید نہیں ہوتے۔

وظائف جو امیدواروں نے ایم ایس ایل سی امتحان پاس کرنے پر حاصل کئے سال ۱۹۳۳ء

نمبر شمار	رول نمبر	نام امیدوار	حاصل کردہ نمبر	سکول جہاں سے امتحان پاس کیا	قسم و مقدار وظیفہ
۱	۳۱۲۶	ششو پال	۷۳۳	ڈی اے وی ہائی سکول لاہور	ایلفریڈ نابھہ جیند سکالرشپ مالیتی ۱۰ روپیہ
۲	۱۰۲۴۳	ملتانی چند	۷۲۰	گورنمنٹ ہائی سکول شہر جالندھر	یونیورسٹی سکالرشپ مالیتی ۸ روپے
۳	۲۴۱۶	سید مصطفٰے حسین قمر نقوی	۷۱۵	مسلم ہائی سکول شہر انبالہ	ایضاً
۴	۱۰۲۳۱	انند سروپ	۷۱۱	گورنمنٹ ہائی سکول جالندھر	ایضاً
۵	۳۱۳۹	وید برت	۶۹۹	ڈی اے وی ہائی سکول لاہور	ایضاً
۶	۱۷۴۳۷	عبدالرحمٰن صدیقی	۶۹۳	ایڈورڈس ہائی سکول پشاور	ایضاً
۷	۷۲۹۰	درگا داس شرما	۶۹۱	سناتن دھرم ہائی سکول لالہ موسےٰ	ایضاً
۸	۳۱۲۹	نرندر ناتھ کشپ	۶۹۰	ڈی اے وی ہائی سکول لاہور	ایضاً
۹	۲۹۳۵	علی محمد مہروی	۶۸۹	سنٹرل موڈل ہائی سکول لاہور	ایضاً
۱۰	۱۳۴	ہیرا سنگھ	۶۸۷	ایس جی بی ایس راجہا ہائی سکول گیروان	ایضاً
۱۱	۱۰۵۴۱	گورو دتا رام مرگ	۶۸۷	ایس ڈی اے ایس ہائی سکول شہر جالندھر	ایضاً
۱۲	۵۵۵۸	ناظر سنگھ I ڈھلون	۶۸۳	ایس جی اے ڈی خالصہ سکول ترن تارن	ایضاً
۱۳	۱۲۱۶۶	جیون سنگھ رانا	۶۸۳	کے آر ایس ڈی بی ہائی سکول ہمراہ	ایضاً
۱۴	۳۱۳۱	بال کرشن انند	۶۸۱	ڈی اے وی ہائی سکول لاہور	ایضاً
۱۵	۱۷۵۰۱	عبدالرشید	۶۸۰	اسلامیہ کالجیٹ ہائی سکول پشاور	ایضاً
۱۶	۴۱۶۹	باوا سرداری لعل	۶۷۹	ڈی اے وی ہائی سکول پٹی	ایضاً
۱۷	۱۰۹۵۶	ترلوک چند پوری	۶۷۷	گورنمنٹ ہائی سکول پھلور	ایضاً
۱۸	۱۱۸۰۲	دلیپ رام جنڈل	۶۷۶	آریہ ہائی سکول لدھیانہ	ایضاً
۱۹	۱۸۴۸۰	غلام ربانی	۶۷۶	چانت جیت ہائی سکول پھگواڑہ	ایضاً
۲۰	۲۰۰۵۲	ہربنس لعل بینی	۶۷۵	وی جے سٹیٹ 〃 پونچھ	ایضاً
۲۱	۴۹۷۳	کاہن چند نیر	۶۷۳	ہندو سبھا کالج امرتسر	ایضاً
۲۲	۱۳۰۸۳	ہرجیت سنگھ بڈھا	۶۷۳	ڈی اے وی ہائی سکول منٹگمری	ایضاً
۲۳	۱۸۳۷۷	کشوری لال شرما	۶۷۳	رندھیر 〃 کپورتھلہ	ایضاً
۲۴	۲۹۵۰	سدا نند بھنوٹ	۶۶۸	سنٹرل موڈل 〃 لاہور	ایضاً
۲۵	۹۰۲۳	رام لعل	۶۶۷	خالصہ 〃 کیمبل پور	ایضاً
۲۶	۱۱۸۵۸	رام ناتھ I چوپڑہ	۶۶۶	آریہ 〃 لدھیانہ	ایضاً
۲۷	۱۱۹۹۹	عبدالسلام	۶۶۵	اسلامیہ 〃 〃	ایضاً
۲۸	۱۸۳۹۴	پرشوتم لال	۶۶۵	رندھیر 〃 کپورتھلہ	ایضاً

نمبر شمار	رول نمبر	نام امیدوار	حاصل کردہ نمبر	سکول جہاں سے امتحان پاس کیا	قسم و مقدار وظیفہ
۲۹	۱۰۲۰۷	گورچرن سنگھ دوسانجھ	۶۶۴	دوآبہ خالصہ ہائی سکول جالندھر	یونیورسٹی سکالرشپ مالیتی ۸ روپیہ
۳۰	۳۱۳۴	منوہر لعل	۶۶۳	ڈی اے وی " " لاہور	ایضاً
۳۱	۳۲۰۳	رام پرتاپ چھیب	۶۶۱	" " " " "	ایضاً
۳۲	۴۵۰۵	بال کرشن اگروال	۶۶۱	گورنمنٹ " " جگادھری	ایضاً
۳۳	۱۴۷۱۶	پرتھی راج نیر	۶۶۱	سناتن دھرم " " راولپنڈی	ایضاً
۳۴	۴۷۴۴	عبدالغنی	۶۶۰	بالمکند کھتری " " امرتسر	ایضاً
۳۵	۲۱۷۲	سرلا نکودر (لڑکی)	۶۵۹	مہلا مہاودیالہ " " لاہور	ایضاً
۳۶	۱۴۵۰۶	ہرنام سنگھ منس	۶۵۷	خالصہ " " راولپنڈی	ایضاً
۳۷	۳۱۱۶	سندر لال گپتا	۶۵۶	ڈی اے وی " " لاہور	ایضاً
۳۸	۶۰۱۷	کندن لال	۶۵۶	اے ڈی " " دھرم کوٹ	ایضاً
۳۹	۷۷۵۰	محمد شفیع	۶۵۶	گورنمنٹ " " گورداسپور	ایضاً
۴۰	۱۱۷۹۰	گوبرا لال جنڈل	۶۵۶	آریہ " " لدھیانہ	ایضاً
۴۱	۱۵۰۶۸	رام کرشن سہگل	۶۵۴	ویش " " رہتک	ایضاً
۴۲	۶۰۰۶	بچتر سنگھ	۶۴۱	ایم بی " " ابوہر	گورنمنٹ سکالرشپ مالیتی عہ + تا داخلہ فیس کالج
۴۳	۵۱۰۱	ہرچرن سنگھ	۶۳۹	خالصہ " " امرتسر	ایضاً
۴۴	۹۲۵۳	کے سی رام چند	۶۲۸	ڈی اے وی " " اونہ	ایضاً
۴۵	۹۰۰۳	بابو سنگھ کھنیالا	۶۲۶	خالصہ " " مہل پور	ایضاً
۴۶	۷۰۶۳	شبیر احمد چودھری	۶۵۴	گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج گجرات	ایضاً
۴۷	۵۳۳۰	محمد خالد حیات خاں	۴۵۰	ایم اے او ہائی سکول امرتسر	ایضاً
۴۸	۷۷۹۹	محمد جمیل الرحمن خاں شیرازی	۶۴۹	گورنمنٹ " " گورداسپور	ایضاً
۴۹	۱۴۷۴۱	سید عبدالرحمن	۶۴۹	ایس ڈی " " راولپنڈی	ایضاً
۵۰	۲۰۰۵۳	محمد حبیب	۶۴۷	وی جے سٹیٹ " پونچھ	ایضاً
۵۱	۱۰۲۵۴	امجد علی	۶۴۵	گورنمنٹ ہائی " شہر جالندھر	ایضاً
۵۲	۸۴۷۸	سردار محمد I	۶۴۲	جہلم " " دسوہہ	ایضاً
۵۳	۶۹۶۳	سردار احمد	۶۴۱	سی ایم زیڈ " " گجرات	ایضاً
۵۴	۵۱۰۳	اللہ رکھا	۶۳۹	خالصہ کالجیٹ سکول امرتسر	ایضاً
۵۵	۳۸۰۹	عبدالرشید	۶۳۸	گورنمنٹ ہائی " قصور	ایضاً
۵۶	۲۹۳۴	محمد سعید راجپوت	۶۳۵	سنٹرل موڈل " " لاہور	ایضاً
۵۷	۵۳۱۹	اصغر حمید	۶۳۱	ایم اے او " " امرتسر	ایضاً
۵۸	۶۹۶۵	عنایت اللہ	۶۳۰	سی ایم زیڈ " " گجرات	ایضاً

نمبر شمار	رول نمبر	نام امیدوار	حاصل کردہ نمبر	سکول جہاں سے امتحان پاس کیا	قسم و مقدار وظیفہ
۵۹	۱۴۰۳۴	اللہ بخش	۶۳۰	گورنمنٹ ہائی سکول مظفر گڑھ	گورنمنٹ سکالرشپ مالیتی ۸ عہ + [illegible] فیس کالج
۶۰	۱۸۳۶۷	محمد اسحاق	۶۲۹	رندھیر " " کپورتھلہ	ایضاً
۶۱	۴۸۹۱	کشن دیال کپور	۶۵۴	گورنمنٹ " " امرتسر	ایضاً
۶۲	۸۷۶	پریم دت	۶۵۳	ضلع لدھیانہ کا پرائیویٹ طالب علم	ایضاً
۶۳	۷۶۰۳	دوارکا ناتھ کیلا	۶۵۲	گورنمنٹ ہائی سکول ڈیرہ بابا نانک	ایضاً
۶۴	۱۶۱۸۴	بال کرشن	۶۵۲	گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج پسرور	ایضاً
۶۵	۳۱۴۷	شاہدیو وہرا	۶۵۰	ڈی اے وی ہائی سکول لاہور	ایضاً
۶۶	۱۰۲۵۵	گوربخش رائے شرما	۶۵۰	گورنمنٹ " " جالندھر	ایضاً
۶۷	۵۵۱۷	جانکی داس	۶۴۹	جی جی ایس خالصہ " " سرہالی	ایضاً
۶۸	۱۴۴۴۴	بلرام نندا	۶۴۹	ڈی اے وی کالج راولپنڈی	ایضاً
۶۹	۱۵۰۷۰	نندلعل گپتا	۶۴۸	ویش ہائی سکول رہتک	ایضاً
۷۰	۳۰۶۵	کشن سنگھ تربھونی	۶۵۲	ڈی اے وی " لاہور	ایضاً
۷۱	۱۲۸۳۹	کرتار سنگھ شاہ پوری	۶۴۷	ڈی بی ہائی سکول ٹوبہ ٹیک سنگھ	ایضاً
۷۲	۴۲۵۹	گنگا پرشاد جین	۶۱۸	پی ڈی " " انبالہ چھاؤنی	ایضاً
۷۳	۸۱۰۱	سمر چند	۵۹۴	گورنمنٹ " " ریواڑی	ایضاً
۷۴	۱۶۳۲۱	شودت شرما	۶۴۷	" " " سیالکوٹ	لنگ برج سکالرشپ مالیتی ۱۳ عہ
۷۵	۱۱۳۹۴	سورج بھان گپت	۶۴۲	ڈی اے وی " " شاہ آباد	گبن سکالرشپ لو ۱۵ روپیہ بشرطیکہ وہ گورنمنٹ کالج لاہور سینٹ سٹیفن کالج دہلی۔ ایف سی کالج لاہور یا ایم اے او کالج علی گڑھ میں داخل ہوا۔
۷۶	۱۳۱۱۰	دھرم سنگھ دھوری اکالی	۶۴۷	ڈی اے وی ہائی سکول منٹگمری	پرنس البرٹ سکالرشپ مالیتی ۱۵ عہ
۷۷	۱۳۰۸۴	بیج ناتھ مہتہ	۶۴۳	" " " "	ایضاً

ضرورت ہے

ہمارے ایک دیرینہ کرم فرما اور عالم فاضل گریجویٹ دوست سکولی ملازمت کے خواہشمند ہیں۔ اگر کسی قومی سکول میں ایسے مدرس کی ضرورت ہو جو ہائی سکول کی اعلےٰ جماعتوں کو اُردو۔ انگریزی۔ فارسی پڑھانے کا طویل تجربہ رکھتے ہیں۔ اور حصہ مڈل کو تاریخ بھی بخوبی پڑھا سکتے ہیں۔ تو وہ مندرجہ ذیل پتہ سے خط و کتابت کریں۔ تنخواہ اور دیگر کوائف کی نسبت بذریعہ خط و کتابت تصفیہ ہوگا۔

پتہ۔ ع معرفت ماسٹر جگت سنگھ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی)

سر رشتہ تعلیم پنجاب

۱۔ سرکلرات

(۱) منجانب آر سینڈرسن صاحب بہادر ایم اے ڈائرکٹر سر رشتہ تعلیم پنجاب

بخدمت صاحب ڈویژنل انسپکٹر مدارس انبالہ ڈویژن　　مقام لاہور مورخہ ۲۱ جون ۱۹۳۳ء

جناب من! سررشتہ ہذا کا سرکلر میمو نمبر ۱۷ ۱۹۱ × مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۳۱ء جس کے رو سے ایم مومن خاں سابق مدرس ڈسٹرکٹ بورڈ ضلع حصار کی جونیر ورنیکلر اور سینیر ورنیکلر سسندات ناقابل ملازمت قرار دی گئی تھیں منسوخ کیا جاتا ہے۔ اور اسکی سسندات بحال کی جاتی ہیں اور وہ صوبہ کے ہر ایک منظور شدہ سکول میں ملازمت کر سکتا ہے۔

سرکلر کی زائد کاپیاں ارسال ہیں براہ مہربانی اپنے ڈویژن کے افسران معائن گورنمنٹ انسٹی ٹیوشنوں کے ہیڈ ماسٹر اصحاب اور تمام پرائیویٹ مدارس کے منیجر اصحاب کو آگاہ کیا جائے۔

سی ایم نمبر ۴۵ ۱۲۵ × نقل باقی ڈویژنل انسپکٹر اصحاب ڈپٹی ڈائرکٹرس صاحبہ کی خدمت میں بغرض اطلاع و رہنمائی افسران معائن۔ ہیڈ ماسٹر اصحاب گورنمنٹ مدارس و منیجر اصحاب پرائیویٹ مدارس ارسال ہو۔

سی ایم نمبر ۴۶ ۱۲۶ × نقل بخدمت ڈپٹی کمشنر اصحاب پنجاب بغرض اطلاع ارسال ہو۔

(۲) سی ایم نمبر ۳۷ ۱۰۵ مقام لاہور مورخہ ۹ اگست ۱۹۳۳ء

منجانب رائے بہادر مسٹر من موہن ایم اے انسپکٹر مدارس لاہور ڈویژن

بخدمت جملہ ہیڈ ماسٹر صاحبان ہائی مدارس ڈویژن لاہور

جناب من! دفتر ہذا کے سرکلر میمو نمبر ۱۲۱ ۹ مورخہ ۹/۳۲ ۱۹ کے ایک حصہ کی ترمیم کے ساتھ گذارش ہے کہ میری منظوری اشیا کی خرید سے پہلے حاصل کرلی جائے۔ دفتر ہذا کے اس سرکلر کا آخری حصہ منسوخ خیال سمجھا جائے۔

(۳) نقل چٹھی نمبر ۲۷ ۱۴۱ R مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۳۳ء

منجانب صاحب قائمقام ڈائرکٹر بہادر سر رشتہ تعلیم پنجاب۔ بخدمت پرنسپل صاحب سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور

جناب من! آپ کے نمبر ۲۲۲۴/۱۱۰۱ مورخہ ۱۴ جون ۱۹۳۳ء کے حوالہ سے گذارش ہے کہ بمنشا پیراگراف نمبر ۲ دفعہ ۱۲۱ ضابطہ تعلیم پنجاب گیارھویں ایڈیشن (۱۹۳۲ء) چھوٹے بھائی کو پوری فیس ادا کرنی چاہئے۔ جبکہ بڑے بھائی سے بمنشا پیراگراف نمبر ۳ دفعہ ۱۱۶ ضابطہ تعلیم پنجاب کوئی فیس نہ لی گئی ہو۔

نقل بخدمت ڈویژنل انسپکٹر اصحاب پنجاب بغرض آگہی و رہنمائی ارسال ہو۔

(دستخط) شام چند رجسٹرار امتحانات محکمہ پنجاب

(۴) گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم)

منجانب جے اے پارکنسن صاحب بہادر ایم اے قائمقام انڈر سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب

بخدمت صاحب ڈویژنل انسپکٹر مدارس جالندھر ڈویژن

نمبر ۹۰۶ ۱۳ R مورخہ ۱۷ جولائی ۱۹۳۳ء　　**مضمون** تخفیف کے شکار مدرسین کے چونگی معافی نیس گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم)

جناب من! آپ کی چٹھی نمبری ۲۷۳ ۵ ایم ۱۳ مورخہ ۲۶ کے جواب میں مجھے ہدایت ہوئی ہے کہ آپ کو مطلع کروں

کہ فیس کی معافی کے لئے بمنشاء دفعہ ۱۲۱ ضابطہ تعلیم پنجاب پیراگراف نمبر ۳ (گیارھویں ایڈیشن ۱۹۳۲ء) ایک تخفیف شدہ مدرس ریٹائرڈ مدرس خیال کیا جائے۔ مگر صرف اس عرصہ کے لئے کہ وہ تخفیف کی زد میں آکر دوبارہ ملازم نہ ہو جائے۔ اور اس شرط پر کہ وہ ہر ماہ اس امر کا ثبوت بہم پہنچایا کرے کہ وہ تخفیف کے وقت سے اس وقت تک ملازمت حاصل نہیں کر سکا اور بیکار ہے۔

(۲) اس امر کو ملحوظ رکھا جائے کہ اگر اس مدرس کا ثبوت غلط ثابت ہو جائے تو اس مدرس کی محکمانہ سند ضبط کر لی جائیگی۔

نقل چٹھی ہذا بخدمت صاحب اکونٹنٹ جنرل بہادر پنجاب بغرض اطلاع مرسل ہو۔

(دستخط) اے ڈی گرنڈل ڈپٹی سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب (فائننس ڈیپارٹمنٹ)

سی ایم نمبر R ۱۳۹۰۸ نقل ہذا بخدمت دیگر ڈویژنل انسپکٹر اصحاب صاحب پرنسپل سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور اور پرنسپل صاحبان گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالجز بغرض اطلاع و رہنمائی ارسال ہو۔

(دستخط) شام چند رجسٹرار امتحانات محکمہ منجانب قائمقام انڈر سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب

(۵) چٹھی نمبر ۱۴۰۷۲ × مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۳۳ء منجانب صاحب قائمقام ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب

بخدمت ڈویژنل انسپکٹر صاحب انبالہ ڈویژن

آپ کی چٹھی نمبری ۷۷۲ مورخہ ۱۲ جون ۱۹۳۳ء کے جواب میں قلمی ہے۔ کہ سابقہ جاری شدہ سندات کو پختہ کرنے کے لئے جونیر اینگلو ورنیکلر امتحان کی صورت میں یکم اپریل تاریخ اجرا سمجھی جائے اور سینیر اینگلو ورنیکلر سینیر ورنیکلر اور جونیر ورنیکلر امتحانات کی حالت میں یکم مئی کو تاریخ اجرا تصور کی جائے۔

(۶) سی ایم نمبر ۱۰۰۶۰ مقام لاہور مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۳۳ء

منجانب صاحب ڈویژنل انسپکٹر مدارس ڈویژن لاہور بخدمت ڈسٹرکٹ انسپکٹر و ہیڈ ماسٹر صاحبان ہائی مدارس ڈویژن لاہور

جناب من! آپ کی توجہ دفتر ہذا کے سی ایم اینڈ ورسمنٹ نمبر ۱۴۵ مورخہ ۱۰/۱/۳۳ پر دلا کر گذارش ہے کہ بعض ہیڈ ماسٹر صاحبان نے اس سرکلر کے لفظ "فنڈز" کے غلط معنی لئے ہیں۔ اور اس میں کوآپریٹو سکول سپلائی سوسائٹیز" کو بھی شامل کر کے اسے بند کر دیا ہے۔ یاد رہے کہ وہ سرکلر کوآپریٹو سوسائٹیز پر عائد نہیں آتا۔

(۷) چٹھی نمبر R ۱۴۴۴۵ مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۳۳ء منجانب صاحب قائمقام ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب

بخدمت ڈویژنل انسپکٹر صاحب راولپنڈی ڈویژن۔

آپ کی چٹھی نمبری ۵۰۰۶ مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۳۳ء کے جواب میں گذارش ہے کہ جو طالب علم جسمانی طور پر سکول کی کھیلوں میں حصہ لینے سے معذور ہیں سپورٹس کے چندہ کی ادائیگی سے معاف نہ رکھے جائیں بلکہ انہیں ہدایت کی جائے۔ کہ وہ سکاوٹنگ کے لئے تیار ہوں اور ان کے چندہ کا پچاس فیصدی سکاوٹ فنڈ میں تبدیل کیا جائے جس کے لئے گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) کے سرکلر لیٹر نمبر R ۴۷۱۸ مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۳۲ء میں صاف ہدایت دی گئی ہے۔

(۸) سرکلر میمو نمبر ۷۴۱۲ ایم مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۳۳ء منجانب صاحب ڈویژنل انسپکٹر مدارس جالندھر ڈویژن

بخدمت ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب ڈویژن جالندھر

گذارش ہے کہ کرتار سنگھ اور سورن سنگھ طالب علمان جماعت ہفتم ڈی بی ورنیکلر مڈل سکول روجھاری ضلع جالندھر جن کے نشانات حسب ذیل ہیں۔ یکم مئی ۱۹۳۳ء سے ایک سال کے لئے بدچلنی کی وجہ سے تعلیم سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔

(ا) کرتار سنگھ ولد دیوا سنگھ قوم راجپوت تاریخ پیدائش ۱/۲/۱۷ ساکن گھاہی بخشا ضلع جالندھر گندم گوں قد ۴ فٹ ۱/۲ ۳ انچ

(ب) سورن سنگھ ولد ارجن سنگھ جاٹ تاریخ پیدائش ۱۱/۳/۲۴ ساکن [illegible] ضلع جالندھر گندم گوں قد ۴ فٹ ۱۰ انچ

(۹) سی ایم نمبر ۲۴۰۲۶ مورخہ ۱۱ر جولائی ۱۹۳۳ء منجانب صاحب قائمقام انسپکٹر مدارس ڈویژن انبالہ
بخدمت ہیڈ ماسٹر صاحبان منظور شدہ ہائی سکولز ڈویژن انبالہ

بہ تسلسل سرکلر نمبری ۵۱۲ مورخہ ۲/۶/۳۳ دفتر ہذا گذارش ہے کہ میرے نوٹس میں آیا ہے کہ مسمی دو دیا ساگر طالب علم جو مسلم ہائی سکول سادھورہ سے سرٹیفکیٹ لے کر اینگلو سنسکرت ہائی سکول شہر انبالہ میں داخل ہوا تھا۔ اس سرکلر کے پہنچنے سے پہلے ۹/۶/۳۳ اینگلو سنسکرت سکول سے جماعت دہم کا سرٹیفکیٹ لے کر سکول چھوڑ گیا۔ لہذا مزید گذارش ہے کہ اس سرٹیفکیٹ کے رُو سے جو دو دیا ساگر نے شہر انبالہ اینگلو سنسکرت ہائی سکول سے حاصل کیا ہے اسے کسی ہائی سکول میں دسویں جماعت میں داخل نہ کیا جائے۔

نقل بغرض اطلاع دیگر ڈویژنل انسپکٹر صاحبان کی خدمت میں ارسال کی جائے۔

(۱۰) نقل پیراگراف نمبر ۲ چٹھی نمبر ۶۰۵ R ۸ مورخہ ۷/۴/۳۳ ۱۹
منجانب صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب بخدمت ڈویژنل انسپکٹر اصحاب پنجاب

پیرا نمبر ۲۔ اس اثنا میں میرے سرکلر میمو چٹھی نمبر ۵۹ ۱۹۷ R مورخہ ۱۴ر دسمبر ۱۹۳۲ء کو منسوخ قرار دیا جائے۔ کیونکہ مجھے بتایا گیا ہے کہ اس کا لب لباب گورنمنٹ کے موجودہ احکامات کے منافی ہے۔

(۱۱) سی ایم لیٹر نمبر ۹۰۳ ۱۳ R مورخہ ۷ر جولائی ۱۹۳۳ء
منجانب صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب بخدمت ڈویژنل انسپکٹر اصحاب پنجاب

مدارس میں جو ریڈکراس سوسائٹیوں کے فنڈز ہیں پراٹیویٹ فنڈ کے طور پر ریڈکراس سوسائٹی کے احکامات کے مطابق استعمال کئے جائیں۔

(۱۲) چٹھی نمبر ۱۵۳۹ A مورخہ ۸ر اگست ۱۹۳۳ء منجانب صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب
بخدمت ڈویژنل انسپکٹر صاحب ملتان

(۱) آپ کی چٹھی نمبری ۳۸ × مورخہ ۲۷/۶/۳۳ کے جواب میں گذارش ہے کہ پرائمری جماعتوں میں مضمون جغرافیہ لازمی تصور نہ کیا جائے اور اس مضمون میں ناکام طالب علم کو مڈل سکول سکالرشپ کی عطائیگی سے محروم نہ رکھا جائے۔

(۲) ضابطہ تعلیم پنجاب کی دفعہ ۱۲۸ کی پابندی میں سکالرشپ دو طلبا سے جو مساوی نمبر حاصل کریں۔ چھوٹے لڑکے کو سکالرشپ دیا جایا کرے۔ نقل بغرض آگہی و رہنمائی دیگر ڈویژنل انسپکٹر اصحاب کی خدمت میں ارسال کی جائے۔

رسالہ شاعر آگرہ سے جواب طلب

رسالہ شاعر آگرہ مطبوعہ ماہ جون ۱۹۳۳ء صفحہ (۲۱) میں انتخاب مشاعرہ زنلام مورخہ ۷ر اپریل ۱۹۳۳ء۔ غزل رمضان علی صاحب شوکت زنلامی کی شائع ہوئی ہے۔ ممدوح کا پہلا مطلع

فقط اتنا سا سوال اس فلک پیر سے ہے
کیوں تجھے اتنا غبار عاشق دلگیر سے ہے

کو

نگراں اصول فاضل سیماب اکبرآبادی اور قابل مدیر مسئول حضرت منظر اکبرآبادی نے اپنی کافی معلومات کے خلاف اس شعر کو کس اہمیت پر پاس کر کے رسالہ میں جگہ دیدی۔ نقلم محمد فضل الرحمن۔

مختلف نوٹ اور کارروائیاں

پی ٹی ریفریشر کورس مڈل سکول رہلو ضلع کانگڑہ

۱۷ر جولائی سے ۲۲ر جولائی تک پنڈت چاند کشور صاحب پی ٹی اے ڈی آئی کی نگرانی میں شروع ہوا - پندرہ مدرسین علاقہ شامل ہوئے - روزانہ پروگرام پورے طور پر نباہا گیا - ہیلتھ پروگریس چارٹ تیار کیا گیا جس کے رو سے ہر ایک نے ترقی کی بعض کا وزن پانچ پونڈ تک بڑھ گیا -

۱۹ر جولائی کو زیر تربیت مدرسین کو ٹی پارٹی لالہ کیسری لال وید اور مہاشہ منگت رام کی طرف سے دی گئی - اس میں معززین شہر بھی شامل تھے - ڈاکٹر نور الدین صاحب کا نام قابل ذکر ہے - ۲۰ر جولائی کو لالہ کیسری لال وید سکاؤٹ ماسٹر کے لگائے ہوئے نشانات کو تمام اُستاد گئے اور سیر سے خاص طور پر محظوظ ہوئے - ۲۱ر جولائی کو کیمپ فائر منایا گیا - ۲۲ر جولائی کو پنڈت صاحب ممدوح کی صدارت میں اختتامی اجلاس ہوا - آٹھویں جماعت کے دو طلبا نے پرارتھنا کرائی - مختلف جماعتوں کے ورزش کے پروگرام اور کھیلوں کے نمونے مدرسین نے دکھائے - سکول ڈرامہ پارٹی نے اپنا مشہور ڈرامہ رہبر کسان دکھایا - صاحب صدر نے ان ڈور گیمز کی اہمیت بیان کی اور چند کھیلیں بطور نمونہ دکھائیں - میاں برج سنگھ صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر نے "صحت ہی زندگی ہے" پر مدلل لیکچر دیا - صاحب صدر نے چند ہدایات دیں اور اپنے سکولوں کی کارگذاری میں مڈل سکول رہلو کی پابندی کی تلقین کی -

(کے - ایل - گپتا)

ورنیکلر مڈل سکول کڈوا تحصیل دہرہ ضلع کانگڑہ

سکاؤٹس ٹروپ چوہدری ملکھی رام صاحب سکاؤٹ ماسٹر اور پنڈت خوشی رام صاحب ہیڈ ماسٹر کی نگرانی میں میلا چنت پورنی پر گئے - لوگوں کی آمد و رفت کے لئے دو راستے بنائے گئے تاکہ مرد اور عورتیں علیحدہ علیحدہ آمد و شد کریں یاتریوں کو بھیک مانگنے سے بچانے کا کام خوبی سے کیا گیا -

(ہری رام)

ریفریشر کورس مڈل سکول کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ

۱۷ر جولائی سے ۲۷ر جولائی تک بخشی سنسار چند صاحب اے ڈی آئی شعبہ فزیکل ٹریننگ کی نگرانی میں چالیس مدرسین کو حصہ دیا گیا - ۲۷ر جولائی کو سودھی جگجیت سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر کی صدارت میں اجلاس ہوا - مولوی عبد الرحمٰن صاحب اے ڈی آئی علاقہ اور معززین تشریف فرما تھے - زیر تربیت مدرسین اور طلبا کی ڈرل اور کھیلیں دکھائی گئیں اور دو فوٹو لئے گئے - جلسہ کے آغاز میں دعائیہ نظم اور مولوی محمد بشیر احمد صاحب کی پنجابی نظم سنائی گئی - ماسٹر پرسرام نے محترم پی ٹی صاحب کے حسن سلوک اور صاحب صدر و ہیڈ ماسٹر صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ دوران قیام میں مدرسین کے طعام اور قیام کی ہر طرح سے آسائش بہم پہنچائیں - بخشی صاحب زیر ٹریننگ مدرسین پر اعتماد کلی اور سید خادم حسین صاحب رضوی ایم اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر کے شکریہ کا اظہار کیا - آپ نے اپنے حسن سلوک سے عوام الناس کو اپنا دلدادہ و شیدا بنایا ہوا ہے - صاحب صدر نے اس موقع کو پہلا موقع بتایا اور مدرسین سے آرزو کی کہ وہ ورزش کی طرف اس طرح متوجہ ہوں - اور اپنے سکولوں میں بیش از بیش کام کر کے دکھائیں - اور ماہانہ رپورٹ کارگذاری پی ٹی صاحب کو ارسال کیا کریں - آپ نے خاتمہ پر کوٹلی لوہاراں سکول کی متزلزل حالت کا اشارہ کرتے ہوئے ہیڈ ماسٹر صاحب کی موجودگی کو اس کے لئے ابر رحمت بتایا -

(ماسٹر غلام محمد)

سکول ڈھلوں ضلع لدھیانہ

۲۲ر جولائی کو چوہدری احمد خاں صاحب اے ڈی آئی علاقہ شرقی ضلع لدھیانہ نے سکول کا معائنہ کیا۔ تعلیمی کام کے سرانجام کے لئے مدرسین کو مناسب ہدایات دیں چھ بجے شام کو لازمی تعلیم کے ممبران کا اجلاس ہوُا۔ اور ممبران کو ہدایات دی گئیں۔ گاؤں میں منادی کرائی گئی کہ شام کو ۸ بجے میجک لینٹرن کا لیکچر ہوگا۔ ڈاکٹر راجیندر پال صاحب نے ہسپتال کی عمارت میں انتظام کی آرزو کی چار سو کی حاضری میں جن کے علاوہ مستورات بھی کافی تھیں۔ چودھری صاحب نے بذریعہ میجک لینٹرن چیچک کے تباہ کن اثرات۔ بچپن کی شادی اور گندے مکانات کے بُرے نتائج پر روشنی ڈالی۔ اور انکی اصل بنا جہالت بتائی۔ ضرورت ہے کہ اس کا قلع قمع کیا جائے۔ کہ ہم انسان ہوکر درجہ حیوانیت سے متمائز ہوسکیں۔ (سوہن سنگھ)

گورنمنٹ نورمل سکول جالندھر

حسب معمول نتیجہ سکول ۵۲/۵۱ شاندار رہا۔ پنڈت نیبھ راج ۷۹۸ نمبرے کر سکول میں اوّل رہا۔ اللہ رکھا۔ امیر چند اور محمد اسمٰعیل کمپارٹمنٹ میں آئے۔ اس شاندار کامیابی کا سہرا جناب لالہ ہردیال صاحب چوپڑہ پی ای ایس ہیڈ ماسٹر اور انکے قابل سٹاف کے سر ہے جنہیں ہم بڑی عقیدت سے ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کرتے ہیں۔ (نامہ نگار)

ریفریشر فزیکل ٹریننگ کیمپ خضرآباد تحصیل کھرڑ

۲۱ر تا ۳۰ر جولائی کو خواجہ محمد تقی حسین صاحب ڈی آئی پی ٹی کورس منعقد ہوُا۔ ہر روز باقاعدہ پروگرام کے ماتحت ماس ڈرل مارچنگ اور جماعتوں کی ورزش کرائی گئی۔ تمام زیر تربیت مدرسین کی جسمانی حالت میں نمایاں تبدیلی ہوئی۔ اور انکا وزن پانچ پونڈ سے سات پونڈ تک بڑھ گیا۔ چھاتی نے بھی حسب معمول کشادگی حاصل کی۔ اصول تعلیم جسمانی سے پوری واقفیت لائی گئی ہیڈ ماسٹر صاحب مڈل سکول خضرآباد نے کیمپرز کے قیام کا خاطر خواہ انتظام کیا جس کے لئے وہ ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔ (ساون رام بھنوٹ)

بر رسولاں بلاغ باشد وبس

پی ٹی صاحب ضلع انبالہ کے برخلاف شکایت ہے کہ آپکا رویہ مدرسین سے قابل تعریف نہیں بلکہ جس اخلاق، اور رواداری کے مدرسین مستحق ہیں۔ ان سے وہ سلوک روا نہیں رکھا جاتا انہیں ڈانٹنا۔ سخت الفاظ استعمال کرنا۔ نکل جاؤ چلے جاؤ کی گردان دہراتے رہنا انتہا درجے کی ذلیل روش ہے چونکہ قصبہ سوہانہ ضلع انبالہ کے سنٹر میں (۹ رجولائی سے ۱۹ رجولائی تک) یہ حالات ہم نے بچشم خود دیکھے ہیں۔ اس لئے جناب پی ٹی سے گذارش کرنا پڑی کہ آپ جس مرتبے کے آدمی ہیں اسی درجہ کے اعلےٰ اخلاق کا ثبوت دینا آپکے شایان شان ہے۔ (نظر محمد نانوی ۱۸۔ اگست ۳۳ء)

گورنمنٹ ہائی سکول شرقپور

(۱) ۷ر اگست کو چھ بجے شام کے سردار ہزارہ سنگھ صاحب پی ای ایس کی صدارت میں سکول یونین کا جلسہ ہوُا۔ طلبا نے اُردو اور انگریزی کی دلچسپ نظمیں۔ کہانیاں۔ لطیفے اور مضمون پڑھے۔ ہر ایک نے اپنے اپنے اساتذہ کی رہنمائی میں مضمون عمدہ تیار کئے ہوئے تھے۔ کندن لال جماعت دہم اور نواب خاں سینیر سپیشل کلاس خاص طور پر قابل ذکر ہیں پابندی اوقات۔ اتحاد۔ دوستی۔ چال چلن وغیرہ مضامین پر روشنی ڈالی گئی۔ اخلاقی حکایات کے بیان سے سامعین کو خورسند کیا۔ صاحب صدر نے تمام مضامین پر تنقیدی نوٹ دیتے ہوئے فرمایا کہ طالب علم کے نقطہ نگاہ سے اس کی زندگی کے روزانہ مشاغل بحیثیت مجموعی اس کا کیرکٹر یا چال چلن کہلا سکتے ہیں۔ بظاہر یہ معمولی اور چھوٹے معلوم ہوتے ہیں جو طالب علم کا چال چلن بناتے ہیں۔ اس لئے اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے روزانہ مشاغل کو خواہ وہ کیسے ادنےٰ کیوں نہ ہوں یا معلوم دیں۔ باقاعدگی سے ادا کرے۔ کامیابی ایسے آدمیوں کے بہت جلد پاؤں چومے گی اور انہیں دُنیا میں نامور اور ہر دلعزیز بنائیگی۔ (سیکرٹری یونین)

(۲) ۱۰ر اگست کی شام کو سکول یونین کے زیر اہتمام چوہدری محمد سعید صاحب ایم اے بی ٹی نے میجک لینٹرن لیکچر دیا جس کا

موضوع "پرانا لاہور" تھا۔

راجہ رام چندر جی کے بیٹے لو اور کش کی تصاویر نے حاضرین کو لاہور کا سنگ بنیاد رکھے جانے کی روایتی حکایت یاد دلائی۔ حضوری باغ کی بارہ دری۔ شاہی مسجد۔ وزیر خاں کی مسجد۔ رتن چند کے تالاب۔ روضہ انارکلی کی تصاویر نے مغلوں کے فن تعمیر سے طلباء کو آگاہ کیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ، اکالی پھول سنگھ۔ سردار ہری سنگھ نلوہ کی تصاویر۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ اور کنور نونہال سنگھ کی سمادھ کی تصاویر نے تماشائیوں کے روبرو سکھوں کے عہد حکومت کا نقشہ کھینچا۔ چودھری صاحب نے ان اشخاص اور عمارات کے متعلقہ تاریخی واقعات کو بالاختصار بڑے دلچسپ پیرایہ میں بیان فرمایا اور کئی تصاویر دکھا کر موجودہ اور گذشتہ حکومت کا مقابلہ کیا۔ خاتمہ پر سردار ہزارہ سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر نے تعطیلات گزار بسر کرنے کے متعلق چند مفید ہدایات دیں۔ (محمد صدیق شاہ ایم اے)

ٹل سکول سنتوکھ گڑھ چوہدری فیروز الدین خاں صاحب سابق ہیڈ ماسٹر لوئر مڈل سکول پٹی ضلع ہوشیار پور جو کامل پینتیس سال اس سکول میں ملازمت کے فرائض حسنہ سرانجام دیتے رہے اور علاقہ میں بڑے نیک نام اور ہر کہ و مہ میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ افسوس ہے کہ ۱۵ر جولائی کو رہگرائے عالم بقا ہو گئے۔ سبکدوشی کے بعد آج تک وہ نمبرداری اور ساہوکارہ کے فرائض بجا لاتے رہے۔ آپ کی وفات سے آپ کے پسماندگان شاگردوں اور مدرسین علاقہ و ضلع کو دلی صدمہ پہنچا ہے۔ خدا آپ کی روح کو شانتی دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی طاقت بخشے۔ (رام چند)

گورنمنٹ ہائی سکول گلو اساتذہ و طلباء سکول کا یہ اجتماع محترم جناب لالہ دیو کی نندن صاحب ہیڈ ماسٹر سکول کی اہلیہ محترمہ کی بے وقت و ناگہانی موت پر قلبی افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ مرحومہ مستورات میں نہایت خلیق ملنسار غریب نواز اور ہر پہلو سے اخلاق پسندیدہ و اوصاف حمیدہ سے متصف۔ اعلےٰ دماغ اور ممتاز ہستی تھی ہیڈ ماسٹر صاحب کو اس حالت میں اشد ترین صدمہ پہنچا ہے جس میں ہر کہ و مہ آپ سے اظہار ہمدردی و افسوس کرتا ہے۔ خدائے پاک سے استدعا ہے کہ اپنی عنایات سے ہیڈ ماسٹر صاحب اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل کی طاقت عطا فرمائیں اور آپ کے اکلوتے فرزند مسٹر منوہر لعل کو صحت و عافیت سے سلامت رکھ کر آپ کا نور نظر اور غم غلط کن ثابت کرے اور محترمہ مرحومہ کو اپنے فضل و رحمت کے جوار میں جگہ دے۔ (کرتار سنگھ)

رہنمائے تعلیم لالہ دیو کی نندن صاحب سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی اور افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ (مسیح ایوا)

انجمن معلمین مدارس تحصیل گوجر خاں جناب لالہ دیوا چند صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع راولپنڈی کی صدارت میں ۱۳ر اگست کو ساڑھے دس بجے دن کے خالصہ ہائی سکول گوجر خاں کے ہال میں منعقد ہوئی۔ آپ افسر حاضری صاحب لازمی تعلیم کے ہمراہ راولپنڈی سے تشریف فرما ہوئے۔ لالہ سوہن لال صاحب اے ڈی آئی علاقہ پر موجود تھے۔ آپ نے ہال میں داخل ہوتے ہی کارروائی شروع کی۔ اے ڈی آئی صاحب علاقہ نے مدرسین کو یکے بعد دیگرے۔ آپ سے تعارف کرایا۔ اور آپ نے سب کو مخاطب فرما کر حسب ذیل قیمتی اور نیک نصائح سے مستفید فرمایا چونکہ اس میں شک نہیں کہ روپیہ پیسہ ضروریات کے لئے ضروری ہے۔ انسانی ذہنی بڑھانے کے لئے خیالات ہی ہوتے ہیں۔ یہ محکمہ تعمیری کا ہے۔ والدین بچوں کی خدمت بلامعاوضہ کرتے ہیں اور فرض سمجھتے ہیں۔ آپ صاحبان نسلوں کے سنوارنے والے ہیں۔ اپنے فرائض منصبی کو اچھی طرح ادا کرتے ہوئے آئندہ نسلوں کو اپنے نیک خیالات سے سنواریں۔ ہر قسم کی بہتری کا انحصار تعلیم پر ہی ہے۔ امید کہ آپ اپنے فرائض کو ٹھیک طور پر سمجھتے ہوئے درست طور پر انجام دیں گے۔

قاضی فضل حق صاحب افسر حاضری تعلیم نے مدرسین کی حاضری لی۔ تحصیل کے تمام اول مدرسین حاضر تھے۔ صاحب صدر نے فرمایا کہ ضلع راولپنڈی تعلیم کے لحاظ سے پست ہے۔ بہت مدارس میں پہلی جماعت کی حاضری ناقص ہے۔ میں موجودہ حالات کو

کو مدنظر رکھ کر ستر فی صدی حاضری کو تسلی بخش کہہ سکتا ہوں۔ جب تک پہلی جماعت کی حاضری درست نہ ہو تعلیم درست نہیں ہو سکتی۔ محنت اور کوشش بیکار ہے۔

آپ نے مختلف جماعتوں کا سلیبس بالتشریح سمجھایا۔ جماعت اوّل کے متعلق فرمایا کہ طرز بین وگو وطریق الصوت کو ملا جلا کر استعمال کیا جائے بلکہ مدرسین جس طریقہ سے کامیاب ہو سکیں۔ عمل پیرا ہوں۔ تمام سرکلرات کا خلاصہ سمجھایا گیا اور وعدہ فرمایا کہ کوشش کی جائیگی کہ ہرماہ کی بیس تاریخ تک اس سے پہلے مہینہ کی تنخواہ آپ کو پہنچ جایا کرے۔ منی آرڈر دس بارہ یوم ڈاکخانوں میں رُکے رہتے ہیں جس کے لئے محکمہ ڈاک سے خط وکتابت کی جا رہی ہے۔ سالانہ ترقیاں ماہ ستمبر کے بورڈ کی میٹنگ میں پیش ہونگی۔ جن مدرسین کا پچھلے سال کا کام اچھا ہے انہیں ڈبل ترقیاں ملیں گی۔

ضلع ہذا میں نوے فیصدی آبادی کا گذارہ زراعت پر ہے۔ لہٰذا زراعت کی دستکاری پر توجہ دی جائے۔ لوئر مڈل مدارس میں جہاں سائنس کی تعلیم کا انتظام نہیں زراعت کی تعلیم دی جائے۔ جن مدارس کو دو کنال جگہ مل جائے زراعت کا کام جاری کیا جائے۔ مستقل نوٹ بکوں اور عارضی ڈائریوں کی بابت سمجھایا گیا کہ کیونکر تکمیل کی جائے۔ طلبا کی صحت اور صفائی پر خاص توجہ دی جایا کرے۔ قاضی فضل حق صاحب افسر حاضری نے ان خیالات کا اعادہ کرتے ہوئے فرمایا کہ صاحب صدر ضلع کی تعلیم بہتر سے بہترین طور پر چاہتے ہیں اور اچھی تربیت کے خواہاں ہیں۔ لازمی تعلیم کے دو رجسٹر بنائے جائیں۔ پروپیگنڈا ورک کے لئے چارٹس جلد پہنچینگے۔ مزید صاحب صدر نے فرمایا کہ ۱۹۲۵ء و ۳۳-۲۴ء سے آڈیٹروں کے اعتراض پڑے ہیں جن کی آج تک اصلاح نہیں ہوئی۔ نصف معافی فیس کی رعایت حصہ مڈل میں صرف متہرہ زراعت پیشہ اقوام کے لئے ہے۔ غیر زراعت پیشہ اقوام کے بچوں کو اس حصہ میں کوئی رعایت نہیں خواہ وہ اراضی خود کاشت کرتے ہوں۔ ہر مدارس میں کمیں و زراعت پیشہ اقوام کی فہرست آویزاں رہے۔ معافی فیس ۱۳ فیصدی کی تعداد پر ہُوا کرے۔ خدمت عامہ کا انتظام ضروری محکمہ کے قواعد کے بموجب کام ہو مجھے آپ سے ہمدردی ہے کام کرنا آپ کا فرض ہے۔ بعض مدرسین کو سزا کے طور پر تبدیل کیا جاتا ہے تو وہ ڈاکٹری سرٹیفکیٹ بھیج کر رخصت کے طلبگار ہوتے ہیں یہ مناسب نہیں۔ ایک گھنٹہ کی تفریح کے بعد کانفرنس میں حسب ذیل تجاویز زیر بحث آ کر منظور ہوئیں۔

(۱) اپر مڈل مدارس میں عـ۱۰ روپے پیشگی بمد کنٹنجنٹ دی جائے جو حسب ضرورت فوری اخراجات کو پورا کر سکے۔

(۲) ماہواری میٹنگ اگر ۲۰ تاریخ کو کوئی رخصت ہو تو ۱۹ یا ۲۱ کو کی جائے۔

(۳) سنٹر کے مدرسین کو انجمن معلمین کے دن رخصت درکار ہو تو ہیڈ ماسٹر صاحب سنٹر سے حاصل کریں۔

(۴) چونکہ دوران سال میں بعض ہیڈ ماسٹر صاحبان کی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ لہٰذا نتائج امتحان ورنیکلر فائنل خراب نکلے ہیں دیگر حالات کو ملحوظ رکھ کر ترقی دی جائے۔

(۵) ہیڈ ماسٹر صاحبان اپر مڈل کے ابتدائی گریڈ ۵۵-۳-۷۰ ہوں اور چند امتیازی گریڈ ۸۰-۴-۱۰۰ کے ہوں۔ اور جے وی اول مدرسین کے امتیازی گریڈ ۵۰-۲-۶۰ تعداد اول مدرسین کی پانچ فیصدی تعداد کے برابر رکھے جائیں۔

(۶) سنٹر کے لوئر مڈل مدارس میں سائر خرچ ناکافی ہے زائد کیا جائے۔

(۷) جہاں حصہ مڈل کی ہر جماعت کی تعداد دس سے زیادہ ہو وہاں ہر جماعت کے لئے علیحدہ مدارس مقرر ہو۔

(۸) دھوبی۔ درزی۔ کشمیری وغیرہ سے بقایا فیس تاریخ داخلہ سے حصہ مڈل میں وصول کی جائے۔ جس پر آڈیٹر صاحبان کو اعتراض ہے۔ مدرسین انہیں کمیں تصور کرتے رہے ہیں۔ افسران نے بھی رجسٹروں کو پڑتال کرتے وقت کوئی اعتراض نہ کیا۔ لہٰذا لاعلمی رہی۔ یکم اپریل ۱۹۳۳ء سے باقاعدہ فیس وصول کی جائے اس سے پہلی فیس کا معاملہ ڈسٹرکٹ بورڈ نے معاف کر دیا ہے۔

(۹) مدرسین خواہ لوکل ہوں یا مفصل ہر دو حالت میں ٹھیکری پہرہ سے معاف رکھے جایا کریں۔
(۱۰) لازمی تعلیم کے سیکرٹری کو دو روپیہ ماہوار الاؤنس دیا جائے۔
(۱۱) اس سال ۲۹ ستمبر ۱۹۳۳ء سے فصل خریف کی تعطیلات دی جائیں کہ مدرسین تعطیلات دسہرہ سے مستفید ہو سکیں۔
(۱۲) ہر سال چار ہفتہ کی رخصت موسم گرما میں اور ایک ایک ہفتہ کی رخصت فصل ربیع و خریف میں ہوا کرے
(۱۳) ہر ایک تحصیل میں انگریزی مڈل مدارس میں جونیر سپیشل کلاسوں اور ہائی مدارس میں سینیر سپیشل کلاسوں کے کھولنے کا انتظام کیا جائے تاکہ طلبا آسانی سے انگریزی تعلیم حاصل کر سکیں۔
(۱۴) جن اپر مڈل مدارس میں مدرسین اور سنٹر کے مدارس کی تعداد زیادہ ہے سائر خرچ بڑھایا جائے۔
(۱۵) چاک مدرسین کو ڈی بی فنڈ سے سپلائی کی جایا کرے۔
(۱۶) جن اپر مڈل مدارس میں تعداد طلبا ساٹھ سے زائد ہو وہاں حصہ مڈل میں ایک زائد مدرس دیا جائے۔
(۱۷) ہر سال باقاعدہ ترقیاں یکم اپریل سے دی جایا کریں۔ ماہ اگست یا ستمبر میں ترقیاں دینے سے غیر ضروری خط و کتابت اور تشویش کا سامنا ہوتا ہے۔
(۱۸) رقم زیر ضمانت کی پاس بکیں مدرسین کو ملا کریں اور سود سالانہ باقاعدہ ادا کیا جایا کرے۔
(۱۹) ہیڈ ماسٹر صاحبان اپر مڈل کی تبدیلیاں حسب ضرورت ماہ فروری کے اخیر میں یا مارچ کے شروع میں ہوا کریں۔ کہ سالانہ جماعت بندی خود کر سکیں اور آئندہ سال نتیجہ امتحان کے ذمہ دار رہیں۔
(۲۰) جہاں بورڈران کی تعداد دس سے زیادہ ہو وہاں سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ ہوس کو الاؤنس دیا جائے۔
(۲۱) سروس بکوں کی تکمیل سنٹر مدارس میں کی جایا کرے۔
(۲۲) ۳۲-۱۹۳۱ء کے دو سالہ ایس وی جے وی پاس مدرسین کو ۲۴ اور ۲۱ روپے کے گریڈ یکم اپریل ۱۹۳۳ء سے عطا کئے جائیں
(۲۳) مدارس میں تنخواہ ادنٹے ملازمین کی کم نہ کی جائے۔ پہلے ہی تنخواہیں قلیل ہیں۔
(۲۴) تنخواہوں کے بر وقت برآمد کرانے کے لئے صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کا شکریہ ادا کیا جائے۔
(۲۵) اس کارروائی کی نقل تعلیمی رسائل اور جرائد میں بھیجی جائے۔

(پرتاب سنگھ شرما)

ہمیندر اینگلو ورنیکلر مڈل سکول جونگہ ریاست کیونتھل کوہستان شملہ

{سکول کی پانچویں سالگرہ اور سالانہ جلسہ تقسیم انعامات یکم اگست کو شری کنور شری سنگھ

صاحب سینیر ممبر آف کونسل وزارت کی صدارت میں منعقد ہوا۔ علاقہ کے تمام رؤسائے، وکلا، افسران اور دیہات کے معززین شامل تھے۔ پرارتھنا منتروں کے بعد سبق آموز بھجنوں، نظموں، ڈراموں اور لطیفوں سے حاضرین کو محظوظ کیا گیا۔ صاحب صدر نے انعامات تقسیم فرمائے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے رپورٹ میں سکول کی پوری کیفیت اور تمام شعبوں اور تحریکوں پر روشنی ڈال کر بتایا کہ وہ ہر طرح سے شاہراہ ترقی پر گامزن ہے۔ پنڈت امرناتھ صاحب بی اے ایل ایل بی نے علم کی نوعیت و ماہیت کا ذکر کرتے ہوئے ثابت کیا کہ والدین کا اولین فرض اپنے بچوں کو علم کے زیور سے مزین کرنا ہے۔ اس لئے حاضرین کو بچوں کو سکول بھیجنا چاہیئے۔ دعا کے بعد حاضرین اور طلبا میں شیرینی تقسیم ہوئی۔ سری راجہ صاحب بہادر کنور امید سنگھ صاحب اور صاحب صدر کے شکریہ کے بعد اجلاس ختم ہوا۔

(رام سرن داس)

لوئر مڈل سکول چھپار ضلع لدھیانہ

{ ۱۱ اگست کو چوہدری احمد خاں صاحب اے ڈی آئی حلقہ شرقی لدھیانہ کی صدارت میں سکول کی دیہات سدھار کلب نے "بدی کا انجام" نامی ڈرامہ

سٹیج کیا۔ آٹھ سو مرد و زن کی حاضری نے ڈرامہ کو بہت سراہا۔ اور دس کومک پارٹ جو دراصل دیہات سدھار ڈرامہ تھے دکھائے گئے۔ جن میں سے دیسی صاحب۔ بھوت کی اصلیت۔ اچھوت۔ میلا۔ کھتروں کا سدھار۔ ان پڑھ صوبے دار۔ اشتمال اراضی خاص قابل ذکر ہیں۔ دوران ڈرامہ میں صاحب صدر نے مقدمہ بازی کے نقصانات۔ رسوم بد کی اصلاح۔ تعلیم کی فضیلت اور مدعا کے موضوع پر پنجابی زبان میں عالمانہ لیکچر دیا۔ تین اُستادوں نے دیہات سدھار نظمیں سُنائیں۔ پبلک بہت خوش گئی۔ اس ڈرامہ کے متعلق چوہدری صاحب نے لاگ بک میں رقم فرمایا۔ کہ ۱۱ر اگست کی رات کو میری صدارت میں منشی رامجیداس صاحب ہیڈ ماسٹر کی زیر نگرانی طلبا نے نہایت خوبی سے دیہات سدھار ڈرامہ سٹیج کیا۔ حاضری بہت معقول اور مستورات کی تعداد زیادہ۔ دیہات سدھار کے پارٹ خاص متاثر کن تھے۔ کامل چار گھنٹے پبلک نے خاموشی سے ڈرامہ دیکھا اور تمام لیکچروں کو سُنا مشق زیادہ ہونے پر ڈرامہ میلہ چھپار پر بہت کام دیگا۔ منشی رامجیداس ہیڈ ماسٹر کے دیہات سدھار کام نے مجھے بہت خوش کیا۔

(ہیڈ ماسٹر)

لوئر مڈل سکول لوٹ ضلع کانگڑہ

والدین کا دن چوہدری دھنی رام صاحب اے ڈی آئی کلو کی صدارت میں منایا گیا۔ دیہات متعلقہ کے کئی آدمی شامل ہوئے۔ جماعت چہارم کے طلبا نے پرارتھنا کی۔ منشی خوب رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے تعلیم کے موضوع پر لیکچر دیا۔ اس کے اغراض ومقاصد۔ فوائد۔ تعلیم نسوان کی ضرورت اس کی اہمیت اور دیگر تعلیمی شعبوں پر روشنی ڈالی۔ منشی مایاں چھرنگ نے دیہات سدھار کے متعلق طلبا سے دیسی نائی کرائی۔ شو چند نے حاضر باشی کے فائدے اور غیر حاضر رہنے کے نقصان واضح کئے۔ صاحب صدر نے حاضرین کی شمولیت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یوم والدین کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی۔ پُرانی تاریخ سے مقابلہ کیا اور لاہل کے اخلاقی معیار کو سراہتے ہوئے ذیل کی پس اُفتادگیوں اور انکے دفعیہ پر اظہار خیالات کیا۔ پھر تمام پیشہ وروں اور لاہل کے تاجروں کی تعلیمی ضروریات پر مفید خیالات بیان کئے۔ مختلف ممالک کے اعداد وشمار فیصدی کا ہندوستان کے اعداد وشمار سے مقابلہ کیا۔ تعلیم نسواں کو خاندانی سدھار کا پیش خیمہ بتایا۔ مختلف ممالک کی صفائی کا تذکرہ سناتے ہوئے اس کی اہمیت جتلائی۔ منشیات کے نقصانات بتاکر ان کے استعمال سے روکا۔ علاقہ میں بوجہ شدت سردی منشیات کے ترک کو ترجیح دی۔ طلبا کی سکاؤٹ کھیلوں کے بعد حاضرین اور طلبا میں سکول کی طرف سے حلوا تقسیم ہُوا۔ حاضرین نے سکول کو اپر مڈل بنانے کی آرزو کی۔ صاحب صدر نے طمانیت بخش جواب دیا۔

(مایاں چھرنگ)

مڈل سکول گلوڑ تحصیل ہمیر پور ضلع کانگڑہ

۱۷ر اگست کو اساتذہ وتلامذہ نے میلہ گوگا سمادھ میں جہاں دو ہزار نفوس جمع تھے۔ حسب ذیل پروپگنڈا ورک کیا۔ بھجن منڈلی نے اشاعت تعلیم۔ بچپن کی شادی کے نقصانات۔ ہیضہ اور ملیریا وغیرہ مہلک امراض سے بچنے کے بھجن گائے۔ ماسٹر دیارام ایس وی نے تعلیم کے فوائد اور اشاعت پر مؤثر ومعنی خیز تقریر کی۔ ناخواندہ اشخاص کو اپنے بچے سکول بھیجنے کی ترغیب دی گئی۔ ٹھاکر دیارام صاحب ہیڈ ماسٹر نے رسومات بد کو دور کرنے اور صفائی پر نہایت مدلل لکچر دیا۔ میلہ کی غرض وغایت بیان کرکے علاقہ کی موجودہ حالت کو دور کرنے کی تدابیر بتائیں۔ پنڈت مانکو رام صاحب نے تعلیم نسواں پر مختصر معنی خیز تقریر کی۔ لالہ گوری شنکر نے بھجن گائے۔ پنڈت سرجن رام اور حوالدار خیالی رام نے مختصر تقریریں کیں اور پبلک کی طرف سے وعدہ کیا کہ اپنے اپنے گاؤں سے بچوں کو داخل سکول کرانے کا تدارک کرینگے۔

(دیا رام شرما)

جین ہائی سکول انبالہ شہر

(۱) ۲۶ر اگست کو لالہ کانشی رام صاحب سیکنڈ ماسٹر کی صدارت میں استادوں اور طلبا کا خاص اجلاس ہُوا۔ جس میں قرار پایا کہ

(و) یہ جلسہ لالہ شنتی بھوشن جی شاستری کی والدہ ماجدہ کی وفات پر دلی رنج کا اظہار کرتا ہے اور پرماتما سے آرزو مند ہے کہ سورگباشی ماتاجی کو شانتی پراپت ہو اور پسماندگان کو صبر جمیل کی طاقت عطا ہو۔

(ب) گوردیال سنگھ جماعت ہفتم اور بنارسی داس جونیر سپیشل کی بے وقت اور المناک موت پر جو مورخہ ۱۸-۸-۳۳ کی رات کو ریل گاڑی کے نیچے کٹ جانے سے واقع ہوئی نہایت افسوس اور دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ نیز گورنمنٹ سے درخواست کرتا ہے کہ چھوٹے بچوں کو اس قسم کی ڈیوٹی پر کبھی نہ لگایا جایا کرے۔

(۳) ۱۵ اگست کو آنریبل وزیر تعلیم صاحب کی تشریف آوری پر جن کے ہمراہ ڈویژنل انسپکٹر و ڈپٹی انسپکٹر صاحبان تھے۔ خاص تیاری کی گئی۔ سکول کی نئی عمارت اور ہال کی آراستگی سے ممدوح بہت محظوظ ہوئے۔ سکول میدان جھنڈیوں سے اور ہال موٹوز اور فرش فروش سے خوب آراستہ تھا۔ صاحب ممدوح نے سکول کے گرد چکر لگا کر کرسی صدارت کو زینت بخشی۔ پرارتھنا کے بعد محنتی اور کھلاڑی لڑکے کا مکالمہ ہُوا۔ بھگوتی پرشاد نے تلسی رامائن کی چوپائی گائی۔ جو بہت پسند ہوئی۔ گراموفون ڈرل کے بعد آنریبل موصوف تشریف لے گئے۔ (رامجیداس گپت)

مڈل سکول راگی ریاست باگھل

۱۶-۱۷ اگست کو سالانہ امتحان مسٹر ایس ایف ڈین ڈسٹرکٹ انسپکٹر نے فرمایا لاگ بک میں اچھے ریمارکس دیئے۔ انتظام سکول اور کارکردگی اساتذہ سے بہت خوش ہوئے۔ ۱۷ اگست کی رات کو آپ نے گئو رکھشک سبھا کے ہال میں فونوگراف اور میجک لینٹرن کے ذریعے دیہات سدھار کا لیکچر دیا۔ قرضہ کی خرابیوں کے گیت گائے گئے۔ جن کا مطلب لالہ گیان چند جی ہیڈ ماسٹر سمجھاتے گئے۔ میجک لینٹرن کے ذریعے بچوں کو ٹیکہ کرانے کے فوائد بتائے گئے۔ شراب کی خرابیاں بتائی گئیں اور پھر ہیضہ سے بچنے کی تدابیر بتائی گئیں۔ حاضرین کی تعداد اُمید سے بڑھ کر تھی۔ ریاست کے معزز افسران بھی شامل تھے۔ اس پہاڑی علاقہ میں پہلا موقعہ ہے کہ مسٹر ڈین نے اس قسم کا لیکچر دیا۔ آپ بڑی تندہی اور دلچسپی سے دیہات سدھار کی طرف توجہ دے رہے ہیں۔ (رام چند داس)

گورنمنٹ کارونیشن ہائی سکول گوڑگانوہ

۱۸ اگست کو نواب سر ہربرٹ ڈیم ایمرسن گورنر بہادر صوبہ پنجاب نے کمشنر صاحب بہادر انبالہ ڈویژن و تمام افسران ضلع کی معیت میں سکول کو سرافراز فرمایا۔ جناب سردار دیوا سنگھ صاحب ڈویژنل انسپکٹر مدارس انبالہ ڈویژن، مسٹر ایم اظہار الحسن ہیڈ ماسٹر دیگر حکام ضلع نے جو سکول کے دروازے پر حضور کی تشریف آوری کے لئے چشم براہ تھے۔ پُرتپاک خیرمقدم کیا۔ سکاؤٹس نے گارڈ آف آنر دیکر نواب ممدوح کو سکول کے کمروں تک پہنچایا۔ مختلف جماعتوں میں ریاضی۔ انگریزی۔ سائنس ڈرائنگ خاموش مطالعہ۔ ریڈنگ روم وغیرہ جملہ شعبہ جات تعلیمی کا بڑی دلچسپی سے معائنہ فرمایا اور اظہار مسرت و خوشنودی کرتے ہوئے میدان کھیل میں شامیانہ میں رونق افروز ہوئے۔ مارچنگ۔ ڈرل۔ سکاؤٹس کے مختلف دلچسپ اور اچھوتے کھیلوں کا ملاحظہ فرمایا۔ سکاؤٹس شو روم میں پہنچ کر بہترین قطعات اور نادر دستکاریوں کو ملاحظہ فرمایا۔ عملہ سکول کی خدمات اور تندہی کی داد دیتے ہوئے سکوں سے تشریف لے گئے۔ سکول کے زراعتی فارم پر بھی انواع و اقسام کی کھادوں۔ دیسی اور ولایتی مختلف و متعدد اجناس کی ہری بھری فصلوں۔ بیلوں اور پودوں کا بڑی دلچسپی سے ملاحظہ فرمایا۔ اور کارکنان فارم کی دلچسپی کی داد دی۔ اور سکول وزیٹرس بک میں نہایت شاندار اور حوصلہ افزا ریمارک درج فرمائے۔ (محمد ابراہیم سیکرٹری)

پرائمری سکول مجھول ضلع شملہ

۲۰ اگست کی رات کو سکول میں دیہات سدھار کا ڈرامہ مسٹر ایس ایف ڈین ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع شملہ کی سرپرستی میں ٹیچرز اور طلباء نے سٹیج کیا۔ رائے صاحب شیخ عبدالرزاق صاحب پی ڈبلیو ڈی کے اعلےٰ افسر بھی تشریف فرما ہوئے۔ علاقہ کے دیہاتی بھی شامل تھے

ڈرامہ بہت سبق آموز اور محظوظ کن تھے۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر نے جو دیہات سدھار کے خاص حامی ہیں۔ مفصلہ ذیل ریمارک درج لاگ بک فرمائے۔

"۲۰ر اگست کی رات کو میں نے دیہات سدھار ڈرامہ جسے مدرسین طلبا اور چند دیہاتی اشخاص نے مل کر سٹیج کیا دیکھا۔ ڈرامہ نہایت کامیاب تھا اور حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔ اس کامیابی کے لئے مدرسین خاص مبارکباد کے مستحق ہیں۔" (آدت رام)

گورنمنٹ ہائی سکول فیروزپور

کوروکشیتر کے میلہ سورج گرہن پر سکول کے پانچ سکاؤٹ ماسٹر یعنی لالہ رام لال صاحب کنور بی اے بی ٹی پی ای ایس ہیڈ ماسٹر۔ لالہ دوارکا ناتھ صاحب آ موجہ بی ایس سی زراعت ماسٹر۔ لالہ رام چند صاحب سینیئر انگلش ماسٹر۔ پنڈت نند لال صاحب اور پنڈت روپ لال صاحب ورنیکلر ٹیچرس اور نو سکاؤٹس ۱۳ر اگست کی صبح کو خدمت گذاری کے لئے روانہ ہوئے۔ اور باقی سکولوں کے ۸۰ طلبا کے ساتھ ریلوے سٹیشن پر یاتریوں کے پانی پلانے کے کام پر لگایا گیا۔ انبالہ چھاؤنی کے رائے بہادر لالہ بنارسی داس جی نے برف مفت دان دی تھی۔ سکاؤٹس یاتریوں کو برفاب مفت تقسیم کرتے رہے۔ ہزاروں یاتری ٹھنڈے پانی پی کر رائے بہادر اور سکاؤٹس کو دعائیں دے رہے تھے۔ دن رات متواتر یہ خدمت بجا لائی گئی۔ علاوہ بریں یاتریوں کو گاڑیوں کی آمد و شد کے اوقات۔ شہر میں رہائشی مقامات اور باقی اطلاعات بہم پہنچاتے رہے۔ ریلوے اور پولیس حکام سے انکے لئے مدد طلب کرتے رہے۔ تمام کام بخوشی سرانجام دیئے گئے۔ زائرین نے خاص تعریف کی۔ ۲۴ر اگست کو بارہ دن کی خدمت گذاری کے بعد واپس ہوئے۔ (نامہ نگار)

ڈی بی سکول رقبہ ضلع لدھیانہ

چوہدری بوٹے خاں صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ اہالیان دیہہ کو مخاطب کرکے بتایا گیا کہ آپ کے گاؤں کا نواحی رقبہ خراب ہے۔ کئے دن کی بارشوں سے ہر طرف کے راستے مسدود ہیں۔ انکی درستی میں آپ ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ کھاد اور مُردہ جانوروں کا گاؤں سے بہت دور انتظام ہو۔ فراہمی طلبا کے لئے ایک کمیٹی قائم کی جائے۔ گاؤں کے چیدہ چیدہ اشخاص ایک اور سوسائٹی بنائیں جو دیسی اور انگریزی کھیلوں کے لئے لڑکے بھرتی کرے۔ حاضرین نے تمام امورات غور سے سُنے اور ان پر لبیک کہا۔ اور اتفاق رائے سے ایک کمیٹی بنائی گئی اور عہدہ داران کا انتخاب ہوا۔ (نرنجن سنگھ)

مڈل سکول کڑوا تحصیل دہرہ ضلع کانگڑہ

۲۴ر ۲۵ر اگست کو رکھ پنچی جکھ کڑوا کے موقعہ پر حسب ذیل کارروائی کی گئی۔ طلبا سکول نے مختلف اوقات پر ٹرینڈ دائیوں کی ضرورت۔ فضول رسومات کا انسداد۔ دختر فروشی۔ صغیر سنی کی شادی۔ تعلیم کی ضرورت وغیرہ پر راگ سنائے۔ اور عوام کو باخبر کیا۔ پنڈت ہری رام ایجنٹ بیمہ کمپنی نے لیکچر کے ذریعہ بچوں کی صحت۔ پتی برتا دھرم اور اس کا اثر و طاقت۔ صغیر سنی کی شادی کے بُرے اثرات واضح کئے۔ مہاشہ بھیمی دت نے میلے کی غرض و غایت وغیرہ پر روشنی ڈالی۔ منشی ہر رام نے تعلیم کے فوائد بتلائے۔ بھجن گائے گئے۔ سکاؤٹس نے خدمت خلق میں حصہ لیا۔ (ہری رام)

انجمن معلمین پیرولہ ضلع کانگڑہ

۲۹ر جولائی کو سنٹر کے مدرسین کے اجلاس میں پنڈت مرلی دھر صاحب مودگل ڈسٹرکٹ انسپکٹر کانگڑہ۔ چوہدری بشیر احمد خاں صاحب آرگنائزنگ سیکرٹری ریڈکراس سوسائٹی پنجاب کے علاوہ لالہ بھگوانداس صاحب اور لالہ بالک رام صاحب گپتا اے ڈی آئی پالم پور اور افسران پیرولہ شامل ہوئے۔ پنڈت صاحب نے اپنی مؤثر تقریر میں ورزش جسمانی کے فوائد واضح فرمائے اور صحیح دماغ صحیح جسم میں ہوتا ہے کے مقولہ کو مفصل بیان کیا۔ آپ نے مدرسین سے آرزو کی کہ وہ صحیح طور پر روزانہ حاضری لگائیں اور فرضی کارروائی سے اجتناب اختیار کریں اور ہر جماعت کے ہر طالب علم کی طرف عموماً انفرادی توجہ دیں۔ مگر جماعت اول پر خاص متوجہ رہیں۔ اس جماعت میں لڑکوں کے

پڑے رہنے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھیں یعنی وہ سال میں اپنا کورس بخوبی ختم کرکے ترقی حاصل کرلیں۔ طلباء کو خارج کرکے اس عیب کے چھپانے سے احتراز کیا جائے۔ یہ خیال رہے کہ ہر طالب علم سکول میں آکر روزانہ کچھ حاصل کرکے جائے۔ ورنیکلر فائنل کے نتائج پر توجہ دلاتے ہوئے آپ نے ریاضی پر خاص توجہ دینا بتایا۔ عملی کام میں سہل انگاری کو ترک کیا جائے اور اس میں صحت اور صفائی کو ملحوظ رکھا جائے۔ حساب میں دیہاتی علاقوں کی ضروریات پر خاص نگاہ رہے۔ آپ نے مدرسین سے آرزو کی کہ ان کے پاس پچاس مختلف اشخاص کی تحریر کردہ چٹھیات موجود ہوں کہ سکول کے بچے مختلف قسم کی خط وکتابت کو رواں پڑھ سکیں۔ چوہدری بشیر احمد خاں صاحب نے ریڈکراس سوسائٹی کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی۔ اس سوسائٹی کے وجود سے ہسپتالوں کو امداد دی جاتی ہے۔ طغیانی میں امداد بہم پہنچانا اور آگ بجھانے اور دیگر فوری ضروریات میں دھیان دینا ضروری ہے۔ آپ نے حاضرین سے اپیل کی کہ وہ اس سوسائٹی کی امداد کریں تاکہ وہ اوروں کی امداد کرسکے۔ آپ نے مدرسین سے بچوں کے حفظان صحت پر خاص توجہ دینے اور انہیں اچھا شہری بنانے کی اپیل کی تاکہ وہ جونیر ریڈکراس سوسائٹی کے ممبر ہوکر خادم خلق بن سکیں۔

لالہ بالک رام صاحب گپتا اے ڈی آئی پالم پور نے ہر دو اصحاب متذکرہ صدر کا شکریہ ادا کیا۔ کہ ایسے موقع پر ایسے وقت میں آپ تکلیف برداشت کرکے تشریف فرما ہوئے ہیں۔ اور برستی بارش میں مدرسین کی ہدایت اور رہنمائی کو ضروری سمجھ کر اپنی ذاتی تکلیف کو گوارا کیا ہے۔ اور امید ظاہر کی کہ مدرسین جن کی بہتری کے لئے یہ سامان بہم پہنچائے گئے ہیں۔ ضرور ان ہدایات پر عمل پیرا ہونگے اور انہیں اپنا دستور العمل بناکر ان پر کاربند ہونگے۔　　(لالہ بالک رام گپتا)

اسلامیہ سکول عدن کے سیٹھ احمد بھائی لعل جی صاحب جنہیں سرکار انگلشیہ سے ۳ر جون کو حضور ملک معظم قیصر ہند کی سالگرہ کی تقریب سعید پر او۔ بی۔ ای کا معزز ترین خطاب عطا ہوا تھا۔ ان نیک ہستیوں سے ہیں جو اپنے عیش و آرام کو خلق خدا کے آرام کے لئے وقف کرتے ہیں۔ آپ کی عزت افزائی سے محظوظ ہوتے ہوئے ہم جمیع مدرسین اسلامیہ سکول سیٹھ صاحب موصوف کو مبارکباد عرض کرتے ہیں اور داعی ہیں کہ خدائے پاک انہیں عرصہ دراز تک سلامت باکرامت رکھ کر عوام کی خدمت گذاری اور سرپرستی پر سرگرم رکھیں۔ آمین۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ اس سکول کے مہتمم اور سرپرست ہیں اور ہمیں آپ کے زیر سایہ ہر طرح کا آرام حاصل ہے۔　　(محمد یٰسین دلکش عدنی)

ڈی بی مڈل سکول کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ کے مجھے اس بات کا فخر ہے کہ سودھی جگت سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے کمال لطف و مہربانی سے ہمیں اجازت بخشی کہ ہم کروکشیتر کے سورج گرہن میلہ پر خلق خدا کی خدمت کی سعادت حاصل کریں۔ ہماری پارٹی جو دس نفوس پر مشتمل تھی نہایت جانفشانی سے حتی المقدور منتظمین میلہ کی مساعی جمیلہ میں مدد کرتی رہی۔ راقم نے بحیثیت کمانڈر لاہور ڈویژن اور نائب کیمپ آفیسر یاتریوں کی سیوا میں حصہ لیا۔ میلہ کے بعد بمنظوری افسران بالا ہماری پارٹی دہلی کی سیر کو گئی اور واپسی پر لاہور اور امرتسر کے مقامات مقدسہ کی زیارت کی۔ میرے خیال میں یہ اتنا لمبا ہے کہ کہ سیالکوٹ ضلع کے مڈل سکول نے تو کجا۔ کسی ہائی سکول نے بھی نہ کیا ہوگا۔　　(سید خادم حسین رضوی بی اے آنرز ایم اے بی ٹی)

لوئر مڈل سکول پیرسلوہی ضلع کانگڑہ کے لیڈی ڈاکٹر صاحبہ کی صدارت میں یوم والدین منایا گیا۔ حاضری اڑھائی سو کے قریب۔ حمد الٰہی کے بعد ہیڈ ماسٹر نے غرض و غایت جلسہ بیان کی۔ طلبا نے نظمیں۔ مکالمے۔ ڈرامے۔ کہانیاں اور مباحثے بخوبی ادا کئے۔ پنڈت بھگت رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے اشاعت تعلیم پر مؤثر تقریر کی۔ منشی کرپا رام نے دیہات سدھار پر لیکچر دیا۔ ماسٹر رگھناتھ داس نے صفائی پر موزوں خیالات ظاہر کئے۔ لالہ رام کشن نے زراعت کے مفید اصول بتائے۔ [illegible]

کی مٹھائی تقسیم ہوئی۔ لیڈی صاحبہ نے حفظ صحت پر دلپسند تقریر فرمائی۔　　　(کرپا رام سیکرٹری)

پنجابی زبان کو اوّل انعام } یہ خبر پنجابی دُنیا میں دلی خوشی سے سُنی جائے گی کہ اس سال بھی پنجاب گورنمنٹ کی ٹیکسٹ بک کمیٹی کے ادبی انعامات سے اول درجہ کا انعام پنجابی کو ہی ملا ہے۔ اور یہ اعزاز ترجمان سردار ایس ایس چرن سنگھ جی شہید پردھان سنٹرل پنجابی سبھا کے حصے میں آیا ہے۔ آپ کی تصنیف "بادشاہیاں" کو دیکھتے ہی ہر ایک بے اختیار کہہ اُٹھتا تھا۔ کہ اس سال یہ کتاب ضرور اوّل درجہ کے انعام کی حقدار ہوگی۔ سردار صاحب کے نام نامی اور ان کی پنجابی سیوا سے پنجاب کا بچہ بچہ آشنا ہے اور آپ سے اختلاف رائے رکھنے والے لوگ بھی یہ مانتے ہیں کہ پنجابی زبان کی خدمت گزاری کے میدان میں آپ کی ہستی قابل قدر ہستی ہے۔ تقریباً پچیس سال سے آپ یہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ ۴۵ کتابیں تحریر کر چکے ہیں۔ جن میں سے بعض بیس بیس ہزار تک فروخت ہو چکی ہیں۔ پنجابی زبان کا پہلا روزانہ اخبار "بیر" آپکی ادارت سے ہی شائع ہُوا۔ اور ہفتہ وار "موجی" اور ماہانہ "ہنس" بھی نئی راہ دکھلانے کا باعث ہوئے۔ کئی اخبارات کی ایڈیٹری آپ سرانجام دے چکے ہیں اور لاانتہا پنجابی لٹریچر فراہم کر چکے ہیں۔ سنٹرل پنجابی سبھا کے پردھان ہو کر جو خدمات آپ پنجابی کی بجا لا رہے ہیں تمام پنجاب جانتا ہے۔ شملہ کے شاندار کوی دربار۔ یونیورسٹی اور ہائی کورٹ میں پنجابی کی وکالت بذریعہ ڈیپوٹیشن کرنا۔ اور اس زبان کے ناظموں اور مصنفوں کی کئی طریقوں سے امداد کرانا اور پنجابی پرچار کے نئے طریق سوچنے اور اختیار کرنے وہ باتیں ہیں جو پنجابی کی شان کو آئے دن چمکا رہے ہیں۔ آپ کو اس خدمت گزاری کے لئے راج درباروں سے شاہی خلعتیں۔ سنہری تلواریں اور راج کوی خطابات کے علاوہ پبلک کی طرف سے بھی سنہری سری صاحباں روپی سروپا وغیرہ مل چکے ہیں۔ اور اب گورنمنٹ پنجاب نے اوّل درجہ کا انعام عطا فرمایا ہے۔　　　(دھنی رام چاترک)

رہنمائے تعلیم سردار صاحب کو اس اعزاز پر دلی مبارکباد عرض کرتا ہے۔　　　(مسجد بوا)

ڈی بی ہائی سکول خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ } ۱۶-۱۷ جولائی کو سکول کا دوسرا سالانہ ٹورنمنٹ ہُوا۔ (ا) والی بال میچز۔ ضلع بھر کی چیدہ ٹیموں کا مقابلہ تمام طور پر قابل دید تھا مگر فیروز کلب۔ سٹی کلب خانقاہ ڈوگراں اور گورنمنٹ سکول شیخوپورہ کی ٹیم خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ آخرالذکر ٹیم فاتح رہی اور نواب زادہ سعید اللہ خاں والی بال چیلنج کپ کی مستحق ہوئی۔ اس ٹیم کے ممبر محمد یٰسین نے اوّل درجہ کے بہترین کھلاڑی کا انعام حاصل کیا اور دوم درجہ کا انعام گنگا رام سٹی کلب کے حصے آیا۔

(ب) **ہاکی میچز**۔ مقابلے کا پہلا سال تھا۔ عنایت کلب خانقاہ ڈوگراں نے فائنل میچ جیتا اور نقد انعام حاصل کیا۔

(ج) **بیڈمنٹن میچز**۔ نئی مثال ہے جو شیخ غلام حسین صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر کی اختراع ہے۔ آپ نے اس کے نئے اپنے نام پر ایک چیلنج کپ عطا کیا جو بیڈمنٹن کلب خانقاہ ڈوگراں نے حاصل کیا۔ بہترین انعام شیخ محمد ضمیر عالم صاحب پرنسپل اسسٹنٹ نے حاصل کیا۔

(د) **پراپیگنڈا ورک**۔ طلبار کا جلوس مختلف پارٹیوں میں تعلیم۔ دیہات سدھار اور حفظان صحت کا پرچار نظموں اور لیکچروں کے ذریعہ کرتا رہا۔

(ہ) **ڈرامہ**۔ دونو دنوں کی درمیانی رات طلبا اور سکول سٹاف نے ڈرامہ کیا۔ پنڈت امرناتھ ٹیچر نے ایکٹروں میں سے اور سردار ی لعل۔ ہرچرنداس و منظفر علی نے اچھا گانے کی وجہ سے میڈل اور انعام حاصل کئے۔ سکاؤٹوں نے دو سبیلیں لگائی ہوئی تھیں جنہیں محکمہ نہر اور بیڈمنٹن کلب خانقاہ ڈوگراں کی طرف سے پانچ روپے اور سکول کی طرف سے دس روپے نقد انعام ملا۔

[illegible] سکول ہذا مستعد تھا

میں اول رہا۔ جلسہ تقسیم انعامات ۷ر جولائی چھ بجے شام ہوا۔ جناب شیخ غلام حسین صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے صدارت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس موقع پر فوٹو بھی لیا گیا۔ آپ نے شیخ احمد الدین صاحب سہگل ایم اے بی ٹی کی دلچسپیوں کی داد دی (محمد اسلم سیکرٹری)

ڈی بی سکول سلیم پور سنٹر لوٹھیڑی ضلع انبالہ } ۲۲ر جولائی کو درختوں کے نصب کرنے کا دن سردار جوگیندر سنگھ صاحب ساکن کشن گڑھ ضلع لودھیانہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ طلباء نے دعائیہ نظم گائی۔ ڈرامہ دکھایا جس کا ماحصل "لالچ بُرا ہے" تھا۔ دو کہانیاں بھی نتیجہ خیز ہونے کی وجہ سے بہت پسند کی گئیں۔ لالہ بھولا رام جی ہیڈ ماسٹر نے اغراض و مقاصد سمجھائے۔ طلبا نے یوم شجر نامی نظم گائی۔ پنڈت ہربنس لعل نائب مدرس نے صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر کی اعلیٰ تجویز فیملی سسٹم کا ذکر خیر کیا۔ اور اس سے حاضری کی بہتری کو ثبوت میں پیش کیا۔ طلبا کی صحت اور صفائی کو بہتر بنانے کی تجاویز بتائیں۔ صاحب صدر نے لالہ وشنو داس صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کے وسیع خیالات پر اظہار خوشنودی کیا اور سکول کو تعلیم کے علاوہ دیگر رفاہ عام کے کاموں میں حصہ لینے پر مبارک دی۔ بہت سے درخت سایہ دار لگائے گئے۔ مزید خوشی ہے کہ سب سکولوں میں یہ دن آج اس شوق سے منایا گیا ہے۔ خاتمہ پر طلبا کی ورزشیں ہوئیں۔ (ہربنس لال)

مڈل سکول فتح آباد ضلع امرتسر } فزیکل ٹریننگ کورس میں ۳۱ اُستادوں نے حصہ لیا۔ اور مسٹر اے پی داس اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر شعبہ تعلیم جسمانی نے انہیں چار گروپوں میں تقسیم کرکے ۷ر سے ۲۷ جولائی تک نہایت عمدگی سے تعلیم دی۔ مختلف اقسام کی مارچنگ کی مشق کرائی گئی۔ اور عملی طور پر نمونے دیگر خاص اکسرسائزیں سکھائی گئیں۔ ہر صبح مارچنگ کے بعد صبح کی پیریڈ اور لیٹنے کی ورزشیں جن سے اعضائے جسمانی کی بہترین تربیت مقصود تھی کرائی جاتی رہیں۔ چار بجے شام سے سوا سات بجے تک مختلف کھیلوں کی مشق۔ جماعت اول تا ہشتم ماس ایکسرسائز جس کے ماہانہ پروگرام لکھائے گئے۔ اور مشق کرائی گئی۔ تمام مدرسین تعلیم سے یکساں مستفید اور بہرہ ور ہوئے۔ گویا کیمپ ہذا نے مدرسین کے دلوں میں نئی روح پھونک دی ہے۔ ۲۷ر جولائی کو نمائش ہوئی جس کی رونق بڑھانے کو مسٹر بھنوٹ ڈپٹی انسپکٹر مدارس لالہ بھانا رام صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس۔ سردار بہادر سردار سنتو کھ سنگھ صاحب پریزیڈنٹ امرتسر میونسپلٹی۔ سیکرٹری صاحب امرتسر میونسپلٹی اور سردار لابھ سنگھ صاحب اے ڈی آئی علاقہ تشریف فرما ہوئے۔ زیر تربیت اساتذہ نے مارچنگ اور عمدہ عمدہ کھیل اور ایکسرسائزوں سے عوام کو بے حد مسرور کیا۔ سردار بہادر صاحب نے مختصر تقریر کی۔ سردار موہن سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر سکول نے کیمپ کے انتظامی معاملات میں خاص حصہ لیا۔ (رحمت علی)

موضع دیوری تحصیل کوٹ کھائی ضلع شملہ میں دیہات سدھار کا نمونہ } تحصیل ہذا کی زندگی میں پہلا موقع ہے کہ مسٹر ایس ایف ڈین ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے ۲۳ر جولائی کو دیہات کی صفائی اور کھاد کے لئے گڑھے تیار کرنے کا عملی نمونہ پیش کیا۔ سنٹر کوٹ کھائی کے مدرسین اور لوئر مڈل کیاری کے مدرسین اور طلبا کی موجودگی میں گڑھا کھودا۔ گاؤں کی گلیوں کو صاف کرنے کا اپنے ہاتھوں نمونہ دیا۔ یہ علاقہ میدانی علاقوں سے کئی امور میں مختلف ہے۔ نچلے طبقہ میں مال مویشی بندھا ہوتا ہے۔ اور گلیوں میں ان کے پیشاب اور گوبر سے بدبو رہتی ہے۔ اور ان کے ڈھیر مکانات کے صحن میں لگے ہوتے ہیں جہاں کیڑے اور مچھر اپنا گھر بنائے ہوتے ہیں۔ صاحب ممدوح نے صفائی کرا کر صفائی کے فائدے واضح کئے۔ اہل دیہہ خاص طور پر متاثر ہوئے۔ ایک گندے لڑکے کو مستورات کے روبرو صابن اور پانی سے خوب صاف کیا۔ لالہ کرپا رام نے پہاڑی زبان میں صاحب ممدوح کے نمونوں کی ضرورت اور صفائی کے فائدے ظاہر کئے۔ آپ نے دیوری کے علاوہ موضع گان کی بھی دوسرے دن صفائی کرائی اور ۲۵ر کی شام کو بذریعہ میجک لینٹرن اور مشین گراموفون لیکچر دیا۔ رامائن کی چند سلائڈز دکھائی گئیں اور تشریح کی گئی۔ تمام احاطہ میلہ مقامی کی وجہ سے لوگوں سے پُر تھا۔ بچوں کی نشوونما اور تربیت مستورات کے ذرائع۔ [illegible]

مڈل سکول نانڈوتھی ضلع رہتک } نتیجہ ورنیکلر سو فیصدی بدستور سابق۔ ایک وظیفہ کی اُمید کامل۔ جماعت چہارم کا ریزلٹ سو فیصدی دو وظیفے (مڈل سکول سکالرشپ) حاصل ہوئے۔
والی بال ٹیم ڈسٹرکٹ ٹورنمنٹ میں اوّل رہی۔ اور انعام حاصل کیا۔ دوران سال میں بدستور اوّل دیہات سدھار حفظانِ صحت اور ریڈکراس سوسائٹی کا کافی کام کیا۔ چوہدری جگ لال صاحب ہیڈ ماسٹر اور عملہ سکول کی محنت و دلچسپی قابل قدر ہے۔ (رسالدار ...)

سرکاری اطلاع محکمہ اطلاعات } عوام کی اطلاع کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے کہ محکمہ صنعت و حرفت پنجاب کے دفتر میں جو لاہور میں ملکہ کے بُت کے قریب مال روڈ پر واقع ہے۔ ہر قسم کے
سامان سے آراستہ ایک لائبریری ہے جس میں ٹیکنیکل صنعتی اور تجارتی مضامین سے متعلقہ کتابیں ہیں۔ دفتر مذکور میں ایک ریڈنگ روم ہے۔ جہاں تجارتی مضامین سے تعلق رکھنے والے مشہور اخبار۔ رسالے اور میگزین عوام کو مطالعہ کے لئے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ لائبریری مذکور تعطیلات کے علاوہ ہر روز عوام کے لئے دس بجے صبح سے ساڑھے چار بجے بعد دوپہر تک اور سنیچر کے دن دس بجے صبح سے دو بجے دوپہر تک کھلی رہتی ہے اور کوئی معاوضہ نہیں لیا جاتا۔

سرکاری اطلاع } عوام کی آگاہی کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے کہ پنجاب سول سروس (ایگزیکٹو برانچ) کے داخلہ کے لئے مقابلہ کا امتحان بمنشا پنجاب سول سروس قواعد ۱۹۳۰ء ماہ نومبر ۱۹۳۳ء میں بمقام لاہور ہوگا۔ قواعد کی کاپیاں صاحب سپرنٹنڈنٹ پرنٹنگ پنجاب لاہور سے بحساب چار آنہ فی کاپی دستیاب ہو سکتی ہیں۔ مقام امتحان اور تاریخ وقت مناسب پر گورنمنٹ گزٹ میں شائع کی جائے گی۔ کامیاب امیدواران رجسٹری کے لئے خالی اسامیوں کی تعداد چار ہے۔

انجمن معلمین سنٹر کوٹ کھائی ضلع شملہ } ۲۹ر جولائی کو زیر صدارت ایس ایف ڈین صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع شملہ منعقد ہوا۔ سنٹر کے تمام مدرسین حاضر تھے۔ پنڈت پرمانند جی نے صاحب صدر کو ہائی گریڈ میں ترقی ملنے پر مبارکباد عرض کی۔ صاحب موصوف تعلیمی کام کے علاوہ دیش سدھار کے لئے تن من اور دھن سے کوشاں ہیں۔ آپ کی آمد سے یہ پس افتادہ علاقہ پیش پیش جا رہا ہے۔ سکولوں کے معائنہ سے فارغ ہو کر ملحقہ دیہات میں پہنچ کر اہل دیہات کو صفائی کے فائدے بتاتے ہیں۔ تعطیلات میں بھی خود گاؤں کی صفائی کرنا اور کھاد کے لئے گڑھوں کو کھودنا آپ کا کام ہے۔ صاحب صدر نے حاضرین کو مخاطب کر کے بچوں کی تعلیمی حالت بہتر بنانے۔ خوشنویسی لباس اور جسمانی صفائی۔ اوسط حاضری کو بڑھانے۔ اچھوت طلبا کی تعداد میں اضافہ کرنے۔ جماعت اول کے طلبا کی تعداد کو جماعت چہارم تک برقرار رکھنے اول جماعت میں زائد المیعاد طلبا کا نہ رکھنا اور لڑکیوں کے داخلے کے متعلق نہایت عمدہ ہدایات دیں۔ مدرسین اپنے زیر تربیت بچوں کی ترقی کا اندازہ ہفتہ وار لگایا کریں۔ جہاں کوئی خامی نظر آئے اوّل مدرس اپنے نائبوں کی رہنمائی کرے۔ اور اپنی ڈائری میں نوٹ دے۔ اور اگلے موقعہ پر اس کے دور ہونے کا خاص خیال رکھے جسمانی لباس کی صفائی میں اس طرح لازمی ہے۔ موضع نندر ہاٹری میں پہنچ کر گلیوں کی صفائی کا نمونہ دیا۔ عوام کو صفائی کے فوائد بتائے۔ کھاد کو گڑھوں میں رکھنے پر زور دیا۔ (رشنکر داس)

ضلع کانگڑہ کے افسران معائنہ کی کانفرنس } ۲۷ر مئی سے ۳۱ر مئی تک یہ کانفرنس جناب پنڈت مرلی دھر صاحب مودگل ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس انعقاد پذیر رہی۔ حاضرین میں لالہ بالک رام صاحب مہتہ۔ لالہ بالک رام صاحب گپتا۔ پنڈت رگھوناتھ چند صاحب مہتہ میاں ملاپ چند صاحب۔ چوہدری سدنت رام صاحب۔ چوہدری دھنی رام صاحب لالہ بھگوانداس صاحب اے ڈی آئی اصحاب

اور مدارس میں کام کی عمدگی کے معیار کا بڑھانا تھا۔ بمفصلہ ذیل کارروائی عمل میں آئی۔

(۱) **تعداد طلبا اور حاضری میں نمایاں بہتری اور مستقل ترقی۔**

(۲) **مدارس کے بچوں کے والدین سے تعاون اور ملاپ یعنی فیمابین عمدہ برتاؤ۔** عمدہ عادات ہمدردانہ سلوک کھیلوں سے محبت اور اہل دیہہ کے شادی وغمی کے موقعوں پر اظہار مسرت وغم سے

(ب) **سکول کے روزانہ کام میں باقاعدہ پروگرام کا ہونا۔** اجتماع۔ حرکات میں چستی پھرتی۔ دعا صحت او صفائی کا معائنہ۔ وقتاً فوقتاً مختصر اخلاقی سرمن۔ ٹائم ٹیبل کی باقاعدہ پابندی۔ اکل اکل اور پلے فار آل تحاریک کا اجرا۔ دیہاتی کھیلوں کی کلبوں کا بنانا۔ دیہات سدھار۔ پھولوں کا ذخیرہ لگانا۔ نباتی پیداوار اور سبزی ترکاری۔ یوم والدین کا منانا۔ اور چھڑی کے استعمال سے کلی نفرت۔

(ج) **حاضری لگانا۔** مدرسین حاضری باقاعدہ رجسٹروں میں لگائیں۔ معمولی دنوں میں غیر حاضروں کے لئے آدھ گھنٹہ کا انتظار اور خاص طوفانی او برساتی دنوں میں دو گھنٹہ کا وقفہ مناسب ہے۔ وہ سکول بند کرنے سے ذرا پہلے دوسرے وقت کی حاضری پکاریں اور رجسٹر میں لگائیں۔

(د) **جماعتوں کے مقابلے سے طلبا میں بڑھ چلنے کا شوق پیدا کرنا۔** مہینہ کے اخیر میں عمدہ رہنے والی جماعت کو اعزازی نشان یا شیلڈ کی عطا ہوگی جو کمرہ جماعت میں آویزاں رہے۔ سال بھر کے نتائج بغرض معائنہ محفوظ رکھے جائیں۔

(ہ) **حاضری میں باقاعدگی کے لئے چھوٹے بچوں کو بڑے بچوں کی تحویل میں دیا جائے۔** مؤخرالذکر یہ محسوس کریں کہ ان کی نگرانی میں دیئے ہوئے چھوٹے بچے باقاعدہ سکول میں حاضر ہوں۔

(و) **روزانہ علم میں ترقی۔** ہر طالب علم جب سکول سے گھر واپس جائے۔ اس امر کو محسوس کر کے خوش ہو کہ اس نے کچھ نہ کچھ علم حاصل کیا ہے۔

(ز) **پیٹرول لیڈر شپ کے طریق کو رواج دیا جائے۔** مدرسین نامی اور دل سے کام کرنے والے بچوں کی خدمات حاصل کریں۔ پیٹرول چارٹ تیار کئے جائیں اور جماعت کے کمرہ میں آویزاں ہوں۔

(۲) **لازمی تعلیم۔** بچوں کے تعلیم چھوڑ جانے پر سخت نکتہ چینی کی گئی۔ باقاعدہ ترقی ملحوظ رہے۔ ترغیب اور تحریص سے زیادہ کام لیا جائے۔ اور فضول مقدمات سے پہلو تہی کی جائے۔

ریفریشر کورس۔ اتفاق رائے سے قرار پایا کہ ستمبر اور اکتوبر کی فصلی تعطیلات سال حال میں نور پور اور ڈیرہ تحصیلات اور کانگڑہ و پالم پور کی تحصیلات میں مشترکہ ریفریشر کورس پر خرچ ہوں۔ پروگرام اے ڈی آئی اصحاب تیار کریں۔ محاکم مفید عامہ کے اعلےٰ افسران کا تعاون حاصل کیا جائے۔

دیہات سدھار (۱) ٹھوس اور خالص عملی کام موقعہ کی ضرورت کے موافق کیا جائے۔

(۲) عوام کی خوراک کے متعلقہ مضامین مثلاً پھل دار درختوں کا نصب کرنا۔ اور سبزی ترکاری پر زیادہ توجہ دی جائے۔

(۳) سکول کے متصل اکھاڑے تیار کئے جائیں۔ مدرسین کھیلوں میں شوق سے حصہ لیں۔

(۴) علاقہ کے معززین کی ہمدردی حاصل کی جائے۔ (۵) مشترکہ اور منفردہ سوشل سدھار کے کام شروع کئے جائیں۔

(۶) تاریک کوٹھڑیوں میں روشندان اور کھڑکیاں لگوائی جائیں۔ پانی بہم پہنچانے کے ذرائع اخیر ہفتہ کو صاف کئے جائیں اور ذخیرہ کے چھوٹے گڑھے بھی صاف کئے جائیں۔

(۳) **سکول کمرے۔** صفائی خاص مدنظر ہے۔ سکول کے کمرے صفائی اور سادگی کا نمونہ ہوں۔ مگر عوام اور طلبا

کی ضروریات کے مطابق آراستہ بھی ہوں۔

سبزی ترکاری کی کیاریاں سکول کی زینت کا موجب ہوں اور جہاں تک ممکن ہو اس موضوع پر زیادہ کوشش کی جائے۔ منتخبہ سبزی ترکاری طاقت رساں اجزا کا خاص مجموعہ ہوں

یوم والدین۔ قرار پایا کہ یہ دن وسیع پیمانہ پر منایا جایا کرے۔ مگر مڈل۔ لوئر مڈل اور پرائمری مدارس کی تاریخیں مختلف ہوں۔

ریڈ کراس سوسائٹیاں۔ کانفرنس کی رائے ہے اس سوسائٹی کی آمدنی ادویات اور دیگر پبلک کے مفید کاموں میں صرف کی جائے۔ خاص مرکزوں میں مدرسین اور طلبا کے مفاد کے لئے فرسٹ ایڈ کی تعلیم دی جائے۔ اور تمام ریڈ کراس سوسائٹیوں کو بلا توقف رجسٹری کرا دیا جائے۔ سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن سے امداد کی درخواست کی جائے۔

تعلیم بالغان۔ بالغان کے مدارس سے ٹھوس اور حقیقی کام لینے کی غرض سے کانفرنس کی رائے میں پچاس فیصدی بالغان کو تعلیمی سندات حاصل کرنے کے قابل ہونا چاہئے۔ دیہاتی لائبریری سے پورا فائدہ حاصل کرنے اور عوام میں مطالعہ کا شوق پیدا کرنے کے لئے بالغان کی لائبریری کے انچارج مدرسین سے آرزو کی جاتی ہے کہ وہ ہر دوسرے دن کم از کم ایک گھنٹہ عوام کو بالغان کی کتب سنائیں اور اسے اپنا فرض منصبی مانیں۔　　　مدارس میں دیگر مفید تحاریک کی ذیل میں

(۱) **پلے فار آل**۔ سکول میں ٹیمیں بنائی جائیں اور روزانہ مقابلے کرائے جائیں۔ مستقل ریکارڈ رکھا جائے اور نامی ٹیم کو ہر سال نمایاں حیثیت میں ظاہر کیا جائے۔

(۲) **اکل الکل**۔ قرار پایا کہ تمام سکولوں میں اس تحریک کو رواج دیا جائے۔ اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ تمام طالب علم اپنے لئے چپاتی گھر سے لائیں اور تفریح کے وقت سب مل کر نہایت عمدگی اور نفاست سے کھائیں جس سے برادرانہ محبت اور عمدہ اخلاق پیدا ہوں

(۳) **طبی معائنہ**۔ جب کوئی موقعہ ملے طبی معائنہ کو ملحوظ رکھا جائے۔ پڑھائی اور لکھائی کے موقعہ پر مدرسین طلبا کے قوائے کی خاص نگرانی رکھیں۔

(۴) **ہمہ رس موسیقی**۔ قرار پایا کہ دیہات سدھار کے سلسلہ میں جو نظموں کی کتاب سکولوں کو مہیا کی گئی ہے۔ اس میں چند نظمیں خوراک کے متعلق جو ضلع کانگڑہ کے حسب حال ہوں ایزاد کی جائیں۔

(۵) **ریشمی صنعت**۔ مدرسین بشرط امکان ریشم کے کیڑے پالیں اور شہتوت کے درخت جہاں نہ ہوں لگائیں۔ اپنے سکول کے احاطہ میں یا ایسی جگہ جہاں وہ بخوبی پھیل سکیں۔

(۶) **یوم درختاں**۔ کسی خاص مدعا یعنی سایہ۔ پھل۔ مفاد عام۔ ایندھن صنعتی کاروبار وغیرہ کے لئے نصب کئے جائیں اور خاص نگرانی کی جائے۔ قرار پایا کہ کوئی معین دن اس امر کے لئے مخصوص کیا جائے۔ طلباء کو گروپوں میں تقسیم کیا جائے ہر گروپ اپنے علیحدہ درخت لگائے اور انہیں پانی پہنچائے۔

(۷) **کوآپریٹو سٹور و سوسائٹی**۔ یہ سٹور خالص طور پر طلبا کی ذمہ داری میں ہوں نگران تکالیف کو روکنے کے لئے جو ان حالات میں رونما ہوا کرتی ہیں۔ کڑی نگرانی کی جائے۔

(۸) **دیہاتی کھیلیں**۔ اس شعبہ کے لئے خاص دلچسپی اور ضبط کی ضرورت ہے۔ افسران معائنہ اپنے دورہ پر اس طرف خاص توجہ دیا کریں۔

(۹) **حفظان صحت کل**۔ صبح کی حاضری پر دعا کے بعد صحت کا ملاحظہ کیا جائے۔ مدرسین طلبا کے دانت۔ ناخن۔ آنکھیں اور لباس کی پڑتال کریں۔ اور خاص انتظامات کریں جہاں تک ممکن ہو طلبا میں صفائی کی عادت پیدا کرنی چاہئے۔
اتفاق رائے سے قرار پایا کہ ڈسٹرکٹ بورڈ سے درخواست کی جائے کہ وہ کم از کم جہاں ڈسپنسری ہیں طلبا کے ڈاکٹری معائنہ کا انتظام فرمائے

(۱۰) **سکاؤٹنگ وکبنگ** - جن سکولوں میں یہ تحریک جاری ہے انکی حوصلہ افزائی کی جائے کہ وہ سکاؤٹنگ گزٹ یا سکاؤٹ بلیٹین کو خریدیں - سکاؤٹ رجسٹر ضرور سکول میں رکھی جائے - فرداً فرداً قابلیتی کارڈوں کا انتظام ہونا چاہئے - ضروری سامان مثلاً ٹروپ کے نشانات (بیجز) ٹروپ کی جھنڈیاں - یونین جیک اور سکاؤٹوں کے آزمائشی کارڈ ضرور سکول میں موجود ہوں - ہفتہ میں دو بار یا دو گھنٹہ مشق ضروری ہے - ٹروپوں کی باہمی خط وکتابت کی حوصلہ افزائی کی جائے -

(۱۱) **تعلیمی مضبوطی** - سکولوں میں تعلیم کو مضبوط کرنے کے لئے مفصلہ ذیل ذرائع تجویز کئے گئے -

(۱) جماعت اول میں طلبا کے زیادہ عرصہ تک ٹھہرنے اور مدرسہ چھوڑ جانے پر خاص توجہ دینا اور جو مدرسین اس امر میں قصوروار ہوں ان کے برخلاف سخت کارروائی عمل میں لانا -

(۲) اوّل مدرس ماہانہ ترقی کے رجسٹر کو خود پُر کرے -

(۳) سال چہارم میں ریاضی پر خاص زور دیا جائے جس میں عملی زندگی کی ضروریات خاص طور پر نمایاں ہوں -

(۴) ہر مدرس کوشش کرے کہ کم از کم پچاس اشخاص کی تحریر کردہ چٹھیات بطور نمونہ سکول میں موجود ہوں تاکہ طلبا کو ایسی تحریروں کے پڑھنے میں عبور اور روانی حاصل ہو -

(۱۲) **فزیکل ٹریننگ ورک** - قرار پایا کہ اس شعبہ کے اے ڈی آئی صاحب اس پروگرام پر جو صاحب صدر علاقوں کے اے ڈی آئی اصحاب کے مشورے سے تیار کرینگے - مڈل سکولوں اور ہیڈ کوارٹروں میں خاص ٹھوس کام کریں -

(۱۳) **تعلیم نسواں** - مخلوط تعلیم کو دلکش بنانے کے لئے حتی الامکان بہت کوشش کی جائے - مزید قرار پایا کہ گیارہ سال سے زیادہ عمر کی لڑکیاں ہرگز سکولوں میں نہ رکھی جائیں -

(۱۴) **اچھوتوں اور پسماندہ اقوام کی تعلیم** - اس غرض کے لئے ریڈکراس لائبریریاں بنائی جائیں یعنی طلبا کی پڑھنے کی کتابیں بطور عطیہ لی جائیں یا بشرط امکان ریڈکراس فنڈ سے خریدی جائیں - یہ کتابیں غریب طلبا کو سکول میں تعلیم کے لئے دی جائیں اور سکول بند ہونے پر ان سے لی جائیں - ایسی لائبریریاں امداد باہمی کی سوسائٹی کے ماتحت ہوں -

دستخط پنڈت مرلی دھر صاحب مودگل پریذیڈنٹ

لوئر مڈل سکول جھڑی

۱۲ اگست کو طلبا سکول نے سٹاف کے ساتھ پبلک کی موجودگی میں احاطہ سکول کے اندر اور باہر پھلدار درخت لگائے - بعد دوپہر **ٹھاکر لال سنگھ** صاحب ذیلدار کی صدارت میں جلسہ ہوا - بچوں نے دیہاتی سدھار راگ گائے - ہیڈ ماسٹر صاحب اور ماسٹر بسنت رام ایس وی نے درخت لگانے کی اہمیت اور ضرورت واضح کی - پبلک نے متاثر ہوکر ایسا کرنے کا وعدہ کیا -

۳۰ اگست کو پبلک کے عام مجمع میں رسالدار رگھنار سنگھ صاحب کی صدارت میں بشمولیت ذیلدار صاحب علاقہ جلسہ ہوا - طلبا سکول نے بنکوں کے اجرا - مفاد تعلیم - زچہ بچہ کی حفاظت - بچپن کی شادی کے نقصانات اور صفائی جسم و گھر کے راگ گائے عوام بہت خوش ہوئے - سکول کے اپر مڈل بنائے جانے کی درخواست کی گئی - (بسنت رام)

اُردو سکول ویرراگ ضلع شولاپور

حسام الدین تاج الدین صدر مدرس سکول کے برادر عزیز شیخ عبداللہ متعلم ٹریننگ کالج پونہ جو دوران امتحان میں بخار کا شکار ہو گئے تھے وطن میں واپس پہنچ کر سخت علیل ہو گئے - اور امتحان کی کامیابی کی خبر سے خورسند نہ ہونے پائے تھے کہ راہی ملک عدم ہو گئے - افسوس ع
پھول کھلنے ہی نہ پایا پھول ہی مرجھا گیا - مرحوم روشن خیال اور تعلیم یافتہ نوجوان تھا کالج میں داخلہ سے پہلے فرائض مدرسی نہایت خوبی سے بجالاتا رہا - خدائے پاک اسے اپنے جوار رحمت میں جگہ دیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی طاقت بخشیں - (سید حسین داماد صاحب)

رہنمائے تعلیم اس جوانا مرگ پر مرحوم کے پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے -

لوئر مڈل سکول ربل ضلع کانگڑہ ممبران جونیئر ریڈ کراس سوسائٹی ہیڈ ماسٹر صاحب کی نگرانی میں باؤلی کی صفائی کو گئے کام ختم ہونے پر آندھی اور بارش نے بُری طرح آ لیا۔ اور ایک گھنٹہ قریب کی دکان میں پناہ لینا پڑی جس میں چوہوں کے کئی بل تھے اور کھیت کا پانی اندر آنا شروع ہو گیا۔ بعض بچوں نے اسباب سنبھالنا شروع کیا۔ اور دوسروں نے پانی نکالنا شروع کیا اور تمام اسباب بچا لیا گیا۔ واپسی پر دیہات سدھار کے بھجن گائے گئے۔ (بشنو رام)

دیہاتی ٹورنیمنٹ باغپورہ ضلع ہوشیارپور چوہدری گوردیال سنگھ صاحب اے ڈی آئی حلقہ نمبر ۱ ہوشیارپور کی زیر سرپرستی ۹ و ۱۰ ستمبر کو ہوا۔ فٹ بال اور والی بال میں ضلع کی بڑی ٹیموں نے حصہ لیا۔ بجلی کالج ہوشیارپور کی فٹ بال کلب ہر دو میں اول رہی۔ دیسی کھیلیں بہت دلچسپ اور محظوظ کن تھیں۔ مثلاً کڑاہا پھیرنا۔ مگدر کو نئے طریق پر اُٹھانا۔ موگریاں پھیرنا۔ گتکا بازی اور کشتی وغیرہ۔ خوشی کی بات ہے کہ کسی قسم کا کوئی جھگڑا نہ ہوا جس کے لئے چوہدری محمد علی صاحب پی ٹی ہوشیارپور قابل مبارکباد ہیں۔ فٹ بال اور والی بال کے علاوہ دیسی کھیلوں میں بھی بازی لے جانے والی ٹیموں کو انعام دیا گیا۔ ٹورنامنٹ کمیٹی کے معزز ممبران نے انتظام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ۱۰ ستمبر کو تقسیم انعامات کا جلسہ سردار بکرم سنگھ صاحب پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی صدارت میں ہوا۔ طلباء نے دعائیہ نظم گائی۔ دیہات سدھار گیت اور ڈرامہ کے بعد معزز صدر نے انعامات تقسیم فرمائے۔ اور ٹورنیمنٹ کے فوائد، اور ورزش جسمانی کی ضرورت پر موزوں تقریر کی۔ تعلیمی معاملات میں دلچسپی لینے پر زور دیا گیا۔ (ملکھی رام)

ورنیکلر مڈل سکول ہری پور ضلع کانگڑہ ۷ ستمبر کو مہتہ رگھوناتھ چند صاحب اے ڈی آئی علاقہ کی صدارت میں یوم والدین منایا گیا۔ حاضری خاصی تھی۔ پرارتھنا کے بعد لالہ سالگ رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے سالانہ رپورٹ پڑھی اور اپنے سکول کی خصوصیات پر روشنی ڈالی یعنی حاضری مدرسہ نوے فیصدی سے کم نہیں رہی تعلیمی نتائج میں خاص امتیاز حاصل ہے۔ سال گذشتہ کلوسب ڈویژن کے سوائے ضلع بھر میں اوّل رہا۔ تحریکات حاضرہ مثل اینگلو ورنیکلر مدارس ذوق شوق سے جاری ہیں۔ کلبوں کا حال بھی بتایا گیا اور پبلک سے اپیل کی کہ اپنے سکول کی تن من دھن سے امداد کرتے رہا کریں۔ بیاہ شادیوں میں فضول اخراجات اور انکے انجام پر ڈرامہ دکھایا گیا۔ ہر سین کے بعد دیہات سدھار کے راگ گائے گئے اور نقلوں سے حاضرین کو خورسند کیا گیا۔ صاحب صدر نے ہیڈ ماسٹر صاحب کی تائید کرتے ہوئے حاضرین سے اپیل کی کہ اپنے بچوں کو سکول میں بھیجا کریں اور انہیں زیور علم سے آراستہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ تعلیم کا مقصد انسانیت کا حصول ہے نہ صرف حصول ملازمت۔ حاضرین سے مولوی طفیل حسین نے اشاعت تعلیم پر موزوں تقریر کی۔ پبلک نے سکول کو انگریزی بنانے کی آرزو کی۔ صاحب صدر نے ہدایت کی کہ ایک درخواست پر ہر مذہب و ملت کے افراد کے دستخط کرا کر شری ماجھا صاحب گلیر سے تصدیق کرا کر افسران اعلےٰ کی خدمت میں ارسال کریں اور کامیابی تک باقاعدہ کوشش کریں۔ میں ہر طرح سے امداد کا موجب رہونگا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کی ہر دلعزیزی کی داد دی اور انکے نظم و نسق کو سراہا۔ ان کے سکول کے نتائج امتحان۔ رسوخ۔ سلوک۔ انتظام اور ضبط سے میں ہر طرح پر مطمئن اور خوش ہوں۔ (منگت رام)

خالصہ ہائی سکول شہر راولپنڈی (۱) سکول جہاں اپنی انواع و اقسام کی سرگرمیوں سے حامیان تعلیم کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے وہاں محترم ہیڈ ماسٹر صاحب کی ہر دلعزیزی اور درس و تدریس میں شبانہ روز عرق ریزی اور جانفشانی پبلک کے دلوں کو مسخر کر رہی ہے۔ ہر سال سکول کے نتائج (امتحان میٹریکولیشن) شاندار اور دل خوش کن ہوتے ہیں۔ سال حال میں ہرنام سنگھ نے یونیورسٹی سکالرشپ اور سروپ سنگھ نے سکاؤٹس سکالرشپ حاصل کیا۔ جس کے لئے ہیڈ ماسٹر صاحب اور ان کا قابل قدر سٹاف مبارک کا مستحق ہے۔

(۲) تعطیلات گرما کے باوجود سکول سکاؤٹس نے میلہ کوروکشیتر سورج گرہن پر خلق خدا کی خدمت گذاری کے سنہری موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اشنان کنڈ پر جہاں زائرین کا انبوہ کثیر و جم غفیر تھا کئی ایک کو ڈوبتے ڈوبتے بچایا۔ شام کو سٹیشن پر پہنچ کر بھولے بھٹکوں اور گمراہوں کی رہنمائی کر کے ریل پر سوار کرایا۔ اسی روز شام کو سات بجے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کرنال نے "سکاؤٹس کی خدمات" کے موضوع پر لیکچر دیا اور ہم واپس ہوئے۔ (اوتار سنگھ)

قابل توجہ افسران ضلع گوجرانوالہ سنٹر کسوکی سب ڈویژن حافظ آباد کی انجمن معلمین کے اجلاس میں جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس اور صاحب چیرمین ڈسٹرکٹ بورڈ گوجرانوالہ کی خدمت میں گذارش کی گئی تھی کہ ضلع ہذا کی مالی کمیٹی نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۴ اگست ۱۹۳۳ء میں ڈسٹرکٹ بورڈ کے ملازمین کی تنخواہوں میں بے حد کم کرانے کی جو نا قابل برداشت تجویز پاس کی ہے۔ از راہ ہمدردی آپ اصحاب اسے اجلاس عام میں منظور نہ فرمائیں کیونکہ اس تجویز پر عمل درآمد بیچارے مدرسین کی حق تلفی کا موجب ہوگا۔ (پنڈیداس)

رہنمائے تعلیم بڑے زور سے افسران ممدوح الصدر کی توجہ مدرسین کی اس جائز درخواست پر دلاتا ہے۔ اسی نمبر میں ضلع سیالکوٹ کی طرف سے اظہار کیا گیا ہے کہ اس کے ڈسٹرکٹ بورڈ نے مدرسین کی تنخواہوں میں کسی تخفیف کو گوارا نہیں فرمایا اور مزید وعدہ دلایا ہے کہ حالات بہتر ہونے پر مدرسین کی تنخواہوں میں حسب قاعدہ اضافہ ہوگا۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ ضلع گوجرانوالہ بھی اس ذیل میں اپنے بالکل پڑوسی ضلع سے کسی طرح کم نہ رہیگا۔ (سچدیوا)

لوئر مڈل سکول جے پور سنگھ ضلع کانگڑہ یوم والدین لالہ بالک رام صاحب گپتا اے ڈی آئی پالم پور کی صدارت میں ۸ ستمبر کو منایا گیا۔ جملہ مدرسین سنٹر اور تمام طلباء کے والدین یا سرپرست شریک ہوئے۔ پرارتھنا کے بعد حفظ صحت کی ڈرل اور پہلے فارآل پھر سکاؤٹوں کی کھیلیں اور کرتب ہوئے۔ نمائشگاہ میں اچھی خوشخطی نقشے اور طلباء کی دستکاری کے نمونے تھے۔ صاحب صدر کی افتتاحی تقریر کے بعد پنڈت جوڑا متی صاحب ہیڈ ماسٹر نے رپورٹ پڑھی لبھو رام توشدل نے والدین کی لاپرواہی پر جو وہ عموماً بچوں اور ان کی تعلیم سے روا رکھتے ہیں۔ اور آج کل انکی کمزوری کا موجب ہے مضمون پڑھا۔ طلباء نے اپنی جگہ پر راگ گائے۔ نظم خوانی کی کہانیاں لطیفے گفتگو اور مضمون سُنائے۔ جس سے حاضرین بہت مطمئن ہوئے۔ اہل دیہات کی کھیلیں ہوئیں۔ اور طلباء کو انعامات تقسیم کئے گئے۔ صاحب صدر نے خاتمہ پر والدین کی طرف سے داخلہ میں جو تکالیف مدرسین کو رونما ہوتی ہیں بیان کیں۔ اور حاضرین سے اپیل کی کہ بچوں کی تعلیم سے عملی وابستگی کا اظہار کریں اور ہیڈ ماسٹر صاحب کی رپورٹ سے سکول کے حالات پر اظہار خورسندی کیا۔ (لبھو رام شرما)

ریفریشر کورس دسوہہ ضلع ہوشیارپور خان یوسف علی خاں صاحب اے ڈی آئی دسوہہ اور چوہدری اکرم علی صاحب اے ڈی آئی فزیکل ٹریننگ کی زیر نگرانی ۳۰ اگست سے ۶ ستمبر تک ریفریشر کورس کا انعقاد ہوا جس میں پچاس مدرسین فیض یاب ہوئے۔

روزانہ پروگرام۔ سات سے ساڑھے سات بجے صبح تک صبح کی مشقیں۔ ۷½ سے ۸½ بجے تک کورس اول صاحب کی مشق ۹½ بجے سے ۱۱ بجے تک مشقی سبق ان پر تبصرہ اور اسباق پر ہدایات۔ ۱۱ سے ۱۲ بجے دوپہر تک تعلیم جسمانی پر لیکچر۔ ۳ بجے شام سے ۴ بجے تک ہدایات رجسٹروں پر اور پھولوں کی کاشت پر لیکچر چار سے پانچ بجے تک مارچنگ۔ پانچ سے چھ بجے تک کھیلیں۔ مدرسین زیر تربیت مڈل۔ لوئر مڈل اور پرائمری سکولوں کے مدرسین کے علاوہ ہیڈ ماسٹر اصحاب بھی تھے۔ جملہ مدرسین نے عملی شوق اور تندہی سے ٹریننگ حاصل کی اور تمام امورات سے کافی مہارت حاصل کی۔ ہر دو افسران کی مہربانی سے تمام افراد کو گرویدہ کر لیا۔

مختصر سی ٹی پارٹی دی گئی۔ اور افسران کا شکریہ ادا کیا۔ مرزا محمد بیگ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول دسوہہ کا بھی شکریہ ادا کیا گیا۔ کہ انہوں نے مدرسین کے آرام کی خاطر اپنے سکول اور گراؤنڈ میں جگہ دی۔　　(دل محمد شوق)

از سررشتہ تعلیم ضلع ہوشیارپور

سرکلر نمبر ۴۲ مورخہ ۱۵ ۸ ۳۳
ہیڈ ماسٹر / اول مدرس صاحب ثانوی / پرائمری مدارس ضلع ہوشیارپور

دیہاتیوں میں صفائی کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دوران تعلیم میں سکولوں کے طلباء میں ایسی عادات پیدا کی جائیں کہ اپنی تعلیم ختم کرنے کے بعد وہ نہ صرف اپنے گھروں کی صفائی کی طرف متوجہ ہوں بلکہ گاؤں کی عام صفائی میں حصہ لینے کی اکساہٹ کے زیر تحت دیہاتیوں کی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے ہر طرح سے کوشاں ہوں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جناب ڈائرکٹر صاحب بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب کی زبردست خواہش ہے کہ سکولوں میں کتابی تعلیم کے علاوہ ایسی باتوں کی طرف بھی دی جائے۔ جن سے اُنکی زندگی بہترین سکے۔ چنانچہ انکی تجویز ہے کہ سکولوں کے طلباء کو پھول دار پودے اُگانے میں مشق دلائی جائے۔ ان کا خیال ہے کہ ہر ایک طالب علم اپنے اپنے گھر پر کیاریوں یا گملوں میں چند ایک پھولدار پودے ضرور اُگائے۔ اس سے ایک تو طلباء میں قدرت کی نیرنگیوں میں دلچسپی لینے کا جذبہ ترقی پائے گا۔ دوسرے خوبصورتی کا احساس نشو ونما پائیگا۔ ان دونو کے طفیل وہ اپنے اردگرد کی دُنیا کو بہتر کرنے کیلئے کوشاں ہونگے۔

صاحب ممدوح کی تجویز کے مطابق جماعت چہارم سے لے کر اوپر کی جماعتوں کے طلباء کو اپنے اپنے گھروں پر گملوں میں پھولدار پودے اُگانے کی ترغیب دی جائے۔ ماہ فروری کے اخیر میں سنٹر وار پھولدار پودوں کی نمائش کی جائے۔ جس میں گردونواح کے سکولوں کے طلباء اور مدرسین حصہ لیں۔ سب سے اچھے پودے اُگانے والے طلباء کی حوصلہ افزائی کے لئے انعامات دیئے جائیں۔

پھول اُگانے کا موسم ماہ اکتوبر سے شروع ہوگا۔ جس کے لئے ابھی سے تیاری کرنی ضروری ہے۔ لہذا جملہ مڈل۔ ورنیکل و پرائمری مدارس کے مدرسین کو ہدایت کی جاتی ہے کہ اپنے سکولوں کے احاطہ میں موزوں جگہ پر پھول دار پودے اُگائیں جن جگہوں پر زمین یا پانی کی قلت ہو۔ وہاں احاطہ سکول کی زیبائش کے لئے گملوں وغیرہ میں پھول اُگائے جائیں۔

علاوہ بریں جماعت چہارم سے لے کر اوپر کی جماعتوں کے طلباء کو ایک ایک گملہ خرید کر دیا جائے۔ اُن میں لڑکوں کو اپنے گھر پر پھول اُگانے کی ہدایت کی جائے۔ تاکہ سنٹر والی نمائش کے موقعہ پر اُن کے گملے مقابلہ میں لائے جائیں۔

پنیری حاصل کرنے کے لئے ذیل کا کوئی ایک طریقہ عمل میں لایا جائے۔

(۱) بہت سی جگہوں پر مقامی باغیچوں سے اچھی پنیری مل سکتی ہے۔ مدرسین ایسے باغیچوں کے مالیوں سے واقفیت پیدا کر کے اُن سے پنیری حاصل کریں۔ اور پھولدار پودے اُگانے کے لئے اُن کے تجربہ سے مستفید ہوں۔

(۲) جن جن سکولوں میں ریڈ کراس سوسائٹیاں موجود ہوں اُنکے لئے اچھی جگہ سے پھولدار پودوں کے بیج خریدنے کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ سنٹروں کے مدرسین اپنے حلقہ کے اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب کی منظوری سے مناسب پودوں کے بیج خرید سکتے ہیں۔

(۳) کئی ایک سکولوں میں پھول دار پودے پہلے ہی سے اُگائے جاتے ہیں۔ ایسے مدارس کے مدرسین سے بیج یا پنیری حاصل کرنیکا انتظام کیا جا سکتا ہے۔

یہ دقت صرف پہلی دفعہ ہی ہوگی۔ جب مدرسین کو خود پھولدار پودے اُگانے کا شوق ہوگیا۔ آئندہ کے لئے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ مدرسوں میں کافی بیج جمع کر کے اور لوگوں کو بھی بیج مہیا کئے جا سکیں گے۔

ہمیں پوری اُمید ہے کہ مدرسین اس سکیم کو کامیاب بنانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرینگے۔

دستخط صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع ہوشیارپور

ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع ہوشیارپور } اکثر دیہات میں یہ غلط افواہ پھیل گئی ہے کہ پٹھان لوگ بچوں کو پکڑ لے جاتے ہیں۔ اور جان سے مار ڈالتے ہیں۔ سرکار انگریزی کے عہد حکومت میں ایسا اندھیر اور ظلم ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایسی قبیح اور بُری رسومات کی بیخ کنی ہو گئی ہے۔ بذریعہ پروپیگنڈا اس بُرے خیال کو لوگوں کے دلوں سے دُور کیا جائے۔

سرکلر نمبر ۴۶۶۵ مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۳۳ء

از دفتر سررشتہ تعلیم ضلع لدھیانہ } بنام جملہ ہیڈ ماسٹر صاحبان سکنڈری و پرائمری مدارس ضلع لودھیانہ

ڈائرکٹر صاحب بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب بحوالہ چٹھی نمبر ۱۲۲۳۵×۳۵ مورخہ ۱۴ جون ۱۹۳۳ء بنام ڈویژنل انسپکٹر صاحبان پنجاب تحریر فرماتے ہیں کہ بہت سے ہیڈ ماسٹر صاحبان ورنیکلر فائنل میں شامل ہونے والے اُمیدواروں کی درخواستیں اور فارم نمبر سی" درست طور پر پُر نہیں کرتے۔ فارم ہائے داخلہ میں تاریخ پیدائش۔ اختیاری مضامین اور پرچہ لکھنے والی زبان کے اندراج میں اکثر غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ فارم سی میں نیچے درج شدہ ہدایات کے مطابق خانہ پُری نہیں ہوتی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان فارموں کو از سرِ نو تیار کیا جاتا ہے جس سے بہت سا وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ اور امتحانات کے انتظام کی تکمیل میں تاخیر ہو جاتی ہے۔ لہٰذا جملہ متعلقہ اصحاب کو تاکید کی جاتی ہے۔ کہ آئندہ فارم ہائے داخلہ اور فارم سی کی خانہ پُری نہایت احتیاط سے کی جائے۔

جملہ ہیڈ ماسٹر صاحبان مندرجہ ذیل امور کا بالخصوص خیال رکھیں۔

(۱) امیدواران ورنیکلر فائنل کے نام فارم ہائے داخلہ اور فارم سی میں ایک ہی ترتیب سے لکھے جائیں۔ یہ نہایت ضروری ہے۔

(۲) فارم سی کے ذات اور مضامین کے خانہ جات میں متعلقہ مختصر حروف ہی درج کئے جائیں۔ شلاً انگریزی کے بجائے ای (E) فارسی کی بجائے P (پی) پنجابی کی بجائے Pa (پی اے) سکھ جاٹ کاشتکار کے لئے S.J.A (ایس جے۔ اے) اور غیر برہمن ہندو کے بجائے N.B.H (این۔ بی۔ اچ) وغیرہ وغیرہ۔

دستخط سردار جوگندر سنگھ بی اے۔ بی ٹی ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز ضلع لدھیانہ

قابل توجہ سررشتہ تعلیم پنجاب } (۱) ضابطہ تعلیم پنجاب بعد ترمیم انگریزی میں کافی عرصہ سے چھپ چکا ہے لیکن ابھی تک اُردو میں ترجمہ نہیں ہوا۔ اُردو مدارس میں اس کی ضرورت سختی سے محسوس ہو رہی ہے۔

(۲) ایس وی اور جے وی مدرسین کی سندات امتحان پاس کرنے کے دو دو تین تین سال بعد تک مدرسین کو نہیں ملیں چنانچہ ۱۹۳۳ء کے پاس شدگان کو آج تک سندات نہیں ملیں۔ (بھگت سنگھ ہیڈ ماسٹر مڈل سکول ڈہن)

استفسارات } (۱) کیا کوئی صاحب اس بات پر روشنی ڈالینگے کہ امتحان منشی عالم پنجاب کی کتاب مہر نیمروز اور مطلع الانوار کے ترجمے کس مطبع میں چھپے ہیں۔ (۲) کوئی ملازم بلحاظ سروس سینیئر ہوتا ہے یا بلحاظ تنخواہ؟

(الف) جب دونو ایک ہی تعلیمی سرٹیفکیٹ رکھتے ہوں۔ (ب) جب ایک کا تعلیمی سرٹیفکیٹ ادنٰے ہو اور دوسرے کا اعلٰے۔

(۳) "ارمغان دہلی" اُردو کی ایک لغات ہے مگر اس میں صرف ایک دو حروف کی ہی تختیاں ہیں (ا و ب) کیا اس نام کی کتاب کی باقی جلدیں بھی چھپی ہیں؟ اگر ہیں تو کہاں سے مل سکتی ہیں؟ (ایک مدرس)

مژدہ } ناظرین کرام یہ سُنکر خوش ہونگے کہ رہنمائے تعلیم کا جنوری نمبر افسانہ نمبر ہوگا۔ اور جملہ دلچسپیاں کا حامل ہوگا۔ افسانہ نگار اصحاب جلد از جلد عمدہ اور دلچسپ مذاحیہ و اخلاقی افسانے لکھکر بھیجدیں تاکہ وہ افسانہ نمبر کی زینت کا موجب بن سکیں۔ خادم جگت سنگھ منیجر

گورنمنٹ گزٹ

(۱) ڈویژنل انسپکٹر اصحاب کی ترقیاں

پی ای ایس درجہ دوم سے درجہ اوّل

(۱) ایم عبدالمجید صاحب ایم اے قائمقام انسپکٹر ٹریننگ انسٹی ٹیوشنز پنجاب یکم جنوری ۱۹۳۳ء سے

(۲) خانصاحب راجہ فاضل محمد خاں صاحب بی اے حال ڈویژنل انسپکٹر جالندھر یکم اگست ۱۹۳۱ء سے

(۳) شیخ ظہور الدین صاحب بی اے حال ڈویژنل انسپکٹر ملتان ۴ اپریل ۱۹۳۱ء سے

(۴) چوہدری محمد حسین صاحب بی اے قائمقام انسپکٹر و رجسٹرار ایجوکیشن پنجاب ۲۰ جون ۱۹۳۱ء سے

مسٹر جے لیچ وسن ایم اے انسپکٹر مدارس ڈویژن انبالہ کی خدمات ۲۹ جون ۱۹۳۳ء سے حکومت ہند کی طرف منتقل ہوئے ہیں جس نے انہیں اپنا تعلیمی کمشنر مقرر کیا ہے۔

سردار دیوا سنگھ صاحب ایم اے ڈپٹی انسپکٹر مدارس ڈویژن انبالہ پی ای ایس درجہ اوّل میں ترقی یاب ہو کر قائمقام ڈویژنل انسپکٹر انبالہ ڈویژن مقرر ہوئے۔

(ب) گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالجوں اور ہائی سکولوں کے سٹاف و افسران معائنہ اضلاع

(۱) لالہ گوردھن سیٹھانی اے ڈی آئی فزیکل ٹریننگ منٹگمری سے مظفر گڑھ تبدیل ہوئے

(۲) لالہ کشن دیال صاحب " " " مظفر گڑھ سے منٹگمری "

(۳) لالہ ہرنند رائے صاحب سینیر انگلش ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول پنڈی بھٹیاں سے کیتھل ہائی سکول

(۴) لالہ انت سنگھ صاحب بھلہ " " " کیتھل سے پنڈی بھٹیاں "

(۵) سردار شوچرن سنگھ صاحب ایم ایس سی لیکچرار لودھیانہ گورنمنٹ کالج کو ہندوستان سے باہر جانے کے لئے مفصلہ ذیل رخصت ملی۔

(۱) اوسط تنخواہ پر ۱۵ جون سے ۲۹ جون ۱۹۳۳ء تک

(۲) کالج کی رخصتیں ۳۰ جون سے ۳۱ ستمبر " "

(۶) ترقیاں سبارڈی نیٹ سروس کے درجہ دوم سے درجہ اول ۲۵۰-۱۰-۲۰۰ کے گریڈ میں۔

نشتر۔ مہاراج ناراین صاحب راز دان ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع مظفر گڑھ

مفتی عبدالمجید صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول قصور

(۷) درجہ سوم سے ۱۴۰-۱۰-۹۰ کے درجہ دوم میں ترقیاں

شیخ محمد اسمٰعیل صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول گوہانہ

سردار ہردیال سنگھ صاحب اے ڈی آئی مدارس ضلع شیخوپورہ

لالہ کرم چند صاحب میگن سائنس ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول گوجرانوالہ

ایم واحد علی صاحب اے ڈی آئی ضلع گوڑگانوہ

لالہ لکھشمی چند صاحب ٹیچر گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج گجرات

لالہ منسا رام صاحب اے ڈی آئی ضلع شاہ پور

ایم ثناءاللہ خاں صاحب اے ڈی آئی ضلع امرتسر

مسٹر ایس ایف ڈین ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع شملہ

سردار سادھو سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول ٹوبہ ٹیک سنگھ

ایم عبیداللہ صاحب " " " حصار

(۸) ایم غلام حسین صاحب سینیر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول جڑانوالہ اپنی تنخواہ اور گریڈ میں گوجرانوالہ گورنمنٹ ہائی سکول تبدیل ہوئے۔

(۹) لالہ سکھ دیال صاحب بی ایس سی ایگریکلچرل ٹیچر اپنی تنخواہ اور گریڈ میں گورنمنٹ ہائی سکول جڑانوالہ بحیثیت سینیر انگلش ماسٹر تبدیل ہوئے۔

(۱۰) پنڈت ترلوک چند صاحب اے ڈی آئی حصار سے کرنال تبدیل ہوئے۔

(۱۱) لالہ چمن لال صاحب " " ملتان " مظفر گڑھ "

(۱۲) پنڈت گنپت رائے صاحب " کرنال " حصار "

(۱۳) لالہ لیکھ راج صاحب " مظفر گڑھ سے ملتان "

(۱۴) لالہ سوامی داس صاحب سیکنڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول قصور گورنمنٹ ہائی سکول شملہ میں بطور سینیر انگلش ماسٹر تبدیل ہوئے۔

(۱۵) ایم عبداللطیف صاحب ورنیکلر ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول شاہ آباد سے بہادر گڑھ تبدیل ہوئے

(۱۶) پنڈت سیتا رام صاحب " " " بھوانی سے شاہ آباد "

(۱۷) بھائی قانون سنگھ صاحب گورکھی " " شاہ آباد " شرقپور "

(۱۸) سردار سجن سنگھ صاحب " " شرقپور " شاہ آباد "

(۱۹) پنڈت شنکر داس صاحب مدرس " " گگو " ڈیرہ غازیخاں "

(۲۰) ایم نورالدین صاحب " " منٹگمری " گگو "

(۲۱) ایم حبیب اللہ صاحب فاروقی مدرس عربی گورنمنٹ ہائی سکول سرسہ سے نرائن گڑھ تبدیل ہوئے
(۲۲) مسٹر این سی دلاور والا ایم اے لیکچرار گورنمنٹ کالج لاہور ڈیمونٹ مورنسی کالج شاہ پور تبدیل ہوئے۔
(۲۳) ڈاکٹر کاہن چند صاحب کھنہ شاہ پور کالج سے گورنمنٹ کالج لاہور تبدیل ہوئے۔

مسٹر سی ایچ بیری ایم اے انسپکٹر مدارس قسمت راولپنڈی یکم مئی سے ملازمت خارجہ میں تبدیل ہوکر ایچیسن کالج لاہور کے پرنسپل مقرر ہوئے۔

مسٹر ڈبلیو ایچ ایف آرم سٹرانگ ایم اے آئی ای ایس وائس پرنسپل سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور ۱۰ جولائی بعد دوپہر سے پرنسپل سنٹرل ٹریننگ کالج مقرر ہوئے۔ آپ اسی تاریخ سے فرائض منصبی کے علاوہ مسٹر ای پارکنسن ایم اے آئی ای ایس قائمقام ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب کی بجائے یورپین سکولز پنجاب کے منتظم اور انسپکٹر مقرر ہوئے۔

خاں عبدالحمید صاحب ایم اے لیکچرار گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج گجرات کو ایک ماہ سات دن کی میڈیکل سرٹیفکیٹ پر رخصت ملی۔

(ج) زنانہ مدارس

(۱) مس لیلاوتی گریس بخش ایم ایس سی وائس پرنسپل زنانہ گورنمنٹ ہائی اور نورمل سکول راولپنڈی اپنی تنخواہ اور گریڈ ۲۰۰-۱۰-۲۵۰ پر زنانہ گورنمنٹ ہائی اور نارمل سکول کرنال کی ہیڈ مسٹریس مقرر ہوئیں۔
(۲) مس ایم کے کرسٹی بی اے بی ٹی ہیڈ مسٹریس گورنمنٹ ہائی و نورمل سکول جہلم اپنی تنخواہ و گریڈ ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ پر قائمقام اسسٹنٹ مسٹریس زنانہ گورنمنٹ ہائی و نورمل سکول جالندھر مقرر ہوئیں۔
(۳) مس آئی ایچ سرکار بی اے بی ٹی ٹیچر سٹر ٹفورڈ انٹرمیڈیٹ کالج امرتسر اپنی تنخواہ اور گریڈ ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ پر زنانہ گورنمنٹ ہائی و نورمل سکول موگہ قائمقام ہیڈ مسٹریس مقرر ہوئیں۔
(۴) مس ای اندر یونر بی اے بی ٹی اسسٹنٹ مسٹریس زنانہ گورنمنٹ ہائی سکول کیمبل پور ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ کے گریڈ میں گورنمنٹ ہائی سکول جہلم (زنانہ) کی قائمقام ہیڈ مسٹریس مقرر ہوئیں۔
(۵) مس پولین بلر ۱۱۰-۵-۱۳۵ کے گریڈ میں زنانہ گورنمنٹ ہائی اور نورمل سکول ملتان میں قائمقام اسسٹنٹ مسٹریس مقرر ہوئیں۔
(۶) مس خدیجہ محسن صاحبہ ۱۱۰-۵-۱۳۵ کے گریڈ میں زنانہ گورنمنٹ ہائی سکول لودھیانہ میں قائمقام اسسٹنٹ مسٹریس مقرر ہوئیں۔
(۷) مس خورشید امداد حسین صاحبہ گورنمنٹ ہائی اور نورمل سکول ہوشیارپور میں ۱۱۰-۵-۱۳۵ کے گریڈ میں اسسٹنٹ مسٹریس مقرر ہوئیں۔
(۸) شریمتی کنسا دیوی ایس وی ۲۵-۳-۵۰ کے گریڈ میں زنانہ گورنمنٹ ہائی سکول جھنگ میں قائمقام ورنیکلر ٹیچر مقرر ہوئیں۔
(۹) مس جے سونٹ اسسٹنٹ انسپکٹرس حلقہ وسطی گوجرانوالہ کو ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ کے گریڈ میں ترقی ملی۔
(۱۰) مس جے گڈون زنانہ گورنمنٹ مڈل سکول شیخوپورہ میں ۱۱۰-۵-۱۳۵ کے گریڈ میں قائمقام اسسٹنٹ مسٹریس مقرر ہوئیں۔
(۱۱) مسز ڈی بینرجی اسسٹنٹ ہوسٹل سپرنٹنڈنٹ لیڈی میکلیگن ہائی اور نورمل سکول لاہور ۸۰-۴-۱۰۰ کے گریڈ میں ترقی پاکر اپنے موجودہ عہدے پر مستقل ہوئیں۔
(۱۲) زنانہ گورنمنٹ مڈل سکول منٹگمری کی مندرجہ ذیل معلمات اپنے اپنے گریڈ اور اسامی میں مستقل ہوئیں۔
(الف) مس امرت کور تھان سنگھ ۸۰-۴-۱۰۰ کے گریڈ میں۔ (ب) شریمتی شیلاوتی ورنیکلر ٹیچر ۵۵-۲-۷۰ کے گریڈ میں۔
(ج) شریمتی لاجونتی ورنیکلر ٹیچر ۵۵-۳-۷۰ کے گریڈ میں

(د) ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحبان کے دفاتر

(۱) پنڈت چترںبج صاحب ہیڈ کلرک دفتر صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر حصار سے رہتک تبدیل ہوئے۔
(۲) ایم اصغر حسین صاحب انگلش کلرک دفتر ” ” گورداسپور سٹر ٹفورڈ انٹرمیڈیٹ کالج امرتسر میں کلرک مقرر ہوئے۔

(۳) ایم بشیر احمد صاحب انگلش کلرک دفتر صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس لاہور گورداسپور تبدیل ہوئے۔

(۴) بھائی دھیان سنگھ صاحب کلرک گورنمنٹ ہائی سکول شیخوپورہ جو دفتر صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب میں کام کر رہے ہیں۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس لاہور کے دفتر میں تبدیل ہوئے۔

(۱) مردانہ　　(ا) رخصت

(۱) خانصاحب شیخ اللہ رکھا صاحب بی اے ڈپٹی انسپکٹر مدارس راولپنڈی ڈویژن کو اوسط تنخواہ پر ۴ ستمبر ۱۹۳۳ء سے بیس یوم کی رخصت ملی۔ انہیں اجازت ہے کہ یوم اتوار مورخہ ۲۴ ستمبر اور تعطیلات دسہرہ ۲۵ ستمبر لغایت ۲۸ ستمبر ان رخصتوں میں شامل کرلیں۔

(۲) لالہ بھانا رام صاحب بی اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع امرتسر کو ۱۳ اگست ۱۹۳۳ء سے ایک ماہ دس یوم کی رخصت اوسط تنخواہ پر ملی اور اجازت ملی کہ یوم اتوار مورخہ ۲۴ ستمبر اور ۲۰ ستمبر سے ۲۸ ستمبر تک تعطیلات دسہرہ ان رخصتوں میں اضافہ کرلیں۔

(ب) تبادلہ

(۳) ایم نظام الدین صاحب سینیر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول گڑھ شنکر اپنی تنخواہ اور گریڈ (۱۱۰-۵-۱۳۵) میں ۱۲ اپریل سے ایم حمید حسین صاحب کی جگہ گورنمنٹ ہائی سکول دہلی سینیر انگلش ماسٹر مقرر ہوئے۔

(۴) ایم حمید حسین صاحب سینیر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول دہلی (۱۱۰-۵-۱۳۵) کے گریڈ میں یکم جون ۱۹۳۳ء سے گورنمنٹ ہائی سکول گڑھ شنکر اپنے عہدے پر تبدیل ہوئے۔

(ج) مستقلی

(۵) لالہ ہنس راج صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول ساہیوال حال قائمقام ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول کیتھل ضلع کرنال (۱۴۰-۱۰-۱۹۰) میں اپنی اسامی اور جماعت میں مستقل ہوئے۔

(۶) لالہ سائیں دتہ مل صاحب ڈرل و جمناسٹک انسٹرکٹر گورنمنٹ ہائی سکول راہوں ۲۵-۳-۵۰ کے گریڈ میں اپنی اسامی اور جماعت میں مستقل ہوئے۔

(د) رخصت سے واپسی

(۷) مسٹر اے ایس کانیٹکر لیکچرار لارنس کالج گھوڑا گلی نے رخصت سے واپس آکر یکم مارچ ۱۹۳۳ء سے اپنے عہدہ کا چارج لیا۔

(۳) **زنانہ** (۱) مسز جی کے منموہن سنگھ بی اے قائمقام اسسٹنٹ مسٹریس وکٹوریا گرلز سکول اپنی اسامی اور گریڈ ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ میں وکٹوریا گرلز سکول میں اسسٹنٹ مسٹریس مقرر ہوئیں۔

(۲) مس جی ڈی سیونی بی اے بی ٹی زنانہ گورنمنٹ ہائی سکول موگا میں ۱۱۰-۵-۱۳۵ کے گریڈ میں اسسٹنٹ مسٹریس (قائمقام) مقرر ہوئیں۔

(۳) شریمتی جے ونتی زنانہ گورنمنٹ ہائی سکول جھنگ میں ۳۵-۳-۵۰ کے گریڈ میں قائمقام اسسٹنٹ مسٹریس مقرر ہوئیں۔

(۴) مس آر کے کرسٹی اسسٹنٹ مسٹریس لیڈی میکلیگن ہائی اور نارمل سکول لاہور کی رخصت میں لٹی کمشنر صاحب برائے ہندوستان حسب ذیل توسیع فرمائی

(۱) نصف اوسط تنخواہ پر ۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء سے ۱۹ نومبر ۱۹۳۳ء تک

(۲) بلا تنخواہ ۲۰ نومبر ۱۹۳۳ء سے ۱۹ مئی ۱۹۳۴ء تک

(۵) مس اے بی میسی یکم اکتوبر ۱۹۳۳ء سے زنانہ گورنمنٹ ہائی اور نارمل سکول موگا میں ۳۵-۳-۷۰ کے گریڈ میں قائمقام سپرنٹنڈنٹ ہوسٹل مقرر ہوئیں۔

(۶) مس ایم ویکٹاف انسپکٹرس اور سوپروائزر ڈومیسٹک سائنس کو ۶ ستمبر ۱۹۳۳ء سے اوسط تنخواہ پر ۱۲ یوم کی رخصت ہندوستان سے باہر جانے کی ملی۔

ریویوز

رسالہ ساقی دہلی کا ناصر نمبر رسالہ ساقی دہلی کے نام نامی سے ناظرین کرام نا آشنا نہ ہونگے۔ اس نے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے اس مقولہ کے مطابق سے

نام نیک رفتگاں ضائع مکن تا بماند نام نیکت برقرار

خان بہادر میر ناصر علی صاحب مرحوم گورنمنٹ پنشنر ایڈیٹر صلائے عام دہلی کی یادگار میں اپنے حسن عقیدت کا اظہار اسی شان سے کیا ہے جو مرحوم خان بہادر کے ہر طرح سے شایاں تھی۔ مرحوم ادبی دنیا کے درخشندہ آفتاب تھے اور بلا مبالغہ نثر کے بادشاہ اور مولانا آزاد و حالی کے بعد اردو نثر نویسی میں اپنی مثال آپ تھے۔ ایسے عالم متبحر اور اردو زبان کے دلدادہ کے سوانح حیات آنے والی نسلوں کے لئے مشعل حیات ہونگے اور موجودہ اردو دان بھی جو اپنی زندگی میں انکے دیدار بشارت آثار سے محروم رہے ہیں۔ اس نمبر سے نہ صرف اپنی اس حسرت کی تلافی کر سکیں گے بلکہ یہ نمبر انکے لئے ایک ایسا بے نظیر البم ہوگا جو مرحوم خان بہادر کو انکی نظر میں ہمیشہ زندۂ جاوید صورت میں پیش کرتا رہیگا۔ بلا شک و شبہ مرحوم ایسے اعلےٰ پایہ کے ادیب اور اردو انشاپردازی کے یکہ تاز کے حالات اور انکے کلام کے شہ پارے جو بطور مثال پیش کئے گئے ہیں۔ اس نمبر سے بہتر صورت میں ہرگز پیش نہیں کئے جا سکتے تھے۔ ہر ایک قابل مضمون نگار نے اپنی عقیدت کا جو انہیں مرحوم سے تھی بہتر سے بہترین طور پر اظہار کیا ہے۔ اس طرح سے ساقی کا نمبر یا ناصر نمبر سر تا پا ایک یادگاری نمبر ہو گیا ہے اور صحافتی دنیا میں ایسی مثال قائم کرتا ہے جس کا سہرا قسام ازل نے ساقی کے سر باندھنا ہی مخصوص کر رکھا تھا جس کے لئے ہم بے اختیار ساقی کے مدیر مولانا شاہد احمد صاحب بی اے (آنرز) دہلوی اور مرحوم کے دلبند پوتے مسٹر انصار ناصری کو مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ خاص نمبر حقیقتاً اگر کوئی ہو سکتا ہے تو ایسے ساقی کے ناصر نمبر کی طرح ہی ہونا چاہئے۔ اٹھائیس مضامین کا یہ بیہا مجموعہ جسکا ہر مضمون نرالی شان لئے ہے۔ ایک سہ رنگی اور دو سادہ تصویریں لئے ہے۔ ہماری آرزو ہے کہ صوبہ کی ہر اردو لائبریری اس نمبر کو اپنی زینت بنائے اور سیکنڈری سکولوں کی تمام لائبریریاں اپنے ہاں اختصاصی طور پر یہ نمبر مہیا کر کے اساتذہ اور تلامذہ کو مرحوم کی طرز تحریر اور انشا پردازی کے اصولوں سے باخبر ہونے کا موقعہ دیں۔ اس خاص نمبر کی قیمت ۱۰/ ہے۔ اور ساقی کی سالانہ قیمت ۸/ ہے۔ خریداری کے لئے مینیجر صاحب "ساقی" دہلی سے خط و کتابت کی جائے۔

ماڈرن ڈرل بک یعنی موجودہ وقت کی ڈرل کی کتاب جسے منشی ماملاج سنگھ صاحب شرما ہیڈ ماسٹر ورنیکلر مڈل سکول محی الدین پور (یوپی) نے تصنیف کیا ہے اور مینیجر سکول بک ڈپو ماچھرا ضلع میرٹھ نے شائع کیا ہے۔ چونکہ مصنف خود ورزش سے بیحد دلچسپی رکھتے ہیں اور عرصہ تک بطور والنٹیر فوج میں کام کر چکے ہیں اور بہترین سکاؤٹ ماسٹر بھی ہیں۔ لہذا انکی یہ تصنیف انکے ذاتی تجربہ اور واقفیت کی بنا پر علمی اور عملی ہر دو پہلو لئے ہے۔ اسکا مطالعہ شاہد ہے کہ قابل مرتب نے ورزش جسمانی اور انسانی وجود کی ساخت پر کافی غور و خوض کے بعد کامل عبور حاصل کیا ہے اور ہر پہلو کی تشریح اور توضیح میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ علاوہ بریں کسرتوں کی تقسیم بلحاظ عمر کی گئی ہے یعنی چھوٹے بچوں کے لئے آسان ورزشیں اور بڑی عمر کے لئے بتدریج مشکل ورزشیں رکھی گئی ہیں تاکہ آسان سے مشکل کی طرف چلنے کی عادت ہو اور اعضا کی نشو و نما اور تربیت قدرتی اصولوں پر ہوتی رہے۔ تمام اعضا کی مناسب اور ضروری مشقوں کو زیر نظر رکھا گیا ہے۔ بیرونی اعضا کے ساتھ اندرونی اعضا کی ورزش کا بھی پورا خیال کیا جاتا ہے۔ تاکہ دوران خون میں کمی واقع نہ ہو جائے اور اعضا خراب ہو کر اپنا کام نہ چھوڑیں۔ ورزشیں اس قسم کی ہیں کہ ہاتھ پاؤں کی محنت سے بآسانی کی جا سکتی ہیں۔ آلات کی ضرورت نہیں۔ کتاب کی عبارت سادہ اور عام فہم ہے۔ انداز بیان ایسا دلچسپ ہے کہ پڑھتے پڑھتے ہر ایک بات ذہن نشین ہو جاتی ہے۔ یا طلبا کو اور دماغی کام کرنے والے احباب کو اسکا مطالعہ نہایت فائدہ بخش ہوگا۔ سکولوں میں اسکے رواج سے بہت مفید نتائج اخذ ہونگے۔ اس لئے ہم ہر تعلیم یافتہ نوجوان اور زیر تربیت طلبا سے آرزو کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب کے مطالعہ سے مستفید ہوں۔ اور اپنے آپکو اسکے عامل بنا کر ورزش جسمانی سے اپنی صحت کو بہتر سے بہترین بنائیں۔ ۶/ قیمت پر مینیجر اسکول بک ڈپو ماچھرہ ضلع میرٹھ سے مل سکتی ہے۔

مارگزیدہ کا حکمی علاج

{ رجسٹری لفافے کے ذریعے اُس شخص کو بتایا جائیگا جو عہ یعنی ایک روپیہ نسخے کی } فیس اور ساڑھے چار آنے کا لفافہ ٹکٹ رجسٹری کے لئے منی آرڈر سے ذیل کے پتے پر بھیجے اور تحریری وعدہ کرے کہ علاج مذکور کسی دوسرے کو ہرگز نہیں بتاؤنگا۔ یہ دو شرطیں ضروری ہیں۔ علاج حکمی اور بالکل آسان اور بہت سستا ہے۔ پتہ صاف اور خوشخط لکھیے۔

منشی عابد مسیح بنگلہ نمبر ۱۵۸ اسپری روڈ جھانسی صوبہ متحدہ

خوشخبری

{ **سیرۃ المحمود** } حضرت محمود صاحب تونسوی اور انکے بزرگوں کی مکمل سوانح عمری معہ فوٹو۔ صفحات ۱۷۲ قیمت عہ

گلدستہ زبانی حساب ۔ ورنیکلر فائنل کے امیدواروں کے واسطے نہایت مفید ہے۔

گلدستہ بلوچ ۔ یعنی تجربی ہندسہ و عملی ہندسہ کی دلکش شرح و حل جو اپنی مقبولیت سے تیسری بار چھپا ہے۔ معہ پرچہ جات ورنیکلر فائنل حل شدہ قیمت ۱۰

نوٹ ۔ ہر کتاب کی ۸ جلد کے خریدار کو ایک جلد مفت۔ یہ تمام کتب اور دیگر

بلوچ منزل کروڑ ضلع مظفرگڑھ سے طلب کرو۔ محصول بذمہ خریدار

رسالہ خیابان لکھنؤ

ہندوستان کا واحد ماہانہ ریسرچ اُردو رسالہ جسکا مقصد صرف سلف الصالحین کے ملفوظات کا احیاء اور باقیات الصالحات کے ٹھوس محققانہ مضامین کی اشاعت ہے۔ اُردو کے قدیم شعرا کا غیر مطبوعہ کلام پڑھنا ہو تو رسالہ خیابان کے خریدار ہو جائیں۔ چندہ سالانہ صرف ششماہی عہ۔ مینیجر خیابان وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ۔

حساب میں زیادہ بچے کیوں فیل ہوتے ہیں

اسلئے کہ انہیں جدید ترین طریقہ تعلیم کے مطابق مستند اور کارآمد کتب میسر نہیں ہوتی ہیں۔ اس مقصد کو پورا کرنیکے لئے نہایت عرق ریزی اور محنت سے میرا تیار کردہ سلسلہ وار جدید زبانی حساب طلب کیجئے اور اپنے بچوں کو اس سے مستفید ہونے کا موقعہ دیجئے۔ یہ سلسلہ اکثر تعلیمی کمیٹیوں کا پسندیدہ اور منظور شدہ ہے۔

جدید زبانی حساب حصہ سوم ۔ اڈیشن چہارم۔ یہ نادر لوز بےمثل کتاب زنانہ و مردانہ مدارس کے مڈل۔ نارمل۔ ایس وی اور جے اے وی کے امیدواروں کیلئے مفید ہے۔

جدید زبانی حساب حصہ دوم ۔ یہ مقبول عام کتاب زنانہ کلاسوں کی ہفتم و ہشتم اور مردانہ جماعتوں کی ششم و ہفتم کیلئے بیحد مفید ہے۔

جدید زبانی حساب حصہ اول ۔ یہ شہرۂ آفاق کتاب وظیفہ حاصل کرنیوالی جماعت چہارم اور مڈل کی بنیادی جماعت پنجم کے لئے لکھی گئی ہے۔

قیمت فی جلد حصہ سوم عہ صفحات ۲۸۰۔ قیمت فی جلد حصہ دوم عہ صفحات ۲۲۵

قیمت فی جلد حصہ اول ۱۲ صفحات ۲۴۸۔ کمیشن فی جلد حصہ دوم و سوم ۳ حصہ اول ۲

گلدستہ بلوچ (مجموعہ ضروری حل و شرح تجربی ہندسہ و حل پرچہ جات)

ملنے کا پتہ ۔ (۱) منشی خدا بخش میانا مرڈ ہیڈ ماسٹر کوٹ ادو ضلع مظفرگڑھ

(۲) شیخ غلام محمد اینڈ سنز تاجران کتب خانہ گڑھ ضلع مظفرگڑھ

نظم اُردو کا شاہکار یعنی مثنوی تنظیم الحیات

مصنفہ ملک الشعراء لسان القوم اُستاذی حضرت علامہ صفی لکھنوی مدظلہ العالی

یہ وہ بیش بہا اور نادر مثنوی ہے جس پر ہندوستانی ایکاڈمی کی طرف سے مبلغ پانسو روپیہ انعام دیا گیا۔ چنانچہ جابجا اخلاقی مضامین سے آراستہ ہے جن کو دلچسپ بنانے کی انتہائی کوشش کی گئی ہے۔ اُردو میں اپنی قسم کی یہ پہلی مثنوی ہے جو حضرت لسان القوم مدظلہ کی بہترین کوششوں کا نتیجہ ہے۔ لکھنؤ کی صاف و شستہ زبان میں لطیف و نازک محاورات اور بے مثل و اعلے تخیلات کا یہ ایک ایسا دلکش مرقع ہے کہ ادب اُردو میں جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ جلد طلب فرمائیے۔ ورنہ کف افسوس ملنا پڑیگا۔

قسم اول ۔ کاغذ سفید غیر مجلد عہ۔ قسم دوم ۔ کاغذ سفید جلد عمدہ عہ۔ قسم سوم ۔ کاغذ ولایتی جلد پختہ ۲

ملنے کا پتہ ۔ **دفتر پیغام گوئن روڈ لکھنؤ یا لکھنؤ مولوی گنج کے پتہ سے مل سکتی ہے**

دورِ جدید — رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶ — بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۳ء

رہنمائے تعلیم لاہور کا

گلدستۂ اطفال

یعنی

بچّوں کا اخبار

(یہ بچّوں کا شاندار گلدستہ اگست ۱۹۲۲ء سے باقاعدہ جاری ہے)

سالانہ چندہ ایک روپیہ (عہ ر)

جلد ۱۲ | بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۳ء | نمبر ۱۰

عزیز بچّو!

تم نے گلدستۂ اطفال کا جوبلی نمبر نہ دیکھا ہو تو آج ہی سہ ر کے ٹکٹ لفافہ میں ڈال کر بھیجیں تاکہ یہ نادر اور باتصویر تحفہ آپ کو بھیج دیا جائے۔ آپ اس دلچسپ اور عمدہ عمدہ کہانیوں۔ لطیفوں اور دیگر مضامین کے مجموعہ سے ضرور خوش ہونگے۔ ٹکٹ اس پتہ پر ارسال کریں۔

ماسٹر جگت سنگھ پروپرائٹر رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) عدد ۵۵

دلچسپ معلومات

عام طور پر ایک صحت ور انسان کا وزن ڈیڑھ اور دو من کے قریب ہوتا ہے۔ اور اس سے زیادہ وزن بیماری کی علامت سمجھا جاتا ہے مگر تم یہ سُن کر حیران رہ جاؤ گے۔ کہ فلی ڈلفیا ریگو نامی ایک حد سے زیادہ موٹے آدمی کا وزن ۴۸ سٹون ہے۔ اتنا موٹا پا بھی ایک

مصیبت ہے۔

۴۸ ستون کا وزن کوئی معمولی بات نہیں۔ ایک ستون ۱۴۴ پونڈ کا ہوتا ہے۔ اور ۸۲ پونڈ کا ایک من ہوتا ہے۔ اسی حساب سے ۴۸ ستون پونے گیارہ من کے قریب ٹھہرا۔

اس کی ٹانگیں ہاتھی کی مانند موٹی ہیں۔ اس قدر بدنی فربہی اُسے کس قدر مصیبت میں ڈالتی ہوگی۔ وہ بچارا کس طرح بیٹھتا ہوگا چلتا ہوگا۔

اگر اس قسم کا موٹا آدمی ہمارے ہندوستان میں آجائے تو لوگ اس کا تماشا کرنے کے لئے جوق درجوق بھاگے جائیں۔ اور وہ کافی پیسہ کما کر یہاں سے لے جائے۔

خدا محفوظ رکھے ایسی بلائے بے درمان (موٹاپے) سے۔

دُنیا کا سب سے بڑا کتب خانہ ماسکو میں ایک بہت بڑا کتب خانہ بنایا جا رہا ہے۔ اس کی عمارت پر ۹ کروڑ روبل (روسی سکہ) خرچ ہونگے۔ اس میں ۹۰ لاکھ کتابیں ہونگی۔ گویا یہ برٹش میوزیم کے کتب خانہ سے بھی بڑا کتب خانہ ہوگا۔ کیونکہ برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں صرف ۵۰ لاکھ کتابیں ہیں اس کتب خانہ کی عمارت میں ۷۰۰ آدمی بیٹھ کر کتابوں کا مطالعہ کرسکیں گے۔

گانے والی مچھلی۔ جزیرہ لنکا کی جھیل بالی کالیا میں ایک قسم کی سیپی دار مچھلی پائی جاتی ہے۔ جس میں سے ایک دل خوش کن آواز پیدا ہوتی ہے۔ گویا وہ گا رہی ہے۔

اُڑنے والا سانپ دہلی کے قریب باغپت اور سمانا کے درمیان کی سڑک پر ایک اڑنے والا سانپ پڑا ہوا ہے۔ جس نے کئی مسافروں کو کاٹا بھی ہے۔ کہتے ہیں یہ رہگیروں کی پیشانی پر کاٹتا ہے۔ اس سے لوگ بہت خوف زدہ ہیں۔

بچوّں کے واسطے نئی بوتل امریکہ میں بچوّں کو دودھ پلانے کے لئے ایک شش پہلو بوتل ایجاد کی گئی ہے۔ جس کے شیشے پر آگ کا اثر نہیں ہوتا۔

یوُرپ میں گھوڑوں کے لئے ایک نیا فیشن نکلا ہے۔ یعنی گھوڑوں کو عینکیں پہنائی جاتی ہیں کہتے ہیں کہ اگر عینک پہنا کر گھوڑے کو کھڑا کر دیا جائے تو اُس کے بدن پر مکھی نہیں بیٹھتی۔

طالب علم کا ترانہ

(علامہ مضطر نعمانی شاہجہاں پوری فاضل ادب)

کاش اس دہر میں ہر دُکھ کی دوا ہو جاتا — علم کی آخری حد تک میں رسا ہو جاتا
قوم کا درد مرے دل کی غذا ہو جاتا

غُزلتِ شب (رات کا گوشہ یا دوری) میں جو سُن لیتا صدائے غمناک — چشمِ خوابیدہ معاً (فوراً) اشک سے ہوتی نمناک
چھوڑ کر بسترِ راحت میں کھڑا ہو جاتا

حیف کوئی بھی غریبوں کا نہیں ہے ہمدم — مالداروں کا ہے لہراتا جہاں میں پرچم (جھنڈا)
بیکسوں کے لیئے میں وقفِ دعا (دعا کرنے والا) ہو جاتا

میں کسانوں کے ہر اک درد کا درماں (علاج) ہوتا — دیکھتا رنج و مصیبت میں تو نالاں (رونے والا) ہوتا
دردِ دل کا مرے ہر لحظہ سوا (زیادہ) ہو جاتا

علم کی شمع کو ہر سمت فروزاں (روشن) کرتا — کاش دیہات کو خجلت دہِ (شرمندہ کرنے والا) یوناں کرتا
میں بھی منجملہ (ان میں سے) اربابِ وفا (وفا والے لوگ) ہو جاتا

پنجۂ ظلم و ستم سے میں چھڑاتا اِن کو — گاؤں میں گلشنِ فردوس (بہشت) دکھاتا اِن کو
ایک ناشیر سے مانوسِ صدا ہو جاتا

جُملہ عالَم پہ جہالت کا ہے بادل چھایا — مادیّت نے ہر اک روح پہ غلبہ (زور دباؤ) پایا
ظُلمتِ دہر میں انوارِ ضیا ہو جاتا

بحرِ عالَم میں کہیں غرق جو ہوتی کشتی — کام آجاتی وہیں کاشکہ میری ہستی
جو کنارہ پہ لگاتی وہ ہوا ہو جاتا

گلشنِ ہند کو معمورۂ جنّت کہتا — تم کو اے گنگ و جمن مخزنِ الفت (محبت کا گھر) کہتا
مضطرِ زار جو فطرت کی نوا (آواز) ہو جاتا

صبر

(مسٹر طاہر غلام ناصر خاں سیکنڈ ایر کلاس گورنمنٹ کالج لاہور)

ہم نے گلدستۂ اطفال کی چند اشاعتوں سے یا یوں کہئے کہ سال گذشتہ سے دادی جان عرف حسین بوا کی کہانیوں کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ ہمیں کیا معلوم تھا۔ کہ وہ سلسلہ اس قدر مقبول ہوگا۔ ورنہ کبھی شروع کرنے کا نام بھی نہ لیتے۔ جس مہینہ دادی جان کی کہانی نہ ہو۔ تو ایڈیٹر صاحب سر ہیں۔ کہ بھئی دادی جان کی کوئی کہانی لکھو۔ لکھنے کو تو ہم سینکڑوں کہانیاں دادی جان کی لکھ ڈالیں۔ مگر عذاب یہ ہے۔ کہ جب کہانی پڑھ کر دادی جان کو سُنائی جاتی ہے تو وہ ہم پہ بڑی طرح جھاڑیں ڈالتی ہیں۔ مگر جتنا عرصہ وہ بُرا بھلا کہتی ہیں۔ اُتنا عرصہ ہم دل میں یہ کہتے ہیں کہ یہ گالیاں ہمارے اُوپر نہیں بلکہ گلدستہ بھائیوں کے گلے ہیں۔ جو ضد کر کے ہمیں اس فعل کا بلکہ اس جرم عظیم کا مرتکب بناتے ہیں۔ جب اور کسی طرح بس نہیں چلتا۔ تو دادی خوشامد پر اُتر آتی ہیں۔ میرے بچے! میں تیرے صدقے۔ تونے کیوں مجھ بڑھیا کا پیچھا لیا ہے؟ ہم جواب دیتے ہیں۔ کیا کروں مجبور ہوں۔ مجھے ایسا کرنا پڑتا ہے اور ہاں دادی اگر ایک آدمی پر مصیبت پڑتی ہو۔ اور اس کی مصیبت سے ہزاروں آدمیوں کا فائدہ ہو۔ تو اس شخص کو مصیبت میں برضا و رغبت چلے جانا چاہئے۔ اور تم نے بھی کئی بار مجھ سے یہی کہا ہے۔ کیوں ہے نہیں بس تو یہی سمجھ لو۔ ایک تمہاری ذرا سی تکلیف پر ہزاروں گلدستہ بھائیوں اور بہنوں کو تفریح طبع کا سامان پیدا ہو جائے۔ تو تمہارا اس میں حرج ہی کیا ہے۔ اور نہ ہی اس میں تکلیف ہے۔ یہ تو بلکہ ایک قسم کی شہرت اور ناموری کا باعث ہے۔ جب کبھی ہمیں کوئی ملتا ہے۔ تو سلام علیک کے بعد پہلا سوال یہی ہوتا ہے۔ میاں دادی جان تو بخیریت ہیں؟ ان کو ہمارا سلام کہدینا۔ اب بھلا بتاؤ کہ یہ تو فخر کا مقام ہے۔ کہ اتنے آدمی تمہیں سلام کہیں۔

یہ لکچر ہم نے اس زور میں دیا۔ کہ دادی کی کھوپڑی میں سرایت کر گیا۔ اور بولیں "بچے یہ سب بات تو ٹھیک ہے مگر تم نے تو میری کریا خراب کر دی۔ اگر کہانی میں ہمارا ذکر لانا ہی ہے تو اس طرح لاؤ کہ ہماری ایک رشتہ دار ہے ابھی خدا نظر بد سے بچائے پچاسی برس کی عمر ہے۔ اور اس فقرہ کے بجائے کہ "نہ منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت" یہ لکھو۔ کہ ماشاءاللہ منہ میں پوری بتیسی ہے۔ اور تمام دانت موتیوں کی طرح صاف نظر آتے ہیں! اور بجائے اس کے کہ "حلق کا تالو تک صاف نظر آرہا تھا" یہ ہو کہ اگر منہ کو چیر کر بھی دیکھیں۔ تو تالو نظر نہ آئے۔ اور یہ لکھو کہ جس وقت وہ گاتی ہیں۔ تو لوگ تان سین کو بھول جاتے ہیں۔ نہ کہ یہ کہ "جب وہ گاتی ہیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے برساتی مینڈک۔ لاحول" اور یہ لکھو کہ ان کا بُوٹا سا قد ہے۔ سیاہ بال کمر تک آتے ہیں۔ پھر تم جتنی چاہو کہانیاں ہمارے نام سے دو۔ مگر ہاں! ہمیں دادی نہ کہا کرو۔ لوگ کہینگے۔ کہ یہ بوڑھی عورت ہے۔ ہمیں خالہ

کہا کرو۔ میں نے ہنس کر کہا " مجھے سب باتیں منظور ہیں - مگر میں آپ کو اپنا رشتہ دار کبھی نہیں کہہ سکتا۔ اس میں میری توہین ہے - اور دوسرے یہ کہ تم ہیں دادی ہی کہونگا - لوگ چاہے کچھ سمجھیں - اچھا رات کو کہانی سناؤ گی یا نہیں ؟ ورنہ یاد رکھو پھر - قلم میرے پاس ہی رکھا ہے - دادی قلم کا نام سن کر کانپ اٹھیں - اور بولیں نا بھائی قلم کی ضرورت نہیں - میں کہانی سناؤنگی - مگر کسی رسالہ میں ڈھنڈورہ نہ پیٹ دینا -

رات کے وقت دادی آکر چارپائی پر لیٹ گئیں - اور کہانی شروع کی :-

ایک تھا بادشاہ - اس کی چار لڑکیاں تھیں - سب سے چھوٹی کا نام قمرالنساء تھا - وہ بہت ہی خوبصورت تھی ایک دن بادشاہ نے اپنی سب لڑکیوں کو بلاکر پوچھا بیٹیو ! تمہیں مجھ سے کتنی محبت ہے ؟ " ایک بولی " میں آپ کو شہد کی طرح میٹھا جانتی ہوں " دوسری بولی " میں آپ کو شربت کی مانند سمجھتی ہوں " تیسری نے جواب دیا - میں آپکو قند گلاب سے بھی زیادہ میٹھا پاتی ہوں " اب قمرالنساء کی باری تھی - اُس نے آہستہ سے کہا " میں آپ کو نمک کی طرح چاہتی ہوں " بادشاہ کو اس جواب سے اتنا غصہ آیا - کہ اُس نے شہزادی قمرالنساء کو ایک محل میں قید کرا دیا -

کچھ مدت کے بعد بادشاہ کو ایک سفر درپیش ہوا - اُس نے اپنی تینوں بڑی لڑکیوں سے پوچھا " کہو تمہارے واسطے کیا کیا لاؤں " پہلی بولی " میرے واسطے ایک ہیروں کا ہار لیتے آئیگا " دوسری نے سوچ کر جواب دیا " مجھے ایسا کپڑا لاکر دیجئیگا - جس کا تھان ایک چھوٹی سی ڈبیہ میں بند ہو جائے " تیسری بولی " مجھے انگور بہت پسند ہیں - میرے لئے ایسا درخت لائیگا - جس میں ہمیشہ انگور لگے رہیں -

جب بادشاہ چلنے لگا - تو اسے قمرالنساء یاد آئی - اس نے ایک لونڈی کو بھیجا - کہ جاکر اس سے بھی پوچھ لو - کہ تیرے واسطے کیا لاؤں ؟ جس وقت لونڈی قمرالنساء کے محل میں پہنچی - اس وقت قمرالنساء نماز پڑھ رہی تھی باندی نے پوچھا " حضور آپ کیا منگانا چاہتی ہیں ؟ قمرالنساء نے آہستہ سے کہا " ذرا صبر " اور خود پھر نماز پڑھنے لگی - باندی بجائے صبر کرنے کے سیدھی بادشاہ کے پاس گئی - اور بولی حضور چھوٹی بیگم نے صبر منگایا ہے - بادشاہ کہنے لگا " ہے نابد نصیب - کیسی کیسی چیزیں منگاتی ہے " - غرض وہ روانہ ہوگیا -

واپسی پر اُس نے بڑی تینوں لڑکیوں کے تحفے خرید لئے - لیکن قمرالنساء کا تحفہ یعنی صبر کہیں بھی نہ ملتا تھا - آخر ایک شخص نے کہا کہ میرے پاس صبر ہے - لیکن اُس کی قیمت ایک لاکھ روپیہ ہے - بادشاہ نے فوراً ایک لاکھ روپے دیدیئے - اور اس شخص نے ایک پنکھا لاکر بادشاہ کو دیدیا - بادشاہ اپنے مُلک کو پلٹا - اور سب کو ان کی مطلوبہ چیزیں دیدیں - جب قمرالنساء کو پنکھا دیا گیا - تو وہ اپنی بدقسمتی پر خوب روئی -

ایک دن کا ذکر ہے - کہ قمرالنساء اپنے بال سُلجھا رہی تھی - اس نے ایک کنیز سے کہا " اری ذرا وہ پنکھا تو لادے جو ابا جان سفر سے لائے تھے - لونڈی نے جلدی سے ... پنکھا ...

بالوں کو ہوا دینی شروع کی۔ یکایک ایک بڑے زور کی آندھی اُٹھی۔ اور ایک نہایت خوبصورت شہزادہ ہوائی تخت پر سوار قمر النساء کے محل میں آکر اُتر گیا۔ اور قمر النساء کے حسن کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور نزدیک آکر پوچھا شہزادی صاحبہ آپ نے مجھے کیوں یاد فرمایا؟ شہزادی نے جواب دیا۔ میں نے تو آپ کو ہرگز نہیں بلایا۔ شہزادہ بولا۔ آپ نے یہ پنکھا جھلا تھا یا نہیں؟ قمر النساء نے جواب دیا۔ ہاں جھلا تو تھا۔

شہزادہ نے کہا۔ بس جب آپ پنکھا جھلیں گی۔ میں حاضر ہو جایا کرونگا۔ میں ہندوستان کا شہزادہ بدرِ منیر ہوں۔ چونکہ آپ نے بلا ارادہ پنکھا جھلا تھا۔ اس واسطے لیجئے میں اب رخصت ہوتا ہوں"۔ یہ کہہ کر وہ اپنے تخت پر بیٹھ گیا۔ یکایک قمر النساء جو بہت نیک لڑکی تھی۔ بولی اس سے تو بحث نہیں کہ میں نے آپ کو ارادۃً بلایا ہے یا بلا ارادہ۔ اب چونکہ آپ آ گئے ہیں۔ اس واسطے آپ کو کھانا کھا کر جانا ہوگا"۔ بدرِ منیر مجھے کچھ عذر نہیں کہہ کر اُتر پڑا۔ شہزادی نے جلدی سے کھانا چنوایا۔ اور دونوں نے مل کر کھانا کھایا۔ اس کے بعد بدرِ منیر اپنے تخت پر بیٹھ کر چلا گیا۔

شہزادی قمر النساء کا دستور تھا۔ کہ کبھی کھانا تنہا نہ کھاتی تھی۔ لیکن جب سے بادشاہ نے اُسے قید کیا تھا اس کو مجبوراً اکیلا کھانا پڑتا تھا۔ اب چونکہ اُسے پنکھے کی خاصیت سے واقفیت ہو گئی تھی۔ اس لئے وہ دونو وقت شہزادہ بدرِ منیر کو بلا کر اس کے ساتھ کھانا کھایا کرتی تھی۔

اس طرح دونو کئی مہینے تک ملتے رہے۔ ایک دن کسی طریق سے تینوں بڑی بہنوں کو اس بات کا علم ہو گیا۔ وہ قمر النساء کے پاس آئیں۔ اور بولیں" بہن قمر ذرا ہمیں بھی تو اپنا شہزادہ دکھاؤ"۔ بھولی قمر النساء نے جھٹ پنکھا جھلا۔ اور شہزادہ بدرِ منیر حسب معمول اپنے ہوائی تخت پر سوار آ موجود ہوا۔ لیکن نہ تو اس نے تینوں سے بات کی اور نہ ان کی طرف دیکھا۔ بلکہ سیدھا قمر النساء کے پاس آکر کہا"۔ کیوں قمر النساء کیا بات ہے"؟ قمر النساء نے جواب دیا۔ کچھ نہیں ذرا دیکھنے کو جی چاہا تھا"۔ شہزادہ مسکراتا ہوا اپنے تخت پر بیٹھ کر واپس چلا گیا۔

قمر النساء کی تینوں بہنیں اپنے غرور کو پامال ہوتے دیکھ کر جل ہی تو گئیں۔ انہوں نے بہت سا شیشہ کوٹ کر اس پلنگ پر ڈال دیا۔ جس پر شہزادہ بیٹھا کرتا تھا۔ شام کے وقت تینوں نے قمر النساء سے کہا۔ بہن آج شہزادہ بلا کی دعوت ہے۔ اُنہیں بلاؤ تو سہی"۔ سیدھی سادی قمر النساء نے شہزادہ کو بلا لیا۔ چونکہ ابھی کھانے کی تیاری میں کچھ دیر تھی۔ اس لئے شہزادہ چارپائی پر بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہی اس نے ایک چیخ ماری۔ قمر النساء نے گھبرا کر کہا۔ خیر تو ہے"؟ بدرِ منیر کی آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ اس نے گرج کر کہا"۔ دغا باز عورت۔ میں نے تجھ پر اتنا یقین کیا تھا مگر تو نے مجھے دغا دی"۔ شہزادے میں بے قصور ہوں۔ قمر النساء نے گڑگڑا کر کہا۔ لیکن بدرِ منیر تخت پر [illegible] ... شیشے کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے

اب وہ سارا حال سمجھ گئی - کرتو کیا سکتی تھی - اپنی بے بسی پر آٹھ آٹھ آنسو بہانے لگی -

اس کے بعد وہ بہتیرا پنکھا جھلتی - لیکن شہزادہ بدرِ منیر کبھی نہ آیا - اسی غم میں وہ سوکھ سوکھ کر کانٹا ہو گئی ایک دن وہ بیٹھی ہوئی تھی - کہ پاس کے درخت پر دو طوطے آ کر بیٹھے - ایک بولا - شہزادی قمر النساء تو شہزادہ بدرِ منیر کے غم میں مری جا رہی ہے - اور شہزادہ بدرِ منیر اپنے زخموں کی وجہ سے جان بلب ہے - دوسرے طوطے نے پوچھا بھائی کیسے زخم ؟ پہلے نے جواب دیا " قمر النساء کی بہنوں نے شہزادہ کے ساتھ دغا کی - اور شہزادہ کا شہر قمر النساء پر ہے - دوسرے نے کہا " بھائی مجھے تو دونوں کی حالت پر رحم آتا ہے - کوئی صورت ایسی بھی ہے - جس سے بدرِ منیر کو آرام ہو جائے - پہلے نے کہا " اگر میرے پروں کو جلا کر ان کی راکھ کو زخموں پر ملا جائے - تو سب زخم مندمل ہو جائیں گے - یہ کہہ کر اس نے اپنے پَر پھڑپھڑائے - اور خود اُڑ گیا - اس کے چند پَر زمین پر گر پڑے - شہزادی نے دوڑ کر اُنہیں اُٹھا لیا - فوراً ہندوستان کی طرف روانہ ہو گئی - کئی مہینے کے سفر کے بعد وہ بدرِ منیر کے شہر میں پہنچی - اس کی حالت بہت ہی خراب تھی - لیکن قمر النساء نے جلدی سے طوطے کے پروں کو جلا کر ان کی راکھ زخموں پر مل دی - زخم فوراً بھر گئے -

مصیبتیں اُٹھاتے اُٹھاتے قمر النساء کی حالت ایسی ہو گئی تھی - کہ بدرِ منیر نے اُسے پہچانا بھی نہیں - جب اس کے زخم بھر گئے - تو وہ قمر النساء سے بولا " اے عورت تو نے مجھے اچھا کیا - بول اس کے بدلے میں کیا مانگتی ہے " قمر النساء کے آنسو بہنے لگے - وہ بدرِ منیر کے قدموں پر گر پڑی - اور بولی " شہزادہ میں بے گناہ ہوں " شہزادہ چونک پڑا " کون قمر النساء ؟ اس نے انتہائی تعجب سے کہا " ہاں وہی بے خطا " قمر النساء نے روتے ہوئے کہا بدرِ منیر نے شہزادی کو اُٹھا کر اپنے گلے سے لگا لیا - اور بولا قمر النساء میرا قصور معاف کرو -

کچھ دنوں کے بعد قمر النساء کے ساتھ بدرِ منیر نے شادی کر لی - ایک دن قمر النساء نے اپنے باپ کی دعوت کی - اور اس میں سب میٹھے کھانے پکوائے - بادشاہ نے کھانا کچھ رغبت سے نہ کھایا - قمر النساء کمرہ میں سے سب کچھ دیکھ رہی تھی - یکایک وہ باہر نکل آئی اور بولی ابّا جان میں آپ کو نمک کی طرح چاہتی ہوں - بادشاہ چونک پڑا - کون ؟ قمر النساء اور دوڑ کر اُسے گلے سے لگا لیا - اس کے بعد قمر النساء اور بدرِ منیر ہنسی خوشی رہنے لگے - دادی نے ایک ٹھنڈی سانس بھری - اور کل کا وعدہ کر کے رخصت ہو گئیں -

---

لطیفہ - ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا - کہ آج میرا ایک دوست کھانا کھانے کے لئے آئے گا -

بیوی نے جواب دیا - یہ تو بہت بُرا ہوا - لڑکی بخار میں پڑی ہے - بچے کو کھانسی نے تنگ کر رکھا ہے - گھر میں کوئی شے موجود نہیں - وہ یہ حالت دیکھ کر کیا کہے گا -

خاوند - اسی لئے تو میں اُسے بلا لایا ہوں - وہ بے وقوف شادی کرنے والا ہے -

غازی سلطان صلاح الدین کی دشمن پروری

(نقشی ارجمند ولد حاجی حافظ غلام حسین صاحب معاون مدرس میونسپل اُردو ہائی سکول احمد آباد گجرات)

انگریزوں کی زیارت گاہ کا مقام بیت المقدس (یروشلم) ہے۔ جو ایشیائے کوچک میں واقع ہے۔ اس شہر میں حضرت مسیح پیدا ہوئے تھے۔ جو عیسائی مذہب کے بانی اور ہمارے حکمران انگریزوں کے پیغمبر ہیں۔ انگریزوں کے نزدیک یروشلم نہایت پاک شہر ہے۔

یروشلم میں مسلمان سلاطین حکومت کرتے تھے۔ انگریزوں کو یہ بات ناگوار گزری اس لئے انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان جنگ شروع ہوئی۔ اسی طرح یروشلم کے لئے پہلے بھی کئی لڑائیاں ہو چکی تھیں۔ بہت لوگ قتل ہوئے تھے۔ تم جب انگلستان کی تواریخ پڑھو گے اس وقت ان جنگوں کا حال تمہیں یاد کرنا ہوگا یہ تمام واقعہ ۱۰۶۶ء کا ہے اُس جنگ میں انگریزوں کو شکست ہوئی اور اسلامی حکومت قائم رہی۔ یروشلم کے سلطان کا نام غازی صلاح الدین تھا۔ اس وقت انگلستان میں رچرڈ نامی مشہور فرماں روا حکومت کر رہا تھا۔ اور فرانس میں فلپ نامی سلطان حکمران تھا یہ دونو سلاطین جمع ہوئے عظیم الشان فوج تیار کی اور غازی صلاح الدین پر حملہ آور ہوئے۔ جنگ چھڑ گئی۔ کئی بے گناہ قتل کئے جا رہے تھے۔ جہاں دیکھئے خون ہی خون بہتا نظر آتا تھا۔ اس موقعہ پر شاہ رچرڈ بیمار ہوا اور جنگ موقوف ہو گئی۔

ایک روز شاہ رچرڈ اپنے خیمہ میں سویا ہوا تھا۔ اس کی بیماری مہلک تھی۔ وہ غیر ملک میں تھا۔ اس لئے متفکر رہا کرتا تھا۔ ناگہاں نقارہ کی آواز سُنی۔ رچرڈ چونک اُٹھا۔ عرصۂ جنگ میں نقارہ بجے تو جنگ کا آغاز ہوتا ہے۔ رچرڈ کو محسوس ہوا کہ ترک جنگی تیاریاں

کر رہے ہیں۔ بدقت تمام خیمہ سے باہر آیا۔ سامنے سے تین ترک آ رہے تھے۔ ایک نقارہ بجاتا تھا۔ دوسرے کے ہاتھ میں سفید نشان تھا۔ عرصۂ جنگ میں سفید نشان صلح کی علامت ہے۔ تینوں رچرڈ کے قریب آ کھڑے ہوئے۔ ایک نے رچرڈ کو نامہ دیکر کہا۔ یہ خط ہمارے سلطان نے دیا ہے۔ رچرڈ خط کو پڑھنے لگا۔

مضمونِ خط

شاہ رچرڈ! تم بیمار ہو یہ سُن کر میں رنجیدہ ہوں تمہارے پاس جو انگریز ڈاکٹر ہے وہ اس ملک کے امراض کا علاج نہیں کر سکتا۔ میں نے اپنے حکیم کو بھیجا ہے۔ وہ تمہارا عمدہ علاج کریگا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم تم کو جلد صحتِ کلی عطا فرمائے۔

راقم صلاح الدین والیئے دولتِ خداداد ترکستان

رچرڈ نے خط کو دو تین مرتبہ پڑھا۔ اس کو خیال ہوا کہ سلطان کی یہ حکمتِ عملی معلوم ہوتی ہے۔ کہ حکیم مجھے دوا میں زہر دے دے اور میں مر جاؤں۔

رچرڈ نے بہتیرا سوچا انجام کار اس نے محسوس کیا کہ اس میں کوئی فریب نہیں۔ لہذا علاج شروع کیا رچرڈ تندرست ہو گیا۔ اب حکیم نے رخصت طلب کی۔ رچرڈ نے حکیم کو انعام واکرام دینا چاہا حکیم نے کہا۔ کہ میرے آقائے نعمت سلطان صلاح الدین نے مجھے معاوضہ لینے سے منع کیا ہے۔ یہ کہکر بلا کچھ لئے رخصت ہو گیا۔

شاہ رچرڈ تندرست ہوا پھر لڑائی شروع ہوئی۔ اور کئی بہادر سورما قتل ہونے اور مرنے لگے۔ رچرڈ نے محسوس کیا کہ لڑائی کا انجام ٹھیک نہ ہوگا۔ یہ بھی سوچا کہ ایک شہر فتح کرنے کے لئے خدا کی بے گناہ مخلوق کا خون کیوں بہایا جائے؟ اس نے خیال کیا کہ جنگ موقوف کی جائے۔ لہذا سلطان کے نام ایک خط لکھا۔ اس میں تحریر کیا کہ۔

غازی سلطان صلاح الدین

میں تم سے کسی معاملہ پر کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں اگر کل شام کو دریا کے کنارے ملاقات

کیجئے تو بہتر ہو۔

راقم رچرڈ کنگ آف برطانیہ

سلطان نے خط پڑھا اور شام ہوتے ہی تیار ہوا۔ لبِ دریا رچرڈ اور صلاح الدین دونو ملاقی ہوئے۔ جنگ کے متعلق دونو نے بہت دیر تک گفتگو کی۔

رچرڈ۔ سلطان ذی شان میرے اور تمہارے سپاہی کٹ رہے ہیں۔ جنگ کا کوئی انجام نظر نہیں آتا اس سے بہتر ہے کہ ہم صلح کریں۔

سلطان میری طرف سے انکار نہیں تمہاری مرضی کے مطابق ہم دونو آپس میں سمجھ لیں۔

اثنائے گفتگو میں شاہ رچرڈ کی نظر سلطان صلاح الدین کے رُخ پر پڑی۔ اُس کے دل میں یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ صلاح الدین کا بھیجا ہوا حکیم بھی ہو بہو اسی جیسا تھا۔ اتفاقاً سلطان نے سر سے تاج اُتارا اور ترکی ٹوپی اُوڑھ لی۔ رچرڈ نے اب اُس کو ٹھیک پہچانا کہ حکیم کی صورت میں خود سلطان اس کے معالجہ کے لئے آیا تھا۔ رچرڈ نہایت خوش ہوگیا۔ اور بولا اوہو! سلطان والا شان تم پر تحسین ہے اور تمہارے علاج پر بھی تحسین! تم بیماری میں اپنے دُشمن کا علاج کرنے سے بھی باز نہیں آتے یہ تمہاری شرافت اور بزرگی ہے۔

اب کیا تھا سلطان صلاح الدین اور شاہ رچرڈ میں دوستی ہوگئی اور جنگ موقوف ہوگئی :-

انگلستان میں سکاٹ نامی ایک بڑا مشہور شاعر گزرا ہے۔ اُس نے اس لڑائی کے حالات پر ایک مفصل کتاب لکھی ہے۔ جس میں سلطان موصوف کے اعلیٰ ترین کارنامے اور مذہبِ اسلام کے عمدہ ترین احوال سنہری الفاظ میں قلم بند کیئے ہیں۔

لطیفہ۔ ماسٹر۔ رشید! فرض کرو تمہارے باپ نے مجھ سے پانچ ہزار روپے لئے۔ اور ہر سال ۵۰۰ روپے کے حساب سے واپس دینا شروع کر دیئے؟ تو بتاؤ تین سال کے بعد میرا اس پر کتنا روپیہ باقی رہے گا؟۔

رشید۔ پانچ ہزار روپیہ۔ ماسٹر۔ کیسے ؟۔

رشید۔ جناب میرے باپ نے کسی سے روپیہ لیکر کبھی واپس نہیں کیا۔

صحرائی الف لیلےٰ

(حکایت دوم)

مرض الغرض

دادا بزرگوار خدا انہیں جنت نصیب کرے۔ اپنی فرصت کے لمحوں میں اپنی زندگی کے تجربات سنایا کرتے تھے۔ آپ کا مقصد وقت کاٹنا یا دل بہلاوا نہ ہوتا تھا۔ بلکہ ہماری طبیعت کو نیکی کی طرف راغب کرنا تھا جہاں تک میرا خیال ہے۔ آپ نے آج تک کوئی کہانی ایسی بیان نہ کی تھی جو اُن کی اپنی سرگذشت نہ تھی۔ اس لئے مجھے آج تک اُن کی بیان کردہ حکایت کو روایت کہنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

آپ فرماتے تھے کہ ہردوارجی کا کُنبھ تھا۔ (اس واقعہ کو نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہوگیا ہوگا) لوگ ہندوستان کے تمام طول وعرض سے جوق در جوق ہردوار کی طرف جارہے تھے۔

دُنیا بھی ضعیف الاعتقاد تھی۔ تیرتھ یاترا کے لئے لوگ عموماً پیدل ہی جایا کرتے تھے۔ اور ریل کی سواری کو لوگ مذہبی توہین تصور کرتے تھے۔ اور اس پر عمل پیرا ہونے کو مجلسی جہاد کے نام سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ ہردوارجی کے اشنان ہندو قوم کے لئے ایک خوش قسمتی تھی۔ دورِ ماضیہ کے پابند اب بھی اسے کارِ ثواب خیال کرتے ہیں۔ فرید کوٹ سے بھی چند خوش اعتقاد اصحاب نے ہردوارجی کا قصد اسی خیالِ پاک سے کیا۔ اُن میں ایک لالہ لبھو رام جی بھی تھے۔ نہایت خوش مزاج اور خدا ترس۔

گنگاجی کے تٹ پر لاکھوں ہندو جمع ہوگئے۔ عقیدت کا جوش ٹھاٹھوں پر تھا۔ بھیڑ بھڑکے کی وجہ سے ہزاروں بندگانِ خدا دریا کی لہروں کی نذر ہوگئے۔ کُنبھ ختم ہوگیا۔ لوگوں نے گھر کا رُخ کیا۔ فرید کوٹی گروہ جس میں چند حضرات لدھیانہ اور فیروزپور کے ضلعوں کے بھی شامل تھے۔ واپس ہولیا۔ یہ تمام اصحاب راج پورہ آگئے۔ وہاں انہوں نے دو دن قیام کیا۔

اتفاق دیکھئے کہ دورانِ قیام میں ایک کرنالی نسل کا نہایت خوبصورت بیل اُن کے پاس آکر بیٹھا رہا۔ یاتری لوگ صبح وشام ایک ایک دو دو روٹیاں اُس کو کھانے کے لئے دے دیتے تھے۔

آپ اِسے محبت کا اثر جانیں یا کچھ اور کہ جب تمام یاتریوں نے تیسرے دن پھر چلنا شروع کیا۔ وہی بیل اُن کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ باوجود اُن کے ہٹانے کے وہ پیچھے نہ مڑا۔ یاتریوں نے فیصلہ کرلیا کہ جس ضلع کے لوگوں

کے پیچھے یہ بیل چلا آئے وہی اُسے اپنے ساتھ لے چلیں۔ ضلع لدھیانہ کے یاتری اپنی سڑک پر ہو گئے۔ اور ریاست فرید کوٹ اور ضلع فیروز پور کے یاتری کوٹ کپورہ تک اکٹھے آئے۔ کوٹ کپورہ پہنچ کر کچھ یاتری مکتسر کی طرف چل دیئے۔ اب صرف فرید کوٹ کے یاتری ہی باقی رہ گئے۔ وہ بیل آخر الذکر گروہ کے ساتھ چلا آیا۔ یہ آخری گروہ دس آدمیوں پر مشتمل تھا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ جس شخص کے پیچھے یہ بیل چلا آئے وہی اس کا جائز مالک گردانا جانا چاہیئے۔ پس وہ بیل لالہ لبھو رام جی کے ساتھ اُن کے گھر آ گیا۔

لالہ لبھو رام جی نے بیل کی ہر طرح نگرانی کی۔ پانچ چھ دن کے بعد ایک تیلی رحیم بخش نامی (جس کی اولاد اب بھی ریاست فرید کوٹ میں آباد ہے) لالہ جی کے ہاں وہ بیل خریدنے کے لئے آیا۔ لالہ جی نے بیل کی قیمت مبلغ تیس روپے بتائی۔ مگر ۲۵ روپے پر فیصلہ ہو گیا۔ تیلی مبلغ پچیس روپے دے گیا۔ اور بیل لے گیا۔ تمام دن بیل کولھو پر اچھی طرح کام کرتا رہا۔

اگلی صبح وہی تیلی لالہ جی کے پاس پھر آیا۔ اور اس نے لالہ جی کو پانچ روپے اور دینے پر اصرار کیا۔ لالہ جی نے حیران ہو کر پوچھا "رحیم بخش وجہ کیا ہے"۔ تم مجھے پانچ روپے اور دینے پر ضد کر رہے ہو۔ میں نے خوشی خوشی یہ رقم تمہیں چھوڑ دی تھی۔

تیلی کہنے لگا۔ کچھ نہ پوچھئے۔ لالہ جی۔ میں آپ کی عنایت کا بے حد ممنون ہوں۔ مگر کیا کروں مجبور ہوں اس بیل نے مجھے تمام رات سونے نہیں دیا۔ میں تنگ آ گیا ہوں۔ خواب کی حالت میں یہ بیل میرے پاس آیا۔ اس کا حیوانی جسم انسانی قالب میں تبدیل ہو گیا۔ کہنے لگا۔ رحیم بخش تم جانتے ہو۔ میں کون ہوں؟ ۔۔۔۔ میں بیل نہیں ہوں ۔۔۔ میری طرف غور سے دیکھو۔ پہچانو ۔۔۔ کیا تم اس صورت سے آشنا ہو؟ ۔ لالہ جی خدا تمہیں ترقی دے میں ہکا بکا ہو گیا۔ میں اُس صورت سے مانوس تھا۔ کل کی بات نہیں بلکہ چھ سال ہو گئے۔ میں اس کا اچھی طرح واقف تھا۔ مگر نام یاد نہ تھا۔ اس لئے میں نے اپنے حافظہ کی کمزوری کا اعتراف کیا۔ لیکن وہ میری طرف گھور گھور کر دیکھنے لگا۔ میں سراسیمہ سا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر نفرت آمیز ہنسی پائی جاتی تھی۔ کہنے لگا۔ رحیم بخش! گھبراؤ نہیں۔ میں تمہیں کسی قسم کی ایذا نہ پہنچاؤں گا۔ صرف یہ پوچھتا ہوں۔ کہ چھ سال سے زائد ہو گئے کیا تم نے کسی سے تیس روپے قرض لئے تھے؟ مجھے فوراً یاد آ گیا کہ ایک دفعہ لالہ بشن داس سے میں نے اکرم کی شادی پر تیس روپے لئے تھے۔ میں نے بلا تامل اقبال کر لیا۔ لالہ جی اللہ آپ کو نیکی دے۔ اُس کی آنکھیں سُرخ ہو گئیں پوچھنے لگا۔ تو کیا تم نے واپس بھی دے دیئے تھے۔ میری آنکھیں شرم سے جُھک گئیں۔ میں نے جواب دیا۔ بشن داس تو عرصہ چار سال کا ہو گیا مر گیا ہے۔ میں دیتا کس کو؟ اُس کی تو اولاد بھی نہیں ۔۔۔ لالہ جی اب اُس کا چہرہ ٹمٹما اُٹھا۔ کھانس کر کہنے لگا۔ رحیم بخش! میری طرف پھر غور سے دیکھو۔ جب میں نے ایسا کیا تو معلوم ہوا۔

کہ وہی بشن داس مرحوم تھا۔ لالہ جی اب تو میرے اوسان خطا ہو گئے۔ چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ لیکن مجھے اُس انسان نما بیل نے تسلّی دی۔ رحیم بخش ڈرو نہیں۔ میں نے لالہ بھورام کے پچیس روپے ادا کرنے تھے لیکن اُنہیں موت سے پہلے ادا نہ کر سکا۔ بوقتِ نزع مجھے اتنی تکلیف ہوئی کہ خدا کی پناہ! وجہ صاف ہے۔ کہ میں مقروض تھا۔ ایک شریف آدمی کے قرض کا بوجھ میرے کندھوں پر تھا۔ موت کے بعد میری روح بے چین ہو ہو کر پھر رہی تھی۔ آخر یہ ایک بیل کے جسم میں مُنتقل ہو گئی۔ مجھے قرض کا خیال رہ رہ کے تنگ کر رہا تھا۔ مجھے عالمِ ارواح میں ہی معلوم ہو گیا تھا کہ تمہاری حالت پہلے سے اچھی ہے اور تم روپیہ ادا کرنے کے قابل ہو۔ یہ محض اتفاقیہ امر تھا۔ کہ میں نے لالہ بھورام جی کو ہردوار سے واپسی کے وقت راج پورہ میں دیکھ لیا تھا۔ اور میں اُن کے عقب میں چلا آیا۔ قرض سے سبکدوش ہونے کی میں نے یہی ایک سبیل سوچی تھی۔ کہ تمام عمر میں لالہ جی کی خدمت میں گذارونگا۔ لیکن قدرت کی کرشمہ کاریاں دیکھو کہ چند یوم کے بعد تم خود ہی میری خریداری کے لئے آدھمکے۔ اگر تم پورے تیس روپے لالہ جی کو دے آتے تو تمہارے سر سے میرا قرض اُتر جاتا۔ گو پچیس روپے ادا کرنے سے میں لالہ جی کا قرض اُتار چکا ہُوں۔ لیکن تمہاری طرف ابھی میرے پانچ روپے باقی ہیں۔ راج پورہ سے لے کر یہاں تک پانچ روپے کے قریب لالہ جی نے میرے چارے وغیرہ پر اور صرف کئے ہیں۔ تم کل صبح وہ بھی ادا کر دو تو بہتر۔ ورنہ ...... لالہ جی یہاں تک تو وہ آدمی بنا رہا۔ پھر وہ اپنے اصلی جسم میں منتقل ہو گیا۔ اور اِس سختی سے مجھے ٹکّر ماری کہ میں بیان نہیں کر سکتا مجھے ابھی تک اِس تلخی کا احساس ہے۔

لالہ جی بیل کی اس کہانی کو سُن کر حیران و ششدر رہ گئے۔ کہنے لگے واقعی لالہ بشن داس میرے دوست تھے اور اُنہوں نے پچیس روپے مجھ سے ایک سفر کے دوران میں لئے تھے۔ میں اس واقعہ کو بُھول گیا تھا اور کوئی تیسرا شخص اس راز سے آشنا تک نہیں۔ اُنہوں نے رحیم بخش سے پانچ روپے لیکر تیس روپے ایک گئوشالہ کو روانہ کر دیئے۔

رحیم بخش جب واپس گیا۔ بیل کی روح اُس کے قالب سے غائب تھی۔ اور وہاں محض ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ رہ گیا تھا۔

عزیزو! بیل کی کہانی سے سبق سیکھو۔ گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کا ارشاد ہے کہ رات کو سونے سے پہلے ہر ایک قسم کا حساب بے باق کر لینا چاہئے۔ کون جانتا ہے کہ تمہاری یہ عارضی نیند دائمی نیند میں تبدیل ہو جائے؟

دیوگن صحرائی۔ فرید کوٹ

لطیفہ۔ مسافر۔ (موٹر ڈرائیور سے) یار جلدی جلدی موٹر سٹارٹ کر۔

دوسرا مسافر۔ یار کیا جلدی کرے۔ موٹر دھوپ میں کھڑی ہوئی ٹھنڈی ہو گئی ہے جب ذرا بھی گرم ہوئی فوراً سٹارٹ

مرسلہ: بخش علی ادرکی۔ سنٹرل ماڈل سکول لاہور

رہنمائے ریاضی

(ماسٹر بھگوان سہائے صاحب)

آپ نے میرے اس اعتراض پر کہ آپ کا حل طلبا کو الجھن میں ڈالنے والا ہے - یہ دلیل دی ہے کہ میں نے یہ حل کئی طریقوں سے سمجھایا ہے - اس حل کو طلبا کی زیادہ تعداد نے پسند کیا۔

آپ کی یہ دلیل بودی ہے - مہربانی فرما کر وہ تمام طریقے رسالہ میں شائع کرائیے تاکہ ناظرین اُن سے مستفید ہو سکیں - میں نے شکل سے اچھی طرح سمجھا کر یہ قاعدہ درج کیا ہے - کہ چاروں کونوں کے مربعوں کا رقبہ راستے کے رقبے میں سے گھٹا کر راستے کی چوڑائی پر تقسیم کرنے سے اندر کی مستطیل کا مجموعہ اضلاع نکل آئے گا - (چونکہ طول ، عرض میں نسبت معلوم ہے - اس لئے آسانی سے جواب نکل آئے گا) اس قاعدے سے اس قسم کے تمام سوال نکل سکتے ہیں - آپ بھی اپنے طریق حل سے اس قسم کا قاعدہ اخذ کر کے لکھ دیجئے - جس سے اس قسم کے تمام سوال نکالے جا سکیں - اگر آپ ایسا مختصر قاعدہ اپنے اس حل سے اخذ نہ کر سکے تو نتیجہ خود بخود نکل آئے گا کہ آپ کا حل طلبا کو الجھن میں ڈالنے والا ہے - آپ اپنے سوال کو "دلکش" تحریر فرماتے ہیں - کیا آپ نے اس میں یہ بھی سوچا ہے کہ سوال کے ساتھ دلکش کی صفت ناموزوں ہے - لیکن آپ کو اس کی موزونیت سے کیا غرض - آپ کو تو صرف دلچسپ نہیں لکھنا تھا۔

یاد رہے کہ سوال کے ساتھ "دلکش" کا لفظ نہیں پھبتا بلکہ دلچسپ ہی موزوں ہے -

کلونل شرما ریاضی ٹیچر بی - ڈی ہائی سکول انبالہ چھاونی

ساتویں جماعت کے لئے سوال معہ حل

۳۲ من ۱۲ سیر ۱۳ چھٹانک چاولوں کی قیمت ۱۶ روپے ۱۰ آنے ۸ پائی فی من بقاعدہ تجارت معلوم کرو۔

۳۲ = ۳ × ۱۱

	روپے	آنے	پائی
قیمت ایک من =	۱۶	۱۰	۸
			۳
قیمت ۳ من =	۵۰	۰	۰
			۱۱
قیمت ۳۳ من =	۵۵۰	۰	۰
قیمت ۱۰ سیر =	۴	۲	۸
قیمت $2\frac{1}{2}$ سیر =	۱	۰	۸
قیمت ۵ چھٹانک =	۰	۲	۱
۳۲ من ۱۲ سیر ۱۳ چھٹانک =	۵۵۵	۵	۵

۱۰ سیر = $\frac{1}{4}$ حصہ ایک من کا

$2\frac{1}{2}$ سیر = $\frac{1}{4}$ حصہ ۱۰ سیر کا

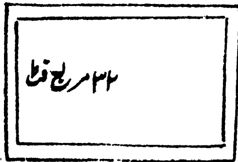
۵ چھٹانک = $\frac{1}{8}$ حصہ $2\frac{1}{2}$ سیر کا

ماسٹر بھگوان سہائے ریاضی ٹیچر بی - ڈی ہائی سکول انبالہ چھاونی

حل طلب سوال جیومیٹری جماعت ہشتم مندرجہ رسالہ ستمبر ۱۹۳۳ء کا آسان حل معہ مثال

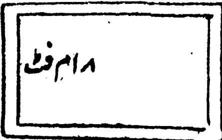
(بالوچند گی رام صاحب جماعت ہشتم مڈل سکول گوڑیانی)

سوال۔ ایک میز ۹ فٹ لمبی ۵ فٹ چوڑی ہے بتاؤ اس کے چاروں طرف سے کتنی لکڑی کاٹ دی جائے کہ باقی میز کا رقبہ ٹھیک ۳۲ مربع فٹ رہ جائے۔



آسان حل۔ اگر ایک ایسا مربع بنائیں جس کا مجموعہ اضلاع میز کے مجموعہ اضلاع کے برابر ہو اور جتنی عرض کی لکڑی میز کے گرد سے کاٹی گئی ہے اتنی ہی مربعے کے گرد سے کاٹیں تو باقی شکل بھی مربع رہ جائیگی۔

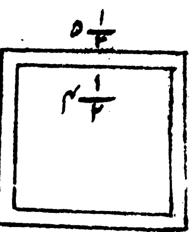
پس لکڑی کا رقبہ = ۹ × ۵ - ۳۲ = ۱۳ فٹ مربع کا ضلع = ۹ + ۵ + ۹ + ۵ = ۲۸ ÷ ۴ = ۷ فٹ مربع کا رقبہ = ۴۹ مربع فٹ لکڑی کاٹنے کے بعد باقی رقبہ = ۴۹ - ۱۳ = ۳۶ فٹ اندرونی مربعے کا ضلع = $\sqrt{36}$ = ۶ فٹ پس مطلوبہ لکڑی کا دوچند عرض = ۷ - ۶ = ۱ فٹ



∴ لکڑی کی چوڑائی = $\frac{1}{2}$ = جواب ۶ انچ

سوال۔ ایک تختے کے ضلعے ۷ فٹ اور ۴ فٹ ہیں بتاؤ اس کی چاروں طرف سے کتنی چوڑی لکڑی کاٹ دی جائے کہ تختے کا رقبہ ۱۸ مربع فٹ رہ جائے +

آسان حل۔ اگر ایک ایسا مربع بنائیں جس کا مجموعہ اضلاع تختے کے مجموعہ اضلاع کے برابر ہو اور پھر جتنی عرض کی لکڑی تختے کے چاروں طرف سے کاٹی جائے اتنی ہی عرض کی مربع کے گرد سے کاٹیں تو وہ رقبے میں باہم برابر ہونگی اس لئے مربع کا ضلع = (۷ + ۴) ۲ = $\frac{22}{4}$ = $\frac{11}{2}$ فٹ = ۵$\frac{1}{2}$ فٹ



لکڑی کا رقبہ = ۷ × ۴ - ۱۸ = ۱۰ مربع فٹ لکڑی کاٹنے کے بعد بھی باقی شکل مربع رہ جائیگی۔

بیرونی مربعے کا رقبہ = $(\frac{11}{2})^2$ = $\frac{121}{4}$ م فٹ

اندرونی ″ ″ = $\frac{121}{4} - 10 = \frac{121-40}{4} = \frac{81}{4}$

″ ″ ضلع = $\sqrt{\frac{81}{4}} = \frac{9}{2}$ فٹ = ۴$\frac{1}{2}$ فٹ

اس لئے لکڑی کی دوچند چوڑائی = ۵$\frac{1}{2}$ - ۴$\frac{1}{2}$ = ۱ فٹ

پس مطلوبہ لکڑی کی چوڑائی = $\frac{1}{2}$ = ۶ انچ

ریڈ کراس سوسائٹیوں کے لئے

ہندوستان کے مشہور معالج کوی ونود وئید بھوشن پنڈت ٹھاکر دت شرما وئید موجد امرت دھارا کی تیار کردہ چند مجرب آزمودہ ادویات جو کہ ریڈ کراس سوسائٹیوں کے لئے پاس رکھنی بہت ضروری ہیں جن سے اس وقت تک ہزاروں بھائی فائدہ اٹھا چکے ہیں + سب ریڈ کراس سوسائٹیوں کو چاہئے کہ منگوا کر پاس رکھیں اور بچوں اور دوسروں کو تکلیف حرج اور دکھ سے بچاویں -

سکاوٹ بکس

سکاؤٹوں اور ریڈ کراس کے لوگوں کیواسطے ایک نعمت ہے - ایک پاکٹ بکس میں عام امراض و حادثات کا مکمل علاج موجود ہے - کوئی ولایتی سکاوٹ بکس اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے - قیمت بمعہ خوبصورت بکس ۲ ر

گولی کھانسی

ان گولیوں کو منہ میں رکھ کر چوسنے سے کھانسی خشک ہو یا تر دونوں میں فائدہ ہوتا ہے - قیمت ۶۰ گولی ایک روپیہ ۳۰ گولی ۸ ر

باغ پھول تیل رجسٹرڈ

بالوں پر تمام تیلوں کا سرتاج ہے بالوں کو نرم و ملائم کرتا ہے سر کو ٹھنڈا رکھتا ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ (عہ)

دت وریچن (جلاب گولی رجسٹرڈ)

یہ گولیاں جلاب کے حق میں بڑی بے نظیر ہیں قیمت ۶۰ گولی ایک روپیہ ۳۰ گولی آٹھ آنے (۸ ر)

امرت دھارا (رجسٹرڈ)

ایک ہی دوائی اور خوراک بھی چند بوند اور پھر دنیا کی امراض کا علاج کتنی عجیب بات ہے - لاکھوں استعمال کرنیوالوں میں سے ہزاروں لکھ کر بھیج چکے ہیں کہ امرت دھارا ہر وقت ہر شخص کو موجود رکھنی چاہئے کیونکہ یہ اکیلی دوائی کھانے اور لگانے سے تقریباً کل امراض کا جو عام طور پر گھروں میں بوڑھوں اور بچوں جوانوں کو ہوتی رہتی ہیں حکمی علاج ہے - یہ سمجھئے کہ ایک نعمت ہاتھ آ گئی ہے - قیمت فی شیشی ۲ ر نصف عہ - نمونہ ۸ ر

منجن ۱ ر

دانت کی کل امراض کو دور کرتا ہے اور دانتوں کی امراض سے محفوظ رکھتا ہے قیمت فی ڈبیہ چار آنے (۴ ر)

ملیریا ناشن

ملیریا بخار کی اکسیر دوائی ۹۹ فیصدی تین دن میں قطعی دور - قیمت ۸ ر

سرمہ ۱ ر

روزانہ استعمال کے لئے ہے - آنکھوں کی کل امراض سے محفوظ رکھتا ہے قیمت ۱ ر

امرت دھارا کی میٹھی ٹکیاں

منہ میں رکھ کر چوسنے سے امرت دھارا کا فائدہ ہوتا ہے - مٹھائی کی مٹھائی اور دوائی کی دوائی ہے - ولایتی ٹکیوں اور گولیوں کی بجائے ان کا استعمال کریں - قیمت فی ڈبیہ ایک سو ٹکیہ چار آنے (۴ ر)

برہمی ارشٹ

حافظہ کے واسطے اس سے بڑھ کر کوئی دوائی نہ ہوگی - دماغی کمزوری اور سردرد وغیرہ کے لئے بے حد مفید ہے - ہر طالب علم کو یہ استعمال کرنی چاہئے - قیمت فی شیشی دو روپے نصف شیشی ایک روپیہ (عہ)

گولی بخار

ملیریا اور دیگر سب قسم کے بخار کو فوراً آرام کرتی ہے - قیمت ۸ گولی ۸ ر

دت نسوار (رجسٹرڈ)

اس کے لینے سے زکام - دردکان - درد آدھا سیسی وغیرہ کو آرام ہوگا - قیمت عہ نمونہ ۴ ر

درد شکن

اس کی ایک ہی پڑیہ کے استعمال سے ہر قسم کی درد کو پانچ منٹ میں آرام آتا ہے ہر ایک کے پاس رہنی چاہئے - قیمت ایک روپیہ نمونہ چار آنے (۴ ر)

کرن تیل

کان کی کل امراض کے لئے بے نظیر دوائی ہے - مثلاً درد - پیپ - زخم - کانوں میں شائیں شائیں وغیرہ کی آوازیں آنا سنائی کم دینا کو نافع ہے - قیمت ایک روپیہ نمونہ چار آنے (۴ ر)

لال جواہر (چورن ہاضمہ رجسٹرڈ)

نہایت اعلیٰ چورن ہے - بدہضمی - متلی - قے - درد - اجیرن کا حکمی علاج ہے - قیمت دو روپے - نمونہ چار آنے -

گندھارا رس (رجسٹرڈ)

مروڑ - دست - پیچش - ہیضہ - کا مجرب علاج ہے - قیمت ایک روپیہ نصف آٹھ آنے

نوٹ :- ریڈ کراس سوسائٹی والے یہ لکھیں کہ ادویات مفت بانٹیں گے ان کو ہم اپنی ادویات پر ۲۵ فیصدی رعایت دیں گے -

خط و کتابت و تار کا پتہ :- امرت دھارا ۷ ۳ لاہور

المشتہر

مینجر امرت دھارا اوشد ھالیہ امرت دھارا بھون امرت دھارا روڈ - امرت دھارا ڈاکخانہ لاہور

بہ سرپرستی سررشتہ تعلیم

سررشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا

اور بہترین خدمت گذار

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور

مینجنگ پروپرائٹر

ماسٹر جگت سنگھ

سالانہ چندہ

ششماہی چندہ

قواعد وضوابط

۱۔ رہنمائے تعلیم بالعموم ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ سالانہ چندہ چار روپے (للعہ) ششماہی تین روپے (سےعہ) بدپیشگی۔ نمونہ کا پرچہ ۶ ر کے ٹکٹ آنے پر ارسال خدمت ہوگا۔ کوئی صاحب نمونہ مفت طلب کرنے کی تکلیف نہ کریں۔

۳۔ خریدار اصحاب خط لکھتے وقت چٹ نمبر ضرور لکھا کریں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

۴۔ رہنمائے تعلیم میں تمام ایسے علمی۔ ادبی۔ اخلاقی۔ طبی۔ تاریخی تحقیقی مضامین (نثر و نظم) ہوا کرتے ہیں جو شائستہ اور مفید ہوتے ہیں اور معیار ادب پر پورے اُترتے ہیں۔

۵۔ مذہبی اور پولیٹیکل مضامین ہرگز درج رسالہ نہیں ہونگے۔

۶۔ جو مضامین درج نہ ہوں گے اُن کے واپس کرنے یا نہ کرنے کا ایڈیٹر صاحب کو پورا اختیار ہوگا۔

۷۔ مدیران مضامین کی ترمیم و تنسیخ کے مختار رہوں گے۔

۸۔ جواب طلب اُمور کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہیئے۔

۹۔ مضامین نثر کے متعلق جملہ خط و کتابت لالہ آگیا رام صاحب سچدیو کے اور مضامین نظم کے لئے جناب پنڈت لبھو رام صاحب جوشؔ ملسیانی کے نام ہونی چاہیئے۔ اور دیگر امور و ترسیل زر منیجر کے نام ہونی چاہیئے۔

۱۰۔ مشتہرین اصحاب اشتہارات بھیج کر فائدہ اُٹھادیں۔ اُجرت نہایت معمولی جو ذیل میں درج ہے۔

نرخنامہ اشتہارات

پیمانہ صفحہ	ایک بار	تین بار	چھ بار	سال بھر
پورا صفحہ	۹	۲۷	۵۰	۹۰
نصف صفحہ	۵	۱۵	۲۷	۵۰
چوتھائی صفحہ	۳	۹	۱۵	۲۷

نرخنامہ اشتہارات سرورق (مستقل پورے سال کے لئے)

صفحہ ۲ و ۳ ایک سو آٹھ روپیہ سالانہ

صفحہ ۴ ایک سو بیس روپیہ سالانہ

اُجرت ہر حال میں پیشگی آنی چاہیئے۔

منیجر رہنمائے تعلیم لاہور رام گلی نمبر ۵

بابت ماہ نومبر ۱۹۳۳ء

سررشتۂ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا اور بہترین خدمت گزار

رسالہ

جلد ۲   نمبر

رہنمائے تعلیم لاہور

علمی، ادبی، اخلاقی، طبی، تاریخی، زراعتی، اور صنعتی مضامین کا ماہوار مجموعہ

زیر سرپرستی تاج الشعراء فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین حضرت داغ مرحوم

مدیر اعزازی

مسٹر لچھمی چند ودیارتھی بی اے، بی ٹی، ایم۔ او۔ جی۔ اے (لندن)

معاونین اعزازی

لالہ آگیا رام سچدیو منشی فاضل   جناب جوش ملسیانی

طالب کاشمیری ایم اے۔ ایم او ایل منشی فاضل ادیب فاضل

ماسٹر جگبت سنگھ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) بلڈنگ نمبر ۵۵

سالانہ چندہ چار روپے (للعہ)

ششماہی تین روپے (سے)   فی پرچہ آٹھ آنہ (۸)

فہرست مضامین

اخلاقی تعلیم اور مدارس [۲]

ہم نے اس سلسلہ کے پہلے آرٹیکل میں طلباء کے چند اخلاقی و مجلسی نقص ظاہر کئے تھے اور تحریر کیا تھا کہ بعض اصحاب کا خیال ہے کہ مدارس میں مذہبی تعلیم کے اجرا سے انکا دفعیہ ہو سکتا ہے اور انکی رائے میں جب تک گورنمنٹ اور ریورڈ سکولز قومی سکولوں کی طرح مذہبی درسگاہیں نہیں بن جاتے ان نقائص کا دور ہونا معلوم۔ اور انکی موجودگی میں متعلقین کی شکایت بدستور رہے گی۔ اپنے اس خیال کی تائید میں وہ یہاں تک بھی کہہ گزرتے ہیں کہ موجودہ ملکی بے چینی کا باعث ہی مذہبی تعلیم کی عنقائیت ہے۔

ممکن ہے انکا خیال کسی حد تک درست ہو مگر ہمیں ان سے اتفاق نہیں ہے۔ کیونکہ ہندوستان ایسے ملک میں جس کے باشندے لاانتہا مذاہب کے پیرو کار ہوں ایک قسم کی مذہبی تعلیم کیونکر مفید مطلب ہو سکتی ہے؟ قومی درسگاہوں میں بھی جہاں تک ہمارا تجربہ ہے۔ مذہبی تعلیم تمام طلباء کو نہیں دی جاتی بلکہ خود اس مذہبی تعلیم کے پیرو کار بھی اس سے جو فائدہ حاصل کرتے ہیں وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ ہماری دانست میں مذہبی تعلیم کی بجائے اگر اخلاقی اور مجلسی تعلیم کو عالمگیر رواج دیا جائے تو کامیابی ممکن ہے۔ کیونکہ اول تو ایسی تعلیم ہر قسم کے مختلف الخیال اور مختلف المذہب کے پیرو کاروں کے لئے ایک ہی جگہ اور ایک ہی وقت میں دی جا سکتی ہے۔ دوسرے مذہبی تعلیم کی راہ میں جو رکاوٹیں ہیں وہ سرے سے نابود ہو جاتی ہیں۔

سرکاری مدارس میں مذہبی تعلیم کے اجرا سے مستغنی رہنے میں گورنمنٹ اور اسکے کارکن اسی وجہ سے معذور رکھے جاتے ہیں کہ اس تعلیم کا پروان چڑھنا محال اور ناممکن ہے۔ اور اگر انکے خیال کے مطابق اس لاینحل مسئلہ کو ہاتھ میں لے بھی لیا جائے تو جس طرح دنیا میں ہر ایک آدمی کو خوش کرنا محال ہے بجنسہٖ ہر خیال کے لوگوں کو انکی مرضی کے مطابق مذہبی تعلیم کا مہیا کرنا بھی ناممکنات سے ہے۔

البتہ مجلسی اور اخلاقی تعلیم کا انتظام خاطر خواہ ہی نہیں ہو سکتا بلکہ اعلیٰ سے اعلیٰ پیمانہ پر ہو سکتا ہے۔ طلباء کے جن نقائص پر ہم نے پہلے آرٹیکل میں رائے زنی کی ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) بزرگوں کا مناسب و جائز ادب۔ (۲) آداب مجلسی۔ (۳) نیک خصائل۔ (۴) فیشن اور رواج۔

پہلے ہر سہ امور کا تعلق تزئین اخلاق سے ہے۔ اور موخرالذکر کا زمانہ اور وقت سے تعلق ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نقائص پر طلباء حاوی نہیں ہو سکتے۔ بلکہ انکا انحصار حالات موجودہ کی تبدیلی پر ہے۔ اور اس لئے وہ چنداں قصوروار نہیں۔

ہمارے خیال میں اخلاقی اور مجلسی تعلیم اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ اس میں ہر خیال اور مذہب کے پیرو ایک ہی وقت میں اور ایک ہی جگہ پر ایک ہی استاد سے فیض یاب ہو سکتے ہیں اور ہر قسم کی کفایت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کم خرچ بالانشین کا مصداق ہوتے ہیں۔ جوں جوں اخلاق میں ترقی ہوگی تمام شکائتیں رفع ہوتی جائینگی۔ بچوں میں تقلید کا مادہ قدرتاً ودیعت ہوا ہے۔ اس لئے موجودہ فیشن پرستی کی لہر جو محض تقلید کا ادنےٰ کرشمہ ہے۔ اسی وقت رو بہ تنزل ہو سکتی ہے۔ جب نمونہ دینے والے خود اس سے بالاتر ہوں مگر جیسا کہ نظر آ رہا ہے وہ خود بھی اس رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ اور یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ آپ تو فیشن کے دلدادہ رہیں مگر اپنے شاگردوں اور مقلدوں کو اس سے باز رہنے کی ہدایت کریں۔ اس موقعہ پر یہ مثال بے جا نہ ہوگی۔

ذکر کرتے ہیں کہ ایک اُستاد کی زبان میں کچھ نقص تھا اور وہ کاف کو ٹاف کہتا تھا۔ ایک نیا شاگرد جب اسکے روبرو زانوئے ادب کر کے سبق لینے لگا اور کاف کی نوبت آئی اُستاد صاحب نے فرمایا کہو ٹاف (اگرچہ وہ اپنی طرف سے کاف ہی کہہ رہے تھے) شاگرد نے کہا ٹاف آپنے ذرا ترش ہوکر کہا ٹاف نہ کہو بلکہ ٹاف ٹاف یعنی تم ٹاف نہ کہو بلکہ تم کاف کاف کہو مگر خورد سال بچہ اس فلاسفی کو کیونکر سمجھتا کہ اُستاد کا ٹاف کاف کہلاتا ہے۔ اور وہ دوبارہ ٹاف ٹاف ہی کہنے لگا۔ بیچارہ اُستاد بجائے خود معذور اور شاگرد بھی بجنسہ اپنی جگہ پر معذور۔ بعینہ ہمارے مصلحان ملک کا حال ہے۔ کہ خود را فضیحت دیگراں را نصیحت کے مطابق بچوں سے وہ چاہتے ہیں جس پر خود عمل کرنا گناہ مانتے ہیں۔ اخلاقی تعلیم دینے والوں نے اگر اپنا صحیح اور قابل تقلید نمونہ پیش کیا تو بیڑا پار ہے۔ مگر انکے عمدہ نمونے پر ہی موقوف نہیں ملک بھر میں جو لہر چل رہی ہے بچوں سے کیونکر علیحدہ رکھی جاسکتی ہے۔ اور اس کے لئے کسی قسم کی قید کا عائد کرنا محض تکلف ہے۔ بعض والدین خود اپنے بچوں کو اس رنگ میں رنگا دیکھنا چاہتے ہیں اور یہ بڑی سخت رکاوٹ ہے۔ اس لئے اخلاقی تعلیم بھی محدود طور پر ہی اثر انداز ہو سکے گی اور اس سے بھی فوری نتیجہ حاصل ہونا محال ہی ہوگا۔ تاہم علم شے بہ از جہل شے کے مطابق بچوں کو روزانہ اس تعلیم کا دیا جانا عجب نہیں کہ کسی وقت اپنا رنگ لائے۔

بھلا ہو موجودہ اقتصادی حالات کا شائد ع خدا شرے برانگیزد کہ خیر مادراں باشد کے مطابق یہ مالی مشکلات ایک تازیانہ عبرت ہوں۔ اور بعض حلقوں میں مجبوراً اس سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔

بعض نقائص پر حاوی ہونا طلبا کے حیطۂ امکان سے خارج ہے۔ انکا انحصار حالات موجودہ کی تبدیلی ہے۔ اور اس بارے میں وہ چنداں قصوروار نہیں۔ اگرچہ موخر الذکر امور کا اولین امور پر اثر ضرور پڑتا ہے۔ اور اس وجہ سے وہ اخلاق سے گر جاتے ہیں۔ بلاشک و شبہ مصنوعی اطوار ہر ایک کو پسند ہوتے ہیں۔ اور موجودہ مدارس اور کالجوں کی توجہ کسی طرح سے سابقہ تعلیم کی پود سے بہتر نہیں ہے بلکہ حسن سلوک خدمت اور امداد میں آن سے کسی قدر بڑھ کر ہیں لیکن اس میں ان کا اتنا قصور نہیں جتنا کرہ ہوائی کا۔

جب زمانہ نمائش و مصنوعیات ظاہری کا دلدادہ ہے۔ ظاہری ٹیپ ٹاپ پر فریفتہ ہے اور اس میں ترقی کا راز مضمر ہے تو پھر طلباء (سکول کے یا کالج کے) نمائش پر کیوں لٹو ہوں اور ظاہری ٹیپ ٹاپ کو قائم رکھنا فرض اولین سمجھیں۔

حقیقت حال یہ ہے کہ فیشن پرستی بیشک ایک فاش غلطی ہے لیکن جب فی زمانہ لوگوں کے لئے یہ ذریعہ معاش یا شکم پری ہو تو پھر ان سے کون پیچھے رہیگا۔ برعکس جو اس کے خلاف چلتے ہیں وہ حقارت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

اخلاق کا راز قسم لباس یا طریقۂ خورد و نوش میں قطعی مخفی نہیں۔ البتہ نیک اطوار یا نیک چلن ہونا بالکل الگ بات ہے۔ اس لئے کسی طالب علم کے طرز و قسم لباس و قسم و طرز خورد و نوش پر ہرگز آوازہ نہیں کسنا چاہیئے۔ البتہ اگر کیریکٹر خراب ہے۔ بدچلن ہے ۔ رکاکت گفتار سے پیش آتا ہے۔ ادب و آداب کا منافی ہے مجلسی ادب و آداب میں کمزور ہے۔ دیگر اخلاقی صفات میں کہاں تک و بہ ترقی ہے۔ ان سب کا موازنہ اساتذہ و ورثاء کو برابر کرتے رہنا چاہیئے۔ ان میں اگر درستی کی ضرورت ہے تو موقع بموقع زبانی و ذاتی مثال سے اصلاح کرنی چاہیئے۔ لیکن اگر ایک طالب علم زمانہ حال تک کی ایجادات و معلوم تعلیمی و اخلاقی تحریکات میں حصہ لیتا ہے۔ جیسے کہ انگریزی لباس میں ہوسٹل رہتا ہے تو محض اس بنا پر اُس سے نفرت نہیں کرنی چاہیئے۔ اور نہ ہی اُس کے خلاف ہونا چاہیئے۔ (باقی دارد) (چیف ایڈیٹر)

ارشاداتِ عالیہ

عالیجناب اعتبار الملک لسان الدہر حکیم الشعراء جناب دلؔ شاہجہان پوری مدظلہ

جان دی گھبرا کے آخر عاشقِ ناکام نے
انتہا کردی ستم کی ابتدائے شام نے

ٹھوکریں کھا کھا کے اک آشفتہ خاطر مٹ گیا
آہ پہنچایا یہاں تک گردشِ انجام نے

کیا نظر آتی ہے دیکھیں وہ شبِ فرقت ہمیں
کردیا تاریک اک عالم کو جس کی شام نے

کیوں نہ ہو وہ چشمِ کیف افزا نشاطِ زندگی
بھر دیا پیمانۂ دل روح پرور جام نے

منتظر رہتا تو کب تک یہ دلِ حسرت نصیب
کھو دیا دُنیا سے آخر ان کی صبح و شام نے

شوق سے راہِ طلب میں جن کا جی چاہے بڑھیں
خاک کر ڈالا ہمیں تو کوششِ ناکام نے

کیا سرور انگیز تھی ساقی کی چشمِ دلفریب
بھر دیئے شیشے ہزاروں ایک نازک جام نے

پھر ہیں آثارِ شبِ غم چھا رہا ہے رنگِ یاس
داغِ دل کو اور چمکایا سوادِ شام نے

دیکھنا ایک آشنائے غم کی حسرت دیکھنا
کشتیِ اُمید ڈانواں ڈول ساحل سامنے

یاد ہیں اے دلؔ وہ ساقی کی نگاہیں یاد ہیں
عمر بھر گردش میں رکھا ہم کو دورِ جام نے

مژدہ ناظرین کرام یہ سُنکر خوش ہونگے کہ رہنمائے تعلیم کا جنوری نمبر افسانہ نمبر ہوگا اور رجلد دلچسپیاں کا حامل ہوگا۔ افسانہ نگار اصحاب جلد از جلد عمدہ اور دلچسپ مذاحیہ و اخلاقی افسانے لکھ کر بھیجدیں تاکہ وہ افسانہ نمبر کی زینت کا موجب بن سکیں۔

مجھے اُمید ہے کہ جس طرح جوبلی نمبر کے لئے مضامین کی طرف سے میرے ساتھ فیاضی برتی گئی تھی۔ اسی طرح افسانہ نمبر کو کامیاب بنانے میں میری امداد کی جائے گی۔

خادم جگت سنگھ مینیجر

حسنِ اصلاح

(۲۲)

شاد کرتے ہیں۔ برباد کرتے ہیں) اس زمین میں جنابِ قتیلؔ کا دوغزلہ ہے۔ پہلی غزل کا ایک مطلع ملاحظہ ہو۔

مطلع ؎ کبھی اُس کو کبھی پیماں کو اُس کے یاد کرتے ہیں — دلِ ناشاد کو فرقت میں یوں ہم شاد کرتے ہیں

اصلاح ؎ کبھی اُن کو کبھی پیماں کو اُس کے یاد کرتے ہیں — دلِ ناشاد کو فرقت میں یوں ہم شاد کرتے ہیں

جنابِ قتیلؔ کے شعر میں (اُس) کی ضمیر (دل) کی طرف گھوم سکتی تھی۔ رفعِ احتمال کے لئے حضرت فصیح العصر مدظلہٗ نے (اس) کی جگہ (اُن) بنادیا۔

شعر ؎ وہ اب آئے وہ اب آئے وہ اب آئے شبِ وعدہ — یہی ہم کہہ کے تسکینِ دلِ ناشاد کرتے ہیں

اصلاح ؎ وہ اب آئے وہ اب آئے وہ اب آئے شبِ وعدہ — یہ ہم کہہ کہہ کے تسکینِ دلِ ناشاد کرتے ہیں

(یہی) کی تاکید بے فائدہ تھی۔ (وہ اب آئے) کی تکرار کے بعد مصرعِ ثانی میں (کہہ کہہ کے) ہونا چاہئے تھا۔

شعر ؎ بلائے جاں ہے دل کے حق میں قیدِ گیسوئے جاناں — نہ وہ آزاد ہوتا ہے نہ وہ آزاد کرتے ہیں

اصلاح ؎ بلائے جاں ہے دل کے حق میں قیدِ گیسوئے جاناں — نہ یہ آزاد ہوتا ہے نہ وہ آزاد کرتے ہیں

حضرت ناخدائے سخن مدظلہٗ نے صرف ایک حرف بدلا ہے لیکن بڑی ضروری اصلاح فرمائی ہے۔ جنابِ قتیلؔ نے ایک ہی لفظ یعنی (وہ) کو استعمال کرکے دو مختلف فریقوں پر اشارہ کیا تھا لیکن ایسا کرنے سے ژولیدگی پیدا ہوگئی تھی۔

شعر ؎ شمیمِ زلفِ مشکیں ہوں نہ میں بوئے گلِ عارض — وہ باغِ دہر میں کیوں مجھ کو یوں برباد کرتے ہیں

اصلاح ؎ نہ بوئے زُلفِ مشکیں ہوں نہ میں بوئے گلِ عارض — وہ باغِ دہر میں کیوں مجھ کو یوں برباد کرتے ہیں

جب کسی معاملے کی دو صورتیں یا دو شقیں ہوتی ہیں اور ہر دو میں انکار مطلوب ہوتا ہے تو اظہارِ نفی کے لئے خواہ ایک (نہ) استعمال کیجئے۔ خواہ دو مُراد یہی ہوگی کہ ہر دو صورت میں انکار ہے۔ یہ عام قاعدہ ہے اور شروع سے اب تک کُل فصحاء اسی پر عمل کرتے ہیں۔ قاعدۂ مذکور کے بموجب سید قتیلؔ صاحب کا مصرعِ اولیٰ درست تھا۔ لیکن واضح ہو کہ تاج الشعراء حضرت نوحؔ ناروی نے اظہارِ نفی کی اُس صورت کو پسند فرمایا ہے جس میں لفظ (نہ) دو مرتبہ آتا ہے۔ کیونکہ صورتِ مذکور میں معنی واضح رہتے ہیں۔ صورتِ دیگر میں اکثر احتمالِ غلط فہمی باقی رہتا ہے۔ حضرت نوحؔ مدظلہٗ ایسا نہیں فرماتے۔ اصلاحِ بالا میں حضرت موصوف نے جنابِ قتیلؔ کو اس قاعدے کا پابند بنایا ہے۔

شعر ؎ تجھے شکوہ رہا کرتا ہے اکثر آہ و شیون کا — کبھی عاشق بھی تجھ سے شکوۂ بے داد کرتے ہیں

اصلاح ؎ تجھے شکوہ رہا کرتا ہے ہر دم آہ و شیون کا　　کبھی عاشق بھی تجھ سے شکوۂ بیداد کرتے ہیں

وجہ اصلاح ظاہر ہے۔ اب الزام کا پہلو مضبوط ہو گیا۔ دوغزلے کی دوسری غزل کا ایک مطلع حاضر کیا جاتا ہے۔

مطلع ؎ زباں کٹتی ہے ان کی جب کبھی فریاد کرتے ہیں　　اسیرانِ قفس پر کیا ستم صیاد کرتے ہیں

اصلاح ؎ زباں کٹتی ہے جب یہ شکوۂ بیداد کرتے ہیں　　اسیرانِ قفس پر کیا ستم صیاد کرتے ہیں

جب کسی مطلع میں حرفِ روی سے پہلے ہر دو جانب ایک ہی حرف ہو تو قافئے کا حُسن جاتا رہتا ہے۔ اس وجہ سے فصیح العصر تاج الشعراء حضرت نوح مدظلّہٗ نے صورتِ مذکورہ کو ترک فرما دیا ہے۔ فن کے اعتبار سے چند شرطیں لگا کر حضرت موصوف نے غزل وغیرہ کے مطلع کو ایک خاص اور نفیس چیز بنا دیا ہے۔ جو حضرات جناب نوح مدظلّہٗ کی ان خصوصیات کو مفصّل طور پر معلوم کرنا چاہتے ہوں انہیں چاہئے کہ یا تو حضرت موصوف کے دیوان ثانی یعنی (طوفان نوح) کے دیباچے کو پڑھیں یا رہنمائے تعلیم کے جوبلی نمبر میں اُس مضمون کو ملاحظہ فرمائیں جو حضرت جوش مدظلّہٗ نے حضرت نوح مدظلّہٗ کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔

شاگردانِ حضرت نوح میں بعض صاحبان کو غلط فہمی ہو گئی ہے کہ صورت مذکورۂ بالا ایطاء کی ایک صورت ہے۔ ان حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ بالعموم ایطاء کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ صورت اول یہ ہے کہ ہر دو جانب ایک ہی قافیہ ہو لیکن اگر مطلع میں قافیہ ہر دو جانب ایک ہی لفظ ہو اور معنی مختلف ہوں تو اس صورت کو ایطاء نہیں کہتے۔ مثنوی معنوی کا ایک مشہور شعر ہے۔ ؎

رحمتِ حق بہانہ می جوید　　رحمتِ حق بہا نہ می جوید

ہر دو جانب ایک ہی قافیہ (بہانہ) ہے بلکہ پورا شعر ایک ہی مصرع کی تکرار معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ ایطاء نہیں ہے۔ . . . . کیونکہ ایک جانب قافیہ پورا لفظ (بہانہ) ہے۔ اور ایک جانب (بہانہ) قافیۂ معمولہ ہے یعنی لفظ (بہا) اور لفظ (نہ) سے مل کر قافیہ بن گیا ہے۔ ایطاء کی دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ہر دو جانب قافیوں میں حرفِ روی کے پہلے جو ٹکڑے ہوں وہ بامعنی لفظ ہوں۔

جناب قتیل کے دوغزلے کی دوسری غزل کا مقطع ملاحظہ ہو۔

مقطع ؎ دمِ شیون کسی کا ناز سے یہ پوچھنا آ کر　　قتیل آخر یہ ہر دم آپ کیوں فریاد کرتے ہیں

اصلاح ؎ قیامت ہے کسی کا ناز سے یہ پوچھنا آ کر　　قتیل آخر یہ ہر دم آپ کیوں فریاد کرتے ہیں

مصرع ثانی میں (فریاد) کے ہوتے یہ ضرور نہ تھا کہ مصرع اولیٰ میں (دمِ شیون) کہا جاتا۔ (قیامت ہے) کہنے سے معلوم ہو گیا کہ (کسی کا ناز سے پوچھنا) کیا اثر رکھتا ہے۔

سیّد محمد حنیف صاحب قتیل کی ایک اور غزل کے تین چار شعر نذرِ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

شعر ـ تیرا بھی دل اسیرِ غم ہو جب اے شوخ تو سمجھے　　تجھے یوں قدر کیا ہوگی اسیرانِ محبت کی
اصلاح ـ تیرا بھی دل اسیرِ غم ہو جب اے شوخ تو سمجھے　　تجھے یوں قدر کیا ہوگی گرفتارانِ اُلفت کی
لفظ (اسیر) کی تکرار سے بچانے کے لئے حضرت نوح مدظلہ نے (گرفتارانِ اُلفت) بنا دیا۔
شعر ـ سکندر کا ہے اب تک نام آئینے سے اے غافل　　صفائے قلب حاصل کر اگر خواہش ہے شہرت کی
اصلاح ـ سکندر کا ہے اب تک نام آئینے سے ہی روشن　　صفائے قلب حاصل کر اگر خواہش ہے شہرت کی
لفظ (روشن) کے اضافے سے مضمون آئینہ ہو گیا۔ اصلاح سے پہلے لفظ (نام) مجازاً بہ معنی (شہرت) تھا۔ اصلاح کے بعد معنئ موضوع لہٗ میں سمجھنا چاہئے۔
شعر ـ مثالِ نقشِ پا اِک دن مٹا دے گا فلک اس کو　　نظر آئے گی اِک دن خاک اُڑتی میری تربت کی
اصلاح ـ مثالِ نقشِ پا اِک دن مٹا دے گا فلک اسکو　　نظر آئے گی ہر سو خاک اُڑتی میری تربت کی
جناب قتیل نے (اک دن) کی تکرار معنئ تاکید حاصل کرنے کی غرض سے رکھی تھی لیکن یہ مطلب (ہر سو) سے بہ وجہ افضل حاصل ہو گیا۔ جناب قتیل کا شعر صحیح تھا لیکن اب اس کی سطح بلند ہو گئی۔
شعر ـ نہ بھولے گی نہ بھولے گی نہ بھولے گی نہ بھولے گی　　ترے عاشق کو اے ظالم مصیبت شامِ فرقت کی
اصلاح ـ نہ بھولے گی نہ بھولے گی کبھی صبحِ قیامت تک　　ترے عاشق کو اے ظالم مصیبت شامِ فرقت کی
(کبھی صبحِ قیامت تک) کہنے سے (شامِ فرقت) کی رعایت بھی ہو گئی اور (نہ بھولے گی) کے معنی میں تاکید بھی ہو گئی۔ رعایتِ لفظی کی بھرمار سے شعر کا ستیاناس ہو جاتا ہے لیکن ایسی رعایت ضرورت کے مطابق برتی جائے تو اس سے کلام کا حُسن بڑھ جاتا ہے۔
اکثر ناظرین کو معلوم ہوگا کئی سال گذرے کہ بعض سیاسی اسیروں نے جیل خانے کے اندر ایک سیاسی مشاعرہ کیا تھا۔ مصرع طرح یہ تھا۔ ع　　ڈ بتی ہے کچھ دنوں میں آبرو سرکار کی
(سرکار) کو چاہئے (گورنمنٹ) کے معنی میں سمجھئے چاہے (معشوق) کے معنی میں ہر دو کی گنجائش ہے۔ نہ سرکار کا تختہ اُلٹا نہ وہ جوش لوگوں میں باقی رہا۔ ایک گھٹا تھی کہ اُمڈی اور نکل گئی۔ ہمارے کرم فرمانے بھی اصلاحی نقطۂ نظر سے مصرع مذکور پر غزل لکھی تھی۔ صرف چند اشعار حاضر کئے جاتے ہیں۔
شعر ـ ہیں صراطِ حق پہ پابندِ سلاسل گر، تو کیا　　ہم ادا کرتے ہیں سُنت عابدِ بیمار کی
اصلاح ـ ہیں صراطِ حق پہ پابندِ سلاسل ہی تو کیا　　ہم ادا کرتے ہیں سُنت عابدِ بیمار کی
(گر) نکال دیا گیا) حضرت نوح نے یہ لفظ ترک فرما دیا۔ آپ پورا لفظ (اگر) لکھتے ہیں۔
عابد مسیح عابد مُراد آبادی

نظم و نسق مدرسہ

ایک دیرینہ سال ہیڈ ماسٹر کے خطوط ایک نوآموز کے نام

(از جناب سید اشفاق حسین صاحب ایم اے۔ بی ٹی)

خط نمبر ۱۹

عزیزی و مکرمی۔ تسلیم۔ مدرسہ کی چار دیواری میں اخلاقی تعلیم کا کیا انتظام کیا جائے۔ اس اہم لیکن مشکل مسئلہ کے متعلق جن خیالات کا اظہار آپنے گرامی نامہ میں کیا ہے۔ اُن کے متعلق اگر میں یہ کہوں کہ آپنے میرے دل کی بات اُڑالی تو بجا ہوگا۔

واقعی اگر تعلیم کا مقصد یہ قرار دیا گیا ہے کہ دل۔ دماغ اور جسم کی ایسی تربیت ہو کہ اُن سے بہترین فوائد بنی نوع انسان کو حاصل ہوں تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر ہیڈ ماسٹر کا فرض اولین ہے کہ وہ اپنی درسگاہ میں ایسی فضا پیدا کرے جس میں ملکاتِ فاضلہ کی پوری پوری تربیت ممکن ہو۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ فضا کس طرح پیدا کی جائے؟

عموماً تین طریقے اس مقصد رفیع کے حصول کے واسطے اختیار کئے جاتے ہیں۔ اخلاقی مسائل پر بحث کرنیوالی کتب کا داخل نصاب کرنا۔ کلب اور سوسائٹی میں اخلاقی موضوعات پر تقریریں کرنا اور مضامین پڑھنا۔ دینیات اور دھارمک سکشا کا باقاعدہ تعلیمی مضامین میں شامل ہونا۔ ظاہر ہے کہ اول الذکر دو ہی طریقے ایسے ہیں جو سرکاری یا نیم سرکاری مدارس میں اختیار کئے جا سکتے ہیں اور تیسرا طریقہ محض قومی مدارس کے بس کا ہے۔

لیکن اگر غور سے دیکھا جائے کہ یہ تینوں طریقے ہمارا مقصد حل نہیں کر سکتے۔ تاریخ جغرافیہ کی طرح اخلاقِ حسنہ پڑھائے نہیں جا سکتے۔ نیک کرداری اور راست گفتاری پر دھواں دھار تقریریں سُننے والوں کو نیک کردار اور راست گفتار نہیں بنا سکتیں۔ مذہبی تعلیم کے متعلق یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے اثر سے طلبار کا اخلاق بنا دے۔ لیکن تجربہ اس کے بالکل خلاف ہے۔ قومی مدارس کے طلبا سرکاری اور نیم سرکاری مدرسوں کے طلبار سے اخلاق حسنہ میں کوئی نمایاں امتیاز نہیں رکھتے۔ جب یہ طریقے کامیاب نہیں ہوئے تو پھر کیا وسائل اختیار کئے جائیں جن سے بہترین فوائد مترتب ہو سکیں۔ ساتھ ہی ایسے وسائل نہ صرف ممکن العمل ہوں بلکہ آسان اور سہل الحصول بھی ہوں۔ اور ساتھ ساتھ ایسے بھی ہوں جو قومی۔ سرکاری اور نیم سرکاری سب قسم کے مدارس میں اختیار کئے جا سکیں۔

جدید طریقہائے تعلیم کے مطالعہ سے آپ بخوبی واقف ہیں اور ساتھ ساتھ مجھے یقین ہے کہ ان آوازوں سے آپ کے کان اچھی طرح آشنا ہیں۔ جغرافیہ کی تعلیم میں اُستاد کا زاویہ نظر ہونا چاہئے کہ بنی نوع انسان کو اس سے کیا فوائد پہنچتے ہیں۔ مثلاً اگر جغرافیہ ان دو سوالوں کا جواب دے کہ فلاں مقام کہاں ہے اور وہاں کیوں ہے تو تیسرا اور سب سے زیادہ ضروری سوال یہ ہونا چاہئے کہ اُس کے وہاں ہونے سے کیا فائدہ انسان کو پہنچتا ہے؟ ظاہر ہے کہ دوسرا سوال اس امر کا مقتضی ہے کہ جغرافیہ کی تعلیم کا سائنٹیفک نقطۂ نظر ہو اور تیسرا سوال چاہتا ہے کہ ایسے ہی ہر مضمون کے متعلق انسان زدایائے نگاہ تشخیص کئے گئے ہیں۔ لیکن میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ ہر مضمون کی تعلیم میں اخلاقی نقطۂ نگاہ کو پیش نظر نہ رکھا جائے۔ تاریخی واقعات۔ ادبی شہ پارے۔ مؤثر اور دلآویز نظمیں پڑھاتے وقت کیوں طلبا کو بہترین اخلاقی سبق نہ پڑھائے جائیں؟ اگر اس طرح اسلامی اور عیسوی اور اہل ہنود کی تعلیم کے اخلاقی نظریئے تینوں مذاہب کی بہترین شخصیتوں کے کیرکٹر کے اخلاقی پہلو غیر محسوس طریقہ سے طلبا کے ذہن نشین کرا دیئے جائیں۔ تو نہ صرف طلباء کے اخلاق پر بہترین اثر پڑیگا بلکہ آپس میں اتحاد و اتفاق کی ایک نہایت خوشگوار فضا پیدا ہو جائے گی۔ جو ملک کی سود و بہبود اور اقوام کی فوز و فلاح کی ممد و معاون ثابت ہوگی۔ سکول ٹائم ٹیبل میں علیحدہ پیریڈ رکھنا اور خاص اہتمام کرنا یقیناً اس کے آگے ہیچ اور لایعنی ثابت ہوگا۔

نہ صرف اسباق میں اس کو مدنظر رکھا جائے بلکہ تعلیمی تحریکات میں اسی کا خیال رکھا جائے۔ خصوصاً سکاؤٹنگ کو اس مقصد کے حصول کا بہترین وسیلہ بنایا جا سکتا ہے۔ خاموش مطالعہ کا گھنٹہ بہترین طور پر اس میں صرف کیا جا سکتا ہے۔ بڑے بڑے مذہبی پیشواؤں۔ مصلحوں۔ لیڈروں۔ سپہ سالاروں اور عالموں کی سیرتیں طلباء کے ہاتھوں میں دی جائیں تاکہ وہ ہستیاں مجسم ہو کر انکی آنکھوں کے سامنے آ جائیں اور نمونہ بنیں جنہوں نے اخلاق فاضلہ کے بہترین پہلوؤں پر عمل کر کے دُنیا کو دکھایا ہے۔ اگر آپ اپنے طالب علم کو بہادر بنانا چاہتے ہیں تو مُفت بہادری پر لیکچر نہ دیں۔ تقریریں نہ کریں۔ بہادر بنو، بہادر بنو نہ رٹوائیں بلکہ آپ بہادروں کے کارنامے اُسے دکھائیں۔ ظاہری آنکھوں سے بھی اور دل کی آنکھوں سے بھی۔

اخلاقی تعلیم میں دو تاثرات کام کرتے ہیں۔ طالب علم کے گھر کا ماحول اور مدرسہ کی فضا جماعت میں مختلف طلباء ہوتے ہیں جن میں سے بعض کے گھر کا اخلاقی ماحول اچھا ہوتا ہے بعض کا بُرا۔ مدرسہ میں وہ صرف چھ گھنٹے رہتے ہیں۔ اپنے گھروں پر اٹھارہ گھنٹے۔ اس صورت میں اُستاد کا اثر طلبائے کے اخلاق پر ڈالنا مشکل ہوتا ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ اُستاد طلباء کے اخلاق پر اثر انداز ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ امر تو مسلمہ ہے کہ بچوں میں بڑی زبردست کار فرمائیاں قوت ناقلہ کی ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ اس لئے اُستاد کے اقوال۔ اس کے افعال اور اس کے خیالات غیر مرئی طریقہ پر نہایت گہرا اثر بچوں کے اخلاق پر ڈالتے ہیں۔ اُستاد کی شخصیت اس لحاظ

سے نہایت اہم ہے -

دوسرا زبردست عنصر ضبط مدرسہ ہے. جس مدرسہ کا ضبط عمدہ ہوگا اُمید کی جاسکتی ہے کہ اُس کے طلبا میں بھی اچھے اخلاق ملینگے - اس لئے اگر کسی طالب علم نے کوئی اخلاقی جرم کیا ہے یا قوانین مدرسہ کی خلاف ورزی کی ہے تو فوراً اُسے پاداش عمل ملنا ضروری ہے - اگر ایک مرتبہ اخلاقی جرم یا مجلسی قصور کے متعلق کوئی نوٹس نہ لیا گیا اور ایک دو مرتبہ اور درگذر سے کام لیا گیا ہے تو یقینی بات ہے کہ اس طرح طالب علم کے اخلاق کو ناقابل تلافی نقصان اُستاد نے پہنچا دیا. صفائی - سچائی - ہمدردی - رواداری - کوآپریشن - ایثار کی عادتیں پیدا کی جائیں -

اس ضمن میں کھیل کا میدان سکول کے کمرہ سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے - چونکہ وہاں طلبا اور اساتذہ زیادہ آزادانہ اور بے تکلفانہ طور پر ملتے جلتے ہیں - ایک دوسرے کے اوضاع و اطوار دیکھنے کا زیادہ موقعہ ملتا ہے - ایمانداری امداد باہمی - اپنے مفاد کو جماعت کے مفاد پر قربان کر دینا - ایثار - باقاعدگی - اطاعت - ضبطِ نفس کے بہترین عملی طور پر سبق دیئے جا سکتے ہیں -

رمزی

نصائحِ زرّیں

(۱) والدین کے ساتھ محبت کرنا اور انکی تعظیم و تکریم بقدر امکان بجالانا حقیقت میں خدائی محبت کے آگے سر جھکانا ہے -

(۲) اگر کسی کے حرکات و سکنات تہذیب کے خلاف ہوں تو اس کا مذاق نہ اُڑاؤ - بلکہ اس کو خلوت میں پند و نصیحت کرو -

(۳) نفس پرستی زندگی کو تباہ کر دیتی ہے - اس لئے نفس پر غالب آنے کی کوشش کرو -

(۴) جو شخص بے حساب بہشت میں جانا چاہے - تو اس کو اپنے سارے اوقات طاعت میں صرف کرنے چاہئیں

(۵) ایسے خوش اخلاق بنو کہ دوست اور دشمن دونو کے لئے تمہاری ذات باعث رحمت ہو -

(۶) راستبازانہ زندگی بسر کرو اور اپنی عزت و حرمت کو جان سے عزیز رکھو -

(۷) کسی مجلس میں جاؤ تو دوسروں کے مراتب کا خیال رکھو اور اپنے درجہ کے موافق جگہ دیکھ کر بیٹھو -

(۸) عجز و انکساری میں یہ قوت ہے کہ آن کی آن میں دوسروں کے دل پر تصرف حاصل کر لیتی ہے - اس لئے انکساری پیدا کرو -

(۹) محنت اور کوشش سے کوئی چیز حاصل کی ہو - تو اس پر ناز نہ کرو -

(۱۰) انسان دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دے -

(۱۱) اگر انسان دُنیا میں اپنی نیکیوں کا پلہ بھاری رکھنا چاہے تو وہ اپنے اکثر اوقات عبادت الٰہی میں صرف کرے -

(۱۲) انسان اپنے آپ کو مسافر اور دُنیا کو سرائے فانی سمجھے -

تاج الدین ٹیچر میونسپل اُردو مدرسہ شولاپور

قدرِ سخن

دامن سے لگ رہے ہیں آنسو نکل نکل کر — رسوا کریں نہ مجھ کو ناداں مچل مچل کر

روئی نہ ہائے شیریں فرہادِ کوہکن پر — پانی ہوئے اگرچہ پتھر پگھل پگھل کر

اے رہرو محبت ہشیار ہو کے چلنا — لغزش نہ ہو قدم کو رکھنا سنبھل سنبھل کر

مایوس مغفرت سے اے دل ہیں کیوں عجب کیا — محشر میں بخشوائے رحمت مچل مچل کر

فیاض اب جہاں میں قدرِ سخن کہاں ہے
ناحق کیے ہیں ضائع موتی اُگل اُگل کر

فکرِ سلیم

(از جناب محمد شرف الدین صاحب سلیم بنگلوری)

اُس کی جو بات ہے نرالی ہے — لبِ نازک ہے اور گالی ہے

یہ تو اکثر ہوا ہے اے ناصح — توبہ کرتے ہی توڑ ڈالی ہے

جل کے دل خاک کیوں نہ ہو میرا — نظرِ گرم اُس نے ڈالی ہے

بزمِ ساقی ہے رشکِ جنت — دور میں نور کی پیالی ہے

تیرے اُٹھنے سے اے مرے ساقی — شیشے اوندھے ہیں جام خالی ہے

ظلم مجھ پر کرے گا وہ شائد — لاش مرقد سے کیوں نکالی ہے

قبر میں سو کے حور پائے گا — خواب واعظ کا یہ خیالی ہے

ہائے قسمت میرے لئے ساقی — ایک ٹوٹی ہوئی پیالی ہے

خامۂ گلفشاں نے میرے سلیم
کیا شگفتہ زمین نکالی ہے

صرف نحو

حضرت خواجہ محمد عبدالرؤف صاحب عشرت لکھنوی

ہر زبان کے محاسن اور معائب جاننے کے لئے صرفی نحوی قواعد جاننے کی سخت ضرورت ہے۔ اور صرفی نحوی قواعد کا جاننا اس وقت آسان ہو جاتا ہے۔ جب یہ معلوم ہو جائے کہ زبان کس طرح بنتی ہے۔

تمام مروجہ زبانیں تین قسم کے الفاظ سے بنائی جاتی ہیں۔ ایک اسم دوسرا فعل تیسرا حرف دُنیا کی کوئی زبان اس سے خالی نہیں کسی زبان میں ایسا نہیں ہوتا کہ اسم ہو فعل ہو اور حرف نہ ہو یا حرف ہو فعل ہو اور اسم نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ زبان کے لئے تین جز مقرر ہیں۔ طلبا اگر اس بات کو ذہن نشین رکھیں تو انہیں تحصیل زبان میں اس قدر دقت نہ ہو۔

اسم کہتے ہیں اس لفظ کو جو اپنے مستقل معنی بتائے اور اس میں کمی بیشی نہ ہو سکے۔ جیسے کُرسی اسم ہے اب ہم اس کا کوئی حرف بدل دیں تو اس کے معنی سمجھ میں نہ آئیں گے۔

اسم کے معنی ہم کو نہ معلوم ہوں تو لُغت میں دیکھ کر معنی معلوم کر سکتے ہیں۔

دوسرا لفظ فعل ہے جو اپنے معنی کے ساتھ زمانہ بھی بتاتا ہے جیسے آتا ہوں ایک فعل ہے جسے فعل حال کہتے ہیں یعنے ہم کو معلوم ہو گیا کہ کہنے والا ابھی آتا ہے۔

جاؤنگا اس فعل سے معلوم ہوا کہ کہنے والا ابھی نہیں گیا۔ بلکہ آنے والے زمانے میں جائیگا۔

تیسرا لفظ حرف ہے جس کے کچھ معنی نہیں ہوتے ہیں بلکہ اسم کے ساتھ ملانے سے ایک معنی پیدا ہو جاتے ہیں جیسے "سے" اس کے معنی الگ کچھ نہیں ہیں مگر اسم کے ساتھ ملنے سے کئی معنی حسب موقع پیدا ہو جاتے ہیں۔ سبب کے معنی پر۔ جیسے آپ کی تشریف آوری سے میرے گھر کی زینت ہوگی۔ یعنے آپ کے آنے کے سبب سے کبھی مدد کے معنی پر جیسے آپ سے میرا کام ہو سکے گا۔ اس بیان سے مقصود یہ ہے کہ زبان صرف تین قسم کے الفاظ جاننے سے آسانی سے آ سکتی ہے اور انہیں الفاظ کے بنانے اور ملانے کا نام صرف و نحو ہے۔

صرف وہ علم ہے جس کے جاننے سے ہم کو فعلوں کی بناوٹ اسما کی تبدیلی معلوم ہوتی ہے۔

نحو وہ علم ہے جس کے جاننے سے لفظوں کا ملانا صحیح طریقہ پر معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے ضرور ہوا کہ ہم پہلے مفرد حرفوں کا بیان کریں۔ کیونکہ انہیں حرفوں سے زبان کے الفاظ بنتے ہیں۔

معلوم ہونا چاہئیے کہ ہماری زبان ہندی فارسی عربی کے حرفوں سے بنی ہے۔ اس لئے ہر زبان کے مخصوص حرف

بتا دیئے جاتے ہیں تاکہ طلبا حرفوں کے سبب سے اس بات کو سمجھ لیں کہ یہ حرف کس زبان کا ہے۔ کیونکہ جس زبان کا حرف ہوگا اسی زبان کا لفظ ہوگا۔

عربی زبان کے آٹھ مخصوص حرف ہندوستانی زبان میں آتے ہیں۔

مصرع　ثا و حا و صاد و ضاد و طا و ظا و عین و قاف

فارسی کے چار حرف مخصوص ہیں "پ چ ژ گ" لیکن ژ کے سوا سب حرف ہندی الفاظ میں بھی آتے ہیں۔ اور سنسکرت میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ فارس نے ہماری سنسکرت زبان کے حرف اپنے یہاں لے لئے ہیں۔ علم کے اعتبار سے حرف مفرد دو قسم کے ہوتے ہیں۔ مسروری وہ مفرد حرف ہیں جو دو حرفی کہلاتے ہیں جیسے بے تے ثے حے خے رے طو ظو فے ہے یے وغیرہ۔ ملفوظی وہ حرف ہیں جو تین حرفوں سے لکھے جاتے ہیں اور انکا پہلا حرف تیسرے حرف کے مطابق نہیں ہوتا جیسے الف جیم دال ذال سین شین صاد ضاد عین غین قاف کاف گاف لام۔

مکتوبی وہ ہیں جو تین حرفوں سے لکھے جاتے ہیں اور اسکا پہلا حرف آخر حرف کے مطابق ہوتا ہے۔ مثلاً میم نون واو۔

منقوط و معجمہ وہ حرف جو نقطہ دار ہو۔
موحدہ وہ حرف ہے جو ایک نقطہ رکھتا ہو
مثناۃ وہ حرف ہے جو دو نقطے رکھتا ہو۔
مثلثہ وہ حرف ہے جو تین نقطہ رکھتا ہو
غیر منقوطہ و مہملہ وہ حرف ہے جو نقطہ نہ رکھتا ہو
ملفوظ وہ حرف ہے جو پڑھنے میں آئے
غیر ملفوظ وہ حرف ہے جو لکھنے میں آئے اور پڑھا نہ جائے
حرکت زیر زبر پیش کو کہتے ہیں۔
متحرک وہ حرف ہے جو زیر زبر پیش رکھتا ہو
ضمہ ضم رفع پیش کو کہتے ہیں۔
فتحہ نصب زبر کو کہتے ہیں
کسرہ جر زیر کو کہتے ہیں۔
مضموم مرفوع وہ حرف جو پیش رکھتا ہو

مفتوح منصوب وہ حرف ہے جو زبر رکھتا ہو۔
مکسور مجرور وہ حرف جو زیر رکھتا ہو
سکون جزم کو کہتے ہیں
ساکن وہ حرف ہے جو جزم رکھتا ہو
موقوف وہ حرف ہے جو ساکن کے بعد ساکن آئے۔
مشدد وہ حرف ہے جو دو بار پڑھا جائے۔
نون غنہ وہ نون ہے جو بعد حرف علت کے آئے۔ اور خوب ظاہر کرکے نہ بولا جائے۔ یہاں وہیں یوں
حرف علت۔ الف۔ واؤ۔ یے کو کہتے ہیں۔
ہائے مختفی وہ چھوٹی ہے جو آخر میں اظہار حرکت کے لئے آتی ہے اور تعریف میں گر جاتی ہے جیسے فسانہ پروانہ
ہائے مظہرہ وہ چھوٹی ہے جو آخر میں آتی ہے اور کسی حالت میں نہیں گرتی

یائے تحتانی جو گول لکھی جائے جیسے روٹی یائے دراز جو لمبی لکھی جائے جیسے کالے

علم صرف کی تعریف یہ ہے کہ اس سے ہم کو لفظوں کی بناوٹ فعلوں کی گردان اسما کی تبدیلی معلوم ہوتی ہے۔ جو لفظ معنی دار ہمارے منہ سے نکلتا ہے وہ کلمہ ہے۔ کلمہ کی تین قسمیں ہیں۔ قسم اول اسم ہے۔ جاننا چاہئے کہ اسم وہ کلمہ ہے جو اکیلا اپنے معنی بتائے اور کوئی زمانہ اس کے معنی میں نہ پایا جائے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ اسم جامد وہ اسم ہے کہ وہ کسی اور لفظ سے نہ بنا ہو اور نہ اس سے کوئی لفظ بنایا جاسکے جیسے جنگل اسم مشتق۔ ایسا اسم ہے جو کسی دوسرے لفظ سے بنایا گیا ہو جیسے چال جو چلنا سے بنا لیا گیا۔

اسم مصدر وہ اسم ہے جو کسی دوسرے لفظ سے نہ بنایا گیا ہو اور اس سے دوسرے لفظ بنالئے جائیں جیسے جانا آنا۔ اسم جامد کی دو قسمیں ہیں معنی کے لحاظ سے۔ اسم ذات۔ جو نام ہو کسی چیز کا جیسے تارا۔ کتاب کاغذ۔ اسم صفت جو تعریف ہو کس چیز کی سیاہ سفید۔

منطقیوں نے اور صرفیوں نے بہت سے نام اسما کے رکھ لئے ہیں۔ اسم جنس۔ جو ایک قسم کے تمام افراد پر صادق آسکے جیسے دال چاول۔

اسم نکرہ جو ایک نوع کے تمام افراد پر صادق آئے جیسے عورت۔ بچہ۔ مرد۔

اسم عام۔ جو تمام انواع پر صادق آسکے۔ باغ۔ بہشت۔ کالا۔ سفید۔

اسم خاص۔ اسے اسم معرفہ بھی کہتے ہیں۔ ایک خاص نام جو صرف ایک واحد ذات پر صادق آئے جیسے چاند۔ سورج۔ زمین۔ آسمان لکھنو دہلی رستم حاتم اس کی سات قسمیں ہیں۔

علمؐ۔ ضمیرؐ۔ اشارہ۔ معہودؐ۔ مضافؐ۔ منادیٰؐ۔ موصولؐ علم وہ ہے جو کسی خاص آدمی کا نام ہو علم کی پانچ قسمیں ہیں۔ خطابؐ۔ کنیتؐ۔ عرفؐ۔ تخلصؐ۔ لقبؐ۔

خطاب اس اعزازی نام کو کہتے ہیں جو گورنمنٹ سے ملا ہو جیسے رائے بہادر۔ خان بہادر۔

کنیت وہ جو فیض و برکت حاصل کرنے کے لئے کوئی مبارک لفظ اپنے نام کے ساتھ لگایا گیا ہو جیسے ابوالبرکات

لقب وہ جو کسی صفت کے لحاظ سے بادشاہ نے اپنے لئے کوئی نام تجویز کرلیا ہو یا مشہور ہو گیا ہو جیسے آصف الدولہ۔ لکھو داتا

عرف وہ ہے جو اصلی نام کے بدلے رکھ لیا ہو جیسے اچھن اچھن بن۔

تخلص وہ جو کسی شاعر نے نظم کے لئے اپنا نام تجویز کیا ہو جیسے آتش ناسخ۔

اسم ضمیر وہ ہے جو نام کے بدلے مختصر الفاظ لائے جائیں جیسے ہم تم آپ ہیں۔

اسم اشارہ وہ جو کسی آدمی یا چیز کی طرف اشارہ کیا جائے جیسے یہ لکڑی وہ آدمی

اسم موصول۔ وہ ہے جس کے بعد ایک جملہ بطور بیان کے آئے۔ اس جملہ کو صلہ کہتے ہیں۔ جو جو۔ جونسا۔

جس۔جو اسم موصول ہیں جیسے جو آدمی آئے اُسے بٹھانا۔اس میں جو آدمی اسم موصول۔اسے بٹھانا صلہ ہے۔

اسم معہود۔جو نام ذہن میں محفوظ ہو یا ذہن سے خارج ہو ایک کو معہود ذہنی دوسرے کو معہود خارجی کہتے ہیں۔معہود ذہنی کی مثال میرا دوست کہاں ہے۔اور دوست سے مراد کوئی خاص شخص ہو۔ حضور نظام کو عرضی بھیجدو اور نظام سے مراد نظام دکن سے ہو۔اس میں دوست معہود ذہنی نظام معہود خارجی

اسم منادا جو پکارا جائے جیسے اے بھائی۔اس میں اے حرف ندا ہے بھائی منادیٰ ہے۔

اسم مضاف وہ اسم نکرہ ہے جو ان پانچوں اسمائے مذکورہ کی طرف مضاف ہو جیسے محمود کا لڑکا۔خان بہادر کا عزیز۔مولوی ابوالبرکات کا غلام۔اچھن کا قلم۔تمہارا کتب خانہ۔

آتش کا مکان۔اس میں لڑکا۔عزیز۔غلام۔قلم۔کتب خانہ۔مکان اسم مضاف ہیں۔

نحو کا بیان

نحو وہ علم ہے جس سے کلموں کے ملانے کا قاعدہ معلوم ہو۔جب کم سے کم دو کلمے ملائے جائیں تو انکو کلام کہتے ہیں۔کلام کی دو قسمیں ہیں۔کلام ناقص کلام تام

ناقص کلام وہ ہے جس سے سُننے والے کو پورا مطلب نہ معلوم ہو سکے جیسے سفید چادر۔پرانی کتاب اس سے سُننے والے کو بات کا پورا مطلب معلوم نہ ہُوا۔

کلام تام وہ ہے جس سے سُننے والے کو بات کا مطلب معلوم ہو جائے جیسے تندرستی بھی ایک نعمت ہے۔

کلام ناقص کی بہت سی قسمیں ہیں۔مرکب اضافی مرکب توصیفی۔مرکب عددی۔مرکب امتزاجی۔مرکب غیر امتزاجی

اضافی جب دو اسم ایک دوسرے کے متعلق کئے جائیں تو ایک کو مضاف دوسرے کو مضاف الیہ کہتے ہیں۔

اُردو میں پہلے مضاف الیہ آتا ہے پھر مضاف جیسے آدمی کا دل۔مکان کی چھت۔آم کے ٹوکرے۔

اضافت کی نو قسمیں ہیں۔تملیکی۔تخصیصی۔توضیحی۔بیانی۔تشبیہی۔استعاری ظرفی۔ادنیٰ ملابست توصیفی۔

تملیکی مالک کی اضافت مملوک کی طرف برج موہن کی زمین۔

تخصیصی مضاف الیہ سے مضاف کی خصوصیت چنبیلی کی پتی۔

توضیحی مضاف سے مضاف الیہ کی وضاحت جنوری کا مہینہ منگل کا بازار۔

بیانی مضاف سے مضاف الیہ کی حقیقت اور مادہ معلوم ہو۔اینٹ کی دیوار۔چاندی کی انگوٹھی۔

تشبیہی جس میں مضاف الیہ کی مثال مضاف سے دی جائے۔چاند کا چہرہ یعنی چاند کا سا چہرہ

استعاری جس میں مضاف الیہ کا عین مضاف سمجھا جائے جیسے ابرو کی تلوار۔

اضافت ملابستہ تھوڑے تعلق سے مضاف الیہ سے مضاف کو منسوب کیا جائے جیسے ہمارا شہر۔ میری زبان۔
ظرفی جس میں مضاف الیہ ظرف اور مضاف مظروف ہو جیسے دریا کا پانی۔ جنگل کا سبزہ۔
اضافت توصیفی جس سے کسی چیز کی بھلائی یا برائی معلوم ہو شدت کی دھوپ۔
مرکب توصیفی دو اسم مل کر پہلا صفت اور دوسرا موصوف ہو تو مرکب توصیفی ہے۔ اچھا آدمی۔ کالی دری۔
مرکب عددی جو دو عددوں سے مل کر بنا ہو جیسے اکیس اکتیس تیئیس چوبیس۔
مرکب ظرفی جو ظرف مظروف سے مل کر بنا ہو جیسے پاندان قلمدان
مرکب امتزاجی جو دو جز مل کر ایک کلمہ بنا ہو جیسے گھبیارہ نکٹی
مرکب غیر امتزاجی جب دو اسم مل کر ایک ہو گئے ہوں جیسے گلاب جامن۔ شکر قند
مرکب اشارتی جو اسم اشارہ سے ایک اسم ملاکر بنایا جائے جیسے وہ دریا
مرکب موصولی جو صلہ اور موصول سے مل کر بنا ہو جیسے وہ روپیہ جو تم نے دیا تھا۔
مرکب مبدل و مبدل منہ جب دو اسم اس طرح بیان کئے جائیں کہ وہ مقصود اصلی اور دوسرے سے چنداں غرض نہ ہو تو مقصود اصلی کو مبدل اور دوسرے کو مبدل منہ کہتے ہیں۔ جیسے لچھمن کا چچا نرائن۔ اس میں لچھمن مبدل ہے نرائن مبدل منہ ہے۔
مرکب عطفی ایک اسم معطوف علیہ دوسرا معطوف آئے۔ جیسے کرم چند اور مولچند اس میں کرم چند کی طرف مولچند کو پھیرا۔ اس لئے کرم چند معطوف علیہ اور مولچند معطوف ہے۔
مرکب تاکیدی جس میں تاکید ہو جیسے میں ضرور آؤنگا۔ اس میں ضرور تاکید ہے اور میں موکد۔
مرکب تمیزی جو دو اسموں سے مرکب ہو اور ایک اسم دوسرے اسم کی شرح کرے۔ کالی چادر اس میں کالی تمیز ہے اور چادر ممیز ہے
مرکب مبین و بیان۔ اس میں ایک اسم مبین ہوتا ہے۔ اور دوسرا بیان۔ لیکن بیان کے ساتھ کاف بیانیہ اکثر آتا ہے۔ یہ غلط ہے کہ بیٹے تم کو برا کہا۔ اس میں یہ غلط ہے مبین ہے کہ بیٹے تم کو برا کہا بیان ہے۔
واضح ہو کہ انہیں کلام ناقص کو ملاکر کلام تام بنا سکتے ہیں۔ کلام ناقص کو مرکب غیر مفید بھی کہتے ہیں۔

کلام تام کا بیان

کلام تام کو مرکب مفید بھی کہتے ہیں۔ مرکب مفید کم سے کم دو کلموں سے مرکب ہوتا ہے اور جہاں صرف ایک جملہ مرکب مفید ہو وہاں دوسرا جملہ محذوف ہوتا ہے۔ جیسے آؤ اور جاؤ۔ اصل میں تم آؤ تم جاؤ ہے۔
نحو کے لحاظ سے جملے کی دو قسمیں ہیں۔ فعلیہ اور اسمیہ۔ ہر جملہ کے دو جز ہوتے ہیں۔ مسند الیہ اور مسند۔ مسند

اور مسند الیہ دونو ہو سکتا ہے جیسے کتا کالا ہے ۔ اس میں کتا مسند الیہ کالا مسند ہے ۔ مسند سے اُردو میں ہمیشہ مسند الیہ پہلے آتا ہے اور اسم ہوتا ہے ۔ فعل مسند الیہ نہیں ہوتا صرف مسند ہوتا ہے ۔ جس کو مسند الیہ اور مسند کہتے ہیں اگر اس جملے میں کوئی خبر ہو تو اسے **مسند** اور خبر بھی کہتے ہیں ۔ جیسے کتا کالا ہے ۔ کتا اسم **مبتدا** کالا اسم صفت خبر خبر مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوًا ۔ جملہ خبریہ دو قسم کا ہوتا ہے ۔ جملہ فعلیہ خبریہ ۔ جملہ اسمیہ خبریہ ۔

جملہ اسمیہ میں یا فعل ناقص ہوتا ہے یا کلمہ ربط ۔ مثلاً یہ مکان میرا نہیں ہے ۔ نہیں ہے (کلمہ ربط) یہ مکان (مبتدا) میرا (خبر)

اسی طرح یہ کپڑا باریک ہے ۔ تمہارا گھر میرے گھر سے دُور ہے ۔ ان تلوں میں تیل نہیں ہے ۔ جملہ اسمیہ خبریہ ہیں ۔

جملہ فعلیہ خبریہ مثلاً "میں بریلی سے آتا ہوں" ۔ آتا ہوں (فعل) میں (ضمیر فاعل) سے (حرف جار) بریلی (مجرور) جار مجرور مل کر متعلق فعل فعل فاعل اور متعلقات مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ۔

جملہ خبریہ میں وہی ہے جس کے کہنے والے پر جھوٹ اور سچ کا شک ہو سکے اور جس جملے کے کہنے والے پر جھوٹ اور سچ کا احتمال نہ ہو سکے اسے جملہ انشائیہ کہتے ہیں ۔ جیسے ابھی یہاں سے جا اس کی ترکیب اس طرح ہوگی تو فاعل ابھی ظرف زماں یہاں مجرور مظروف سے حرف جار فاعل اپنے جار و مجرور سے مل کر جملہ جاریہ ہوًا ۔ جملہ جاریہ جا فعل امر فعل اپنے جاریہ سے مل کر جملہ انشائیہ ہوًا ۔ اسی طرح تم اپنا گھوڑا بیچ ڈالو جملہ انشائیہ ہے ۔

جملہ فعلیہ متعدی میں پہلے فاعل بعد مفعول پھر فعل آتا ہے ۔ جیسے سندر نے احمد کو کھانا دیا ۔ سندر فاعل نے علامت فاعل متعدی احمد مفعول کو علامت مفعول کھانا دیا ۔ فعل مرکب فاعل اپنے مفعول اور فعل سے مل کر جملہ فعلیہ متعدی ہوًا ۔

جملہ فعلیہ مجہول میں مفعول بجائے فاعل کے آتا ہے ۔ باجا بجایا گیا ۔ باجا مفعول بجائے فاعل بجایا گیا فعل مجہول فاعل اپنے فعل سے ملکر جملہ فعلیہ ہوًا ۔ مجرور و جار ۔ اُردو میں پہلے مجرور آتا ہے ۔ پھر جار جیسے فرہاد نے شیریں کو محبت سے دیکھا ۔

فرہاد فاعل نے علامت فعل شیریں مفعول کو علامت مفعول محبت مجرور سے حرف جار مجرور جار سے مل کر متعلق ہوًا ۔ دیکھا فعل متعدی کے فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوًا ۔

ایک ایسی چیز جسے پہلے لوگ پڑھنے کے لئے سنبھال کر رکھتے تھے اور اب ایک طرف رکھ دینے کے لئے پڑھی جاتی ہے ۔ بعض لوگ پڑھنا بھولے ہوئے ہیں اور بعض لوگ پڑھ کر بھول جاتے ہیں ۔ (وہ کتاب ہے)

غزل

(نتیجۂ فکر جناب سید زاہد علی صاحب اثرؔ گورکھپوری شاگرد فصیح العصر حضرت نوح ناروی مدظلہٗ)

(بہ قید یک قافیہ)

جلوہ تیرا کس قدر ظالم رقیبِ ہوش ہے　　میں تو کیا ہوں انجمن کی انجمن خاموش ہے

فصلِ گل میں کس قدر وارفتگی کا جوش ہے　　کوئی غنچہ مسکراتا ہے کوئی خاموش ہے

اس سے بہتر ہو نہیں سکتا جفاؤں کا جواب　　قتل کرتا ہے کوئی لیکن کوئی خاموش ہے

اہلِ محفل شمع سے آدابِ محفل سیکھ لیں　　کب سے جلتی ہے مگر اس وقت تک خاموش ہے

اُف رے میری بے خودی اللہ رے تیرا رعبِ حسن　　چاہتا ہوں کچھ کہوں لیکن زباں خاموش ہے

دشتِ غربت میں الٰہی میں کسے آواز دوں　　جس طرف دیکھو اُدھر اک منظرِ خاموش ہے

کیوں نہیں تم کو یقین بیمارِ غم کی موت کا　　بند ہے اس کی زباں بھی نبض بھی خاموش ہے

کر رہی ہے یہ زبانِ حال سے اظہارِ غم　　کون کہتا ہے مری شمع لحد خاموش ہے

اس طرح بے خود کیا میری نگاہِ یاس نے　　ہاتھ میں قاتل کے خنجر ہے مگر خاموش ہے

خنجرِ بیداد سے وہ چھیڑتے ہیں رات دن　　اور اس پر بھی کوئی خاموش کا خاموش ہے

اس کو اظہارِ محبت کی ضرورت ہی نہیں　　درد میں ڈوبی ہوئی شکلِ دل خاموش ہے

ایک دن نالے اُٹھائیں گے قیامت ہر طرف
اے اثرؔ جب تک کوئی خاموش ہے خاموش ہے

(خوش گفتنی و دُر سفتنی ۔ جوشؔ ملسیانی)

چند مفید باتیں

برائے ڈرل انسٹرکٹر صاحبان

(از راؤ نواب علی خاں صاحب کلانوری ڈرل انسٹرکٹر گورنمنٹ ہائی سکول جگادھری)

(۱) اپنے مضمون پر بخوبی حاوی ہونے کی کوشش کیجئے - اور اُس کی اہمیت طلباء کے دلوں میں جاگزیں کرلیجئے - اپنے پیریڈ کو اسقدر دلچسپ بنائیے کہ وہ نہایت شوق سے ڈرل کے گھنٹہ کا انتظار کریں -

(۲) پروگرام میں وقتاً فوقتاً بلکہ روزانہ اضافہ اور تبدیلی کرتے رہو - ورنہ ایک پُرانے پروگرام سے اُنکی طبیعت اُکتا جائیگی - ساتھ ہی آپ کی وقعت بھی اُن کے دلوں سے جاتی رہے گی -

(۳) طلباء کے جسم پر قابو پانا کوئی بڑی بات نہیں - اُن کے دلوں پر قابو پانے کی کوشش کرنی چاہئے - اس طرح سے وہ آپ کے دِل سے مطیع و فرمانبردار ہونگے -

(۴) آپ کا خاکی لباس (خاکی نیکر اور خاکی قمیص) کم خرچ اور بالانشیں لباس ہے - اور ڈرل انسٹرکٹر کے لئے اس سے موزوں کوئی لباس بوقت ڈرل اور کھیل وغیرہ نہیں ہو سکتا - اس لئے آپ سکول میں ہمیشہ خاکی وردی میں آیا کریں - اور ڈرل کراتے وقت سوائے نیکر قمیص کے آپکے بدن پر کوئی چیز نہ ہو - ایسے طلباء کو جو نیکر پہن کر سکول میں آتے ہیں ہدایت کریں - کہ وہ ہمیشہ قمیص کو نیکر کے اندر رکھیں -

(۵) طلباء کو خود کبھی نہ کہو - کہ فلاں لباس ڈرل کے لئے موزوں ہے - اس لئے وہ استعمال کرنا ضروری ہے - بلکہ اُنکو ایسے لباس (Khaki Uniform) کی ضرورت محسوس کراؤ - تاکہ وہ خود بخود اس لباس کو استعمال کریں -

(۶) سیٹی کو کسی اہم موقعہ پر استعمال کرنا چاہئے - سیٹی سے ڈرل کرانا مناسب نہیں - اس کے مقابلے میں آپ کا زبانی حکم ایسا ہونا چاہئے کہ وہ تمام سکول کو (Controll) کر سکے - لیکن یہ یاد رہے کہ آواز تعداد کے مطابق ہو - یہ نہیں کہ سامنے بیس لڑکوں کی جماعت کھڑی ہے - اور آپ شیر کی طرح چنگھاڑ مار رہے ہیں - بلکہ آواز میں یہ خوبی ہو - کہ وہ طلباء میں چستی پیدا کردے -

(۷) طلباء کو حکم سوچ سمجھ کر دو - اور پھر اُن سے تعمیل کی پوری توقع رکھو - ایسا حکم کبھی مت دو جس کی تعمیل نہ ہوسکے - اور ذلت کا منہ دیکھنا پڑے - ہمیشہ (Order is order) کے پابند رہو - مگر یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے - جبکہ آپ اپنا حکم سوچ سمجھ کر دیں -

(۸) ڈرل کا پیریڈ کسی دوسرے ٹیچر کو مت دو۔ اس سے طلبا کے دلوں میں یہ ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ کہ یہ فضول پیریڈ ہے اس لئے اس میں جانا یا نہ جانا برابر ہے۔ اس معاملہ میں مصلحتِ وقت کو مدِ نظر رکھ کر کام کیا جائے سختی سے کوئی اصول پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا۔

(۹) کلاس کو ہمیشہ وقت پر میدان میں آنے کی ہدایت کرو۔ اور گھنٹہ بجتے ہی فوراً چھوڑ دو۔ وقت کی پابندی نہایت ضروری ہے۔ اس معاملے میں ایک قابل اور سمجھدار پی۔ ٹی کا فرض ہے کہ وہ تمام عملہ سے کوآپریشن رکھے۔ ورنہ کام ادھورا رہ جائیگا۔

(۱۰) آپ کو کبھی کبھی سکول کے ادنے ملازمین سے بھی کام پڑتا ہے۔ اوّل تو آپ میں ایسی خوبی ہونا چاہئے کہ وہ آپکا کام بخوشی کرنے کو تیار رہیں۔ اور اگر مقامی حالات ایسے نہ ہوں۔ تو ہیڈ ماسٹر صاحب کے حکم سے تمام کام بطریق احسن ہو سکتا ہے۔ اس میں ملازمان کو ذرا بھی حیل و حجّت کا موقعہ نہیں ہو سکتا۔

(۱۱) جس طرح سے ہر شخص کو اپنے مکان کی صفائی کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح آپکا بھی فرض ہے۔ کہ آپ اپنے بغیر چھت کے کمرے یعنی میدانِ کھیل کو ہر لحاظ سے صاف ستھرا رکھیں۔ اگر روزانہ نہیں تو دوسرے تیسرے روز کنکر۔ کانٹے شیشے۔ چھلکے۔ پتے۔ ردی کاغذ وغیرہ اٹھوا دیا کریں۔ اگر میدان ہیڈ ماسٹر صاحب کی مہربانی سے گھاس والا کرا لیا جائے۔ تو یہ امر آپکے لئے موجب مسرت ہو گا۔

(۱۲) طلباء کو ہدایت کیجئے۔ کہ وہ ڈرل کے میدان میں دیسی جوتا پہن کر نہ آئیں۔ اس کے لئے ربڑ کا جوتا کم خرچ اور بالا نشین چیز ہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ننگے پاؤں آنا مناسب ہے۔ اُن کو سمجھا دیجئے۔ کہ دیسی جوتا پہن کر ڈرل کرنے سے دماغ پر برُا اثر پڑتا ہے۔

(۱۳) بارش اور آندھی یا سخت دھوپ کے موقعہ پر طلبا کو کمرۂ جماعت میں بذریعہ تقریر سکولوں میں ڈرل کی ضرورت پر مباحثہ کرائیں جس کی غرض و غائت یہ ہو کہ یہ مضمون انگریزی اور ریاضی سے بھی کہیں زیادہ مفید اور ضروری ہے۔ اور دیگر مضامین سے کسی صورت میں کم نہیں ہے۔

(۱۴) چونکہ آپ صرف لیفٹ رائٹ کرانے کے ہی ذمہ وار نہیں ہیں۔ بلکہ طلبا کی جسمانی صحت کے مکمل طور سے ذمہ وار ہیں۔ اس لئے اُنکو نہایت صبح اُٹھنا۔ دانتن کرنا۔ نہانا۔ اور صفائی کے متعلق ہدایت کرتے رہیں۔ اور ہفتہ وار ہیلتھ انسپکشن ٹیچر انچارج صاحبان کی مدد سے کرتے رہیں۔ بعد ازاں ہر مہینہ کی پہلی تاریخ کو ہیلتھ اور صفائی کا ریکارڈ یعنی اول دوم سوم درجہ کے لحاظ سے ہیڈ ماسٹر صاحب کے دستخط سے سکول کے نوٹس بورڈ پر چسپان کر دیں۔ تاکہ طلبا مقابلے کی قوت سے فائدہ اُٹھا کر صفائی پر عمل کرنے کے عادی ہو جائیں۔

(۱۵) گاہ بگاہ کمرۂ جماعت میں جا کر طلبا کی طرز نشست اور برخاست کو درست کیا کریں۔ اور بوقت دعا معمولی سی ڈرل سے اُن کو پڑھنے کے لئے تیار کیا کریں۔ مگر یہ صرف گرمی کے موسم میں مناسب ہے۔ سردیوں میں طلباء دس بجے

کھانا کھا کر آتے ہیں۔ اس لئے اُس وقت ضروری نہیں۔ بلکہ ممنوع ہے۔

(۱۶) ایک کلاس سے دوسری کلاس تک لائن میں چلنے کی ہدایت کریں۔ اور وقتاً فوقتاً نگرانی کرتے رہیں۔ کہ کوئی فالتو لڑکا کمرے سے باہر نہ پھر رہا ہو۔

(۱۷) سلیبس۔ ٹائم ٹیبل۔ اتھلیٹک اور ہیلتھ ریکارڈ زپی۔ٹی روم میں آویزاں کردیئے جائیں۔ مناسب ہو کہ ریڈ کراس وغیرہ کے شائع کردہ چارٹس اور نقشے جو اصولِ صحت پر مبنی ہوں۔ مناسب جگہوں پر لٹکا دیئے جائیں۔

(۱۸) مقامی حالات کو مدِنظر رکھتے ہوئے شہر میں اور اپنے سکول میں ہیلتھ کلب جاری کرنے کی کوشش کی جائے۔ شہر کی ہیلتھ کلب میں اپنے طلباء کے وارثان کو خاص طور سے شامل کیجئے۔ تاکہ وہ آپ کے کام میں ممد و معاون بن سکیں۔

(۱۹) بورڈنگ ہاؤس میں ہیڈ ماسٹر صاحب کی اجازت اور سپرنٹنڈنٹ صاحب کے کواپریشن سے فائدہ اُٹھا کر گرمیوں میں رات کی سُستی دور کرنے والی صبح کی ڈرل کرانی چاہیئے۔ ساتھ ہی تمام بورڈرز کی ایک ہیلتھ کلب بنائی جائے۔ اس طرح سے آپ بورڈرز کو تمام طلباء سکول کے لئے بطور نمونہ پیش کرسکتے ہیں۔

(۲۰) میجر گیمز ہاکی فٹ بال۔ کرکٹ وغیرہ کی ٹیمیں بنا کر سکول میں تمام کھیلوں کو حسبِ ہدایت ہیڈ ماسٹر صاحب بہترین طریقہ سے جاری کرنا ضروری ہے۔ ٹائم ٹیبل کے سختی سے پابند رہو۔ طلباء کی حاضری لو۔ اور غیر حاضر طلباء کی رپورٹ دوسرے دن صبح ہیڈ ماسٹر صاحب کی خدمت میں پیش کرو۔ اس تمام کام میں ممبران سٹاف آپ کی کافی مدد کرسکتے ہیں۔ ورنہ تمام ٹیموں کے کیپٹن اور اُن کے اسسٹنٹ ایسے مقرر کرلو جن کی وجہ سے کھیلوں کا انتظام بہت اچھا ہوجائے۔

(۲۱) ہر سال ماہ مارچ میں انٹر سکول ٹورنیمنٹ یعنی سکول کی جماعتوں کے آپس میں مقابلے" درجہ وار کرائے جائیں اور اُن کا ریکارڈ پی۔ٹی روم میں آویزاں کردیا کریں۔ اس کے لئے افسرانِ بالا کی اجازت نہایت ضروری ہے۔ اگر ہوسکے تو انعامات تقسیم کرائے جائیں۔ مگر یہ بات نہایت غور طلب ہے کہ کوئی انعام نقدی کی صورت میں نہ دلایا جائے۔

(۲۲) اکثر اوقات دیکھا گیا ہے کہ خانگی امتحانات کے موقعوں پر جن طلباء کے پرچے نہیں ہوتے ہیں۔ وہ بیکار پھرتے رہتے ہیں۔ بیکاری تمام بُرائیوں کی جڑ ہے۔ اس لئے آپ ایسے لڑکوں کے لئے کھیلوں کا مناسب انتظام کردیا کریں۔ تاکہ وہ اِدھر اُدھر بیکار نہ پھریں۔ چونکہ امتحانات کے موقعہ پر طلباء بہت زیادہ محنت کرتے ہیں۔ اور کھیل وغیرہ بالکل چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اس لئے امتحانات کے دنوں میں کھیلوں کا خاص طور سے انتظام کیا جائے۔

(۲۳) اپنے روزانہ پروگرام میں دلچسپ کھیلوں کا ضرور اضافہ کرتے رہو۔ تاکہ طلباء اپنے کمروں میں خوش و خرم واپس جایا کریں۔ علاوہ ازیں کبھی کبھی کلاسوں کے مقابلے آپس میں کراتے رہو۔ اور مختلف کھیلوں کی کلب سے مقابلے کرادیا کریں۔ تاکہ سکول میں ایک زندگی پائی جائے۔

(باقی باقی)

نیرنگِ قدرت

(از جناب پنڈت شیو ناتھ صاحب کول شاکر۔ گوالیاری)

طُرفہ دلچسپ رنگِ دُنیا ہے　　قابلِ غور منظر اُس کا ہے
یہی دیکھا جہانِ فانی میں　　ایک آتا ہے ایک جاتا ہے
کوئی اپنا نہیں ہے دُنیا میں　　جیتے جی کا یہ سارا ناتا ہے
دیکھو نیرنگ اُسکی قدرت کا　　کیا تماشائے حیرت افزا ہے

ایک ذرے پہ غور کرنے سے　　ہوش اُڑتا ہے دم اُلجھتا ہے
کس طرح ہے زمین کو گردش　　کس طرح آسمان ٹھہرا ہے
دن کو ہے آفتاب کا جلوہ　　شب کو مہتاب دورہ کرتا ہے
ایسے تارے فلک پہ چھٹکے ہیں　　موتی ایک ایک جیسے بکھرا ہے

صبح کے بعد شام ہوتی ہے　　رات کے بعد دن کا دورا ہے
کبھی گلرنگ ہے قبائے فلک　　کبھی نیلا لباس اُس کا ہے
کبھی ہے آفتاب زیرِ سحاب　　کبھی دن ہے جُدا اندھیرا ہے
کبھی بجلی چمکنے لگتی ہے　　کبھی ابرِ سیہ گرجتا ہے

ابر کیونکر ہے صورتِ غربال　　پانی کس طرح اس سے چھنتا ہے
آسمان کیا زمین کو دیکھو　　ڈھنگ اُس کا بھی کچھ نرالا ہے
ایک عالم بسا ہے زیرِ زمین　　اک زمانہ اسی پہ رہتا ہے
کہیں خشکی کہیں تری پائی　　کہیں ظلمت کہیں اُجالا ہے
کہیں شادی ہے باغ باغ ہے دل　　کہیں افسردگی سی پیدا ہے

کہیں قمری ہے سرو پر قربان — کہیں بُلبل گلوں پہ شیدا ہے
خوبرویوں کا ہے کہیں جمگھٹ — کہیں عشاق کا بھی میلا ہے
ہے اگر باغ غیرتِ جنّت — وحشت آگیں فضائے صحرا ہے
تنگ آیا ہے کوئی جینے سے — اپنے جینے پہ کوئی مرتا ہے
کیا کہوں حال اُسکی قدرت کا — وہ تو ہر چیز سے ہویدا ہے
دیکھ کر صنعتیں یہ کہتا ہوں — وہی جانے یہ فعل جس کا ہے
ناخنِ فکر ہے یہاں بیکار — ایسا پیچیدہ یہ معمّا ہے

بس یہی اس جگہ مناسب ہے
رہے شاکر بشر تو اچھا ہے

رباعیات

اُلٹا نظر آتا ہے نظامِ ہستی — (۱) ہے صبح ہی دراصل یہ شامِ ہستی
پینا ہے اگر تجھکو تو پی لے جلدی — اِک روز چھلک جائے گا جامِ ہستی

زیبا نہیں انسان کو نازِ ہستی — (۲) گردوں پہ اُڑاتا ہے جہازِ ہستی
اس کو تو فقط کام بجانے سے ہے — کچھ غم نہیں ٹوٹ جائے سازِ ہستی

ہر رنگ میں موجود ہے صورت تیری — (۳) ہر پھول میں مستور ہے نکہت تیری
ہر چند کہ دیکھا نہیں آنکھوں نے تجھے — مندر میں مگر دل کے ہے مورت تیری

ماضی کی کوئی چال پہ شرمندہ ہے — (۴) فردا کی تمنّا میں کوئی زندہ ہے
دُنیا تو فقط حال کی ہے متوالی — کچھ قدرِ گذشتہ ہے نہ آئندہ ہے

(امرچند شاکر)

حضرت رندؔ لکھنوی کے کلام سے چند سبق آموز نکتے

(از حضرت فیاضؔ ہریانوی بی اے)

عبد و معبود کی باتیں

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بندہ اپنے خالق کو حاضر جان کر اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔ کبھی اس کی شان کریمی کی تعریف کرتا ہے، کبھی اُس کی عاجز نوازی کے گن گاتا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ بندہ بشر ہے تو غفار ہے، کبھی اُسے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اعمال زشت کی پاداش میں اُس کو دوزخ میں ڈال دیا ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ الٰہی! یہ بھی تیرا احسان ہے کہ تو نے دوزخ عطا کیا ہے ورنہ میرے اعمال تو اس لائق بھی نہ تھے وغیرہ وغیرہ۔ رندؔ اپنے خدا سے یوں ہم سخن ہوتا ہے۔

پروردگار! عاجز نواز تیری ہی ذات ہے۔ کیونکہ عاجز نوازی تیرا ہی خاصہ ہے۔ ؎

کس میں ہے تیرے سوا عاجز نوازی کی صفت ۔۔۔ کون ہے مشکل میں جو بندے کا اپنے یار ہو

خدایا! میں قصوروار ہوں تو آمرزگار، میرے گناہوں کو نہ دیکھ اپنی مغفرت کے صدقے معاف کر دے۔ ؎

نہ دیکھ جرم مرا اپنی مغفرت کو دیکھ ۔۔۔ معاف کردے بشر سے قصور ہوتا ہے

امیرؔ مینائی نے خوب کہا ہے۔ ؎

پھر اُس کی شان کریمی کے حوصلے دیکھے ۔۔۔ گناہگار یہ کہہ دے "گناہگار ہوں میں"

اقبالؔ نے اس موقع میں وہ کمال کی رنگ آمیزی کی ہے کہ داد نہ دینا ستم ہے، ارشاد ہوتا ہے۔ ؎

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لئے ۔۔۔ قطرے جو کچھ گرے عرقِ انفعال کے

جوانی میں انسان سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے، رندؔ بھی اس سے مبرا نہیں ہے، مگر وہ خدا کو "یا غفور" کہہ کر طلب آمرزش بھی کرتا جاتا ہے۔ ؎

شباب باعث فسق و فجور ہوتا ہے ۔۔۔ گناہ مجھ سے ترا یا غفور ہوتا ہے

شاعر عالم خیال میں دیکھ رہا ہے کہ قیامت قائم ہے، فرشتے اُسے داور مطلق کے حضور میں لے گئے ہیں، حکم صادر ہوتا ہے کہ اچھا اسے دوزخ میں لے جاؤ، وہ عرض کرتا ہے کہ خداوندا! یہ بھی تیرا احسان ہے ورنہ میرے اعمال قبیحہ تو اس قابل بھی نہ تھے، رندؔ نے ان مدارج کا نقشہ کچھ اس طرح کھینچا ہے کہ تمام جزئیات آنکھوں کے سامنے پھر جاتے ہیں۔ ؎

یہ بھی احسان ہے تیرا جو دیا دوزخ بھی　　میرے اعمال کی تو یہ بھی مکافات نہ تھی

تیرے سوا مشکل میں کوئی کام نہیں آتا۔ ؎

تری ہی ذات کریم و رحیم ہے اے دوست　　سوا ترے کوئی مشکل میں کس کے کام آیا

حیات انسانی زندگی میں انسان کو ہزارہا واقعات پیش آتے ہیں، اور تو سب گلدستۂ طاقِ نسیاں ہو جاتے ہیں، مگر یادرہ جاتے ہیں تو یہی مصائب و آلام کے قصے، خوف و رجا کی حکائتیں، تیرہ بختی کی شکائتیں، حوادث کی داستان، برداشتہ خاطری کی رام کہانی، رندؔ نے ان تمام عنوانوں پر اظہار خیال کیا ہے۔ اور کہیں کہیں جدّت ادا کے کرشمے بھی دکھا گیا ہے۔

کہنا یہ ہے کہ "انسان ہمیشہ حوادث میں گھرا رہتا ہے" ذرا دیکھئے اس نے ادائے مضمون کے لئے کیسا پیرایہ اختیار کیا ہے۔ ؎

باغباں دشمنِ جاں، گھات میں ہر دم صیاد　　بلبل اس باغ میں کیوں رہتی ہے، کیا کرتی ہے؟

کسی کا مشہور شعر ہے۔ ؎

یوں برہنہ پا دشت میں لاکھوں ہی نہ ہونگے　　کانٹوں کو مگر چھیڑ ہے چھالوں سے ہمارے

مدعا یہ کہ قدرت کی ایذا رساں چیزوں کو مجھی سے خدا واسطے کا عناد ہے، کہ وہ میرے ہی درپے ایذا رہتی ہیں۔ رندؔ کہتا ہے کہ بجلی سب خس و خاشاکِ چمن کو چھوڑ کر میرے ہی آشیانے پر گرتی ہے۔ مراد یہ کہ قدرت کی ہلاکت بار بلاؤں کو مجھی سے دشمنی ہے۔ ؎

چھوڑ کر سب خس و خاشاکِ چمن وائے نصیب　　آشیانے پہ مرے برق گرا کرتی ہے

بعض ہستیاں اس دار المحن میں ایسی آتی ہیں کہ ہنگامِ ولادت سے دم واپسین تک زحمتیں ہی اُٹھاتی رہتی ہیں، رندؔ بھی گویا اسی زمرہ میں شامل ہے کہ کہتا ہے۔ ؎

دم بھر نہ رہے چین سے، افسوس ہے! اے چرخ!　　ایذا ہی اُٹھاتے رہے پیدا ہوئے جب سے

انسان کی زندگی کا بیشتر حصہ امید و بیم، خوف و رجا میں گذرتا ہے، جان ہر گھڑی تذبذب میں مبتلا رہتی ہے۔ ؎

زیست کرتے ہیں بسر خوف و رجا میں اپنی　　ہر گھڑی وسوسۂ سُود و زیاں رہتا ہے

کون ہے جو مایوسی کا شکار ہو کر دل برداشتہ نہیں ہو جاتا۔ اور اس برداشتہ خاطری کے عالم میں دُنیا و مافیہا سے بیگانگی اختیار نہیں کرتا۔ ؎

برخاستہ دلوں کی کہیں دل لگی نہیں　　بیگانہ وار بزم میں آئے، چلے گئے

دوسرا مصرع بیگانگی کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔ بس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص واقعی بزم عالم میں

بیگانہ وار آیا اور دل برداشتہ ہو کر چلا گیا۔

زندگی ہے تو خزاں کے بعد بہار کی شادابیاں پھر نظر آ جائینگی۔ ؎

غم نہ کھا جانے دے او بلبل جو جاتی ہے بہار — فصلِ گل پھر دیکھ لیں گے زندگانی چاہیئے

بعض اشخاص کی ساری عمر خانہ بدوشی ہی میں بسر ہو جاتی ہے، ذیل کا شعر انہیں کے حسب حال ہے۔ ؎

زلفوں کی طرح عمر بسر ہو گئی اپنی — ہم خانہ بدوشوں کو کہیں گھر نہیں ملتا

اس امر سے کسے انکار ہو سکتا ہے کہ زلفیں خانہ بدوش ہوتی ہیں۔

بعض خوش نصیب ہستیوں کو مستثنیٰ کر کے اکثر کا یہی حال دیکھنے میں آیا ہے کہ رنج و ملال ہی کھینچنے پڑتے ہیں، رند کہتا ہے۔ ؎

کھلا یہ غمکدۂ دہر میں پہنچ کر حال — عدم سے آئے ہیں رنج و ملال لینے کو

حیات ناپائدار زندگی مستعار

"زندگی چند روزہ ہے"۔ "ہستی نیستی سے مبدل ہونے کو ہے"۔ "حیات بے بقا ہے"۔ اور "عمر فنا پذیر"۔ زبان زدِ عام مقولے ہیں۔ شعرا نے اس سلسلے کو خوب پھیلایا ہے۔ رند نے بھی اس زنجیر میں چند نقرئی کڑیوں کا اضافہ کیا ہے۔

زندگی کی بیوفائی کا ذکر اذکار ہو رہا ہو تو یہ شعر بے ساختہ زبان پر آ جایا کرتا ہے۔ ؎

آدمی بلبلا ہے پانی کا — کیا بھروسہ ہے زندگانی کا

رند کہتا ہے اور کیا خوب کہتا ہے۔ ؎

بحرِ جہاں میں تیرے کرم سے حباب وار — دم بھر نمود ہو گئی اس بے نمود کی

اکثر انسان دنیا میں آتے ہی عدم کی راہ لیتے ہیں۔ اُن کے حق میں قدرت اس قدر بخیل ہو جاتی ہے کہ عالم شہود کی سیر کا موقع ہی نہیں دیتی۔ ؎

دیکھی نہ سیر آ کے عدم سے وجود کی — دن موت کے پھر آ گئے یوں ہست و بود کی

حقیقت یہ ہے کہ جو قسمت کا ہیٹا گرداب حوادث میں گرفتار ہوتا ہے وہی جانتا ہے کہ زحمت کے تھپیڑے اس کے کس طرح ہوش بکھیرتے ہیں اور اُس کی جان پر کیا گذرتی ہے۔ مگر بے دردُ بیکسامانِ ساحل ہمدردی تو رہی ایک طرف، اُلٹے مضحکہ اُڑانے لگ جاتے ہیں۔ ؎

ہم تو گرداب حوادث میں ہیں کیا دم ماریں — لوگ ساحل کے ہنسیں کشتیِ طوفانی پر

ابنائے دہر طبیعت کے خلاف ہیں! انسان تنگ آ کر موت کو دعوت دیتا ہے کہ آ اور عدم آباد کو لے چل۔ ؎

تنگ ہوں سے چل اجل! یاں سے عدم آباد کو — وضعِ ابنائے زمانہ ہے طبیعت کے خلاف

چند در چند وجوہ ایسی پیش آتی ہیں کہ انسان دُنیا سے بیزار ہو جاتا ہے ۔ ؎

تجھ سے بیزار ہُوں جاتا ہوں سوئے مُلکِ عدم حشر تک نہ دکھلائے خدا پھر دُنیا تیرا

ابو طالب کلیم نے اس مضمون کا پایہ اور بھی بلند کر دیا ہے ۔ ؎

وضعِ زمانہ قابلِ دیدن دوبارہ نیست رُو پس نہ کرد ہر کہ ازیں خاکداں گذشت

دنیا میں متنفس چند دن مسرور رہتا ہے اور چند دن ملول اسی طرح ایک دن اس کی زندگی کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے ۔

؎ شاد دو دن رہی دو دن رہی غمگین و ملول کٹ گئے یُوں شب و روز و مہ و سالِ بُلبل

کچھ ہنس کے کٹی وصل میں کچھ ہجر میں رو کر ہر طرح غرض عمرِ دو روزہ بسر آئی

اگر کوئی متمول شخص شہر خموشاں میں جا بسے تو ورثا اس کا نام کندہ کرا کر اس کی قبر پر ایک پتھر نصب کر دیتے ہیں غرض یہ ہوتی ہے کہ اس کا وجود باقی نہیں رہا تو نہ سہی نام تو زندہ رہے ۔ رند کہتا ہے کہ یہ ایک موہوم و بے بُنیاد توقع ہے ۔ کیونکہ ایک دن نشان کے ساتھ نام بھی مٹ جائیگا ۔ سنگِ سرِ مدفن ابد الآباد تک قائم نہیں رہ سکتا ۔

؎ بے نشاں نام بھی ہو جائیگا اک دن اپنا خاک ہو دیگا نہ سنگِ سرِ مدفن کب تک

آدمی بوڑھا ہو گیا ہے بال سفید ہو گئے ہیں شاعر کہتا ہے نہیں نہیں بال سفید نہیں ہوئے ۔ اجل کا پیام آگیا ہے اور صبحِ زندگی کی شام ہونے کو ہے ۔ ؎

موئے سفید ہم کو اجل کا پیام ہے ثابت ہے صبحِ زیست کوئی دم میں شام ہے

خانہ خرابی میری قسمت میں مقدر ہو چکی ہے ۔ ؎

بناؤں گر کسی ٹہنی پہ آشیاں اپنا قلم وہ شاخ مری ضد سے آسماں کر دے

عالمِ فانی میں تھوڑی سی زندگی بھی غنیمت ہے ۔ ؎

صدا بلند ہے طوفانِ بحرِ ہستی سے ہے عمرِ نوحؑ اگر فرصتِ حباب ملے

صحیفۂ زندگی ختم ہو چکا ہے ہم بھی عنقریب یارانِ عدم سے دید وا دید کرنے والے ہیں ۔ ؎

توسنِ عمر نے طے منزلِ ہستی کی ہے ہم بھی یارانِ عدم رفتہ کو جا لیتے ہیں

صبحِ پیری کیا نمودار ہوئی ۔ مطلعِ حیات پر شام موت کی تاریکی چھا گئی اور اس تاریکی میں میرا نام و نشاں ناپید ہو گیا ۔ ؎

نشاں تک بھی نہ رکھا میرا ہو کر صبحِ پیری نے مثالِ شبنم اس گلشن میں شب کی شب کا مہماں تھا

اس زمین میں ذیل کا شعر بھی دیکھنا کس قدر درد انگیز اور تاسف خیز ہے ۔ ؎

بنایا صبح ہوتے ہی راکھ کا ڈھیر آہ سوزاں نے مثالِ شمع شب کی شب میں اس محفل میں مہماں تھا

سیہ بختی

تیرہ بختی کا ہر کوئی گلہ طراز ہے۔ بخت برگشتگی کا ہر ایک شکوہ سنج ہے۔ حرماں نصیبی کا ہر ایک شاکی ہے۔ واژوں طالعی کے ہاتھوں ہر ایک نالاں ہے۔ انہیں گلہ طرازیوں کو جب شاعر اپنے خاص رنگ میں بیان کرتا ہے۔ تو قارئین و سامعین متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

رند بخت برگشتہ کا رونا اس طرح روتا ہے۔ ؎

دوسرا مجھ سا نہ ہوگا کوئی برگشتہ نصیب ‌ ‌ کی محبت میں نے جس سے اس کو کینا ہو گیا

حرماں نصیبی پر اس طرح آنسو بہاتا ہے۔ ؎ سینے آکر گل امید بھرے دامن میں ‌ ‌ اک تہی دست چلے گلشن ایجاد سے ہم

واژوں طالعی کی رام کہانی اس طرح کہتا ہے۔ ؎ پھول توڑوں تو چبھیں ہاتھ میں تیر کانٹے ‌ ‌ عیش چاہوں تو وہیں رنج کا ساماں ہو جائے

محرومی قسمت کی تصویر اس طرح کھینچتا ہے۔ ؎

یاں بھی قسمت نے لب خشک نہ ہونے دیئے تر ‌ ‌ آ کے میخانے میں محروم چلے جام سے ہم

شوریدہ طالعی پر شیریں بیانی کی یوں داد دیتا ہے۔ ؎

میں وہ شوریدہ طالع ہوں جب آیا دور مجھ تک ‌ ‌ شراب قند سرکہ ہوگئی گرتے ہی ساغر میں

سیہ بختی کے مضمون کو اس طرح چمکاتا ہے۔ ؎

نہ چمکایا ستارہ چرخ نے مجھ تیرہ قسمت کا ‌ ‌ نہیں تابندگی شاید مرے طالع کے اختر میں

بدنصیبی کی حد ہو گئی کہتا ہے کہ اور تو خیر مر کر مٹی بھی نصیب نہ ہوگی۔ ؎

ہوں بدنصیب مر کے بھی مٹی نہ پاؤں گا ‌ ‌ میرا امیدوار ہے تو گورکن عبث

دنیائے بے ثبات

دنیائے بے ثبات ہے، ناپائدار ہے، عالم فنا پذیر ہے، اور انسان رنج و مصائب میں گرفتار ہے۔ واعظ ان عنوانوں پر سر منبر لاکھ وعظ کرے کوئی متاثر نہیں ہوتا۔ مگر شاعر جب شعر و سخن کی بنسری سے بے ثباتی زمانہ کے سُر نکالتا ہے تو سب کلیجہ تھام کر رہ جاتے ہیں۔

بعض کا خیال ہے کہ دنیا اسی طرح آباد رہی ہے اور آئندہ بھی آباد ہی رہے گی۔ رند انہیں متنبہ کرتا ہے۔

؎ یوں نہیں رہنے کے گردش میں ہمیشہ مہر و ماہ ‌ ‌ ختم اک دن دورۂ شمس و قمر ہو جائیگا

تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں کہ صفحۂ عالم پر سینکڑوں قومیں وجود پذیر ہوئیں۔ جو اپنے اپنے عہد میں عروج و کمال کے آسمان پر آفتاب عالمتاب کی طرح چمکیں۔ مگر زوال کا ایسا ہولناک زلزلہ آیا کہ تحت الثریٰ تک بھی ان کا سراغ نہ ملا۔ اس عبرت انگیز داستان سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ہستی ناپائدار ہے۔ لازوال صرف اسی کی ذات ہے۔ شاعر نے اسی مضمون کو موزونیت کا جامہ پہنا دیا ہے۔ ؎

سوائے ذات خدا سب کے واسطے ہے فنا ‌ ‌ ثبات ہستی ناپائدار دیکھ چکے

ذیل کا شعر دیکھئے دُنیا کی بے ثباتی کی تصویر کھینچ کر رکھ دی ہے۔ ؎

کارخانے جتنے ہیں دُنیا کے سب ہیں بے ثبات — آنکھ سے جو آج دیکھا کل وہ افسانہ ہئوا

بود بے بود ایک عامیانہ مضمون ہے، مگر شاعر نے اسے ایک ایسے دانے سے تشبیہ دے کر جس پر بوتے ہی بجلی گر جاتی ہے، دل میں ہوک پیدا کر دی ہے۔ ؎

اس کشت میں وہ دانۂ آفت رسیدہ ہوں — بجلی گرے وہیں جو زمیندار بو چکے

کرشمۂ فطرت فطرت سے کوہ و صحرا، جنگل بیاباں، دریا، جھیل، چشمے، بحر و بر ہی مراد نہیں بلکہ ہیئت مجموعی آفرینش مراد ہے، ہمارے اساتذۂ متقدمین و متاخرین اور ان کے شاگردوں نے مناظر قدرت پر مسلسل نظمیں نہیں کہیں، ہاں غزل میں کہیں کہیں صحیفۂ فطرت کی بعض آیات پر خیالات کا اظہار ضرور کیا ہے۔

انسان اشرف المخلوقات ہے، حسینان مہ جبیں بھی نوع بشری میں شامل ہیں پس اگر شاعر کا خیال حسین وجمیل ہستیوں کو دیکھ کر صانع کی طرف راجع ہو جائے تو کون کہہ سکتا ہے کہ یہ غیر فطری جذبہ ہے۔ ؎

واہ کیا شکل ہے ہر بُت کی شباہت کیسی! — آپ تُو کیسا ہے صانع! تری صنعت کیسی!

مضطر خیر آبادی نے اس مضمون کا حُسن اور بھی دو بالا کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ ؎

تمہیں تو خوب دیکھا ہے بُتو! اب اُسکو دیکھیں گے — خدا کیا جانے کیسا ہوگا جب شانِ خدا تم ہو

شاعر قلم قدرت کی گلکاریاں دکھاتا ہے تو دیکھئے کیا کیا رنگ آمیزیاں کرتا ہے۔ ؎

کلکِ صناعِ ازل کی دیکھ رنگ آمیزیاں — واہ کیا نقش و نگار صفحۂ ایجاد ہیں

مرقع عالم میں دستِ قدرت کی صنعت کاریوں کے سینکڑوں نمونے ہیں۔ بڑے سے بڑا نقاش بھی ویسے نقش و نگار نہیں بنا سکتا۔ ؎

ہے وہ تصویر دست قدرت کی — کار بہزاد ہے نہ مانی ہے

دُنیا کا ہر ایک نقش دلچسپ اور دلکش ہے۔ ؎

دلچسپ مُرقع سے ہر اک نقش ہے یاں کا — نقشہ کسی اُستاد نے کھینچا ہے جہاں کا

جذباتِ فضا

(جناب سید دل محمد صاحب فضا منشی فاضل جالندھری)

ہاتھ اُٹھتے تو ہیں داماں کی طرف
اک نظر بھی رازِ پنہاں کی طرف

اے دلِ نافہم کچھ تو غور کر
دیکھتا ہے کوئی داماں کی طرف

ہمت شکوہ بھی رخصت ہو گئی
دیکھ کر چشمِ پشیماں کی طرف

مطمئن کوئی مٹ کر بھی نہیں
رُخ ہے ذراتِ پریشاں کی طرف

اب جنوں بھی رازِ سربستہ ہوا
ہاتھ کیا اُٹھیں گریباں کی طرف

اے دلِ بیخود وہ منزل آ گئی
رُخ پھرا جاتا ہے زنداں کی طرف

لے گیا آگے مجھے جوشِ جنوں
سب کی نظریں ہیں بیاباں کی طرف

دفعتاً کیا جانے کیا آیا خیال
اُٹھ چکے تھے ہاتھ داماں کی طرف

ڈر یہ ہے وقتِ رہائی تو نہیں
آ رہا ہے کوئی زنداں کی طرف

جلوے خود بیتاب ہو کر اے فضا
دوڑتے ہیں چشمِ حیراں کی طرف

خیالاتِ صحرائی

کاش تجرید تمنا میں فنا ہو جاؤں
مثل منصور ہوں ۔ مجھ انا ہو جاؤں
ہر نفس تیرے رخ موجود رہے دل میں نہاں
عشق کا راز بنوں حرف وفا ہو جاؤں
ایسی اک آگ لگے عشق سے قلب و جگر جل جائیں
بندۂ عشق بنوں شعلہ نوا ہو جاؤں
میں بنوں جادۂ ایماں بھٹکے مسافر کے لئے
ایک سنسان سی وادی کا دیا ہو جاؤں
تو جو چاہے تو مروں تیری ہو مرضی تو جیوں
یعنی ہر بات میں میں تیری ہی رضا ہو جاؤں

دیوان صحرائی بی اے

خمسہ

برغزل ناخدائے سخن فصیح العصر تاج الشعراء حضرت نوح ناروی زاد اشفاقہٗ - جانشین حضرت داغ دہلوی)

(لالہ لکشمی چند صاحب نسیم نور محلوی)

ستم ہو تو ستم بہتر۔ کرم ہو تو کرم اچھا　　خوشی ہو تو خوشی مرغوب الم ہو تو الم اچھا
میسر آئے جو کچھ عشق میں وہ بیش و کم اچھا　　نہ ہو کچھ اور تو سرمایۂ آزار و غم اچھا
محبت میں یہ ساکھ اچھی یہ اُلفت میں بھرم اچھا

ملال اچھا قلق اچھا تعب اچھا الم اچھا　　جفا اچھی وفا اچھی ستم اچھا کرم اچھا
سمجھتے ہیں ترا ہر ناز ہر انداز ہم اچھا　　ہمیں جو کچھ میسر آئے وہ ہے بیش و کم اچھا
خوشی ہو تو خوشی اچھی اگر غم ہو تو غم اچھا

مجھے راحت نظر آتی ہے اب ہر اک مصیبت میں　　سکونِ مستقل کا لطف پاتا ہوں ہر آفت میں
بھلا اتنا مزا کب تھا نشاطِ بزم عشرت میں　　جو ہو تیری محبت تیری اُلفت تیری فُرقت میں
وہ ایذا خوب وہ آزار بہتر وہ ستم اچھا

غمِ فُرقت کو دردِ ہجر کو کیا تم سمجھتے ہو　　بہت آسان اس کو اے مسیحا تم سمجھتے ہو
غلط اس کو سمجھتے ہو جو ایسا تم سمجھتے ہو　　علاجِ عشق و اُلفت کو تماشا تم سمجھتے ہو
یہ دردِ دل تو ہے وہ درد جو ہوتا ہے کم اچھا

بُھلا دیں جب تمہیں نے سب نیاز و ناز کی رسمیں　　غرورِ حُسن کی ہو تاب کیونکر آہِ بے کس میں
بڑی بے چارگی یہ ہے نہ تم بس میں نہ دل بس میں　　خبر کیا تھی کہ ہوگا اختلافِ رائے آپس میں
کہو گے تم بُرا اُس کو کہینگے جس کو ہم اچھا

خُدا کو پائینگے ہم تارکِ دُنیا و دیں ہو کر　　سکونِ قلب ہوگا دشمنِ جانِ حزیں ہو کر
بچینگے گردشِ گردوں سے پیوندِ زمیں ہو کر　　دُرِ مقصد ملے گا تو ملے گا تہ نشیں ہو کر
ڈبو دے جو ہمیں اے نوح وہ طوفانِ غم اچھا

پنڈت دیا شنکر کول نسیم

از جناب پریم چند صاحب پریم سپاٹوی

پنڈت دیا شنکر نام اور نسیم تخلص تھا۔ آپ کے والد ماجد پنڈت گنگا پرشاد صاحب کول کشمیری پنڈت تھے جو شاہی کے دنوں میں کشمیر سے آکر لکھنؤ میں آباد ہو گئے تھے۔ خوبی بخت اور ذہانت طبع کی وجہ سے شاہی دربار میں ایک باعزت ملازمت مل گئی تھی۔ ۱۸۱۱ء میں پنڈت دیا شنکر کول نسیم جیسے لائق و شہرہ آفاق بیٹے کا باپ بننے کی خوش نصیبی حاصل ہوئی۔ جس نے اپنے ساتھ والد بزرگوار کا نام بھی ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا۔

پنڈت دیا شنکر اوائل عمر سے ہی علم و ادب کے شائق تھے۔ اُردو اور فارسی میں بہت جلد مہارت تامہ حاصل کر لی۔ صغر سنی ہی میں اکثر شعراء کا کلام نظر سے گذرا۔ اور طبیعت میں شعریت کی چاشنی پیدا ہو گئی۔ خواجہ حیدر علی صاحب آتش اُن دنوں اُردو شاعری کے اُستاد مانے جاتے تھے۔ اُن کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ اُستاد بھی ہوشیار شاگرد کی موزونئ طبع سے بہت خوش ہوا۔ اور دل لگا کر تربیت شروع کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نسیم مشق سخن کی بھٹی میں سے کندن بن کر نکلا جس کی روشنی نے حاسدوں کی نظر کو خیرہ کر دیا۔

نسیم کی شاعری میں نزاکت اور لطافت کا رنگ بہت نمایاں تھا۔ ممکن ہے بعض زندہ دل حضرات اسے کشمیری شکل و صورت کا نقش ثانی سمجھتے ہوں۔ مگر در اصل یہ بات نہیں تھی۔ خود نسیم نہ عام کشمیریوں جیسے حسین و شکیل تھے۔ نہ اُن کی طرح سڈول بلکہ جیسا کہ اُن کے ایک رشتہ دار پنڈت ترلوکی ناتھ کول لکھتے ہیں وہ پستہ قد۔ گندمی رنگ۔ سیہ چشم اور چھریرے بدن کے ایک مقبول صورت نوجوان تھے۔ جو بات اُنہیں اُن کے ہمعصروں سے ممتاز کرتی ہے۔ وہ فی البدیہہ شعر گوئی اور چستی بندش تھی۔ اس لئے ہم ذیل میں ہر دو خصوصیات کی کچھ مثالیں درج کرتے ہیں۔

بدیہہ گوئی

(۱) شیخ امام بخش ناسخ نے ایک روز سر مشاعرہ یہ مصرع پڑھ کر اُن سے مصرع ثانی لگانے کی درخواست کی

ع شیخ نے مسجد بنا مسمار بُت خانہ کیا

نسیم نے فوراً جواب دیا   جب تو اک صورت بھی تھی اب صاف ویرانہ کیا

(۲) دہلی والوں نے تین مصرع شعراء لکھنؤ کو مصرع اوّل لگانے کے لئے بھیجے۔

(۱) ناتواں ہوں کفن بھی ہو ہلکا

(۲) اس لئے قبر میں رکھا انہیں زنجیر سمیت

(۳) من میروم بہ کعبہ و دل میرود بہ دیر

اہل لکھنؤ نے ایک ایک مصرع لگانے کے لئے تین شاعروں کو منتخب کیا۔ پہلا مصرع حضرت ناسخ۔ دوسرا جناب آتش اور تیسرا نسیم صاحب کے حصے میں آیا۔

ناسخ (۱) ڈال دے سایہ اپنے آنچل کا

آتش (۲) حشر میں حشر نہ برپا کریں یہ دیوانے

نسیم (۳) دام زدین وکفر بہ ہر یک قدم دو سیر

اہل ذوق نے اندازہ لگایا ہوگا کہ نسیم نے اپنا فرض کس خوبی سے ادا کیا ہے۔

(۳) کسی جگہ پر میر مشاعرہ نے انہیں راہ چلتے بلا کر غزل کی فرمائش کی۔ انہیں طرح تک کی بھی خبر نہ تھی۔ جب میر مشاعرہ نے جو پروانہ تخلص کرتے تھے بہت زور دیا۔ تو آپ نے طبیعت پر ذرا زور دیکر فرمایا ؎

گستاخ بہت شمع سے پروانہ ہوا ہے سر چڑھتا ہے۔ موت آئی ہے دیوانہ ہوا ہے

محفل مشاعرہ قہقہوں سے گونج اُٹھی۔

(۴) شاگردوں کے اصرار سے مجبور ہو کر حضرت آتش غزل کہہ رہے تھے۔ وہ شعر کہتے جاتے تھے اور شاگرد جن میں نسیم بھی تھے لکھتے جاتے تھے۔ جب غزل پوری ہو گئی تو آتش صاحب نے شاگردوں سے غزل سنانے کو کہا۔ ایک شاگرد نے مطلع پڑھا۔ ؎

دہن پر ہیں اُنکے گماں کیسے کیسے کلام آتے ہیں درمیاں کیسے کیسے

نسیم نے عرض کیا۔ کہ اگر اجازت ہو تو میں عرض کروں۔

حضرت آتش ان کی طرف خاص توجہ کرتے تھے۔ اجازت دیدی۔

نسیم نے مکمل غزل کو تخمیس کرکے اس طرح پڑھ کر سُنا دیا۔

زمانہ میں ہیں نکتہ داں کیسے کیسے خط و خال کے ہیں بیاں کیسے کیسے

زباں زد ہیں وصف بتاں کیسے کیسے دہن پر ہیں اُن کے گماں کیسے کیسے

کلام آتے ہیں درمیاں کیسے کیسے

وہ خونخوار عاشق کسی پر جو آیا کوئی دم کے دم بیقراروں میں ٹھہرا

رواں جب ہُوا تیغ سے تیز تر تھا نہ مڑکر بھی بیدرد قاتل نے دیکھا

تڑپتے رہے نیم جاں کیسے کیسے

قضا جس دم آ جاتی ہے بن کے دشمن — کسی کی نہیں چلتی پھر مشفقِ من
اجل ہے گذرگاہ ہستی میں رہزن — عجب کیا چھٹے روح سے جامۂ تن
لٹے راہ میں کارواں کیسے کیسے

نہ زخمی بدن ہیں نہ گھائل ہوئے ہیں — نہ خونیں کفن ہے نہ بسمل ہوئے ہیں
لہو کے کشتوں میں داخل ہوئے ہیں — تمہارے شہیدوں میں شامل ہوئے ہیں
گل و لالہ و ارغواں کیسے کیسے

خزاں خار اپنے دکھاتی ہے کیا کیا — بہار اپنے پھل پھول پاتی ہے کیا کیا
شگوفہ ہر اک فصل لاتی ہے کیا کیا — زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

وجودِ بشر کیا عدم ہی عدم ہے — کہ ہے آدمی جب تلک دم میں دم ہے
شکم پرورِ حرص ناز و نعم ہے — کرے جس قدر شکر نعمت وہ کم ہے
مزے لوٹتی ہے زباں کیسے کیسے

جو دل سوز فرقت میں ہے داغ سوزاں — تو دم ساز ہیں نالہ و آہ و افغاں
ملے رہتے ہیں روز ناخواندہ مہماں — غم و غصہ و رنج و اندوہ و حرماں
ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے

کوئی جانتا ہے کسی کو خبر ہے — کہ پردے میں کون اے صنم جلوہ گر ہے
کہیں کچھ خیال اور کہیں کچھ نظر ہے — دل و دیدۂ اہلِ عالم میں گھر ہے
تمہارے لئے ہیں مکاں کیسے کیسے

جو مے نوش ہیں رنگ اُنکے جمے ہیں — لئے پھول بدمستیاں کر رہے ہیں
قدم لڑکھڑاتے ہیں ساغر لئے ہیں — بہار آتی ہے نشے میں جھومتے ہیں
مریدانِ پیرِ مغاں کیسے کیسے

فسانے جو کچھ حسن اور عشق کے ہیں — لبِ نے سے سب پوست کندہ سنے ہیں
جو مغزِ سخن سمجھے ہیں جانتے ہیں — تبِ ہجر کی کاہشوں نے کئے ہیں
جدا پوست سے استخواں کیسے کیسے

نسیم آج کیونکر نہ ہو مست دل خوش — کہ سبزی چمن کی روش پر ہے دلکش

خزاں باغ سے بھاگتی ہے مشوش   بہارِ گلستاں کی آمد ہے آتش
خوشی پھرتے ہیں باغباں کیسے کیسے

یعنی جتنی دیر میں اُستاد ایک شعر کہتے تھے آپ پہلے شعر کو تخمیس کر لیتے تھے۔ اس مثال کے بعد نسیم کی بدیہہ گوئی کی اور مثال دینے کی ضرورت باقی نہیں۔

چستئ بندش

حضرت رند اور نسیم میں شاعرانہ نوک جھوک رہتی تھی۔ ایک دن نسیم نے رند کی مشہور غزل کا آخری شعر (مقطع) تخمیس کر کے رند کے سامنے ایک محفل میں پڑھا۔

خمسہ وصل انساں کو پریزادوں کا ہُو ہے دشوار   فائدہ کچھ نہیں تم مُفت میں کیوں ہوتے ہو خوار
کہتے کہتے تو ہوئے تم کو نسیم اب لاچار   عشق کو ترک کرو یا نہ کرو ہو مختار
نیک و بد ہم ہیں تمہیں رند سمجھلائے جاتے

ایک شخص نے مشاعرے میں غزل پڑھی۔ اس غزل کے ایک شعر کا دوسرا مصرع تھا۔ ؎
جانب ظلمات ہرگز آفتاب آتا نہیں

نسیم نے کہا۔ دوسرا مصرع تو بہت خوب ہے مگر پہلا مصرع پھسپھسا سا ہے۔ اُس شخص سے بگڑ کر کہا۔ تو ذرا اس سے بہتر مصرع لگا کر تو دکھایئے

نسیم نے ذرا غور کر کے کہا۔ ؎
تیری دل کی بزم میں جام شراب آتا نہیں   جانب ظلمات ہرگز آفتاب آتا نہیں

مشاعرہ میں ایک دفعہ حضرت آتش بھی موجود تھے۔ نسیم نے غزل پڑھی۔ مطلع تھا۔ ؎
منت دلا کسی کی نہ صلا اُٹھایئے   مر جایئے۔ نہ نازِ مسیحا اُٹھایئے

جب حضرت غزل پڑھنے لگے تو فرمایا کہ مطلع میں نے بھی کہا ہے مگر نسیم کے مطلع کے بعد اس کا پڑھا جانا فضول ہے۔ اور فرمایا۔ ؎

جاں بخش لب کے عشق میں ایذا اُٹھایئے   بیمار ہو کے نازِ مسیحا اُٹھایئے

اس سے زیادہ نسیم کی جدت طرازی۔ بلندئ جذبات اور چستئ بندش پر کیا لکھوں
نسیم کی تصنیفات میں اُس کی مشہور عالم مثنوی گلزار نسیم اور دیوان نسیم ہیں۔
گلزار نسیم کے ہم پایہ ایک اور مثنوی سحر البیان بیان کی جاتی ہے۔ مگر حق تو یہ ہے کہ حضرت اصغر حسین صاحب اصغر نے بالکل بجا تحریر فرمایا ہے کہ سحر البیان لکھنؤ کی مثنوی نہیں۔ اس لئے اُس کا گلزار نسیم سے

مقابلہ کرنا ہی فضول ہے۔

حضرت آزاد مصنف آب حیات وغیرہ اپنی مشہور تصنیف آب حیات میں فرماتے ہیں کہ ہمارے ملک میں سینکڑوں مثنویاں لکھی گئیں مگر ان میں سے فقط دو نسخے ایسے نکلے جنہوں نے طبیعت کی موافقت سے قبولِ عام کی سند پائی ایک سحر البیان اور دوسری گلزار نسیم لیکن چونکہ بقول اصغر صاحب سحرالبیان لکھنؤ کی مثنوی ہی نہیں۔ اس لئے ہم قبولیت عامہ کی وجہ سے اسے گلزار نسیم کا ہم پلہ قرار نہیں دے سکتے۔

یہ تو رہا قبولیت عامہ کا ذکر جس کے متعلق حضرت آزاد تحریر فرماتے ہیں کہ پنڈت دیا شنکر نسیم نے گلزارِ نسیم لکھی اور بہت خوب لکھی۔ اس کی عام و خاص سب میں شہرت ہے۔ اس کے نکتے اور باریکیوں کو سمجھیں یا نہ سمجھیں مگر سب لیتے ہیں اور پڑھتے ہیں۔

اس مثنوی کا سب سے بڑا وصف اختصار ہے۔ اتنی طویل مثنوی میں سے ایک شعر نکال دیجئے۔ لطف جاتا رہیگا۔ اس کے علاوہ تشبیہات۔ استعارات وغیرہ کی اس میں اتنی بھرمار ہے کہ اُس کی مثال سوائے برق دہلوی کے کلام کے اور کہیں ملنی ممکن نہیں۔ واقعہ نگاری اور مصوری جذبات میں نسیم نے کمال دکھایا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

دریا تھا نہ بحر تھا نہ جیحوں	طوفانِ طلسم جوش افسوں	تشبیہات
موجوں کی عوض تھی چینِ داماں	گرداب کے بدلے تھا گریباں	
کچھ گاتیں کلبلیں کر رہی تھیں	بن میں ہری دوب چر رہی تھیں	مصوری
سائے کو پتہ نہ تھا شجر کا	عنقا تھا نام جانور کا	
منہ پھیر کر ایک مسکرائی	آنکھ ایک نے ایک کو دکھائی	واقعہ نگاری
چتون کو ہلا کے رہ گئی ایک	ہونٹوں کو ہلا کے رہ گئی ایک	
وہ ہاتھ پر اُس کے مار کر ہاتھ	بولا کہ ہے قول جان کے ساتھ	

حق تو یہ ہے کہ اس مختصر مضمون میں اس بے مثال مثنوی کی مکمل تعریف کی گنجائش نہیں۔ اگر ناظرین مشتاق ہوں تو مولوی احمد حسین صاحب اصغر یا پنڈت برج نرائن چکبست کے دیباچے اور مقدمے انکی مرتبہ گلزار نسیم منگا کر پڑھیں اور لطف اندوز ہوں۔

دیوانِ نسیم

مثنوی کی طرح دیوانِ نسیم بھی گوناگوں خوبیوں کا مرقع ہے اور شاعر کی ہر صنف شعر پر مہارت تامہ کا بین ثبوت ہے۔ ذیل میں نسیم کے کلام کا کچھ انتخاب درج کیا جاتا ہے۔ مشتے از خروارے کے مصداق ناظرین اسی سے

پنڈت دیا شنکر کول نسیم کی بلندی تخیل کا اندازہ لگا سکینگے۔

انتخاب اشعار

قلقل مینا سے آتی ہے صدا　　بھر چکا جس وقت پیمانہ چلا
بے زبانوں کو بھی آتی ہے زباں　　بڑی غل کرتی ہے دیوانہ چلا
شب جو آیا بزم میں وہ شعلہ رو　　شمع گل کرنے کو پروانہ چلا

بتوں کی گلی چھوڑ کر کون جائے　　یہیں سے ہے کعبہ کو سجدہ ہمارا

جنوں کی چاک زنی نے اثر کیا واں بھی　　جو خط میں حال لکھا تھا وہ خط کا حال ہؤا

دل سے اڈے اشک خوں آنکھوں کی راہ
جوش مے سے غم کا ڈھکنا کھل گیا

بت خانے کا پابند نہ کعبہ سے تعلق　　آزاد ہے قیدوں سے گرفتار تمہارا

دہر میں کمیاب کیا نایاب ہیں　　کیمیا۔ درویش۔ سچا آشنا

آئے اجل تو دونو کی ہوجائے مخلصی　　ہے رنج مبتلا مرا میں مبتلائے رنج

بل پڑنے لگا ابروئے خمدار کے اوپر　　آجائے نہ آفت کہیں دو چار کے اوپر

خواہ کعبہ خواہ بت خانے کو جا　　دہشت دل کا رہگذر ہے دو طرف

کفر و ایماں دونو جانب کی سنے　　اس لئے گوش بشر ہے دو طرف

خورشید کے پنجے سے اشارہ ہے کہ عاقل　　اللہ کی جانب کو اٹھا وقت سحر ہاتھ

شاگرد خواجہ آتش ہندی جو ہے نسیم　　کہتے ہیں پارسی کہ یہ آتش پرست ہے

ابر رحمت سنتے ہیں نام آپ کا　　خاکساروں پر کرم فرمائیے
آپ آہو چشم ہیں آہو نہیں　　ہم سے وحشت کی نہ لیجئے آیئے

صبر رخصت ہو تو جلنے دیجئے
بیقراری آئے تو ٹھہرایئے

دوزخ و جنت ہے اب میری نظر کے سامنے　　گھر رقیبوں نے بنایا اس کے گھر کے سامنے

عہد پیری میں روانہ ہوئے یوں ہوش و حواس　　صبح کو جیسے مسافر سے ہو منزل خالی

لائے اس بت کو التجا کرکے　　کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے
میں وہ بے آس ہوں کہ میرا یاں　　یاس کرتی ہے آسرا کرکے

جب نہ جیتے جی مرے کام آئے گی — کیا یہ دُنیا عاقبت بخشائے گی
جب ملے دو دل مخل پھر کون ہے — بیٹھ جاؤ خود حیا اُٹھ جائے گی
گر یہی ہے اس گلستاں کی ہوا — شاخ گل اک روز جھونکا کھائے گی
داغِ سودا ایک دن دیگا بہار — فصل گل آکر شگوفہ لائے گی
کچھ تو ہوگا ہجر میں انجامِ کار — بیقراری کچھ نہ کچھ ٹھہرائے گی
صندلی رنگوں سے مانا دل لگا — دردِ سر کی کس کے ماتھے جائے گی

جان نکل جائے گی تن سے اے نسیم
گل کو بوٹے گل ہوا بتلائے گی

گل ہؤا کوئی چراغِ سحری اے بلبل — ہاتھ ملتی ہوئی پتوں سے صبا آئی ہے
جسقدر وصل بتاں کا نہیں رہتا ہے فراق — اے نسیم اُتنی کبھی یادِ خدا آتی ہے

ساقی قدح شراب دیدے — مہتاب میں آفتاب دیدے
ساقی باقی جو کچھ ہو لے لے — باقی ساقی شراب دیدے

کیوں خفا رشکِ حور ہوتا ہے — آدمی سے قصور ہوتا ہے
خاکِ عاشق سے جو درخت اُگا — طور ہوتا ہے ۔ نور ہوتا ہے

غیر کا احوال سُنتے ہیں وہ خوب — اس لئے احوال میرا غیر ہے
ہے تری تیغ نگہ میں کیا اثر — وار ہو ہم پر تو کٹتا غیر ہے

اہل ہوس کا کس شے پہ بس ہے — اللہ بس ہے باقی ہوس ہے
سیپر بیاباں چاک گریباں — وہ پائمردی یہ دسترس ہے
ناحق بتوں نے بیداد کی ہے — اللہ میرے تو داد رس ہے

آن میں فرق نہ آنے دیجئے — جان اگر جائے تو جانے دیجئے
آتی بہار زاہد ہشیار مست ہو — شیشہ کی فتح توبہ کی شکست ہو

دل تو نہیں چاہتا تھا کہ نسیم صاحب کے دیوان کا انتخاب اسقدر مختصر کیا جائے مگر طوالت مضمون کے خوف سے مجبور ہو کر ایسا کرنا پڑا۔ ناظرین کرام نے دیکھ لیا ہوگا کہ نسیم کے اشعار میں تخیل۔ جذبات۔ تصوف۔ تناسب لفظی جو اس زمانے کا خاص جوہر تھا) اور صنائع بدائع غرضیکہ سبھی کچھ موجود ہے۔ نسیم کا ہر شعر تیر و نشتر ہے۔ جو کان میں پڑتے ہی کلیجے کے پار ہو جاتا ہے اور داد لئے بغیر نہیں چھوڑتا۔

نسیم نے جو کچھ کہا وہ ہر علم دوست کے ورد زبان ہے۔ اس کے مصرع ہی نہیں بلکہ اشعار بھی ضرب المثل کا درجہ اختیار کر چکے ہیں۔ اور نسیم نے خود بھی محاورہ کو نہایت صفائی سے باندھا ہے۔ ذیل میں ہر دو اقسام کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

انسان پری کا سا منا — مٹھی میں ہوا کا تھا منا کیا
کانوں میں نہ ہو اگر اُلجھنا — تھوڑا لکھا بہت سمجھنا
غم راہ نہیں کہ ساتھ دیجے — دکھ بوجھ نہیں کہ بانٹ لیجے
کیا لطف جو غیر پردہ کھولے — جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے
رکھتا تھا وہ آب کے سوا تاب — چندے خورشید چندے مہتاب
سمجھانے سے تھا ہمیں سروکار — اب مان نہ مان تو ہے مختار
لائے اُس بُت کو التجا کرکے — کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے

اس کمال شاعری کے باوجود نسیم کی اتنی قدر نہ ہوئی جس کا وہ مستحق تھا۔ حاسدوں نے اُس کی شہرت پر خاک اُڑانے کی کوشش کی اور کامیاب ہوئے۔ لیکن ان کوششوں کے باوجود امجد علی شاہ والئے لکھنؤ کے کانوں تک نسیم کی شہرت پہنچ چکی تھی۔ اور کسی طرح ایک بار نسخہ گلزار نسیم بھی وہ پڑھ چکے تھے۔

ایک دن طوائف نے آپ کے سامنے نسیم کی ایک غزل گائی جس کا مطلع یہ ہے۔ ؎

جب نہ جیتے جی مرے کام آئیگی — کیا یہ دُنیا عاقبت بخشائیگی

جس وقت اس غزل کا مقطع گایا گیا۔ ؎

جاں نکل جائیگی تن سے اے نسیم — گل کو بوئے گل ہوا بتلائیگی

تو شاہ اودھ نے زانو پر ہاتھ مار کر کہا۔ کہ کیا یہ غزل گلزار نسیم کے مصنف کی ہے۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا جی ہاں۔

بادشاہ نے اُسے دربار میں پیش کرنے کا حکم دیا۔ حاسدوں نے کہا۔ حضور وہ تو مر چکا۔

بادشاہ نے یہ سُنکر بہت افسوس کیا۔

افسوس کہ یہ منحوس الفاظ درست ثابت ہوئے یعنی اس سے چند روز بعد ۱۸۴۳ء میں اُردو علم ادب کے مایہ ناز اور آسمان شاعری کے درخشاں ستارے پنڈت دیا شنکر کول نسیم بعارضۂ ہیضہ مُبتلا ہوکر عالم جاودانی کو سدھار گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔

ارشاداتِ عالیہ

(از حضرت کوکب شاہجہان پوری)

آہ نارسا اپنی، نالہ ناتواں اپنا — اشک داستاں دل کی خامشی بیاں اپنا

کیا کہیں! محبت میں دل پہ کیا گزرتی ہے — حُسن بے نیاز اُن کا، عشق بدگماں اپنا

آپ اور دلداری! خواب ہے کہ بیداری؟ — ہے ہنوز کچھ باقی شائد امتحاں اپنا

لُطفِ زندگی کیسا؟ سیرِ گلستاں کس کی؟ — ہے وہ اب قفس اپنا، تھا جو آشیاں اپنا

کب ہوئی تلاش اُنکو؟ کھو گئے جب ایسے ہم! — خود ہمیں نہیں ملتا نام کو نشاں اپنا

کیوں کروں پشیماں اب! شکوہ و شکایت سے — پھر ہے آشنا اپنا، پھر ہے مہرباں اپنا

آنہ جائے حرف اک دن اُنکی بے نیازی پر — تا کُجا محبت میں آپ امتحاں اپنا

دل میں تھی تڑپ جبتک آس تھی رہائی کی — یاد بھی نہیں آتا اب تو آشیاں اپنا

تا کُجا رہیں گھٹ کر دل کی حسرتیں دل میں — لُوٹ لے کوئی رہزن کاش کارواں اپنا

فکر کی لطافت میں، ذکر کی حلاوت میں — کون ہے شریک اپنا، کون ہمزباں اپنا

دوست کے سوا کس سے حالِ دل کہوں کوکب

اور ہے دو عالم میں کون رازداں اپنا

تعارف

از قلم خدائے سخن عروضی کامل الفن صدر اعظم محقق علامہ رستم الشعرا مولانا محمد حبیب السبحان صاحب المتخلص بحضرت صابر الہ آبادی حال شہر گوالیار گورنمنٹ

عزیزی سید مرتضےٰ حسن صاحب دعا ڈبائیوی تلمیذ تاج الشعراء معراج الکلام فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین حضرت داغ دہلویؒ کے کلام کو ایک عرصہ سے سن رہا ہوں آپ عمدہ کہنے والوں میں ہیں۔ میں آپ کے کلام سے بہت خوش ہوں۔

چنانچہ دعا صاحب کے تاثرات شعری سے محظوظ ہوکر پہلوان سخن کے خطاب کے ساتھ فصیح الشعراء کے مزید خطاب سے بہ عطائے سند بہ ثبت دستخط و مُہر ملقب کر چکا ہوں۔

واقعی دعا صاحب کی ہستی باعث افتخار شعر و سخن ہے۔ چونکہ یہ ایک نہایت کہنہ مشق اور فصاحت و زبانی کے نکات اور فن شاعری سے بھی واقف ہیں۔

حال ہی میں دعا صاحب نے ایک غزل بحر متقارب سالم شانزدہ رکنی نہایت اہتمام اور اسلوب بیان کی طرز ادا کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھ کر میرے پاس بھیجی ہے۔ لہٰذا اُن کی غزل مذکورۃ الصدر بغرض اشاعت رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور بھیجتا ہوں تاکہ انکا تعارف ناظرین رسالہ سے ہو جائے۔

از نتیجہ فکر سخن فصیح الشعراء سید مرتضےٰ حسن صاحب دعا ڈبائیوی تلمیذ تاج الشعراء ناخدائے سخن معراج الکلام حضرت نوح ناروی جانشین حضرت داغ دہلویؒ

شب غم دلِ زار ایسا نہ گھبرا پریشاں نہ ہو اے مصیبت کے مارے
خدا کی مدد شاملِ حال اگر ہے تو دم بھر میں ہو جائینگے وارے نیارے
ہمیں جن سے امید تھی دوستی کی وہی بن گئے دشمنِ جاں ہمارے
اب اس زندگی سے تو ہے موت بہتر کہاں تک مصیبت میں کوئی گذارے
محبت کے اسرار سب سے نرالے سمجھ میں طلسمِ محبت نہ آیا
جنہیں ساری دنیا بتاتی ہے قاتل وہی ہیں مری زندگی کے سہارے
یہ معلوم ہے مجھ کو وہ حیلہ جو ہیں ستمگر ہیں بے مہر ہیں تند خو ہیں

مگر کیا کروں دل سے مجبور ہوں میں — وہ اس پر بھی ہیں مجھ کو دنیا سے پیارے
مرے ہمنشینوں سے کوئی یہ کہدے — وہ عیشِ گذشتہ کا قصہ نہ پوچھیں
خدا کے لئے دوسرا ذکر چھیڑیں — جلاتے ہیں کیوں میرے سینہ پر آرے
محبت میں کیا کیا جفائیں اٹھائیں — جو آنی نہ تھیں وہ بلائیں بھی آئیں
ہمیں اے فلک اب ستاتا ہے ناحق — کہ ہم پیشتر سے ہیں آفت کے مارے
محبت بُری چیز ہے حضرتِ دل — یہ انسان کے حق میں ہے زہر قاتل
بشر کو خدا اس سے محفوظ رکھے — نظر دن کو آتے ہیں اُلفت میں تارے
مسیحا وہی ہے جو مُردے جِلائے — یہی ہم نے تعریف اس کی سُنی تھی
محبت میں کہتے ہیں اُس کو مسیحا — جو اپنے مریضوں کو دم دے کے مارے
بظاہر صفائی کی باتیں زباں پر — مگر دل میں قائم وہی فتنہ و شر
ہمیں کو خبر ہے ہمیں جانتے ہیں — تمہارے کنائے تمہارے اشارے
محبت میں دل سے کے آزار دوگے — پریشان کرکے خبر بھی نہ لوگے
ذرا اب نظر سے نظر تو ملاؤ — یہی قول تھے کیا ہمارے تمہارے
لئے چلتے ہیں تیرے کہنے سے تجھ کو — دلِ زار ہم امتحانِ وفا میں
نہیں نیک و بد سے ہمیں کچھ تعلق — یہ تیرا مقدر ہے جیتے کہ ہارے
تری ہمسری کا انہیں بھی تھا دعویٰ — دماغ آسماں پر تھا شمس و قمر کا
بڑے بول کی یہ خدا نے سزا دی — پھرا کرتے ہیں رات دن مارے مارے
ابھی ہے سے خدا رکھے آغازِ اُلفت — جگر اور دل کی ہی آئی ہے نوبت
خدا جانے سودائے عشق و وفا میں — اُٹھانے پڑیں اور کیا کیا خسارے
اگر تیر و شمشیر سے تم نے مارا — نہیں اس میں تعریف کی بات کچھ بھی
محبت میں کہتے ہیں قاتل اُسی کو — نگاہوں سے لے کام اشاروں سے مارے
نہیں کچھ بھی ان کی محبت میں حاصل — حسینوں سے بچتے رہو حضرتِ دل
رہے دُور کی صرف صاحب سلامت — یہ بے درد ہوتے ہیں سارے کے سارے
دعا نوحؔ صاحب کی بیکار جاتی — بھلا شاعری کیوں دعا کو نہ آتی
مہینوں اسی شوق اسی آرزو میں — رہے ہیں ہم اُستاد کے پاس بلکے

گذشتہ سے پیوستہ

حضرت صابر الہ آبادی مدظلہ

شرح تصحیح نور البلاغت ترجمہ حدائق البلاغت مدخلہ امتحان منشی عالم و منشی فاضل پنجاب و کامل الہ آباد یونیورسٹی بابت امتحان ۳۳-۳۴ء

از قلم خدائے سخن عروضی کامل الفن صدر اعظم محقق علامہ عصر مولانا محمد حبیب السبحان المتخلص بحضرت صابر الہ آبادی حال شہر لشکر گوالیار

جَدَعْ - حضرت مولف نور البلاغت جدع کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ (جدع مفعولات کے دو سبب خفیف کو گرا دینا اور تے کو ساکن کرنا پس لات بسکون ت رہا جس کو فاعْ بولینگے)

جدع کی اصل تعریف یہ ہے کہ وہ صرف دو سبب خفیف گرا دینا ہے مگر ت کو ساکن نہیں کرنا جس سے فاعَ بتحریک آخر بنتا ہے - اگر ت کو ساکن کرتا تو یہ زحاف جدع مرکب کہلاتا - محقق طوسی نے جدع کا نام کچھ نہیں بنایا وہ اِس کو ہر موقعہ پر جداگانہ نام سے یاد فرماتے ہیں -

چنانچہ مفعولاتُ میں وہ اصلم مقصور نام بتاتے ہیں - اب مفعولات سے اگر فاع بسکون آخرہ بنایا جائیگا تو صلم سے پورا مصروق - لاتُ - گرا کر فعْلن بچا کر پھر نون فعْلن کو قصر سے ساقط کر کے لام فعْل کو بحکم اسی قصر سے ساکن کر کے فاع بسکون عین بنا لینگے - یہ ترکیب صحیح الاصل ہے اور عمل نور البلاغت غلط ہے

ثلم - حضرت نور البلاغت فرماتے ہیں کہ (فعولن کی تا کو گرا دینا عولن ہُوا) یہ تا سہواً ہے بلکہ بجائے تا کے فا سمجھا جائے -

تشعیث - حضرت مولف نور البلاغت فرماتے ہیں کہ (فاعلاتن کے وتد مجموع کے حرف متحرک کے گرانے کو کہتے ہیں جیسے فاعلاتن سے فالاتن ہُوا)

چونکہ درمیانی اوتاد کے کسی حرف کو گرانا موجدان زحافات سے ثابت نہیں ہے - یہ ترکیب صریح غلط ہے -

تشعیث در اصل جمع خبن و تسکین ہے - کہ فاعلاتن کا خبن سے الف اول گرا کر فِعلاتُن بنایا - اب فَعِلاتن میں تین متحرک متوالی ہو گئے - پس درمیانی حرکت عین کو تسکین سے ساکن کر کے فعْ لا تن منقول بہ مفعولن

بنا لیا گیا۔

نقص ۔حضرت مؤلف نورالبلاغت فرماتے ہیں کہ (نقص مُتَفَاعِلُن میں اضمار و طے جمع کرنے کو کہتے ہیں اور مستفعلن بنا کر طے سے مفتعلن بناتے ہیں) جمع عروضیان مستندین و مصنفین نقص کو اجتماع عصب بہردو اوائل غیر منقوط و کف کا مفاعلَتُن وافر میں بناتے ہیں اور مفاعِلَتُن سے مفاعیلُ بحرکت آخرہ بناتے ہیں۔ اور بقول نور البلاغت اجتماع اضمار و طے کا نام **مخزول** بناتے ہیں۔

حضرت نور البلاغت اضمار وطے کے مجموعے کو (نقص) کے لقب سے یاد فرماتے ہیں اور مخزول کا اپنے رسالہ میں کوئی ذکر نہیں فرماتے۔

لہٰذا نقص بحر کامِل میں اجتماع عصب و کف ہمارا نام بنایا ہُوا بالکل صحیح ہے اور اجتماع اضمار وطے صریح غلط ہے۔

قطف ۔حضرت مولف نور البلاغت (مفاعِلَتُن میں عصب اور حذذ کے جمع کرنے کو بتلاتے ہیں) اور حذف کے عمل کی تشریح فرماتے ہیں۔ حذذ غلط ہے اور حذف صحیح ہے۔

شرم ۔حضرت مولف نور البلاغت فرماتے ہیں کہ (شرم فعولن میں قبض اور خرم کے جمع کرنے کو کہتے ہیں۔ پس مفعولن سے قبض فعول ہُوا اور اِس سے خرم ہُوا تو عول رہا۔ اُس کو فعل سے بدل دیا)۔

غور فرمائے فعولن خماسی میں مفعولن شش حرفی کہاں سے آیا جس کے ساکن پنجم کو بحکم قبض ساقط کیا جائے۔ مفعولن میں کوئی پانچواں ساکن نہیں ہے کہ جس کو خارج کر کے فعول کہا جائے۔ اور فعول بھی غلط ہے کہ مفعولن سے نہیں بن سکتا اور پھر اس چار حرفی لفظ فعول سے خرم کیا جائے تو عول کو فعل سے بدل دیا جائے۔ یہ عروض کی بالکل نئی ترکیب ہے۔

خرم تو مفاعیلن سباعی کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے جس کو مؤلف نور البلاغت بھی باب خرم میں تسلیم فرماتے ہوئے رقم فرماتے ہیں کہ (خرم مفاعیلن کے میم گرانے کو کہتے ہیں) پھر خرم فعولن میں کیسے آ سکتا ہے جبکہ وہ ثلم کی تعریف میں ارقام فرماتے ہیں کہ (فعولن کی تا کو گرا دینا پس عولن ہُوا) جس کا ذکر ہم ثلم کی تعریف میں اِس سے پہلے کر چکے ہیں۔ پس حضرت نور البلاغت کو یہاں بجائے خرم کے ثلم کا لفظ استعمال فرمانا چاہئے تھا۔ چونکہ ہر قسم زحافات اپنے اپنے ارکان میں اپنے احکام نافذ کرتے ہیں۔ اگر خرم کو ہی تمام ارکان سباعی و خماسی مثلاً مفاعیلن فعولن مفاعلتن کا حاکم بقول عوام بنا دیا جائے تو ثلم اور عصب کی کیا ضرورت تھی۔ لہٰذا ایسے موقعوں پر غلط احکام زحافات کے کُند چھُریوں سے ارکان کو حلال کیا جائے تو وہ مطلق حرام ہو جائیگا۔ لہٰذا اجتماع قبض و ثلم کا ہے۔ پس فعولن سے پانچواں ساکن نون قبض سے ساقط کر کے فعولُ پھر

ثلم سے (ف) کو گرا کر عُول جو بروزن فاع بحرکت آخرہ کے ہُوا بنایا گیا نہ کہ فعل یہ بالکل غلط ہے۔

عصب ۔حضرت مولف نور البلاغت فرماتے ہیں کہ (عصب مفاعَلتُن میں خرم واقعہ ہونے کو کہتے ہیں۔

پس مفاعَلتُن سے خرم ہُوا تو فاعَلتُن بروزن مفعولن ہُوا)۔

یہاں بھی خرم کا لفظ غلط ہے۔ایسے ارکان میں اکثر عروضیان نے دھوکے کھائے۔اور عصب و ثلم کو خارج کر کے ہر جگہ خرم کو استعمال کیا ہے۔ یہ محض غلط ہے۔

خرم صدر و ابتدا کے لئے مخصوص ہے۔باقی اور کسی رُکن میں اس کا حکم نہیں چل سکتا۔صدر و ابتداء کے علاوہ عروض و ضرب یا حشو ہائے میں خرم کی ضرورت ہو تو وہاں کے لئے دوسرے زحافات مثل مُحتق وغیرہ کے ہیں۔اگر وہاں خرم و عصب وغیرہ کے اختیارات برتے جائیں گے تو محض غلط ہو جائیگا۔لہٰذا اس موقعہ پر بھی خرم بالکل غلط ہے۔

اور چونکہ عِلَتُن کا لام متحرک ہے فاعلتن سے مفعولن نہیں بن سکتا۔یہ مفعولن بھی غلط ہے بلکہ مفتعلُن بنے گا۔

قصم ۔حضرت مؤلف نور البلاغت فرماتے ہیں کہ (قصم مفاعلتن میں خرم و عصب کا مجموعہ ہے)۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر اوّل خرم سے مفاعلتن کی میم بقول مؤلف نور البلاغت ساقط کی جائے تو مفتعلن بنتا ہے یفتعلن کے پانچویں متحرک لام کو عصب ساکن کریگا تو مفتعان بروزن فاعلان بنیگا۔

چونکہ عصب کا کام پانچویں متحرک کو ساکن کرنے کا ہے تو اس حساب سے مفاعَلتُن کا بجائے لام پانچویں متحرک کے حرف (ت) کہ جو چھٹا ہے پانچواں ہوتا ہے۔اور حضرت مؤلف موصوف دھوکا کھا کر چوتھے متحرک لام کو عصب سے ساکن کر کے فاعل تن کا مفعولن بناتے ہیں یہ غیر ممکن۔

دوسرے وہ رکن مفاعلتن میں خرم کا حکم چلاتے ہیں۔خرم ہزج مفاعیلن کے لئے مخصوص ہو چکا ہے۔

پس یہاں حکم خرم محض غلط ہے۔مفاعَلتُن میں عصب کا حکم چلانا چاہئے۔

لہٰذا قصم اجتماع عصب و غصب کا ہے۔پس اس عمل سے بعمل عصب مفاعلتن کا پانچواں متحرک لام ساکن کر کے عصب سے مفا کا میم گرا کر فاعِلْ تن آنکھ بند کر کے بنا لیجئے اور پھر اس کو مفعولن سے بدل لیجئے اور یہی ہمارا بتایا ہُوا عمل ٹھیک ہے۔باقی رسائل جو ہمخیال نور البلاغت ہیں غلط راہ پر ہیں۔

جمم ۔حضرت مؤلف نور البلاغت فرماتے ہیں کہ (جمم خرم اور عقل کے جمع کرنے کو کہتے ہیں۔

یہاں بھی خرم کا حکم نہیں چل سکتا۔اور جب خرم کا حکم پہلے چل جائیگا تو عقل کے چلانے کے لئے اُس کی عقل گُم ہو جائے گی۔

یعنی عصب وقبض کو پانچواں حرف ساکن کرنے اور گرانے کو نہیں مل سکتا اور رُکن غلط ہو جائیگا۔ اور منگھڑت فاعلن بنایا جائیگا۔

لہٰذا جم میرے نزدیک اجتماع عقل وعصب کا ہے اور عقل اجتماع (عصب وقبض) ہے اب مفاعلتُن کا پانچواں حرف متحرک لام کو عصب سے ساکن کرکے اُسی حرف پنجم لام بالسکون کو قبض سے گرا کر مفاعلتُن کا مفاعلن بناکر عصب سے میم مفاعلن کا گرا کر فاعلن آنکھ بند کرکے بنا لیجئے۔ ہمارا عمل بتایا ہُوا نہایت صحیح ہے اور باترتیب ہے۔ لہٰذا جو رسائل ہمزبان حضرت مؤلف نور البلاغت ہیں عموماً غلط راہ پر ہیں۔

حضرت مؤلف نور البلاغت نے اپنے رسالہ میں (۴۳) زحافات دکھائے ہیں جن میں (۱۳) زحافات محض غلط ہیں۔ (باقی آئندہ)

احسانِ عندلیب

(جناب ماسٹر باسط بسوانی)

میری نشست گہ کا جو مختصر مکاں ہے — مجھ سے جو کوئی پوچھے وہ رشکِ گلستاں ہے

بیلیں چڑھی ہوئی ہیں دیوار اور در پر — پودوں سے ہے نمایاں صحنِ چمن کا منظر

سرسبز پتیاں ہیں۔ کلیاں مہک رہی ہیں — پھولوں کی ہے یہ کثرت۔ شاخیں لچک رہی ہیں

پودوں کا وہ نکھرنا۔ وہ مینہ کی پُھاریں — گھر بیٹھے دیکھتا ہوں فردوس کی بہاریں

اِس کنج عافیت میں دیکھا جو کچھ ٹھکانا — اک شاخ پر بنایا بُلبُل نے آشیانا

اب اور بھی دل اپنا مسرور دیکھتا ہوں — نغموں سے گوشہ گوشہ معمور دیکھتا ہوں

دل میں ہے سوز باسطؔ ہاں دردآشنا ہوں — وہ پھول پر فدا ہے بلبل پہ میں فدا ہوں

اک شاعر حزیں پر اُس نے کرم کیا ہے — اور دور اسکے دل سے رنج و الم کیا ہے

میں ہوں اسیر بیشک بے قید و بند اُس کا — ممنونِ لطف اُس کا۔ احسانمند اُس کا

گھر میں مرے بنایا بُلبل نے آشیانہ
دلبستگی کو میری گاتی ہے وہ ترانہ

(تازہ وغیر مطبوعہ)

نفائسُ الافکار

(مولانا ذوالفقار علی خان صاحب گوہر رام پوری برادر اکبر مولانا محمد علی مرحوم)

یاد تیرے روئے جاں پرور کی میرے دل میں ہے
یا پری شیشے میں یا لیلیٰ کوئی محمل میں ہے

حسرتِ دیدار آخر دیدۂ بسمل میں ہے
روح سائل کی نمایاں کاسۂ سائل میں ہے

لطفِ صحبت اے نگاہِ ناز اس محفل میں ہے
اک جہانِ آرزو آباد میرے دل میں ہے

شمع ساں خاموش گو سائل تیری محفل میں ہے
اُسکی آنکھوں سے ٹپکتی ہے جو حسرت دل میں ہے

تیرے دیوانہ کی آنکھیں دشت پیما ہیں ہنوز
تیری محفل سے ہے باہر گو تیری محفل میں ہے

دل میں تو آنکھوں میں تو میرے تصور میں ہے تو
وہ مکیں ہے تو کہ تیرا جلوہ ہر منزل میں ہے

آہِ بے تاثیر کا ضعفِ جنوں ہے ذمہ دار
وجہ ناکامی تو خود اس سعی لاحاصل میں ہے

یہ حبابِ بحرِ ہستی کی دلیلِ مرگ ہے
موج جو سوئی ہوئی خاموشی ساحل میں ہے

یہ خطِ جوہر نہیں ہیں تیغ جوہر دار میں
میری قسمت کا نوشتہ خنجرِ قاتل میں ہے

حسرت و ناکامیاں ہیں میری صورت سے عیاں
حال میرا کہہ رہا ہے وہ جو مستقبل میں ہے

یاد ایام گذشتہ دل سے **گوہر** کیا مٹے
یہ نشانِ کاروانِ زندگی منزل میں ہے

دُنیا کی زرّیں رائے

دُنیا کے جس قدر رسائل ہیں اُنکا کوئی نہ کوئی معیار مخصوص ہوتا ہے اور اُس کو اس پیمانے پر چلانے کی کوشش کی جاتی ہے مگر محرک کو اُس کے تغیر تبدل پر بلحاظ رفتار زمانہ کامل اختیار ہوتا ہے۔ چونکہ رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور اپنی شباب کی حالت پر ہے۔ اُس میں تعلیم کے متعلق کافی حالات درج کئے جاتے ہیں جس سے طالبان علم کو کافی امداد پہنچتی ہے۔ مگر مبتدی شعرا کی ترقی کیلئے کوئی ذریعہ کافی اس میں نہیں تھا۔ اب اُس کمی کو بھی وہ بتدریج پورا کرنے کی کوشش میں ہے یعنے رسالہ رہنمائے تعلیم میں عروضی مضامین نیز کلام مشاہیر و تنقیدی مضامین بھی درج ہونے لگے ہیں جس سے رسالہ کی پیشانی پر چار چاند اور لگ گئے۔ شعراء اب اُس کو نہایت گہری اور تنقیدی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں اور اپنی زرّیں رائیں بھی درج کرنے لگے ہیں۔

اس سے پیشتر یہ رسالہ میری نظر سے گذرا ہے۔ مجھ کو یا اور شعراء کو کوئی اس سے خاص دلچسپی نہ تھی محض کلام اساتذہ پر ایک سرسری نظر ڈال لی جاتی تھی مگر اب اس رسالہ نے اپنی دوسری کروٹ عروضی پیرائے یا تنقیدی مضامین نظم وغیرہ پر بدلی ہے جس سے سرمۂ ناظرین بنتا جارہا ہے اور جہاں جہاں یہ رسالہ پہنچتا ہے اُس کے اسقدر شائقین نظر آتے ہیں کہ ہر چہار طرف سے مانگ چلی آتی ہے کہ ایک روز کے لئے ہمیں بھی دیجئے۔ خریدار رسالہ پریشان ہے اور وہ کچھ ایسی حالت تذبذب میں ہے کہ کس کو دے اور کس کو نہ دے۔ اگر قبل از وقت دوسروں کو دیتا ہے تو اُسکا لُطف جاتا ہے۔ اس لئے طالبانِ رسالہ کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ وہ خود اُسکے خریدار بن جائیں۔ اگر وہ خریداری سے مجبور ہیں تو اپنے احباب کو ترغیب دیکر خریدار بنائیں تاکہ اُنکے ذریعہ اُنکو فائدہ ہو۔ نیز ایک صورت یہ بھی ہے کہ شائقین چار نئے خریدار پیدا کر کے اُنکے نام رسالہ جاری کراویں تو اُنکو مُفت رسالہ ایڈیٹر صاحب بھیج سکتے ہیں۔ ایسے اصحاب جلد از جلد نئے خریدار پیدا کر کے ایڈیٹر صاحب کو مطلع فرمائیں تاکہ اُنکے نام مُفت رسالہ جاری کردیا جائے۔ میں اس بات میں ایڈیٹر صاحب سے سفارش کرتا ہوں کہ ایسے اصحاب کے لئے رسالہ مُفت توسیع فرمائیں۔ دُنیا کی زرّیں رائے نیز عام شعرا کی یہ خواہش ہے کہ جبکہ یہ رسالہ رہنمائے تعلیم اسم بامسمّٰی ہے اور جمیع رسالجات سے بہت ضخیم اور اپنے وقت کا پابند اور اس میں تعلیمی نصاب کے متعلق ایثار کے ساتھ بحث کافی ہوتی ہے تو مبتدی شعراء و طالبان عروض منشی عالم و فاضل کلاس وغیرہ کو کیوں محروم رکھا جائے۔ اُنکے لئے بھی کیوں نہ کارآمد سبق دیئے جائیں جس سے اُنکو بھی دن دونی رات چوگنی ترقی ہو۔

دُنیا کے اساتذہ اور مسٹر عابد مسیح بی اے کی حسن اصلاح بالخصوص حضرت ضیائے سخن عروضی محقق حضرت صابر صاحب رضا الہ آبادی مدظلہ کے تازہ ترین عروضی مسائل پر عالمانہ بحث سبق آموز خلائق ہیں حضرات سے استدعا کی جاتی ہے کہ اس سلسلہ کو ختم نہ کیا جائے بلکہ اُس میں اور بھی افزائش فرمائی جائے۔

(محمد حمید اللہ مائل از گوالیار)

دردِ دل

کہہ رہے ہیں مبتلائے دردِ دل — دم نکل جائے نہ جائے دردِ دل

پوچھنے کو آپ آئے دردِ دل — کیوں نہ ہو جاؤں فدائے دردِ دل

تم ہوئے نا آشنائے دردِ دل — رفتہ رفتہ مٹ نہ جائے دردِ دل

غنچۂ اُمید مُرجھانے لگا — چل گئی کیسی ہوائے دردِ دل

بیکسی میں کون ہے پُرسانِ حال — دل فقط ہے آشنائے دردِ دل

مرنے والوں کے لئے مرتا ہوں میں — دے گئے اپنے پرائے دردِ دل

صاف چہرے سے نمایاں ہو گیا — کس طرح کوئی چھپائے دردِ دل

کوئی سن جائے خدا کے واسطے — کہہ رہا ہوں ماجرائے دردِ دل

میں شروعِ عشق ہی میں مر گیا — ابتدا تھی انتہائے دردِ دل

زہر دیکر مجھ کو ظالم نے کہا — ہے یہی تیری دوائے دردِ دل

یہ بھی اے شاکر خدا کا شکر ہے

سُنتے ہیں وہ ماجرائے دردِ دل

شاکر بریلوی

صدقہ مرے جنوں کا گھر بن گیا ہے صحرا

ہر روز آرزوئیں ہوتی ہیں دل میں پیدا — جب سے ہوئی محبت اک شوخ دلربا کی

صدقہ مرے جنوں کا گھر بن گیا ہے صحرا — آوارگی سے چھوٹا رحمت ہوئی خدا کی

الطاف اور ستم میں کب ہے تمیز مجھ کو — حسرت نہیں وفا کی۔ خواہش نہیں جفا کی

کب تک رہیگا یونہی پامال اپنا گلشن — ہے انتہا بھی کوئی اس ظلم نا روا کی

توجہ

(از جناب مولوی جان محمد صاحب اُردو صدر مدرس کلیاں)

توجہ کسے کہتے ہیں؟ جب انسان کوئی خاص عمل کر رہا ہو۔ تو اُس وقت اُس کی کیا حالت ہوتی ہے؟
اس سے یہ مراد نہیں کہ انسان کو اُس وقت کسی اور چیز یا بات کا علم ہی نہیں ہوتا۔ اصل یہ ہے کہ انسانی روح ہر وقت بیدار اور ماحول سے باخبر رہتی ہے کہا جا سکتا ہے۔ کہ اُس وقت وہ کسی خاص خیال میں منہمک تھا۔ لیکن عام طور پر ساتھ ہی معمولی چیزوں سے اُس کو سرسری واقفیت بھی ضرور تھی۔ انسان جب کسی خاص چیز کی طرف راجع ہو یا کوئی خاص عمل کرنے لگے۔ تو وہ اُس سرسری واقفیت کی حالت سے گذر کر اُس چیز کی طرف گہرائی سے غور کرتا ہے۔ البتہ اس سرسری واقفیت کی حالت میں انسانی روح سکون کی حالت میں رہتی ہے۔ اور یہ حالت اکثر اُس پر طاری رہتی ہے۔ ایسی حالت کو ہم سکون یا سرسری واقفیت یا عام آگہی کہتے ہیں۔ اس سرسری واقفیت کا دائرہ فراخ ہوتا ہے جبکہ انسان اس سرسری واقفیت سے گذر کر کسی خاص چیز کی طرف دھیان لگاتا ہے۔ تو گویا اس وسیع دائرے سے سکڑ کر ایک مرکز پر آتا ہے۔ لیکن ہم حالتِ سکون میں معمولی چیزوں سے بے خبر نہیں ہوتے۔ البتہ سرسری واقفیت ضرور ہوتی ہے۔ مگر جب اس کو کسی خاص چیز کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ تو اُسے اردگرد کی چیزوں کا علم مطلق نہیں ہوتا۔ جس قدر اس کی سرسری واقفیت کا دائرہ گھٹتا جائیگا۔ اُسی قدر سرسری واقفیت کے دائرے سے ہٹ کر اور یکسو ہو کر اپنے تئیں ارادتاً کسی خاص چیز پر لگاتا ہے۔ اُسے قوتِ توجہ کہتے ہیں۔ ہر قوت کے عمل کے لئے توجہ کا ہونا ضروری ہے۔

توجہ ارادی و غیر ارادی۔ چھوٹے بچوں میں ارادے کی طاقت بہت کمزور ہوتی ہے۔ اس لئے وہ کسی چیز پر چنداں توجہ نہیں دے سکتے۔ مثلاً بچہ رو رہا ہو۔ اُس کے ہاتھ میں کوئی چیز دے دو۔ تو وہ اپنا رونا بند کر دیگا۔ اور اُس چیز کے دیکھنے بھالنے میں مصروف ہو جائیگا۔ لیکن اُس چیز کو چھین کر دوسری چیز اُس کو دی جائے۔ تو اُس کی توجہ دی ہوئی چیز کی طرف مائل ہو جائے گی۔ اِس کی توجہ یہ ہے کہ ارادہ قوی نہ ہونے کی وجہ سے وہ کسی خاص چیز کی طرف اپنی توجہ نہیں دے سکتا۔ اِس قسم کی توجہ کو توجہ غیر ارادی کہتے ہیں۔ چھوٹے بچوں کی توجہ عموماً غیر ارادی ہُوا کرتی ہے۔

یہ غیر ارادی توجہ رفتہ رفتہ تکمیل کو پہنچ کر توجہ ارادی کی صورت میں نمایاں ہوتی ہے۔ یا یوں کہو کہ بچہ تھوڑی دیر کے لئے کسی چیز پر توجہ دے سکتا ہے۔ مگر رفتہ رفتہ ترقی کر کے اُس کے ارادے میں تقویت آتی جاتی

ہے۔اور پھر گھنٹوں تک کسی چیز پر توجہ دے سکتا ہے۔گویا توجہ کا دینا یا نہ دینا اُس کے اختیار میں ہے۔
اس توجہ کو توجہ ارادی کہتے ہیں۔

توجہ کے خواص

(۱) **تیزی یا استحکام**۔یعنی توجہ اِس زور سے دی جائے۔کہ انسان یکسو ہو کر بالکل اسی کام میں لگ جائے۔

(۲) **قیام یا استقلال**۔دیر تک اور لگاتار توجہ دی جائے۔

(۳) **سرعت یا طراری**۔یعنی ایک بات پر مناسب دیر تک توجہ دینے کے بعد اپنے آپ کو دوسری باتوں کی طرف رجوع کیا جائے۔

یہ تینوں خواص اچھی توجہ کے لئے ضروری ہیں۔بعض طلبا میں استحکام اور استقلال ہوتا ہے۔لیکن طراری نہیں ہوتی۔یعنی وہ ایک ہی مضمون کے ہو رہتے ہیں جو اُن کی طبیعت سے مانوس ہوتا ہے۔برعکس اس کے بعض طلباء میں طراری ہوتی ہے۔استحکام و استقلال نہیں پایا جاتا۔اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔کہ وہ تھوڑا تھوڑا ہر مضمون پر عبور کر جاتے ہیں۔مگر چونکہ کسی مضمون پر بھی کامل توجہ نہیں کرتے۔اس لئے اُنہیں کوئی مضمون بھی اچھی طرح نہیں آتا۔

توجہ کی تربیت کا طریق۔توجہ کی عادت صرف مشق سے پیدا ہوتی ہے۔لیکن اس عادت کے پیدا کرنے کے لئے مندرجۂ ذیل باتوں کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔

(۱) **حتی المقدور توضیحاتِ مرتبہ** سے کام لینا چاہیئے۔یعنی چیزوں۔نمونوں۔تصویروں۔گوبیوں۔چوکھٹوں اور خاکۂ تختۂ سیاہ کے استعمال سے بچوں کے حواس کو جگانا چاہیئے۔اِس سے وہ خود بخود توجہ دینگے۔

(۲) **طرز تعلیم میں ہر قسم کی دلچسپی موجود ہو**۔مدرّس کو چاہیئے کہ لکچر اور سوال وجواب کے طرز کو ملا جُلا کر برتے۔اور تھوڑا پڑھانے کے بعد ساتھ کے ساتھ اعادہ کرے۔

(۳) **چند عملی ترکیبوں کو بھی کام میں لانا ضروری ہے**۔مثلاً نمبر چڑھانا۔اُتارنا۔طلباء کا آپس میں سوال وجواب کرنا وغیرہ۔

(۴) **مناسب وقفہ کے بعد مضمون بدلنا چاہیئے**۔ترتیبِ مضامین (ٹائم ٹیبل) ایسی ہو جس سے جملہ قوائے ذہنی کی مشق ہو سکے۔مشکل مضامین کی تعلیم اُس وقت ہو۔جبکہ طلباء تازہ دم ہوں۔یعنی مدرسہ کے لئے شروع میں یا کھیل و تفریح کے بعد۔

(۵) **مندرجۂ ذیل محرکات اور خواہشوں سے بھی کام لینا چاہیئے**۔مثلاً تحصیل علم کا شوق۔کسی مشکل کام کے حل کرنے کی خوشی۔ہمدردی۔تعریف حاصل کرنے کا شوق۔رشک یا اوروں پر سبقت لے جانے کا شوق۔انعام

وغیرہ کی خواہش وغیرہ وغیرہ -

(۶) بعض اوقات مدرس کو توجہ پیدا کرنے میں مندرجۂ ذیل مشکلات پیش آیا کرتی ہیں - اُن کا مناسب تدارک ضروری ہے -

(ا) بعض طلباء جسم کی کمزوری کی وجہ سے کامل توجہ نہیں دے سکتے - ایسے طلباء سے کم کام لینا چاہئے اُنہیں دھمکانا یا اُن کی طبیعت کو ابھارنا بے سُود ہے -

(ب) بعض طلباء بزدل اور ڈرپوک ہوتے ہیں - نہ اُنہیں اپنی لیاقت پر بھروسہ ہوتا ہے - نہ مدرس پر اعتبار ہوتا ہے - ایسے طلبا سے نرمی و محبّت سے کام لو - اُن سے آسان سوال پوچھو - تاکہ ٹھیک جواب دینے پر اُن کی ہمت بڑھے -

(ج) بعض طلباء ہوشیاری کی وجہ سے تیز و طرار ہوتے ہیں - اور ہر سوال کا جواب بے سوچے سمجھے دے دیتے ہیں ایسے طلباء سے مشکل سوال کرکے اُن کے گھمنڈ کو توڑنا چاہئے -

(د) بعض طلباء قدرتاً طبیعت کے سُست ہوتے ہیں - لہٰذا مدرس کو چاہئے کہ جس مضمون سے اُنہیں اُنس ہو - اُس مضمون کے پڑھانے میں بذریعہ سوال وجواب انکی سُستی دُور کرے -

(۷) توجہ قائم رکھنے کے لئے خارجی باتوں کا بھی خیال رکھنا چاہئے - مثلاً کمرۂ تعلیم میں روشنی ہوا اور باقاعدہ نشست کا معقول انتظام ہو - آس پاس کی جماعتوں کا شوروغل تعلیم میں مخل نہ ہو سکے - نقشۂ انضباط اوقات مناسب طور پر بنا ہُوا ہو اور موزوں جگہ پر آویزاں ہو -

جوں جوں توجۂ ارادی توجۂ غیر ارادی پر غالب آتی جائیگی - اُسی قدر دیگر قوٰے کی ترقی میں مدد ملے گی - لیکن جہاں توجہ ہٹی اور پڑھائی کا خاتمہ ہُوا - تعلیم کے دو عمل ہیں - پڑھنا اور پڑھانا جس کا مطلب یہ ہے - کہ مدرس اور طلباء دونو اپنے اپنے دماغ لڑاتے رہیں - اور تعلیم بھی اُسی وقت تک ہوگی جب تک کہ طلباء مضمون سبق پر متوجہ رہینگے - مگر جہاں طلبا نے توجہ دینی بند کی - تعلیم بھی ختم ہو گئی - مدرس کو چاہئے کہ طلباء کی توجہ قائم رکھنے کے لئے مندرجۂ ذیل قوانین کا خیال رکھے اور اُن پر عمل کرے -

(۱) طلباء کی نشست ایسی ہو - کہ وہ تمام خاکے - نمونے - تصویریں وغیرہ بغیر کسی مزاحمت کے دیکھ سکیں -

(۲) طرزِ تعلیم تمام سبق میں بدلتے رہنا چاہئے -　(۳) نقشۂ انضباطِ اوقاتِ تعلیم ٹھیک اصولوں پر مبنی ہو -

(۴) طلبا کو مضمون سبق کا تصور دلا کر آئندہ سبق کے لئے تیار کیا جائے -

(۵) تعلیم کو طلباء کی استعداد کے موافق مشکل و آسان بناؤ -　(۶) جو کچھ پڑھاؤ - اُس کے فائدے اور تعلق بتلاؤ -

(۷) خود بیان کم کرو - اور طلباء سے مشق زیادہ کراؤ -

(۸) طلبار کی تعریف کرنے میں ذرا احتیاط رکھو۔ قدرتی لیاقت کی وجہ سے تعریف مت کرو۔ بلکہ بچوں کی سعی و کوشش کی داد دو۔

(۹) اگر کوئی طالب علم کسی خاص مضمون میں شوق لیتا ہے۔ اور توجہ دیتا ہے۔ تو اُس کے شوق اور توجہ سے اس طرح کام لو۔ کہ وہ دیگر کمزور مضامین میں بھی زیادہ کوشش اور محنت کرنے لگے۔

(۱۰) طلبا سے خوب واقفیت پیدا کرو۔ کمزوروں کے ساتھ حلیم بنو۔ بزدل اور ڈرپوک کی ہمت بڑھاؤ۔ مغرور کو ڈانٹو۔ اور سُست کو تحریک دو۔

(۱۱) اگر یہ معلوم ہو جائے۔ کہ جماعت کی توجہ کم ہو گئی ہے۔ تو سبب دریافت کر کے اُسے دور کرنے کی کوشش کرو۔

نوائے راز

(از ابو الفاضل رازؔ چاندپوری (مصنف "دنیائے راز")

وہ حیراں نہ ہوگا، پریشاں نہ ہوگا جو ممنونِ الطافِ یاراں نہ ہوگا

ہوس سے اُمیدِ محبت ہے بیجا کہ شعلہ کبھی برقِ جولاں نہ ہوگا

کریگا شب و روز جو شب پرستی وہ دلدادۂ مہرِ تاباں نہ ہوگا

یہ فصلِ بہاری، یہ خوش کیف منظر تو کیا آج تو بہ پر احساں نہ ہوگا

غنیمت ہے یہ دورِ رنگیں غنیمت نہ ہوگا کبھی پھر یہ ساماں نہ ہوگا

یہ فطرت ہے مغرور کافر کی فطرت مسلماں ہو کر بھی انساں نہ ہوگا

حریفانِ خوش خواں ہیں محوِ ترنم
تو کیا رازِ حق گو غزل خواں نہ ہوگا

کھیلوں کی تاریخ

ترجمہ (از عزیز احمد صاحب قریشی)

فٹ بال اس زمانہ میں بہت ہی ہر دلعزیز کھیل ہو رہا ہے۔ اس کی ابتدا یونان سے ہوئی تھی۔ زمانہ قبل از تاریخ میں یونان کے لوگ چمڑے کے ایک گیند سے ٹھڈوں سے کھیلا کرتے تھے۔ یہ گیند ہاتھ کے چھوٹے گیند سے کافی بڑا ہوتا تھا۔ رومن لوگ بھی کھیلوں میں بڑی دلچسپی لیا کرتے تھے۔ انکے ہاں کھیلتے وقت گیند کو ہاتھ لگانے کی اجازت تھی۔ چنانچہ اسی سے آجکل کا کھیل رگبی (یہ کھیل بھی فٹ بال کی طرح ہوتا ہے۔ اس میں ہاتھ سے کھیلنے کی اجازت ہوتی ہے۔ نیز گیند کی شکل بیضوی ہوتی ہے) کو اس نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کھلاڑی دو پارٹیوں میں منقسم ہو جاتے تھے۔ اور ہر پارٹی دوسرے کے گول میں گیند پھینکنے کی کوشش کرتی۔ جب گیند کسی پارٹی کے گول میں چلا جاتا۔ تو وہ شکست خوردہ سمجھی جاتی۔

فٹ بال کے جتنے قواعد و ضوابط فی زمانناً عوام کو معلوم ہیں۔ زمانہ قدیم میں لوگ انکا عشر عشیر بھی نہ جانتے تھے۔ ہاں بہت کچھ تحقیق کے بعد اتنا معلوم ہو سکا ہے۔ کہ ایک گیند اور گول کے دو ڈنڈے ضرور ہوا کرتے تھے اور صدیوں تک لوگ اسی طرح کھیلا کئے۔

رومن لوگ جنہوں نے انگلستان میں کئی اصلاحات کیں۔ گرجے۔ مکانات۔ قوانین وغیرہ بنائے۔ اور وحشی انگریزوں کو تہذیب یافتہ بنایا۔ یہاں اپنے ساتھ کئی چیزیں لائے۔ جن میں فٹ بال کے کھیل نے یہاں کے باشندوں کے دلوں میں بہت ہردلعزیزی حاصل کی۔ اور انگلستان کے مختلف علاقہ جات میں خصوصاً نارتھمبرلینڈ۔ سمرلینڈ اور سکاٹلینڈ کے چند علاقوں میں یہ کھیل حیرت انگیز طریق سے شروو (   ) منگل کے دن کھیلا جانے لگا۔ ابھی تک باوجود بہت کچھ تحقیق کے یہ بات پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچ سکی۔ کہ شروو منگل کے دن تخصیص سے یہ کھیل کیوں کھیلا جاتا تھا۔

انگلستان کے شمالی حصہ میں اس کھیل کو لوگوں نے بہت پسند کیا۔ اور اسے قومی کھیل قرار دیا۔ بظاہر تواریخ سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگ باقاعدہ گول بنا کر ہماری طرح کھیلتے تھے۔ لیکن یہ حقیقت نہیں۔ کیونکہ کھیلنے کے کوئی خاص طریقے مقرر نہیں تھے۔ بلکہ کھلاڑی وحشیوں کی طرح کھیلتے۔ ایک دوسرے کو دھکے دیتے۔ کسی کی ٹانگ پکڑ کر کھینچ لیتے تھے۔ کسی کو اٹھا کر دے پٹکتے۔ کبھی ہاتھ میں فٹ بال اٹھا کر گول میں جا پھینکتے

غرض عجیب وغریب قباحتیں آئے دن دیکھنے میں آتی تھیں۔ لطف یہ کہ یہ سب کچھ جائز سمجھا جاتا تھا۔ ہر سال سکاٹ لینڈ میں فٹ بال کا ایک میچ ہؤا کرتا تھا۔ اس دن دفتروں میں چھٹی ہوتی۔ تمام دوکانیں بند کردی جاتیں چھوٹے بڑے۔ بوڑھے۔ عورتیں۔ مرد۔ بچے سب گھروں کو تالے لگاکر میدان میں آجمع ہوتے اور سوائے عورتوں کے (کیونکہ کھیل خطرناک ہے) ہر عمر کے لوگ کھیل میں شریک ہوجاتے۔ اکثر دفعہ حادثات بھی پیش آتے کبھی کا بازو ٹوٹ جاتا۔ توکسی کی ٹانگ الگ۔ جس شخص کے پیٹ پر فٹ بال لگا۔ وہ تو وہیں ہائے کرکے بیٹھ گیا۔ اور کھلاڑیوں کے پاؤں تلے روندا گیا۔ جیمس اوّل شاہِ سکاٹ لینڈ (جو بعد میں الزبتھ کی وفات پر شاہِ برطانیہ کلاں ہوگیا) نے اپنے ولی عہد کو یہ خطرات دیکھتے ہوئے فٹ بال کے کھیل میں شامل ہونے سے بالکل منع کردیا۔

پرتھ میں بھی فٹ بال سالانہ میچ ہؤا کرتا تھا۔ لیکن اس میں صرف کنوارے نوجوان اور شادی شدہ اشخاص حصہ لیتے۔ مڈلوتھائیں (Midlothian) کا میچ سب سے عجیب ہوتا تھا۔ کیونکہ اس میں ایک طرف کنواری عورتیں اور دوسری طرف شادی شدہ عورتیں کھیلتیں۔ جیت کبھی ایک طرف کی اور کبھی دوسری طرف کی ہوتی۔

ساحل انگلستان پر جب سکاٹس اور انگریز آپس میں فٹ بال کھیلتے۔ تو عجیب نظارہ ہوتا۔ یہاں قومیت کا سوال ہر وقت پیش نظر ہوتا تھا۔ طرفین کھیلتے۔ لیکن ایک دوسرے کے جانی دشمن ہوکر کئی کھلاڑی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔ کئی عمر بھر کے لئے لنگڑے لولے ہوجاتے۔ غرض کئی جانیں تلف ہوجاتی تھیں۔ کھیل کاہے کو تھا اچھی خاصی جنگ ہوتی تھی۔

اس اثنا میں فٹ بال بڑا خطرناک کھیل ثابت ہوچکا تھا۔ اور لوگ اسے حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ سالانہ میچ خاص طور پر بند ہوگئے۔ اور شروومنگل (فٹ بال کا دن) کے دن کو لوگوں نے اپنی یاد سے بھی نقشِ باطل کی طرح مٹادیا۔ یہ واقع قریباً سنہ ۱۸۳۰ء کو ظہور میں آیا۔ لیکن ابھی اکثر گاؤں کے باشندے اس پرانی رسم کو نہیں بھولے تھے۔ چنانچہ

ایش بورن (Ashbourne) میں شروومنگل کے دن صدیوں تک فٹ بال کے سالانہ میچ جاری رہے اور ابھی تک کھیلے جاتے ہیں۔ لوگ کسی ندی کے آٹے والے خراس سے دو پہئے اکھاڑ لاتے ہیں۔ اور ان کے گول بنائے جاتے ہیں۔ یہ گول خدا جھوٹ نہ بلوائے کچھ نہیں تو چار میل ایک دوسرے سے دور ہوتے ہیں۔ (تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ کھلاڑی ہماری طرح بائیس نہیں ہوتے بلکہ ہزاروں کی تعداد میں گاؤں کے گاؤں جمع ہوتے ہیں۔ ان ہزاروں کے کھیلنے کے واسطے میدان بھی ویسا ہی بڑا چاہئے) نہ تو یہ لوگ ٹچ لائینز (touch lines) لگاتے ہیں۔ اور نہ گول کے کونوں پر جھنڈے گاڑتے ہیں۔ تمام لوگوں کو دو حصوں

میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اور کھیل شروع ہو جاتا ہے۔ چونکہ پچ لائن تو کوئی ہوتی نہیں۔ اس لئے کھلاڑی گیند کو دُور دُور بھگائے جاتے ہیں۔ کبھی کھیتوں میں۔ کبھی بازاروں میں۔ کبھی ریلوے لائن پر۔ اور کبھی ندی (یہ ندی ایش بورن کے قریب ہی بہتی ہے) میں جا پھینکتے ہیں۔ بس پھر کیا؟ بھاگڑ مچ جاتی ہے۔ سب کے سب ندی میں جا کُودتے ہیں۔ اور وہیں گتھم گتھا ہونا شروع کرتے ہیں۔ وہ تو خدا کا شکر ہے۔ کہ ندی پایاب ہے۔ ورنہ سب کو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے۔ جب فٹ بال بازاروں میں پہنچتا ہے۔ تو دوکاندار دوکانیں لٹ جانے کے ڈر سے کواڑوں کو بند کر لیتے ہیں۔ غرض عجب منظر ہوتا ہے۔

فٹ بال کے سالانہ تہواروں نے لوگوں کو بہت نقصان پہنچایا۔ اس لئے اُمراء بالخصوص اور غربا بالعموم اس کے مخالف ہو گئے۔ اور جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ سنہ ۱۸۳۰ء کے قریب یہ تہوار بند ہو گئے تھے۔ لیکن یار لوگ بھلا کب نچلے بیٹھنے والے تھے۔ سنہ ۱۸۶۰ء کے قریب جب سکول جاری ہو گئے۔ تو فٹ بال کا کھیل طلباء کے لئے لازمی قرار پایا۔ مگر اس کے باقاعدہ ضوابط و قوانین بنائے گئے۔ اور پھر فٹ بال نے لوگوں کی نگاہوں میں وقعت حاصل کرنی شروع کی۔ اب اس کے کھیلنے کے دو طریقے قرار پائے۔ ایک تو ٹھڈوں سے (جیسا کہ آج کل کھیلا جاتا ہے) اور دوسرے ہاتھ سے اس زمانے میں یونیورسٹی اور کالجوں کے طلباء کو بھی اور کھیلوں سے نفرت ہو گئی۔ اور فٹ بال کا کھیل پسند کیا گیا۔ اب یونیورسٹیوں نے ضروری محسوس کیا۔ کہ یونیورسٹیوں کی طرف سے کوئی خاص قوانین فٹ بال کے بنائے جائیں۔

اگرچہ ہاتھ سے کھیلنے والا طریقہ شروع منگل اور رومن حکومت میں جائز تھا (اس میں فٹ بال کو پکڑ کر لے بھاگنا۔ دوسروں کو اس سے مارنا۔ ٹھڈے لگانا۔ گیند کے لئے کھلاڑیوں کو اُٹھا کر دے پٹکنا سب جائز تھا) لیکن اس کی قباحتوں کو دیکھ کر سنہ ۱۸۷۷ء میں رگبی کے مقام پر ایک کانفرنس بیٹھی۔ اور اس نے ہاتھ سے کھیلنے والا یہ طریقہ سرے سے ممنوع قرار دے دیا۔ اور صرف ٹھڈوں سے کھیلنے کی اجازت دی گئی۔ سنہ ۱۸۶۳ء میں انگلستان میں فٹ بال ایسوسی ایشن (Football Association) کی شکل میں ایک مجلس بنی۔ اس مجلس کے ہاتھ میں ہر قسم کے اختیارات فٹ بال کے متعلق دیئے گئے۔ یہ مجلس قانون وغیرہ بناتی۔ اور میچوں میں دیکھتی۔ کہ اُن قوانین پر عمل بھی ہو رہا ہے یا نہیں؟ شروع شروع میں فٹ بال ایسوسی ایشن کو بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ مجلس ہذا نے سنہ ۱۸۷۱ء میں میچ کا اعلان کیا۔ اور جیتنے والی ٹیم کے لئے "ایک کپ" انعام میں رکھا۔ عام ٹیموں نے کپ کو اپنی ہتک سمجھا۔ کیونکہ وہ خیال کرتی تھیں کہ اگر ہمیں کپ نہ ملا۔ تو ہماری بے عزتی ہوگی۔ خیر پھر بھی جنوبی انگلستان کی ٹیمیں کپ میچ میں شامل ہوئیں۔ اور اچھا بُرا میچ ہو ہی گیا۔ پھر بھی لوگ کپ میچوں میں کم دلچسپی لیتے تھے۔ تماشائیوں کی تعداد کم ہوتی۔ اور ٹکٹوں کی قیمت نہ ہونے کے برابر تھی۔ اس سے ایسوسی ایشن کو سخت نقصان پہنچا۔ جب شمالی کلبیں

(Northern Clubs) کپ میچ میں شامل ہونے لگیں۔ تو لوگ بھی کثرت سے آنے لگے۔ کیونکہ وہ نہایت اچھا کھیلتی تھیں۔ سنہ ۱۸۸۲ء میں اوول (Oval) کے مقام پر "بلیک برن رو۔ ورز" اور اولڈ ایٹونینز (Old Etonians) کی ٹیموں میں میچ ہؤا۔ اور "بلیک برن رو۔ ورز" کی ٹیم صرف ایک گول پر ہار گئی۔ سنہ ۱۸۸۳ء میں شمال کی ایک اور ٹیم آئی جس کا نام "بلیک برن اولمپک" تھا۔ اس کے کھلاڑی بہترین تھے۔ چنانچہ انہوں نے اولڈ ایٹونینز کو کامل ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد شکست فاش دی۔ اور کپ جیت کر لے گئے۔ یہ کپ اُن کے پاس مسلسل سنہ ۱۹۰۱ء تک رہا۔

اب دوسری ٹیموں نے بھی اپنی غلطی کو محسوس کیا۔ اور وہ اپنی جیب سے پیسے خرچ کر کے دُور دراز سے آتیں۔ اور فیس دیکر کھیل میں شامل ہوتیں۔ تماشائیوں کی بھی خوب دھوم دھام ہونے لگی۔ اور ایسوسی ایشن کو اُمید سے زائد آمدنی ہونے لگی۔ ایگزیکٹو کونسل آف انگلینڈ نے اس کی شدید مخالفت کی۔ کہ ٹیموں سے داخلے کی فیس لی جائے۔ مگر مجلس ہذا نے ایک نہ مانی۔ اب تک صرف طلباء میچوں میں شمولیت اختیار کرتے تھے۔ سنہ ۱۸۹۰ء میں "فٹ بال ایسوسی ایشن آف انگلینڈ" نے ایک قانون پاس کیا جس کی رو سے تمام لوگوں کو بھی کھیلنے کی اجازت دی گئی لیکن سکاٹلینڈ۔ آئرلینڈ اور ویلز کے لوگ نہ مانے۔ سکاٹ لینڈ کی ٹیموں نے بڑی کوشش کی۔ کہ یہ قانون کسی طرح اُڑ جائے۔ اور عام لوگ شامل نہ ہوں۔ مگر شنوائی نہ ہوئی۔ بڑی جد و جہد کے بعد ویلز اور آئرلینڈ نے اس قانون کو منظور کر لیا۔ اور سکاٹ لینڈ بادل ناخواستہ اس ایسوسی ایشن سے علیحدہ ہو گیا۔ اور دوسری ایسوسی ایشنوں کے ساتھ جا ملا۔

عام کھلاڑیوں نے فٹ بال ایسوسی ایشن کی فلاح و بہبود کے لئے کئی اہم کام کئے۔ اس سے خصوصاً یہ فائدہ ہؤا کہ لوگ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں میچ دیکھنے آتے۔ اور ٹکٹوں کے پیسے اچھے خاصے ہو جاتے جن سے ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی۔ مجلس ہذا نے ایسے آدمی بھی نوکر رکھے۔ جو عام انجان کھلاڑیوں کو کھیلنے کے قواعد سکھاتے تھے۔ کھیل کے متعلق ایسوسی ایشن نے یہ کیا۔ کہ ایک "ہاف بیک" کی بجائے پہلے دو کئے پھر تین اور ایک "بیک" کی جگہ دو کر دیئے۔ اور فارورڈ پانچ کھلاڑی رکھے۔ ایک "گول کیپر" مقرر کیا گیا۔ اس طرح کل گیارہ کھلاڑی ہوئے۔ آجکل اسی کو ٹیم کہتے ہیں۔ اس ترتیب سے کھیل میں کسی قسم کی دقت کا اندیشہ نہ رہا۔

بعض سکولوں میں موٹے تازے لڑکے فٹ بال پر اعتراض کرتے تھے۔ کہ یہ کھیل ہمارے مردوں کے کھیلنے کا نہیں (جس میں اتنے نہ قواعد ہوں) ہمیں اجازت دی جائے۔ کہ ہم جس طرح چاہیں کھیلیں۔ آخر اُن کے لئے رگبی کا کھیل تجویز کیا گیا۔ اور اُنہیں اختیار دیا گیا۔ کہ جو قوانین اُن کا دل چاہے اس کے متعلق مقرر کریں (رگبی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ فٹ بال کی قسم کا کھیل ہوتا ہے۔ بس جس طرح چاہو کھیلو) جس سکول میں رگبی کا کھیل ہوتا تھا۔ وہاں طلباء بھی خوب داخل ہوتے تھے (کیونکہ لوگ اُس زمانے میں اتنے قوانین کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اور آزادی سے کھیلنا چاہتے تھے) یہی

طلباء جب تحصیل علوم سے فارغ ہو کر نکلتے۔ تو آپس میں مل کر رگبی کلبیں قائم کر لیتے۔ اور کھیل کو عمر بھر جاری رکھتے۔ سنہ ۱۸۵۰ء میں انگلستان میں کئی رگبی کلبیں موجود تھیں۔

سنہ ۱۸۷۱ء میں انگلستان میں "رگبی فٹ بال یونین" کی بُنیاد ڈالی گئی۔ اس وقت کئی مشہور بڑی بڑی کلبیں مثلاً بلیک ہیتھ۔ رچ منڈ۔ یارک شائر اور لنکا شائر کی کلبیں موجود تھیں۔ اُنھوں نے مل کر سنہ ۱۸۸۱ء تک اس یونین کی باقاعدہ مخالفت کی۔ مگر یونین نے بڑی کاوشوں کے بعد قوانین کا ایک مجموعہ تیار کیا۔ اور رگبی میں کھلاڑیوں کی تعداد کم کر دی (پہلے دونوں سے بھی ایک ٹیم میں اوپر ہوا کرتے تھے) مارچ سنہ ۱۸۷۱ء میں جبکہ یونین قائم ہوئی۔ انگلستان اور سکاٹ لینڈ کے درمیان ایڈن برگ کے مقام پر انٹرنیشنل میچ ہوا۔ آئرلینڈ نے پہلی دفعہ سنہ ۱۸۷۵ء میں اور ویلز نے سنہ ۱۸۸۰ء میں میچ کیا۔ بیسویں صدی کے آغاز میں انگلستان کا فرانس کے ساتھ میچ ہوا۔ جس میں انگریزوں نے خوب دادِ شجاعت دی۔

مختلف یونین نے آپس میں لڑنا جھگڑنا شروع کیا۔ جس کے نتائج نہایت خطرناک ثابت ہوئے۔ اسپر سنہ ۱۸۸۹ء میں انٹرنیشنل بورڈ کی بُنیاد ڈالی گئی۔ جس کے بارہ ممبر تھے۔ چھ انگلش یونین سے منتخب کئے جاتے تھے۔ اور دو دو تین تین دوسری یونین سے۔ اس سے تمام برطانیہ کلاں میں ایک ہی قسم کے قواعد کے ماتحت کھیل کھیلے جانے لگے۔

رگبی کھیلوں میں لوگوں نے اپنے کھلاڑی بھیجنے چاہے۔ لیکن رگبی یونین نے انکار کر دیا۔ اس سے عوام نے بگڑ کر "شمالی یونین" ایک کلب قائم کر لی۔ اور اپنے علیحدہ میچ کرنے لگے۔ یہ سنہ ۱۸۹۵ء کا واقعہ ہے۔ پہلے پہل رگبی میں ایک سائیڈ پر ۲۰ آدمی ہوتے تھے۔ پھر پندرہ کر دیئے گئے۔ دس فارورڈ۔ دو بیک دو ہاف اور ایک تھری کوارٹر یہ تعداد آجتک چلی آتی ہے۔

نیوزی لینڈ کی رگبی ٹیم "آل بلیک" نے کھیلنے میں کئی اختراعیں کیں۔ مثلاً سات فارورڈ۔ ایک ونگ فارورڈ ایک ہاف۔ دو فائیو ایٹس۔ تین تھری کوارٹرز۔ اور ایک بیک۔ مگر یہ قواعد بھی نہایت سخت ہیں۔ اس لئے عام کھلاڑی عمل نہیں کرتے۔ انگلستان میں اس وقت صرف ٹیم "لائی سیسٹر" (Leicester) ان قواعد پر اچھی طرح حاوی ہے۔ اور ملک بھر میں مضبوط ترین ٹیم ہے۔

جہاں انگریز اور بہت سی چیزیں ہندوستان میں لائے۔ وہاں طلباء کے لئے مفید ترین تحفہ فٹ بال لائے۔ آج ہندوستان کے مدارس میں اچھے اجسام کے طلباء اس کھیل کو نہایت شوق سے کھیلتے ہیں۔ رگبی بھی اب ملک کے مختلف سکولوں میں رائج ہو رہا ہے۔ چونکہ خطرناک کھیل ہے۔ اس لئے عام سکولوں میں نہیں کھیلا جاتا۔

ایسی کوئی مہم ہے جو سر نہ ہو بشر سے

(جناب خواجہ حمید الدین صاحب حمید لکھنوی میونسپل کمشنر و مصنف پرواز خیال)

محروم ہوں اگرچہ صیاد بال و پر سے
اب تک ہوائے گلشن نکلی نہیں ہے سر سے

ہر ہر قدم پہ ہمت جب بیرخی دکھائے
راہِ طلب میں پھر کیا اُمید اُس بشر سے

دو دن کی زندگی میں سب تجربے اُٹھائے
اس خاکداں کو ہم نے دیکھا ہر اک نظر سے

اتنی ہی اے بشر ہے اس زندگی کی غایت
اغیار تجھ کو دیکھیں اخلاص کی نظر سے

ہر کام ہے بشر کا وابستۂ تگ و دو
منزل پہ کیا پہنچتے نکلے نہ تھے جو گھر سے

چاہے تو آسماں کے یہ توڑ لائے تارے
ایسی کوئی مہم ہے جو سر نہ ہو بشر سے

اک داغ بدنما ہے ہستی حمید میری
وہ اشک ہوں زمیں پر جو گر گیا نظر سے

خیالاتِ پریشاں

کاش اُس شوخ کے دل میں بھی ہو اُلفت میری
یہی ارمان ہے میرا۔ یہی حسرت میری

اے گریباں میں تیری خیر مناؤں کب تک
مجھ کو مجبور کئے جاتی ہے وحشت میری

قتل کا خوف نہیں۔ فکر تو یہ ہے قاتل
خون بن بن کے نکل جائے نہ حسرت میری

چادرِ گُل کے بچھانے کا نتیجہ دیکھو!
بارِ احساں سے دبی جاتی ہے۔ تُربت میری

مے سے میں توبہ کروں۔ اے میرے ساقی کیونکر
بادہ نوشی کی ازل ہی سے ہے عادت میری

شکوۂ جور و جفا اے دلِ مجروح نہ کر
آزماتے ہیں وہ شائد ابھی اُلفت میری

غیر ممکن ہے کہ مقتل سے میں زندہ آؤں
لے چلی ہائے کہاں شومئی قسمت میری

ایک طوفان بھرا رہتا ہے۔ ہر وقت جگر
شعر کہنے سے نہیں رُکتی طبیعت میری

حسن لعل جگر۔ نکودر

جرمنی کے صحت افزا مقامات

(جملہ حقوق محفوظ)

(جناب لالہ کشن چند صاحب ملہن بی اے۔ بی ٹی)

ملک جرمنی صدیوں سے اپنے صحت افزا مقامات اور گرم چشموں کے لئے مشہور رہا ہے۔ اس ملک میں جنگلات۔ جھیلیں اور سیرگاہیں بکثرت ہیں۔ گو ملک میں کئی پہاڑ ہیں۔ لیکن کسی پہاڑ کی بلندی ۴۰۰۰ فٹ سے زائد نہیں۔ مختلف حصص کی آب وہوا مختلف ہے۔ اس کے باشندوں کو اِس بات کا فخر ہے کہ اس کے دونو ساحلوں کی بندرگاہوں پر لاکھوں سیاح اور خوش مذاق اِس ملک کے موسمِ بہار کا مزہ لوٹنے کے لئے ہر سال آتے ہیں۔ اس موسم میں تمام ملک سبزہ سے ڈھپ جاتا ہے۔ اور سینکڑوں قسم کے پھول مختلف پودوں میں کھل کر ملک کو بہشت بریں بنا دیتے ہیں۔ اِس کی جھیلوں اور دریاؤں کا نظارہ بھی قابل دید ہوتا ہے۔ لاکھوں شوقین دُنیا کے مختلف حصص سے موسم بہار کا مزہ لوٹنے کے لئے یہاں ہر سال آتے ہیں۔ مارک ٹوین (Mark Twain) کا قول ہے کہ ملک جرمنی موسمِ گرما میں اپنی انتہائی خوبصورتی کو پہنچ جاتا ہے۔ بحیرہ بالٹک اِس ملک کے شمالی ساحل سے ٹکراتا ہے اور ان ایام میں نہ تو اِس میں تندخو لہریں اُٹھتی ہیں اور نہ طوفان آتے ہیں۔ اِس کا پانی بالکل ساکن حالت میں ہوتا ہے۔ اس لئے موسم گرما میں لاکھوں انسان ساحل کے مختلف مقامات پر اس میں نہانے کا مزہ لوٹتے ہیں مغربی ساحل سے بحیرہ شمالی ٹکراتا ہے۔ اور اِس کا پانی بمقابلہ بحیرہ بالٹک کے اور بھی زیادہ صحت افزا ہے کیونکہ اس میں گرم سمندری رَوئیں چلتی ہیں۔ اس لئے موسم گرما میں اِس میں نہانے سے کمزور اور بیمار آدمی صحت مند اور طاقتور ہو جاتا ہے۔ برلن یونیورسٹی کے پروفیسر وسیوین (Prof: Weisslein) نے ایک جگہ کہا ہے۔ کہ جرمن صدیوں سے اپنے صحت افزا مقامات اور غُسل کے چشموں کے لئے مشہور ہے۔ اُن تمام لوگوں کے لئے جو خرابئ صحت کے سبب زندگی کو ایک بوجھ سمجھتے ہیں۔ اور جن کی خواہش یہ ہے کہ کسی طرح سے اُن کی صحت ٹھیک ہو جائے۔ اُس کے لئے جرمنی کا موسم گرما اور اُس کے غسل کرنے والے چشمے نعمت غیر مترقبہ ہیں دُنیا کے تمام صحت بخش مقامات اور بیماریوں کو دُور کرنے والے پانی کے چشموں میں فضیلت کا پہلا درجہ جرمنی ہی کے چشموں اور صحت افزا مقامات ( ) کو ملیگا۔ ان چشموں پر مریضوں کے علاج معالجہ کا انتظام بہترین طریقہ پر کیا گیا ہے۔ اعلےٰ سے اعلےٰ ڈاکٹران مقامات پر رہتے ہیں۔

ویسویڈن (Weisbaden) ایکس لاچیپل (Aix-La-Chappelle)

وائلڈ بیڈ (Wild Bad) ہومبرگ (Homburg) ایلسٹر (ELSTER) ایلمز (ELMS) کسنگن (Kissingen) نہم (Nan heim) پائرمونٹ (Pyrmont) ریلشن ہال (Richen Hall) ٹولز (Tolz) اور وِلڈنجن (Wildlingen) تمام دنیا میں مشہور و معروف ہیں۔ اور آجتک کروڑوں کی تعداد میں انسان غسل کرکے یہاں صحت یاب ہوچکے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان چشمہ زاروں کے متعلق قدیم لوگوں کو بھی علم تھا۔ اور وہ بھی ان کے پانی کو مختلف بیماریوں میں استعمال کرتے تھے۔ اِن میں بعض گرم پانی کے چشمے ہیں جن کا پانی حیرت انگیز طور پر مختلف بیماریوں کے لئے اثر رکھتا ہے۔ دوسرے انکے پانی میں نمکین اجزا اور کاربالک ایسڈ گیس بڑی مقدار میں ملی ہوئی ہے جس کے سبب جلد کی بیماریاں ٹھیک ہوجاتی ہیں۔ تیسرے ان چشموں میں لوہے کے مرکبات۔ گندھک سنکھیا۔ کلسیم کلورائڈ آیوڈین وغیرہ ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ جرمن میں ان چشموں کی مقدار دو سَو سے زائد ہے۔ اور ہر ایک کے جُدا جُدا خواص ہیں۔ اور جُدا جُدا بیماریوں کے لئے اُنکا پانی استعمال ہوتا ہے انکے صحت بخش خواص کی وجہ سے اُنکے پانی میں مختلف مرکبات کی آمیزش ہے۔ جب کسی بیماری میں ڈاکٹر دیگر طریقہ علاج سے عاجز آجاتے ہیں تو پھر اِن چشموں کا پانی صحت کے لئے ایک نادر شے ہے۔ بدیں سبب یہ حیات افروز صحت بخش اور طاقت کو بڑھانے والے چشمے سینکڑوں سالوں سے دُنیا میں مشہور چلے آتے ہیں۔ تقریباً سب چشموں کے نزدیک عالیشان ہسپتال بنے ہوئے ہیں۔ جہاں بڑے بڑے قابل ڈاکٹر موجود رہتے ہیں۔ ہر ایک طریقہ علاج کا اِن ہسپتالوں میں خاطرخواہ بندوبست ہے ہسپتالوں کے علاوہ مریضوں کی تفریح طبع کے لئے بھی سب سامان موجود رہتا ہے۔ نہایت اعلےٰ گاف (Golf) کھیلنے کے میدان۔ ٹینس کورٹ۔ تیرنے کے لئے تالاب بنے ہوئے ہیں۔ اور قابلِ ستائش آرام دِہ ہوٹل بھی ساتھ ہی ملحق ہیں۔

ان چشموں کو نہایت احتیاط کے ساتھ مختلف بیماریوں کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔ بڑے بڑے جرمن ڈاکٹروں اور سائنس دانوں نے سالہا سال کی محنت و کاوش کے بعد یہ معلوم کیا ہے کہ فلاں چشمہ میں کون کون سے مرکبات حل ہوئے ہیں۔ اور کن کن بیماریوں میں اُن کا پانی مفید ہوسکتا ہے۔ ایسے عالموں کا تا ابد دُنیا کے لوگوں پر بھاری احسان ہے۔ ہر ایک چشمہ کے جُدا جُدا ڈاکٹر ہیں۔ اور وہ اپنے کام میں اور ان بیماریوں میں کہ جن میں ان چشموں کا پانی مفید ہے۔ بڑے ماہر ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹروں سے بیماری میں مشورہ کرنا ایک طرح سے اپنی صحت کا ٹھیکہ لینے کے مترادف ہے۔ غریب اور امیر یکساں طور پر ان چشموں کو استعمال کرتے ہیں۔ اور اوسط درجہ کے لوگوں سے بھی نہایت اعلےٰ سلوک کیا جاتا ہے۔

نیز اُن کے مذاق کا خاص طور پر لحاظ رکھا جاتا ہے۔ بعض چشموں پر تو خاص طور پر غریب آدمیوں ہی کے رہنے کے لئے سینی ٹوریم بنے ہوئے ہیں اور شہنشاہ سے لے کر ایک غریب آدمی تک ہر ایک کو اپنی باری پر مشورہ ملتا ہے رتبہ یا دولت کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا ہے۔ ہر ایک آدمی کو قاعدہ کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ اور ضبط کا خاص طور پر خیال رکھنا ہوتا ہے۔

ان چشمہ زاروں میں جانے کا موسم عموماً اپریل سے اکتوبر تک ہوتا ہے۔ اور ان ایام میں آنے والوں کی بڑی بھیڑ ہوتی ہے۔ وہ مریض جو دیگر مہینوں میں آتے ہیں۔ مریضوں کی کمی کے سبب اُنکی زیادہ دیکھ بھال ہو سکتی ہے۔ بعض چشموں پر ایک قسم کا ٹیکس جسے جرمن زبان میں Kurtax کہتے ہیں۔ لگا ہوا ہے۔ اور اس ٹیکس کی مقدار دس فرانک سے ۴۰ فرانک تک ہے۔ نئے آنے والوں کو یہ ٹیکس تین دن کے اندر اندر دینا پڑتا ہے۔ لیکن اگر کوئی سند یافتہ ڈاکٹر یا اُس کے کُنبے کا کوئی فرد بشر بیمار ہو کر وہاں جائے تو اُس سے یہ ٹیکس نہیں لیا جاتا۔ اور جب ایک ہی کُنبے کے کئی آدمی اکٹھے کسی چشمہ پر جائیں تو اُن کے لئے شرح ٹیکس میں کمی کر دی جاتی ہے۔ اِس ٹیکس کے ادا کرنے والا مختلف قسم کی محفلوں۔ تھئیٹروں۔ باجوں اور لائبریریوں اور دیگر مختلف تہواروں میں مُفت حصہ لے سکتا ہے۔

جرمنی کے چشموں پر مریضوں کی جسمانی بیماریوں ہی کا علاج نہیں ہوتا بلکہ اُنکی تفریح طبع کے لئے ہر ایک قسم کا شغل بھی مہیا کیا جاتا ہے۔ ناچ رنگ مختلف قسم کی سیر۔ کھیلوں کا سامان۔ صحت بخش غذا سب چیزیں ایسی ترکیب سے مہیا کی جاتی ہیں کہ مریض خواہ مخواہ زندہ دل ہو کر تندرست ہو جاتا ہے۔ نئے آنے والوں کی بڑی آؤ بھگت کی جاتی ہے اور جرمن لوگ اِس بات پر سچا فخر کرتے ہیں کہ ان مقامات پر سینی ٹوریم اور صحت افزا مقامات ایسے اعلیٰ درجہ کے بنے ہوئے ہیں کہ صحت کو بحال کرنے کا کوئی دقیقہ بھی فرو گذاشت نہیں کیا گیا۔ اہل جرمن خاص طور پر اس بات کی احتیاط کرتے ہیں کہ آنے والے مہمانوں کی اچھی طرح آؤ بھگت کی جائے۔ تاکہ وہ اگلے سال بھی اُن مقامات پر آنے کا قصد کریں۔ چشموں کے مقامی ڈاکٹر اُن کی تیمارداری کرنے والے ملازمین۔ اور دیگر دوکاندار سچے طور پر اپنے آنے والوں کے خادم ہوتے ہیں۔ واقعی جرمنی تمام دُنیا سے خراج تحسین حاصل کرنے کا مستحق ہے۔ کیونکہ یہ ملک سینکڑوں سالوں سے بنی نوع انسان کی مختلف بیماریوں کو کم کرنے کا موجب ثابت ہوا ہے۔ وہ لوگ جو ان چشموں اور غسل خانوں پر جانے کے قابل نہیں۔ اور وہاں کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے۔ وہ وہاں سے پانی منگوا کر گھر بیٹھے

علاج کروا سکتے ہیں۔ اِن چشموں کا پانی بوتلوں میں بھر بھر کر بازاروں میں فروخت ہوتا ہے۔ اس طرح ہر وہ شخص جو چشموں پر جا سکتا ہے یا نہیں۔ اِن چشموں سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

مندرجہ ذیل سطور میں چشموں کے حالات مجموعی طور پر بتلائے گئے ہیں۔ اب ان میں سے خاص خاص چشمہ زاروں کا کچھ حال ناظرین کے تفنن طبع کے لئے بتایا جائیگا۔

(۱) Wieshbaden Spa دنیا بھر میں سب سے اعلےٰ مقام ہے۔ یہ مقام ایک ایسی وادی میں واقع ہے جو خوبصورت دریائے رائن (Rhine) سے سیراب ہوتی ہے۔ اور جس کے چاروں طرف جنگلوں سے ڈھنپی ہوئی ٹانس پہاڑیاں (Tannus Hills) ہیں۔ سمندر سے ۳۸۳ فٹ اونچائی پر یہ مقام واقع ہے۔ اس مقام کے خوبصورت چشمے دل لبھانے والے باغات اور دیگر تفریح کے سینکڑوں قسم کے لوازمات اور یہاں کی حیات افروز آب و ہوا نے اِس مقام کو بہشت بریں کا ایک خطہ بنا دیا ہے۔ Wieshbaden Spa کو تمام یورپ سے تیز رفتار گاڑیاں آتی جاتی رہتی ہیں۔ اور یہاں ہوائی جہازوں کے اُترنے کے لئے میدان بھی بنا ہوا ہے۔ یہ چشمہ زار بیماروں کے لئے تمام سال کھلا رہتا ہے۔ جوڑوں کا درد۔ دماغی کمزوریوں۔ بدہضمی۔ اور پھیپھڑوں کی بیماریوں کے لئے اِس جگہ نہایت اعلےٰ انتظام ہے۔ نہایت قابل ڈاکٹر علاج معالجہ کے لئے مقرر ہیں۔ یہاں کم از کم ۲۷ گرم چشمے ہیں۔ اور اِن میں سے بعض چشمے ۶۰۰۰ ہزار فٹ کی گہرائی سے اوپر اُبلتا ہوا پانی اُچھالتے ہیں۔ یہ چشمہ زار اہلِ روما کے زمانہ سے مشہور ہیں۔ اور تمام دُنیا میں انکا نعم البدل ملنا مشکل ہے۔

اِس چشمہ زار پر مقامی بلدیہ کی طرف سے ایک بہت بڑا غسل خانہ بنا ہوا ہے۔ جسے قیصر فریڈرک کا غسل خانہ کہتے ہیں۔ اِس مقام پر بجلی کا علاج ترکی غسل اور کاربالک ایسڈ گیس وغیرہ سے علاج کئے جاتے ہیں یہاں مریضوں کے لئے آٹھ ہسپتال ہیں جنمیں ۲۳۰ ڈاکٹر کام کرتے ہیں۔ ۸۵ ہوٹل ہیں۔ جہاں نہایت اعلےٰ اور صحت کے مطابق کھانا ملتا ہے۔ اس کے علاوہ ۸۰ بورڈنگ ہاؤس ہیں۔ جہاں مسافر ٹھہر سکتے ہیں۔ میونسپلٹی کے پارک (Kur Park) میں ایک تھیٹر کی عمارت بھی ہے۔ اِس پر میونسپلٹی نے ۲½ لاکھ پونڈ خرچ کئے ہیں۔ اور ہزاروں تماشہ دیکھنے والوں کے لئے جگہ بنی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ گورنمنٹ کی طرف سے بھی دو تھیٹر بنے ہوئے ہیں۔ چشمہ والوں کی طرف سے ایک نہایت اعلےٰ پایہ کا بینڈ باجہ ہے۔ جس میں ۱۰۰ کے قریب خوش گلو گوئیے ہیں۔ گاف ٹینس۔ ہاکی۔ مچھلی کا پکڑنا اور تیرنا وغیرہ سب تفریح کے سامان موجود ہیں۔ ٹانس (Taunus) کی پہاڑیوں پر موسم سرما کے سب کھیل کھیلے جاتے ہیں۔ موسم بہار و خزاں کے سب میلے۔ تہوار۔ گورنمنٹ تھیٹر میں مختلف کھیل۔ مئی کا تہوار۔ بین الاقوامی ٹینس۔ ٹورنا منٹ۔ ناچ کا ٹورنا منٹ

Wiesbaden میں موٹروں کی رفتار کا مقابلہ۔ آتش بازی Kur haus باغ میں چراغاں۔ خوبصورت رائن کی چھاتی پر نہایت عمدہ جہازوں میں سیر و سفر۔ جہازوں میں ناچ رنگ وغیرہ مختلف قسم کے سامان کشش ہیں جو تھکے ماندے انسانوں کو دُنیا کے مختلف ممالک سے کشاں کشاں Wiesbaden یہاں لے آتے ہیں۔ اور وہ وہاں آکر نہ صرف یہ کہ جسمانی تکالیف سے نجات پا جاتے ہیں۔ بلکہ اُن کی دماغی تکالیف بھی بہت حد تک دُور ہو جاتی ہیں۔

موجودہ علم طب کی دریافتوں کے سبب Wiesbaden جرمن کا سب سے بڑا بین الاقوامی صحت افزا مقام بن گیا ہے۔ جرمن کی سب سے بڑی میڈیکل کانفرنس موسم بہار میں اسی جگہ منعقد ہوتی ہے۔ اور یہ ضروری موقعہ ہزاروں جرمن ڈاکٹروں کو Wiesbaden کے چشموں کی خاصیتیں سمجھنے کا بڑا اچھا ذریعہ۔ اِس کی آب و ہوا۔ اِرد گرد کا علاقہ۔ جغرافیائی محل وقوع اور مقامی صحت بخش حالات اِس مقام کو اِس قابل بناتے ہیں کہ لوگ تمام سال صحت کو درست کرنے کے لئے آتے جاتے رہیں۔ ہوا خوری کے لئے کھلے کھلے میدان سیر کرنے کے لئے خوبصورت گلی کوچے جن میں دو رویہ خوبصورت درخت لگے ہوئے ہیں۔ خوبصورت جنگلوں سے ڈھپی ہوئی چاروں طرف کی پہاڑیوں اور دلکش وادیوں نے اِس مقام کو بہشت کا ٹکڑا بنا دیا ہے۔ قدرت نے اِس مقام کو خوبصورت بنانے میں کھلے دل سے کام لیا ہے۔ اور اِس کے بیس ہزار مقامی باشندوں کی زندگی کو نہایت خوشگوار بنا دیا ہے۔

سیاہ جنگل میں Baden بھی ایک نہایت اچھا صحت افزا مقام ہے۔ اسے وسطی یورپ کا بہشت کہتے ہیں جو اپنی قدرتی خوبصورتی اور لوگوں کی تہذیب کے سبب Wiesbaden کو چھوڑ کر سب سے اعلےٰ صحت افزا مقام ہے۔ اِس مقام کے چشمے زمانۂ قدیم سے شہرت کے اہل چلے آتے ہیں۔ تاریخ میں درج ہے کہ سلطنت روما کے شہنشاہ ہڈریائن Hadrian نے اس مقام پر یہ ایک غسل خانہ بنایا تھا اور یہ دلکش مقام تیز رفتار دریائے اوس کی وادی میں واقع ہے۔ اِس جگہ کی آب و ہوا نہایت ہی خوشگوار ہے۔ اور اِس کے چشموں کے پانی کا بیماریوں پر عمدہ اثر کم از کم دو ہزار سال سے مشہور ہے۔ سب سے بڑا چشمہ Friedrich Spring کہلاتا ہے۔ یہ چشمہ زمین سے ۶۰۰ فٹ کی گہرائی سے اوپر کو اُٹھتا ہے۔ اور ہر چوبیس گھنٹے میں اِس سے پانی کی مقدار دس لاکھ کوارٹر نکلتی ہے اور اِس کی حرارت ۱۴۴ درجہ فارن ہائٹ ہوتی ہے۔ اِس پانی میں دھات Sithium اور سنکھیا کے مرکبات ملے ہوتے ہیں۔ اِس چشمہ کی خاص مشہور بات ایک قسم کا غسل ہوتا ہے۔ جسے Wild Bad کہتے ہیں۔ اِس غسل کا موجد سویڈن کا باشندہ ڈاکٹر الڈر ہے۔ اِس غسل میں کم از کم ۱۵۰

ہزاروں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اِس مقام پر ۸۰ ڈاکٹر۔ ۲۵ ہوٹل اور ۳۳ بورڈنگ ہاؤس ہیں۔ اس کی مستقل آبادی ۲۵ ہزار ہے۔ لیکن ہر سال آنے والوں کی تعداد کسی حالت میں بھی ایک لاکھ سے کم نہیں رہتی۔ سب سے مشہور غسل خانے مردوں کے لئے Kaiserline Auguste اور عورتوں کے لئے Frederich's Bad ہیں۔

(۳) خوبصورت اور جنگلوں سے ڈھکی ہوئی وادی اَرڈینس Ardennes اور Effel Hill کے درمیان ہے۔ اس کا نام Aix - La - Chappelle ہے۔ یہ مقام جرمن میں قدیم ترین تہذیبی گہواروں میں سے ہے۔ اِس مقام نے شہنشاہ شارلمین Emperor Charlemaign کے زمانہ میں بڑی بھاری شہرت حاصل کی ہے۔ شہنشاہ مذکور نے ایک بہت بڑا قلعہ Aix - La Chappelle کے مقام پر بنایا تھا۔ اس قلعہ کی شان وشوکت بتلاتی ہے کہ شہنشاہ شارلمین کس دماغ اور قوت ارادی کا مالک تھا۔ اِس مقام پر شہنشاہ کی قبر ہے۔ گذشتہ ۷۰۰ سال کے عرصے میں جرمنی کے ۲۲ شہنشاہوں کی تاج پوشی کی رسم اس جگہ پر ادا ہوئی ہے۔ یہ مقام گندھک کے چشمہ جات کے سبب مشہور ہے۔ اور یہاں کم از کم ۳۸ چشمے ہیں۔ سب سے زیادہ گرم Kaiserquelle کہلاتا ہے۔ اِس کا درجہ حرارت ۵۵ سنٹی گریڈ ہے۔ کسی اور چشمہ میں اتنی بیماریوں کو دور کرنے کی طاقت نہیں جتنی کہ اس چشمہ میں ہے۔ یہ چشمہ جات Celts اور رومن اقوام کو بھی معلوم تھے۔

(۴) Wild Bad مقام کے چشمہ جات مشہور ومعروف سیاہ جنگل میں واقع ہیں اور عرصہ چھ سو سال سے مشہور چلے آتے ہیں۔ یہ مقام ہر سال ۲۵ ہزار لوگوں کی تفریح طبع کا باعث بنتا ہے۔ یہ دو ہزار فٹ اونچا ہے۔ اور اِس کے اردگرد پہاڑیاں نہایت خوبصورت چیل اور دیودار کے درختوں سے ڈھپنی ہوئی ہیں۔ اس مقام کی شہرت کا دارومدار اس کے گرم چشموں پر ہے۔ اِن چشموں کا پانی تقریباً چالیس سوراخوں سے مختلف جگہوں سے نکلتا ہے۔ اور اِس کا درجہ حرارت ۳۵ درجے سنٹی گریڈ سے ۴۱ درجہ سنٹی گریڈ تک رہتا ہے۔ اِن چشموں کے پانی میں ریڈیم۔ ہیلم۔ اور آرگن کے مرکبات ملے ہوئے ہیں۔ اِس مقام کی آب وہوا نہایت خوشگوار ہے۔ اس کے قریب ایک ندی بہتی ہے جس میں Trout مچھلی جو ہمارے ہاں کلو کے نزدیک ملتی ہے پائی جاتی ہے۔

(۵) بیڈہومبرگ Bad Homburg ایک اور چشمہ زار ہے۔ جو Taunus Mountain میں واقع ہے۔ یہ مقام ہمارے مرحوم شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کو بہت عزیز تھا اور وہ بسا اوقات یہاں تشریف فرما ہوتے تھے۔ کہتے ہیں یہ مقام جرمنی میں رومن لوگوں کے آنے سے پہلے ہی مشہور ہو چکا تھا۔ جب رومن جرنیل قیصر جولیس کی فوجیں جرمنی میں مقیم تھیں۔ تو

فوجوں کے سپاہی اِس مقام پر نہا کر لطف اُٹھاتے تھے۔ یہ چشمہ زار بہت سی بیماریوں کے واقع ہونے کی وجہ سے نہایت مشہور ہے۔ یہاں ایک سالانہ ٹینس ٹورنا منٹ ہوتا ہے۔ اور بین الاقوامی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں کا تھیٹر بھی جرمن میں سب سے اعلےٰ گنا گیا ہے۔ اِس مقام کا کوئی خاص موسم نہیں بلکہ تمام سال لوگ آتے رہتے ہیں۔

الغرض یہ چشمہ زار جرمنی میں کم از کم ۱۵۰ کے قریب ہیں۔ اور سب کے سب موجودہ جراحی کے آلات سے پُر ہیں۔ اور دُنیا بھر کے بیماروں کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہیں۔ جرمن لوگوں نے اس بات کو اچھی طرح سے معلوم کر لیا ہے کہ بحالی صحت کے لئے یہ مقامات کیسے کار آمد ہیں۔ اس لئے اُنہوں نے اِن مقامات میں موجودہ زمانہ کے آلات جراحی مہیا کرنے میں فراخ دلی سے کام لیا ہے۔ اُس شخص کو جسے خدا نے توفیق دی ہے اپنی زندگی میں اِن مقامات کی سیر ایک دفعہ ضرور کرنی چاہئے۔

نعرۂ مستانہ

(رشحات قلم حضرت سُہیل مالیگانوی)

بے دماغیہا مرا بے ساز و ساماں کردہ است — مشکل من ہر چہ دشوار ست آساں کردہ است

ایکہ یاد چشم تو دارد دلِ دیوانہ ام — کاش دانی تا چہ مستیہا فراواں کردہ است

اے بسا چرخے براہش خاک بر سر بنگری — وائے بر جانے کہ عزم کوئے جاناں کردہ است

نامرادیہائے شوقش بیں بنالیفِ وفا — آنکہ یکسر خونِ دل را صرفِ عنواں کردہ است

سینۂ دارم کہ از عشق و محبت داغ داغ — آتشے دارم کہ یک عالم فروزاں کردہ است

جامۂ ہستی پئے ایثارِ من خواہد درید — آنکہ بیجا خندہا بر چاکِ داماں کردہ است

طرفہ میداری سُہیل ایں شیوہ اندر شاعری
من ترا دانم چہ سودا یت غزلخواں کردہ است

ناول

ہوائی سیر

ایک نہایت دلچسپ اور مفید ناول

نمبر ۱۰

اُردو مترجم۔ کاشی پریاگی

نیک کام

آج البا ٹروس ٹیونس اور الجزائر سے گذر کر تاباں کی چوٹی سے کارٹیج کی چوٹی تک کبھی دھیمے دھیمے اور کبھی تیز تیز اُڑتا رہا۔ شام کے بعد مراکو کی حدوں میں پہنچا، رات کو کنیری جزیروں سے نکل آیا۔ پھر صحرائے کبیر سے پار ہونے لگا تو جنگل میں ریت کا طوفان ملا، مگر جہاز اور اونچا ہو کر گذر گیا۔

اب چیکا کے کالے ٹیلے، پھر ریت کے تودے نظر آئے۔ پھر گلا میں پہنچے جو گھنے جنگل میں ہے اسی کے اردگرد ارنازیں کے کنوئیں ہیں جن کا پانی کبھی چکتا ہی نہیں رکتا ہی نہیں۔ انہیں کنوؤں سے کشمیر کی طرح دوبارہ ہوائی جہاز میں پانی بھر لیا گیا۔

دار گلا کے آدمیوں نے جہاز کو ایک بھیانک پرند سمجھ کر تیروں اور گولیوں کی بوچھاڑ کر دی مگر نہ تیر آئے نہ گولیاں پہنچیں۔ سب لوٹ پوٹ کر زمین کی نذر ہو گئیں۔ تھوڑی دیر بعد البا ٹروس گرم منطقے میں آ گیا۔ خط استوا کی حدیں مل گئیں۔ روبرا فریقہ میں دل کھول کر سیر کر رہا ہے، شائد وہ یہاں کا ایک مکمل نقشہ بنانا چاہتا ہے۔

آج رات کو ٹڈیوں کا دل بادل ہوائی جہاز کے فرش پر ٹوٹ پڑا۔ سو ٹڈیاں اکٹھا کر کے باورچی نے ایسا اچھا سالن پکایا کہ فریکولن اس کے ساتھ اپنی انگلیاں بھی کھا جاتا تو حیرت نہ ہوتی۔

دوسرے دن نائیجر دریا اور اس کے کنارے ٹمبکٹو شہر دکھائی دیا۔ شہر والے سمجھے کہ کوئی آسمانی بلا ہے، کوٹھوں پر چڑھ کر دعائیں مانگنے لگے۔

صبح کو اتری گنی پہاڑ ملا۔ افق میں کونگ پہاڑ بھی ٹیلے اور دھندلے نظر آتے تھے۔ اگر البا ٹروس یونہی سیدھا دکھن کی طرف چلتا رہا تو خط استوا سے گذر کر بحر محیط میں پہنچ جائیگا، قیدی ڈر رہے

تھے کہ پھر تو چھٹکارا ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر ہوائی جہاز افریقہ میں بہت دھیرے دھیرے اُڑ رہا تھا۔

جہاز تیسرے پہر داہومی میں پہنچا۔ یہاں سات آٹھ لاکھ آدمی بسے ہوئے ہیں۔ یہ وحشی حکومت خود مختار ہے اور اشانٹی والے پڑوسیوں سے لڑ بھڑ سکتی ہے۔

ریاست تو کچھ ایسی نہیں ہے مگر سال بھر میں ایک خاص جشن ہوتا ہے۔ اس دن رعایا پر بڑے ستم توڑے جاتے ہیں۔ جب نیا راجہ گدی پر بیٹھتا ہے تو اس بے دردی سے قیدی قتل کئے جاتے ہیں کہ سُن کر نفرت ہوتی ہے۔ جب کوئی مہمان یا کوئی بڑا آدمی کسی کے یہاں آجاتا ہے تو فوراً دس پندرہ آدمیوں کے سر کاٹ کر اس کے سامنے رکھے جاتے ہیں۔ خونخواری کی یہ خدمت وزیر کے سپرد ہے جو مینگن کہلاتا ہے۔

اتفاق سے آج بھی باہا ڈومی کی جگہ کوئی نیا راجہ گدی پر بیٹھنے والا تھا۔ خرمے جوز اور کیلے کے جنگلوں میں صاف سیدھی سڑکوں پر آبومی راجدھانی کی طرف لوگ ٹھٹ کے ٹھٹ چلے آرہے تھے۔ تھوڑی دیر میں شاہی محل کے سامنے والے میدان میں پچاس ساٹھ ہزار کی بھیڑ ہو گئی۔

آج مارے جانے والے قیدی بہت تھے۔ اسی لئے مینگن کے پیچھے دو تین سو پھرتیلے جلاد اپنی خونخوار تلواریں تولے ہوئے کھڑے تھے۔ البا ٹروس کی فرّرر فرّرر کی آواز سُنکر جنگلوں سے نظر اُٹھائی تو طلسمی جہاز دکھائی دیا سمجھے کوئی دیوتا نئے راجہ کو مبارک باد دینے کے لئے آسمان سے اُتر رہا ہے۔

کوئی زمین پر گر کر سجدہ کرنے لگا کوئی جھک جھک کر سلام کرنے لگا، مینگن نے لپک کر پہلے قیدی کا سر اُڑایا ہی تھا کہ اوپر سے ایک گولی چلی اور وزیر کے کلیجے سے پار ہو گئی۔ وہ وہیں کا وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔

روبر۔ واہ ٹام کیا اچھا نشانہ لگایا۔

اب جنگلی سمجھے کہ دیوتا نہیں دشمن ہے۔ گولیاں اور تیر چلنے لگے۔ جہاز کے سب لوگ بھی ہتھیار سج کر چھت پر آگئے۔ قیدیوں نے بھی دو بندوقیں سنبھالیں اور آگ برسنے لگی، کچھ لوگ ڈر کے مارے بھاگ گئے مگر بہت سے جنگلی اڑے رہے اور برابر جواب دیتے رہے۔

قیدی اس اچانک مدد سے اچنبھے میں تو ضرور پڑے مگر تابڑ توڑ کوشش کر کے سب نے اپنے ہاتھ پانوں کھول لئے۔ اتنے میں کسی جنگلی کی ایک گولی جہاز کے سامنے والے پنکھے پر پڑی اور پنکھا پھٹ گیا۔

ٹام غصے سے پاگل ہو گیا، گودام میں گیا۔ دس بارہ ڈائنا میٹ لایا اور جنگلیوں پر دو چار پھینک دیئے۔

انکے پھٹتے ہی سینکڑوں ٹھنڈے ہوگئے - اب کیا ٹھہرتے سر پر پانوں رکھ کر جدھر منہ اُٹھ گیا بھاگ کھڑے ہوئے، قیدی بھی صاف چھوٹ گئے -

اس طرح روبر نے دکھادیا کہ الباٹروس سے کتنے نیک کام کئے جاسکتے ہیں - اب ہوائی جہاز افریقہ کے برِ اعظم کو پار کرکے اٹلانٹک کے بحر محیط پر اُڑنے لگا -

سمندر

اٹیلس سمندر پر الباٹروس اُڑ رہا تھا، سورج اس جگہ سے نکلتا ہوا معلوم ہوا جہاں آسمان اور سمندر کے کنارے آپس میں ملتے ہیں، جہاز بہت اونچا تھا، نظریں بہت دُور تک جاتی تھیں - پھر بھی زمین کا کہیں نشان نہ تھا -

ہماری ساری زمین کی سطح تین سو چوہتر ملین ۷۰۵ ہزار ۹۱۲ میٹر مربع ہے جو چاروں طرف پانی سے گھری ہے اور اٹلانٹک سمندر کل پانی کا ¼ ہے -

بین المداریں پر ہوا ہر وقت چلتی رہتی ہے - افریقہ کے بڑے صحرا سے میکسکو کی کھاڑی کی طرف رُخ ہوتا ہے مگر گرمی میں کبھی پچھیاؤں رہتی ہے کبھی پُروا -

الباٹروس اتر کے آدھے کرہ کو طے کرکے دکھن کے دوسرے آدھے کرہ میں پہنچ گیا - رسم ہے کہ خط استوا کو پار کرتے وقت تمام جہاز خوشیاں مناتے ہیں - مگر اس جہاز نے کچھ نہیں کیا - ہاں ٹھنڈے پانی کا ایک پیالہ غریب زنگی کے سر پر ڈالدیا گیا - اور وہ چیخنے لگا -

صبح کو جہاز اسینشن اور سینٹ ہلینا کے جزیروں سے باہر نکلا - اگر الباٹروس اس وقت ہوتا جب نپولین بونا پارٹ اس جزیرے میں نظر بند تھا تو بڑی آسانی سے نکال لاتا -

دوسرے دن الباٹروس نے خط جدی سے گذرتے ہی ایک عجیب بات دیکھی - پانی پر آگ سے بھری ہوئی شعلوں کی طرح دہکتی ہوئی لہریں آپس میں ٹکرا رہی تھیں - اور ایک گھنٹے میں ساٹھ میل سے زیادہ تیز چل رہی تھیں - رات کا وقت تھا - لہروں کی چمک اور روشنی کی کرنیں تمام پانی کو چمکدار آئینہ بنائے دے رہی تھیں -

یہ تمام جلوہ صرف بجلی کی قوت کا تھا - اگر ان لہروں میں کوئی جہاز پڑ جائے تو پھر بچ نہیں سکتا - اب جہاز عرض البلد کے سینتالیسویں دائرے سے گذر گیا - یہاں کا دن صرف سات آٹھ گھنٹے کا ہوتا ہے -

تیسرے پہر الباٹروس راستہ نکالنے کے لئے سمندر کے پانی پر سو قدم اونچا آگیا تھا کہ اچانک دریائی سونڈ میں پھنس گیا - طبعیات والے جانتے ہیں کہ سمندر کی لہر اور ہوا کے بادل آپس میں ٹکراتے ہیں تو گاؤدم بگولے پانی میں اُٹھنے لگتے ہیں - سمندر کا پانی بادلوں میں بڑے زور کے ساتھ گھومتا ہوا کھینچتا ہے - جو جہاز

ان سونڈوں میں پھنس جاتے ہیں۔پھر نہیں نکل سکتے۔مگر خیریت ہوئی۔یہیں کالی کالی سونڈیں جو سمندر میں اُٹھی ہوئی تھیں اور پانی کو گھومتے ہوئے شعلے کی طرح چکر دے رہی تھیں۔انکا چکر جہاز کے پنکھوں کے چکر سے اُلٹا تھا نہیں تو پنکھے رک گئے ہوتے اور البا ٹروس بیکار ہوکر سمندر کے مُنہ پر پہنچ گیا ہوتا۔

ٹام ٹارنر نے بہت پھرتی سے توپ چلائی تھی۔اس کی آواز سے بادل کی سونڈیں تتر بتر ہوگئیں اور بادل ایسے ٹوٹ ٹوٹ کر برسنے لگے جیسے نالے سے پانی گرتا ہے۔

آخر کئی ہفتے بعد ایک دن شام کو دکھن اور پچھم کے کونے میں زمین دکھائی دی۔یہ خشکی ٹیجیلین خاکنائے کی تھی۔ ۵۰ درجہ عرض البلد سے دور ہے۔یہاں اٹھارہ گھنٹے کی رات ہوتی ہے اور گرمی بھی صفر سے ۶ درجہ نیچے گھٹ جاتی ہے۔ سورج ڈوب رہا تھا کہ البا ٹروس ایک بڑی خوبصورت جھیل پر سے گذرا' بجلی کے انڈے جہاز پر جلا دیئے گئے' پانی کے ہزاروں پرند پروانوں کی طرح روشنی پر ٹوٹے مُفت شکار ہو گئے اور خانساماں کو عرصہ تک مزیدار کھانے پکانے کا سامان مل گیا۔

اب جہاز تیسرا سے بھی نکل آیا۔راہومی سے یہاں تک ۷۵۰۰ کیلو میٹر کا فاصلہ طے کرکے مشہور ہارن راس سے ہوتا ہوا سیدھا دکھن کی طرف اُڑتا چلا گیا۔

مدد

البا ٹروس دکھن کے آدھے کرہ سے پار ہوا تو نویں دائرے سے نکل آیا۔گرمی بتانے والا پارہ صفر سے بھی نیچے آگیا۔جہاز میں بجلی کی گرمی پہنچانی پڑی۔جہاز دکھن کی طرف سیدھا بڑھتا جارہا ہے۔دن چھوٹا ہو رہا ہے اندھیرا بڑھ رہا ہے۔

جہاز کے نیچے وہ اتھاہ سمندر لہریں لے رہا ہے جو یورپ اور ایشیا کو ملاتا ہے۔البا ٹروس دکھنی قطب کی طرف جارہا ہے۔کوئی تیسرے پہر ٹام ٹارنر نے کہا۔

"ذرا دیکھئے تو۔اُفق پر (جہاں سمندر اور آسمان ملے ہیں) ایک کالا سا دھبہ دکھائی دیتا ہے۔جانے کیا ہے"

روبر (دوربین سے دیکھ کر) یہ دھبہ نہیں ہے۔ناؤ ہے۔اور ـــ اس میں آدمی بھی ہیں۔

تو پھر مصیبت کے مارے ہونگے۔

ہاں ہمارے جہاز کو ان کی مدد کے لئے لپکنا چاہئے۔

البا ٹروس اترا۔اور پانی پینے سے سو میٹر اونچا ہوکر سیدھا ناؤ کے سر پر پہنچا' جہازیوں نے دیکھا کہ ناؤ میں پانچ آدمی بے دم پڑے ہوئے ہیں۔پتہ نہیں چلتا کہ مرچکے ہیں یا بھوک پیاس سے بیہوش ہیں۔

ٹام ٹارنر نے بہت چیخ کر "ہاں" کا نعرہ لگایا مگر ناؤ والے ہلے بھی نہیں۔

روبر۔ ابھی نہیں سُنا۔ بندوق چلاؤ۔

بندوق چلی۔ اس کی آواز دیر تک گونجتی رہی۔ ناؤ والوں میں سے ایک بھوک کے مارے نے بڑی مشکل سے اپنا سر اُٹھایا۔ اور متوالوں کی طرح چاروں طرف دیکھنے لگا۔ الباٹروس کو سر پر منڈلاتے دیکھا، سمجھا کہ کوئی اور آفت آئی۔

روبر (فرانسیسی زبان میں) ڈریئے نہیں ہم آپ کی مدد کو آئے ہیں۔ یہ تو کہئے آپ کون ہیں کیا مصیبت پڑی ہے؟

ہم لوگ جائنٹ جہاز کے آدمی ہیں۔ میں دوسرے درجے کا کپتان تھا، جہاز ڈوب گیا، صرف ہم پانچ آدمی جو اس ناؤ میں ہیں آج پندرہ دن سے سمندر کی لہروں سے ٹکراتے پھر رہے ہیں۔ نہ کھانا ہے نہ پانی۔

اتنے میں تنکے کا سہارا پاکر وہ چار آدمی بھی اُٹھے مگر ایسے کمزور تھے کہ صرف اپنے ہاتھ اوپر کی طرف اُٹھا سکے۔ چمڑے کی ایک ڈول میں ٹھنڈا پانی لٹکایا گیا۔ مرتے ہوئے آدمی لوٹ پڑے۔ دیکھ کر ترس آتا تھا۔ پانی پی کر روٹی روٹی کی آواز لگائی، ان کی فریاد سے دل ٹکڑے ہوتا تھا۔ فوراً روٹیاں، سالن، شراب کی بوتلیں، مٹھائی اور گرم قہوہ ٹوکری میں رکھ کر لٹکایا گیا۔ ٹوکری کے پہنچتے ہی سب بے چین ہو کر گرے اور کھا پی گئے۔ ایک نے پوچھا۔

ہم ہیں کہاں؟

چلی کے کناروں پر چوناس کے جزیروں سے پچاس میل اِدھر۔

آپ کا شکریہ۔ مگر ہم میں ناؤ کھینے کی طاقت نہیں ہے اور یہ پال بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ ہم تمہیں کھینچ لے چلیں گے۔

ایک مضبوط رسّی لٹکائی گئی۔ ناؤ والوں نے رسّی کا ایک سرا کشتی میں باندھ لیا۔ جہاز پورب کو چلا۔ ناؤ بھی کھنچتی ہوئی چلی۔ کوئی دس بجے زمین دکھائی دی۔ گھومنے والے رہنما ہنڈے نظر آئے۔ چوناس جزائر کے دہانے پہنچ کر ٹام نے آواز دی۔ "رسّی کھولدو"۔

دُکھ زدوں نے بہت بہت شکریہ ادا کر کے رسّی کھولدی۔ الباٹروس پھر اپنی راہ ہو لیا، جہاز کے قیدی صدر اور نائب کو روبر اور الباٹروس سے بڑی دشمنی تھی مگر وہ بھی مان گئے کہ ایسی انمول مدد کا کام اُن کے غبارے نہیں کر سکتے صرف الباٹروس ہی کر سکتا ہے۔

ابھی آدھی ہی رات ہوئی تھی کہ ایک ڈراونی آندھی چلنے لگی۔ معلوم ہُوا کہ بگولوں کا طوفان ہے۔ جسے اٹلانٹک میں ہوارکان، چین میں ٹائیفون اور افریقہ میں سیموں کہتے ہیں۔ الباٹروس بہت آہستہ آہستہ اُڑ رہا تھا، آندھی بڑھتی ہی جا رہی تھی، بگولہ چکر کھاتا ہُوا سیدھا دکھنی قطب کی طرف جا رہا تھا۔

الباٹروس نے اپنے کنارے والے پنکھوں کو پورا چکر دیا اور ترچھا ہو کر اونچا ہونے لگا۔ مگر دو سو میٹر تک چلا تھا کہ اچانک رُک گیا۔ آندھی اوپر سے نیچے آ رہی تھی۔ جہاز مقابلہ نہیں کر سکا۔ مجبور ہو کر ٹھہر گیا۔

مگر روبر نے ہمت نہیں ہاری۔ چوہتروں پنکھے پورے پورے کھول دیئے۔ پھر بھی مقابلہ نہ کر سکا۔ جدھر کی ہوا تھی اسی دھارے پر اُڑنے لگا۔ تمام جہازی چلت پھرت اور دیکھ بھال میں لگ گئے۔

البا ٹروس بگولے میں پڑ کر سیدھا دکھنی قطب کی طرف جا رہا تھا۔ آجکل یہاں کی راتیں ساڑھے اُنیس گھنٹے کی ہوتی ہیں۔ سورج بس ذراسی جھلک دکھلا کر اوجھل ہو جاتا ہے۔ خاص قطب میں ایک سو اناسی دن کے برابر رات ہوتی ہے۔

تمام دن آندھی چلتی رہی۔ پچھتروال دائرہ بھی پار ہو گیا۔ جُوں جُوں قطب کے قریب ہوتے گئے اندھیرا بڑھتا گیا۔ یہاں چاند ہمیشہ ہلال ہی رہتا ہے۔ اور سیاروں کی بہت مدھم روشنی ہوتی ہے۔ اسی لئے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔

البا ٹروس لوئی فاپ سے بھی گذر گیا۔ وہاں سے آگے آج تک کوئی نہیں جا سکا۔ آدھی رات کے بعد قطب کی خاص صبح ہوئی آدھے آسمان میں تیز کرنیں پنکھے کی صورت دکھائی دیں۔ چکا چوند ہونے لگی۔ لال لال روشنی میں برف اور اولے سے ڈھکی ہوئی چیزیں نظر آئیں۔

جہاز میں جو قطب نما لگا تھا۔ اس کی سوئی بالکل نیچے جھک گئی۔ روبر زاویہ ناپ کر چلّا اُٹھا۔ قطب ہمارے قدموں کے نیچے ہے۔

مگر اب آندھی اتنی تیز ہو گئی تھی کہ جہازیوں کی جان پر بن گئی۔ قریب تھا کہ البا ٹروس ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ روک تھام ناممکن تھی۔ جہاز اپنے آپ کو سنبھال نہیں سکتا تھا۔ تھوڑی دیر میں سب سے بڑی آفت آتی ہوئی دکھائی دی۔ جہاز کے بالکل سامنے ارابوس جوالا مکھی لہکتا ہوا نظر آیا۔

البا ٹروس جوالا مکھی کے شعلوں سے ہر منٹ اور قریب ہوتا جاتا تھا۔ جہاز نے بہت بچنا چاہا مگر بے اختیار کھچا جا رہا تھا۔ ہوا میں شعلوں کی ایک نہر لہریں لے رہی تھی۔ جہاز والے سہم سہم کر کونوں سے لگ گئے تھے۔ البا ٹروس ان بے پناہ شعلوں سے صرف تین چالیس میٹر ادھر رہ گیا تھا۔ کہ اچانک اللہ کی رحمت ہوئی۔ اُسی آندھی نے انکو نجات دلائی۔ آندھی کے تیز جھونکوں نے خون کے پیاسے شعلوں کو پہاڑ کی گود میں ایکدم سُلا دیا۔ اور جہاز دہانے کے سنگریزوں سے ٹکراتا ہوا ارابوس کے اوپر سے صاف نکل گیا۔

اب طوفان بھی کچھ کم ہوا۔ البا ٹروس بھی سنبھل گیا اور اپنی راہ ہو لیا۔ مگر آج منظفر روبر کچھ غمگین سا ہے۔ جہاز کے سرے والے پنکھے کچھ خراب ہو گئے ہیں۔

دوسرے دن دُور سے تھوڑی سی زمین دکھائی دی۔ ہوا بھی ٹھہر گئی تھی۔ جزیرے کے کنارے پہنچتے ہی ڈیڑھ سو قدم لمبی رسی نیچے لٹکائی گئی۔ سرے پر جہاز کے لنگر کی طرح ایک چنگل تھا وہ سیدھا زمین کے اندر اُتر گیا۔ البا ٹروس

کا لنگر سنبھل گیا - کنارے کے پنکھے برابر چل رہے تھے - نہیں تو جہاز ہوا میں کیسے ٹھہر سکتا تھا؟

زنگی کی پھرتی

روبر نے مرمت کا کام فوراً شروع کر دیا - اُمید تھی کہ شام تک سب ٹھیک ہو جائیگا - آگے اور پیچھے لانے لے جانے والے پنکھے بہت خراب ہو گئے ہیں - وہ اُتار لے گئے - اور درانتی والی چرخیاں بنائی جانے لگیں -

شام ہوئی تو آلوں اور نقشوں سے پتہ چلا کہ یہ چھوٹا سا ٹاپو چینتھم کا ایک ٹکڑا ہے اور بریروٹن جزیروں میں شامل ہے - نیوزیلینڈ کے سب سے سرے والے جزیرے یہی ہیں -

اُدھر تو سب مرمت میں لگے رہے اِدھر پروڈنبٹ اور فیل ایوانس میں بھاگنے کی صلاحیں ہو رہی ہیں صدر نے سلاح خانے سے بم کا ایک گولہ بھی چرا لیا ہے - اسی گولہ میں ایک لانبا فتیلہ لگا لیا گیا کہ جب آگ لگے تو دو گھنٹے کے بعد گولہ پھٹے - سونے کے کمرہ میں ایک دراز تھی فتیلے کا سرا ادھر ہی سے نکال دیا گیا -

وقت پر فتیلے میں آگ دیدی گئی - دونوں نے اپنی اشرفیوں کی تھیلیاں لیں اور زنگی نوکر کو ڈھونڈھنے نکلے - البا ٹروس میں سناٹا تھا - مہینوں کے تھکے ہوئے جہازی بے خبر سو رہے تھے - فریکولن بھی غائب تھا - وہ پہلے ہی نکل بھاگا تھا -

اب دونو رسّی کے پاس آئے - وہی رسّی جس کے سہارے جہاز ٹھہرا ہوا تھا - پہلے صدر پھر کاتب رسّی سے لٹکے - اور ہاتھ پاؤں سے چمٹ کر سرکتے سرکتے نیچے پہنچ گئے -

نیچے پہنچے تو زنگی بھی ملا - اتنے میں جہاز میں شور سا مچ گیا اور ٹام نے ٹاپو پر بجلی کی روشنی ڈال کر کہا 'وہ ہیں بھگوڑے وہ ہیں بھگوڑے -

جہاز نیچے اُترنے لگا - بندوق بھی دغی - کاتب کا کندھا چھل گیا - صدر نے بڑھ کر بڑی پھرتی کی اور اپنے تیز چاقو سے رسّی کاٹ دی - ہوا تیز تھی - رسی کٹتے ہی اُتر اور پورب کے کونے کی طرف جہاز بے اختیار چل پڑا اور پلک جھپکتے ہی اوجھل ہو گیا -

بم کا گولہ

البا ٹروس کے کچھ پنکھے ٹھیک ہو گئے تھے - مظفر روبر بڑے غصہ میں چینتھم ٹاپو کی طرف لوٹ رہا تھا کہ اتنے میں ٹام ٹارنر کی ناک میں بڑی سخت بدبو پہنچی - وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہر طرف دیکھنے لگا - پتہ چلا کہ بھگوڑوں کے کمروں سے بہت سا دھواں نکل رہا ہے -

سب لوگ دروازہ توڑنے کے لئے بڑھے مگر دو قدم بھی نہ چلے تھے کہ ایک سخت دناٹا ہوُا کمرہ کی چھت دروازہ دیواریں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہوا میں اُڑ گئیں۔ البا ٹروس کا پورا پچھلا حصہ کل اور پنکھوں سمیت پُرزہ پُرزہ ہو کر سمندر میں گر پڑا۔ جو حصہ باقی تھا وہ بھی تین ہزار میٹر کی بلندی سے گر کر سمندر میں ڈوبنے کے لئے نیچے آ رہا تھا۔ آٹھوں جہازی کٹہروں سے جکڑے ہوئے کھڑے تھے۔

مظفر روبر نے بڑی بہادری کی جیسے بھی ہو سکا وہ بڑے پنکھے کے ڈنڈے تک پہنچا اور اُسے پکڑ کر اُلٹا گھمانے لگا۔

البا ٹروس جس تیزی سے نیچے گر رہا تھا اس میں کچھ کمی ہو گئی مگر گولہ پھٹنے سے ڈیڑھ منٹ کے بعد یہ ٹکڑا بھی پانی پر گر پڑا۔

البا ٹروس اور گو اہڈ

پورے سات مہینے کے بعد فلیڈلفیا میں پھر بڑی ہلچل مچی ہوئی ہے۔ ولڈن کلب کے صدر پرو ڈینیٹ اور کاتب فیل الواس کی واپسی سے تمام شہر میں عید ہو گئی۔ اس خوشی میں یہ بھی طے ہوُا کہ کلب کا غبارہ گو اہڈ اُڑایا جائے۔ اس غبارے میں دونوں سروں پر پنکھے لگے ہوئے ہیں۔ ٹنڈر اور ایک ڈرائیور کو چھوڑ کر غبارے میں صرف دو آدمی اور ہونگے یعنی صدر اور کاتب۔

ان دونوں قیدیوں نے البا ٹروس کی کہانی کسی کو نہیں بتائی۔ اس واسطے کہ یہ تو ہوا سے ہلکے ہونے کے طرفدار ہیں اور پھر اس کا بھی یقین ہے کہ اب نہ کہیں وہ جہاز ہوگا نہ جہازی۔ ایک گولے نے سب کا کام تمام کر دیا ہوگا۔

گو اہڈ غبارہ بہت مکمل ہے۔ گیس کا تھیلا بہت دبیز ہے۔ ہوا یا بارش کا اثر اس پر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے غبارے میں بجلی کی ایک مشین بھی لگی ہوئی ہے۔ اور جو گیس بھری ہوئی ہے وہ پانی سے نکلنے والی ہر گیس سے زیادہ ہلکی ہے۔

۲۹ اکتوبر کو سب سامان ہو گیا۔ میدان میں لاکھوں آدمی اکٹھے ہوئے شہر کی دکانیں بند ہو گئیں۔ بوڑھے بچے عورت مرد سب دیکھنے کے لئے فرومون جنگل میں آ گئے۔

دس بج کر ۱۵ منٹ پر توپ دغی۔ معلوم ہوُا کہ غبارہ بالکل تیار ہے۔ پونے گیارہ بجے دوسرا فائر ہوُا۔ صدر اور کاتب نے سینے پر ہاتھ رکھ کر اشارے سے مجمع کو بتایا کہ تمہاری جگہ ہمارے دل میں ہے۔

گیارہ بجے تیسری سلامی ہوئی۔ رسیاں کھلیں اور گو اہڈ بڑی شان سے اُڑتا ہوُا دو سو پچاس میٹر اونچا ہو گیا۔ اب ایک سیکنڈ میں بارہ میٹر کی رفتار ہو گئی۔ سبھوں نے خوشی کے نعرے لگائے۔ اب گو اہڈ نے آگے پیچھے چل کر

اور چکر لے کر سب کو بہت خوش کیا مگر ہوا تیز نہ تھی کہ اس سے مقابلہ کرتا۔

ہوا کی تلاش میں گو آہڈ اونچا ہونے لگا اور چار ہزار میٹر بلند ہو گیا۔ تماشائیوں کی گردنیں اوپر دیکھتے دیکھتے دکھنے لگیں۔ جہاز ایک دھبے کی طرح دکھائی دیتا تھا۔

اتنے میں حیرت بھری چیخوں سے ساری فضا گونجنے لگی۔ افق کی طرف ایک دوسرا سیاہ دھبہ دکھائی دیا جو گو آہڈ کی طرف بہت تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ جب بہت قریب آ گیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی بڑا سا پرند ہو یا اُڑتا ہوا پتھر ہو۔ اور پاس آیا تو سچی بات معلوم ہو گئی۔ گو آہڈ نے بھی سمجھ لیا کہ دشمن سر پر آ گیا اور چاروں طرف البا ٹروس البا ٹروس کی چیخ پکار ہونے لگی۔ البا ٹروس باز کی طرح جھپٹتا تھا۔ گو آہڈ کبوتر کی طرح دیکھتا تھا۔ سب سمجھتے تھے کہ یہ بھولا بھالا غبارہ ایک بار بھی جہاز کے چنگل میں آ گیا۔ وہیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

البا ٹروس کو سب سے پہلے فریکولن زنگی نے پہچانا تھا۔ گو آہڈ نے اپنا سب سامان پھینکدیا اور بالکل ہلکا ہو کر فوراً ایک ہزار میٹر اونچا ہو گیا۔

اب یہ بڑا سا غبارہ اک ذرا سا نقطے کے برابر دکھائی دے رہا تھا۔ البا ٹروس نے بھی اپنے پورے پنکھے کھول دیئے اور پیچھا کرنے لگا۔ یکایک لوگ پھر چیخ اُٹھے۔ گو آہڈ بہت تیزی سے زمین کی طرف گر رہا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ گیس کا تھیلہ پھٹ گیا ہے۔ البا ٹروس بھی ساتھ ساتھ اُتر رہا ہے۔

جب زمین صرف بارہ سو میٹر رہ گئی تو بڑی پھرتی سے البا ٹروس نے اپنے آپ کو گو آہڈ سے ملا دیا گو آہڈ کے چاروں مسافر کھینچ کر البا ٹروس میں آ گئے۔

اب البا ٹروس بالکل رک گیا۔ گو آہڈ ایک بڑی سی چیل کی طرح گر کر فرموں کے گھنے اور اونچے درختوں ڈالیوں سے اُلجھ کر جھولنے لگا۔ لوگوں نے ڈر کے مارے آنکھیں بند کر لیں۔

البا ٹروس نیچے اُترنے لگا اور دو سو میٹر کی اونچائی پر آ کر پھر رک گیا۔

مظفر روبر نے کہا۔ امریکہ والو۔ ولڈن کلب کے صدر اور کاتب پھر میرے پنجے میں پڑ گئے ہیں۔ چاہوں تو عمر بھر انکو قید رکھوں۔ انہوں نے میرے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا ہے میرے پیارے البا ٹروس کو جس پر بیٹھ کر انہوں نے سارے جہان کی سیر کی تھی۔ بم کے گولے سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ ہم لوگ بھی سمندر کی لہروں میں پڑ گئے تھے۔ مگر موت نہیں آئی تھی بچ گئے۔ اور پھر دوسرا البا ٹروس پہلے سے کہیں زیادہ مکمل اور مضبوط بنا کر آج پھر ہوا میں حکمرانی کر رہے ہیں۔ میں ان چاروں کو آزاد کرتا ہوں۔

صدر۔ کاتب۔ فنڈر اور ڈرائیور چاروں زمین پر کود پڑے۔ البا ٹروس دس میٹر اونچا اچھل گیا
روبرنے پھر کہا۔ اب آپ نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا کہ ہماری کامیابی صرف انہیں کلوں سے ہو سکتی
ہے جو ہوا سے زیادہ بھاری ہیں۔ ہوا سے ہلکے پھولے پھالے غبارے بالکل بیکار ہیں۔ مگر ہر چیز کو اپنے
وقت سے ہونا چاہیئے۔ اسی لئے میں بھی جاتا ہوں اور اپنے راز بھی ساتھ ہی لئے جاتا ہوں۔ ابھی تک
دُنیا کی قومیں ایسی نہیں ہوئیں کہ خودغرضی اور نفس پرستی کو چھوڑ کر علم اور فن کو ترقی دیں۔ جب ایسا وقت
آئیگا تو میرے تمام بھید آپ سے آپ کھُل جائیں گے۔

مظفر روبرنے اب اپنے تمام پنکھے چلادیئے اور چھلاوے کی صورت یہ جا وہ جا نگاہوں سے
غائب تھا، ہوا سے ہلکے ہو کر اُڑنے والے صدر اور کاتب پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ اپنی اپنی گُدّی کھجلاتے
ہوئے گھر کی طرف چلے۔ بیچارے جدھر سے گذرتے تھے واہ واہ کی جگہ مذاق کے نعرے اور تعریف
کے بدلے تالیوں کی چٹاچٹ کانوں میں گونج جاتی تھی +

خیالات آزاد

(از قلم کرپا شنکر آزاد الہ آبادی تلمیذ حضرت شمسی الہ آبادی)

دل کی حسرت ہے کہ پورا مرا ارماں ہو جائے
خانۂ دل میں کبھی آ کے وہ مہماں ہو جائے

آتشِ عشق اگر دل میں فروزاں ہو جائے
حسن خود اپنا چراغِ رہِ عرفاں ہو جائے

فرطِ عصیاں سے اگر بندہ پشیماں ہو جائے
جوشِ رحمت سے ابھی عفو کا ساماں ہو جائے

کشتیِ ہند ہے امواجِ حوادث میں اسیر
ناخدا پار لگادے ترا احساں ہو جائے

چارہ گر ناوکِ دل دوز کو پہلو سے نہ کھینچ
ڈر ہے اُجڑا ہوا دل اور نہ ویراں ہو جائے

خیالات انور

(نتیجۂ فکر جناب جان محمد صاحب انور تلمیذ حضرت نوح ناروی)

بجلیوں کے لئے زمانہ ہے　　کیا ہمارا ہی آشیانہ ہے

یہ جو تنکے ہوا میں اُڑتے ہیں　　ہو نہ ہو میرا آشیانہ ہے

بند کر لیں قفس میں جب آنکھیں　　آشیانہ ہی آشیانہ ہے

مجھ کو گلشن سے دور سمجھے ہو　　میری نظروں میں آشیانہ ہے

جب کھلی آنکھ تو ہوا معلوم　　نہ چمن ہے نہ آشیانہ ہے

زندگی بھر کی کائنات اے برق　　یہی لے دیکے آشیانہ ہے

دل کو چھیدا جگر کے پار ہوا　　واہ کیا تیر کیا نشانہ ہے

ہوش رہتا نہیں جوانی میں　　یہ زمانہ بھی کیا زمانہ ہے

یہ بھی کچھ دن کی ہے ہوا صیاد　　کیا یہیں میرا آب و دانہ ہے

دیکھیں کب تک نہ آئینگے باہر　　ہم ہیں اور اُنکا آستانہ ہے

اُن کی نظروں سے گر گئے **انور**

اب ہمارا کہاں ٹھکانہ ہے

غزل

(از مولوی فیض محمد صاحب فیض لدھیانوی مصنف "فیضیات")

باغ میں وجہ اسیری تیری آواز نہ ہو　　مصلحت یہ ہے کہ تو زمزمہ پرواز نہ ہو

آج وہ چیں بجبیں کیوں ہیں خدا خیر کرے　　پھر کسی فتنۂ جاں سوز کا آغاز نہ ہو

خوف ہے صلح کا امکان بھی جاتا نہ رہے　　اس قدر ہم سے خفا اے بُت طناز نہ ہو

چشم ارباب نظر خیرہ ہوئی جاتی ہے　　آپ کو حسن ضیا بار پہ کیوں ناز نہ ہو

اُس سے محرومیٔ جاوید کی لذت پوچھو　　جس پہ دروازۂ اُمید کبھی باز نہ ہو

نکتہ سنجان سخن داد کہاں دیتے ہیں　　فیض ہر شعر میں جب تک کوئی اعجاز نہ ہو

ایڈیٹوریل نوٹ

رہنمائے تعلیم - اس کا جوبلی نمبر سال ۱۹۳۱ء ڈویژنل انسپکٹر صاحب انبالہ کی نظر کیمیا اثر میں

اکتوبر نمبر میں ڈویژنل انسپکٹر اصحاب لاہور و جالندھر کے سرکلرات ایڈیٹوریل نوٹ کی ذیل میں شائع ہوئے - اس نمبر میں صاحب ڈویژنل انسپکٹر بہادر مدارس ڈویژن انبالہ کا خاص سرکلر جو رسالہ کی عام خریداری اور اس کے جوبلی نمبر کو لائبریریوں کے لئے خریدنے اور اس کی خاص سرپرستی فرمانے کے بارے میں جاری ہوا ہے - ناظرین کرام کے ملاحظہ اور اصحاب موصوف الصدر کی نیک ہدایات کی تعمیل کی غرض سے شائع کیا جاتا ہے - عجب نہیں کہ سررشتہ تعلیم کے معزز حکام کی یہ آرزوئیں رسالہ کے آڑے آئیں اور اس کی اشاعت میں معتدبہ ترقی کے علاوہ اس کے شہرہ آفاق جوبلی نمبر کی سرپرستی بجا اور جائز طور پر ہو کر جہاں صوبہ میں ایک قیمتی اور تعلیمی انسائیکلوپیڈیا کے فراہم کرنے کا موجب ہو وہاں پروپرائٹر صاحب رسالہ کی امداد اور دستگیری کا باعث بھی ہو تاکہ وہ بیش از بیش خدمت عامہ کے میدان میں نکل کر رسالہ رہنمائے تعلیم کو بہتر سے بہترین صورت میں جلوہ گر کر سکیں -

سی ایم نمبر ۸۷۹۱ مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۳۳ء منجانب سردار دیوا سنگھ صاحب ایم اے پی ای ایس قائمقام انسپکٹر مدارس انبالہ ڈویژن

بخدمت ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب مدارس و ہیڈ ماسٹر اصحاب منظور شدہ ہائی مدارس انبالہ ڈویژن

جناب من! آپ کی توجہ اردو ماہانہ رسالہ رہنمائے تعلیم پر جسے ماسٹر جگت سنگھ صاحب رام گلی لاہور سے شائع کرتے ہیں - دلاکر عرض ہے کہ رسالہ مذکور نہایت مفید اور دلچسپ لٹریچر لئے ہوتا ہے جو معلمین اور متعلمین ہر دو کے لئے یکساں طور پر ضروری اور نافع ہے - اس کا جوبلی نمبر جو غالباً سال ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا تھا - سکول لائبریریوں کے لئے بیحد مفید ثابت ہوگا -

دستخط **مکندا لعل ہیڈ کلرک منجانب صاحب قائمقام ڈویژنل انسپکٹر مدارس انبالہ**

اینڈروسمینٹ نمبر ۸۷۹۲

نقل ماسٹر جگت سنگھ صاحب منیجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم رام گلی کی خدمت میں بغرض آگاہی ارسال ہے

(دستخط ہیڈ کلرک صاحب)

اصلاح سید انور علی صاحب نقوی ماسٹر سکندر آباد رقمطراز ہیں کہ رسالہ رہنمائے تعلیم کے ستمبر نمبر کے صفحہ ۲۲ پر "زیادت فی الکلام" کے زیر عنوان میر حسن مرحوم کا ایک شعر غلط شائع ہوا ہے - یعنی اس کے مصرعہ "سخاوت یہ ادنےٰ سی اس بُت کی ہے" میں بُت کی بجائے شہ ہونا چاہئے - کیونکہ یہ شعر نواب آصف الدولہ صاحب مرحوم نواب اودھ کی تعریف میں ہے نہ کسی بُت یا معشوق کی تعریف میں - ناظرین ہمارے ساتھ سید صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس مصرعہ کو اس طرح پر درست کرلیں -

ع سخاوت یہ ادنےٰ سی اس شہ کی ہے

پنجاب یونیورسٹی کے گذشتہ بارہ سال کی کارگذاری پر ایک نظر

محکمہ اطلاعات پنجاب نے حال ہی میں پنجاب یونیورسٹی کے گذشتہ بارہ سال کی کارگذاری پر ایک نظر کی ذیل میں یونیورسٹی کی کارگذاری پر نہایت خوبی سے تنقید وتبصرہ کیا ہے جسے بجنسہ نومبر نمبر کا لیڈر قرار دیا گیا ہے۔ ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں اور محظوظ ہوں۔

ہیلتھ (صحت عامہ) کے حروف ابجد کے لئے عام مقابلہ

جناب صاحب ڈائرکٹر بہادر پبلک ہیلتھ پنجاب محکمہ اطلاعات لاہور کے توسّل سے اس عام مقابلہ پر شائقین کی توجہ دلاتے ہیں۔ کہ صحت عامہ کے حروف ابجد انگریزی۔ اُردو۔ ہندی یا پنجابی زبانوں میں نہایت موزوں طریق پر تیار کئے جائیں مثلاً بطور مثال انگریزی میں اے لفظ ائیر معنی ہوا کو ظاہر کرتا ہے

A is for Air

جس سے ہم شب و روز سانس لیتے ہیں

That we breath day and nig[ht]

یہ ہمیشہ تازہ ہونی چاہئے۔

It must always be fresh

تاکہ ہم تندرست رہ سکیں

لفظ ایکس ایکسرسائز پر محمول ہے

X is for x ercise

آپ کو اپنا حصّہ کھیلنے اور دوڑنے میں

Getting yours share of playing

باہر کھلی ہوا میں لینا چاہئے۔

and running out in the air

اس کے جواب ۱۰ ؍ نومبر ۱۹۳۳ء تک ڈائرکٹر صاحب پبلک ہیلتھ کی خدمت میں براہ راست پہنچ جانے چاہئیں۔ سب سے بہتر حروف ابجد مہیا کرنے والے کو مبلغ پچاس روپے انعام ملیں گے۔

رسالہ رہنمائے تعلیم ستمبر نمبر ۱۹۳۳ء

بدستور سابق ستمبر نمبر۔ اگست نمبر کے ساتھ ایک ہی جلد میں شائع ہُوا۔ کیونکہ سیکنڈری مدارس میں تعطیلات گرما کے باعث ستمبر نمبر کے گم ہونے کی اکثر شکایات موصول ہُوا کرتی تھیں۔ اکثر اصحاب نے ستمبر نمبر کی نسبت شکایت کی ہے کہ انہیں موصول نہیں ہُوا۔ انکی اطلاع کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اگست نمبر کو بغور ملاحظہ فرمائیں جس کا نصف دوم ستمبر نمبر او رخاص الفاظ میں ستمبر نمبر کے نام سے نامی ہُوا ہے۔ پنڈت رام چندر صاحب شرما ہیڈ ماسٹر ڈی بی لوئر مڈل سکول بیگم پور صوبہ دہلی اس نوٹ کو خاص ملاحظہ کریں۔ اکتوبر نمبر ضرور معمول سے تاخیر کے ساتھ ارسال ہُوا۔ سردار جگت سنگھ صاحب کی خانگی مصروفیات کے باعث یہ تاخیر وقوع میں آئی اُمید کہ تمام ناظرین اس کے مطالعہ سے اب تک محظوظ ہو چکے ہونگے۔

اقوالِ زرّیں

(۱) اپنی کوشش و لیاقت پر فخر مت کرو۔

(۲) دولت پر غرور نہ کرو۔ یہ ایک سایہ کی طرح ہے۔

(۳) غیبت کرنے سے انسان کا اعتبار جاتا رہتا ہے۔

(۴) اپنی غلطیوں اور گناہوں سے سینہ صاف رکھو۔

(۵) اپنے آپکو اوروں کے خیال میں بالکل حقیر سمجھو۔

(۶) لوگوں سے ہمیشہ حُسن اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔

(۱) کوئی بات منہ سے ایسی مت نکالو۔ جو تم نہ کر سکتے ہو۔

(۲) بزرگوں کی خدمت کرنا عین سعادت مندی سمجھو۔

(۳) کیسا ہی سچا دوست کیوں نہ ہو۔ دلی راز مت ظاہر کرو۔

(۴) چغل خور چور سے بدتر ہے۔

(۵) احسان کرو اور بھول جاؤ۔

(۶) دوسروں کو حسد کی نگاہ سے مت دیکھو۔

حبیب اللہ ... علی ...

پنجاب یونیورسٹی

گذشتہ بارہ سال کی کارگذاری پر ایک نظر

پنجاب یونیورسٹی نے جو پہلے اپنی نوعیت کے لحاظ سے محض ایک امتحان لینے والی جماعت تھی۔ اپنے فرائض اور سرگرمیوں کو گذشتہ بارہ سال کی مدت میں اس قدر وسعت دی ہے کہ اب وہ دیگر مقامات کے اسی قسم کے اداروں سے پورے طور پر ٹکا کھاتی ہے۔ امتحان دینے والوں کی تعداد مدت مذکور کے اندر چودہ ہزار سے بڑھ کر پینتیس ہزار تک پہنچ گئی ہے اور اب اس کا حلقۂ اقتدار ستائیس آرٹس اور چار پروفیشنل (پیشہ ورانہ) کالجوں پر مشتمل ہے۔ آخر الذکر کالجوں کی ذیل میں پنجاب اگریکلچرل کالج لائلپور۔ لیڈی ہارڈنگ میڈیکل کالج نئی دہلی۔ ہیلی کالج آف کامرس لاہور اور میکلیگن انجینئرنگ کالج مغلپورہ جیسے اہم کالج شامل ہیں۔ لاہور کالج برائے خواتین بھی اسی عرصہ میں عالم وجود میں آیا۔ پیشہ ورانہ اور صنعتی درسگاہوں کے الحاق کی وجہ سے یونیورسٹی کے لئے ممکن ہوگیا ہے کہ وہ زراعت۔ تجارت اور انجنیری کے متعلق ڈگریاں جاری کرے۔ پوسٹ گریجویٹ مطالعہ اور تحقیق و تدقیق (ریسرچ) کے لئے بھی انتظام کر دیا گیا ہے۔ نصاب تعلیم میں جرمن اور فرنچ زبانوں کے شمول سے السنۂ حاضرہ کی تعلیم پر خاص توجہ دی گئی ہے۔ کمپارٹمنٹ امتحانات کے طریق کو جس کے رُو سے وہ اُمیدوار جو عمل امتحان کے دوران میں کسی ایک مضمون میں کسی قدر کمزور ثابت ہوتے ہیں ضمنی امتحان دیکر اپنا ایک سال بچاسکتے ہیں۔ تقریباً تمام شاخوں میں وسعت دیدی گئی ہے۔

یونیورسٹی نے علم الحیوانات۔ علم نباتات۔ کیمسٹری۔ ٹیکنیکل (صنعتی) کیمسٹری ریاضی اور تاریخ کی تعلیم کے لئے پروفیسر اور ریڈر مقرر کرکے آنرز سکولوں کا اجرا کیا ہے اور اس طرح آنرز اور پوسٹ گریجوایٹ تعلیم کے لئے دو پروفیسر مقرر کئے گئے ہیں۔ اس سے واضح ہو جائیگا۔ کہ یونیورسٹی درسی قابلیت میں موجودہ کمی کو پورا کرنے کے لئے سعی موفورہ سے کام لے رہی ہے۔

ورزش اور کھیلوں کا دائرہ عمل

یونیورسٹی کی سرگرمیاں صرف درسی حلقۂ عمل تک ہی محدود نہیں ہیں۔ بلکہ اب وہ جسمانی تربیت کے شعبہ پر بھی محیط ہیں اور اسی باب میں ضروری سہولتوں کی بہم رسانی کے لئے بہت کچھ کیا جاچکا ہے۔ فرزندان یونیورسٹی اولمپک ہاکی اور ورزشی کھیلوں کی ٹیموں میں اعزاز اور امتیاز حاصل کرچکے ہیں اور ان میں سے دو انڈین کرکٹ ٹیم میں بھی شریک ہوئے جس نے گذشتہ سال برطانیہ عظمےٰ کی سیاحت کے دوران میں اس قدر قابل تعریف طریق پر نام پیدا کیا۔ "چوبرجی گراؤنڈ"۔ ان تمام مقامی کالجوں کے طلبا کے لئے جو یونیورسٹی سے ملحق ہیں ایک ہر دلعزیز کھیل کا میدان ہے۔

یونیورسٹی کے صدر مقام میں جسمانی تربیت کے لئے جو سہولتیں موجود ہیں انکے مطابق عمل پیرا ہونے کے لئے بیرونی کالجوں پر بھی زور دیا جاتا ہے۔ اور مقامی اور نیز بیرونی کالجوں کو جسمانی اتالیقوں کے تقرر کے لئے مالی امداد بھی دی جاتی ہے۔ یونیورسٹی کی ایک کامل طور پر مرتبہ ٹریننگ کور بھی ہے۔

تعلیم علوم مشرقی

مغربی علوم کے پہلو بہ پہلو مشرقی علوم کی تدریس کا انتظام پنجاب یونیورسٹی کا ایک مشہور اور نمایاں پہلو رہا ہے۔ اس کے

اورینٹل کالج کو ہندوستان بھر کی اسی قسم کی درسگاہوں میں قابل فخر حیثیت حاصل ہے - اور ان کی ترقی پذیر پیش قدمی میں اس نے برابر کا حصہ لیا ہے - اور اگرچہ اس کالج کو ہندوستانی السنہ قدیمہ (سنسکرت - عربی اور فارسی) کے میدان میں اب تک نمایاں حیثیت حاصل ہے - تاہم اُردو - ہندی اور پنجابی میں فضیلت حاصل کرنے والے طالب علموں کو بھی اس نے بخوشی اپنے ہاں جگہ دی ہے -

ایک نظر بازگشت

اب کہ پنجاب یونیورسٹی اپنا جشن جوبلی منانے کی تیاریاں کر رہی ہے - وہ اس موقع پر اپنے ماتحت تمام شعبوں میں نہایت نمایاں اور شاندار کامیابیوں کا تذکرہ کرنے میں حق بجانب ہے - اس کے پاس عالیشان عمارات کا ایک نفیس سلسلہ ہے اور ایک زبردست لائبریری کے علاوہ وہ کافی سرمایہ کی مالک بھی ہے - غرضیکہ پنجاب یونیورسٹی مشرقی اور مغربی علوم کا ایک نہایت دلپذیر سنگم پیش کرتی ہے اور حقیقی تہذیب کی علمبردار ہے جس کا نشوو ارتقا ایک یونیورسٹی کا سب سے اہم فرض ہے -

لاہور - مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۳ء (محکمہ اطلاعات پنجاب)

کرشن کی یاد

محبّت بھری اک نظر چاہتا ہوں — یہی چاہتا ہوں اگر چاہتا ہوں
جبیں چاہتا ہوں نہ سر چاہتا ہوں — ترا در ترا سنگِ در چاہتا ہوں
جمالِ جہاں سوز چُھپ کر دکھا دوں — نظر ہوں فریبِ نظر چاہتا ہوں
جبینیں جہاں پاؤں بن کر رواں ہیں — اُسی بُرج کا دلکش سفر چاہتا ہوں
طبیعت ہی موزوں ملی ہے وگرنہ — غلط ہے کہ عرضِ ہنر چاہتا ہوں
اگرچہ سحر ہے پسِ شامِ ہستی — نویدِ قیامِ سحر چاہتا ہوں
رہِ برج میں آبلہ پاؤں میں ہو — اُسے خار کی نوک پر چاہتا ہوں
یہ فریاد ہے تیرے بندے کی تجھ سے — قفس میں ہوں بے پر ہوں پر چاہتا ہوں
اگر ہے مقدر یہی تو قفس کو — چمن کی کسی شاخ پر چاہتا ہوں
تری چاہ میں موت الحمد للہ — یہ عزت سرِ رہگذر چاہتا ہوں

ترا دستِ رحمت جسے خود نچوڑے
نظر میں وہ دامانِ تر چاہتا ہوں

نظر سوہانوی

مختلف نوٹ اور کارروائیاں

ہندوستان کے فنون۔ زراعت اور صنعت و حرفت کی نمائش

جو ماہ دسمبر ۱۹۳۳ء میں لاہور ہوگی۔ جنرل کمیٹی کے عہدہ دار پریذیڈنٹ دیوان بہادر راجہ نریندر ناتھ صاحب ایم اے۔ ایم ایل سی وائس پریذیڈنٹ بیگم شاہ نواز صاحبہ۔ سردار سپورن سنگھ صاحب چاولہ پروفیسر روچی رام صاحب ساہنی ایم اے او رمسٹر کے ایل رلیارام۔

بورڈ آف کنٹرول ۔ چیرمین خان بہادر سردار حبیب اللہ صاحب بیرسٹر ایٹ لا ایم ایل سی۔ لالہ کاشی رام صاحب تھاوید میاں نور اللہ صاحب بی کام (لنڈن) ایم ایل سی۔ میسرز امراؤ سنگھ وجے کے آنند۔

انجنیر ۔ مسٹر آر سی مہتہ سی ای۔ بینکرز دی پنجاب نیشنل بنک لمیٹڈ لاہور

اس میں شک نہیں کہ قبل ازیں سال ۱۹۰۹ء اور ۱۹۲۹ء میں دو نمائشیں لاہور میں ہو چکی ہیں مگر معزز عہدہ داران جن کا نام نامی ہی نمائش کی عظمت اور کامیابی کی کافی سے بڑھ کر ضمانت ہے۔ اس امر کا یقین دلاتے ہیں کہ یہ نمائش سابقہ دونو نمائشوں سے نہ صرف بڑھ چڑھ کر ہی ہوگی بلکہ اسکے ہر شعبہ سے مخصوص کی جا رہی ہے۔ فن۔ سائنس۔ انجنیرنگ اور زراعت کے متعلقہ اشیاء کے علاوہ چھ سو سے زیادہ نمائشی ذخیرے مغربی لائینوں پر ناظرین کی دلچسپی اور حیرت کا موجب ہونگے۔ مزید برآں کوشش کی جا رہی ہے کہ راگ پرچار اور پھولوں کی نمائش بھی ہو۔

ظاہر ہے کہ ایسے عظیم الشان موقعہ پر ملک بھر کی صنعت و حرفت کے بہی خواہان کے تعاون کی کسی قدر ضرورت ہے۔ لہذا ہم چاہتے ہیں کہ وہ ضرور نمائش کے معزز کارکنان کا ہاتھ بٹائیں۔ اور نمائش کو اس کی شان کے موافق دلچسپی کا مخزن بنانے میں کسی قسم کے تامل کو کام نہ فرمائیں۔

(سیکرٹری نمائش)

لوئر مڈل سکول لارور تحصیل ہمیرپور ضلع کانگڑہ

۱۶ ستمبر مقامی میلہ کے موقعہ پر میاں ملاپ چند صاحب اے ڈی ہمیرپور کے ایما پر میاں سمند سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر کی زیر نگرانی حسب ذیل کارروائی عمل میں آئی۔ سکول سٹاف کے علاوہ لوئر مڈل منڈکھر۔ بگوانہ۔ محل۔ پرمری اکھلی اور ادادی کے بعد تمام سکول چار چار طلبا کی قطاروں میں باری باری اپنے راگ الاپتے ہوئے جلوس کی شکل میں میلہ گاہ میں پہنچے عوام کے ٹھٹ کے ٹھٹ جمع ہو گئے۔ بچوں کے ہاتھوں میں نیک نصیحتوں کے ماٹو تھے۔ ہر راگ کے متعلق اپنی زبان میں حاضرین کو پوری واقفیت دی گئی۔ اڑھائی بجے کے بعد شو روم دکھا کر حاضرین کو متوجہ کیا گیا اور کھاد کا گڑھا جو اس موقعہ کے لئے تیار کیا گیا تھا دکھایا گیا۔ سکول کی طرف سے سبیل کا انتظام وسیع پیمانے پر ہوا۔ میاں سمند سنگھ جی نے بذات خود اس خدمت گذاری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ اب مڈل سکول بنی میں ہیڈ ماسٹر ہو کر تشریف لے جا رہے ہیں (گنگا رام)

ورنیکلر مڈل سکول بنی ضلع کانگڑہ

۱۱ ستمبر کو دس بجے صبح ہیڈ ماسٹر صاحب کی صدارت میں سٹاف اور طلباء کا غیر معمولی اجلاس ٹھاکر مجلسی رام صاحب اسسٹنٹ ٹیچر سکول کی ناگہانی موت کا نوحہ کرنے کے لئے منعقد ہوا۔ مرحوم محنتی کارکن اور قابل استاد تھے۔ تین سال سے جماعت اول کے انچارج رہکر انہوں نے اپنے آپ کو نمونہ کا استاد ثابت کیا۔ تمام افسران کے کام سے ہمیشہ خوش رہے اور انکی تعلیم کو ضلع بھر میں

خاص شہرت دی۔ حاضرین نے سور گیاشی کی خدمات حسنہ کا ذکر خیر کرتے ہوئے انکی وفات پر دلی رنج کا اظہار کیا اور پرمیشور سے پرارتھنا کی کہ انکی روح کو شانتی نصیب ہو اور پسماندگان کو صبر جمیل کی طاقت عطا ہو۔ کارروائی کی نقل تعلیمی اور مقامی اخبارات کے علاوہ صاحب اے ڈی آئی لازمی تعلیم و ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب مدارس کی خدمت میں ارسال کی گئی۔ (رام رتن شرما)

اینگلو ورنیکلر مڈل سکول راجہ سانسی ضلع امرتسر ۲۰ ستمبر کو رورل کمیونٹی کونسل امرتسر کے زیر اہتمام جناب شاہ عجائب علی شاہ صاحب قائمقام ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی صدارت میں خاص اجلاس ہوا۔ تمام پروگرام حاجی محمد عظیم صاحب اے ڈی آئی اجنالہ۔ مسٹرا ے بی داس اے ڈی آئی فزیکل ٹریننگ اور سردار موہن سنگھ پوری ہیڈ ماسٹر کی ہدایت بموجب سرانجام پایا۔

سکول کے طلبا کا جلوس بینڈ باجہ اور راگ پارٹی کے ساتھ علاقہ کے مختلف سکولوں کی راگ پارٹیوں کے ہمراہ بازاروں کی مناسب جگہوں میں راگ گاتا ہوا میلہ گاہ میں پہنچا۔

سب سے پہلے طلبا سکول نے بینڈ کے ہمراہ ڈرل دکھائی اور کئی قسم کی کھیلیں کیں۔ دو بجے مجمع کے روبرو شراب نوشی کی مضرتوں اور نتائج "پر ڈرامہ دکھایا۔ باقی محکموں کے افسران مثل محکمہ حفظان صحت۔ ویٹرنری۔ زمیندارہ بنک نے بھی افسران تعلیم کی تقلید میں بری رسومات کے ترک کرنے۔ اعلےٰ تعلیم حاصل کرنے۔ عمدہ بیج بونے۔ اعلےٰ نسل کے مویشی پالنے اور رستمال اراضی کے فوائد موثر طریق پر بیان کئے۔ مفصل سکولوں کی راگ پارٹیوں نے باری باری راگ گائے۔ صاحب صدر نے تمام راگ پارٹیوں اور چیدہ ایکٹروں کو انعامات تقسیم کئے۔ (نذر حسین قریشی)

سٹیٹ ہائی سکول پائل پور ریاست پٹیالہ ریاست کے اے وی مڈل سکول امتحان سمت ۱۹۸۹ میں اس سکول کا ایک طالب علم مسمی ولائتی رام رول نمبر ۲۲۴ تمام ریاست میں ۵۲۵ نمبر حاصل کر کے اول رہا۔ (آتما رام ہیڈ ماسٹر)

گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ ضلع گوجرانوالہ ایچ ڈبلیو ہاگ صاحب بہادر او۔ بی۔ ای پراونشل سیکرٹری پنجاب بوائے سکاؤٹس ایسوسی ایشن اپنی چٹھی محررہ ۷ ستمبر ۱۹۳۳ء میں ہیڈ صاحب سکول کو تحریر فرماتے ہیں۔

آپ اپنے سکاؤٹس کی کارگذاری سننے کے مشتاق ہونگے جو بھائی ایشر سنگھ کی زیر کمان میلہ کورو کھیشتر میں گئے تھے۔ میں ان کی اعلےٰ خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ انہوں نے تندہی اور جانفشانی سے کام کرتے ہوئے باقی سکاؤٹس کے لئے قابل تقلید نمونہ پیش کیا ہے۔ آپ مہربانی کر کے میری طرف سے انکی نہایت اعلےٰ کارکردگی کے لئے میرا شکریہ ان تک پہنچا دیں۔ میں آپکو انکی اعلےٰ تربیت پر مبارکباد دیتا ہوں۔ بھائی ایشر سنگھ نے اپنے کام کو بطریق احسن سرانجام دیا۔ میں ذاتی طور پر انکا ممنون ہوں کہ انہوں نے کیمپ میں واقعی دوسروں کے لئے ایک مثال قائم کی ہے۔ (عبدالقیوم)

پی ٹی ریفریشر کورس کیمپ مورنڈہ تحصیل روپڑ ضلع انبالہ ۱۴ ستمبر سے ۴ ستمبر تک زیر تربیت خواجہ محمد تقی حسین صاحب اے ڈی آئی شعبہ فزیکل ٹریننگ یہ کورس منعقد ہوا اس تھوڑے وقفہ میں مدرسین میں فرض کی پابندی جفاکشی

مستقل مزاجی۔ افسروں کے احکام کی متابعت۔ ورزش جسمانی کا شوق۔ اپنے قول کی پابندی۔ راست گوئی اور چستی و چالاکی کے اوصاف بخوبی پیدا کرائے۔ ورزش جسمانی مارچنگ اور دیسی کھیلوں کے پروگرام بنانے اور کلاسوں کو ورزش کرانے کے نہایت عمدہ طریقے بتائے۔ مدرسین کو سابقہ خواب غفلت سے بیدار کرنے اور اپنے شاگردوں میں نئی روح پھونکنے کا جوش بھر دیا۔ آپ اس عرصہ میں مدرسین سے نہایت خوش اخلاقی اور خندہ جبینی سے پیش آئے اور کسی فرد بشر کو کسی قسم کی شکایت کا موقعہ پیدا نہ ہونے دیا جس کے لئے ہم سب انکے ممنون ہیں۔ لالہ رگھناتھ سہائے صاحب ہیڈ ماسٹر مڈل سکول موزندہ و سٹاف کا بھی شکریہ واجبات سے ہے جنہوں نے ہمارے لئے ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچائیں اور ہماری ہر ممکن ذریعے سے امداد کی۔ (سادھو رام کپل)

یوم والدین

(۱) مڈل سکول کرڈوہہ ضلع کانگڑہ۔ ۸ ستمبر کو پنڈت رگھناتھ چند صاحب مہتہ اے ڈی آئی ڈیرہ کی زیر صدارت۔ حاضری دوسو سے زیادہ۔ پرارتھنا کے بعد پنڈت خوشی رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے افتتاحی تقریر میں جلسہ کی غرض و غایت واضح کی۔ لالہ ملکھی رام سیکنڈ ماسٹر نے روزانہ حاضری اور اس کے فوائد پر تقریر کی۔ پنڈت منشا رام سکول ماسٹر نے والدین اور مدرسین کے تعلقات پر روشنی ڈالی۔ ٹھاکر ہیرام نے تعلیم اور اس کے فوائد پر لیکچر دیا۔ ہری گوپال متعلم نے موسمی بخار سے بچنے کی تدابیر پر مضمون پڑھا۔ صحت اور خوراک پر پنڈت ہری داس نے لیکچر دیا۔ سالانہ رپورٹ میں سکول کو ہر شعبہ میں ترقی کناں ظاہر کیا۔ صاحب صدر نے حاضری پر اطمینان اور مدرسہ کی کارروائی سے خوشی کا اظہار فرمایا۔ برکات انگلشیہ پر موثر لیکچر دیا۔ (ملکھی رام)

(۲) لوئر مڈل سکول ڈولہ تحصیل دہرہ ضلع کانگڑہ۔ طلبا سکول کے بھجنوں اور پرارتھنا کے بعد پنڈت رام چند صاحب ہیڈ ماسٹر نے سکول رپورٹ پڑھ کر سنائی اور انعقاد جلسہ کی غرض بیان کی۔ حاضری کی زیادتی پر مسرت کا اظہار کیا جو حاضرین کی تعلیمی دلچسپی پر دال ہے جس کے لئے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ بابو برج لال صاحب بی اے نے تعلیم کے فوائد اور اس کی وقعت پر موثر لیکچر دیا۔ اور بچوں کو سکول میں بھیجنے کی اپیل کی۔ اڈلٹ سکول پر توجہ دلا کر بالغ اور ناخواندہ اشخاص کو دعوت عمل دی۔ طلبا سکول نے راگ گایا۔ بھیشم کلب کا ذکر کر کے صغرسنی کی شادی کو مٹانے پر زور دیا۔ منشی فقیر چند نے زراعت پر لیکچر دیا اور محکمہ زراعت کی سرگرمیوں اور جدید آلات کشاورزی اور طریق کاشت کی ایجاد اور فوائد پر روشنی ڈالی۔ صفائی پر قابل تقلید بھجن گایا گیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے حاضرین سے تمام کارروائی پر عمل پیرا ہونے کی اپیل کی۔ (فقیر چند)

ورنیکلر مڈل سکول پھول ریاست نابھہ

سری حضور مہاراجہ صاحب بہادر والئے نابھہ کی سالگرہ مبارک کی تقریب میں لالہ کرم سنگھ صاحب ناظم ضلع پھول کی صدارت میں خاص جلسہ منعقد ہوا۔ سکول ہر طرح سے آراستہ اور طلبا کی عمدہ پوشاک اور بسنتی پگڑیاں خاص رونق دے رہی تھیں۔ حمد الہٰی کے بعد پنجابی شبد و پنڈت بخشی رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے رسم سالگرہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے مہاراجہ صاحب بہادر کی تعریف میں ایک اور نظم پڑھی۔ پنڈت ہری چند ایس وی نے بھی مہاراجہ صاحب کی شان میں نظم گائی۔ سودیگر اساتذہ کی تقریریں ہوئیں۔ صاحب صدر نے تاج برطانیہ کی وفاداری اور سری حضور مہاراجہ صاحب کی ترقی عمر و دولت کی دعا کی۔ شہنشاہ معظم سری مہاراجہ صاحب نابھہ پریزیڈنٹ صاحب ریاست اور ناظم صاحب ضلع پھول کے نام نامی پر تین تین چیرز دیئے گئے۔ اس کے بعد رسہ کشی اور ہاکی کے میچ ہوئے۔ طلبا میں شیرینی تقسیم ہوئی۔ (ہری چند شرما)

ڈی بی لوئر مڈل سکول بھورانہ تحصیل پالم پور ۱۸ ستمبر کو زیر صدارت لالہ بالک رام صاحب گپتا اے ڈی ایس سکولز یوم والدین منایا گیا۔ حاضرین تین سو کی تعداد میں تھے۔ دعائیہ نظم خوانی کے بعد صاحب صدر نے اپنی جامع تقریر میں طلباء کے والدین اور سرپرستوں سے بچوں کی باقاعدہ حاضری۔ صحت بخش غذا اور جسمانی صفائی کے متعلق ان کی ذمہ داریوں کو ظاہر کیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے سالانہ رپورٹ پڑھی ڈاکٹر بہاری لعل صاحب نے مرض جذام کے نقشے دکھاکر اس نامراد مرض کے پیدا ہونے اور اس سے بچنے کی ہدایات دیں طلباء نے رشوت ستانی کے نتائج کو ڈرامہ میں دکھایا۔ دیہات سدھار پارٹی نے بڑھاپے کی شادی۔ ان ٹرینڈ دائیوں کے نقصانات کے راگ گائے۔ اخلاقی نظمیں دلچسپ کہانیاں اور عمدہ لطیفے سنائے گئے۔ پھر سب کو مدارس سنٹر کی تعلیمی اور دستکاری اشیاء کی نمائش گاہ دکھائی گئی۔ صاحب صدر نے انعامات تقسیم کئے۔ حاضرین کو ٹی پارٹی اور طلباء کو شیرینی دی گئی۔ (زمانہ جنگ)

ضلع بنوں میں نیا تعلیمی دور خوشی کی بات ہے کہ ضلع ہذا میں جناب پیرزادہ نور حسین صاحب آدری ایم اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کے عہد میں کایا پلٹ کا نقشہ ظہور میں آرہا ہے۔ یہ مشتے نمونہ از خروارے چند امورات پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اور آپ کی خدمت میں اس سچی کامیابی پر مبارکباد عرض کی جاتی ہے۔

(۱) مدرسین کی اپنے کام میں باقاعدہ حاضری۔ پیرزادہ صاحب نے احکام کی نسبت مثال بنکر جو نمونہ پیش کیا ہے۔ اس کا جلوہ ہے کہ تمام مدرسین بلا اکراہ واجبار اپنی ڈیوٹی پر باقاعدہ حاضری کے پابند ہو گئے ہیں۔ غیر حاضری بلا اجازت کا نام تک نہیں رہا۔

(۲) مدرسین کی حاضری کے ساتھ طلباء کی حاضری میں فرضی تعداد کے بھوت کو سر سے اُتارنا ہر ایک نے فرض منصبی مان لیا ہے اور اب طلباء کی تعداد صحیح اور انکی روزانہ حاضری میں نہایت پابندی برتی جاتی ہے۔

(۳) جسمانی سزا کو بھی حرف غلط کی طرح مٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اُمید کہ آپ کی کوششیں جو اس کے برخلاف جہاد کرنے پر لگی ہیں۔ بہت جلد کامیاب ہونگیں۔ اور جسمانی سزا کی بجائے محبت اور پیار کا راج ہو جائیگا۔

(۴) تعلیمی حالت میں آپ نے ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ سال ۱۹۳۲ء میں جو نقائص ملاحظہ فرمائے سال ۱۹۳۳ء کے شروع میں تعلیمی نصاب پرائمری مدارس جاری کر کے انہیں مٹا دیا گیا۔ اس نصاب کی تیاری آپ کی قابلیت علمی تجربہ کاری اور تعلیمی امورات میں ذاتی دلچسپی کی شہادت ہے۔ اسی نصاب کے مطابق تقسیم کار کے نقشے سلیبس اور ضروری فہرستیں تیار کرنے کے احکام دیئے گئے۔ اور مختلف جگہوں پر جلسے کر کے مدرسین اور طلبا کو اس نصاب کا مفہوم واضح کیا گیا۔ ایسے جلسوں میں مدرسین اپنے عمدہ نمونے نقشہ جات وغیرہ پیش کرتے ہیں۔ مختلف مضامین پر مباحثہ کرتے ہیں۔ بعد میں طلباء کو موقع دیا جاتا ہے۔ تعلیمی کامیابی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ تعلیم محض کتابی نہ ہو بلکہ عملی۔ چنانچہ حسب ذیل ترقیاں رونما ہوئی ہیں۔

(ا) ریڈنگ۔ چلا چلا کر پڑھنے کی بجائے پڑھنے کا قدرتی طریق رائج ہو گیا ہے۔

(ب) مطلب کو ساتھ ساتھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ بائد وشائد۔

(ج) نظم خوانی میں طلباء کی حرکات سے ثابت ہو جاتا ہے کہ نظم کا مطلب اس طرح سمجھ رہا ہے۔ گویا اس کی خود ساختہ ہے اور تغیر لحن اور تاکید پر خاص زور دیا جاتا ہے۔

(د) انشا پردازی و خطوط نویسی۔ پرائمری مدارس کے طلبا بھی اپنے خیالات کو عمدہ طور پر ظاہر کر رہے ہیں۔ مروجہ ہدایات کے بموجب بڑے بڑے ثقیل الفاظ اور طویل القاب کا صفایا ہو چکا ہے۔ مختصر اور عام فہم الفاظ میں نفس مضمون ادا کیا جاتا ہے

اس کے متعلق کمرے میں آویزاں نقشہ مزید براں شوق دلاتا ہے کہ مضمون عمدہ باربط اور مؤثر ہو۔

(۵) لکھائی سامان نوشت وخواند کی دید لازمی ہو چکی ہے۔ سیدھی سطروں کا عالمگیر رواج ہے۔ درمیانی فاصلہ برابر۔ تختہ سیاہ پر بہترین نمونہ موجود۔ پُر زور اصلاح دی جاتی ہے۔ اور تحسین و آفرین بجائے خود۔

حساب میں بچے کو روزمرہ زندگی کے کاروبار کے لئے لین دین کے معاملات میں پورا ماہر کیا جاتا ہے۔

جغرافیہ میں ایک شہر کا تعلق دوسرے سے ایک ملک کا دوسرے سے قائم کیا جا رہا ہے۔ اندھا دھند رٹوانا متروک ہو چکا ہے۔ آسان سے مشکل کی طرف جانا۔ ماڈل نقشوں اور خاکوں سے خاص کام لیا جا رہا ہے اور شوق سے پُر کرائے جاتے ہیں۔

مطالعہ قدرت۔ اشیاء کی موجودگی کے بغیر اس کا پڑھانا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ اب مطالعہ قدرت صحیح معنوں میں مطالعہ قدرت بن چکا ہے۔ پودوں کا ذخیرہ بچے مہیا کرتے ہیں۔ جو نہ صرف کمروں کی زینت بلکہ بچوں کی حوصلہ افزائی اور شوق کا موجب ہے۔

صفائی مدرسہ اور کمرونکی آرائش۔ ظاہری نمائش کی جگہ اصلیت نے گھر کیا ہے۔ تمام دیواریں سلیس۔ ٹائم ٹیبل فروری فہرستوں طلبا کے تیار کردہ ناکوں سے آراستہ ہیں۔ ماڈل قرینے سے رکھے ہیں۔

باغات حقیقی کنڈرگارٹن ہیں۔ طلبا کی دلچسپی نے کھیت ناپنا۔ خط کھینچنا۔ بیج بونے کی لاگت کا اندازہ۔ پیداوار کا تخمینہ جنس کی صحیح معنوں میں شرح دریافت کرنا آسان کر دیا ہے۔

تالابوں کی کھدائی اور مکانات بنوانے پر علاوہ بریں توجہ دی جا رہی ہے۔ آپ کا دورہ عجیب حیرت کن ہے اور ہر ایک شخص اس سے متحیر ہو کر فرض کا پابند ہو چکا ہے۔ (باقی باقی) (نامہ نگار)

مڈل سکول بنی ضلع کانگڑہ

۱۴ اگست۔ سکول سکاؤٹ ٹروپ تین اُستادوں کی نگرانی میں میلہ دیوٹ سدھ وتلائی میں دیہات سدھار پروپیگنڈا کے لئے گیا۔ بارش کی وجہ سے قابل ذکر کارروائی نہ ہو سکی۔ تاہم پچاس ساٹھ زائرین کے روبرو دیہات سدھار کے بھجن گائے۔ اشاعت تعلیم۔ ٹرینڈ دائیوں کی ضرورت۔ بنکوں کے اجرا کی ضرورت۔ تعلیم نسواں۔ ایشور پرارتھنا۔ ہیضہ۔ چیچک وغیرہ متعدی امراض کے انسداد کے طریق اور صفائی وغیرہ موضوعات پر تقریریں ہوئیں۔ واپسی پر ایک کھڈ سے ایک باربرداری کی خچر کو جس کے لئے وہاں سے گذرنا محال تھا۔ صحیح سلامت نکالا گیا۔ دوسرے دن شام کو سٹاف کی نگرانی میں میلہ پیرلویں پر گئے۔ حسب معمول بھجن گائے گئے اور ڈیڑھ گھنٹہ پرچار کیا گیا۔ زائرین نے خوب حصہ لیا اور خورسندی کا اظہار کیا۔ (رام اتھر شرما)

لوئر مڈل سکول گھناھوٹ تحصیل ہمیرپور

۱۵ اگست کو طلبا و سٹاف کنور درگا سنگھ بی اے سٹوڈنٹ کے ہمراہ جلوس بنا کر میلہ ملیڑہ میں گئے۔ راستہ میں بھجن گائے گئے میلہ گاہ میں دو تین دفعہ گھوم کر خوب پرچار کیا گیا اور ممبران سٹاف نے ایک مناسب مقام پر فرداً فرداً ضروری مضامین پر تقریریں کیں یعنی صغرسنی کی شادی۔ مسکرات کے برخلاف۔ علم کی ضرورت۔ گاؤں کی صفائی۔ ٹرینڈ دائیوں کی ضرورت وغیرہ۔ (آتما رام)

ریفریشر کورس سمبڑیال ضلع سیالکوٹ

یکم ستمبر۔ لغایت ۱۰ ستمبر، ۷ مدرسین کا ایک ٹروپ بخشی ستنا رچند صاحب اے ڈی آئی فزیکل ٹریننگ کی تربیت سے بہرہ ور ہوا۔ آخری دن مسٹر ایڈیسن بہادر آئی سی ایس اسسٹنٹ کمشنر کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ جس میں انسپکٹنگ سٹاف۔ روساء و افسران علاقہ اور قرب وجوار کے باشندے غیر معمولی تعداد میں شامل ہوئے۔ بیٹ کی ایکسر سائز لوشن سٹور یز اور کھیلوں کو حاضرین نے بہت پسند کیا۔ پنڈت منشی رام ہیڈ ماسٹر بیگووالہ نے تندرستی کی قدر ومنزلت۔ اس کے فوائد۔ مدرسین اور ان کے فرائض۔ موجودہ سکیم کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے گورنمنٹ کا شکریہ ادا کیا۔ مولوی عطا اللہ نے اپنی تیار کردہ نظم پڑھی۔ اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر

صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی توجہات کو سراہا۔ بابو غلام نبی صاحب بی اے مینجر اسلامیہ سکول سمبڑیال نے مدرسین کی ذمہ داریوں پر مدلل تبصرہ کرتے ہوئے ان کی تنخواہوں میں اضافہ کے لئے سوڈھی صاحب سے درخواست کی اور کسی نہ کسی نئی تحریک کے اجرا پر انکا شکریہ ادا کیا۔ سوڈھی صاحب نے ریفریشر کورس کی غرض وغایت۔ اور قدر ومنزلت پر ایک جامع اور پُر معنی تقریر کی اور اس امر پر اظہار مسرت کیا کہ صوبہ بھر میں تمام محاکم میں تخفیف ہونے کے باوجود سیالکوٹ ڈسٹرکٹ بورڈ نے مدرسین کی تنخواہوں میں تخفیف نہیں کی۔ اور میں یقین دلاتا ہوں کہ اگر بورڈ کی مالی حالت موجودہ سے بہتر ہوگئی تو میں اپنی طرف سے پوری کوشش کرونگا کہ طبقہ مدرسین کی تنخواہوں میں جن کی ذمہ داریاں آئے دن بڑھتی چلی جارہی ہیں۔ کچھ نہ کچھ اضافہ ہو۔ صاحب صدر کی انگریزی تقریر کا ترجمہ سوڈھی صاحب نے سُنایا۔

(منشی رام)

انجمن معلمین سنٹر ہلواڑہ ضلع لودھیانہ

۲۶ راگست کو شیخ علی محمد صاحب اے ڈی آئی مغربی لدھیانہ نے ورنیکلر مڈل سکول ہلواڑہ میں ریفریشر کورس مقرر فرمایا۔ جس میں ہلواڑہ۔ پکھوال رقبہ اور سمبڑاں کے مدرسین شامل ہوئے۔ اس موقعہ پر جماعت اول کو تعلیم دینے کے طریقوں پر بالخصوص بحث و تمحیص کی گئی مولوی محمد عبداللہ صاحب آزاد ہیڈ ماسٹر سکول نے خوشخطی سکھانے کے طریق نہایت وضاحت سے بیان کئے جن پر عمل پیرا ہونے سے ہر مبتدی ومنتہی خوشنویس ہو سکتا ہے۔ مثلاً مدرس خود تختہ سیاہ پر خوشخط نمونہ لکھے اور طلبا سے اس کی تقلید کرائے۔ تختیوں پر حروف کا نقش کرنا۔ قواعد کے مطابق ہر ایک تختی کا کاغذ چوبی تختی پر ایک بار چپکانے سے ایک ماہ تک کام دے سکتا ہے۔ وہ نقش تختی دھونے سے بھی مٹ نہیں سکتا۔ (اور ۱ر۶ پائی فی فٹ کے حساب مینجر صاحب پرائمری سکول ام المدارس لدھیانہ سے مل سکتا ہے) ایک لکیر والی کاپی سلیپ کو طلبا کے سامنے رکھوا کر پہلے ان پر خالی قلم پھرانا بعد میں نقل کرانا۔ زیادہ صحت کی صورت میں طلبا سے اس طرح لکھایا جائے۔ کہ اول طلبا کاغذ کے نیچے کاپی سلیپ رکھ کر پہلی سطر پر عکس اُتاریں پھر باقی سطروں پر عکسی نمونہ دیکھ کر مشق کریں۔ اس طرح مشق مفید رہے گی۔ مقرر صاحب نے فرمایا کہ ان کا مجوزہ کردہ سلسلہ جو ان کے ذاتی تجربہ کا نتیجہ ہے۔ ان نقائص سے مبرا ہے۔ منشی نند سنگھ کاتب نے جماعت اول کو خوشخطی کا سبق پڑھایا۔ اور ہر خط کی لمبائی وغیرہ واضح کی۔ ماسٹر برج موہن نے جماعت اول کو پرجیکٹ میتھڈ سسٹم کے مطابق سبق پڑھایا۔ پہلے گھر کا نمونہ پیش کیا جس میں آدمی بھینس گائے بکری مرغی کے گلی نمونہ جات رکھے تھے۔ ہر جانور کا نمونہ پیش کرکے فقرے اخذ کراکر تختہ سیاہ پر لکھے اور طلباء کو اجماعی طور پر کہلائے۔ با تصویر چارٹ سے جو مدرس کا اپنا تیار کردہ تھا پڑھایا۔ اخیر میں فقروں کی تاش پیش کرکے آموختہ کا امتحان لیا۔ اخیر میں اس سسٹم کی توضیح وتشریح کی۔ منشی دیسراج ایس وی نے جماعت اول کو پڑھانے کے مختلف طریقوں پر مضمون پڑھ کر سنایا۔ اور بتایا کہ طرز مین وگو اور طریق ہجی کو ملاکر پڑھانا مفید ہے۔ منشی ظفر حسین نے انشا پردازی کی مکمل سکیم اور عملی تجاویز موجودہ نقائص اور ان کے انسداد پر مضمون پڑھا اور بتایا کہ بعض مدرس طلباء کو خود مضمون لکھا دیتے ہیں اور طالب علم اصل غرض وغایت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ مضمون کو مختلف سرخیوں میں تقسیم کرکے انہیں تختہ سیاہ پر لکھا جائے۔ اور ان پر بحث کرکے طلباء کو واقفیت دلائی جائے جس کے انحصار پر ان سے مضمون نکلوا کر تختہ سیاہ پر لکھا جائے یا براہ راست طلبا سے کاپیوں پر لکھایا جائے اور پھر اصلاح دی جائے۔ صاحب صدر نے جماعت اول کو پڑھانے کے متعلق لیکچر دیا سو وضاحت کے لئے خود ساختہ چارٹ پیش کئے۔ اور بتایا کہ اس جماعت کے دو یا تین گروپ بنائے جائیں اور ہر ایک کو مختلف کاموں میں لگایا جائے۔ شروع میں قاعدہ یا کوئی اور تحریر بچوں کو دینا خلاف قدرت ہے۔ طرز مین وگو اور طرز ہجی سے ملا جلا کر کام لیا جائے۔ طلبا کے سامنے جانوروں۔ قدرتی نظاروں۔ مکانوں اور انسانوں کی تصاویر پیش کی جائیں۔ ان پر

فقرے بنوائے جائیں۔شروع میں تختہ سیاہ کی مدد سے زیادہ کام لیا جائے۔تصاویر پیش کرکے یا بنا کر طلبا کی توجہ قائم رکھی جائے۔
حروف بھی بذریعہ کہانی تصویر میں پیش کرکے الفاظ و جملے بطریق بین دگو پڑھانا۔ان الفاظ کو مختلف آوازوں میں تقسیم کرنا۔
مختلف آوازوں سے نئے نئے الفاظ بنانا۔یہ لفظ کن پھلوں چیزوں انسانوں کے ناموں میں آتا ہے۔ان آوازوں کو مکمل
حروف کی صورت میں لکھنا۔اسی طرح حروف بھی پڑھا کر زیر تربیت کا تصور دلایا جائے۔حروف کا ریت۔انگلی اور
گارے سے لکھانا۔ڈرل کراتے وقت طلبا کو خاص حروف کی شکل میں کھڑا کرنا وغیرہ اسی طرح لکھتے وقت گروہوں میں تقسیم
کرنا۔ہندسے سکھانے کے لئے انکا تصور اشیائے مختلفہ کے ذریعہ پختہ کیا جائے۔تیسری اور چوتھی جماعت کو انشا پردازی
سکھانے کی عملی ہدایات دی گئیں۔اور ہفتہ وار وقت کی پابندی کرکے کام کرنے کا ڈھنگ سکھایا گیا۔اخیر میں ہیڈ ماسٹر صاحب
نے قلم بنانے کا طریق عملی طور پر سکھایا۔

(محمد عبید اللہ آزاد)

لوئر مڈل سکول چچیہاں ضلع کانگڑہ

۲۰ ستمبر کو میاں شودیال سنگھ صاحب ذیلدار کی صدارت میں یوم والدین منایا گیا۔قریب یکصد والد اور سرپرست آئے۔ ریبرا [?] تھا
کے بعد سکاؤٹس اور کبز نے مختلف کھیلیں دکھائیں گراموفون سنانے کے بعد لالہ سالگ رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے سکول
رپورٹ سنائی۔دیہات سدھار کے بھجن مختلف پارٹیوں نے سنائے جن سے خوش ہوکر مسٹر ایس پی پاٹھک ایجنٹ اینگلو [?]
اورینٹل کمپنی بٹالہ مورنسی نے ان تمام طلباء کو ایک ایک تمغہ علی گڑھ سے منواکر بھیجنے کا وعدہ کیا۔جماعت اول کے بچوں کی
نظم۔کہانیاں۔گفتگو۔لطیفے اور لڑائی جھگڑے کے نتیجہ پر ڈرامہ ہوا جو بہت مؤثر اور دل خوش کن تھا۔بڑی جماعت
کے لڑکوں نے مکھی مچھر اور بیماری جنگھروں کے ڈرامے کئے۔انعامات کی تقسیم کے بعد ہیڈ ماسٹر صاحب نے یوم والدین کے
اغراض والدین اور استادوں کا تعلق اور والدین کے فرائض پر لیکچر دیا۔صاحب صدر نے اس تقریر پر عمل کرنے کی تلقین
کی۔لڑکیوں کی دستی صنعت وغیرہ کی نمائش ہوئی۔اخیر میں سب کی چائے اور مٹھائی سے تواضع کی گئی۔بچوں میں مٹھائی
تقسیم ہوئی۔

(رامیں چند)

ریفریشر کورس سنگھ بھگونت پورہ ضلع انبالہ

مڈل سکول ہذا میں ۲ ستمبر سے ۱۱ ستمبر تک خواجہ محمد تقی حسین صاحب اے ڈی آئی فزیکل ٹریننگ کی نگرانی میں یہ کورس
منعقد ہوا۔اکیس مدرسین بہرہ اندوز ہوئے۔خواجہ صاحب نے اپنی ذاتی مستقل مزاجی۔وقت کی پابندی مستعدی اور خوش
مذاقی سے تمام زیر تربیت مدرسین کو اپنا دلدادہ بنا لیا۔صبح ساڑھے پانچ بجے سے رات ساڑھے نو بجے تک وہ جسمانی و دماغی
مصروفیات میں لگے رہتے تھے۔ورزش جسمانی کے ساتھ سکاؤٹنگ کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا گیا۔اور ٹینڈر فٹ کے تمام
اصول اور قانون ذہن نشین کرادیئے اور مدرسین کو لگے ہاتھوں سکاؤٹ بھی بنا لیا۔۱۰ ستمبر کو ایک مختصر سا ٹورنمنٹ بھی کیا
گیا۔اہل دیہات کی صحت جسمانی کو سدھارنے کے لئے بھی پراپیگنڈا ورک سمجھایا گیا۔سٹاف طلباء اور تمام مدرسین اس میں
شامل ہوئے۔آپ نے اپنی تقریر میں دیہاتیوں کو عام فہم الفاظ میں صحت اور صفائی کے اصول و فوائد ذہن نشین کرائے۔
سکول ہذا کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے مدرسین کی مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔اگرچہ اس جگہ تمام ضروریات
کا بہم پہنچانا کارے دارد کا مسئلہ تھا۔مگر آپ نے ہر ممکن انتظام فرمایا۔الوداعی جلسہ خواجہ صاحب کی صدارت میں ہوا۔
معززین اور رووادار اشخاص نے شرکت فرمائی۔آپ نے صحت جسمانی کے متعلق خوب تقریر فرمائی اور اس بات کو واضح
کر دکھایا کہ صحیح روح صحیح جسم ہی کے اندر رہ سکتی ہے۔

(محمد شریف خاں)

لوئر مڈل سکول پاہڑہ تحصیل پالم پور لالہ بالک رام صاحب اے ڈی آئی پالم پور کی صدارت میں یوم والدین منایا گیا۔ حاضری تین سو کے قریب تھی۔ طلباء ان کے والدین۔ فوجی سردار۔ نمبردار ان علاقہ و دیگر معززین و مدرسین سنٹر جمع تھے۔ طلباء کی پراتھنا کے بعد حفظ صحت کی ڈرل اور پہلے فار آل و سکاؤٹنگ کے کھیل ہوئے۔ صاحب صدر نے والدین کو مخاطب کرکے فرمایا کہ آپکا فرض ہے کہ بچوں کی صفائی۔ باقاعدہ حاضری اور تعلیمی و جسمانی ترقی کا خاص خیال رکھا کریں۔ مدرسین کو یہ کام کرنے پڑتے ہیں اور اس سے بچوں کا قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے۔ دیہات سدھار کے گیت گائے گئے۔ بچوں نے نظمیں کہانیاں اور لطیفے سُنائے۔ انعامات تقسیم ہوئے۔ طلباء کو مٹھائی دی گئی اور حاضرین کی تواضع چائے سے ہوئی۔ دیہات والوں سے والی بال اور کبڈی کا میچ ہؤا۔ سکول ٹیم جیتی۔ رات کو ڈاکٹر صاحب انچارج شفا خانہ نے مرض جذام پر لیکچر دیا۔ حاضری کافی تھی۔ (رمان سنگھ)

فزیکل ٹریننگ ریفریشر کورس چک نمبر ۲۱۸ گ ب ۵ ستمبر سے ۱۳ ستمبر تک مرزا عبد الحکیم صاحب اے ڈی آئی پی ٹی کی نگرانی میں ریفریشر کورس ہذا عمل میں آیا۔ اور نہ صرف تربیت جسمانی ہی کا منشا پورا ہؤا بلکہ ہر قسم کے علمی اور ادبی مشاغل سے زیر تربیت مدرسین بہرہ ور ہوتے رہے۔ آخری رات کا کیمپ فائر اس امر کا زندہ ثبوت تھا۔ ڈرل کے پروگرام کے علاوہ اور موضوعات پر بھی لیکچر ہوئے۔ چوہدری سلطان علی صاحب ہیڈ ماسٹر کی سعی و کوشش سے ملک منظور احمد صاحب اے ڈی آئی سمندری۔ ڈاکٹر دمیراج صاحب سب اسسٹنٹ سرجن حافظ غلام الرحمٰن صاحب انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز کا خاص شکریہ ادا کیا گیا۔ آپ نے علے الترتیب سکاؤٹنگ حفظان صحت اور کفایت شعاری پر اپنے نادر خیالات کا اظہار کیا۔ ۱۲ ستمبر کو سہ پہر کے بعد کھاد کے گڑھوں کے نشان لگائے اور ایک گڑھا نمونہ کے طور پر خود کھود دیا۔ ملک صاحب کی رہنمائی سے امید ہے کہ عوام ضرور متمتع ہونگے۔ (جھجو رام)

ورنیکلر مڈل سکول رہن ضلع کانگڑہ ۲ ستمبر کو مدرسین تحصیل نورپور کی آگاہی کے لئے اس سکول میں یوم والدین منایا گیا جس میں چوہدری سنت رام صاحب اے ڈی آئی علاقہ تحصیل ہذا کے مدارس کے اوّل مدرسین طلبا کے والدین تقریباً چھ سو کی تعداد میں شامل تھے۔ دیہات سدھار کے راگ گائے گئے۔ ہائی جین فار آل کا نمونہ دکھایا گیا۔ لالہ کیشو رام صاحب پنشنر قانونگو صدر قرار پائے۔ حمد خدا کے بعد سکول کی رپورٹ پڑھی گئی۔ طلباء سکول نے دیہات سدھار کے راگ متعلقہ تعلیم۔ نرس وائی سکیم۔ صفائی کے فوائد۔ بچپن کی شادی کے نقصانات وغیرہ گائے۔ فارسی نظم و گفتگو اُردو نظم خوانی مع اشارات مشاعرہ۔ سکاؤٹنگ کے کھیل اور یوگ آسن دکھائے گئے۔ ملیریا بخار کے متعلق ایک دلچسپ ڈرامہ کیا۔ پبلک سے چوہدری کنج لال صاحب۔ مہنت ودیا ساگر صاحب اور صاحب صدر نے تقریریں کیں۔ چوہدری سنت رام صاحب نے حاضرین پر تعلیم کی اہمیت اور یوم والدین کا مدعا واضح الفاظ میں بیان کیا۔ سکول کی نئی تحریکات میوزک فار آل۔ پلے فار آل۔ سکاؤٹنگ۔ ریڈ کراس سوسائٹی۔ ہائی جین فار آل وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ طلباء علاوہ تعلیم حاصل کرنے کے دیگر اخلاق حسنہ سے بھی مستفید ہو رہے ہیں۔ سکول کا نمائشی کمرہ جس میں طلباء کی خوشخطی کے نمونے۔ گراف اور نقشے سجے ہوئے تھے دکھایا گیا۔ اور اجلاس برخاست کرکے مدرسین کی مختصر میٹنگ ہوئی جس میں انہیں مفید ہدایات دی گئیں۔ اے ڈی آئی صاحب یوم والدین کی

کارروائی سے بہت متاثر ہوئے اور لاگ بک میں رقم فرمایا۔ پروگرام نہایت دلچسپ تھا۔ طلبا سکول نے خوب تیاری کی ہوئی تھی۔ حاضرین کارروائی اجلاس سے بہت متاثر اور محظوظ ہوئے۔" (چیندا سنگھ)

مڈل سکول رہن ضلع کانگڑہ سالانہ رپورٹ جونیر ریڈکراس سوسائٹی۔ یہ سوسائٹی یکم ستمبر ۱۹۲۷ء سے رجسٹرڈ ہے۔ جس میں اس وقت ۱۳۹ ممبران (۱۱۲ مڈل ۲۷ پرائمری) شامل ہیں سینیر ریڈکراس کے ممبران کی تعداد ۶ ہے۔ سرمایہ حسب ذیل ہے۔

بقایا سال گزشتہ	چندہ سال رواں	گرانٹ	میزان آمدنی	خرچ	بقایا جو ۱/۳۳ کو تھا
۹-۶-۱۹	۶-۶-۳۵	صفر	۳-۱۳-۵۴	۶-۶-۴۰	۹-۶-۱۴

اخراجات کی ذیل ہیں ۶-۱۰-۳۱ روپے دوائیوں پر صرف ہوئے اور ۱۰-۴ غریب طلبا کی فیس ادا کی گئی۔ دو روپے کے کپڑے غریبوں کو دیئے ۷-۲-۳ روپے ایک اچھوت طالب علم کو کتابیں خرید دی گئیں حسب ذیل خدمات سال حال میں سرانجام دی گئی ہیں۔ میلہ ناگنی گھرولی شیوتھان اور دیگر مقامی میلوں پر پانی پلانے کا انتظام کیا۔ پراپیگنڈا ورک کیا اور مفید خلائق کام سرانجام دیئے۔ قصبہ رہن کی ایک گندی جگہ کو صاف کیا گیا۔ اور تالاب کے پانی کی حفاظت کی گئی۔ سوسائٹی کے سرمایہ سے دو ہزار مریضوں کو دوائیاں میسر کی گئیں۔ دو طالب علموں کی فیس سال تمام ادا کی جاتی رہی۔ دو لُولے آدمیوں کو کپڑے دیئے گئے۔ پتھریلے اور ناقابل گذر راستوں کو صاف کیا گیا کوایپریٹو ڈے تحصیل نور پور کے موقع پر پانی پلانے کا انتظام کیا گیا۔ اور دیہات سدھار کے کام میں مدد دی گئی متعدد گاؤں میں جلوس نکالے گئے اور پراپیگنڈا ورک کیا گیا (چیندا سنگھ)

زنانہ تعلیمی کانفرنس خانقاہ ڈوگراں دوسرا سالانہ اجلاس شیخ احمد الدین صاحب سہگل ایم اے بی ٹی ہیڈماسٹر ڈی بی ہائی سکول خانقاہ ڈوگراں کی سرپرستی میں سکول کی چار دیواری کے اندر ایک معزز لوکل خاتون کی صدارت میں ہوا۔

خواتین خانقاہ ڈوگراں اور دیہات ملحقہ کافی سے زیادہ تعداد میں جمع ہوئیں۔ ایسے دور افتادہ علاقہ میں اتنی حاضری نہایت حوصلہ بخش ہے۔ سکول ہال کافی سے زیادہ آراستہ اور موقعہ کے مناسب پیراستہ تھا۔

نمائش کی اشیاء نہایت قابل دید تھیں۔ سلائی کے بہترین نمونے جالی اور قالین بافی۔ زردوزی اور سلمہ ستارے کے خیرہ کن جھلکتے مناظر آنکھوں کے سامنے تھے۔ مٹی کے کھلونے چارٹس روئی تنکوں کے جانوروں کے بت۔ رنگا رنگ کی شیریں اور خوش ذائقہ مٹھائیاں جو خانہ داری کا مجسمہ تھیں نمائش کی شان دوبالا کر رہی تھیں۔

سکول سکاؤٹس نے خواتین کی آسائش نشست و برخاست کے لئے ہر ممکن تیاری کی خدمتگزاری میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ چاروں طرف پہرہ تھا۔ پانی پلانے کے فرائض کنبر سرانجام دے رہے تھے۔ پچاس جھولوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ خواتین ان سے حصہ لے کر بہت محظوظ ہوئیں۔

مختلف موضوعات پر تقریریں ہوئیں۔ لڑکیوں نے تعلیمی نظمیں گائیں۔ صدر صاحبہ نے انعامات تقسیم کئے۔ مٹھائی جو شیخ غلام حسین صاحب پی ای ایس کی اہلیہ محترمہ کی طرف سے پیش کی گئی تھی۔ بچیوں میں تقسیم ہوئی۔ صدر صاحبہ نے شیخ صاحب کی توجہات کا دلی شکریہ بذریعہ پیغام ادا کیا اور توقع ظاہر کی کہ آپ تعلیم نسواں کے لئے ہر ممکن کوشش میں ساعی رہیں گے۔ (ممتاز عامری)

گورنمنٹ نورمل سکول گکھڑ ضلع گوجرانوالہ کے موضع جنڈیالہ ضلع گوجرانوالہ میں سکھوں کے بھاری دیوان میں جہاں سکھ برادری کا بڑا اجتماع تھا منتظمان دیوان کی درخواست پر سکاؤٹ گروپ انتظام کے لئے بھیجا گیا۔ جس نے بمجرد گرمی میں جاتے ہی پانی کی سبیلیں لگادیں۔ پنڈال میں جابجا انتظام کے لئے سکاؤٹس کھڑے ہوگئے۔ اور اپنے فرائض کو نہایت خوش اسلوبی سے بجالائے۔ مہمانوں کو کھانا کھلانے میں خاص قابلیت سے حصہ لیا اور پورا دن خلق خدا کی خدمت گذاری میں سرگرمی سے بسر ہوا۔ معزز منتظمان نے جناب ہیڈ ماسٹر صاحب کی خدمت میں شکریہ کی چٹھی ارسال کی اور سکاؤٹس کی امداد اور حسن انتظامات پر دلی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے سکاؤٹ ماسٹر صاحب کو ان کے ٹروپ کے اعلےٰ انتظام پر مبارک باد دی۔ (عبد المجید)

مڈل سکول ہلواڑہ ضلع لدھیانہ کے میلہ چھپار جو ضلع لدھیانہ بلکہ مالوے کے تمام علاقے کا سب سے زبردست میلہ ہے دیہات سدھار کو تحریک کی اشاعت کا مرکز عظیم ہے۔ چنانچہ سہ روزہ نہایت ۵ ستمبر ۱۹۳۳ء رورل کمیونٹی کونسل ضلع لودھیانہ کی تجاویز مطابق تعلیمی میلہ لگایا گیا۔ مفاد عام کے مختلف محکمہ بالخصوص تعلیم کے افسران نے اہل دیہات کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے۔ خوشی کی بات ہے کہ یہ تحریک جناب نواب سعید اللہ خاں صاحب ایم اے آئی سی ایس ڈپٹی کمشنر کے زیرنگرانی خاص ترقی اور دلچسپی کا سرچشمہ بنی ہوئی ہے۔ اور ضلع کے قابل ڈسٹرکٹ انسپکٹر سردار جوگندر سنگھ صاحب اس تحریک سے انتہائی شفقت رکھتے ہیں۔ اگرسات سال سے بتدریج اس میلہ میں ترقی رونما ہوتی رہی مگر سال حال میں جو ترقی اس میں دکھائی دی۔ بے اختیار خراج تحسین لیتی تھی۔ کیونکہ سردار صاحب اور انکے تمام قابل اسسٹنٹ صاحبان نے اب کے خاص دلچسپی کا اظہار کیا اور اس کامیابی کا راز ان ہر دو اجلاسوں میں بھی مضمر ہے جو ایام میلہ سے عین پہلے سردار صاحب نے مقام چھپار میں منعقد فرمائے۔ پہلا اجلاس یکم ستمبر کو آپ کی صدارت میں ہوا۔ اور تعلیمی پرچار کو کامیاب بنانے کے وسائل پر بحث تمحیص کرکے ایک خاص لائحۂ عمل مرتب کیا گیا۔ دوسرا اجلاس ۲ ستمبر کو چوہدری احمد یار خاں صاحب اے ڈی آئی علاقہ کی صدارت میں ہوا جس میں تمام ہیڈ ماسٹر اصحاب کی رہنمائی کے لئے مفصل ہدایات دی گئیں جو ایام میلہ میں چراغ راہ ثابت ہوئیں۔ چنانچہ

(۱) ڈراموں کی ذیل میں سال گذشتہ کی نسبت اپر اور لوئر مڈل مدارس نے بہت حصہ لیا۔ پکھووال۔ بدووال۔ مائے پور ورنیکلر چھپار۔ ڈھول اور آنڈلو لوئر مڈل سکولوں کے ڈرامے خاص قابل ذکر ہیں۔ ہر ڈرامہ کے آغاز پر جناب چوہدری احمد خاں صاحب موقعہ و محل کے موافق تعلیم کے فوائد پنجابی اور اردو میں واضح فرماتے رہے۔ یہ ڈرامے ۸½ بجے شام سے ۱۲½ بجے رات تک سٹیج پر ہوتے رہے۔

(۲) کوی دربار دیوان گوکل چند صاحب افسر مال بہادر کی صدارت میں ہوا۔ بارہ کویشروں نے اپنی پنجابی نظمیں دیہات سدھار پر پڑھیں۔ بھائی ویریام سنگھ گیانی ڈھنڈاری سکول کی کوتا سب سے زیادہ پسند کی گئی۔ لالہ باپو رام بشاش کی نظم دوسر نمبر پر رہی۔

(۳) مختلف مدارس کے گانے والے طلباء کا جلوس روزانہ نکالا گیا۔ دیہات کی نظمیں اور گیت پنجابی اور اردو میں گائے گئے۔ اخلاقی گیت بھی گائے گئے۔ اور زائرین کی خاص دلکشی کا موجب ہوئے۔ حتیٰ کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اور صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر پولیس نے مسرور ہوکر اپنی جیب سے دس روپے اور پانچ روپے علے الترتیب گانے والے بچوں کو مٹھائی کے لئے عطا کئے۔

(۴) اہل دیہات کی جسمانی دلچسپی بڑھانے کے لئے مقابلے ہیں چنانچہ

(۱) والی بال کے مقابلہ میں ۹ ٹیمیں شامل ہوئیں۔ سیمی فائنل دیوان کلب لدھیانہ اور اقبال کلب تلونڈی رائے کے

کے مابین ہُوا۔ بڑے دلچسپ مقابلہ کے بعد اوّل الذکر کلب غالب رہی اور اس کا فائنل میچ آزاد کلب بدووال سے ہُوا۔ جس میں بھی سہرا اس کے سر رہا تھا اور آزاد کلب دوسرے نمبر پر رہی۔

(ب) فٹ بال کی دو ٹیمیں تھیں۔ اقبال کلب کامیاب ہوئی۔ یہ کھیل اسی سال جاری ہوئی۔

(ج) رسہ کشی کی تین ٹیموں سے نھریکا ٹیم بازی لے گئی۔

(د) کبڈی میں متعدد ٹیمیں تھیں۔ آخری زبردست مقابلہ معرکے کا مقابلہ تھا اور لدھیانہ کلب فاتح رہی۔ نور محمد پہلوان کی کھیل سب نے پسند کی۔

دوڑوں کے مقابلے خاص فرحت کا موجب تھے۔ دوسو سے زائد زمینداروں نے ان میں اور چھلانگوں میں حصہ لیا۔ سب دوڑ تیرہ سال سے کم عمر کے بچوں کی تھی۔ کافی سے زیادہ بچوں نے حصہ لیا۔ اور سیبوں کو عجیب ہیئت گذاری سے کھایا کہ حاضرین اپنی ہنسی کو قابو نہ رکھ سکے۔ تمام میچ پنڈت دینا ناتھ صاحب اے ڈی آئی فزیکل ٹریننگ کی نگرانی میں امن سکون اور خوش اسلوبی سے انجام پذیر ہوئے۔ خوشی کی بات ہے کہ اہل دیہات نے بیش از بیش حصہ لیا۔ (محمد عبداللہ آزاد)

ڈی بی لوئر مڈل سکول تلیھر تحصیل سراج ضلع کانگڑہ ۱۵ ستمبر کی رات کو مدرسہ ہذا کے طلبا نے جناب اے ڈی آئی صاحب کلو ڈویژن کے معائنہ پر پبلک کو جوئے کی خرابی اور نقصانات پر نہایت پُرلطف ڈرامہ دکھایا۔ حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔ حاضری پانچ چھ سو درمیان تھی مستورات نصف سے زیادہ تھیں۔ اے ڈی آئی صاحب نے طلبا کو دو روپے انعام دیئے۔ (کومت رام)

یوم الوالدین

(۱) **مڈل سکول نورہ ضلع کانگڑہ** - ۹ ستمبر کو لالہ بالک رام صاحب گپتا اے ڈی آئی حلقہ پالم پور کی صدارت میں تین سو کی حاضری۔ پرارتھنا کے بعد صاحب صدر نے افتتاحی تقریر میں اس اجتماع کی غرض وغائت بیان کی۔ پنڈت کیسری لال صاحب ہیڈ ماسٹر نے سالانہ رپورٹ میں تعلیمی حالت۔ جونیر ریڈ کراس سوسائٹی۔ سکاؤٹنگ کھیلوں دیہات سدھار۔ میوزک فار آل۔ اکل انکل پیلے فار آل۔ بورڈنگ ہوس۔ زراعت وغیرہ موضوعات پر پوری روشنی ڈالی۔ پنڈت کرپارام ہیوپل ٹیچر نورمل سکول جالندھر نے فراہمی اطفال پر مفید مطلب مضمون پڑھا۔ صاحب صدر نے کئی مفید ہدایات تعلیم حاضری۔ صفائی اور والدین کی ذمہ واری پر دیں۔ ڈاکٹر صاحب جذامیاں نے مرض جذام سے بچنے پر مناسب اور ضروری ہدایات دیں جنہیں حاضرین نے بڑی توجہ سے سُنا۔ حاضرین کا ایسی سخت بارش کے وقت حاضر ہونا متعلقین کے شکریہ کا موجب ہُوا۔ طلباء میں تقسیم انعامات کے بعد حاضرین کی تواضع چائے اور شیرینی سے ہوئی۔ (ہیڈ ماسٹر)

(۲) **لوئر مڈل سکول برور تحصیل پالم پور** - ۲۰ ستمبر کو لالہ بالک رام صاحب گپتا کی صدارت میں بشمولیت ڈاکٹر بہاری لال صاحب محکمہ مرض جذام۔ بابو گوپی رام صاحب سب انسپکٹر کواپریٹو پنڈت پرو ستر رام سیکرٹری یونین۔ لالہ پورن چند صاحب اوّل مدرس پرائمری سکول سلیحہ و سٹاف اور چار سو سے زائد اہل دیہات اور طلبائے والدین۔ روزانہ پرارتھنا۔ پہلے ڈرل صفائی خدمت کان آنکھ کی پڑتال کے بعد پیلے فار آل اور کبنگ فارمولا اور شوروم دکھائے گئے۔ صاحب صدر نے والدین کے اس مجمع کو مختلف عام فہم اور سادہ مثالوں سے عوام پر تعلیم کی ضرورت اور فوائد واضح کئے۔ بچوں کے حصول تعلیم کے لئے والدین کے فرائض سمجھائے اور بتایا کہ کس طرح والدین کی لاپروائی سے بچے تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہے یا اس کا فائدہ پورے طور پر نہ اُٹھا سکے۔ ہر ایک جماعت کے طلبا نے اپنا اپنا متعلقہ کام نظمیں۔ کہانیاں۔ بھجن۔ مکالمے اور گفتگو سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ لالہ کرپارام ہیڈ ٹیچر نے سکول کی کارگذاری کے متعلق رپورٹ پڑھی۔ ڈاکٹر بہاری لعل صاحب نے حفظان صحت کے اصول واضح کرتے ہوئے مرض جذام پر مدلل تقریر کی اور خوردبین سے اس کے جراثیم دکھائے۔ صاحب صدر نے مستحق طلبا میں انعامات تقسیم فرما۔

اور سکول کو تحصیل بھر میں اپنی مثال آپ اور ماڈل سکول بنایا۔ حاضرین کی تواضع چائے اور مٹھائی سے ہوئی۔

(۳) **لوئر مڈل سکول ڈروہ ضلع کانگڑہ**۔ ۲۰ ستمبر کو سردار رام کشن صاحب بھنسر صوبیدار کی صدارت میں حاضری کافی۔ طلباء کی پرارتھنا کے بعد لالہ رتن چند کوشل نے رپورٹ کے دوران میں سکول کی دیرینہ تاریخ پر مختصر نوٹ پڑھے۔ ٹھاکر لچھمن سنگھ ہیڈ ماسٹر نے مدرسین اور والدین کے تعلقات اور تعلیم نسواں پر مدلل تقریر کی۔ جن کی تقریر کے دوران میں چند حاضرین نے موجودہ نصاب تعلیم اور معیار تعلیم پر سوالات کئے جن کے جواب آپ نے بخوبی دیئے۔ اور انہیں محسوس کرایا کہ جس طرح طلبا کے سدھار کے لئے والدین اُستادوں کے محتاج ہیں۔ اسی طرح اپنے مقصد کے سرانجام کے لئے اُستادوں کو والدین کی ضرورت ہے۔ گویا ہر دو کی متفقہ کوشش سے بچوں کی بہتری ممکن الحصول ہے۔ پروپیگنڈا پارٹی نے دیہات سدھار کی اخلاقی نظمیں گائیں۔ صاحب صدر نے انعامات تقسیم فرمائے۔ حاضرین کی تواضع چائے اور حلوہ سے ہوئی۔ طلبا میں بھی حلوہ تقسیم ہوا۔ (رتن چند کوشل)

ڈی بی ہائی سکول نورپور ضلع کانگڑہ میں ۱۶ر اکتوبر کو لالہ شنداس ہوکا ندار شہر نے دس بجے کے قریب ہیڈ ماسٹر صاحب سے عرض کی کہ ایک گائے سو گز کی بلند پہاڑی سے گر کر تھوہر کے ایک درخت پر ٹھہری ہوئی ہے۔ جہاں انسان کا گذر مشکل ہے۔ اگر اس کی جان بچائی جا سکے تو بہتر ہوگا۔ پنڈت سریرام صاحب مودگل ہیڈ ماسٹر ضروری سامان فراہم کرکے پنڈت سندر داس صاحب ڈرل ماسٹر پنڈت ہنس راج صاحب سکاؤٹ ماسٹر اور سکاؤٹس کے ہمراہ موقع پر پہنچے۔ اور اپنی اور اپنے عزیز بچوں کی جان خطرے میں ڈال کر مادہ گاؤ کو بچانے کے لئے پوری محنت اور جانفشانی سے کام شروع کر دیا۔ جس کے دوران میں آپ کا پاؤں پھسل گیا اور قریب تھا کہ نتیجہ ہولناک ثابت ہوتا مگر خدائے پاک نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو بچا لیا۔ تاہم ۲½ گھنٹے کی جدوجہد سے مادہ گاؤ کو اس مہلکہ سے نجات دلائی گئی۔ سکول میں شام کو آپ کو مبارکباد عرض کی گئی اور پرماتما کا شکریہ ادا کیا گیا جس نے آپ کی جان سلامت رکھ کر سب پر احسان عظیم کیا ہے۔ (بسنت رام)

۲۷۸ جھنگ برانچ دھرم کوٹ ضلع لائل پور میں ۲۰ر اکتوبر کو دیہاتی ٹورنمنٹ سنٹر ۲۷۸ جھنگ برانچ ہوا۔ ایکہزار نفوس کی حاضری میں میچ شروع ہوئے۔ اور چھ بجے شام کو بخیر و عافیت انجام پذیر ہوئے۔ چوہدری محمد ابراہیم صاحب خلیل ہیڈ ماسٹر کا حسن سلوک اور سرگرمی قابل داد ہے۔ کبڈی کے میچ میں وگلاں چک ۲۸۰ جھنگ برانچ اول اور دھرم کوٹ چک نمبر ۲۷۸ دوم رہا۔ رسہ کشی میں چک نمبر ۹ ٹھرو اوّل اور وگلاں چک نمبر ۲۸۰ دوم رہا۔ فٹ بال میں دھرم کوٹ چک نمبر ۲۷۸ اول اور چک نمبر ۳۲۷ دوم اور والی بال میں داراپور چک نمبر ۲۷۹ اول اور دھرم کوٹ چک نمبر ۲۷۸ دوم رہا۔ (گنگا رام)

مڈل سکول مہدی آباد ضلع لائل پور میں یکم اکتوبر کو دیہاتی ٹورنمنٹ ہوا۔ انعامات کے لئے سید سردار شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر اپنی کساد بازاری کے ایام میں بھی ۳۶ روپے چندہ جمع کر لیا۔ سید محبوب حسین شاہ صاحب ذیلدار اور چوہدری عطا محمد صاحب نمبردار کی موجودگی میں والی بال میچ شروع ہوا۔ گوجرہ کلب اور سنٹرل مدرسین کلب کا مقابلہ قابل دید تھا۔ فتح مدرسین کلب کے حصے آئی۔ رسہ کشی میں چک نمبر ۲۷۱ ج کی ٹیم غالب رہی۔ لانگ جمپ۔ ہائی جمپ اور نصف میل کی دوڑ میں سردار کلدیپ سنگھ اول الذکر میں اول رہا۔ آپ کی چھلانگ ۲۱ فٹ ۲ انچ تھی۔ باقی ہر دو میں سردار رنبیر سنگھ اوّل رہا۔ کبڈی میں سخت جدوجہد کے بعد "خینڈر کے" یعنی شمالی ٹیم غالب رہی۔ سید محبوب حسین شاہ نے تقسیم انعامات کے جلسہ کی صدارت کے فرائض انجام دیئے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے ٹورنمنٹ کے اغراض و مقاصد بیان کرکے چندہ دہندگان کا شکریہ ادا کیا۔ تبلیغی پارٹی نے گیت گا کے [illegible] (محمد حسین)

مڈل سکول کیلانگ لاہل تحصیل کلو ضلع بھر میں غالباً علاقہ تعلیم میں پست ہے۔ تقریباً دو فیصدی آبادی شائد تعلیم یافتہ ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں تعلیم کے ساتھ تہذیب کا بھی خدا ہی حافظ ہوگا۔ اس لئے ایسے علاقہ میں سوشل سدھار کی اہمیت محتاج بیان نہیں۔ سکول سٹاف نے اس امر کو محسوس کر کے اپنی کوشش تعلیم اور صفائی کے پرچار اور ضرورت کے احساس پر لگائی ہے۔ چنانچہ دوران سال میں اس طرح کا عملی پرچار ہوا۔

میلوں پر جو تمام مذہبی رنگت لئے ہوتے ہیں اور ان میں موجودہ تہذیب کا اثر نظر آتا ہے صفائی اور تعلیم کی اہمیت کے متعلق لیکچر مضمون اور لطیفے طلباء سکول اور مدرسین نے خاص علاقہ کی زبان میں عوام کے گوشگذار کئے جنہوں نے خاص دلچسپی کا اظہار کیا۔ زمینداروں کو کھاد محفوظ رکھنے کے سائنٹیفک طریق بتائے گئے۔ اور قلبہ رانی کے دنوں میں انہیں کھاد ڈالنے کا طریق سمجھایا گیا۔ خوشی کی بات ہے کہ ہمیں اس بارے میں نمایاں کامیابی ہو رہی ہے۔ یہاں کم و بیش پانچ ماہ زمین برف سے ڈھپی رہتی ہے۔ ماہ مئی میں برف پگھلنے پر ہر طرف کیچڑ اور غلاظت دکھائی پڑتی ہے۔ عوام صفائی سے خاص بے پروا ہوتے ہیں۔ ممبران جونیئر ریڈ کراس سوسائٹی اور سکاؤٹ ٹروپ نے سٹاف کی رہنمائی میں گاؤں کے راستوں اور گلیوں کو کیچڑ سے صاف کیا اور کھڑے پانی کو بدروؤں کے ذریعے گاؤں سے باہر نکال دیا۔ آب و ہوا سخت سرد ہونے کی وجہ سے ہر گھر کے ساتھ پاخانے بنے ہوئے ہیں۔ مگر ان کی ساخت گاؤں میں داخل ہونے والوں کو بے نفرت اور گھر میں رہنے والوں کو عفونت سے تکالیف کے سلسلے کا موجب ہے۔ ان کے انسداد کے لئے ہدایات دی گئیں اور عملی جامہ پہنانا شروع کیا۔ چنانچہ اب حالت بہتر ہوتی جا رہی ہے۔ (دھرمانند ہیڈماسٹر)

سرکلر نمبر ۷۶۶۴ منجانب ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب مدارس ضلع لودھیانہ

بنام جملہ ہیڈماسٹر صاحبان اپر مڈل و لوئر مڈل مدارس اوّل پرائمری مدارس

جناب من! انسپکٹر صاحب بہادر جالندھر ڈویژن نے حال ہی میں اس ضلع کے چند ایک مدارس کا ملاحظہ کیا۔ اور دوران معائنہ میں آنجناب نے نہایت قابل قدر خیالات کا اظہار فرمایا۔ اور بہت سی مفید ہدایات دیں۔ جن آپکی رہنمائی کے لئے ذیل میں درج کرتا ہوں۔ اور آپسے توقع رکھتا ہوں کہ آپ پوری پوری کوشش سے ان پر عمل پیرا ہونگے۔

(۱) عام طور پر مدرسین تعداد طلباء کے اضافہ کی اہمیت کو محسوس نہیں کرتے ہیں۔ موجودہ حالات میں زیادہ تر اضافہ و داخلہ ماہ اکتوبر و نومبر میں ہوتا ہے۔ اور ماہ اپریل مئی و جون میں اس طرف بہت کم توجہ دی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جماعت دوئم میں ترقی پانے والے طلباء کی تعداد خاطر خواہ نہیں ہوتی۔ اگر ماہ اپریل و مئی و جون میں کوشش سے بہت سے طلباء جماعت اوّل میں داخل کئے جائیں۔ تو یہ تمام لڑکے اپریل آئندہ میں جماعت دوئم میں ترقی پا سکتے ہیں۔ لہذا آپ ماہ اپریل مئی و جون میں داخلہ پر بہت زور دیا کریں، اور ایسے تمام داخل شدہ طلباء کو آئندہ اپریل کے شروع میں جماعت دوئم میں ترقی کے قابل بنا دیا کریں۔

(۲) ہر ایک کمرے کے ٹاٹ عموماً سیاہی آلودہ اور خاک آلودہ پائے جاتے ہیں۔ مدرسین انچارج کا فرض ہے کہ سکول بند کرنے سے پہلے اپنی اپنی جماعتوں کے ٹاٹ کو ہر روز جھڑوا دیا کریں، اور تہ لگا کر کمرہ تعلیم کے ایک کونہ میں رکھوا دیا کریں۔ کمروں میں بچھانے کے بعد طلباء کو تاکید کی جائے کہ لکھتے وقت ٹاٹ پر ہرگز ہرگز سیاہی نہ گرائیں۔

(۳) قواعد اساسی کی دفعہ ۲۶ء۶ کی رو سے کسی ملازم کو اپنی جائے تعیناتی یا ہیڈکوارٹر چھوڑنے کی اجازت نہیں صرف اجازت حاصل کر کے ملازم اپنی جائے تعیناتی یا ہیڈکوارٹر چھوڑ سکتا ہے۔ آئندہ کے لئے نائب مدرسین تعطیلات میں گھر جانے کے لئے اپنے ہیڈماسٹر صاحب سے اجازت حاصل کر لیا کریں اور اوّل مدرسین پرائمری یا ہیڈماسٹر صاحبان لوئر مڈل مدارس اپنے علاقہ کے اے ڈی آئی صاحبان سے اجازت حاصل کیا کریں۔ اینگلو ورنیکلر مڈل مدارس کے ہیڈماسٹر صاحبان دفتر صدر سے اجازت حاصل کیا کریں۔ اس قاعدہ کے رو سے

کوئی مدرس روزانہ اپنے گھر واپس نہیں جا سکتا۔ جائے تعیناتی سے دو میل کے اندر اندر تعینات شدہ مدرسین خاص صورتوں میں روزانہ گھر جانے کے لئے اجازت حاصل کریں۔ دستخط سردار جوگندر سنگھ بی اے بی ٹی ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لودھیانہ

ڈی بی مڈل سکول سوزنگیاں ضلع سیالکوٹ

کی بخشی سنسار چند صاحب اے ڈی آئی بی ٹی کی نگرانی میں ریفریشر کورس ۱۳ ستمبر سے ۲۳ ستمبر تک جاری رہا۔ ساٹھ اُستاد زیر تربیت تھے۔ سکول سوزنگیاں کے سٹاف نے تمام کیمپ کی رہائشی چارپائیوں اور اشیائے خوردنی کا انتظام کیا اور سٹاف کی طرف سے ایک وقت کے لئے اور سردار رخزان سنگھ صاحب ذیلدار کی طرف سے دو وقت کے لئے تمام کیمپ کو کھانے کی پُرتکلف دعوت دی گئی۔ ۲۳ ستمبر کو سوڈھی جگت سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس اپنے اسسٹنٹ سید فتح علی شاہ صاحب کے ہمراہ تشریف لائے۔ اور تمام کارگذاری کو دیکھ کر اس ریفریشر کورس کو باقی جگہوں کے اسی قسم کے کورسوں پر ترجیح دی۔ سٹاف سکول کی باہمی امداد اور مل کر کام کرنے کو سراہا۔ سردار مول سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر کے حسن سلوک کی داد دی۔ تمام کیمپ کا فوٹو لیا گیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے تمام معززین کو پارٹی دی۔ بخشی صاحب کی کارگذاری کے صدقے بڈھے مدرسوں کے اندر جوانوں کی طرح کام کرنے کا جوش بھر گیا ہے۔ اور دعوتوں کے لئے معزز میزبانوں کا شکریہ ادا کیا گیا۔ پروگرام روزانہ زیر تربیت اصحاب کا یہ تھا۔ صبح چھ بجے سے آٹھ بجے تک ڈرل کھیل وغیرہ ۸ سے ½۹ بجے تک رخصت نہانا و ناشتہ۔ اس کے بعد بارہ بجے تک لیکچر۔ جس سے تین بجے شام تک لیکچر اور ½۷ بجے شام تک کھیلیں۔ (پنڈت درگا داس)

گورودت اینگلو ویدک ہائی سکول کانگڑہ

میں ۲ اکتوبر سے ۸ اکتوبر تک سُشوبیت پرچار اینڈ ٹرسٹ و کمیٹی ضلع ہذا دیانند سپتاہ خاص جوش خروش سے منایا گیا۔ چنانچہ

(۱) یجر ویدی ہون روزانہ مندر سماج میں کیا جاتا رہا۔ جس میں بے شمار مردوں اور عورتوں نے روزمرہ حصہ لیا۔

(۲) ویدوں کی کتھا روزانہ شام کو سماج میں کی جاتی رہی جس کے دوران میں اکثر ماتاؤں اور بہنوں نے خاص دلچسپی لی۔

(۳) بچوں کی نمائش میں اس قدر کثرت سے بچے اور مستورات شامل ہوئیں کہ ہال میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی۔ لیڈی ہیلتھ آفیسر صاحب نے بچوں کی پرورش اور حفاظت پر مؤثر لیکچر دیا۔ تجبیں عمدہ صحت ور بچوں کو تمغے اور انعامات تقسیم ہوئے۔

(۴) نمائش صنعت حرفت و زراعت۔ ضلع بھر کے کاریگروں کی دستکاریاں اور مستورات کے دستی کام قرینے سے سجائے گئے۔ ایک کمرے میں زراعت کے متعلق مختلف اشیاء بہم پہنچائی گئیں اور ہر چیز کے اچھے اور بُرے نمونے پیش کئے گئے۔

(۵) نمائش آیورویدک ادویات۔ ایک ملحقہ کمرے میں رکھی گئیں۔ امراض مختلفہ کی تصاویر سے انسانی حالت اور علاج وغیرہ کو واضح کیا گیا۔ انسانی جسم کے اعضا بھی دکھائے گئے۔

(۶) میجک لینٹرن سے لیکچر دیئے گئے۔

(۷) طلباء کے والدین کا اجتماع۔ جس میں لالہ درگا داس سہائے صاحب منیجر۔ لالہ مہر چند صاحب پرنسپل اور پنڈت مرلی دھر صاحب مودگل ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے مؤثر اور دلپذیر تقاریر سے والدین پسران کے بچوں کی تعلیم کے متعلق فرائض پر روشنی ڈالی۔

(۸) ماہرین گویوں کو مدعو کیا گیا اور مقابلہ ہوا۔ اوّل رہنے والے کو گولڈن میڈل اور باقیوں کو انعامات دیئے گئے۔

(۹) تقسیم انعامات کے جلسہ کی صدارت پنڈت امرناتھ صاحب کلیان ایم اے ایل ایل بی نے فرمائی۔ حاضری نہایت معقول۔ انتظام بہت اعلےٰ۔ پرنسپل صاحب نے رپورٹ سالانہ پڑھی۔ صاحب صدر نے انعامات تقسیم فرمائے اور طلباء اور اُستاد صاحبان کو مفید مطلب نصائح دیں۔

(۱۰) ڈرامہ گوتم بدھ المعروف دی لائٹ آف دی ایسٹ سٹیج کیا گیا۔ حاضری مرد و زن نہایت حوصلہ بخش۔ ایکٹروں کو انعامات تقسیم ہوئے۔ غرض دیانند سپتاہ دلچسپیوں اور سرگرمیوں کا مخزن تھا جسے عرصہ تک حاضرین یاد رکھیں گے۔ (رتن لال مصرا ایم اے)

مڈل سکول تلونڈی موسے خاں ضلع گوجرانوالہ میں ۸ر اکتوبر کو آنریبل ملک فیروز خاں صاحب نون وزیر تعلیم پنجاب - کمشنر صاحب بہادر لاہور ڈویژن صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گوجرانوالہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب مدارس گوجرانوالہ اور دیگر حکام کے ہمراہ تشریف فرما ہوئے۔ سکاؤٹس نے پُرجوش سلامی دی معززین دیہہ مضافات وملحقہ علاقہ نے پرتپاک خیر مقدم کیا - دروازے پر چار کم سن بچوں نے استقبالیہ نظمیں گائیں قصبے کے گلی کوچے کی صفائی کو آنریبل موصوف نے بہت پسند کیا - سکول میں شاندار دربار منعقد ہوا جس کی صدارت وزیر صاحب ممدوح نے فرمائی - حمد الٰہی کے بعد استقبالیہ نظمیں ہوئیں - چوہدری محمد الٰہی صاحب رئیس تلونڈی موسے خاں نے محترم آقا کی تشریف آوری پر ہدیہ خیر مقدم پیش کیا - خاص قصبہ اور ملحقہ دیہات کے سپاس نامے پیش ہوئے - کئی مدحیہ قصیدے پڑھے گئے - لوئر مڈل سکول نوکھر نے چیچک کا ڈرامہ دکھایا - مڈل سکول ہذا نے مچھروں کی کانفرنس کا مذاحیہ ڈرامہ محمد ثنا اللہ صاحب سکاؤٹ ماسٹر کا تیار کردہ سٹیج کیا - ہیڈ ماسٹر صاحب صوفی احمد مالک نے سکول رپورٹ پڑھی جس کے بعد انعامات تقسیم ہوئے -

آنریبل ملک صاحب نے قبیح رسومات کی روک تھام - قرض کی بلا سے محفوظ رہنے کی ہدایات دیگر صحت اور صفائی کے اصولوں پر پابند رہنے کی تلقین کی - سپاس ناموں کے طمانیت بخش جواب دیئے - محکمہ تعلیم کے افسران صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر اور انکے پرسنل اسسٹنٹ صاحب کے انہماک اور سرگرمیوں کی داد دی - ہیڈ ماسٹر صاحب کو سو فیصدی نتیجہ کی خوشی میں سنہری تمغہ عطا فرمایا جو ملک صاحب کے نام نامی پر چوہدری عنایت علی صاحب ذیلدار نے پیش کیا تھا۔ (محمد ثنا اللہ)

خالصہ اے وی مڈل سکول منڈی بہاءالدین ضلع گجرات کے تقسیم انعامات کا جلسہ رائے بہادر میاں لال سنگھ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گجرات کی صدارت میں ۱۰ر اکتوبر کو منعقد ہوا تحصیل افسران - سب جج صاحب منڈی بہاءالدین ایس ڈی او صاحب انہار دوسو اور معززین کی کافی تعداد شامل ہوئی سکول خوب آراستہ و پیراستہ تھا - ہیڈ ماسٹر صاحب نے رپورٹ میں سکول کی ابتدا سے موجودہ ترقی پر مفصل سے روشنی ڈالی - اور اُسے علاقہ بھر میں اپنی مثال آپ ثابت کیا - سکول بلڈنگ اور اس کے میدان وغیرہ ۲۵ کنال کے رقبہ میں نہایت شاندار نظارہ پیش کرتے ہیں - سکول کو تحصیل میں واحد غیر سرکاری سکول ثابت کرکے اس امر پر افسوس کیا کہ مقامی نوٹیفائڈ ایریا کمیٹی کی طرف سے محض برائے نام امداد حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح ڈسٹرکٹ بورڈ کی بے رُخی اور سرکاری امداد کی عطائیگی میں گورنمنٹ کی طرف سے سوتیلی ماں کے سلوک کا اظہار کیا -

صاحب صدر نے تقسیم انعامات کے بعد سکول کی ہر شعبہ میں ترقی کو سراہا اور پبلک باڈیز اور گورنمنٹ کی طرف سے اسے ہر امداد کا اہل ثابت کرتے ہوئے میونسپل کمشنران کو اس کے حال پر متوجہ کیا - منتظمین سکول کی سرگرمیوں کی داد دی - ہیڈ ماسٹر صاحب کو انکی بجا سرپرستی اور سٹاف کی حسن کارگذاری پر مبارک باد دی - سکول کے مہتمم اصحاب کی طرف سے مختصر دعوت کی تواضع ہوئی - (بلونت سنگھ سکرٹری)

سرکلر نمبر ۳۶ مورخہ ۱ 9/33 از سررشتہ تعلیم ضلع ہوشیار پور

بخدمت ہیڈ ماسٹر صاحبان مڈل مدارس و اوّل مدرسین لوئر مڈل - پرائمری - امدادی مدارس ضلع ہوشیار پور

آپ کی رہنمائی کے لئے ذیل کی ہدایات جاری کی جاتی ہیں - ان پر عمل درآمد ہو کر مدارس کی حالت ہر پہلو میں بہتر بنانے کی کوشش کی جائے -

(۱) رجسٹرات

(۱) اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ رجسٹرات کے کام میں لاپرواہی کو دخل دیا جاتا ہے - لہذا جملہ مدرسین کو ہدایت کی جاتی ہے کہ ادھر بیش از پیش توجہ مبذول کریں - جملہ اندراجات خوشخط تحریر میں ہوں - ورنیکلر مدارس میں رجسٹر حاضری اور رجسٹر داخل خارج میں نام وغیرہ لکھنے کے لئے قلم

اور دیسی سیاہی استعمال کی جائے حتے الوسع شکست و ریخت سے پرہیز کیا جائے۔ بصورتِ ضرورت سُرخ سیاہی قلمزن کرنے میں استعمال کی جائے۔ اور درستی پر مدرس متعلقہ دستخط کرے۔

(۲) رجسٹر حاضری میں تعطیلات کے اندراجات پیشانی کی شکل میں سُرخی سے کئے جائیں۔ اور نچلے حصّہ میں سُرخی سے لکیریں کھینچی جائیں

(۳) رجسٹر حاضری کے پہلے صفحہ پر کمین اور ادنےٰ اقوام کی فہرست درج کی جائے۔ فیس کی رعایت صرف ان ذاتوں کے لڑکوں کو دی جائے جن کے نام ان فہرستوں میں شامل ہوں۔ خلاً آددھرمی کا لفظ ان فہرستوں میں شامل نہیں۔ لہذا آددھرمی کہلانے والے ذی الحال معافی فیس کے مستحق نہیں ہوسکتے۔ چمار قوم کے بچوں کی فیس معاف ہوسکتی ہے۔ اس طرح رام گڑھیا کمین تصور نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ ترکھان کمین اقوام میں شامل ہے۔ لہذا اگر کوئی سرپرست رام گڑھیا لکھوانا چاہے۔ تو اس کے لڑکے کو فیس سے بری نہ کیا جائے۔ اسی طرح زراعت پیشہ اقوام کو رعایت دینے کے لئے ضابطہ تعلیم کی دفعہ ۱۲۳ پر عمل کیا جائے۔ یعنی فیس کی رعایت کے لئے صرف اُن اصحاب کو زراعت پیشہ تصور کیا جائے۔ جو اپنے ہاتھ سے خود کھیتی کرتے ہوں۔ خواہ وہ کاشتکار اقوام سے ہوں یا غیر کاشتکار اقوام سے اپنے نوکروں۔ یا کارندوں یا دیگر مزارعوں سے کھیتی کروانے والے اس رعایت سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔

(۴) کسی طالب علم کا نام تین ماہ کی متواتر بیماری یا چھ یوم کی متواتر غیر حاضری کے بعد رجسٹرات سے خارج کیا جانا ضروری ہے۔ کئی ایک مدرسین چھ یوم کی غیر حاضری کی بجائے بارہ اوقات کی غیر حاضری کے بعد نام خارج کرتے ہیں۔ اور اس طرح سے بعض دفعہ سات دن کی غیر حاضری ہو جاتی ہے۔ ایسا کرنا خلاف قواعد ہے۔ نصف دن کی تعطیل کے دن کی نصف غیر حاضری سالم غیر حاضری شمار کی جانی چاہئے۔ بعض اوقات لڑکے کا نام رجسٹرات میں رکھنے کی غرض سے اسے کبھی رخصت، کبھی بیمار دکھایا جاتا ہے مدرسین کا ایسا طرز عمل قابل اعتراض ہے۔

(۵) رجسٹر داخل خارج کے ہر شدہ صفحہ پر ہیڈ ماسٹر صاحب یا اوّل مدرس کے دستخط ہونے ضروری ہیں۔

(۶) طلباء کی تاریخ داخلہ رجسٹر داخلخارج اور رجسٹر حاضری میں ایک ہی ہونی چاہئے۔ اسی طرح تاریخ خارجہ و نمبر سلسلہ بعض اوقات پڑتال کرنے سے پایا گیا ہے۔ کہ رجسٹر حاضری سے تو لڑکے خارج کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن رجسٹر داخلخارج میں خارج نہیں ہوئے۔ اسی طرح بوقت داخلہ ایک رجسٹر میں نام کسی تاریخ کی درج کر لیا جاتا ہے اور دوسرے رجسٹر میں کسی اور تاریخ کو۔

(۷) فارم داخلہ کی تکمیل کرانے وقت والدین یا سرپرست میں سے ایک لفظ قلمزن کیا جانا چاہئے عمر کا اندراج پوری تحقیقات کے بعد کیا جائے۔ ان پڑھ والدین کی صورت میں تو خاص احتیاط کی ضرورت ہے۔

(۸) سنٹر کی میٹنگ پر ایک یا دو مدرسوں کے رجسٹرات کی ہی پڑتال کی جایا کرے۔ صرف ہوشیار اور واقفکار مدرسین کو پڑتال کنندہ مقرر کیا جائے۔ رجسٹرات کی پڑتال کی رپورٹ اپنے حلقہ کے اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب کی خدمت میں سنٹر کی کارروائی کی رپورٹ کے ساتھ ارسال کی جائے۔ نقائص کی صورت میں متعلقہ سکول کے اوّل مدرس کا جواب بھی شامل کیا جائے۔

(۹) مدرسین ضابطہ تعلیم پنجاب کی نئی اڈیشن کا بغور مطالعہ کریں۔

(۲) ضبط و انتظام

(۱) صفائی۔ احاطہ سکول۔ کمرہ جات۔ طلباء کے لباس۔ کتب وغیرہ کی صفائی کا خاص خیال رکھا جائے۔ ٹاٹ گرد سے روزانہ صاف کئے جائیں۔ کمروں کی چھتوں کی۔ دیواروں کے کونوں۔ الماریوں وغیرہ کے اردگرد جالے احتیاط سے دُور کئے جائیں۔ احاطہ سکول میں پھولدار پودے اُگائے جائیں۔ ان کے متعلق علیحدہ ہدایات جاری کی جا چکی ہیں۔ پانی پینے والے برتنوں کی صفائی کا خاص خیال رکھا جائے۔ پانی والے گھڑے یا برتن ہمیشہ ڈھانپ کر رکھے جائیں۔ بظاہر یہ باتیں معمولی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ مدرسین انکی طرف کم و بیش ہی توجہ دیتے ہیں۔ ہفتہ میں ایک دن یوم صفائی ہونا چاہئے۔ اس دن ہیڈ ماسٹر صاحب تمام جماعتوں کے طلباء اور کمرہ جات

اور کمرہ جات سکول وغیرہ کی پڑتال کریں۔

(۲) احاطہ سکول کے ارد گرد خندق لگا کر تھوہر کی باڑ قائم کی جائے۔ مناسب جگہوں پر سایہ دار درختاں لگائے جائیں۔

(۳) سکول کھلنے سے پاؤ گھنٹہ کے اندر اندر حاضری پکاری جانی چاہئے۔ اور اندراجات مکمل کئے جانے چاہئیں۔ اس ضمن میں مدرسین کی توجہ ضابطہ تعلیم کی (نئی اڈیشن) کے دفعہ ۲۲۰ کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے۔ خانے خالی چھوڑنے خلاف قواعد ہے۔

(۴) سال گذشتہ میں بمقابلہ ۳۲-۱۹۳۱ء اس ضلع کے سکولوں میں تقریباً تین ہزار طلباء کی کمی واقع ہوئی ہے۔ اور سال رواں کے گوشوارے بھی کمی دکھلا رہے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مدرسین نے داخلہ کی طرف اپریل۔ مئی اور جون کے مہینوں میں پوری توجہ نہیں دی۔ اب چاہئے۔ کہ آئندہ داخلہ کے مہینوں میں مدرسین تعداد بڑھانے اور حاضری کی اصلاح میں خاص توجہ دیں تاکہ ماہ مارچ گذشتہ کی نسبت امسال کوئی کمی واقعہ نہ ہو۔ مدرسین کو یہ معلوم کر کے حیرانی ہونی چاہئے۔ کہ یہ ضلع تعلیم میں ابھی "پس افتادہ" ہے۔ مردانہ آبادی کا صرف نو فیصدی اس وقت زیر تعلیم ہے۔ حالانکہ راولپنڈی میں جس کو پس افتادہ ضلعوں میں شمار کیا جاتا ہے ساڑھے گیارہ فیصدی لڑکے مدارس میں ہیں۔

(۳) انتظام سکول

(۱) ورنیکلر اپر مڈل مدارس میں حصہ مڈل میں مدرسین جماعتوار مقرر کئے جائیں۔ کیونکہ آئندہ چار جماعتوں کے لئے صرف چار مدرس ہی ہونے چاہئیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب البتہ نگرانی کے لئے وقت نکالنے کے لئے حصہ پرائمری کے مدرسین۔ اور زراعت ماسٹر سے مدد لے سکتے ہیں۔

(۲) سلیبس احتیاط سے تیار کئے جائیں۔ تیار کرنے سے پہلے کُتب متعلقہ اور سکیم کا بغور مطالعہ کیا جائے۔ مہینہ میں تعطیلات کا خیال رکھتے ہوئے سکیم بارہ مہینوں میں تقسیم کرنی چاہئے۔ کئی اسباق خاص خاص موسموں میں پڑھانے زیادہ مفید ہوتے ہیں بعض اوقات کتاب میں دی ہوئی ترتیب کو چھوڑ کر مشکلات کے لحاظ سے اور ترتیب دینی پڑتی ہے۔ ان سب باتوں کا خیال رکھا جائے۔ سلیبس تیار ہونے پر جملہ کام اس کے مطابق کرایا جائے۔

(۳) حصہ مڈل میں کاپیاں ضرورت سے زیادہ طلباء کو خریدنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ ایک مضمون کے لئے ایک سے زیادہ کاپی تحریری کام کے لئے ہرگز نہ خریدی جائے۔ املا کے لئے تختیاں۔ سوالات حساب کے لئے سلیٹیں جملہ جماعتوں میں استعمال کی جائیں اس وقت تختیوں کا استعمال بالکل بند ہے۔ اور بعض مدارس میں سلیٹوں کا بھی۔ نقشہ کشی کے لئے چھپی ہوئی کاپیاں ہرگز نہ خریدی جائیں۔ چھاپہ شدہ خاکہ جات اگر ضرورت پڑے تو استعمال کر لئے جائیں۔ اگرچہ وہ بھی کاربن کاغذ استعمال کرنے سے خود تیار کئے جا سکتے ہیں۔

(۴) اکثر طلباء کے پاس غیر منظور شدہ اور غیر ضروری کُتب دیکھی گئی ہیں۔ جماعت دوئم اور سوئم میں جغرافیہ کی کتاب خریدی جائے۔ اسی طرح حصہ پرائمری میں پہاڑے۔ خوشخطی میں رہنمائی کے لئے مدرس کو تختہ سیاہ پر خود نمونہ دینا چاہئے۔ مڈل کی جماعتوں میں خلاصوں یا فرہنگوں وغیرہ کے استعمال کی سخت ممانعت ہے۔

(۵) انشاپردازی کے چارٹ بہ نمونہ ذیل جماعتوار تیار کئے جائیں۔ مدرسین متعلقہ اس بات کا خیال رکھیں کہ لڑکے باقاعدہ انشاپردازی میں ترقی کر رہے ہیں طریقہ تعلیم ایسا ہو۔ کہ لڑکے اپنے خیالات اپنے الفاظ میں ظاہر کر سکیں۔

چارٹ انشا پردازی جماعت ——

نمبر شمار	نام طالب علم		
		نام مضمون	ان خانوں میں تیار کردہ سلیبس کے مطابق جبکہ وہ لکھوائے جائیں - درج کئے جائیں۔
		تاریخ لکھنے کی	ان خانوں میں جس تاریخ کو مضمون لکھایا جائے - وہ تاریخ اس مضمون کے نیچے درج کی جائے
			ان خانوں میں ہر ایک طالب علم کے محاذ میں ہر ایک مضمون میں حاصل کردہ نمبر درج کئے جائیں - ہر ایک مضمون کے لئے دس نمبر مقرر کئے جائیں۔

(۶) **تاریخ کی تعلیم میں لائن آف ٹائم استعمال کی جائے**۔ لڑکوں کی کاپیوں میں انکی اپنی اپنی لائن آف ٹائم ہو - اور مدرس کی تیار کردہ لائن آف ٹائم کمرۂ جماعت میں آویزاں ہو - اس کے متعلق بوقت معائنہ مدارس جن کا اس وقت تک میں نے معائنہ کیا ہے۔ مفصل ہدایات دی گئی ہیں

(۷) مدرسین تیاری اسباق کی طرف خاص توجہ دیا کریں۔ انکی ڈائریاں باقاعدہ مکمل ہوں ۔ کمزور طلباء کی فہرست مدرس انچارج کی ڈائری میں درج ہو۔ ہر ماہ کے آخیر پر اس کی ترمیم کی جائے۔

(۸) نقائص تعلیم وغیرہ کی فہرست جن کا ذکر افسران معائنہ نے رائے بک میں کیا ہو ۔ جماعت متعلقہ کے کمرہ میں آویزاں رہے۔ نیز انکے دُور کرنے میں جو تدابیر اختیار کی گئی ہوں ۔ انکو بھی وہاں درج کیا جائے۔

(۹) **لائبریری**۔ لائبریری کی کتب دو حصوں میں تقسیم کی جائیں۔ (ا) طلباء کے استعمال کی کتب (ب) عام کتب ۔ پہلے زمرہ کی کتب طلباء کی استعداد کے مطابق جماعتوں تقسیم کر کے مختلف جماعتوں کے مدرسین کے سپرد کی جائیں۔ انہیں کلاس کی لائبریری کے نام موسوم کیا جائے۔ دوسرے زمرہ کی کتب کو جنرل لائبریری کے نام سے۔ کلاس لائبریری کے انچارج حصہ مڈل کی جماعتوں کے انچارج مدرسین ہونگے ۔ انکا فرض ہے ۔ کہ اپنی جماعتوں کی کتب لائبریری کا خود مطالعہ کریں ۔ اور لڑکوں کو انکے مطالعہ میں مدد دیں ۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ مدرسین مطالعہ کرنے کے بعد ان کتب پر نوٹ اور سوالات تیار کریں۔ اور طلباء کا گاہے بگاہے امتحان لیا کریں۔ ہفتہ میں دو پیریڈ خاموش مطالعہ کے لئے وقف کئے جائیں ۔ پچھلے سال ہر ایک جماعت کے لئے لائبریری میں آٹھ آٹھ کتب کے چند سیٹ مہیا کئے گئے تھے۔ امسال اور سیٹ مہیا کئے جائینگے۔ حصہ مڈل کی جماعتوں میں طلباء کو لغایت کا استعمال کرنا بھی سکھایا جائے ۔ ذیل کا چارٹ مطالعہ جماعتوار تیار کیا جائے۔

نمبر شمار	نام طالب علم	[illegible]							
			ان خانوں میں کتب کا نام درج کیا جائے۔						
			ان خانوں میں ان تاریخوں کا اندراج کیا جائے۔ جن طلباء نے کتب کا مطالعہ کیا ہو۔						

(۱۰) **سامان سکول**۔ سامان سکول عام طور پر لاپروائی سے استعمال کیا جاتا ہے۔ نقشہ جات لاپروائی سے استعمال کئے جانے کی وجہ سے بہت جلد پھٹ جاتے ہیں۔ بعد استعمال نقشے باندھ کر محفوظ جگہ میں رکھے جایا کریں۔ شکستہ نقشہ جات کی فوری مرمت کرنا بھی مدرس کا فرض ہے ۔

(۱۱) **جماعت اوّل**۔ اس میں شک نہیں کہ جماعت اوّل کی نگرانی کی طرف خاص توجہ دی جا رہی ہے ۔ نیز رجسٹر ترقی تعلیم بھی رکھا جاتا ہے۔ تاہم یہ امر درست ہے کہ تا حال جتنی توجہ اس جماعت کی طرف دی جانی چاہیئے نہیں دی جاتی ۔ نیز رجسٹر

ترقی میں درست اندراجات نہیں کئے جاتے۔ بذریعہ سرکلر ہذا یہ بات مدرسین کے نوٹس میں لائی جاتی ہے کہ اس جماعت کی حاضری اور تعلیم کی طرف خاص توجہ دی جائے۔ رجسٹر ترقی میں جو اندراج کئے جائیں وہ اول مدرس خود کیا کرے۔ بعض مدارس میں دیکھا گیا ہے۔ کہ نئے طلباء کو خواہ انہوں نے گھر پر کتنی ہی تعلیم حاصل کیوں نہ کی ہو مبتدی دکھایا جاتا ہے۔ یہ نامناسب ہے۔ علاوہ ازیں ہر ایک لڑکے کے محاذ میں ماہواری ممکن حاضریوں اور حاصل کردہ حاضریوں کی میزان درج کی جائے۔

اس جماعت میں تحریری کام کی طرف عرصہ تک توجہ نہیں دیجاتی۔ مدرسین نوٹ کریں۔ کہ پڑھنا اور لکھنا ساتھ ساتھ ہونا چاہئے۔

(۱۲) عام شکایت ہے کہ طلباء کی جسمانی صحت کا پورا پورا خیال نہیں رکھا جاتا۔ محکمہ کی طرف سے ہر ایک ضلع میں اس مطلب کے لئے ایک ایک اے۔ ڈی۔ آئی مقرر کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس ضلع میں بھی ایک افسر کام کر رہے ہیں۔ اس وقت تک کافی ریفریشر کورس ہو چکے ہیں۔ اور آئندہ ماہ سرما میں بھی مدرسین کی رہنمائی کے لئے ایسے کورس منعقد کئے جائینگے۔ لیکن کامیابی تبھی ہو سکتی ہے۔ جب مدرسین ایسے کورسوں میں شامل ہو کر کام میں دلچسپی لیں۔ اور آئندہ سکولوں میں توجہ اور دلچسپی سے کام کریں۔ مجھے اپنے ماتحت عملہ سے پوری توقع ہے کہ وہ اس کام میں پہلے سے زیادہ دلچسپی لے کر حالت کو سدھارینگے۔

(۱۳) درخت لگانے کا دن ۔ یہ امر نہایت افسوس سے نوٹ کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے ملک میں درخت کاٹے تو زیادہ جاتے ہیں۔ لیکن نئے درخت لگانے کی طرف توجہ نہیں دیجاتی۔ اگرچہ اس نقص کو دور کرنے کے لئے سرکار نے محکمہ جنگلات مقرر کیا ہوا ہے۔ لیکن جب تک عام پبلک درخت لگانے کی اہمیت کو محسوس نہیں کرتی۔ اکیلے محکمہ جنگلات کی کوششیں زیادہ بار آور نہیں ہو سکتیں۔ لہذا ضروری ہے کہ سکول کے طلباء کی اس طرف توجہ دلائی جائے۔ چنانچہ مدرسین کو ہدایت کی جاتی ہے کہ آئندہ موسم بہار میں احاطہ سکول میں موزوں جگہوں مناسب فاصلہ پر نئے درخت لگائے جائیں۔ ماہ مارچ کے آخیر میں گوشوارہ میں مدرسین سے پوچھا جائیگا۔ کہ اس سال سے پہلے کتنے درخت سکول میں موجود تھے۔ اور کتنے نئے درخت کامیابی سے موجودہ سال میں لگائے گئے۔

(۱۴) یوم الوالدین ۔ عام طور پر پبلک ہمارے سکولوں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتی۔ نہ ہی اس کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے کبھی سنجیدہ کوشش سکولوں میں کی جاتی ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنیکے لئے جملہ ہیڈ ماسٹر صاحبان مڈل سکولز کو ہدایت کی جاتی ہے کہ امسال ماہ فروری یا مارچ کے دوران میں اپنے اپنے سکولوں میں یوم الوالدین منائیں۔ اس موقع پر پہلے ہی سے خاص تیاری کی جائے۔ زراعت۔ ورزش جسمانی۔ سکول کے طلباء کی دستکاریوں وغیرہ کی نمائش کی جائے۔ ڈرامے۔ اور راگ تیار کئے جائیں۔ غرضیکہ مختلف طریقوں سے لوگوں کی تفریح طبع یا واقفیت بڑھانے کی غرض سے دلچسپ پروگرام تیار کریں۔ افسران معائنہ حتے الوسع ایسے جلسوں میں حاضر ہونے کی کوشش کرینگے۔

(۱۵) اگرچہ طلباء کے فنڈ سے رسالے اور اخبارات جملہ مڈل مدارس میں منگائے جاتے ہیں۔ لیکن طلباء انکا استعمال نہیں کرتے۔ ہیڈ ماسٹر صاحبان اپنے مدرسین کی ڈیوٹی لگائیں۔ کہ مختلف رسالوں اور اخباروں کا وہ با قاعدہ مطالعہ کریں۔ اور جو مضمون لڑکوں کے مطالعہ کے قابل ہوں۔ ان پر نوٹ کیا جائے۔ کہ یہ مضمون فلاں جماعت کے مطالعہ کے لئے ضروری ہے۔ اس تیاری کے بعد نصف یوم کی تعطیل والے روز سکول بند کرنے کی بجائے جماعتوار کلب لگائی جائے جس میں رسالوں میں نشان کردہ مضامین متعلقہ جماعتوں میں پڑھ کر سنائے جائیں۔ اگر وقت بچے تو پرانے رسالے یا دیگر مضامین پڑھنے کے لئے دیئے جائیں۔ اس طریقہ سے طلباء میں شوق پیدا کیا جائے۔ کہ وہ رسالہ جات باقاعدہ طور پر پڑھیں۔

دستخط سردار بکرم سنگھ صاحب تنابی اے۔ بی ٹی۔ پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع ہوشیارپور

از دفتر صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لودھیانہ

سرکلر نمبر ۴۵۴۶ مورخہ ۱۴ اگست ۱۹۳۳ء

بنام جملہ ہیڈ ماسٹر صاحبان سیکنڈری و پرائمری مدارس

گذشتہ سال سیکنڈری مدارس میں بالخصوص اور پرائمری مدارس میں بالعموم تعداد طلباء میں کمی واقع ہوگئی ہے۔ حال ہی میں جناب انسپکٹر صاحب بہادر جالندھر ڈویژن تعداد طلباء کی کمی کو روکنے کے لئے ذیل کی ہدایات جاری کرتے ہیں۔ جملہ مدرسین کا فرض ہے کہ وہ ان کی نہایت سختی سے پابندی کریں۔

(۱) صاحبان اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کا یہ فرض ہوگا۔ کہ وہ حاضری اور تعداد کی کمی کے اسباب کا بغور مطالعہ کریں۔ اور طلباء کو جمع کرنے میں مدرسین کی مدد کیا کریں۔

(۲) بعض پرائمری مدارس میں فرضی تعداد اور حاضری کا احتمال ہوسکتا ہے۔ لیکن تمام سال میں اچھی اوسط حاضری کے ہوتے ہوئے محض معائنہ کے دن حاضری کا خراب ہونا افسران معائنہ کنندگان کے دل میں فوراً یہ شبہ ڈال دیتا ہے کہ تعداد اور اوسط فرضی ہے۔ ایسی صورت میں اے ڈی آئی صاحب مدرس کے جواب کو لفظ بالفظ درست سمجھنے کی بجائے لوگوں سے دریافت کریں کہ آیا مدرس کے بیان میں کہاں تک صداقت ہے اور جو وجوہات مدرس نے بیان کی ہیں وہ درست ہیں یا نہیں۔

(۳) ہیڈ ماسٹر صاحبان اور مدرسین انچارج جماعت اول کا فرض ہے کہ وہ ایک ہی جماعت میں ایک سال سے زائد عرصہ کے تعلیم پانے والے طلباء کی ترقی تعلیم کا خاص خیال رکھیں اے ڈی آئی صاحب ایسے طلباء کے نام ٹرائے بک میں نوٹ کر دیا کریں تاکہ آئندہ معائنہ پر دیکھ سکیں کہ ذمہ وار مدرس نے ایسے طلباء کی بہتری کے لئے کہاں تک کوشش کی ہے۔ وہ استاد جو اس قسم کے طلباء کو سکول سے خارج کرنے کی کوشش کرینگے۔ خاص سزا کے مستوجب ہونگے۔ جماعت اول کے فریق ادنےٰ کی تعلیم کی طرف خاص توجہ دی جائے۔ نقشہ ماہواری ترقی فریق اعلےٰ و ادنےٰ باقاعدہ پُر کیا جائے۔ اے ڈی آئی صاحبان جماعت اول کے طلباء کا فرداً فرداً امتحان لیا کریں اور مدت تعلیم کو مد نظر رکھ کر ہر ایک لڑکے کی ترقی کی پڑتال کیا کریں۔

(۴) مدرسین تبادلہ کی درخواستیں صرف ماہ اپریل میں گذارا کریں۔ کیونکہ تبدیلیاں صرف سال میں ایک دفعہ کی جایا کرینگی۔ تبادے بلا ضرورت محض مدرسین کی خوشنودی کے لئے نہیں کئے جائینگے۔ البتہ موت۔ معزولی۔ قائمی ضبط یا رخصت کے سلسلے میں تبدیلیاں سال کے دوران میں بھی کی جا سکتی ہیں۔

(۵) ایسے مدرسین کو جو کہ سکول کو برباد کر کے اپنا تبادلہ کرانا چاہیں۔ نچلے گریڈ میں گرا دینا چاہئے محض سالانہ ترقی کا بند کرنا ایسے مدرسین کے لئے کوئی سزا نہیں۔ آئندہ کے لئے مدرسین نوٹ کریں کہ مدرسہ کو بے رونق یا برباد کر دینے کی صورت میں انکی تنخواہ کا گریڈ توڑ دیا جائیگا۔

(۶) جماعت اول کے کل طلباء مدخلہ سال ہی اول آئندہ اپریل کو ترقی یاب ہو جانے چاہئیں۔ جو طلباء ماہ اکتوبر و نومبر میں داخل ہوں انکو ایک سال ختم کرنے کے بعد یکم اکتوبر کو بموجب ضابطہ تعلیم دفعہ ۱۸۹ تصحیح سلپ نمبر ۹۲۰ مورخہ ۲۶-۱۲-۳۲ جماعت دوئم میں ترقی دی جائے۔ آئندہ جماعت اول کے انچارج مدرس کا نتیجہ ۸۰ فیصدی ہونا چاہئے۔ یعنی کل تعداد طلباء فریق اعلےٰ و ادنےٰ کا ۸۰ فیصدی ترقی یاب ہونا ضروری ہے۔ ورنہ مدرس کا کام ناتسلی بخش شمار ہوکر ترقی بند کی جائے گی۔

دستخط سردار جوگندر سنگھ بی اے۔ بی ٹی ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لدھیانہ

ریویوز

باتصویر رسالہ تشنہ سپاٹو کا نظم نمبر — اپنے ناظرین کی تفنن طبع کے لئے رسالہ نے خاص طور پر نمبر شائع کیا ہے۔ جو قابل دید اور دلچسپیوں کا کافی سامان لئے ہے۔ حضرت جوش ملسیانی خیام العصر احسان بن دانش۔ قاضی عبداللطیف صاحب اجل۔ جناب کمال امروہی۔ حضرت بابو لعل صاحب مدیر۔ منشی محمد امین خانصاحب سید احمد صاحب رضا جالندھری ایم اے۔ محرم بجواڑیہ احسن ڈسکوی۔ جذب گورکھپوری۔ جگر مراد آبادی۔ مدیر رسالہ مسٹر پریم۔ مولوی عبدالحمید صاحب عثمانی چوہدری ابوسرور صاحب قیس۔ زیبا نسیم اورکوہلی۔ مرزا فہیم بیگ صاحب چغتائی کے زور قلم اور تخیلات کا دریا بہادیا گیا ہے۔ اور ہر طرح سے سرپرستی کے قابل ہے۔ قیمت فی پرچہ صرف ۲؍ قیمت سالانہ عہ خط وکتابت مسٹر بی ایل سود مینجنگ ڈائرکٹر رسالہ تشنہ سپاٹو سے کی جائے۔

افلاس ہند — افلاس ہند اور اس کے متعلقہ معاشی مسائل یعنی وہ رسالہ جس میں خصوصیت سے ہندوستان کے افلاس۔ قحط صنعت گری۔ محصول اندازی اور تجارت بین الاقوام کے میزانیہ کے مسائل پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ پروفیسر معاشیات گجرات کالج بمبئی یونیورسٹی کی انگریزی کتاب کا ترجمہ ہے۔ جو ایم راغب احسن صاحب الہ آبادی کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ آپ نے ترجمہ کرتے وقت اس امر کو ملحوظ رکھا ہے کہ کتاب کی زبان اور بیان حتی الوسع دلچسپ اور عام فہم ہو۔ ضروری موقعوں پر فٹ نوٹ دے کر تشریح کردی گئی ہے۔ کتاب کا ترجمہ ہندوستان کے اندرونی معاملات اور اس کی زرخیزی اور زرریزی کی حقیقی ماہیت کو ظاہر کردیتا ہے۔ جو لوگ اپنے ملک کی اصلی حالت دیکھنا چاہتے ہیں ان کے لئے افلاس ہند ایک آئینہ ہے۔ اور یہ کتاب ایک قسم کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ جو اردو دان دنیا کی معلومات میں کئی قسم کے اضافہ کا موجب ہو سکتا ہے۔ اسٹار پریس الہ آباد سے یہ عجیب وغریب نسخہ حاصل ہو سکتا ہے۔

رسالہ روحانی دنیا لاہور — بابو منشی نظام الدین صاحب مہتمم گیلانی پریس لاہور کی سرپرستی میں یہ رسالہ دو اڑھائی سال سے عالم وجود میں آیا ہوا ہے۔ اس کے مدیر ڈاکٹر محمد اکرام الدین صاحب اکرام اور مرزا محمود علی صاحب شفق رام پوری ہیں۔ رسالہ کا نام ہی اس امر کی شہادت ہے کہ وہ کن خیالات کا حامی ہے۔ مضامین ضروریہ کے علاوہ راسوں کے ماہانہ حالات اور علم ہیئت نجوم وغیرہ کے پوشیدہ راز منکشف کئے جاتے ہیں۔ اور خریداران کے سوالات جو عامل لوگ معقول رقم بٹورنے پر بھی لیت ولعل میں رکھتے ہیں۔ مفت صحیح اور تسلی بخش دیئے جاتے ہیں۔ حتی کہ انعام میں برس بھی مفت بتادیا جاتا ہے۔ شائقین علم اس سے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں اور روحانی دنیا ان کے لئے ہر فن مولا کا حکم رکھتا ہے مضامین نظم ونثر بہت معقول اور منفعت بخش ہیں۔ کتابت وطباعت دیدہ زیب۔ قیمت پیشگی بذریعہ منی آرڈر عہ سالانہ خریداری کے لئے منیجر صاحب سے درخواست کی جائے۔ [illegible]

پختہ روشنائی

سودیشی دواؤں کا ایک عرق بڑی محنت سے بارش کے پانی میں تیار کیا گیا ہے۔ ہر قسم کی روشنائی یا رنگ یا کاجل میں یہ عرق ملا دیا جائے تو دھونے سے کاغذ گل جائیگا۔ مگر حرف نہ چھوٹینگے بلکہ اور جلد اُبھر جائینگے۔ فونٹن پن اور ربڑ اسٹامپ کے لئے بھی مفید ثابت ہوئی ہے۔ ساہوکاروں کوٹھیوں وکیلوں دفاتر اور جملہ کاتبوں کے پاس اس عرق کا ہونا ضروری ہے۔ ایک بار ضرور آزمائیے۔ قیمت عرق فی شیشی ۲/ ایک درجن کے خریدار سے سوا روپیہ ہر قسم کی روشنائی پختہ بنی ہوئی فی شیشی ۱۶/ ایک درجن کے خریدار سے دو روپیہ (عہ/) محصولڈاک ہر صورت میں بذمہ خریدار۔ تھوک فروشوں کے لئے کافی رعایت ہوگی۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ سوا آنہ آنا چاہئے۔ آج ہی آرڈر بھیج کر طلب فرمائیے۔

المشتہر
محمد فضل الرحمن صابری محلہ لکڑ خانہ مٹیاں شہر لشکر گوالیار گورنمنٹ

اُردو علم ادب کا خزانہ

شاعری کا مکمل سٹ چار جلدوں میں جس کے دیکھنے سے شاعری آجاتی ہے قیمت عہ/

تذکرہ ہندو شعرا۔ چار سو پچاس مشہور ہندو شاعروں کی لائف اور بہترین غزلیں عہ/

تذکرہ آب بقا۔ اُردو کے متقدمین و متاخرین شاعروں کی لائف و کلام پر تنقید عہ/

لغات اُردو مکمل سٹ چار جلدیں خالص اُردو کے مصادر مفردہ مرکبہ حروف رابطہ کا محل استعمال۔ قیمت .. ۴/

مضمون نویسی۔ اعلےٰ پایہ کے مضمون نگاروں کے لئے استاد شفیق ۸/

جان اُردو۔ ہندی اُردو کی حقیقت جملوں کا محل استعمال قیمت ۶/

زبان دانی۔ مستند قواعد اُردو فصیح و غیر فصیح الفاظ کا فیصلہ ۶/

قواعد میر۔ میر تقی دہلوی ملک الشعراء کے قواعد زبان دانی قیمت ۶/

ترجمان پارس۔ اُردو سے فارسی بنانے کی آسان ترکیب جملے وغیرہ ۶/

المشتہر
منیجر عشرت بکڈپو احاطہ خانساماں لکھنو

حساب میں زیادہ بچے کیوں فیل ہوتے ہیں؟

اس لئے کہ انہیں جدید ترین طریقہ تعلیم کے مطابق مستند اور کارآمد کتب میسر نہیں آتی ہیں۔ اس مقصد کو پورا کرنیکے لئے نہایت عرقریزی اور محنت سے میرا تیار کردہ سلسلہ وار جدید زبانی حساب طلب کیجئے اور اپنے بچوں کو اس سے مستفید ہونیکا موقعہ دیجئے۔ یہ سلسلہ اکثر تعلیمی کمیٹیوں کا پسندیدہ اور منظور شدہ ہے۔

جدید زبانی حساب حصہ سوم۔ اڈیشن چہارم۔ یہ درجہ اور ہیمل کتاب زنانہ و مردانہ مدارس کے مڈل نارمل ایس وی اور جے اے وی امیدواروں کے لئے مفید ہے۔

جدید زبانی حساب حصہ دوم۔ بقبول عام کتاب زنانہ کلاسوں کی ہفتم و ہشتم اور مردانہ جماعتوں کی ششم و ہفتم کے لئے بیحد مفید ہے۔

جدید زبانی حساب حصہ اول۔ یہ شہرہ آفاق کتاب وظیفہ حاصل کرنیوالی جماعت چہارم اور مڈل کی بنیادی جماعت پنجم کے لئے لکھی گئی ہے۔

قیمت فی جلد حصہ سوم عہ صفحات ۲۸۰۔ قیمت فی جلد حصہ دوم عہ صفحات ۳۲۵
قیمت فی جلد حصہ اول ۱۲/ صفحات ۲۴۸ کمیشن فی جلد حصہ دوم و سوم ۳/ حصہ اول ۲/

گلدستہ بلوچ (مجموعہ ضروری حل شرح تجربی ہندسہ و حل پرچہ جات)۔

ملنے کا پتہ۔ (۱) منشی خدا بخش ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ
(۲) شیخ غلام محمد اینڈ سنز تاجران کتب خانہ گڑھ ضلع مظفر گڑھ

مارگزیدہ کا حکمی علاج

رجسٹری لفافے کے ذریعے اس شخص کو بتایا جائیگا جو عہ یعنی ایک روپیہ نسخے کی فیس اور ساڑھے چار آنے کا لفافہ ٹکٹ رجسٹری کیلئے منی آرڈر ذیل کے پتے پر بھیجے اور تحریری عہد کرے کہ علاج مذکور کسی اور کو ہرگز نہیں بتاؤنگا۔ یہ دونو شرطیں ضروری ہیں۔ علاج حکمی اور بالکل آسان اور بہت سستا ہے۔ پتہ صاف اور خوشخط لکھئے۔

منشی عابد مسیح بنگلہ نمبر ۵۸۸ ایسپری روڈ جھانسی صوبہ متحدہ

خوشخبری

سیرۃ المحمود۔ حضرت محمود خان تونسوی اور انکے بزرگوں کی مکمل سوانح عمری مع فوٹو صفحات ۱۷۲ قیمت عہ/

گلدستہ زبانی حساب۔ ورنیکلر فائنل کے امیدواروں کے واسطے نہایت مفید ہے۔

گلدستہ بلوچ یعنی تجربی ہندسہ و عملی ہندسہ کی دلکش شرح (حل) جو اپنی مقبولیت سے تیسری بار چھپا ہے۔ مع پرچہ جات ورنیکلر حل شدہ قیمت ۷/

نوٹ۔ ہر کتاب کی ۸ جلد کے خریدار کو ایک جلد مفت دینگے تمام کتب اور دیگر

بلوچ منزل کروڑ ضلع مظفر گڑھ سے طلب کریں محصول بذمہ خریدار

قابل توجہ پبلشران

رسالہ رہنمائے تعلیم میں مخترمی سید محمود صاحب مورخ بی اے کے گیارہ مضامین تذکرہ خواتین کے متعلق سلسلہ وار شائع کئے جاچکے ہیں - انکے علاوہ پانچ مضامین ابھی غیر طبع ہیں یہ مضامین طلباء اور خاصکر طالبات کیلئے جسقدر مفید ہیں اسکے کہنے کی ضرورت ہی نہیں - اگر کوئی صاحب انکا مجموعہ کتابی صورت میں شائع کرنا چاہیں تو رسالہ ہذا کی معرفت مورخ صاحب سے فیصلہ کرلیں -

(مینیجر)

اگر آپ

عملی زندگی میں کامیابی کے خواہاں ہیں
علمی زندگی میں کامیابی کے خواہاں ہیں
تو

ہومیو پیتھک ڈاکٹر۔ اس کتاب کی مدد سے آپ ہومیو پیتھک ڈاکٹری کے متعلق مکمل طور پر واقفیت حاصل کر سکیں گے۔ تشخیص الامراض۔ نسخہ جات۔ طریق علاج وغیرہ نہایت وضاحت بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب ہومیو پیتھک امتحان کا کورس بھی ہے آپ اسکا مطالعہ کر کے گھر بیٹھے ہی امتحان دیکر ڈاکٹری کی سند لے سکتے ہیں۔ مفصل حالات رہنمائے تعلیم اکتوبر ۱۹۳۳ء میں دیکھیں قیمت فی جلد صرف عہ

یونیورسل شارٹ ہینڈ۔ آپ خواہ بی اے ہوں یا ایم اے آپکی کوئی قدر نہیں ہوگی۔ لیکن اگر آپ شارٹ ہینڈ ٹائپ رائٹنگ یا دونو جانتے ہیں۔ تو میٹرکیلیٹوں اور گریجویٹوں کے مقابلہ میں آپ کو ترجیح دیجائیگی اور آپ اعلےٰ سے اعلےٰ جگہ حاصل کر سکینگے۔ اس کتاب کی مدد سے آپ ایکماہ کے قلیل عرصہ میں ہی شارٹ ہینڈ رائٹنگ کے ماہر بن سکینگے۔ قیمت فی جلد صرف عہ

چشمہ صنعت۔ نہ کسی کی ملازمت کیجئے نہ ہی کسی کے ماتحت کام کیجئے۔ اس کتاب کی مدد سے گھر بیٹھے ہی کوڑیوں میں مفید اور کارآمد اشیاء بنا کر اچھا خاصا نفع کمائیے۔ علم دستکاری پر اس سے بہتر کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔ ہر نسخہ لاجواب اور ہر طریقہ آزمودہ ہے۔ قیمت فی جلد صرف ۶ر

ہم سے منگا کر مطالعہ کیجئے کامیابی آپکے پاؤں چومے گی۔ منگا لیجئے۔ پیشگی قیمت بھیجنے والوں کو محصولڈاک معاف۔

اشک ۔ ہندوستان کے سب سے بڑے اور سب سے نہایت دلکش دلچسپ اور بہترین افسانوں کا مجموعہ ہر افسانہ بذات خود کسی مکمل ناول سے کم دلچسپ نہیں۔ کتاب ہذا کے مصنف ملک کے مشہور ادیب فطرت نگار مسٹر پریم چند رہیں جن کے قلم آشنا حضرات ہی اس کتاب کی خوبیوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ قیمت فی جلد ۱۲ر

امرتسری بہن ۔ پنجاب کے تجارتی دارالخلافہ امرتسر کے سنسنی خیز حالات ایک دلچسپ ناول کے پیرایہ میں مطالعہ کرنیکا شوق ہو تو فوراً اس کتاب کو منگوا کر پڑھیں۔ یقیناً اتنی پراسرار زندگی کا مطالعہ آپنے آجتک نہیں کیا ہوگا۔ قیمت فی جلد صرف عہ ر

مسٹریز آف نیو یارک ۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے دارالخلافہ اور دنیا کے متمول ترین شہر نیو یارک کے اخلاق کا مطالعہ کرنے سے اس سے بہتر نہیں مل سکتی۔ ناول کیا امریکہ کے پراسرار حالات کا کچا چٹھا ہے۔ یہ کتاب مس میو کی بدنام زمانہ کتاب "مدر انڈیا" کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ ضرور پڑھیں۔ قیمت فی جلد صرف ۸ر

رموز شاعری ۔ اس کتاب کی مدد سے آپ بغیر کسی کی مدد کے علم عروض سے کماحقہٗ واقفیت حاصل کر سکتے ہیں اور باکمال شاعر بن کر ملک کے مشاہیر ادبا کی صف میں شامل ہو سکتے ہیں۔ حجم دو صد صفحات قیمت فی جلد صرف عہ۔ کتاب ہذا کا نمونہ صرف ار کا ٹکٹ بھیجکر طلب کریں اگر کسی وجہ سے بھی کتاب ناپسند ہو تو ہمیں واپس کر کے اپنی قیمت واپس۔ پانچ روپے سے زیادہ کی کتاب بمشت منگانے والوں کو ۲ر روپیہ کمشن بھی دیا جائیگا۔

منگانے کا پتہ۔ **مینیجر دی پریم پبلشنگ ہاؤس کوہ سپاٹو (پنجاب)**

ایک ہندوستانی کے دماغ کی بہترین ایجاد علاج بذریعہ ہوا

AIRO PATHIC ... OF SCIENCE ...

ایرو پیتھک ہوم آف سائنس (رجسٹرڈ) کے ممبر بنکر اس قدرتی طریق علاج کو مقبول عام بنانے میں مدد دیں۔ یہ آپکا فرض اولین ہے فوراً آنے ۵/ ۹۵ ۱۰ سن کر اپنے فرض سے سبکدوش ہوں۔ جواب کیلئے ار کا ٹکٹ جوابی کارڈ بھیجیں۔ پتہ ڈاکٹر بی سی گپتا اوتر بازار سبا نکھوڈ (پنجاب)

غریب طلبا کے لئے نادر موقع

ہمیں اپنی شہرۂ آفاق سکیم کو رائج کرنیکے لئے ہر شہر و قصبہ میں ایک ایک ایجنٹ کی ضرورت ہے۔ غریب طلبا کے مفاد کا خیال رکھتے ہوئے یہ کام صرف انہیں طلبا کو دیا جائیگا۔ جنکی مفلسی انکے سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب تصدیق کر دیں۔ روزانہ فالتو وقت ایک آدھ گھنٹہ کام کرنا ہوگا۔ ۳۰ سے ۴۰ روپے ماہوار تک آمدنی ممکن ہے۔ لٹریچر کے صحیح استعمال کے ...

دورِ جدید　　رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶　　بابت ماہ نومبر ۱۹۳۳ء

رہنمائے تعلیم لاہور کا

گلدستۂ اطفال

یعنی

بچوں کا اخبار

(یہ بچوں کا شاندار گلدستہ اگست ۱۹۲۲ء سے باقاعدہ جاری ہے)

سالانہ چندہ ایک روپیہ (عہ/)

جلد ۱۳	بابت ماہ نومبر ۱۹۳۳ء	نمبر ۱۱

عزیز بچو!

تم نے گلدستۂ اطفال کا جوبلی نمبر نہ دیکھا ہو تو آج ہی ۴/ کے ٹکٹ لفافہ میں ڈال کر بھیجدیں تاکہ یہ نادر اور باتصویر تحفہ آپ کو بھیج دیا جائے آپ اس دلچسپ اور عمدہ عمدہ کہانیوں۔ لطیفوں اور دیگر مضامین کے مجموعہ سے ضرور خوش ہونگے ٹکٹ اس پتہ پر ارسال کریں۔

ماسٹر جگت سنگھ پروپرائٹر رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی ۵۵۰)

دلچسپ معلومات

(۱) آگرہ میں ایک بکری کے بچہ پیدا ہوا ہے! جس کی آٹھ ٹانگیں اور ۴ چار کان اور ۲ دو دُم ہیں۔ مُنہ کا راستہ بالکل بند ہے۔ وہ مر گیا ہے۔ مگر مالک ۲ دو پیسے ٹکٹ لگا کر اس کی نمائش کر رہا ہے۔

(۲) ضلع کوہاٹ میں ایک آدمی ہے جس کی عمر ایک سو ۱۶۰ ساٹھ سال کی ہے۔ وہ ابھی تک

تندرست ہے۔ اس کا نام بازگل خاں ہے۔ اُسکے دو لڑکے ہیں۔ ایک کی عمر ۱۲۵ سال کی اور دوسرے کی ننانوے ۹۹ سال۔

(۳) ملک یورپ میں نئی نئی ایجادیں ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ اب تک وہاں غسل کرنے کے سینکڑوں طریقے ایجاد ہو چکے ہیں۔ ہر ایک طریقہ بہت دلچسپ ہے۔ سورج کے ذریعے غسل کرنے کا طریقہ چار پانچ سال سے رائج ہے۔ بتی کا غسل۔ ترکی غُسل۔ جھاگو کا غسل ریت کا غُسل وغیرہ پہلے جاری تھے۔ اَب وہاں ایک نیا طریقہ جاری ہُوا ہے۔ جس کو خالص "دُودھ کا غسل" کہتے ہیں۔ روس لوگوں کا خیال ہے۔ کہ اِس غسل سے کوئی بیماری نہیں ہوتی۔ اور خوبصورتی بدستور باقی رہتی ہے۔

(۴) حال ہی میں رُوس میں ایک بہت بڑا غبارہ تیار ہُوا ہے۔ جو دُنیا میں سب سے بڑا مانا گیا ہے۔ ۱۲ میل کی بلندی طے کر چکا ہے۔ اس میں چار سو آدمیوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔

(۵) بلگریڈ کے گرد و نواح کے جنگلات میں ایک درخت پر ایک ضعیف العمر انسان زندگی بسر کرتا ہے۔ اُس کی ڈاڑھی اور مونچھیں پاؤں تک لمبی ہیں۔ اور کپڑے بھی سب خستہ حالت میں ہیں۔ بالکل خاموش رہتا ہے۔ بانسوں کے ذریعے اُس کو روٹی پہنچاتے ہیں مل جائے تو کھا لیتا ہے نہ ملے تو مانگتا نہیں کہتے ہیں کہ پہلے وہ بڑا امیر آدمی تھا۔ بہت مدت کے بعد لوگوں نے اُسے اِس درخت پر دیکھا۔ تب سے اُس کو چند حرف کہتے سُنا گیا ہے کہ "زمین مجھے دُکھ دیتی ہے"۔ ظفر علیخاں

(۶) پیرس کے ایک اسکول میں سولہ ایکڑ زمین کے رقبہ میں ساری دُنیا کا نقشہ بنایا گیا ہے مصنوعی پہاڑ، سمندر بڑے بڑے دریا اور شہر وغیرہ سب دکھائے گئے ہیں۔ لڑکے ایک چھوٹی سی کشتی میں بیٹھ کر یورپ سے امریکہ پہنچ جاتے ہیں۔ پھر ملک کی خاص چیزیں ہر مُلک کی جگہ پر مہیا کر دی گئی ہیں۔ اسکول کے بچے اِس نقشے کو دیکھ کر بڑی دلچسپی کے ساتھ گویا تمام دُنیا کا جغرافیہ پڑھ لیتے ہیں۔

ظفر علیخاں ۲۔ ۱۔ ج اسلامیہ ہائی سکول لاہور

نیک بچے کی دُعا

خدایا! مجھے نیک لڑکا بنا دے — وہ رستہ جو سیدھا ہے مجھکو دکھا دے
ہو شیوہ مرا نیکی و خلق و احساں — مجھے نیک لڑکوں کی خصلت سکھا دے
میں کام آسکوں بیکس و ناتواں کے — کہ خوش ہو کے مجھ کو وہ سچّی دعا دے
خدایا! مری التجا بس یہی ہے؟ — بزرگوں کی تعظیم کرنی سکھا دے
تری حمد کے گیت گاتا پھروں میں — یہی ایک تو میرے دل کو لگا دے
بدی سے شرارت سے بھاگوں ہمیشہ — مرا گھر الٰہی تو جنّت بنا دے

عبدالعزیز تبسم از [illegible]

لطیفہ

ایک صاحب کالج میں تعلیم پاتے تھے۔ ایک دن اُنکا نوکر آیا۔ آقا اور نوکر میں اس طرح گفتگو ہوئی۔
آقا۔ مکان کی کیا خبر ہے؟
نوکر۔ صرف آپ کا کُتّا مر گیا باقی سب خیریت ہے۔
آقا۔ کس بیماری سے؟
نوکر۔ اس نے گھوڑے کا گوشت زیادہ کھا لیا تھا۔
آقا۔ کیا گھوڑا بھی مر گیا؟
نوکر۔ کیا دانہ نہ ملنے سے وہ زندہ رہ سکتا تھا؟
آقا۔ میں نے تو دو تھیلے چنے بھیج دیئے تھے؟
نوکر۔ چنے تو آپ کی والدہ کے جہلم میں صرف ہو گئے۔
آقا۔ کیا والدہ صاحبہ نے بھی انتقال فرمایا۔
نوکر۔ جی ہاں۔ آپ کے بیٹے کے غم میں۔
آقا۔ تو کیا میرا لڑکا بھی مر گیا؟
نوکر۔ دُودھ نہ ملنے سے کیسے زندہ رہ سکتا تھا؟
آقا۔ تو کیا میری بیوی بھی مر گئیں۔
نوکر۔ آپ کی بیوی کمرہ میں آرام کر رہی تھی۔ جب کمرے کے اطراف میں آگ لگ گئی۔ تو کیسے بچ سکتی تھی۔
آقا۔ تو کیا ہمارا مکان بھی جل گیا
نوکر۔ جی ہاں۔ خبر تو ذرا خراب ہی معلوم ہوتی ہے۔

(ترجمہ) محمد عبدالحی

لطیفہ۔ رگھبیر سنگھ۔ میرا انڈا برف کی طرح ٹھنڈا ہے۔ بشو کر سنگھ۔ میرا تو بہت گرم ہے۔ نا معلوم آپ کا کیوں ٹھنڈا ہے؟ رگھبیر سنگھ۔ تو پھر باورچی نے میرا انڈا ٹھنڈے پانی میں اُبالا ہوگا۔

حلم

(نرمی)

وہ کون ہے۔ جو خلیفہ عمر کے نام نامی سے آشنا نہ ہو۔ وہ غائیت درجے کے حلیم الطبع خلیق ملنسار (بہت زیادہ) (نرم طبیعت والا)
اور ہر دلعزیز آدمی تھے۔ ان کے پاس ایک گوہر نایاب تھا۔ ایک دفعہ اُنہوں نے ایک سنار
کو بُلایا۔ اور وہ گوہر شاہوار دیکر کہا۔ کہ اس کو ایک انگوٹھی میں نگینہ کی جگہ جڑ لائے۔
(قیمتی ہیرا۔ قیمتی موتی)
سنار اپنے فن میں کامل تھا۔ وہ گوہر نایاب لے کر واپس آگیا۔ جب وہ اسے انگوٹھی میں
جڑنے لگا۔ تو قدرتاً اس کے ہاتھ سے گر کر چار ٹکڑے ہو گیا۔

اب تو سُنار کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ اس نے اپنے پاس رکھنا
(مارے دہشت کے خون خشک ہو گیا)
مناسب نہ سمجھا۔ اور لے کر خلیفہ عمر کی خدمت میں چلا گیا۔

خلیفہ نے جب اس کے چہرے پر مُردنی چھائی ہوئی دیکھی۔ فوراً تاڑ گئے کہ اس گوہر شاہوار
(قیمتی ہیرا۔ قیمتی موتی)
کی خیر نہیں۔ اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

کہو میاں کس لئے آئے ہو؟

یہ سُن کر سنار رونے لگ گیا۔ اور ہاتھ باندھ کر کہا۔ حضور اگر جان کی امان پاؤں تو سارا
ماجرا کہہ سناؤں؟ خلیفہ عمر نے کہنے کا اشارہ کیا۔

تب اس سنار نے کہا۔ حضور آپ کا یہ گوہر بے بہا غلطی سے میرے ہاتھ سے گر کر چار ٹکڑے
(قیمتی ہیرا۔ قیمتی موتی)
ہو گیا ہے۔ اگر میں چاہتا۔ تو اسے اس طرح سے جوڑتا کہ آپ کو اس کے ٹوٹنے کا گمان تک بھی نہ
ہوتا۔ لیکن میں نے خود بدولت کو دھوکا دینا مناسب نہ سمجھا۔ اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر
تمام ماجرا گوش گزار کر دیا۔ اب آپ جیسے چاہیں کریں۔ میں حاضرِ خدمت ہوں۔

یہ کہکر پھر رونا شروع کر دیا۔

اگر خلیفہ عمر چاہتے۔ تو اسے سزا دیتے۔ لیکن آپ نے یہ بات گوارا نہ کی۔ اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ اس میں رونے کی کونسی بات ہے۔ جاؤ ان ٹکڑوں کو واپس لے جاؤ۔ اور علیحدہ علیحدہ چار انگوٹھیوں میں جڑ کر لے آؤ۔

پیارے بچو! خلیفہ عمر سب کچھ کر سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے سنار کو کوئی ایذا (تکلیف سوتھی) دینا مناسب نہ سمجھا۔ اور اس کا قصور معاف کر دیا۔ تمہیں بھی چاہئیے۔ کہ جو قصور کرو اس کا اقرار کر لو۔ اور جب کوئی تم سے معافی کا خواستگار ہو۔ اسے دل سے معاف کر دو۔

کرتار سنگھ پانچ جونیر سپیشل کلاس سنٹرل موڈل سکول لاہور

صحت قائم رکھنے کے چند سنہری اصول

(۱) رات کو بہت دیر تک نہ جاگو اور صبح جلدی اُٹھو۔

(۲) روزانہ ایک مرتبہ تازہ پانی سے غسل کر کے تولیہ سے اچھی طرح پونچھ ڈالو مگر بخار میں مت نہاؤ

(۳) نشہ اور اشیا کو استعمال مت کرو مثلاً شراب۔ بھنگ۔ پوست۔ تمباکو وغیرہ۔

(۴) کھلے اور ہوادار مکان میں بودوباش کرو اور کھلی ہوا میں سوؤ مگر شبنم سے جسم کو بچائے رکھو۔

(۵) سر کو سرد اور پاؤں کو گرم رکھو مگر زکام میں سر کو ضرور ڈھک کر گرم کرو۔

(۶) جب تک بھوک نہ لگے مت کھاؤ اور ابھی کچھ بھوک باقی رہے تو بس کر جاؤ۔

(۷) صبح اور شام پا پیادہ ایک آدھ گھنٹہ سیر کرو اور تازہ ہوا حاصل کرو۔

(۸) ورزش ضرور کیا کرو خواہ ڈنڈ نکالو مگر بخار میں ملتوی کر دو۔

(۹) تیز گرم۔ باسی یا بدبودار اشیاء نہ کھاؤ۔

(۱۰) بہت دیر تک پیاس مت روکو اور کثرت سے بار بار پانی بھی مت پیو۔

(۱۱) نصف جسم سایہ میں اور نصف دھوپ میں یا نصف اندر اور نصف باہر رکھ کر مت سوؤ۔

(۱۲) چاء پیکر پانی نہ پیو اور بخار میں پاؤں پانی میں مت ڈالو۔

(۱۳) [illegible]

نظام الدین شرف الدین گوزیکو بھیمری ضلع تھانہ

پانی پت کی دوسری لڑائی

(از جناب شیخ رحیم الدین صاحب پانی پتی)

اکبر خاندان مغلیہ کا تیسرا بادشاہ گذرا ہے۔ یہ بادشاہ ایسا اولوالعزم۔ بہادر اور ہردلعزیز تھا کہ تاریخ میں اسکا نام ہمیشہ یادگار رہیگا۔ اپنے باپ ہمایوں کی وفات کے وقت اسکی عمر صرف چودہ برس کی تھی ہمایوں نے اسکو اُس کے اتالیق بیرم خاں کے ساتھ پنجاب میں دشمنوں سے لڑنے کے لئے چھوڑا ہوا تھا کہ خود آگرہ میں سنگ مرمر کی سیڑھیوں پر سے گر کر مر گیا۔ بیرم خاں نے اسکو کلانور (پنجاب) کے مقام پر بڑی دھوم دھام سے تخت پر بٹھایا۔ تخت نشین ہوتے ہی سینکڑوں دشمن اُسکی کم سنی کا خیال کر کے اُس سے لڑنے کو تیار ہو گئے۔ انہیں میں ایک شخص ہیموں نامی ذات کا بنیا بھی تھا۔ یہ عادل شاہ والئے بہار کا سپہ سالار تھا۔ بڑا بہادر اور فنون جنگ کا ماہر تھا اُس نے پے درپے بائیس لڑائیوں میں سلطان عادل شاہ کے مخالفوں کو شکستیں دی تھیں۔ ان کامیابیوں کی وجہ سے اُس کے دل میں خود بادشاہ بن جانے کی ہوس پیدا ہو گئی تھی۔ اُس نے جب اکبر کی تخت نشینی کا حال سُنا تو یہ سوچ کر کہ اوّل تو اکبر لڑکا ہے اور دوسرے دار الخلافہ سے دُور پنجاب میں کئی بادشاہوں سے برسرپیکار ہے۔ ارادہ کر لیا کہ اُسکی سلطنت پر قبضہ کر لوں۔ پس فوراً پچاس ہزار سوار فوج ایک ہزار جنگی ہاتھی اور پانسو توپیں ساتھ لیکر بہار سے روانہ ہو پڑا۔ اور بے خبری میں آگرہ پر حملہ کر دیا۔ یہاں سکندر خاں اکبر کی طرف سے حاکم تھا۔ وہ اپنے آپ کو ہیموں سے مقابلہ کے ناقابل سمجھ کر فوج سمیت دہلی کی طرف بھاگا۔ ہیموں کی فوج نے اسکا تعاقب کر کے دو تین ہزار آدمیوں کو قتل کر دیا ۴

اور آگرہ پر قبضہ جما کر دہلی کی طرف بڑھا۔ یہاں تردی بیگ حاکم تھا۔ اُس نے ادھر اُدھر کے اُمراء کو دہلی میں جمع کیا اور مقابلہ پر آمادہ ہو گیا اور فوج لیکر مقابلہ کو نکل کھڑا ہوا۔ لڑائی نہایت زور شور سے شروع ہوئی اور دونو طرف کے بہادر کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ آخر کار تردی بیگ کے میسرہ اور ہراول نے ہیموں کے میسرہ اور ہراول کو شکست فاش دی اور حسین خاں جلوانی کو جو ہیموں کے بہترین افسروں میں سے تھا قتل کر دیا۔ تین ہزار سے زیادہ سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اُتارا۔ چار سو ہاتھی اور بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔ اس میں سے ایک دستہ شکست خوردہ فوج کے تعاقب

میں گیا اور ایک سلوٹ مار کرنے لگا۔ مگر اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تردی بیگ کے پاس بہت تھوڑی فوج رہ گئی ہیموں نے یہ حال دیکھکر ایک مضبوط دستہ فوج کے ساتھ اُسپر حملہ کردیا۔ تردی بیگ کی فوج میں ایک شخص پیر محمد خاں شروانی خاص اس غرض کے لئے شریک تھا کہ کسی طرح تردی بیگ کو شکست دلائے۔ قصہ یہ تھا کہ بیرم خاں اتالیق اکبر اور تردی بیگ کے درمیان سخت رنجش تھی۔ بیرم خاں اُسکو نقصان پہنچانا چاہتا تھا۔ اُس نے یہ موقع غنیمت سمجھ کر شروانی کو اُسکی فوج میں اسی غرض کے لئے بھیجا تھا۔ جب ہیموں نے حملہ کیا تو شروانی مع اپنے دستہ کے ایکدم بھاگ کھڑا ہوا۔ دوسری فوج نے جو یہ دیکھا تو وہ بھی بھاگی اور مجبوراً سپہ سالار تردی بیگ کو بھی بھاگنا پڑا۔ اور اس طرح فتح شکست میں تبدیل ہو گئی۔ ہیموں تمام افسران اور فوج کے ساتھ دہلی میں داخل ہوا اور اپنی تخت نشینی کا اعلان کردیا اور اپنا لقب راجہ بکرماجیت رکھا۔ اس فتح کے زعم میں اُس نے مغلوں کا ہندوستان سے بالکل استیصال کرنے کا عزم کرلیا۔

اس وقت شہنشاہ اکبر صرف بیس ہزار فوج لئے جالندھر میں تھا۔ جب اُسکو اس شکست کی خبر پہنچی تو بہت گھبرایا۔ اور بیرم خاں کے مشورہ سے تمام افسران کو جمع کیا۔ اور اس کے متعلق مزید مشورہ طلب کیا۔ بہت سے سرداروں نے رائے ظاہر کی کہ ہمارے پاس دشمن سے لڑنے کے لئے کافی فوج نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کابل چلے چلیں۔ اور آئندہ سال کافی فوج لیکر آئیں اور دشمن کو اپنے ملک سے نکال دیں۔ لیکن بیرم خاں نے اِسکی مخالفت کی اور اُنکو بہت کچھ شرم و غیرت دلائی۔ اکبر نے بھی بیرم خاں کی تائید کی اور کہا کہ اب تو بغیر لڑے مرے نہیں چھوڑونگا۔ نوعمر بادشاہ کی باتوں نے تمام سرداروں کے دلوں پر بڑا اثر کیا۔ وہ سب اپنی ٹیک ٹیک کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ یا تو اپنی سلطنت واپس لیں گے یا یہیں مرجائیں گے۔

اکبر نے اپنی تمام فوج جمع کرکے ۱۴ر اکتوبر ۱۵۵۶ء کو بقرعید کی نماز کے بعد دہلی کی طرف کوچ کردیا اور ۲۲ر اکتوبر کو سرہند پر پہنچ گیا۔ تردی بیگ اور تمام دوسرے بھاگے ہوئے سردار بھی یہاں آگئے۔ یہاں اُسکی فوج میں ایک نہایت ناخوشگوار واقعہ پیش آیا۔ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ بیرم خاں کو تردی بیگ خاں سے حسد اور تعصب

پیدا ہو گیا تھا وہ ہمیشہ کسی نہ کسی موقع کی تاک میں رہتا تھا۔ اُسکو یہ اچھا موقع ہاتھ آیا۔ اکبر تو شکار کھیلنے گیا ہُوا تھا۔ اُس نے دھوکے سے تردی بیگ کو اپنے خیمے میں تنہا بلا لیا۔ خود تو رفع حاجت کے بہانہ سے باہر چلا گیا اور نوکروں کو اُس کے قتل کا اشارہ کردیا۔ اُنہوں نے فی الفور اُس کی گردن اُڑا دی۔ اکبر جب شکار سے واپس آیا تو یہ واقعہ سُنکر آگ بگولا ہو گیا۔ لیکن بظاہر مصلحتِ وقت سمجھ کر بیرم خاں کو سزا نہ دی۔ بیرم خاں نے بادشاہ کی خفگی کا حال سُنکر مولانا پیر محمد خاں شروانی کی معرفت بادشاہ سے بہت کچھ معذرت کی۔ مگر اکبر کے دل میں اسکی طرف سے رنجش بیٹھ گئی۔ بیرم خاں کی اس حرکت سے تمام چغتائی سردار اُس کے دشمن ہو گئے۔ اور اگر وہ موقع کی نزاکت کو نہ دیکھتے تو ضرور اکبر کا لشکر آپس ہی میں لڑ مرتا۔

الغرض اکبر نے یہاں سے اوّل تو علی قلی خاں شیبانی کو دس ہزار فوج دیکر بطور ہراول روانہ کردیا۔ اور اس کے بعد خود بھی دہلی کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس اثنا میں ہیموں دہلی میں حکومت کرتا رہا۔ جب اُس نے سُنا کہ اکبر کی فوج سرہند سے دہلی کی طرف روانہ ہو گئی تو وہ بھی مقابلہ کے لئے چل پڑا۔ مگر خود چلنے سے پہلے اپنا عظیم الشان توپخانہ روانہ کردیا کہ پانی پت کے میدان میں توپیں نصب کردی جائیں اور مورچہ بندی بھی کردی جائے۔ اور اسکے بعد خود بھی کوچ کردیا۔ اس سے تو فنونِ جنگ کے ماہر ہی واقف ہونگے کہ ہیموں کا یہ فعل قواعدِ جنگ کے مطابق تھا یا خلاف لیکن عملی طور سے یہ ہیموں کے لئے ہلاکت کا موجب ہُوا۔ توپخانہ پانی پت پہنچ چکا تھا۔ فوج ابھی پیچھے ہی تھی کہ علی قلی خاں دس ہزار فوج کا ہراول لیکر پانی پت پہنچ گیا اور دم زدن میں توپخانہ پر قبضہ کرلیا۔ توپخانہ کے ساتھ جتنے آدمی تھے یا مارے گئے یا بھاگ گئے۔ اس واقعہ سے ہیموں کی کمر ٹوٹ گئی لیکن اب بھی اُس کے پاس کافی فوج اور لڑائی کا سامان تھا۔ وہ تیس ہزار راجپوت اور افغانوں کا لشکر جرار جن میں بڑے بڑے بہادر اور جہاندیدہ سردار تھے اور پانسو جنگی ہاتھی ساتھ لیکر پانی پت کے میدان میں خیمہ زن ہُوا۔ لکھا ہے کہ یہ ہاتھی ایسے زبردست تھے کہ ایک ٹکر میں بڑے بڑے مضبوط قلعوں اور فصیلوں کو پاش پاش کردیتے اور ایک جھٹکے میں درختوں کو جڑ سے اکھیڑ ڈالتے تھے۔

۱۵۵۶ء

اور سواروں کو گھوڑوں سمیت سونڈ میں اُٹھا لیتے تھے۔ دوسری جانب سے اکبر بھی بیس ہزار فوج لئے ۵ نومبر کو جمعرات کے روز اُس کے مقابل آ پہنچا۔ ہیموں نے اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ قلب۔ میمنہ۔ میسرا قلب اپنی کمان میں رکھا۔ میمنہ پر شادی خاں میواتی کو اور میسرہ پر اپنے چھوٹے بھائی رمن کو افسر مقرر کیا اور پانسو جنگی ہاتھی اپنی فوج کے آگے آئین جنگ کے موافق کھڑے کئے۔ اُسکی فوج کے تمام سردار ہاتھیوں پر سوار تھے اور وہ خود بھی ایک بڑے زبردست ہاتھی پر جس کا نام ہوائی رکھا ہُوا تھا سوار تھا۔

۱۳ نومبر ۱۵۵۶ء بروز جمعہ صبح کے وقت اکبر کو خبر لگی کہ دشمن کی فوج حملہ کے لئے آ رہی ہے۔ اس نے علی قلی خاں شیبانی کو ایک زبردست دیگر فوج کے پیچھے رکھا۔ اور اپنی فوج کے آگے ایک لشکر بطور ہراول کھڑا کیا۔ اصلی فوج کے قلب پر بیرم خاں کو افسر اور میمنہ میسرہ پر دیگر سرداروں کو افسر مقرر کیا۔ یہ انتظام کرنیکے بعد اکبر ہیموں کے مقابلہ کے لئے چل پڑا۔ سب سے پہلے اکبر کے ہراول اور ہیموں کی مٹھ بھیڑ ہوئی۔ ہیموں نے اس کو شکست فاش دی اور بھگا دیا۔ اس کے بعد اکبر کی اصلی فوج مقابلہ پر آئی لیکن ہاتھیوں کی وجہ سے اس کے میمنہ اور میسرہ کے قدم اکھڑ گئے۔ کیونکہ اُن کے گھوڑے ہاتھیوں کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر سوار گھوڑوں سے کود پڑے اور تلواروں سے مقابلہ شروع کر دیا۔ اُس کے قلب پر بیرم خاں افسر تھا۔ یہ بڑا تجربہ کار اور بہادر جنرل تھا اور ایران میں ہاتھیوں کی لڑائی کا کافی تجربہ حاصل کر چکا تھا۔ اُس نے بڑی بہادری سے ہیموں کا جو اپنی فوج کے قلب پر افسر تھا تیروں سے مقابلہ کیا۔ ادھر جب علی قلی خاں شیبانی نے اپنی فوج کی حالت خراب دیکھی تو فوراً اپنی فوج لیکر ہیموں کے لشکر کے پیچھے پہنچ گیا۔ اور تیروں اور تلواروں سے شدید حملہ کر دیا۔ اس سے ہیموں گھبرایا لیکن ہمت نہ ہاری۔ اُسکی فوج بھی چاروں طرف دشمن کا بہادری سے مقابلہ کر رہی تھی اور اکبر کی فوج بھی اپنی پوری جان لڑا رہی تھی دونو طرف کئی بڑے بڑے افسر مارے گئے۔ اکبر کی طرف سے محمد قاسم خاں منیشا پوری وغیرہ اور ہیموں کی طرف سے شادیخاں میمنہ کا افسر اور بھگوانداس جو بڑا تجربہ کار اور بہادر جنرل تھا قتل ہو گئے

ہو گئے لیکن اسکے باوجود دونو طرف کی فوج نے ہمت نہ ہاری۔ دونو طرف کی سپاہ کٹ کٹ کر گر رہی تھی۔ اور مرنے مارنے پر تلے ہوئے تھے کسی کو بھی فتح و شکست کے آثار دکھائی نہیں دیتے۔ اسی اثنا میں ناگاہ ہیموں کے ایک تیر لگا اور اسکی آنکھ پھوڑ کر سر کے پار نکل گیا۔ وہ بیہوش ہوکر گر پڑا۔ اُسکی فوج نے جو یہ حالت دیکھی تو سمجھی کہ ہیموں مارا گیا اور شکستہ دل ہوکر بھاگ نکلی۔ اکبر کی فوج نے اُس کا تعاقب کیا۔ اور ہزاروں فیلبانوں کو تیروں سے مار کر انکے ہاتھی پکڑ گئے۔ ہیموں کے ہاتھی کا فیلبان بھی مارا گیا۔ ہیموں بیہوش تھا۔ اُسکا ہاتھی بے سرا جنگل کو بھاگا جاتا تھا کہ شاہ قُلی خاں نے پہچان لیا اور بھاگ کر اُسے پکڑ لیا۔ الغرض ہیموں کے لشکر کو شکست فاش ہوئی اور میدان اکبر کے ہاتھ رہا۔ ہیموں کے پانچ ہزار سپاہی تو میدانِ جنگ ہی میں قتل ہوئے اور جو بھاگتے ہوئے مارے گئے اُنکا کچھ شمار ہی نہیں۔ پندرہ سو ہاتھی اکبر کے لشکر نے پکڑے اور دشمن کے تمام خیمے لوٹ لئے جن میں بے شمار مال و دولت اُن کے ہاتھ لگا۔ اکبر نے اُسی وقت سکندر خاں اوزبک کو دہلی پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجدیا جس نے فوراً جاکر قبضہ کر لیا۔ اکبر پانی پت ہی میں ٹھہر گیا۔ فوج نے تمام مال غنیمت اُس کے سامنے پیش کیا۔ ہیموں کو بھی پیش کیا گیا۔ جب اُسے ہوش آیا تو اکبر نے پوچھا کہ بول کیا چاہتا ہے۔ لیکن اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بیرم خاں نے اکبر سے کہا کہ یہ پہلا دشمن ہے جو گرفتار ہوا ہے۔ آپ اپنے ہاتھ سے اسکا سر اُتار دیجئے مگر اُس نے جواب دیا کہ میں ایک بندھے ہوئے نیم جان آدمی کو مارنا بُزدلی سمجھتا ہوں۔ اس پر خود بیرم خاں نے اُس کا سر تلوار سے اُڑا دیا۔ اکبر نے اُسکا سر کابل کے دروازے پر اور دھڑ دہلی کے دروازے پر لٹکانے کے لئے بھیجدیا۔

اس کے بعد تمام مالِ غنیمت اپنی فوج کو تقسیم کیا اور پندرہ سو ہاتھی اور توپخانہ محکمہ جنگ کے سپرد کر دیا۔ اور اس فتح کی یادگار میں اپنے خیمے کی جگہ ایک سرائے بنانے کا حکم دیا جس کے کھنڈرات ابتک پانی پت سے چند میل کے فاصلہ پر موضع گھرونڈہ میں موجود ہیں۔ دوسرے روز اکبر اپنی تمام فوج سمیت دہلی کی جانب روانہ ہو گیا اور اپنے تخت پر دوبارہ متمکن ہوا۔ کئی روز تک جشن منائے اور افسروں اور فوج کو خوب انعام و اکرام عطا کئے۔

رموُلس اور ریمس

بہت زمانہ گذرا ٹرائے کے مشہور شہر میں اینیاس نامی ایک شہزادہ رہتا تھا جب لوگانیوں نے ٹرائے کو فتح کیا تو اینیاس بھاگ گیا۔ جب وہ بھاگا تو اپنے باپ اینکیس کو ساتھ لیکر سمندر عبور کر کے مغرب کی طرف ایک شہر میں چلا گیا وہ اپنے ساتھ بہت سے ٹرائے کے رہنے والے لوگوں کو بھی لے گیا۔ وہ سب لاٹن لوگوں کے ملک کو گئے جن کا راجہ لائینس تھا۔ ٹرائے کے لوگ اور لاٹن کے باشندے آپس میں بہت لڑتے رہے اور آخر کار لڑائی کے لوگ کامیاب ہوئے۔ بیچارا بادشاہ لائینس مارا گیا۔ اور اینیاس اسکی جگہ بادشاہ ہو گیا۔

اینیاس کی اولاد نے اُسکی سلطنت پر تین سو برس تک حکمرانی کی۔ اِنکی دارالسلطنت کا نام ایلبا تھا۔

اینیاس کا ایک چھوٹا بھائی بھی تھا جس کا نام ایمولئیس تھا۔ وہ ایک تندمزاج اور حوصلہ مند آدمی تھا۔ اور خود راجہ ہونا چاہتا تھا۔ ایمولئیس نے بھائی کے برخلاف بغاوت کی اور اسکو تخت سے اُتار کر خود ایلبا کا راجہ بن گیا۔

اینیاس کے ایک لڑکی تھی جس کا نام ریاسلویا تھا۔ ایمولئیس نے خیال کیا کہ اگر ریاسلویا کی شادی ہو گئی تو اسکے بیٹے ہونگے (ممکن ہے) وہ اپنے بیٹوں سے کہے کس طرح میں نے اسکے والد کا تخت چھین لیا۔ اور جب وہ بڑے ہوں اور میرے خلاف بغاوت کر کے مجھے قتل کر ڈالیں۔ اس لئے میں ایسا کرونگا کہ وہ پاک آگ کے مندر میں جا کر رکھوالی کرنے لگے تاکہ اسکی کہیں شادی نہ ہو سکے۔

ایمولئیس نے ایسا ہی کیا اور ریاسلویا کو مندر میں بھیجدیا۔ اب اس نے اپنے آپ کو محفوظ سمجھا۔ کیونکہ اسے خیال تھا کہ اب ریاسلویا شادی نہ کر سکے گی لیکن دیوتا مارس ریاسلویا کو پیار کرتا تھا۔ اور دیوتا ہونے کی وجہ سے اگر اسکی خوشی ہو تو وہ اس سے شادی کر سکتا تھا۔ اس طریقہ سے بادشاہ ایمولئیس کا مقصد پورا نہ ہوا۔ اور ریاسلویا کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ تب بادشاہ بیحد ناراض ہوا۔ اور ان دونو توام بچوں کو چھین کر ٹوکری میں ڈالکر دریائے ٹائیبر میں بہا دیا۔ اس خیال سے وہ ضرور ڈوب جائیں گے یا انہیں کوئی جانور کھا جائیگا۔

اس وقت دریائے ٹائیبر طغیانی پر تھا۔ ان توام لڑکوں کی ٹوکری نہ ڈوبی بلکہ وہ دریا سے نکل کر کھیتوں میں تیرتی رہی کیونکہ طغیانی کی وجہ سے کھیت پانی سے بھرے تھے۔ جب طغیانی کم ہوئی اور پانی بھی اُتر گیا تو ٹوکری اونچے ٹیلہ پر سوکھی زمین پر رہ گئی۔

دونو بچوں کو کچھ کھانیکے لئے نہیں ملا تھا۔ اس وجہ سے وہ اپنی ماں کو چیخ چیخ کر رو رہے تھے۔ اس وقت ایک بوڑھی بھیڑ پانی پینے دریا کے کنارے آئی۔ اور بچوں کے چلانے کی صدا سُنکر انکے پاس گئی۔ اور دونو بچوں کو اپنا دودھ پلا کر خوب سیر کیا۔ اس طرح انکی جان بچی۔ اتنے میں گڈریا آگیا اور اس نے انکو وہاں پایا۔ رحمدل گڈریا نے انکی پرورش کی اور انکا نام رومیولس اور ریمس رکھا۔ وہ جوان ہوکر خوب لمبے چوڑے اور طاقتور ہوئے۔ اور گڈریوں ہی میں رہتے رہے۔ اور اپنے دھرم باپ کو گلہ چرانے میں مدد دینے لگے۔ ایک موقع پر ان دونو کو یہ پتہ چل گیا کہ انکا نانا کون تھا۔ تب وہ ایمولیئس پر بہت برافروختہ ہوئے اور گڈریوں کی فوج جمع کر کے شہر میں گھس کر بادشاہ کو مار ڈالا۔ اور اپنے نانا کو جو کہ حقدار تھا تخت پر بٹھا دیا۔

اس کے بعد وہ ایک نیا ملک آباد کرنیکے لئے ایلبا سے چل پڑے۔ گڈریوں نے انکو وہ جگہ دکھائی جہاں انکی ٹوکری پائی گئی تھی۔ تب انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اس مقام پر شہر آباد کیا جائے۔ کونسا بھائی پہلا پتھر رکھے اور شہر کی بُنیاد ڈالے۔ انہیں یہ معاملہ طے کرنا پڑا۔

اس مقام پر چند پہاڑیاں تھیں جہاں ٹوکری کنارے پر چڑھ آئی تھی پہلی پہاڑی کا نام پیلیٹائن اور دوسری کا نام اوینٹائن تھا۔ ایک رات کو ریمس اوینٹائن پہاڑی پر چڑھ گیا اور رومولس پیلیٹائن پر وہ کسی ایسی نشانی کا انتظار کر رہے تھے جس سے پتہ چلے کہ کونسا بھائی شہر کا بانی ہو۔ تڑکے ریمس نے ۶ گدھ آسمان پر دیکھے اور رومولس نے ۱۲۔ اس لئے رومولس نے شہر کی بُنیاد ڈالی اور اپنے نام پر اس شہر کا نام روم رکھا۔ وہ وہ ایک دیوار بنانے لگا۔ اور جب دیوار بنا رہا تھا تو ریمس اپنی حقارت دکھانے کیلئے اس دیوار کے اوپر کود پڑا۔ رومولس نے اسے اپنی تلوار سے یہ کہکر قتل کر ڈالا۔ "جو کوئی ان دیواروں کو پار کرے وہ اسی طرح قتل کیا جائیگا"۔ یہی کہانی ہے رومولس نے سات پہاڑیوں والے شہر یعنی روم کی اس طرح بُنیاد ڈالی۔ اُسکے بعد روم دُنیا بھر

بیوہ کا چراغ

پیارے بھائیو! دُنیا میں ایسے لوگ بہت کم ہیں جو دوسروں کے فائدے کو ذاتی فائدے پر ترجیح دیتے ہوں۔ آج ہم تمہیں ایک کہانی سُناتے ہیں جس میں ایک بوڑھی عورت نے بے شمار لوگوں کی جانیں بچائیں۔

کسی زمانے میں ایک غریب بیوہ سمندر کے کنارے ایک پہاڑی پر رہا کرتی تھی۔ اس کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ اور وہ اپنی زندگی تن تنہا بسر کرتی تھی۔ وہ اتنی غریب تھی کہ اسے اپنی روزی حاصل کرنے کے لئے دن بھر محنت کرنا پڑتی تھی۔ ایک روز رات کے وقت وہ کام کرنے میں مشغول تھی۔ ہوا زور شور سے چل رہی تھی۔ اور سمندر کی لہریں آ آ کر پہاڑی سے ٹکرا رہی تھیں۔ اس نے اپنے دل میں کہا۔ کاش میں بھی کسی کام کی ہوتی اور مجھ سے بھی کسی کو سُکھ پہنچتا۔ کیا میں اپنے سوا اور کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی؟ آخر کار اس کو یہ خیال آیا۔ کہ میرا گھر ایک ہولناک پہاڑی پر ہے۔ رات کے وقت کئی جہاز اس پہاڑی سے ٹکرا کر ٹوٹ جاتے ہیں۔ اس خطرے سے آگاہ کرنے کے لئے ایک روشنی کا مینار ہونا چاہئے۔ میری کھڑکی سے سمندر دکھائی دیتا ہے۔ میں کیوں نہ رات کو اپنی کھڑکی میں چراغ جلایا کروں؟ تاکہ جب جہاز پہاڑی کے نزدیک آئے تو ملاح آگاہ ہو جائیں۔ اور ان بیچاروں کی جانیں بچ جائیں۔ اس خیال کے آتے ہی اُس نے بازار سے تیل منگوایا۔ اور کھڑکی میں چراغ جلایا۔ یہ بیوہ عورت خدا کی راہ میں پانچ برس تک یونہی کرتی رہی۔ لیکن ایک نیک کام جلدی دُنیا میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ بہت جلد ملاحوں کو خیال آنے لگا کہ کون خدا کا بندہ یہ چراغ جلاتا ہے۔ اور ہماری جانیں بچاتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے معلوم کر لیا۔ اور اس بیوہ کو دُور دُور سے بہت سے تحفے بھیجے۔ اسکو ان چیزوں کی خواہش نہ تھی۔ یہ ان میں سے بہت کچھ غریبوں اور بیماروں کو دے دیتی تھی۔ جب تک یہ زندہ رہی۔ کھڑکی میں چراغ جلاتی رہی۔

اس لئے اے میرے عزیز بھائیو۔ ہم کو بھی رحمدل اور نیک بننا چاہئے۔ اور لوگوں کی بہتری میں کوشش کرنی چاہئے۔

اکرام ہفتم کلاس گورنمنٹ سنٹرل ماڈل سکول لاہور

نمک کے فائدے

نمک ایسی چیز ہے۔ جو دُنیا کے تمام ملکوں میں کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ بات تو بچہ بچہ جانتا ہے کہ ذائقہ کی درستی کے لئے نمک ترکاریوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ بھی نمک کے اور بہت سے فائدے ہیں جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) گرم پانی میں نمک ڈال کر غسل کرنے سے جسمانی کمزوری دُور ہو جاتی ہے اور جلد کے بہت سے مرض زائل ہو جاتے ہیں۔

(۲) گرم پانی میں نمک ملا کر اگر زخم کو دھویا جائے تو تمام بدگوشت کٹ جاتا ہے اور زخم بہت جلد اچھا ہو جاتا ہے۔

(۳) ایک گلاس پانی میں دو ماشہ نمک ملا کر اگر تھوڑی تھوڑی دیر بعد ایک ایک گھونٹ کر کے پیا جائے تو بدہضمی۔ پیٹ اور سر کے درد کو فائدہ ہوتا ہے۔

(۴) اگر پسا ہوا نمک سرسوں کے تیل میں ملا کر دانتوں پر لگایا جائے تو دانت بالکل سفید ہو جاتے ہیں۔ اور انہیں کیڑا نہیں لگتا۔

(۵) پسا ہوا نمک شہد میں گوندھ کر کپڑے میں لپیٹ کر اوپر مٹی لگا کر آگ پر رکھیں جب مٹی خوب سُرخ ہو جائے تو اُسے توڑ کر اندر سے نمک نکال کر پیس لیں اور ایک ماشہ روزانہ صبح کو کھائیں۔ زکام نزلہ اور جوڑوں کے درد کو مفید ثابت ہو گا۔

(۶) نمک کو آنکھ میں لگانے سے ناخونہ جالا پھولا وغیرہ صاف ہو جاتے ہیں۔

(۷) زیادہ چلنے سے اگر تکان معلوم ہو تو گرم پانی میں نمک ڈال کر غسل کیجئے۔ تکان رفع ہو جائے گی +

رہنمائے ریاضی

دلچسپ سوالات معہ حل

(۱) ایک کنبے کا ماہواری خرچ جبکہ چاولوں کا بھاؤ ۵ سیر فی روپیہ ہے - ۱۰۴ روپے ہے اور جب چاولوں کا بھاؤ ۸ سیر فی روپیہ ہو گیا - تو خرچ ۱۰۱ روپیہ ہؤا - بتاؤ جب چاولوں کا بھاؤ ۱۰ سیر فی روپیہ ہو جائے تو ماہواری خرچ کیا ہو گا - (باقی اخراجات بدستور سابق ہیں) -

پہلی صورت میں ایک سیر چاول کی قیمت = $\frac{۱}{۵}$ روپیہ

دوسری 〃 〃 〃 〃 〃 = $\frac{۱}{۸}$ روپیہ

ایک سیر چاول پر فرق = $\frac{۱}{۵} - \frac{۱}{۸} = \frac{۳}{۴۰}$ روپیہ

کل فرق = ۱۰۴ - ۱۰۱ = ۳ روپیہ

$\frac{۳}{۴۰}$ روپیہ فرق پر ایک سیر چاول ۳ روپے فرق پر چاول = $۳ \div \frac{۳}{۴۰}$ = ۴۰ سیر

پہلی صورت میں چاولوں کا خرچ = ۴۰ ÷ ۵ = ۸ روپے

چاولوں کے علاوہ خرچ = ۱۰۴ - ۸ = ۹۶ روپے

تیسری صورت میں چاولوں کا خرچ = ۴۰ ÷ ۱۰ = ۴ روپے

تیسری صورت میں کل خرچ = ۹۶ + ۴ = ۱۰۰ روپے جواب

(۲) ایک بورڈنگ ہوس میں ۱۹ لڑکے رہتے ہیں - ۶ لڑکے اور آ جانے سے کل خرچ میں ۱۴ روپے ۸ آنے ماہوار کی زیادتی ہوئی - اور فی لڑکا ۸ آنے کم خرچ آیا - بتاؤ ماہوار خرچ کیا ہے ؟

حل :- ۶ لڑکے آنے سے خرچ میں زیادتی = ۱۴ روپے - ۸ آنے

کل لڑکے = ۱۹ + ۶ = ۲۵

۸ آنے فی لڑکے کے حساب سے کل کمی = ۱۲ روپے - ۸ آنے

اگر کمی نہ ہوتی یا پہلے نرخ سے ۶ لڑکوں کا خرچ = ۱۴ روپے - ۸ آنے + ۱۲ روپے - ۸ آنے = ۲۷ روپے

پہلی صورت میں خرچ فی لڑکا = ۲۷ ÷ ۶ = $۴\frac{۱}{۲}$ روپے

دوسری صورت میں خرچ فی لڑکا = $۴\frac{۱}{۲}$ روپے - ۸ آنے = ۴ روپے

دوسری صورت میں کل خرچ = ۲۵ × ۴ = ۱۰۰ روپے جواب

ریڈ کراس سوسائٹیوں کے لئے

ہندوستان کے مشہور معالج کوی ونود ونید بھوشن پنڈت ٹھاکر دت شرما وئید موجد امرت دھارا کی تیار کردہ چند مجرب و آزمودہ ادویات جو کہ ریڈ کراس سوسائٹیوں کے لئے پاس رکھنی بہت ضروری ہیں جن سے اس وقت تک ہزاروں بھائی فائدہ اٹھا چکے ہیں ۔ سب ریڈ کراس سوسائٹیوں کو چاہیے کہ منگوا کر پاس رکھیں اور بچوں اور دوسروں کو تکلیف حرج اور دکھ سے بچاویں ۔

سکاوٹ بکس

سکاؤٹوں اور ریڈ کراس کے لوگوں کیواسطے ایک نعمت ہے ۔ ایک پاکٹ بکس میں عام امراض و حادثات کا مکمل علاج موجود ہے ۔ کوئی ولایتی سکاوٹ بکس اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے ۔ قیمت بمعہ خوبصورت بکس عہ/۲

گولی کھانسی

ان گولیوں کو منہ میں رکھ کر چوسنے سے کھانسی خشک ہو یا تر دونوں میں فائدہ ہوتا ہے ۔ قیمت ۶۰ گولی ایک روپیہ ۳۰ گولی ۸/

باغ پھول تیل رجسٹرڈ

بالوں پر تمام تیلوں کا سرتاج ہے بالوں کو نرم و ملائم کرتا ہے سر کو ٹھنڈا رکھتا ہے ۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ (عہ/)

دت ویریچن (جلاب گولی رجسٹرڈ)

یہ گولیاں جلاب کے حق میں بڑی ہی بے نظیر ہیں ۔ قیمت ۶۰ گولی ایک روپیہ ۳۰ گولی آٹھ آنے (۸/)

امرت دھارا (رجسٹرڈ)

ایک ہی دوائی اور خوراک بھی چند بوند اور پھر دنیا کی امراض کا علاج کتنی عجیب بات ہے ۔ لاکھوں استعمال کرنیوالوں میں سے ہزار لکھ کر بھیج چکے ہیں کہ امرت دھارا ہر وقت ہر شخص کو موجود رکھنی چاہئے کیونکہ یہ ایک ہی دوائی کھانے اور لگانے سے تقریباً کل امراض کا جو عام طور پر گھروں میں بوڑھوں اور بچوں یا جوانوں کو ہوتی رہتی ہیں حکمی علاج ہے ۔ یہ سمجھو گے کہ ایک نعمت ہاتھ آگئی ہے ۔ قیمت فی شیشی عہ/۲ نصف عہ/ ۔ نمونہ ۸/

منجن ۱/

دانت کی کل امراض کو دور کرتا ہے اور دانتوں کی امراض سے محفوظ رکھتا ہے ۔ قیمت فی ڈبیہ چار آنے (۴/)

ملیریا ناشک

ملیریا بخار کی اکسیر دوائی ۹۹ فیصدی تین دن میں قطعی دور ۔ قیمت ۸/

سرمہ ۱/

روزانہ استعمال کے لئے ہے ۔ آنکھوں کی کل امراض سے محفوظ رکھتا ہے ۔ قیمت ۸/

امرت دھارا کی میٹھی ٹکیاں

منہ میں رکھ کر چوسنے سے امرت دھارا کا فائدہ ہوتا ہے ۔ مٹھائی کی مٹھائی اور دوائی کی دوائی ہے ۔
ولایتی ٹکیوں اور گولیوں کی بجائے ان کا استعمال کریں ۔ قیمت فی ڈبیہ ایک سو ٹکیہ چار آنے (۴/)

برہمی ارشٹ

حافظہ کے واسطے اس سے بڑھ کر کوئی دوائی نہ ہوگی ۔ دماغی کمزوری اور سردرد وغیرہ کے لئے بے نظیر ہے ۔ طالب علم کو یہ استعمال کرنی چاہئے ۔ قیمت فی شیشی دو روپے نصف شیشی ایک روپیہ (عہ/)

گولی بخار

ملیریا اور دیگر سب قسم کے بخار کو فوراً آرام کرتی ہے ۔ قیمت ۸ گولی ۸/

دت نسوار (رجسٹرڈ)

اس کے لینے سے زکام ۔ دردکان ۔ درد آدھاسیسی وغیرہ کو آرام ہوگا ۔ قیمت عہ/ نمونہ ۴/

درد شکن

اس کی ایک ہی پڑیہ کے استعمال سے ہر قسم کی درد کو پانچ منٹ میں آرام آتا ہے ۔ ہر ایک کے پاس رہنی چاہیے ۔ قیمت ایک روپیہ نمونہ چار آنے (۴/)

کرن تیل

کان کی کل امراض کے لئے بے نظیر دوائی ہے ۔ مثلاً درد ۔ پیپ ۔ زخم ۔ کانوں میں شائیں شائیں وغیرہ کی آوازیں آنا سنائی کم دینا کو نافع ہے ۔ قیمت ایک روپیہ نمونہ چار آنے (۴/)

لال جواہر (چورن ہاضمہ رجسٹرڈ)

نہایت اعلیٰ چورن ہے ۔ بدہضمی ۔ متلی ۔ قے ۔ درد ۔ اجیرن کا حکمی علاج ہے ۔ قیمت دو روپے ۔ نمونہ چار آنے

گندھک رسائن (رجسٹرڈ)

مروڑ ۔ دست ۔ پیچش ۔ ہیضہ کا مجرب علاج ہے ۔ قیمت ایک روپیہ نصف آٹھ آنے

نوٹ :- ریڈ کراس سوسائٹی والے یہ لکھیں کہ ادویات مفت بانٹیں گے ان کو ہم اپنی ادویات پر ۲۵ فیصدی رعایت دیں گے ۔

خط و کتابت و تار کا پتہ :- امرت دھارا ۱۳ لاہور

المشتہر

مینیجر امرت دھارا اوشدھالیہ امرت دھارا بھون امرت دھارا روڈ ۔ امرت دھارا ڈاکخانہ لاہور

از روئے چٹھی

اجرائیل نمبر ۵۱۶

به سرپرستی سررشتۂ تعلیم

سررشتۂ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا

اور بہترین خدمت گذار

رسالہ

رہنمائے تعلیم

لاہور

مینجنگ پروپرائٹر

ماسٹر جگت سنگھ

سالانہ چندہ للعہ/

ششماہی چندہ سے/

قیمت فی پرچہ ۸/

"فسانہ نمبر" کے شائقین پڑھیں

اولعزمانہ جذبات اور تحیر خیز ارادوں کی تفصیل

خریداروں اور ناظرین دونو کی توجہ کے قابل

جب شروع میں رہنمائے تعلیم کے فسانہ نمبر کا اعلان کیا گیا تو خیال تھا کہ ڈیڑھ سو یا پونے دو سو صفحات پر اُسے ختم کردیا جائیگا۔ کیونکہ عام طور پر سالناموں کا اتنا ہی حجم ہوتا ہے۔ لیکن بعد میں ہم نے سوچا کہ جب "فسانہ نمبر" نکالنا ہی ہے تو پھر ایسا کیوں نہ نکالا جائے جو اپنی ظاہری اور باطنی خوبیوں میں بے نظیر اور لاثانی ہو۔ لہذا اب ہم نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ اقتصادی مشکلات خواہ کیسی ہی حائل ہوں۔ ہماری مالی حالت خواہ کیسی ہی کمزور ہو رسالہ پر خواہ کتنا ہی بیش قرار خرچ آئے مگر "فسانہ نمبر" ایسا ہو جو "جوبلی نمبر" پر بھی اپنے حسن و جمال۔ دلچسپی دلکشی اور نفاست و خوبصورتی میں فوق لے جائے۔ لہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ رسالہ کا یہ خاص نمبر چار سو صفحات کے رنگ بھنگ ضخیم اور بہت سی قیمتی اور عجیب تصویروں سے مزین ہوگا۔ اُس کو نفاست اور دلفریبی کے ساتھ پیش کرنے میں دل کھول کر رقم خرچ کی جائیگی۔ سرورق نہایت دیدہ زیب۔ رنگین اور دلکش ہوگا۔ ان حالات میں قطعاً ناممکن ہے کہ ہم یہ خاص نمبر بالکل مُفت قدیم یا جدید خریداران رسالہ رہنمائے تعلیم کی خدمت میں پیش کرسکیں لیکن چونکہ پہلے ہی سے رسالہ کے خریدار اور قدردان ہونے کی وجہ سے وہ رعایت کے مستحق ہیں۔ لہذا انکے ساتھ انتہائی رعایت یہ کی جاسکتی ہے کہ صرف ایک روپیہ میں ادب لطیف کا یہ حسین ترین مرقع اُنکی خدمت میں پیش کردیا جائے۔ ایک روپیہ میں بھی ظاہر ہے کہ ایسا قیمتی تحفہ بالکل مفت کے برابر ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ رسالہ کے معزز سرپرستوں اور قدردانوں کو ہرگز بھی یہ ایک روپیہ ناگوار خاطر نہ ہوگا اور بخوشی ہمیں ایک روپیہ بذریعہ وی۔پی وصول کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں گے۔

آج ہی سب سے پہلی فرصت میں ہمیں وی۔پی کی اجازت کے لئے لکھدیں۔ کیونکہ اس کے بعد مزید یاد دہانی کا کوئی موقع نہیں۔ خاموشی کی حالت میں یہ سمجھتے ہوئے کہ آپ کی طرف سے اجازت ہے۔ پرچہ بذریعہ وی پی آپ کی خدمت میں ارسال کردیا جائیگا۔ غیر خریداروں اور عام شائقین کے لئے فسانہ نمبر کی قیمت دو روپے (عار) مقرر کی گئی ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ **ماسٹر جگت سنگھ منیجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم۔ رام گلی لاہور**

۵۵۰

فہرست مضامین

طلباء کیلئے بہت نہایت قیمتی اور مفید کتابیں

ورڈسورتھ اور اُسکی شاعری - ۴۰ صفحات قیمت ۸/۔
اسالیبِ بیان - ۱۷۶ صفحات ۱۲/۔
مولانا جلیل قدوانی بی اے کا ترجمہ شدہ لاجواب ڈرامہ ۸/۔
تکمیل اُردو از جناب ظفر حسین صاحب عاصی - ۸۰ صفحہ ۸/
سلامی - از جناب انصاری ۵/
گلدستہ محاورات - از مولوی عابد حسین خاں - ۲۲۴ صفحات ۱۲/
رباعیات یگانہ - میرزا یگانہ کی سبق آموز رباعیاں ۱۲/۔
پریوں کی کہانیاں ۶/　تاریخی کہانیاں ۶/
دلچسپ کہانیاں ۶/　ماہ پروین ۱۲/
اخلاقی کہانیاں ... ... ۸/۔
ابتدائی تعلیم کی رام کہانی ۱۲/۔
طالب علم کی زندگی کا مقصد ۳/
بچوں کا مکتب ۶/　بچوں کی اخلاقی نظمیں ۶/
تاریخی قصے ۸/　بچوں کی معلومات ۶/

منیجر نیرنگ خیال بکڈپو شاہی محلہ لاہور

نیرنگ خیال

ہندوستان کا مقبول ترین ماہوار رسالہ

علمی ادبی رسائل میں نیرنگِ خیال امتیازی درجہ رکھتا ہے - ملک بھر کے بہترین اہلِ قلم اپنے نظم ونثر کے مضامین سے اس کے صفحات کو مزین کرتے ہیں - سال بھر میں ایک ہزار صفحات کے مضامین اور ایک سو اعلےٰ قسم کی تصاویر چھپتی ہیں اور صوبہ بلوچستان اور صوبہ بمبئی کی حکومتوں نے اسے سرکاری فہرست میں درج کر رکھا ہے - جناب سیر راس مسعود صاحب ڈائرکٹر تعلیمات حیدر آباد دکن نے اپنے قیام حیدر آباد میں تمام حیدر آبادی مدارس کے لئے نیرنگ خیال کی پُر زور سفارش کی تھی اور ایک سرکلر جاری فرمایا تھا -
پنجاب کے متعدد انسپکٹروں نے اسے مدارس کے نام جاری فرمایا ہے اور سینکڑوں ہیڈ ماسٹروں اور ٹیچروں نے نیرنگ خیال اپنی سکول لائبریریوں اور اپنے ذاتی ناموں پر جاری کر رکھا ہے -
نمونہ کے لئے ۸ کے ٹکٹ - چندہ سالانہ مع خاص نمبروں کے صرف للعہ مع محصولڈاک

پتہ - **منیجر رسالہ نیرنگ خیال شاہی محلہ لاہور**

حضرت خواجہ حسن نظامی
کا روزانہ اخبار
عادل
ایک کارڈ لکھکر مفت جاری کرالیجیے

"عادل" ہندوستان کے روزانہ اخبارات میں سب سے دلچسپ سب سے کارآمد اور سب سے ارزاں اخبار تسلیم کیا جاتا ہے اور ہندوستان کے ہر گوشہ میں تمام اخبارات سے زیادہ پسند کیا جاتا ہے اور پڑھا جاتا ہے۔ اگر آپ بھی اس اخبار کی خریداری کے شائق ہوں تو صرف ایک کارڈ لکھدیجئے۔ اور پرچہ مفت جاری کرالیجئے۔ ایک ہفتہ کے لئے پرچہ بطور نمونہ مفت جاری کردیا جائیگا۔ صرف وہ حضرات مفت پرچہ جاری کرائیں جو خریدار بننا چاہتے ہیں۔

منیجر روزانہ "عادل" دہلی

ریویو

تاثیرِ دعا - شیخ محمد مرتضےٰ حسن صاحب دعا ڈیاٹیوی آفیسر سررشتہ (گوالیار لائٹ ریلوے) شاگرد خاص حضرت نوح ناروی اپنا کچھ منتخب کلام تاثیرِ دعا کے نام سے منظرِ عام پر لائے ہیں - ان کا تعارف رسالہ ہذا کے نومبر نمبر میں حضرت صابر الہ آبادی مدظلہٗ کی طرف سے شائع ہو چکا ہے - اور ناظرین کرام کو معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت صابر الہ آبادی نے انہیں پہلوانِ سخن کا خطاب عطا فرمایا ہے - اسی پرچہ میں دعا صاحب کی ایک منتخب گراں قدر غزل بھی بحر متقارب المضاعف میں شائع ہوئی ہے جس سے ہر صاحبِ ذوق یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ وہ اس خطاب کے ہر طرح مستحق ہیں -

کتاب کے شروع میں فاضل مصنف کے نامور اُستاد نے ایک مختصر تعارف نامہ تحریر فرمایا ہے - یہ کتاب چھوٹی درسی کتب کی تقطیع کے ۴۶ صفحوں پر ختم ہوئی ہے - قیمت کہیں درج نہیں کی گئی - کتاب کے ملنے کا پتہ وہی ہے - جو اس ریویو کی پہلی سطر میں درج ہے - کتابت و طباعت میں حسن پیدا کرنے کے لئے کسی قسم کا بخل روا نہیں رکھا گیا - کاغذ بھی اچھی قسم کا لگایا گیا ہے - علاوہ ازیں کتابت کی صحت میں بھی سعی بلیغ سے کام لیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اغلاط نامہ شامل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی -

کلام کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت دعا فکرِ سخن کے وقت ہمیشہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ الفاظ صاف صاف ہوں - اس زمانے میں شاعری نے جو نیا رنگ بدلا ہے یعنی سیمگوں خاموشیوں میں قمر کا گیت گاتا - سبزۂ خوابیدہ کے آغوشِ سکوت میں سکون وجمود کا سرسرانا وغیرہ تکلفات سے انہیں احتراز ہے - سلاست - محاورہ بندی اور روانی سے کوئی شعر خالی نہیں - ہر شعر میں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوتی ہے - پیچیدہ بیانی اور تعقید کا نشان تک نہیں پایا جاتا - اس خاص وصف میں انکا ایک مقطع ترجمانِ حقیقت ہے - ؎

نہیں گنجلک اس میں ذرا نام کو بھی دعا کی غزل ہے طلسم فصاحت

حقیقت میں شانِ تغزل یہی ہے اسے لوگ کہتے ہیں جادو بیانی

زبان اس قدر سلیس - صاف اور رشستہ ہے - کہ اس تمام مجموعہ میں ایک لفظ بھی ثقیل - غیر متعارف اور بارِ گوش نظر نہیں آتا - پھر اس پر یہ خوبی مستزاد ہے - کہ وہ نہ صرف عام فہم بلکہ روزمرہ کے عین مطابق اور زیادہ - سے زیادہ قریب النثر ہے - تاثیرِ دعا میں صدہا شعر سہل ممتنع کی مثال ہیں - جن کی نثر نہیں بنائی جا سکتی اور جس قدر الفاظ ان کے لئے استعمال میں لائے گئے ہیں - اُن سے کم الفاظ میں حسن بندش اور قوتِ بیانیہ کی عظمت کا حق ادا نہیں ہو سکتا - مثلاً ؎ شکوۂ بیدادِ اُلفت کیا کریں شکر کے بندے شکایت کیا کریں

وعدۂ دیدارِ محشر حق ہی سہی　　حشر تک اہلِ محبت کیا کریں
جو مروت کو سمجھتا ہی نہ ہو　　اس سے امیدِ مروت کیا کریں
غیر اچھا ہم بُرے یوں ہی سہی　　آپ سے بیکار حجت کیا کریں

مری دشمن نگاہِ یار ہوگی میں نہ سمجھا تھا　　ستم کی اس قدر بھرمار ہوگی میں نہ سمجھا تھا
محبت جان کا آزار ہوگی میں نہ سمجھا تھا　　جوانی میں یہ مٹی خوار ہوگی میں نہ سمجھا تھا
تری اُلفت میں تیرے عشق میں تیری محبت میں　　مجھے یوں زندگی دشوار ہوگی میں نہ سمجھا تھا

شگفتہ زمین میں شگفتہ طبیعت کا جوہرِ کمال دیکھنا ہو۔ تو یہ پوری غزل پڑھنی چاہئے۔ ان اشعار کو دیکھ کر حضرت دعاؔ کی مشقِ سخن کا اوجِ کمال بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔ ہر شعر کی بندش اس قدر ٹھوس اور چست ہے کہ بایدؔ و شایدؔ۔ ہر مصرع اس قدر بے تکلفانہ انداز میں کہا گیا ہے۔ کہ اس سے بہتر خیال میں نہیں آ سکتا تصنع اور آورد کا شائبہ تک نظر نہیں آتا۔ زبان کا رنگ اس قدر محبوب و مرغوب ہے کہ ہر ایک شعر بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔

الفاظ کا اُلٹ پھیر جو حضرت نوح ناروی کے کلام کی نمایاں خصوصیت اور ان کے ادبیات میں شامل ہے۔ دعا صاحب کے کلام میں بھی کم نہیں۔ اور یہ الٹ پھیر خالی الٹ پھیر ہی نہیں۔ بلکہ ہر جگہ معنی کی شان کو دو بالا کر رہا ہے۔ مثلاً ؎

کچھ دھیان نہیں ہوتا کچھ دھیان نہیں رہتا۔ انسان محبت میں انسان نہیں رہتا

تعجب ہے تم کو یقیں آگیا یہ مرے دل کو تم سے محبت نہیں ہے
جو پوچھو حقیقت تو یہ ہے حقیقت کہ اس بات کی کچھ حقیقت نہیں ہے

ہم عشق و اُلفت کی باتوں میں کیا کیا مزے لے رہا ہوں مزے آ رہے ہیں
تصور کو اللہ آباد رکھے مجھے اس کی فرقت بھی فرقت نہیں ہے

یہ دل میں سمجھ کر دل ان کو دیا تھا کہ یہ کام بھی کوئی آسان ہوگا
مجھے کیا خبر تھی مجھے کب خبر تھی محبت میں یوں دل پریشان ہوگا

کہتے ہیں جل جل کے پروانے زبانِ حال سے　　نام مرنے میں نہیں ہے بلکہ مر جانے میں ہے

دعا صاحب نے بحرِ متقارب المضاعف میں متعدد غزلیں کہی ہیں۔ اتنی لمبی بحر میں شکستِ ناروا کے سقم سے بچنے کی تو کافی گنجائش ہوتی ہے۔ مگر حشو و زوائد سے بچنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ مقامِ مسرت ہے کہ انہوں نے اس بحر کی ہر ایک غزل میں حسنِ بندش اور حلاوتِ زبان کا سحر آفریں منظر دکھانے میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ مثال کے لئے یہی شعر کافی ہے؎

کئے سینکڑوں حشر دُنیا میں برپا نئے روز فتنے اُٹھائے جہاں میں
تری خوش خرامی کی تعریف کیا ہو قیامت ہے لیکن قیامت نہیں ہے

چھوٹی بحروں میں بھی بعض غزلیں کہی ہیں اور ماشا اللہ کیا خوب کہی ہیں۔ ہر مصرع حسنِ بیان کی تصویر اور بے ساختگی کا آئینہ ہے۔ ہر شعر مصنف کی خوش گوئی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

دل گیا دل کی بیکلی نہ گئی ۔ جھینکنا جس کا تھا وہی نہ گئی
شکوۂ جور اُن سے کیا کرتے ۔ سامنے بات بھی تو کی نہ گئی
شمع کے بھی نکل پڑے آنسو ۔ جب مصیبت مری سنی نہ گئی
نہ ملا دل سے وہ کبھی نہ ملا ۔ نہ گئی دل کی بے کلی نہ گئی
آپ سُنتے ہیں داستانِ فراق ۔ اور اگر آپ سے سُنی نہ گئی

زبان کا رنگ اور تخیل و معنی آفرینی ان دونو چیزوں کو دوش بدوش و پہلو بہ پہلو رکھنا بڑا مشکل کام ہے نزاکت مضمون کو سادہ سے سادہ الفاظ میں نمایاں کرنا اور پھر اس کو تصنع و آورد سے پاک و صاف رکھنا فی الواقع اجتماعِ ضدین ہوتا ہے۔ جو شخص اس میدان کا شہسوار ہو۔ اس کے ہنرمند ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ اشعار ذیل سے یہ اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت دعا اس نمایاں وصف میں کس قدر امتیازی درجہ رکھتے ہیں۔

مہرباں نامہرباں کو شکوۂ دل نے کہا ۔ ایک مشکل کو مری حل ایک مشکل نے کیا
حشر میں کیا خون کا دعوےٰ کریں قاتل سے ہم ۔ کام جو قاتل کا تھا وہ کام قاتل نے کیا
ان کے خنجر نے کیا بسمل کو اپنے سرخرو ۔ سرخرو خنجر کو ان کے خونِ بسمل نے کیا
جان دیدی جان دے کر مل گئی عمرِ ابد ۔ قتل مجھ کو کیا کیا احسان قاتل نے کیا

سمجھ رکھا تھا میں نے تو علاجِ دردِ دل اس کو ۔ تمہاری آنکھ بھی بیمار ہوگی میں نہ سمجھا تھا
دکھا تصویر تم کو کر دیا تصویر نے اس کی ۔ اس آفت کی شبیہہ یار ہوگی میں نہ سمجھا تھا

غیروں سے تو بیگانہ ہُوا کرتی ہے دُنیا ۔ اے عشق مجھے اپنے سے بیگانہ بنادے

عاشق کے واسطے یہی زیبا ہے چُپ رہے ۔ پوچھو کلیم سے کہ تکلم نے کیا کیا

مغرورِ معصیت ہیں گنہگار حشر میں ۔ یارب یہ تیری شانِ ترحم نے کیا کیا

موسےٰ کے واقعہ نے بھرم سب کا کھو دیا ۔ ہے آج تک وہ برقِ تجلی نقاب میں

دھوکا دیکھئے۔ نقشا دیکھئے۔ اس زمین میں ذیل کے اشعار کس قدر دلاویز کہے ہیں۔

بیٹھ کر دل میں کسی دن یہ تماشا دیکھئے ۔ آپ کو دُنیا نہ دیکھے آپ دُنیا دیکھئے
حضرتِ موسےٰ ابھی سے کھو گئے ہوش و حواس ۔ آپ جلوہ دیکھنے آئے تھے جلوا دیکھئے

اس قافیہ کی داد دینے کے لئے ہمیں الفاظ نہیں ملتے۔ اس لطیف طنز کو لطفِ زبان اور محاورہ کی چاشنی نے بالکل

وجدانی بنادیا ہے۔ اندازِ بیان کی بے تکلفی مزید برآں ؎

آپ نے جس دیکھنے والے سے کل پردہ کیا — کر لیا آج اس نے دنیا بھر سے پردا دیکھئے

اس کا جلوہ ہر طرف اس کی تجلی چار سُو — مجھ کو خود حیرت ہے دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھئے

الغرض یہ کلام ہر قسم کی خوبیوں سے مالامال نظر آتا ہے۔ دعا صاحب نے حضرت نوح ناروی کے اندازِ سخن کا تتبع منتہائے کمال تک پہنچا دیا ہے۔ ان کے اشعار کو پڑھ کر یا سُن کر اس بات کا جاننا بہت مشکل ہے کہ یہ حضرت دعا کا کلام ہے یا حضرت ناخدائے سخن نوح ناروی کا۔ دعا صاحب ایک مقطع میں خود فرماتے ہیں اور بجا فرماتے ہیں۔ ؎

اے دعا تیری شاعری پہ گماں — نوح کی شاعری کا ہوتا ہے

ایک اور مقطع میں بھی انہوں نے یہی خیال ظاہر کیا ہے۔ ؎

اے دعا واہ اس غزل میں بھی — بندشِ نوح ناروی نہ گئی

زبان اور اندازِ بیان ہی پر بس نہیں حضرت دعا نے وہ بہت سے متروکات اور پابندیاں بھی لازم کر لی ہیں۔ جو ان کے نامور اُستاد کے سوا دوسرے شعرانے کبھی لازم نہیں سمجھیں۔ مثلاً غزل میں مخلوط قوافی آتے ہوں تو مطلع بھی مخلوط قوافی میں کہا جائے۔ اسی طرح سوزش دل کو سوز دل کا مترادف نہ سمجھنا اور لفظ سوزش کو شعلۂ آتش تک محدود رکھنا۔ غزل میں قافیہ معمول ایک دفعہ سے زیادہ نہ لانا وغیرہ وغیرہ۔ اس تمام مجموعہ کلام میں صرف دو مقام ایسے ہیں جنہیں دیکھ کر ہمیں تعجب ہوا ہے۔ ؎

آفریں اے دعا تجھے عشق و وفا میں جان دی — اہلِ وفا کے روبرو عشق اسی کا نام ہے

جینا فراقِ یار میں سہل نہ تھا محال تھا — عاشقِ نامراد اگر بچ گیا یہ کمال تھا

پہلے شعر میں لفظ آفریں بالتخفیف آیا ہے اور دوسرے میں جینا (مصدر) کا الف دبتا ہے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے۔ حضرت نوح ناروی مصدر کے الف کی تخفیف روا نہیں رکھتے۔ اور لفظ آفریں کی تخفیف کے لئے بھی کوئی خاص وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ اتنا با اصول کہنے والے شاعر سے بھی یہ اُمید نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ اس قسم کی تخفیف کو معیوب نہ سمجھتا ہو۔

اخیر میں ہم اس مجموعۂ کلام کو شیریں زبانی اور شگفتہ بیانی کا بہترین مرقع کہکر اس بات کا اعتراف کرنے میں تمام اصحابِ ذوق کے ہم آہنگ ہیں۔ کہ حضرت دعا نے یہ مجموعہ کلام شائع فرما کر تمام دُنیائے ادب کو خوش وقت کیا ہے۔ تاثیر دعا کی خریداری سے اس کے قابل مصنف کی قدر افزائی اور اُردو زبان کی سرپرستی ہی متصور نہیں۔ بلکہ یہ خریدار اصحاب کے ذوقِ صحیح کا بہترین ثبوت بھی ہے۔ ایسے کلام فصاحت نظام کی اشاعت پر جسے جامع جمیع صفات کہا جا سکتا ہے۔ ہم حضرت دعا کو اور ان سے زیادہ ان کے نامور اُستاد حضرت نوح ناروی کو ہدیۂ مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ فقط

{ جوش ملسیانی مدیر حصّہ نظم و شعبۂ ادبیات

افکارِ پریشاں

عبودیت پہ اٹھی مجھے بھی ناز رہے
جھکا ہوا ترے در پر سرِ نیاز رہے

یہ آرزو ہے عطا کر مجھے وہ ذوقِ نظر
شہود و غیب میں باقی نہ امتیاز رہے

وہ داغ ہوں جو کبھی شست و شو سے جا نہ سکے
وہ نقش ہوں کہ زمانہ جسے مٹا نہ سکے

جمالِ دوست نے بیخود بنا دیا ایسا
سرِ نیاز بھی محفل میں ہم جھکا نہ سکے

تمہارے وعدے کا جو شخص اعتبار کرے
بڑوں کی جان کو روئے کہ انتظار کرے

مری خطاؤں سے عاجز ہے کاتبِ اعمال
شمار ہی میں نہ آئیں تو کیا شمار کرے

عجب طرح کا ہے مجرم ترا خراباتی
کہ توبہ اور بھی جس کو گنہگار کرے

{ جوش ملسیانی

حُسنِ اصلاح

(۲۳)

جناب قتیل ؎ آیۂ فتحٌ قریبٌ پر ہے اپنا اعتقاد فتح ہوگی اب یقینی طور پر دیں دار کی

اصلاح ؎ آیۂ فتحٌ قریبٌ پر ہے اپنا اعتقاد فتح ہوگی فتح ہوگی فتح اب دیندار کی

ہمارے عنایت فرما کے شعر میں ہر دو جانب لفظ (پر) اچھا معلوم نہیں ہوتا تھا۔ لفظ (فتح) کی تکرار سے معنی میں زور پیدا ہو گیا۔

شعر ؎ اُٹھ حمیّت قوم کی تیرے اگر کچھ دل میں ہے مٹ رہی ہے آبرو دُنیا میں اب دیندار کی

اصلاح ؎ اُٹھ حمیّت قوم کی تجھ کو اگر منظور ہے مٹ رہی ہے آبرو دُنیا میں اب دیندار کی

کرم فرمائے موصوف کے مصرع اولیٰ میں ترتیب الفاظ خلافِ قواعد تھی۔ اصلاح کے بعد مصرع مذکور چُست ہو گیا۔

شعر ؎ چاہتا ہے لطف جینے کا تو اب خدمت میں چل خالدِ ثانی جنابِ مصطفیٰ سالار کی

اصلاح میں حضرت نوؔح مدظلّہٗ نے جنابِ قتیل کے لفظ (اب) کو بدل کر (بس) کر دیا کیونکہ معنی کے اعتبار سے تاکیدِ عمل کی ضرورت تھی نہ کہ تعیّنِ وقت کی۔

شعر ؎ وقت آنے دو دکھادیں گے تماشا ہم تمہیں کیا ضرورت ہے ابھی اِس حالِ کے اظہار کی

اصلاح ؎ وقت آنے دو دکھادیں گے تماشا ہم تمہیں کیا ضرورت اور کیا حاجت ابھی اظہار کی

ہمارے عنایت فرما کے مصرع ثانی میں (اِس حال) کہا گیا ہے۔ ہم باشندگانِ ہند (حلّے حطّی) کا تلفظ اکثر (ماہور) کی طرح کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں (اِس حال) بہ ظاہر (اسہال) بن جائیگا اور ممکن ہے سامعین ایسے اشعار پر مُسکرادیں۔ جانشینِ داغ یعنی حضرت فصیح العصر جناب نوؔح مدظلّہٗ شاگردوں کا کلام بنانے وقت ایسے اُمور کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ اصلاح کے بعد مصرع ثانی میں لفظ (ابھی) جو آگیا ہے بہ اعتبارِ معنی اُسکی ضرورت تھی۔ مصرع اولیٰ میں (آنے دو) کو جناب قتیل نے (آیندو) لکھا تھا۔ اصلاح دیتے وقت حضرت تاج الشعراء مدظلّہٗ نے اُس کی کتابت درست فرمادی (آنے دو) لکھ دیا۔ حضرت موصوف زبان اُردو کی جو خدمت کر رہے ہیں۔ اُسکی تشریح و تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ ہم نے اجمالی طور پر جو کچھ عرض کیا ہے اُس سے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ حضرت نوؔح مدظلّہٗ کتابتِ الفاظ و تراکیب کے متعلق بھی خاص رائے رکھتے ہیں۔ ہماری زبان کے موجودہ اختلافات کتابت قابل توجہ ہیں۔ راقم الحروف نے (اختلافات) کے عُنوان سے ایک مضمون رسالہ المائدہ لاہور میں شائع کیا تھا۔ لیکن ہم کیا اور ہمارے معروضات کیا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اُدبائے ملک اس ضروری مسئلہ ادب پر متوجہ ہوں اور اختلافات کو دُور فرمانے کی کوشش کریں۔

پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ جناب قتیل نے غزلِ بالا ایک مشہور مصرع طرح پر لکھی تھی۔ اپنے مقطع میں سیّد صاحب موصوف نے

طرح کو بھی تضمین کیا ہے۔ واضح ہو کہ حضرت نوح مدظلہٗ گرہ لگانا پسند نہیں فرماتے اور اُن کے بہت سے شاگرد اِس امرِ مخصوص میں اپنے اُستاد کے متبع ہیں۔

غزل بالا کے ساتھ سیّد صاحب موصوف نے ذیل کی رباعی بھی کہی تھی۔

ہے دشمنِ اسلام وہی بس واللہ　　ترکی کا عدو اور عرب کا بدخواہ
ایسوں کی اطاعت کروں مسلم ہوکر　　لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہ

اصلاح
ہے دشمنِ اسلام وہی بس واللہ　　ترکی کا عدو اور عرب کا بدخواہ
کافر کی اطاعت کروں مُسلم ہوکر　　لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہ

مصرعِ اُولیٰ میں (وہی) کہنے کے بعد مصرعِ ثانی میں اسمِ موصول چاہئے تھا مصرعِ اُولیٰ میں (دشمنِ اسلام) بہ صیغۂ واحد آیا تھا۔ لہٰذا اُسی ذات پر اشارہ کرنے کے لئے مصرعِ ثالث میں (ایسوں) جمع کے صیغے کا لفظ نادرست تھا حضرت نوح مدظلہٗ نے اُس کو لفظ (کافر) سے بدل دیا۔ اب وہ عیب دور ہوگیا اور (کافر و مُسلم) دو متقابل لفظوں کے آنے سے پُرلطف تقابل پیدا ہوگیا۔　　ایک اور غزل کے دو شعر ملاحظہ ہوں۔

شعر
تصوّرِ شعلۂ رُخسار کا اُن کے جو باقی ہے　　نہیں بعدِ فنا بھی چین مجھ کو سوزشِ دل سے

اصلاح
تصوّرِ شعلۂ رُخسار کا اُن کے جو باقی ہے　　نہیں بعدِ فنا بھی چین مجھ کو حدّتِ دل سے

ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی (سوز) کی جگہ (سوزش) نہیں فرماتے۔ (سوز) کو حضرت موصوف نے اختیار فرمایا ہے۔ کیونکہ اس میں ایک حرف کم ہے۔ جناب قتیلؔ نے مصرعِ ثانی میں لفظ (سوزش) بالکل (سوز) کے معنی میں استعمال ہُوا تھا۔ اس لئے حضرت نوح مدظلہٗ نے اس کی جگہ (حدّت) بنا دیا۔

دیگر
ہمارے دل نے پروانوں سے سیکھا جل کے مٹ جانا　　جلانے کا طریقہ اُس نے جانا شمعِ محفل سے

اصلاح
ہمارے دل نے پروانوں سے سیکھا جل کے مٹ جانا　　جلانے کا طریقہ تم نے جانا شمعِ محفل سے

سید قتیلؔ صاحب کے شعر سے یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ عاشق کا (دل) کس کو جلاتا ہے۔ اصلاح سے معلوم ہوگیا کہ معشوق جلاتا ہے اور عاشق جل کر فنا ہوتا ہے۔　　ایک غزل میں جناب قتیلؔ کے دو مطلعے حسبِ ذیل تھے۔

مطلعِ اوّل
بزمِ دشمن میں جو وہ انجمن آرا نہ رہے　　شاکیِ ظلم و ستم یوں دلِ شیدا نہ رہے

مطلعِ دوم
چاہتا ہوں یہ کھٹکتا ہُوا کانٹا نہ رہے　　میرے دل میں خلشِ خارِ تمنا نہ رہے

حضرت فصیح العصر مدظلہٗ نے جناب قتیلؔ کو ہدایت فرمائی کہ دوسرے مطلع کو اوّل رکھئے۔ اسکا باعث یہ تھا کہ ہمارے کرم فرما کی اس غزل میں ایک ہندی قافیہ (کیا) آیا تھا لہٰذا اُسکی رعایت سے غزل میں پہلے ایسا مطلع آنا چاہئے تھا جس میں ایک قافیہ ہندی زبان کا لفظ ہو (کانٹا) لغتِ ہندی ہے۔ اس لئے وہ مطلع اوّل رکھا گیا جو قافیہ ہندی کا حامل تھا

اگر حضرت نوح مدظلہ کے دیگر ادبیات شعر و ادب کا حال آپ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو رسالہ رہنمائے تعلیم کے جوبلی نمبر میں وہ سیر حاصل مضمون ملاحظہ فرمایئے جو حضرت جوش مدظلہ نے جناب فصیح العصر حضرت نوح موصوف کی خصوصیات شاعری کے متعلق تحریر فرمایا تھا۔

منشی اصغر حسین صاحب صغیر گورکھپوری شاگرد حضرت احسان شاہجہانپوری مرحوم و حضرت شمشاد فرنگی محلی لکھنوی مرحوم کی ایک غزل ہے (پیر میخانہ ۔ توقیر میخانہ) غزل مذکور کی تخمیس ہمارے دوست سید محمد حنیف صاحب قتیل نے کی تھی۔ ایک بند ملاحظہ ہو ؎

بہت کچھ یوں تو اس کو حضرت واعظ نے سمجھایا | خیال اس نے کیا لیکن نہ کچھ اس کی نصیحت کا
حنیف آتا ہے اب تو اس کی حالت پر مجھے رونا | صغیر لاابالی کو نہ ہونا تھا نہ بننا تھا
مرید پیر میخانہ غلام پیر میخانہ

اصلاح
بہت کچھ یوں تو اسکو حضرت واعظ نے سمجھایا | خیال اس نے کیا لیکن نہ کچھ اسکی نصیحت کا
حنیف آتا ہے کیا کیا مجھ کو اسکے حال پر رونا | صغیر لاابالی کو نہ ہونا تھا نہ بننا تھا
مرید پیر میخانہ غلام پیر میخانہ

ہم پیشتر عرض کر چکے ہیں کہ ہمارے عنایت فرما جناب قتیل پہلے بیکس اور حنیف تخلص فرماتے تھے۔ اُسی زمانے کا کیا ہوا خمسہ مذکور ہے۔ حضرت ناخدائے سخن جناب نوح مدظلہ برابر (حال) فرماتے ہیں (حالت) کو جناب موصوف نے ترک فرما دیا ہے۔ اصلاح میں حضرت نوح نے جناب قتیل کے لفظ (حالت) کو (حال) بنا دیا۔ اس قسط کے ساتھ ہمارے مہربان جناب منشی سید محمد حنیف صاحب قتیل کے اصلاحی نمونے ختم ہوتے ہیں۔ ہم کو توقع ہے کہ دیگر احباب گورکھپور یعنی جناب مولوی محمد عمر خاں صاحب عمر، منشی عبد الرشید صاحب رشید جنرل مرچنٹ، حکیم امجد حسین صاحب نظر، منشی محمد صدیق مرزا صاحب ہنر بھی اپنی اصلاحات اس مضمون کے لئے ہمیں عنایت فرمائیں گے۔

منشی سکھدیو پرشاد صاحب بسمل الہ آبادی کی اصلاح شدہ رباعیوں کا ہم کو ابتک انتظار ہے دیکھئے کرم فرمائے موصوف کبتک عنایت فرماتے ہیں۔ جناب بسمل کی عنایت کردہ دیگر اصلاحیں بالخصوص اشعار غزلیات ہمارے پاس بہ حفاظت موجود ہیں لیکن ہماری خواہش ہے کہ جناب موصوف کی رباعیاں بھی شامل مضمون کریں۔ ہم کو اُمید ہے کہ بسمل صاحب جلد ایفائے وعدہ فرمائیں گے۔

بعض دیگر احباب کا کلام اشاعت کے لئے ہمیں موصول ہو چکا ہے۔ ہمارا قصد ہے کہ آئندہ ماہ کی اشاعت سے شروع کر کے اپنے کرم فرما جناب منشی ولی اللہ خاں صاحب ولی و جناب منشی فیاض الدین خاں صاحب فیاض ہر دو مقیم گوالیار کی اصلاحیں نذر ناظرین کریں لیکن دوستوں نے جتنا اپنا کلام اشاعت کے لئے ہم کو لطف فرمایا ہے اس سے ہماری تشفی نہیں ہو سکتی۔ لہذا حضرت ولی اور حضرت فیاض سے ہماری درخواست ہے کہ اپنا کچھ اور کلام مع اصلاح حضرت نوح مدظلہ عنایت فرمائیں۔ آپکی عنایتوں کا ہم کو انتظار رہیگا۔

صاحبان مذکور کے علاوہ دیگر احباب گوالیار مثلاً حضرت ریاض، حضرت دعا، حضرت ارمان وغیرہم سے بھی ہماری گزارش ہے کہ شامل مضمون ہونے کے لئے وہ بھی اصلاحیں عنایت فرمائیں تاکہ یہ مسلسل مضمون جاری رہ سکے۔ عابد مسیح مرادآبادی

ارشاداتِ عالیہ

(اعتبار الملک لسان الدہر حکیم الشعراء حضرت دلؔ مدظلہٗ شاہجہانپوری)

ہو چکا ناکامیِ دل تک بیانِ زندگی　　عشق نے اب کی مکمل داستانِ زندگی

گوشِ عبرت ہو تو سُن لو داستانِ زندگی　　اب تو میرا ہر نفس ہے نوحہ خوانِ زندگی

بحرِ ہستی میں یہ دیکھا سعیِ ساحل کا مآل　　مٹ گیا موجِ حوادث سے نشانِ زندگی

اے حواس و ہوش رخصت آ گیا وہ وقت اب　　خود فراموشی کہے گی داستانِ زندگی

درحقیقت عاشقوں کی موت ہے تسکینِ دل　　کہہ گیا اِک چارہ فرما رازدانِ زندگی

ایک آہِ سرد میں مضمر ہیں لاکھوں واقعات　　مختصر یوں کر رہا ہوں داستانِ زندگی

شکوہ سنجِ ہستی بے کیف ہے میرا وجود　　اک نظر مجھ پر بھی اے آسودگانِ زندگی

عشق کی فطرت بدل دی اُس دلِ بے صبر نے　　اب تو ہر نالہ ہے جزوِ داستانِ زندگی

کیا حقیقت ہے ہماری یہ رہی برسوں تلاش　　گم ہوا اِس آرزو میں کاروانِ زندگی

آج یوں رخصت ہوئی دُنیا سے رُوحِ منتظر　　آخری دو ہچکیاں تھیں نوحہ خوانِ زندگی

خاک ہو کر بھی دلِ پامال ہے صرفِ نگاہ　　دیکھئے کب ختم ہوگا امتحانِ زندگی

مٹنے والوں کی ہے خاکِ قبر روداد خموش　　کہہ رہے ہیں یہ ابھی تک داستانِ زندگی

ہو چکی برباد گو اے شمع پروانوں کی خاک　　ذرہ ذرہ میں ہے پنہاں اِک جہانِ زندگی

حشر بھی شامل ہے اے دلؔ واقعاتِ عشق میں
آپ کہئے گا کہاں تک داستانِ زندگی

نظم و نسق مدرسہ

ایک دیرینہ سال ہیڈ ماسٹر کے خطوط ایک نو آموز کے نام

(از جناب سیّد اشفاق حسین صاحب ایم اے۔ بی ٹی)

خط نمبر ۲۰

عزیزی سلمکم اللہ تعالیٰ۔ گھر پر کام دینے کے متعلق متعدد سوال ایسے ہیں جن کا خاطر خواہ جواب بہت غور و خوض چاہتا ہے۔ مثلاً یہ کہ طلباء کو گھر پر کس قسم کا کام کرنے کے لئے دیا جائے۔ اس کی مقدار کیا ہو۔ کتنا وقت کم از کم طلباء کو گھر پر اس مقصد کے واسطے دینا ضروری ہے۔ اگر وہ کام نہیں کر کے لاتے تو اس کی کیا وجوہ ہیں۔ اور کس طرح اُن سے کام لیا جائے؟

مدرسین کا ایک طبقہ تو سرے سے ہی اس کے خلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر چھ گھنٹے اُستاد نے خود ایمانداری سے کام لیا ہے اور طلباء سے ٹھوک بجا کر کام لیا ہے تو اس کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی کہ طلباء کو گھر پر کوئی بھی کام کرنے کے واسطے بنایا جائے۔ اس کے علاوہ وہ اپنے خیال کی تائید میں کئی وجوہات پیش کرتے ہیں۔ اوّل تو یہ کہ غریب ہندوستان کے بچوں کے مکانات پر روشنی وغیرہ کا کافی انتظام ہوتا۔ اس لئے اُنکو مدرسہ کا کام گھر پر کرنیکے واسطے مجبور کرنا۔ ان مکانات میں جہاں روشنی اور ہوا کا انتظام نہ ہو۔ رات کو دیر تک پڑھنا صحت کو نقصان دہ ہے کے علاوہ کوئی اور شے موجود نہ ہو۔ ان کی صحت و تندرستی کو تباہ کرنا ہے۔ دوسرے یہ کہ گھر پر کام دینے اور اس پر اصرار کرنے سے مطلق کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ جو لڑکے کر نہیں کر سکتے یا کرنا نہیں چاہتے تو اُستاد کے خوف سے اُسے نقل کر لاتے ہیں یا حیلے بناتے ہیں۔ اس صورت میں اُنکی تعلیم اور اُن کے اخلاق دونوں پر اس کا بُرا اثر پڑتا ہے۔

لیکن اصلیت یہ ہے کہ یہ خیال کہ طلباء کو گھر پر کام مطلق نہ دیا جائے ٹھیک نہیں۔ اس لئے کہ اوّل تو یہ طریقہ تعلیمی دُنیا میں ابتدا سے اب تک چلا آ رہا ہے جو رسم کہ زمانۂ مدید سے چلی آ رہی ہو اور جدید تعلیمی اداروں میں اس کا جاری رکھنا جائز رکھا گیا ہو۔ اس میں ضرور صلاحیت ہے کہ وہ قائم رہے۔ البتہ جو خرابیاں اس میں آ گئی ہیں اُنکا دفعیہ ضروری ہے۔ جو اُمور اس باب میں پیش نظر رکھنے ضروری ہیں میں انہیں لکھے دیتا ہوں۔

جب سبق ختم ہو تو نہایت واضح طور پر طلباء کو بتا دینا چاہئے کہ اس سبق کے متعلق یہ مشق یا یہ مزید مطالعہ کر کے لانا ہے۔ بہتر ہے کہ گھر کا کام درج کرنے کی نوٹ بکیں بنوا دی جائیں تاکہ طلباء یہ عذر لنگ نہ کر سکیں کہ ہمیں یاد نہیں رہا۔ آپ نے غالب کی کوئی نظم معذرت پڑھائی ہے۔ طلباء کو بتائیے کہ وہ گھر پر جا کر وہ واقعات

پڑھیں جن کی موجودگی میں وہ لکھی گئی ہے۔ اور جس کو مختصراً آپ نے سبق کی تمہید میں بیان کر دیا ہے۔ ان سے کہے ذوق اور غالب کے سہرے پڑھیں۔

اگر آپ نے طالب علم کی اس طرح صحیح رہنمائی کی ہے تو اس میں غالب کے متعلق زیادہ پڑھنے کا شوق پیدا ہوگا۔ آپ اُسے بتائیں کہ یادگار غالب میں سے مرزا کی ظرافت کے متعلق پڑھے وغیرہ۔ میرا مطلب یہ ہے کہ گھر کا کام ایسا ہو جو مطالعہ سے محبت اور انسیت پیدا کرے نہ کہ مغائرت اور تنفر۔ یہ نہایت غلط طریقہ ہے کہ حساب کا قاعدہ آپ نے پڑھانا شروع کیا ہے۔ جلدی جلدی آپ نے سمجھانا شروع کیا۔ گھنٹہ بج گیا اور اسی دوران میں آپ نے کہدیا کہ باقی حل شدہ مثالیں گھر سے دیکھ کر اگلی نمبری کے دس سوال حل کر لانا۔ اب بتائیے کہ اس صورت میں اگر طلبا کو یہ کہنے کا موقعہ ملے کہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ یا ہمیں تو خبر نہیں تھی یا یہ کہ ہمیں تو یاد نہیں رہا۔ تو انکی کیا خطا ہے۔ جب خود اُستاد نے اپنی کمی لڑکوں سے پورا کرانے کی کوشش کی ہے۔ میں اس کا ضرور قائل ہوں۔ کہ گھر پر کام کم از کم بتایا جائے۔ یہ لڑکوں پر ظلم ہے کہ دو سوال تو کل پیریڈ میں طلبا نے حل کئے ہیں وہ کسی کی سمجھ میں آئے اور کسی کی نہیں اور دس بتائیے کہ گھر سے کر لائیں۔

جو کام آپ طلباء کو گھر کے واسطے بتا رہے ہیں وہ یقیناً ایسا ہونا چاہئے کہ کسی اتالیق کی امداد کی ضرورت پیش نہ آئے۔ اور وہ زیادہ تر ایسا ہو کہ وہ طلباء میں کوئی خاص شوق پیدا کر دے اور اس مقصد کے حصول کے واسطے عام مطالعہ کی تحریص و ترغیب دلانی ضروری ہے۔

دوسرا سوال یہ ہوتا ہے کہ گھر پر کتنا کام بتایا جائے۔ ہر اُستاد یہی چاہتا ہے کہ طلباء زیادہ سے زیادہ اس کا کام کر کے لائیں اور یہی جانتا ہے کہ اس کا مضمون سب سے زیادہ اہم اور قابل توجہ ہے۔ اس دِقّت کا حل یہ ہے کہ جماعت کے مدرسین باہمی مشورہ سے طے کر لیں کہ انکے مضامین کا جداگانہ اتنا اتنا کام طلباء کو لانا چاہئے۔ کہ خود غرضی کو طلباء کی بہتری کو ہر وقت پیشِ نظر رکھنا چاہیئے اور اسی روشنی میں ہر بات پر غور کرنا چاہیئے۔ منصف مزاج اور غیر جانبدار ہیڈ ماسٹر کی امداد اس مشکل کو بخوبی حل کر دیگی۔

میرے خیال میں اگر ان اُمور کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے تو یہ شکایت پیدا ہی نہ ہوگی۔ کہ طلباء کام کر کے نہیں لاتے اگر شاذو نادر حالات میں ہُوا بھی تو پھر اس کی وجوہات کہیں اور تلاش کرنی ضروری ہیں۔ مثلاً یہ کہ طالب علم کے گھر کے حالات ایسے ہیں کہ وہ اُسے کام کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اس صورت میں طلباء کے سرپرستوں کی امداد حاصل کرنی چاہیئے۔ جو طلباء ایسے خوش قسمت ہیں کہ انکے سرپرست تعلیم یافتہ ہیں اور تعلیم کی اہمیت کو جانتے ہیں تو انہیں صرف گھر کے کام کا ٹائم ٹیبل کی نقل بھیجدینی اور یہ درخواست کافی ہے کہ وہ دیکھیں کہ انکا جگر گوشہ کام باقاعدہ کرتا ہے کہ نہیں۔ اس سلسلہ میں وقتاً فوقتاً طلبا کے سرپرستوں سے ملاقات ضروری ہوگی اور کام بڑھیگا لیکن یہ فرض منصبی ہے جس کا انجام

دینا ضروری ہے۔ اور روٹی حلال کرنے کے واسطے کرنا ہی پڑیگا۔
کام دینے کے بعد اگلے دن اس کا دیکھنا نہایت ضروری ہے اور جو کر کے نہیں لائے اُن سے بازپرس کی جائے۔
بعض اساتذہ خود طلباء کو اس بات کا عادی بنا دیتے ہیں کہ وہ کام کر کے نہ لائیں۔ اس لئے کہ وہ کام بتا دیتے ہیں اور پھر اپنی سُستی اور بے پروائی کی وجہ سے دیکھتے نہیں۔ جب طلباء کو یہ محسوس ہو جاتا ہے کہ جو کام بتایا جا رہا ہے۔ اس کے متعلق کبھی بازپُرس نہ ہوگی تو وہ اُسے کر کے نہ لائیں تو خطاوار نہیں۔

خط نمبر ۲۱

عزیزی و مکرمی تسلیم۔ آج ایک ماسٹر صاحب ابتدائی انگریزی جماعت کو ایک نظم پڑھا رہے تھے۔ نظم عام تھی۔ میں نے بھی اس کو چھٹی جماعت میں پڑھا تھا۔ آپ نے بھی یقیناً کسی نہ کسی جماعت میں وہ نظم پڑھی ہوگی اور حفظ یاد کی ہوگی۔ لیکن ان الفاظ کی اہمیت کہ "محبت کی حکومت خوف کی حکومت سے بہتر ہے" آج محسوس ہوئی۔ مدرسہ کی چار دیواری میں حقیقتاً یہ الفاظ حرف بحرف صحیح ثابت ہوئے۔ تصور کی آنکھ کے سامنے ان الفاظ نے صدہا اعلیٰ اعلیٰ عظیم الشہرت اور رفیع المنزلت مدارس پیش کر دیئے۔ جب نظر غائر سے اُن کی حالت کا مطالعہ کیا تو اُن میں سے بعض ایسے نظر آئے کہ جن کا ضبط نہایت ہی اعلےٰ درجہ کا تھا۔ جن کے طلباء کی نشست و برخاست۔ آمد و رفت اور اوضاع و اطوار سے باقاعدگی ٹپکی پڑتی تھی۔ لڑکے اور ماسٹر کیا ہیں کلیں ہیں۔ اپنا اپنا کام ٹھیک وقت پر ٹھیک طرح سے کر رہے ہیں لیکن پھر بھی اُنکو صحیح معنی میں اعلےٰ مدارس کی صف میں کھڑا نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انکا ہیڈ ماسٹر بہت زبردست ہے۔ لیکن میں یہ ضرور کہونگا کہ "بڑا آدمی" نہیں۔ اس پر آپ سوال کرینگے کہ بڑا آدمی کیوں نہیں اور اگر وہ ہیڈ ماسٹر بڑا آدمی نہیں ہے تو آپ کے ہیڈ ماسٹر کی "عظمت" کا کیا معیار ہے۔
سُنئے۔ بڑا ہیڈ ماسٹر وہ ہے جس کا مدرسہ اگر ایک طرف نہایت شاندار نتائج دکھا رہا ہے تو دوسری طرف کھیلوں میں نمایاں شہرت حاصل کر رہا ہے۔ کپ اور شیلڈ حاصل کر رہا ہے۔ اگر اُس کا سکاؤٹ ٹروپ فن طلیعہ میں قابل تعریف ہے تو سوشل خدمات کی وجہ سے قابل فخر۔ اگر اُس کے طلباء مضمون نویسی۔ تقریر اور نظم خوانی میں شہرت حاصل کر رہے ہیں۔ تو وہ دوسری طرف۔ اپنے بہترین رویہ اور برتاؤ سے سب کے دلوں کو موہ رہے ہیں۔
غرضیکہ ہر پہلو سے وہ اپنی درسگاہ کی شہرت و عظمت میں چار چاند لگا رہے ہیں۔ گو وہ کلوں کی طرح منضبط نہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ معیار کس طرح حاصل ہو اور کیا وسائل اختیار کئے جائیں کہ یہ سماں مدرسہ میں پیدا ہو۔ اس کا واحد اور بہترین اور صحیح ترین جواب وہی ہے کہ طلباء کے دلوں میں مدرسہ کی۔ مدرسہ کے اساتذہ کی محبت پیدا کرو۔ اگر لڑکا مدرسہ کے فرنیچر کو خراب نہیں کرتا تو اس کے دل میں یہ خوف نہ ہونا چاہئیے۔ کہ اگر ایسا کرتا ہوا پکڑا

گیا تو سخت سزا کا مستوجب ہونگا بلکہ اس کے دل میں یہ درد ہونا چاہئے کہ میں اپنے ہی فرنیچر کو خراب کر رہا ہوں اور اپنی درسگاہ کو نقصان پہنچا رہا ہوں ۔

اگر ایک لڑکا نہایت باقاعدگی سے مدرسہ میں وقت پر آتا ہے تو اس لئے نہیں کہ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو نقصان اُٹھائیگا بلکہ اس لئے کہ اُس کی جماعت کو نقصان ہوگا اور وہ اس کی وجہ سے حاضری میں کم درجہ حاصل کریگی ۔ مدرسہ کی محبت کس طرح پیدا کی جائے ۔ اسی طرح کہ طلباء پر محبت اور ہمدردی سے حکومت کی جائے ۔ مدرسہ کا ہر لڑکا یہ محسوس کرے کہ ہمارے ہر مدرس کا ہر کام ہماری فوز و فلاح کا ذمہ دار ہے ۔ اگر وہ سختی بھی کرتے ہیں تو ہماری بہتری کے لئے اور نرمی سے برتاؤ کرتے ہیں تو ہماری بھلائی کے لئے ۔ ؎

ان کے غصہ میں ہے دلسوزی ملامت میں ہے پیار
مہربانی کرتے ہیں نامہربانوں کی طرح

میرا خیال ہے کہ شائد اب آپ میرے نقطۂ نظر سے "زبردست" اور "بڑے ہیڈ ماسٹر" کا مابہ الامتیاز سمجھ گئے ہونگے ÷　　رمزی

از خدائے سخن عروضی کامل الفن صدر اعظم مولانا محمد حبیب السبحان المتخلص بحضرت صابر الہ آبادی حال محلہ ملتیاں شہر لشکر گوالیار گورنمنٹ

شرافت پناہ حافظ غنی محمد صاحب متخلص غنی تلمیذ اعتبار الملک افتخار الشعراء سید افتخار حسین صاحب مضطر خیرآبادی بعد قیام سند چونکہ آپ ایک کہنہ مشق اور شعر و سخن میں آپ نہایت عمدہ اور زود گو شاعر ہیں ۔ حضرت مضطر مرحوم نے آپ کو اپنی زبان سے خلیفہ کہتے ہوئے فرمایا کہ اس کا کلام میرا کلام ہے اور اپنے شاگردان نومشق کو آپ سے اصلاح بھی گاہے بگاہے دلا دیا کرتے تھے ۔ اور اپنے قابل شاگردوں میں جانتے تھے ۔ میں آپ کا کلام ایک مدت سے سُن رہا ہوں لہذا

میں آپ کے نام کے ساتھ (برق مضطر ۱۳۵۱ھ) کو ملقب کر کے یہ چند سطور بعد داشت نقل اپنی مہر خاص و ثبت دستخط سے بطور حوصلہ افزائی سنداً عطا کرتا ہوں ۔ فقط

شعر ؎　　برق مضطر خطاب تاریخی یہ غنی کو دیا ہے صابر نے ۱۳۵۱ھ

نوٹ ۔ یہ سند سنہرے سرخ و سیاہ حرفوں میں دی گئی ہے جس کی روشنائی نہایت پختہ ہے ۔

بقلم محمد فضل الرحمٰن صابری　　ماخوذ از مباحثات صابری

پیامِ محبت

بیل پریم کی جس نے بوئی نخوت اپنی جس نے کھوئی
دل کی کثافت جس نے دھوئی کون کرے اُس کی بدگوئی

ذات پات پوچھے نہیں کوئی
ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئی

بھنگی - کولی - کاچھی - نائی ہندو - مُسلم - یا عیسائی
ایک خدا کی ساری خدائی سمجھو سب کو اپنا بھائی

ذات پات پوچھے نہیں کوئی
ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئی

سارے جہاں کا ایک خدا ہے ایک سے پھر کیوں ایک جُدا ہے
جو میرا ہے وہ تیرا ہے جو تیرا ہے وہ میرا ہے

ذات پات پوچھے نہیں کوئی
ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئی

چتیا - ریداس - اور کبیرا کون ان میں تھا ذات کا اونچا
لیکن ایک سے تھا ایک اچھا عشق حقیقی کا متوالا

ذات پات پوچھے نہیں کوئی
ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئی

بھیلنی تھی جو شبری نامی رام کی بھگتی اُس کو بہت تھی

اپنے جھوٹے بیر جو لائی — کھا گئے وہ خاطر سے اُسکی

ذات پات پوچھے نہیں کوئی
ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئی

دل میں نہ رکھو خوف و خطر تم — بھارت کے سچے ہو پسر تم
چاہو جو پانا سب پہ ظفر تم — بس یہی رکھو پیش نظر تم

ذات پات پوچھے نہیں کوئی
ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئی

اب بھارت کی اور ہوا ہے — ہوش نیا ہے۔ جوش نیا ہے
اہل بصیرت کی یہ صدا ہے — گو سوامی نے خوب کہا ہے

ذات پات پوچھے نہیں کوئی
ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئی

بات کو شاکر کی سچ جانو — کہنا مانو! کہنا مانو
کر گزرو جو دل میں ٹھانو — رمز ہے یہ۔ اسکو پہچانو

ذات پات پوچھے نہیں کوئی
ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئی

خاکسار پنڈت شیو ناتھ کول شاکر۔ از لشکر گوالیار

چند مفید باتیں

(۱) سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور جھوٹ گناہوں کی طرف
(۲) عاجزی و خاکساری جزو ایمان ہے۔
(۳) دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔
(۴) حرص حریص کی قاتل ہے۔
(۵) انسان کا شکم اس کا دشمن ہے۔
(۶) بے علم۔ زوالِ دولت ہے۔
(۷) محنت سے عزت اور اتفاق میں برکت ہے۔
(۸) دولت انسان کے لئے ترقی کا ایک زینہ ہے۔
(۹) ہزاروں عبادتیں ایک گناہ کے مقابلہ بے حقیقت ہیں۔
(۱۰) صرف خدا سے اُمید رکھو اور اپنے گناہوں سے خوف کرو۔

([illegible])

جذباتِ بسمل

مقدمہ از

(آنریبل جسٹس سرعبدالقادر صاحب جج ہائیکورٹ لاہور)

الہ آباد کے مشہور شاعر جناب بسمل الہ آبادی ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی کے طوفانی شاگرد ہیں۔ آپ کا شمار ہندوستان کے بلند پایہ شعراء میں ہے۔ ابھی حال میں آپ لاہور تشریف لائے تھے اور میرے مہمان رہے۔ آپ کا خیر مقدم اہلِ لاہور نے خوب خوب کیا۔ ادبی دنیا میں آپ کے آنے سے ہل چل مچ گئی تھی۔ اخبار پڑھنے والے اس سے اچھی طرح واقف ہیں۔ آپ کا دیوان جذباتِ بسمل کے نام سے انڈین پریس الہ آباد نے شائع کیا ہے جو باتصویر ہے اور ہر پہلو سے قابلِ قدر ہے۔ اردو ادب میں یہ اضافہ نایاب ہے۔ اس کا مقدمہ سرعبدالقادر صاحب جج ہائی کورٹ لاہور نے تحریر فرمایا ہے جو نقل کرکے ناظرین رہنمائے تعلیم کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔ یہ مقدمہ نہایت ہی قابلیت سے تحریر فرمایا گیا ہے۔ اُمید قوی ہے کہ ناظرین از حد لطف اندوز ہونگے اور پھر اس سے اندازہ ہو جائیگا کہ جناب بسمل کس پایہ کے شاعر ہیں۔

(اڈیٹر)

دو سال ہوئے لاہور میں ہندوستان کے ماہران علوم مشرقی کا ایک بڑا مجمع ہُوا۔ اس میں بہت سے عالمانہ مضامین پڑھے گئے۔ بہت سی دلچسپ تقریریں ہوئیں مگر ایک پُرلطف صحبت اہلِ لاہور کو کبھی نہ بھولے گی جو اس کانفرنس میں بصورت مشاعرہ اُردو منعقد ہوئی تھی۔ مشاعرہ کوئی آٹھ بجے شروع ہُوا اور گیارہ بجے برخاست ہونے کو تھا کہ میں نے دیکھا کہ دو تین نووارد اصحاب تشریف لا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک صاحب نے مجھے بتلایا کہ الہ آباد کے مشہور شاعر بسمل صاحب ان کے ہمراہ ہیں اور اگر اُن سے کہا جائے تو وہ اپنے کلام سے حاضرین کو مستفید فرمائیں گے۔ چنانچہ ان سے درخواست کی گئی اور انہوں نے پڑھنا شروع کیا مگر کیسا پڑھنا جس میں شاعرانہ ترنم اور تاثیر ایک دوسرے پر غلبہ پانے کی کوشش کر رہے تھے۔ پہلا شعر پڑھتے ہی بسمل صاحب مجمع پر چھا گئے۔ جب تک پڑھتے رہے سُننے والوں پر ایک خاص کیفیت سکون اور سکوت طاری رہی گو کبھی کبھی پُرجوش تحسین کی تالیاں اس سکوت کو توڑتی تھیں اور جب وہ پڑھ چکے تو لوگوں نے انہیں گھیر لیا اور داد دینی شروع کی۔ میں نے بھی چند جملے ان کے کلام کی تعریف میں کہے۔ یہ میری اور ان کی پہلی ملاقات تھی۔ اس کے بعد ملنے کا موقعہ ابھی نہیں ملا۔ شائد بعض حضرات کو تعجب ہوگا کہ اس تعارف میں ان کے کلام کے مجموعے کا دیباچہ لکھنے کا مستحق کیسے ہوگیا۔ میں اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ اس کا جواب حضرت

ملہ جذباتِ بسمل ذیل کے پتہ سے طلب فرمایئے۔ قیمت ساڑھے چار روپیہ ہے۔
انڈین پریس گنپت روڈ لاہور — انڈین پریس الہ آباد

بسمل سے پوچھئے مجھے تو اسی قدر معلوم ہے کہ میرے دل پر ایک سرسری ملاقات نے گہرا نقش چھوڑا ۔ لیکن مجھے بہت خوشی ہوئی جب یہ پتا چلا کہ اس نقش کا عکس جناب بسمل کے آئینۂ دل پر بھی رہ گیا ۔ انہوں نے کچھ عرصہ ہُوا مجھے یہ خط لکھا وہ اپنا کلام شائع کرنے کو ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ میں اسی کے شروع میں چند سطریں لکھ دوں ۔ انہوں نے اپنا قلمی مسودہ میرے پاس بھیجا جسے میں نے نہایت شوق سے پڑھا ہے ۔ کتاب کا نام "جذباتِ بسمل" بہت موزوں ہے ۔ کیونکہ جذبات ہی مصنف کے کلام کا بہترین امتیاز ہیں ۔ زبان کی سادگی اور سلاست اُن کے کلام کی دوسری خصوصیت ہے ۔ کیوں نہ ہو فن شعر میں آپ ناخدائے سخن حضرت نوحؔ ناروی کے شاگرد ہیں جو فصیح الملک حضرت داغؔ دہلوی مرحوم کے بلند پایہ تلامذہ میں ہیں ۔

جناب بسمل کے حالات زندگی اکثر رسالوں اور اخباروں میں چھپ چکے ہیں ۔ اس لئے اس بارے میں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ۔ آپ کا خاندانی نام "منشی سکھدیو پرشاد سہنا" ہے ۔ آپ فطرت سے شاعرانہ طبیعت لے کر آئے ہیں اور اسی لئے انہوں نے نسبتاً آغاز عمر میں شاعری میں نام پیدا کر لیا ۔ اس وقت آپ کا سن اکتیس[۳۱] برس سے کچھ اوپر ہے ۔ کیونکہ ۱۱ نومبر ۱۸۹۹ء آپ کی تاریخ ولادت ہے ۔ آپ کائستھوں کے ایک ذی علم اور معزز خاندان کے رُکن ہیں ۔ آپ کے چچا منشی اننت لال صاحب وکیل مرحوم نے اپنے بھتیجے کا میلانِ شاعری کی طرف دیکھ کر یہ مشورہ دیا کہ وہ حضرت نوحؔ ناروی سے اصلاح سخن لیں ۔ ۲۵ ۔ دسمبر ۱۹۱۸ء سے انہوں نے ایسے اُستاد سے فیض حاصل کرنا شروع کیا ۔ ذوق سلیم باکمال اُستاد کی توجہ سونے پر سہاگہ ہو گئی اور چند سالوں میں قبولیت عام نے جناب بسمل کی کامیابی پر اپنی مہر ثبت کر دی آپ ہر وقت نظم اُردو کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں ۔ آج کل جتنے اچھے رسالے چھپتے ہیں وقتاً فوقتاً بسمل صاحب کے کلام سے مزین ہوتے ہیں ۔ اور ہندوستان کے ہر حصہ میں جہاں کوئی بڑا مشاعرہ ہوتا ہے وہاں حضرت بسمل کو دعوت دی جاتی ہے ۔

بسمل صاحب کا انداز کلام تو خود جذبات بسمل کے پڑھنے سے معلوم ہوگا ۔ لیکن چند شعر یہاں نمونے کے طور پر درج کرنے ضروری ہیں ۔ بجائے اس کے کہ کوئی اور شعر انتخاب کروں بہتر ہوگا کہ جو اشعار میں نے لاہور کے قابلِ یادگار جلسے میں مصنف کی زبان سے سُنے تھے اور جن کی صدا اب تک میرے کانوں میں گونج رہی ہے یہاں نقل کر دوں ۔ سب سے پہلے جناب بسمل نے فلسفۂ ہستی کے متعلق چند رباعیاں پڑھی تھیں جن میں سے ایک یہ ہے ۔

کرتا ہوں بیاں سُنئے بیانِ ہستی　　کچھ بھی نہیں کچھ بھی نہیں شانِ ہستی
اِس سانس کی بُنیاد ہی کیا اے بسمل　　کندھے پہ ہوا کے ہے مکانِ ہستی

اس کے بعد انہوں نے تصوّف کے رنگ میں ڈوبی ہوئی غزل پڑھی جس میں ان کے پڑھنے کے طریق نے ایک خاص اثر پیدا کر دیا اس کے چند شعر یہ ہیں :-

مدت سے یہ سنتے آئے ہیں وہ خانۂ دل میں رہتے ہیں
آجائیں نظر تو ہم جانیں کہنے کے لئے سب کہتے ہیں
دُنیا کے سمندر میں دیکھی تنکے کی طرح اپنی ہستی
ساحل پہ قدم رکھتے ہی نہیں ہر سمت یونہیں ہم بہتے ہیں
ہاتھوں کا اُٹھانا دوبھر ہے لب ہم کو ہلانا مشکل ہے
آنکھوں کے اشارے ہی سے فقط اب حال مصیبت کہتے ہیں
میں سامنے لانے کی کوشش کرتا ہوں تو ناحق کرتا ہوں
وہ روزِ ازل سے پردے میں کچھ سوچ سمجھ کر رہتے ہیں
ہے نوحؔ سے نسبت بسملؔ کو طوفانِ سخن سے ڈر کیسا
ہر بزم میں غزلیں پڑھتے ہیں ہر بحر میں غزلیں کہتے ہیں

مندرجہ بالا غزل کا مقطع جب پڑھا جا رہا تھا تو میرے دل میں خیال آیا کہ ہماری مشرقی تربیت میں اُستاد و شاگرد کا رشتہ کیسا لاجواب رشتہ ہے جو باپ بیٹے سے ملتا جلتا ہے اور جس کا پائدار اثر شاگرد کے صفحۂ دل پر رہتا تھا۔ دیکھئے اُستاد مسلمان ہے شاگرد ہندو ہے مگر غزل سے یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ نوحؔ کون ہے اور بسملؔ کون ہے۔ اگر ہندوستان میں کوئی چیز ہے جس کے احاطے میں ہندو مسلمان ایک ہو گئے تھے وہ ہندوستانی زبان ہے جسے اُردو بھی کہتے ہیں۔ اس کا ڈھانچہ ہندی سے بنا ہے اور ڈھانچہ کی پوشش فارسی، عربی، انگریزی زبانوں کے رنگا رنگ کپڑوں سے ہوئی ہے۔ ہندو مسلمان دونو اس کے نشوونما میں شریک رہے ہیں اور اب بھی ہیں اور اسی کے ذریعے اگر وہ چاہیں تو ایک قوم بن سکتے ہیں۔ ایک اور غزل میں جنابِ بسملؔ اپنی وسعتِ خیال کو یوں بیان کرتے ہیں:-

مجھے ہے واسطہ دیر و حرم دونوں سے اے بسملؔ
کہ میں ہندو ہوں ہندو میں مسلماں ہوں مسلماں میں

یہی رنگ ہے جس کی اس زمانے میں ضرورت ہے اوّل تو زبانِ اُردو خود ہندو و مسلمانوں کے گزشتہ ملاپ کی یادگار ہے اور آئندہ کے اتحاد کی ضامن ہے۔ پھر جب اُردو کے شعرا اور مصنفین یک جہتی کے خیالات پھیلائیں تو باہمی اتحاد بہت مضبوط ہو سکتا ہے۔

حضرت بسملؔ فنِ غزل گوئی میں اگرچہ پُرانے اساتذہ کی پیروی کرتے ہیں لیکن آج کل کے حالات کے تقاضے سے کہیں چھپے ہوئے کہیں کھُلے ہوئے اشارے سیاسی آزادی کے متعلق بھی کر جاتے ہیں۔ یہ شعر ملاحظہ ہو اس میں آزادی کی طرف کیسا پُرلطف اشارہ ہے:-

مانتا ہوں میں بھی یہ اہلِ چمن کا فلسفہ
موت ہے کنجِ قفس میں زندگی گلشن میں ہے

ایک دوسری جگہ یہی مضمون کیسے صاف اور معنی خیز الفاظ میں نظم ہوا ہے۔

یہ زباں بندی بھی اِک بیداد ہے بیداد پر
مُہر ظالم نے لگا دی کیوں لبِ فریاد پر

خوبی یہ ہے کہ تغزل کا پہلو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ اگر کوئی حالاتِ موجودہ کی طرف اشارہ سمجھے تو روا ہے

ورنہ معشوق سے عاشق کی باتیں ایشیائی شاعری کے مُسلّم انداز میں ہو رہی ہیں مثلاً :-

کیا کہا پھر تو کہو ہم کوئی شکوہ نہ کریں　　　چُپ رہیں ظُلم سہیں ظُلم کا چرچا نہ کریں

کہیں کہیں آزادی کے گیت کھُلے بندوں گاتے ہیں مگر پھر بھی رنگ تغزّل ملحوظ رہتا ہے - ایک غزل کا مطلع ملاحظہ ہو :-

کچھ نہ ہو غم کچھ نہ ہو پروائے بربادی مجھے　　　خاک میں مل کر اگر مل جائے آزادی مجھے

اس قسم کے اشعار گو اپنی اپنی جگہ پُر لطف ہیں مگر کلام بسمل کی خصوصیت وہ اشعار ہیں جن میں حسن وعشق کی تصویر بے ساختہ پن سے کھینچی گئی ہے یا جن میں دیدانت اور تصوف کا رنگ غالب ہے - ایسے اشعار معانی کی خوبی کے ساتھ صورت کے لحاظ سے بھی دل کش ہوتے ہیں اور عموماً ایسی شگفتہ بحروں میں لکھے جاتے ہیں کہ پڑھنے والا انہیں بار بار پڑھتا رہتا ہے ان کے ترنم سے سرور حاصل کرتا ہے - مثال کے طور پر دو تین شعر دیکھئے -

لاکھ چھُپائے تو کیا چھپ نہ سکے گا رازِ عشق　　　بول اُٹھے گا خود بخود چھیڑے بغیر سازِ عشق

فیصلہ دیکھیں کیا کریں حشر میں کارسازِ عشق　　　ایک طرف ہے نازِ حسن ایک طرف نیازِ عشق

حُسن کی ہیں کرامتیں پیشِ نظر موجود بخود　　　کعبۂ دل میں ہم پڑھیں دل سے اگر نمازِ عشق

دو تین شعر اور پیش کئے جاتے ہیں جو پھولوں کے متعلق ہیں اور پھولوں کی طرح کھِلے ہیں :-

گلزار میں آیا موسم گل اللہ رے جوانی پھولوں کی　　　اب پھُول کے بُلبل کہتی ہے پھولوں سے کہانی پھُولوں کی

گلشن میں نہ کیونکر دل بہلے وہ سُنتے ہیں میں سُنتا ہوں　　　چل پھر کے صبا ہی چومتی ہے کیا کیا پیشانی پھولوں کی

بلبل کے مقدر سے بے شک تقدیر اسی کی اچھی ہے　　　چل پھر کے صبا ہی چومتی ہے کیا کیا پیشانی پھولوں کی

جذباتِ بسمل میں غزلوں کے علاوہ کئی مسلسل نظمیں شامل ہیں جن میں بعض سے روحانی مضامین پر اور بعض قومی مضامین پر لکھی گئی ہیں کرشن کنہیا کے جنم پر ایک دلکش نظم ہے جسکا ایک بند نمونے کے طور پر درج کیا جاتا ہے ارباب ذوق پوری نظم پڑھیں -

کس قیامت کا بھرا سوز تیرے ساز میں ہے　　　رنگِ الفت بھی نہاں خوبیٔ انداز میں ہے

یہ بڑے جوش میں ہے اور بڑے ناز میں ہے　　　گویا جادو اسی جادو بھری آواز میں ہے

راگ کے وقت کوئی دُھن میں کوئی نے میں ہے مست

دیکھتا ہوں جسے اچھی طرح وہ نے بن ہے مست

کرشن جی کی تعریف سے شاعر کو جمنا کی تعریف یاد آجاتی ہے اور وہ یوں اس کی قدرتی خوبیوں کی مدح سرائی کرتا ہے - ؎

باعثِ ناز ہے بے شبہ ہمالا کے لئے　　　سببِ فخر و شرف گوکل و متھرا کے لئے

خاص ایک نعمت حق وادیٔ صحرا کے لئے مختصر یہ ہے بڑی چیز ہے دُنیا کے لئے
دل کی سربستہ کلی فرطِ خوشی سے کھل جائے
اس کو امرت ملے جس کو تیرا پانی مل جائے

قومی نظموں میں ایک نظم شوق آزادی کے عنوان سے لکھی ہے۔ اس کے ایک بند میں کس سادگی سے مگر زور کے ساتھ مطالبۂ وطن پیش کیا ہے:۔

جو عہد کر چکے ہیں اس کو صاف کہنا ہے کہ ہر طریق سے آزاد ہو کے رہنا ہے
نجات کے لئے زنجیر و طوق گہنا ہے یہاں تو کھیل غرض ہر ستم کا سہنا ہے
بلا سے کچھ نہ ملے غم نہیں چمن مل جائے
وطن کے ہم ہیں ہمارا ہمیں وطن مل جائے

قدرتی مناظر کی داد ایسے خوبصورت الفاظ میں دیتے ہیں کہ ان مناظر کی رنگین تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ برسات کی شام کا بیان شعروں میں کیا ہے۔ ان میں سے چند ملاحظہ کیجئے:۔

سر اُٹھا کر آسماں کی جامہ زیبی دیکھئے اُس کی رنگینی میں کیا ہے دلفریبی دیکھئے
بزم گردوں پر ہٹولا ہے انجمن آرا کوئی جھانکتا پردے سے ہے شاید مہ پارا کوئی
میں نہ کیوں قربان جاؤں اس ادا اس ڈھنگ کے آسماں پر کھل رہے ہیں پھول لاکھوں رنگ کے

اس دلچسپ مجموعے کے اخیر میں کچھ متفرق اشعار ظریفانہ پیرائے میں اخلاقی ملکی معاشرتی مضمونوں پر لکھے گئے ہیں جو حضرت اکبر الہ آبادی کے رنگ میں ہیں۔ حضرت بسمل بھی الہ آباد کے ہیں اور حضرت اکبر مرحوم الہ آباد کے تھے۔ ممکن نہ تھا کہ اکبر کے خصوصی رنگ کی مقبولیت بسمل کے دامن دل کو نہ کھینچتی۔ اس قسم کے چند متفرق اشعار یہاں درج کئے جاتے ہیں جو کسی حاشیہ آرائی کے محتاج نہیں۔

کہیں گھر کو نہ اپنے بھول جانا سمجھ کر سوچ کر اسکول جانا
مستقل ہو کر رہے صاحب بھلا کس کی طرف یہ کبھی اُس کی طرف ہیں یہ کبھی اِسکی طرف
اب زمانے میں آدمی بسمل
فیشن ایبل نہیں تو کچھ بھی نہیں

ہندو بھی مسلماں بھی رستے سے بھٹک کر میدان ترقی کی سڑک کوٹ رہے ہیں
یہ ہی اندھیر بس پہنے ہیں وہ اُجالے میں بس اتنا فرق ہے گورے اور کالے میں

اصناف سخن کی جو مختلف مثالیں پیش کی گئی ہیں ان سے یہ معلوم ہو گیا کہ حضرت بسمل شہر سخن کے

سب گلی کوچوں سے ہو نکلے ہیں۔ ہر صنف میں خوب طبع آزمائی کرسکتے ہیں۔ گو غزل اور وہ بھی سادہ غزل انکا خاص میدان ہے۔ میرے خیال میں سادگی انکے کلام کا ایسا جوہر ہے جس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے ایک جگہ خود فرماتے ہیں۔

سہل لکھ لکھ کر یہ کیا اچھا تماشا کردیا ۔۔۔ حضرت بسمل نے تو اُردو کو بھاشا کردیا

واقعی اگر سادہ اور آسان اُردو لکھی جائے تو اس میں اور بھاشا میں کیا فرق ہے۔ البتہ آج کل کی بھاشا جو سنسکرت الفاظ سے لدی ہوتی ہے اور اُردو جو عربی اور فارسی الفاظ سے پُر ہوتی ہے یہ دونو ایک دوسرے سے پرے ہوتی جاتی ہیں۔ اس خلیج کو پُر کرنا حضرت بسمل کے مقاصد زندگی میں شامل ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے سے قریب تر کردیں۔ یہ مفید مقصد اس مجموعے میں پیش نظر رکھا گیا ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ اس مقصد کو سامنے رکھ کر اشعار لکھے گئے ہیں۔ کیونکہ پھر ان اشعار میں روانی نہ ہوتی جو بسمل کے کلام کی خصوصیت ہے۔ میرا مطلب فقط یہ ہے کہ حضرت بسمل نے طبیعت پائی ہے صلح پسند اور اُس پر نا خدائے سخن حضرت نوح ناروی کے اثر سے انکی علمی تربیت ایسی ہوئی ہے کہ صلح کُل خیالات ان کی طبیعت کے جزو بن گئے ہیں اور ان کے بربط سے آواز بھی یہی نکلتی ہے کہ دَیر و حرم ایک ہیں سب کا معبود حقیقی ایک ہے اور اس کے بندوں کو آپس میں محبت رکھنی چاہئے۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ اس مجموعے کی اشاعت ہوگی اور ہندوؤں اور مسلمانوں کو اپنی مشترکہ زبان اور اس کے بیش بہا ادبی خزانوں کا سچّا قدردان بنادے گی اور اُردو دان جماعت کا ہر طبقہ "جذباتِ بسمل" کو شوق سے خریدے اور پڑھے گا۔

غلط نامہ رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور بابت ماہ جولائی ۱۹۳۳ء

نمبر صفحہ	نمبر سطر	غلط	صحیح
۲۰	۱۱	خلاف آخر رکن میں ورود کرے	حذف آکر اگر ورود کرے
۲۱	۱۴	کُند چھری سے اُس کے ارکان کو	کُند چھری سے ارکان کو حلال کرتے ہیں
۲۵	۱۰	کہ اُن سے اُن مسائل عروض کو	کہ ادق سے ادق مسائل عروض کو
۲۶	۷	جس کی وجہ سے فرحات و تفطیحات	جس کی وجہ سے فروعات و تقطیعات
۲۶	۲۳	خرم کے ایک حکم سے میم گرگئی	خرم کے حکم سے ایک میم گرگئی
۲۷	۵	اب الزام اعداد کا ہوسکتا ہے	اب التزام اعداد کا ہوسکتا ہے

کلامِ مضطر نعمانی

(علامہ مضطر نعمانی شاہجہانپوری فاضل ادب)

آپ کو کیا بتاؤں میں حال مرا نہ پوچھئے — تن ہے تو ریش ریش ہے دل ہے تو داغ داغ ہے

بادِ صبا کی شوخیاں شمعِ لحد بجھا نہ دیں — ٹوٹے ہوئے مزار کا ایک یہی چراغ ہے

ساقیِ بزم واسطہ تجھکو نگاہِ مست کا — گوشۂ میکدہ میں بھی کوئی تہی ایاغ ہے

دیر و حرم کی قید سے طالب حق ہے بے نیاز — میری جبیں تو ہر جگہ وقفِ پئے سراغ ہے

کِس کی شبیہہ خواب میں آ گئی نظر دل حزیں — کچھ تو بتا کہ آج تو کس لئے باغ باغ ہے

خضر سے رہنما کو بھی کہتے ہوئے یہی بنا

رہبرِ مضطرِ حزیں دل کا فقط چراغ ہے

غزل شاکر

لائی ہے طرفہ رنگ عروس بہار کیا — ہر پھول پر نثار ہے جانِ ہزار کیا

ہیں گل بھی اور خار بھی گلزار دہر میں — اچھے بُروں کا بزم جہاں ہیں شمار کیا

یادِ خدا میں وقف نہ کیوں کیجئے اسے — کام آئے گی یہ زندگیٔ مستعار کیا

ہمدم وہی ۔ رفیق وہی ۔ مہرباں وہی — تکلیف دینگے مجھکو بیاباں کے خار کیا

دیتا ہے ہجر میں دلِ غمگیں تسلیاں — ہوگا زیادہ اس سے کوئی غمگسار کیا

لعل و گہر ہیں دامن پیرِ فلک میں کیوں — اُس غیرتِ قمر پہ کریگا نثار کیا

شاکر بہار لوٹ لے پھولوں کی شوق سے

باغ جہاں میں آئیگا تو بار بار کیا

(شاکر گوالیاری)

خدا کے حضور میں دُعا

(جناب سید دل محمد صاحب منشی فاضل گیلانی جالندھری)

ہر شے میں جلوہ تیرا ہر شے میں نور تیرا
تو ہے نہاں مگر ہے ہر سُو ظہور تیرا

ہم کیوں مقام سمجھیں بالائے طور تیرا
لہرا رہا ہے ہر سُو دریائے نُور تیرا

معمور ہیں دو عالم تیری تجلّیوں سے
ذرّوں میں حُسن تیرا تاروں میں نُور تیرا

کیا بُلبلوں کا نالہ کیا قمریوں کا نغمہ
کرتے ہیں ذکر یارب ہر جا طیور تیرا

دُنیا کے بتکدے میں دن عمر کے گزارے
لے لے کے نام ہمنے ربِّ غفور تیرا

ان پر ہو کیا بھروسہ اعمال تو بُرے ہیں
بس ہم کو آسرا ہے ربِّ غفور تیرا

یہ مدّعا ہے میرا یہ آرزو ہے میری
دل میں ہو جلوہ تیرا آنکھوں میں نور تیرا

ہر صاحبِ خرد ہے قدرت کا تیری قائل
بندہ ہے صدقِ دل سے ہر ذی شعور تیرا

یارب ہو کیا **قضا** کو اندیشۂ معاصی
ہے بحرِ فیض جاری نزدیک و دُور تیرا

شکایاتِ فلک

جگر کو چھیدتا ہے دل کو غم سے چور کرتا ہے
فلک انساں کو اپنے جبر سے مجبور کرتا ہے

ازل سے اس کو ضد سی ہے ہماری ہر مسرّت سے
اگر مسرور ہوں دم بھر تو یہ رنجور کرتا ہے

فراقِ باہمی سے کام لینا ہے غرض اس کی
ستم گر آشنا کو آشنا سے دُور کرتا ہے

خیالِ آزمودہ ہے کہ جو مانوس ہو ہم سے
نگاہوں سے اُسی محبوب کو مستور کرتا ہے

اِدھر یوسف کو تڑپاتا ہے سوزِ دردِ ہجراں میں
اُدھر یعقوب کو دیدار سے معذور کرتا ہے

یہی اے **فیض** گُل کو داغ دیتا ہے جدائی کا
یہی بُلبل کو صحنِ باغ سے مہجور کرتا ہے

(غیر مطبوعہ)

فیض محمد فیض لدھیانوی
منشی فاضل

جونیر ریڈکراس سوسائٹی

یہ مضمون ریفریشر کورس دھرم کوٹ میں مسٹر پران ناتھ بی اے پی ای ایس ڈپٹی انسپکٹر مدارس ڈویژن جالندھر کی صدارت میں مسٹر امرناتھ تپش "سیکنڈ ماسٹر ڈل سکول دھرم کوٹ نے پڑھا تھا۔ (ایڈیٹر)

ریڈکراس سوسائٹی زمانۂ حال کی ایک جدید اخلاقی تحریک ہے۔ اس کی اخلاق آموزی ہی مدارس میں اس کے اجراء کا باعث ہوئی ہے۔ اس تحریک کے عالم وجود میں آنے کی داستان بھی نہایت دلچسپ ہے ۱۸۵۹ء میں فرانس اور آسٹریا کے درمیان ایک تباہ کن اور ہیبت ناک معرکہ آرائی سولفرینو کے میدان میں ہوئی۔ طرفین کی بے شمار افواج بالمقابل لڑتی رہیں۔ اور پندرہ ہی گھنٹوں میں تین لاکھ کے قریب سپاہیوں میں سے قریباً چالیس ہزار سپاہی لوٹ پوٹ ہو گئے۔ ان میں سے ہزاروں جوانمرد ایسے تھے جو بالکل مر نہیں گئے تھے۔ بلکہ زخموں کی وجہ سے نڈھال تھے۔ وہ غریب پڑے تڑپ رہے تھے۔ مگر اُن کی مدد کرنے والا اور پُرسانِ حال کوئی نہ تھا۔ انہی دنوں سوئٹزرلینڈ کا ایک سیاح "ڈیونٹ" اُس ملک میں سفر کر رہا تھا۔ اثنائے سفر میں جب وہ اُس میدان پہنچا۔ تو یہ تمام نظارہ دیکھ کر تڑپ کر رہ گیا۔ اُس نے دیکھا کہ اُس کی ذرا سی توجہ سے سینکڑوں جانیں بچ سکتی ہیں۔ لیکن وہ اکیلی جان کہاں کہاں ہوتی اور کیا کیا کرتی۔ تاہم ہمت نہ ہاری۔ اردگرد کے دیہات میں پھر کر اہلِ دل لوگوں کو ترغیب دی۔ کہ مل کر زخمیوں کی امداد کی جائے۔ محنت اکارت نہیں جاتی۔ دُنیا میں رحمدل اور کارکن لوگوں کی کمی نہیں ہے۔ "ڈیونٹ" کی کوشش کا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ بہت سے مرد عورت اُس کا ساتھ دینے اور ہاتھ بٹانے کو طیار ہو گئے۔

ڈیونٹ اور اُس کی مختصر جماعت نے میدان میں جا کر اُن زخمیوں اور مُردوں کی مرہم پٹی اور تجہیز و تکفین کا انتظام اِس خوبی سے کیا۔ کہ بہت سے زخمیوں کی جان محض اُن کی ادنےٰ توجہ سے بچ گئی اور دیگر قابلِ تکفین مُردوں کے جسم چیل کوّوں سے بچ گئے۔

ڈیونٹ کی اِس ہمت اور دلسوزی کا علم اُسے اور اُس کے چند ہمراہیوں کو ہی تھا۔ مگر ڈیونٹ کو وہ ہولناک نظارہ جو اُس نے میدان جنگ میں لاوارث زخمیوں اور مُردوں کے متعلق دیکھا تھا بھُولنے میں نہیں آتا تھا۔ اُس کا دِل ہمیشہ اِس خیال سے مضطرب رہنے لگا۔ کہ اگر وہ اور اُس کے ہمراہی اِس میدان کے نظارہ سے متاثر ہو کر کام میں نہ لگتے تو اتنے آدمی صرف لوگوں کی بے پروائی سے مر جاتے اور اگر اُس کے ذرائع ذرا زیادہ وسیع ہوتے تو

وہ اس سے بھی تندہی۔ تیزی سے کام لے کر زیادہ سے زیادہ زخمیوں کو بچالیتا۔ ان خیالات کے زیر اثر اس نے اس واقعہ سے تین سال بعد "یادگار جنگ سولفرینو" کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا۔ اُس کی دردبھری تحریر نے اس نظارہ کی وہ دردناک تصویر لوگوں کے پیش کی۔ کہ رسالہ مذکور کی مانگ بہت بڑھ گئی۔ دُنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوکر مُفت تقسیم ہونے لگا۔ اِس رسالہ میں "ڈیونٹ" نے لوگوں اور حکومتوں سے یہ درخواست بھی کی تھی۔ کہ ایسی مستقل انجمنیں بن جانی چاہئیں۔ جو جنگ کے دنوں میں بلاتمیز دوست و دشمن زخمیوں کی امداد اور مرہم پٹی کیا کریں۔ چونکہ تجویز معقول تھی اور ڈیونٹ کی پہلی بہادری سے لوگوں کے دلوں میں اُس کی کافی عزت تھی۔ لہٰذا حکومتوں نے بہت جلد اِس تجویز کی معقولیت کو تسلیم کر لیا۔ اور ۱۸۶۳ء میں جنیوا میں تمام ممالک کے نمائندوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں ریڈکراس جماعتوں کے قیام اور اس کے بین الاقوامی نظام پر بحث ہوکر یہ قرار پایا۔ کہ جنگ کے موقعوں پر زخمیوں کی طبّی امداد کے لئے ایسی جماعتیں قائم کی جائیں۔ چونکہ اس تجویز کا محرک ملک سوئٹزرلینڈ کا باشندہ "ڈیونٹ" تھا۔ اور اسی کے دردمند دل نے اس تحریک کو جنم دیا تھا۔ لہٰذا اُس کے ملک کی عزت افزائی کے خیال سے یہ ضروری سمجھا گیا۔ کہ اُس کی دائمی یادگار ہمیشہ پیش نظر رہے۔ ملک سوئٹزرلینڈ کا جھنڈا سُرخ زمین پر سفید کراس تھا۔ یہ مناسب سمجھا گیا۔ کہ اِس کو انجمن مذکور کا جھنڈا مقرر کیا جائے۔ مگر ذرا سا فرق پہچان کے لئے یہ بنا دیا گیا۔ کہ سفید زمین پر سُرخ صلیبی نشان مقرر کردیا گیا۔ محض صلیبی نشان ہی سے اِسے عیسائیت کا پرچار نہیں سمجھ لینا چاہئے۔ کیونکہ اِس کے مقاصد اور اصول نہایت عالمگیر اور اخلاص پر مبنی ہیں۔ چنانچہ اِس خیال سے کہ ہمیشہ جنگ ہی نہیں رہتی۔ کہ اِس انجمن کے ممبر کام میں لگے رہیں۔ امن کے دنوں میں انکا فرض یہ مقرر کیا گیا۔ کہ بہبودیِ عامہ کے کاموں میں لگے رہیں۔ اِس طرح سے نہ تو یہ لوگ اپنی مستعدی کو کھوسکینگے۔ اور ساتھ ساتھ خدمت عوام کا جذبہ بھی ترقی کرتا رہیگا۔

بچوں کی درست پرورش

صحت عام کی ترقی۔ بیماری کا انسداد اور ناگہانی حادثات میں فوری امداد کے وسائل سے واقفیت دلانے کے لئے ریڈکراس سوسائٹی کے ممبروں کو مختلف و مناسب مقامات پر جمع کرکے وہ ضروری تعلیم دی جاتی ہے۔ جو اِس قسم کی امداد بہم پہنچانے میں رہنمائی کرتی ہے۔ خاص طور پر ابتدائی طبّی امداد یعنی فرسٹ ایڈ کی تعلیم۔ تاکہ ڈاکٹر کے آنے تک ناگہانی امراض و حادثات کے مریض کی مناسب دیکھ بھال اور احتیاط سے وہ حالت پیدا نہ ہوسکے۔ جہاں جاکر مرض لاعلاج ہو جائے۔ ریڈکراس سوسائٹی کا کام غیر محدود ہے۔ بھلائی کے جس کام میں بھی کسی کو جہاں کسی کی مدد مطلوب ہے۔ اِس کے ممبر فوراً حاضر ہونے کو طیار ہوتے ہیں نیز صرف ایک آدھ کام ہی سے سوسائٹی داد کی مستحق نہیں سمجھ لی جاتی بلکہ جب تک تمام مقررہ نظام عمل ختم نہیں کرلیتی۔ اُسے ریڈکراس فلیگ لہرانے کی اجازت نہیں ملتی۔ اِس سوسائٹی کے ممبر بڑی عمر کے لوگ ہوتے ہیں۔ چھوٹی عمر کے لڑکوں کے لئے ریڈکراس کے اصولوں کی ابتدائی اور ضروری مگر آسان باتوں کو لیکر جونیر ریڈکراس سوسائٹی نام دے دیا ہے۔ اور

تجربتہً اسے ہمارے سکولوں میں شروع کیا گیا ہے تاکہ بچوں میں اس عمر سے پہلے ہی اُن اچھی باتوں اور عادتوں کو پیدا کیا جاسکے ۔ جبکہ عادات طبیعت ثانیہ ہو کر بدلنے سے رہ جاتی ہیں۔ جونیر ریڈکراس سوسائٹی میرا اصل موضوع ہے ۔ لیکن باہمی ارتباط بنانے کی غرض سے اس طویل واقعہ سے دوچار ہونا ضروری تھا۔ کیونکہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ بلکہ صرف مدارج کا تعین کردیا گیا۔ مقاصد سے استحکام عمل مستعدی وغیرہ میں جونیر ریڈکراس سینیر ریڈکراس سے کسی صورت میں کم نہیں ۔ جہاں سینیر سوسائٹی کے بین الاقوامی اجلاس مختلف ممالک کے نمائندوں کی حاضری میں ہوتے ہیں ۔ ساتھ جونیر سوسائٹی کا جلسہ بھی ہوتا ہے ۔ چنانچہ جینوا جونیر ریڈکراس سوسائٹی کے اجلاس میں جناب میجر آر سنڈرسن صاحب بہادر ہمارے موجودہ ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب نمائندہ مقرر کئے گئے تھے ۔

جونیر ریڈکراس سوسائٹی کے کام کی تفصیل جاننے کے لئے صرف وہ دس قوانین بیان کردینا ہی کافی ہے جن کی پابندی ایک جونیر ممبر پر ضروری ہے ۔ اور جن کو وہ ممبر اپنے دوسرے ساتھیوں میں پیدا کرنا اپنا فرض خیال کرتا ہے وہ یہ ہیں ۔

(۱) کھانے سے پہلے ہاتھ مُنہ دھونا ۔ دن میں کم از کم ایک بار نہانا ۔

(۲) بالوں و دانتوں کو صبح و شام صاف کرنا ۔ ناخن درست رکھنا ۔

(۳) سانس ہمیشہ ناک سے لینا اور ناک صبح و شام ضرور صاف کرنا ۔

(۴) رات کو جلدی سونا ۔ صبح سویرے اُٹھنا ۔ نیند بھر کے سونا ۔ سوتے وقت کھڑکیاں کُھلی رکھنا ۔

(۵) صاف، تازہ ہوا میں کھیلنا ۔ پڑھنا اور رہنا سہنا ۔

(۶) حسب حیثیت دُودھ پینا اور تازہ پکے ہوئے پھل اور سبزی کھانا ۔

(۷) کتاب پڑھتے وقت آنکھوں سے دُور رکھنا ۔ زیادہ تیز اور مدھم روشنی میں ہرگز نہ پڑھنا ۔ روشنی کتاب پر بائیں طرف سے لینا ۔

(۸) کھانا چبا چبا کر ۔ اوقات مقررہ پر کھانا ۔ کم خوری اور پُرخوری سے پرہیز کرنا ۔

(۹) صبح اُٹھتے ہی رفع حاجت سے فارغ ہولینا ۔

(۱۰) ہر صبح یہ دعا مانگنا ۔ کہ اپنی رُوح اور جسم کو پاک صاف رکھنے کی کوشش کرونگا ۔ اور جیسے برتاؤ کی مجھے لوگوں سے توقع ہے ۔ ویسا ہی میں بھی اُن سے کرونگا ۔

اِن دس اُصولوں سے صاف نظر آتا ہے ۔ کہ سوسائٹی مذکور اپنے سینیر ممبر بننے والوں کی تربیت کئی سال پہلے شروع کرکے اُنہیں سینیر ممبر بننے تک بہت سی نیک اور مفید عادات کا مالک بنادیتی ہے ۔

ہمارے سکولوں میں جو جونیر ریڈکراس سوسائٹیاں قائم ہیں ۔ اُن میں طلباء کو کام کرنے کے موقع بہت کم دیئے

جاتے ہیں۔ حالانکہ مدرس کا فرض صرف نگرانی کرنا اور مشورہ دینا ہے۔ اس کے ممبر اپنا پریزیڈنٹ خود چن سکتے ہیں۔ سپروائزنگ مدرس کا مشورہ اُنہیں ٹھیک راستے پر رکھیگا۔ اُس کے لئے سینیر ریڈ کراس کا ممبر ہونا ضروری ہے۔ ممبر ہو جانے والے بچوں کو کچھ نہ کچھ چندہ ضرور دینا پڑتا ہے۔ مگر چندہ کی شرح اتنی نرم ضرور ہونی چاہئے کہ ہر ایک ممبر با سانی ادا کر سکے کیا ہی بہتر ہو۔ کہ لڑکوں میں خود محنت سے کما کر چندہ ادا کرنے کی عادت ڈالی جائے۔ یا وہ اپنے جیب خرچ سے بچا کر چندہ دیں۔ مگر تمام عمل میں کسی جگہ بھی سختی سے کام لینا منع ہے۔ کیونکہ اس طرح تحریک مذکور کی تمام دلچسپی اور خوبی کافور جائے گی۔ گروپوں اور کلاسوں کی صورت میں مشترکہ چندہ دینے میں آسانی رہتی ہے۔ ہاں یہ نہایت ضروری امر اُن کے ذہن نشین کرتے رہنا چاہئے۔ کہ طلبا ہر وقت اپنے آپ کو چندہ ادا کرنے کے قابل بناتے رہیں مختلف تہواروں وغیرہ کے جیب خرچ میں سے ملک۔ قوم اور محتاج لوگوں کی امداد کرنا اپنا ضروری فرض خیال کرنے لگ جائیں نیز کفایت شعاری کی عادت پیدا کرکے غیر ضروری اخراجات کو کم کرنا اور ضروری باتوں پر خرچ کرنا اُنہیں بچپن سے ہی آتا جائے۔ مدرس انچارج وقتاً فوقتاً مفید رہنمائی کرتا رہے۔

بہبود عوام اور خدمت خلق کے سلسلہ میں مختلف کاموں کا تقرر ناممکن ہے۔ ویسے بڑی بڑی شاخیں یہ ہو سکتی ہیں۔

صحت۔ ہر ایک ممبر اپنی صحت کا مکمل ذمہ وار ہو۔ اُسے مقررہ دس طبی اصولوں کی پابندی اختیار کرنی ہوگی اِس کے علاوہ اُس کا یہ بھی فرض ہے۔ کہ وہ اپنے اردگرد کے خاص محدود رقبہ کی صحت کا بھی خود کو ٹھیکیدار خیال کرے۔ اِس سلسلے میں اُس رقبہ کی صفائی ستھرائی کا دھیان اُسے ہر وقت ضروری ہے۔ وہ ہر وقت اپنے ساتھیوں کو حفظ ماتقدم کے اُن وسائل سے آگاہ کرتا رہے۔ جن سے اُسے واقفیت ہو۔ مختلف پارٹیوں کی صورت میں تبلیغی گیتوں متحرک تصویروں اور ایسی ہی اور دلچسپ باتوں سے لوگوں کو جمع کر کے اصلاحی پرچار اپنا فرض سمجھے۔ بیماری سے پہلے لوگوں کو ٹیکہ کرائے۔ اُن کو ٹیکے کے فوائد سے آگاہ کرے۔ مختلف طبی اخبار اور کتب پڑھ کر لوگوں کو سُنائے۔ اِس سلسلے میں سوسائٹی مذکورہ کی طرف سے بہت سے طبی پمفلٹ شائع کئے گئے ہیں۔ جس میں طاعون۔ چیچک ہیضہ بچوں کے رکھ رکھاؤ اور اسی قسم کے اور طبی امور پر دلچسپ اور مصور بحث کی گئی ہے۔ اُن کے مطالعہ سے مدد حاصل کر کے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ یہ پمفلٹ قریباً ہندوستان کی ہر زبان میں ترجمہ ہو چکے ہیں۔

(۲) **خدمتِ خلق**۔ صحت کے بیان میں جن باتوں کا ذکر ہے وہ بھی خدمت خلق ہی سے متعلق ہیں۔ مگر اور زیادتی بھی ہو سکتی ہے۔ کہ جس سے چھوٹے بچے اپنے ساتھیوں کی سیوا کر سکیں۔ محتاجوں۔ زخمیوں اور بیماروں کی حوصلہ افزائی اور حسب حیثیت تیمارداری کچھ کم خدمت نہیں ہے۔ اور نہیں تو مریضوں کو ہسپتال لے جانا یا اُن کے لئے ہسپتال سے دوائی وغیرہ لا دینا ہی کافی ہے۔ اِس کے علاوہ ناگہانی حادثات میں فوری امداد دینا۔ اگر خود

امداد کے نا قابل ہو۔ تو شفاخانہ یا کوتوالی میں اطلاع دینا بھی ایک خدمت ہے۔ پچھلے سیلاب میں سوسائٹی مذکور کے ممبروں نے ایک معتدبہ رقم سے بے گھر لوگوں کی امداد میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ چھوٹے بچے ناخواندہ لوگوں اور خصوصاً غریب نادار اور بیوہ عورتوں کے خط پتر تو لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ یہی بھاری خدمت ہے۔ غرضیکہ خدمت کا کوئی بھی موقعہ ہو۔ ہاتھ سے کھونا نہیں چاہئے۔ اور نہ ہی دوست دشمن کی تمیز کرنی چاہئے۔

یہ وہ خدمتیں ہیں جو اسے ایک نیک شہری بنادیگی اور بطور شہری اُس کا فرض بھی ہے۔ آپ سے پوشیدہ نہیں ہوگا کہ ٹڈّی کے اِتلاف میں چھوٹے بچّوں نے جس جانفشانی سے کام لیا ہے۔ اُس سے ملک کو بھاری فائدہ پہنچا ہے۔ اِسی طرح فصلوں کی نگہداشت اور غور و پرداخت میں بھی چھوٹے بچے کافی امداد دے سکتے ہیں۔ اجتماعی خدمات سے سوسائٹی مذکور کی شہرت اور نیک نامی کو بھی چار چاند لگتے ہیں۔

اِسی طرح خدمت کی اور صورت یہ بھی ہوسکتی ہے۔ کہ ایک امیر لڑکا کسی غریب لڑکے کی کتابوں وغیرہ سے مدد کرے۔ ذہین طالب علم کند ذہن اور کمزور کی امداد تعلیم سے کرے۔ ہمارے سکولوں کی جونیر ریڈکراس سوسائٹیاں اپنے غریب طلبا کی فیس وغیرہ سے مدد کرتی ہیں۔

مجھے معلوم ہے کہ میری بے بضاعتی سے مضمون ابھی بہت حد تک تشنۂ تحریر ہے۔ مگر ہمارے فاضل صاحب صدر کی ہمہ داں ذات کی موجودگی میں کسی مضمون کا غیر مکمل اور تشنۂ تنقید رہ جانا ناممکن ہے +

ڈسٹرکٹ بورڈ مدارس کے لئے ایک نہایت ضروری اطلاع

چونکہ اس امر کا اعلان کیا جا چکا ہے کہ رہنمائے تعلیم کا "فسانہ نمبر" اُن اصحاب کو جو رسالے کے خریدار ہیں صرف ایک روپیہ میں نہایت رعایتی طور پر دیا جائیگا۔ لہٰذا وہ مدارس جو ڈسٹرکٹ بورڈ کی طرف سے پرچہ کے خریدار ہیں یا جن کا چندہ بوائز فنڈ کی طرف سے آتا ہے "فسانہ نمبر" کی قیمت کا ایک روپیہ ادا کرنے کے لئے تیار رہیں اور ابھی سے اسکی اجازت صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر بہادر سے حاصل فرمالیں۔ پھر یا تو وی۔پی منگالیں اور یا بل بھیجنے کے لئے لکھدیں۔ تاکہ پرچہ تیار ہوتے ہی فوراً انہیں بھیجدیا جائے۔

خاکسار منیجر

غریب کسانوں کی فریاد۔ زمینداروں سے

کیوں؟ عیش کے متوالو! یہ بھی کبھی سوچا ہے؟ کیا رنگ ہے دُنیا کا۔ کس رنگ میں دُنیا ہے

کیا ملک کی حالت ہے۔ کیا حال گھروں کا ہے کیا کھاتے ہیں دیہاتی۔ کیا اُن کا سہارا ہے

کس طرح وہ جیتے ہیں۔ کس حال میں رہتے ہیں

کچھ چین بھی ملتا ہے؟ یا رنج ہی سہتے ہیں

کس کام کی سرداری؟ کس کام کا یہ ناتا رحم اُن کی تباہی پر، جب تم کو نہیں آتا

ہمدرد جو ہو اُن کا، وہ پاس نہیں جاتا رازق ہے تو دُنیا میں، لالہ کا ہی کھاتا

قرضے سے مدد لے کر، جو دام کماتے ہیں

کچھ اصل میں جاتے ہیں۔ کچھ سود میں جاتے ہیں

افسوس کہ محنت بھی، آتی نہیں کام اُن کے لالہ کے مقدر میں، کچھ جاتے ہیں دام اُن کے

مزدور، غریب، عاجز، دُنیا میں ہیں نام اُن کے مجہول، ذلیل، احمق، یہ عرف ہیں عام اُن کے

لڑکے ہوں، تو پڑھنے کی، تدبیر نہیں ہوتی

لڑکی ہو تو کچھ، اس کی، توقیر نہیں ہوتی

مدفون خزانوں سے، لو کام، تجارت کا یورپ سے چلن سیکھو، تکمیل زراعت کا

انجن ہوں، مشینیں ہوں، چرچا ہو ریاضت کا ہر گھر میں دساور ہو، انسان کی راحت کا

سب کارکن، اپنے ہوں، فرم اپنے ہوں، دام اپنے

سرمایۂ قومی سے چلتے رہیں، کام اپنے

مرسلہ ڈاکٹر شیاما چرن جی ورما (زمیندار کسان)

گزشتہ سے پیوستہ

حضرت صابر الہ آبادی مدظلہ

شرح تصحیح نور البلاغت ترجمہ حدائق البلاغت مدخلہ امتحان منشی عالم و منشی فاضل پنجاب و کامل الہ آباد یونیورسٹی بابت امتحان ۳۴-۱۹۳۳ء

از قلم خدائے سخن عروضی کامل الفن صدر اعظم محقق علامۂ عصر رستم الشعرا مولانا محمد حبیب السبحان صاحب المتخلص
بحضرت صابر الہ آبادی حال شہر لشکر گوالیار

اوزان و بحور

بحر متدارک مثمن مخبون - بحر تدارک را از بر کن - فَعِلُن فَعِلُن فَعِلُن فَعِلُن - دوبار در یک شعر اس میں بجائے تین کے چار فَعِلُن چاہئے -

اِس وزن متدارک مثمن مخبون کا مولف نور البلاغت نے جو شعر پیش کیا ہے اُس کو تقطیع کر کے نہیں دکھایا یہ تین یا چار فَعِلُن سے قطع نہیں ہو سکتا - اگر کیا جائیگا تو تدارک کا (ت) کہ جو متحرک ہے بالمقابل ساکن نون فَعِلُن کے آئیگا - گو بعض عروضیان اِس کو جائز قرار دیتے ہیں مگر وہ بھی اُس وقت کہ جب اور کوئی زحاف نہ آسکے کہ جس میں تمام اشعار کہے گئے ہیں - تو تھوڑی تشدید یا تخفیف جائز سے کام نکالا جا سکتا ہے -

مگر اِس شعر کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کسی نظم کا خاص شعر نہیں ہے بلکہ فرد ہے اور خاص ایک وزن مخصوص دکھانے کے لئے موزوں کیا گیا ہے -

پس یہ شعر متقارب فاع فعولن فعْلن فعْلن کا مصرع اولے ہے - تقطیع بحر فاع تدارک فعولن را از فعْلن بر کن فعْلن جس کے زحافات حسب ذیل ہیں - اوّل اثرم دوم سالم چہارم محبق

اور چونکہ صاحب نور البلاغت اِس وزن کو متدارک مثمن قرار پاکر فَعِلُن کے ہر عین کو بالتحریک بناتے ہیں تو ان معنول میں بھی عین کے کسرہ سے تقطیع غلط ہوئی جاتی ہے - یوں تقطیع بحرتَ فَعِلُن دَارک فَعِلُن را از فَعِلُن بر کن فَعْلُن اب ملاحظہ ہو بحرت کا (ت) متحرک اور عین ساکن اِسی طرح فعْلن کے تمام عین - ساکن العین ہیں - اور تحریک عین سے کام لیا جائیگا تو تقطیع غلط ہوئی جاتی ہے اور چُول سے چُول نہ بیٹھے گی -

لہذا قول نور البلاغت بالکل غلط ہے اور ہمارا وزن بتایا ہُوا سراسر درست ہے -

بحر سریع } حضرت مؤلف نور البلاغت اپنے رسالہ میں ایک وزن سریع مطوی مقطوع مجدوع کے نام سے درج کرتے ہیں ۔ شعر اے گل روئیت سنبل خیز حلقۂ زلفت آتش بیز ۔ اس کی تقطیع حضرت یوں فرماتے ہیں ۔ تقطیع اے گل رو مفتعلن یت سنبل مفعولن خیز فاع ۔ باقی وقس علی ہذا ۔ اور ذیل میں نوٹ درج فرماتے ہیں (شعر بالا صدر و ابتدا مطوی اور حشوین مقطوع اور عروض و ضرب مجدوع ہیں ۔

چونکہ قطع کا زحاف عروض و ضرب کے لئے مخصوص ہے اور وہ درمیانی ارکان میں قطعی نہیں آسکتا ۔ لہذا حشوین میں قطع کا زحاف لانا صریح غلط ہے ۔ ہم نے باب زحافات میں قطع کے متعلق بحث پیش کی ہے ۔ پس اُن معنوں میں قطع سوائے عروض و ضرب کے کسی اور رکن میں اپنا عمل نہیں چلا سکتا ۔ اس کا تو ہم قطعی فیصلہ کر چکے ہیں ۔

اور مجدوع کا عمل سراسر غلط ہے وہ اپنے حکم سے محض مفعولاتُ کے سببین خفیفین گرا سکتا ہے ۔ تائے مفروق کو ساکن کرنے کی اُس میں طاقت کہاں سے آئی ۔

لہذا مجدوع سے لاتُ بتحریک آخرہ بچ کر منقول بہ فاعَ بتحریک آخرہ بنے گا ۔ صاحب نور البلاغت نے جو سریع کے باب میں شعر پیش کیا ہے ۔ اِن زحافات بے موقعہ سے اُس کی تقطیع بالکل غیر حقیقی ثابت ہے ۔

اگر اُن کو بحر سریع ہی میں اِس شعر کو رکھنا مقصود تھا تو حشوین کو مطوی مسکن اور فاع اصلم مقصور سے بنا لیتے ۔

خواہ بحر متقارب وغیرہ میں اس کا وزن دکھا کر تقطیع فرما دیتے تو تقطیع غیر حقیقی نہ ہوسکتی ۔

بحر متقارب میں اس کا وزن **صدر و ابتدا اثرم** اور **حشوین دو اور چار قبض ما قبل کے باعث تجبیق عروض و ضرب مقصور مجبق باقی سالم** ۔ فاعَ فعولن فَعَلُن فاعَ تقطیع

اے گُ فاعَ لرویت فعولن سنبل فَعَلُن خیز فاعَ باقی علٰے ہذا

پس اِن صورتوں میں بے موقعہ زحافات اور تقطیع غیر حقیقی سے بچ جاتے ۔

بحر منسرح ۔ حضرت مولف نور البلاغت بحر منسرح میں مثمن مطوی مکسوف کے نام سے ۔

ایک شعر ؎ عشق بفشردہ پا بر نمط کبریا بر دبدست نخست ہستی ناراز ما

کی تقطیع مفتعلن فاعلن سے فرماتے ہیں ۔

یعنی ہر مستفعلن مطوی منقول بہ مفتعلن اور ہر مفعولاتُ موقوف مکسوف منقول بہ فاعلن بتاتے ہیں ۔

میری سمجھ میں قطعی نہیں آیا کہ فاعلن بنانے کا مفعولاتُ سے یہ کونسا صیغہ منگھڑت نکالا گیا ہے کہ جو موقوف مکسوف سے فاعلن بن جاتا ہے ۔

باب زحافات میں حضرت خود رقم فرماتے ہیں کہ (وقف عروضیوں کی اصطلاح میں ساتویں متحرک حرف کو ساکن کرنا یا مفعولاتُ کے (تُ) کو ساکن کرنا اور مفعولات بسکون (ت) بولنا ۔)

اب اگر وقف سے تائے مفروق مفعولات کو ساکن کرکے مفعولان بولا گیا تو کسف کو ساتواں متحرک حرف رُکن کے آخر سے گرانے کو نہیں ملتا۔ کیونکہ حضرت خود ہی کسف کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ (کسف اصطلاح عروض میں ساتویں متحرک حرف کو رکن کے آخر سے گرادینا جیسے مفعولاتُ سے مفعولا ہُوا منقول بہ مفعولن)

پس جبکہ وقف نے تائے مفعولاتُ کو ساکن کرکے مفعولانْ بسکونِ آخرہ بنادیا تو کسف ساکن آخرہ کو نہیں گرا سکتا لہٰذا مفعولانْ کا مفعولانْ رہ گیا۔

اب سمجھ میں نہیں آتا کہ مفعولان کو کس کُند چھُری سے حلال کرکے فاعلن بنایا گیا ہے۔ اُن کا بتایا ہُوا زحافات ذوقوتُھل ہو کر ناکام رہ گیا۔

اصل میں وقف اور کسف درمیانی ارکان میں قطعی نہیں آسکتے۔ کیونکہ یہ عروض وضرب کے لئے مخصوص ہیں۔ ہاں اگر شعر مسمط چہار خانہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں پھر یہ کہنے کو گنجائش ہے کہ شعر مسطور کا مضاعف ہے۔

مؤلف نور البلاغت نے جو شعر پیش کیا ہے وہ مسمط چہار خانہ کسی حالت میں نہیں کہلایا جا سکتا۔

فاعلن بنانے کا آلہ میرے نزدیک مکسوف مطوی کے سوا اور کوئی سہل ترین میسر نہیں ہو سکتا یعنی کسف سے تائے متحرک کو گراکر مفعولن بناکر پھر مطوی سے واؤ گراکر مفتعلن منقول بہ فاعلن بنالو۔ مگر درمیانی ارکان میں یہ عمل صریح غلط ہے۔

اس لئے میرے نزدیک بحر بسیط کا یہ خاصے مزے کا شعر ہے کہ ہر مستفعلن مطوی اور باقی ارکان سالم ہیں اب اس مفتعلن فاعلن سے آنکھ بند کرکے تقطیع کرلی جائے۔ کسی کو کسی قسم کے اعتراض کی گنجائش نہیں رہے۔ کسف اور وقف درمیانی اور تقطیع غیر حقیقی وغیرہ تمام جھگڑوں سے شعر پاک ہو گیا۔

حضرت محقق طوسی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں (چوں این وزن چہار خانہ شود مسمط یا غیر مسمط رُکن دریں ہر دو مصراعہم مطوی مکشوف یا موقوف بکار دارند برقیاس عروض وضرب)

اُن کے فرمانے کی یہ منشاء ہے کہ جب شعر چہار خانہ ہو جائے تو درمیانی وقف وکشف برقیاس عروض و ضرب جائز قرار دیدیئے جائینگے جیسا کہ حضرت سید غلام حسین قدر بلگرامی کا یہ شعر ہے۔

خط کی بھی کیا بات ہے دور کی سوغات ہے — نصف ملاقات ہے بھیجئے اے یار خط

یہاں یہ فاعلن درمیانی مسمط چہار خانہ ہونے کے۔ قابل اعتراض نہیں کیونکہ

ع خط کی بھی کیا بات ہے = مفتعلن فاعلن یہ ایک مصرع ہے اور

ع دُور کی سوغات ہے = یہ اُس کا مضاعف ہے۔ علےٰ ہذا۔

بحر مضارع۔ حضرت مولف نور البلاغت مضارع مثمن اضرب کے نام سے یہ شعر پیش کرتے ہیں۔

شعر ؎ از تو وفا نیاید دانی کہ نیک دانم وز من جفا نہ خیزد دانم کہ نیک دانی

اور مفعولُ فاعلاتن مفعول فاعلاتن دو بار سے اس کی تقطیع فرماتے ہیں۔

چونکہ حضرت مؤلف نور البلاغت خانہائے (۳ اور ۷) کو بھی اخرب کے نام سے پکارتے ہیں۔ یہ خرب درمیانی محض غلط ہے۔ کیونکہ خرب دراصل خرم ہے اور خرم صدر و ابتدا کے لئے مخصوص ہے۔

میرے نزدیک اس کا صدر و ابتدا اخرب رکن سیوم وہفتم مکفوف مجبّق باقی ارکان سالم ہیں۔

ہماری اس تمثیل کی دلیل یں کما قال النصیر۔ امّا انچہ با وابل خاص بود اسقاط متحرک اول باشد از وتد آنرا خرم خوانند پیش ہے۔

اِس سے صاف ظاہر ہے کہ خرم صدر و ابتدا کے لئے مخصوص ہے۔ دوسرے ارکان میں وہ اپنا عمل نہیں چلا سکتا۔

خیابان چہارم در تفصیل اوزان و بحور و امثلہ

فقرہ۔ صفحہ (۱۰۷) ایں غزل کہ در بحر بسیط گفتہ شد فقیر **شعر** ؎

آئنہ دم زند گزر صفائے تو آب شود زشرم پیش لقائے تو

بیت مذکور از بحر بسیط مثمن مطوی مخبون مقطوع است در مستفعلن مطوی و فاعلن مخبون مقطوع۔

حضرت فقیر دہلوی مصنف حدائق البلاغت نے اپنے شعر مذکورہ بالا کو قطع کرکے نہیں دکھایا۔ مگر اُن کا عمل صاف بیان کر رہا ہے کہ مفتعلن فعل بتحریک اوائل چار بار سے اس کی تقطیع ہوگی۔ اگر مفتعلن فَعَل سے اِس کی تقطیع کی جائیگی تو چُول سے چُول نہ بیٹھے گی بلکہ مستفعلن فعل سے اِس کی تقطیع ہوگی مگر حشو سیوم میں اذالہ بھی آیا جاتا ہے یوں تقطیع ۱۱ ای ندم مستفعلن زند فَعَل گزرے صفا مستفعلن یتو فَعَل ॥ ۱۱ بے شود مستفعلن زشرم فعول پیشے لقا مستفعلن یتو فَعَل۔

حضرت فقیر قطع اور ازالہ درمیانی کو جائز سمجھتے ہیں اور حضرت محقق طوسی علیہ الرحمۃ اذالہ اور قطع درمیانی کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اس لئے حضرت فقیر حشو سیوم میں مخلّع مذال اور باقی حشوین میں مخلّع لائے ہیں۔

لہٰذا اقوال محقق طوسی سے مخلّع و اذالہ درمیانی اور حضرت فقیر دہلوی کی تقطیع محض غلط ہے۔

بحر ہزج

ہزج مثمن اخرب صفحہ ۱۰۸ ؎ گفتی کہ بجا آنی وقتِ شکر بخشم بخشود نیم واللہ وقت است کرم بخشی

بروزن مفعول مفاعیلن مفاعیلن و در ینجا صدر و ابتدا اخرب عروض و ضرب سالم حشو یک رکن سالم۔

حضرت فقیر دہلوی اخرب کی تعریف میں خود فرما چکے ہیں کہ خرم عبارت است از اسقاط متحرک اوّل از وتد

مجموع کہ در صدر رکن واقعہ شود) پھر درمیانی ارکان حشوین میں خرم کالانا محض غلط ہے بلکہ بقول اُن کے خرم صدر کے لئے مخصوص ہے اور وہ درمیانی ارکان یا عروض ضرب میں اپنا عمل نہیں چلا سکتا۔

محقق طوسی نیز دیگر فصحائے عروض مستندین ایسے ارکان مزاحف کو مکفوف تجبیق بتاتے ہیں۔

پس میرے نزدیک حضرت فقیر کا مقولہ بے اصل ہے۔ لہذا اس کا صدر و ابتدا اخرب حشو دوم و چہارم مکفوف مُجبق باقی سالم ہیں۔ کما قال النصیر اما انچہ با وائل خاص بود از وتد آنرا خرم خوانند۔ حضرت نصیر الدین طوسی بھی خرم کو ارکان اوائل صدر و ابتدا کے لئے مخصوص فرماتے ہیں۔

ہزج مثمن اشتر صفحہ ۱ ؎ وقت را غنیمت واں ہر قدر کہ بتوانی　　حاصل از حیات ایجاں ایں دم است تا دانی

بروزن فاعلن مفاعیلن چہار بار است در ینجا صدر و ابتدا اشتر عروض و ضرب سالم یک حشو جزو اشتر و یک جزو سالم آمدہ

حضرت فقیر حشو میں اشتر لاکر قیامت ڈھا رہے ہیں۔ باب زحافات میں ہم اشتر کی تعریف کر چکے ہیں۔ شتر قبض و خرم کا مجموعہ ہے۔ خرم صدر کے لئے وہ خود مخصوص فرما چکے ہیں۔ پھر حشو میں اشتر کالانا کہاں تک درست ہے۔

میرے نزدیک وبجائے اشتر کے مقبوض مجبق فرماتے یا اس وزن کو مقتضب میں رکھتے تو مناسب تھا۔ یعنی ہزج میں صدر و ابتدا اشتر حشو دوم و چہارم مقبوض مُجبق باقی سالم۔ فاعلن مفاعیلن چار بار فرما دیتے۔ تو جبراً و قہراً ہم اسکو مان بھی لیتے ورنہ سب سے سیدھا طریقہ یہ تھا کہ اس کو مقتضب مثمن مفعولاتُ مطوی اور مستفعلن مطوی مسکن فرماتے تو تمام جھگڑوں سے پاک ہوجاتے یعنی اس کا وزن فاعلاتُ مفعولن چار بار ہوجاتا تقطیع وقت راغ فاعلاتُ نیمت وان مفعولن ہر قدرکب فاعلاتُ بتوانی مفعولن۔ حاصل ز ح فاعلاتُ یاتے جا مفعولن ای دم ست فاعلاتُ تا دانی مفعولن۔

چونکہ مقتضب میں زحافات کی آسانی ہے۔ اس لئے بجائے ہزج کے مقتضب میں اِس وزن کو رکھنا مناسب ہے۔

ہزج مثمن مکفوف مقصور محذوف۔ مولوی روم قدس سرہٗ فرمائند شعر ؎ صفحہ (۱۰۸)

زہے باغ زہے راغ کہ بشگفت ز بالا　　زہے صدر زہے بدر تبارک و تعالےٰ

اینجا ہمہ اجزاء مقصور آمدہ و عروض و ضرب کہ محذوف خبر و ما قبل ضرب کفوف است۔

حضرت فقیر دہلوی شعر بالا کو مقصور فرماتے ہیں اور قصر کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ (قصر انسب کہ ساکن سبب را از رکن آخر) کے لئے قصر کو مقید فرما چکے ہیں تو درمیانی ارکان میں قصر کالانا کارے دارد کا مضمون ہے۔

چونکہ حضرت فقیر دہلوی کا خیال ہے کہ باغ راغ" شگفت" صدر" بدر" میں عطف و اضافت نہیں آئے ہیں۔ تو جناب کو خیال ہوا کہ انکا التقائے ساکنین تقطیع میں بھی قائم رہے گا۔ اس لئے تمام ارکان درمیانی کو بھی مقصور فرما دیا۔ مگر اس سے قبل خیابان سوم صفحہ ۱۰۲ درمیان کیفیت تقطیع اشعار میں جناب رقم فرماتے ہیں کہ (التقائے ساکنین چوں در وسط مصرع واقع شود پس اگر ساکن اول حرف ندہ ساکن دوم نون است نون را در تقطیع ساقط می نمایند و اگر غیر نون است آنرا متحرک

می سازند و مثال ہمہ اینہا ازیں بیت معلوم میشود حکیم اسدی ۔ شعر ؎ صہ (۱۰۵)

زشوقِ لبش خون ہمی خورد دل دوتا گشتہ زلفش ہمی برد دل

تقطیعش چنیں کنند ۔ زشوقے فعولن لبش خو فعولن ہمی خرٗ فعولن د دل فَعَل دوتاگش فعولن تہ زلفش فعولن ہمے بر فعولن د دل فَعَل
اس سے اُنکی منشایہ ہے کہ درمیان مصرع دو ساکنین علاوہ نون اگر اکٹھے ہوجائیں تو دوسرے ساکن کو متحرک کردینا چاہئیے ۔
اور اگر نون غنہ ہو تو خارج از تقطیع کیا جائے اور حکیم اسدی کے شعر میں جو لفظ خور دبُرد کی دالیں دکھائی ہیں ۔اُن کو متحرک
کرکے دکھایا ہے ۔ پھر باغ وغیرہ کے ساکنین کو مقصور سے بحال فرماتے ہیں ۔کس قدر فاحش غلط فہمی ہے ۔کیونکہ قصر عروض
وضرب کے لئے مخصوص ہے ۔ اس لئے جو رسائل عروض ہم خیال حضرت فقیر دہلوی مصنف حدائق البلاغت یا مصنف
شجرۃ العروض وغیرہ کے ہیں ۔ وہ محض غلط راہ پر ہیں ۔

میرے نزدیک یہ شعر بالا مولوی معنوی کہ جس کا عروض وضرب محذوف باقی ارکان مکفوف ہیں ۔ مفاعیلُ مفاعیلُ مفاعیلُ
فعولن دو بار کا ہے ۔ تقطیع زہے بلغ مفاعیلُ زہے راغُ مفاعیلُ کہ بشگفت مفاعیلُ زبالا فعولن ۔
زہے صدر مفاعیلُ زہے بدر مفاعیلُ تبارک و مفاعیل تعالےٰ فعولن ۔

فقرہ ع ۱۰۹ وگاہے دریں وزن زحاف ہم تغیری یا بد چنانچہ دریں ۔بیت

یاد دانش من نساخت دہر آرے دانش بکراست و دہر نامرد است

اینجا صدر اخرب وابتدا اخرم و عروض سالم ضرب مسبغ آمدہ وحشو مصرع اول مثل بیت سابق ۔مفعولُ مفاعلن
مفاعیلان ۔ در ینجا صدر وابتدا اخرب و عروض و ضرب مسبغ وحشو مقبوض آمدہ وگاہے الخ وحشو مصرع دوم اشتر است
ہم اس سے پہلے ہزج مثمن اُشتر صہ ۱۰۸/۱۴ ؎

وقت را غنیمت داں ہر قدر کہ بتوانی حاصل از حیات ایجاں ایں دم است ناداتی

پر متعلق اُشتر اظہار خیال کرچکے ہیں ۔ لہٰذا یہ بھی غلط ہے ۔

ہزج مسدس اخرب مکفوف انوری گوید صہ ۱۰۹ ؎

تا کارِ کس آں نیست کہ او خواہد کارت ہمہ آں باد کہ آں خواہی

برہ زن مفعول مفاعیل مفاعیلن ۔ دریں وزن اگر حشو را جائے مکفوف وجائے مقصور آرند جائز است
یعنی حضرت فقیر دہلوی کا خیال ہے کہ اگر مکفوف کے بجائے مقصور آئے جائز ہے اس کے متعلق ہم ہزج مثمن مکفوف مقصور
محذوف صہ ۱۰۸/۱۵ ؎ زہے بلغ زہے راغ کہ بشگفت زبالا زہے صدر زہے بدر تبارک وتعالےٰ
پر بحث کرچکے ہیں بجائے مکفوف کے مقصور علاوہ عروض وضرب کے ہر رُکن میں غلط ہوگا ۔
اس کا خاص وزن عروض وضرب سالم صدر وابتدا اخرب حشو مکفوف ہے ۔

فقرہ صہ ۱۰۹ دریں وزن ۔ ۔ ۔ (باقی آئندہ)

ہمت

(منشی محمد صدیق صاحب صادق)

ناکارہ و محزوں کو باکار کیا تو نے آسودۂ غفلت کو ہشیار کیا تو نے
سوئے ہوئے طالع کو بیدار کیا تو نے ہاں! کشتِ تمنا کو گلزار کیا تو نے

یہ سب ترے جلوے ہیں! اے ہمتِ مردانہ

ہاں! کھوج ملا تجھ سے کھوئی ہوئی عظمت کا چلتا ہے پتا تجھ سے پستی میں بھی رفعت کا
انبار ملا تجھ سے نادار کو دولت کا اک درس دیا تو نے دُنیا کو حقیقت کا

یہ سب ترے جلوے ہیں، اے ہمتِ مردانہ

قصہ نئی دنیا کا تیری ہی بدولت ہے اس بات پہ شاہد خود تیری صداقت ہے
اقوام کے سینوں میں اب تک تیری عزت ہے اب تک تیری دیوانی انسان کی فطرت ہے

یہ سب ترے جلوے ہیں، اے ہمتِ مردانہ

مشکل میں جو تو آئی، کی راہبری تو نے انجام دیئے آکر کارِ خضری تو نے
جب اس پہ نگہ ڈالی الطاف بھری تو نے ظلمت کدۂ دل میں کی جلوہ گری تو نے

یہ سب ترے جلوے ہیں، اے ہمتِ مردانہ

ایک عجیب وغریب اعلان کے لئے
ملاحظہ ہو صفحہ ۱۸۴

"اُونچا مٹکا" اور "انڈے کا ہاتھ"

یہ ایک عسیرالحل معمہ اور عجیب و غریب چیستان ہے۔ ناظرین نے ناسخ لکھنوی کے مشہور معمائی۔ ؎

آدمی مخمل میں دیکھے مورچے بادام میں　　ٹوٹی دریا کی کلائی زلف الجھی بام میں

کا مطلب ممکن ہے سمجھ لیا ہو لیکن ہمارے متذکرہ صدر عنوان کا مدعا عنقا ہے۔ الفاظ مندرجہ عنوان کی مہملیت اور بے ربطی آپ کو ضرور تبسم آمیز حیرت میں ڈالے گی۔ واقعی یہ ایک تعجب انگیز افسانہ ہے۔ نہیں بلکہ عبرت کا تازیانہ اس سے بڑھ کر مقام استعجاب کیا ہوگا کہ دریں ایام جبکہ علوم و فنون کا نیرِ اعظم نصف النہار پر ضو فشانی کر رہا ہے۔ آسمان سے سائنس کے اکتشافات مینہ کی طرح برس رہے ہیں۔ زمین کی اندرونی معلومات فوارہ کی طرح جوش زن ہیں نیشر و اشاعت کتب اور ترویج علوم شرقیہ۔ غربیہ۔ قدیمہ و جدیدہ کا بازار گرم ہے۔ ایک دُنیا ہے کہ شعر و ادب کی فضا میں ہوائی جہازوں کی طرح پرواز کر رہی ہے ہر کہ و مہ لٹریچر کے بحر موّاج میں غوطہ زن ہے۔ ہر کس و ناکس کو افلاطونِ دوران و فردوسئی زماں بننے کا حق حاصل ہے۔ ایسی روشنی میں بھی اندھیر دہ چند ہے کہ علم کے میدان میں جہالت کا عَلَم بھی بلند ہے۔ یہی صبر شکن حیرت آج اس خاکسار کی رسوائی کا باعث ہوئی یعنی زاویۂ خمول کو چھوڑ کر دُنیائے صحافت میں الم نشرح ہونا پڑا۔ اگرچہ مدت العمر خاموشی میں بسر کی لیکن اضطراب دل نے طبع خاید کی "نا" توڑ ہی دی۔ ؎

عہد تھا ان کے گھر نہ جانے کا　　ہائے بیتابی بے چلی دل کی

اور بقول ناصح اعظم حضرت سعدی شیرازی ؎

چو می بینم کہ نابینا و چاہ است　　اگر خاموش بنشینم گناہ است

اپنا اخلاقی فرض جان کر اس ناگوار اور تلخ فرض کو ادا کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ چونکہ مجھے کسی پر جرح و تنقید منظور نہیں کسی کے ذاتیات سے بحث نہیں۔ محض تحقیق حق مقصود ہے۔ لہذا ناظرینِ کرام سے اس بیتابی اور جرأت کی معافی چاہتا ہوں۔ میں اپنے قلم سے تلوار کا کام لینا نہیں چاہتا بلکہ اُسے پھلجھری بنانا چاہتا ہوں۔ اب میں ناظرین کو زیادہ انتظار کی تکلیف نہیں دیتا۔ لیجئے اس رازِ بستہ کا پردہ اُٹھاتا ہوں اور اس معمہ کی گرہ کشائی کرتا ہوں۔

عرصہ ہُوا کہ میں طلباء کو کتاب آئینۂ عجم مرتبہ سر اقبال پڑھا رہا تھا صفحہ ۱۰۸ پر جُبلی گرجستانی کی نظم آئی شعر سوم کے مصرعۂ ثانی میں "لادن" کا لفظ آیا ہے۔ ؎

گہے از صُنعِ او گردد نہفتہ شاخ در لُولُو　　گہے از سعیِ او گردد سرشتہ خاک با لادن

میں نے بتایا کہ "لادن" ایک مرکب خوشبو کا نام ہے۔ ایک طالب علم بولا نہیں جناب! لادن کے معنے اونچا مٹکا ہے۔

دیکھو اس کتاب کے آخر میں فرہنگ دے رکھی ہے۔ میں دیکھ کر ورطۂ حیرت میں پڑ گیا۔ ع یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟
یہ فرہنگ کس نے لکھی؟ کیا ایسے علامۂ زماں اب بھی موجود ہیں۔ غالب مرحوم کا شکوہ بیجا نہ تھا خیر ذرا دماغ پر زور ڈالا تو فرہنگ نویس کی فلک پردازی اور "زمین دوز" ذہانت کا معترف ہونا پڑا کہ وہ لادن کو بالادن سمجھے بالا بمعنی اونچا اور دن عربی میں مٹکے کو کہتے ہیں۔ پس بالادن کے معنی اونچا مٹکا ہوا جیسے کہ کسی بزرگ نے چھپکلی کی فارسی پوشیدہ غنچی بتائی تھی بدیں طور کہ چھپ کی فارسی پوشیدہ اور کلی کی غنچی سبحان اللہ ع بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

اس نادر الوجود تشریح نے مجھے تمام فرہنگ کے مطالعہ کی طرف متوجہ کیا تو اکثر مقامات پر معانی عجیبہ اور تشریحات غریبہ دیکھنے میں آئیں بے حد قلق ہوا کہ کتاب مذکورہ یونیورسٹی کے نصاب میں داخل اور ایک مسلم الثبوت ہستی کی مرتب کی ہوئی جس کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ ؎ خاتمِ شعر و سخن ہے بالیقیں جس کا ثانی آج دنیا میں نہیں

ضروری معلوم ہوا کہ تا بمقدور ان کی اغلاط کی تصحیح کی جائے تاکہ عوام طلباء اور بعض اساتذہ جو تصفح لغات کی تکلیف گوارا نہیں فرماتے اور جن کا مدار علیہ یہی ملحقہ فرہنگیں ہوتی ہیں۔ نادرست معلومات سے محفوظ رہیں اور اس شعر کے مصداق نہ بنیں۔ ؎ گر ہمیں مکتب ست و ایں ملا کارِ طفلاں تمام خواہد شد

اس سے پیشتر بھی اکثر اصحاب فطنت و خبرت کی زبان سے معانی نادرہ سننے کا اتفاق ہو چکا تھا۔ جن کا ذکر اس جگہ ناظرین کی تفریح طبع کے لئے بے محل نہ ہوگا۔ خیر ہمارے "اونچے مٹکے" والے صاحب یہ نہ سمجھیں کہ "ہمچوں ما دیگرے نیست" بلکہ یاد رکھیں کہ "فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ"۔ چنانچہ ایک مقدس بزرگ و استاد الاساتذہ جن کے شاگرد انجم سپہر سے بھی زیادہ ہونگے۔ ید بیضا کی یوں تشریح فرماتے ہیں۔ ید بمعنی ہاتھ اور بیضا بمعنی انڈا (مرکب اضافی ہے) "انڈے کا ہاتھ" میں اکثر اس عجوبۂ عصر تشریح کو یاد کر کے محظوظ ہوا کرتا کہ اس سے بڑھ کر جہالت کا مظاہرہ کیا ہو سکتا ہے۔ مگر انصاف بالائے طاعت "انڈے کا ہاتھ" خواہ کتنی ہی دست درازی کرے اس "اونچے مٹکے" کے پیندے تک بھی رسائی مشکل ہے۔ بھلا کیا انڈا کیا۔ انڈے کا ہاتھ "مٹکا" خدا جانے عرش عظیم سے بھی اونچا ہوگا۔ ؎

دامن صبا نہ چھو سکے اُس شہسوار کا پہنچے کب ان کو ہاتھ ہمارے غبار کا

ایک اور ماسٹر صاحب یوں دُرافشانی کرتے ہیں کہ ؎

"ٹک" میر جگر سوختہ کی جلد خبر لے کیا یار بھروسہ ہے چراغ سحری کا

لڑکو! میر تقی کے چھوٹے بھائی کا نام ٹک تھا۔

اور سنیئے! مرقع ادب حصہ چہارم برائے جماعت ہشتم صفحہ ۱۲۶ سطر ۱۲ پر یہ فقرہ درج ہے۔ "بہادر خاں بھی لڑنا نہ چاہتا تھا مگر میر (معز الملک) کا مزاج آگ تھا۔ راجہ باروت پہنچے" ایک استاد صاحب جو منشی فاضل ہیں اور تدوین لغات اردو کا کام بھی کر رہے ہیں فرمانے لگے کہ "راجہ باروت اکبر کے زمانہ میں ایک

راجہ تھا مگر مفصل حالات کسی تاریخ سے دستیاب نہیں ہو سکے" ایک اور صاحب احرام کے معنی" ایک جانور" کے
کے بتاتے ہیں۔ ایک دقیانوسی ہیڈ پرشین ٹیچر لق و دق کے معنی ایک درخت کے بتایا کرتے۔ الغرض للجنون فنون"
کہاں تک اس داستان کو طول دیا جائے۔ ہاں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ اسی مرقع ادب کے مضمون" خدا کی
نعمتیں" (انتخاب مخزن) صفحہ ۶ سطر ۱۶ پر یکہ تاز کا لفظ آیا ہے۔ پڑھاتے وقت میں نے اس کے معنی" اکیلا
حملہ کرنے والا یعنی جنگی سوار" بتلائے ایک طالب علم نے کہا نہیں صاحب اس کے معنی کوچوان کے ہیں یعنی یکہ چلانے
والا دیکھئے فرہنگ میں دیکھ کر دم بخود رہ گیا۔ کیا جواب دیتا۔ اس فرہنگ کو بھی غور سے دیکھنا شروع کیا تو
اکثر تشریحات غلط پائیں۔ چنانچہ ص۵ سطر ۱۸ میں" سازندہ" کا لفظ آیا ہے جس کے معنی" اس مقام پر گانے
بجانے والے" کے ہیں۔ لیکن فرہنگ میں خالق اور خدا (بنانے والا) لکھا ہے فقرہ یہ ہے" قدرت کا یہ ساز
ہر وقت تمہارے خوش کرنے کو تیار ہے۔ اس کا سازندہ نہ کبھی تھکتا ہے نہ اس کی آواز میں ضعف آتا ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس
سب سے زیادہ حیرت افزا لطیفہ یہ ہے کہ اردو کورس مرتبہ ٹیکسٹ بک کمیٹی برائے جماعت ہشتم میں علامہ اقبال
کی نظم "عقل اور دل کی گفتگو" زیب اوراق ہے جس کا ایک شعر یہ ہے۔ ؎

تو زمان و مکاں سے رشتہ بپا طائرِ سدرہ آشنا ہوں میں

فرہنگ نویس کی بوالعجبی ملاحظہ ہو رقم طراز ہیں کہ سدرہ کے معنے راستے کی رکاوٹ ہیں گویا سدِّ راہ سمجھے
افسوس مصرع پڑھنے کی بھی تکلیف گوارا نہ کی۔ ع برین عقل و دانش بباید گریست
خداوند مطلق کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آئینہ عجم کا شہرۂ آفاق مؤلف اور مرقع ادب کے مدوّن خان بہادر شیخ
نور الٰہی صاحب بالقابہ اور دنیائے ادب کے مایۂ ناز سر عبد القادر بالقابہ جیسی متبرک ہستیاں کائنات کو منوّر
کر رہی ہیں مگر فرہنگ نویس ہیں کہ دروغ گوئم برروئے تو کے مصداق بنے ہوئے ہیں۔ ع

اللہ اللہ کہ تبہ کرد کہ اندوختہ بود

ناظرین رہنمائے تعلیم سے اب رخصت ہونے کی اجازت چاہتا ہوں۔ ع پھر ملیں گے اگر خدا لایا۔
نیز کار پردازان نشر و اشاعت سے پُر زور التجا ہے کہ طبع ثانی میں ان اغلاط کی درستی فرما کر طلباء اور اساتذہ
پر احسان عظیم فرمائیں وہ مثل نہ ہو۔ ع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

مرسلہ (مولانا) خوشی محمد صاحب سخنور عرفانی فاضل علوم مشرقی
وصفی روحانی گورنمنٹ ہائی سکول گوہانہ

فریبِ خیال

تخمیس بر غزل حضرت علّامہ سر اقبال مدظلہٗ

(از ادیب مالیگانوی)

کب سمجھنے کی طرح رازِ نہاں سمجھا تھا میں　　کیفِ باطل کو، خمارِ جاوداں سمجھا تھا میں
کس چمن میں تھا نشیمن اور کہاں سمجھا تھا میں　　اپنی جولانگاہ زیرِ آسماں سمجھا تھا میں
آب و گل کے کھیل کو اپنا جہاں سمجھا تھا میں

پردہ داری نے تری باندھے نہ تھے کیا کیا طلسم　　تھی تماشا گاہِ ہستی اک طلسم ایسا طلسم
تھا مری حدِ نظر تک اک تحیر زا طلسم　　بے حجابی سے تری ٹوٹا نگاہوں کا طلسم
اک ردائے نیلگوں کو آسماں سمجھا تھا میں

شوق کی موجیں بہائے جا رہی تھیں بہہ گئے　　چند منزل سختیٔ افتادِ منزل سہہ گئے
لیکن اپنی بے کسی کی داستاں سب کہہ گئے　　اس فضا کے پیچ و خم میں تھک کے آخر رہ گئے
مہر و ماہ و مشتری کو ہم عناں سمجھا تھا میں

مضطرب رکھتی تھی دل کو آرزوئے تشنہ کام　　جرأتِ پرواز مجھ کو لے اڑی بالائے بام
دیکھنا سوز و گدازِ دل کا حسنِ اختتام　　عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں

پنڈت اندرجیت صاحب شرما کے لئے

مجھے افسوس ہے کہ جلوہ زار پر اظہار رائے کرنے میں یہ فروگزاشت باقی رہ گئی۔ کہ ایک نظم کو خارج از بحر قرار دیا گیا حقیقت نفس الامری یہ تھی۔ کہ اس نظم کے ایک مصرع کو جس کی تقطیع بحر رجز مطوی مخبون کے رُو سے ہوتی تھی۔ سرسری نظر سے دیکھ کر یہ اندازہ کر لیا گیا۔ کہ نظم اسی بحر میں لکھی گئی ہے۔ وہ مصرع یہ تھا۔ ع

دَورِ خزاں گزر گیا فصلِ بہار آگئی (مفتعلن مفاعلُن مفتعلن مفاعلن)

چونکہ یہ بحر مقبول عام اور بہت مروج ہے۔ اس لئے کسی نو ایجاد تقطیع پر توجہ نہ ہو سکی۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ نو ایجاد تقطیع میں دو اور نظمیں اسی کتاب میں درج ہیں مگر ان پر یہ نوٹ درج ہے کہ اس بحر کا رواج اُردو میں بہت کم ہے۔ نظم زیر بحث کے شروع میں اس قسم کا کوئی نوٹ بھی درج نہ تھا۔ اس لئے مجھے زیادہ غور کرنے پر مائل ہونے کے لئے کوئی بات محرک نہ ہو سکی۔ اب آپ کے مکتوب محبت سے معلوم ہوا کہ آپ نے یہ نظم بحر مضارع اخرب مکفوف پر ایک رکن زیادہ کر کے لکھی ہے۔ بیان کردہ تقطیع کے مطابق یہ نظم بلا شبہ موزوں ہے اور کوئی مصرع خارج التقطیع نہیں۔

ارکانِ تقطیع (مفعول۔ فاعلُن۔ فعلاتُن۔ مفاعلُن فَعَل) جو آپ نے تحریر فرمائے ہیں۔ ان سے مجھے اختلاف ہے۔ کیونکہ یہ بحر مضارع کے ارکان سے مطابق نہیں ہیں۔ بحر مضارع کے سالم رکن دو ہیں اور ان کی ترتیب یہ ہے مفاعیلُن فاعلاتن اخرب مکفوف کے عمل سے ارکان تقطیع یہ ہونگے مفعولُ فاعِلاتُ مفاعیلُ فاعِلُن (فاعلات) میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ ان پر فَعَل زیادہ کرنے سے یہ بحر، بحر مضارع رہے گی یا نہیں۔ کیونکہ کمی بیشی کے لئے یہ شرط خاص ہے کہ وہ کمی بیشی سابقہ ارکان تقطیع سے باہر نہ ہو۔ یعنی مفاعیلُن فاعلاتن ہی سے تعلق رکھتی ہو۔

پس بیان کردہ تقطیع کے مطابق مصرعوں کا درست ہونا اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ وہ بحر مضارع کے اندر ہیں مستزاد میں بھی یہی وصف ہوتا ہے کہ زائد الفاظ ارکانِ تقطیع ہی کے وزن پر ہوتے ہیں۔ مثلاً

پڑھ فَاعتَبِرُوا یا اولی الابصار کا آیا۔ تا ہو تجھے عبرت

تا ہو تجھے عبرت۔ یہ الفاظ مفعولُ مفاعی کے وزن پر ہیں اور اصل مصرع کے ارکان تقطیع بھی یہی ہیں۔ پس نظم زیر بحث کو خارج التقطیع کہنا بلا شبہ بے انصافی ہے۔ مگر یہ بحر کے اندر ہے یا خارج از بحر اس کا فیصلہ میرے ذہن میں ابھی تک بوجوہات بالا مشکوک ہے۔ میں حضرت صابر الہ آبادی محقق فن سے مستند جواب حاصل کرنے کی کوشش کرونگا اور پھر اس مشکوک امر کے متعلق کچھ عرض کرنے کے قابل ہو سکونگا۔ ہاں یہ بات کہ نظم غیر موزوں ہے اور وہ بحر رجز میں ہے میں اسکی تردید میں آپ سے پورے طور سے متفق ہوں اور مجھے ندامت ہے کہ محض سرسری طور سے ایک مصرع کو دیکھ کر غلط نتیجہ استخراج کیا گیا۔ اس کے لئے معذرت کا خواستگار ہوں اور تلافی کے لئے مستعد۔ زیادہ اظہار محبت و خلوص۔

{ جوش ملسیانی

مدیر شاعر کی نکتہ چینی کا جواب

مجھ احقر کی غزل پر حضرت جلیل القدر جلیلؔ جانشینِ حضرت امیر مینائی رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاح "شاعر" ماہِ اکتوبر میں شائع ہوئی۔ مدیر شاعر جو نکتہ چینی فرمائی ہے اُس کا جواب حسب ذیل ہے:۔

(۱) تماشا کوئی دیکھے اشکِ خوں کا چشمِ گریاں کا ہے رشکِ خانۂ ارژنگ رنگ اپنے گریباں کا

مدیر شاعر کا اعتراض ہے کہ "خانۂ ارژنگ" کی ترکیب غلط ہے۔ جواباً عرض ہے کہ "خانۂ ارژنگ" کی ترکیب غلط نہیں۔ برہان قاطع میں لکھا ہے کہ ارژنگ ایک نقاش کا نام ہے۔ اس لئے خانہ ارژنگ کہنا غلط نہیں۔ جیسے خانۂ مانی کہیں اگر مدیر شاعر خانۂ ارژنگ کی ترکیب پر اعتراض نہ کرتے اور "خانہ" کو "خامہ" سے بدل دیتے۔ تو لطف آتا۔

(۲) سلامت وستِ وحشت جس نے ہلکا کر دیا مجھ کو نہ تن پر بارِ دامن ہے نہ جھگڑا ہے گریباں کا

اعتراض ہے۔ کہ ہلکا سے ایہام پیدا ہوتا ہے۔ ایہام کوئی عیب نہیں ہے۔ بلکہ ایک صفتِ معنوی ہے۔ جس کو اکثر شعرا نے فخریہ کہا ہے۔ مومنؔ کا کلام اس سے بھرا پڑا ہے۔

(۱) میر دردؔ۔ بستے ہیں ترے سایہ میں سب شیخ و برہمن آباد ہے تجھ ہی سے تو گھر دیر و حرم کا۔ اس شعر میں سایہ سے ایہام پیدا ہوتا ہے۔

(۲) ؎ عشق بیٹھا ہے دل میں اک بت کا ہم تو یادِ خدا کے بھی نہ رہے۔ یہاں بیٹھا میں ایہام ہے۔

مدیر شاعر نے "ہلکا" کو "سبک" سے بدل دیا۔ اور مصرعۂ اولیٰ کی یوں اصلاح فرمائی "سلامت وستِ وحشت کر دیا جس نے سبک مجھ کو" کیا سبک میں ایہام نہیں۔ اگر سبک میں ایہام نہیں۔ تو ہلکا میں ایہام کہاں سے آگیا۔

مصرعۂ ثانی کی آپ نے یوں اصلاح فرمائی۔ "نہ اب وہ بارِ دامن ہے نہ جھگڑا ہے گریباں کا" یہ اصلاح شدہ مصرعہ بھی میرے مصرعہ "نہ سر پر بارِ دامن ہے نہ جھگڑا ہے گریباں کا" کی طرح خام ہے۔ کیونکہ اصولِ اصلاح شعری کے متعلق ایک بات یہ بھی ہے کہ تمام مصائب سے شعر کو پاک کرنا اور ترقی کے ایسے الفاظ رکھنا جس سے بالاتر درجہ نہ ہو اس بنا پر مدیر شاعر کا لفظ "وہ" مشار" الیہ کا محتاج ہے۔ جس کا پتہ نہیں۔ اس لئے یہ مصرع بھی تشنۂ اصلاح ہے۔ ہاں اگر "تن" سے "سر" کو بدل دیا جاتا۔ جیسا کہ حضرت جلیلؔ مدظلہٗ نے بدلا ہے تو مصرعہ میں جان پڑ جاتی اور معنی میں ترقی ہو جاتی۔

مصرعہ ثانی میں "سر" نہیں بلکہ "تن" ہے۔ اور یہ کاتب کی غلطی ہے جیسے ؎

ترا اے ناتوانی کیوں نہ میں ممنونِ منت ہوں تجھی سے رہ گیا پردہ مرے چاک گریباں کا

پہلے مصرع میں ممنونِ منت نہیں بلکہ مرہونِ منت ہے۔ یہ بھی کاتب کی غلطی ہے۔

(۳) اصل شعر — گلے میں میرے پھندا ہے تری زلفِ پریشاں کا ۔ ہے زنجیر قدم وحشت میں چاک اپنے گریباں کا

اصلاح حضرت جلیل مدظلہ — ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۔ بنا ہے پاؤں کی زنجیر تار اک اک گریباں کا

مدیر شاعر نے اِس شعر کی یوں توجیہ فرمائی۔ "اصل شعر میں دو غلطیاں تھیں۔ ایک تو شتر گربہ جو پہلے مصرع میں "میرے" اور دوسرے میں "اپنے" سے پیدا ہوتا ہے۔ دوسرا قدم بمعنی پاؤں استعمال کیا گیا تھا۔ حالانکہ قدم اُس فاصلے کو کہتے ہیں جو حالتِ رفتار میں ایک پاؤں رکھنے سے دوسرا پاؤں رکھنے تک پیدا ہوتا ہے"۔ قدم کے جو معنی مدیر شاعر نے بیان کئے ہیں غلط ہیں۔

مثلاً آتش — سبقت اُس ابرو کو جنبش میں ہے اُن مژگاں سے ۔ تیر سے چلتی ہے آگے یہ کمان چار قدم

مگر قدم بمعنی پاؤں بھی بہت مستعمل ہے (۱) آتش ؎ چاہیئے عاشقِ شیدا کو لحاظِ معشوق ۔ شاخِ گُل پر نہ رکھے بُلبلِ گلزار قدم

(۲) مومن ؎ رکھدے قدم تو رنگ میلا ہو پھول کا ۔ پیارا فرس ہے راکبِ دوشِ رسول کا

اِن دونوں شعروں میں قدم بمعنی پاؤں استعمال کیا گیا ہے۔ اُستادوں کے دیوان قدم بمعنی پاؤں سے بھرے پڑے ہیں۔

میرے اصل شعر میں ایک معنوی غلطی تھی۔ جو مدیر شاعر کو معلوم نہ ہو سکی۔ وہ یہ تھی۔ کہ چاک گریباں کا زنجیر قدم ہونا خلافِ عقل تھا جسے جانشینِ امیر جیسے دقیق النظر شاعر نے دوسرے مصرع کو بدل کر اپنی اُستاذی کا ثبوت دیا۔ — خادم غلام حسن کسر لے سیدی جھنگ گھیانہ

سہرا بتقریب سعید شادی خانہ آبادی میاں محمد الیاس صاحب عارف صابری آفیسر سررشتہ خلف اکبر حضرت خدائے سخن عروضی محقق علامۂ عصر مولنا صابر الہ آبادی مدظلہ

از نتیجۂ فکر

برق مضطر حضرت غنی محمد صاحب غنی گوالیاری

اپنے گُل حسن کی کشتی میں لگا کر سہرا ۔ پھُول سے چہرے پہ کرتا ہے نچھاور سہرا
تابشِ حسن سے نظریں جو ہوئیں کچھ خیرہ ۔ سورۂ نور کو کرنے لگا ازبر سہرا
دے رہی ہے یہ پتہ جھومتی لڑیوں کی فضا ۔ مست ہے بادۂ اُمید کو پی کر سہرا
چونکہ گُل ہوتے ہیں ہر شاخ کے سر پر پیدا ۔ اِس لئے باندھتے ہیں خلق میں سر پر سہرا
فرقِ الیاس ملا منزلِ مقصد پائی ۔ حضرتِ خضر کا بھی آج ہے رہبر سہرا
باغِ امیدِ تمنا میں مبارک ہووے ۔ تا ابد حضرتِ صابر کو یہ خوشتر سہرا

کیوں نہ پُر ہو گُلِ تحسیں سے مرا دامنِ فکر
میں ہوں محتاج غنی اور تونگر سہرا

دُنیائے محبّت

(از جناب منشی محمد جان عالم صاحب قمرؔ آفتابِ سخنؔ - فرزند رشید حضرت قمرؔ انبالوی)

خدا نے دل دیا انساں کو پیمانہ محبّت کا — بنایا عالمِ امکاں کو میخانہ محبّت کا

ہزاروں آفتوں کا سامنا ہے چپہ چپہ پر — قیامت خیز ویرانہ ہے ویرانہ محبّت کا

سکونِ قلب و جاں رخصت کلیجہ مُنہ کو آتا ہے — عجب پُردرد افسانہ ہے افسانہ محبّت کا

بقدرِ ظرف کی اللہ نے تفریق تھوڑی سی — دیا ہر ایک کو حصّہ جدا گانہ محبّت کا

اِسی برقِ تپاں کی ہے سرایت ہر رگِ جاں میں — نہیں ہے کوئی بھی دُنیا میں بیگانہ محبّت کا

زبانِ حال سے ہر ایک ذرہ اس کا شاہد ہے — کہ ہے معمورۂ عالم پری خانہ محبّت کا

نہ دیتا جان - جلتا آتشِ غم ہائے فرقت میں — حقیقت میں نہ سمجھا راز پروانہ محبّت کا

حضرت رند

بھائی فیاضؔ کی طرف سے رندؔ صاحب کے متعلق نومبر نمبر میں ایک تبصرہ شائع ہُوا تھا - اس تبصرہ کا آخری حصّہ غلطی سے رہ گیا تھا جو اب شائع ہوتا ہے

ساون کی رُت

جُھوم جُھوم آتی ہے گھنگھور گھٹا ساون کی — ٹھنڈی ٹھنڈی چلی آتی ہے ہوا ساون کی

کُوکے اک سمت پپیہا کہیں کوئل کرے شور — مور چلاتے ہیں رُت آئی ہے کیا ساون کی

لہلہانے لگے جنگل ہوئے پھر کھیت ہرے — رُوپ دکھلانے لگی نشو و نما ساون کی

اُس سے بالیدہ ہوں اشجار کھلائے جو یہ گُل — کم نہیں بادِ بہاری سے ہوا ساون کی

بہار کا سماں

آئی ہے بہار غنچے چٹکے — کیا پھُولوں کی بُو مہک رہی ہے

پیغام بہار آن پہنچا — بُلبل کیا کیا چہک رہی ہے

چہکتے ہیں مرغِ چمن کیسے کیسے — کھِلے ہیں گُل و یاسمن کیسے کیسے

خزاں کی غارتگری — جہاں گُل تھے اک خار بھی واں نہیں ہے — اُجاڑے خزاں نے چمن کیسے کیسے

فضل الدین فیاضؔ بی اے

دُنیا شاعری میں صابر الہ آبادی کے مذہب کا فیصلہ

از قلم خدائے سخن عروضی کامل الفن صدر اعظم محقق علامۂ عصر رستم الشعراء مولٰنا محمد حبیب السبحان صاحب
المتخلص بحضرت صابر الہ آبادی حال شہر لشکر گوالیار

دُنیا مجھ پر ہنستی ہے میں دُنیا والوں پر ہنستا ہوں

تقریباً تیس سال سے میں عروض کی تحقیقات میں مصروف تھا۔ چنانچہ دُنیا میں ایسے بہت سے مولفین پائے گئے کہ جنہوں نے اپنی منگڑھت عروض ایجاد کر کے مصنفین و محققین و محدثین کے اقوال کو نظر انداز کر کے اپنی ایک جدید پگڈنڈی نکال دی اور بھولی بھالی دُنیا، شاعری کو اپنی چرب زبانی کی لاٹھی سے ہانکنا شروع کر دیا۔ چنانچہ اُنکے مقلدین ملک میں بہت سے پائے جاتے ہیں اور اُنکے پیرو۔ اپنی جدید تصنیفات سے شائقین عروض کو گمراہ کر رہے ہیں۔

میرے نزدیک ایسی غلط کتابیں اُن متقدمین مولفین کی قبروں میں دفن کر دی جائیں۔

چونکہ اب میں عروض کی تحقیقات سے بالکل فارغ ہو کر اُن کے رسائل جداگانہ مرتب کر کے بذریعہ اشاعت دُنیا ء شاعری کو اطلاعیں دے رہا ہوں۔

اِسی طرح حضرات شعراء کے فرقہ میں زبان کے متعلق بحث ہو رہی ہے۔ کوئی ایک لفظ کو متروک و دُسی کو دوسرا جائز قرار غرضیکہ ہر فرقہ اپنے اپنے پیشواؤں کی تلقین کر رہا ہے اور اُن گروہوں میں سخت جھگڑے ہو رہے ہیں۔

کیا معنی کہ ایک فرقہ کہتا ہے کہ تشبیہات سے اشعار کو اچھوتا رکھ کر محض زبان لکھنی چاہئے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ زبان لکھنی گناہ ہے۔ استعارات و کنایات سے کلام کا حسن بڑھتا ہے۔ لہذا تشبیہات جس شعر میں نہ ہوں وہ شعر نہیں۔

دہلی لکھنؤ کو اپنی زباندانی کا دعوٰے ہے اور واقعی یہ کہنا اُنکا ایک حد تک بجا ہے اور بزرگوں کا مقولہ بھی یہی ہے کہ زبان دہلی میں پیدا ہوئی اور اُس نے لکھنؤ میں پرورش پائی۔

مگر اہل زبان دہلی۔ دہلی اور لکھنؤ، لکھنؤ کے مصنفین سے باہم تنا تنی اور آپس میں اختلاف رائوں کا ہونا اُنکے رسائل۔ بہ بانگ دُہل مُنادیاں کر رہے ہیں۔

دہلی لکھنؤ کو جو کچھ دعوٰے ہے بجا ہے۔ مگر تعجب ہے کہ ہمارے فاضل ایڈیٹر صاحب رسالہ شاعر آگرہ مطبوعہ جولائی ۱۹۳۳ء صفحہ میں تانیث تذکیر کے سلسلہ میں دہلی لکھنؤ کے مقابلہ میں آگرہ کو بھی زباندانی میں کھڑا کر رہے ہیں اور وہاں کی مستورات کو بھی زباندان ہونا قرار دیتے ہیں۔

میں نے آگرہ کو کسی اہل زبان کی زبانی اہل زبان نہیں سُنا اور ماسوا اِس سالہ شاعر آگرہ کے آجتک کہیں لکھا ہُوا بھی نہیں دیکھا۔
اگر یہ کہا جائے کہ کسی زمانے میں یہ مقام آگرہ بھی پایہ تخت بادشاہوں کا تھا۔ اس لئے اُسکو دعوئے زباندانی کا ہے تو ایسے بہت سے مقامات ہندوستان میں پائے جاتے ہیں کہ جہاں شاہان جلیل القدر کے دارالسلطنت تھے تو اُن شہروں کو بھی زباندانی میں کیوں شامل نہیں کیا جاتا اور وہاں کے باشندگان بھی کیوں زباندانی کے مدعی بننے کا شرف حاصل نہیں کرتے ۔ خیر

غرضیکہ اس وقت دُنیاء شاعری ایک مذبذب حالت میں ہے اور ایسے مناقشات دیکھکر ہمارے مبتدی شعرا حیران ہیں کہ فن شاعری میں کس کی تقلید کی جائے۔ تاہم اُنکو آئندہ زبان کی بقائے نسل کے لئے زباندانوں کا فرض تھا کہ اُنکی رہبری فرماتے۔
چنانچہ ہمچو قسم امور فیصلہ کن کے متعلق دُنیا میں جابجا کھچڑیاں پک رہی ہیں اور رسائل اور اخبارات میں ایک دوسرے پر حملہ آور ہیں اور طرفین سے ثبوت و تردید پیش کی جارہی ہیں جو فریقین کو تسلیم نہیں ۔
ایسے نازک زمانے میں جبکہ زبان کا کوئی فیصلہ کُن جواب کہیں سے نہیں ملتا اور دُنیاء شاعری ایک غلط راستہ پہ چل رہی ہے ۔ تواب فکر ہے کہ ایسی صورت میں مجھے کونسی روش اختیار کرنی چاہئے۔
ہذا میرا بالفعل یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ آجکل جو زبان زیادہ مرّوج ہے اور بول چال کے محاوروں میں بیشتر استعمال کی جاتی ہے ۔ میں اپنے لئے اُس زبان کو جائز قرار دیتا ہوں ۔
نہ میں کسی کے متروکات کا پابند ہوں نہ رہنا چاہتا ہوں ۔ میرا کلام میری ذاتی زبان ہے ۔ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں اُسی کو میں جائز و صحیح سمجھتا ہوں۔
کیونکہ ابھی تک میں عروض کی تحقیقات میں مصروف تھا اب اُس سے سبکدوش ہوکر ادھر متوجہ ہُوا ہوں ۔
لہذا آئندہ میں زبان کی تحقیقات کر کے خوشہ چینی کرونگا اور متقدمین و متاخرین کے مقالات کا انشاء اللہ موازنہ کر کے اُن کی متروکات اور اُن کے طرز بیان وغیرہ پر غور کر کے نتیجہ اخذ کرونگا ۔ اُس وقت میں اُن اقوال کا بشرط ضرورت پابند ہونگا ۔ مگر بالفعل میں شعراء کے کسی فریق کے قانون کا پابند نہیں ہوں۔
پس آئندہ کسی معترض کا کہ جو متقدمین کے پیرو سے ہوگا ۔ تصحیح کلام کے سلسلہ میں وہ کوئی نظیر پیش کریگا۔ تو میں اُس کو صحیح نہ مانتے ہوئے قطعی جواب نہیں دینا چاہتا۔
کیونکہ میں کسی کا پیرو نہیں ہوں نہ میں کسی شعراء متقدمین میں سے کسی کی غلط پیروی کرنا چاہتا ہوں۔
جب میں زبان کی تحقیقات کر کے اُس میں سے جوہر اکٹھا کر لونگا اُس وقت میں کسی قانون کا پابند ہوں یا نہ ہوں یہ میرے اختیار میں ہوگا ۔
پس ایسی صورت میں ۔ میں اپنے حال پر مطلق العنان ہوں ۔ اور الخاموشی نیم رضا کے مصداق ہدف ملامت کا شکار کسی حالت میں نہ بن سکونگا +

پنجاب یونیورسٹی

(۱) پنجاب یونیورسٹی کے چانسلر صاحب نے مسٹر اے سی وُلنر ایم اے - سی آئی ای - ایف اے ایس بی کو ۱۶ مارچ سے مزید دو سال میعاد کے لئے پنجاب یونیورسٹی کا وائس چانسلر مقرر کیا ہے -

(۲) جیسا کہ پہلے نوٹ دیا جا چکا ہے یونیورسٹی ہذا کی جوبلی کی تقریب ماہ دسمبر ۱۹۳۳ء میں منانے کی شاندار تیاریاں شروع ہوگئی ہیں - سنڈیکیٹ نے اپنے گذشتہ اجلاس میں فیصلہ کیا تھا کہ مندرجہ ذیل اصحاب کو وہ اعزازی ڈگریاں عطا کی جائیں جو ان کے نام نامی کے اوپر درج ہیں -

(ا) ایل ایل ڈی - نواب بہاولپور - مہاراجگان کشمیر و پٹیالہ - میاں سر فضل حسین صاحب مشیر تعلیم - حضور وائسرائے ہند - سر شادی لعل صاحب چیف جسٹس ہائی کورٹ پنجاب لاہور -

(ب) ڈاکٹر آف لٹریچر - علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال - مسٹر اے سی وولنر وائس چانسلر یونیورسٹی

(ج) ڈاکٹر آف اورینٹل لرننگ - سر سکندر حیات خاں ممبر ایگزیکٹو کونسل پنجاب و سر سندر سنگھ صاحب مجیٹھیہ

(د) ڈاکٹر آف سائنس رائے بہادر پروفیسر شو رام کیشپ پروفیسر آف باٹونی گورنمنٹ کالج لاہور

سینٹ یونیورسٹی اپنے اکتوبر کے اجلاس میں اس کارروائی پر اپنی منظوری کا فیصلہ دیگی -

(۳) جوبلی کی تقریب میں کئی ماہرین علوم کو لاہور مدعو کیا گیا ہے - پہلے یہ بھی تجویز تھی کہ حضور وائسرائے سے درخواست کی جائے کہ وہ جوبلی میں شامل ہو کر اس کی افتتاحی رسم ادا فرمائیں - لیکن احتمال ہے کہ حضور ممدوح کی مصروفیات شائد اس شمولیت کی اجازت نہ دے سکیں -

مختلف مضامین پر عالمانہ بحثوں کے علاوہ دلچسپ ڈرامے اور تفریحات ہونگے - یونیورسٹی ڈنر اور شاندار پارٹیاں عمل میں لائی جائیں گی - مزید براں جوبلی کی یادگار منانے کے لئے چندہ جمع کیا جائے گا - اور یونیورسٹی یونین کا ایک شاندار ہال بنایا جائیگا - جس میں کلب رُوم اور گراونڈ ہونگے - اور پنجابی ڈکشنری بھی بنائی جائے گی -

ایک عجیب و غریب اعلان دیکھو صفحہ ۱۰۴

تخمیسِ اشعارِ مُناجاتِ نظامی

(فکرِ بلند پایۂ جناب مولوی محمد عباس علی صاحب قاصر گورکھپوری)

خدایا توئی در دو عالم بسم　　　تو دانی بہ بادِ ہوس چوں خسم
مِنہ خوار اندر جہاں زیں قسم　　　بزرگا بزرگی دہا بے کسم
توئی یاوری بخش و یاری رسم

دریں دہرِ فانی وہُو نہائے رُست　　　زِ تو یافتہ ہر کسے آنچہ جُست
زِ تُست ایں ہمہ ساز و برگِ دُرست　　　بیاوردم از خانہ چیزے نخست
تو دادی ہمہ چیزِ من دادہ تُست

مگیرم بہ تقصیر و معذور دار　　　بہ کونین دل شاد و مسرور دار
دلم را بر آتارہ منصور دار　　　چُو کردی چراغِ مرا نور دار
زمن بادِ مشعل کشاں دور دار

نظر کُن بریں آرزو مندیم　　　مکن خوار بہر خداوندیم
زِ کشتم بدہ ثمرہ خور سندیم　　　بہ کشتن تو دادی تنومندیم
بدہ زانچہ کشتم برُو مندیم

بہ فضلِ خودم دار پیروز بخت　　　نگہ دارم اے خالقِ عرش تخت
مدہ ثمرہ آتش انچہ کشتم درخت　　　گر ایوہ بلند است و سیلاب سخت
میپیچاں عنانِ من از راہ رخت

منم غرقِ عصیاں دریں آبشار　　　بہ عزّو جلالِ خود اے کردگار
گزشت از سرم آب بے اختیار　　　ازیں سیلگاہم چُناں درگزار
کہ پل بشکند بر من ایں رُود بار

بہ دنیا بہ حالِ تباہ آمدم　　　مرا پائے غرقِ گناہ آمدم
بہ پیشِ تو با اشک و آہ آمدم　　　عقوبت مکن عذر خواہ آمدم
بہ درگاہِ تو رُو سیاہ آمدم

مختلف نوٹ اور کارروائیاں

ڈی بی مڈل سکول تاندلیانوالہ ضلع لائل پور { سنٹر تاندلیانوالہ کی ڈرامیٹک کلب نے ۱۴ر اکتوبر کی رات کو چک ۲۴۰ گ ب میں نہایت دلچسپ اخلاقی ڈرامہ کیا جس میں "زمینداروں کے تنزل کے اسباب اور انکے انسداد کی مناسب تدابیر کیا ہیں" حاضرین کو جن کی کثرت ہی دیہاتی تھے ذہن نشین کئے گئے ۔ شکر کا مقام ہے کہ مولوی صاحبان جو عموماً اس قسم کے مظاہروں کی ، مذہبی بنا پر مخالفت کیا کرتے ہیں ۔ سب سے زیادہ کارکنان کے معاون ثابت ہوئے ۔ نہ صرف تمام کارروائی کو بنظر استحسان ہی دیکھا بلکہ ایک صاحب نے نہایت پُرزور الفاظ میں ہماری تائید کرتے ہوئے حاضرین سے اپیل کی کہ ان تمام اصلاحی تدابیر پر عمل پیرا ہوں ۔ اور اس کار خیر کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اپنی خدمات پیش کیں ۔ تعلیم نسواں پر شیخ نادر حسین صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر نے پُر درد الفاظ میں کہا کہ اس تحریک کے اجراء کے بغیر ہم کیونکر کامیاب ہو سکتے ہیں ؟ قرض کی بُرائیوں ۔ جاہلیت کی خرابیوں ۔ مقدمہ بازی کی بدمزگیوں اور رسومات بد کے تباہ کُن اثرات پر ڈرامہ کے ساتھ تقریروں سے خوب روشنی ڈالی گئی ۔ کھاد کے گڑھوں ۔ دیہات کی عام صفائی ۔ روشن اور ہوادار مکانوں ۔ اچھے بیجوں اور اچھے بیلوں کی ضرورت پر توجہ دلائی گئی ۔ سکول سکاؤٹس نے ملیریا بخار کے اسباب تدارک اور علاج کے متعلق ایک مفصل ڈرامہ پیش کیا ۔ سید شریف الحسن صاحب گیلانی نے پنجابی زبان میں اس کی تشریح فرمائی ۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے تمام باتوں کا دوبارہ اعادہ کرتے ہوئے تمام حاضرین (مردوں اور عورتوں) سے اپیل کی کہ وہ خود خواب غفلت سے بیدار ہو کر اس اصلاحی پروگرام پر عمل پیرا ہوں ۔ چنانچہ ایک کمیٹی کا وجود عمل میں آیا ۔ رائے دل محمد خاں صاحب اور انکے برادر عزیز خوشی محمد خاں صاحب نے کافی سے زیادہ امداد فرمائی ۔ کلب متمنی ہے کہ اسی طرح دیگر دیہات میں بھی دیہات سدھار ڈراموں سے اہل دیہات کو بیدار کیا جائے ۔ (برکت علی)

مدرسہ تحتانیہ داوروارڑی تعلقہ پٹن ضلع اورنگ آباد دکن { ۲۱ر اکتوبر کو زیر صدارت سیٹھ دیکناتھ راؤ جی صاحب لودھانی بتقریب سالگرہ اعلیٰ حضرت سلطان العلوم شاہ دکن خلد اللہ ملکہ جلسہ منعقد ہوا ۔ مقامی تمام رعایا کے علاوہ مدرسین اصحاب مدارس تاندروبھوسہ اور قریبی مواضعات کی رعایا بھی موجود تھی ۔ طلباء نے قرأت کے بعد حیدر آباد کا قومی ترانہ جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

سب رعایا کو تیری سالگرہ کی تقریب یا نشاط و طرب و عیش و مسرت رکھے

پڑھا ۔ طلباء نے اپنے اپنے مضامین پڑھے ۔ گوپال راؤ صاحب جوشی و بھیم راؤ صاحب آشٹی کر نائب مدرسین گنگادھر راؤ صاحب صدر مدرس بھوسہ نے اپنی تقاریر میں تمام شعبوں اور ترقیوں کا ذکر خیر کیا ۔ بعدازاں ابو الخلق محمد عبد الخالق خلیق صدر مدرس مدرسہ ہذا نے سالگرہ کی اہمیت ۔ اعلیٰ حضرت سلطان العلوم کے احسانات اور برکات اور اوصاف حکمرانی وغیرہ کا کما حقہ ذکر خیر کرتے ہوئے حاضرین کو تلقین کی کہ وہ اپنے ولی نعمت کے احکام کو سر آنکھوں پر رکھ کر آپ کی تقلید میں مردانہ وار گامزن ہوں ۔ صاحب صدر نے تمام تقاریر کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے مبارک و مسعود دور عثمانی کے اغراض و مقاصد کو جو ملک اور رعایا کی بہبودی کے لئے عمل میں لائے جا رہے ہیں ۔ برسر انجام پہنچانے کے لئے رعایا کو کوشاں ہونے کی ہدایت کی ۔ صدر مدرس صاحب نے دعا کی کہ خدائے پاک اعلیٰ حضرت کو یہ پچاسویں سالگرہ مبارک کرے اور شاہ ذیجاہ اور شاہزادگان بلند اقبال اور شہزادیاں ہمایوں فال اور شاہزادہ میر برکت علی خاں مکرم جاہ کل خلافت کی ترقی عمر و اقبال کے لئے دعائے خیر کی ۔ سب نے متفقہ طور پر قرار دیا کہ جمع شدہ چندہ سے بیادگار جلسہ مبارک مدرسہ ہذا کے نام ایک سالہ جاری کیا جائے ۔ شام کو فٹ بال

میچ ہُوا۔ اور سالگرہ مبارک کے اس شاندار جلسہ میں رعایا نے اپنی عقیدت اور دلی خوشی کا اظہار کیا۔ (صدر الدین)

ڈی بی مڈل سکول سورنگیاں ضلع سیالکوٹ

صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع ہذا کے حکم کی تعمیل میں سکول ہذا میں بخشی سنسار چند صاحب اے ڈی آئی فزیکل ٹریننگ کے زیر تربیت ریفریشر کورس عمل میں آیا جو ۲۳ ستمبر تک رہا۔ قریباً ساٹھ اُستادوں نے حصہ لیا۔ سٹاف سورنگیاں نے تمام کیمپ کی رہائش۔ چارپائیوں اور خورد نوش کا انتظام کر رکھا تھا۔ سٹاف نے ایک وقت کے لئے اور سردار خزان سنگھ صاحب ذیلدار نے دو وقت کے لئے تمام کیمپ کو کھانے پر مدعو کیا۔ ۲۳ ستمبر کو سوڈھی جگت سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس اپنے اسسٹنٹ سید فتح علی شاہ صاحب کے ہمراہ تشریف فرما ہوئے اور تمام کارروائی کو دیکھ کر بیحد محظوظ ہوئے۔ اور فرمایا کہ یہ ریفریشر کورس اس قسم کے سابقہ کورسوں سے جو اور حلقوں پر منعقد ہوتے رہے ہیں۔ فوقیت لے گیا ہے۔ جو سٹاف سکول ہذا کی امداد اور تعاون کا نتیجہ ہے۔ سردار مول سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر کے حسن سلوک۔ خوش خلقی ضبط اور صلح کل مسلک کی داد دی۔ تمام کیمپ کا فوٹو لیا گیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے معزز اصحاب کو پارٹی دی۔ بخشی صاحب کے حسن سلوک ہمدردی اور محنت شاقہ کے تمام متعلقین مداح ہیں۔ دعوت دینے والے اصحاب کی فیاضی بھی قابل داد ہے۔ افسران سررشتہ کی عنایت کا نتیجہ ہے کہ ایسے مواقع دستیاب ہو رہے ہیں۔ روزانہ پروگرام حسب ذیل تھا۔ صبح ۶ بجے سے ۸ بجے تک ڈرل۔ ۸ سے ½۹ بجے تک نہانا اور صبح کا ناشتہ۔ ۱۲ بجے دوپہر تک لیکچر۔ ۳ بجے شام تک آرام۔ ۳ سے ۶ بجے شام تک لیکچر۔ (درگا داس)

سنٹر مڈل سکول سرسنگھ ضلع لاہور

۲۴ اکتوبر کو صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لاہور بہمراہی سالک صاحب اپنے کارکن اسسٹنٹ سکول میں تشریف فرما ہوئے۔ سنٹر کے مدرسین اور طلبا جمع تھے۔ چوہدری اللہ دتا مدرس نے ڈرل اور سکاؤٹ کھیلوں سے خوش کیا۔ پراپیگنڈا کے لئے قریب چار سو طلبا کا جلوس صاحبان موصوف کی معیت میں کروفر سے نکلا۔ گاؤں کے مختلف مقامات پر ہارمونیم باجے کے ساتھ علمی اخلاقی اور معاشرتی نظمیں گائیں۔ اساتذہ نے لیکچر دیئے اور پروگرام سُنا کر واپس سکول میں پہنچے۔ تفریح کے بعد مقابلہ کی کھیلیں ہوئیں۔ پبلک اور طلبا نے کمال دلچسپی سے کھیلوں میں حصہ لیا۔ جماعت چہارم کا املا اور زبانی حساب کا مقابلہ ہُوا۔ سلکھن سنگھ مدرسہ پھو وندڑ اول اور جان محمد طالب علم سکول ہذا دوم رہا۔ صاحب ممدوح کی صدارت میں جلسہ عام ہُوا۔ قریباً دو ہزار نفوس معززین دیہہ میونسپل کمشنر صاحبان میڈیکل افسر صاحب سٹاف چوکی موجود تھے۔ حمدیہ نظم کے بعد پراپیگنڈہ نظمیں اور علمی مکالمہ ہُوا۔ حاجی کریم بخش صاحب ہیڈ ماسٹر نے حاضرین اور افسران کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سکول کی گذشتہ حالت اور موجودہ ترقی کا بیان کر کے اہل قصبہ کو اضافہ طلبا کی تلقین کی۔ سردار ہزارہ سنگھ صاحب میڈیکل افسر اور دیگر سرکردگان نے انگریزی تعلیم کی ترویج کی آرزو کی۔ آپ نے یقین دلایا۔ پراپیگنڈا اور کھیلوں کے فوائد و مقاصد بیان کر کے انعامات تقسیم فرمائے۔ شام کو مدرسین کے اجلاس خاص میں مخلوط ایجوکیشن۔ اضافہ طلباء۔ کتب لائبریری کے صحیح استعمال پر صاحب صدر نے بالتوضیح روشنی ڈالی۔ اے ڈی آئی صاحب نے آپ کا تمام اساتذہ کرام سے تعارف کرایا۔ (سردار علی ایس وی)

ورنیکلر لوئر مڈل سکول لاریٹ ضلع کانگڑہ

۱۹ ستمبر کو رسالدار پرتاب سنگھ صاحب بہادر آئی او ایم کی صدارت میں بحاضری دو صد نفوس یوم والدین منعقد ہُوا۔ سکاؤٹس نے پرارتھنا کرائی۔ چوہدری سداامال رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے جلسہ کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے جدید داخلہ کے لئے پُرزور اپیل کی۔ طلبا نے چند لطائف سُنائے اور دیہات کی رسومات قبیحہ کے متعلق سدھار کا راگ گایا۔ منشی پرکاش دیو نے جونیر ریڈ کراس سوسائٹی کی ابتدا اور سکول میں اس کے اجراء کی غرض و غایت بیان کر کے حاضرین سے اس میں شمولیت کی آرزو کی۔ منشی رسیلا رام نے تحریک سکاؤٹنگ کے اجراء کے فوائد بیان کئے۔ منشی ہوشیار سنگھ نے صغیر سنی کی شادی کے نقصانات پر تحریری مضمون پڑھا۔ صاحب صدر نے جمع شدہ چندہ مبلغ آٹھ روپے کے انعامات تقسیم فرمائے۔ طلباء اور حاضرین میں دس روپے کا حلوہ تقسیم ہُوا۔ (پرکاش دیو)

ڈی بی پرائمری سکول نولہ ضلع شملہ ۲۱ر اکتوبر کو مسٹر ایس ایف ڈین ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع ہذا رونق افروز ہوئے سالانہ معائنہ سکول ہوا۔ شام کو آپ کی صدارت میں دیہات سدھار جلسہ ہوا۔ پرائمری سکولز نور۔ بھٹی اور شمانلہ کے مدرسین جمع تھے۔ منشی مان سنگھ کے رسوخ سے حاضری خاص ہوگئی۔ ٹھاکر کرم چند رخصتی ہیڈ ماسٹر نے گراموفون کے ریکارڈوں سے اور میجک لینٹرن کی تصاویر سے تمباکو اور شراب نوشی کے بُرے نتائج اور ان سے بچنے کے طریق اُردو اور پہاڑی زبان میں سمجھائے۔ ملیریا بخار اور مکھیوں پر تقریر کی۔ اول الذکر کا مچھر گندگی سے پیدا ہوتا ہے اس کے کاٹنے سے بخار پیدا ہوتا ہے۔ کھانے کی تمام اشیاء ڈھک کر رکھی جائیں۔ گندگی کو دُور کیا جائے کہ مکھیاں اور مچھر پیدا نہ ہو سکیں۔ صاحب صدر نے تعلیم پر مفید لیکچر دیا تمام حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔ (رام دیال ورما)

ڈی بی مڈل سکول منی مزرعہ ضلع انبالہ ۱۷ر اکتوبر کو شیخ ابرار علی صاحب بی اے۔ اے ڈی آئی انبالہ نے سکول کا سرسری معائنہ فرمایا۔ تعلیمی حالت صفائی اور ضبط سے بہت خوش ہوئے۔ زراعتی فارم کو دیکھ کر ہیڈ ماسٹر صاحب اور زراعت ماسٹر صاحب کے کام کی داد دی۔ چوہدری عنایت الٰہی صاحب کی آمد سے سکول ہر شعبہ میں ترقی کر رہا ہے۔ (زیدی بھریلوی)

مڈل سکول داکھ ضلع انبالہ ۲۷ر اکتوبر کو چوہدری **علی محمد صاحب** اے ڈی آئی حلقہ غربی لدھیانہ کی صدارت میں تعلیمی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ دعائیہ نظم کے بعد ماسٹر بیر سنگھ صاحب نے بذریعہ پراجیکٹ میتھڈ جماعت اوّل کے طلباء کو سبق دیا۔ خاتمہ پر معقول نکتہ چینی ہوئی۔ صاحب صدر کی رائے میں گو تیاری کے لئے مدرس کو بہت کم وقت ملا ہے مگر اس نے سبق کو کافی دلچسپ بنایا ہے۔ مثلاً کہانی سُنانا۔ اصل اشیاء دکھانا۔ تصاویر پیش کرنا۔ ڈرامہ کرانا۔ لکھ کر بتانا۔ بار بار کہلوانا۔ فقرے بنوانا۔ امتحان کرنا وغیرہ۔ ماسٹر بختاور سنگھ نے اُردو تعلیم کو بہتر بنانے کے وسائل پر بسیط مضمون پڑھا جو محنت سے تیار کیا تھا۔ مفتی حسن اختر صاحب نے مدرسین کو خود اُردو بولنے کی ضرورت کا احساس دلایا۔ صاحب صدر نے فرمایا کہ مدرس خود اُردو بولے۔ بچوں کو گفتگو سکھائی جائے۔ کلاس لائبریری کھولی جائے۔ مجلس ادب کا جماعت وار قیام ضروری ہے۔ سالانہ جلسے کئے جائیں جن میں بہتر کہانی۔ بہتر مکالمہ۔ بہتر ڈرامہ اور اعلےٰ حاضری والے طلباء کو انعام دیئے جائیں۔ اخبارات و رسائل کا مطالعہ مدرسین کے لئے ضروری ہے۔ امتحانات ماہواری ہوا کریں (۳) ماسٹر برج لال نے اُردو انشا پردازی پر مضمون پڑھ کر سُنایا جس میں شکایت تھی کہ پرائمری جماعتوں میں بھی، اس ذیل میں توجہ خاص درکار ہے۔ کئی اُستادوں کے تبادلہ خیالات کے بعد صاحب صدر نے فرمایا کہ اُستاد مضمون نویسی نقل نویسی کا رنگ نہ دیں۔ مختلف پیشہ وروں کے خطوط کے نمونے اُستاد کے پاس جمع ہوں۔ پہلے گفتگو کرائی جائے۔ القاب و آداب سادہ ہوں۔ حروف عطف کا بہترین استعمال کیا جائے۔ اغلاط کی تصحیح کی مشق پر زور دیا جائے (۴) لالہ رام چند سیکنڈ ماسٹر نے تاریخ جغرافیہ کی تعلیم کو بہتر بنانے کے وسائل پر تقریر کی۔ پُرانے اور نئے طریق تعلیم پر روشنی ڈالتے ہوئے تصاویر۔ نقشہ جات پُرانی کہانیوں اور سیروں کے ذریعے اسباق کو دلچسپ بنانے پر زور دیا۔ صاحب صدر نے فرمایا کہ جغرافیہ کے ماڈل بنائے جائیں۔ نقشہ کا صحیح استعمال سکھایا جائے۔ نقشے محض زیبائش کی چیز نہیں ہیں طلباء کو ان سے پوری واقفیت ہونی چاہئے۔ سوال کی عبارت مختلف الفاظ میں پیش ہوا کرے۔ خاتمہ پر آپ نے مڈل سکول ہیراں کے تیار کردہ چارٹ جو آپ کی رہنمائی میں مرتب ہوئے تھے دکھائے اور ان چارٹوں کی طرح اپنی ضرورت کے چارٹ بنا کر تعلیم کو دلچسپ بنانے کی ہدایت کی۔ خاتمہ پر ہر سکول کے کوائف پر نظر ڈالتے ہوئے تعداد طلباء اور ترقی تعلیم کو بہتر بنایا جائے۔ (بھگت سنگھ)

ڈی بی نائٹ سکول باہلی ضلع شملہ

۲۵ ر اکتوبر کی رات کو سالانہ معائنہ کے موقع پر سرایس ایف ڈین ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی موجودگی میں دیہات سدھار پروپیگنڈا ہوا۔ گراموفون سے شراب اور تمباکو نوشی۔ ملیریا۔ تپ دق اور مکھیوں کے راگ گائے گئے۔ میجک لینٹرن سے ان کے متعلق تصاویر دکھائی گئیں جن سے حاضرین بہت متاثر ہوئے۔ ٹھاکر کرم چند نے حاضرین کو یقین دلایا کہ آئندہ بھی انہیں اس طرح باخبر کرنے کا موقع دیا جائیگا۔ ٹھاکر ابیشری نند جی نے حاضرین کی طرف سے صاحب ممدوح کا شکریہ ادا کیا۔ (مان سنگھ نمبردار)

سنٹرل ایم بی پرائمری سکول جگراؤں

۲۷ ر اکتوبر کو سردار سندر سنگھ صاحب اے ڈی آئی کی صدارت میں انجمن معلمین کا اجلاس ہوا۔ منشی رحمت علی نے جماعت چہارم کو مستطیل کا رقبہ نکالنے پر سبق دیا۔ منشی دیوراج نے برسات کے موسم پر مضمون پڑھا۔ سیکرٹری صاحب نے سرکلرات آمدہ صدر سنائے۔ گوشوارہ کے لئے شکایت کی کہ ۲۷ ر تاریخ کو کیونکر تیار ہو۔ باقی ایام کی حاضری اور اوسط حاضری کیونکر شمار کی جائے۔ ماہ اکتوبر کے داخل شدہ طلباء کو اگلے اکتوبر میں ترقی دیں تو وہ جماعت دوم کے ساتھ چل نہیں سکتے اور چھ ماہ میں وہ جماعت سوم کے ہرگز قابل نہیں ہوسکتے۔ البتہ جو جماعت سوم کے قابل سمجھے جائیں انہیں جماعت دوم میں ترقی دی جائے۔ جماعت اول کے طلباء کو ایک سال میں جماعت دوم کے قابل بنانے کے طریق سمجھائے۔ مدرسین باقاعدہ سبق تیار کرکے ڈائریاں لکھ کر لائیں۔ رجسٹرات کے نقائص سمجھائے۔ پرائمری سکولوں میں بھی جونیر ریڈکراس کے اجرا کی ہدایت دی۔ لوئر مڈل سکول لالی اور پرائمری سکول کمال پورہ میں پراجیکٹ میتھڈ کے مطابق تعلیم دی جارہی ہے۔ اور مفید چارٹ تیار ہوئے ہیں۔ انکے مطابق تمام سنٹر کے مدرسین چارٹ تیار کریں۔ چونکہ مارچ آئندہ میں خوبصورت پھولوں کی نمائش سنٹر لالی میں ہوگی مدرسین ابھی سے تیاری کریں اور طلبا کو گملوں میں خوشنما پھول لگانے اور نمائش میں بھیجنے کے لئے تیار کریں۔ طلباء کی تعلیمی حالت کے بہتر بنانے کے متعلق مفید ہدایات دی گئیں۔ (اللہ دتا)

تشریح طلب اشعار

کوئی صاحب تکلیف گوارا فرماکر مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح پورے طور پر فرمائیں عنایت ہوگی۔ (ایس زیدی مڈل سکول منی مزرعہ ضلع انبالہ)

(۱) زخمۂ رگہائے گل ہے ساز شبنم ساز ہے — یا ہوا سے کررہا باتیں سراپا ناز ہے

(۲) یا بوقت رقص زہرہ کا گرا ہے گھونگرو — جس کو پریاں ڈھونڈتی ہیں بن کے شبنم کو بکو

استفسارات

کیا کوئی صاحب تکلیف گوارا فرماکر مندرجہ ذیل سوالات کا جواب عنایت فرمائینگے؟

(۱) اگر کوئی جونیر ورنیکلر ٹرینڈ مدرس ادیب عالم و منشی عالم کے امتحانات پاس کرلے۔ تو اس کو کس درجہ تک تعلیم دینے کا حق حاصل ہوجاتا ہے۔

(۲) اسی طرح ادیب فاضل یا منشی فاضل پاس کرنے پر جونیر ورنیکلر ٹرینڈ کو کس درجہ تک تعلیم دینے کا حق حاصل ہوسکتا ہے؟

(۳) اگر کوئی شخص ادیب فاضل پاس کرکے صرف انگلش میں میٹرک اور ایف اے کا امتحان پاس کرنا چاہے تو کیا وہ کرسکتا ہے؟

(۴) آج کل ایس وی کلاس کس کس جگہ پر ہے اور وہاں داخلہ کے شرائط کیا ہیں؟ (ایس زیدی مڈل سکول منی مزرعہ ضلع انبالہ)

لوئر مڈل سکول موٹ علاقہ لاہل ضلع کانگڑہ

۱۶ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء کو منشی خوب رام صاحب کی تبدیلی پر سٹاف طلباء اور اہالیان دیہہ و معززین علاقہ کی شمولیت میں جلسہ ہوا۔ حاضرین نے آپ کی جدائی اور آج تک دیرینہ صحبت۔ حسن کارگزاری۔ بہبودی علاقہ اور ہردلعزیزی کا اعادہ کرتے

ہوئے اظہار عقیدت و محبت کیا۔ آپ کی تشریف بری اگرچہ سب کو شاق گذر رہی ہے مگر اس امر سے کہ آپ اپنے وطن کے قریب جا رہے ہیں کسی قدر ڈھارس بندھی ہے۔ منشی جی نے اپنی جوابی تقریر میں سب کو ذہن نشین کرایا کہ وہ خود اس جدائی کو دل سے محسوس کرتے ہیں مگر سرکاری احکام کی تعمیل میں عذر کو دخل نہیں۔ لہذا مجبوری معذوری۔ آپ نے سکول کی آئندہ ترقی کے لئے تمام حاضرین سے بالعموم اور ممبران سٹاف سے بالخصوص اپیل کی۔ اور اس کی ترقی کے لئے اپنے آزمودہ مجرب نسخے اور گر بتائے۔ اور سکول کو شاہراہ ترقی پر گامزن دیکھنا اپنا منتہائے مقصود بتایا۔ حاضرین اور ممبران سٹاف آپ کو وداع کہنے کے لئے دور تک گئے۔ دلی رنج کے ساتھ انہیں الوداع کہا (مایاں چند)

سناتن دھرم ہائی سکول شہر راولپنڈی

لالہ گورچرن لعل صاحب سیٹھی ہیڈ ماسٹر کی سرپرستی میں سکول ہذا جو نمایاں ترقی کر رہا ہے اس کا اندازہ صرف اہالیان راولپنڈی ہی لگا سکتے ہیں۔ سکول باقی تمام لوکل سکولوں سے ہر شعبہ میں بڑھا ہوا ہے۔ یعنی کیا تعداد میں اور کیا تعلیمی حالت میں۔ چنانچہ سال حال کے نتائج نہایت شاندار ہیں۔ مسٹر برتھی راج نمبر۱ اور سید عبد الرحمٰن نے سکالرشپ حاصل کئے۔ بوائے سکاؤٹس کی تحریک بہت اچھی طرح کام کر رہی ہے۔ سکول میں ایک "بزم ادب" قائم ہے جو شائد صوبہ بھر کے کسی سکول میں بھی نہیں۔ اور تمام ترقی لالہ گورچرن لعل صاحب اور ان کے قابل سٹاف کے تعاون اور عرقریزی کا نتیجہ ہے جس کے لئے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ (سندر سنگھ ساہنی)

لوئر مڈل سکول بستی لیانی ضلع مظفرگڑھ

ایم عبدالغنی صاحب رشید اے ڈی آئی علاقہ کی صدارت میں دیہات سہدھار کا جلسہ منعقد ہوا جس میں باشندگان دیہہ اور بیرونجات کے معززین و زمیندار شامل تھے۔ صاحب صدر نے حاضرین کی توجہ اچھی کھاد کی طرف مبذول کی کہ تمام دولت کا دارومدار زمین کی پیداوار پر منحصر ہے گلی ہوئی کھاد زراعت کے لئے اچھی ہے جسے حاصل کرنے کے لئے اصطبل اور گاؤں کے کوڑا کرکٹ کو حفاظت سے گڑھوں میں ڈال کر مٹی سے بند کر دیا جائے۔ پانچ چھ ماہ کے بعد نکال کر کھیتوں میں ڈال کر اوپر ہل چلا دینے چاہئیں۔ راستوں اور کھلی جگہ میں پڑی ہوئی کھاد کی طاقت دھوپ اور بارش سے زائل ہو جاتی ہے۔ اور کئی ضرر رساں کیڑے پیدا ہو کر اسے نقصان دہ بنا دیتے ہیں۔ حاضرین نے ان ہدایات کو شوق سے سنا اور اپنے اپنے شکوک رفع کئے۔ سردار گیلا سنگھ نے ان طریقوں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنی خوشحالی کا ثبوت دیا۔ لالہ ہیرا نند صاحب نے ان گڑھوں کی اہمیت بتائی۔ طلباء نے صاحب کمشنر بہادر ملتان کے سولہ زریں احکام سنائے۔ اور علم پڑھ کر اپنے آبائی پیشہ کو کامیاب بنانے کا ڈرامہ کیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے صدر کی ہدایات پر عمل پیرا ہونے اور ان سولہ زریں اصولوں کی پابندی کی تلقین کی۔ علم کے فوائد بتا کر بچوں کو مدرسہ میں داخل کرانے کا شوق دلایا۔ (تیجرام ڈیروی)

از دفتر سررشتہ تعلیم ضلع لدھیانہ

سرکلر نمبر ۵۷۰۴ ـ مجریہ ۱۶ر اکتوبر ۱۹۳۳ء

بخدمت جملہ ہیڈ ماسٹر صاحبان پرائمری و امدادی مدارس ضلع لدھیانہ

آپ کی توجہ سرکلر نمبر ۱۳۰۸۸ مورخہ ۹/۲/۳۲ منجانب دفتر ہذا کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے جس میں چند ایک ہدایات برائے وصولی فیس اور حسابات بوائز فنڈ وغیرہ درج کی گئی تھیں۔ مگر گذشتہ سال کی پڑتال سے پایا گیا کہ مدرسین نے ان ہدایات کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ اب دوبارہ آپ کی آگاہی کے لئے لکھا جاتا ہے کہ ہدایات مندرجہ سرکلر مذکورہ بالا کی طرف بالعموم اور مندرجہ ذیل ہدایات کی طرف بالخصوص توجہ دی جائے۔ اگر آئندہ بر موقعہ پڑتال اس قسم کے اعتراضات دوبارہ ہوئے۔ تو متعلقہ مدرسین کے خلاف سخت نوٹس لیا جائیگا۔

(۱) **رعایت فیس** (الف) برادرانہ رعایت کی صورت میں بڑے بھائی کا نام معہ جماعت و نمبر سلسلہ رجسٹر حاضری کے خانہ کیفیت میں درج کیا جائے۔

(ب) مدرس زادگان کو فیس کی رعایت دینے سے پہلے ذیل کا تصدیق شدہ سرٹیفکیٹ رجسٹر حاضری میں چسپاں کیا جائے کہ طالب علم کا والد منظور شدہ مدرسہ میں ملازم ہے اور اس کی آمدنی ... روپے ماہوار ...

کہ اس کے کتنے لڑکے یا لڑکیاں زیر تعلیم ہیں اور وہ کہاں کہاں تعلیم پاتے ہیں ۔ اور کتنے فیس کی رعایت سے مستفید ہو رہے ہیں قاعدہ یہ ہے کہ پہلے بچے کی فیس پوری معاف کی جائے اور باقی لڑکے یا لڑکیوں کی نصف اور مدرس کا نام جائے تعیناتی اور آمدنی خانہ کیفیت میں نوٹ کر دیا جائے ۔

(ج) حصہ پرائمری میں ماسوائے کمین و کاشتکاران باقی سب طلباء سے فیس وصول کر کے بمد آمدنی دکھائی جائے ۔ ضلع لودھیانہ میں مندرجہ ذیل اقوام بذریعہ ریزولیوشن نمبرا (۸) مورخہ $\frac{1}{25}$ ۲۶ کمین متصور کی جائینگی ۔

(۱) لوہار (۲) ترکھان (۳) حجام (۴) کہار ۔ بہشتی ۔ جھیور (۵) چھینبہ (دھوبی) (۶) چمار (۷) گھمار (۸) خاکروب ۔

(۹) میراثی یا برواله جو زمینداروں کا کام کرتے ہوں ۔

صرف مندرجہ بالا اقوام کی فیس بوجہ کمین ہونے کے حصہ پرائمری میں وصول نہ کی جائے ۔ درزی کو کمین اقوام میں شمار نہیں کرنا چاہیئے بلکہ غیر کاشتکار لکھا جائے ۔ اور حسب معمول فیس وصول کی جائے ۔

(۲) بعض طلباء کی فیس حصہ پرائمری میں کاشتکار ہونے کی صورت میں وصول نہیں کی جاتی ۔ حالانکہ انکے والدین زراعت پیشہ اقوام ضلع ہذا سے نہیں ہیں ۔ لہذا آپ کی آگاہی کے لئے لکھا جاتا ہے کہ ایسے طلباء سے جن کے والدین زراعت پیشہ اقوام سے نہ ہوں مگر خود کاشت کرتے ہوں ۔ تحصیلدار صاحب علاقہ کے تصدیق کردہ سرٹیفکیٹ لئے جائیں کہ انکے والدین خود کاشت کرتے ہیں تاوقتیکہ سرٹیفکیٹ مذکور موصول نہ ہوں فیس معاف نہ کی جائے ۔

(س) بموجب قواعد ضابطہ تعلیم پنجاب کسی طالب علم کو ایک سے زیادہ معافی فیس کی رعایت نہ دی جائے ۔ گذشتہ سال دیکھا گیا ہے کہ اکثر طلباء مڈل مدارس کی نصف فیس بوجہ نیچ اقوام کے معاف کی گئی تھی ۔ باقیماندہ بوجہ مفلسی معاف کی گئی تھی ۔ یہ سخت بیقاعدگی ہے ۔ صرف ایک ہی رعایت مل سکتی ہے ۔

(و) نیچ اقوام کے طلباء سے حصہ پرائمری میں کوئی فیس وصول نہ کی جائے اور حصہ سکنڈری میں نصف وصول کی جائے ۔ اس ضلع میں مندرجہ ذیل اقوام ۔ نیچ اقوام سمجھی جائیں ۔ چمار ۔ خاکروب ۔ رمداسیہ ۔ ڈومنا ۔ کوہلی ۔ میگھ ۔ سانسی ۔ گھوسی ۔ باگڑیا ۔ روڈ ۔ مہتم ۔ کہار (اس میں ہندو مسلمان کہار شامل نہیں ہیں ۔

(ز) جرائم پیشہ اقوام کے طلباء سے جن کی عمر ۶ سال اور ۱۲ کے درمیان ہو کوئی فیس وصول نہ کی جائے ۔

(۲) **چندہ کھیل و لائبریری** ۔ اس کا حساب مجوزہ و مطبوعہ رجسٹروں پر رکھا جائے ۔ تمام قسم کے فنڈوں کا روپیہ ڈاکخانہ کے سیونگ بنک یا بصورت دیگر بنک انجمن امداد باہمی میں جمع کیا جائے ۔ کیونکہ آئندہ کوئی چندہ ڈسٹرکٹ بورڈ میں جمع نہ ہو گا جن مدارس میں ایسے رجسٹرات موجود نہ ہوں وہ فوراً بلا توقف دفتر اے ۔ ڈی ۔ آئی صاحب سے حاصل کریں ۔ لوئر مڈل مدارس میں چندہ کھیل ہرگز وصول نہ جائے ۔

(۳) **پڑتال رجسٹرات** ۔ افسران معائنہ سے معائنے کے وقت رجسٹرات اشیاء مال کی بھی پڑتال کرائی جائے ۔ گذشتہ سال کی پڑتال سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ اکثر مدارس کے رجسٹرات اشیاء مال کی گذشتہ پانچ سال سے پڑتال نہیں ہوئی ۔ اگر امسال کسی مدرسہ کا رجسٹر اشیاء پڑتال کیا ہوا نہ پایا گیا ۔ تو مدرس کے خلاف سخت نوٹس لیا جائیگا ۔ معائنہ کے وقت تمام رجسٹرات افسر معائنہ کے روبرو پیش کئے جائیں ۔ اور سرکاری مال کی پڑتال کرائی جائے ۔

نوٹ ۔ مندرجہ بالا ہدایات کے مطابق وصولی فیس و رقوم چندہ ہونی چاہیئے ۔ اگر کوئی رقم وصول نہیں کی گئی تو فوراً وصول کر کے داخل خزانہ کرائی جائے ۔ آئندہ افسران معائنہ فیس کے حساب کی اچھی طرح سے پڑتال کیا کریں گے ۔

[illegible] ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لدھیانہ

سرکلر نمبر ۲۲ مورخہ ۲۱/۱۰/۳۳

بخدمت جملہ ہیڈ ماسٹر صاحبان گورنمنٹ ڈسٹرکٹ بورڈ اور پرائیویٹ مدارس ضلع راولپنڈی

(۱) آپ بہت جلد دفتر ہذا کو اُن طلباء کے نام سے جنہوں نے آپ کے سکول سے گذشتہ چار سالوں میں (از اپریل ۳۰) لیاقتی وظیفہ حاصل کیا ہو۔ مطلع کریں۔ اگر کسی وظیفہ خوار کا لیاقتی وظیفہ اب تک برآمد نہیں ہوا تو فوراً بل مجوزہ فارم پر تیار کرکے بمعہ وجہ تاخیر دفتر صدر میں روانہ کریں۔ اگر کوئی ایسا وظیفہ خوار جواب کے سکول سے خارج ہو گیا ہو۔ یا ڈسچارج سرٹیفکیٹ لے کر کسی اور سکول میں داخل ہو گیا۔ تو جس تاریخ سے وہ خارج ہوا وہ درج کریں۔ اور نام سکول جس میں وہ داخل ہوا ہو۔ تحریر کریں۔

(۲) کسی لڑکے کا وظیفہ بغیر منظوری سب ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب مدارس دوسرے سکول میں منتقل نہیں ہو سکتا۔

(۳) عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بل ہائے وظیفہ تاریخ مقررہ پر دفتر ہذا میں موصول نہیں ہوتے۔ جس کے باعث برآمدگی وظیفہ بروقت نہیں ہو سکتی۔ آئندہ ہر ایک ماہ کی پانچ تاریخ تک تمام بل دفتر صدر میں پہنچ جانے چاہئیں۔

(۴) قبض الوصولات وظیفہ خواران دفتر میں بہت کم بھیجے جاتے ہیں۔ اور جو یہاں پہنچتے ہیں وہ بھی بہت دیر سے جس کی وجہ سے وظیفہ کی ادائیگی بروقت معلوم نہیں ہو سکتی۔ آئندہ وظیفہ ملنے پر فوراً تقسیم کرکے قبض الوصولات وظیفہ خواران جلد دفتر صدر میں بھیجدیا کریں۔

وظیفہ کے منی آرڈر کوپن پر جو نمبر درج ہو۔ وہ ہمیشہ قبض الوصولات پر درج کرنا ضروری ہے۔ اس کی وجہ سے پڑتال میں آسانی ہو جاتی ہے۔

(۵) بل وظیفہ ہمیشہ چھاپہ شدہ مجوزہ فارم نمبر ۹۴ پر تیار کرنا چاہئے۔

(۶) ہر ایک وظیفہ خوار کے محاذ میں جماعت اور سال ادائیگی وظیفہ لکھا جانا ضروری ہے۔

(۷) قبض الوصولات پر ہیڈ ماسٹر صاحبان کی تصدیق ہونی چاہئے۔ کہ وظیفہ تقسیم کیا گیا ہے۔

(۸) آئندہ نئے وظیفہ خواران کے سلسلہ میں پہلے بل کے ساتھ ایک علیحدہ سرٹیفکیٹ شامل کیا جایا کرے۔ جس سے پتہ چلے۔ کہ وظیفہ خوار جماعت پنجم میں اُن کے سکول میں کب داخل ہوا۔

(۹) جب وظیفہ ایک سکول سے دوسرے سکول میں تبدیل کرانا مطلوب ہو۔ تو جس سکول میں وظیفہ خواران داخل ہوں۔ اُس سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب بمعہ ڈسچارج سرٹیفکیٹ جو اُنہوں نے پچھلے مدرسہ سے حاصل کئے ہوں۔ ایک درخواست بدیں مضمون کہ فلاں طلباء جو فلاں تاریخ سے سکول ہذا میں داخل ہوئے ہیں۔ اس کا وظیفہ سکول ہذا میں منتقل کیا جائے۔ اور جب تک منظوری دفتر صدر سے نہ دی جائے۔ وظیفہ کا بل نہیں بھیجنا چاہئے۔ نیز وظیفہ کے بل پر نمبر حکم منظوری پہلی مرتبہ درج کرنا ضروری ہے۔

(۱۰) پرائمری مدارس کے اوّل مدرسین جن کے سکولوں سے کسی لڑکے کو لیاقتی وظیفہ ملا ہو۔ حکم منظوری وظیفہ آنے پر اس سکول کے ہیڈ ماسٹر کو اطلاع دیں۔ جہاں وہ لڑکا جماعت پنجم میں داخل ہوا ہو۔

مندرجہ بالا ہدایات پر عمل درآمد کیا جانا نہایت ضروری ہے۔ تاکہ لیاقتی وظیفہ جات کی رقومات بروقت مدارس میں پہنچ جایا کریں۔

دستخط۔ (لالہ) دیوان چند
ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع راولپنڈی

تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور کے مدرسین کی کانفرنس

۵ نومبر کو گورنمنٹ ہائی سکول گڑھ شنکر کے ہال میں جناب سردار مکرم سنگھ صاحب بی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی صدارت میں بشمولیت سردار چنچل سنگھ صاحب اے ڈی آئی علاقہ چوہدری محمد علی صاحب بی ٹی اے ڈی آئی منعقد ہوئی۔ چوہدری عزیز بخش صاحب ہیڈ ماسٹر مقامی گورنمنٹ ہائی سکول نے بھی تشریف لاکر جلسہ کو رونق بخشی۔ مولوی عطا محمد خاں صاحب ہیڈ ماسٹر بدی مور اسنگھ نے دعا پڑھی جس کے دوران میں تمام حاضرین سرو قد کھڑے تھے۔ صاحب صدر نے مدرسین کی تشریف آوری اور تکلیف کا شکریہ ادا کیا۔ اور سب سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے سال گذشتہ کی تعلیمی ترقی پر مرحبا کہا۔ اور مدرسین کو تحسین و آفرین کا مستحق گردانا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ورنیکلر فائنل کا نتیجہ اسی طرح شہرت حاصل کرتا رہا تو اُمید کامل ہے کہ مدرسین کے حسن عمل اور محنت و کاوش سے میٹریکولیشن کے نتائج تسلی بخش ہونگے۔ تعداد طلباء سال گذشتہ ۵۹۲۹ تھی جو سال ۳۲-۱۹۳۱ء سے بقدر ۲۰۰ کم تھی۔ سال حال میں بمقابلہ مارچ ۱۹۳۳ء کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ ایک سہ ماہی میں تقریباً دو سو کی کمی ہر تحصیل میں ہوئی ہے۔ اس کمی کا تدارک ضروری ہے۔ آپنے فرمایا کہ محکمہ کا منشا ہے کہ جماعت اوّل سے کم از کم ۸۰ فیصدی طلباء جماعت چہارم میں جائیں۔ یہ اوسط ۳۱ فیصدی ہے۔ کوائف سے پایا جاتا ہے کہ گذشتہ سال کل تعداد کی لوئر مڈل میں ۱۱ فیصدی اپر مڈل میں ۹ فیصدی اور ہائی کلاسوں میں ۴ فیصدی کمی ہے۔ اس کمی کے مدرسین ذمہ دار ہیں انکا فرض ہے کہ اس نقص کو جلد از جلد رفع کریں۔ عوام کی مالی حالت کی کمزوری اور بے روزگاری بہت کچھ کمی کا موجب ہے۔ تاہم طریقہ تعلیم کی درستی سو دلچسپی۔ مدرسین کا عوام الناس سے میل جول ترقی کا موجب ہو سکتا ہے۔ پرائمری کی کثرت کا مدرسوں سے بد دل ہونا انکے خانگی مصروفیات کا موجب نہیں بلکہ مدارس میں عدم دلچسپی کے باعث وہ زوچکر ہو جاتے ہیں۔ اس کا علاج مدرسین ہی کر سکتے ہیں۔ یعنی وہ تعلیم میں دلچسپی پیدا کریں ان کے والدین سے میل جول رکھیں انکی بہبودی میں دلچسپی لیں تعلیم کا تعلق عام کاروبار سے مربوط کیا جائے اور طلباء کی جسمانی حالت کو مدنظر رکھا جائے۔ اخلاقی تعلیم سے بے توجہی بھی ایک باعث ہے۔ مدرسین کے برخلاف افسوس ہے کہ آئے دن شکایات آتی ہیں۔ اس رویے سے نفرت ہونی چاہئے سکولوں کی حالت درست کرنے کے لئے مرکلرات مجریہ پر پورا پورا عمل ہو۔ انکا مطالعہ غور و خوض سے کیا جائے۔ سکول اور تعلیمی معاملات کی اصلاح کے لئے معائنہ کے موقعہ پر افسران تعلیم سے گذارش کی جائے۔ آپ کے بعد سردار چنچل سنگھ صاحب اے ڈی آئی نے اپنا فاضلانہ مضمون "اُردو انشا پردازی اور اس کی اہمیت" پڑھا۔ آپ نے جماعت اوّل سے جماعت ہشتم تک انشا پردازی کے اصول اور قواعد بیان فرمائے جن کے عامل ہونے سے اُردو زباندانی کو چار چاند لگ سکتے ہیں۔ ان جماعتوں کا ایک مکمل سلیبس بیان کر کے آپ نے تاکیدی طور پر فرمایا کہ جماعت اول میں نقل نویسی کے ساتھ املا کی مشق ہو۔ آموختہ ساتھ لکھایا بھی جائے۔ اس طرح دو حرفی سہ حرفی مرکبات کی مشق ہو۔ دوسری جماعت میں شروع سے املا لکھائی جائے۔ اس پر حاضرین کو تبادلہ خیالات کا موقعہ دیا گیا اور دلچسپ گفت و شنید عمل میں آئی۔ مولوی عطا محمد خاں صاحب ہیڈ ماسٹر مڈل سکول بدی مور اسنگھ نے ریاضی کی تعلیم کے موجودہ حسن و قبح پر روشنی ڈالی۔ معیار تعلیم کے کم ہونے اور تعلیم حاصل کرنے کے بعد بازاری لین دین میں کورے رہنے کے اسباب بیان کئے۔ جماعت اوّل سے ہشتم تک ریاضی کی تعلیم کے نقص بیان کر کے ایک ماہر فن کی طرح انکا تدارک بیان کیا۔ سردار چنچل سنگھ صاحب نے ریاضی کی تعلیم کی پختگی کے لئے اکائی دہائی کا تصور جماعت اوّل میں دیا جانا بتایا۔ تیلیوں کے بنڈل استعمال ہوں۔ چاروں ابتدائی قواعد کا عمل استعمال سکھایا جائے۔ اعلےٰ جماعتوں میں مساوات میں عبارتی سوالات کی مشق ہونی چاہئے۔ اخیر میں چھ تعلیمی سب کمیٹیاں تجویز ہوئیں۔ جو تعلیمی خامیوں۔ اخلاق کی درستی۔ تعداد طلباء حاضری میں اضافہ۔ تحریری کام کی درستی اور خوشخطی کی اصلاح کریں۔

(۱) سالانہ ترقی و جماعت بندی انچارج سب کمیٹی چوہدری نور محمد صاحب ہیڈ ماسٹر مڈل سکول ٹروعہ۔

(۲) سکولوں میں تحریری کام کی درستی اور خوشخطی۔ انچارج چوہدری محمد بخش صاحب ہیڈ ماسٹر مڈل سکول صاحبہ۔

(۳) داخلے کے بعد فی الفور طلباء کا اخراج اور اس کا تدارک۔ انچارج میاں پورن سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر مڈل سکول بنے وال۔

(۴) کمزور طلباء کی نگرانی — انچارج ماسٹر عبدالغفور صاحب انگلش ماسٹر بے والی۔

(۵) سکولوں میں حاضری اور تعداد طلباء میں اصلاح — انچارج سردار آتما سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر مڈل کھرڑ اچھرال

(۶) اخلاقی تعلیم — " سردار دلیپ سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر مڈل سکول ماہل پور

۶ر نومبر کو سب کمیٹیوں کی رپورٹیں عام اجلاس میں پیش ہوئیں جو پُر مغز دلچسپ اور مفید تھیں جن پر صاحب صدر نے فاضلانہ رائے زنی کی اور مدرسین سے فیصلہ شدہ امور کی پابندی کی آرزو کی۔

تعلیم جسمانی اور اس کی ضرورت - چوہدری محمد علی صاحب پی ٹی اے ڈی آئی نے اپنی تقریر میں مناسب حرکات کے نمونے پیش کئے۔ اور روزانہ ڈرل کے کام کا پروگرام بیان کیا۔ زمانہ قدیم اور حال کے معاشرتی حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے زمانہ سابق میں جفاکشی کا ذکر ہُوا جبکہ حال میں دماغی کام کی کثرت تعلیم جسمانی کو محو کر رہی ہے جس کا فوراً تدارک ہونا چاہئے۔

اُردو زبان کی کمزوری پر سردار آتما سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر مڈل سکول کھرڑ اچھرال کا دلچسپ مضمون ہُوا۔ آپ نے جماعت اوّل سے ہشتم تک تعلیم کے موجودہ طریق بیان کئے اور جماعت اوّل کی پڑھائی اور لکھائی کا مکمل خاکہ بذریعہ تختہ سیاہ ذہن نشین کیا اور بتایا کہ جماعت اوّل کے طلباء کو الفاظ کی ابتدائی درمیانی اور آخری حالتیں کس طرح بتائی جائیں۔

چوہدری محمد بخش صاحب ہیڈ ماسٹر صاحبہ مڈل سکول نے اُردو زبان کی خامیوں اور کمزوریوں کے متعلق بیان کرتے ہوئے بنیاد کے پختہ ہونے پر زور دیا اور شروع سے لکھنا سکھلانے پر زور دیا۔ انشا پردازی کا سب کام مدرس کے سامنے ہو۔ چوہدری عزیز بخش صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول گڑھ شنکر نے ضبط مدرسہ ہیڈ ماسٹر کی ذمہ داریاں مشکلات اور ان کے حل پر اظہار خیالات کیا پیش آنے والی مشکلات کا حل بتایا۔ سٹاف کی حاضری۔ کام کی تقسیم۔ ماتحتوں سے نیک سلوک کے اسلوب واضح کئے۔ آپ کی اس دلچسپی کے لئے صاحب صدر نے آپ کا خاص شکریہ ادا کیا۔ صاحب صدر نے خاتمہ پر سردار جنچل سنگھ صاحب اور ہیڈ ماسٹر صاحب و عملہ پرائمری سکول گڑھ شنکر کو کانفرنس کے انعقاد اور قابل قدر انتظام پر آفرین کہی۔ تمام مدرسین کی حاضری کا شکریہ ادا کیا۔ آپ نے آج ایک بجے شام کو مدرسین کی ذاتی شکایات سُنیں اور سب کا حل مناسب طریق اور ہمدردی سے بتایا۔ (فتح محمد خاں)

گورنمنٹ ہائی سکول شرقپور — ۸ر نومبر کی شام کو سکول یونین کے زیر اہتمام سکول میں پنڈت ہنسراج صاحب ایم اے بی ٹی سیکنڈ ماسٹر نے میجک لینٹرن لیکچر دیا جس کا موضوع "نوآبادیات برطانیہ" تھا۔

جناب شیخ محمد شریف صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس ڈویژن لاہور نے جو موقع پر تشریف فرما تھے۔ صدارت کے فرائض سرانجام فرمائے۔ لیکچر نہایت بصیرت افروز تھا۔ حاضرین کو سلطنت برطانیہ کے مختلف حصص کے باشندوں کی طرز بود و باش کا تصور دلایا گیا اور بہت سی اونچی اونچی عمارتوں کی تصویریں دکھائی گئیں۔ مانٹریال۔ اٹاوہ۔ ونی پگ۔ کیوبک اور وہاں کے جنرل ولف کی یادگار میں بنائے ہوئے مینار کی حاضرین کو سیر کرائی گئی۔ جزائر فجی کا دلچسپ حال اور آسٹریلیا کی دریافت کے کوائف بیان ہوئے۔ چونکہ اس لیکچر کے متعلق بہت تصاویر تھیں۔ لہذا صرف آدھی تصویریں دکھائی جا سکیں اور باقی کسی اور وقت کے لئے اُٹھا رکھی گئیں۔

فاضل صدر نے خود بھی ایک تصویر کے متعلق بہت مفید باتیں بیان فرمائیں۔ اور طلباء پر ہوادار گھر اور صحت بحال رکھنے والی عادات پیدا کرنے کی ضرورت کو واضح کیا۔ ایک تصویر کی مدد سے صاحب ممدوح نے ہندوستانی اور مغربی ممالک کے گھروں میں آپس میں مقابلہ کر کے دکھایا کہ مغربی ممالک کے مکانات کس لحاظ سے ہندوستانی گھروں سے اچھے اور صحت بخش ہوتے ہیں۔ آپ نے طلباء کو ہدایت کی کہ لیکچر کے دوران میں اگر کوئی بات تصویر کے متعلق سمجھ میں نہ آئے تو وہ لیکچرار سے پوچھ لیا کریں تاکہ ایسے لیکچروں سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا جا سکے۔

سردار ہزارہ سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر نے آخر میں لیکچرار اور صاحب صدر کا شکریہ موزوں الفاظ میں ادا کیا۔ اس کے بعد صاحب صدر

اور سکول ماسٹروں کے درمیان ایسے لیکچروں کو ایک منتظم صورت میں لانے کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ آپ نے رائے دی کہ ایسے لیکچروں کو سکول کے مقررہ کام میں شامل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور ایک سکیم کے مطابق کام ہونا چاہیئے۔ اُمید کہ ایسی سکیم جلد تیار ہو جائے گی اور اس پر عملدرآمد شروع کر دیا جائیگا۔ (سید محمد صدیق ایم۔ اے)

ننکانہ صاحب میں دیہات سدھار کا پرچار

گورو نانک صاحب کے جنم دن پر میلہ منگل کی تقریب میں وسیع پیمانہ پر علاقہ کی دیہاتی آبادی کی بہتری و بہبودی کے لئے دیہات سدھار کا کام کیا گیا۔ میاں عبدالرشید صاحب اے ڈی آئی و سیکرٹری رورل کمیونٹی کونسل ننکانہ صاحب نے پیشتر خاص انتظامات کئے ہوئے تھے۔ یکم و دوم نومبر کو راگ پارٹیاں جو مختلف سکولوں سے آئی تھیں۔ زائرین کے درمیان تعلیم حفظان صحت کفایت شعاری اور زراعت پر دلچسپ اور سریلے راگ گاتی رہیں۔ اُستاد صاحبان متعلقہ لیکچر دیتے رہے یکم نومبر کی شام کو سینما دکھایا گیا جس میں بیماریوں کے پھیلنے اور ان کے انسداد کے ذرائع دکھائے گئے۔ آٹھ بجے شام کو دیہات سدھار ڈرامہ سکول کے صحن میں جسے بجلی کے لیمپوں سے آراستہ کیا گیا تھا دکھایا گیا۔ مقامی افسران رؤساء اور دیہاتی کثیر تعداد میں آئے اور محظوظ ہوئے۔ اس وقت صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر، صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ بہادر پولیس اور ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب مدارس رونق افروز تھے۔ ۲ کی شام کو ۴½ بجے تقسیم انعامات کا جلسہ چوہدری مشتاق احمد صاحب مجسٹریٹ درجہ اول کی صدارت میں منعقد ہوا۔ میاں صاحب نے سالانہ رپورٹ پڑھی۔ سردار بلونت سنگھ صاحب تحصیلدار، چوہدری ضیاء الدین صاحب نائب تحصیلدار۔ ہیڈ ماسٹر صاحب مڈل سکول ننکانہ صاحب کا شکریہ ادا ہوا جنہوں نے فراہمی سامان میں امداد فرمائی۔ پیر عنایت شاہ صاحب رئیس بنی پور۔ رائے حسین خاں صاحب رئیس کوٹ حسین۔ چوہدری غلام محمد صاحب مان رئیس بہاول نوٹ نے انعامات کے لئے چندہ دیکر امداد فرمائی۔ غرض کارروائی میاں صاحب کے حسن انتظام سے بہت عمدگی سے انجام پذیر ہوئی۔ (شیخ محمد ابراہیم)

امداد المسلمات فنڈ

محترمہ ممتاز رفیع بیگم صاحبہ مارہروی ایک صاحبدل اور نہایت دردمند خاتون ہیں۔ اپنی صنف کے لئے آپ کے دل میں ہر وقت خیال ہے۔ اور ہر طرح سے آپ اپنی بہنوں کی علمی ادبی خدمت میں سرگرمی سے مستعد نظر آتی ہیں۔ ملک کے بیشتر رسائل میں آپ کے مفید و قابل قدر مضامین ہر نسائی موضوع پر شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اور آپ ساتھ ہی ساتھ باکمال شاعرہ بھی ہیں۔ حال ہی میں آپ نے اپنی غریب و نادار شریف بہنوں کی عسیر الحالی اور مصائب و آلام کی زندگی، اور ناداری کی تکالیف سے متاثر ہو کر اپنے معمولی اور قلیل سرمایہ سے نجی طور پر ایک "امداد المسلمات فنڈ" قائم فرمایا ہے جو ہر طرح سے کامیاب ہوا۔ اور آپ نے اس فنڈ کے ذریعہ اپنی متعدد بہنوں کی اُن کی مصیبت خیز حالت میں امداد فرمائی۔ اور برابر فرماتی رہتی ہیں۔ بیواؤں اور یتامٰے کے لباس پر، غریب بچیوں کے تعلیمی مصارف پر، غریب الوطن اور درماندہ مسافر بہنوں اور بچوں کے مصارف سفر وغیرہ پر اب تک اپنے اس فنڈ سے کافی رقم صرف کر چکے ہیں۔ لیکن ملک کی عام ناداری اور افلاس اور شرفا کے غریب گھرانوں کی عُسرت اور تنگ دستی اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ اس مختصر فنڈ سے قرار واقعی امداد و اعانت نہایت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اس لئے اپنی مستطیع و ذی ثروت بہنوں اور بھائیوں سے آپ کی یہ استدعا ہے کہ اپنے حسنات و صدقات اور خیراتی عطیات سے اس فنڈ کی اعانت فرمائیں اور اس طرح اپنی مصیبت زدہ بہنوں کی امداد و دستگیری کا سامان پیدا فرمائیں۔ اس نیکی اور اس کرم و احسان کی جزائے خیر و ثواب عظیم خداوندِ حقیقی عطا فرمائیگا۔

نوٹ۔ اس فنڈ کے لئے امدادی عطیات پتۂ ذیل پر ارسال فرمائے جائیں۔ ممتاز رفیع بیگم صاحبہ مارہروی شاہجہان آباد۔ بھوپال

گورنمنٹ گزٹ

(۱) رائے بہادر مسٹر من موہن ایم اے ڈویژنل انسپکٹر مدارس لاہور نے یکم ستمبر ۱۹۳۳ء سے پی ای ایس کے معمولی ٹائم سکیل (درجہ اول) سے پی ای ایس جونیئر سلیکشن گریڈ (جماعت اول) میں اس اسامی پر ترقی پائی جو گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) کی یادداشت نمبر ۶۸۵ ای ایس مورخہ ۹/۳۳ کے رو سے نئی پیدا کی گئی ہے۔

(۲) مسٹر ایس ایم شریف بی اے ڈپٹی انسپکٹر مدارس لاہور ڈویژن کو جو رخصت ملی تھی اس میں ڈاکٹری سرٹیفکیٹ کی بنا پر ۱۶ اکتوبر ۳۳ء تک اکیس دن کی توسیع کی گئی۔

(۳) مسٹر ای سی ڈکنسن ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور کی رخصت میں ہائی کمشنر صاحب ہندوستان نے طبی بورڈ کی سفارش پر ۷ نومبر ۱۹۳۳ء تک ایک ماہ کی توسیع کی۔

(۴) ایم عبدالرسول صاحب اے ڈی آئی گوجرانوالہ لالہ بھانا رام صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر ضلع امرتسر رخصتی کی جگہ ۱۴۰-۱۹۰ کے گریڈ سے ۲۰۰-۱۰-۲۵۰ کے گریڈ میں ترقی پا کر قائم مقام ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس امرتسر مقرر ہوئے۔

(۵) حاجی عبدالرحمٰن صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ مڈل سکول روہتک گورنمنٹ ہائی سکول بہادر گڑھ کی ہیڈ ماسٹری پر تبدیل ہوئے۔ سید اصغر علی صاحب گورنمنٹ ہائی سکول بہادر گڑھ سے حاجی صاحب کی جگہ مڈل سکول روہتک کے ہیڈ ماسٹر ہوئے۔

(۶) پنڈت موجی رام صاحب سینیر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول سرسہ اپنے گریڈ اور تنخواہ ۸۰-۴-۱۰۰ پر ۲۶ ستمبر ۱۹۳۳ء سے اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر لاہور مقرر ہوئے۔

(۷) لالہ رنجیت لال صاحب سینیر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول کرنال ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ کے اپنے گریڈ اور تنخواہ پر گورنمنٹ ہائی سکول سرسہ میں تبدیل ہوئے۔

(۸) بھائی اجاگر سنگھ صاحب سیکنڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول بنڈی گھیب گورنمنٹ ہائی سکول پنڈ ہیرا سنگھ میں اپنی موجودہ حیثیت میں تبدیل ہوئے۔

(۹) بھائی تیجا سنگھ صاحب سینیر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول پنڈ ہیرا سنگھ گورنمنٹ ہائی سکول علی خیل میں ایڈیشنل سینیر انگلش ماسٹر مقرر ہوئے۔ آپ چند دن گورنمنٹ ہائی سکول شاہ پور صدر کے سینیر انگلش ماسٹر بھی مقرر ہوئے تھے۔

(۱۰) چوہدری رام سنگھ صاحب سینیر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول گوڑگانوہ گورنمنٹ ہائی سکول کرنال میں ایڈیشنل سینیر انگلش ماسٹر مقرر ہوئے۔

(۱۱) ایم مظفر الدین صاحب سینیر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول رسالہ خورد سید حسن شاہ صاحب تبدیل شدہ کی جگہ ۷ ستمبر ۱۹۳۳ء سے جھنگ کے اے ڈی آئی مقرر ہوئے۔

(۱۲) لالہ ویربھان صاحب اورینٹل ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول ٹانڈہ اڑمڑ گورنمنٹ ہائی سکول ہمیر پور میں اپنی حیثیت میں تبدیل ہوئے۔

(۱۳) ایم غلام محمد صاحب اورینٹل ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول ہمیر پور سید رسول شاہ صاحب ریٹائرڈ کی جگہ گورنمنٹ ہائی سکول چھالیہ میں اپنی حیثیت میں تبدیل ہوئے۔

(ب) زنانہ مدارس

(۱) مس امتہ الرحمٰن صاحبہ قائمقام اسسٹنٹ مسٹرس لیڈی میکلیگن ہائی اور نورمل سکول لاہور ۱۱۰-۵-۱۳۵ کے گریڈ میں قائمقام مقرر ہو کر یکم اکتوبر ۱۹۳۳ء سے زنانہ گورنمنٹ ہائی و نارمل سکول ہوشیار پور میں قائمقام اسسٹنٹ مسٹرس مقرر ہوئیں بجائے مس ڈی ایل شوری تبدیل شدہ کے۔

(۲) مس ڈی ایل سُوری قائمقام اسسٹنٹ مسٹرس زنانہ گورنمنٹ ہائی و نورمل سکول ہوشیارپور مس امتہ الرحمٰن کی بجائے لیڈی میکلیگن ہائی و نورمل سکول لاہور میں قائمقام اسسٹنٹ مسٹرس ۸۰-۴-۱۰۰ کے گریڈ میں تبدیل ہوئیں۔

(۳) مس ایل ایچ جسٹو اسسٹنٹ مسٹرس لیڈی میکلیگن ہائی و نورمل سکول لاہور زنانہ گورنمنٹ ہائی و نورمل سکول ہوشیارپور میں اپنے عہدہ اور تنخواہ پر تبدیل ہوئیں۔

(۴) مساۃ زیب النساء صاحبہ ایس وی ٹیچرس لیڈی میکلیگن ہائی و نورمل سکول لاہور اپنی اسامی سمیت زنانہ گورنمنٹ ہائی و نورمل سکول ہوشیارپور میں اسسٹنٹ مسٹرس مقرر ہوئیں۔

(۵) مساۃ نرنجن کور قائمقام ورنیکلر ٹیچرس لیڈی میکلیگن ہائی و نورمل سکول لاہور تاریخ حاضری سے اپنی اسامی سمیت زنانہ گورنمنٹ ہائی و نورمل سکول ہوشیارپور میں بطور قائمقام اسسٹنٹ مسٹرس مقرر ہوئیں۔

(۶) شریمتی رکمنی دیوی ورنیکلر ٹیچرس ہندو وڈوز نارمل اینڈ انڈسٹریل سکول لاہور ۵۵-۳-۷۰ کے گریڈ میں ترقی پاکر شریمتی مایا دیوی تبدیل شدہ کی جگہ شریمتی کرتار کور متوفیہ کی خالی کردہ اسامی پر مدرسہ مذکور کے ہوسٹل کی نگراں مقرر ہوئیں۔

(۷) شریمتی مایا دیوی نگراں ہوسٹل گورنمنٹ ہندو وڈوز نارمل اینڈ انڈسٹریل سکول لاہور مس ای بی مانے کی جگہ زنانہ گورنمنٹ ہائی سکول گوجرانوالہ کے ہوسٹل کی نگراں مقرر ہوئیں۔

(۸) مس ای بی مانے مہتمم ہوسٹل زنانہ گورنمنٹ ہائی سکول گوجرانوالہ مس حاکم دین صاحبہ کی جگہ زنانہ گورنمنٹ ہائی سکول جھنگ کے ہوسٹل کی مہتمم مقرر ہوئیں۔

(۹) مس گریس بینی پرشاد ورنیکلر ٹیچرس گورنمنٹ ہائی سکول کیمبلپور شریمتی ٹھاکر دیوی تبدیل شدہ کی جگہ زنانہ گورنمنٹ مڈل سکول ساہیوال میں ورنیکلر ٹیچرس مقرر ہوئیں۔

(۱۰) شریمتی راجیشوری دیوی ورنیکلر ٹیچرس زنانہ گورنمنٹ ہائی سکول جہلم شریمتی رکمنی دیوی صاحبہ کی جگہ گورنمنٹ ہندو وڈوز نارمل اینڈ انڈسٹریل سکول لاہور میں اپنی اسامی پر مقرر ہوئیں۔

(۱۱) مندرجہ ذیل اُستانیاں ۳۵-۳-۵۰ کے گریڈ میں اپنی اپنی اسامی اور جماعت میں مستقل ہوئیں۔

(۱) شریمتی رکمنی دیوی ورنیکلر ٹیچرس زنانہ گورنمنٹ ہائی سکول جھنگ (۲) شریمتی رگھونتی ورنیکلر ٹیچرس وکٹوریہ گرلز سکول لاہور

(۳) مساۃ بھاگ بھری " " زنانہ گورنمنٹ " " " (۴) مساۃ غلام سکینہ " " " " " "

(۱۲) مس سوشیلا بنرہ اسسٹنٹ مسٹرس لیڈی میکلیگن ہائی اور نارمل سکول لاہور ۸۰-۴-۱۰۰ کے گریڈ میں اپنی اسامی اور جماعت میں مستقل ہوئیں۔

ایک عجیب و غریب اعلان کیلئے دیکھو صفحہ ۱۸۴

دَورِ جدید　　رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶　　بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۳ء

رہنمائے تعلیم لاہور کا

گلدستۂ اطفال

یعنی

بچّوں کا اخبار

یہ بچوں کا شاندار گلدستہ اگست ۱۹۲۲ء سے باقاعدہ جاری ہے

سالانہ چندہ ایک روپیہ (عہ/)

جلد ۱۳　　بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۳ء　　نمبر ۱۲

عزیز بچّو!

تم نے گلدستہ اطفال کا جوبلی نمبر نہ دیکھا ہو تو آج ہی ۴ر کے ٹکٹ لفافہ میں ڈال کر بھیجدیں تاکہ یہ نادر اور باتصویر تحفہ آپ کو بھیج دیا جائے۔ آپ اس دلچسپ اور عُمدہ کہانیوں۔ لطیفوں اور دیگر مضامین کے مجموعہ سے ضرور خوش ہونگے۔ ٹکٹ اس پتہ پر ارسال کریں۔

ماسٹر جگت سنگھ پروپرائٹر رہنمائے تعلیم (رام گلی) لاہور

دِلچسپ معلُومات

بے ہڈی کا بچّہ۔ ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں پانچ برس کا ایک لڑکا ہے اس کے جسم میں نام کو بھی ہڈی نہیں۔ نہ تو وہ بول سکتا ہے نہ چل سکتا ہے۔ اور نہ اپنے ہاتھ سے روٹی کھا سکتا ہے۔ کہتے ہیں اس کی والدہ کے جتنے بچّے پیدا ہوئے وہ سب ایسے ہی تھے۔ مگر وہ تو مر گئے یہی بچہ ابھی زندہ ہے۔

دو زبانیں۔ فرینک فورٹ میں ایک عورت ہے جس کے منہ میں دو زبانیں ہیں۔ مگر وہ بول نہیں سکتی۔

ایک عجیب مشین۔ واشنگٹن میں کسی شخص نے ایک مشین ایجاد کی ہے جو دھوپ بھی نکال سکتی ہے اور ضرورت پڑے تو سردی گرمی اور برسات کا موسم بھی پیدا کر سکتی ہے۔

ایک عجیب مرکب۔ امریکہ کا پایۂ تخت نیویارک ہے۔ وہاں کے ایک ڈاکٹر بروڈے نامی نے چند چیزوں کا ایک مرکب بنایا ہے۔ اگر کاغذ اس میں تر کر لیا جائے تو کاغذ ایکہزار برس تک خراب نہیں ہو سکتا۔ نہ آگ میں جل سکتا ہے۔ اور نہ پانی ہی اس پر کچھ اثر کر سکتا ہے۔ مرسلہ عبدالغنی خاں شوق

ایک سولہ برس کی امریکن لڑکی مس رونلڈ اسمتھ نے ایک ایسی مشین گن ایجاد کی ہے جو بغیر آواز ایک منٹ میں چھ سو گولیاں چلا سکتی ہے۔

بمبئی یونیورسٹی سے ایک مسلم لڑکی زیب النساء خانم نے سنسکرت میں بی اے پاس کیا ہے۔ (شاباش)

اُستاد شاگرد سے

اُستاد۔ عبداللہ شملہ میں پہاڑ کی سیر کی یا میدان کی؟

عبداللہ۔ میدان کی۔

اُستاد۔ ابر باراں بھی دیکھا؟

عبداللہ۔ ہاں صاحب۔

اُستاد۔ کس طرح کا ہوتا ہے؟

عبداللہ۔ گول مول۔

اُستاد۔ بادل کس رنگ کے ہوتے ہیں؟

عبداللہ۔ سُرخی مائل۔

اُستاد۔ ان سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟

عبداللہ۔ وہ انڈے دیتے ہیں۔

اُستاد صاحب ایسے معقول جواب سُنکر خاموش ہو گئے۔ المرقوم شیخ خیرات علی

لطیفہ۔ لڑکا (پریشان ہوکر) جلدی دوڑو۔ وہ بڈھا آدمی پھر اس بوڑھی عورت کو مار رہا ہے۔

سپاہی۔ تو وہ بڑھیا خود آکر شکایت کیوں نہیں کرتی۔

لڑکا۔ صاحب! وہ تو بڈھے کی چھاتی پر چڑھکر اُسکی گردن دبوچے بیٹھی ہے۔

لڑکوں کے لئے چند پند

(از جناب پنڈت شیو ناتھ صاحب کول شاکر گوالیاری)

سو کے ہر روز صبح دم اُٹھو — اُٹھ کے منہ ہاتھ دھولو اے لڑکو
پھر کرو ماں کا باپ کا درشن — اُن کے سجدے میں خم (جھکا دو) کرو گردن
لو دعا روز صبح دم اُن کی — کہ ہے اس میں تمہاری بہبودی
پھر کتاب اپنی کھول کر بیٹھو — شوق سے دل سے تم پڑھو لکھو
جب سبق اپنا یاد کرلو تم — تو نہادھو کے کھانا کھاؤ تم
کھانا کھاکر جو پہنو تم کپڑے — صاف ستھرے ہوں وہ۔ نہ ہوں میلے
مدرسے جاؤ وقت پر ہر روز — اپنے گھر آؤ وقت پر ہر روز
اپنے اُستاد کی کرو تعظیم — کہ ہیں اُستاد قابل تکریم (عزت)
دوستوں سے ملو محبت سے — شوق سے۔ لطف سے۔ مروت سے
نہ خصومت (دشمنی) کسی سے رکھو تم — نہ عداوت کسی سے رکھو تم
سب سے جھک کر رہو تو اچھا ہو — سب سے مل کر چلو تو اچھا ہو
سچ سے رغبت ہو۔ جھوٹ سے نفرت — ان سے دنیا میں پاؤ تم عزت
یہ جو کہتا ہوں تم سنو دل سے — بات شاکر کی مان لو دل سے

راستی موجب رضائے خداست
کس ندیدم کہ گم شد از رہِ راست

جمشید اور ضحاک

(طاہر غلام ناصر خاں - گورنمنٹ کالج لاہور)

مدتیں گزر گئیں - جب دُنیا نئی نئی بنی تھی - ملک ایران میں ایک بادشاہ رہا کرتا تھا جس کا نام جمشید تھا - اکثر گلدستہ بھائیوں نے جمشید کا حال بھی پڑھا ہوگا - وہ بہت ہی اچھا بادشاہ تھا - اور بہت ہی عمدہ انصاف کیا کرتا تھا - اس نے ایران پر سات سو سال حکومت کی - اس کی طاقت کا یہ حال تھا کہ پریاں - دیو چرند اور پرند سب اس کے ماتحت تھے - اس کے زمانے میں ملک میں بہت ترقی ہوئی اور اس نے ارادہ کر لیا کہ میں دُنیا کو ظالموں کے ظلم سے بچاؤنگا - اور ان کو نیک راہ پر چلنے کی ہدایت کرونگا -

پچاس برس تک وہ لڑائی کے ہتھیاروں کی اصلاح کرتا رہا - اس نے خود (لوہے کی ٹوپیاں) بنائیں تیر اور زرہ بکتر بھی اس کے زمانے میں ایجاد ہوئے - اس کے بعد اس نے اپنی توجہ لوگوں کے لباس کی طرف بدلی - اس نے لوگوں کو کپڑا بُننا سکھایا - ململ ایجاد کی - پھر اس نے ان کپڑوں کے لباس بنوائے - جب یہ کام پورا ہوگیا تو اس نے عطر وغیرہ ایجاد کیا - اور بیماریوں سے بچنے کے واسطے دوائیں تیار کرائیں - غرض اس نے لوگوں کی بہتری کے واسطے بہت کچھ انتظام کیا -

اس طرح تین سو برس گزر گئے - اور لوگ بہت امن میں زندگی بسر کرتے تھے - دیو وغیرہ جو تھے انکو غلام بنایا گیا - جوں جوں وقت گزرتا گیا - جمشید کی طاقت بڑھتی گئی - یہاں تک کہ وہ بہت مغرور ہوگیا اور سوائے اپنے اسے دُنیا میں کچھ نہ دکھائی دیتا تھا - اس کی گستاخی سے آخر کار دیوتاؤں کو غصہ آگیا اور انہوں نے جمشید کو سزا دینے کی ٹھان لی -

اب ہم جمشید کا حال چھوڑ کر عرب کے ملک پر غور کرتے ہیں - اس زمانے میں عرب کے ایک قبیلے کا سردار تھا - اس کے ماتحت بہت سے سوار اور بہادر آدمی تھے - خدا نے اس کو ایک بیٹا دیا تھا جس کا نام ضحاک تھا - وہ بہت ہی بہادر تھا - اور ہمیشہ اپنے باپ کے دشمنوں سے لڑتا رہتا تھا -

ایک دن شیطان بھیس بدل کر ضحاک کے پاس آیا۔ اور اُس سے اِس طرح کی باتیں کیں کہ ضحاک نے اپنے نیک راستے چھوڑ دیئے اور بُرے بُرے کام کرنے لگا۔ شیطان بہت ہی خوش ہُوا۔ اور ایک دن ضحاک سے کہنے لگا "مجھے بہت سی باتیں ایسی آتی ہیں۔ جو سوائے میرے کوئی اور نہیں جانتا۔ اگر تم مجھ سے وعدہ کرو کہ یہ بھید کسی کو نہ بتاؤ گے تو میں تمہیں سب سکھادونگا۔ ضحاک نے قسم کھائی کہ میں کسی سے ایک لفظ بھی نہ کہونگا۔ اور تمہارا کہنا مانونگا۔ چنانچہ شیطان بولا۔ قابل شہزادہ! تمہاری ہوشیاری اور عقلمندی کو دیکھتے ہوئے میں کہتا ہوں کہ اگر تم کو بادشاہ بنادیا جائے تو بہت ہی اچھا ہو۔ میری رائے تو یہ ہے کہ تم اپنے باپ کو مار ڈالو۔ اور اس کی جگہ خود بادشاہ بن جاؤ۔ پھر اگر تم میرا کہنا مانو گے تو دُنیا کے سب سے بڑے بادشاہ بن جاؤ گے۔

ضحاک کو اپنے باپ سے بہت محبّت تھی وہ کہنے لگا۔ "یہ کام بہت مشکل ہے۔ میں اپنے باپ کو نہیں مار سکتا۔ تم مجھے کسی اور کام کے لئے کہو۔ میں اسے پورا کرونگا"۔ شیطان کو بہت غصّہ آیا اور کہنے لگا "تم نے مجھ سے قسم کھائی ہے کہ تمہارا کہنا مانونگا۔ اگر تم اب اپنی قسم توڑو گے تو تمہیں بہت پشیمان ہونا پڑیگا" ضحاک آخر ہار گیا۔ اور کہنے لگا "اچھا تم ہی بتاؤ۔ کہ میں اس کو کس طرح مار سکتا ہوں"۔ شیطان نے جواب دیا "تم بیفکر رہو۔ میں خود انتظام کرلونگا۔ اور اگر تم میرا کہنا مانتے رہو گے تو تمہیں آسمان تک پہنچادونگا"۔

دوسرے دن شیطان نے محل کے باغ میں ایک گڑھا کھودا۔ اور اس کے منہ پر گھاس وغیرہ ڈال کر زمین یکساں کردی۔ جب بادشاہ صبح ہی سیر کے واسطے نکلا۔ تو اس گڑھے میں گر پڑا اور مر گیا۔ جب شیطان کا کام پورا ہوگیا۔ تو وہ ضحاک کے پاس آیا اور کہنے لگا "جب تم میرا کہنا ہر طرح ماننے لگو گے تو میں تمہاری ہر خواہش پوری کردیا کرونگا"۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہوگیا۔

چند دنوں بعد شیطان ایک باورچی کا بھیس بدل کر ضحاک کے پاس آیا۔ اور شاہی باورچیخانہ میں ملازم ہوگیا۔ رفتہ رفتہ وہ باورچیخانہ کا افسر اعلےٰ ہوگیا۔ شیطان کا مقصد یہ تھا کہ ضحاک کو ترکاری کی عادت چھڑا کر گوشت کی عادت ڈالے۔ پہلے پہل اس نے ضحاک کو انڈے کھلانا شروع کئے جس سے اس میں بہت طاقت آگئی۔ ضحاک بہت خوش ہوا۔ اور شیطان کی بہت تعریف کی۔ لیکن شیطان بولا "حضور کل کو آپکے واسطے ایسی چیز تیار کرونگا جو آپنے کبھی چکھی بھی نہ ہوگی۔ چنانچہ دوسرے دن اس نے تیتر کا گوشت پکا کر ضحاک کو کھلایا۔ ضحاک اور بھی خوش ہُوا۔ تیسرے دن شیطان نے بھیڑ کا گوشت ضحاک کے

واسطے تیار کیا۔ چوتھے دن بادشاہ نے ایک بچھڑے کے کباب اُڑائے۔ آخر ایک دن اس نے شیطان کو بُلایا اور کہا "اے باورچی! میں تیری خدمت سے بہت خوش ہوا ہوں۔ اگر تیری کوئی خواہش ہے تو مجھ سے بیان کر میں پوری کرونگا"۔ شیطان نے ضحاک کے قدم چوم کر کہا "جہاں پناہ کی عمر دراز۔ دشمن پامال۔ میری صرف ایک خواہش ہے۔ میں حضور کے کاندھے کو بوسہ دینا چاہتا ہوں اور ان سے اپنی آنکھیں لگاؤنگا۔

ضحاک نے بے خوف وخطر اپنے کاندھے ننگے کردیئے۔ شیطان نے انکو بوسہ دیا اور خود غائب ہوگیا۔ لیکن ضحاک کے دونو کاندھوں میں دو کالے سانپ نکل آئے۔ بادشاہ کو بہت غم ہوا۔ اور اس نے بہت سے علاج کئے۔ لیکن آرام بالکل نہیں ہوا۔ آخر اس نے حکم دیا۔ کہ دونو سانپوں کو کاندھوں کے پاس سے کاٹ دو۔ لیکن سانپ پھر نکل آئے۔ جتنی مرتبہ بادشاہ نے سانپوں کو کٹوایا اتنی مرتبہ وہ پھر نکل آئے۔

آخر کار شیطان ایک حکیم کا بھیس بدل کر آیا۔ اور کہنے لگا "سانپوں کو کٹوانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ان کو ایسے ہی رہنے دو۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ہر روز دو آدمیوں کا بھیجا (دماغ) نکال کر انکو کھلایا جائے۔ ممکن ہے کہ اس سے کچھ فرق ہو جائے۔

عرب کا حال چھوڑ کر اب پھر ایران میں جمشید کی خبر لیتے ہیں۔ وہاں کے لوگ جمشید کے غرور اور گستاخی سے بہت غصہ تھے۔ انہوں نے مل کر بغاوت کردی۔ اور ضحاک سے جا کر مل گئے۔ ضحاک بھی خوشی سے انکا سردار بن گیا۔ اور ایک لشکر لے کر جمشید پر حملہ کردیا۔ جمشید شکست کھا کر بھاگا۔ اور سو برس تک چھپا رہا۔ لیکن ضحاک نے اس کو چین سے گرفتار کر کے اس کو قتل کردیا[۵]۔

ضحاک نے ایک ہزار برس تک ایران پر حکومت کی۔ اس عرصہ میں دو آدمی ہر روز قتل کئے جاتے تھے اور انکا بھیجا سانپوں کو کھلایا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ صرف دو ایرانی ارمیل اور گرمیل باقی رہ گئے۔ ایک دن اتفاق سے دونو ایک جگہ ملے۔ اور ضحاک کے ظلم کا ذکر کرنے لگے۔ آخر دونو نے یہ فیصلہ کیا کہ ضحاک کے باورچیخانہ میں ملازم ہو جائیں اور اُن بدقسمت آدمیوں کو جو ضحاک کے سانپوں کی نذر ہوتے تھے کسی صورت سے بچائیں۔

چنانچہ دونو ضحاک کے باورچیخانہ میں ملازم ہوگئے۔ اب انہوں نے کیا ترکیب کی۔ کہ جو دو شخص قتل ہونے کو

---

۵ جب جمشید بھاگا بھاگا پھر رہا تھا تو اس نے سیستان کے بادشاہ کی لڑکی سے شادی کرلی۔ جب جمشید کو گرفتار کرکے ضحاک کے سامنے پیش کیا گیا تو ضحاک کے حکم سے جمشید کو شکنجہ میں کسا گیا۔ اور ایک مچھلی کی ہڈی سے جو آرہ کے مانند تھی اس کو برابر چیر اگیا۔ جب اس کی بیوی نے یہ خبر سُنی تو زہر کھا کر مرگئی۔ لیکن ایک لڑکا چھوڑ مری۔ جو رستم کا باپ ہوا۔

آتے تھے۔ ان میں سے ایک کو قتل کر کے اس کا بھیجا بھیڑ کے بھیجے میں ملا کے سانپوں کو دیدیا کرتے تھے اور دوسرے کو وہ چھوڑ دیا کرتے تھے۔

اسی طرح انہوں نے دوسو آدمیوں کی جان بچالی۔ سب کے سب پہاڑوں میں جاکر رہنے لگے اور ان کی اولاد کرد کہلاتی ہے۔

اپنی موت سے چالیس سال پہلے ایک رات ضحاک نے خواب میں دیکھا کہ تین شاہانہ شکل وصورت کے سپاہی آئے ہیں۔ ان میں سے دو بوڑھے ہیں ایک جوان جو دونو بوڑھوں کے درمیان ہے۔ جوان شخص بہت ہی خوبصورت ہے اور وہ ایک شہزادہ معلوم ہوتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک لکڑی ہے جس پر بیل کا سر بنا ہؤا ہے۔ اس نے آگے بڑھ کر ضحاک پر حملہ کیا۔ اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر بہت لعنت ملامت کی۔

یہ خواب دیکھتے ہی ضحاک ایک چیخ مار کر اُٹھ بیٹھا۔ اس کی چیخ کی آواز سُنکر اس کی بیوی عار نواز اور ضحاک کے مصاحب دوڑتے ہوئے آئے۔ ضحاک نے اپنا خواب بیان کیا اور تعبیر طلب کی۔ تمام ملک کے نجومی طلب کئے گئے۔ سب نے زائچہ تیار کیا۔ یکایک سب کے چہروں کا رنگ فق ہوگیا۔ ایک نے ڈرتے ڈرتے کھڑے ہوکر کہا "حضور آپ سے پہلے بھی بہت سے بادشاہ ہو چکے ہیں۔ لیکن موت نے سب کو آ لیا۔ اگر حضور لوہے کی دیوار بھی بن جائیں۔ پھر بھی موت کے سامنے کچھ پیش نہ جاسکے گی۔ ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام فریدوں ہوگا۔ وہ آندھی کی طرح اُٹھے گا اور بگولے کی طرح تمام ملک پر قبضہ کرلیگا۔ اس کے کاندھے پر ایک لوہے کا گرز ہوگا جس پر بیل کا سر لگا ہوگا۔ وہ آپ کو شکست دیکر تخت سے علیحدہ کر دیگا۔"

ضحاک نے کانپ کر کہا "لیکن وہ مجھ سے کیوں دشمنی کریگا؟" اسی شخص نے جواب دیا "کیونکہ اس کا باپ آپ ہی کے ہاتھوں قتل ہوگا۔"

ضحاک کو یہ سُنکر غش آگیا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے اپنے سپاہی تمام ملک میں روانہ کئے۔ کہ فریدون کی تلاش کریں۔ اس طرح مدت گذر گئی۔ غم کی وجہ سے ضحاک کا کھانا پینا حرام ہوگیا۔ اس اثناء میں فریدوں بھی پیدا ہوگیا۔ جب وہ بڑا ہؤا۔ تو بہت ہی خوبصورت اور بہادر نکلا۔ اس کا باپ ضحاک کے سپاہیوں کے ڈر سے بھاگ گیا۔ لیکن گرفتار ہو کر قتل ہؤا۔ فریدوں نے اپنے باپ کی قبر پر بیٹھ کر انتقام لینے کی قسم کھائی۔

ایک دن ضحاک اپنے تخت پر بیٹھا تھا۔ اچانک اسے کچھ خیال آیا۔ اس نے اپنے سب امیروں وزیروں کو

جمع کیا اور کہنا شروع کیا" اے شریف لوگو! تمہیں معلوم ہے کہ میرا ایک بڑا زبردست دشمن ہے جس کا نام فریدوں ہے میں چاہتا ہوں کہ تم میری مدد کرو یعنی ایک اعلان لکھو کہ میں نے بادشاہ کی حیثیت سے کبھی کسی شخص پر ظلم نہیں کیا اور ہمیشہ انصاف سے حکومت کی۔ سب لوگوں نے ڈر کے مارے اعلان لکھدیا۔

یکایک کسی نے دروازہ پر فریاد بلند کی۔ اسکو ضحاک کے سامنے حاضر کیا گیا۔ ضحاک نے کہا" اے شخص تجھ پر کس نے ظلم کیا ہے؟ فریادی نے دونو ہاتھوں سے اپنا سر پیٹ لیا اور کہا" میرا نام کاوہ ہے اور میں لوہار ہوں۔ میرے سترہ لڑکے تھے۔ جن میں سے سولہ تو تیرے سانپوں کی بھینٹ ہوئے اور اب جو آخری لڑکا بچا ہے وہ بھی آج قتل ہوگا۔ اے بادشاہ آخر تجھے بھی ایک دن خدا کو منہ دکھانا ہے۔ خدا کے قہر و غضب سے ڈر۔ خدا کے واسطے میرے آخری لڑکے کو چھوڑ دے" ضحاک نے کاوہ کی طرف غصہ سے دیکھا۔ اور اس کے لڑکے کو آزاد کر کے وہی اعلان پیش کیا کہ اس پر دستخط کر دو۔ لیکن کاوہ نے وہ اعلان پرزہ پرزہ کر ڈالا۔ اور اس کو اپنے پاؤں سے روند ڈالا۔ پھر وہ بازار میں نکلا۔ اور اپنے گلے سے وہ کپڑا اُتار کر جو وہ کام کرتے وقت پہن لیا کرتا تھا۔ نیزہ پر لگا دیا۔ آگے بڑھنے لگا۔ اس کے آس پاس بھیڑ لگ گئی۔ کاوہ نے سب لوگوں سے چیخ کر کہا" اے لوگو! اگر تم ضحاک کے پنجے سے رہائی پانا چاہتے ہو تو میرے ساتھ چل کر فریدوں سے ملجاؤ"

کاوہ نے ایک لشکر جمع کیا۔ اور فریدوں سے ملنے چلدیا۔ جو لوگ بھی فریدوں کے طرفدار تھے۔ وہ آکر کاوہ کے جھنڈے کے نیچے جس کو درفشِ کاویانی کہتے ہیں۔ جمع ہونے لگے۔ اب فریدوں تمام لشکر کو لیکر ضحاک کے مقابلہ کو چلا۔ دریائے دجلہ پر پہنچ کر فریدوں نے کشتیوں کے محافظ کو پیغام بھیجا۔ کہ ہمیں پار اُتار دو۔ لیکن محافظ نے انکار کر دیا۔ فریدوں کو بہت غصہ آیا۔ اس نے اور اس کے ساتھیوں نے دریا میں گھوڑے ڈال دیئے۔ اور آن کی آن میں پار ہو گئے۔ اب انہوں نے ایران کا رخ کیا۔ اور ضحاک کے محل پر حملہ کر دیا۔ پہریداروں کو قتل کرتا ہوا وہ محل میں داخل ہوا۔ اور ضحاک کے تخت پر پاؤں رکھ کر تاج اپنے سر پر رکھ دیا۔

ایک آدمی بھاگتا ہوا گیا۔ اور ضحاک کو اطلاع دی۔ ضحاک نے جلدی سے ایک فوج جمع کی اور فریدوں کے مقابلہ کو چلا۔ لیکن شکست کھائی اور فصیل سے کود پڑا۔ فریدوں تیر کی طرح بڑھا اور اپنے گرز سے ایک وار ضحاک کے سر پر کیا۔ اتنے میں ایک شخص نے کہا" اس کو قتل نہ کرو بلکہ غیر آباد پہاڑوں میں چھوڑ دو"۔ چنانچہ فریدوں نے ضحاک کے ہاتھ پاؤں باندھے اور دماوند کے پہاڑ پر لیجا کر اس کو زنجیروں سے جکڑ دیا۔ وہاں ضحاک چند دن کے بعد مر گیا۔ — والسلام

۳ جنگ قادسیہ میں سعد بن ابی وقاص نے حاصل کر کے مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں پیش کیا۔

موجودہ تعلیم اور اُس کا اثر

(از سید محمد شفیع جماعت دہم سنٹرل ماڈل سکول لاہور)

ہندوستان دُنیا بھر کے تمام ممالک سے تعلیم میں سب سے پیچھے ہے۔ حالانکہ یہاں کے لوگ مقابلتاً دوسرے ملکوں کے لوگوں سے زیادہ ذہین واقع ہوئے ہیں۔ لیکن تعلیم کے نہ ہونے کی وجہ سے ہندوستانی ہزارہا عیوب کے مورد گردانے جاتے ہیں۔ مغربی تعلیم خصوصیت سے والدین کے لئے وبال جان ہے۔ آج کل کی اقتصادی حالت نے رعیت تو ایک طرف خود گورنمنٹ کو تشویش میں ڈال رکھا ہے۔ درمیانی طبقے کے والدین کے لئے سکول کے تعلیمی اخراجات کا متحمل ہونا بھی ناقابل برداشت ہو رہا ہے۔ کالج کی تعلیم کا تو ذکر ہی کیا؟

پہلا زمانہ کچھ اور تھا۔ اب زمانے کا رنگ کچھ اور ہے۔ پہلے زمانہ کی تعلیم سادہ تھی۔ تعلیم میں تکلفات نہ تھے۔ شاگرد اُستاد کی عزت کرتے تھے اور اُستاد بھی اپنے شاگردوں پر جان قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ لیکن آج کل کے زمانے میں نہ لڑکے اُستاد کی عزت کرتے ہیں اور نہ ہی اُستادوں کو اپنے شاگردوں سے کچھ لگاؤ ہے۔

پچھلے زمانے میں اگر کوئی شاگرد اُستاد کو دُور سے دیکھ لیتا تھا تو فوراً آگے بڑھ کر آداب بجا لاتا لاتا تھا۔ لیکن اِس زمانے میں اگر بدقسمتی سے اُستاد کہیں بازار میں سے گزر رہا ہو تو شاگرد کی انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ کہیں اُستاد کو سلام نہ کرنا پڑے۔

آج کل کی تعلیم مقابلتاً اس قدر گراں ہے کہ اچھے خاصے باحیثیت والدین کے لئے بھی اُس کا جاری رکھنا دوبھر ہو رہا ہے۔ مگر معاوضہ یہ ہے کہ میٹرک کے طلباء کو خط لکھنا نہیں آتا۔ سب سے زیادہ افسوس اس امر کا ہے کہ اپنی مادری زبان میں بھی کچھ شُد بُد واقفیت نہیں ہوتی۔ رونا اِس امر کا ہے کہ آجکل کے انگریزی تعلیم یافتہ طالب علم اِس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہمیں اُردو نہیں آتی۔ بلکہ اُردو کو غلط بولنا اپنے لئے باعث عزت سمجھتے ہیں۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

ہاں فیشن پرستی میں ہمارے طالب علم جن سے اہل ملک کی خوشحالی اور فراخی وابستہ ہے۔ سب سے بڑھ کر بازی لے گئے ہیں۔ بالوں کو کنگھی کر کے ٹیڑھا چیر نکالنا۔ داڑھی اور مونچھوں کا صفایا کرنا۔ ویزلین

سے مُنہ کو چیپڑنا وغیرہ وغیرہ اِن سب باتوں میں عورتوں سے بھی گوئے سبقت لے گئے ہیں۔

حضرت اکبر مرحوم نے کیا اچھا کہا ہے۔

شیخ صاحب بھی تو پردے کے کوئی حامی نہیں مفت میں کالج کے لڑکے اُن سے بدظن ہو گئے
وعظ میں فرما دیا تھا آپ نے کل صاف صاف پردہ آخر کس سے ہو جب مرد ہی زن ہو گئے

اِن غیر ضروری اخراجات کے لئے گھر سے ستر ستر۔ اسی اسی روپیہ ماہوار خرچ بیماری کے بہانہ سے لیا جاتا ہے۔ . . . . . کالج کی زندگی میں اُنہیں کبھی تو ای اے سی کے خواب آتے ہیں۔ کبھی سول سروس کے۔ لیکن بی اے پاس کرنے کے بعد جب مارکیٹ میں اس جنس کو کوئی دس بیس روپیہ ماہوار پر بھی نہیں پوچھتا تو قدرِ عافیت معلوم ہوتی ہے۔ بھلا جن کی فضول خرچی کا یہ حال ہو کہ اپنے بانکپن میں ہی پچاس۔ ساٹھ روپیہ کی معقول رقم ہر مہینے اُڑا دیں۔ وہ بیس پچیس روپیہ کی نوکری سے وہ بھی اگر خوش قسمتی سے مل جائے کب عہدہ برآ ہو سکتے ہیں؟

اب ہمارے نوجوانوں کا روزانہ پروگرام سُنئے :۔

سکول میں چند گھنٹے گزار کر باقی ماندہ وقت فضول باتوں میں ضائع کر دیتے ہیں۔ مثلاً سکول سے گئے کتابیں رکھیں۔ کچھ کھایا پیا۔ اور کسی یار دوست کے گھر چلے گئے۔ جہاں اور بھی بہت سے وقت کا خون کرنے والے نوجوان موجود ہوتے ہیں۔ کچھ وقت تو اِدھر اُدھر کی باتوں میں گزارا۔ پھر تاش کی بازی شروع ہو گئی۔ اور اُس وقت تک ہٹنے کا نام نہ لیا۔ جب تک کہ اُن کی چیخ پُکار سے محلہ والے تنگ نہ آ گئے۔ تاش کے بعد ہارمونیم باجا شروع ہُوا۔ اور پہروں تک گاتے رہے۔ ایک صاحب گا رہے ہیں۔ باقی یونہی سامنے سر جھکائے مریدانِ باصفا کی طرح بیٹھے ہیں۔ مُنہ سے سُبحان اللہ۔ واہ۔ واہ۔ خوب کہی۔ واہ میر صاحب کمال کر دیا وغیرہ وغیرہ پکار رہے ہیں۔ اِدھر سے جب فارغ ہوئے تو گھر آئے کچھ کھانا کھایا۔ شام ہوئی کوئی پتلون پہن سر پر ہیٹ رکھ ہاتھ میں چھڑی لے بائیسکل پر سوار اور پیچھے ایک کتا لئے ہوئے گھر سے نکل گیا۔ اور سیدھا سینما ہال میں پہنچا۔ وہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ وہاں جانا بھی آج کل کے لوازمات میں شامل ہے۔ اور جو اِس کو نہ دیکھے اُس کو قدامت پسند۔ کنجوس مکھی چوس جاہل کہہ کر پکارا جاتا ہے۔

اب رات کے بارہ بجے ہیں۔ چوکیدار محلے میں پہرا دے رہا ہے۔ بابو صاحب مُنہ سے سیٹی بجاتے ہوئے گھر کی طرف رات کا شو دیکھ کر آ رہے ہیں۔ گھر پہنچتے ہی ماں۔ باپ۔ بھائی بہنوں کی نیند کو خراب کرتے ہیں۔ اور زور زور سے دروازے کو کھٹکھٹاتے ہیں۔ اور طرح طرح کی بولیاں بولتے ہیں۔

اندر پہنچتے ہی اگر گھر میں سے کسی نے پوچھ لیا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ تو بس پھر لال پیلے ہو کر تمام گھر کو سر پر اٹھا لینگے۔ غرض اِن مغربی تہذیب کے ٹھیکہ داروں کے دماغ خدا جانے کون سے آسمان پر ہیں۔ اگر اِن کی محفل میں کوئی غریب آدمی میلے کچیلے کپڑے پہن کر آ بھی جائے تو بس اُس کی وہ گت بنتی ہے کہ توبہ ہی بھلی۔

نہ معلوم ہمارا نصب العین کیا ہے؟ خدا کرے کہ ہم تعلیم کا صحیح مفہوم سمجھنے کی کوشش کریں۔ جس پر نہ صرف ہماری آئندہ زندگی بلکہ ہمارے ملک کی خوشحالی بھی منحصر ہے۔ تعلیم کے نصاب میں بہت کچھ نقائص ہیں۔ ماہرانِ تعلیم کا فرض ہے کہ اُنکو دُور کرنے کی کوشش کریں۔

ہاں ایک بات جو سب سے ضروری اور سب سے مفید ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے بھائیوں کو سادگی کا جو شرافت کا ایک بیش قیمت جوہر ہے خیال رکھنا چاہئے۔ گھر کی سادگی۔ لباس کی سادگی۔ خیالات کی سادگی۔ کام کی سادگی غرض ہر کام میں سادگی کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے۔ اگر یہی ایک خوبی ہمارے بھائیوں میں پیدا ہو جائے۔ تو بہت حد تک ملک کی مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ دوسرے یہ بھی عرض کرنا ضروری ہے کہ تعلیم اور ملازمت دو لازم ملزوم نہیں ہیں علم تعلیم کی خاطر سیکھا جائے۔ نہ کہ ملازمت کی خاطر۔ اس لئے ضروری ہے کہ صنعتی تعلیم کی طرف رجوع کیا جائے۔ تاکہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہمارے نوجوان ملازمت کی خاطر در بدر خاک چھانتے نہ پھریں۔ ظاہر ہے کہ اگر تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی بیکاری اور افلاس سے ہی دوچار ہونا پڑا۔ تو سمجھو کہ زندگی کا مقصد ہی فوت ہو گیا۔ خدا کرے ہم سب شاہراہ ترقی پر گامزن ہوتے ہوئے دکھائی دیں۔ اور ہم اپنے لئے اپنے والدین۔ اپنے رشتہ داروں اور اپنے ملک کے ہر فرد کے لئے مفید ثابت ہوں۔　　ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

اپنی اپنی سمجھ

(۱) **باپ** (لڑکے سے) دو اور دو کتنے ہوتے ہیں۔
لڑکا۔ یہ حساب بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔
باپ۔ اس طرح سمجھو دو چیزیں میرے پاس ہیں اور دو تمہارے پاس ہیں بتاؤ کتنی ہوئیں۔
لڑکا۔ جناب دو اور دو چار لڈو ہوتے ہیں۔

(۲) **ماسٹر** (کریم سے) انسان نے قدرت پر کہاں تک قبضہ کر لیا ہے
کریم۔ انسان نے قدرت پر یہاں تک قبضہ کر لیا ہے کہ انسان انسان کو مار دیتا ہے
ماسٹر۔ یہ بات ٹھیک ہے لیکن انسانوں نے بجلی کے ذریعہ گرمی اور سردی اور بارش حاصل کی ہے اور طرح طرح کی چیزیں بنائی ہیں جیسے ریل۔ تار۔ ہوائی جہاز۔

(۳) **مسافر**۔ بابو ٹکٹ دینا۔ **بابو**۔ کہاں کا ٹکٹ لیتے ہو؟ **مسافر**۔ میری سسرال کا ٹکٹ دیدو؟ **بابو**۔ جس اسٹیشن پر جاؤ گے اُس کا نام بتلاؤ **مسافر**۔ تم سرکاری تنخواہ کس لئے پاتے ہو جو ہماری سسرال کا ٹکٹ نہیں دے سکتے۔ **بابو**۔ دہلی کا ٹکٹ ۱۲ ار کو ملتا ہے۔ **مسافر**۔ میرے یار ۸ ار کیوں نہ دیتے ہو۔　　پیارے بچو! تم کو ایسا مسافر نہ ہونا چاہئے۔　　طالب علم کرپال سنگھ بیلا وریا

رہنمائے ریاضی

(پنڈت کلول صاحب)

مجھے افسوس ہے کہ آپ ہائی سکول کی مڈل کلاسز کو ریاضی پڑھاتے ہوئے بھی ایک عام فارمولے کو نہیں سمجھ سکے اور خواہ مخواہ فضول اور بے بُنیاد اعتراض پر تُلے ہوئے ہیں۔ آپکا یہ لکھنا کہ کوئی اس قسم کا قاعدہ لکھ دیجئے جس سے اس قسم کے تمام سوالات حل ہو سکیں یہ جب مُناسب تھا کہ جب اس قاعدے سے اس قسم کا کوئی سوال نہ نکلتا۔ کیا آپ کوئی ایسی مثال پیش کرینگے۔ اگرچہ آپکے اس اعتراض کا جواب اتنا ہی کافی ہے۔ تاہم اِس فارمولے کی وضاحت کے لئے ذیل میں اُسی سوال کو پیش کرتا ہوں۔ اُسے ملاحظہ فرمایئے کہ میرا حل کردہ قاعدہ اِسی قسم کے تمام سوالات پر حاوی ہوتا ہے یا کہ نہیں۔

شکل ۱

ایک کھیت کے طول و عرض میں ۸، ۵ کی نسبت ہے۔ اُسکے باہر چاروں طرف ۴ فٹ چوڑا راستہ بنا ہُوا ہے جسکا رقبہ ۱۲۰۸ مربع فٹ ہے۔ کھیت کا طول و عرض معلوم کرو۔

سامنے کی شکل ۱ میں بیرونی راستے کو چار مستطیلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

چونکہ مستطیل ۱ کی لمبائی کھیت کے اصلی طول سے ۴ فٹ (جو چوڑائی راستہ کے برابر ہے) زیادہ ہے

اور " ۲ " " عرض " " (" ") "

یعنی مستطیل ۱، ۲ کی لمبائیوں میں ۴ + ۴ یعنی ۸ فٹ (جو چوڑائی راستہ سے دوچند ہے) کی زیادتی ہوئی

اب مستطیل ۱، ۲ کو کاٹ کر ایک سیدھ میں رکھنے سے دونو مستطیلوں کی کل لمبائی کھیت کے اصلی طول و عرض کی حاصل جمع سے ۸ فٹ زیادہ ہو جاتی ہے جیساکہ سامنے کی شکل ۲ سے ظاہر ہے۔ اِسی طرح مستطیل ۳، ۴ کو کاٹ کر مستطیل ۳ کو مستطیل ۱ کے نیچے اور مستطیل ۴ کو مستطیل ۲ کے نیچے پہلی ہر دو مستطیلوں کی طرح رکھنے سے ا ب ج د ایک مستطیل بن جاتی ہے جس کی لمبائی کھیت کے طول و عرض کی حاصل جمع سے ۸ فٹ زیادہ اور چوڑائی ۸ فٹ (جو دوچند چوڑائی راستہ کے برابر ہے) اور رقبہ کھیت کے باہر بنے ہوئے راستے یعنی ۱۲۰۸ مربع فٹ کے برابر ہے۔

شکل ۲

پس ثابت ہُوا کہ (طول + عرض + دوچند چوڑائی راستہ) × دوچند چوڑائی راستہ = بیرونی راستے کے رقبے کے قاعدہ یہ ہُوا۔ کہ بیرونی راستے کے رقبے کو دوچند چوڑائی راستہ پر تقسیم کر کے دوچند چوڑائی راستہ کم کر دینے سے طول و عرض کی حاصل جمع معلوم ہو جائیگی۔ اس سے آگے طول و عرض دی ہوئی نسبت کے ذریعے معلوم ہو سکتا ہے۔

پس مندرجہ بالا قاعدے کی رُو سے ذیل میں یہی سوال نہایت آسانی سے حل ہو جاتا ہے۔

حل:- راستے کا رقبہ = ۱۲۰۸ مربع فٹ چوڑائی راستہ = ۴ فٹ

کھیت کا طول + عرض = ۱۲۰۸ ÷ (۴×۲) - ۲×۴ = ۱۲۰۸÷۸ - ۸ = ۱۵۱ - ۸ = ۱۴۳ فٹ

طول و عرض میں نسبت = ۸ : ۵ نسبتی مجموعہ = ۸ + ۵ = ۱۳

پس طول = ۱۴۳÷۱۳ × ۸ = ۸۸ فٹ اور عرض = ۱۴۳÷۱۳ × ۵ = ۵۵ فٹ

ایک اور فارمولہ جس سے سوال نہایت آسانی سے حل ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

فارمولہ (کھیت کا مجموعہ اضلاع + چوچند چوڑائی راستہ) × چوڑائی راستہ = بیرونی راستے کے رقبے کے۔

شکل ۲ کی چاروں مستطیلوں کو کاٹ کر لمبائی کے رُخ شکل ۳ کی طرح رکھنے سے ایک ایسی مستطیل بنتی ہے جس کی لمبائی کھیت کے مجموعہ اضلاع سے ۱۶ فٹ (جو چوڑائی راستہ سے چوچند ہے) زیادہ ہے اور عرض ۴ فٹ (جو چوڑائی راستہ کے برابر ہے) اور رقبہ بیرونی راستے کے رقبے یعنی ۱۲۰۸ مربع فٹ کے برابر ہے۔

پس ثابت ہؤا کہ (کھیت کا مجموعہ اضلاع + چوچند چوڑائی راستہ) × چوڑائی راستہ = بیرونی راستے کے رقبے کے

قاعدہ۔ بیرونی راستے کے رقبے کو چوڑائی راستہ پر تقسیم کر کے چوچند چوڑائی راستہ کم کرنے سے کھیت کا مجموعہ اضلاع معلوم ہو جائیگا۔

پس مندرجہ بالا قاعدے کے رُو سے یہی سوال نہایت آسانی سے حل ہو جاتا ہے۔

حل:۔ کھیت کا مجموعہ اضلاع = ۱۲۰۸÷۴ - ۴×۴ = ۳۰۲ - ۱۶ = ۲۸۶ فٹ

" " طول + عرض = ۲۸۶ ÷ ۲ = ۱۴۳ فٹ

طول و عرض میں نسبت = ۸ : ۵ نسبتی مجموعہ = ۸ + ۵ = ۱۳ فٹ

پس طول = ۱۴۳÷۱۳ × ۸ = ۸۸ فٹ اور عرض = ۱۴۳÷۱۳ × ۵ = ۵۵ فٹ

اب آپ نہ صرف اوّل الذکر بلکہ ہر دو متذکرہ بالا قاعدوں کا اپنے قاعدے سے مقابلہ کریں۔ اور اپنے اعتراض و الفاظ پر غور کریں۔ اُمید ہے آپ کی تسلی ہو جائے گی۔

اب دلکش اور دلچسپ کی موزونیت کو لیجئے۔ آپ کا یہ فرمانا کہ سوال دلچسپ ہوتا ہے۔ دلکش نہیں بالکل فضول اور بے بُنیاد ہے۔ آخر آپ اس بات کے ثبوت میں کیا دلیل پیش کر سکتے ہیں۔ اگرچہ آپ اپنے سوالات کے ساتھ آجتک دلچسپ کا پیوند لگاتے رہے ہیں۔ گو اُن میں دلچسپی یا دلکشی کا نام و نشان تک نہیں پایا جاتا مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ سوال دلچسپ ہو سکتا ہے دلکش نہیں۔

اگرچہ علم ریاضی کی بحث میں ادبی بحث کا کوئی تعلق نہیں۔ لیکن اگر آپ یہ سلسلہ شروع رکھنا چاہتے ہیں تو آپ اپنے اعتراض کے ثابت کرنے کے لئے مدلّل مثالیں پیش کیجئے۔ جس سے ناظرین کوئی فیصلہ کر سکیں۔ آپ کا یہ اعتراض بالکل اس قسم کا ہے جیسے کہ میں کہدوں کہ کوئی ٹیچر ریاضی دان ہو سکتا ہے ادیب نہیں۔ فقط

(بھگوان سہائے ورما)

سوالات معہ حل

ایک آدمی پلیٹ فارم پر کھڑا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ ایک ریل اُس کے دائیں ہاتھ سے آتی ہوئی ۳ سکنڈ میں اُس کے پاس سے گذر گئی۔ اور ایک اور ریل اُس کے دوسری طرف سے آتی ہوئی جو اُتنی ہی لمبی تھی۔ اُس کے پاس سے ۴ سیکنڈ میں گذر گئی۔ بتاؤ وہ دونو ریلیں ایک دوسری کے پاس سے کتنی دیر میں گذری ہونگی؟

حل:۔ فرض کیا ایک ریل کا نام = ا دوسری کا نام = ب

ا اپنی کُل لمبائی کو جتنی دیر میں طے کرسکتی ہے = ۳ سیکنڈ میں

ا ایک سیکنڈ میں جتنا حصہ لمبائی کا طے کرسکتی ہے = ⅓ حصہ لمبائی

علےٰ ہذا القیاس ب کا ایک سیکنڈ کا کام = ¼ حصہ لمبائی چونکہ ا کی لمبائی = ب کی لمبائی

اس لئے دونو ایک سیکنڈ میں ایک دوسری کا حصہ طے کرلیتی ہیں = ⅓ + ¼ = ۷/۱۲ حصہ

پس وہ بقدر ایک ریل کی لمبائی جتنی دیر میں ایک دوسری سے گزر جائینگی = ۱ ÷ ۷/۱۲ = ۱ × ۱۲/۷ سیکنڈ میں

کیونکہ دو ریلیں ہیں۔ اس لئے وہ اِس سے دوچند لمبائی کو جتنی دیر میں طے کرینگی =۔ ۱۲/۷ × ۲ = ۲۴/۷

= ۳ ۳/۷ سیکنڈ میں

۷۰۰ روپے کے ایسے دو حصے کرو۔ کہ پہلے حصے کا ۳ سال کا سُود بشرح ۵ سالانہ دوسرے کے ۴ سال کے سُود بشرح ۴ فی صدی سالانہ سے بقدر ۱۲ کے زیادہ ہو؟

حل:۔ پہلی رقم کا سُود نفی دوسری رقم کا سُود = ۱۲ روپے۔ اگر ہم کُل روپے سے اتنا روپیہ پہلے ہی الگ کرلیں جس کا ۳ سال کا ۵ شرح سالانہ سے ۱۲ روپے سُود ہو۔ تو پھر ہم باقی رقم کے ایسے دو حصے کرینگے جن کا سُود بلحاظ شرح و مُدت برابر ہو۔

چونکہ پہلی صورت میں ۱۵ روپے سُود ہو تو اصل زر = ۱۰۰ روپے

جب سُود ۱۲ روپے ہو تو اصل زر = ۱۰۰/۱۵ × ۱۲ = ۸۰ روپے

پس ۸۰ روپے کُل رقم سے نکالنے کے بعد باقی رقم = ۷۰۰ - ۸۰ = ۶۲۰

اب باقی رقم کے ایسے دو حصے کرینگے۔ جن میں سے پہلی کا ۳ سال کا ۵ شرح سے اور:۔

دوسری کا ۴٪ شرح سے ۴ سال کا سود برابر ہو۔

چونکہ پہلے حصے کا ۱۵٪ سال کا سُود ہے۔ اور دوسرے کا ۱۶٪ ہے۔

اس لئے جو نسبت اِن کے فی صدی سُودوں میں ہے۔ اس سے اُلٹی نسبت اِنکے اصل زر میں ہوگی یعنی 16 : 15

پس ۶۲۰ روپے کو ۱۶ = ۱۵ سے تقسیم کرنا ہے۔

اس لئے پہلا حصہ = $\frac{620}{31} \times 16 = 320$ دوسرا حصہ = $\frac{620}{31} \times 15 = 300$

پس پہلی رقم جس کا سُود دوسری کے سُود سے بقدر ۱۲ کے زیادہ ہے = ۳۲۰ + ۸۰ = ۴۰۰ روپیہ

دوسری رقم جس کا سُود پہلی رقم کے سُود سے بقدر ۱۲ کے کم ہے۔ ۳۰۰ روپیہ

پرچہ سوالات برائے طلبا ورنیکلر فائنل

(سید منیر حسین صاحب زیدی بھریلوی اسسٹنٹ ماسٹر مڈل سکول منیمزرعہ تحصیل کھرڑ ضلع انبالہ)

(۱) مختصر کرو $\frac{6\frac{3}{5} + 4\frac{1}{8}(2\frac{2}{35} \div 1\frac{11}{25}) + 1\frac{1}{4} - (\frac{9}{14} \times 3\frac{1}{3})}{5\frac{1}{2} - 4\frac{1}{5} + 1\frac{1}{2}\ \text{کا}\ 3\frac{5}{6} - 5\frac{3}{5} \div \frac{4}{15}} \times 13\frac{1}{2}$

(۲) ایک حوض ۲۰ فٹ لمبا ۱۵ فٹ چوڑا اور ۸ فٹ گہرا ہے۔ اگر ایک مکعب فٹ پانی کا وزن $62\frac{1}{2}$ پونڈ ہو تو بتاؤ کہ حوض کے پانی کا وزن ٹنوں میں کیا ہے؟

(۳) ایک رقم کا تین سال کا کل زر کسی خاص شرح سے ۴۶۰ روپے ہوتا ہے۔ اگر شرح سُود $1\frac{1}{2}$ فیصدی سالانہ زیادہ ہو تو اُسی رقم کا اُسی مدت کا کل زر ۴۷۸ روپے ہو جاتا ہے۔ اصل زر اور شرح سُود معلوم کرو۔

(۴) ایک شخص دو قسم کی چائے ۳ روپے و ۴ روپے سیر کے حساب سے خرید کر اُنکو ۴ و ۷ کی نسبت سے ملاتا ہے۔ اگر مرکب چائے کو ۵ روپے ۶ آنے سیر بیچے تو اُسے کیا فی صدی نفع یا نقصان ہوگا؟

(۵) ایک ریل گاڑی ۸۲ گز لمبے پلیٹ فارم کو ۹ سیکنڈ میں طے کرتی ہے اور ۱۲۶ گز کو ۱۲ سیکنڈ میں تو بتاؤ ۱۷۰ گز لمبے پلیٹ فارم کو کتنی دیر میں طے کریگی؟

(۶) ایک بٹوے میں ۲۰ سکّے ہیں جن میں کچھ روپے اور کچھ چونّیاں ہیں۔ اگر چونیوں کی بجائے روپے اور روپوں کی بجائے چونّیاں ہوتیں تو مالیت ۳ روپے زیادہ ہوتی بتاؤ بٹوے میں کتنے روپے اور کتنی چونّیاں ہیں۔

(۷) ایک آدمی کی عمر آج سے ۸ سال بعد آج سے ۱۸ سال پہلے کی عمر سے دُگنی ہو جائیگی۔ اس کی موجودہ عمر بتاؤ۔

لطیفہ۔ ایک دفعہ ناصرالدین شاہ ایران نے اپنے شاعر کو اپنا کلام سُنایا۔ اور داد چاہی۔ اس نے کہا کہ خرافات ہے۔ بادشاہ خفا ہوا۔ اور اسے جیل خانہ بھیج دیا۔ کچھ مدت کے بعد اسے جیلخانہ سے بُلوا کر پھر اپنے اشعار سُنا کر تعریف چاہی مگر شاعر واپس جانے لگا۔ شاہ ایران نے پوچھا "کجا مے روی"؟

شاعر "بجائے خود"۔ شاہ "چرا"؟ شاعر۔ اشعار خداوندی را ہماں رنگ و بوست کہ بُود۔

بادشاہ ہنس پڑا۔ اور مہربان ہو گیا۔

مُرسلہ عبدالغنی خاں شوق

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام مہتہ ایشر داس پرنٹر چھپا اور ماسٹر جگت سنگھ پروپرائٹر و پبلشر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور نے رام گلی سے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶

نہایت ضروری اطلاع

اعلان مندرجہ صفحہ ۳۰۱ رسالہ ہذا کے مطابق چونکہ جملہ خریداران رسالہ کی خدمت
میں فسانہ نمبر بذریعہ وی۔ پی حاضر ہوگا۔ اس لئے میں نے اُن اصحاب کے نام
جن کا چندہ آخر نومبر ۱۹۳۳ء کو ختم ہوتا ہے۔ حسب قاعدہ دسمبر کا رسالہ وی۔ پی
نہیں کیا تاکہ ان کو دوبارہ وی۔ پی کے مصارف کا زیر بار نہ ہونا پڑے۔

اب افسانہ نمبر ہر نئے خریدار اور اُن جملہ خریداران رسالہ کے نام جن کا چندہ
جنوری ۱۹۳۴ء سے واجب الوصول ہے پانچ روپے چار آنہ (۵؍۴) کا وی۔ پی
ہوگا۔ اور باقی سب خریداروں کے نام صرف ایک روپیہ چار آنہ (۱؍۴) کا وی پی کیا جائیگا۔
سرکاری چندے سے رسالہ خریدنے والے اصحاب اپنے اپنے افسر متعلقہ سے اجازت
حاصل کرلیں یا فی الحال گرہ سے رقم ادا کردیں اور ہم سے بل منگوا کر پھر صدر دفتر
سے اپنی رقم وصول کرلیں تاکہ افسانہ نمبر وقت پر ان کی خدمت میں پہنچ سکے۔ اور
وہ اس کے مطالعہ سے محظوظ ہوسکیں۔

ملاحظہ ہو رسالہ ہذا کا صفحہ ۳۲ والا اعلان۔ فقط

آپ کا خادم جگت سنگھ منیجر رسالہ ہذا

[illegible]